عطائین

اردو شرح

تفسیر جلالین

4

جلد چہارم

تشریح بخدمتہ

حضرت علامہ مفتی محمد امتیاز قادری

ناشر

ادارہ فیضانِ رضا (رجسٹرڈ)

۱/۴۲ اے، نیو دھوراجی کالونی، بلاک نمبر ۳ گلشنِ اقبال، کراچی

نام کتاب : عطائین اردو شرح تفسیر جلالین

جلد : چہارم

مرتب : حضرت علامہ مفتی محمد امتیاز قادری

طبع اول : ۱ دسمبر ۲۰۱۳ء بمطابق ۲۶ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

تعداد : ۱۰۰۰

باہتمام : ادارہ فیضان رضا (رجسٹرڈ)، ۴۲/۱۲۰ے، نیو دھوراجی کالونی گلشن اقبال بلاک ۴ کراچی۔ ۰۳۲۱۔۲۲۲۱۰۵۱

الاهداء

میرے تو سب کچھ آپ ہی ہیں اے رحمت عالم
میں جی رہا ہوں زمانے میں آپ ہی کے لئے

ساری تعریفیں اس خالق کائنات ﷻ کے لئے جس نے اس عالم رنگ و بو کو طرح طرح سے مزین کیا اور کروڑہا کروڑ درود ہوں اس رحمت والے آقا ﷺ کی ذاتِ ستودہ صفات پر جو ہم بے کسوں، غم کے ماروں، دکھ یاروں کا واحد سہارا ہیں۔ اللہ ﷻ کی دی ہوئی توفیق اور فخر کائنات، شاہِ موجودات ﷺ کی نظر کرم کا صدقہ ہے کہ **ادارہ فیضانِ رضا** نے اس خدمت کو سرانجام دیا۔ ہم اللہ رب العزت ﷻ کی بارگاہِ بے کس پناہ میں دعا گو ہیں کہ اللہ ﷻ اس خدمت کو اپنی مقدس بارگاہ میں قبول فرما کر اس پر اجر عظیم سے مالا مال فرمائے۔ ہم اس پر مرتب ہونے والے اجر و ثواب کو مکی مدنی آقا ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پیش کرتے ہیں اور آپ ﷺ کے وسیلے سے تمام انبیائے کرام علیہم السلام، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، جمیع بزرگان دین، تمام سلاسل کے صوفیاء و اولیاء، بالخصوص شہنشاہِ بغداد سیدنا **حضور غوث پاک** قدس سرہ العزیز کی بارگاہ مقدسہ، **اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی** علیہ الرحمۃ، اور دورِ حاضر کے عظیم دینی رہنما، شیخ طریقت امیر اہلسنت **مولانا محمد الیاس قادری** صاحب مدظلہ العالی اور ان تمام مومنین و مومنات جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک اور تا قیام قیامت تک پیدا ہونگے سب کو اس اجر و ثواب سے مالا مال کردے، بالخصوص اس ادارے سے وابستہ جملہ احباب جو اس خدمت کو قارئین تک پہنچانے میں ادارے کے معاون و مددگار رہے، اللہ ﷻ سب کے نامۂ اعمال میں ہدیۂ ثواب پہنچائے، اور مزید اخلاص کی دولت سے مالا مال کرتے ہوئے باقی دو مجلدات پر جلد از جلد کام مکمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور قابل صلاحیت افرادی قوت سے ادارے کو مالا مال فرمائے۔ اللہ ﷻ اہلسنت کی تمام چھوٹی بڑی دینی درس گاہوں اور اداروں کی حفاظت فرمائے۔

ادارہ فیضانِ رضا

نیا ایڈریس: ۲۳۲/بی گلشن اقبال بلاک ۶

توجہ کیجئے!

رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے، دین کی سربلندی اور علمائے اہل حق تک قیمتی مواد در باب **عطائین اردو شرح تفسیر جلالین جلد ٤** کو پہنچانے کے لیے نہایت توجہ کے ساتھ شرح لکھنے کا اہتمام کیا ہے۔ اللہ ﷻ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور قارئین کے لیے نفع بخش بنائے۔ ہماری تمام تر کوششوں کے باوجود ہمیں دعویٰ کمال نہیں، لہٰذا جو خوبی نظر آئے وہ

ہمارے بزرگوں کا فیضان سمجھ کر قبول فرمائیں اوراس میں جو خامی ہو وہاں ہماری غیر ارادی کوتاہی کو دخل ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ اہل علم اسے پڑھ کر تحریری طور پر اپنی رائے ضرور دیں اوراس شرح میں موجود کسی کمی، کوتاہی یا اضافہ کی جانب توجہ دلانا چاہیں تو ہمارے درج پتہ پر بذریعہ خط روانہ فرمادیں تا کہ ہم اپنی اصلاح کرنے میں کامیاب ہوں اوراس نشاندہی پر آپ کے لیے دعائے خیر کریں۔ رب کریم سب کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔

پتہ: ادارہ فیضان رضا، ۲۳۲/بی، گلشن اقبال بلاک ٦۔

تاثرات برائے علمائے کرام علیہم الرضوان

(۱)...... استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر رضوان نقشبندی صاحب زید مجدہ

دینی اخلاقی اور معاشرتی لحاظ سے شرعی علوم کی اہمیت ہر حال میں قائم رہنا ضروری ہے کیونکہ شرعی علوم کے بغیر دنیا کا کوئی نظام ٹھیک طور پر نہیں چل سکتا لہذا یہ ہماری دینوی ضرورت بھی ہے اور اخروی ضرورت بھی ان علوم کی حفاظت دینی مدارس اور انکے مخصوص نصاب تعلیم کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ مدارس دینیہ کی سب سے بڑی اور بنیادی ذمہ داری یہی ہے کہ ان میں دینی علوم کی تدریس کا باقاعدہ اہتمام ہوتا ہے۔

برصغیر پاک وہند میں ایک زمانے سے علوم شرعیہ کا جو نصاب مدارس عربیہ میں رائج چلا آرہا ہے اسے عام طور پر درس نظامی کا نام دیا جاتا ہے یہ نام حضرت ملا نظام الدین سہالوی کی نسبت سے مشہور ہے۔ اس نصاب کی اصلا بنیاد رکھنے والے تو علامہ سعد الدین تفتازانی ہیں کیونکہ کئی کتابیں جو اس نصاب میں شامل ہیں وہ انہی کی تصنیف ہیں۔ مگر بعد ازاں چونکہ ملا نظام الدین نامی ایک جید مدرس وعالم دین اور نہایت باعمل بزرگ شخصیت نے اس کی از سرنو ترتیب اور تشکیل فرمائی اوراسے برصغیر کے لوگوں کے استعداد اور ضرورت سے ہم آہنگ کردیا اس لئے یہ نصاب ان کے نام سے منسوب ہوگیا تاہم آج کی ضرورت کے تحت اس میں مزید اختصار کیا گیا ہے یعنی بیس سال سے بارہ سال اور پھر آٹھ سال تک محدود کردیا گیا اوراسی طرح ''ایچ ایس سی'' کے مطالبے کے تحت اب مڈل پاس کرکے کوئی شخص آٹھ سال درس نظامی کا کورس مکمل کرلے تو اسے ''ایم اے'' کی ڈگری کے مساوی قرار دیا جاتا ہے اسی ضرورت کے تحت اب جدید مضامین مثلاً انگریزی وحساب وغیرہ کو بھی نصاب میں شامل کرلیا گیا ہے۔

درس نظامی کی بنیادی کتابوں میں قرآن کریم کی تفسیر ''جلالین'' بھی داخل ہے۔ اہل علم حضرات سے پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ کتاب جلال الدین نامی دو مصری بزرگوں کی نسبت سے ''جلالین'' کہلاتی ہے جس میں قرآنی الفاظ کے لغوی معنی، شان نزول، ناسخ ومنسوخ کا بیان، تراکیب نحوی نیز پیچیدہ اور مشکل مقامات کی وضاحت کو نہایت جامع اور مختصر اس انداز میں پیش کیا گیا ہے لیکن اس کی اہمیت اور افادیت کا کماحقہ ادراک صرف وہی حضرات کرسکتے ہیں جو باقاعدہ اساتذہ کے روبرو بیٹھ کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھتے ہیں۔ امام عبدالوہاب شعرانی کے حالات میں ہے درج ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو اپنی زندگی میں تیس مرتبہ مکمل پڑھا ہے مگر آج باوجود اس اہمیت کے شاذ ونادر ہی کہیں اس کتاب کو مکمل پڑھایا جاتا ہے۔ ایک طرف تو وقت کی بے برکتی اور دوسری طرف آج کے طلباء کی سستی اور کاہلی نے علم کے میدان میں ہمیں بہت پیچھے کردیا ہے یہی وجہ ہے کہ آج سے قبل معیار یہ تھا کہ طلباء متون وشروح دونوں کا عربی میں مطالعہ کیا کرتے تھے مگر اب صرف متون عربی میں رہ گیا ہے اور شروحات عام طور پر اردو مطالعہ کی جارہی ہیں اور آنے والے زمانے کو

اسی پر قیاس کر لیا جائے۔

قیاس کن زگلستان من بہار ما

بہرحال اہل درد ہمیشہ اس بات کی کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ طلباء کے ہاتھوں سے علم کہیں بالکل ہی نہ نکل جائے بلکہ کسی نہ کسی طور پر لس ومس باقی رہے اور استفادہ ہوتا رہے اسی جذبہ کے تحت بڑی کتابوں کو مقامی زبانوں میں ترجمہ کیا جا رہا ہے۔
فاضل نوجوان مولانا محمد امتیاز قادری زید مجدہم نے بھی اس اہم کام کا بیڑہ اٹھایا ہے۔ جلالین جیسی عظیم کتاب کا ترجمہ اور تشریح کر کے ایک طرف تو انہوں نے یہ ثابت کر دیا کہ انہوں نے حصول علم کے سلسلے میں محنت شاقہ اور جانفشانی سے کام لیا ہے اور عربی کتب کو سمجھنے کی بھرپور استعداد حاصل کی ہے اور دوسری طرف پیچھے رہ جانے والے طلباء کے لئے نہایت سلیس اور آسان انداز میں ترجمہ وشرح کر کے ان کے لئے کافی آسانی پیدا کر دی ہے میرے خیال میں "علامہ موصوف" نے "عطائین" کا نام صرف وزن کے طور پر نہیں رکھا بلکہ یہ بامعنی بھی ہے یعنی دو عطائیں ایک عطا ترجمہ وترکیب عبارت کی صورت میں ہے اور دوسری عطا شرح کی صورت میں ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ عزوجل مصنف کی اس کاوش کو زیادہ سے زیادہ مفید عام بنائے اور اہل علم کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ازقلم: حضرت علامہ ڈاکٹر محمد رضوان احمد خان نقشبندی عفی اللہ عنہ
مہتمم: جامعہ انوار القرآن
گلشن اقبال بلاک ۵، کراچی
۲۵ ستمبر ۲۰۱۳ء، بمطابق ۱۸ ذی القعدۃ ۱۴۳۴ھ

(۲)...... مفتی آصف عبداللہ قادری دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین اما بعد
الحمد للہ! ادارہ فیضان رضا کے زیر اہتمام درسی کتب پر تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے۔ حضرت علامہ مولانا محمد امتیاز قادری صاحب دن رات اس کاوش میں مصروف ہیں کہ درسی کتب پر اعلیٰ معیار کا کام ہو جائے۔ ابھی کام کی ابتداء ہے۔ دعا ہے کہ اللہ عزوجل اس ادارہ کو ترقی وبرکت عطا فرمائے اور نظر بد سے محفوظ فرمائے۔ جلالین شریف کی تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں چوتھی جلد منظر عام پر آنے والی ہے، اللہ عزوجل اسے مقبول عام فرمائے۔

ازقلم: مفتی محمد آصف عبداللہ قادری
۲۴ ستمبر ۲۰۱۳ء، بمطابق ۱۷ ذی القعدۃ ۱۴۳۴ھ، بروز منگل

عطائین، جلد: ٤

عطائین، جلد: ۴

عطائیین، جلد: ٤

عطائین، جلد: ۴

عطائین، جلد: ۴

عطائین، جلد: ٤

عطائین، جلد: ٤

عطائین، جلد ۴:

عطائین، جلد: ۴

عطائین، جلد: ۴

مضامین، جلد: ۴

عطائین، جلد: ٤

عطائنین، جلد: ۴

رکوع نمبر: ۱

﴿وقال الذين لا يرجون لقاء نا﴾ لَا يَخافُونَ البَعثَ ﴿لولا﴾ هَلَّا ﴿انزل علينا الملٓئكة﴾ فَكانوا رُسُلًا اِلَيْنا ﴿اونرى ربنا﴾ فَيُخبِرُنَا بِاَنَّ محمَّدا رَسولُ اللهِ قَال تعالٰى ﴿لقد استكبروا﴾ تكبّروا ﴿فى﴾ شَانِ ﴿انفسهم وعتو﴾ طَغَوا ﴿عتوا كبيرا (۲۱)﴾ بِطَلَبِهِمْ رُؤيَةَ اللهِ فِي الدنيا وَعَتَوا بالوَاوِ عَلى اصْلِهِ بِخِلافِ عُتِيّ بِالْإِبدالِ فِى مَريمِ ﴿يوم يرون الملٓئكة﴾ فِى جُملَةِ الْخلائِقِ هُوَ يَومُ الْقِيمةِ وَنَصبُه بِاُذْكُر مُقدَّرا ﴿لا بشرى يومئذ للمجرمين﴾ اَى الكافِرينَ بِخِلافِ الْمومِنِيْنَ فَلَهمُ الْبُشرى بِالجَنةِ ﴿ويقولون حجرا محجورا (۲۲)﴾ عَلى عَادَتِهم فِى الدُّنيا اِذا اَنزَلَتْ بِهِمْ شِدَّةٌ اَى عَوذًا مَعاذًا يَستَعِيذُونَ مِن المَلائِكةِ قال تعالى ﴿وقدمنا﴾ عَمِدنَا ﴿الى ماعملوا من عمل﴾ مِنَ الْخَيرِ كَصَدَقَةٍ وَصِلةِ رَحمٍ وَقِرى ضَيفٍ وَاِغاثَةِ مَلهُوفٍ فِى الدُّنيا ﴿فجعلنه هباء منثورا (۲۳)﴾ هُوَ مَا يَرى فِى الكُوى الَّتِى علَيهَا الشَمسُ كَالغُبارِ المُفرقِ اَى مِثلُهُ فِى عَدَمِ النَّفعِ به اِذ لا ثوابَ فيهِ لِعَدمِ شَرطِهِ وَيَجازُونَ عليهِ فى الدنيا ﴿اصحب الجنة يومئذ﴾ يَومَ القِيمةِ ﴿خير مستقرا﴾ مِنَ الكافِرينَ فِى الدنيا ﴿واحسن مقيلا (۲۴)﴾ مِنهُم اَى مَوضَعَ قَائلَةٍ فِيها وَهىَ الْاِستِراحَةَ نِصفَ النَّهارِ فِى الحَرِّ وَاُخِذَ مِنْ ذلكَ اِنْقِضاءُ الحِسابِ فِى نِصفِ نَهارٍ كما وَرَدَ فى حديثٍ ﴿ويوم تشقق السماء﴾ اَى كُلُّ سَمَاءٍ ﴿بالغمام﴾ اَى مَعَهُ وَهوَ غَيمٌ اَبيَضُ ﴿ونزل الملٓئكة﴾ مِن كُلِّ سَماءٍ ﴿تنزيلا (۲۵)﴾ هوَ يَومُ القيمةِ وَنَصبُهُ بِاُذكُرْ مُقدَّرًا وَفِى قِراءَةٍ بِتَشدِيدِ شِينِ تَشقّقُ بِاِدغامِ التَّاءِ الثَّانِيَةِ فِى الْاَصلِ فِيها وَفِى اُخرى نُنزِلُ بِنُونينِ الثَّانِيةِ سَاكِنةً وضَمِّ اللَّامِ وَنَصبِ المَلائِكةِ ﴿الملك يومئذ ن الحق للرحمن ط﴾ لايُشرِكُهُ فِيهِ اَحَدٌ ﴿وكان﴾ اليَومُ ﴿يوما على الكفرين عسيرا (۲۶)﴾ بِخِلافِ الْمُومِنِينَ ﴿ويوم يعض الظالم﴾ المُشرِكُ عُقبَةُ بنُ اَبِى مُعيطٍ كَانَ نَطقَ بِالشَّهادَتينِ ثُمَّ رَجَعَ رِضاءً لِاُبَىَّ بنِ خَلفٍ ﴿على يديه﴾ نَدَمًا وَتَحسُّرًا فى يَومِ القِيمةِ ﴿يقول﴾ يَا لِلتَّنبِيه ﴿يليتنى اتخذت مع الرسول سبيلا (۲۷)﴾ طَرِيقًا اِلى الهُدى ﴿يويلتى﴾ اَلِفُهُ عِوضٌ عَن يَاءِ الْاِضافَةِ اَى وَيْلَتِى وَمعنَاهُ هَلَكَتِى ﴿ليتنى لم اتخذ فلانا﴾ اَى اُبَيًّا ﴿خليلا (۲۸) لقد اضلنى عن الذكر﴾ اَى القُران ﴿بعد اذجاء نى﴾ بِاَن رَدَّنِى عَنِ الايمانِ به قال تعالى ﴿وكان الشيطن للانسان﴾ الكافِرِ ﴿خذولا (۲۹)﴾ بِاَن يَترُكَهُ وَيَتَبرَّءَ منهُ عِندَ البَلاءِ ﴿وقال الرسول﴾ مُحمدٌ ﴿يرب ان قومى﴾ قُرَيشًا ﴿اتخذوا هذا القران مهجورا (۳۰)﴾ مَترُوكًا قال تعالى ﴿وكذلك﴾ كما جَعَلنَا لَكَ عَدُوًّا مِنْ مُشرِكِى قَومِكَ ﴿جعلنا لكل نبى﴾ قَبلَكَ ﴿عدوا من المجرمين ط﴾ المُشرِكِينَ فَاصْبِر كَما صَبَرُوا ﴿وكفى بربك هاديا﴾ لَكَ ﴿ونصيرا (۳۱)﴾ نَاصِرا لكَ على اَعدائِكَ ﴿وقال الذين

کفروا لولا ﴿ھلا﴾نزل علیه القران جملة واحدة﴿کالتورٰیةِ والاِنجیلِ والزَّبُورِ قال تعالٰی نَزَلْنٰهُ﴿ کذلک ﴿ای مُتَفَرِّقًا﴿ لنثبت به فوادک﴿نُقَوِّی قَلْبکَ﴿ ورتلنه ترتیلا (۳۲)﴿ای آتَیْنَا بِهٖ شَیْئًا بَعْدَ شَیْءٍ بِتَمَهُّلٍ وَتُوَدَةٍ لِیَتَیَسَّرَ فَهمُهٗ وحِفظُهٗ ﴿ولا یاتونک بمثل ﴿فِی اِبطَالِ اَمرِکَ﴿ الا جئنک بالحق ﴿الدَّافِعِ لَهٗ﴿ واحسن تفسیرا (۳۳)﴿بَیَانًا هُم﴿ الذین یحشرون علی وجوههم ﴿ای یُساقُونَ﴿الی جهنم اولئک شرمکانا ﴿هُوَ جَهنَّمُ﴿واضل سبیلا (۳۴)﴿اَخطَاءُ طَرِیقًا مِنْ غَیرِهِمْ وهُوَ کُفْرُهُمْ.

﴿ترجمہ﴾

اور بولے وہ جو ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے (یعنی جو دوبارہ جی اٹھنے سے خوف زدہ نہیں) کیوں نہ (لولا بمعنی ھلا ہے) ہم پر فرشتے اتارے (جو ہماری جانب پیغام رسانی کرتے) یا ہم اپنے رب کو دیکھتے (تو ہمیں بتایا جاتا کہ حضرت سیدنا محمد ﷺ واقعی اس کے رسول ہیں) بیشک اپنے جی میں بہت ہی اونچی کھینچی (یعنی اپنے آپ کو بڑا سمجھا) اور بڑی سرکشی پر آئے (دنیا میں رؤیت باری تعالیٰ کا مطالبہ کرکے، یہاں عتوا اپنی اصل پرواؤ کے ساتھ ہے بخلاف سورۂ مریم میں عتیا کے، کہ وہاں ابدال ہے) جس دن فرشتوں کو دیکھیں گے (تمام مخلوق میں سے، اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے، یوم کا نصب اذکر مقدر کی بناء پر ہے) وہ دن مجرموں کی کوئی خوشی کا نہ ہوگا (بخلاف مؤمنوں کے کہ ان کے لئے تو جنت کی خوش خبری ہے، اور یہاں مجرموں سے مراد کافر ہیں) اور کہیں گے الٰہی ہم میں ان میں کوئی آڑ کردے رکی ہوئی (دنیا میں اپنی عادت کے مطابق، کہ وہاں جب بھی ان پر کوئی مصیبت نازل ہوتی تو کہنے لگتے: "ہائے بچاؤ! بچاؤ!" تو یہاں بھی وہ فرشتوں سے پناہ مانگیں گے ...... تو اللہ ﷻ ارشاد فرمائے گا) اور ہم نے قصد فرما کر (قدمنا بمعنی عمدنا ہے) جو کچھ انہوں نے کام کیے تھے (نیکی کے دنیا میں مثلاً صدقہ، صلہ رحمی، مہمان نوازی اور کسی مظلوم کی فریاد رسی) انہیں باریک باریک غبار، کے بکھرے ہوئے ذرے کردیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں (ھباء منثورا سے مراد وہ باریک ذرات ہیں جو روشن دان کے کسی باریک سوراخ میں دھوپ پڑنے کے وقت نظر آتے ہیں، جیسا کہ غبار کے بکھرے ہوئے ذرے ہوں، یعنی ان کے نیک اعمال نفع نہ دینے میں اس منتشر غبار جیسے ہیں، اس لئے کہ ایمان کی شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے ان کے نیک اعمال میں کوئی ثواب نہیں بلکہ وہ دنیا ہی میں اس نیک کام کا بدلہ پاچکے ہیں) جنت والوں کا اس دن (یعنی قیامت کے دن) اچھا ٹھکانا (ہوگا دنیا میں کافروں کے ٹھکانے سے) اور حساب کی دوپہر کے بعد اچھی آرام کی جگہ (ان سے، مقیلا سے مراد ایسی جگہ ہوتی ہے جس میں قیلولہ کیا جاسکے جبکہ قیلولہ سے مراد گرمیوں میں دوپہر کے وقت کا آرام ہے، اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عین دوپہر کو حساب ختم ہوجائے گا جس طرح کہ حدیثِ پاک میں بھی آیا ہے) اور جس دن پھٹ جائے گا آسمان (یعنی ہر آسمان) بادلوں سے (بالغمام میں با حرف جر مصاحبت کے لئے ہے، اور اس سے مراد سفید بادل ہیں) اور فرشتے اتارے جائیں گے (ہر آسمان سے) پوری طرح (قیامت کے دن، تنزیلا کا نصب اذکر فعل محذوف کی وجہ سے ہے، ایک قرأت میں تشقق کوش کی تشدید کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے یعنی دوسری تا حرف اصلی میں مدغم ہے، اور ایک قرأت میں نزل کی بجائے ننزل ہے، یعنی ایک نون کی بجائے دو نون ہیں جبکہ دوسری نون ساکن اور لام مضموم ہے، اس صورت میں الملائکۃ منصوب ہوگا) اس دن سچی بادشاہی رحمٰن کی ہے (جس میں کوئی شریک نہ ہوگا) اور وہ (خاص) دن کافروں پر سخت ہے (بخلاف مؤمنوں کے) اور جس دن ظالم چبا چبالے گا (یہاں ظالم سے مراد

مشرک عقبہ بن ابی معیط ہے کہ جس نے کلمۂ شہادت پڑھنے کے بعد ابی بن خلف کی رضا کی خاطر مرتد ہونا قبول کرلیا تھا) اپنے ہاتھ (قیامت کے دن حسرت اور شرمساری کی وجہ سے) اور کہے گا کہ (یا حرف تنبیہ ہے) ہائے کسی طرح سے میں نے رسول (یعنی حضرت سیدنا محمد مصطفی ﷺ) کے ساتھ راہ لی ہوتی (سبیلا سے مراد ہدایت کی جانب جانے والا راستہ ہے) وائے خرابی میری (یٰــویلتا کا الف، یاءِ اضافت کے عوض ہے یعنی یہ اصل میں ویــلــتــی تھا جس کا معنی ہے ہائے میری ہلاکت) ہائے کسی طرح میں نے نہ بنایا ہوتا فلانے کو (یعنی ابی بن خلف کو) دوست......۲...... بیشک اس نے مجھے بہکا دیا نصیحت سے (یعنی قرآنِ کریم سے) میرے پاس آئی ہوئی (اس طرح کہ سرورِ کائنات ﷺ پر ایمان لانے سے اس نے اسے پھیر دیا، پس اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا) اور شیطان آدمی (یعنی کافر) کو بے مدد چھوڑ دیتا ہے (اس طرح کہ وہ اس سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور مصیبت و آزمائش کے وقت اس سے برأت کا اظہار کرتا ہے) اور عرض کی رسول نے (یعنی سرورِ دو عالم حضرت سیدنا محمد ﷺ نے) کہ اے میرے رب! میری قوم (یعنی قریش) نے اس قرآن کو چھوڑنے کے قابل ٹھہرایا (مھجورًا بمعنی متروکًا ہے، تو اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا) اور اسی طرح (جیسا کہ ہم نے آپ ﷺ کی قوم کے مشرکین میں سے دشمن بنائے ہیں) ہم نے ہر نبی کے لیے (آپ ﷺ سے پہلے) دشمن بنا دیے تھے مجرم لوگ (یعنی مشرکین، پس آپ ﷺ بھی اسی طرح صبر کریں جیسا سابقہ انبیاءِ کرام علیہم السلام نے صبر کیا تھا) اور تمہارا رب کافی ہے ہدایت کرنے (کو آپ ﷺ کی خاطر) اور مدد دینے کو (آپ ﷺ کی خاطر آپ ﷺ کے دشمنوں کے خلاف) اور کافر بولے کیوں نہ (لــولا بمعنی ھــلا حرفِ تنبیہ ہے) قرآن ان پر ایک ساتھ اتار دیا (توریت، انجیل اور زبور کی طرح، تو اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے اسے نازل فرمایا ہے یعنی) ہم نے یونہی بتدریج اسے اتارا ہے (تھوڑا تھوڑا کرکے) کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں (یعنی اسے تقویت دیں......۳......) اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا (یعنی ہم نے آپ ﷺ کو تھوڑا تھوڑا کرکے ایک کے بعد ایک آیت نازل فرما کر عطا کیا تاکہ اس کا سمجھنا اور یاد کرنا آسان ہو) اور وہ کوئی کہاوت تمہارے پاس نہ لائیں گے (آپ ﷺ کے دین کو باطل کرنے کے متعلق) مگر ہم لے آئیں گے حق (ان کا رد کرنے کے لئے) اور اس سے بہتر بیان (تفسیرا بمعنی بیانا ہے) وہ جو جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے اپنے منہ کے بل (یحشرون بمعنی یساقون ہے) ان کا ٹھکانا سب سے برا (یعنی جہنم ہے) اور وہ سب سے گمراہ (یعنی دوسروں کی نسبت وہ زیادہ غلط راستے پر ہیں جو کہ ان کا کافر ہونا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وقال الذین لا یرجون لقاء نا لولا انزل علینا الملئکة اونری ربنا﴾

و: عاطفہ، قال: فعل، الــذیــن لا یرجون لقاء نا: موصول صلہ ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، لولا: حرف تحضیض، انــزل علینا المــلــئکة: فعل وظرف لغو ونائب الفائل ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، نــری ربنا: جملہ فعلیہ معطوف ملکر مقولہ ملکر جملہ قولیہ۔

﴿لقد استکبروا فی انفسھم وعتوعتوا کبیرا﴾

لام: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، استــکبــروا فــی انفسھم: فعل بافاعل ظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عتوا: فعل بافاعل، عتوا کبیرا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿یوم یرون الملئکة لا بشری یومئذ للمجرمین ویقولون حجرا محجورا﴾

یوم: مضاف، یرون: فعل بافاعل، الملئکة: ذوالحال، لا: نفی جنس، بشری: ذوالحال، یومئذ: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر اسم،

للمجرمین: ظرف مستقر خبر ملکر قول محذوف "یقولون" کیلئے مقولہ ملکر جملہ فعلیہ قولیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یقولون: قول، حجرا محجورا: مرکب توصیفی فعل محذوف "یحجرہ" کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ملکر جملہ قولیہ ہو کر معطوف ملکر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ، ملکر ظرف فعل محذوف "اذکر" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقدمنا الی ماعملوا من عمل فجعلنه هباء منثورا﴾

و: مستانفہ، قدمنا: فعل با فاعل، الی: جار، ماعملوا: موصول صلہ ملکر ذوالحال، من عمل: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ف: عاطفہ فجعلنہ: فعل با فاعل ومفعول، هباء منثورا: مرکب توصیفی مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اصحب الجنة یومئذ خیر مستقرا واحسن مقیلا﴾

اصحب الجنة: مبتدا، یومئذ: ظرف مقدم، خیر: اسم تفضیل "باھو" ضمیر ممیز، مستقرا: تمیز، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، احسن: اسم تفضیل "ھو" ضمیر ممیز، مقیلا: تمیز ملکر فاعل، ملکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویوم تشقق السماء بالغمام ونزل الملئكة تنزیلا﴾

و: عاطفہ، یوم: مضاف، تشقق السماء بالغمامہ: فعل وفاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ ملکر "اذکر" فعل محذوف کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، نزل الملئكة: فعل مجہول ونائب الفاعل، تنزیلا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الملک یومئذ الحق للرحمن ط وکان یوما علی الکفرین عسیرا﴾

الملک یومئذ: شبہ جملہ موصوف، الحق: صفت، ملکر مبتدا، للرحمن: ظرف مستقر خبر ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، کان: فعل ناقص با اسم، یوما: موصوف، علی الکفرین عسیرا: شبہ جملہ صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویوم یعض الظالم علی یدیه یقول یلیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا﴾

و: عاطفہ، یوم: مضاف، یعض: فعل، الظالم: ذوالحال، یقول: قول، یلیتنی: یا: للتنبیہ، لیتنی: حرف مشبہ واسم، اتخذت: فعل با فاعل، مع الرسول: ظرف، سبیلا: مفعول ملکر جملہ فعلیہ خبر ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ملکر جملہ قولیہ ہو کر حال، ملکر فاعل، علی یدیه: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر "اذکر" فعل محذوف کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یویلتی لیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا﴾

یویلتی: ندائیہ، لیتنی: حرف مشبہ واسم، لم اتخذ: فعل نفی با فاعل، فلانا: مفعول اول، خلیلا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لقد اضلنی عن الذکر بعد اذجاء نی ط وکان الشیطن للانسان خذولا﴾

لام: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، اضل: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، بعد: مضاف، اذجاء نی: مضاف الیہ ملکر ظرف متعلق بمحذوف حال اول، و: حالیہ، کان الشیطن: فعل ناقص واسم، للانسان خذولا: شبہ جملہ خبر ملکر جملہ فعلیہ حال ثانی، ملکر فاعل، ن: وقایہ، ی: ضمیر مفعول، عن الذکر: ظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وقال الرسول یرب ان قومی اتخذوا هذا القران مهجورا﴾

و: عاطفہ، قال الرسول: قول، یرب: نداء، ان قومی: حرف مشبہ واسم، اتخذوا: فعل با فاعل، هذاالقران: مفعول

اول،مھجورا:مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ماقبل "قال الذین لا یرجون لقاء نا" پر معطوف ہے۔

﴿و کذلک جعلنا لکل نبی عدوا من المجرمین﴾

و:عاطفہ،کذلک:ظرف مستقر "الجعل" مصدر محذوف کیلئے صفت،ملکر مفعول مطلق مقدم،جعلنا:فعل با فاعل،لکل نبی:ظرف لغو،عدوا:موصوف،من المجرمین:ظرف مستقر صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و کفی بربک ھادیا ونصیرا﴾

و:عاطفہ،کفی:فعل،ب:زائد،ربک:ذوالحال،ھادیا:معطوف علیہ،و:عاطفہ،نصیرا:معطوف،ملکر حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القراٰن جملۃ واحدۃ﴾

و:عاطفہ،قال الذین کفروا:قول،لولا:حرف تحضیض،نزل علیہ:فعل مجہول وظرف لغو،القراٰن:ذوالحال،جملۃ واحدۃ:حال ملکر نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿کذلک لنثبت بہ فوادک﴾

کذلک:ظرف مستقر "تنزیلا" مصدر محذوف کیلئے صفت ملکر مفعول مطلق مقدم "نزلنہ" فعل محذوف کیلئے،لام:جار،نثبت بہ فوادک:فعل با فاعل وظرف لغو ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور،ملکر ظرف لغو "نزلنا" فعل محذوف اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ورتلنہ ترتیلا ○ ولا یاتونک بمثل الا جئنک بالحق واحسن تفسیرا○﴾

و:عاطفہ،رتلنہ:فعل با فاعل ومفعول،ترتیلا:مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،لا یاتون:فعل با فاعل،ک:مفعول،بمثل:ظرف لغو،الا:اداۃ حصر،جئنک:فعل با فاعل ومفعول،ب:جار،الحق:معطوف علیہ،و:عاطفۃ،احسن:ممیز،تفسیرا:تمیز ملکر معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر ماقبل اعم احوال سے حال ہے "ای لایاتونک بمثل فی حال من الاحوال الافی حال اتیاننا الیک بالحق"،یہ سب ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الذین یحشرون علی وجوھھم الی جھنم اولئک شر مکانا واضل سبیلا○﴾

الذین:موصول،یحشرون:فعل مجہول وواؤضمیر ذوالحال،علی وجوھھم:ظرف مستقر حال،ملکر نائب الفاعل،الی جھنم:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ،ملکر "ھم" مبتدا محذوف کیلئے خبر ملکر جملہ اسمیہ،اولئک:مبتدا،شر:ممیز،مکانا:تمیز ملکر معطوف علیہ،و:عاطفہ،اضل:ممیز،سبیلا:تمیز ملکر معطوف،ملکر خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......ویوم یعض الظالم علی یدیہ...... ☆ عقبہ بن ابی معیط اُبی بن خلف کا گہرا دوست تھا،سید عالم ﷺ کے فرمانے سے اُس نے کلمہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی شہادت دی،اور اس کے بعد اُبی بن خلف کے زور ڈالنے پر پھر مرتد ہو گیا اور سید عالم ﷺ نے اس کو مقتول ہونے کی خبر دی،چنانچہ بدر میں مارا گیا،یہ اس کے حق میں نازل ہوئی کہ روز قیامت اس کو انتہاء درجہ کی حسرت وندامت ہوگی اور اس حسرت میں وہ اپنے ہاتھ چاب چاب لے گا۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نزول ملائکہ کے وقت رکاوٹ کا معنی:

۱؎.....فرشتوں کے دیکھنے سے مراد یہ ہے موت کے وقت فرشتے مومنوں کو جنت کی بشارت اور کافروں کو لوہے کے گرز مار کر ان کی روحیں نکالیں گے۔ اہل تاویل کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس جملے کے قائل کون ہونگے بعض کہتے ہیں کہ فرشتے کہیں گے۔ ایک قول ضحاک، ابواسامہ، ابن جریج وغیرہ کا یہ بھی ہے کہ فرشتے کافروں سے کہیں گے کہ تمہارے لئے خوشخبری حرام ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ اہل عرب ﴿ویقولون حجرا محجورا اورکہیں گے الٰہی ہم میں اُن میں کوئی آڑ کردے رکی ہوئی(الفرقان:۲۲)﴾ یہ جملہ اس وقت کہتے ہیں جب کسی شخص پر شدت کے آثار ہوتے ہیں۔ اسی سے متصل یہ کلام بھی کہ ﴿اصحب الجنة یومئذ خیر مستقرا واحسن مقیلا جنت والوں کا اس دن اچھا ٹھکانہ اور حساب کے دوپہر کے بعد اچھی آرام کی جگہ(الفرقان:۲٤)﴾ یعنی آخرت میں مسلمانوں کے تمام احوال کافروں کے مقابلے میں بہتر ہونگے۔

متذکرہ بحث سے ایک شق یہ بھی نکلتی ہے کہ جب کافر نزول ملائکہ کو دیکھیں گے، موت کا یقین ہوجائے گا، زندگی کے آثار ختم ہوتے دکھائی دیں گے، آیا ایسے وقت میں ایمان لانا، کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلام کے دامن میں سماجانا قابل قبول ہے یا نہیں؟ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں آخروقت دو ہیں، ایک وہ کہ ہنوز پردے باقی ہیں، اور یہ وقت قبول ایمان کا ہے لیکن دوسرا وہ حقیقی آخر جب حالت غرغرہ ہو، پردے اُٹھ جائیں، جنت ونار پیش نظر ہوجائیں، یومنون بالغیب کا محل باقی نہ رہے، کافر کا اس وقت اسلام قبول کرنا بالاجماع مردود ونامقبول ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راو باسنا سنة اللہ التی قد خلت فی عبادہ وخسر ھنالک الکفرین تو ان کے ایمان نے انہیں کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، اللہ کا دستور جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور وہاں کافر گھاٹے میں ہیں(مومن:۸۵)﴾۔(الفتاوی الرضویہ، شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، ج۲۹، ص ۷۳۵)

☆.....قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "ان اللہ یقبل توبة العبد ما لم یغرغر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل سکرات موت سے پہلے پہلے توبہ قبول فرماتا ہے"۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل التوبة، رقم:۳۵٤۸، ص ۱۰۱۵)

شریعت کی رو سے دوستی کس کی اچھی.....!

۲؎.....خـلـل سے معنی ہیں: آدمی کو جس کی احتیاج ہو، کہا جاتا ہے کہ فلاں محتاج ہے، یعنی اپنے معاملات میں فلاں کا محتاج ہے، اسی سے خلیل بھی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لوگوں کو علم دین سکھاؤ کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ کب لوگ اس کی جانب بغرض علم محتاج ہونگے"۔ (لسان العرب، ج٤، الحرف الخاء، ص ۲۰۱)

متذکرہ تعریف کی رو سے ہم نے جان لیا کہ انسانی زندگی میں دوستی کی اہمیت کتنی ہے، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "نیک ہم نشین اور بُرے ہم نشین کی مثال اس طرح ہے کہ مشک والا ہو اور لوہار کی بھٹی میں پھونک مارنے والا ہو، مشک والا یا تو تم کو مشک کا عطیہ دے گا یا تم اس سے مشک خریدو گے ورنہ تم کو اس سے پاکیزہ خوشبو آتی رہے گی اور لوہار کی بھٹی والا تمہارے کپڑے جلائے گا ورنہ تم کو اس سے ناگوار بُو ضرور آئے گی۔

(صحیح البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب: المسك، رقم: ۵۵۳٤، ص ۹۸٤)

☆.....حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر شخص اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے سو تم میں سے ہر شخص

غور کرلے کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے"۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب: من یومر ان یجالس، رقم:۴۸۳۳، ص ۹۰۶)

☆......حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی پاک ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "مومن کے سوا اور کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ اور متقی کے سوا کوئی تمہارا کھانا نہ کھائے"۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب: من یومر ان یجالس، رقم:۴۸۳۲، ص ۹۰۶)

☆......"من جامع المشرک وسکن معه فانه مثله جو مشرک سے یکجا ہو اور اس کے ساتھ رہے وہ اسی کی مثل ہے"۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الجهاد، باب فی الاقامة بارض الشرك، رقم:۲۷۸۷، ص۵۲۶)

☆......سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: "انا بری من کل مسلم مع مشرک لا تری ناراهما، اورده فی النهایة میں بیزار ہوں اُس مسلمان سے جو مشرکوں کے ساتھ ہو، مسلمان اور کافر کی آگ آمنے سامنے نہ ہونی چاہیے یعنی دوری لازم ہے"۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب: النهی عن قتل من اعتصم بالسجود، رقم:۲٦٤٥، ص٤۹۳)

☆......"ایاک وقرین السوء فانک به تعرف یعنی بُرے مصاحب سے بچ کیونکہ تو اسی کی وجہ سے پہچانا جائے گا"۔

(التهذیب تاریخ ابن عساکر، ج٤، ص۲۹۲)

☆...... "اعتبروا الصاحب بالصاحب یعنی آدمی کو اس کے ہمنشین پر قیاس کرو"۔

(کنزالعمال، رقم: ۳۰۷۳۱، بحواله عد، عن ابن مسعود، الجزء ۱۱، ج٦، ص ٤١)۔

☆......" المرء مع من احب آدمی اپنے دوست کے ساتھ ہے"۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب علامة الحب فی الله، رقم:٦١٦٨، ص۱۰۷۵)

☆......"من احب قوما حشره الله فی زمرتهم جو جس قوم سے محبت کرے گا اس کا انہی کے ساتھ حشر ہوگا"۔

(الکبیر للطبرانی، باب الجیم، جندرة بن خیشنة ابو قرصافة، رقم: ۲۵۱۹، ج۳، ص۱۹)

☆......"ادفنوا موتاکم وسط قوم الصلحین یعنی اپنے مردوں کو نیکوں کے درمیان دفن کرو"۔

(الفردوس بماثور الخطاب، رقم:۳۳۷، ج۱، ص۱۰۲)

متذکرہ بالا احادیث کے تحت فاضل بریلوی فرماتے ہیں: "هم القوم لا تشقی بهم جلیسهم یعنی یہ وہ قوم ہے کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا"۔ (الفتاوی الرضویه مخرجه، کتاب الجنائز، ج۹، ص۳۸۵)

یک بارگی نزول قرآن نہ کرنے کی حکمتیں:

۳......یک بارگی نزول قرآن نہ ہونے پر اعتراض کرنے والوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ کون تھے؟ ایک قول یہ ملتا ہے کہ قائل کفار قریش تھے اور یہ قول ابن عباس کا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ قائل یہود تھے۔ جب یہود نے قرآن کو متفرق طور پر نازل ہوتے دیکھا تو کہنے لگے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت، حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اور حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور یکبارگی نازل ہوئی۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿کذلک﴾ یعنی ہم نے نزول قرآن کا سلسلہ متفرق طور پر اس لئے رکھا ہے کہ ﴿لنثبت به فؤادک تاکہ ہم اس سے تمہارے دل کو جما دیں (الفرقان:۳۲)﴾ تاکہ اے محبوب ﷺ! تیرے قلب اطہر کو ثابت رکھ سکیں اور اس پاک کلام کا بوجھ اٹھانے میں تجھے کوئی تنگی نہ محسوس ہو، اس لئے کہ سابقہ حضرات انبیائے کرام لکھتے پڑھتے تھے اور یہ نبی امی ہیں اور اس پاک کلام میں ناسخ ومنسوخ کا سلسلہ بھی ہے، اور ایسا بھی ہے کہ کسی معاملے میں پوچھے جانے کے حوالے سے ہم نے نبی پاک ﷺ کے منصب اور سائل کے لئے آسانی کے حوالے سے رعایت کا اہتمام بھی کیا ہے اور اسی مقصد کے لئے جدید وحی کا سلسلہ رہا تاکہ قلب اقدس میں مزید قوت

پیدا ہو۔

اگر کہیں یہ سوال ہو کہ اللہ ﷻ کے لئے یک بارگی قرآن پاک نازل کر کے اپنے نبی کو یاد کرا دینا آسان تھا تو پھر ایسا کیوں نہ کیا؟ اس اعتراض کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر چہ آسان تھا کہ ایک لمحے میں نزول قرآن، تعلیم قرآن اور حفظ قرآن فرما دیتا لیکن ایسا نہ فرمانے میں کوئی اعتراض نہیں ہے اور ہم نے اس کی حکمت (ماقبل) بیان کی ہیں۔ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ یہ کلام ﴿کذلک﴾ مشرکین کا کلام ہے، یعنی اللہ ﷻ نے جس طرح توریت، زبور اور انجیل یکبارگی نازل فرمائی ایسے ہی قرآن کا نزول یک بارگی کیوں نہ فرمایا اسی لئے ﴿لنثبت به فوادک تا کہ ہم اس سے تمہارے دل کو جمادیں(الفرقان:۳۲)﴾ فرمایا، اور یہ بھی جائز ہے کہ ﴿جملة واحدة﴾ پر وقف کیا جائے۔ابن عباس سے ایک سند سے روایت ہے کہ اللہ ﷻ کا فرمان ﴿انا انزلناه فی لیلة القدر بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا(القدر:۱)﴾ سے مراد یہ ہے کہ مکمل قرآن پاک رب عزوجل کی بارگاہ سے لوح محفوظ سے آسمان میں کراما کاتبین پر اور آسمان سے جبرئیل علیہ السلام تک کراما کاتبین نے بیس راتوں میں، پھر جبرائیل امین علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفی ﷺ پر بیس راتوں میں پہنچایا۔ (القرطبی، الجزء ۱۹، ص ۳۰)

اغراض: لا یخافون البعث: اس لئے کہ وہ لوگ مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے منکر تھے، اور ان کا گمان یہ تھا کہ وہ بعث بعد الموت سے امن میں رہیں گے۔**قال تعالی:** اللہ ﷻ نے ان کے قول کا رد فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿لقد استکبروا فی انفسهم ...... الخ (الفرقان:۲۱)﴾۔**تکبروا:** یعنی انہوں نے رسول کے بشر ہونے سے تکبر کیا، ان کی خواہش یہ تھی کہ رسول ملائکہ سے ہوں۔**بطلبهم رؤیة الله:** "عتوا" کے متعلق ہے، اور باء سببیہ ہے، اور متعلق کا ذکر نہیں کیا گیا۔**فلهم البشری بالجنة:** اور اس بشارت کی دلیل اللہ ﷻ کا فرمان ﴿بشراکم الیوم جنات تجری من تحتها الانهار(الحدید:۱۲)﴾ ہے۔

یستعیذون من الملائکة: یعنی کافر مذکرہ عبارت ﴿حجرا محجورا﴾ کہتے ہوئے فرشتوں کے ذریعے پہنچنے والی تکلیف سے اللہ ﷻ کی پناہ چاہیں گے۔**لعدم شرطه:** سے مراد ایمان نہ پایا جانا ہے کہ ایمان نہ ہو تو عمل کا ثواب کیسے ملے۔

ویجازون علیه فی الدنیا: یعنی مال، اولاد، عافیت وغیرہ دنیاوی تلذذات کی چیزیں ہیں، پس کافروں کے اچھے اعمال جس پر نیت کا دارومدار نہیں ہوتا اس لئے انہیں اس پر دنیا ہی میں اجر دے دیا جاتا ہے، اور یہ بھی کہ جس عمل پر نیت کا مدار نہ ہو، تو اس پر اصلا کوئی جزاء ہی نہیں کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور نیت ہی نہ ہو تو پھر قبولیت اور ثواب کی امید نہ ہونی چاہیے۔

من الکافرین: جنت میں مومنین پر جو نعمتیں ہوتی ہیں وہ دنیا میں کافروں پر ہونے والی نعمتوں سے بدرجہا بہتر ہیں، جس کا اشارہ "خیر" اسم تفضیل سے کیا گیا، اور مفسر نے اس کا جواب فی الدنیا کے ذریعے دیا یعنی جہنمیوں کا جہنم میں استقرار (ٹھراؤ) جہنم میں بہتر نہیں، اور یہ بھی درست ہے کہ یہاں اُخروی اعتبار سے ہر قسم کے استقرار کو مراد لیا جائے اور اس صورت میں اسم تفضیل کو لانے کا منشاء کافروں کے لئے زجر و توبیخ کرنا ہے۔

کما ورد فی الحدیث: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن، دن کا نصف ہونا نہ پایا جائے گا، یہاں تک کہ جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں قیلولہ کر لیں، اور قیلولہ نصف دن میں ہونے والی استراحت کا نام ہے، اور یہ وہ استراحت (آرام) ہے جس میں نیند نہیں پائی جاتی اسلئے کہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے ﴿واحسن مقیلا(الفرقان:۲۴)﴾، جنت میں نیند نہیں پائی جاتی، روایت میں یہ بھی ہے کہ قیامت کا دن مومنین کے لئے مختصر ہوگا یہاں تک کہ عصر سے مغرب تک کا درمیانی وقت ہوتا ہے۔

وهو غیم ابیض: مراد وہ بادل ہیں جو ساتوں آسمانوں کے اوپر ہونگے، اور ان کی موٹائی اور وزن ساتوں آسمانوں کی موٹائی اور وزن

کے برابر ہونگے، پس جب وہ ساتویں آسمان پر نزول کرے گا تو اسے اپنے وزن کی وجہ سے توڑ ڈالے گا اور اسی طرح زمین پر اس کا نزول ہوگا اور ہر آسمان کے فرشتے بادلوں کے ساتھ شامل ہونگے، جب پہلے آسمان دنیا پر نزول ہوگا تو فرشتوں کی تعداد زمین پر رہنے والوں کے مقابلے میں دس گنا ہوگی، پھر دوسرے آسمان پر فرشتوں کی تعداد بیس گنا ہوگی، اور اسی مناسبت سے قیاس کر لیں، اور اسی طرح جب دنیا کے فرشتوں پر نزول ہوگا تو اہل محشر کو صف باندھے گھیر لیں گے، اور اسی کی مثل دوسرے آسمان کا حال ہوگا کہ ان کی صف پہلے آسمان والوں کی صف کے پیچھے وعلی ھذا القیاس، اور یہ فرشتے اہل محشر کو فرار ہونے سے روکیں گے اور (حساب کتاب کے بغیر) دخول جہنم سے دور کریں گے اور اس کی مثل کلام سورۃ ابراہیم میں ﴿یوم تبدل الارض غیر الارض (ابراھیم:۴۸)﴾ کے تحت گزر چکا ہے۔ بخلاف المومنین: قیامت کا دن کافروں پر دشوار ہوگا جب کہ مومنین پر اس کے برعکس معاملہ ہوگا، جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ: ''مومنین کے لئے قیامت کا دن فرض نماز سے بھی کم وقت کا معلوم ہوگا''۔

کان نطق بالشھادتین: عقبہ بن ابی معیط نے کھانے کی دعوت کا اہتمام کیا اور سید عالم ﷺ کو بھی دعوت دی، سید عالم ﷺ تشریف لے گئے لیکن فرمایا کہ میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤنگا جب تک کہ عقبہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی نہ دے دے، جب اس نے ایسا ہی کیا تو سید عالم ﷺ نے کھانا تناول فرمایا، عقبہ ابی بن خلف کا گہرا دوست تھا، جب ابی بن خلف کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے کہا اے عقبہ! کیا تو نے مذہب بدل لیا؟ عقبہ نے کہا: نہیں! لیکن میرے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ میں اس وقت تک تیرے یہاں کھانا نہ کھاؤں گا جب تک کہ تو کلمہ طیبہ کا تلفظ نہ کرے، پس مجھے حیا آئی کہ ایسے ہی کسی شخص کو اپنے گھر سے بغیر کھانا کھلائے باہر کردوں، پس میں نے اس کے کلام کی گواہی دی تو اس نے کھانا کھایا، ابی بن خلف نے کہا کہ میں تجھ سے راضی نہ ہونگا جب تک کہ تو محمد عربی کے چہرے (انور) پر نہ تھوک دے، پس عقبہ نے یونہی کیا، لیکن اس کا تھوک اسی کے چہرے پر گرا جس کی وجہ سے اس کا چہرہ جل گیا، سید عالم ﷺ نے فرمایا میں تجھے مکہ مکرمہ سے اس وقت تک نہیں نکال سکتا جب تک تیرا سر تلوار سے نہ اڑا دیا جائے، پس بدر کے دن یہ قیدی ہوا اور سید عالم ﷺ نے حضرت علی ؓ کو حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ ای القرآن: سے مراد کلمہ شہادت ہے۔

قال تعالیٰ: توریت، انجیل وزبور کے یک بارگی نازل ہونے پر ہونے والے تین قسم کے شبہات کو سید عالم ﷺ کی ذات پاک سے دور کرنے کے لئے قرآن کو تدریجاً نازل کیا گیا، اول یہ کہ سید عالم ﷺ کے قلب مبارک میں اس پاک کلام کو خوب جما دیا جائے، ثانی یہ کہ ٹھہر ٹھہر کر نزول کی برکت سے حفظ کرنا آسان ہو جائے اور ثالث یہ کہ اس فرمان ﴿ولا یاتونک بمثل الا جئناک بالحق واحسن تفسیرا (الفرقان:۳۳)﴾ کی تائید ہو جائے۔ لتیسیر فھمہ و حفظہ: یعنی قرآن کو بتدریج اس لئے اتارا کہ آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کی امت کو یاد کرنا آسان ہو جائے، اور یہ خاص امت محمدیہ کا خاصہ ہے کسی اور کو نہیں دیا گیا، حدیث قدسی میں ہے: ''اے محبوب! میں نے تیری امت کو قوموں میں تقسیم کر دیا اور ان کے دلوں کو کشادہ کر دیا''۔ بچوں کو قرآن کی تعلیم دینا تدریجی مراحل میں ہو تو ان کے دلوں میں محفوظ بھی رہتا ہے، یاد کرنے میں بھی آسانی رہتی ہے کیونکہ بچہ جب چھوٹی سورۃ دیکھتا ہے تو پوری طاقت سے اسے حفظ کر لیتا ہے چست وتوانا رہتا ہے۔ ای یساقون: یعنی اللہ ﷻ کی قدرت سے جہنمی زمین پر اپنے سروں اور چہروں کے بل گھسٹتے بھرتے ہوئے ہونگے۔ (الصاوی، ج۴، ص۲۰۷ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲

﴿ولقد اتینا موسی الکتب﴾ التَّوْرَاةَ ﴿وجعلنا معہ اخاہ ھرون وزیرا (۳۵)﴾ مُعِینًا ﴿فقلنا اذھبا الی القوم الذین کذبوا بایتنا﴾ اَی الْقِبْطِ فِرعونَ وَقومَہٗ فَذَھَبَا اِلَیھِم بِالرِّسَالَۃِ فَکَذَّبُوھُمَا ﴿فدمرنھم

تدميرا (٣٦)﴾اَهْلَكْنَاهُم اِهْلاَكًا﴿و﴾اذْكُرْ﴿قوم نوح لما كذبوا الرسل﴾بتَكْذِيبِهِمْ نُوحا لِطُولِ لُبْثِهِ فِيهِم فَكَانَّه رُسلٌ اَو لِاَنَّ تَكْذِيبَهُ تَكْذِيبٌ لِبَاقِى الرُّسلِ لِاِشتِراكِهِمْ فِى المَجِيىءِ بِالتَّوحِيدِ ﴿اغرقنهم﴾جَوابُ لَمَّا﴿ وجعلنهم للناس ﴾بَعدَهُم﴿اية﴾عِبرَةً﴿واعتدنا﴾فى الاخِرةِ﴿للظلمين﴾الكافِرينَ﴿ عذابا اليما (٣٧)﴾مُولِمًا سِوىٰ مَا يَحِلُّ بِهِم فِى الدُّنيَا ﴿و﴾اذكُر﴿عادا﴾قَومَ هُودٍ﴿وثمودا﴾قومَ صالحٍ﴿ واصحب الرس ﴾اِسمُ بِئْرٍ وَنَبِيُّهُمْ قِيلَ شُعيبٌ وَقِيلَ غَيرُهُ كانوا قُعُودًا حولَها فَانْهَارتْ بِهِم وَبِمَنَازِلِهِمْ ﴿وقرونا﴾اقوامًا﴿بين ذلك كثيرا (٣٨)﴾اى بَينَ عَادٍ واصْحٰبِ الرَّسِ﴿وكلا ضربنا له الامثال ﴾فِى اِقَامَةِ الحُجَّةِ عَلَيهِمْ فَلَمْ نُهلِكْهُمْ اِلا بَعدَ الْاِنْذَارِ﴿ وكلا تبرنا تتبيرا (٣٩)﴾اَهْلَكنَا اِهلاكًا بِتَكذِيبِهِم اَنْبِيائَهُم ﴿ ولقد اتوا﴾مَرُّوا اى كُفارُ مكةَ﴿على القرية التى امطرت مطر السوء ﴾مَصدرُ ساءَ اى بِالحِجَارةِ وَهِىَ عُظمىٰ قُرىٰ قومِ لوطٍ فَاهْلَكَ اللهُ اَهلَها لِفِعلِهِمُ الفاحِشَةَ ﴿ افلم يكونوا يرونها بل ﴾فِى سَفرِهِمِ الى الشَّامِ فَيعْتَبِرونَ والْاِستِفهَامُ لِلتَّقرِيرِ﴿ كانوا لا يرجون﴾يَخافُونَ﴿ نشورا (٤٠)﴾بَعْثًا فَلا يُومِنونَ ﴿واذا راوك ان﴾مَا﴿يتخذ ونك الا هزوا﴾مَهزُوًا بِهٖ يقُولونَ﴿اهذا الذى بعث الله رسولا (٤١)﴾فِى دَعْوَاهُ مُحْتَقِرِينَ لَهُ عَنِ الرِّسَالَةِ ﴿ان﴾مُخَففةٌ مِنَ الثَّقِيلَةِ وَاسمُها مَحذوفٌ اى انَّهُ ﴿ كاد ليضلنا﴾يُصرِّفُنَا﴿عن الهتنا لولا ان صبرنا عليها﴾لَصَرَّفَنَا عنهَا قال تعالىٰ﴿ وسوف يعلمون حين يرون العذاب ﴾عِيَانًا فى الْاٰخِرةِ﴿ من اضل سبيلا (٤٢)﴾اَخطاءُ طَرِيقًا اَهُم اَمِ المؤمنونَ ﴿ارء يت﴾اَخبِرنِى﴿من اتخذ الهه هوه ﴾اى مَهوِيَّهُ قَدمَ المَفعُولَ الثَّانِىَ لِاَنَّهُ اَهَمُّ وجُملةُ مَنِ اتَّخَذَ مَفعُولٌ اَوَّلٌ لِرَاَيتَ والثانِى﴿ افانت تكون عليه وكيلا (٤٣)﴾حافِظًا تَحفَظُهُ عَنِ اتِّبَاعِ هَواهُ لَا ﴿ام تحسب ان اكثرهم يسمعون ﴾سَمَاعَ تَفهُّمٍ﴿ او يعقلون ﴾مَاتَقُولُ لَهُمْ ﴿ ان ﴾مَا﴿هم الا كالانعام بل هم اضل سبيلا (٤٤)﴾اَخْطَاءُ طَرِيقا مِنها لِانَّها تَنقَادُ لِمَن يَتعهدها وهُم لا يُطِيعونَ مَولاهُم المُنعِمُ عَلَيهِم.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی (توریت) اور اس کے بھائی ہارون کو وزیر کیا (یعنی معاون و مددگار بنایا) تو ہم نے فرمایا تم دونوں جاؤ اس قوم کی طرف جس نے ہماری آیتیں جھٹلائیں (یعنی قبطیوں کی طرف جو کہ فرعون اور اس کی قوم تھی، پس وہ دونوں اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر ان کے پاس گئے تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلا دیا) پھر ہم نے انہیں تباہ کر کے ہلاک کر دیا۔ اور (یاد کرو) نوح کی قوم کو جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا (حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کو جھٹلا کر، آپ علیہ السلام کے ان میں عرصۂ دراز تک قیام کرنے کے باعث، گویا کہ حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کئی رسولوں کے قائم مقام ہیں، یا پھر حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کو جھٹلانا باقی سب رسولوں کو جھٹلانا ہے، اس لئے کہ وہ سب توحید کا پیغام لانے میں مشترک ہیں) ہم نے ان کو ڈبو دیا (اغرقنهم، لما کا جواب ہے) اور انہیں لوگوں کے لیے کر دیا (ان کے بعد) نشانی (عبرت کی) اور ہم نے تیار کر رکھا ہے (آخرت میں) ظالموں (یعنی کافروں) کے لیے دردناک

عذاب (انتہائی تکلیف دہ، اور یہ عذاب اس عذاب کے علاوہ ہوگا جو دنیا میں انہیں ہوگا) اور (یاد کرو) عاد (یعنی حضرت سیدنا ھود علیہ السلام کی قوم) اور ثمود (یعنی حضرت سیدنا صالح علیہ السلام کی قوم) اور کنوئیں والوں کو (الرّس ......۱...... ایک کنویں کا نام ہے، ان کے نبی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ حضرت سیدنا شعیب علیہ السلام تھے جبکہ ایک قول کے مطابق ان کے علاوہ کوئی اور نبی تھا، وہ لوگ اس کنویں کے گرد رہائش پذیر تھے، پس انہیں اور ان کے گھروں کو اسی کنویں میں دھنسا دیا گیا) اور ان کے بیچ میں بہت سی سنگتیں (یعنی قوم عاد اور کنویں والوں کے درمیان بہت سی اقوام ہیں) اور ہم نے سب سے مثالیں بیان فرمائیں ......۲...... (ان پر حجت قائم کرنے کے لئے، پس ہم نے انہیں ڈرانے کے بعد ہی ہلاک کیا) اور سب کو تباہ کر کے مٹا دیا (یعنی انہیں مکمل طور پر ہلاک کر دیا ان کے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کو جھٹلانے کے سبب) اور ضرور یہ ہو آئے ہیں (یعنی ان کفار مکہ کا گزر ہوا ہے) اس بستی پر جس پر برابر ساؤ برسا تھا (پتھروں کا، السّوء مصدر ہے ساء کا، یہاں بستی سے مراد قوم لوط کی سب سے بڑی بستی ہے کہ جس میں بسنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے برے کاموں کی وجہ سے ہلاک کر دیا) تو کیا یہ اسے دیکھتے نہ تھے (شام کی طرف سفر کرتے ہوئے تاکہ اس سے عبرت حاصل کرتے، افلم یکونوا میں استفہام تقریری ہے) بلکہ انہیں امید تھی ہی نہیں (یعنی انہیں ڈر اور کوئی خوف نہیں تھا) جی اٹھنے کا (یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا کہ وہ ایمان لے آتے) اور جب تمہیں دیکھتے ہیں تو تمہیں نہیں ٹھہراتے مگر ٹھٹھا (یہاں اِن، بمعنی ما نافیہ ہے، اور ھزوا مصدر بمعنی مھزوا بہ مفعول بہ ہے یعنی جس کے ساتھ مذاق کیا جائے، اور کہتے ہیں) کیا یہ ہیں جن کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا (ہے اپنے دعویٰ کے مطابق، یعنی وہ یہ بات ان کی رسالت کو حقیر جانتے ہوئے کہتے ہیں) قریب تھا کہ یہ ہمیں بہکا دیں (یہاں اِن کاد میں ان مخففہ من الثقیلہ ہے جبکہ اس کا اسم محذوف ہے، تقدیر کلام یوں ہے کہ انه کاد اور یضلنا بمعنی یصرفنا ہے یعنی ہمیں پھیر دیں) ہمارے خداؤں سے، اگر ہم ان پر صبر نہ کرتے (تو یقیناً ہمیں ان سے پھیر دیتے ......۳...... لہذا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) اور اب جانا چاہتے ہیں جس دن عذاب دیکھیں گے (آخرت میں اپنی آنکھوں سے) کہ کون گمراہ تھا (یعنی غلط راستے پر تھا کیا وہ کفار یا یہ مؤمنین؟) کیا تم نے اسے دیکھا (ذرا مجھے بتائیں تو سہی کہ) جس نے اپنا خدا بنا لیا اپنی جی کی خواہش کو (یعنی اپنی خواہشاتِ نفسانیہ کو، مفعول ثانی کو اس کی اہمیت کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے اور رأیت کا مفعول اول من اتخذ پورا جملہ ہے جبکہ اس کا مفعول ثانی مابعد افانت تکون ہے) تو کیا تم اس کی نگہبانی کا ذمہ لوگے (وکیلا بمعنی حافظا ہے، یعنی آپ انہیں ان کی خواہشات کی پیروی سے باز رکھ سکیں گے، نہیں ایسا نہیں ہو سکتا) یا یہ سمجھتے ہو کہ ان میں بہت کچھ سنتے (ہیں سمجھنے کی خاطر) یا سمجھتے ہیں (جو کچھ آپ ﷺ ان سے فرماتے ہیں) وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ (یعنی ان چوپاؤں سے بھی بڑھ کر غلط راستے پر ہیں ......۴...... اس لئے کہ وہ جانور تو صرف اس شخص کی پیروی کرتے ہیں جو ان کی پرورش و خبر گیری کرتا ہے لیکن یہ کفار اپنے اس آقا و مولا کی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کرتے جو ان پر انعامات فرمانے والا ہے، یہاں بھی اِنْ بمعنی ما نافیہ ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد اتینا موسی الکتب وجعلنا معه اخاه ھرون وزیرا٥﴾

و: مستانفہ، لام قسمیہ، قد تحقیقیہ، اتینا: فعل با فاعل، موسی: مفعول اول، الکتب: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعلنا: فعل "نا" ضمیر فاعل، معه: ظرف متعلق بمحذوف حال مقدم، اخاه: مبدل منہ، ھرون: بدل ملکر ذوالحال، ملکر مفعول اول، وزیرا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فقلنا اذھبا الی القوم الذین کذبوا بایتنا فدمرنھم تدمیرا٥﴾

ف: عاطفہ، قلنا: قول، اذھبا: فعل امر با فاعل، الی: جار، القوم: موصوف، الذین: موصول، کذبوا بایتنا: جملہ فعلیہ صلہ ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ ملکر جملہ قولیہ۔ ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فذھبا الیھم"، دمرنھم: فعل با فاعل ومفعول، تدمیرا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقوم نوح لما کذبوا الرسل اغرقنھم﴾

و: عاطفہ، قوم نوح: مفعول فعل محذوف "اغرقنا قوم" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ: لما: ظرفیہ متضمن معنی شرط، کذبوا الرسل: جملہ فعلیہ شرط، اغرقنھم: جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وجعلنھم للناس اية واعتدنا للظلمين عذابا اليما۝﴾

و: عاطفہ، جعلنھم للناس: فعل با فاعل مفعول اول وظرف لغو، اية: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اعتدنا: فعل با فاعل، للظلمین: ظرف لغو، عذابا الیما: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وعادا وثمودا واصحب الرس وقرونا بين ذلک کثيرا۝﴾

و: عاطفہ، عادا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ثمودا واصحب الرس: معطوفان، و: عاطفہ، قرونا: موصوف، بین ذلک کثیرا: شبہ جملہ صفت، ملکر معطوف ثالث ملکر "اھلکنا" فعل محذوف کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وکلا ضربنا له الامثال وکلا تبرنا تتبيرا۝﴾

و: عاطفہ، کلا: مفعول "ضربنا" فعل محذوف کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ، ضربنا له الامثال: فعل با فاعل وظرف لغو، ومفعول ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کلا: مفعول مطلق، تبرنا تتبیرا: فعل با فاعل ومفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولقد اتوا على القرية التي امطرت مطر السوء﴾

و: مستانفہ، ل: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، اتوا: فعل با فاعل، علی: جار، القریة: موصوف، التی: موصول، امطرت مطر السوء: فعل با نائب الفاعل ومفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ مستانفہ۔

﴿افلم يکونوا يرونها بل کانوا لا يرجون نشورا۝﴾

ھمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، لم: جازمہ نافیہ، یکونوا: فعل ناقص با اسم، یرونھا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ، بل: عاطفہ، کانوا: فعل ناقص با اسم، لا یرجون نشورا: جملہ فعلیہ خبر ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذا راوک ان يتخذ ونک الا هزوا اهذا الذي بعث الله رسولا۝﴾

و: مستانفہ، اذا: شرطیہ ظرفیہ مفعول فیہ مقدم، راوک: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ان: نافیہ، یتخذو ن: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، ھمزہ: حرف استفہام، ھذا: مبتدا، الذی بعث اللہ رسولا: موصول صلہ ملکر خبر ملکر جملہ اسمیہ ہو کر قول محذوف "قائلین" کیلئے مقولہ، ملکر حال، ملکر فاعل، ک: ضمیر مفعول اول، الا: اداۃ حصر، ھزوا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان کاد ليضلنا عن الهتنا لولا ان صبرنا عليها﴾

ان: مخففہ "ھو" ضمیر شان اسم، کاد: فعل مقارب با اسم، ل: ابتدائیہ، یضلنا عن الھتنا: فعل با فاعل وظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر

جملہ اسمیہ، لولا: حرف شرط، ان: مصدریہ، صبرنا علیھا: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مبتدا، "موجود" خبر محذوف، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر جزا محذوف "لصرفنا عنھا" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وسوف یعلمون حین یرون العذاب من اضل سبیلاO﴾

و: مستانفہ، سوف: حرف استقبال، یعلمون: فعل بافاعل، حین: مضاف، یرون العذاب: جملہ فعلیہ مضاف الیہ ملکر ظرف، من: استفہامیہ مبتدا، اضل: ممیز، سبیلا: تمیز، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿اراء یت من اتخذ الھہ ھوہ افانت تکون علیہ وکیلاO﴾

ھمزہ: حرف استفہام، رایت: فعل بافاعل، من: موصولہ، اتخذ: فعل بافاعل، الھہ: مفعول ثانی، ھوہ: مفعول اول ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ملکر مفعول اول، ھمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "انت تحرص علی ایمانہ" انت: مبتدا، تکون: فعل ناقص بااسم، علیہ وکیلا: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلاO﴾

ام: منقطعہ، تحسب: فعل بافاعل، ان اکثرھم: حرف مشبہ واسم، یسمعون: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، یعقلون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر ملکر جملہ اسمیہ، ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان: نافیہ، ھم: مبتدا، الا: اداۃ حصر، کالانعام: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، بل: عاطفہ، ھم: مبتدا، اضل: ممیز، سبیلا: تمیز، ملکر خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اصحاب الرس کے بارے میں اقوال:

۱...... اہل تاویل کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اصحاب الرس کون تھے؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں جن میں سے چند ہم ذکر کرتے ہیں:

(۱)...... اصحاب الرس سے مراد قوم ثمود ہے۔ (۲)...... یمامہ کی ایک بستی کا نام اصحاب الرس ہے، اسے فلج بھی کہتے ہیں۔ (۳)...... اہل عرب الرس اس کنویں کو کہتے ہیں جس کے گرد منڈیرنہ ہو یعنی معادن کے کنویں کو الرس کہتے ہیں۔ (۴)...... ایسا کنواں جس کے گرد لوگ جمع ہوتے ہوں الرس کہلاتا ہے۔ (۵)...... ہر قسم کا گڑھا چہ جائے کہ وہ کنواں ہو یا قبر الرس کہلاتا ہے۔ (۶)...... وہ قوم جو معادن کے لئے کنویں کھودا کرتی تھی جسے اللہ نے اپنے پاک کلام میں اصحاب الاخدود بھی کہا ہے۔ (الطبری، الجزء ۱۹، ص ۱۹ وغیرہ)

مثالیں ھدایت کا ذریعہ بنتی ھیں:

۲...... قرآن وحدیث میں ایسے بے شمار مقامات ہیں جہاں امت مسلمہ کی رہنمائی کے لئے، کافروں کو راہ راست پر لانے کے لئے، دین اسلام کی پرچار کے لئے اور کئی حوالوں سے مثالیں دے کر سمجھانے کا اہتمام کیا گیا ہے جن میں سے چند مقامات کا ہم ذکر کرتے ہیں تاکہ ہمارا موضوع تشنگی سے بچ جائے اور قارئین بھی استفادہ کریں۔ مثالیں دے کر نصیحت کرنا کارگر ہوتا ہے اللہ ﷻ نے خود فرمایا ﴿وذکر فان الذکری تنفع المؤمنین اور نصیحت کروکہ نصیحت کرنا مومنوں کو فائدہ دیتا ہے (الذاریات: ۵۵)﴾۔

قرآن سے مثالیں:

(۱)...... ﴿مثلھم کمثل الذی استوقد نارا فلما اضاءت ماحولہ ذھب اللہ بنورھم وترکھم فی ظلمت لا یبصرون ان کی کہاوت اس کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی تو جب اس سے آس پاس سب جگمگا اٹھا اللہ ان کا نور لے گیا اور انہیں

اندھیریوں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں سوجھتا(البقرة: ۱۷)﴾۔

(۲)......﴿ان الله لا يستحى ان يضرب مثلا ما بعوضة فما فوقها بیشک اللہ اس سے حیا نہیں فرماتا کہ مثال سمجھانے کو کیسی ہی چیز کا ذکر فرمائے مچھر ہو یا اس سے بڑھ کر (البقرة:۲٦)﴾۔

(۳)......﴿فان امنوا بمثل ما امنتم به فقد اهتدوا پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لائے جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے (البقرة:۱۳۷)﴾۔

(۴)......﴿ومثل الذين كفروا كمثل الذى ينعق بما لا يسمع الا دعاء ونداء اور کافروں کی کہاوت اس کی سی ہے جو پکارے ایسے کو کہ خالی چیخ و پکار کے سوا کچھ نہ سنے(البقرة: ۱۷۱)﴾۔

(۵)......﴿مثل الذين ينفقون اموالهم فى سبيل الله كمثل حبة انبتت سبع سنابل فى كل سنبلة مائة حبة ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اوگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے(البقرة: ۲٦۱)﴾

(٦)......﴿كالذى ينفق ماله رئاء الناس ولا يومن بالله واليوم الاخر فمثله كمثل صفوان عليه تراب فاصابه وابل فتركه صلدا لا يقدرون على شيء اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہ لائے تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک چٹان کہ اس پر مٹی ہے اب اس پر زور کا پانی پڑا جس نے اُسے نرا پتھر کر چھوڑا اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے(البقرة: ۲٦٤)﴾۔

(۷)......﴿ومثل الذين ينفقون اموالهم ابتغاء مرضات الله وتثبيتا من انفسهم كمثل جنة بربوة اصابها وابل فاتت اكلها ضعفين اور ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہنے میں خرچ کرتے ہیں اور اپنے دل جمانے کو اس باغ کی سی ہے جو بھوڑ پر ہو اس پر زور کا پانی پڑا تو دُونے میوے لایا(البقرة: ۲٦۵)﴾۔

احادیث سے مثالیں:

(۱)......"ابن عمر سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "بے شک درختوں میں ایک ایسا درخت ہے، جس کے پتے نہیں گرتے اور بیشک وہ مسلمان کی مثل ہے، پس مجھے بتاؤ وہ کونسا درخت ہے؟ "۔

(بخاری، کتاب العلم، باب قول المحدث حدثنا اخبرنا، رقم ٦٢، ص ٤١)

(۲)......"قال النبى ﷺ من توضا نحو وضوئى هذا ثم صلى ركعتين لا يحدث فيهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه نبی پاک ﷺ نے فرمایا: جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا پھر دو رکعت نماز ادا کی، جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہیں کی اللہ اس کے گزشتہ گناہوں کو معاف کر دے گا" (صحيح البخارى، كتاب الوضوء، باب: المضمضة فى الوضوء، رقم ١٦٤، ص ٣٣)

(۳)......ہمیں قتادہ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں میں نے انس بن مالک ﷺ سے سنا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جب مومن بندہ نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے اللہ سے مناجات کر رہا ہوتا ہے، پس بندے کو چاہئے کہ وہ اپنے سامنے کی جانب اور دائیں جانب نہ تھوکے اور بائیں جانب اور اپنے قدموں کے نیچے تھوکے"۔ (صحيح البخارى، كتاب الصلوة، باب: ليبزق عن يساره، رقم: ٤١٣، ص ٧٢)

(۴)......حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: یہ بتاؤ کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں سے ہر روز پانچ مرتبہ غسل کرے، تم کیا کہتے ہو، یہ غسل اس کے جسم میں میل کو باقی رہنے دے گا؟ صحابہ نے کہا: یہ اس کے جسم پر کوئی میل نہیں چھوڑے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: یہی پانچ نمازوں کی مثال ہے، اللہ ان کے سبب سے گناہوں کو مٹا دیتا ہے"۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلوة، باب: الصلوات الخمس کفارة، رقم: ۵۲۸، ص ۹۰)

(۵)……سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جاڑوں میں باہر تشریف لے گئے، پت جھڑ کا زمانہ تھا دو ٹہنیاں پکڑیں، پتے گرنے لگے، فرمایا: ''اے ابوذر!''، میں نے عرض کی، لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: ''مسلمان بندہ اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے گناہ ایسے گرتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے''۔

(مسند امام احمد، مسند الانصار، حدیث ابو ذر غفاری، رقم: ۲۱۶۱۲، ج۸، ص ۱۳۳)

کافروں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ سے اعراض کیوں کیا؟

سے……جہاں پیغمبر اسلام نے اور بہت سی تکالیف برداشت کیں ہیں وہیں دشمنان اسلام کا یہ کلام بھی ملاحظہ ہو کہ ''قریب تھا کہ یہ ہمیں ہمارے خداؤں سے بہکا دیں اگر ہم صبر نہ کرتے'' یعنی ان کی کوششیں، دعائیں، توحید کی جانب پھیرنے کے لئے جستجو اتنی اور مزید دلائل و معجزات ہمیں بہکا دینے کے لئے کافی تھے، انہوں نے ہمیں اپنے معجزات دکھا کر اپنے دین کی جانب پھیرنا چاہا لیکن ہم اپنے دین پر ڈٹے رہے اور ثابت قدم ہی رہے۔ (حاشیة الشهاب المسمی عناية القاضی و كفاية الراضی، الجزء ۱۹، ص ۱۳۶)

متذکرہ بالا تفسیری نکات سے یہی خلاصہ حاصل ہوتا ہے کہ کافر جانتے تھے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ اتنی پر اثر اور جامع ہے کہ اگر ضد و ہٹ دھری چھوڑ دیتے تو اسلام کی طرف مائل ہو جاتے لیکن انہیں اپنی ضد و ہٹ دھری چھوڑنا گوارا نہ تھی، انہیں اپنے مال کمانے کے دیگر ذرائع کے بند ہو جانے کے خدشات لاحق ہوئے اور انہوں نے دین اسلام سے اعراض کرنے ہی میں اپنے لئے بہتری جانی۔

کافروں کو چوپایوں سے زیادہ گمراہ کیوں کہا گیا؟

سے……اللہ عزوجل نے سورۃ الاعراف میں کافروں کی مذمت فرمائی اور فرمایا ﴿لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها ولهم اذان لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضل اولئك هم الغفلون وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وہی غفلت میں پڑے ہیں (الاعراف: ۱۷۹)﴾۔ جب کہ متذکرہ مقام پر فرمایا ﴿ام تحسب ان اكثرهم يسمعون او يعقلون ان هم الا كالانعام بل هم اضل سبيلا یا یہ سمجھتے ہو کہ ان میں سے بہت کچھ سنتے یا سمجھتے ہیں وہ تو نہیں مگر جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ (الفرقان: ٤٤)﴾۔ عنایۃ القاضی میں ہے کہ اس جملے میں کافروں کی شدید مذمت ہے کہ ان سے ان کا احساس و شعور ہی سلب ہو چکا ہے اور وہ حیوان کی طرح ہو گئے ہیں کہ وہ قبیح سے قبیح ترین کی جانب چل پڑے ہیں۔ علامہ بیضاوی کہتے ہیں کہ ﴿بل هم اضل سبيلا﴾ سے مراد یہ ہے کہ جانوروں میں یہ صفت پائی جاتی ہے کہ جب کوئی ان کے ساتھ بھلائی کا سلوک کرے تو وہ فرمانبردار ہو جاتے ہیں اور اس بات کی تمیز کرتے ہیں کہ کون ان کا خیر خواہ ہے اور کس جانب سے انہیں تکلیف پہنچ رہی ہے اور حاصل ہونے والے نفع کی طلب میں لگے رہتے ہیں اور پہنچنے والے نقصان سے بچنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور یہ کافر جنہیں اپنے رب کے حضور عاجزی کی پرواہ ہی نہیں، جو احسان مندی کو پہچانتے ہی نہیں، شیطان کی طرف سے ملنے والی بُرائی کو بھی نہیں جانتے اور اس ثواب کے پیچھے نہیں پڑتے جس کے باعث انہیں بہت منافع ملنے والا ہے اور اس عذاب سے بھی نہیں لجاتے جس کی وجہ سے انہیں اخروی لحاظ سے شدید نقصان پہنچتا ہے۔ (حاشية الشهاب علی بیضاوی، الجزء ۱۹، ص ۱۳۸)

اغراض: لطول لبثه: ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے، اعتراض یہ ہے کہ جھٹلایا تو فقط ایک رسول حضرت نوح علیہ السلام کو تھا لیکن ''الرسل'' جمع کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا؟، میں (علامہ صاوی) اس کے دو جواب دوں گا، ایک یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم

میں طویل مدت رہے، جیسا کہ متعدد رسل اتنی مدت میں رہے ہوں، دوسرے یہ کہ قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کو ایسے ہی جھٹلایا جیسا کہ دیگر اقوام نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا۔ مروا: اس جملے سے "اتوا" کے معنی کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، مراد شام کی جانب سفر اختیار کرنا ہے۔ وھی عظمی قری قوم لوط: بستی کا نام سدون تھا، کہا جاتا ہے کہ (عذاب سے ہلاک ہونے والی) پانچ بستیاں ہوئی ہیں، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ "القریۃ" میں الف لام جنس کا ہے پس اس صورت میں تمام بستیاں شامل ہونگی، کیونکہ سب کی ہلاکت میں دھنس جانا یا پتھروں کی بارش ہونا پایا گیا ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ان بستیوں میں سے ایک بستی نجات پا گئی جس کے اعمال بُرے نہ تھے۔ مصدر ساء: اصل کے اعتبار سے، آیت کا معنی یہ ہے کہ اُن پر بُری طرح سے پتھروں کی برسات کی گئی۔

فی دعواہ: قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کا مذاق اس لئے اڑایا کہ انہیں ان کی رسالت پر اعتراف حاصل نہ تھا، اسی بنا پر انہوں نے مذاق اڑاتے ہوئے نازیبا کلمات کا تلفظ کیا۔ (الصاوی، ج٤، ص ٢١٢ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۳

﴿الم تر ﴾تَنظُرَ﴿الی﴾فِعْلِ﴿ربک کیف مد الظل ﴾مِنْ وَقتِ الاُسفَارِ اِلی وَقتِ طُلوعِ الشَّمسِ ﴿ولو شاء لجعله ساکنا ﴾مُقِیمًا لا یَزُولُ بِطلُوعِ الشَّمْسِ﴿ثم جعلنا الشمس علیه ﴾ای الظِّلِّ ﴿دلیلا(۴۵)﴾فَلَولَا الشَّمْسُ ما عُرِفَ الظِّلُّ ﴿ثم قبضنه﴾اَیِ الظِّلَ المَمْدُودَ﴿الینا قبضا یسیرا(۴۶)﴾خَفِیًّا بِطُلُوعِ الشَّمسِ﴿ وهو الذی جعل لکم الیل لباسا﴾ سَاتِرا کَاللِّبَاسِ﴿والنوم سباتا﴾رَاحَةً لِّلاَبدانِ بِقَطْعِ الاَعمَالِ﴿ وجعل النهار نشورا (۴۷)﴾مَنْشُورا فیهِ لِاِبْتِغَاءِ الرِّزقِ وَغَیرِهٖ﴿وهو الذی ارسل الریح ﴾وَفِی قِرَاءَةٍ الرِّیْحَ﴿بشرا بین یدی رحمته ﴾ای مُتَفَرِّقَةً قُدَّامَ الْمَطَرِ وفِی قِراءَةٍ بِسُکُونِ الشِّینِ تَخْفیفًا وَفی قِرائَةٍ بِسُکُونِها وَفَتحِ النُّونِ مصدر وفِی اخرٰی بِسکونِها وَضَمِّ المُوَحَّدَةِ بَدلَ النُّونِ اَی مُبَشِّراتٍ وَمُفرِدًا لِاُولی نشورَ کَرَسولٍ وَالاخیرةُ بَشِیرٌ﴿ وانزلنا من السماء ماء طهورا (۴۸)﴾مُطَهِّرًا﴿لنحی ٖ به بلدة میتا ﴾بِالتَّخفِیفِ یَسْتَوِیْ فیه المُذَکَّرُ والمؤنثُ ذِکْرُهٗ بِاعتِبَارِ المَکَانِ﴿ونسقیه﴾اَیِ المَاءِ﴿مما خلقنا انعاما ﴾اِبِلًا وبقرًا وَغَنَمًا﴿واناسی کثیرا(۴۹)﴾جَمعُ اِنسانٍ وَاَصلُهٗ اَنَاسِینَ فَاُبدِلَتِ النُّونُ یَاءً وَاُدْغِمَتْ فِیها الیاءُ او جَمعُ اِنسِیٍّ﴿ ولقد صرفنه﴾اَیِ المَاءَ﴿ بینهم لیذکروا﴾اَصلُهٗ یَتَذَکَّرُوا اُدْغِمَتِ التَّاءُ فی الذَّالِ وَفِی قِرائَةٍ لِیَذْکُروا بِسُکُونِ الذَّالِ وَضَمِّ الکافِ اَیْ نِعمَةَ اللهِ بِهٖ﴿فابی اکثر الناس الا کفورا(۵۰)﴾جُحُودًا لِلنِّعمَةِ حَیثُ قَالُوا مُطِرنا بِنَوءِ کَذَا﴿ولوشئنا لبعثنا فی کل قریة نذیرا(۵۱)﴾یُخَوِّفُ اَهلَهَا وَلٰکِنْ بَعَثنٰکَ اِلٰی اَهلِ القُرٰی کُلِّهَا نَذیرا لِیَعظُمَ اَجرُکَ﴿فلا تطع الکفرین ﴾فِی هَوَاهُمْ﴿وجاهدهم به﴾اَیِ القُرانِ﴿جهادا کبیرا(۵۲)﴾وهو الذی مرج البحرین ﴾اَرسَلَهُما مُتَجَاوِرَیْنِ ﴿هذا عذب فرات ﴾شَدِیدُ العَذُوبَةِ﴿وهذا ملح اجاج ﴾شَدیدُ المَلُوحَةِ﴿وجعل بینهما برزخا ﴾حَاجِزًا لَا یَخْتَلِطُ اَحَدُهُمَا بِالاٰخَرِ﴿ وحجرا محجورا(۵۳)﴾ای سِترًا مَمْنُوعًا بِهٖ اِخْتِلاطُهُما ﴿وهو الذی خلق من الماء بشرا﴾مِنَ المَنِیِّ

اِنسانًا﴿فجعله نسبا﴾ذَا نَسبٍ﴿وصهرا﴾ذا صهر بِاَنْ يَّتَزَوَّجُ ذَكَرًا كَانَ اَو اُنْثى طَلَبًا لِلتَّناسُلِ﴿وكان ربك قديرا (۵۴)﴾قَادِرًا عَلى مَا يشَاءُ﴿ويعبدون﴾اَى الْكُفارُ﴿من دون الله مالا ينفعهم﴾بِعِبادَتِهٖ ﴿ولا يضرهم﴾بِتَرْكِهَا وهو الاَصْنامُ﴿وكان الكافر على ربه ظهيرا (۵۵)﴾مُعِينًا لِلشَّيْطَانِ بِطَاعَتِهٖ ﴿وما ارسلنك الا مبشرا﴾بِالجَنةِ﴿ونذيرا (۵۶)﴾مُخَوِّفًا مِن النَّارِ﴿قل ما اسئلكم عليه﴾اَى على تَبليغِ ما اُرسِلتُ بِهٖ﴿من اجر الا﴾لكِنْ﴿من شاء ان يتخذ الى ربه سبيلا (۵۷)﴾طَرِيقًا بِاِنْفاقِ مالٍ فى مَرضَاتِهٖ تعالى فَلا اَمْنَعُهُ مِن ذلِكَ﴿وتوكل على الحى الذى لا يموت وسبح﴾مُتَلَبِّسًا﴿بحمده﴾اى قُل سُبحَانَ اللهِ وَالْحَمدُ لِلّهِ﴿وكفى به بذنوب عباده خبيرا (۵۸)﴾عَالمًا تَعلَّقَ بِهٖ بِذُنوبِ هُوَ﴿الذى خلق السموت والارض وما بينهما فى ستة ايام﴾مِن اَيَّامِ الدُّنيَا اى فِى قَدْرِها لِاَنَّهُ لَم يَكُنْ ثَمَّ شَمسٌ ولو شَاءَ لَخلقَهُنَّ فِى لَمْحَةٍ والعُدُولُ عَنهُ لِتَعلِيمِ خَلقِهٖ التَّثَبُّتُ﴿ثم استوى على العرش﴾هو فى اللُّغةِ سَرِيرُ الْملكِ﴿الرحمن﴾بَدلٌ مِن ضميرِ اِسْتَوىٰ اَى اِستِواءً يَلِيقُ بِهٖ﴿فسئل﴾اَيُّها الانسانُ﴿به﴾بالرحمنِ﴿خبيرا (۵۹)﴾يُخبِرُكَ بِصفَاتِهٖ﴿واذا قيل لهم﴾لكفارِ مكة﴿اسجدوا للرحمن قالوا وما الرحمن انسجد لما تامرنا﴾بِالفَوقانيةِ والتحتانيةِ والاٰمِرُ محمدٌ ولا نَعرِفُهُ لا﴿وزادهم﴾هذا القَولَ لهم﴿نفورا (۶۰)﴾عَنِ الايمانِ.

﴿ترجمہ﴾

اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا (تری بمعنی تنظر ہے) اپنے رب (کے کام) کو کہ کیسا پھیلایا سایہ......۱......(غروب آفتاب سے لے کر طلوع شمس کے وقت تک) اور اگر چاہتا تو اسے ٹھہرایا ہوا کر دیتا (کہ جو آفتاب سے بھی زائل نہ ہوتا، ساکنا بمعنی مقیما ہے) پھر ہم نے سورج کو اس (سائے) پر دلیل کیا (پس اگر سورج نہ ہوتا تو سایہ بھی نہ پہچانا جا سکتا) پھر ہم نے اسے سمیٹا (یعنی اس پھیلے ہوئے سائے کو) اپنی طرف آہستہ آہستہ (یعنی سورج کے طلوع ہونے کے ساتھ ساتھ تھوڑا تھوڑا کر کے) اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے پردہ (یعنی لباس کی طرح ڈھانپنے اور چھپانے والا) کیا اور نیند کو آرام (یعنی کاموں کو چھوڑ کر جسموں کے لئے راحت کا باعث) اور دن بنایا اٹھنے کے لیے (رزق وغیرہ کی تلاش کی خاطر، نشور ا بمعنی منشورا فيه یعنی وہ وقت جس میں کسی کام کی خاطر کمر کس لی جائے) اور وہی ہے جس نے ہوائیں بھیجیں (ایک قرأت میں الرياح جمع کی بجائے واحد الريح ہے) اپنی رحمت کے آگے مژدہ سنائی ہوئی (بارش کے آنے سے پہلے بکھری ہوئی، ایک قرأت میں نُشْـرًا تخفيفاً شین کے سکون کے ساتھ ہے، اور ایک قرأت میں بطور مصدر شین کے سکون اور نون کے فتح کے ساتھ ہے یعنی نَشْرًا ہے، ایک قرأت میں شین کے سکون اور نون کی بجائے ب کے ضمہ کے ساتھ ہے یعنی بُشْرًا بمعنی مبشرات خوش خبری دینے والیاں ہے، پہلی قرأت نُشْرًا کا مفرد نشورا ہے جیسا کہ رَسُول مفرد ہے رُسُل کا اور آخری قرأت کے مطابق اس کا مفرد بشير ہے) اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پاک کرنے والا (طهور بمعنی مطهر ہے......۲......) تاکہ ہم اس پانی سے زندہ کریں کسی مردہ شہر کو......۳......(ميتا تخفيف کے ساتھ ہے جبکہ بلدة میں تذکیر و تانیث برابر و مساوی ہوتی ہے، البتہ ميتـا کو مذکر ذکر کرنا مکان کے اعتبار سے ہے) اور اسے پلائیں (پانی) اپنے بنائے ہوئے بہت سے چوپائے

(مثلاً اونٹ، گائے اور بھیڑ بکریوں کو) اور آدمیوں کو (اناسیّ اصل میں انسان کی جمع ہے جبکہ اصل میں یہ اناسین تھا، نون کو یا سے بدل کر یا میں ادغام کر دیا گیا ہے یا پھر یہ انسی کی جمع ہے) اور بیشک ہم نے ان میں پھیرے رکھے (پانی کے) کہ وہ دھیان کریں (یذّکّروا اصل میں یتذکّروا تھا، تا مدغم ہے ذال میں، ایک قرأت میں ذال کے سکون اور کاف کے ضمہ کے ساتھ لِیَذْکُرُوا ہے یعنی اس لئے کہ وہ بارش کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کریں) تو بہت لوگوں نے نہ مانا مگر ناشکری کرنا (یعنی نعمتِ خداوندی سے انکار کرنا، اس اعتبار سے کہ وہ کہا کرتے تھے: "ہم پر فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے") اور ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈر سنانے والا بھیجتے (جو ان بستی والوں کو ڈراتا، لیکن ہم نے آپ ﷺ کو تمام بستیوں کے باشندوں کی جانب نذیر بنا کر بھیجا ہے تا کہ آپ ﷺ کو اجر عظیم عطا فرمایا جائے) تو کافروں کا کہا نہ مان (ان کی خواہشات میں) اور اس (قرآن) سے ان پر جہاد کر بڑا جہاد، اور وہی ہے جس نے ملے ہوئے رواں کیے دو سمندر (یعنی انہیں ایک دوسرے کا پڑوسی بنا کر جاری کیا) یہ میٹھا ہے نہایت شیریں (عذب فرات بمعنی شدید العذوبۃ ہے یعنی حد درجہ میٹھا) اور یہ کھاری ہے نہایت تلخ (ملح اجاج بمعنی شدید الملوحۃ یعنی حد درجہ نمکین ہے) اور ان کے بیچ میں پردہ رکھا (برزخاً بمعنی حاجزاً ہے یعنی ایک ایسی آڑ رکھی جو ان میں سے ایک کو دوسرے سے خلط ملط نہیں ہونے دیتی) اور روکی ہوئی آڑ (یعنی ایسا پردہ کہ جس کے ذریعے ان کا آپس میں ملنا ممنوع ہے......۴......) اور وہی ہے جس نے پانی سے بنایا آدمی (یعنی نطفہ سے انسان) پھر اس کے رشتے (یعنی رشتے دار) اور سسرال مقرر کی (یعنی سسرال والے، اس طرح کہ چاہے مرد ہو یا عورت آگے نسل بڑھانے کے لئے شادی کریں......۵......) اور تمہارا رب قدرت والا ہے (یعنی ہر اس کام کے کرنے پر قادر ہے جسے چاہتا ہے) اور پوجتے ہیں (کفار) اللہ کے سوا ایسوں کو جو ان کا کچھ نہ کریں بھلا (ان کی عبادت کر کے اور) برا (عبادت چھوڑنے کی وجہ سے، من دون اللّٰہ سے مراد بت ہیں) اور کافر اپنے رب کے مقابل شیطان کو مدد دیتا ہے (یعنی شیطان کی پیروی کرنے کی بناء پر اس کا مددگار ہے) اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر خوشی (جنت کی) اور ڈر سناتا (یعنی آگ سے ڈرانے والا) تم فرماؤ میں تم سے اس پر (یعنی اس تبلیغ پر کہ جس کی خاطر مجھے بھیجا گیا ہے) کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر (الا بمعنی لٰکن ہے) جو چاہے کہ اپنے رب کی طرف راہ لے (یعنی اللہ ﷻ کی رضا کے لئے مال خرچ کرنے کا راستہ اختیار کرے تو میں اس کو نہیں روکتا) اور بھروسہ کرو اس زندہ پر جو کبھی نہ مرے گا اور اسے سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو (یعنی اس کی تسبیح وتحمید ملا کر کیا کرو) اور وہی کافی ہے اپنے بندوں کے گناہوں پر خبردار (خبیرا بمعنی عالما ہے، اور بذنوب جار مجرور خبیرا کے متعلق ہے) جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنائے (جو مقدار میں دنیاوی دنوں کے برابر تھے اس لئے کہ اس وقت سورج نہ تھا، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایک لمحہ میں بھی ان سب اشیاء کو پیدا فرما سکتا تھا لیکن ایسا نہ کرنا محض مخلوق کو ثابت قدمی وجلد بازی نہ کرنے کی تعلیم دینا ہے) پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے (عرش لغت میں شاہی تخت کو کہتے ہیں) وہ بڑی مہر والا (الرحمٰن، استوی کی ضمیر ھو ذوالحال کا بدل ہے یعنی اس نے استواء فرمایا جیسا اس کے شایانِ شان ہے......۶......) تو پوچھ (اے انسان!) اس (رحمٰن) کی تعریف کسی جاننے والے سے (جو تمہیں اس کی صفات کی خبر دے) اور جب ان (کفار مکہ) سے کہا جائے رحمٰن کو سجدہ کرو......۷......، کہتے ہیں رحمٰن کیا ہے، کیا ہم سجدہ کرلیں جسے تم کہو (حالانکہ ہم اس رحمٰن کو جانتے تک نہیں لہٰذا ہم ایسا نہیں کریں گے، تامرنا کو تا اور یا کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے، جبکہ یہاں حکم دینے والی ہستی سرورِ دوعالم نورِ مجسم ﷺ کی ہے) اور اس حکم نے انہیں (یعنی اس قول نے انہیں) اور زیادہ کر دیا بدکنے والا (یعنی نفرت کرنے والا ایمان سے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الم تر الی ربک کیف مد الظل ولو شاء لجعله ساکنا﴾
همزه: حرف استفہام، لم تر: فعل نفی بافاعل، الی: جار، ربک: مضاف محذوف "ضیع" کیلئے مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، کیف: اسم استفہام بمعنی "علی ایة حال" حال مقدم، مد: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، اپنے حال مقدم سے ملکر، فاعل، الظل: ذوالحال، و: حالیہ، لو: شرطیہ، شاء: جملہ فعلیہ شرط، ل: تاکیدیہ، جعله ساکنا: فعل بافاعل ومفعول اول وثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ثم جعلنا الشمس علیه دلیلا ٥ ثم قبضنه الینا قبضا یسیرا ٥﴾
ثم: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل، الشمس: ذوالحال، علیه: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول اول، دلیلا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، قبضنه: فعل بافاعل ومفعول، الینا: ظرف لغو، قبضا یسیرا: مرکب توصیفی مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وهو الذی جعل لکم الیل لباسا والنوم سباتا وجعل النهار نشورا ٥﴾
و: عاطفہ، هو: مبتدا، الذی: موصول، جعل: فعل بافاعل، لکم: ظرف مستقر حال، لباسا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، سباتا: معطوف ملکر ذوالحال، ملکر مفعول ثانی، الیل: معطوف علیہ، و: عاطفہ، النوم: معطوف، ملکر مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعل النهار نشورا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وهو الذی ارسل الریح بشرا بین یدی رحمة﴾
و: عاطفہ، هو: مبتدا، الذی: موصول، ارسل: فعل بافاعل، الریح: ذوالحال، بشرا: موصوف، بین یدی رحمة: ظرف متعلق بمحذوف صفت، ملکر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانزلنا من السماء ماء طهورا ٥ لنحی به بلدة میتا ونسقیه مما خلقنا انعاما واناسی کثیرا ٥﴾
و: عاطفہ، انزلنا من السماء: فعل بافاعل وظرف لغو، ماء طهورا: مفعول، ل: جار، نحی به بلدة میتا: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، نسقیه: فعل بافاعل ومفعول، مما خلقنا: ظرف مستقر حال مقدم، انعاما: ذوالحال، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اناسی کثیرا: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولقد صرفنه بینهم لیذکروا فابی اکثر الناس الا کفورا ٥﴾
و: عاطفہ، ل: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، صرفنه بینهم: فعل بافاعل ومفعول وظرف، لیذکروا: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، ف: عاطفہ، ابی: فعل، اکثر الناس: فاعل، الا: اداۃ حصر، کفورا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولو شئنا لبعثنا فی کل قریة نذیرا ٥﴾
و: عاطفہ، لو: شرطیہ، شئنا: جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ل: تاکیدیہ، بعثنا: فعل بافاعل، فی کل قریة: ظرف لغو، نذیرا: مفعول ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلا تطع الکفرین وجاهدهم به جهادا کبیرا ٥﴾
ف: فصیحیہ، لاتطع الکفرین: فعل نہی بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جاهدهم: فعل امر بافاعل، به: ظرف لغو، جهادا کبیرا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ فعلیہ شرطیہ۔

﴿وھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج﴾
و: عاطفہ، ھو: مبتدا، الذی: موصول، مرج: فعل بافاعل، البحرین: ذوالحال، ھذا: مبتدا، عذب فرات: خبر ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ھذا ملح اجاج: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر قول محذوف "قولا فیھما" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ہوکر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وجعل بینھما برزخا وحجرا محجورا﴾
و: عاطفہ، جعل: فعل بافاعل، بینھما: ظرف متعلق بمحذوف مفعول ثانی، برزخا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، حجرا محجورا: معطوف، ملکر مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وھو الذی خلق من الماء بشرا فجعلہ نسبا وصھرا وکان ربک قدیرا○﴾
و: عاطفہ، ھو: مبتدا، الذی: موصول، خلق من الماء بشرا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، جعلہ: فعل بافاعل ومفعول، نسبا وصھرا: معطوف علیہ ومعطوف، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر خبر ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، کان ربک: فعل ناقص واسم، قدیرا: خبر ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ویعبدون من دون اللہ مالا ینفعھم ولا یضرھم﴾
و: مستانفہ، یعبدون: فعل بافاعل، من دون اللہ: ظرف مستقر حال مقدم، ما: موصولہ، لاینفعھم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا یضرھم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وکان الکافر علی ربہ ظھیرا○وما ارسلنک الا مبشرا ونذیرا○﴾
و: عاطفہ، کان الکافر: فعل ناقص واسم، علی ربہ ظھیرا: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ، و: مستانفہ، ما ارسلنا: فعل نفی بافاعل، ک: ذوالحال، الا: اداۃ حصر، مبشرا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، نذیرا: معطوف، ملکر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مسانفہ۔

﴿قل ما اسئلکم علیہ من اجر الا من شاء ان یتخذ الی ربہ سبیلا○﴾
قل: قول، ما اسئلکم: فعل نفی بافاعل ومفعول، علیہ: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائدہ، اجر: مستثنی منہ، الا: حرف استثناء، من: موصولہ، شاء: فعل بافاعل، ان یتخذ الی ربہ سبیلا: جملہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر مستثنی، ملکر ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وتوکل علی الحی الذی لا یموت وسبح بحمدہ﴾
و: عاطفہ، توکل: فعل امر بافاعل، علی: جار، الحی: موصوف، الذی لا یموت: موصول صلہ ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، سبح: فعل امر انت ضمیر ذوالحال، بحمدہ: ظرف مستقر "ملتبسا" شبہ فعل محذوف کیلئے، ملکر حال ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وکفی بہ بذنوب عبادہ خبیرا○ الذی خلق السموت والارض وما بینھما فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش﴾
و: عاطفہ، کفی: فعل، ب: زائدہ، ہ: ضمیر موصوف، الذی: موصول، خلق السموت والارض وما بینھما فی ستۃ ایام: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، استوی علی العرش: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر صفت، ملکر ممیز، بذنوب عبادہ: ظرف لغو

مقدم، خبیرا: صفت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر تمیز، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الرحمن فسئل به خبیرا۵﴾

الرحمن: مبتدا محذوف "هو" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، اسئل: فعل امر بافاعل، به خبیرا: شبہ جملہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واذا قیل لهم اسجدوا للرحمن قالوا وما الرحمن انسجد لما تامرنا﴾

و: مستانفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، قیل لهم: فعل مجہول با نائب الفاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول، اسجدوا للرحمن: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر شرط، قالوا: قول، و: زائدہ، ما: استفہامیہ مبتدا، الرحمن: خبر ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول، همزه: حرف استفہام، نسجد: فعل بافاعل، لما تامرنا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر شرطیہ مستانفہ۔

﴿وزادهم نفورا۵﴾

و: عاطفہ، زادهم: فعل بافاعل ومفعول، نفورا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

ظل کے معانی کے بارے میں اہل لغت کے اقوال:

۱.....ابن جنی کہتے ہیں کہ وہ سایہ جو دھوپ پر غالب آجائے ظِل کہلاتا ہے، دھوپ کی ضد کو بھی ظل کہتے ہیں، بعض نے ظِل اور فَیْ میں فرق کیا ہے کہ ظِل اسے کہتے ہیں جہاں سورج کی روشنی نہ پہنچے اور فَیْ کے معنی ہیں وہ جگہ جہاں دھوپ پہنچ کر ختم ہو جائے۔ اسی مناسبت سے ظِل الجنۃ کہا جاتا ہے یعنی جنت کا گھنا سایہ، فَئی الجنۃ نہیں کہا جا سکتا اس لئے کہ جنت میں سورج کی روشنی ہی نہیں (بلکہ جنت تو اللہ عزوجل کے فضل سے روشن ہی روشن ہے)، اس کی جمع اظلال، ظلول اور ظلال ہے۔ ظل اللیل کے معنی ہیں رات کا سایہ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ "اتانا فی ظل اللیل یعنی وہ ہمارے پاس رات کے وقت میں آئے"۔ ابن الہیثم کہتے ہیں: ہر وہ چیز جہاں سورج کی شعاعیں نہ پہنچتی ہوں ظل کہلاتا ہے اور فَیْ کے معنی ہیں جہاں روشنی چھٹ جائے، یعنی جانب مغرب سایہ ہو تو جانب مشرق دھوپ ہو۔ (لسان العرب، حرف ظاء، الجزء۸، ص۲۶۰)

ماء طہور کے بارے میں تحقیق انیق:

۲.....حیض ونجاست کی ضد کو طہر کہتے ہیں، اور اس کی جمع اطہار ہے۔ (لسان العرب، حرف طاء، الجزء۸، ص۲۱۰)۔ ابتداءً پانی کی تین قسمیں کی جاتی ہیں۔ طاہر، طاہر غیر مطہر اور متنجس، اور یہ وہ اقسام ہیں جن کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہیں۔ ضمناً موضوع کو تشنگی سے بچانے کے لئے چند باتیں درج ذیل بیان کی جاتی ہیں۔

النوع الاول: الماء الطهور او المطلق: وہ پانی جو فی نفسہ طاہر و مطہر ہو یعنی خود بھی پاک ہو اور دوسرے کو پاک کرنے والا بھی ہو جیسا کہ آسمان کا پانی ہوتا ہے یا چشمے کا پانی، یہ پانی اپنی خلقت کے اعتبار طاہر و مطہر ہوتا ہے، جب کہ اس کے تین اوصاف (رنگ، بو، ذائقہ) میں سے کوئی وصف زائل نہ ہو جائے یا کسی چیز کے گر جانے کی وجہ سے اس کی طہارت سلب نہ ہو جائے جیسا کہ پاک مٹی کا گرنا یا نمک یا پودوں کا پانی، اور وہ پانی مستعمل بھی نہ ہو، جیسا کہ بارش کا پانی یا پہاڑوں کا پانی، چشموں کا پانی، بستیوں، نہروں اور سمندروں کا پانی، برف اور اولوں کا پانی، اسی قسم کا ہر میٹھا یا نمکین پانی یا وہ پانی جو جم کر نمک بن جاتا ہے یا پسینہ، یا بخارات بن کر اڑ جانے والا پانی حقیقی پانی کے حکم میں ہیں۔ احناف کہتے ہیں کہ جم کر نمک بن جانے والا پانی جمنے سے پہلے پاک ہے لیکن جمنے کے بعد طاہر غیر

مطہر ہے جس سے نہ تو وضو ہو سکتا ہے اور نہ ہی گندگی ختم ہو سکتی ہے۔ ماء مطلق بالاجماع طاہر و مطہر ہے جس سے نجاست زائل ہو سکتی ہے اور وضو و غسل ہو سکتا ہے اللہ ﷻ کا فرمان ﴿وانزلنا من السماء ماء طهورا اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا پاک کرنے والا(الفرقان:٤٨)﴾، ﴿وینزل علیکم من السماء ماء لیطهرکم به اور آسمان سے تم پر پانی اتارا کہ تمہیں اس سے ستھرا کردے(الانفال:١١)﴾۔ سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: ”پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرسکتی مگر جب کہ اس کے رنگ، بو اور ذائقے پر کوئی چیز غالب آجائے“۔

النوع الثانی: الماء الطاهر غير الطهور: اس کا حکم یہ ہے کہ ناپاکی کو زائل کردیتا ہے یعنی کپڑے یا جسم پر لگی ہوئی ناپاکی زائل کردیتا ہے لیکن وضو کرنے کے قابل نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سے غسل ہو سکتا ہے، اس کی تین قسمیں ہیں جن میں سے اول یہ ہے کہ غلبہ کی وجہ سے پانی اپنی رقت و سیلان کو ختم کردے جیسا کہ پانی کا اتنا پک جانا جس سے اس کی رقت و سیلان ختم ہو جائے، دوم یہ کہ پانی مستعمل ہو جائے امام اعظم کے نزدیک دہ دردہ سے کم پانی غیر جاری کہلاتا ہے۔ اور شوافع کے نزدیک دو گھڑوں کی مقدار یا اس سے زیادہ پانی ہونا اس میں نجاست گرنے کے باوجود پانی وضو کے قابل رہتا ہے۔ تیسرے یہ کہ پھلوں و پھولوں کا پانی جو کہ پاک ضرور ہے لیکن پاک کرنے والا نہیں۔

النوع الثالث: الماء النجس: وہ پانی جس میں ایسی نجاست گر جائے جو نا قابل معافی ہو یعنی اس کی موجودگی میں پانی ناپاک کہلائے جیسا کہ تھوڑے مقدار میں جانور کی مینگنیاں، جب کہ پانی غیر جاری قلیل (دہ دردہ) سے کم ہو۔

(فقه الاسلامی والادلة، المبحث الرابع :انواع المياه، ج١، ص ٢٦٤)

بارش سے نظام زندگی کا انحصار وفوائد:

۳.....جس طرح مردہ انسان بے حس و حرکت ہوتا ہے، مردہ جانور کو لوگ کچرا کونڈی میں پھینک دیتے ہیں، مردہ مرجھایا ہوا درخت کاٹ دیا جاتا ہے، اسی طرح مردہ زمین جو اناج نہ اُگا سکے، پھل پیدا نہ کرسکے، بنجر بے کار چٹیل میدان ہو چکی ہو، ایسی صورت میں اگر کچھ فائدہ ہو سکتا ہے تو فقط ایک ہی وجہ سے کہ اسے سیراب کردیا جائے اور سیراب کرنے والی ذات ربّ وحدہ لاشریک کی ہے جس کے لئے بارش کے ذریعے مردہ زمین کو سیراب کرنا آسان ہے۔ یہ بھی نعمت کہ جب یہ بارش آسمان سے زمین پر نازل ہوتی ہے تو پاک وصاف طاہر مطہر ہوتی ہے۔ سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے ”ان الماء لا یُجنِب یعنی پانی ناپاک نہیں ہے“ (ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب:ان الماء لا يجنب، رقم:٦٨، ص٢٨) لیکن بعض دیگر عوارض کی وجہ سے کبھی بارش کا پانی کسی اور ناپاک چیز کے ساتھ مل جانے کی صورت میں ناپاک ہو جاتا ہے۔ یہی پانی نسل حیوان، ونباتات وچرند وپرند وتمام جانداروں کی حیات کا ذریعہ ہے۔ یہی پانی عبادات مقصودہ کے جائز ہونے کا ذریعہ، نسل انسانی کا ارتقاء بھی پانی ہی سے ہے اگرچہ اسے ناپاک پانی کہتے ہیں، الغرض پانی کا نہ پایا جانا تصور کرلیں تو پتہ چلتا ہے کہ زندگی کتنی مشکل ہو سکتی ہے۔

میٹھے ونمکین پانی کے درمیان قدرتی آڑ:

۴.....علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ حسن کے قول کے مطابق مراد بحر روم وفارس ہیں، ابن عباس اور ابن جبیر کہتے ہیں کہ مراد آسانی سمندر وزمینی سمندر ہیں، ابن عباس ہی کا قول ہے کہ دونوں سمندر آپس میں ملتے ہیں لیکن دونوں کے مابین برزخ (آڑ) ہے۔

(القرطبی، الجزء١٩، ص ٥٧)

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں میٹھے پانی کے سمندر سے مراد بڑا سمندر ہے جیسا کہ نیل، اور کھارے پانی کے سمندر سے مراد بھی

بڑا سمندر ہے لیکن دونوں کے مابین برزخ (آڑ) کا پایا جانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قدرت کا عظیم شاہکار ہے کہ دونوں متضاد صفات ایک دوسرے سے ملنے نہیں پاتی۔

نسب وصھر کا بیان:

۵......نسب کے معنی قرابت کے ہیں، اس کی جمع الانســـــاب ہے، ایک قول کے مطابق نسب سے مراد خاص قرابت (والدین، بھائی، بہن ودیگر) ہیں۔ (لسان العرب، الجزء ۱٤، الحرف النون، ص ۱۱۸)

شریعت کی رو سے نسب باپ سے ہے، بعض مشہورین کہ ماں کے سیدانی ہونے سے سید بن بیٹھتے ہیں اور وہ باوجود تفہیم اس پر اصرار کرتے ہیں بحکم حدیث صحیح مستحق لعنت الٰہی ہوتے ہیں۔ (الفتاوی الرضویه مخرجه، کتاب الزکوة، ج ۱۰، ص ۱۰۹)

مولانا امجد علی اعظمی نے حرمت نسب کے حوالے سے عنوان قائم کر کے کچھ رشتے شمار کروائے ہیں جو کہ درج ذیل پیش خدمت ہیں:

(۱)......دادی، نانی، پردادی، پرنانی اگرچہ کتنی ہی اوپر کی ہوں سب حرام ہیں اور یہ سب ماں میں داخل ہیں کہ یہ باپ یا ماں یا دادا یا دادی، نانا، نانی کی مائیں ہیں کہ ماں سے مراد وہ عورت ہے جس کی اولاد میں یہ ہے بلا واسطہ یا بالواسطہ۔

(۲)......بیٹی سے مراد وہ عورتیں ہیں جو اس کی اولاد ہیں، لہذا پوتی، پرپوتی، نواسی، پرنواسی اگرچہ درمیان میں کتنی ہی پشتوں کا فاصلہ ہو سب حرام ہیں۔

(۳)......بہن خواہ حقیقی ہو یعنی ایک ماں باپ سے یا سوتیلی کہ باپ دونوں کا ایک ہے اور مائیں دو یا ماں ایک ہے اور باپ دو سب حرام ہیں۔

(۴)......باپ، ماں، دادا، دادی، نانا، نانی، وغیرہ اصول کی پھوپھیاں یا خالائیں اپنی پھوپھی اور خالہ کے حکم میں ہیں، خواہ یہ حقیقی ہوں یا سوتیلی، یونہی حقیقی یا علاتی پھوپھی کی پھوپھی یا حقیقی یا اخیافی خالہ کی خالہ۔

(۵)......بھتیجی، بھانجی سے بھائی، بہن کی اولادیں مراد ہیں، ان کی پوتیاں، نواسیاں بھی اسی میں شمار ہیں۔

(۶)......زنا سے بیٹی، پوتی، بہن، بھتیجی، بھانجی بھی محرمات میں ہیں۔

(۷)......جس عورت نے اس کے شوہر نے لعان کیا اگرچہ اس کی لڑکی اپنی ماں کی طرف منسوب ہوگی مگر پھر بھی اس شخص پر وہ لڑکی حرام ہے۔ (بهار شریعت مخرجه، کتاب النکاح، باب: حرمت نسب، ج ۲، حصه ۷، ص ۲۲)

ہمارے معاشرے میں بے راہ روی کی وجہ سے کئی خواتین بغیر نکاح کے ہی ماں بن جاتی ہیں، عند الشرع پیدا ہونے والی اولاد کا نسب کیا ہوگا؟ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں: بازاری عورت جو اپنے پیشہ پر رہے اور ایک شخص کے ساتھ بطور زنا منکوحہ پابند نہ ہو کہ خانہ نشینی اختیار نہ کرے اسے صرف تعلق فاجرانہ کے سبب منکوحہ نہیں ٹھہرا سکتے تاوقتیکہ حجت شرعیہ سے ثبوت نکاح نہ ہو اور جو اولاد بے نکاح پیدا ہو اس کا نسب صرف ماں سے ثابت ہوتا ہے نہ کہ باپ سے، اگرچہ اس کے نطفے سے ہونا متعین ہوا ہو اور وہ اس خیال سے اس کی طرف نسبت بھی کئے جائیں، سید عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "الولد للفراش وللعاهر الحجر یعنی بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہیں"۔ (الفتاوی الرضویه مخرجه کتاب الفرائض، ج ۲۶، ص ۱۳۵)

(۸)......جس عورت کو زنا کا حمل ہے اس سے نکاح ہو سکتا ہے، پھر اگر اسی کا وہ حمل ہے تو وطی بھی کر سکتا ہے اور اگر دوسرے کا حمل ہے تو جب تک بچہ پیدا نہ ہو لے وطی جائز نہیں۔ (الدر المختار، کتاب النکاح، باب: فی المحرمات، مطلب: مهم فی وطء السراوی اللاتی، ج ٤، ص ۱٤۱)(بهار شریعت مخرجه، ج ۲، حصه ۷، ص ۳٤)

(۹)......کسی عورت سے نکاح کیا اور چھ مہینے یا زائد میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت ہے اور کم میں ہوا تو نہیں اگرچہ شوہر کہے کہ یہ زنا سے میرا بیٹا ہے۔ (الفتاوی الھندیہ، کتاب الطلاق، الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب، ج۱، ص ۵۶۱)

صہر سے مراد بھی قرابت دار ہے، لیکن اس میں بیوی کے قرابت دار مثلاً والدین، بھائی بہن و دیگر شامل ہیں۔ اسکی جمع الاصہار و صہراء ہے۔ (لسان العرب، الجزء۷، الحرف الصاد، ص ۴۲۸)

☆......حضرت ربیعہ بن الحارث نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: "لقد نلت صھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فما نفسناہ علیک یعنی آپ کو یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سُسر ہیں، سو ہم خود کو آپ پر ترجیح نہیں دیتے"۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب: ترک استعمال ال نبی علی الصدقۃ، رقم: ۲۳۷۰/۱۰۷۲، ص ۴۸۹)

سُسرالی رشتے داروں کی چار قسمیں ہیں:

(۱)......بیویوں کی سگی مائیں یا دادیاں، (۲)......بیوی کے سابق شوہر سے بیٹیاں اور ان بیٹیوں کی اولاد خواہ وہ بیٹی موجودہ شوہر کے زیر پرورش ہو یا نہ ہو، (۳)......بیٹے یا پوتے کی بیوی اور نواسے کی بیوی، خواہ بیٹے نے بیوی کے ساتھ جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو، البتہ منہ بولے بیٹے کی بیوی حرام نہیں ہے۔ (۴)......سگے باپ دادا کی بیویاں، یہ وہ محرمات صہریہ ہیں جو کسی شخص پر دائما حرام نہیں ہوتی ہیں۔

(بہار شریعت مخرجہ، ج۲، حصہ: ۷، ص ۲۲)

علامہ مرغینانی فرماتے ہیں: جس شخص نے کسی عورت سے زنا کیا اس پر اس کی ماں اور اس کی بیٹی حرام ہو جائے گی اور امام شافعی نے کہا زنا حرمت مصاہرت کو واجب نہیں کرتا کیونکہ حرمت مصاہرت ایک نعمت ہے اور وہ ممنوع کام کے ارتکاب سے حاصل نہیں ہوتی، ہماری دلیل یہ ہے کہ وطی اولاد کے واسطہ سے جزئیت کا سبب ہے حتیٰ کہ اولاد کی نسبت ماں باپ میں سے ہر ایک کی طرف ہوتی ہے، پس عورت کے اصول و فروع مرد کے اصول و فروع کی طرح ہوتے ہیں اور مرد کے اصول و فروع عورت کے اصول و فروع کی طرح ہوتے ہیں اور بغیر ضرورت کے جزء سے نفع حاصل کرنا حرام ہوتا ہے، لہٰذا جب مرد اور عورت ایک دوسرے کا جزء ہو گئے تو مرد کا عورت سے وطی کرنا حرام ہو گیا مگر اولاد کی ضرورت کی وجہ سے اس کو جائز کر دیا گیا ہے اور زنا سے اولاد کے حصول کی غرض نہیں ہوتی۔

(الھدایۃ، کتاب النکاح، باب النسب/حرمت مصاہرت، ج۳، ص ۱۳)

استوائے باری تعالیٰ کا بیان:

۶......علامہ غلام رسول سعیدی تبیان القرآن جلد ۳، ص ۱۵۸ وغیرہ پر استوائے باری عزوجل کے بارے میں فرماتے ہیں، اس مسئلے میں کہ اللہ عزوجل عرش پر مستوی ہے اس بارے میں شیخ ابن تیمیہ کے باطل عقیدے کا رد اور ساتھ ہی ساتھ صحیح اسلامی عقیدے کا پرچار کرتے ہوئے ہم درج ذیل ایک اہم اور تفصیلی جائزہ پیش کرتے ہیں چنانچہ شیخ ابن تیمیہ کا کہنا ہے کہ "اللہ عزوجل پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں جو اپنی صفات بیان کی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ عزوجل کی صفات بیان کی ہیں ان پر بغیر کسی تحریف و تکییف اور تمثیل کے ایمان لایا جائے، مطلب یہ کہ ان صفات کی نہ تو کوئی تاویل کی جائے اور نہ ہی ان کی مخلوق کے ساتھ کوئی مثال دی جائے، بلکہ یہ ایمان رکھا جائے کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ اور وہ سمیع و بصیر ہے۔ اور اللہ عزوجل نے جس چیز کے ساتھ خود کو موصوف کیا ہے اس کی نفی نہ کی جائے، اور اللہ عزوجل کے کلمات کو نہ بدلا جائے، اور اس کے اسماء اور آیات کو نہ بدلا جائے، اور نہ ہی ان کا کوئی معنیٰ متعین کیا جائے، اور نہ مخلوق کی صفات سے ان کی مثال دی جائے کیونکہ اللہ عزوجل کا کوئی ہم نام ہے نہ کوئی کفو ہے، نہ کوئی اس کا مثل و نظیر ہے، نہ اس کا مخلوق پر قیاس کیا جائے، کیونکہ اللہ عزوجل خود اپنے کو اور دوسروں کو زیادہ جاننے والا ہے۔ اور اس کا قول

سب سے زیادہ سچا ہے پھر اس کے تمام رسول سچے ہیں نہ خلاف ان لوگوں کے جو بغیر علم کے اللہ عزوجل کے متعلق باتیں کرتے ہیں اسی لئے اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ ﴿سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ٥ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ٥ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ٥ (الصافات، ۱۸۰تا۱۸۲)﴾

رسولوں کے مخالفین اللہ عزوجل کی جو صفات بیان کرتے ہیں اللہ عزوجل نے ان سے اپنی برائت فرمائی ہے۔اور رسولوں نے جو اللہ عزوجل کی نقص وعیب سے جو برائت بیان کی تھی ان پر سلام بھیجا ہے اللہ عزوجل کے لئے سمع اور بصر ثابت ہے کیونکہ اس نے فرمایا کہ انہ ھو السمیع البصیر ٥ اللہ عزوجل کے لئے چہرہ ثابت ہے کیونکہ اس نے فرمایا کہ و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام ٥ اور کل شیء ھالک الا وجھہ ٥ اور اللہ عزوجل کے دو ہاتھ ثابت ہیں کیونکہ اس نے فرمایا ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی ٥ اور اللہ عزوجل کے لئے دو آنکھیں ثابت ہیں کیونکہ اس نے فرمایا و اصبر لحکم ربک فانک باعیننا ٥ اور اللہ عزوجل کے لئے عرش پر استواء ثابت ہے کیونکہ اس نے فرمایا الرحمن علی العرش استوی ٥ اور اس طرح کی سات آیتیں ہیں۔

(العقیدة الواسطیه مع شرحه ،ص ٦٣۔١٥ ملخصاً مطبوعه دار السلام ریاض)

اس کے بعد احادیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اللہ عزوجل آسمان دنیا کی طرف اپنی شان کے لائق نازل ہوتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر رات کے آخری تہائی حصے میں ہمارا رب عزوجل آسمان دنیا کی طرف نازل ہوتا ہے(صحیح بخاری و مسلم)اور اللہ عزوجل خوش ہوتا ہے اور ہنستا ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کو اپنے بندے کی توبہ سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی تم میں سے کسی کو گم شدہ اونٹنی کے ملنے سے خوشی ہوتی ہے(صحیح بخاری و مسلم)اللہ عزوجل ان دو آدمیوں کو دیکھ کر ہنستا ہے جن میں سے ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے(صحیح بخاری و مسلم)اللہ عزوجل کی ٹانگ اور قدم ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنم میں لوگوں کو ڈالا جاتا رہے گا حتی کہ وہ کہے گی کہ کیا اور زیادہ بھی ہیں حتی کہ اللہ عزوجل اس میں اپنی ٹانگ رکھ دے گا۔ایک روایت میں ہے کہ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا۔(صحیح بخاری و مسلم)۔ (العقیدة الواسطیه مع شرحه ،ص ٨٣۔٨٠ ملخصاً مطبوعه دار السلام ریاض)

حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، شیخ ابن تیمیہ کے نظریے ''استواء'' اور صفات میں اختلاف کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''شیخ ابن تیمیہ نے حمویہ اور واسطیہ میں لکھا ہے کہ اللہ عزوجل کے لئے ہاتھ پیر چہرہ اور پنڈلی کا جو ذکر آیا ہے وہ اس کی صفات حقیقیہ ہیں۔اور اللہ عزوجل عرش پر بذاتہ مستوی ہے اس سے کہا گیا کہ اس سے تحیز اور انقسام لازم آئے گا تو اس نے کہا کہ میں یہ نہیں جانتا کہ تحیز اور انقسام اجسام کے خواص میں سے ہیں، اسی وجہ سے ابن تیمیہ کے متعلق کہا گیا کہ وہ اللہ عزوجل کے لئے تحیز اور انقسام کا قائل ہے''۔

(الدرر الکامنه ،ج١،ص ١٥٤ مطبوعه دار الجلیل بیروت)

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی فرماتے ہیں کہ: ابن تیمیہ کا یہ قول کہ اللہ عزوجل جسمیت ، جہت اور انتقال سے موصوف ہے اور وہ عرش کے برابر ہے، نہ چھوٹا، نہ بڑا، اللہ عزوجل اس قبیح افتراء سے پاک ہے جو کہ صریح کفر ہے۔

(الفتاوی الحدیثیه،ص ١٠٠ مطبوعه مصطفی البابی الحلبی و اولاده به مصر)

علامہ کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن ہمام فرماتے ہیں: اللہ عزوجل عرش پر مستوی ہے اور یہ ایسا استواء نہیں ہے جیسا ایک جسم کا دوسرے پر استواء ہوتا ہے کہ وہ اس سے مماس ہوتا ہے یا اس کی محاذات (سمت) میں ہوتا ہے۔بلکہ جو استواء اس کی شان کے لائق ہو جس کو اللہ عزوجل ہی زیادہ جاننے والا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اس پر ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ عزوجل عرش پر مستوی ہے اور مخلوق کے ساتھ اس کی مشابہت کی نفی کی جائے، رہا یہ کہ استواء علی العرش سے مراد عرش پر غلبہ ہو تو یہ ارادہ بھی جائز ہے۔البتہ اس ارادہ کے واجب ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے اور واجب وہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے البتہ اگر یہ خدشہ ہو کہ عام لوگ استواء

سے وہی معنی سمجھیں گے کہ جو جسم کے لوازم سے ہے کہ اللہ ﷻ عرش سے متصل ہے یا عرش کی محاذات میں ہے تو استواء کو غلبہ سے تعبیر کرنے میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح کتاب اور سنت میں جو ایسے الفاظ ہیں جس سے جسمیت ظاہر ہوتی ہے مثلاً انگلی، قدم اور ہاتھ اس پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ انگلی اور ہاتھ وغیرہ اللہ ﷻ کی صفت ہیں ان سے مراد مخصوص اعضاء نہیں ہیں بلکہ وہ معنی مراد ہے جو اللہ ﷻ کی شان کے لائق ہے اور اللہ ﷻ ہی اس معنی کو زیادہ جاننے والا ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ہاتھ اور انگلی کی تاویل قدرت اور قہر سے کی جاتی ہے اور نبی پاک ﷺ نے فرمایا: حجر اسود اللہ ﷻ کا دایاں ہاتھ ہے اس کی تاویل کی جاتی ہے تاکہ عام لوگوں کی عقلیں اللہ ﷻ کی جسمیت کی طرف نہ منتقل ہوں اس تاویل سے یہ ارادہ بھی ممکن ہے لیکن اس پر جزم اور یقین نہیں کرنا چاہئے۔ ہمارے اصحاب (ماتریدیہ) کے قول کے مطابق یہ الفاظ متشابہات میں سے ہیں اور متشابہ کا حکم یہ ہے کہ اس دنیا میں اس کی مراد متوقع نہیں۔

(مسائرہ مع شرح المسامرہ، ج۱، ص۳۶۔۳۱ ملخصاً مطبوعہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ مکران)

☆......امام مالک نے عمر بن الحکم سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: میری ایک باندی بکریوں کو چراتی تھی۔ ایک دن ایک بکری گم ہو گئی میں نے اس سے اس کے متعلق پوچھا، تو اس نے کہا اس کو بھیڑیا کھا گیا ہے مجھے اس پر افسوس ہوا میں بھی آخر انسان ہوں میں نے اسے ایک تھپڑ مار دیا، اور مجھ پر پہلے سے ایک غلام آزاد کرنا تھا کیا میں اس غلام کی جگہ اس باندی کو آزاد کردوں؟ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اللہ ﷻ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کہ آسمان میں، آپ ﷺ نے پوچھا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا کہ آپ رسول اللہ ﷺ ہیں، تب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسے آزاد کردو۔

(الموطا، کتاب العتق والولاء، باب: ما یجوز من العتق فی الرقاب، رقم: ۱۵۱۱)

امام ابن عبد البر فرماتے ہیں: نبی پاک ﷺ نے اس باندی سے جو سوال کیا کہ اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ آسمان میں، تمام اہل سنت (یعنی محدثین) اس پر متفق ہیں اور وہ یہی کہتے ہیں جو اللہ ﷻ نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ اللہ عرش پر مستوی ہے اور اللہ ﷻ آسمان میں ہے اور اس کا علم ہر جگہ ہے اور یہ قرآن مجید کی ان آیات سے بالکل ظاہر ہے ﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ (الملک:۱۶)﴾ ﴿مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِیْعًاؕ اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ (فاطر:۱۰)﴾ ﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (المعارج:۴)﴾۔

قرآن مجید میں اس کی بہت سی مثالیں ہیں اور ہم نے اپنی کتاب التمہید میں اس سے زیادہ بیان کی ہیں۔

(الاستذکار، ج۲۳، ص۱۶۸۔۱۶۷ ملخصاً مطبوعہ بیروت)

امام ابوبکر بن فورک نے بعض سے روایت کیا ہے کہ استواء کے معنی بلند ہے، یعنی اللہ ﷻ عرش پر بلند ہے اور اس بلندی سے مسافت اور مکان کی بلندی مراد نہیں ہے کہ کوئی شخص ایسی جگہ ہو جو جگہ دوسری جگہ سے بلند ہو، بلکہ اس سے مراد وہ بلندی ہے جو اللہ ﷻ کی شان کے لائق ہے اور ثم کا تعلق مستوی علیہ کے ساتھ ہے نہ کہ الاستواء کے ساتھ۔ اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہمارے سلف صالحین میں یہ مشہور ہے کہ اس کی مراد اللہ ﷻ پر چھوڑ دی جائے، صالحین فرماتے ہیں کہ اللہ ﷻ عرش پر اس طرح مستوی ہے جیسا اس نے ارادہ کیا ہے اگر چہ وہ ٹھہرنے اور جگہ پکڑنے سے پاک ہے۔ اور استواء کی تفسیر استیلاء سے کرنا دری بات ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ استواء کا معنی استیلاء ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا غالب ہونا اللہ ﷻ کے غالب ہونے کی طرح ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ یہ کہے کہ اللہ ﷻ ایسا غالب ہے جیسا کہ اس کی شان ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ وہ یہ کہے کہ اللہ ﷻ عرش پر ایسا مستوی ہے جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔

(روح المعانی، الجزء الثامن، ص ۵۲۱)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ پھر عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ اس آیت کی تفسیر کے تحت صدر

الافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی فرماتے ہیں کہ "یہ استــواء متشابہات میں سے ہے، ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ اللہ ﷻ کی اس سے جو مراد ہے حق ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ استـــــواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول اور اس پر ایمان لانا واجب، حضرت مترجم قدس سرہ العزیز نے فرمایا اس کے معنی یہ ہیں کہ آفرینش کا خاتمہ عرش پر جا ٹھہرا واللہ اعلم باسرار کتابہ۔

(عطائین جلد ۲، ص ۲۷۵)

آیاتِ سجدہ کی نشان دھی اورسجدۂ تلاوت کے مسائل:

۷۔۔۔۔۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جب ابن آدم آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتا ہے، شیطان ہٹ جاتا ہے اور روکر کہتا ہے کہ، ہائے میری بربادی! ابن آدم کو سجدے کا حکم ہوا اور اس نے سجدہ کیا، اس کے لئے جنت ہے اور مجھے حکم ہوا میں نے انکار کیا، میرے لئے دوزخ ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب :اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوة، رقم :(۱۴۷)/۸۱، ص ۶۳)

احناف کے نزدیک کل چودہ آیات سجدہ ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱)۔۔۔۔۔﴿ان الـذین عند ربک لا یستکبرون عن عبادته ویسبحونه وله یسجدون﴾ بیشک وہ جو تیرے رب کے پاس ہیں اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بولتے اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں (الاعراف:۲۰۶)۔

(۲)۔۔۔۔۔﴿ولـله یسجد من فی السموت والارض طوعا و کرھا وظللهم بالغدو والاصال﴾ اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جتنے آسمان و زمین میں ہیں خوشی سے خواہ مجبوری سے اور ان کی پرچھائیاں ہر صبح و شام (الرعد:۱۵)

(۳)۔۔۔۔۔﴿ولـله یسـجـد مـا فـی السموت وما فی الارض من دابة والملئکة وھم لا یستکبرون﴾ اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں چلنے والا ہے اور فرشتے اور وہ غرور نہیں کرتے (النحل:۴۹)

(۴)۔۔۔۔۔﴿ویـخـرون للاذقان یبکون ویزیدھم خشوعا﴾ اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے (بنی اسرائیل:۱۰۹)

(۵)۔۔۔۔۔﴿اذا تتلی علیهم آیت الرحمن خروا سجدا وبکیا﴾ جب ان پر رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتیں گر پڑتے سجدہ کرتے اور روتے (مریم:۵۸)

(۶)۔۔۔۔۔﴿الـم تـران الله یسجد له من فی السموت ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس وکثیر حق علیه العذاب ومن یهن الله فما له من مکرم ان الله یفعل مایشاء﴾ کیا تم نے نہ دیکھا کہ اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں وہ جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت آدمی اور بہت وہ ہیں جن پر عذاب مقرر ہو چکا اور جسے اللہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت دینے والا نہیں بیشک اللہ جو چاہے کرے (الحج:۱۸)

(۷)۔۔۔۔۔﴿واذا قیـل لهـم اسـجـدوا للرحمن قالوا وما الرحمن انسجد لما تامرنا وزادھم نفورا﴾ جب ان سے کہا جائے رحمٰن کو سجدہ کرو کہتے ہیں رحمٰن کیا ہے کیا ہم سجدہ کرلیں جسے تم کہو اور اس حکم نے انہیں اور بدکنا بڑھایا (الفرقان:۶۰)

(۸)۔۔۔۔۔﴿الا یسـجـدوا لله الذی یخرج الخبء فی السموت والارض ویعلم ما تخفون وما تعلنون الله لا اله الا ھو رب العرش العظیم﴾ کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ کو جو نکالتا ہے آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں اور جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے

ہو اور ظاہر کرتے ہو اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ بڑے عرش کا مالک ہے(النمل:۲۵،۲۶)﴾

(۹)......﴿انما یومن بایتنا الذین اذا ذکروا بها خروا سجدا وسبحوا بحمد ربهم وهم لا یستکبرون ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب وہ انہیں یاد دلائی جاتی ہیں سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے(السجدہ:۱۵)﴾

(۱۰)......﴿فاستغفروا ربه وخر راکعا واناب فغفرنا له ذلک وان له عندنا لزلفی وحسن ماب تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع لایا تو ہم نے اسے یہ معاف فرمایا اور بیشک اس کے لئے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے(ص:۲۴،۲۵)﴾

(۱۱)......﴿واسجدوا لله الذی خلقهن ان کنتم ایاه تعبدون اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم اس کے بندے ہو(حم سجدہ:۳۷،۳۸)﴾

(۱۲)......﴿فاسجدوا لله واعبدوا تو اللہ کے لئے سجدہ کرو اور اس کی بندگی کرو(النجم:۶۲)﴾

(۱۳)......﴿فما لهم لا یومنون واذا قری علیهم القرآن لا یسجدون تو کیا ہوا کہ وہ ایمان نہیں لاتے اور جب قرآن پڑھا جائے سجدہ نہیں کرتے(الانشقاق:۲۰،۲۱)﴾

(۱۴)......﴿واسجد واقترب اور سجدہ کرو اور ہم سے قریب ہو جاؤ(العلق:۱۹)﴾۔

مسئلہ نمبر۱: آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے پڑھنے میں یہ شرط ہے کہ اتنی آواز سے ہو کہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو خود سن سکے، سننے والے کے لئے یہ ضرور نہیں کہ بالقصد سنی ہو یا بلا قصد سننے سے بھی سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔

(الهداية، کتاب الصلوة، باب: سجود التلاوة، ج۱، ص۳۵۲)

مسئلہ نمبر۲: سجدہ واجب ہونے کے لئے پوری آیت پڑھنا ضروری نہیں بلکہ وہ لفظ جس میں سجدہ کا مادہ پایا جاتا ہے اور اس کے ساتھ قبل یا بعد کوئی لفظ ملا کر پڑھنا کافی ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلوة، باب: سجود التلاوة، ج۲، ص۵۷۵)

مسئلہ نمبر۳: اگر اتنی آواز سے آیت پڑھی کہ سن سکتا تھا مگر شور و غل یا بہرے ہونے کی وجہ سے نہ سنی تو سجدہ واجب ہو گیا اور اگر محض ہونٹ ہلے، آواز پیدا نہ ہوئی تو واجب نہ ہوا۔ (الهندية، کتاب الصلوة، الباب الثالث عشر: فی سجود التلاوة، ج۱، ص۱۴۶)

مسئلہ نمبر۴: قاری نے آیت سجدہ پڑھی مگر دوسرے نے نہ سنی تو اگرچہ اسی مجلس میں ہو اس پر سجدہ واجب نہ ہوا، البتہ نماز میں امام نے آیت پڑھی تو مقتدیوں پر واجب ہو گیا، اگرچہ نہ سنی ہو بلکہ اگرچہ آیت پڑھتے وقت موجود نہ بھی تھا، بعد پڑھنے کے سجدہ سے پیشتر شامل ہوا اور اگر امام سے آیت سنی مگر امام کے سجدہ کرنے کے بعد اسی رکعت میں شامل ہوا تو امام کا سجدہ اس کے لئے بھی کافی ہے اور دوسری رکعت میں شامل ہوا تو نماز کے بعد سجدہ کرے، یوہیں اگر شامل ہی نہ ہوا جب بھی سجدہ کرے۔

(الهندية، کتاب الصلوة، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة، ج۱، ص۱۴۸)

مسئلہ نمبر۵: سجدہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور کم از کم تین بار سبحان ربی الاعلی کہے، پھر اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے، پہلے پیچھے دونوں بار اللہ اکبر کہنا سنت ہے اور کھڑے ہو کر سجدہ میں جانا اور سجدے کے بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب۔ (الفتاوی الهندية، کتاب الصلوة، الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة، ج۱، ص۱۴۹)

اغراض:

تنظر: سے اس جانب اشارہ ملتا ہے کہ اس مقام پر رویت بصر یہ مراد ہے۔ لعل: مراد اس مقام پر اللہ ﷻ کی تخلیق میں غور وفکر کرنا ہے نہ کہ ذات میں، مقصود یہ ہے کہ مؤثر حقیقی سے استدلال کیا جائے، ہر چیز کا کوئی نہ کوئی صانع ہوا کرتا ہے اور اللہ ﷻ کی تخلیق میں غور وفکر کرنے سے لازم آتا ہے کہ دلوں کی آنکھ زندہ ہو، کیونکہ کائنات میں کچھ بھی اللہ سے لمحہ بھر کے لئے مخفی نہیں ہے۔ اس مقام پر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عارف (اللہ کی پہچان رکھنے والا) ہر چیز میں اللہ ﷻ کی جلوہ گری دیکھتا ہے، اور جو ایسا کرتا ہے وہ اس بارے میں مؤثر رائے بھی رکھتا ہے اور اس سے وہی شخص روگردانی کرتا ہے جو (دل) کا شقی ہو۔

مـن وقـت الاسـفـار: مناسب یہ تھا کہ یوں فرمایا جاتا کہ "اللہ نے کیسے سائے طلوع فجر سے طلوع شمس تک پھیلائے"، اور مفسرین کرام کے تین اقوال میں سے ایک قول یہی ہے، ایک قول یہ ہے کہ "اللہ نے کیسے سائے غروب شمس سے طلوع شمس تک پھیلائے"، تیسرا قول یہ ہے کہ "اللہ نے کیسے سائے طلوع شمس سے زوال یعنی غروب شمس تک پھیلائے"، اور مفسر علیہ الرحمۃ کا قول متذکرہ اقوال میں سے کسی کے موافق نہیں ہے، اور طلوع فجر سے طلوع شمس تک کا وقت افضل ترین وقت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جنت کو اس وقت کے ساتھ موصوف کیا گیا ہے۔ اللہ ﷻ کا فرمان ﴿وظـل مـمـدود﴾ کیونکہ اس وقت میں مریض، مسافر اور ہر تکلیف والا شخص راحت پاتا ہے، اور اسی وقت میں مُردوں کی روحیں جسموں کی جانب لوٹائی جاتی ہیں، اور پاکیزہ نفس جلا پاتے ہیں، ابو عالیہ کہتے ہیں: "جنت کی صبح کا وقت یہی ہے، اور یہ وہ وقت ہے جب نمازی فجر کی نماز ادا کرتے ہیں"۔ لا یـزول بطلوع الشمس: یعنی اللہ کی قدرت کا شاہکار ہے کہ ورنہ اللہ سورج کو طلوع کبھی نہ کرتا بلکہ ہر وقت سایہ ہی رہتا، اور ہر وقت رات ہی رہتی اور روشنی کبھی ہوتی ہی نہیں۔ کاللباس: اس جملے سے اس جانب اشارہ ہے کہ حذف اداۃ کے ذریعے تشبیہ بلیغ کا استعمال ہوا ہے، مشبہ ومشبہ بہ کے مابین "الستر" مذکور ہے۔ بقطع الاعمال: میں باء سببیہ ہے، اور جار مجرور "راحۃ" کے متعلق ہیں۔

یستوی فیہ المذکر: اس اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے کہ "میتا" کیوں کہا، جب کہ "بلدۃ" کی صفت ہے جو کہ مونث ہے۔

ای نعمۃ اللہ بہ: یعنی تم شکر پر قائم رہو، اور بھلائی کے کاموں میں مزید اضافہ کرو۔

جحودا للنعمۃ: یعنی اکثر (کفار) اللہ ﷻ کی نعمتوں کی اضافت کسی اور کی جانب کرتے ہیں۔

مـطـرنـا بنوء کذا: یعنی ستاروں کا اپنی منازل سے جانب مغرب سقوط (غائب ہونا، گرنا) اور مشرق کی جانب اپنے وقت میں طلوع ہوتے (جو ان کے اعتبار سے معلوم مدت ہوتی تھی)، اور اہل عرب بارش، ہوا، سردی اور گرمی کو ستاروں کی تاثیر جانتے تھے، اور ایسا عقیدہ رکھنا اسلامی نقطۂ نگاہ سے کفر ہے کیونکہ اس کا کوئی اثر نہیں بلکہ مؤثر حقیقی ذات اللہ کی ہے جو کہ وحدہ لاشریک لہ ہے، اور یہ ساری چیزیں اسباب عادیہ میں شمار ہوتی ہیں جیسا کہ آگ کا جلانا، کھانے سے اکتا جانا یا سیر ہونا وغیرہ۔

شـدیـد الـمـلـوحـۃ: سے مراد سخت حرارت ہے، ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ سخت کڑوا، اور یہ اقوال "عذب فرات وملح اجاج" کے مقابلے میں لائے گئے ہیں۔ حاجزا لا یختلط احدھما بالآخر: پس میٹھا پانی نمکین پانی میں داخل ہوتا ہے اور اس کے ساتھ چلتا ہے لیکن میٹھے پانی کے ذائقے میں کمی نہیں ہوتی اور نہ ہی دونوں پانی آپس میں ملنے پاتے ہیں، بلکہ دونوں ہی اپنی اپنی اصل پر باقی رہتے ہیں، اس لئے کہ اللہ ﷻ نے انہیں آپس میں مختلط ہونے سے روک دیا ہے اور یہاں معنوی آڑ مراد ہے جو کہ اللہ کی قدرت سے ہوتی ہے، اور یہ سب سے بڑی وجہ ہے کہ اللہ اپنے معبود ہونے میں ایک ہے۔ ذا صـھـر: آدمی کے قریبی رشتے دار عورت کے سُسرالی اور عورت کے قریبی رشتے دار مرد کے سُسرالی کہلاتے ہیں۔

فی مرضاتہ تعالی: اللہ ﷻ کی رضا حاصل کرنے کے لئے صدقہ یا دیگر ذرائع میں مال خرچ کرنا مراد ہے۔

ای قل سبحان اللہ والحمدللہ: اللہ عزوجل کی تسبیح "سبحان اللہ" کا معنی ہے کہ اللہ کو ہر نقص سے پاک مانا جائے، اور "الحمدللہ" کے معنی تمام کمالات کا مرکز اللہ عزوجل کو مانا جائے، پس یہ دونوں جملے جوامع الکلم کہلاتے ہیں جو کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے ہیں۔ اور یہ جملے باقیات الصالحات اور جنت کے (خوشبودار) پودے ہیں جو جنت میں بھی "لا الہ الا اللہ واللہ" کے ساتھ باقی رہیں گے۔ اور یہ جملے جنت میں باقی رہنے والے اس لئے ہیں کہ انہیں یقین اور معرفت کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، پس تینوں کلمات کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کو تمام نقائص سے پاک مانا جائے، تمام کمالات کا متصف مانا جائے، اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ کبریائی اور عظمت میں منفرد ہے اور مذکورہ مقام پر "سبحان اللہ اور الحمدللہ" پر اختصار اس لئے کیا گیا ہے کہ یہ بعد کے کلمے "لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر" کو لازم کرتے ہیں۔ بذنوب: لفظ بذنوب کو فاصلے کی رعایت کے لئے لایا گیا ہے، معنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل ہر وقت بندوں کو جزا دینے پر قادر ہے لیکن اللہ عزوجل بندوں کے گناہوں کی جانب نظر نہیں فرماتا اور ان کی طاعتوں کی جانب دیکھتا ہے۔ بلکہ اس کی حکمت کا معاملہ یہ ہے کہ اس کی بارگاہ میں اعمال خیر وشر پیش کئے جاتے ہیں۔

التثبت: بغیر عجلت کے امور مجھ تک پیش کئے جاتے ہیں، وارد ہوتا ہے: "جلد بازی شیطان کی جانب سے ہوا کرتی ہے"۔ اس حدیث سے علماء نے چند مسائل اخذ کئے ہیں جس میں جلد بازی کا اہتمام کیا جانا چاہیے مثلاً مہمان نوازی کرنا، باکرہ کا نکاح کرنا، میت کی تدفین کرنا، نماز اول وقت میں ادا کرنا، دَین کی ادائیگی کرنا، مسافر کے لئے قضائے حاجت کے بعد جلدی سفر اختیار کرنا، گناہوں سے توبہ کرنا۔ ای استواء یلیق بہ: اس جملے میں سلف کے فرامین کی جانب اشارہ ہے، اور یہ دور پانچ سو سال پہلے تھا، اور خلف کا مذہب تفاسیر میں یوں ہے کہ استواء بمعنی الاستیلاء وتصرف ہے۔ (الصاوی، ج ٤، ص ٢١٤ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۴

قال تعالی ﴿تبرک﴾ تعظم ﴿الذی جعل فی السماء بروجا﴾ اِثْنَی عَشَرَ الْحَمَلِ، والثَّورِ، والْجوزَاء، السَّرطانَ، والْاَسد، والسُّنبُلَة، والمِيزانَ والعقرب، والقَوسَ والجَدِیَّ، والدَّلوَ، والحُوتَ وهی مَنازِلَ الكواكِبَ السَّبعَةِ السَّيَّارةِ المَرِيخ وَلَهُ الحَمَلُ والعَقْرَبُ والزُّهرَةُ ولها الثَّورُ والمِيزَانُ وَعَطارِدُ وَلَهُ الْجَوزَاءُ السُّنبلَةَ والْقَمَرُ وله السَّرطانُ الشَّمسُ وله الاَسَدُ والمُشْتَرى وَلَهُ القَوسُ والحُوتُ وزُحَلٌ ولهُ الجَدیُ والدَّلوُ ﴿وجعل فيها﴾ اَيْضًا ﴿سرجا﴾ هُوالشَّمسُ ﴿وقمرا منيرا (٦١)﴾ وَفِی قِرائةِ سُرُجًا بالجمع ای نَيِّراتٍ وَخُصَّ القَمَرُ مِنهَا بالذِّكرِ لِنَوعِ فَضِيلَةٍ ﴿وهو الذی جعل اليل والنهار﴾ ای يَخلِفُ كُلٌّ مِنهُمَا الْاٰخِرَ ﴿خلفة لمن اراد ان يذكر﴾ بالتَّشدِيدِ والتَّخفِيفِ كما تَقَدَّمَ ما فَاتَهُ فی احدِهِما مِن خَيرٍ فَيَفعَلَهُ فی الاٰخر ﴿اواراد شكورا (٦٢)﴾ ای شُكرًا لِنِعمَةِ رَبِّهٖ عليه فيهما ﴿وعباد الرحمن﴾ مُبتَداءٌ وَما بَعدَهُ صِفاتٌ لَهُ اِلى اولٰئكَ يُجزونَ غيرَ المُعتَرِضِ فيهِ ﴿الذين يمشون على الارض هونا﴾ ای بِسَكِينَةٍ و تَواضُعٍ ﴿واذا خاطبهم الجهلون﴾ بِما يُكرَهُونَهُ ﴿قالوا سلما (٦٣)﴾ ای قَولًا يَسلِمونَ فيهِ مِنَ الْاِثْمِ ﴿والذين يبيتون لربهم سجدا﴾ جَمعُ سَاجِدٍ ﴿وقياما (٦٤)﴾ بِمعنى قَائِمِينَ ای يُصَلُّونَ بِاللَّيلِ ﴿والذين يقولون ربنا اصرف عنا عذاب جهنم ان عذابها كان غراما (٦٥)﴾ ای لَازِمًا ﴿انها ساءت﴾ بِئسَتْ ﴿مستقرا ومقاما (٦٦)﴾ هِیَ ای مَوضعُ اِستِقرارٍ وَاِقَامَةٍ ﴿والذين اذا انفقوا﴾ عَلٰی عِيَالِهِمْ ﴿لم

یسرفوا ولم یقتروا ﴾بِفَتحِ اَوَّلِہٖ وضَمِّہٖ ای یَضِیقُوا ﴿وکان﴾اِنفاقِھِمْ﴿بین ذلک﴾الْاِسرافِ والاِقْتَارِ﴿قواما(۶۷)﴾وَسْطا﴿والذین لا یدعون مع اللہ الھا اخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہُ﴾قَتْلَھا﴿الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذلک﴾ای واحِدا مِنَ الثَّلٰثَۃِ﴿یلق اثاما (۶۸)﴾ای عُقُوبَۃً﴿یضعف﴾وَفِی قِرائَۃِ یُضَعَّفُ بِالتَّشْدِیدِ﴿لہ العذاب یوم القیمۃ ویخلد فیہ﴾بِجَزمِ الفِعلَینِ بَدَلا وَبِرَفْعِھِما اِسْتِینَافًا﴿مھانا (۶۹)﴾حَالٌ﴿الا من تاب وامن وعمل عملا صالحا﴾مِنھُمْ﴿فاولئک یبدل اللہ سیاتھم﴾المَذْکُورَۃَ﴿حسنت﴾فِی الْاٰخِرَۃِ﴿وکان اللہ غفورا رحیما(۷۰)﴾ای لَم یَزَل مُتَّصِفًا بِذلکَ﴿ومن تاب﴾مِن ذُنُوبِہٖ غَیرَ من ذُکِرَ﴿وعمل صالحا فانہ یتوب الی اللہ متابا(۷۱)﴾ای یَرجِعُ اِلَیہِ رُجُوعًا فَیُجازِیہِ خَیرا﴿والذین لا یشھدون الزور﴾ای الْکِذْبَ والْبَاطِلَ﴿واذا مروا باللغو﴾مِنَ الْکَلامِ القَبِیحِ وَغَیرِہٖ﴿مروا کراما(۷۲)﴾مُعرِضِینَ عَنہُ﴿والذین اذا ذکروا﴾وُعِظُوا﴿بایت ربھم﴾ای القُرانِ﴿لم یخروا﴾یَسقُطُوا﴿علیھا صما وعمیانا(۷۳)﴾بَل خَرُّوا سامِعِینَ نَاظِرِینَ مُنْتَفِعِینَ﴿والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا﴾بِالجَمعِ والْاِفرادِ﴿قرۃ اعین﴾لَنا بِاَنْ نَراھُمْ مُطِیعِینَ لَکَ﴿واجعلنا للمتقین اماما(۷۴)﴾فِی الْخَیرِ﴿اولئک یجزون الغرفۃ﴾الدَّرَجَۃَ فِی الجَنَّۃِ﴿بما صبروا﴾علٰی طَاعَۃِ اللہِ﴿ویلقون﴾بِالتَّشْدِیدِ والتَخفیفِ مع فَتحِ الیاءِ﴿فیھا﴾فی الغُرفَۃِ﴿تحیۃ وسلما(۷۵)﴾مِنَ المَلائِکَۃِ﴿خلدین فیھا حسنت مستقرا ومقاما(۷۶)﴾مَوضَعُ اِقَامَۃٍ لَھُم واُولٰئکَ وما بَعدَہٗ خَبرٌ عِبادُ الرحمنِ المُبتَداءِ﴿قل﴾یا مُحمدُ لِاھلِ مکۃَ﴿ما﴾نافیۃٌ﴿یعبؤا﴾یَکْتَرِثُ﴿بکم ربی لولا دعاؤکم﴾اِیاہُ فی الشدائِدِ فَیَکْشِفُھا﴿فقد﴾ای فَکیفَ یَعبَؤبِکُم وَقَد﴿کذبتم﴾الرَّسولَ والقرانَ﴿فسوف یکون﴾العَذابُ﴿لزاما(۷۷)﴾مُلازِمًا لَکُم فی الْاٰخرۃِ بَعدَ مَا یَحِلُّ بِکم فِی الدُّنیَا فَقُتِلَ مِنھُم یَومَ بَدرٍ سبعُونَ وجوابُ لولا دَلَّ علیہِ مَا قَبلُھَا.

﴿ترجمہ﴾

بڑی برکت والا (عظمت والا) ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے ...... (جو کہ بارہ ہیں یعنی (۱)...... حمل (۲)...... ثور (۳)...... جوزا (۴)...... سرطان (۵)...... اسد (۶)...... سنبلہ (۷)...... میزان (۸)...... عقرب (۹)...... قوس (۱۰)...... جدی (۱۱)...... دلو اور (۱۲)...... حوت۔ یہ سات گردش کرنے والے ستاروں کی منزلیں ہیں: (۱)...... مریخ کی منزل حمل اور عقرب ہے۔ (۲)...... زہرہ کی منزل ثور اور میزان ہے۔ (۳)...... عطارد کی منزل جوزاء اور سنبلہ ہے۔ (۴)...... قمر کی منزل سرطان ہے۔ (۵)...... شمس کی اور (۶)...... مشتری کی قوس اور حوت ہے۔ اور (۷)...... زحل کی منزل جدی اور دلو ہے) اور ان میں (یعنی آسمان میں) چراغ (یعنی سورج) رکھا اور چمکتا چاند (ایک قرأت میں سراجا کو سُرجا جمع بھی پڑھا گیا ہے یعنی چمکتے ستارے جبکہ ان تمام ستاروں میں سے خاص طور پر چاند کا تذکرہ بقیہ ستاروں پر فضیلت کی وجہ سے ہے) اور وہی ہے جس نے رات اور دن کی بدلی رکھی (یعنی دن رات میں سے ہر ایک دوسرے کے بعد آتا ہے) اس کے لیے جو دھیان کرنا چاہے (یذکر کے ذال کو تشدید اور تخفیف دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، یعنی دن اور رات دونوں میں سے کسی ایک میں کوئی بھلائی کا کام نہ کیا جا سکے تو دوسرے وقت میں

اسے بجالایا جائے) یا شکر کا ارادہ کرے (اپنے رب کی نعمت کا جو اس پر ان دونوں اوقات میں ہوتی ہے) اور رحمٰن کے وہ بندے (عباد الرحمٰن مبتدا ہے جبکہ اس کے مابعد آیات اولٰئک یجزون تک جملہ معترضہ کے علاوہ سب جملے اس کی صفات ہیں) کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں (اطمینان اور عجز و انکساری کے ساتھ) اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں (جس کو وہ ناپسند کرتے ہوں) تو کہتے ہیں بس سلام (یعنی ایسی بات کہتے ہیں جس میں وہ گناہ سے بچ جاتے ہیں) اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لیے سجدے (سُجّدا جمع ہے ساجد کی) اور قیام میں (قیاما بمعنی قائمین ہے یعنی رات کو نماز پڑھتے ہیں......۲......) اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے پھیر دے جہنم کا عذاب، بیشک اس کا عذاب گلے کا غل ہے (یعنی ایسا پھندہ ہے جو اترنے والا نہیں بلکہ اسی کا ہی ایک لازمی حصہ بن جانے والا ہے) بیشک وہ بہت ہی بری (ساءت بمعنی بئست ہے) ٹھہرنے کی (یعنی اقامت و رہائش اختیار کرنے کی) جگہ ہے، اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں (اپنے اہل و عیال پر) نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں (لم یقتروا میں یا پر فتح اور ضمہ دونوں صحیح ہیں، اور یہ یضیقوا کے معنی میں ہے) اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں......۳......(قواما بمعنی وسطا ہے) اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور اس جان کو ناحق نہیں مارتے جس کی اللہ نے حرمت رکھی (یعنی کسی جان کو ناحق قتل نہیں کرتے) اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے (یعنی مذکورہ تینوں کاموں میں سے کوئی ایک بھی) وہ سزا پائے گا (اثامًا بمعنی عقوبۃً ہے) بڑھایا جائے گا (یضعف ایک قرأت میں تشدید کے ساتھ یضعّف ہے) اس پر عذاب قیامت کے دن اور ہمیشہ اس میں رہے گا (یضاعف اور یخلد دونوں بدل ہوں تو مجزوم ہوں گے اور جملہ مستانفہ ہوں تو مرفوع ہوں گے) ذلت سے (مهانًا بھی حال ہے) مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے (ان میں سے) تو اللہ ایسوں کی برائیوں کو (جو مذکور ہوئیں) بھلائیوں سے بدل دے گا (آخرت میں......۴......) اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (یعنی اللہ تعالیٰ ان صفات سے متصف ہے) اور جو توبہ کرے (اپنے گناہوں سے، اس سے مراد وہ شخص نہیں کہ جس کا ابھی تذکرہ ہوا ہے) اور اچھا کام کرے تو وہ اللہ کی طرف رجوع لایا جیسی چاہیے تھی (یعنی جو بارگاہِ ربوبیت ﷻ کی جانب رجوع کرتا ہے تو وہ اسے اچھا بدلہ عطا فرماتا ہے) اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے......۵......(الزور بمعنی الکذب و الباطل ہے) اور جب گزرتے ہیں بیہودہ (کسی کام پر یعنی برے کلام اور مجلس وغیرہ) پر، گزر جاتے ہیں اپنی عزت سنبھالے (یعنی ان سے اعراض کرتے ہوئے) اور وہ کہ جب کہ انہیں یاد دلائی جائیں (ذکروا بمعنی وعظوا ہے، یعنی انہیں نصیحت کی جائیں) ان کے رب کی آیتیں (قرآنِ کریم کی) تو نہیں گرتے (یخرّوا بمعنی یسقطوا ہے) ان پر بہرے اندھے ہو کر (بلکہ کانوں سے سنتے ہوئے، آنکھوں سے دیکھتے ہوئے اور ان سے نفع اٹھاتے ہوئے ان پر عمل کرتے ہیں) اور وہ جو عرض کرتے ہیں، اے ہمارے رب! ہمیں دے ہماری بیبیوں اور اولاد سے (ذرّیتنا جمع بھی پڑھا گیا ہے اور مفرد بھی) آنکھوں کی ٹھنڈک (ہمارے لئے، اس طرح کہ ہم انہیں تیرا مطیع و فرمانبردار دیکھیں) اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا (بھلائی کے کاموں میں) ان کو جنت کا سب سے اونچا بالا خانہ انعام ملے گا (الغرفۃ سے مراد جنت کا ایک اعلیٰ درجہ ہے) بدلہ ان کے صبر کا (اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر) اور ان کی پیشوائی ہوگی (یلقون یا کے فتح کے ساتھ ساتھ تشدید اور تخفیف دونوں طرح پڑھا گیا ہے) وہاں (جنت میں) مجرے اور سلام کے ساتھ (فرشتوں کی جانب سے) ہمیشہ اس میں رہیں گے، کیا ہی اچھی ٹھہرنے اور بسنے کی جگہ (ہے یعنی ان کے رہائش اختیار کرنے کی جگہ ہے، جبکہ اولٰئک اور اس کا مابعد عباد الرحمن مبتدا کی خبر ہے) تم فرماؤ (اے سرورِ دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ! مکہ والوں کو) نہیں (ما نافیہ ہے) تمہاری کچھ قدر (یعبؤ بمعنی یکترث ہے) میرے رب کے یہاں اگر تم اسے نہ پوجو (مصائب میں کہ وہ انہیں دور فرما دے) تو (یعنی وہ کیسے تمہاری پرواہ کرے حالانکہ) تم نے تو جھٹلایا (ہے رسولِ خدا ﷺ اور قرآن

کریم کو) تو اب ہوگا وہ (عذاب) کہ لپٹ رہے گا (یعنی لازم رہے گا آخرت میں بھی بعد اس کے کہ دنیا میں بھی تم پر نازل رہا، پس ان میں سے بدر کے دن ستر (۷۰) کافر مارے گئے، لولا کے جواب پر اس کا ماقبل دلالت کر رہا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿تبرک الذی جعل فی السماء بروجا وجعل فیها سرٰجا وقمرا منیرا٥﴾

تبرک: فعل، الذی: موصول، جعل فی السماء بروجا: فعل با فاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعل فیها: فعل با فاعل ظرف لغو، سراجا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، قمرا منیرا: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وهو الذی جعل الیل والنهار خلفة لمن اراد ان یذکر او اراد شکورا٥﴾

و: عاطفہ، هو: مبتدا، الذی: موصول، جعل: فعل با فاعل، الیل والنهار: مفعول اول، خلفة: موصوف، ل: جار، من: موصولہ، اراد ان یذکر: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، اراد شکورا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض هونا واذا خاطبهم الجهلون قالوا سلما٥﴾

و: مستانفہ، عباد الرحمن: مبتدا، الذین: موصول، یمشون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، هونا: حال، ملکر فاعل، علی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، خاطبهم الجهلون: فعل ومفعول فاعل ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، قالوا سلما: جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر شرطیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿والذین یبیتون لربهم سجدا وقیاما٥﴾

و: عاطفہ، الذین: موصول، یبیتون: فعل ناقص با اسم، لربهم سجدا: شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، قیاما: معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر ماقبل "الذین یمشون" پر معطوف ہے۔

﴿والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جهنم ان عذابها کان غراما٥﴾

و: عاطفہ، الذین: موصول، یقولون: قول، ربنا: نداء، اصرف عنا عذاب جهنم: فعل امر با فاعل وظرف لغو، ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر ماقبل "الذین یمشون" پر معطوف ہے، ان عذابها: حرف مشبہ واسم، کان غراما: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ مستانفہ۔

﴿انها ساءت مستقرا ومقاما٥﴾

انها: حرف مشبہ واسم، ساءت: فعل ھی ضمیر، مستقرا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، مقاما: معطوف، ملکر تمیز، ملکر فاعل ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مبتدا محذوف "ھی" کیلئے خبر ملکر جملہ اسمیہ خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما٥﴾

و: عاطفہ، الذین: موصول، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، انفقوا: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، لم یسرفوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لم یقتروا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر شرطیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کان: فعل ناقص "هو" ضمیر مستتر راجع بسوئے "الانفاق" اسم، بین ذلک: ظرف متعلق بمحذوف حال مقدم، قواما: ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ

معطوف،ملکر صلہ،ملکر ماقبل "الذین یمشون" پر معطوف ہے۔

﴿والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا اٰخر و لا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون﴾

و: عاطفہ، الذین: موصول، لا یدعون: فعل نفی با فاعل، مع اللہ: ظرف، الٰھا اخر: مفعول، ملکر جملہ ف علیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا یقتلون: فعل نفی با فاعل، النفس: موصوف، التی حرم اللہ: موصول صلہ: ملکر صفت ملکر مفعول، الا: اداۃ حصر، بالحق: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، لا یزنون: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر صلہ ملکر ماقبل "الذین یمشون" پر معطوف ہے۔

﴿ومن یفعل ذلک یلق اثاما ۝ یضعف لہ العذاب یوم القیمۃ ویخلد فیہ مھانا ۝ الا من تاب وامن وعمل عملا صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنت﴾

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، یفعل ذلک: جملہ فعلیہ شرط، یلق اثاما: فعل با فاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مبدل منہ، یضعف لہ: فعل مجہول و ظرف لغو، العذاب: نائب الفاعل، یوم القیمۃ: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یخلد: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، مھانا: حال، ملکر مستثنی منہ، الا: حرف استثناء، من: موصولہ، تاب وامن وعمل عملا صالحا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ومعطوفین، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، اولئک: مبتدا، یبدل اللہ: فعل وفاعل، سیاتھم: مفعول اول، حسنت: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مستثنی، ملکر فاعل ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، ملکر بدل، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وکان اللہ غفورا رحیما ۝ ومن تاب وعمل صالحا فانہ یتوب الی اللہ متابا ۝﴾

و: مستانفہ، کان اللہ: فعل ناقص واسم، غفورا رحیما: خبران، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، تاب: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، وعمل صالحا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، ف: جزائیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، یتوب الی اللہ متابا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿والذین لا یشھدون الزور واذا مروا باللغو مروا کراما ۝﴾

و: عاطفہ، الذین: موصول، لا یشھدون الزور: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ مفعول فیہ مقدم، مروا باللغو: فعل با فاعل و ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، مروا: فعل ضمیر ذوالحال، کراما: حال ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر ماقبل "الذین یمشون" پر معطوف ہے۔

﴿والذین اذا ذکروا بایت ربھم لم یخروا علیھا صما وعمیانا ۝﴾

و: عاطفہ، الذین: موصول، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، ذکروا: فعل با نائب الفاعل، بایت ربھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، لم یخروا: فعل نفی واؤ ضمیر ذوالحال، صما: معطوف علیہ، و: عاطفہ، عمیانا: معطوف، ملکر حال، ملکر فاعل، علیھا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر صلہ، ملکر "الذین یمشون" پر معطوف ہے۔

﴿والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما ۝﴾

و: عاطفہ، الذین: موصول، یقولون: قول، ربنا: نداء، ھب لنا: فعل امر با فاعل و ظرف لغو، من: جار، ازواجنا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ذریتنا: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال مقدم، قرۃ اعین: ذوالحال، ملکر مفعول، جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اجعلنا: فعل امر با فاعل و مفعول، للمتقین: ظرف مستقر حال مقدم، اماما: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ

معطوف،ملکر مقصود بالنداء،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر صلہ،ملکر ماقبل "الذین یمشون" پر معطوف ہے۔

﴿اولئک یجزون الغرفة بما صبروا ویلقون فیھا تحیة وسلما ٥ خلدین فیھا﴾

اولئک: مبتدا،یجزون: فعل مجہول بانائب الفاعل،الغرفة: مفعول ثانی،بما صبروا: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،یلقون: فعل مجہول واؤ ضمیر ذوالحال،خلدین فیھا: شبہ جملہ حال،ملکر نائب الفاعل،فیھا: ظرف مستقر حال مقدم،تحیة: معطوف علیہ،و: عاطفہ،سلما: معطوف،ملکر ذوالحال،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر ماقبل "للمتقین" سے حال ہے۔

﴿حسنت مستقرا ومقاما﴾

حسنت: فعل "ھی" ضمیر ممیز،مستقرا: معطوف علیہ،و: عاطفہ: مقاما: معطوف،ملکر تمیز،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مبتدا محذوف "ھی" کیلئے خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل ما یعبؤا بکم ربی لولا دعاؤکم﴾

قل: قول،ما: استفہامیہ مفعول مطلق مقدم،یعبؤا بکم ربی: فعل وظرف وفاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،لولا: شرطیہ،دعاؤکم: مبتدا محذوف الخبر "موجود" ملکر جملہ اسمیہ ہوکر جزا محذوف "فما یعبؤا بکم ربی" کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فقد کذبتم فسوف یکون لزاما﴾

ف: فصیحیہ،قد: تحقیقیہ،کذبتم: جملہ فعلیہ شرط محذوف "انی اذا اعلمتکم انی لا اعتدبکم" کیلئے جزا،ملکر جملہ شرطیہ،ف: عاطفہ،سوف: حرف استقبال،یکون لزاما: فعل ناقص بااسم وخبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

برج کی تحقیق:

[۱]...... محل کو بھی برج کہتے ہیں،آسمانی منزلیں طے کرنے والے ستاروں کو بھی بُرج کہتے ہیں،﴿والسماء ذات البروج(بروج:۱)﴾،﴿الذی جعل فی السماء بروجا(الفرقان:۶۱)﴾،﴿ولو کنتم فی بروج مشیدة (الانساء:۷۸)﴾،یہ بھی درست ہے کہ بروج سے زمینی یا آسمان کے ستاروں کو مراد لیا جائے۔ (المفردات، ص ۵۲)

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بستانہ نامی ایک یہودی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا اے محمد! (ﷺ)، مجھے ان ستاروں کے نام بتائیں جن کو حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تھا، نبی کریم ﷺ خاموش رہے اور آپ ﷺ نے کوئی جواب نہیں دیا،اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ ﷺ کو ان ستاروں کے نام بتائے، پھر رسول کریم ﷺ نے اس یہودی کو بلوایا اور فرمایا: اگر میں تم کو ان ستاروں کے نام بتادوں تو تم مان لوگے؟ اس نے کہا ہاں! آپ ﷺ نے نام بتائے جربان، الطارق، الذیال ،ذوالکتفین ،قابس، وثاب، عمودان، الفلیق، المصبح، الضروح، ذوالفرغ ،الضیاء ،اور النور،اس یہودی نے کہا کہ اللہ کی قسم! ان ستاروں کے یہی نام ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۲،ص ۵۸۳)

اسلام میں ستاروں کی تاثیر ماننا کفر اور باطل ہے،حضرت زید بن خالد جہنی بیان کرتے ہیں سید عالم ﷺ نے ہمیں حدیبیہ میں صبح کی نماز پڑھائی، آسمان پر رات کی بارش کے اثرات تھے،آپ نماز سے فارغ ہوکر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے، پھر فرمایا: "تم جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا"؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں،آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ نے ارشاد

فرمایا ہے میرے بعض بندوں نے صبح کی تو وہ مجھ پر ایمان لانے والے بھی تھے اور میرا کفر کرنے والے بھی تھے، سو جس نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی ہے وہ مجھ پر ایمان لانے والا ہے اور سیارہ (ستارہ) کا کفر کرنے والا ہے اور جس نے کہا فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے، وہ میرا کفر کرنے والا ہے اور ستارہ پر ایمان لانے والا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب: یستقبل الامام الناس، رقم: ۸٤٦، ص ۱۳۷)

نیکوں کی خصوصیات:

ع......الفرقان آیت نمبر ۶۲ تا ۶۴ اللہ نے نیک بندوں کی چند خصوصیات کا بیان کیا ہے، جو کہ ذیل میں ترتیب وار درج کی جاتی ہے:

دن ورات اللہ کی عبادت میں مشغول رہنا:

جہاں مسلمان پر دن ورات میں کچھ فرائض متعین ہیں وہیں ایسے مسلمان بھی ہیں جو دن ورات میں نوافل کی کثرت کرتے ہیں، ان نوافل پڑھنے والوں کی اللہ اور اس کے رسول نے بڑی مدح سرائی فرمائی ہے چنانچہ حدیث قدسی میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرے، اسے میں نے لڑائی کا اعلان دے دیا اور میرا بندہ کسی چیز سے اس قدر تقرب حاصل نہیں کرتا جتنا فرائض سے ہوتا ہے اور نوافل کے ذریعے ہمیشہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے محبوب بنالیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو اسے دوں گا اور پناہ مانگے تو پناہ دوں گا''۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: التواضع، رقم: ۶۵۰۲، ص ۱۱۲۷)

☆......ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہ روایت کرتی ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''فجر کی دو سنتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں''۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب: استحباب رکعتی سنۃ الفجر، رقم: (۱۵۷۲)/۷۲۵، ص ۳۳۳)

☆......ام المومنین ام حبیبہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ظہر سے پہلے چار اور بعد میں چار رکعتوں پر محافظت کرے، اللہ عزوجل اس کو آگ پر حرام فرمادے گا''۔

(سنن النسائی، کتاب قیام اللیل، باب: اختلاف علی اسماعیل بن ابی خالد، رقم: ۱۸۱۳، ص ٤٤۹)

☆......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اس شخص پر رحم کرے، جس نے عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں''۔

(سنن ابی داؤد، کتاب التطوع، باب: الصلوۃ قبل العصر، رقم: ۱۲۷۱، ص ۲٤۱)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے اور ان کے درمیان کوئی بُری بات نہ کہے، تو بارہ برس کی عبادت کے برابر کی جائیں گی''۔

(جامع الترمذی، کتاب الصلوۃ، باب: ما جاء فی فضل التطوع برقم: ٤۳۵، ص ۱٤۹)

☆......حضرت ابو قتادہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مسجد میں داخل ہو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے''۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب: اذا دخل المسجد فلیرکع رکعتین، رقم: ٤٤٤، ص ۷۷)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص وضو کرے اور اچھا وضو کرے اور ظاہر و باطن کے ساتھ متوجہ ہو کر دو رکعت پڑھے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے''۔ (صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الذکر المستحب عقب الوضوء، رقم: (٤٤١)/۲۳٤، ص ۱۳۸)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جو فجر کی نماز جماعت سے پڑھ کر ذکر خدا میں مصروف رہا، یہاں

تک کہ آفتاب بلند ہو گیا پھر دو رکعت پڑھیں تو اسے پورے حج و عمرہ کا ثواب ملے گا"۔
(جامع الترمذی، کتاب السفر، باب: ما ذکر مما یستحب من الجلوس فی المسجد، رقم ۵۸۶، ص ۱۹٤)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں اللہ ﷻ اس کے لئے جنت میں سونے کا محل بنائے گا"۔
(جامع الترمذی، کتاب الوتر، باب: ما جاء فی صلوۃ الضحی، رقم: ٤٧٢، ص ١٦٠)

☆......سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "فرضوں کے بعد افضل نماز رات کی ہے"۔
(صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب: فضل صوم المحرم، رقم: (٢٦٤٤)/١١٦٣، ص ٥٣٥)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص رات میں بیدار ہو اور اپنے اہل کو جگائے پھر دونوں دو دو رکعت پڑھیں تو کثرت سے یاد کرنے والوں میں لکھے جائیں گے"۔
(المستدرک للحاکم، کتاب صلوۃ التطوع، باب تودیع المنزل برکعتین، رقم: ١١٨٩، ج ٢، ص ٤٥٨)

عاجزانہ متواضعانہ چال چلنا:

زمین پر آرام سے چلنا، مراد یہ ہے کہ تواضع کے ساتھ عاجزانہ طور پر چلتے ہیں نہ کہ اکڑتے، تکبر کرتے ہوئے۔ نیک بندے جس طرح ظاہری عبادات سے مزین ہوتے ہیں اسی طرح باطنی خباثتوں سے بھی خود کو بچاتے ہیں اور اس میں تواضع وانکساری کی بڑی اہمیت ہے۔

☆......سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: "بیشک اللہ ﷻ نے میری طرف وحی فرمائی کہ تم لوگ اتنی عاجزی اختیار کرو یہاں تک کہ تم میں سے کوئی کسی پر فخر کرے نہ کوئی کسی پر ظلم کرے"۔
(صحیح مسلم، کتاب الجنة و نعیمها، باب: صفات التی یصرف بها، رقم: (٧١٠٤)/ ٢٨٦٥، ص ١٤٠٤)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جب بندہ تواضع کرتا ہے اللہ ﷻ اس کا درجہ ساتویں آسمان تک بلند فرماتا ہے"۔
(کنزالعمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، باب: التواضع، رقم: ٥٧١٧، ص ٤٩)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "کھردرا اور تنگ لباس پہنا کرو تا کہ عزت افزائی اور فخر کو تم میں جگہ نہ ملے"۔
(کنزالعمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، رقم: ٥٧٢٨، ص ٤٩)

☆......ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں نے کوہِ صفا کے قریب ایک شخص کو خچر پر سوار دیکھا، کچھ غلام اس کے سامنے سے لوگوں کو دور کر رہے تھے، پھر میں نے اسے بغداد میں اس حالت میں پایا کہ وہ ننگے پاؤں اور حسرت زدہ تھا نیز اس کے بال بھی بہت بڑھے ہوئے تھے، میں نے اس سے پوچھا: "اللہ ﷻ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ بولے: "میں نے ایسی جگہ رفعت چاہی جہاں لوگ عاجزی کرتے ہیں تو اللہ ﷻ نے مجھے ایسی جگہ رسوا کر دیا جہاں لوگ رفعت پاتے ہیں"۔

جہالت سے بچنا:

علماء فقہ نے جہالت کو اسباب تخفیف وتیسیر میں شامل کیا ہے اور یہ اسباب عوارض مکتسبہ کی وجہ سے ہیں، جو کہ سات ہیں جہل، سکر، ہزل، سفہ (مقتضائے شرع یا مقتضائے عقل)، سفر، خطاء، اکراہ۔
جہل کئی قسم کا ہوتا ہے، جن میں بعض جہل تیسیر وتخفیف کے لئے عذر نہیں ہوتا اور بعض جہل عذر مسموع ہیں، کافر کا جہل اس کے عدم ایمان کے لئے عذر مسموع نہیں، ایسے ہی اصحاب الھوی کا جہل صفات الٰہیہ اور احکام آخرت نہ ماننے میں عذر نہیں اور امام برحق

کے خلاف بغاوت کرنے میں باغی کا جہل عذر مسموع نہیں جب کہ وہ دلیل فاسد کا سہارا لے کر بغاوت کر رہا ہو، وہ امور جن میں شرع نے جہل کو عذر مسموع تسلیم کیا ہے اور اس بنیاد پر تخفیف دی ہے، یہ ہیں: (۱)...... جیسے وہ مسلمان جو دار الحرب میں ہے اور وہاں سے ہجرت کرنے سے معذور رہا، وہ اپنے جہل کی وجہ سے اسلام کے احکام وعبادات پر عمل نہ کر سکے وہ نہ تو گنہگار ہے اور نہ ہی اس پر قضاء واجب۔ (۲)...... ایسے ہی وہ شخص جو دار الحرب میں مسلمان ہوا اور احکام اسلام پر اپنے جہل کی وجہ سے عمل نہ کر سکے تو اس پر گناہ نہیں۔ (۳)...... حق شفعہ رکھنے والا متعلقہ جائیداد کی بیع سے جاہل رہا تو اس کا یہ جہل عذر ہے اسے شفعہ حاصل رہے گا۔ (۴)...... باندی اپنے آزاد ہونے یا صاحب خیار ہونے سے جاہل رہی تو اس کا جہل عذر مسموع ہے اس کو خیار حاصل رہے گا۔ (۵)...... وہ صغیر و صغیرہ جن کا نکاح ان کے باپ یا دادا کے علاوہ کسی اور نے کیا ہو، بالغ ہوتے ہی انہیں اسے جائز یا باطل کرنے کا اختیار ہے لیکن اگر وہ بلوغ کے وقت اس نکاح سے جاہل رہے تو یہ جہل عذر مسموع ہے ان کو اختیار حاصل رہے گا۔ (بہار شریعت مخرجہ، ج۳، حصہ ۱۹، ص ۱۰۷۷)

اسلام میں میانہ روی کی اہمیت:

۳...... اسراف کہتے ہیں: ''ہر وہ کام جس میں انسان حد سے تجاوز کر جائے، اگر چہ اس کا مشہور اطلاق حد سے زیادہ خرچ کرنے پر ہوتا ہے''۔ اقتار کہتے ہیں: ''خرچ میں کمی کرنا اور یہ اسراف کا مد مقابل ہے اور دونوں ہی مذموم ہیں''۔ (المفردات، ص ۲۳٦)

شریعت مطہرہ نے میانہ روی کا حکم ارشاد فرمایا، انسان میانہ روی سے کام لے اور افراط و تفریط سے گریز کرے، جائز امور میں بڑھ چڑھ کر خرچ کرے کہ لا اسراف فی الخیر اور ناجائز و غلط بیکار کاموں میں خرچ نہ کرے کہ لا خیر فی الاسراف۔

☆...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنی ہر پسندیدہ چیز کھاؤ یہ بھی اسراف ہے''۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الاطعمة، باب من الاسراف ان تاكل، رقم: ٣٣٥٢، ص ٥٦٣)

☆...... سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''نیک سیرت، اطمنان، اور اعتدال (میانہ روی) نبوت کے چوبیس اجزا میں سے ایک جزء ہے''۔

(سنن الترمذی، كتاب البر والصلة، باب: ما جاء في التاني، رقم: ٢٠١١، ص ٥٩١)

☆...... سید عالم ﷺ نے ان تین باتوں سے منع فرمایا: ''بے جا کلام کرنے، بہت زیادہ سوال کرنے، مال ضائع کرنے (یعنی فضول خرچ کرنے سے)''۔ (صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب: ما نكره من قيل وقال، رقم: ٦٤٧٣، ص ١٢٣)

اللہ ﷻ کا گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں عطا فرمانا:

۴...... اس آیت سے ثابت ہوتا کہ اگر اللہ ﷻ کرم فرمائے تو نہ صرف یہ کہ وہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے بلکہ گناہوں کے بدلہ میں نیکیاں عطا فرما دیتا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں جنت میں جائے گا اور وہ جس کو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا، اس کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کے سامنے اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس کے بڑے بڑے گناہوں کو مخفی رکھا جائے گا، اس سے کہا جائے گا تو نے فلاں فلاں دن یہ یہ کام کیئے تھے، وہ ان گناہوں کا اقرار کرے گا اور انکار نہیں کرے گا اور وہ دل میں اپنے بڑے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا، پھر کہا جائے گا کہ اس کو اس کے ہر گناہ کے بدلہ میں نیکی دے دو، تب وہ کہے گا اے میرے رب! میرے تو بڑے بڑے گناہ ہیں جن کو میں یہاں پر نہیں دیکھ رہا''، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ ہنس رہے تھے، یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں نظر آ رہی تھیں۔

(صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب: ادنى اهل الجنة منزلة فيها، رقم: (٣٥٥)/ ١٩٠، ص ١١٨)

☆...... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ ﷻ سے ڈرتے رہو! اگر کوئی

گناہ ہو جائے تو اس کے بعد کوئی نیکی کر لو وہ نیکی گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آئے۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب:ما جاء فی معاشرۃ الناس، رقم:۱۹۹۴،ص۵۸۶)

جھوٹی گواہی کی مذمت:

۵...... جھوٹی گواہی کی مذمت میں درج ذیل چار فرامین مصطفی ﷺ پیش خدمت ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

☆...... حضرت سیدنا ابوبکرہ نفیع بن حارث فرماتے ہیں کہ ہم سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا: ''کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کے متعلق نہ بتاؤں''؟ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! ضرور ارشاد فرمائیں، ارشاد فرمایا: ''وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا ہے''۔ آپ ﷺ ٹیک لگائے تشریف فرما تھے پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: ''یاد رکھو! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا بھی (کبیرہ) گناہ ہے''۔ (راوی کہتے ہیں) آپ ﷺ بار بار یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم کہنے لگے کہ کاش! آپ ﷺ خاموشی اختیار فرمائیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الشھادات، باب :ما قیل فی شھادۃ الزور، رقم: ۲۶۵۴،۲/۲۳۰)

☆...... سید عالم ﷺ نے کبیرہ گناہوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ عزوجل کے ساتھ شریک ٹھہرانا، کسی جان کو قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا کبیرہ گناہ ہیں''، پھر فرمایا: ''کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتاؤں؟ اور وہ جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا ہے''۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب:عقوق الوالدین من الکبائر، رقم:۵۹۷۷،ص۱۰۴۷)

☆...... سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: ''جس نے کسی مسلمان کے خلاف ایسی گواہی دی جس کا وہ اہل نہیں تھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے''۔ (المسند للامام احمد، مسند ابی ھریرہ، رقم: ۱۰۶۲۲،ج۳،ص۵۸۵)

☆...... سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: ''(بروزِ قیامت) جھوٹی گواہی دینے والے کے قدم اپنی جگہ سے نہیں ہٹیں گے حتی کہ اس کے لئے جہنم واجب ہو جائے گی''۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الشادات، باب:شھادۃ الزور، رقم: ۲۳۷۳،ص۴۰۵)

اغراض:

تعاظم: کا مفرد عظمۃ ہے، جس ذات میں متذکرہ صفات ہوں وہ کبریائی اور عظمت میں یکتا ہوتا ہے، ماقبل گزر چکا کہ لفظ ''تبارک'' اپنے اندر صفات جامعہ لئے ہوئے ہے اور اس کی تفسیر ہر مقام پر حسب مناسب ہوتی رہتی ہے۔

ای نیرات: محذوف موصوف کی صفت ہے، اصل عبارت کواکب نیرات ہے، اور اس میں قمر (چاند) بھی داخل ہے۔

ای یخلف کل منھما الاخر: یعنی ہر آخر اول کا خلیفہ ہوتا ہے، پس ہر رات و دن دوسرے کے خلیفہ ہوتے ہیں۔

ما فاتہ فی احدھما من خیر: پس جب کوئی خیر کا کام رات سے فوت ہو جائے تو دن اسے پالیتا ہے اور جب دن سے فوت ہو جائے تو رات اسے پالیتی ہے، مثلاً فرائض و سنن وغیرہ۔

ای یصلون باللیل: یہ فضیلت عشاء و فجر با جماعت ادا کرنے سے حاصل ہوگی اور جو رات کو نماز کی کثرت کرے تو اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔

ای لازما: جہنم میں کافروں کو جانا کلیتا ہے، یعنی انہیں ہمیشہ عذاب میں رہنا ہے جب کہ مومنین گناہگاروں کے حق میں جہنم سے خروج یقینی ہے۔ **ای یضیقوا:** یعنی اپنے عیالداروں اور دیگر دلتمندوں (محتاجوں) پر بھی تنگی کا معاملہ نہیں کرتے۔

بل خروا سامعین: اس جملے میں اس جانب اشارہ پایا جا رہا ہے کہ مذکورہ نفی قید کے ساتھ لاحق ہوگی اور وہ قید ﴿صما

وعمیانا ﴾ ہے، معنی یہ ہے کہ جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو اپنی آخرت کو یاد کرتے ہیں اور غافل نہیں ہوتے، کہ انہیں گونگے بہرے ہونے کی صفت سے متصف کیا جائے۔

الملائکۃ: مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے جنت میں فرشتوں کی طرف سے تحیت (سلامتی) ہوگی، اور انہیں طویل حیات اور آفات سے سلامتی کی جانب بلایا جائے گا، اس بارے میں اختلاف ہے کہ "تحیت وسلاما" کے معنی متحد ہیں یا مختلف ہیں، پس تحیت کے معنی اکرام، ھدایا، تحائف، سلام ودعاء ہے پس یہ اکرام فرشتوں کی جانب سے ہوں یا اللہ کی جانب سے، یا ان میں سے بعض کی جانب سے بعض اور بعض دیگر دوسرے کی جانب سے، جیسا کہ ظاہر ہے کہ (فرشتے اللہ ہی کے حکم کے پیروکار ہیں)۔

فقتل منہم یوم بدر سبعون: شیخین نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ پانچ علامات بیان ہوئی ہیں، الدخان، اللزام، الروم، البطشۃ، القمر، پس ان پانچ علامات کو قیامت کے وقوع کے لئے علامت قرار دیا گیا ہے۔ پس اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿یوم تاتی السماء بدخان مبین ﴾ مراد اس سے وہ چیز ہے جو "الدخان" (یعنی دھوئیں) کے مشابہ ہوگی، اور روایت ہے کہ قریش کو بھوک کی شدت پہنچی، اور ان لوگوں نے اپنے اور آسمان کے مابین دھواں دیکھا، ﴿اقترب الساعۃ وانشق القمر﴾، ﴿غلبت الروم فی ادنی الارض ﴾، ﴿یوم نبطش البطشۃ الکبری ﴾ مراد یوم بدر میں قتل ہونا ہے اور اللزام سے یوم بدر میں قید کئے جانے کا معاملہ مراد لیا گیا ہے۔

(الصاوی، ج٤، ص٢١٩ وغیرہ)

ایک اہم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

مَرد کے لیے ریشمی لباس کا حکم:

ریشم کے کپڑے مرد کے لئے حرام ہیں، بدن اور کپڑوں کے درمیان کوئی دوسرا کپڑا حائل ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں حرام ہیں اور جنگ کے موقع پر بھی نرے ریشم کے کپڑے حرام ہیں، ہاں اگر تانا سوت ہو اور بانا ریشم تو لڑائی کے موقع پر پہننا جائز ہے اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہو تو ہر شخص کے لئے ہر موقع پر جائز ہے۔ مجاہد اور غیر مجاہد دونوں پہن سکتے ہیں۔ لڑائی کے موقع پر ایسا کپڑا پہننا جس کا بانا ریشم ہو اس وقت جائز ہے جب کہ کپڑا موٹا ہو اور اگر باریک ہو تو ناجائز ہے کہ اس کا جو فائدہ تھا اس صورت میں وہ نہ ہوگا۔

(الھدایۃ مع بدایۃ المبتدی، کتاب الکراھیۃ فصل فی اللبس، ج٧، ص١٩٢)

تانا ریشم ہو اور بانا سوت مگر کپڑا اس طرح بنایا گیا ہو کہ ریشم ہی ریشم دکھائی دیتا ہو تو اس کا پہننا مکروہ ہے، بعض قسم کی مخمل ایسی ہوتی ہے کہ اس کے روئیں ریشم کے ہوتے ہیں، اس کے پہننے کا بھی یہی حکم ہے، اس کی ٹوپی اور صدری وغیرہ نہ پہنی جائے۔ ریشم کے بچھونے پر بیٹھنا، لیٹنا اور اس کا تکیہ لگانا بھی ممنوع ہے، اگرچہ پہننے میں بہ نسبت اس کے زیادہ برائی ہے مگر در مختار میں اسے مشہور کے خلاف لکھا ہے اور ظاہر یہی ہے کہ یہ جائز ہے۔ عورت کو ریشم پہننا جائز ہے اگرچہ خالص ریشم ہو اور اس میں سوت کی آمیزش بالکل نہ ہو۔

(بہار شریعت مخرجہ ملبس کا بیان، حصہ: ١٦، ج٣، ص١٠، وغیرہ)

سورۃ الشعراء مکیۃ الا (والشعراء ...... الخ)، فمدنی وھی مائتان وسبع وعشرون آیۃ

سورۃ الشعراء مکی ہے، سوائے ﴿والشعراء ...... الخ﴾ جو کہ مدنی ہے، اس میں دوسوستائیس آیات ہیں

تعارف سورۃ الشعراء

اس سورت میں گیارہ رکوع، ۲۲۷ آیات، ۱۲۷۹ کلمات، ۵۵۴۰ حروف ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ طٰہٰ کے بعد سورۃ الواقعہ اور اس کے بعد سورۃ الشعراء نازل ہوئی۔ بعض علماء کے نزدیک اس سورت کی چار آیتیں جو کہ ﴿والشعراء یتبعھم ...... الخ﴾ سے شروع ہوتی ہیں مدنی ہیں۔ سید عالم ﷺ دن بھر اپنی قوم کو دین اسلام کی دعوت دیتے، ان کے شکوک وشبہات کا جواب دیتے، قرآن پڑھ پڑھ کر سناتے اور جب رات کی تاریکی ہر سو پھیل جاتی تو یادِ الٰہی میں منہمک ہو جاتے، ساری ساری رات قیام ورکوع وسجود میں گزار دیتے۔ بس زندگی یونہی گزر رہی تھی لیکن دوسری جانب کفارِ ناہنجار کی سخت دلی اور ہٹ دھرمی نے دلِ بے کینہ کو پرملال کر دیا تھا، خاطر مبارک پر غم ودکھ رہتا تھا، اللہ ﷻ نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کی خاطر داری اور تسکین کا سامان کرنے میں کسر نہ چھوڑی، چنانچہ سات جلیل القدر انبیائے سابقین کی قوموں کے حالات کو بڑے شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا تا کہ خاطر مبارک کو تسلی ہو کہ نا ماننے والوں کا انجام کچھ اچھا نہیں ہوا کرتا، ساتھ ہی کفار مشرکین کو بھی نافرمان قوموں کے انجام کا علم ہو اور جن کے مقدر میں ہدایت لکھی ہے وہ ان واقعات سے درسِ عبرت حاصل کرے۔ اس سورت میں کافروں کو یہ بھی بیان کر دیا گیا کہ جس قرآن کو یہ لوگ اللہ ﷻ کا پاک کلام ماننے سے انکاری ہیں انہیں جان لینا چاہیے کہ یہ کلام وہ نہیں جو کسی کو مال دے کر کسی کی شان میں لکھوالیا جائے بلکہ اسے لے کر جبرائیل امین علیہ السلام حاضر ہوتے ہیں جو اللہ ﷻ کے مقرب معصوم فرشتے ہیں، اور یہ اُسی قدر لے کر نازل ہوتے ہیں جتنا اللہ ﷻ کی رضا ہوتی ہے۔ کسی شاعر کے کلام میں کمی ہو سکتی ہے لیکن کلام الٰہی ﷻ میں کوئی سقم نہیں ہے بلکہ جابجا انہیں مقابلے کا چیلنج کر دیا گیا ہے کہ انہیں تردد ہو تو اس کی مثل کلام لا سکتے ہیں لیکن قیام قیامت تک کوئی کافر مشرک اس کی مثل تو کیا لا سکے گا، مقابلہ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

رکوع نمبر: ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿طسم (۱)﴾ اَللّٰہُ اَعلَمُ بِمرادہٖ بِذٰلِکَ ﴿ تلک﴾ ای ھٰذِہِ الْاٰیَاتُ ﴿ ایت الکتب﴾ القُرانِ الْاِضَافَۃُ بِمَعْنٰی مِنَ ﴿ المبین (۲)﴾ الْمُظْھِرُ الحَقَّ مِنَ البَاطِلِ ﴿ لعلک﴾ یا مُحَمَّدُ ﴿ باخع نفسک ﴾ قَاتِلُھَا غما مِن اَجَلِ ﴿ الا یکونوا ﴾ ای اَھْلُ مَکّۃَ ﴿ مومنین (۳)﴾ وَلَعَلَّ ھنا لِلاِشْفَاقِ ای اَشْفِقْ عَلَیْھَا بِتَخْفِیفِ ھٰذَا الغَمِّ ﴿ ان نشا ننزل علیھم من السماء ایۃ فظلت ﴾ بِمَعْنَی الْمُضَارِعِ ایْ تَدُومُ ﴿ اعناقھم لھا خاضعین (۴)﴾ فَیُومِنُونَ وَلَمَّا وُصِفَتِ الْاَعنَاقُ بِالْخُضُوعِ الَّذِیْ ھُوَ لِاَرْبَابِھَا جُمِعَتِ الصِّفَۃُ مِنْہُ جَمعَ العُقَلاءِ ﴿ومایاتیھم من ذکر ﴾ قُرانٍ ﴿ من الرحمن محدث ﴾ صِفَۃٌ کَاشِفَۃٌ ﴿ الا کانوا عنہ معرضین (۵) فقد کذبوا ﴾ بہٖ ﴿ فسیاتیھم انبوا ﴾ عَوَاقِبُ ﴿ ما کانوا بہ یستھزء ون (۶) اولم یروا ﴾ یَنْظُرُوا ﴿ الی

الارض کم انبتنا فیھا﴾اَی کَثِیرا﴿من کل زوج کریم(۷)﴾نَوعٍ حَسَنٍ﴿ان فی ذلک لاية﴾دَلالَةً علی کَمَالِ قُدرتِہٖ تعالی ﴿وما کان اکثرھم مومنین(۸)﴾فی عِلمِ اللہِ وکانَ قالَ سِیبُویہِ زَائِدَۃٌ﴿ وان ربک لھو العزیز﴾ذُو العِزۃِ یَنتَقِمُ مِنَ الکَافِرِینَ﴿الرحیم(۹)﴾یَرحَمُ المُومِنِینَ.

﴿ترجمہ﴾

طٰسٓمٓ (اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے......۱......) یہ (تلک بمعنی ھذہ ہے) آیتیں ہیں کتاب کی (یعنی قرآنِ کریم کی، جبکہ آیات کی الکتاب کی جانب اضافت بمعنی مِن ہے) روشن (یعنی حق کو باطل سے الگ کرنے والی) کہیں تم (اے سرورِ کائنات وجان کائنات ﷺ!) اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے غم میں (یعنی اپنے آپ کو اس غم میں ہلکان کرنے والے ہیں......۲......) کہ وہ (یعنی کفارِ مکہ) ایمان نہیں لائے (لعلّ یہاں اشفاق کے لئے ہے یعنی اس غم کی تخفیف کرکے اپنی نفس پر شفقت فرمائیں) اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی نشانی اتاریں کہ رہ جائیں (ظلّت فعل ماضی بمعنی تدوم فعل مضارع ہے) ان کے اونچے اونچے اس کے حضور جھکے (پس وہ ایمان لے آتے، اعناق کو مضارع کے ساتھ متصف کرنے کا سبب اس کا انسانوں کی صفت ہونا ہے، اس جمع میں ذوی العقول کے معنی کی رعایت بھی کی گئی ہے) اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی نئی نصیحت (یعنی قرآنِ کریم میں سے) رحمٰن کی طرف سے (یعنی کوئی واضح حکم) مگر اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ تو بیشک انہوں نے جھٹلایا (قرآنِ کریم کو) تو اب ان پر آیا چاہتی ہیں خبریں (سزائیں) ان کے ٹھٹھے کی......۳...... کیا انہوں نے زمین کو نہ دیکھا ہم نے اس میں کتنے (زیادہ) عزت والے جوڑے اگائے (یعنی عمدہ انواع) بیشک اس میں ضرور نشانی ہے (جو اس کے کمالِ قدرت پر کرتی ہے) اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں (اللہ تعالیٰ کے علم میں، ما کان اکثرھم میں کان سیبویہ کے نزدیک زائدہ ہے) اور بیشک تمہارا رب ضرور وہی عزت والا (یعنی غلبے والا ہے، کافروں سے انتقام لیتا ہے) مہربان ہے (جو مؤمنوں پر رحم فرماتا ہے)

﴿ترکیب﴾

﴿طسم o تلک ایتُ الکتب المبین﴾

طسم: ھذہ مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، تلک: مبتدا، ایت: مضاف، الکتب المبین: مضاف الیہ ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین﴾

لعلک: حرف مشبہ و اسم، باخع: اسم فاعل با فاعل، نفسک: مفعول، ان: مصدریہ، لا: نافیہ، یکونوا مومنین: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر "خیفة" مصدر محذوف کیلئے مضاف الیہ ملکر مرکب اضافی مفعول لہ، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان نشا ننزل علیھم من السماء اية فظلت اعناقھم لھا خاضعین o﴾

ان: شرطیہ، نشا: فعل با فاعل "ایمانھم" مفعول محذوف، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ننزل علیھم: فعل با فاعل ظرف لغو، من السماء: ظرف مستقر حال مقدم، اية ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، ظلت: فعل ناقص، اعناقھم: اسم، لھا خاضعین: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما یاتیھم من ذکر من الرحمن محدث الا کانوا عنہ معرضین o﴾

و: عاطفہ، مـا: نافیہ، یـاتـی: فعل، ھـم: ضمیر ذوالحال، الا: اداۃ حصر، کـانـوا عـنـهـا مـعـرضـیـن: جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، من: زائد، ذکر: موصول، من الرحمن: ظرف مستقر صفت اول، محدث: صفت ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فقد کذبوا فسیاتیهم انبؤا ما کانوا به یستهزء ون۰﴾

ف: فصیحیہ، قد: تحقیقیہ، کذبوا: جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا شئت ان تعرف ماذا کان موقفهم من الذکر حین اعرضوا عنه، وصدفوا عن التامل فیه" کیلئے جزا ملکر جملہ شرطیہ، ف: عاطفہ، سیاتهم: فعل ومفعول، انبوا: مضاف، ما کانوا به یستهزء ون: موصول صلہ ملکر مضاف الیہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اولم یروا الی الارض کم انبتنا فیها من کل زوج کریم۰﴾

همزہ: حرف استفهام، و: عاطفہ، لم یروا: فعل نفی با فاعل، الی الارض: ظرف لغو، کم: خبریہ ممیز، من کل زوج کریم: ظرف مستقر تمیز، ملکر مفعول، انبتنا فیها: فعل با فاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لایة وما کان اکثرهم مومنین۰﴾

ان: حرف مشبہ، فـی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: ابتدئیہ، ایة: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، مـا: نافیہ، کـان: فعل ناقص، اکثرهم: اسم، مومنین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان ربک لهو العزیز الرحیم۰﴾

و: مستانفہ، ان ربک: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، هو العزیز الرحیم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

طسم کے محامل واسرار ورموز کا بیان:

۱......ابن عباس کہتے ہیں کہ طسم اللہ عزوجل کے اسماء میں سے ایک اسم ہے اور بطور قسم یہاں ذکر کیا گیا ہے اور اس کا مقسم علیہ ﴿ان نشا ننزل علیهم من السماء ایة اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی نشانی اتاریں (الشعراء:۴)﴾ ہے۔ قتادہ کے قول کے مطابق یہ قرآن کے اسماء میں سے ایک اسم ہے، جس کے ذریعے اللہ عزوجل نے قسم کھائی ہے۔ مجاہد کے قول کے مطابق یہ سورۃ پاک کا نام ہے اور اس سے سورۃ پاک کا آغاز کرنا بطور استحسان ہے۔ ربیع کہتے ہیں اس کے ذریعے کسی قوم کے حساب کی مدت بیان کرنا مقصود ہے اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ کسی قوم پر عذاب کے بیان کے لئے ذکر کیا ہے۔ مفسرین کے ایک قول کے مطابق طسم اور طس کا مقصود ایک ہی ہے۔ عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ طاء سے مراد طور سیناء، سین سے مراد اسکندریہ اور میم سے مراد مکۃ المکرمہ ہے۔ جعفر بن محمد بن علی کہتے ہیں کہ طاء سے مراد طوبیٰ کا درخت ہے، سین سے مراد سدرۃ المنتہیٰ اور میم سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ طاء سے مراد طاہر، سین سے مراد قدوس ہے یا سمیع یا سلام اور میم سے مراد المجید یا رحیم یا ملک ہے۔ (القرطبی، الجزء ۱۹، ص ۸٦)

کیا جبری ایمان مسلط کرنا جائز ہے؟

۲......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿لعلک باخع نفسک کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے (الشعراء:۳)﴾۔ امام فراء کہتے ہیں کہ باخع کے معنی ہیں اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالنا یا خود کو مصیبت میں مبتلا کرنا، ہلاک کرنا۔ (لسان العرب، الحرف: باء، الجزء ۱، ص ۳۳۱) ۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سید عالم ﷺ کی یہ کیفیت کیوں تھی؟ کیا کسی کو مجبور کر کے اسلام کی جانب مائل

کرنا چاہیے؟ آیا جس کا دل اسلام پر مطمئن نہ ہو وہ بھی مسلمان ہو سکتا ہے؟ یہ سارے سوالات ایسے ہیں کہ اگر ان کا فرداً فرداً جواب دیا جائے تو کئی صفحات بن جائیں، تاہم اختصاراً کلام کرتے ہوئے اس موضوع کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سید عالم نور مجسم ﷺ منصب نبوت پر فائز تھے اور نبوت کوئی ذاتی کسب سے حاصل ہونے والے انعام کا نام نہیں ہے، جس طرح "الیواقیت الجواھر" میں ہے: "لیست النبوۃ مکتسبۃ حتی یتوصل الیھا بالنسک والریاضات کما ظنہ جماعۃ من الحمقی فان اللہ حکی عن الرسل بقولہ ﴿قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ ان کے رسولوں نے ان سے کہا ہم ہیں تو تمہاری طرح انسان مگر اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرماتا ہے(ابراھیم:۱۱)﴾۔

(الیواقیت الجواھر، ص ۲۲۴)

جب ہم نے منصب نبوت کی اس شق کو سمجھا کہ نبوت وہبی ہے کسبی نہیں، تو اب یہ بھی جان لینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جس ذات کو اللہ ﷻ نبوت کا تاج پہناتا ہے اس کے اندر کیا کیا صفات ودیعت کردی جاتی ہیں۔ اللہ ﷻ کا فرمان ہے ﴿وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے(الانبیاء:۱۰۷)﴾ کے تحت علامہ آلوسی لکھتے ہیں سید عالم ﷺ کو اللہ ﷻ نے عالمین کے ہر فرد کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے چہ جائے کہ ملائکہ ہوں یا انسان، جنات ہوں یا مومن یا کافر، جن وانس کا فرق کئے بغیر سب کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اللہ ﷻ کا فرمان ﴿من یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا(النساء:۸۰)﴾ کے تحت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی "المعتقد والمستند، الفصل الاول فی وجوب ......الخ" میں فرمایا کہ اللہ ﷻ نے اپنے رسول کی طاعت کو اپنی طاعت فرمایا اور اللہ ﷻ کی طاعت کے ساتھ اس کے حبیب کی طاعت ملی ہوئی ہے اور اسی پر عمل کرنے کی بنا پر ثواب کا وعدہ اور محروم رہنے کی بنا پر عذاب کی وعید ہے اور اسی میں مشرکین عرب کا ذلیل وخوار ہونا بھی ہے کہ جب نبی پاک ﷺ نے فرمایا: "جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ ﷻ سے محبت کی اور جس نے میری اطاعت کی تحقیق اس نے اللہ ﷻ کی اطاعت کی"۔

نبوت کے اوصاف جان لینے کے بعد کوئی بھی سمجھدار شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ سید عالم ﷺ نہ ماننے والوں کو مجبور کیوں کر رہے تھے؟ بات یہی ہے کہ آپ ﷺ کی صفات میں یہ بات شامل تھی کہ اگر یہ لوگ میری نہ مانیں گے تو یقیناً عذاب کا شکار ہونگے، نہ ختم ہونے والے عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، اور مادہ رحمت گویا سید عالم ﷺ کی ذات پاک کے ساتھ ایسا مقترن تھا کہ لاکھ بے رخی، عدم توجہی، شرارت، ایذاء رسانی، لاپرواہی اور ہٹ دھرمی کے اس بات پر مصر رہے کہ کاش یہ لوگ مان لیں، ایمان لے آئیں تو ان کے لئے دوجہاں کی بہتریاں ہو جائیں اور اس کوشش میں حد سے یوں گزرے کہ اللہ ﷻ کو اپنے حبیب کی کیفیت گراں گزرنے لگی اور فرمایا: ﴿فلعلک باخع نفسک کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے(الشعراء:۳)﴾۔

قرآن کو ھنسی مذاق بنالینا جرم ھے!

۳...... کافروں کی صفت ہے کہ دین کی بات انہیں مزہ نہیں دیتی، سید عالم ﷺ کی تبلیغ کرنے پر انہیں ہنسی آتی، مذاق اڑاتے، منہ پھیرتے، بے جا تنقید کرتے، خواہ مخواہ اپنی ہانکتے۔ یہ دشمنان اسلام کا طریقہ تھا جو اللہ نے بیان کیا اور آج مسلمان کا طریقہ اس سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ اچھے خاصے دیندار شخص کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ علماء پر تنقید کی جاتی ہے۔ شعائر اسلام کی بے حرمتی کی جاتی ہے اور ایسا کرنے والے کوئی غیر نہیں مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ مسجد میں آنا انہیں نصیب نہیں، آجائیں تو بھی دوسروں کے لیے سخت آزمائش سے کم نہیں ہوتے۔ انتظامیہ الگ پریشان ہوتی ہے۔ وعظ ونصیحت کے وقت اپنی باتوں میں مصروف، جمعہ وعیدین کے

خطبے کے وقت دوسروں کی گردنیں پھلانگ کر آگے آنے کا شوق ایسا کہ دین کے بہت بڑے خیر خواہ ہیں، اگر یہ حضرت آگے نہ آئیں تو نماز ہی قائم نہ ہو سکے اور دوسروں کے لئے سخت دشواری کا سامنا۔ الامان والحفیظ۔

اغراض:

المظهر الحق من الباطل: اس جملے سے اس جانب اشارہ ہے کہ المبین بمعنی اظہر ہے، اور یہ بھی درست ہے کہ بمعنی ظهور لیا جائے، یعنی اللہ عزوجل کا اعجاز ظاہر و باہر ہے۔ ولعل هنا للاشفاق: "لعل" ترجی کا صیغہ امر کے معنی میں ہے، یعنی اپنی ذات پر رحم کیجئے اور مومنین پر مہربانی فرمائیں۔ ذو العزة: مراد ہیبت وجلال ہے۔ یرحم المومنین: مومنین پر رحم فرماتا ہے۔

ولما وصفت الاعناق بالخضوع: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ "الاعناق" کو عقلاء کے ساتھ جمع کر کے بیان کیا گیا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ "الخضوع" کو "الاعناق" کی طرف اس لئے منسوب کیا جاتا ہے کہ عقلاء ہی کی یہ صفت ہوا کرتی ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ﴿رایتهم لی ساجدین﴾، ﴿قالتا اتینا طائعین﴾، پس ظاہر کا تقاضا یہی ہے کہ "خاضعة" کہا جائے، مراد گردن کا جھکانا ہے، اور کبھی گردن بغیر سوچے سمجھے بھی جھکائی جاتی ہے اور اسی کے مد مقابل دیگر اقوال بھی بیان کئے جاتے ہیں۔ عواقب: کو الانباء سے تعبیر کیا، اس لئے کہ قرآن میں عقوبتوں کا ذکر ہے، یعنی ہم جس طرح انہیں عذاب دینے پر قادر ہیں بالکل اسی طرح ان سے ماقبل بھی عذاب دینے پر قادر ہوئے ہیں۔

ینتقم من الکافرین: یعنی اللہ عزوجل کی عزت و شان یہ ہے کہ وہ بندوں پر اپنا قہر و غلبہ مسلط کرتا ہے۔ (الصاوی، ج٤، ص ٢٢٤ وغیرہ)

رکوع نمبر: ٦

﴿و﴾اذْكُر يَامُحمدُ لِقَومِكَ﴿ اذ نادى ربك موسى ﴾لَيلَةَ رَاى النارَ والشَجرَةَ﴿ ان﴾اى بِاَنْ﴿ائت القوم الظلمين(١٠)﴾رَسولا ﴿قوم فرعون﴾مَعهُ ظَلمُوا اَنفُسهُم بِالكُفرِ باللهِ وَبَنِى اسرائيلَ بِاسْتِعبَادِهِم ﴿الا﴾الهَمزَةُ لِلاستِفهامِ الانكارِىِّ﴿ يتقون(١١)﴾اللهُ بِطاعَتِهِ فَيُوحِدونَهُ ﴿قال﴾موسى﴿رب انى اخاف ان يكذبون(١٢) ويضيق صدرى﴾مِنْ تَكذِيبِهِمْ﴿ ولاينطلق لسانى﴾بِاَداءِ الرِسالةِ لِلعُقدَةِ التى فيهِ﴿ فارسل الى﴾اَخِىْ﴿هرون(١٣)﴾مَعِىَ﴿ولهم على ذنب﴾بِقَتلِ القِبْطِىِّ منهُمْ﴿ فاخاف ان يقتلون(١٤)﴾بهِ﴿قال﴾تعالى﴿ كلا﴾اى لا يَقتُلونَكَ ﴿فاذهبا﴾اى اَنتَ واَخُوكَ فَفِيهِ تَغْلِيبُ الحَاضِرِ علَى الغَائِبِ﴿ بايتنا انامعكم مستمعون(١٥)﴾مَا تَقولونَ وَما يُقالُ لَكُمْ اُجرِيًا مجرى الجَماعَةِ﴿فاتيا فرعون فقولا انا ﴾اى كُلًّا منَّا ﴿ رسول رب العلمين(١٦)﴾اِليكَ﴿ان﴾اى بِاَنْ﴿ارسل معنا﴾اِلى الشَّامِ﴿بنى اسراء يل(١٧)﴾فَاَتَيَاهُ فَقالَا لَهُ مَا ذُكِرَ﴿ قال﴾فِرعونُ لِموسىٰ ﴿الم نربك فينا﴾فِى مَنازِلنا﴿ وليدا﴾صَغِيرا قَرِيبا مِنَ الوَلادَةِ بَعدَ فِطامِهِ﴿ ولبثت فينا من عمرك سنين(١٨)﴾ثَلاثِينَ سَنةً يَلبسُ مِن مَلابِسِ فِرعَونَ و يَركَبُ مِن مَراكِبِهِ و كَانَ يُسمّٰى اِبْنُهُ﴿ وفعلت فعلتك التى فعلت﴾هِىَ قَتلَهُ القِبطِىِّ ﴿وانت من الكفرين(١٩)﴾الجَاحِدينَ لِنِعمتِى عليكَ بِالتَّربِيةِ وعَدمِ الاِسْتِعبادِ﴿قال﴾موسىٰ﴿فعلتها اذا ﴾اى حينَئِذٍ﴿وانا من الضالين(٢٠)﴾عَمَّا آتانِىَ اللهُ بَعدَها

مِنَ العِلْمِ والرِّسالةِ ﴿ففررت منكم لما خفتكم فوهب لي ربي حكما﴾عِلمًا﴿وجعلني من المرسلين(۲۱) وتلك نعمة تمنها علي﴾اَصلُهٗ تَمُنُّ بِهَا﴿ان عبدت بني اسراء يل(۲۲)﴾بَيانًا لِتِلكَ النِّعمَةَ اي اتَّخذتَهمْ عَبِيدا وَلَمْ تَستَعبِدنِي لَانِعمَةِ لكَ بِذلكَ لِظُلمِكَ بِاِ ستِعبَادِهِمْ وَقَدَّرَ بَعضُهُمْ اَوَّلَ الكلام هَمزَةُ استفهامٍ للاِنكارِ﴿قال فرعون﴾لِموسٰى﴿وما رب العلمين(۲۳)﴾الذيْ قُلتَ اِنكَ رَسولُهٗ اي اَيُّ شَيءٍ هو وَلمَّا لم يَكنْ سَبيلٌ لِلخَلقِ الى مَعرِفتِهٖ حقِيقتِه تعالى و اِنّما يَعرِفُونَهٗ بِصِفَاتِهٖ اَجابَ موسى عليهِ الصلوةُ والسلامُ بِبَعضِهَا ﴿قال رب السموت والارض وما بينهما﴾اَي خَالِقُ ذلكَ﴿ان كنتم موقنين(۲۴)﴾بِانَّهٗ تعالى خالقُهٗ فَامِنُوا به وَحْدَه﴿ قال﴾فِرعونُ﴿لِمن حوله﴾مِن اَشرَافِ قَومِهٖ﴿الا تستمعون(۲۵)﴾جَوابَهٗ الذي لَمْ يُطَابِقِ السُّوالَ﴿ قال﴾موسى﴿ربكم ورب ابائكم الاولين(۲۶)﴾وهذا وَاِنْ كانَ داخلا فيما قَبلَهٗ يَغِيظُ فِرعونُ ولذلِكَ﴿ قال ان رسولكم الذي ارسل اليكم لمجنون(۲۷)قال﴾موسى﴿رب المشرق والمغرب وما بينهما ان كنتم تعقلون(۲۸)﴾اِنَّهٗ كذلكَ فَامِنوا بهٖ وَحْدهٗ﴿ قال﴾فرعونُ لموسى ﴿لئن اتخذتِ الها غيري لاجعلنك من المسجونين (۲۹)﴾ كانَ سِجْنُهٗ شَديدًا يُحْبِسُ الشخصَ في مَكانٍ تَحتَ الارْضِ وحْدهٗ لا يُبْصِرُ ولا يَسمَعُ فيهِ اَحَدا ﴿قال﴾له موسى﴿اولو﴾اَي اَتَفعَلُ ذلِكَ ولَوْ﴿جئتك بشيء مبين(۳۰)﴾اي بُرهانٍ بَينٍ على رِسالَتِيْ﴿ قال﴾فرعونُ لهٗ﴿فات به ان كنت من الصدقين (۳۱)﴾فيهِ﴿فالقى عصاه فاذا هي ثعبان مبين (۳۲)﴾حَيَّةٌ عَظِيمةٌ﴿ونزع يده﴾اَخرَجهَا منْ جَيْبِهٖ﴿ فاذا هي بيضاء﴾ذاتَ شُعاعٍ﴿للنظرين(۳۳)﴾خلافَ ما كانتْ عليهِ مِنَ الأُدمةِ.

﴿ترجمہ﴾

اور یاد کرو (اے میرے محبوب ﷺ! اپنی قوم کے سامنے) جب تمہارے رب نے موسیٰ کو ندا فرمائی (اس رات جب انہوں نے آگ اور درخت کو دیکھا) کہ ظالم لوگوں کے پاس جا (رسول بن کر) جو فرعون کی قوم ہے (مع فرعون کے، کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کر کے اپنی جانوں پر اور بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا کر ان پر ظلم کیا ہے) کیا وہ نہ (اَلاَ میں ھمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے) ڈریں گے (اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجالا کر کہ اسے وحدہٗ لاشریک مانیں) عرض کی (حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے) کہ اے میرے رب! میں ڈرتا ہوں کہ مجھے جھٹلائیں گے۔ اور میرا سینہ تنگی کرتا ہے (ان کے مجھے جھٹلانے کی وجہ سے) اور میری زبان نہیں چلتی (پیغامِ رسالت کی ادائیگی میں لکنت کے سبب) تو تو (میرے بھائی) ہارون کو بھی رسول کر (میرے ساتھ......۱......) اور ان کا مجھ پر ایک الزام ہے (ان میں سے ایک قبطی کو قتل کرنے کا......۲......) تو میں ڈرتا ہوں کہیں مجھے قتل کر دیں (اس قتل کے سبب) فرمایا (اللہ تعالیٰ نے) یوں نہیں (یعنی وہ تمہیں قتل نہیں کریں گے) تم دونوں جاؤ (یعنی تم اور تمہارا بھائی، فاذھبا میں حاضر کو غائب پر غلبہ دیا گیا ہے) میری آیتیں لے کر، ہم تمہارے ساتھ سنتے ہیں (جو تم کہتے ہو اور جو تمہیں کہا جائے گا، دو کے لئے معکم جمع کی ضمیر لانے سے مراد ان کا ایک جماعت کے قائم مقام ہونا ہے) تو فرعون کے پاس جاؤ پھر اس سے کہو ہم دونوں (میں سے ہر ایک) اس کے رسول ہیں (تیری طرف) جو رب

ہے سارے جہاں کا۔ کہ تو ہمارے ساتھ چھوڑ دے (شام جانے کے لئے) بنی اسرائیل کو (پس وہ دونوں فرعون کے پاس آئے اور اس سے وہی کچھ کہا جس کا تذکرہ ہوا ہے) بولا (فرعون حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے) کیا ہم نے تمہیں نہ پالا اپنے یہاں (یعنی اپنے گھروں میں) بچپن میں (ولیــــدا سے مراد دودھ پلانے کی مدت کے بعد کا دور ہے) اور تم نے ہمارے یہاں اپنی عمر کے کئی برس گزارے (یعنی تیس سال تک آپ علیہ السلام فرعون کے مہیا کئے ہوئے لباس زیب تن کرتے رہے اور اسی کے جانوروں کی سواری کیا کرتے اور فرعون خود آپ علیہ السلام کو اپنا بیٹا کہا کرتا تھا) اور تم نے کیا اپنا وہ کام جو تم نے کیا (یعنی قبطی کا قتل) اور تم ناشکر تھے (یعنی میری ان نعمتوں کا انکار کرنے والے تھے جو میں نے تجھ پر کیں مثلاً تربیت کی اور غلام نہ بنایا......۳......) فرمایا (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) میں نے وہ کام کیا جب کہ (یعنی جس وقت) مجھے راہ کی خبر نہ تھی......۴...... (یعنی ان اشیاء سے پہلے جو بعد میں اللہ عزوجل نے مجھے عطا فرمائیں یعنی علم اور رسالت) تو میں تمہارے یہاں سے نکل گیا جب کہ تم سے ڈرا تو میرے رب نے مجھے حکم (یعنی علم) عطا فرمایا اور مجھے پیغمبروں سے کیا......۵...... اور یہ کوئی نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان جتاتا ہے (تَمُنُّھا کی اصل تَمُنُّ بِھا ہے) کہ تو نے غلام بنا کر رکھے بنی اسرائیل (یہ جملہ ماقبل تلک النعمة کا بیان ہے، کہ تو نے ان کو غلام بنایا اور مجھے نہ بنایا تو یہ تیری نعمت تو نہ ہوئی بلکہ ان کو غلام بنانا تیرا ظلم ہے، اور بعض نے ابتدائے کلام میں ہمزہ استفہام انکاری کو مقدر مانا ہے) فرعون بولا (حضرت موسیٰ سیدنا علیہ السلام سے) اور سارے جہان کا رب کیا ہے؟ (یعنی تم نے یہ جو کہا ہے کہ تو اس کا رسول ہے تو وہ ہستی کیسی ہے؟ حالانکہ اب تک لوگوں کو اس کی حقیقت کا عرفان حاصل نہیں، بلکہ وہ تو اسے صرف اس کی صفات سے پہچانتے ہیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں چند ایک صفات باری تعالیٰ کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا) موسیٰ نے فرمایا رب آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے (یعنی ان سب کا خالق ہے) اگر تمہیں یقین ہو (کہ وہی ان سب اشیاء کا خالق ہے تو اس کی وحدانیت پر ایمان لے آؤ) بولا (فرعون) اپنے آس پاس والوں سے (یعنی اپنی قوم کے سرداروں سے) کیا تم غور سے سنتے نہیں (اس کے جواب کو کہ جو سوال کے مطابق نہیں) موسیٰ نے فرمایا رب تمہارا اور تمہارے اگلے باپ داداؤں کا (اس جواب میں ان اوصاف کے ساتھ ساتھ اگرچہ ماقبل اوصاف بھی شامل تھے لیکن اس بات نے فرعون کو غضب ناک کر دیا اور اسی لئے) بولا تمہارے یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ضرور عقل نہیں رکھتے......۶...... موسیٰ نے فرمایا رب پورب اور پچھم کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تمہیں عقل ہو (کہ وہ اسی طرح ہے تو اس کی وحدانیت پر ایمان لے آؤ) بولا (فرعون حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے) اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو خدا ٹھہرایا تو میں ضرور تمہیں قید کر دوں گا (اس کی قید بہت سخت تھی کہ جب وہ کسی شخص کو قید کرتا تو زمین کے اندر کسی جگہ اسے تنہا بند کر دیتا کہ وہ نہ تو کسی کو دیکھ سکتا اور نہ ہی کسی کی کوئی بات سن سکتا) فرمایا (حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے) کیا اگرچہ (یعنی کیا تو پھر بھی ایسا ہی کرے گا اگرچہ) میں تیرے پاس کوئی روشن چیز لاؤں (کہ جو میری رسالت پر واضح دلیل ہو) کہا (فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے) تو لاؤ اگر سچے ہو (اپنے اس دعویٰ میں) تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا جبھی وہ صریح اژدہا ہو گیا (یعنی ایک بہت بڑا سانپ بن گیا) اور اپنا ہاتھ نکالا (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گریبان سے اپنا ہاتھ باہر نکالا) تو جبھی وہ جگمگانے لگا (کہ جس سے شعاعیں نکل رہی تھیں......۷......) دیکھنے والوں کی نگاہ میں (یعنی اپنی اصلیت کے برعکس جس کی رنگت گندمی تھی)۔

ترکیب

﴿واذ نادی ربک موسی ان ائت القوم الظلمین٥﴾

و: مستانفہ، اذ: مضاف، نــادی ربک مــوســی: فعل با فاعل ومفعول، ان: مصدریہ، ائــت: فعل امر با فاعل، الـقــوم

الظلمین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، بتاویل مصدر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، فعل محذوف "اذکر" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قوم فرعون الا یتقون٥﴾

قوم فرعون: ماقبل "القوم الظلمین" سے بدل واقع ہے، ھمزہ: حرف استفہام، لا یتقون: فعل نفی با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿قال رب انی اخاف ان یکذبون ٥ ویضیق صدری ولا ینطلق لسانی﴾

قال: قول، رب: نداء، انی: حرف مشبہ واسم، اخاف: فعل با فاعل، ان یکذبون: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یضیق صدری: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، لا ینطلق لسانی: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فارسل الی ھرون ٥ ولھم علی ذنب فاخاف ان یقتلون٥﴾

ف: فصیحیہ، ارسل: فعل امر با فاعل، الی ھرون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، علی: ظرف مستقر حال مقدم، ذنب: ذوالحال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، اخاف: فعل با فاعل، ان یقتلون: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال کلا فاذھبا بایتنا انامعکم مستمعون٥﴾

قال: قول، کلا: قائم مقام فعل "ارتدع یاموسی" معطوف علیہ، ف: عاطفہ، اذھبا بایتنا: فعل امر با فاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، انا: حرف مشبہ واسم، معکم: ظرف متعلق بمحذوف خبر ثانی، مستمعون: خبر اول ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ تعلیلیہ۔

﴿فاتیا فرعون فقولا انا رسول رب العلمین ٥ ان ارسل معنا بنی اسراء یل٥﴾

ف: عاطفہ، اتیا: فعل امر با فاعل، فرعون: مفعول ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، قولا: قول، انا: حرف مشبہ واسم، رسول: مصدر بمعنی "رسالۃ" مضاف، رب العلمین: مضاف الیہ فاعل، ان: مصدریہ، ارسل معنا بنی اسراء یل: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر، ب: جار، مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ، جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال الم نربک فینا ولیدا ولبثت فینا من عمرک سنین٥﴾

قال: قول، ھمزہ: حرف استفہام، لم نرب: فعل نفی با فاعل، ک: ضمیر ذوالحال، ولیدا: حال، ملکر مفعول، فینا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لبثت فینا: فعل با فاعل وظرف لغو، من عمرک: ظرف مستقر حال مقدم، سنین: ذوالحال، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وفعلت فعلتک التی فعلت وانت من الکفرین٥﴾

و: عاطفہ، فعلت: فعل "ت" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، انت من الکفرین: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، فعلتک: موصوف، التی فعلت: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال فعلتھا اذا وانا من الضالین٥﴾

قال: قول، فعلت: فعل "ت" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، وانا من الضالین: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، ھا: ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ففررت منکم لما خفتکم فوھب لی ربی حکما وجعلنی من المرسلین٥﴾

ف: عاطفہ، فررت منکم: فعل بافاعل وظرف لغو، لما: ظرفیہ مضاف، خفتکم: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، وھب لی ربی حکما: فعل وظرف لغو وفاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، جعلنی: فعل بافاعل مفعول، من المرسلین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وتلک نعمۃ تمنھا علی ان عبدت بنی اسراء یل٥﴾

و: مستانفہ، تلک: مبتدا، نعمۃ: موصوف، تمنھا علی: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مبدل منہ، ان عبدت بنی اسراء یل: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بدل، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال فرعون وما رب العلمین٥ قال رب السموت والارض وما بینھما﴾

قال فرعون: قول، و: عاطفہ معطوف علی "انا رسول رب العلمین"، ما: استفہامیہ مبتدا، رب العلمین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، قال: قول، رب: مضاف، السموت والارض وما بینھما: مضاف الیہ، ملکر مبتدا محذوف "ھو" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ان کنتم موقنین٥ قال لمن حولہ الا تستمعون٥﴾

ان: شرطیہ، کنتم موقنین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فینفعکم ھذا الجواب" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ، قال: فعل بافاعل، لمن حولہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، ھمزہ: حرف استفہام، الا تستمعون: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال ربکم ورب ابائکم الاولین٥﴾

قال: قول، ربکم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، رب: مضاف، ابائکم: موصوف، الاولین: صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر معطوف، ملکر "ھو" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون٥﴾

قال: قول، ان: حرف مشبہ، رسولکم: موصوف، الذی ارسل الیکم: موصول صلہ ملکر صفت، ملکر اسم، لام: ابتدائیہ، مجنون: خبر ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال رب المشرق والمغرب وما بینھما ان کنتم تعقلون٥﴾

قال: قول، رب: مضاف، المشرق والمغرب وما بینھما: مضاف الیہ، ملکر "ھو" مبتدا محذوف کیلئے خبر ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ ملکر جملہ قولیہ، ان: شرطیہ، کنتم تعقلون: جملہ فعلیہ جزا محذوف "علمتم ان لاجواب لکم غیر المکابرۃ والسفہ والشطط فی القول" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال لئن اتخذت الھا غیری لاجعلنک من المسجونین٥﴾

قال: قول، لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، اتخذت: فعل بافاعل، الھا: موصوف، غیری: صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرطیہ، لام: تاکیدیہ، اجعلنک من المسجونین: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم قائم مقام جواب شرط ملکر

قسم محذوف "اقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، ہوکر مقولہ ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال اولو جئتک بشیء مبین۝﴾

قال: قول، ھمزہ: حرف استفہام، و: حالیہ، لو: شرطیہ، جئتک بشیء مبین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فتفعل ذلک" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر فعل محذوف "تفعل ذلک" کے فاعل سے حال ہے، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال فات بہ ان کنت من الصدقین۝﴾

قال: قول، ف: فصیحیہ، ات بہ: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان کنت صادقا فی دعواک" کیلئے جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ان: شرطیہ، کنت من الصدقین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فات بہ" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فالقی عصاہ فاذا ھی ثعبان مبین۝ ونزع یدہ فاذا ھی بیضاء للنظرین۝﴾

ف: عاطفہ، القی عصاہ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، ھی: مبتدا، ثعبان مبین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، نزع یدہ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، ھی مبتدا، بیضاء للنظرین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حکم تبلیغ کے مدمقابل استدعاء کرنا:

ا...... اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قوم فرعون کی جانب تبلیغ دین کے لئے بھیجنا چاہا جس کے نتیجے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب ﷻ کی بارگاہ میں استدعاء فرمائی، چنانچہ سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۱۲ تا ۱۳ میں اس استدعاء کا مضمون موجود ہے جو کہ تین امور پر مشتمل ہے۔ علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تین باتوں کے بارے میں استدعاء فرمائی اول یہ کہ ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو ان کے ساتھ شامل کر دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قوم فرعون سے تکذیب (جھٹلانے) کا خوف تھا اور دل مبارک کمزور تھا کہ حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ ہوجانے سے مضبوط ہوجاتا اور تیسرے یہ کہ جب باطن تنگ دل ہونے لگے تو زبان بھی ساتھ نہیں دیتی یہی وجہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے جانے کے حوالے سے رب کریم ﷻ کی بارگاہ صمدیت میں استدعاء فرمائی۔

غایت درجے کی قید تو یہی ہے کہ لکنت کی وجہ سے زبان کا رواں نہ ہونا یا زبان کا کسی وجہ سے کھل جانا، اور زبان کا کلام کرنے سے رُک جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ روح انسانی تنگ دل ہو نہ کہ زبان کو کسی وجہ سے کلام کرنے سے روک لیا جائے کیونکہ دونوں صورتوں میں زبان موجود ہوتی ہے لیکن خوف وغم کی وجہ سے کلام کرنے پر قدرت نہیں رہتی اور یہ بات لکنت کے نہ ہونے پر واضح دلیل ہے اور مراد یہ ہے کہ روح انسانی ایک شعاع کی مانند ہے، جس کا خروج انسانی دل سے ہوتا ہے اور یہ خوف وغم کی وجہ سے کلام کرنے پر شدید روک کا سامان کرتی ہے۔ (حاشیۃ الشھاب المعروف عنایۃ القاضی، الجزء ۱۹، ص ۱۶۸ وغیرہ)

مفسرین کی ابحاث پڑھنے سے ایک نکتہ یہ بھی ملتا ہے کہ سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۱۳ کا معنی ہے کہ اے اللہ ﷻ! تو جبرائیل امین علیہ السلام کو میرے بھائی ہارون کی جانب بھیج تا کہ وہ میری مدد ومعاونت کریں، اس آیت میں یہ صراحتاً نہیں فرمایا تا کہ وہ میری مدد کریں، جیسا کہ سورۃ طٰہٰ: ۳۰ اور القصص: ۳۴ میں فرمایا ہے کیونکہ ان سورتوں میں صراحتاً رسالت کا ذکر کر دینے سے یہ معلوم ہو چکا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ درخواست کی تھی کہ ان کی مدد کے لئے حضرت ہارون کو رسول بنا دیا جائے اس لئے سورۃ الشعراء: ۱۳ کا معنی یہ نہیں ہے کہ تو میرے بجائے میرے بھائی ہارون کو رسول بنا دے، اور جب ایک جگہ کسی سبب وعلت کا ذکر کر دیا جائے تو دوسری

جگہ اس کو حذف کرنا جائز ہے اور اس حذف پر قرینہ دوسری جگہ اس سبب کا ذکر ہوتا ہے کلام عرب میں اس کی بہت نظائر ہیں۔

(القرطبی ،الجزء ۱۹،ص ۸۹)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی جانب گناہ کی نسب کرنا:

۲......حضرات انبیاء واولیاء وفضلاء جوکہ اللہ رب العالمین کی غایت درجے کی معرفت رکھتے ہیں انہیں اس قسم کے خوف ضرور ہوا کرتے ہیں جس سے ان کی شان میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔عموماً ایسا نہیں ہوتا کہ کسی کو ادب سکھانے کے لئے ایک آدھ مُکا مارا جائے اور مدمقابل انتقال کر جائے۔کسی کے ذہن میں یہ اعتراض جنم لے سکتا ہے کہ حضرات انبیائے کرام سے گناہ کا صدور ہوتا ہے اگر ایسا نہیں تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ﴿لھم علی ذنب﴾ کیوں فرمایا؟ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جی میں یہ سمجھا کہ میرا یہ گناہ ہے جب کہ فی الواقع ایسا نہیں ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو ادب سکھانے کے لئے مُکا مارا تھا وہ محض اللہ عزوجل کی قضاء کے مسلط ہونے کی وجہ سے ایک ہی مکے میں انتقال کر گیا۔"الانبیاء کلھم منزھون ای معصومون یعنی حضرات انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں"۔

(منح الروض الازھر لملا علی قاری، ص ٥٦)

فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو احسان گنوانا:

۳......اے موسیٰ (علیہ السلام!) بچپن میں تجھ پر احسان مندی کی اور تجھے قتل کئے جانے سے روکے رکھا، اور قبطی کے قتل کئے جانے کے وقت تک میرے پاس رہا۔اور تو نے احسان مندی کے شکرانے کے طور پر قبطی کو ناحق قتل کر دیا۔ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ تو نے میری نعمتوں کے احسان اور تربیت کے نتیجے کے طور پر قبطی کو قتل کر دیا۔کہا جاتا ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو مُکا مارا تھا اس وقت سے لے کر واپس تبلیغ کے لئے لوٹنے کی مدت گیارہ سال تھی۔

(القرطبی ،الجزء ۱۹، ص ۹۱)

علامہ رازی فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک سال تک دروازے پر کھڑے رہے اور ان کو دربار میں جانے کی اجازت نہیں ملی، حتی کہ دربان نے کہا کہ دربار کے باہر ایک شخص کھڑا ہوا ہے جس کا گمان یہ ہے کہ وہ اللہ رب العالمین کا رسول ہے ۔فرعون نے کہا کہ اس کو بلاؤ، ہوسکتا ہے کہ ہم اس سے دل لگی کریں، اب دونوں نے پیغام حق سنایا تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہچان لیا، اس نے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنی نعمتیں گنوائیں پھر اپنے گمان کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ناشکری اور احسان فراموشی کا ذکر کیا۔اپنی نعمتیں گنواتے ہوئے یہ کہا کہ کیا ہم نے بچپن میں تمہاری پرورش نہیں کی تھی اور تم نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے پاس بسر نہیں کئے تھے، اور اس نے اپنے خیال میں حضرت ہارون علیہ السلام کی جو ناشکری بیان کی وہ یہ تھی کہ تم نے وہ کام کئے جو تم نے کئے اور تم ناشکروں میں سے تھے۔فرعون نے کہا کہ تم نے اپنی عمر کے کئی سال ہمارے پاس بسر نہیں کئے تھے۔ایک قول یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس تیس سال رہے، ایک قول کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارہ سال کی عمر میں قبطی کو گھونسا مارا تھا، اس کے بعد وہاں سے ہجرت کر گئے اور صحیح مدت کا علم اللہ عزوجل کی ذات پاک کو ہی ہے۔

(الرازی ،ج۸،ص ٤٩٦ وغیرہ بتغیر قلیل)

وانا من الضالین:

۴......اس بارے میں کئی اقوال ہیں: الضالین بمعنی الجاھلین ہے۔اہل عرب الضلال کو الجھل کے معنی میں لیتے ہیں اور دونوں لفظوں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں ذکر کرتے ہیں۔ابن وہب اور ابن زید کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے میرے رب عزوجل کا کوئی حکم نہیں آیا تھا کہ میں نے ادب سکھانے کے لئے قبطی کو مُکا مارا اور وہ مر گیا۔اور الضلال سے مراد الخطاء ہے اور یہ ضلالت اللہ رب العالمین و حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین کچھ نہ تھی۔

(الطبری، الجزء ۱۹، ص ۸۰)

کیا حکم اور نبوت سے مراد الگ الگ باتیں ہیں؟

۵......علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں: حکم سے مراد علم وحکمت ہے، فتح الرحمٰن میں ہے کہ حکم سے نبوت ہے اور ﴿وجعلنی من المرسلین﴾ سے مراد نبوت کا دوسرا درجہ ہے یعنی نبی کیا گیا اور رسول نہیں بنائے گئے۔ بعض ائمہ کبار کہتے ہیں کہ جب اللہ ﷻ کسی کو مرتبہ عالیہ دینا چاہتا ہے تو اسے رعب عطا فرما دیتا ہے حتی کہ لوگ اس کے رعب و دبدبے سے دور ہوتے ہیں اور اس کے لئے اللہ ﷻ کے اسرار و رموز کھل جاتے ہیں جیسا کہ حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ ہوا اور اللہ والوں کی جانب معصیت کی نسبت کا معنی وہ نہیں ہوتا جو دیگر لوگوں کی جانب معصیت کی نسبت کرنے سے ہوتا ہے کیونکہ ان پر طبعی خواہش کی وجہ سے کوئی حکم نہیں لگتا بلکہ (اجتہادی / عدم توجہی) کی وجہ سے خطا کی نسبت کی جاتی ہے۔ (روح البیان، ج۶، ص ۳۴۴)

رسول کی جانب جنون کی نسبت کرنا:

۶......رسول کی جانب جنون کی نسبت کرنے کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں، ہم سید عالم ﷺ کی جانب اس نسبت کی وجوہات ذکر کرتے ہیں جس سے حضرت موسی علیہ السلام کی جانب نسبتِ جنون کا اندازہ لگانا آسان ہوگا۔ کافروں کا سید عالم ﷺ کی ذات اقدس کی جانب جنون کی نسبت کرنے کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں: (۱)......نزول وحی کے وقت سید عالم ﷺ کا حال انہیں غشی والا محسوس ہوتا تھا اس لیے انہوں نے جنون کی نسبت کی، اس کی دلیل ﴿ویقولون انه لمجنون وما هو الا ذکر للعالمین اور کہتے ہیں یہ ضرور عقل سے دور ہیں اور وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہاں کے لئے (القلم:۵۱،۵۲)﴾، ﴿اولم یتفکروا ما بصاحبهم من جنة کیا سوچتے نہیں کہ ان کے صاحب کو جنون سے کچھ علاقہ نہیں (الاعراف:۱۸۴)﴾، (۲)......ہوسکتا ہے کہ بطور استہزاء ایسا کہتے ہوں جیسا کہ فرعون نے کہا ﴿ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون یہ تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں ضرور عقل نہیں رکھتے (الشعراء:۲۷)﴾، جیسا کہ قوم شعیب نے کہا ﴿انک لانت الحلیم الرشید ہاں جی تم ہی بڑے عقلمند نیک چلن ہو (هود:۸۷)﴾ اور جیسا کہ کہا ﴿فبشرهم بعذاب علیم انہیں خوشخبری دو دردناک عذاب کی (آل عمران:۲۱)﴾، اس لیے کہ عذاب کی خبر بظاہر ناممکن نظر آرہی تھی، (۳)......اللہ کا فرمان ﴿یایها الذی نزل علیه الذکر انک لمجنون اے وہ جن پر قرآن اترا بیشک ضرور مجنون ہو (الحجر:۶)﴾ سید عالم ﷺ اور ان کے اصحاب ومتبوعین کے گمان اور اعتقاد کے مطابق، پھر جب یہ کلمات قوم کو سُنائے گئے تو انہوں نے شبہ ظاہر کیا اور کہا ﴿لو ما تاتینا بالملائکة ان کنت من الصادقین ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے اگر تم سچے ہو (الحجر:۷)﴾، مطلب یہ ہے کہ اگر آپ رسول برحق ہوتے تو آپ ﷺ کی صداقت میں فرشتے نازل ہوتے جو آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کرتے۔ (الرازی، ج۷، ص ۱۲۱)

معجزات موسی علیہ السلام کا بیان:

۷......اللہ ﷻ نے حضرت موسی علیہ السلام کو نو معجزات عطا فرمائے چنانچہ وہ نو معجزات یہ ہیں عصاء، ید بیضاء، قحط سالی، طوفان، ٹڈی، جوں، مینڈک، خون، مال کی بربادی۔ ان تمام معجزات کا ذکر اسی سورۃ مبارکہ میں ہے سوائے ایک معجزہ کے اور وہ فرعونیوں کے مال کی بربادی ہے کہ اللہ ﷻ نے اس کا ذکر سورۃ یونس کی آیت نمبر ۸۸ میں فرمایا۔ (الصاوی، ج ۲، ص ۲۷۷)

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کا عصاء مبارک بادام کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ عبد بن حمید اور ابو شیخ نے قتادہ سے روایت کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا عصاء مبارک حضرت موسی علیہ السلام کو اس وقت دیا گیا جب وہ مدین کی جانب تشریف لے جانے لگے، وہ عصاء حضرت موسی علیہ السلام کے لئے رات کے وقت میں روشن ہو جاتا تھا اور دن کے وقت میں جب حضرت موسی علیہ السلام اسے

زمین پر مارتے تو زمین سے رزق نمودار ہوتا، اور اس عصاء کی مدد سے آپ علیہ السلام جانوروں کے لئے پتے جھاڑنے کا کام بھی کرتے۔ اس بارے میں مشہور قول یہ ہے کہ یہ جنتی عصاء تھا جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے تھا پھر حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس سے ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ اس عصاء کا نام ماشا تھا۔

☆......روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی پھینکی تو وہ زرد رنگ کا ایک بال والا اژدھا بن گیا اس کے دونوں جبڑوں کے مابین اسی ذراع (یعنی ایک سو بیس فٹ) کا فاصلہ تھا اور وہ اپنی دم پر کھڑا ہو کر زمین سے ایک میل بلند تھا اژدھا اتنا بڑا تھا کہ اس کا ایک جبڑا زمین پر تھا اور دوسرا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا وہ فرعون کے پکڑنے کیلئے دوڑا فرعون اپنی جان بچانے کو تخت چھوڑ کر بھاگا اس حالت میں اس کے دست لگ گئے، ایک روایت میں یہ بھی ملتا ہے کہ اس ایک دن میں اس کے چار سو دست جاری ہوئے، اور بعض روایتوں میں یہاں تک ہے کہ اس کے پیٹ میں ایک ایسی بیماری جاری ہوگئی جو تادم مرگ دور نہ ہو سکی، ایک روایت کے مطابق اژدھے نے فرعون کا جبہ اپنی داڑھ میں پکڑ لیا اور لوگوں پر حملہ کیا جس سے بھگدڑ مچی اور اس بھگدڑ میں پچیس ہزار کی تعداد ماری گئی، بالآخر فرعون نے چیخ کر کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام میں تمہیں اس ذات پاک کی قسم دیتا ہوں جس نے تمہیں بھیجا ہے تم اس اژدھے کو پکڑ لو میں تم پر ایمان لے آؤں گا اور تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دوں گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اژدھے کو پکڑا تو حسب سابق لاٹھی بن گیا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی کو پکڑ لیا فرعون نے پھر سے نافرمانی کی اور پرانی روش پر ہی قائم رہا۔

☆......حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضاء کا معجزہ بھی دیا گیا تھا ایسا سفید نورانی ہاتھ جو کہ خرق عادت فعل تھا جسے دیکھنے والوں کا مجمع جمع ہو جاتا، ایک روایت یہ ہے اس نور کی روشنی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے زمین و آسمان کو روشن کر دیا۔

(روح المعانی، الجزء التاسع، ص ۳۰ وغیرہ، عطائین، ج۲، ص ۳۱۹)

اغراض:

اذ کر: سے مراد ندا کے وقت کا بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ جس وقت واقعہ رونما ہوا اس کا ذکر یاد کرنا مقصود ہے۔ **لیلۃ رأی النار والشجرۃ:** یعنی سبز درخت میں آگ جلتی دیکھی، اور سبز درخت میں آگ کا جلنا ندا کرنے کا مقصود نہیں تھا بلکہ مقصود اس کلام ﴿اذ رأی نارا فقال لاھلہ امکثوا انی آنست نارا (طہ: ۱۰)﴾ سے سورۃ طہ کا فصل تھا۔ **وبنی اسرائیل:** کا عطف انفسھم پر ہے، تقدیر عبارت یوں ہے "وظلموا بنی اسرائیل"۔

باستعبادھم: بمعنی معاملتھم ہے، یعنی خادم والا معاملہ ہونا جیسے سخت مشقت والے کام، گھٹیا کام وغیرہ انجام دے لینا، اور قوم فرعون کے ساتھ ایسا چار سو سال ہوا، اور اس وقت ان کی تعداد ایک ہزار چھ سو تیس تھی۔

للاستفھام الانکاری: مناسب یہ ہے کہ اس مقام پر تعجب کا معنی لیا جائے، اس لئے کہ انکار کا معنی کرنا فاسد ہے اور مراد نفی ہے اور نفی النفی اثبات ہوا کرتا ہے، پس اس صورت میں معنی یہ ہوگا انہیں اللہ عزوجل سے ڈرنا چاہیے لیکن ایسا نہیں ہے، اور یہ بھی صحیح ہے کہ استفہام عرض کے لئے ہو۔ **للعقدۃ التی فیہ:** کم سنی میں منہ میں انگارہ رکھنے کی وجہ سے لکنت ہوگئی تھی، جس وقت آپ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی پکڑ لی تھی اور اس بات پر فرعون آپ علیہ السلام کے قتل کرنے کے درپے ہوا، اور اس نے اپنی زوجہ کو اس جانب توجہ دلائی کہ ان کے امتحان کی صورت کی جائے اور ایک جانب کھجور اور دوسری جانب انگارہ رکھا جائے، پس جبرائیل امین علیہ السلام نے ان کے ہاتھ میں انگارہ تھما دیا جسے منہ میں ڈال لیا، جس کی وجہ سے زبان میں لکنت پیدا ہوگئی۔

فیہ تغلیب الحاضر علی الغائب: یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب نسبت کرتے ہوئے کیونکہ دونوں ہی اللہ عزوجل کا کلام ساعت

کرتے تھے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام بلا واسطہ کلام الٰہی سماعت فرماتے اور حضرت ھارون علیہ السلام حضرت جبرائیل علیہ السلام کی وساطت سے سماعت فرماتے۔

ای کلا منا: ان کے اسم اور اس کی خبر کے مابین مطابقت کے اعتبار سے کلام کیا، یعنی حسب حیثیت رسول ہونا مراد ہے۔

فاتیاہ ...... الخ: اس جملے سے اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ عزوجل کے فرمان ﴿قال الم نربک (الشعراء:۱۸)﴾ محذوف پر مرتب ہوتا ہے، روایت کی جاتی ہے کہ جب دونوں حضرات (حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام) فرعون کی طرف پہنچے تو درباریوں نے انہیں اندر آنے کی اجازت نہ دی، پھر فرعون کے دروازے پر دستک دے کر بتایا گیا کہ ہمارے پاس ایک شخص آیا ہے جو کہتا ہے کہ وہ تمام جہان کے پالنے والے کا رسول ہے، فرعون نے اپنے درباری خادم سے کہا: اسے ہمارے پاس آنے دو تا کہ ہم اس سے ہنسی کریں، پس دونوں حضرات داخل ہوئے تو فرعون کو شیر، چیتے، تیندوے کے ساتھ دیکھا، درباریوں کو خوف ہوا کہ کہیں یہ درندے ان دونوں حضرات مہمانان گرامی کو نقصان نہ پہنچائیں لیکن معاملہ یہ ہوا کہ یہ درندے ان کے قدم چاٹنے لگے، ان کی رانوں سے چپکنے لگے، جس سے فرعون کو تعجب ہوا، اور اس نے پوچھا تم کون ہو؟ بولے: ''ہم اللہ کے رسول ہیں''۔

قریبا من الولایۃ: اس جملے کے ذریعے آیت سے ہونے والے وہم کو دور کرنا مقصود ہے کیونکہ ولید کا اطلاق مولود پر ولادت کی حالت کے ضمن میں کیا جاتا ہے، لیکن یہاں ایسا مقصود نہیں ہے، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام رضاعت کے زمانے میں اپنی والدہ ماجدہ کے پاس تھے، رضاعت کے بعد فرعون انہیں لے گیا تھا، پس مناسب یہ ہے کہ آیت کو اس کے ظاہری معنی پر محمول کیا جائے کیونکہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی ماں کے پاس تھے اس وقت بھی فرعون کی نظر میں تھے یعنی اس کی تربیت میں تھے۔

عما آتانی اللہ بعدھا: یعنی مجھ پر اس (قبطی والے معاملے کے) حوالے سے کوئی ملامت نہیں، پس مکلف نہ ہونے کی صورت میں ضالین بمعنی مخطئین ہوسکتا ہے متعمدین نہیں ہوسکتا۔

اصلہ تمن بھا علی: ''تمنھا'' کی اصل ''تمن بھا'' ہے، پس جار کو حذف کر کے ضمیر متصل کر دی گئی ہے۔

ولم تستعبدنی: (گویا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا) تیرا مجھ پر کوئی احسان نہیں، پس میں نے تیری عبادت نہ کی حالانکہ تیرے سوا کسی اور کی عبادت کرنا ظلم ہے اور اللہ عزوجل نے مجھے تیری عبادت کرنے سے نجات عطا فرمائی۔

ای ای شیء ھو: فرعون کا اللہ عزوجل کے بارے میں سوال کرنے کا مقصد اللہ رب العالمین کی حقیقت معلوم کرنا تھا، یعنی وہ موجودات کی کونسی جنس سے تعلق رکھتا ہے، العیاذ باللہ تعالیٰ۔

من اشراف قومہ: فرعون کے اردگرد پانچ سو معززین موجود تھے، جنہوں نے سونے کے زیور (کنگن) پہنے ہوئے تھے، اور ایسے زیورات فقط سلاطین ہی پہنا کرتے ہیں۔

الذی لم یطابق السوال: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب فرعون کے سوال کے مطابق نہیں ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ عزوجل کی صفات کا بیان فرمایا کیوں کہ اللہ رب العالمین کی حقیقت کا بیان کرنا عبث ہے اور جہالت کا پالندہ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایسا صادر ہونا محال ہے۔ (الصاوی، ج٤، ٢٢٦ وغیرہ)

رکوع نمبر:۷

﴿قال﴾فِرعونُ﴿للملا حوله ان هذا لسحر عليم (۳۴)﴾فَائقٌ فِى عِلمِ السِّحرِ﴿يريد ان يخرجكم من ارضكم بسحره صلے ق فماذا تامرون (۳۵) قالوا ارجه واخاه﴾اَخِّرْ اَمرَهُما ﴿وابعث فى المدائن حشرين(۳۶)﴾جَامِعِينَ﴿ياتوک بكل سحار عليم (۳۷)﴾يَفْضُلُ موسٰى فِى عِلمِ السِّحرِ﴿فجمع السحرة لميقات يوم معلوم(۳۸)﴾وَهُوَ وقتُ الضُّحٰى مِن يومِ الزِّينَةِ﴿وقيل للناس هل انتم مجتمعون (۳۹) لعلنا نتبع السحرة ان كانوا هم الغلبين(۴۰)﴾اَلْاِستِفهَامُ لِلحِثِّ على الْاِجْتِماعِ والتَّرجِّي عَلى تَقدِيرِ غَلبَتِهِمْ لِيَسْتَمِرُّ علٰى دِيْنِهِمْ فَلا يَتَّبِعُوا موسٰى ﴿فلما جاء السحرة قالوا لفرعون ائن﴾بِتحقِيقِ الهَمزَتَينِ وَتسْهِيلِ الثَّانِيَةِ وَاِدْخالِ الفٍ بَينَهُما علَى الوَجْهَينِ ﴿لنا لاجرا ان كنا نحن الغلبين (۴۱)قال نعم وانكم اذا﴾حِينَئِذٍ﴿لمن المقربين (۴۲)قال لهم موسى ﴾بَعدَ مَا قَالوا لَهُ اِمَّا اَن تُلقِيَ وَاِمَّا اَن نَكونَ نَحنُ المُلقِينَ﴿القوا ما انتم ملقون(۴۳)﴾فَالامْرُ منهُ لِلاذْنِ بَتقْدِيمِ اِلقَائِهِمْ تَوسُّلا بِهٖ اِلى اِظهَارِ الحَقِّ﴿فالقوا حبالهم وعصيهم وقالوا بعزة فرعون انا لنحن الغلبون(۴۴) فالقى موسى عصاه فاذا هى تلقف﴾بِحذْفِ اِحدَى التَّائَينِ مِنَ الْاَصلِ تَبتَلِعُ﴿ما يافكون (۴۵)﴾يُقَلِّبونَهٗ بِتَموِيْهِهِم فَيتَخَيَّلُونَ حِبالَهُمْ وَعَصِيَّهم اَنها حَياتٌ تَسْعٰى﴿ فالقى السحرة سجدين (۴۶)قالوا امنا برب العلمين (۴۷)رب موسى وهرون (۴۸)﴾لِعِلمِهِمْ بِاَنَّ ما شَاهَدُوهُ مِنَ العَصا لَا يَتاتّٰى بِالسِّحرِ﴿قال ﴾فِرعَونُ﴿ امنتم﴾بِتَحقيقِ الهَمزَتينِ وَ اِبْدالِ الثَّانِيةِ اَلِفًا﴿له﴾لِموسٰى﴿ قبل ان اذن ﴾اِنَّا﴿لكم ج انه لكبيركم الذى علمكم السحر ج﴾فَعَلَّمكُم شَيئًا مِنهُ وَغَلبَكُم بِاٰخَرَ﴿ فلسوف تعلمون ط﴾مَا يَنَالُكُمْ مِنِّى﴿لاقطعن ايديكم وارجلكم من خلاف﴾اَى يَدَ كُلٍّ واحِدًا اليُمنٰى وَرِجلُه اليُسرٰى ﴿ولاصلبنكم اجمعين (۴۹)قالوا لا ضير﴾لا ضَررَ عَلينا فِى ذلكَ﴿ انا الى ربنا﴾بَعدَ مَوتِنَا بِاَىِّ وَجْهٍ كانَ﴿منقلبون(۵۰)﴾راجِعُونَ فِى الْاٰخِرةِ﴿انا نطمع﴾نَرجُوا﴿ان يغفر لنا ربنا خطينا ان﴾اَى بِاَنْ﴿ كنا اول المومنين (۵۱)﴾فِى زَمانِنا.

﴿ترجمہ﴾

بولا (فرعون) اپنے گرد کے سرداروں سے کہ بیشک یہ دانا جادوگر ......ہے...... ہیں (یعنی جادو کے علم میں فوقیت رکھنے والے ہیں) چاہتے ہیں، کہ تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیں اپنے جادو کے زور سے، تب تمہارا کیا مشورہ ہے۔ وہ بولے انہیں اور ان کے بھائی کو ٹھہرائے رہو (یعنی ان کا معاملہ مؤخر کردو) اور شہروں میں جمع کرنے والے بھیجو (حاشرین بمعنی جامعین ہے) کہ وہ تیرے پاس لے آئیں ہر بڑے جادوگر دانا کو (جو جادو کے علم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت رکھتا ہو) تو جمع کیے گئے جادوگر ایک مقرر دن کے وعدہ پر (یعنی عید کے دن چاشت کے وقت) اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم جمع ہو گئے۔ شاید ہم ان جادوگروں ہی کی پیروی کریں اگر یہ غالب آئیں (هل انتم میں استفہام دراصل لوگوں کو جمع ہونے کے لئے اکسانے اور آمادہ کرنے کی خاطر ہے اور لعلّ امید دلانے کی خاطر ہے کہ ان کے غالب آنے کی صورت میں وہ اپنے دین پر قائم رہیں گے تا کہ وہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع نہ کریں) پھر جب جادوگر

آئے فرعون سے بولے کیا (ائن میں دونوں ہمزے تحقیق اور دوسرا تسہیل کے ساتھ ہے اور ان دونوں صورتوں میں ان کے درمیان الف کو داخل کرنا بھی جائز ہے) ہمیں کچھ مزدوری ملے گی اگر ہم غالب آئے۔ بولا ہاں اور اس وقت تم میرے مقرب ہو جاؤ گے۔ موسیٰ نے ان سے فرمایا (جب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا کہ پہلے آپ ڈالیں گے......۲...... یا ہم ڈالیں تو اس کے بعد آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا) ڈالو جو تمہیں ڈالنا ہے (القوا امر کا صیغہ ان جادوگروں کو اپنا جادو پہلے دکھانے کی اجازت دینے کے لئے ہے تا کہ اس کے ذریعے حق کا اظہار ہو سکے) تو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور بولے فرعون کی عزت کی قسم! بیشک ہماری ہی جیت ہے، تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا جبھی وہ نگلنے لگا (تلقف بمعنی تبتلع میں ایک تا حذف ہے) ان کی بناوٹوں کو (یعنی انہوں نے فریب کاری اور ملمع سازی کر کے اپنی لاٹھیوں اور رسیوں کو چلتے پھرتے سانپوں میں تبدیل کر دیا تھا) اب سجدہ میں گرے۔ جادوگر بولے ہم ایمان لائے......۳...... اس پر جو سارے جہان کا رب ہے، جو موسیٰ اور ہارون......۴...... کا رب ہے (اپنے اس علم کی وجہ سے کہ جو انہوں نے عصائے موسیٰ سے مشاہدہ کیا ہے وہ جادو کا کرشمہ نہیں ہو سکتا) فرعون بولا کیا تم ایمان لائے (ء أنتم میں ایک قرأت دونوں ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ ہے اور ایک قرأت دوسرے ہمزہ کو الف سے بدلنے کے ساتھ ہے) اس پر (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر) قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں، بیشک وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا (یعنی اس نے تمہیں تھوڑا سا جادو سکھایا اور پھر بقیہ جادو کے ساتھ تم پر غالب آ گیا) تو اب جاننا چاہتے ہو (اس تکلیف کو جو میری طرف سے تمہیں پہنچے گی) مجھے قسم ہے! بیشک میں تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا (یعنی ہر ایک کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں) اور تم سب کو سولی دوں گا۔ وہ بولے کچھ نقصان نہیں (یعنی اس معاملے میں ہمیں کوئی نقصان نہیں) ہم اپنے رب کی طرف (اپنی موت کے بعد چاہے وہ جس صورت میں بھی ہو) پلٹنے والے ہیں (یعنی آخرت میں اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں) ہمیں طمع ہے (امید ہے) کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے......۵...... اس پر کہ سب سے پہلے ایمان لائے (اپنے زمانہ میں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قال للملا حوله ان هذا لسحر علیم٥﴾

قال: قول، لام: جار، الملا: ذوالحال، حوله: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول، ان هذا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، سحر علیم: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿یرید ان یخرجکم من ارضکم بسحره فماذا تامرون٥﴾

یرید: فعل با فاعل، ان: مصدریہ، یخرجکم من ارضکم: فعل با فاعل ومفعول وظرف لغو، بسحره: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "سحر" کیلئے صفت واقع ہے، ف: عاطفہ، ماذا: استفہامیہ مفعول بہ مقدم، تامرون: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا ارجه واخاه وابعث فی المدائن حشرین٥﴾

قالوا: قول، ارجه: فعل امر با فاعل، "ہ" ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اخاه: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ابعث: فعل امر با فاعل، فی المدائن: ظرف لغو، حشرین: "شرط" محذوف کیلئے صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿یاتوک بکل سحار علیم٥﴾

یاتوک: فعل بافاعل ومفعول، بکل سحار علیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر واقع ہے۔

﴿فجمع السحرة لميقات يوم معلوم ○ وقيل للناس هل انتم مجتمعون○﴾

ف: عاطفہ، جمع السحرة: فعل مجہول بانائب الفاعل، لميقات يوم معلوم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، قيل للناس: قول، هل: حرف استفہام، انتم: مبتدا، مجتمعون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ ملکر جملہ قولیہ۔

﴿لعلنا نتبع السحرة ان كانوا هم الغلبين○﴾

لعلنا: حرف مشبہ واسم، نتبع السحرة: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "مجتمعون" کی واؤ ضمیر سے واقع ہے، ان: شرطیہ، كانوا: فعل ناقص واسم، هم: ضمیر فصل، الغلبين: خبر، جملہ فعلیہ جزا محذوف "فنتبع السحرة" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلما جاء السحرة قالوا لفرعون ائن لنا لاجرا ان كنا نحن الغلبين○﴾

ف: عاطفہ، لما: ظرفیہ شرطیہ، جاء السحرة: جملہ فعلیہ شرط، قالوا لفرعون: قول، همزه: حرف استفہام، ان لنا: حرف مشبہ وظرف مستقر خبر، لاجرا: خبر ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ اول، ان: شرطیہ، كنا: فعل ناقص بااسم، نحن: ضمیر فصل، الغلبين: خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا محذوف "ائن لنا لاجرا" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ، ہوکر مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال نعم وانكم اذا لمن المقربين○﴾

قال: قول، نعم: حرف جواب بمعنی "لكم الاجر" معطوف علیہ، و: عاطفہ، انكم: حرف مشبہ واسم، اذا: حرف جزاء، لمن المقربين: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقولہ ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال لهم موسى القوا ما انتم ملقون○﴾

قال لهم موسى: جملہ فعلیہ قول، القوا: فعل امر بافاعل، ما: موصولہ، انتم ملقون: جملہ اسمیہ صلہ، ملکر مفعول جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فالقوا حبالهم وعصيهم وقالوا بعزة فرعون انا لنحن الغلبون○﴾

ف: عاطفہ، القوا: فعل بافاعل، حبالهم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، عصيهم: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، قالوا: قول، بعزة فرعون: ظرف مستقر، فعل محذوف "نقسم" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، انا: حرف مشبہ واسم، لنحن الغلبون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب قسم، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فالقى موسى عصاه فاذا هي تلقف ما يافكون○﴾

ف: عاطفہ، القى موسى: فعل وفاعل، عصاه: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، هي: مبتدا، تلقف: فعل بافاعل، ما يافكون: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فالقى السحرة سجدين قالوا امنا برب العلمين ○ رب موسى وهرون○﴾

ف: عاطفہ، القى: فعل مجہول، السحرة: ذوالحال، سجدين: حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، قالوا: قول، امنا: فعل بافاعل، ب: جار، رب العلمين: مبدل منہ، رب موسى وهرون: بدل، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر ماقبل "القى" جملہ بدل اشتمال واقع ہے۔

﴿قال امنتم له قبل ان اذن لكم انه لكبيركم الذى علمكم السحر﴾

قال: قول، امنتم له: فعل بافاعل وظرف لغو، قبل: مضاف، ان اذن لکم: جملہ بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ اول، انه: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، کبیر کم: موصوف، الذی: موصول، علمکم السحر: جملہ فعلیہ صلہ ملکر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فلسوف تعلمون٥﴾

ف: فصیحیہ، لام: تاکیدیہ، سوف: حرف استقبال، تعلمون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ ہوکر شرط محذوف "ان استمررتم فی فعلکم" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولا وصلبنکم اجمعین٥﴾

لام: قسمیہ، اقطعن: فعل بافاعل، ایدیکم وارجلکم: ذوالحال، من خلاف: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "اقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ ہوکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لام قسمیہ، اصلبن: فعل بافاعل، کم: ضمیر ذوالحال، اجمعین: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "اقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ معطوف، ملکر ماقبل جملے "لسوف تعلمون" کیلئے تفسیر واقع ہے۔

﴿قالوا لاضیر انا الی ربنا منقلبون٥﴾

قالوا: قول، لا: نفی جنس، ضیر: اسم، "لنا" ظرف مستقر خبر محذوف، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ اول، انا: حرف مشبہ واسم، الی ربنا منقلبون: شبہ جملہ اسمیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ

﴿انا نطمع ان یغفرلنا ربنا خطینا ان کنا اول المومنین٥﴾

انا: حرف مشبہ واسم، نطمع: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، یغفرلنا ربنا خطینا: فعل وظرف لغو وفاعل ومفعول ملکر جملہ بتاویل مصدر مفعول، ان: مصدریہ، کنا اول المومنین: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر "ب" جار مجرور ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

سحر کی تعریف:

ا......شیخ جرجانی فرماتے ہیں کہ سحر سے مراد تخییل (کوئی چیز مشتبہ کرنا)، ملمع سازی اور اس چیز کا ارادہ کرنا ہے جس کی کوئی اصل نہ ہو جیسا کہ کئی متکلمین کے نزدیک سحر کی یہی تعریف ہے۔ (التعریفات، ص ۱۲۱)

جن سے فرعون نے قرب کا وعدہ کیا تھا کہ اگر تم موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے تو میرے مقرب ہو جاؤ گے ان جادوگروں کی تعداد کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے، مقاتل کے نزدیک ان کی تعداد بہتر تھی جن میں دو قبطی اور ستر بنی اسرائیلی تھے، کلبی کے قول کے مطابق ان کی تعداد اہل نینوی کے ستر عام آدمی تھے، کعب کے قول کے مطابق بارہ ہزار اور سدی کے مطابق تین ہزار اور کچھ زائد، عکرمہ کے مطابق ستر ہزار اور محمد بن منکدر کے مطابق اسی ہزار جادوگر تھے، مقاتل کہتے ہیں کہ جادوگروں کا سردار شمعون تھا اور ابن جریج کے مطابق یوحنا نامی شخص جادوگروں کا سردار تھا۔ (البغوی، ص ۳۱۷)

علامہ تفتازانی "شرح المقاصد" میں فرماتے ہیں:

سحر ایک خلاف عادت کام ہے جو کسی شریر اور فاسق شخص سے اعمال مخصوصہ کے ذریعہ صادر ہوتا ہے، اور یہ اہل حق کے نزدیک عقلاً جائز ہے اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿ولکن الشیطین کفروا یعلمون الناس

السحر وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت وما یعلمن من احد حتی یقولا انما نحن فتنة فلا تکفر فیتعلمون منھما ما یفرقون به بین المرء وزوجه وما ھم بضارین به من احد الا باذن اللہ ہاں شیطان کافر ہوئے لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں اور وہ جادو جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اُترا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں تو اپنا ایمان نہ کھو تو ان سے سیکھتے وہ جس سے جدائی ڈالیں مرد اور اس کی عورت میں اور اس سے ضرر نہیں پہنچا سکتے کسی کو مگر خدا کے حکم سے (البقرۃ:۱۰۲)﴾۔اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جادو کی حقیقت ہے اور محض ملمع سازی نہیں ہے اور موثر و خالق حقیقت میں اللہ ﷻ ہے، چنانچہ فرمان باری ﷻ ہے﴿ومن شر النفثت فی العقد اور ان عورتوں کے شر سے جو گروہوں میں پھونکتی ہیں (الفلق:۴)﴾۔اس آیت میں جادوگروں کی شرارت سے پناہ مانگی گئی ہے، جادوگر منتر پڑھ پڑھ کر پھونک مارتے ہیں اور گرہ باندھتے ہیں، عموماً جس پر جادو کیا جاتا ہے اس کے بال یا کوئی اور چیز حاصل کر کے اس پر عمل کیا جاتا ہے، اگر جادو ایک ثابت شدہ حقیقت نہ ہوتی تو اللہ ﷻ اس سے پناہ مانگنے کا حکم کیوں ارشاد فرماتا؟ جمہور مسلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ سورۃ الفلق اس وقت نازل ہوئی جب لبید بن اعصم یہودی نے سید عالم ﷺ پر جادو کیا حتی کہ آپ تین دن تک بخار میں رہے۔

مفتی محمد شفیع لکھتا ہے:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا جادو، ایک قسم کی نظر بندی تھی اور تخییل تھی جس سے دیکھنے والوں کو یہ محسوس ہونے لگا کہ یہ لاٹھیاں اور رسیاں سانپ بن کر دوڑ رہے ہیں حالانکہ وہ واقع میں اسی طرح لاٹھیاں اور رسیاں ہی تھیں، سانپ نہیں بنے تھے ،ایک قسم کا مسمریزم تھا جس کا اثر انسانی خیال اور نظر کو مغلوب کر دیتا ہے۔لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ سحر صرف اسی قسم میں منحصر ہے ،سحر کے ذریعہ انقلاب ماہیت نہیں ہو سکتا کیونکہ کوئی شرعی و عقلی دلیل اس کی نفی پر قائم نہیں ہے بلکہ سحر کی مختلف اقسام، واقعات سے ثابت ہیں کہیں تو صرف ہاتھ کی چالاکی ہوتی ہے جس سے دیکھنے والوں کو مغالطہ لگ جاتا ہے، کہیں تخییل اور نظر بندی ہوتی ہے جیسے مسمریزم ہے اور کہیں قلب ماہیت بھی ہو جاتا ہو کہ انسان پتھر کا بن جائے تو یہ بھی کسی شرعی یا عقلی دلیل کے خلاف نہیں ہے۔

(معارف القرآن، ج٤، ص ٣١)

باادب بانصیب!

۲......جادوگر بولے اے موسی علیہ السلام یا تو آپ علیہ السلام اپنا عصا ڈالیں یا ہم ابتدا کریں، یعنی اپنی لاٹھیاں اور رسیاں ڈالیں۔اس آیت مبارکہ میں ایک لطیف نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ جادوگروں نے ادب کرتے ہوئے حضرت موسی علیہ السلام کی رعایت فرمائی کہ حضرت موسی علیہ السلام کو اپنے اوپر مقدم کیا اور کوئی شک نہیں کہ اللہ ﷻ نے اپنے نبی کے ادب کے صدقے میں ان پر ایمان اور ھدایت کے ذریعے احسان فرمایا ہو کہ انھوں نے اولاً ادب کی رعایت فرمائی اور اپنی رغبت اس بارے میں ظاہر فرمائی۔حضرت موسی علیہ السلام نے جادوگروں سے کہا کہ تم اپنی ذات کو لاٹھیاں اور رسیاں ڈالنے میں مقدم کرو، ہو سکتا ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے جادوگروں کو ابتدا کرنے کی اجازت کیسے دے دی؟ جب کہ آپ علیہ السلام جانتے تھے کہ یہ جادو ہے اور جادو کرنا جائز نہیں ہے؟ میں یہ کہوں گا کہ اس بارے میں علماء نے کئی جوابات دیئے ہیں، ان میں سے ایک جواب یہ ہے کہ اگر تم اپنے فعل کو سچ جانتے ہو تو ڈالو اور اگر ایسا نہیں ہے تو نہ سہی، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے ان کو رسیاں اور لاٹھیاں ڈالنے کا حکم دیا تاکہ اپنا معجزہ عصاء ظاہر کر سکیں کیونکہ اگر وہ ابتداء نہ کرتے تو آپ علیہ السلام کو معجزہ ظاہر کرنے کا موقع نہ ملتا، تیسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام جانتے تھے کہ ان لوگوں کا رسیاں اور لاٹھیاں ڈالنا ضروری ہے اور تخییر (یعنی دو چیزوں میں سے ایک کو منتخب کرنے) کا وقوع تقدیم و تاخیر سے ہوتا ہے لہذا آپ علیہ السلام

نے انہیں تقدیم کا حکم دیا تا کہ ان پر معجزہ کا ظہور بھی اسی طرح غلبے سے ہو اسلئے کہ اگر (حضرت موسیٰ علیہ السلام) ابتدا کرتے تو انہیں غلبہ وظہور حاصل نہ ہوتا اس لئے آپ علیہ السلام نے انہیں (یعنی جادوگروں کو) ابتداء کرنے کا حکم دیا۔ جب جادوگروں نے ابتداء کی تو لوگوں کی آنکھوں کو حقیقت کے ادراک کرنے سے اپنی ملمع سازی اور تخیل کے ذریعے پھیر دیا اور یہی جادو ہے۔ اور یہی واضح فرق جادو اور معجزہ کے مابین ہے کہ جادو بشر کا فعل ہے اور معجزہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کا اللہ عزوجل کی جناب سے، اور ایک فرق جادو اور معجزہ میں یہ بھی ہے کہ جادو میں آنکھوں کی نظر بندی ہوتی ہے کہ کسی چیز کی حقیقت کو جان لینے سے نظر کو پھیر دیا جائے جبکہ معجزہ میں کسی چیز کی حقیقت ونفس ہی کو پھیر دیا جاتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا دوڑنے والا اژدھا بن گیا۔ (الخازن، ج۲، ص۲۳۵)۔

اظہار ایمان سے قبل سجدہ کرنا:

س...... یہاں کسی کے ذہن میں یہ سوال آسکتا ہے کہ جادوگروں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر ایمان لانا واجب تھا نہ کہ سجدہ، انہوں نے سجدہ کو ایمان لانے پر کیوں مقدم کیا؟ میں (علامہ خازن) اس کا جواب یہ دوں گا کہ جب اللہ عزوجل نے ان کے دل میں ایمان اور معرفت کو ڈال دیا تو وہ اللہ عزوجل کی دی ہوئی ہدایت اور ایمان باللہ اور تصدیق رسول پر شکر ادا کرنے کے لیے سجدے میں گر پڑے پھر اس کے بعد انہوں نے اپنا ایمان ظاہر کیا، ایک قول یہ بھی ہے کہ جب جادوگروں نے اللہ عزوجل کی عظیم قدرت اور امر عصاء پر اس کا غلبۂ اقتدار دیکھا کہ اس عظیم کارنامے پر کسی بشر کو قدرت نہیں ہوسکتی اور جادوگروں کے تمام شبہات زائل ہوگئے جو کہ ان کے دلوں میں تھے اور اس عظیم قدرت کو دیکھ کر اس احکم الحاکمین کی بارگاہ میں اس کی شان کی تعظیم کی خاطر سجدے میں گر گئے۔ بس کے بعد انہوں نے اپنا ایمان ظاہر کیا، ایک قول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب جادوگروں نے معجزہ دیکھا تو پہچان گئے کہ یہ امر سماوی ہے جادو نہیں ہے لہٰذا وہ سجدے میں گر گئے اور بولے ہم عالمین کے رب عزوجل اور موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام کے رب عزوجل پر ایمان لائے۔ (الخازن، ج۲، ص۲۳۷)

یہاں ہم ضمناً سجدے کا طریقہ بھی ذکر کردیتے ہیں چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب کوئی شخص سجدہ کرے تو وہ سات ہڈیوں پر سجدہ کرے منہ، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پنجے"۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب اعضاء السجود و النهی، رقم: (۹۸۷)/۴۹۱، ص۲۳۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی مختصر سوانح:

م...... آپ علیہ السلام کا نام موسیٰ بن عمران بن قاهث بن عازر بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم تھا۔ آپ علیہ السلام کا ذکر مبارک قرآن مجید میں کئی مقامات پر طوالت اور اختصار کے ساتھ آیا ہے۔ اکثر اقوال کے مطابق آپ علیہ السلام کو چالیس سال کی عمر مبارک میں نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔ (البدایة والنهایة، قصة موسی کلیم الجزء ۱، ج ۱ ص ۲۶۳ وغیرہ ملخصاً و ملتقطاً)

☆...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "شب معراج میں کثیب احمر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قریب سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

(سنن نسائی، کتاب قیام اللیل و تطوع النهار، باب ذکر صلاۃ نبی اللہ موسی، رقم: ۱۶۲۷، ص۴۱۶)

اس حدیث سے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی حیات بعد از ممات ثابت ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک سو بیس سال کی زندگی گزاری، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے مابین ایک سو

چالیس سالوں کا زمانہ ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین سات سو سال کا زمانہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کے فرعون کا نام ولید بن مصعب بن الریان تھا اور فرعون اس کا لقب تھا اور اصل میں فرعون کسی شخص کا نام ہے پھر اس علم (نام) کو بطور لقب زمانہ جاہلیت میں مصر کے ہر بادشاہ کے لئے بولا جانے لگا، فرعون نے چھ سو بیس سال کی زندگی بسر کی اور اس نے چار سو سال حکومت کی، اور اس دوران اسے کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچی اس کی کنیت ابو مرۃ تھی، ایک قول کے مطابق اس کی کنیت ابو عباس تھی اور اس سے مراد دوسرا فرعون ہے اور فرعون اول اس کا بھائی ہے اور اس کا نام قابوس بن مصعب عمالقہ کا بادشاہ ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور کے فرعون کا لقب نمرود ہے اور اس امت کا فرعون ابو جہل ہے۔ (الصاوی، ج۲، ص۲۷۷ ملتقطاً، ملخصاً)

حضرت ہارون علیہ السلام کا نسب تو وہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے، جس کا بیان ہم نے ماقبل کیا ہے، یہاں فقط ایک روایت حضرت ہارون علیہ السلام کی شان کے بارے میں ذکر کرتے ہیں: حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ دوران سفر حج میں نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے ساتھیوں سے پوچھ رہا تھا کہ کونسا بھائی ہے جو اپنے بھائی کی وجہ سے احسان کیا گیا؟ قوم خاموش رہی، بی بی عائشہ اپنے ہودج میں موجود سن رہی تھیں، اندر ہی سے فرمایا: "مراد موسیٰ بن عمران ہیں جو کہ اپنے بھائی ہارون کے شفیع بنے"، پس اللہ نے ان کی جانب وحی فرمائی: ﴿ووھبنا لہ من رحمتنا اخاہ ھارون نبیا اور اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون عطا کیا غیب کی خبریں بتانے والا (مریم:۵۳)﴾۔ (البدایۃ والنھایۃ، قصۃ موسی کلیم اللہ، ج۱، الجزء الاول، ص ۲۷۷)

وقت مصیبت دعا کرنا:

۵...... یہاں جادوگروں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ عزوجل تو ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں مسلمان اٹھا! جادوگروں نے صبر اس لئے مانگا تھا کہ فرعون نے کہا تھا کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمت کاٹوں گا اور تمہیں سولی دونگا۔ فرعون کی جانب سے آنے والی اس آزمائش پر انہوں نے صبر کی دعا مانگی اور یہ بھی دعا مانگی کہ اللہ عزوجل انہیں دین حق پر ثابت قدم رکھے آمین۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرعونی دن کے اول وقت میں جادوگر تھے اور آخر وقت میں شہید۔ (الخازن، ج۲، ص۲۳۷)

اغراض:

یفضل موسی: مراد یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فائق کیا اور انہیں زیادتی (علم) سے نوازا۔

من یوم الزینۃ: جو کہ بنی اسرائیل کے لئے عید کا دن ہوا کرتا تھا، ایک قول یہ کیا گیا کہ مراد اس سے جنگ یا (میلے) کا دن ہے۔

والتوجی علی تقدیر غلبتھم: یعنی فرض کی ادائیگی اور اس کے بجا آوری کے لئے غلبہ کا اعتبار کرنے کا تقاضا کیا جاتا ہے۔

فالامر فیہ: ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے، اعتراض یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیسے جادو کی اجازت دے دی، کیوں کہ جادو کی اجازت دینا جائز نہیں، اور اس پر راضی ہونا، اور کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دونگا کہ شریعت میں وہ چیز قابل مدح بنتی ہے کہ جس کے ذریعے کسی باطل چیز کا ابطال ہو، پس جادو کا حکم دینے میں مقصود استحسان ورضا نہیں تھی بلکہ باطل قوت (جادو) کا (معجزہ دکھا کر) تحتہ کرنا تھا۔ **یقلبونہ:** معجزہ کے ذریعے کسی چیز کو اول حالت سے بدل دینا، یعنی لاٹھی کو بھاگنے والا اژدھا بنا دیا۔ **فعلمکم شیئا منہ وغلبکم بآخر:** جو میں نے چھپا رکھی ہے، فرعون نے یہ جملہ عیب چھپانے (اپنی جھینپ مٹانے) کے لئے کہا تھا، تاکہ قوم (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کے جادو (معجزہ) کو دیکھ کر ایمان نہ لائیں اور اسے حق جانے لگیں العیاذ باللہ۔ **فی زماننا:** یعنی فرعون کی اتباع کرنا، پس یہ جملہ اس بات کے منافی نہیں کہ بنی اسرائیل (کے وہ لوگ جو فرعون کی اتباع کرتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر) ایمان لانے پر سبقت کی۔ (الصاوی، ج٤، ص۲۲۹ وغیرہ)

رکوع نمبر:۸

﴿واوحینا الی موسی﴾بَعدَ سِنِینَ اَقَامَهَا بَینَهُم یَدعُوهُم بِایَاتِ اللهِ اِلَی الحقِّ فَلَم یَزِیدُوا اِلا عُتُوًّا﴿ان اسر بعبادی﴾بَنِی اسرائیلَ وَفِی قِرائَةٍ بِکَسرِ النُّونِ وَوَصلِ هَمزَةِ اَسرِ مِن سَرٰی لُغَةٌ فی اَسرٰی اَی سِر بِهِم لَیلا اِلَی البَحرِ﴿انکم متبعون (۵۲)﴾یَتبَعُکُم فِرعونُ وَجُنودُهُ فَیَلِجونَ وَرائَکُمُ البَحرَ فَاُنجِیکُم وَاُغرِقُهُم ﴿فارسل فرعون﴾حِینَ اُخبِرَ بِسَیرِهِم﴿فی المدائن﴾قِیلَ کَانَ لَهٗ اَلفُ مَدِینَةٍ وَاِثنَتَا عَشرَةَ اَلفِ قَریَةٍ﴿حشرین (۵۳)﴾جَامِعِینَ الجَیشَ قَائِلًا﴿ان هولاء لشرذمة﴾طَائِفَةٌ﴿قلیلون (۵۴)﴾قِیلَ کَانُوا سِتَّمِائَةَ اَلفٍ وَسَبعِینَ اَلفًا وَمُقَدَّمَةُ جَیشِهٖ سَبعَمِائَةِ اَلفٍ فَقَلَّلَهُم بِالنَّظرِ اِلٰی کَثرَةِ جَیشِهٖ ﴿وانهم لنا لغائظون (۵۵)﴾فَاعِلُونَ مَا یُغِیظُنَا﴿ وانا لجمیع حذرون (۵۶)﴾مُتَیَقِّظُونَ وَفِی قِرائَةٍ حَاذِرُونَ مُستَعِدُّونَ قَالَ تَعَالٰی﴿ فاخرجنهم ﴾اَی فِرعَونَ وَجُنُودَهُ مِن مِصرَ لِیَلحَقوا موسٰی وَ قَومَهٗ﴿ من جنت﴾بَسَاتِینَ کَانَت جَانِبَیِ النِّیلِ ﴿ وعیون (۵۷)﴾اَنهَارٍ جَارِیَةٍ فِی الدُّورِ مِنَ النِّیلِ﴿ وکنوز﴾اَموالٍ ظَاهِرَةٍ مِنَ الذَّهَبِ والفِضَّةِ وَسُمِّیَت کُنوزًا لِاَنَّهٗ لَم یُعطَ حَقُّ اللهِ تَعالٰی مِنهَا﴿ ومقام کریم (۵۸)﴾مَجلِسٍ حَسَنٍ لِلاُمَرَاءِ والوُزَرَاءِ یَحِفُّهٗ اَتبَاعُهُم ﴿کذلک ط ﴾اَی اِخراجنَا کَمَا وَصَفنَا﴿ واورثنها بنی اسرائیل (۵۹)﴾بَعدَ اِغرَاقِ فِرعونَ وَقَومِهٖ﴿فاتبعوهم ﴾لَحِقُوهُم ﴿ مشرقین (۶۰)﴾وَقتَ شُروقِ الشَّمسِ ﴿ فلما تراء الجمعن ﴾اَی رَاٰی کُلٌّ مِنهُما الاٰخَرَ﴿ قال اصحب موسی انا لمدرکون (۶۱)﴾یُدرِکُنا جَمعُ فِرعونَ ولا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ﴿ قال﴾موسٰی﴿کلا ج﴾اَی لَن یُدرِکُونَا﴿ان معی ربی﴾بِنَصرِهٖ ﴿ سیهدین (۶۲)﴾طَرِیقَ النَّجَاةِ قَالَ تَعالٰی﴿ فاوحینا الی موسی ان اضرب بعصاک البحر ط﴾فَضَرَبَهٗ﴿ فانفلق﴾اِنشَقَّ اِثنَی عَشَرَ فِرقًا﴿ فکان کل فرق کالطود العظیم (۶۳)﴾الجَبَلِ الضَّخمِ بَینَهُمَا مَسَالِکُ سَلَکُوهَا لَم یَبتَلَّ مِنهَا سُرُجُ الرَّاکِبِ وَلا لِبدُهٗ﴿ وازلفنا﴾قَرَّبنَا﴿ ثم ﴾هُنَالِکَ﴿ الاخرین (۶۴)﴾فِرعَونَ وَقَومَهٗ حَتّٰی سَلَکُوا مَسَالِکَهُم ﴿ وانجینا موسی ومن معه اجمعین (۶۵)﴾بِاِخرَاجِهِم مِنَ البَحرِ عَلٰی هَیئَتِهِ المَذکُورَةِ﴿ ثم اغرقنا الاخرین (۶۶)﴾ فِرعَونَ وَقَومَهٗ بِاِطبَاقِ البَحرِ عَلَیهِم لَمَّا تَمَّ دُخُولُهُم البَحرَ وخُرُوجُ بَنِی اِسرَائِیلَ مِنهُ﴿ان فی ذلک ﴾اَی اِغرَاقِ فِرعَونَ وَقَومِهٖ﴿لایة ط﴾عِبرَةً لِمَن بَعدَهُم﴿ وما کان اکثرهم مومنین (۶۷)﴾بِاللهِ لَم یُومِن مِنهُم غَیرَ آسِیَةِ اِمرَاَةِ فِرعَونَ وَحَزقِیلَ مُؤمِنُ آلِ فِرعونَ وَمَریَمُ بِنتُ نَا مُوسَی الَّتِی دَلَّت عَلٰی عِظَامِ یوسُفَ علیه السلامُ﴿وان ربک لهو العزیز﴾فَانتَقَمَ مِنَ الکَافِرِینَ بِاِغرَاقِهِم ﴿الرحیم (۶۸)﴾بِالمُؤمِنِینَ فَاَنجَاهُم مِنَ الغَرَقِ۔

﴿ترجمہ﴾

اور ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی (کئی سال ان میں مقیم رہنے کے بعد کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کے ذریعے حق کی جانب دعوت دیتے رہے لیکن اس سے ان کی سرکشی ہی میں مزید اضافہ ہوا) کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے نکل (یعنی بنی اسرائیل کو، ایک قرأت میں

اَنْ اَسْرِ نون کے کسرہ اور اَسْرِ کے ہمزہ وصل کے ساتھ اَنِ اسْرِ ہے، اسرِ اصل میں سری یسری سے مشتق ہے جس کا معنی ہے کہ راتوں رات ان کو سمندر کی جانب لے جاؤ) بیشک تمہارا پیچھا ہونا ہے (یعنی فرعون اور اس کا لشکر تمہارا پیچھا کرے گا، پس وہ تمہارے پیچھے سمندر پر آملیں گے تو میں تمہیں نجات دے کر ان کو غرق کر دوں گا) اب فرعون نے بھیجے (جب اس کو ان کے چلے جانے کی خبر ہوئی) شہروں میں (ایک قول کے مطابق اس کے شہروں کی تعداد ایک ہزار اور دیہاتوں کی تعداد بارہ ہزار تھی) جمع کرنے والے (حشرین بمعنی جامعین ہے یعنی یہ کہتے ہوئے لشکر اکٹھا کرنے والے) کہ یہ لوگ ایک تھوڑی جماعت ہیں (شرذمة......۱ بمعنی طائفة ہے، منقول ہے کہ فرعون کے لشکر کی تعداد چھ لاکھ اور ستر ہزار تھی جبکہ مقدمۃ الجیش صرف سات لاکھ افراد پر مشتمل تھا، اپنے لشکر کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے بنی اسرائیل کی تعداد کو تھوڑا گمان کیا) اور بیشک ہم سب کا دل جلاتے ہیں (یعنی ایسے کام کرتے ہیں جو ہمیں غضب ناک کر دیتے ہیں) اور بیشک ہم سب چوکنے ہیں (یعنی غافل نہیں بلکہ بیدار مغز ہیں، ایک قرأت میں حذرون ......۲ کی بجائے حاذرون ہے یعنی تیار اور چاک و چوبند ہے، پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) تو ہم نے انہیں باہر نکالا (یعنی فرعون اور اس کے لشکر کو شہر سے، تا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کو جا پکڑیں) باغوں (سے، جو کہ دریائے نیل کے دونوں جانب تھے) اور چشموں (سے، یعنی ان نہروں سے جو دریائے نیل سے ان کے گھروں میں جاری تھیں) اور خزانوں (سے، یعنی ان کے ظاہری اموال اور سونا و چاندی سے، اسے کنوز کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان خزانوں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کیا گیا تھا) اور عمدہ مکانوں سے (یعنی اچھی محفل سے کہ جہاں امراء و وزراء کی محفلیں سجتی تھیں......۳) ہم نے ایسا ہی کیا (یعنی ہم نے ان کو اسی طرح نکالا جیسا کہ بیان کیا ہے) اور ان کا وارث کر دیا بنی اسرائیل کو (یعنی فرعون اور اس کی قوم کے غرق ہونے کے بعد) تو فرعونیوں نے ان کا تعاقب کیا (یعنی انہیں جا ملے) دن نکلے (طلوعِ شمس کے وقت) پھر جب آمنا سامنا ہوا دونوں گروہوں کا (یعنی جب ان دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کو دیکھ لیا تو) موسیٰ والوں نے کہا ہم کو انہوں نے آلیا (یعنی ہمیں فرعون کے لشکر نے پکڑ لیا ہے اب ہمارے پاس اس سے بچنے کی کوئی طاقت نہیں) موسیٰ نے فرمایا یوں نہیں (یعنی وہ ہمیں ہرگز نہ پکڑ سکیں گے) بیشک میرا رب (یعنی اس کی مدد) میرے ساتھ ہے، وہ مجھے اب راہ دیتا ہے (یعنی نجات کا راستہ) تو (اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ دریا پر اپنا عصا مار (پس اس نے مارا) تو جبھی دریا پھٹ گیا (بارہ حصوں میں......۴) تو ہر حصہ ہو گیا جیسے بڑا پہاڑ (الطود العظیم بمعنی الجبل الضخم ہے، یعنی ایک ایسا بڑا پہاڑ کہ جس کے درمیان راستے تھے اور وہ اس میں اس حال میں چلتے رہے کہ نہ تو کسی سوار کی زین تر ہوئی اور نہ ہی نمدہ گیلا ہوا) اور وہاں (ثم بمعنی هناک ہے) قریب لائے (ازلفنا بمعنی قرّبنا ہے) ہم دوسروں کو (فرعون اور اس کی قوم کو، یہاں تک کہ وہ بھی ان راستوں پر چلیں) اور ہم نے بچا لیا موسیٰ اور اس کے سب ساتھ والوں کو (اس دریا سے بحفاظت نکال کر) پھر دوسروں کو ڈبو دیا (یعنی فرعون اور اس کی قوم کو، ان پر دریا کے ملانے کی وجہ سے کہ جب وہ سب دریا میں داخل ہو گئے اور بنی اسرائیل نکل گئے) بیشک اس میں (یعنی فرعون اور اس کی قوم کے غرق ہونے میں) ضرور نشانی ہے......۵ (بعد والوں کے لئے عبرت ہے) اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے (یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے نہ تھے، سوائے فرعون کی بیوی حضرت بی بی آسیہ، حضرت حزقیل کہ جنہیں آلِ فرعون کا مؤمن بھی کہا جاتا ہے اور مریم بنت ناقوس کے کہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی لحدِ اقدس کا نشان بتایا تھا) اور بیشک تمہارا رب وہی عزت والا (ہے کہ جس نے کافروں کو غرق کر کے ان سے انتقام لیا اور) مہربان ہے (مؤمنین پر کہ انہیں غرق ہونے سے نجات دی)۔

﴿ترکیب﴾

﴿واوحینا الی موسی ان اسر بعبادی انکم متبعونo﴾
و: مستانفہ، اوحینا الی موسی: فعل بافاعل وظرف لغو، ان: مصدریہ، اسر بعبادی: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، انکم: حرف مشبہ واسم، متبعون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ لامر اسراء۔

﴿فارسل فرعون فی المدائن حشرینo ان ھؤلاء لشرذمۃ قلیلونo﴾
ف: عاطفہ، ارسل: فعل، فرعون: ذوالحال، ان ھؤلاء: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، شرذمۃ: موصوف، قلیلون: صفت ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ قول محذوف "قائلا" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر حال، ملکر فاعل، فی المدائن: ظرف مستقر حال مقدم، حشرین: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وانھم لنا لغائظون o وانا لجمیع حذرونo﴾
و: عاطفہ، انھم: حرف مشبہ واسم، لنا: ظرف لغو مقدم، لام: تاکیدیہ، غائظون: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، انا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، جمیع: خبر اول، حذرون: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاخرجنھم من جنت وعیونo وکنوز ومقام کریمo کذلک واورثنھا بنی اسراء یلo﴾
ف: مستانفہ، اخرجنھم: فعل بافاعل ومفعول، من: جار، جنت: معطوف علیہ، و: عاطفہ، عیون: معطوف اول، و: عاطفہ، کنوز: معطوف ثانی، و: عاطفہ، مقام کریم: معطوف ثالث، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، کذلک: ظرف مستقر، مبتدا محذوف "الامر" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اورثنھا: فعل بفاعل ومفعول، بنی اسراء یل: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاتبعوھم مشرقین o فلما تراء الجمعن قال اصحب موسی انا لمدرکونo﴾
ف: عاطفہ، اتبعوا: فعل ماضی وفاعل، ھم: ضمیر ذوالحال، مشرقین: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، لما: ظرفیہ شرطیہ، تراء الجمعن: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، قال اصحب موسی: قول، انا: حرف مشبہ واسم، لمدرکون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال کلا ان معی ربی سیھدینo﴾
قال: قول، کلا: حرف ردع وزجر، ان: حرف مشبہ، معی: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، ربی: اسم، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، سیھدین: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿فاوحینا الی موسی ان اضرب بعصاک البحر فانفلق﴾
ف: عاطفہ، اوحینا الی موسی: فعل بافاعل وظرف لغو، ان: مصدریہ، اضرب بعصاک البحر: فعل امر بافاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: فصیحیہ، انفلق: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا اضرب البحر" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فکان فکان کل فرق کالطود العظیمo وازلفنا ثم الاخرینo﴾
ف: عاطفہ، کان: فعل ناقص بمعنی صار، کل فرق: اسم، کالطود العظیم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ازلفنا: فعل بافاعل، ثم: ظرف، الاخرین: مفعول ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وانجینا موسی ومن معه اجمعین o ثم اغرقنا الاخرین o﴾

و: عاطفہ، انجینا: فعل بافاعل، موسی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، من معہ: موصول صلہ ملکر مؤکد، اجمعین: تاکید ملکر معطوف، ملکر مفعول ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، اغرقنا الاخرین: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لاٰیة وما کان اکثرهم مؤمنین o﴾

ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: ابتدائیہ، ایة: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، کان اکثرهم: فعل ناقص واسم، مومنین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان ربک لهو العزیز الرحیم o﴾

و: عاطفہ، ان ربک: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، هو العزیز الرحیم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

شرذمة کی تحقیق:

۱......صبح کو جب فرعون اٹھا اور اس کو معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل راتوں رات مصر سے نکل رہے ہیں تو اس نے ان کے تعاقب کا ارادہ کیا اور اس نے مختلف شہروں میں اپنے ہرکارے بھیجے کہ بنی اسرائیل ہاتھ سے جا رہے ہیں لہذا ان کو پکڑنے کی فوراً کوشش کی جائے ،مفسرین نے لکھا کہ بنی اسرائیل کی کل تعداد چھ لاکھ ستر ہزار تھی اور فرعون کا لشکر دگنا تگنا یا اس سے بھی زائد تھا، کیونکہ فرعون نے بنی اسرائیل کے متعلق کہا یہ شرذمة قلیلة ہے، یعنی بہت کم تعداد کی جماعت ہے اس نے کہا کہ بھاگنا ہمارے لئے سخت غیظ وغضب کا باعث ہے اس لئے ان کی سازش کو ناکام بنانے کے لئے ہمیں بہت محتاط اور مستعد ہونے کی ضرورت ہے۔(تبیان القرآن، ج۸، ص ۳۲۱)

حذرون کے معانی:

۲......حذرون بمعنی مستعدون یعنی چاک وچوبند رہنا، ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ حذرون کے معنی ''دشمن کے شر وفساد سے خوف محسوس کرنا''۔(لسان العرب، الحرف الحاء، ج۳، ص ۹۲)۔ بہرحال فرعونیوں نے خود کو چاک وچوبند جان کر پیچھا کیا اور منہ کی کھائی۔

فرعون کے محلات وباغات وجاہ حشمت:

۳......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فرعون کے محلات دریائے نیل کے اطراف میں پھیلے ہوئے تھے اور دریائے نیل سے سات قسم کی ندیاں نکلتی تھیں جن کے نام یہ ہیں: خلیج اسکندریہ، خلیج سخا، خلیج دمیاط، خلیج سردوس، خلیج منف، خلیج الفیوم، خلیج المنھی ۔اور تمام ندیوں کے اطراف میں کھیتیاں بھی تھیں اور مصر کی سرزمین کے سولہ گز اطراف میں بلند عمارتیں، پل اور عمدہ ندیوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا، اسی مناسبت سے دریائے نیل کو نیل سلطان کہا جاتا ہے کہ سولہ گز کے اطراف میں پھیلے ہوئے احاطے پر محیط ہے اور ابن ابی رداد کے قول کے مطابق آج بھی ایسا ہی ہے۔نیل سلطان کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ دریا لوگوں کی جانب نکلتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے دریائے نیل کو تمام دریاؤں کا سردار بنایا ہے اور اس کے لئے مشرق ومغرب کے دریا مسخر کر دیئے ہیں، اور تمام دریا کو اس کا تابع کر دیا ہے اور جب اللہ عزوجل دریائے نیل کو جاری کرنا چاہتا ہے تو باقی تمام دریاؤں کو رک جانے کا حکم دے دیتا ہے، پس باقی دریا اپنے پانی کو روک لیتے ہیں اور اللہ عزوجل دریائے نیل کے لئے

چشمے جاری کردیتا ہے اور جب اللہ عزوجل اپنے حکم کی انتہاء کا ارادہ فرماتا ہے تو پانی کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے عناصر کی جانب لوٹ جائیں۔

(القرطبی ،الجزء ۱۹، ص ۹۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سمندر پر اپنا عصا مارنا:

☆.....عمرو بن میمون الاودی سے مروی ہے کہ "جب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام بنی سرائیل کولیکر روانہ ہوئے تو فرعون کو یہ اطلاع دی گئی، اس نے کہا: "جب تک صبح کا مرغ اذان نہ دے لے اس وقت تک انکا تعاقب نہ کرو۔" راوی فرماتے ہیں کہ "خدا کی قدرت ایسی کہ اس رات مرغ نے اذان ہی نہ دی یہاں تک کہ صبح ہوگئی، صبح فرعون نے ایک بکری منگوا کر ذبح کی اور کہا کہ میرے کلیجی کھانے سے فارغ ہونے سے پہلے چھ لاکھ قبطیوں کا لشکر تیار ہو جانا چاہئے، چنانچہ اسکے فارغ ہونے سے پہلے لشکر تیار ہوگیا، حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام بحکم الٰہی جب ساحلِ سمندر پر پہنچے تو آپ کے ایک ساتھی جس کا نام یوشع بن نون تھا نے پوچھا: "اب آپ کے رب کا امر کدھر کو ہے؟" آپ نے فرمایا: "تمہارے سامنے ہے۔" اور سمندر کی طرف اشارہ فرمادیا، یہ سن کر یوشع نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال دیا اور گہرے پانی تک جا پہنچے اور جب غوطہ کھانے لگے تو واپس لوٹ آئے اور پھر پوچھا: "آپ کے رب کا حکم کس طرف ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! نہ آپ نے جھوٹ بولا اور نہ آپ سے جھوٹ بولا گیا۔" اسی جملے کی تین مرتبہ تکرار کی، پھر اللہ عزوجل نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اپنا عصا سمندر پر ماریں، انہوں نے اپنا عصا سمندر پر مارا تو سمندر پھٹ گیا اور پانی کا ہر حصہ بڑے پہاڑ کی مانند ہوگیا اور درمیان میں راستہ نمودار ہوگیا، حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروکار بخیریت دوسرے کنارے پر پہنچ گئے، فرعون نے بھی ان کا پیچھا کیا، جب وہ سب اس سمندری راستے میں اتر چکے تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو پہلی حالت پر کردیا اور سارا لشکر چشم زدن میں ڈوب گیا۔ (ابن کثیر، ج۱، ص۱۱۷)

یہ واقعہ بحرِ قلزم کا ہے جس کے دونوں کناروں کے مابین چار فرسخ کا فاصلہ تھا، جو کہ ایک قول کے مطابق بحرِ فارس کے کنارے پر یا بحر ماورائے مصر پر واقع ہے، اسکو اساف بھی کہتے ہیں۔ (الخازن، ج۱، ص ٤٥)

فرعون رهتی دنیا تک کے لئے عبرت کا نشان بن گیا:

اللہ عزوجل کے فرمان ﴿آلْـئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ﴾ (یونس:۹۱) ایک مرتبہ حضرت جبرائیل امین فرعون کے پاس ایک استفتاء لائے جس کا مضمون یہ تھا کہ اس بادشاہ کا کیا حکم ہے ایسے غلام کے بارے میں جس نے اپنے آقا کی دولت ونعمت میں پرورش پائی پھر اس کی ناشکری کی اور اس کے حق کے نہ صرف منکر ہوا بلکہ خود آقا ہونے مدعی بن گیا اس پر فرعون نے یہ جواب دیا کہ جو نمک حرام غلام اپنے آقا کی نعمتوں کا انکار کرے اور اس کے مقابلے پر آئے، اس کی سزا یہ ہے کہ اُسے دریا میں ڈبو دیا جائے۔ چنانچہ فرعون جب خود دریائے نیل میں ڈوبنے لگا تو حضرت جبرائیل امین نے اُس کا وہی فتوی اس کے سامنے کردیا اور اس نے اس کو پہچان لیا۔ (خزائن العرفان، حاشیه نمبر ۱۹٤)

۱۸۹۸ء میں فرعون کا ممی (مرنفتاح) شدہ جسم دریائے نیل کے قریب تسیہ کے مقام پر شاہوں کی وادی سے اوریت نے دریافت کیا تھا، جہاں سے اس کو قاہرہ منتقل کردیا گیا، ایلیٹ اسمیتھ نے ۸ جولائی ۱۹۰۷ء کو اس کے جسم سے غلافوں کو اتارا، تو اس کی لاش پر نمک کی ایک تہہ جمی ہوئی نظر آئی جو کہ کھاری پانی میں اس کی غرقابی کی ایک کھلی ہوئی دلیل تھی۔ (ہماری یہ معلومات انٹرنیٹ سے حاصل کی گئی ہے)۔

اغراض:

بـآيـات الله: یعنی نو نشانیاں، چنانچہ ابتداء عصا اور ید بیضاء سے ہوئی، قوم ایمان نہ لائی تو دو سال ان پر تنگی کے آئے، پھر طوفان، ٹڈی،

جُوں، مینڈک، خون، مالوں کا ہلاک کرنا، اور قوم فرعون نے اس سے بھی عبرت نہ حاصل کی۔ اِمی مسو بھم لیلا: یہ جملہ دونوں قرائتوں کی بنا ہے۔ الی البحر: یعنی دریائے قلزم، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام رات کے آخری حصے میں بنی اسرائیل کے ساتھ نکلے، اور آپ علیہ السلام نے بائیں جانب شام کی طرف کا راستہ ترک فرمایا اور دریائے قلزم کی جانب کی راہ لی، بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے اس بارے میں دریافت کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا: "مجھے میرے رب نے یہ حکم دیا ہے"، پس صبح کو فرعون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بنی اسرائیل کے ساتھ سفر کا علم ہوا تو وہ ان کے پیچھے ہوا اور انہیں پانے کے لئے مدائن مصر تک پہنچ گیا۔

فاعلون ما یغیظنا: یعنی انہوں نے ہمارے دین کی مخالفت کی، ہمارے مال ہلاک کئے، ہمارے اونٹ ہلاک (ذبح) کئے، اللہ عزوجل نے فرشتوں کو حکم ارشاد فرمایا کہ قوم قبط کے اونٹ ہلاک کردو، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب وحی فرمائی کہ بنی اسرائیل کو جمع کریں، ہر ہر گھر میں چار افراد ہوں، پھر بھیڑوں کے بچوں کو ذبح کرو، پھر ان کے خون سے اپنے گھروں کے دروازوں کو آلودہ کردو تا کہ بنی اسرائیل اور قوم قبط کے گھروں میں تمیز ہو جائے، پس فرشتوں نے قبطیوں کے گھروں میں داخل ہو کر ان کے اونٹوں کو قتل کیا اور صبح تک یہ سلسلہ جاری رہا چنانچہ فرعون اور اسکی قوم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم سے تاخیر کا یہی سبب تھا۔

کانت علی جانبی النیل: یعنی اطراف نیل کے باقی ماندہ علاقے کو سیراب کرنا، حضرت کعب الاحبار سے مروی ہے: جنت میں چار نہریں ہیں، اور اللہ عزوجل نے دنیا میں بھی نہروں سے زمینوں اور وادیوں کو سیراب فرمایا۔ زمین اور وادی کو سیراب کرنے والی نہریں نیل اور فرات ہیں۔ پس جنت میں پانی کی نہر کو سیحان کہتے ہیں اور دودھ کی نہر کو جیحان کہتے ہیں۔ اور جنت میں شہد کی نہر گویا کہ نیل ہے اور شراب کی نہر گویا کہ فرات ہے۔

اموال ظاهرة: یہ دو اقوال میں سے ایک ہے، کنز سے مراد وہ خزانہ ہے جو زمین میں ہوتا ہے اور اسے خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا، اس لئے کہ جو زمین کے اوپر موجود ہو وہ ہلاک ہو جایا کرتا ہے اسی لئے اس مقام پر زمین کے اوپر موجود خزانے کو "کنزا ظاهرا" کہا گیا۔

مجلس حسن للامراء والوزراء: کہا جاتا ہے کہ فرعون جب اپنے تخت پر بیٹھتا تھا تو اس کے ارد گرد تین سو سونے کی کرسیاں رکھی ہوئی ہوتی تھیں جس پر اس کے شرفاء و اُمراء بیٹھتے تھے، اور وہ شرفاء و اُمراء سونے کے کام سے مزین قُبے پہنے ہوتے تھے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ "مقام کریم" سے مراد منبر ہیں، کہا جاتا ہے کہ ہزار جابروں کے لئے ہزار منبر ہوا کرتے تھے، جس پر فرعون اور اس کے سردار بیٹھا کرتے تھے۔

وقت شروق الشمس: مراد ملاقات کا دن ہے، مراد وہ دن نہیں کہ انہوں نے بنی اسرائیل کو پیچھا کرتے ہوئے پالیا، کیونکہ وہ بنی اسرائیل کے نکل جانے کے بعد نکلے تھے، انہوں نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور مُردوں کو دفن کیا۔

ای لن یلدر کونا: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ "کلا" نفی کے لئے ہے، معنی یہ ہے کہ انہیں ہم پر کوئی رسم وراہ نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ عزوجل نے ہم سے ان کے حوالے سے خلاصی کا وعدہ فرمایا ہے۔ الی عشر فرقا: بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے مراد ہیں۔ بینها مسالک: اور ان بارہ قبیلوں میں بارہ مسالک (مسلک کی جمع مسالک ہے) تھے۔ و مریم بنت ناموسی: ایک بُڑھیا جس کی عمر سات سو سال تھی۔

التی دلت علی عظام یوسف علیہ السلام: یعنی وہ بوڑھی عورت سبب بنی، اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ارشاد فرمایا کہ جب وہ مصر سے روانہ ہوں تو حضرت یوسف علیہ السلام کے لاشے مبارک کو شام کی طرف لے جائیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان (حضرت یوسف علیہ السلام) کی قبر کے متعلق سوال کیا کیونکہ وہ اس وقت تک ان کی قبر کے بارے میں نہیں جانتے تھے، پس اس بوڑھی عورت نے جنت

کی ضمانت لینے کے بعد انہیں اس بارے میں آگاہ کیا، حضرت یوسف علیہ السلام دریائے نیل کے اردگرد کہیں دفن فرماتے، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبر مبارک کھود کر حضرت یوسف علیہ السلام کے لاشے مبارک کو لیا اور شام کی جانب روانہ ہوئے۔(الصاوی، ج٤، ص ٢٣٠ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۹

﴿واتل علیهم﴾ای کُفّارُ مکۃَ ﴿نبا﴾خَبَرَ﴿ابراهیم(٦٩)﴾وَیُبْدَلُ مِنْهُ﴿اذ قال لابیه وقومه ما تعبدون(٧٠)قالوا نعبد اصناما﴾صَرَّحُوا بالفِعلِ لِیَعْطِفُوا علیهِ﴿ فنظل لها عٰکفین(٧١)﴾ای نُقِیمُ نَهَارا علٰی عِبادَتِهَا زَادُوہُ فِی الجَوابِ اِفْتِخَارا بِهٖ﴿ قال هل یسمعونکم اذ ﴾حِینَ﴿ تدعون(٧٢) او ینفعونکم ﴾اِنْ عَبَدْتُمُوهُم﴿ او یضرون (٧٣)﴾ کُم اِنْ لَم تَعبُدُوهُمْ﴿قالوا بل وجدنا اٰباء نا کذٰلک یفعلون (٧٤)﴾ای مِثْلَ فِعلِنا﴿قال افرء یتم ما کنتم تعبدون (٧٥) انتم واٰباؤکم الاقدمون (٧٦)ﺯ فانهم عدو لی ﴾لا اَعْبُدُهم﴿الا﴾لکِنْ﴿ رب العٰلمین (٧٧)﴾فَاِنِّی اَعْبُدُہٗ﴿الذی خلقنی فهو یهدین (٧٨)﴾اِلَی الدِّیْنِ﴿ والذی هو یطعمنی ویسقین (٧٩) واذا مرضت فهو یشفین (٨٠)والذی یمیتنی ثم یحیین(٨١)والذی اطمع ﴾اَرْجُوا﴿ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین (٨٢)﴾اَیِ الجَزاءِ﴿رب هب لی حکما﴾عِلْمًا﴿ والحقنی بالصّٰلحین(٨٣)﴾اَیِ النَّبِیِّیْنَ﴿واجعل لی لسان صدقٍ﴾ثَنَاءً حَسَنًا﴿ فی الاٰخرین (٨٤)﴾الَّذِیْنَ یَاْتُوْنَ بَعدِی اِلٰی یومِ القِیٰمۃِ﴿ واجعلنی من ورثة جنة النعیم(٨٥) لا﴾ای مِمَّنْ یُعطَاهَا﴿واغفر لابی انه کان من الضّالین(٨٦)لا﴾بِاَنْ تَتُوبَ علیهِ فَغَفرَلَهٗ وَهٰذا قَبلَ اَنْ یَّتَبَیَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوُّاللهِ کَما ذُکِرَ فی سُورةِ بَرَائَۃٍ﴿ولا تخزنی ﴾تُفْضَحْنِی ﴿یوم یبعثون (٨٧)﴾ای النَّاسُ قَالَ تعالٰی فِیهِ﴿یوم لا ینفع مال ولا بنون (٨٨)﴾اَحَدًا﴿ الا﴾لکِنْ﴿ من اتی الله بقلب سلیم (٨٩)﴾مِنَ الشِّرکِ والنِّفَاقِ وَهُوَ قَلْبُ المُومِنِ فِاَنَّهٗ یَنفَعُهٗ ذٰلِکَ ﴿وازلفت الجنة﴾قُرِّبَتْ﴿للمتقین (٩٠)﴾فَیَرَوْنَهَا﴿وبرزت الجحیم ﴾اُظْهِرَتْ﴿ للغوین (٩١)﴾الکٰفِرِیْنَ﴿ وقیل لهم اینما کنتم تعبدون(٩٢)من دون الله ﴾ای غَیرِہٖ مِنَ الاَصْنَامِ﴿ هل ینصرونکم ﴾بِدَفْعِ العَذابِ عَنکُم﴿ او ینتصرون(٩٣)﴾بِدَفْعِهٖ عَنْ اَنْفُسِهِم لَا ﴿ فکبکبوا﴾اُلْقُوا﴿ فیها هم الغاؤن(٩٤) وجنود ابلیس﴾اَتْبَاعُهٗ وَمَنْ اَطَاعَهٗ مِنَ الجِنِّ والاِنْسِ﴿اجمعون (٩٥)قالوا﴾ای الغَاوُنَ﴿ وهم فیها یختصمون (٩٦)﴾مَعَ مَعْبُودِیْهِم﴿تالله ان﴾مُخَفَّفَۃٌ مِنَ الثَّقِیْلَۃِ وَاِسْمُهَا مَحذُوفٌ ای اِنَّهٗ﴿کنا لفی ضلل مبین (٩٧)﴾بَیِّنٍ﴿ اذ﴾حیثُ﴿نسویکم برب العٰلمین (٩٨)﴾فِی العِبادَۃِ﴿ وما اضلنا﴾عَنِ الهُدٰی﴿الا المجرمون (٩٩)﴾اَیِ الشَّیَاطِینُ اَو اَوَّلُونَ الَّذِیْنَ اِقْتَدَیْنَا بِهِمْ﴿ فما لنا من شافعین (١٠٠)﴾کَما لِلْمُومِنِیْنَ مِنَ المَلٰئِکَۃِ والنَّبِیِّیْنَ وَالمُومِنِیْنَ﴿ولا صدیق حمیم(١٠١)﴾ای یَهُمُّهٗ اَمرُنا﴿ فلو ان لنا کرۃ ﴾رَجْعَۃً الَی الدُّنیا﴿ فنکون من المومنین (١٠٢)﴾لَوْ هُنَا لِلتَّمنِی وَنَکُونَ جَوابُهٗ﴿ ان فی ذٰلک ﴾المَذْکُورِ مِنْ قِصَّۃِ اِبْرَاهِیمَ وَقَوْمِهٖ﴿لاٰیة ط وما کان اکثرهم مومنین (١٠٣) وان ربک لهو العزیز الرحیم (١٠٤)﴾

﴿ترجمہ﴾

اوران پر پڑھو(یعنی کفار مکہ پر) خبر ابراہیم......۱......کی (اذ قال لابیه بدل ہے ابراھیم سے) جب اس نے اپنے باپ ......۲......اور اپنی قوم سے فرمایا تم کیا پوجتے ہو؟ بولے ہم بتوں کو پوجتے ہیں (یعنی انہوں نے اپنے اس فعل کو صراحتاً اس لئے بیان کیا تا کہ وہ مابعد قول یعنی فنظلُّ لها عاكفين کا اس پر عطف کرسکیں) پھران کے سامنے آسن مارے رہتے ہیں (یعنی سارا دن ان کی عبادت پر قائم رہتے ہیں، انہوں نے یہ قول جواب میں زیادتی کرتے ہوئے بطور فخر کہا تھا) فرمایا کیا وہ تمہاری سنتے ہیں جب تم پکارو (اذ ظرفیہ بمعنی حین ہے) یا تمہارا کرتے ہیں کچھ بھلا (اگر تم ان کی عبادت کرو اور) برا (اگر تم ان کی عبادت نہ کرو) بولے بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا (جس طرح ہم کرتے ہیں) فرمایا تو کیا تم دیکھتے ہو یہ جنہیں پوج رہے ہو، تم اور تمہارے اگلے باپ دادا، بیشک وہ سب میرے دشمن ہیں (میں ان کی عبادت نہیں کروں گا......۳......) مگر پروردگار عالم (کی، یعنی میں تو صرف اسی کی عبادت کروں گا کہ) وہ جس نے مجھے پیدا کیا تو وہ مجھے راہ دے گا (دین حق کی جانب جانے والی) اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے، اور جب میں بیمار ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے، اور وہ مجھے وفات دے گا پھر مجھے زندہ کرے گا......۴......، اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے (اطمع بمعنی ارجو ہے) کہ میری خطائیں قیامت کے دن بخشے گا......۵......(یعنی حساب وجزاء کے دن) اے میرے رب! مجھے حکم (یعنی علم) عطا کر اور مجھے ان سے ملا دے جو تیرے قرب خاص کے سزاوار ہیں (یعنی انبیاء کرام علیہم السلام) اور میری سچی ناموری رکھ (یعنی اچھی تعریف) پچھلوں میں (جو کہ میرے بعد قیامت تک آئیں گے) اور مجھے ان میں کر جو چین کے باغوں کے وارث ہیں (یعنی ان لوگوں میں سے جو ان باغات کے مستحق ہیں) اور میرے باپ کو بخش دے بیشک وہ گمراہ (ہے اس طرح کہ تو اسے توبہ کی توفیق عطا فرما دے، یہ دعا اس وقت تھی جب اس کی اللہ تعالیٰ سے دشمنی ظاہر نہ ہوئی تھی جیسا کہ سورہ توبہ میں ذکر ہو چکا ہے) اور مجھے رسوا (یعنی شرمسار) نہ کرنا جس دن سب اٹھائے جائیں گے (یعنی تمام لوگ، جس دن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ) جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے (کسی ایک کے بھی) مگر (الا بمعنی لکن ہے) وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر......۶...... (شرک ونفاق سے پاک اور اس سے مراد مؤمن کا دل ہے کہ اس دن وہ صرف اسے ہی نفع دے گا) اور قریب لائی جائے گی (اُزلِفَت بمعنی قُرِّبت ہے) جنت پرہیزگاروں کے لیے (پس وہ اس کو دیکھیں گے) اور ظاہر کی جائے گی (بُرِّزت بمعنی اُظهِرَت ہے) دوزخ گمراہوں (یعنی کفار) کے لئے، اور ان سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جن کو تم پوجتے تھے؟ اللہ کے سوا (یعنی بُت) کیا وہ تمہاری مدد کریں گے؟ (کہ تم سے عذاب دور کر دیں) یا بدلہ لیں گے؟ (کہ اپنا بچاؤ ہی کر لیں، وہ ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے) تو اوندھا دیے گئے (کُبکِبُوا بمعنی اُلقُوا ہے یعنی ڈال دیئے گئے) جہنم میں وہ اور سب گمراہ، اور ابلیس کے لشکر (یعنی اس کے پیروکار اور جن وانس میں سے ہر وہ کہ جس نے اس کی پیروی واتباع کی ہوگی......۷......) سارے۔ کہیں گے (گمراہ وسرکش لوگ) اور وہ اس میں باہم جھگڑتے ہوں گے (اپنے معبودوں کے ساتھ) خدا کی قسم! بیشک (انْ مخففه من الثقيله ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی انّهٗ تھا) ہم کھلی گمراہی میں تھے (مُبِین بمعنی بَیِّن ہے) جبکہ (یعنی اس طرح کہ) انہیں رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے (عبادت میں) اور ہمیں نہ بہکایا (ہدایت سے) مگر مجرموں نے (یعنی شیاطین نے یا پھر ہمارے پہلے پیشواؤں نے کہ جن کی ہم نے اقتداء کی) تو اب ہمارا کوئی سفارشی نہیں (جس طرح کہ ایمان والوں کے سفارشی ہیں یعنی فرشتے، نبی اور مؤمنین) اور نہ کوئی غم خوار دوست (کہ جس کو ہماری حالت غمزدہ ہی کر دے) تو کسی طرح ہمیں پھر جانا ہوتا (یعنی دنیا کی طرف لوٹنا ہوتا) کہ ہم مسلمان ہو جاتے......۸......(لو یہاں تمنی کے لئے ہے اور نکون اس کا جواب ہے) بیشک اس میں (حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی قوم کے قصہ میں) ضرور نشانی ہے، اور ان

میں بہت ایمان والے نہ تھے، اور بیشک تمہارا رب وہی عزت والا مہربان ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿واتل علیهم نبا ابرهیم اذ قال لابیه وقومه ما تعبدون۝﴾

و: عاطفہ، اتل علیهم: فعل امر با فاعل وظرف لغو، نبا ابرهیم: مبدل منہ، اذ: مضاف، قال لابیه وقومه: قول، ما: استفہامیہ مفعول مقدم، تعبدون: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا نعبد اصناما فنظل لها عکفین۝﴾

قالوا: قول، نعبد: فعل با فاعل، اصناما: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، نظل: فعل ناقص با اسم، لها عکفین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال هل یسمعونکم اذ تدعون۝ او ینفعونکم او یضرون۝﴾

قال: قول، هل: حرف استفہام، یسمعونکم: فعل با فاعل ومفعول، اذ: مضاف، تدعون: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، ینفعونکم: جملہ فعلیہ معطوف، او: عاطفہ، یضرون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا بل وجدنا اباء نا کذلک یفعلون۝﴾

قالوا: قول، بل: عاطفہ، وجدنا: فعل با فاعل، اباء نا: مفعول اول، کذلک: ظرف مستقر "فعلا" مصدر محذوف کیلئے مفعول مطلق مقدم، یفعلون: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال افرء یتم ماکنتم تعبدون۝ انتم واباؤکم الاقدمون۝﴾

قال: قول، همزه: حرف استفہام، ف: عاطفہ، رأیتم: بمعنیٰ اخبرونی، فعل با فاعل ومفعول، ما: موصولہ، کنتم: فعل ناقص با اسم، تعبدون: فعل وواؤ ضمیر مؤکد، انتم: تاکید ملکر معطوف علیہ، و اباؤکم الاقدمون: مرکب توصیفی معطوف، ملکر فاعل ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فانهم عدو لی الا رب العلمین۝﴾

ف: عاطفہ تعلیلیہ، انهم: حرف مشبہ "هم" مستثنیٰ منہ، الا: حرف استثناء، رب العلمین: مستثنیٰ، ملکر اسم، عدو لی: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الذی خلقنی فهو یهدین۝﴾

الذی: موصول، خلقنی: جملہ فعلیہ صلہ ملکر مبتدا محذوف "هذا" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: مستانفہ، هو: مبتدا، یهدین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿والذی هو یطعمنی ویسقین۝ واذا مرضت فهو یشفین۝﴾

و: عاطفہ، الذی: موصول، هو: مبتدا، یطعمنی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یسقین: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر ملکر جملہ اسمیہ ہوکر صلہ، ملکر ماقبل "الذی خلقنی" پر معطوف ہے، و: عاطفہ: اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، مرضت: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، هو: مبتدا، یشفین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿والذی یمیتنی ثم یحیین۝﴾

و: عاطفہ، الذی: موصول، یمیتنی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، یحیین: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر ماقبل "الذی

خلقنی" پر معطوف ہے۔

﴿والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین٥﴾

و: عاطفہ، الذی: موصول، اطمع: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، یغفرلی خطیئتی: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، یوم الدین: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر ماقبل "الذی خلقنی" پر معطوف ہے۔

﴿رب هب لی حکما والحقنی بالصلحین٥﴾

رب: نداء، هب: فعل امر بافاعل، لی: ظرف لغو، حکما: مفعول ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، الحقنی بالصلحین: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿واجعل لی لسان صدق فی الاخرین٥ واجعلنی من ورثة جنة النعیم٥﴾

و: عاطفہ، اجعل: فعل امر بافاعل، لی: ظرف مستقر مفعول ثانی، لسان صدق: ذوالحال، فی الاخرین: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول اول ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اجعلنی: فعل امر بافاعل ومفعول، من ورثة جنة النعیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واغفرلابی انه کان من الضالین٥﴾

و: عاطفہ، اغفرلابی: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، انه: حرف مشبہ واسم، کان من الضالین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولاتخزنی یوم یبعثون٥ ویوم لا ینفع مال ولابنون٥ الا من اتی الله بقلب سلیم٥﴾.

و: عاطفہ، لا تخزنی: فعل نہی بافاعل ومفعول، یوم یبعثون: مبدل منہ، ویوم: مضاف، لاینفع: فعل نفی، مال: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، بنون: معطوف ملکر مستثنیٰ منہ، الا: حرف استثناء، من: موصولہ، اتی الله بقلب سلیم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مستثنیٰ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر ظرف، یہ سب ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وازلفت الجنة للمتقین٥ وبرزت الجحیم للغوین٥﴾.

و: عاطفہ، ازلفت الجنة للمتقین: فعل مجہول ونائب الفاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، برزت الجحیم: فعل مجہول ونائب الفاعل، للغوین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر ماقبل "یوم لاینفع" میں پر معطوف ہے۔

﴿وقیل لهم اینما کنتم تعبدون٥ من دون الله هل ینصرونکم اوینتصرون٥﴾.

و: عاطفہ، قیل لهم: قول، این: اسم استفہامیہ ظرفیہ متعلق بمحذوف خبر مقدم، ما: موصولہ، کنتم تعبدون: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، من دون الله: ظرف مستقر حال اول، هل: حرف استفہام، ینصرونکم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، ینتصرون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر حال ثانی، ملکر مبتدا موخر ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فکبکبوا فیها هم والغاون٥ وجنود ابلیس اجمعون٥﴾.

ف: عاطفہ، کبکبوا: فعل مجہول واؤ ضمیر معطوف علیہ، هم: ضمیر فصل، و: عاطفہ، الغاون: معطوف اول، و: عاطفہ، جنود ابلیس: معطوف ثانی، ملکر مؤکد، اجمعون: تاکید، ملکر نائب الفاعل، فیها: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا وهم فیها یختصمون٥ تالله ان کنا لفی ضلل مبین ٥ اذ نسویکم برب العلمین٥﴾

قالوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، هم: مبتدا، فیها یختصمون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، تالله: جار مجرور، ظرف مستقر، فعل محذوف "نقسم" کیلئے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قسم، ان: مخففہ "ہ" ضمیر شان محذوف

اسم، کنا: فعل ناقص بااسم، لام: تاکیدیہ، فی: جار، ضلل: موصوف، مبین: صفت مشبہ بافاعل، اذ: مضاف، نسویکم: فعل بافاعل ومفعول، برب العلمین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر شبہ جملہ ہوکر صفت، ملکر مجرور ملکر ظرف مستقر ہوکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر، جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وما اضلنا الا المجرمون ٥ فمالنا من شافعين ٥ ولاصديق حميم ٥﴾

و: عاطفہ، ما اضلنا: فعل نفی ومفعول، الا: اداۃ حصر، المجرمون: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: فصیحیہ، ما: نافیہ، لنا: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، شافعین: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، صدیق حمیم: مرکب توصیفی معطوف، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلوان لنا كرة فنكون من المومنين ٥﴾

ف: مستانفہ، لو: للتمنی، ان: حرف مشبہ، لنا: ظرف مستقر مقدم، کرۃ: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ہوکر فعل محذوف "نتمنی" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: سببیہ، نکون: فعل ناقص بااسم، من المومنین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لاية وماكان اكثرهم مومنين ٥ وان ربک لهو العزيز الرحيم ٥﴾

ان آیت مبارکہ کی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۶۷، ۶۸، رکوع نمبر: ۸ کے آخر میں گزر چکی ہیں۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت ابراهیم علیہ السلام کی سوانح:

۱۔۔۔۔۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نسب یہ ہے: ابراہیم بن تارخ بن ناحور بن ساروخ بن راعوابن فالغ ابن عابر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح ہے اور یہ نسب اہل کتاب کی کتب میں منصوص ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد گرامی تارخ کی عمر ۷۵ سال ہوئی تو ابراہیم علیہ السلام اور ناحور اور ہاران کی ولادت ہوئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بھائیوں میں مجھلے تھے، "حاران" والد تارخ کی زندگی میں ہی سرزمین بابل میں انتقال کرگیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بی بی سارہ سے اور ناحور نے اپنے بھائی ہاران کی بیٹی مَلِکَہ سے نکاح کیا۔ کہا جاتا ہے کہ بی بی سارہ میں اولاد پیدا کرنے کی صفت نہ تھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈال دیا گیا تو آپ نے ﴿حسبنا الله ونعم الوكيل اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز (ال عمران: ۱۷۳)﴾ تلاوت فرمائی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا تو فرمایا: "اے اللہ جس طرح تو اپنی شان کے لائق آسمانوں میں ایک ہی رب ہے اسی طرح میں زمین پر تیرا ایک ہی عبادت کرنے والا ہوں"۔ بعض سلف نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ حضرت جبرائیل امین تشریف لائے اور مدد پہنچانے کے لیے عرض گزار ہوئے تو منع فرمادیا کہ مجھے تیری کوئی حاجت نہیں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بارش کے فرشتے کو حکم ہوا کہ ﴿قلنا ینار کونی بردا وسلاما علی ابراهیم ہم نے فرمایا اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر (الانبیاء: ۶۹)﴾، کعب الاحبار سے روایت ہے کہ اس دن آگ نے کسی کو کچھ نفع نہ دیا اور نہ ہی کچھ جلایا صرف رسیاں جلیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ چھپکلی کو مارو کیونکہ وہ ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو بڑھانے کے لیے پھونک مارتی تھی۔ ایک حدیث میں یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو تمام جانور اُسے بجھانے کی کوشش کرتے رہے سوائے چھپکلی کے کہ وہ اسے بھڑکانے کی سعی کرتی تھی"۔

(قصص الانبیاء، قصۃ ابراھیم خلیل، ص ۹۷ وغیرہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات کس عمر میں ہوئی اس بارے میں کئی اقوال ہیں، ۱۷۵ سال، ۱۹۵ سال، ۲۰۰ سال کی عمر میں

وفات پائی سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے مہمان نوازی کرنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی ہیں، سب سے پہلے مونچھیں ترشوانے والے، سب سے پہلے مختون ہوئے، ایک قول کے مطابق ۱۲۰ سال کی عمر میں مختون ہوئے اور اس کے بعد ۸۰ سال زندہ رہے، سب سے پہلے انہی کے بال سفید ہوئے، عرض گزار ہوئے یا اللہ یہ کیا ہے؟ فرمایا: تیرا وقار، عرض گزار ہوئے اس میں اضافہ فرما، سب سے پہلے موئے زیر ناف لینے والے، سب سے پہلے شلوار پہننے والے، انکی قبر اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کی قبر، حضرت یعقوب علیہ السلام کی قبر، سلیمان بن داود علیہ السلام نے حبرون کے علاقے میں جو کہ موجودہ دور میں شہر خلیل کے نام سے مشہور ہے بنائی گئی۔

(البداية والنهاية قصة ابراهيم عليه السلام ج ۱، ص ۱۹٤)

متذکرہ آیت میں اَب کا اطلاق کس پر ہوا ہے؟

۲..... اہل عرب اَب کا اطلاق چچا پر بھی کرتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والدین کریمین موحد تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے لئے دعائے استغفار فرماتے رہے چنانچہ اس کا ذکر قرآن مجید میں یوں ہے ﴿ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا(ابراھیم: ۴۱)﴾۔

قاموس میں ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام تھا۔ امام جلال الدین سیوطی نے مسالک الحنفاء میں لکھا ہے چچا کو باپ کہنا تمام ممالک میں معمول ہے بالخصوص عرب میں، قرآن مجید میں ہے کہ ﴿نعبد الھک والہ ابائک ابراھیم واسمعیل و اسحق الھا واحد﴾ اس آیت میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے آباء میں ذکر کیا گیا ہے باوجود یہ کہ آپ علیہ السلام عم (چچا) ہیں۔ حدیث شریف میں بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو عم (چچا) فرمایا چنانچہ فرمایا رُدُّوا عَلَیَّ اَبِیْ اور یہاں ابی سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ (خزائن العرفان، حاشیہ نمبر ۱٦۰)

ابن ابی حاتم اور حاتم ابو شیخ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارخ تھا اور آزر بت پرست تھا۔ (الدر المنثور، ج ۳، ص ٤٤)

مفسرین کا اختلاف ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا یا تارخ، متاخرین مفسرین کی تحقیق یہی ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور آپ کے والدِ ماجد کا نام تارخ تھا اسی بات کو امام اہلسنت فاضل بریلوی نے اپنے فتاوی میں ذکر کیا۔

صنم کو دشمن کہنے کی وجوہات:

۳..... صنم کا اطلاق مفرد پر ہوتا ہے اور اس کی جمع اصنام ہوتی ہے، اس سے مراد وہ معبود ہوتے ہیں جو رب العالمین کے سوا عبادت کئے جاتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد جسم وصورت کے ڈھانچے ہیں اور اگر جسم وصورت کے ڈھانچے نہ مانے جائیں تو "وثن" کہلائیں گے۔ ابن عرفہ کہتے ہیں جو بت جسم وصورت رکھتا ہو اسے صنم کہتے ہیں اور جس کی صورت وجسم نہ ہو وہ وثن کہلاتا ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ وثن اور صنم میں فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ وثن اسے کہتے ہیں جو جسم رکھتا ہو اور اس کا جسم لکڑی، پتھر یا چاندی کا بنا ہوتا ہے اور جس کی قسم کھائی جاتی ہے اور عبادت بھی کی جاتی ہے اور صنم ایسے معبود کو کہتے ہیں جو بغیر کسی شکل وصورت وجسم کے ہوتا ہے۔ (لسان العرب، ج ۷، الحرف الصاد، ص ٤٢٤)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو شیطان فرمایا حالانکہ دشمن ہونا تو کسی جاندار اور صاحب عقل کی صفت ہے جو کسی کا کچھ بگاڑ سکے، کسی کو ضرر و نقصان پہنچا سکے۔ بے جان پتھر کسی کا کیا بگاڑ سکتے ہیں اور کسی کو کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ عزوجل

نے فرمایا﴿کلا سیکفرون بعبادتھم ویکونون علیھم ضدا﴾ ہرگز نہیں کوئی دم جاتا ہے کہ وہ ان کی بندگی سے منکر ہونگے اور ان کے مخالف ہونگے(مریم:۸۲)﴾۔اس آیت کی تفسیر میں''حاشیۃ الشھاب'' میں فرمایا کہ اللہ عزوجل بروز قیامت بتوں کو قوت گویائی عطا کرے گا اور اسی مناسبت سے انہیں عقلاء کی منزلت میں داخل کر کے بیان کیا گیا اگرچہ یہ غیر عقلاء کی صف میں داخل ہیں۔اور یہی بت کل بروز قیامت اپنی عبادت کئے جانے پر عدمِ رضامندی ظاہر کریں گے،اللہ عزوجل اِن بتوں سے پوچھے گا کہ کیا تم نے ان لوگوں کو میرے سوا معبود بنانے کا حکم دیا تھا؟اور اپنی عبادت کا حکم کیا؟تو یہ بت بیزاری ظاہر کریں گے اور کافر جب یہ دیکھیں گے کہ بت ان سے بے زاری کا اظہار کر رہے ہیں تو اللہ عزوجل کے حضور عرض گزار ہونگے کہ اے ہمارے رب عزوجل!یہی وہ معبود ہیں جنہیں ہم نے تیرے سوا معبود بنایا۔اسی مناسبت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کو دشمن ہونا بیان کیا کہ ان کی دشمنی دنیا میں یوں کہ لوگ اللہ واحد حقیقی کو چھوڑ کر ان کے آگے سجدے کرنے لگے اور انہیں خدا ماننے لگے اور آخرت میں ایسی کہ یہ لاعلمی اور بے زاری کا اظہار کریں گے لہٰذا سمجھدار کے لئے سمجھداری کے بغیر چارہ کار نہیں۔ (حاشیۃ الشھاب المعروف کفایۃ القاضی، ج٦، ص ٣١٢ ملخصاملتقطا)

عوارض بشری نبوت کے منافی نہیں:

☆......نبی اگرچہ عوارض بشری رکھتا ہے لیکن اس کے عوارض کا دوسرے انسانوں سے جسمانی وروحانی قوتوں میں مختلف ہونا ضروری ہے۔عام انسان بھی آنکھ سے دیکھتا ہے لیکن اس کا دیکھنا اور نبی کا دیکھنا ایک نہیں ہے،سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح فرمان ہے:''اپنی صفیں قائم کرو اور مل کر کھڑے رہو کیونکہ میں پس پشت بھی دیکھتا ہوں''۔(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب:تسویۃ الصفوف عند الاقامۃ، رقم:۷۱۸، ص ۱۱۷) عام انسان بھی سنتا ہے لیکن نبی کے سننے کی شان کچھ اور ہی ہوتی ہے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''آسمان چرچرایا اور اس کا چرچرانا بجا ہے،آسمان میں ایک قدم کی جگہ بھی ایسی نہیں ہے جس میں کوئی فرشتہ سجدہ ریز نہ ہو''۔(ابن ماجہ ،کتاب الزھد، باب:الحزن والبکاء، رقم:۴۱۹۰، ص ٦٩٦) محسوس کر لینے کی قوت دیکھیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے کئی دن کی مسافت کی دوری سے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی خوشبو کو سونگھ لیا،چنانچہ اللہ عزوجل کا فرمان اس پر شاہد ہے﴿انی لاجد ریح یوسف بیشک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں(یوسف:۹۴)﴾۔سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کا ایک ٹکڑا چکھ کر بتادیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔(سنن الدارمی،باب:(۱۱)ما اکل النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کلام الموتی، رقم: ٦٨، ج١، ص٤٦) ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو آگ ان پر ٹھنڈی ہوگئی،اللہ عزوجل کا فرمان﴿قلنا یانار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم ہم نے فرمایا اے آگ ہو جا ٹھنڈی اور سلامتی ابراہیم پر(الانبیاء:٦٩)﴾۔

امام رازی کہتے ہیں کہ انبیائے کرام کی روحانی اور عقلی قوتیں بھی انتہائی کامل ہوتی ہیں،خلاصہ یہ ہے کہ نفس قدسیہ نبویہ اپنی ماہیت میں باقی نفوس سے مختلف ہوتا ہے اور نفس نبویہ کے لوازم سے یہ ہے کہ اس کی ذکاوت، ذہانت، اور حریت کامل ہو اور وہ جسمانیات اور شہوات سے منزہ ہو اور جب نبی کی روح غایت صفا اور شرف میں ہوگی تو اس کا بدن بھی انتہائی صاف و پاکیزہ ہوگا اور اس کی قوت مدرکہ اور محرکہ بھی کامل ہوگی، کیونکہ یہ قوتیں ان انوار کے قائم مقام ہیں جو انوار جو ہر روح سے صادر ہوتے ہیں اور نبی کے بدن سے واصل ہوتے ہیں اور جب فاعل یعنی روح اور قابل یعنی بدن انتہائی کامل ہونگے تو ان کے آثار بھی کامل، مشرف اور صاف ہونگے۔

(الرازی، ج٣، ص ١٩٩ وغیرہ)

اللہ عزوجل نے بشر میں سے نبی بنا کر بھیجے تاکہ لوگ ان سے اکتساب فیض کر سکیں اور ان کے معاملات کو دیکھ کر بحسن وخوبی عمل میں لاسکیں، کیونکہ اگر فرشتے کو نبی بنا کر بھیجا جاتا اور وہ خلاف عادت کاموں کو اپنی نبوت پر دلیل بناتا تو اس کی نبوت میں طعن کا موقع

زیادہ ہو جاتا، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ فرشتہ جو عبادت سرانجام دیتا اور دوسرے اعمال خیر کرتا تو وہ انسانوں کے لئے حجت نہ بنتے کیونکہ ایسا ہونا ممکن ہے فرشتے کی حقیقت میں ایسا عنصر ہو کہ وہ مشکل اور کٹھن کام کو انجام دے لے اور انسان کی حقیقت میں وہ عنصر نہ پایا جائے لہذا دلیل کیسے بنتا؟ فرشتہ بھوک، پیاس، شہوت اور دیگر عوارض انسانیہ سے پاک ہوتا ہے جب کہ انسان میں یہ عوارض پائے جاتے ہیں لہذا ضروری امر یہی ہے کہ انسان میں سے نبی بنایا جائے اور یہی حکمت نبوت کے متعلق اہل علم بیان کرتے ہیں لہذا عوارض بشری پر طعن کرنا خام خیالی ہے۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا اپنی جانب گناہ کی نسبت کرنا:

۵......عصمت نبی پر ہم نے کئی مقامات پر کلام کیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی جانب گناہ کی نسبت کی ہے، علامہ قرطبی اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ انہوں نے اظہار عبودیت کے لئے ایسا کہا تھا اگرچہ جانتے تھے کہ مغفور ہیں۔

علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:

عصمت کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ عزوجل بندہ میں اس کی قدرت اور اختیار کے باوجود گناہ نہ پیدا کرے، اسی کے قریب یہ تعریف ہے: عصمت اللہ عزوجل کا لطف ہے جو بندہ کو اچھے کاموں پر ابھارتا ہے اور بُرے کاموں سے روکتا ہے باوجود یہ کہ بندہ کو گناہ پر اختیار ہوتا ہے تا کہ بندہ کا مکلف ہونا صحیح رہے، اس لیے شیخ ابو منصور ماتریدی نے فرمایا: عصمت مکلف ہونے کو زائل نہیں کرتی، ان تعریفوں سے ان لوگوں (بعض شیعہ اور معتزلہ) کے قول کا فساد ظاہر ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ عصمت نفس انسان یا اس کے بدن میں ایسی خاصیت ہے جس کی وجہ سے گناہ کا صدور محال ہوتا ہے کیونکہ اگر کسی انسان سے گناہ کا صدور محال ہو تو اس کا مکلف کرنا صحیح ہوگا نہ اس کو اجر و ثواب دینا صحیح ہوگا۔

(شرح عقائد نسفیہ، ص ۱۶۵ وغیرہ)۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام کی مبارک دعائیں:

۶......متذکرہ رکوع آیت نمبر ۸۲ تا ۸۹ میں درج ذیل دعائیں موجود ہیں:

(۱)......﴿رب هب لی حکما والحقنی بالصلحین﴾

(۲)......﴿واجعل لی لسان صدق فی الاخرین﴾

(۳)......﴿وجعلنی من ورثة جنة النعیم﴾

(۴)......﴿واغفر لابی انه کان من الضالین﴾

(۵)......﴿ولا تخزنی یوم فی یبعثون﴾

(۶)......﴿یوم لاینفع مال ولا بنون﴾

(۷)......﴿الا من اتی بقلب سلیم﴾

ابلیس کا گروہ کون ھے؟

۷......ابلیس کے گروہ سے مراد اس کا لشکر ہے، ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ شخص جسے بتوں کی عبادت کی دعوت دی گئی اور اس نے لبیک کہا، قتادہ، کلبی اور مقاتل کے قول کے مطابق اس سے مراد شیاطین ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ انہیں سخت آگ میں ڈالا جائے گا۔

(القرطبی، الجزء: ۱۹، ص ۱۰۸)

ہم نے سورۂ فاطر رکوع نمبر ۱، حاشیہ نمبر ۳ کے تحت شیطان کے دھوکے اور گروہ سے متعلق تفصیل سے کلام کیا ہے، وہیں دیکھ لیں۔

دوزخیوں کی حسرت بالائے حسرت!

۸......وہ مکان جہاں جینے کے بعد موت کی امید ختم ہوجائے، جہاں تکلیف کے بعد آسانی کی آس ہی نہ ہو، جہاں کا ہلکا عذاب بھی نہ سہا جاسکے، جہاں کوئی کسی کو نہ بچاسکے بلکہ سب اپنے گناہوں کی وجہ سے عذاب ہی میں ہوں گویا کہ عذاب دیئے جانے کا مکان ہے۔ جہاں بدن سے بہنے والی پیپ پلائی جائے، خاردار تھوہڑ کھلایا جائے جو حلق سے نہ اُترے، اسے اتارنے کے لئے کھولتا پانی دیا جائے جس سے چہرے کی ساری کھال گل کر گر پڑے، پیٹ میں آنتیں کٹ کٹ کر شوربے کی مانند بہہ کر قدموں کی طرف نکلیں، نہ جانے دوزخ کی گہرائی کتنی ہے، سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: "اگر پتھر کی چٹان جہنم کے کنارے سے اُس میں پھینکی جائے تو ستر برس میں بھی تہہ تک نہ پہنچے گی"۔(سنن الترمذی، کتاب صفة جهنم، باب:ما جاء فی صفة قعر جهنم، رقم:۲۵۸٤، ص۷٤۱)۔ اگر انسان کے سر برابر سیسہ کا گولا آسمان سے زمین کو پھینکا جائے تو رات آنے سے پہلے زمین تک پہنچ جائے گا حالانکہ یہ پانسو برس کی راہ ہے۔ پھر اس میں مختلف طبقات، وادیاں اور کنویں ہیں، بعض سے جہنمی دن میں ستر مرتبہ پناہ مانگتا ہے۔ (بهار شريعت مخرجه، ج۱، حصه:۱، دوزخ کا بیان، ص۱٦٦ وغیره)

غور کریں آج گناہ کرنے آسان ہیں لیکن کل جواب دینا آسان نہ ہوگا، آج خوشی خوشی گناہ کر رہے ہیں کل کہیں رو رو کر جہنم میں ڈال دیئے گئے تو کون بچانے آئے؟، حسرت بھی خود پر حسرت کر رہی ہوگی، کاش! اللہ ﷻ کا فضل بچائے اور اس کے حبیب ﷺ کی محبت، اللہ والوں کا ساتھ یا کچھ خصوصی انعام ہی ہوجائے۔

اغراض:

ای کفار مکة: کفار مکہ کا خاص طور پر ذکر اس لئے کیا کہ یہ حضرات نزول آیت کے وقت موجود تھے اور عمومی اعتبار سے یہ حکم قیامت تک کے لوگوں کے لئے ہے۔ ای نقیم نهارا علی عبادتها: یہ "نظل" کے معنی ہیں، اور وہ اس میں فخر محسوس کرتے تھے اور بتوں کی دن رات عبادت کرنے میں زیرک ہوتے تھے۔

الی الدین: یعنی دینی و دنیاوی مصلحتوں کے باعث، خاص طور پر دین کا ذکر کیا گیا اس لئے کہ یہ اہم و خاص مقام ہے۔

الذین یاتون بعدی: اللہ ﷻ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی، پس تمام امتوں میں سے جو بھی ہو گزریں انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعریف و توصیف فرمائی، اسی میں امت محمد یہ ہیں جو کہ خاص طور پر روزانہ تشہد میں ان کا ذکر خیر کرتے ہیں اور ان سے خاص نفع حاصل کرنے کے خواہاں ہوتے ہیں، اور ان کی ثناء سے خاص برکت حاصل کرتے ہیں جیسا کہ حدیث میں اس بات کو ایمان کی شرط قرار دیا گیا ہے۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس نے کسی قوم سے محبت کی، وہ انہی کے ساتھ اٹھایا جائے گا اگر چہ اس کا عمل اس قوم کے موافق نہ ہو"۔ اس حدیث کا معنی یہ ہے: "اگر چہ وہ ان کے ساتھ ایمان میں شریک ہوجائے اگر چہ وہ ان کے مقام و مرتبے کو نہ پہنچے"۔

بان تتوب علیه: ظاہر یہ ہے کہ یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس وقت صادر ہوئی تھی جب ان کے والد (چچا آزر) حیات تھے۔ وهذا قبل ان یتبین له: انتقال کرنے کے بعد دعا کا محل باقی نہیں رہتا، اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے گناہوں کی معافی کی خاطر دعا فرمائی تھی تو میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اس میں کوئی ممانعت والی بات نہیں ہے کیوں کہ اللہ ﷻ جانتا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد (آزر) کی موت کفر پر ہوگی اگر چہ بوقت دعا وہ زندہ ہی کیوں نہ ہو۔ کما ذکر فی سورة براءة: جس کا ذکر سورۃ التوبہ میں ﴿وما کان استغفار ابراهیم لابیه﴾ کے تحت ہوچکا ہے۔ وهو

قلب المومن: کیونکہ مومن مال کو خیر کے امور میں خرچ کر کے نفع اٹھاتا ہے اور نیک بیٹا اپنے باپ کی دعا سے فائدہ اٹھاتا ہے جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے: ''جب ابن آدم مرجاتا ہے تو سوائے تین اعمال کے اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں: (۱)......صدقہ جاریہ، (۲)......نفع بخش علم، (۳)......نیک اولاد۔

ای القوا: یعنی دوسری مرتبہ، اس لئے ''الکبکبة'' ''الکب'' کی تکرار کے لئے لائے ہیں، مراد چہرے کے بل ڈال دینا ہے، جیسا کہ آگ میں ڈال دینا، اور دوبارہ آگ میں ڈال دینے سے مراد یہ ہے کہ آگ کی تہہ میں کسی کو گاڑ دینا کہ وہیں استقرار پکڑ جائے۔

او اولونا: سے مراد یہ ہے کہ وہ ہم پر سبقت کرنے والے ہیں۔

من الملائکة والنبیین: کثیر مومنین کی شفاعت ہوگی، جیسا کہ حدیث میں ہے: ''قیامت کے دن ہر مومن کی شفاعت ہوگی''۔

بتکذیبھم لہ: اس ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے، اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ قوم نے فقط حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا لہٰذا واحد کا صیغہ استعمال ہونا چاہیے لیکن جمع کا صیغہ استعمال ہوا، اس کی کیا وجہ ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ جس طرح انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی، (ان کی ذریت) باقی حضرات انبیائے کرام کی تکذیب کرے گی، پس حقیقت پر محمول کرتے ہوئے جمع کا صیغہ لائے ہیں۔ وتانیث الفعل: سے مراد مسند الیہ ہوتا ہے۔ (الصاوی، ج۴، ص ۲۳۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۰

﴿ کذبت قوم نوح ۨالمرسلین(۱۰۵) ﴾بِتَکْذِیبِھِمْ لَہُ لِاِشْتِرَاکِھِمْ فِی الْمَجِیْءِ بِالتَّوْحِیدِ اَوْ لِاَنَّہُ لِطُوْلِ لُبْثِہٖ فِیھِمْ کَاَنَّہُ رُسُلٌ وَتَانِیثُ قَوْمٍ بِاعْتِبَارِ مَعْنَاہُ وَتَذْکِیرُہُ بِاِعْتِبَارِ لَفْظِہٖ ﴿ اذ قال لھم اخوھم ﴾نَسَبًا﴿ نوح الا تتقون (۱۰۶) ﴾اللّٰہَ﴿انی لکم رسول امین (۱۰۷) ﴾عَلٰی تَبْلِیغِ مَا اُرْسِلْتُ بِہٖ﴿ فاتقوا اللہ واطیعون (۱۰۸) ﴾فِیْمَا آمُرُکُم بِہٖ مِنْ تَوْحِیدِ اللّٰہِ وَطَاعَتِہٖ﴿ وما اسئلکم علیہ ﴾عَلٰی تَبْلِیْغِہٖ﴿ من اجر ۚ ان ﴾مَا﴿اجری ﴾اَیْ ثَوَابِیْ﴿الا علی رب العلمین (۱۰۹) فاتقوا اللہ واطیعون (۱۱۰) ﴾کَرَّرَہُ تَاکِیدًا﴿قالوا انومن ﴾نُصَدِّقُ﴿لک ﴾لِقَوْلِکَ﴿واتبعک ﴾وَفِیْ قِرَائَۃٍ وَاَتْبَاعُکَ جَمْعُ تَابِعٍ مُبْتَدَاءٌ﴿الارذلون (۱۱۱) ﴾السَّفَلَۃُ کَالْحَاکَۃِ وَالْاَسَاکِفَۃِ﴿قال وما علمی ﴾اَیْ عِلْمَ لِیْ﴿بما کانوا یعملون (۱۱۲)﴾اِنْ ﴾مَا﴿ حسابھم الا علی ربی﴾فَیُجَازِیھِمْ﴿ لو تشعرون (۱۱۳) ﴾تَعْلَمُوْنَ ذٰلِکَ مَا عِبْتُمُوْھُمْ ﴿وما انا بطارد المومنین (۱۱۴) ج ان ﴾ما﴿انا الا نذیر مبین ط(۱۱۵) ﴾بَیِّنُ الْاِنْذَارِ﴿قالوا لئن لم تنتہ ینوح ﴾عَمَّا تَقُوْلُ لَنَا﴿لتکونن من المرجومین ط(۱۱۶) ﴾بِالْحِجَارَۃِ اَوْ بِالشَّتْمِ﴿قال ﴾نُوْحٌ﴿رب ان قومی کذبون النصف (۱۱۷) فافتح بینی وبینھم فتحا ﴾اَیْ اُحْکُمْ﴿ ونجنی ومن معی من المومنین (۱۱۸) ﴾قال تعالٰی﴿ فانجینہ ومن معہ فی الفلک المشحون (۱۱۹) ﴾الْمَمْلُوْءِ مِنَ النَّاسِ وَالْحَیَوَانِ وَالطَّیْرِ﴿ثم اغرقنا بعد ﴾اَیْ بَعْدَ اِنْجَائِھِمْ﴿ الباقین ط(۱۲۰) ﴾مِنْ قَوْمِہٖ﴿ان فی ذلک لایة ط وما کان اکثرھم مومنین (۱۲۱) وان ربک لھو العزیز الرحیم (۱۲۲) ﴾.

﴿ترجمہ﴾

نوح......۱......کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا (اس لئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلانا تمام کو جھٹلانا ہے، کیونکہ توحید کا پیغام لانے میں سب شریک ہیں یا اس لئے کہ حضرت نوح علیہ السلام ان میں کافی عرصہ ٹھہرے رہے گویا کہ انہوں نے بہت سے رسول دیکھے، قوم کا مؤنث ذکر کرنا معنی کے اعتبار سے ہے اور اس کا مذکر ذکر کرنا لفظ کے اعتبار سے ہے) جبکہ ان سے ان کے ہم قوم (یہاں اخوھم ......۲...... سے مراد ان کا نسبی بھائی یعنی ہم قوم ہے) نوح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں؟ (اللہ تعالیٰ سے) بیشک میں تمہارے لیے اللہ کا بھیجا ہوا امین ہوں (اس پیغام کے پہنچانے پر کہ جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے) تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو (ان کاموں میں کہ جن کا میں تمہیں حکم دوں یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی اطاعت کرنے کا) اور میں اس پر (یعنی اپنی تبلیغ پر) تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا......۳......، میرا اجر (یعنی ثواب) تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ بولے کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں (یعنی ہم تیری بات کی تصدیق کریں) اور تمہارے ساتھ (اتبعک ایک قرأت میں اتباعک ہے، جو تابع کی جمع ہے اور مبتدا واقع ہو رہا ہے) کمینے ہوئے ہیں ......۴......(الارذلون سے مراد السفلۃ یعنی گھٹیا و کم حیثیت لوگ ہیں جیسا کہ جولاہے اور موچی) فرمایا مجھے کیا خبر (یعنی مجھے کیا علم کہ) ان کے کام کیا ہیں۔ ان کا حساب تو میرے رب ہی پر ہے (کہ وہی ان کو بدلہ دے گا) اگر تمہیں حس ہو (یعنی اس بات کو جانتے ہوتے تو تم ان پر عیب نہ لگاتے) اور میں مسلمانوں کو دور کرنے والا نہیں، میں تو نہیں مگر صاف ڈر سنانے والا (یعنی واضح خطرات سے آگاہ کرنے والا) بولے اے نوح! اگر تم باز نہ آئے (اپنی ان باتوں سے جو تم ہمیں کہتے ہو) تو ضرور سنگسار کیے جاؤ گے (پتھروں کے ساتھ یا سب وشتم کے ساتھ) عرض کی (حضرت نوح علیہ السلام نے) اے میرے رب! میری قوم نے مجھے جھٹلایا، تو مجھ میں اور ان میں پورا فیصلہ کر دے (اِفتح بمعنی اُحکم ہے) اور مجھے اور میرے ساتھ والے مسلمانوں کو نجات دے۔ (پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) تو ہم نے بچا لیا اسے اور اس کے ساتھ والوں کو بھری ہوئی کشتی میں ......۵......(یعنی جو لوگوں، حیوانوں اور پرندوں سے بھری ہوئی تھی) پھر اس کے بعد ہم نے ڈبو دیا (یعنی انہیں نجات دینے کے بعد) باقیوں کو (یعنی ان کی قوم کے باقی ماندہ لوگوں کو) بیشک اس میں ضرور نشانی ہے، اور ان میں اکثر مسلمان نہ تھے اور بیشک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿کذبت قوم نوح المرسلین اذ قال لهم اخوهم نوح الا تتقون﴾

کذبت: فعل، قوم نوح: فاعل، المرسلین: مفعول، اذ: مضاف، قال لھم: فعل وظرف لغو، اخوھم: مبدل منہ، نوح: بدل، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول، ھمزہ: حرف استفہام، لا تتقون: فعل نفی با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انی لکم رسول امین ○ فاتقوا الله واطیعون○﴾

انی: حرف مشبہ واسم، لکم: ظرف لغو مقدم، رسول: مصدر با ھو ضمیر نائب الفاعل ملکر شبہ جملہ ہو کر موصوف، امین: صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، اتقوا اللہ: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اطیعون: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما اسئلکم علیه من اجران اجری الا علی رب العلمین○﴾

و: عاطفہ، ما اسئلکم: فعل نفی با فاعل ومفعول، علیہ: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، اجر: ذوالحال ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان: نافیہ، اجری: مبتدا، الا: اداۃ حصر، علی رب العلمین: ظرف مستقر خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاتقوا اللہ واطیعون٥ قالوا انؤمن لک واتبعک الارذلون٥﴾.

اس آیت کی ترکیب ماقبل آیت ۱۰۸ میں گزری، قالوا: قول، ھمزہ: حرف استفہام، نومن: فعل بافاعل، لام: جار، ک: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، اتبعک الارذلون: فعل ومفعول وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر مقولہ ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال وما علمی بما کانوا یعملون٥﴾.

قال: قول، و: مستانفہ، ما: استفہامیہ مبتدا، علمی: مصدر مضاف "ی" ضمیر مضاف الیہ فاعل، بما کانوا یعملون: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ان حسابھم الا علی ربی لو تشعرون٥﴾.

ان: نافیہ، حسابھم: مبتدا، الا: اداۃ حصر، علی ربی: ظرف مستقر خبر ملکر جملہ اسمیہ، لو: شرطیہ، تشعرون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا محذوف "ماعبتموھم" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما انا بطارد المومنین ٥ ان انا الا نذیر مبین﴾.

و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، انا: اسم، ب: زائد، طارد المومنین: مرکب اضافی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان: نافیہ، انا: مبتدا، الا: اداۃ حصر، نذیر مبین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قالوا لئن لم تنتہ ینوح لتکونن من المرجومین٥﴾.

قالوا: قول، لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، لم تنتہ: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، لام: قسمیہ، تکونن من المرجومین: جملہ فعلیہ قسم، محذوف "نقسم" کیلئے جواب، ملکر جملہ قسمیہ ہوکر جواب قسم، قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ ہوکر، مقصود بالنداء، ینوح: نداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال رب ان قومی کذبون﴾.

قال: قول، رب: نداء، ان قومی: حرف مشبہ واسم، کذبون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقصود بالنداء ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فافتح بینی وبینھم فتحا ونجنی ومن معی من المومنین٥﴾.

ف: فصیحیہ، افتح: فعل امر بافاعل، بینی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بینھم: معطوف، ملکر ظرف، فتحا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، نج: فعل امر بافاعل، ن: وقایہ، ی: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من معی: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من المومنین: ظرف مستقر حال، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فانجینہ ومن معہ فی الفلک المشحون ٥ ثم اغرقنا بعد البقین٥﴾.

ف: مستانفہ، انجینا: فعل بافاعل، ہ: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من معہ: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مفعول، فی: جار، الفلک المشحون: مرکب توصیفی مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ مستانفہ، ثم: عاطفہ، اغرقنا: فعل بافاعل، الاخرین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لاٰیۃ وما کان اکثرھم مومنین وان ربک لھو العزیز الرحیم٥﴾

اس آیت مبارکہ کی ترکیب ماقبل آیت ۶۷، ۶۸، رکوع نمبر: ۸ کے آخر میں گزری۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت نوح علیہ السلام کا نسب :

۱......ابن منذر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ چونکہ آپ علیہ السلام اپنے آپ پر کثرت سے نوحہ (یعنی گریہ وزاری) کرتے تھے اس لئے آپ کا نام نوح پڑ گیا۔ (الدر المنثور، ج۳، ص۱۷٤)

☆......حضرت سعد بن مسعود ثقفی فرماتے ہیں کہ جب نوح علیہ السلام کپڑے پہنتے تو اللہ عزوجل کی حمد فرماتے اور جب کھاتے پیتے تو شکر ادا فرماتے اسی وجہ سے ان کا نام عبدا شکورا پڑ گیا۔ (اسد الغابہ، سعد بن مسعود الثقفی، ج۲، ص۲۳۸)

آپ علیہ السلام کا نام نوح بن لامک ہے اور ایک قول کے مطابق لمک بن متشولخ اور آپ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام عونہ ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ قسوس بنت برالیک بن قشولخ ہے جبکہ بعض نے کہا کہ متوشخ بن خنوخ، اور ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ اخنوخ سے مراد حضرت ادریس علیہ السلام ہیں اور یہی پہلے نبی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قلم سے لکھا اور یہ مھلیل کے صاحبزادے تھے۔ جبکہ بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام مھلائیل تھا اور یہ قنین کے بیٹے تھے۔ ایک قول کے مطابق ان کا نام قینان تھا اور ایک قول کے مطابق قنن بن انوش اور دوسرے قول کے مطابق ان کا نام صانیش بن شیث تھا جو کہ آدم کے صاحبزادے تھے۔ مستدرک میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کے مابین دس صدیوں کا زمانہ ہے جیسا کہ طبرانی نے ابوذر سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ اور اسی سلسلہ نسب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام حضرت ادریس علیہ السلام کے بعد تشریف لائے ہیں جیسا کہ امام بغوی نے ذکر کیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا نام سکن تھا کیونکہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آپ علیہ السلام کے پاس آکر سکون پاتے تھے۔ ایک قول کے مطابق آپ علیہ السلام کا نام شاکر تھا اور بعض کے مطابق یشکر بھی کہا جاتا ہے۔ امام سیوطی نے الاتقان میں مستدرک للحاکم سے نقل کیا ہے کہ آپ علیہ السلام کا نام عبدا لغفار تھا، اور اکثر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا خیال ہے کہ انہیں ادریس کہا جاتا ہے، اور آپ علیہ السلام کو نوح کہنے کی وجہ آپ علیہ السلام کا اپنے لئے اور اپنی قوم کے لئے کثرت سے گریہ وزاری کرنا ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ آپ علیہ السلام کا رونا قیامت کی ہولناکی کی وجہ سے ہے، بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ علیہ السلام نے ایک کتے کو دیکھا جو کہ بدصورت تھا تو فرمایا کہ بدصورت کتا! تو اللہ عزوجل نے اس کتے کو قوت گویائی عطا فرمائی اور اس نے کہا کہ یہ عیب میری طرف سے ہے یا میرے خالق کی جانب سے؟ کتے کے کلام کو سن کر آپ علیہ السلام پر غشی طاری ہوگئی اور جب افاقہ ہوا تو خوب گریہ وزاری فرمائی۔ بغوی کا قول ہے کہ آپ علیہ السلام ایک جزامی کتے کے پاس سے گزرے تو فرمایا کہ دور ہو، اے بدصورت کتے! اللہ عزوجل نے وحی نازل فرمائی کہ اے نوح! تو نے مجھ پر عیب لگایا ہے یا کتے پر؟ بعض علماء کا کہنا ہے کہ آپ علیہ السلام اس لئے روتے تھے کہ آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت کی بددعا کی تھی، ایک قول یہ ہے کہ آپ علیہ السلام اس لئے زیادہ روتے تھے کہ آپ علیہ السلام نے اپنے رب سے اپنے بیٹے کی سفارش کی تھی واللہ تعالی اعلم، ایک قول کے مطابق جس وقت اللہ عزوجل نے آپ علیہ السلام کو مبعوث کیا اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مستدرک میں ان سے مرفوع حدیث ہے کہ جس وقت آپ علیہ السلام مبعوث ہوئے اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر چالیس سال تھی، آپ علیہ السلام اپنی قوم میں (۹۵۰) سال رہے، اور طوفان کے بعد آپ علیہ السلام ساٹھ سال زندہ رہے یہاں تک کہ لوگ کثیر ہوگئے اور کئی علاقوں میں پھیل گئے۔ (المظہری، ج۳، ص٤٤ وغیرہ)

حضرت نوح علیہ السلام پوری زندگی روزے رکھتے سوائے عید الفطر اور عید الاضحیٰ، اور حضرت داؤد علیہ السلام نصف دہر روزے رکھتے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر ماہ تین دن روزے رکھتے یا ایک دہر روزہ رکھتے اور ایک دہر افطار کرتے۔ جہاں تک حضرت نوح علیہ السلام کی قبر کا تعلق ہے تو ابن جریر اور ازرقی نے عبد الرحمٰن بن سابط اور دیگر تابعین سے مرسل روایت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قبر مسجد حرام

میں ہے۔اور یہ قول زیادہ صحیح اور قوی ترین ہے کیونکہ اسے کثیر متاخرین نے نقل کیا ہے۔(البداية والنهاية، جزء ۱، ج ۱، ص ۱۳۳ وغیرہ)
نوٹ: دہر کے معنی ہیں زمانہ دراز، دنیاوی زندگی کا پورا زمانہ، ایک ہزار سال، ایک لاکھ سال۔

حضرت نوح علیہ السلام کو بھائی کہنے کی توجیہ:

۲۔.....قرآن مجید میں اس طرح کے کلمات: ﴿لهم اخوهم﴾ سے مراد علامہ قرطبی نے یہ لیا ہے کہ نہ تو نسبی بھائی ہیں نہ ہی دینی، ہم جنس بھائی تھے۔ یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ جس طرح دیگر حضرات انبیاء نے تبلیغ دین کی اسی طرح نوح بھی ان کے نقش قدم پر چلیں گے گویا کہ اپنے بھائیوں کی راہ پر ہیں۔ لیکن یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض لوگ حضرات انبیائے کرام کو بھائی کہنا جائز قرار دیتے ہیں اور دلیل کے طور پر اسی طرح کی آیات اور بعض روایات پیش کرتے ہیں، ان کی علمی حیثیت کیا ہے؟ اس بارے میں کچھ تحقیق پیش خدمت ہے چنانچہ اسماعیل دھلوی، متوفی ۱۲۴۲ھ نے لکھا:

مشکوۃ المصابیح، باب: عشرۃ النساء میں ہے کہ امام احمد نے ذکر کیا کہ بی بی عائشہ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا مہاجرین وانصار میں بیٹھے تھے کہ آیا ایک اونٹ پھر اس نے سجدہ کیا پیغمبر خدا کو سو ان کے اصحاب کہنے لگے: اے پیغمبر خدا تم کو سجدہ کرتے ہیں جانور اور درخت سو ہم کو ضرور چاہیے کہ تم کو سجدہ کریں، سو فرمایا: ''بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی''۔(مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب:عشرۃ النساء وما لکل واحد، الفصل الثالث، رقم: ۳۲۷۰، ص ۲۸۲) ۔ **اسماعیل دھلوی** اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ''ف'' کا عنوان قائم کرکے کہتے ہیں: یعنی انسان آپس میں بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے بندگی اس کی چاہیے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء انبیاء، امام وامام زادہ، پیر وشہید، یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے، ہم ان کے چھوٹے ہیں سو ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیے نہ کہ خدا کی سی۔

(تقوية الايمان كلاں، ص ۴۱ وغیرہ)

ہم کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل اور حضرات انبیائے کرام میں معبود وعبد کا رشتہ ہے اور معبود اپنے بندے کو جو چاہیے فرمائے اس میں ہمیں کلام کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وعصى آدم ربه فغوى تو آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہتا تھا اس کی راہ نہ پائی (طـــــــه:۱۲۱)﴾۔ اب اسماعیل دھلوی اور اس کے پیروکاروں کے نظریئے کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کو معاذ اللہ ''نافرمان/گناہگار'' کہنا جائز ہوگا کیونکہ اللہ عزوجل نے جو فرمادیا ہے۔
علامہ ابن الحاج مالکی نے لکھا ہے: ''جس نے اثناء تلاوت یا قرائت حدیث کے علاوہ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق کہا کہ انہوں نے معصیت کی ہے وہ کافر ہوگیا''۔

(المدخل، ج ۲، ص ۱۴)

بعض اوقات حضرات انبیائے کرام تواضع کے کلمات استعمال کرتے ہیں جن کا بیان قرآن میں کئی مقامات پر ہوا ہے، ان کلمات کو حقیقت پر محمول کرنا دین دشمنی ہے، نمونے کے طور پر چند کلمات درج ذیل ہیں:

(۱)......حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿قالا ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنكونن من الخسرين دونوں نے عرض کی اے رب ہمارے ہم نے اپنا آپ برا کیا تو اگر تو ہمیں نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں ہوئے (الاعراف:۲۳)﴾

(۲)......حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا: ﴿لا اله الا انت سبحنك انى كنت من الظلمين کوئی معبود نہیں سوا تیرے پاکی ہے

تجھ کو بیشک مجھ سے بے جا ہوا﴾ (الانبیاء: ۸۷)

(۳)......حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿قال رب انی ظلمت نفسی فاغفرلی فغفرله﴾ عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے بخش دے تو رب نے اُسے بخش دیا﴾ (القصص: ۱۶)

☆......قیامت کے دن جب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس شفاعت کی درخواست لے کر جائیں گے تو وہ فرمائیں گے کہ آج اللہ عزوجل اس قدر غضب میں ہے کہ پہلے کبھی اتنے غضب میں نہ تھا اور نہ آئندہ کبھی اتنے غضب میں ہوگا، اس نے مجھ کو ایک درخت سے کھانے سے منع کیا تھا لیکن میں نے اس کی نافرمانی کی۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب:ذریۃ من حملنا،رقم: ۴۷۱۲،ص ۸۱۵)

تبلیغ پر اجرت لینے کا جواز:

ﷺ......حضرات انبیائے کرام کا معاملہ تو بالکل واضح ہے کہ انہیں دنیاوی مال و اسباب سے کچھ غرض ہی نہیں ہوتا کیونکہ وصف نبوت نے انہیں ہر قسم کی بظاہر ناپسندیدہ بات سے بھی محفوظ رکھا ہے۔ ہم بات کریں گے امت محمدیہ کے علماء و مشائخ اور دینی خدمات انجام دینے والوں کی، آیا ان کے لئے بھی تبلیغ دین پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں:

جو شخص اللہ عزوجل کے لئے عمل کرتا ہے وہ اس کا اجر غیر اللہ عزوجل سے طلب نہ کرے، اس میں اشارہ ہے کہ علماء جو انبیائے کرام کے وارث ہیں وہ انبیائے کرام کے آداب کے ساتھ متصف ہوں اور علوم دینیہ کی اشاعت و ترویج اور تبلیغ میں لوگوں سے کچھ طلب نہ کریں اور اپنی تعلیم، تدریس، وعظ و خطبات میں لوگوں سے کچھ نفع نہ حاصل کریں کیونکہ جو علماء اپنے مواعظ و خطابات کا سننے والوں سے اجر بطور نذرانہ لیتے ہیں تو ان کے مواعظ سننے والوں کو کوئی برکت حاصل نہیں ہوتی اور نہ علماء کو وعظ سنا کر نذرانے لینے اور معمولی دنیاوی معاوضہ کے بدلہ میں دین فروخت کرنے سے کوئی برکت حاصل ہوتی ہے۔ (روح البیان، ج۶، ص ۳۷۴ وغیرہ)

ہم کہتے ہیں کہ حضرت مولانا اسماعیل حقی نے بڑی خوب بات فرمائی اور واقعی جو کام بغیر دنیاوی لالچ کے ہو اس کا مزہ ہی کچھ اور ہوتا ہے لیکن یہ وہی سمجھے جسے اللہ عزوجل نے قناعت کی دولت سے مالا مال کیا ہو، جس کی نظر ہر وقت دنیاوی اسباب و سہولیات پر لگی ہوئی ہوں انہیں اسی سوچ نہیں ملتی۔ تاہم اتنا ضرور ہے کہ ضرورتاً تبلیغ دین و امور دینوی کا دنیاوی فائدہ مال کی صورت میں اٹھانا جائز ہے۔ علامہ شامی نے ''عقود رسم المفتی'' میں اس مسئلہ پر مفصل کلام کیا ہے جسے ادارہ فیضان رضا نے بنام ''درس عقود رسم المفتی'' کے نام سے شائع کیا ہے، ہم اس موضوع کو ضرورتاً کچھ عبارات کو حذف کرنے کے ساتھ درج ذیل پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

طاعات پر اجرت لینے کا مسئلہ:

ان میں سے ایک مسئلہ تلاوت قرآن مجید پر اجرت کا ہے السراج الوهاج، شرح قدوری الجوهرة النيرة کے مؤلفین سے یہ غلطی صادر ہوئی ان حضرات نے لکھا کہ مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ تلاوت قرآن مجید پر بھی اجارہ درست ہے حالانکہ معاملہ ان پر ملتبس ہو گیا کہ مفتیٰ بہ قول تو یہ ہے کہ تعلیم قرآن پر اجارہ درست ہے نہ کہ تلاوت پر، پھر ان کے بعد آنے والے کثیر مصنفین نے اس قول کو نقل کرنے میں ان کی پیروی کی اور اسے نقل کر دیا حالانکہ یہ زبردست خطا ہے بلکہ ان میں بعض حضرات نے تو اس پر بھی فتویٰ دے دیا کہ تمام ہی عبادات پر اجارہ درست ہے اور وہ اس عبارت کو مطلق ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہی متاخرین کا مذہب ہے۔ اور بعض حضرات نے اس پر یہ مسئلہ متفرع کیا کہ حج بدل کروانے والے کیلئے بھی اجارہ کرنا درست ہے اور یہ تمام ہی مسائل خطا پر مبنی ہیں

اوران کا بنی برخطا ہونا پہلے مسئلہ سے بھی زیادہ واضح ہے۔ ہمارے ائمہ ثلاثہ امام اعظم، امام ابو یوسف، امام محمد رحمہم اللہ اجمعین سے یہی منقول ہے کہ عبادات پر اجارہ باطل ہے لیکن ان کے بعد آنے والے مجتہدین جو کہ اہل تخریج اور اہل ترجیح تھے انہوں نے ضرورت کی بناء پر تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز کہا، اس لئے کہ ابتداً معلمین قرآن کو تعلیم قرآن پر بیت المال سے ہدایہ دیئے جاتے تھے جو کہ اب منقطع ہو چکے ہیں، اگر تعلیم قرآن پر اجارہ کو درست قرار نہ دیا جائے اور اس پر اجرت لینے کو جائز قرار نہ دیا جائے تو تعلم قرآن کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ پھر اس میں دین کے ضائع ہو جانے کا بھی اندیشہ ہے کیونکہ معلمین کو بھی اکتساب کی حاجت ہوتی ہے، پھر ان کے بعد آنے والے علماء نے جو کہ خود بھی اہل ترجیح و تخریج ہیں انہوں نے اذان و امامت پر اجارہ درست ہونے کا فتویٰ دیا کیونکہ یہ دونوں امور بھی شعائر دین سے ہیں تو ضرورتاً ان دونوں کاموں پر اجارہ کرنا بھی ان حضرات نے درست قرار دیا۔ یہ ہے وہ امر جس کے بارے میں متاخرین علماء نے امام اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم اور آپ کے اصحاب کے حوالے سے فتویٰ دیا کیونکہ یہ حضرات جانتے تھے کہ خود امام اعظم اور ان کے تلامذہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس زمانے میں ہوتے تو یہی فتویٰ دیتے اور اپنے پہلے قول سے رجوع کر لیتے۔ تمام متون، شروحات اور فتاویٰ طاعت پر اجرت کے باطل ہونے پر منقول ہیں سوائے چند ایک مسائل کے جن کا ذکر ماقبل ہوا اور انہوں نے یہی علت یعنی ضرورت (۱) بیان کی ہے اور ضرورت سے مراد یہاں دین کے ضائع ہو جانے کا خوف ہے۔ علماء نے اس علت کو صراحۃً بیان کیا ہے تو یہ کیونکر درست ہو سکتا ہے کہ یوں کہا جائے کہ متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ تلاوت قرآن عظیم پر بھی اجارہ کرنا درست ہے ؟ حالانکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ایک زمانہ گزر جائے اور کوئی شخص دوسرے سے اس کام پر اجارہ نہ کرے جب بھی اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا بلکہ نقصان تو قرآن مجید کی تلاوت پر اجارہ کرنے میں ہے کیونکہ اس صورت میں گویا کہ قرآن عظیم مال کمانے کا ذریعہ ہو جائے گا اور ایک پیشہ ہو جائے جس کے ذریعے لوگ مال کمائیں گے اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے والا خالصاً اللہ ﷻ کی خوشنودی کیلئے نہیں بلکہ اجرت حاصل کرنے کیلئے تلاوت کرے گا اور اسی کا نام تو خالص ریا ہے کہ غیر اللہ کیلئے کوئی نیک عمل کرنے کا ارادہ کیا جائے، تو اس صورت میں خود اس قاری کو ثواب کہاں سے حاصل ہوگا؟ جس کا متاجر طالب ہے کہ وہ اس حاصل ہونے والے ثواب کو اپنے مرحوم کو ایصال کر سکے۔ امام قاضی خان علیہ رحمۃ اللہ الحنان نے ارشاد فرمایا: ''ذکر و اذکار کے بدلے میں اجرت حاصل کر لینا یہ استحقاقِ ثواب کا مانع ہے، اسی کی مثل فتح القدیر میں مؤذن کی اجرت لینے کے بارے میں منقول ہے اور اگر متاجر کو اس بات کا علم ہو جائے کہ میں جس شخص سے تلاوت قرآن کرنے کا اجارہ کر رہا ہوں خود اس کو کوئی ثواب نہیں حاصل ہوتا تو وہ ایک دمڑی بھی اسے دینا گوارہ نہ کرے، تو وہ حضرات جو قرآن عظیم کی تلاوت کرنے پر اجارہ کرتے ہیں یہ لوگ حرام ایندھن جمع کرنے کا وسیلہ ذکر اللہ اور قرآن عظیم کو بنا رہے ہیں۔ لوگ اسے عظیم نیکی خیال کرتے ہیں حالانکہ یہ بدترین گناہ ہے جو کہ تلاوتِ قرآن پر اجارہ کرنے کے قول پر مترتب ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ایصالِ ثواب کیلئے پیسے دیکر تلاوت قرآن کروانے میں جو دیگر برائیاں مرتب ہوتی ہیں وہ یہ ہیں یتیموں کے اموال کھانا، ان کے گھروں کا فرش استعمال کرنا، رونے دھونے کا ڈھونگ کرنا، سوتے لوگوں کی نیند برباد کرنا، ڈھول پیٹنا، عورتوں اور مردوں کا اکٹھا ہونا، اور ایسی دیگر بڑی برائیاں جیسا کہ میں نے ان برائیوں کی وضاحت اہل مذہب کے تفصیلی حوالوں کے ساتھ اپنے رسالے شفاء العلیل وبل الغلیل فی بطلان الوصیۃ بالختمات والتھالیل میں کی ہے۔ اس رسالہ پر علماء

عصر کے تقاریظ موجود ہیں اوران میں سب سے زبردست عالم خاتمہ الفقہاء والعباد الناسکین مفتی مصر قاھرۃ سیدی سید احمد طحاوی جنھوں نے در مختار پر زبردست حاشیہ تحریر فرمایا ہے ان کی بھی تقریظ موجود ہے۔

(ا)......ہمارے فقہ کا قانون ہے:'' الضرورات تبیح المحظورات ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں''۔اس کی چند مثالیں اختصاراً پیش خدمت ہیں، حالت اضطرار میں پہنچا ہوا شخص جان بچانے کے لئے بقدر ضرورت مردار کھا سکتا ہے، شہید کا خون اس کے اپنے حق میں طاہر ہے جب کہ غیر کے حق میں ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے نجس ہے، طبیب کے لئے بقدر حاجت شرم کے مقام کو دیکھنا جائز ہے۔

(الاشباہ والنظائر، ص ۸۷ ملتقطاً)

ھدایۃ میں ہے کہ'' ولا الاستئجار علی الاذان والحج وکذاالامامۃ و تعلیم القرآن والفقہ ''خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا امور پر اجارہ جائز نہیں ہے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے صاحب ہدایہ نے فرمایا: یہ تمام امور عبادات ہیں اور عبادات پر اجرت لینا ہمارے یعنی احناف کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ ہاں امام شافعی علیہ رحمۃ اللہ الکافی فرماتے ہیں کہ ہر عبادت پر اجرت لینا جائز ہے بشرطیکہ اجرت کو متعین نہ کیا گیا ہو، کیوں کہ عمل معلوم پر غیر معین اجرت لینا جائز ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے: سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اقرؤا القرآن ولا تاکلوا بہ'' یعنی قرآن پڑھو اور اس کے ذریعے نہ کھاؤ''۔

سید عالم ﷺ نے زندگی مبارک کے آخر میں حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا''وان اتخذت مؤذنا فلا تاخذ علی الاذان اجرا یعنی اور اگر تجھے مؤذن بنایا جائے تو تو اذان دینے پر اجرت نہ لینا'' اور اس لیے کہ قربت جب حاصل ہوگی عامل کی طرف سے واقع ہوگی اور اس وجہ سے عامل ہی کی اھلیت کا اعتبار کیا گیا ہے، پس اس کے لیے غیر سے اجرت لینا جائز نہیں ہوگا۔ اسی کے تحت فتح القدیر میں ہے: مصنف کی ذکر کردہ یہ بات آپ کے کتاب الحج میں بیان کردہ عبارت سے ٹوٹ جاتی ہے۔ آپ نے کتاب الحج میں فرمایا: ظاہر مذہب یہ ہے کہ حج بدل میں حج محجوج عنہ کی جانب سے واقع ہوتا ہے اور اس کی شاھد اس باب میں وارد احادیث ہیں جیسا کہ حدیث خثعمیہ کہ حضور نے ان سے فرمایا:'' حجی عن ابیک واعتمری '' یہ حدیث اس بات پر صریح دلیل ہے کہ غیر عامل کی جانب سے قربت واقع ہوتی ہے۔ صاحب کافی نے اس دلیل کی تقریر میں فرمایا: قربت جب واقع ہوگی اس کا ثواب فاعل کو ملے گا اس کے غیر کو نہیں۔ میں (ابن ہمام) کہتا ہوں کہ یہ تقریر خود اس بات کے بھی مخالف ہے جس کی تصریح صاحب ھدایۃ اور صاحب کافی نے کتاب الحج باب الحج عن الغیر میں کی ہے وہ تصریح یہ ہے:''اس باب میں اصل یہ ہے کہ انسان مختار ہے کہ اپنے عمل کا ثواب غیر کے واسطے کر دے خواہ نماز ہو یا روزہ ہو یا صدقہ یا اس کے علاوہ، یہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک ہے کیونکہ سید عالم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے دو مینڈھے ذبح کئے ان کی سیاہی میں کچھ سفیدی ملی تھی۔ جن میں سے ایک آپ ﷺ کی اپنی طرف سے اور دوسرا آپ کی امت کے ایسے افراد کی طرف سے جنھوں نے اللہ عزوجل کی وحدانیت کا اقرار کیا۔

(فتح القدیر، کتاب الاجارات، باب الاجارۃ الفاسدۃ، ج۹، ص۹۹)

صدر الشریعۃ بدر الطریقۃ مولانا امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اسی مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:'' طاعت وعبادت کے کاموں پر اجرت کرنا جائز نہیں مثلاً اذان کہنے کے لئے، امامت کرنے کے لئے، قرآن وفقہ کی تعلیم کے لئے، حج کے لئے یعنی اس

لئے اجیر کیا کہ کسی کی طرف سے حج کرے متقدمین فقہاء کا یہی مذہب تھا مگر متاخرین نے دیکھا کہ دین کے کاموں میں سستی پیدا ہوگئی ہے اگر اس اجارہ کی سب صورتوں کو ناجائز کہا جائے تو دین کے بہت سے کاموں میں خلل پیدا ہوگا۔ انہوں نے اس کلیہ سے بعض امور کا استثناء فرمادیا اور یہ فتویٰ دیا کہ تعلیم قرآن وفقہ اور اذان وامامت پر اجارہ جائز ہے کیونکہ ایسا نہ کیا جائے تو قرآن وفقہ کے پڑھانے والے طلب معیشت میں مشغول ہوکر اس کام کو چھوڑ دیں گے اور لوگ دین کی باتوں سے ناواقف ہوجائیں گے۔ اسی طرح موذن وامام کو نوکر نہ رکھا جائے تو بہت سی مساجد میں اذان وجماعت کا سلسلہ بند ہوجائے گا اور اس شعار اسلامی میں زبردست کمی واقع ہوجائے گی۔ اسی طرح بعض علماء نے وعظ پر اجارہ کو بھی جائز کہا ہے۔ اس زمانے میں اکثر مقامات ایسے ہیں جہاں اہل علم نہیں ہیں، ادھر ادھر سے کبھی کبھار کوئی عالم پہنچ جاتا ہے جو وعظ وتقریر کے ذریعہ انہیں دین کی تعلیم دیتا ہے اگر اس اجارہ کو ناجائز کردیا جائے تو عوام کو جو اس ذریعہ سے کچھ علم کی باتیں معلوم ہوجاتی ہیں اس کا انسداد ہوجائے گا یہ بتادینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جب اصل مذہب یہی ہے کہ یہ اجارہ ناجائز ہے ایک دینی ضرورت کی بناء پر اس کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ جس بندۂ خدا سے ہوسکے کہ ان امور کو محض خالصاً لوجہ اللہ انجام دے اور اجر اخروی کا مستحق بنے تو اس کی کیا بات ہے؟ پھر اگر لوگ اس کی خدمت کریں بلکہ یہ تصور کرکے کہ دین کی خدمت یہ کرتے ہیں ہم ان کی خدمت کرکے ثواب حاصل کریں تو دینے والا مستحق ثواب ہوگا اس کو لینا جائز ہوگا کہ یہ اجرت نہیں بلکہ اعانت وامداد ہے۔ (بہار شریعت، ج۲، حصہ ۱٤، ص۸۲)

قدوری کی شرح الجوهر النيرة میں وہ بات نہیں جو کہ علامہ شامی نے بیان فرمائی ہے، بلکہ الجوهرة، كتاب الاجارة میں صراحت ہے کہ مفتی بہ قول یہ ہے کہ تعلیم قرآن پر اجارہ جائز ہے، محض تلاوت پر اجارہ کے جواز کا فتویٰ ہمیں الجوهرة النيرة میں نظر نہیں آیا۔ صاحب الجوهر ۃ النيرة علامہ شیخ الاسلام ابی بکر علی بن محمد حدادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی نے اس بارے میں اپنی جانب سے کچھ کہنے کی بجائے صاحب هداية کی عبارت نقل کردی ہے جسے ہم ماقبل بیان کرآئے ہیں اور بحث کے اختتام پر یہ لکھا ہے کہ واختلفوا في الاستئجار على قرأة القرآن على القبر مدة معلومة، قال بعضهم لايجوز وهو المختار، فاعتبروا يا معشر العلماء۔ (الجوهرة النيرة، ج ۱، ص ۳۲۷)، (درس عقود رسم المفتي، بحث: طاعات پر اجرت کا مسئلہ، ص۳۵ وغیرہ)

تاہم ایسا بھی نہیں کہ اجرت لینے کے بعد بھی مکمل اجر کا ملنا اور تمام تر برکتوں کا حاصل ہونا اور دلی اخلاص کا کماحقہ حصول ممکن ہوجائے۔ جیسا کہ بعض علماء نے دلیل کے طور پر حدیث پاک نقل کی ہے۔

☆...... حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''ان احق ما اخذتم عليه اجرا كتاب الله یعنی جن چیزوں پر تم اجرت لیتے ہو اس میں اجرت کا سب سے زیادہ مستحق اللہ کی کتاب ہے''۔

(صحيح البخاري، كتاب الطب، باب: الشرط في الرقية، رقم: ۵۷۳۷، ص۱۰۱۳)

☆...... حضرت عبدالرحمٰن بن شبل کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''تعلموا القرآن ولا تغلوا فيه ولا تجفوا عنه ولا تاكلوا به ولا تستكثروا به یعنی قرآن کی تعلیم دو اور اس معاملے میں غلو نہ کرو اور نہ ہی تلاوت قرآن سے دور ہوجاؤ اور اس کی تعلیم کو دنیاوی کمائی کا ذریعہ نہ بناؤ اور نہ ہی اس کے ذریعے مال میں زیادتی کی خواہش کرو''۔

(عمدة القاري، كتاب الطب، باب الشرط في الرقية، رقم: ۵۷۳۷، ج ۱٤، ص۷۱۷)

مسئلہ اظہر من الشمس ہے کہ محض مال کمانے، دنیاوی اسباب میں اضافہ کرنے، اور اسی طرح سے دیگر فاسد مقاصد کے لئے قرآن کی تعلیم دینا یا تبلیغ دین کرنا کہاں اُخروی نفع دے گا؟۔

غرباء وپس ماندہ لوگ قابل نفرت نہیں ہوتے:

☆......جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے متکبر لوگوں نے فقراء کو حدف تنقید بنایا بالکل اسی طرح سید عالم ﷺ کے دور میں بھی فقراء کو دور کرنے کے لئے مشرکین مکہ نے اعتراض کیا تھا۔ ہم چونکہ سید عالم ﷺ کی امت میں ہیں اور انہی کی شریعت قائم وباقی رہنے والی ہے لہٰذا متذکرہ آیت کے ضمن میں ہم سید عالم ﷺ کے دور کے حالات ذکر کرتے ہیں تاکہ ہمارے لئے سمجھنا و سمجھانا دونوں ہی آسان رہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغدوۃ والعشی یریدون وجھہ ما علیک من حسابھم من شیء وما من حسابک علیھم من شیء فتطردھم فتکون من الظلمین اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں پھر انہیں تم دور کرو تو یہ کام انصاف سے بعید ہے(الانعام: ۵۲)﴾۔

☆......حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ متذکرہ آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہم چھ نفوس کے متعلق نازل ہوئی، میرے متعلق، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت مقداد رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق۔ قریش نے سید عالم ﷺ سے کہا کہ ہم ان کے پیروکار بننے سے راضی نہیں ہیں لہٰذا آپ ان کو اپنے پاس سے اٹھا دیں۔ پھر سید عالم ﷺ کے دل میں وہ بات آئی جو اللہ عزوجل نے چاہا، آپ ﷺ نے منصوبہ بنایا تو اللہ عزوجل نے آیت مذکورہ نازل فرمائی''۔

(صحیح مسلم، کتاب:فضائل صحابہ، باب:برقم: ۲۴۱۳/(۶۱۲۴)،ص ۱۲۰۳)

☆......حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو تمہارے پاس اتنا مال ہونا چاہیے جتنا کسی سوار کا سفرخرچ ہو، اور تم اپنے آپ کو امیروں کی مجلس سے دور رکھنا اور پیوند لگانے سے پہلے کسی کپڑے کو پرانا نہ کہنا''۔

(سنن الترمذی، کتاب اللباس، باب:ما جاء فی ترقیع الثوب، رقم: ۱۷۸۷، ص ۵۳۶)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو اس کی صورت میں اور رزق میں فضیلت دی گئی ہو، اسے ایسے شخص کی طرف دیکھنا چاہیے کہ جو اس کی نسبت کم تر ہو، یہ اس کے زیادہ لائق ہے کہ وہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو کم تر نہیں جانے گا، عون بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں امیروں کی مجلس میں رہا تو مجھے یہی غم رہتا تھا کہ فلاں کی سواری میری سواری سے اچھی ہے اور فلاں کے کپڑے میرے کپڑے سے اچھے ہیں اور جب میں فقراء کی مجلس میں رہا تو میں پرسکون ہوگیا۔(المرجع السابق برقم: ۱۷۸۰، ص ۵۳۶)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھنا اور بطور مسکین میری روح قبض کرنا اور مجھے قیامت کے دن مسکینوں میں اٹھانا، حضرت بی بی عائشہ نے پوچھا یا رسول اللہ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: ''مسکین قیامت کے دن اغنیاء سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہونگے''، آپ نے فرمایا: ''اے عائشہ! مسکین کو رد نہ کرنا خواہ ایک کھجور کا ٹکڑا دو''، اے عائشہ: ''مسکینوں سے محبت کرو اور ان کو اپنے قریب رکھو تو بیشک اللہ قیامت کے دن تمہیں اپنے قریب رکھے گا''۔

(سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب:ما جاء ان الفقراء والمھاجرین،برقم:۲۳۵۹، ص ۶۸۲)

☆......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اے غریب لوگوں کے نمائندو! خوشخبری سنا دو کہ غریب نصف دن یعنی پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے''۔ (ابو داؤد، کتاب العلم، باب فی القصص، رقم:۳۶۶۶، ص ۶۸۸)

☆.....مصعب بن سعد سے روایت ہے کہ حضرت سعد یہ گمان کرتے تھے کہ انہیں دوسروں پر کچھ فضیلت حاصل ہے تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: "صرف کمزور لوگوں کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تم کو رزق دیا جاتا ہے"۔

(صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب: رکوب البحر، رقم:۲۸۹۶، ص۴۷۸)

☆.....حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "مجھے کمزور اور ضعفاء لوگوں میں تلاش کرو کیونکہ صرف ضعفاء اور کمزور لوگوں کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے"۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب فی الروایات والالویة، رقم:۲۵۹۴، ص۴۸۴)

حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اور نجات کا بیان:

ف..... روایت میں آتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے سفینہ دو سال میں بنایا، اس کا طول (یعنی لمبائی) تین سو ذراع بعرض (یعنی چوڑائی) پچاس اور چھت کی موٹائی تیس ذراع تھی۔ اس کشتی کے تین درجے تھے، سب سے نچلے درجے میں چوپائے اور وحشی جانور سوار تھے اور درمیانے میں انسان اور سب سے اوپر کے درجے میں پرندے تھے۔ آپ علیہ السلام اس سفینے میں دس رجب کو سوار ہوئے اور دس محرم کو اس سے اترے۔ (الحمل، ج۳، ص۵۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نہیں جانتے تھے کہ کشتی کیسے بنائی جائے؟، اللہ عزوجل نے انہیں وحی فرمائی کے پرندے کے سینے کی مانند کشتی بناؤ۔ (الدر المنثور، ج۳، ص ۵۹۲)

اللہ عزوجل نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی اپنی نگرانی میں بنانے کی تاکید اس لیے کی کہ درستگی کی جانب ہدایت کی جاتی رہے۔

علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ اس کشتی میں کتنے افراد سوار تھے؟ چنانچہ مختلف اقوال یوں ملتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مطابق اسّی مرد و عورتیں کشتی میں سوار تھے، حضرت کعب الاحبار کے مطابق ۷۲ مرد و عورتیں، ایک قول کے مطابق دس تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام سال بھر سوائے دو عیدین کے روزے رکھا کرتے تھے۔ ایک قول کے مطابق جس وقت حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے ان کی عمر مبارک ۶۰۰ سال تھی، اور طوفان کے بعد ۳۵۰ سال زندہ رہے لیکن یہ قول محل نظر ہے اس لیے کہ قرآنی آیات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام طوفان سے پہلے اپنی قوم میں ۹۵۰ سال رہے پھر ان کی قوم کو طوفان نے آلیا، بعد طوفان کے کتنا عرصہ حیات رہے اس بارے میں اللہ عزوجل ہی بہتر جانتا ہے۔ ہاں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے مطابق ۴۸۰ سال طوفان سے پہلے اور بعد طوفان کے ۳۵۰ سال حیات رہے۔ ایک مرسل روایت کے مطابق ان کی قبر انور مسجد حرام میں ہے اور یہ قول کئی متاخرین سے ثابت ترین قول ہے۔ (البداية والنهاية، باب قصة النوح، ج۱، ص ۱۲۵)۔

اغراض:

کررہ تاکیدا: اس جملے "فاتقوا الله واطیعون" پر ابتداء حضرت نوح کی رسالت وامانت پر مرتب کیا گیا ہے، جبکہ دوسری مرتبہ اسے اپنی تبلیغ پر اجر کا سوال نہ کرنے پر مرتب کیا گیا ہے۔

السفلة: مراد اس سے فقراء وضعفاء ہیں، کیونکہ دنیاوی اسباب وریاست انہیں ایمان لانے سے روک دیتی ہیں، اور یہی چیز اتباع رسول سے بھی باز رکھ دیتی ہے۔

من قومه: چھوٹے بڑے سب ہی مراد ہیں، پس دنیاوی ہلاکت یہ ہے کہ ان کے چھوٹے، بڑے، جانور سب ہی ہلاک ہو گئے، اور اُخروی ہلاکت یہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے آگ میں داخلہ ہوگا، اور یہ اس کے ساتھ ہوگا جو بالغ ہونے کے بعد کفر پر انتقال کر جائے، اور جو

بچپن میں مرجائے یا مشرکین کے بچے انتقال کر جائیں، تو وہ سید عالم ﷺ کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے۔

(الصاوی، ج٤، ص٢٣٦ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۱

﴿کذبت عاد ن المرسلین صلے ج(۱۲۳)اذ قال لهم اخوهم هود الا تتقون (۱۲۴)انی لکم رسول امین (۱۲۵) فاتقوا الله واطیعون (۱۲۶) وما اسئلکم علیه من اجر ج ان اجری الا علی رب العلمین ط(۱۲۷) اتبنون بکل ریع ﴿مَکانٍ مُرتَفِعٍ﴾اية﴿بناءً علمًا لِلْمَارَّةِ﴾ تعبثون (۱۲۸)﴿بِمَنْ يَمُرُّبِكُمْ وَتَسخَرُونَ مِنهُمْ والجُمْلَةُ حالٌ مِنْ ضَمِيرِ تَبْنُونَ﴾وتتخذون مصانع ﴿لِلْمَاءِ تَحتَ الارضِ﴾لعلکم ﴿كَأَنَّكُمْ﴾ تخلدون (۱۲۹)﴿فِيهَا لَا تَمُوتُونَ﴾ واذا بطشتم ﴿بِضَربٍ او قَتْلٍ﴾بطشتم جبارین (۱۳۰)﴿مِنْ غَيرِ رَأفَةٍ﴾فاتقوا الله﴿فِي ذٰلِكَ﴾ واطیعون (۱۳۱)﴿ فیما اَمَرتُكُمْ بِهٖ﴾واتقوا الذی امدکم﴿انعمَ عليْكُمْ﴾ بما تعلمون (۱۳۲)امدکم بانعام وبنین (۱۳۳)وجنت﴿بساتِينٍ﴾ وعیون (۱۳۴)﴿أَنْهَارٍ﴾انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم (۱۳۵)﴿فِي الدُّنيَا وَالْاٰخِرَةِ اِنْ عَصَيْتُمُونِي﴾قالوا سواء علینا﴿مُستَوٍ عِندَنا﴾اوعظت ام لم تکن من الواعظین (۱۳۶)﴿اصلا اَی لَا نَرعَوِى لِوَعظِکَ﴾ان﴿ما﴾ هذا ﴿الذی خَوَّفْتَنَا بِهٖ﴾الا خلق الاولین (۱۳۷)﴿اِختِلاقُهُمْ وَكَذِبُهُمْ و فِي قِرائَةٍ بِضَمِّ الخَاءِ واللّامِ اى مَا هٰذَا الَّذِى نَحنُ عَلَيهِ مِنْ اَنْ لَا بَعثَ اِلا خُلُقُ الْاَوَّلِينَ اَی طَبِيْعَتُهُمْ وَعَادَتُهُمْ﴾وما نحن بمعذبین (۱۳۸)فکذبوه ﴿بِالعَذَابِ﴾فاهلکنهم ط﴿فى الدُّنيَا بِالرِّيحِ﴾ان فی ذلک لاية ط وما کان اکثرهم مومنین (۱۳۹) وان ربک لهو العزیز الرحیم (۱۴۰)﴾.

﴿ترجمہ﴾

عاد......۱ نے رسولوں کو جھٹلایا، جبکہ ان سے ان کے ہم قوم ہود......۲ نے فرمایا کیا تم ڈرتے نہیں، بیشک میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں، تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو، اور میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب، کیا بناتے ہو ہر بلندی پر (ریع بمعنی مکان مرتفع ہے یعنی بلند جگہ) ایک نشان (یعنی گزرنے والوں کے لئے بطورِ علامت ایک عمارت) راہ گیروں سے ہنسنے کو (یعنی جو بھی تمہارے پاس سے گزرے اس کا مذاق اڑاتے ہو، تعبثون جملہ فعلیہ تبنون کی ضمیر سے حال واقع ہو رہا ہے) اور چنتے ہو مضبوط محل......۳ (زیرِ زمین پانی کے) اس امید پر (گویا کہ) کہ تم ہمیشہ رہو گے (ان میں کہ تمہیں موت ہی نہیں آئے گی) اور جب کسی پر گرفت کرتے ہو (مارنے یا قتل کرنے کے ساتھ) تو بڑی بیدردی سے گرفت کرتے ہو......۴ (نرمی کئے بغیر) تو اللہ سے ڈرو (اس معاملے میں) اور میرا حکم مانو (جو میں تمہیں دوں) اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری مدد کی (یعنی تم پر انعام فرمایا) ان چیزوں سے کہ تمہیں معلوم ہیں، تمہاری مدد کی چوپایوں اور بیٹوں، اور باغوں اور چشموں (یعنی نہروں) سے، بیشک مجھے تم پر ڈر ہے ایک بڑے دن کے عذاب کا (دنیا اور آخرت میں اگر تم نے میری بات نہ مانی) بولے ہمیں برابر ہے (سواء علینا بمعنی مُستوٍ عندنا ہے یعنی ہمارے نزدیک برابر ہے) چاہے تم نصیحت کرو یا ناصحوں میں نہ ہو (قطعی طور پر ہمیں آپ کی نصیحت

کی کوئی پرواہ نہیں) یہ تو نہیں (جس کے ذریعے آپ ہمیں ڈرا رہے ہیں) مگر وہی اگلوں کی ریت (یعنی ان کی من گھڑت کہانیاں اور ان کی جھوٹی باتیں، ایک قرأت میں خلق خا اور لام کے ضمہ کے ساتھ ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ہم جس عقیدے پر ہیں وہ یہ ہے کہ ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا سوائے ان باتوں کے جو پہلے لوگوں کی طبیعت اور ان کی عادت ہے) اور ہمیں عذاب ہونا نہیں۔ تو انہوں نے اسے جھٹلایا (یعنی عذاب کو) تو ہم نے انہیں ہلاک کیا (دنیا میں آندھی کے ساتھ......) بیشک اس میں ضرور نشانی ہے، اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے، اور بیشک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿کذبت عاد المرسلین ○ اذ قال لھم اخوھم ھود الا تتقون○﴾

کذبت عاد المرسلین: فعل وفاعل مفعول، اذ: مضاف، قال لھم: فعل وظرف لغو، اخوھم: مبدل منہ، ھود: بدل، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، الا تتقون: جملہ فعلیہ مقولہ ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انی لکم رسول امین ○ فاتقوا اللہ واطیعون○﴾

انی: حرف مشبہ واسم، لکم: ظرف مستقر حال مقدم، رسول امین: مرکب توصیفی ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، فاتقوا اللہ واطیعون: اس آیت کی ترکیب آیت نمبر ۱۰۸ میں گزری۔

﴿وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین ○﴾.

اسکی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۱۰۹، میں گزری۔

﴿اتبنون بکل ریع ایۃ تعبثون○ وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون○﴾.

ھمزہ: حرف استفہام، تبنون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، تعبثون: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، بکل ریع: ظرف لغو، ایۃ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تتخذون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، لعلکم تخلدون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، مصانع: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف۔

﴿واذا بطشتم بطشتم جبارین○ فاتقوا اللہ واطیعون○﴾

و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، بطشتم: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، بطشتم: فعل، تم: ضمیر ذوالحال، جبارین: حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، فاتقوا اللہ واطیعون: اسکی ترکیب ماقبل آیت نمبر: ۱۰۸، میں گزری۔

﴿واتقوا الذی امدکم بما تعلمون ○ امدکم بانعام وبنین ○ وجنت وعیون○﴾

و: عاطفہ، اتقوا: فعل امر بافاعل، الذی: موصول، امدکم: فعل بافاعل ومفعول، بما تعلمون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مبدل منہ، امدکم: فعل بافاعل ومفعول، ب: جار، انعام: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بنین: معطوف اول، و: عاطفہ، جنت: معطوف ثانی، و عیون: معطوف ثالث، ملکر مجرور ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بدل ملکر صلہ، ملکر مفعول ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم○﴾.

انی: حرف مشبہ واسم، اخاف علیکم: فعل بافاعل وظرف لغو، عذاب یوم عظیم: مفعول ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قالوا سواء علینا اوعظت ام لم تکن من الواعظین○﴾

قالوا: قول،سواء علینا: شبہ جملہ خبر مقدم،ھمزہ:تسویہ،وعظت:فعل بافاعل،ملکر معطوف علیہ،ام:عاطفہ،لم تکن:فعل ناقص نفی بااسم،من الواعظین:ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر بتاویل مصدر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ان ھذا الا خلق الاولین o وما نحن بمعذبین o فکذبوہ فاھلکنھم﴾.

ان: نافیہ،ھــذا:مبتدا،ال: اداۃ حصر،خــلــق الاولیــن: خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،مـــا:مشابہ بلیس،نحن:اسم،ب:زائد،معذبین:خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ف:فصیحیہ،کذبوہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ف:عاطفہ،اھلکنھم:جملہ فعلیہ،معطوف ملکر شرط محذوف"اذا کان الامر کذلک"کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان فی ذلک لایۃ وما کان اکثرھم مومنین o وان ربک لھو العزیز الرحیم﴾.

اس آیت مبارکہ کی ترکیب ماقبل آیت ۶۷،۶۸،رکوع نمبر:۸،میں گزری۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

قوم عاد کا مختصر جائزہ:

۱......علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں: عاد،قوم عاد کے جدامجد کا نام ہے،مقاتل نے کہا کہ عاداورثمود ایک دوسرے کے چچازاد بھائی تھے،عاد حضرت ھود کی قوم تھی اورثمود حضرت صالح کی قوم تھی،عادوثمود دونوں کی ہلاکتوں کے درمیان پانچ سوسال کا فاصلہ ہے بعض مؤرخین کہتے ہیں عادوثمود دونوں بھائی تھے اورارم بن سام بن نوح کی اولاد سے تھے،عاداوراس کے فرزندوں کا مسکن یمن میں تھا جبکہ ثموداوراس کے فرزندوں کا مسکن حجازوشام میں تھا۔ان سب کی زبان اورلغت عربی تھی،یہ سب ختم ہوگئے اب ان کی نسل باقی نہیں ہے۔

(روح البیان، ج٦، ص ٣٧٨وغیرہ)

حضرت ھود علیہ السلام کا نسب:

۲......حضرت ھود علیہ السلام کا نام ھود بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح ہے اورحضرت ھود علیہ السلام کو عابر بن شالخ بن ارفکشد بن سام بن نوح بھی کہاجاتاہے۔اورحضرت ھود علیہ السلام کو ھود بن عبداللہ بن رباح بن جارود بن عاد بن عوص بن ارم جوکہ سام بن نوح کے بیٹے ہیں بھی کہاجاتاہے۔ابن جریرنے کہاکہ حضرت ھود علیہ السلام کوعاد بن عوص بن سام بن نوح اس قبیلے کی وجہ سے کہتے تھے جس میں آپ علیہ السلام رہائش پزیرتھے۔وہ قوم عرباکہلاتے تھے جوکہ احقاف یعنی ریت کے پہاڑوں میں رہتے تھے جوکہ عمان کے دائیں جانب کاعلاقہ تھا۔ (البدایۃ والنہایۃ، قصۃ ھود،حزء ١، ج١،ص ١٣٤ وغیرہ)

حضرت ھود علیہ السلام کی پیشانی مبارک میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نور چمکتا تھا۔جب لوگوں نے اس نورکودیکھاتوکہاکہ یہ شخص ایک خداکی عبادت کرےگااوربتوں کوتوڑےگا۔لوگوں نے آپ علیہ السلام کی بڑی تعظیم کی اورآپ علیہ السلام کے بعد سوسال تک حضرت صالح علیہ السلام کےزمانے تک کوئی نبی نہ آیا۔اوروہ زمانہ ملوکیت کاتھااوربادشاہ اوران کی رعایابتوں کوپوجتے تھےاورایسے بھی تھے جوسورج اورآگ کوپوجتے تھے۔یہاں تک کہ حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود میں پیداہوئے۔حضرت ھود علیہ السلام،نوح علیہ السلام کی شریعت کے پیروکارتھے۔

آپ علیہ السلام کی عمرچارسوسال تھی اوردوسرےقول کےمطابق چارسوساٹھ سال تھی۔تاریخ شامی میں ابن حبیب کاقول ہےکہ حضرت ھود علیہ السلام کی عمرمبارک ایک سوچونتیس سال تھی،اورابن کلبی کاقول ہےکہ چارسوتریسٹھ سال زندہ رہےاوران کی ماں کانام مرجانہ تھاجوکہ پاکبازعورت تھیں۔حضرت ھود علیہ السلام کی قبرمبارک حضرموت میں ہے،ایک قول کےمطابق آپ علیہ السلام کی قبرمبارک مکہ میں ہے۔بغوی کہتے ہیں کہ حضرت علی سے روایت ہےکہ حضرت ھود علیہ السلام کی قبرمبارک حضرموت کی علاقے کثیب احمرمیں ہےاورعبدالرحمن بن سابط

فرماتے ہیں کہ رکن مقام ابراہیم اور زم زم کے درمیانی حصے میں ننانوے (۹۹) انبیائے کرام علیہم السلام کی قبریں ہیں۔ اور حضرت ہود علیہ السلام، صالح علیہ السلام اور شعیب علیہ السلام کی قبریں بھی اسی خطے میں ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ جب کسی نبی کی قوم ہلاک ہوتی تو وہ نبی اور ان کے نیک ساتھی مکہ مکرمہ میں آکر اللہ عزوجل کی عبادت کرتے یہاں تک کہ ان کی وفات کا وقت آجاتا۔ ابن اسحاق نے اخ سے نسبی بھائی مراد لیا ہے۔ اور شیخ ابو بکر نے جنس کا اعتبار کیا ہے۔ آپ علیہ السلام کو ان میں اس لئے شامل کیا کیونکہ وہ لوگ آپ علیہ السلام کی بات سمجھتے تھے اور آپ علیہ السلام کی حالت سے واقف تھے اور آپ علیہ السلام کی پیروی کرنے میں رغبت رکھتے تھے۔ (المظھری، ج۳، ص۴۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر مبارک بلاد یمن میں ہے اور متاخرین علماء نے فرمایا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر دمشق میں ہے۔ (البدایة والنھایةقصة ھود، جزء ۱، ج۱، ص۱۴٦)

بلند عمارتیں بنانے کا شرعی حکم:

☆......حضرت ابن عباس نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے "ابنوا مساجد کم جما وابنوا مدائنکم مشرفة کہ اپنی مسجدیں مُنڈی بناؤ اور اپنے شہر کنگرہ دار"۔

(کنز العمال، کتاب الصلوة، الفصل الثالث فی فضائل المسجد وآدابه، باب: الاداب، ج٤، الجزء:۷،۸، ص ۲٦۸)

☆......عن البنی علیہ السلام ابنوا المساجد واتخذوھا جما یعنی مساجد بناؤ اور انہیں بے کنگرہ رکھو"۔

(مصنف ابن ابی شیبه، کتاب الصلوة، باب: فی زینة المسجد وماجاء فیھا، ج۱، ص۳۰۹)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گنبد بنا ہوا دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کس کا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے جواب دیا کہ یہ انصار کے فلاں شخص کا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر خاموش رہے اور اس بات کو اپنے دل میں رکھا، حتی کہ وہ گنبد بنانے والا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجد میں آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اعراض کیا، اس نے کئی مرتبہ سلام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعراض فرمانے کو دیکھا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے اس بارے میں دریافت کیا تو انہیں گنبد سے متعلق خبر دی گئی، وہ شخص اسی وقت لوٹا اور اس نے وہ گنبد منہدم کر دیا، حتی کہ اس عمارت کو زمین سے برابر کر دیا، پھر ایک دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور گنبد ملاحظہ نہ فرمایا تو استفسار کیا، صحابہ نے ساری بات بیان کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سنو ہر عمارت اس کے بنانے والے پر وبال ہے، سوا اس عمارت کے جس کے بغیر اور کوئی چارہ کار نہ ہو"۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب: ما جاء فی البناء، رقم: ۵۲۳۷، ص۹۷٤)

☆...... عن ابن عباس قال: لتزخرفنھا کما زخرفت الیھود والنصاری ابن عباس کہتے ہیں تم مساجد کو اسی طرح مزین کرو گے جس طرح یہود و نصاری نے مزین کیا۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلوة، باب: بنیان المساجد، رقم: ٤٤۵، ص۷۷)

☆......حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسجد نبوی کچی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی، اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں سے بنائی ہوئی تھی، اور اس کے ستون کھجور کے تنوں کے تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس میں توسیع کی اور اضافہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی بنیادوں پر اینٹوں اور شاخوں سے مسجد کو وسیع بنایا اور اس کے ستون دوبارہ لکڑیوں کے بنائے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی تعمیر میں تبدیلی اور توسیع کی، اس کی دیواریں نقشیں پتھروں اور چونے سے بنائیں اور اس کے ستون بھی نقشین پتھروں سے بنائے اور اس کی چھت ساگوان کی لکڑی سے بنائی۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلوة، باب: بنیان المساجد، رقم: ٤٤٦، ص ۷۷)

زمانے کے تغیر پزیر ہونے کی وجہ سے عوام الناس کے دلوں میں تعظیم داخل کرنے کے لئے کیونکہ اب مسلمان کے دل ظاہری زیب وزینت کے محتاج ہیں، بظاہر بارونق، کشادہ، نقش ونگار سے مزین مساجد میں دل لگتے ہیں، لہٰذا اسی وجہ سے علماء نے جائز قرار دیا کہ مساجد کو بارونق رکھا جائے۔

غیر شرعی طریقوں سے سزا دینے کی ممانعت:

یاد رہے کہ اصلاحِ معاشرہ کے لئے شریعتِ مطہرہ نے جتنی بھی سزائیں رکھی ہیں شارع نے اس کے لئے کوئی مقدار معین نہیں کی ہے بلکہ اس کو قاضی کی رائے پر چھوڑا ہے جیسا موقع ہو اس کے مطابق عمل کرے۔ ہاں کسی بھی گناہ پر بغرض تادیب جو سزا دی جاتی ہے اس کو تعزیر کہتے ہیں اور تعزیر کا اختیار صرف بادشاہِ اسلام ہی کو نہیں بلکہ شوہر بیوی کو، آقا غلام کو، ماں باپ اپنی اولاد کو، استاد اپنے شاگرد کو تعزیر کر سکتا ہے۔(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحدود، باب التعزیر مطلب: فی التعزیر باخذ بالمال، ج٦،ص١٠٥ وغیرہ) اور احناف کے نزدیک مالی جرمانے کا تصور ہی نہیں۔

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کسی کو دس کوڑے سے زیادہ نہ مارا جائے ماسوا اللہ کی حدود کے‘‘۔

(صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب: کم التعزیر والادب برقم:٦٨٤٨،ص١١٨٠)

☆......ربیع بن سبرہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: ’’سات سال کی عمر میں بچے کو نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں اسے مار کر نماز پڑھاؤ‘‘۔ (سنن الترمذی، کتاب الصلوۃ، باب: ما جاء متی یؤمر برقم: ٤٠٧،ص١٤١)

☆......عکرمہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو زندہ جلا دیا، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں ہوتا تو اس قوم کو قتل کر دیتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ کے عذاب کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو، اور جو شخص اپنا دین بدلے اسے قتل کردو‘‘۔

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب: لا یعذب بعذاب اللہ، برقم: ٣٠١٧،ص٤٩٨)

☆......حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک غلام کو مار رہا تھا، تو میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی، ’’اے ابو مسعود! یہ جان لو! جتنا تم اس پر قادر ہو اس سے کہیں زیادہ اللہ تم پر قادر ہے‘‘، میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! یہ اللہ کی رضا کے لئے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اگر تم ایسا نہ کرتے تو تم کو دوزخ کی آگ جلاتی‘‘۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب: فی حق المملوک، برقم: ٥١٥٩،ص٩٦٢)

☆......حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے پر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب: الوسم والعلم فی الصورۃ، رقم: ٥٥٤١،ص٩٨٥)

چند مسائل:

(۱)......تعزیر کی بعض صورتیں یہ ہیں، قید کرنا، کوڑے مارنا، گوشمالی کرنا، ڈانٹنا، ترش روئی سے اس کی جانب دیکھنا، غصہ کی نظر کرنا۔

(تبیین الحقائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، حصہ:٣ ج٢،ص٢٠٨ ملخصا)

(۲)......اگر تعزیر ضرب سے ہو تو کم از کم تین کوڑے اور زیادہ سے زیادہ انتالیس ۳۹ لگائے جائیں، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں یعنی قاضی کی رائے میں اگر دس کوڑوں کی ضرورت معلوم ہو تو دس، بیس کی ضرورت ہو تو بیس، تیس کی ہو تو تیس اور چالیس کی ہو تو چالیس کوڑے مارے جائیں، یعنی جتنی ضرورت ہو اتنا مارا جائے، اس سے کمی نہ کرے۔ ہاں اگر چالیس کی ضرورت ہو تو انتالیس سے زیادہ نہ مارے باقی کے بدلے دوسری سزا دے مثلاً قید کردے۔ کم از کم تین کوڑے یہ بعض متون کا قول ہے اور امام ابن ہمام وغیرہ فرماتے

ہیں کہ اگر ایک کوڑا مارنے سے کام چلے تو تین کی حاجت نہیں اور یہی قرین قیاس بھی ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، ج٦،ص١٠٤)

(۳)......اگر چند کوڑے مارے جائیں تو بدن پر ایک ہی جگہ ماریں جائیں اور بہت سے مارنے ہیں تو متفرق جگہ مارے جائیں کہ عضو بے کار نہ ہو۔ (المرجع السابق)

(۴)......تعزیر بالمال یعنی مالی جرمانہ لینا جائز نہیں، ہاں اگر دیکھے کہ بغیر لئے باز نہ آئے گا تو وصول کرلے پھر جب اس کام سے توبہ کرلے واپس کردے، پنچایت میں بھی بعض قوموں میں بعض جگہ جرمانہ لیتی ہیں انہیں اس سے باز آنا چاہیے۔

(البحرالرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر، ج٥،ص٦٦)

اس زمانے میں ہندوستان (پاکستان) میں اسلامی حکومت نہیں اور لوگ بے دھڑک بلاخوف وخطر معاصی کرتے اور ان پر اصرار کرتے ہیں اور کوئی منع کرے تو باز نہیں آتے۔ اگر مسلمان متفق ہو کر ایسی سزائیں تجویز کریں جن سے عبرت ہو اور یہ بیباکی اور جرائت کا سلسلہ بند ہو جائے تو نہایت مناسب واَنسب ہوگا۔ بعض قوموں میں بعض معاصی پر ایسی سزائیں دی جاتی ہیں مثلاً حقہ پانی بند کردیتے ہیں اور نہ اس کے یہاں کھاتے اور نہ اپنے ہاں اس کو کھلاتے ہیں جب تک توبہ نہ کرلے اور اس کی وجہ سے ان لوگوں میں ایسی باتیں کم پائی جاتی ہیں جن پر ان کے یہاں سزا ہوا کرتی ہے مگر کاش وہ تمام معاصی کے انسداد میں ایسی ہی کوشش کرتے اور اپنے پنچایتی قانون کو چھوڑ کر شرع مطہر کے موافق فیصلہ دیتے اور احکام سناتے تو بہت بہتر ہوتا۔ نیز دوسری قومیں بھی اگر ان لوگوں سے سبق حاصل کریں اور یہ بھی اپنے اپنے مواقع اقتدار میں ایسا ہی کریں تو بہت ممکن ہے کہ مسلمانوں کی حالت درست ہو جائے بلکہ ایک یہی کیا اگر اپنے دیگر معاملات ومنازعات میں بھی شرع مطہر کا دامن پکڑیں اور روزمرہ کے تباہ کن مقدمہ بازیوں سے دست برداری کریں تو دینی فائدہ کے علاوہ ان کی دنیوی حالت بھی سنبھل جائے اور بڑے بڑے فوائد حاصل کریں۔ مقدمہ بازی کے مصارف سے زیر بار بھی نہ ہوں اور اس سلسلہ کے دراز ہونے سے بغض وعداوت جو دلوں میں گھر کرجاتی ہے اس سے بھی محفوظ رہیں۔

(بہار شریعت مخرجہ، تعزیر کا بیان، حصہ نہم، ج٢،ص ٤٠٣ وغیرہ)

قوم ھود کی ھلاکت:

۵......قوم ھود پر عذاب کی کیفیت یہ ہے کہ سات دن اور آٹھ راتوں تک مسلسل زبردست آندھی بھیجی، یہ سخت اور تیز ہوا ان کے نتھنوں میں گھستی اور پچھلے سوراخ سے نکل کر انہیں منہ کے بل زمین پر گرادیتی حتی کہ وہ اس طرح ہوگئے جس طرح کھجور کے تنے زمین پر گرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اگر یہ سوال ہو کہ انہیں اس طرح ہلاک کیوں کیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ ہوا سخت یخ بستہ اور ٹھنڈی ہو یا وہ ہوا بہت تیز اور بہت سخت ہو اور اس نے ان کو زمین پر پچھاڑ دیا ہو، ان میں سے ہر چیز ممکن ہے۔ اللہ ﷻ کا فرمان کہ: ''ہم نے ھود اور ایمان والوں کو نجات دی''، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آندھی سب پر آئی یعنی ایمان والوں پر بھی اور کافروں پر بھی۔

(الرازی، ج٦، ص٣٦٦)

اغراض:

علما للمارۃ: یعنی عمارت کا بلند کرنا اپنے علم کی برتری جتانے کو کرتے ہو۔ کانکم: ''لعل'' کی تفسیر قرائت شاذہ کو دلیل بناتے ہوئے کان سے کی، زیادہ بہتر یہ ہے کہ ''لعل'' کو ترجی کے باب میں باقی رکھا جاتا، اور اس صورت میں معنی یہ ہوتا کہ: ''تم اپنے اعمال کے سبب ہمیشہ دنیا میں رہنے کی امید رکھتے ہو''۔ اس لئے کہ لعل بمعنی کان لم یرد ہے۔

فی ذلک: یعنی ماقبل مذکور تینوں امور (بلند عمارتیں، تہہ خانے بنانا اور لوگوں کو ظلم و زیادتی سے مارنا) کا بیان ہے۔
ای لا نرعوی لو عظک: یعنی ہم آپ ﷺ کے وعظ و نصیحت کی وجہ سے باز نہ رہیں گے اور نہ ہی عار محسوس کریں گے۔
ای طبیعتھم وعادتھم: یعنی ہم سے پہلے لوگوں کی عادت ہو گزری، کہ وہ اپنی زندگی عیش و عشرت کے ساتھ بسر کرتے پھر مر جاتے، اور وہ بعث بعد الموت و حساب کو نہ مانتے تھے۔ وفی الاخرۃ: ہمیشہ آگ میں رہنا ہے۔
بـالـریح: یعنی سرسراہٹ والی ہوائیں، ایسی ہوائیں جس میں سخت سردی کی لہر پائی جائے اور آواز بھی ہو لیکن بارش نہ ہو، یہ ہوائیں سات راتیں اور آٹھ دن ہوتی رہیں، ان ہواؤں کی ابتداء آٹھ شوال المکرم، بروز بدھ صبح کے وقت میں ہوئی اور شام تک جاری رہیں عنقریب اس کی کیفیات سورۃ الحاقۃ میں بیان کی جائیں گی۔ (الصاوی، ج٤، ص ۲۳۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۲

﴿ کذبت ثمود المرسلین صلے ج (۱۴۱) اذ قال لھم اخوھم صلح الا تتقون (۱۴۲) انی لکم رسول امین (۱۴۳) فاتقوا اللہ واطیعون (۱۴۴) وما اسئلکم علیہ من اجر ج ان ﴿ما﴾ اجری الا علی رب العلمین (۱۴۵) اتترکون فی ما ھھنا ﴿مِنَ الْخَیرِ﴾ امنین (۱۴۶) فی جنت وعیون (۱۴۷) وزروع ونخل طلعھا ھضیم (۱۴۸) ﴿لَطِیفٌ لَیِّنٌ﴾ وتنحتون من الجبال بیوتا فرھین ج (۱۴۹) ﴿بَطِرِینَ وَفِی قِرائَۃٍ فَارِھِینَ حَاذِقِینَ﴾ فاتقوا اللہ واطیعون (۱۵۰) ﴿فِیمَا اَمُرُکُم بِہٖ﴾ ولا تطیعوا امر المسرفین (۱۵۱) الذین یفسدون فی الارض ﴿بِالْمَعَاصِیْ﴾ ولا یصلحون (۱۵۲) ﴿بِطَاعَۃِ اللہِ تَعَالٰی﴾ قالوا انما انت من المسحرین (۱۵۳) ﴿الَّذِینَ سُحِرُوا کَثِیرًا حَتّٰی غَلَبَ عَلٰی عَقلِھِم﴾ ما انت ﴿اَیضًا﴾ الا بشر مثلنا صلے ج فات بایۃ ان کنت من الصدقین (۱۵۴) ﴿فِی رِسَالَتِکَ﴾ قال ھذہ ناقۃ لھا شرب ﴿نَصِیبٌ مِنَ الْمَاءِ﴾ ولکم شرب یوم معلوم (۱۵۵) ولا تمسوھا بسوء فیاخذکم عذاب یوم عظیم (۱۵۶) ﴿بِعَظمِ العَذَابِ﴾ فعقروھا ﴿اَی عَقَرَھَا بَعضُھُم بِرِضَاھِمْ﴾ فاصبحوا ندمین (۱۵۷) ﴿عَلٰی عَقرِھَا﴾ فاخذھم العذاب ﴿اَلْمَوعُودُ بِہٖ فَھَلَکُوا﴾ ان فی ذلک لایۃ ط وما کان اکثرھم مؤمنین (۱۵۸) وان ربک لھو العزیز الرحیم (۱۵۹) ﴾

﴿ترجمہ﴾

ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا، جب کہ اُن سے اُن کے ہم قوم صالح .... نے فرمایا کیا ڈرتے نہیں بیشک میں تمہارے لیے اللہ کا امانتدار رسول ہوں، تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو، اور میں تم سے کچھ اس پر اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی (ان بمعنی ما ہے) پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے، کیا تم یہاں کی نعمتوں میں (یعنی بھلائیوں میں) چین سے چھوڑ دیے جاؤ گے، باغوں اور چشموں، اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کا شگوفہ نرم نازک (ھضیم بمعنی لطیف لیّن ہے) اور پہاڑوں میں سے گھر تراشتے ہو استادی سے (فخریہ انداز میں اتراتے ہوئے، ایک قرأت میں فرھین کی بجائے فارھین ہے یعنی ماہرانہ انداز میں) تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو (جو میں تمہیں دوں) اور حد سے بڑھنے والوں کے کہنے پر نہ چلو، وہ جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں (گناہوں کا ارتکاب کر کے) اور بناؤ نہیں کرتے (اللہ ﷻ کی اطاعت بجالا کر) بولے تم پر تو جادو ہوا ہے (یعنی تم تو ان لوگوں میں سے ہو کہ جن پر بہت زیادہ جادو کیا گیا ہو

یہاں تک کہ ان کی عقل مغلوب ہوگئی ہو) تم (بھی) تو ہمیں جیسے آدمی ہو، تو کوئی نشانی لاؤ......۲......اگر سچے ہو (اپنی رسالت میں) فرمایا یہ ناقہ......۳......ہے ایک دن اس کے پینے کی باری (یعنی پانی کا ایک حصہ) اور ایک معین دن تمہاری باری، اور اسے برائی کے ساتھ نہ چھوؤ کہ تمہیں بڑے دن کا عذاب آلے گا......۴......اس پر انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں (یعنی ان میں سے چند ایک افراد نے دوسروں کی رضامندی سے اس ناقہ کی کونچیں کاٹ دیں) پھر صبح کو پچھتاتے رہ گئے (اس کی کونچیں کاٹنے پر) تو انہیں عذاب نے آلیا (کہ جس کا وعدہ کیا گیا تھا پس اس نے انہیں ہلاک کردیا) بیشک اس میں ضرور نشانی ہے، اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے، اور بیشک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿کذبت ثمود المرسلین o اذ قال لھم اخوھم صلح الا تتقون o﴾.

کذبت ثمود المرسلین : فعل وفاعل ومفعول، اذ: مضاف، قال لھم اخو ھم صلح: جملہ فعلیہ ہوکر قول، ھمزہ: حرف استفہام، لا تتقون: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انی لکم رسول امین o فاتقوا اللہ واطیعون o وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین o﴾.

انی لکم رسول امین : اسکی ترکیب نمبر ۱۲۵ میں گزری، فاتقوا اللہ واطیعون : اسکی ترکیب ماقبل آیت ۱۰۸ میں گزری، وما اسئلکم:......الخ: اسکی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۱۰۹ میں گزری۔

﴿اتترکون فی ما ھھنا امنین o فی جنت وعیون o وزروع ونخل طلعھا ھضیم o﴾

ھمزہ: حرف استفہام، تترکون: فعل مجہول وضمیر ذوالحال، امنین: حال، ملکر نائب الفاعل، فی: جار، ما: موصولہ، ھا: للتنبیہ، ھنا: اسم اشارہ ظرف متعلق بحذوف صلہ، ملکر مجرور، ملکر مبدل منہ، فی: جار، جنت: معطوف علیہ، و: عاطفہ، عیون: معطوف اول، و: عاطفہ، زروع: معطوف ثانی، و: عاطفہ، نخل: موصوف، طلعھا: مبتدا، ھضیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت، ملکر معطوف ثالث، ملکر مجرور، ملکر بدل، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وتنحتون من الجبال بیوتا فرھین o فاتقوا اللہ واطیعون o﴾.

و: عاطفہ، تنحتون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، فرھین: حال، ملکر فاعل، من الجبال: ظرف لغو، بیوتا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "تترکون" پر معطوف ہے، فاتقوا اللہ واطیعون: اسکی ترکیب آیت ۱۰۸ میں گزر چکی ہے۔

﴿ولا تطیعوا امر المسرفین o الذین یفسدون فی الارض ولا یصلحون o﴾

و: عاطفہ، لا تطیعوا: فعل نہی با فاعل، امر: مضاف، المسرفین: موصوف، الذین: موصول، یفسدون فی الارض: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا یصلحون: جملہ فعلیہ معطوف ملکر صلہ، ملکر صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا انما انت من المسحرین o ما انت الا بشر مثلنا﴾.

قالوا: قول، انما: حرف مشبہ وما کافہ، انت: مبتدا، من المسحرین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ما: نافیہ، انت: مبتدا، الا: اداۃ حصر، بشر مثلنا: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فات بایۃ ان کنت من الصدقین o﴾.

ف: فصیحیہ، ات بایۃ: فعل امر با فاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف، "ان کنت صادقا" کیلئے جزا، ملکر جملہ

شرطیہ،ان:شرطیہ، کنت من الصدقین:جملہ فعلیہ جزا محذوف "فات بایۃ" کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال ھذہ ناقۃ لھا شرب ولکم شرب یوم معلوم٥﴾۔

قال: قول،ھذہ:مبتدا،ناقۃ: موصوف،لھا:ظرف مستقر خبر مقدم،شرب:مبتدا مؤخر ملکر جملہ اسمیہ ہوکر صفت،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ،و:عاطفہ،لکم:ظرف مستقر مقدم،شرب یوم معلوم:مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولا تمسوھا بسوء فیاخذکم عذاب یوم عظیم﴾۔

و:عاطفہ،لاتمسوھا:فعل نہی با فاعل ومفعول،بسوء :ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،ف:سببیہ،یاخذکم:فعل ومفعول،عذاب یوم عظیم:فاعل ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فعقروھا فاصبحوا ندمین ٥ فاخذھم العذاب﴾۔

ف:عاطفہ،عقروھا:فعل با فاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،اصبحوا:فعل ناقص با اسم،ندمین:خبر،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،اخذھم العذاب:فعل ومفعول وفاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لایۃ وما کان اکثرھم مومنین ٥ وان ربک لھو العزیز الرحیم٥﴾۔

اس آیت مبارکہ کی ترکیب ماقبل آیت ۶۷،۶۸،رکوع نمبر:۸،میں گزری۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت صالح علیہ السلام کا نسب:

۱......حضرت صالح علیہ السلام کا سلسلۂ نسب یہ ہے صالح بن عبد بن ماسح بن عبید بن حاجر ابن ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوح،قوم نے جب ان کی بات نہ مانی اور ایک اللہ عزوجل کی عبادت پر مستقیم نہ ہوئے اور بتوں کی عبادت پر گامزن رہے تو اللہ عزوجل نے ان کی قوم کو کڑک کے ذریعے ہلاک کر دیا۔ (البدایۃ والنھایۃ،قصۃ الصالح نبی ثمود،ج۱،ص۱۴۶)

قوم کا نشانی طلب کرنا:

۲......اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ ایک دن قوم ثمود جمع ہوئی۔ان کے پاس اللہ عزوجل کے رسول حضرت صالح علیہ السلام تشریف لائے اور انہیں نصیحت کی،اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈرایا،وعظ کیا اور اللہ عزوجل کی وحدانیت کو ماننے کا حکم دیا۔قوم نے کہا کہ اگر آپ علیہ السلام ہمارے لئے اس پہاڑ (سامنے موجود پہاڑ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا) سے ایک زندہ اونٹنی نکال دیں جس میں فلاں فلاں خصوصیات ہونی چاہئیں،اور ساتھ ہی انہوں نے اس اونٹنی کے اوصاف ذکر کرنا شروع کر دیے۔حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ''اگر میں تمہاری فرمائش کے مطابق کر دوں تو کیا تم میری دعوت کو قبول کر لو گے؟اور میری نبوت کی تصدیق کرو گے؟''انہوں نے اقرار کیا ،حضرت صالح علیہ السلام نے اس پر عہد و پیمان لئے (کیونکہ آپ علیہ السلام جانتے تھے کہ ان میں کئی ایسے بھی ہونگے جو معجزہ دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہ لائیں گے اور میری نبوت کی تصدیق نہ کریں گے) پھر آپ علیہ السلام نے نماز کی جانب توجہ فرمائی اور اللہ عزوجل کے حضور نماز میں مشغول ہو گئے،پھر اللہ عزوجل سے قوم کی طلب کے مطابق دعا گو ہوئے،اللہ عزوجل نے پہاڑ کو حکم عطا فرمایا کہ وہ پھٹے اور اس میں سے مطلوبہ خصوصیات کی حامل اونٹنی برآمد ہو،پھر جب انہوں نے امر عظیم،ڈرانے والا منظر،قدرت باہرہ،دلیل قاطعہ،برہان ساطعہ دیکھ لی تو ان میں اکثر ایمان لے آئے لیکن اکثر کفر،گمراہی اور عناد پر ہی ڈٹے رہے،اسی مناسبت سے اللہ عزوجل نے فرمایا﴿فظلموا بھا﴾یعنی وہ حد سے بڑھے اور حق کی پیروی نہ کی۔

حضرت صالح علیہ السلام کا معجزہ:

۳......حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا﴿هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً﴾ ناقہ کی اضافت اللہ عزوجل کی جانب کی، یہ اضافت تشریفی اور تعظیمی ہے، جیسے اللہ عزوجل کا فرمان ﴿بَيْتُ اللّٰهِ، عَبْدُ اللّٰهِ﴾ تمہارے لئے اللہ عزوجل کی نشانی ہیں یعنی یہ نشانی اس صدق پر دلیل ہے جو میں تمہارے پاس لایا ہوں، لہذا اسے چھوڑ دو کہ یہ اللہ عزوجل کی زمین سے کھائے ﴿وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ﴾ اس بات پر اتفاق ہوا کہ یہ ناقہ اپنے ظاہری حال پر برقرار رہے اور زمین میں جہاں چاہے چرتی پھرے، اور ایک دن چھوڑ کر ایک دن اسے پانی پر چھوڑ دیا جائے، جس دن اسے پانی پر چھوڑا جاتا تھا اس دن کنوئیں کا سارا پانی پی جاتی تھی۔ دوسرے دن صبح لوگوں کی حاجت پوری کرنا دشوار ہوتا تھا، قوم سے کہا گیا کہ اس کا دودھ ان کے لئے کفایت کرے گا جیسا کہ باری عزوجل کا فرمان ہے ﴿لَهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ﴾ قوم سے صبر نہ ہوسکا اور انہوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ اس کی کونچیں کاٹ دی جائیں، شیطان نے قوم کو ان کا عمل مزین کرکے دکھایا کہ یہی ان کے لئے بہتر ہے۔ (البداية والنهاية،قصةصالح بنى ثمود الجزء ۱، ج ۱، ص ۱۵۰ وغیرہ)

قوم کی ہلاکت کا بیان:

۴......قوم صالح پر عذاب کی صورت اس طرح بنی کہ جمعرات کی صبح جس کو ایام النظرۃ کہا گیا ان کے چہرے زرد پڑ گئے جیسا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں عذاب سے ڈرایا تھا، دوسرے دن صبح ان کے چہرے سرخ ہوگئے اور یہ دن جمعہ کا تھا جسے ایام التأجيل کہا گیا ہے، پھر تیسرے دن ان کے چہرے سیاہ پڑ گئے اور یہ ہفتے کا دن تھا جسے ایام المتاع کہا گیا، چوتھے دن کی صبح اتوار کے دن قوم خوشبو لگا کر عذاب کے انتظار میں بیٹھ گئی، انہیں معلوم نہ ہوتا تھا کہ عذاب کیسے اور کس جانب سے آئے گا؟ جب سورج طلوع ہوا، آسمان سے ایک زوردار آواز آئی اور ان کے نیچے یعنی زمین سے شدید زلزلہ آیا جس سے روحیں پرواز کرگئیں، نفوس چلے گئے، ہلنا جلنا بند ہوگیا، آوازیں تھم گئیں اور حقیقت ظاہر ہوئی اور گویا صبح ان کی اس حال میں ہوئی کہ وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے کہ نہ تو ان میں روح باقی اور نہ ہی کوئی حس وحرکت۔ (البداية والنهاية، قصة صالح بنى ثمود، الجزء ۱، ج ۱، ص ۱۵۳)

اغراض:

من الخيرات: یہاں اسم اشارہ ہے جو مکان قریب کے لئے ہے، مراد یہاں دنیاوی زندگی ہے، معنی یہ ہے کہ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم ہمیشہ دنیا میں رہ جاؤ گے۔ مختلف قسم کی نعمتیں اور خواہشات کی تکمیل کرتے رہے، ہر پریشانی ومصیبت سے بچے رہے، اوامر ونواہی کے ذریعے امتحان نہ لئے گئے، دنیا کی زندگی میں تمہارا کچھ محاسبہ نہ ہوا؟ پس تم (خواہ مخواہ کے) گمان میں نہ پڑو اور تم پر واجب ہے کہ فانی زندگی کو ترک کرکے باقی رہنے والی زندگی کمانے میں مشغول ہوجاؤ۔ **بطرين:** اپنے رب کی نعمتوں پر اتراتے ہو۔

نصيب من الماء: یعنی ایک دن اونٹنی پانی پیئے گی اور ایک دن تم پانی پیتے ہو، پس ایک دوسرے پر کوئی مزاحمت والی بات نہیں، اور جس دن اونٹنی پانی پیتی ہے تم اس کا دودھ پیتے ہو۔ **حاذقين:** اعمال میں (اپنے امور میں) ماہر ہو۔

اى عقرها بعضهم: "قدار" نامی شخص نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں، مزید اس کے ساتھ ارزق نامی شخص تھا جو کہ ولد الزنا تھا اس نے اونٹنی کے تلوار سے وار کیا۔ سدی کا قول ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت صالح علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ عنقریب آپ علیہ السلام کی قوم ناقہ کی کونچیں کاٹ ڈالے گی، حضرت صالح علیہ السلام نے اس بارے میں قوم سے کلام کیا تو بولے: ہم ایسا نہ کریں گے، حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے کہا: کہ عنقریب ایسا غلام تمہارے شہر میں ایسا کرے گا اور تمہاری ہلاکت اسی کے ہاتھ پر ہوگی، قوم نے کہا: ہم اسے ایسا نہ کرنے دیں گے اور اسے قتل کردیں گے۔ پس انہی کی قوم میں سے ایک شخص نے ان کے نو بیٹوں کو ذبح کیا اور جب دسویں کی باری آئی تو انکار

کردیا کہ اس کا بیٹا ابھی پیدا ہی نہیں ہوا اور دسواں قتل ہونے والا ازرق احمر تھا، پس ازرق احمر جلد جوان ہوا، جب نو آدمی جن کے بیٹے ذبح ہوئے تھے اس کو دیکھتے تو کہتے کہ اگر ہمارے بیٹے بھی زندہ ہوتے تو اسی کی طرح جوان ہوتے۔ اور نو افراد (جن کے بیٹے ذبح ہوئے تھے) حضرت صالح علیہ السلام پر غضبناک ہونے لگے، کہ (العیاذ باللہ) حضرت صالح علیہ السلام ان کے قتل کے سبب بنے ہیں، پس وہ ان سے تعصب برتنے لگے، انہوں نے بدلہ لینے کے لئے طے کیا کہ ہم سفر پر نکلیں گے اور ہمارے ساتھ دیگر لوگ بھی ہونگے، جب اسی سفر کے دوران حضرت صالح علیہ السلام نماز پڑھنے کے لئے مسجد کو جائیں گے تو ہم موقع دیکھ کر انہیں قتل کردیں گے اور پھر صاف مکر جائیں گے۔ پس حضرت صالح علیہ السلام بستی کے بجائے مسجد میں آرام فرما ہوئے، پس جب صبح ہوئی ان کے پاس آکر وعظ فرمایا، پس جب لوگ غار میں داخل ہوئے تو غار (کی دیواریں ان پر) گر پڑیں اور وہ (خود ہی) قتل ہوگئے، پس بعض وہ لوگ جنہیں ان افراد کے ناپاک عزائم کی خبر دی دیکھا تو بستی میں جمع ہوئے اور حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں ان کے بیٹوں کے قتل کے بارے میں حقیقت حال بیان فرمادی، پس (اب) لوگ ناقہ کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوئے۔ (الصاوی، ج٤، ص ٢٣٩ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۳

﴿كذبت قوم لوط ن المرسلين صلے ج (۱۶۰) اذ قال لهم اخوهم لوط الا تتقون (۱۶۱) انى لكم رسول امين (۱۶۲) فاتقوا الله واطيعون ج (۱۶۳) وما اسئلكم عليه من اجر ج ان ﴿ما﴾ اجرى الا على رب العلمين (۱۶۴) اتاتون الذكران من العلمين (۱۶۵) ﴿اى النَّاسَ﴾ وتذرون ما خلق لكم ربكم من ازواجكم ط ﴿اى اَقْبَالِهِنَّ﴾ بل انتم قوم عدون (۱۶۶) ﴿مُتَجَاوِزُونَ الحَلالَ اِلى الحَرَامِ﴾ قالوا لئن لم تنته يلوط ﴿عَن اِنْكَارِكَ عَلَيْنَا﴾ لتكونن من المخرجين (۱۶۷) ﴿مِنْ بَلْدَتِنَا﴾ قال انى لعملكم من القالين (۱۶۸) ﴿الْمُبْغِضِينَ﴾ رب نجنى واهلى مما يعملون (۱۶۹) ﴿اَى مِنْ عَذَابِهِ﴾ فنجينه واهله اجمعين (۱۷۰) الا عجوزا ﴿اِمْرَاتَهٗ﴾ فى الغبرين (۱۷۱) ﴿اَلْبَاقِيْنَ اَهْلَكْنَاهَا﴾ ثم دمرنا الاخرين (۱۷۲) ﴿اَهْلَكْنَاهُمْ﴾ وامطرنا عليهم مطرا ج ﴿حِجَارَةً مِن جُملَةِ الْاِهْلَاكِ﴾ فساء مطر المنذرين (۱۷۳) ﴿مَطَرُهُمْ﴾ ان فى ذلك لاية ط وما كان اكثرهم مومنين (۱۷۴) وان ربك لهو العزيز الرحيم (۱۷۵)﴾.

﴿ترجمہ﴾

لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا، جب کہ ان سے ان کے ہم قوم لوط نے فرمایا کیا تم نہیں ڈرتے، بیشک میں تمہارے لیے اللہ کا امانتدار رسول ہوں، تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو، اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے، کیا مخلوق (یعنی انسانوں) میں مردوں سے بدفعلی کرتے ہو، اور چھوڑتے ہو وہ جو تمہارے لیے تمہارے رب نے بنائیں جوروئیں (یعنی عورتوں کی اگلی شرمگاہیں) بلکہ تم لوگ حد سے بڑھنے والے ہو (یعنی حلال وحرام کو ملانے والے ہو) بولے اے لوط! اگر تم باز نہ آئے (ہمارے اعمال پر ناپسندیدگی کا اظہار کرنے سے) تو ضرور نکال دیے جاؤ گے (ہمارے شہر سے) فرمایا (حضرت لوط علیہ السلام نے) میں تمہارے کام سے بیزار ہوں (یعنی سخت نفرت کرتا ہوں) اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو ان کے کام (کے عذاب) سے بچا، تو ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی، مگر ایک بڑھیا کہ (جو ان کی زوجہ تھیں) پیچھے رہ گئی (الغابرین بمعنی

الباقين ہے، پس ہم نے اسے ہلاک کردیا) پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا (دَمَّرنَا بمعنیٰ اَھلَکنَا ہے) اور ہم نے ان پر ایک برساؤ برسایا (یعنی پتھروں کی بارش کی کہ وہ سب ہلاک ہوگئے) تو کیا ہی برا برساؤ تھا ڈرائے ہوؤں کا، بیشک اس میں ضرور نشانی ہے، اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے، اور بیشک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿كذبت قوم لوط المرسلين ○ اذقال لهم اخوهم لوط الا تتقون ○﴾.

كذبت قوم لوط المرسلين : فعل وفاعل ومفعول، اذ: مضاف، قال لهم اخوهم لوط: جملہ فعلیہ ہوکر قول، همزه: حرف استفہام، لاتتقون: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انى لكم رسول امين ○ فاتقواالله واطيعون ○ وماأسئلكم عليه من اجر ان اجرى الا على رب العلمين ○﴾.

انى لكم ......الخ پہلی آیت کی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۱۲۵، دوسری آیت کی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۱۰۸، وتیسری آیت کی ترکیب آیت نمبر ۱۰۹، میں گزری۔

﴿اتاتون الذكران من العلمين ○ وتذرون ما خلق لكم ربكم من ازواجكم﴾.

همزه: حرف استفہام، تاتون: فعل بافاعل، الذكران: ذوالحال، من العلمين: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تذرون: فعل بافاعل، ما: موصولہ، خلق لكم ربكم من ازواجكم: جملہ فعلیہ صلہ ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر ماقبل "اسئلكم" میں "كم" ضمیر سے حال ہے۔

﴿بل انتم قوم عدون ○ قالوا لئن لم تنته يلوط لتكونن من المخرجين ○﴾.

بل: عاطفہ، انتم: مبتدا، قوم عدون: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، قالوا: قول: لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، لم تنته: فعل نفی بافاعل، ملکر شرط، لام: قسمیہ، تكونن من المخرجين: جملہ فعلیہ جواب قسم قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ ہوکر مقصود بالنداء، يلوط: نداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال انى لعملكم من القالين ○﴾.

قال: قول، انى: حرف مشبہ واسم، لعملكم: ظرف لغو مقدم، القالين: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر مجرور، من: جار، مجرور سے ملکر ظرف مستقر ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿رب نجنى واهلى مما يعملون ○ فنجينه واهله اجمعين ○ الا عجوزا فى الغبرين ○﴾.

رب: نداء، نج: امر بافاعل، ن: وقایہ، ى: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اهلى: معطوف، ملکر مفعول، مما يعملون: ظرف لغو، ملکر جملہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ، ہوکر ماقبل "قال" کیلئے مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ، نجينا: فعل بافاعل، ه: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ: اهله: مؤکد، اجمعين: تاکید، ملکر مستثنیٰ منہ، ان: حرف استثناء، عجوزا: موصوف، فى الغبرين: ظرف مستقر صفت، ملکر مستثنیٰ، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم دمرنا الاخرين ○ وامطرنا عليهم مطرا فساء مطر المنذرين ○﴾.

ثم: عاطفہ، دمرنا: فعل بافاعل، الاخرين: مفعول ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، امطرنا عليهم مطرا: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول بہ، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ساء: فعل ذم، مطر المنذرين: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مبتدا محذوف "مطرهم" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان فی ذلک لآیۃ وما کان اکثرھم مومنین ٥ وان ربک لھو العزیز الرحیم ٥﴾۔
اس آیت مبارکہ کی ترکیب ماقبل آیت ۶۷، ۶۸، رکوع نمبر: ۸، میں گزری۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت لوط علیہ السلام کا نسب:

۱۔۔۔۔۔حضرت لوط علیہ السلام کا سلسلہ نسب یہ ہے لوط بن ھارون بن آزر، آپ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔آپ علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ سرزمین شام کی جانب ہجرت کی، آپ علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے سدوم اور اس کے آس پاس کے علاقے کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ آپ علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ عزوجل کی عبادت کی طرف بلاتے، انہیں نیکی کا حکم دیتے اور گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے روکتے جو خود ان کی اپنی ایجاد تھے اور پہلے کسی نے ان کاموں کا ارتکاب نہ کیا تھا، وہ گناہ کا کام یہ تھا کہ وہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے، اور یہ ایسی بُرائی تھی جس کے بارے میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک ان کے سوا کسی کو خیال نہ آیا تھا اور نہ ہی پہلے یہ چیز معروف تھی۔ اہل سدوم نے اس برائی کو رواج دیا خلیفہ ولید بن عبدالملک بانی جامع مسجد دمشق فرماتے ہیں کہ اگر اللہ عزوجل قرآن مجید میں قوم لوط کا قصہ بیان نہ کرتا تو مجھے اس بات کا گمان بھی نہ ہوتا کہ کوئی مرد بھی مرد سے ایسا فعل کر سکتا ہے۔ (ابن کثیر، ج ۲ ص ۲۸۶)

اکثر تابعین کا یہ قول ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔ مستدرک میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی یہی منقول ہے۔ ابن عساکر نے سلیمان بن صرد سے روایت کیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا تھے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ بی بی سارہ حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔ (روح المعانی، الجزء الثامن، ص ۵۶۵)

شرم کی باتیں اشارۃً کرنا:

۲۔۔۔۔۔قرآن میں جہاں ہر قسم کے مسائل واحکام کا اجمالاً وتفصیلاً بیان ملتا ہے، وہیں ایسا بھی ہے کہ بعض مسائل واحکام کی جانب اشارۃً کلام کیا جاتا ہے۔ یقیناً ایسا کرنے میں قرآن کی فصاحت وبلاغت کا عمدہ ثبوت اور رہتی دنیا تک کے لوگوں کو درس ونصیحت ہے۔ قوم لوط بُرے اعمال میں پیش پیش تھی اور عورتوں کے بجائے مَردوں سے خواہش پوری کرنے میں دنیا میں اپنی مثال آپ ہے۔ یہ بات ہم ان کے حوالے سے فخریہ نہیں بلکہ طنزیہ کہہ رہے ہیں۔ لیکن قرآن کی فصاحت دیکھیں کہ اتنے بڑے گناہ کے باوجود قوم کو عمدہ انداز میں اشارۃً نصیحت کی گئی۔ جن الفاظ کا انتخاب رب کائنات نے فرمایا انہی پر غور کریں چنانچہ فرمایا: ﴿اتاتون یعنی تم آتے ہو﴾۔ ہمارے لئے کتنا بڑا درس ہے کہ ہم اپنے اس قسم کے شرم کے معاملات کو بلاجھجک نہ کرلیا کریں۔

علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں:

جو شخص اپنی بیوی اور محارم پر غیرت نہ کھائے وہ دیوث ہے، معلوم ہوا کہ باوجود قدرت اپنی زوجہ، ماں، بہنوں اور جوان بیٹیوں وغیرہ کو گلیوں، بازاروں، شاپنگ سینٹروں اور مخلوط تفریح گاہوں میں بے پردہ گھومنے پھرنے، اجنبی پڑوسیوں، نامحرم رشتے داروں، غیر محرم ملازموں، چوکیداروں، ڈرائیوروں سے بے تکلفی اور بے پردگی سے منع نہ کرنے والے دَیُّوث ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں: دیوث سخت اَخبَثِ فاسق ہے اور فاسق مُعلِن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، اسے امام بنانا حلال نہیں اور اس کے

پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پڑھی تو پھیرنا واجب۔ (الفتاوی الرضویہ مخرجہ، ج۶،ص۵۸۳)

قوم لوط کے عملِ بد کی شرعی حیثیت:

۳......اگر کوئی شخص غیر محل یعنی دبر میں وطی کرے تو امام اعظم کے نزدیک مطلقاً حد نہیں بلکہ ایسی صورت میں تعزیر ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک اجنبی پر ایسا فعل کرنے کی صورت میں حد لازم ہوگی جبکہ اگر کوئی شخص ایسا فعل کسی باندی، غلام یا زوجہ سے کرے تو بالاجماع حد نہ ہوگی بلکہ تعزیر ہوگی، درر میں ہے کہ ایسے شخص کو آگ میں جلادیا جائے یا اس پر دیوار گرادی جائے اور پھر او پر سے پتھر مار مار کر سنگسار کردیا جائے، الحاوی میں ہے کہ ایسا فعل کرنے والے کو کوڑے لگانا زیادہ صحیح ہے، فتح القدیر میں ہے کہ ایسے شخص کو قید کیا جائے حتی کہ مرجائے یا توبہ کرلے، اور اگر پھر یہی جرم کرے تو امام وقت اسے قتل کردے۔ (الدر المختار، کتاب الحدود، باب الوطی یوجب الحد، ج ٦، ص ٣٨)

قوم لوط پر عذاب کی کیفیت:

۴......حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے بازو کے کناروں سے قوم لوط کے گھروں کو اکھیڑ کر رکھ دیا، قوم لوط سات شہروں میں قیام پزیر تھی، بعض محققین کا کہنا ہے کہ قوم لوط میں چار سو انسان تھے، ایک قول یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ ان کی تعداد چار ہزار تھی، اور ان کے ساتھ حیوانات بھی تھے، اور ان کے شہروں میں زمینیں، گھر اور دیگر کام کاج کے ٹھکانے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کی جانب بلند کرکے الٹا پلٹ کر رکھ دیا یہاں تک کہ آسمان کے فرشتوں نے کتوں کے بھونکنے اور مرغ کی آوازیں سنیں۔ اور ان پر آسمان سے پتھر برسائے اور ہر پتھر پر اس کا نام کندہ تھا جس سے اس شخص کی ہلاکت ہوئی تھی جیسا کہ اللہ کا فرمان بھی ہے کہ ﴿مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّکَ لِلْمُسْرِفِیْنَ﴾۔ (البدایة والنهایة، ذکر اولاد ابراهیم، الجزء ١، ج ١، ص ٢٠١)

حد نافذ کرنے میں رحمت ہونا:

۵......سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی حدود میں سے کسی حد کا قائم کرنا چالیس رات کی بارش سے بہتر ہے''۔

(سنن ابن ماجه، کتاب الحدود، باب: اقامة الحدود، رقم: ٢٥٣٧، ص ٤٣٢)

☆......حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی حدود کو قریب و بعید سب میں قائم کرو اور اللہ کے حکم بجالانے میں ملامت کرنے والے کی ملامت تمہیں نہ روکے''۔(سنن ابن ماجه، کتاب الحدود، باب:اقامة الحدود، رقم: ٢٥٤٠، ص ٤٣٢)

☆......ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ ایک مخزومیہ عورت نے چوری کی، جس کی وجہ سے قریش کو فکر لاحق ہوئی کہ اس کو کس طرح بچایا جائے، آپس میں لوگوں نے کہا کہ اس بارے میں کون شخص سید عالم ﷺ سے سفارش کرے گا؟ پھر لوگوں نے کہا، سوا اسامہ بن زید کے جو سید عالم ﷺ کے محبوب ہیں، کوئی شخص سفارش کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا، غرض اسامہ نے سفارش کی، اس پر سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کہ تو حد کے بارے میں سفارش کرتا ہے،'' پھر حضور ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''اگلے لوگوں کو اس بات نے ہلاک کردیا کہ اگر اُن میں کوئی شریف (بظاہر معزز) چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کمزور چوری کرتا ہے تو اس پر حد نافذ کردیتے، قسم ہے خدا کی! اگر فاطمہ بنت محمد بھی ایسا کرتی تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جاتا''۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب:٥٦، رقم: ٣٤٧٥، ص ٥٨٦)

☆......حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس کی سفارش حد قائم کرنے میں حائل ہوجائے، اس نے اللہ کی مخالفت کی اور جو جان کر باطل کے بارے میں جھگڑے، وہ ہمیشہ اللہ کی ناراضی میں ہے جب تک اُس سے جدا نہ ہوجائے اور جو شخص مومن کے متعلق ایسی چیز کہے جو اس میں نہ ہو، اللہ اسے ردغۃ الخبال میں اس وقت تک رکھے گا جب تک

اس کے گناہ کی سزا پوری نہ ہو لے، ردغۃ الخبال جہنم کی ایک وادی ہے جہاں جہنمیوں کا خون اور پیپ جمع ہوگا''۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الاقضیۃ، باب: فیمن یعین علی خصومۃ، رقم: ۳۵۹۷، ص۶۷۶)

حدود کا نفاذ نہ کرنے کی نحوستیں بھی احادیث میں بیان کی گئی ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے مہاجرین کی جماعت! جب تم پانچ چیزوں میں مبتلا ہو تو ان کو پانے سے اللہ عزوجل کی مدد طلب کرو، جب کسی قوم میں بے حیائی ظاہر ہو اور وہ اس کو کھلم کھلا کرنے لگیں تو ان میں طاعون پھیل جاتا ہے اور وہ ان امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہوئے نیک لوگوں میں نہیں تھے، اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے وہ قحط سالی، شدید محنت مشقت اور بادشاہ کے ظلم میں مبتلا ہو جاتی ہے، اور جو لوگ اپنے اموال کی زکوۃ نہیں دیتے، ان سے آسمان کی بارش روک لی جاتی ہے اور اگر جانور نہ ہوتے تو ان پر بارش نہ ہوتی، اور جو قوم اللہ اور اس کے رسول سے کئے ہوئے عہد کو توڑتی ہے تو اللہ عزوجل ان پر اغیار کو مسلط کر دیتا ہے سو ان کی ساری پونجی کو وہ اغیار لوٹ کر لے جاتے ہیں، اور جب تک مسلمانوں کے ائمہ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہیں کریں گے اور اللہ کے نازل کئے احکام کو اختیار نہیں کریں گے، اللہ ان کو آپس کی جنگوں میں مبتلا کر دے گا''۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب: العقوبات، رقم: ۴۰۱۹، ۶۶۴)

☆......ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت ضرور خمر (انگور کی شراب) کا نام بدل کے پیتی رہے گی اور اس کے سروں پر آلات موسیقی بجتے رہیں گے اور گانے والیاں گاتی رہیں گی حتی کہ اللہ ان کو زمین میں دھنسا دے گا اور انہیں بندر وخنزیر بنا دے گا''۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب: العقوبات، رقم: ۴۰۲۰، ص۶۶۴)

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جب میری امت پندرہ قسم کے کام کرے گی تو اس پر بلائیں اور مصائب نازل ہونگے''، صحابہ نے پوچھا وہ پندرہ قسم کے کام کون سے ہیں؟ ''فرمایا: ''جب مال غنیمت کو ذاتی دولت بنایا جائے گا، امانت کے مال کو غنیمت سمجھ لیا جائے گا، زکوۃ کو تاوان سمجھا جائے گا، مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا، اپنی ماں کی نافرمانی کرے گا، اپنے دوست کے ساتھ نیکی کرے گا، اور اپنے باپ کے ساتھ بدی کرے گا، مساجد میں شور کیا جائے گا، رذیل (گھٹیا) آدمی کو قوم کا سردار بنایا جائے گا، کسی شخص کے شر سے بچنے کے لئے اس کی عزت کی جائے گی، انگور کی شراب پی جائے گی، ریشم پہنا جائے گا، اور اس امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں کو برا کہیں گے تو ان کاموں کے وقت سرخ آندھیوں اور زمین پر دھنسائے جانے اور مسخ کئے جانے کا انتظار کرو''۔

(سنن الترمذی، كتاب الفتن، باب: ما جاء في علامة حلول، رقم: ۲۲۱۷، ص۶۴۵)

اغراض:

ای الناس: جس طرح انسانوں سے بدفعلی کرتے اسی طرح جانوروں سے بھی کرتے، پس یہ خصلت بری ہے جو کہ اس وقت قوم لوط کے سوا کسی اور قوم میں نہیں پائی گئی، پھر قوم لوط عذاب کا شکار ہوئی، یہاں تک کہ یہ بری خصلت امت محمدی میں نظر آتی ہے، پس ہم اللہ کے بندے ہیں اور ہمیں اسی کی جانب لوٹنا ہے۔ ای القبالھن: کیونکہ عورت کا مقام قبل بیج بونے کا مقام ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم﴾۔ الباقین: یعنی عذاب سے، کہا جاتا ہے کہ قوم لوط فرمانبرداری کرنے کے بعد پھر برائی کے درپے ہوئی تو ان پر پتھر کی برسات ہوئی، ایک قول یہ بھی کیا گیا قوم نے حضرت لوط علیہ السلام کی پیروی نہ کی تو انہیں بھی دیگر قوم کے ساتھ مسخ کر دیا گیا۔ اهلکناھم: یعنی بستی کو الٹنے کے ذریعے، یعنی اس کا اوپری حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کر دیا گیا۔ مطرھم: یہ مخصوص بالذم کے لئے ہے۔

(الصاوی، ج۴، ص۲۴۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۴

﴿کذب اصحب لئیکة ﴾وَفی قِرائَۃٍ بِحذفِ الهَمزَةِ والقَاءِ حَرکَتِهَا علَی اللّامِ وَفَتحِ الهَاءِ هی غَیضَةُ شَجرٍ قُربَ مدیَنَ﴿المرسلین صلے ع (۱۷۶) اذ قال لهم شعیب ﴾لَم یَقُلْ اَخُوهُم لِاَنَّهُ لَم یَکُنْ مِنهُم ﴿الا تتقون ع (۱۷۷) انی لکم رسول امین (۱۷۸) فاتقوا اللہ واطیعون (۱۷۹) وما اسئلکم علیه من اجر ع ان ﴾مَا﴿ اجری الا علی رب العلمین (۱۸۰) اوفوا الکیل ﴾اَتِمُّوهُ﴿ولا تکونوا من المخسرین (۱۸۱) ﴾النَّاقِصِینَ﴿وزنوا بالقسطاس المستقیم (۱۸۲) ﴾المِیزَانِ الاسَّوِیّ﴿ ولا تبخسوا الناس اشیاء هم ﴾لَا تَنقُصُوهُم مِنْ حَقِّهِم شَیئًا﴿ ولا تعثوا فی الارض مفسدین (۱۸۳) ﴾بِالقَتلِ وَغَیرِہٖ مِن عِثِیّ بِکَسرِ المُثَلَّثَةِ اَفسَدَ وَمُفسِدِینَ حَالٌ مُؤَکِّدَۃٌ لِمَعنِی عَامِلِهَا تَعثَوا ﴿واتقوا الذی خلقکم والجبلة ﴾الخَلِیفَةَ﴿ الاولین (۱۸۴) قالوا انما انت من المسحرین (۱۸۵) وما انت الا بشر مثلنا وان ﴾مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِیلَةِ واِسمُهَا مَحذُوفٌ اَی اِنَّهُ﴿نظنک لمن الکذبین (۱۸۶) فاسقط علینا کسفا ﴾بِسُکُونِ السِّینِ وَفَتحِهَا قِطعَةً﴿من السماء ان کنت من الصدقین (۱۸۷) ﴾فِی رِسالَتِکَ ﴿ قال ربی اعلم بما تعملون (۱۸۸) ﴾فَیُجَازِیکُم بِهٖ﴿ فکذبوہ فاخذهم عذاب یوم الظلة ط ﴾هِیَ سَحَابَةٌ اَظَلَّتهُم بَعدَ حرٍّ شَدِیدٍ اَصَابَهُم فَاَمطَرَتْ عَلَیهِم نارًا فَاحتَرَقُوا﴿ انه کان عذاب یوم عظیم (۱۸۹) ان فی ذلک لایة وما کان اکثرهم مومنین (۱۹۰) وان ربک لهو العزیز الرحیم (۱۹۱) ﴾.

﴿ترجمہ﴾

بن والوں نے جھٹلایا (ایک قرأت میں ایکة ......ا...... میں ہمزہ کو حذف کر کے اس کی حرکت لام کلمہ کی طرف منتقل کی گئی ہے اور ھاء کے فتحہ کے ساتھ ہے اور اس سے مراد مدین کے قریب گھنے درختوں والی ایک جگہ ہے) رسولوں کو، جب ان سے شعیب نے فرمایا (یہاں اخوھم نہیں کہا گیا اس لئے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اس قوم میں سے نہ تھے) کیا ڈرتے نہیں، بیشک میں تمہارے لیے اللہ کا امانتدار رسول ہوں، تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو، اور میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے، ناپ پورا کرو (یعنی اسے مکمل کیا کرو) اور گھٹانے والوں (یعنی کم کرنے والوں) میں نہ ہو، اور سیدھی ترازو سے تولو......۲...... (القسطاس المستقیم بمعنی المیزان السوی ہے یعنی صحیح تول) اور لوگوں کی چیزیں کم کر کے نہ دو (یعنی جو ان کا حق ہے اس میں کچھ کمی نہ کرو) اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو (قتل وغیرہ کے ذریعے، عَثِیّ بمعنی اَفسَدَ عین کلمہ کے کسرہ کے ساتھ ہے، مفسدین حال مؤکدہ ہے اور تعثوا اس کا معنوی فاعل ہے) اور اس سے ڈرو جس نے تم کو پیدا کیا اور اگلی مخلوق (الجبلة ...... ۳...... بمعنی الخلیقة ہے) کو۔ بولے تم پر جادو ہوا ہے، تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی (انّ مخففه من الثقیلة ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی یہ انّهٗ تھا) اور بیشک ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں، تو ہم پر کوئی ٹکڑا گرا دو (کِسفًا بمعنی قطعة سین کے سکون اور فتح دونوں طرح ہے) آسمان کا، اگر تم سچے ہو (اپنی رسالت میں) فرمایا میرا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے کرتوت ہیں (لہذا وہی تمہیں ان کا بدلہ دے گا) تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں شامیانے والے دن کے عذاب نے آ لیا (یعنی بادل کے ایک ٹکڑے نے ان پر شدید گرمی کے بعد سایہ فگن ہو کر

آگ کی بارش کی تو سب کے سب جل کر خاکستر ہو گئے ......ت......) بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا، بیشک اس میں ضرور نشانی ہے، اور ان میں بہت مسلمان نہ تھے، اور بیشک تمہارا رب ہی عزت والا مہربان ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿کذب اصحب لئیکۃ المرسلین ○ اذ قال لھم شعیب الا تتقون ○﴾۔

کذب اصحب لئیکۃ المرسلین: فعل بافاعل ومفعول، اذ: مضاف، قال لھم شعیب: جملہ فعلیہ ہو کر قول، ھمزہ: حرف استفہام، لاتتقون: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انی لکم رسول امین ○ فاتقوا اللہ واطیعون ○ وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین ○﴾۔

اس آیت مبارکہ کی ترکیب ماقبل آیت ۶۷، ۶۸، رکوع نمبر: ۸، میں گزری۔

﴿اوفوا الکیل ولا تکونوا من المخسرین ○ وزنوا بالقسطاس المستقیم ○﴾۔

اوفوا الکیل: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تکونوا: فعل ناقص نہی بااسم، من المخسرین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، زنوا: فعل امر بافاعل، بالقسطاس المستقیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولا تبخسوا الناس اشیاءھم ولا تعثوا فی الارض مفسدین ○﴾۔

ولا تبخسوا: فعل نہی بافاعل، الناس: مفعول اول، اشیاء ھم مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تعثوا: فعل نہی واؤ ضمیر ذوالحال، مفسدین: حال ملکر فاعل، فی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واتقوا الذی خلقکم والجبلۃ الاولین ○﴾۔

و: عاطفہ، اتقوا: فعل امر بافاعل، الذی: موصول، خلقکم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الجبلۃ الاولین: مرکب توصیفی معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا انما انت من المسحرین ○ وما انت الا بشر مثلنا﴾۔

قالوا: قول، انما: حرف مشبہ وما کافہ، انت: مبتدا، من المسحرین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، انت: مبتدا، الا: اداۃ حصر، بشر مثلنا: مرکب توصیفی خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان نظنک لمن الکذبین ○﴾۔

و: عاطفہ، ان: مخففہ باضمیر شان "ک" محذوف اسم، نظنک: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، لام: فارقہ، من الکذبین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاسقط علینا کسفا من السماء ان کنت من الصدقین ○﴾۔

ف: فصیحیہ، اسقط علینا: فعل امر بافاعل وظرف لغو، کسفا: موصوف، من السماء: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان کنت صادقا" کیلئے جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ان: شرطیہ، کنت من الصدقین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فاسقط علینا" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال ربی اعلم بما تعملون ○ فکذبوہ فاخذھم عذاب یوم الظلۃ﴾۔

قال: قول، ربی: مبتدا، اعلم بما تعملون: شبہ جملہ خبر ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ، کذبوہ: جملہ

فعلیہ ،ف:عاطفہ ،اخذھم:فعل ومفعول،عذاب یوم الظلۃ: فاعل ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انہ کان عذاب یوم عظیم ○ ان فی ذلک لایۃ وماکان اکثرھم مومنین ○ وان ربک لھوالعزیز الرحیم○﴾۔

انــہ: حرف مشبہ واسم، کـــان: فعل ناقص واسم، عــذاب یــوم عـظـیـم: خبر ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ،ان فــی ذلک:الخ......ان آیت کی ترکیب ما قبل آیت نمبر ۶۷، ۶۸، میں گزری۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اصحب ائیکۃ کون تھے؟

۱......ایکہ کا معنی ہے گھنا جنگل، درختوں کا جھنڈ،تبوک یا مدین کے قریب ایک بستی ہے،اس کو بھی ایکہ کہتے ہیں،اصحاب الایکہ سے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم مراد ہیں،اس قوم کا نام بنومدیان تھا،مدین کے مرکزی شہر کو بھی کہتے ہیں اوران کے پورے علاقے کو بھی،یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایکہ تبوک کا قدیم نام تھا،اس کا لغوی معنی گھنا جنگل ہے۔آج کل ایک پہاڑی کا نام ہے جوجبل اللوز سے وادی افل میں آکر گرتا ہےاور یہ علاقہ حجاز سے فلسطین وشام جاتے ہوئے راستے میں پڑتا ہے۔(تبیان القرآن، ج٦، ص ٣٠٧ وغیرہ)

قسطاس بمعنی عدل وانصاف :

۲......علامہ ابن منظور کہتے ہیں وزن کا ٹھیک قائم کرنا قسطاس کہلاتا ہے،اللہ عزوجل کا فرمان ہے﴿وزنوا بالقسطاس المستقیم اور سیدھی ترازو سے تولو(الشعراء:١٨٢)﴾۔ایک قول کے مطابق قسطاس بمعنی میزان العدل ہے،چہ جائے کہ موازین دراہم ہوں یا کچھ اور، ”المقسط“ اللہ عزوجل کا صفاتی نام ہےاوراس سے مراد عادل (عدل کرنے والا) ہے۔سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:”اللہ نیند سے پاک ہےاوراس کی جانب نیند منسوب کرنا جائز نہیں،وہ بندوں کے اعمال کو نیچااوراونچا کرتا رہتا ہے“۔یعنی جس بندے کے اعمال کو بلند کرنا چاہے(اسے نیکی کی توفیق دے کر)اس کے اعمال کو بلند کرتا ہےاور جس کے اعمال کو نیچا کرنا چاہےاسے نیچا کرتا ہے۔سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:”اے لوگو!جب تم حاکم بنائے جاؤ تو عدل کرواور جب فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو“۔

(لسان العرب، الحرف:قاف، ج١١،ص ١٥٩،ملخصا وملتقطا)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:”اس ذات کی قسم!جس کے قبضہ میں میری جان ہے عنقریب تم میں ابن مریم نازل ہونگے،وہ عدل وانصاف سے فیصلے کریں گے،صلیب توڑیں گے،خنزیر کو قتل کریں گے،جزیہ کو موقوف کریں گے،مال ودولت کو اتنا تقسیم کریں گے کہ پھر ان کو کوئی لینے والا نہیں ہوگا“(صحیح البخاری، کتاب البیوع،باب:قتل الخنزیر،رقم: ٢٢٢٢،ص ٣٥٤)

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:”اگر دنیا کی بقا میں صرف ایک دن رہ جائے گا تو اللہ عزوجل اس دن کو ضرور طویل کردے گا،حتی کہ میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کو اس دن بھیجے گا،جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا اور جس کے والد کا نام میرے والد کے نام کے موافق ہوگا،وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھردے گا جس طرح زمین پہلے ظلم وناانصافی سے بھری ہوئی تھی“۔ (سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب:ما جاء فی المھدی، رقم: ٢٢٣٧،ص ٦٥٠)

☆......حضرت نعمان بن بشیر بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہوجائیں کہ میں نے نعمان کو اپنے مال سے اتنی اتنی چیزیں ہبہ کردی ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:”تم نے جتنی چیزیں نعمان کو دی ہیں کیا اپنے باقی بیٹوں کو بھی اتنی چیزیں دی ہیں“،انہوں نے کہا نہیں!آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:”پھر تم اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بناؤ“،پھر آپ نے فرمایا:”کیا تم کو اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ تمہارے تمام بیٹے تمہارے ساتھ نیکی کرنے میں برابر ہوں“؟انہوں نے کہا کیوں

نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تم بھی ان کے ساتھ برابر سلوک کرو''۔ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ کو گواہ نہ بناؤ کیونکہ میں ظلم پر گواہی نہیں دیتا''۔(صحیح البخاری، کتاب الشہادات ، باب:باب لا یشهد علی شهادة، رقم: ۲۶۵۰،ص ۴۲۹)

☆......حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جب خاتم النبیین ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو وہ لوگ ماپ تول کے اعتبار سے سب لوگوں سے بڑے تھے، اللہ نے یہ سورت ﴿ویل للمطففین﴾ نازل فرمائی، پس اس کے بعد انہوں نے پیمانے اچھے کر لئے''۔ (سنن ابن ماجه، ابواب التجارات، باب:التوقی فی الکیل والوزن ،رقم: ۲۲۲۳،ص ۳۸۲)

☆......نبی کریم ﷺ نے پیمائش اور وزن کرنے والوں سے ارشاد فرمایا: ''بیشک تمہیں ایسا کام سونپا گیا ہے جس میں تم سے پہلی اُمتیں ہلاک ہوگئیں''۔ (سنن الترمذی، ابواب البیوع، باب:ماجاء فی المکیال والمیزان ،رقم: ۱۲۲۱،ص ۳۷۴)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس قوم میں بھی لوٹ مار یعنی چوری کی کثرت ہوئی، اللہ نے ان کے دلوں پر دشمن کا رعب ڈال دیا، جس قوم میں بھی زنا عام ہوا اُن میں اموات کی کثرت ہوگئی، جس قوم میں بھی ماپ تول میں کمی کی اللہ نے انکے رزق میں کمی کردی، جس قوم نے بھی ناحق فیصلہ کیا ان میں لڑائی جھگڑا عام ہوگیا اور جس قوم نے بھی عہد کو توڑا اللہ نے ان پر دشمن کو مسلط کردیا''۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب:تغیر الناس، الفصل الثالث، رقم: ۵۳۷۰،۴۵۹)

جبلت کسے کہتے ہیں؟

ع......الجبلة بمعنی الخلقة ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿والجبلة الاولین﴾ اور حسن نے جیم کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔اس کی جمع الجِبلّات ہے۔امام کسائی کہتے ہیں کہ ''الجبلة'' کسرہ وضمہ دونوں کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔اسی طرح اللہ عزوجل کا فرمان ﴿ولقد اضل منکم جبلا کثیرا﴾۔ (لسان العرب، الحرب جیم، ج۲،ص ۱۷۰)

انسان کے پیدائشی وفطری وصف کو ''جبلت'' کا نام دیا گیا ہے، اب دیکھا جاتا ہے کہ کسی کی جبلت (خلقت) میں نرمی ،شائستگی، متانت، پختگی ہوتی ہے اور کسی کی طبیعت میں سختی، چڑ چڑا پن اور غیر سنجیدگی ہوتی ہے۔متذکرہ آیت میں کافروں کے اوصاف کا بیان ملتا ہے کہ ان کی طبیعت ہی میں تکبر، عناد، ضد، ہٹ دھرمی ہے اور ہر انسان اپنی سرشت کے مطابق ہی زندگی گزارتا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿کل یعمل علی شاکلته سب اپنے انداز پر کام کرتے ہیں(الاسراء: ۸۴)﴾۔

قوم شعیب پر عذاب کی کیفیت:

ع......شیخ الامام داعیۃ الاسلام محمد متولی الشعراوی فرماتے ہیں کہ اپنے پیٹوں کے بل ایسے پڑے رہ گئے کہ ان میں حرکت تک باقی نہ رہی، قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿ وتری کل امة جاثیة (الجاثیة:۲۸) ﴾ یعنی اپنے گھٹنوں کے بل گر گئے، اور ان کا اپنے گھٹنوں کے بل گرنا ان کی ذلت اور ان کے عاجز ہونے کی دلیل ہے۔شیخ الاسلام نے لسان العرب سے علامہ جمال الدین افریقی کا قول بھی ذکر کیا ہے کہ ''ان کے جسم زمین پر پڑے رہ گئے، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ انہیں جب آزمائش پہنچی تو وہ زمین سے چمٹ کررہ گئے، اور الجاثم کے معنی ہیں کہ کسی کا اپنے پاؤں کے بل زمین سے چمٹ جانا جیسا کہ پرندہ بیٹھتا ہے، یعنی جب انہیں عذاب آیا تو وہ مر گئے زمین سے لگتے ہوئے۔

ابن کثیر نے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ انہیں شدید زلزلے نے آلیا کہ ان کی روحیں ان کے جسموں سے نکل گئیں، اور حیوانات زمین پر جمادات کی طرح ہوگئے، اور صبح ان کے جسم زمین پر ایسے پڑے تھے کہ نہ تو ان میں روح تھی، نہ حرکت اور نہ ہی حواس باقی رہے۔ (قصص الانبیاء،ص ۱۰۴)

اغراض:

علی اللام : سے مرادلام تعریف ہے،پہلی ہمزہ کوضرورت کی بناپر حذف کردیالام کے متحرک ہونے کی وجہ سے،ہمزہ وصلی جس کوگرا دیا گیاساکن کوچلے سے (نطق کے لحاظ سے) جوڑنے کے لئے آتی ہے،مفسر کایہ کلام محل نظر ہے۔

ھی غیضة شجر: غین کی فتح اورضاد کے معجمہ ہونے کی صورت میں،مرادوہ جگہ جہاں درخت ایک دوسرے کے ساتھ ملے جلے ہوتے ہیں۔قرب مدین: مرادحضرت شعیب علیہ السلام کی بستی ہے،اسے مدین اصل بانی (آبادکرنے والے کانام) مدین بن ابراہیم پررکھا گیاہے،مدین اورمصر کے مابین آٹھ دنوں کافاصلہ ہے۔

لانہ لم یکن منھم: بلکہ حضرت شعیب علیہ السلام مدین کے رہنے والے تھے،اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿والی مدین اخاھم شعیبا﴾۔

وغیرہ: سے راستہ کاٹنے کی جانب اشارہ ہے۔

مخففة من الثقیلة: مناسب یہ ہے کہ ان مہملہ کہاجائے تاکہ عمل کاسوال ہی نہ رہے،اس لئے کہ مخففہ ہونے کی صورت میں عمل قلیل ہوجاتاہے،اَوْلیٰ یہ ہے کہ قرآن کوکثیر کی طرف محمول کیاجائے۔

اصابھم: یعنی سات دن مراد ہیں،پھرسات دنوں کے بعدانہوں نے ایک بادل کے نیچے پناہ لی۔(الصاوی، ج٤،ص٢٤٢وغیرہ)

رکوع نمبر:١٥

﴿وانہ﴾اَیِ القُرآنُ﴿لتنزیل رب العلمین (١٩٢) نزل بہ الروح الامین (١٩٣)﴾جِبرَئیلُ﴿علی قلبک لتکون من المنذرین (١٩٤) بلسان عربی مبین(١٩٥)﴾بَیّنٍ وَفی قِرائَةٍ بَتَشدِیدِ نَزَّلَ وَنَصبِ الرُّوحِ وَالفَاعِلُ اللّٰہُ﴿وانہ﴾اَی ذِکرِ القُرانِ المُنَزَّلِ عَلٰی مُحمدٍ﴿لفی زبر﴾کُتُبِ﴿الاولین (١٩٦)﴾کَالتَّورٰةِ والاِنجِیلِ﴿ اولم یکن لھم﴾لِکُفارِ مکةَ﴿اٰیة﴾علی ذٰلکَ﴿ان یعلمہ علموا بنی اسرائیل (١٩٧)﴾کَعَبدِ اللّٰہِ بنِ سَلامٍ واَصحَابِہٖ مِمَّنْ آمَنُوا فَاِنَّھُم یُخبِرُونَ بِذٰلکَ وَیَکُن بِالتَّحتَانِیةِ وَنَصبِ آیةً وَبِالفَوقَانِیةِ وَرَفعِ ایة﴿ولو نزلنہ علی بعض الاعجمین (١٩٨)﴾جَمعُ اَعجَمَ﴿فقراہ علیھم﴾اَی کُفَّارِ مکةَ﴿ما کانوا بہ مؤمنین (١٩٩)﴾اَنَفَةً مِن اِتبَاعِہٖ﴿کذلک﴾اَی مِثلَ اِدخَالِنَا التَّکذِیبَ بِہٖ بِقِرائَةِ الاَعجَمِ﴿سلکنہ﴾اَدخَلنَاالتَّکذِیبَ بِہٖ ﴿ فی قلوب المجرمین(٢٠٠)﴾اَی کُفَّارِ مَکةَ بِقِرائَةِ النَّبِیِّ﴿لایومنون بہ حتی یروا العذاب الالیم(٢٠١) فیاتیھم بغتة وھم لا یشعرون(٢٠٢) فیقولوا ھل نحن منظرون(٢٠٣)﴾لِنُؤمِنَ فَیُقَالُ لَھُم لَا قَالُوا مَتٰی ھٰذا العَذَابُ قَالَ تعالٰی﴿افبعذابنا یستعجلون (٢٠٤)افراء یت﴾اَخبِرنِی﴿ان متعنھم سنین(٢٠٥) ثم جاء ھم ما کانوا یوعدون(٢٠٦)﴾مِنَ العَذابِ﴿ما﴾اِستِفھَامِیةٌ بِمَعنٰی اَیُّ شَیءٍ﴿ اغنی عنھم ما کانوا یمتعون (٢٠٧)﴾فِی دَفعِ العَذابِ اَو تَخفِیفِہٖ اَی لَم یُغنِ﴿وما اھلکنا من قریة الا لھامنذرون (٢٠٨)﴾رُسُلٌ تُنذِرُ اَھلَھَا﴿ ذکری ﴾عِظَةٌ لَھُم﴿ وما کنا ظلمین (٢٠٩)﴾فِی اِھلَاکِھِم بَعدَ اِنذَارِھِم وَنَزَلَ رَدًّا لِقَولِ المُشرِکِینَ﴿ وما تنزلت بہ﴾بِالقُرآنِ﴿ الشیطین (٢١٠) وما ینبغی﴾یَصلُحُ﴿ لھم﴾اَن یَنزِلُوا بِہٖ﴿وما یستطیعون (٢١١)﴾ذٰلِکَ﴿انھم عن السمع﴾لِکَلامِ المَلَائِکَةِ﴿لمعزولون (٢١٢)﴾مَحجُوبونَ بِالشُّھُبِ﴿فلا تدع مع اللہ الھا اخر فتکون من

المعذبین (۲۱۳) ﴿إن فعلت ذالک الذی دعوک إلیہ﴾ وانذر عشیرتک الاقربین (۲۱۴) ﴿وَهُم بَنُو هَاشِمٍ وَبَنُوا المُطَّلِبِ وَقَدْ اَنْذَرَهُم جِهَارًا رَوَاهُ البُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ﴾ واخفض جناحک ﴿اَلِنْ جَانِبَکَ﴾ لمن اتبعک من المومنین (۲۱۵) ﴿اَلْمُوَحِّدِینَ﴾ فان عصوک ﴿ای عَشِیرَتُکَ﴾ فقل ﴿لَهُم﴾ انی بریء مما تعملون (۲۱۶) ﴿مِن عِبَادَةِ غَیرِ اللهِ﴾ وتوکل ﴿بِالوَاوِ وَالفَاءِ﴾ علی العزیز الرحیم (۲۱۷) ﴿اَللهِ ای فَوِّضْ اِلَیهِ جَمِیعَ اُمُورِکَ﴾ الذی یرک حین تقوم (۲۱۸) ﴿اِلَی الصَّلٰوۃِ﴾ وتقلبک ﴿فِی ارکَانِ الصَّلٰوۃِ قَائِمًا وَقَاعِدًا وَرَاکِعًا وَسَاجِدًا﴾ فی السجدین (۲۱۹) ﴿ای المُصَلِّینَ﴾ انه هو السمیع العلیم (۲۲۰) هل انبئکم ﴿ای کُفَّارَ مکة﴾ علی من تنزل الشیطین (۲۲۱) ﴿بِحَذفِ اِحدَی التَّائَینِ مِنَ الْاَصْلِ﴾ تنزل علی کل افاک ﴿کَذَّاب﴾ اثیم (۲۲۲) ﴿فَاجِرٍ مِثْلَ مُسَیلَمَةَ وَغَیرِہ مِنَ الْکَهَنَةِ﴾ یلقون ﴿ای الشَّیاطِینُ﴾ السمع ﴿ای مَا سَمِعُوہُ مِنَ المَلَائِکَةِ اِلَی الْکَهَنَةِ﴾ واکثرهم کذبون (۲۲۳) ﴿یَضُمُّونَ اِلَی المَسْمُوعِ کِذْبًا کَثِیرًا وَکَانَ هٰذَا قَبلَ اَنْ حُجِبَتِ الشَّیَاطِینُ عَنِ السَّمَاءِ﴾ والشعراء یتبعهم الغاون (۲۲۴) ﴿فِی شِعرِهِمْ فَیَقُولُونَ بِہ یَرْوُونَ عَنهُمْ فَهُم مَذْمُومُونَ﴾ الم تر ﴿تَعلَمَ﴾ انهم فی کل واد ﴿مِن اَودِیَةِ الْکَلَامِ وَفُنُونِہ﴾ یهیمون (۲۲۵) ﴿یَمْضُونَ فَیُجَاوِزُونَ الحَدَّ مَدحًا وهِجَاءً﴾ وانهم یقولون ﴿فَعَلنَا﴾ ما لا یفعلون (۲۲۶) ﴿ای یَکْذِبُونَ﴾ الا الذین امنوا وعملوا الصلحت ﴿مِنَ الشُّعَرَاءِ﴾ وذکروا الله کثیرا ﴿ای لَمْ یَشْغَلْهُمُ الشِّعْرُ عَنِ الذِّکْرِ﴾ وانتصروا ﴿بِهَجوِهِم مِنَ الکُفَّارِ﴾ من بعد ما ظلموا ﴿بِهَجوِ الکُفَّارِ لَهُمْ فِی جُملَةِ المُؤمِنِینَ فَلَیسُوا مَذمُومِینَ قَالَ تَعَالٰی لَا یُحِبُّ اللهُ الجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَولِ اِلَّا مَن ظُلِمَ فَمَنِ اعتَدٰی عَلَیکُم فَاعْتَدُوا عَلَیهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیکُم﴾ وسیعلم الذین ظلموا ﴿مِنَ الشُّعَرَاءِ وَغَیرِهِم﴾ ای منقلب ﴿مَرجِعٍ﴾ ینقلبون (۲۲۷) ﴿یَرجِعُونَ بَعدَ المَوتِ﴾.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے، اسے روح الامین ......۱...... (یعنی حضرت جبریل علیہ السلام) لے کر اترا، تمہارے دل پر......۲...... کہ تم ڈر سناؤ، روشن عربی زبان میں......۳...... (یعنی واضح زبان میں، ایک قرأت میں نــــزل تشدید کے ساتھ اور روح منصوب ہے جبکہ اس فعل کا فاعل ذاتِ باری تعالیٰ ہے) اور بیشک اس کا چرچا (یعنی جو قرآنِ کریم سرورِ دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوا ہے اس کا تذکرہ) اگلی کتابوں میں ہے (مثلاً توریت اور انجیل میں، زُبُر بمعنی کُتُب ہے) اور کیا یہ ان کے لیے (یعنی کفارِ مکہ کے لئے) نشانی نہ تھی (اس بات پر) کہ اس نبی کو جانتے ہیں بنی اسرائیل کے عالم (جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی جو بنی اسرائیل میں سے ایمان لے آئے اس لئے کہ وہ اس نبی کے متعلق خبریں دیا کرتے تھے، ایک قرأت میں یــکــن یا کے ساتھ اور ایة منصوب ہے جبکہ ایک دوسری قرأت میں یــکــن کی بجائے تــکــن ہے اور ایة مرفوع ہے) اور اگر ہم اسے کسی غیر عربی شخص پر اتارتے (الاعــجــمین جمع ہے اعــجــم کی) کہ وہ انہیں (یعنی کفارِ مکہ کو) پڑھ کر سناتا جب بھی اس پر ایمان نہ لاتے (یعنی تکبر کرتے ہوئے اس کی پیروی نہ کرتے) یونہی (بشرطیکہ یہاں عجمی شخص کی قرأت مراد ہو تو ہم نے جس طرح اس کی وجہ سے تکذیب کو داخل کر دیا اسی طرح) ہم نے جھٹلانا پیرا دیا ہے (یعنی ہم نے اس نبی کی وجہ سے بھی تکذیب داخل کر دی ہے) مجرموں کے دلوں میں (یعنی کفارِ مکہ

کے، بشرطیکہ آیتیں نبی پڑھ کر سنائے) وہ اس پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ دیکھیں دردناک عذاب، تو وہ اچانک ان پر آ جائے گا اور انہیں خبر نہ ہوگی۔ تو کہیں گے کیا ہمیں کچھ مہلت ملے گی (تاکہ ہم ایمان لے آئیں تو ان سے کہا جائے گا ہرگز نہیں کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے تھے کہ کب آئے گا یہ عذاب؟ پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا) تو کیا ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں......۲۰......؟ بھلا دیکھو تو (افرایت بمعنی اخبرنی ہے یعنی بتاؤ تو سہی) اگر کچھ برس ہم انہیں برتنے دیں، پھر آئے ان پر جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں (یعنی عذاب) تو کیا کام آئے گا (مااغنی میں ما استفہامیہ بمعنی ای شیء ہے) ان کے وہ جو برتتے تھے (عذاب دور کرنے یا اس میں تخفیف کرنے کی خاطر، یعنی انہیں کوئی فائدہ نہ ہوا) اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں (ایسے رسول جو ان بستی والوں کو خطرات سے آگاہ کرتے ہوں) نصیحت کے لیے (ذکری بمعنی عظۃ ہے) اور ہم ظلم نہیں کرتے......۵......(ان کو ڈرانے کے بعد ان کو ہلاک کر کے، یہ آیتِ مبارکہ مشرکین کے قول کے رد میں نازل ہوئی) اور اس قرآن کو لے کر شیطان نہ اترے، اور وہ اس قابل نہیں (یعنی لائق نہیں کہ قرآن کریم لے کر نازل ہوتے) اور نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں، وہ تو سننے کی جگہ سے (یعنی فرشتوں کی باتیں سننے سے بھی) دور کر دیے گئے ہیں (یعنی شہابِ ثاقب کے ذریعے روک دیئے گئے ہیں) تو اللہ کے سوا دوسرا خدا نہ پوج کہ تجھ پر عذاب ہوگا (اگر بفرضِ محال آپ نے ایسا کیا کہ جس کی طرف وہ آپ کو دعوت دیتے ہیں) اور اے محبوب! اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ (یعنی بنو ہاشم اور بنو مطلب کو اور واقعی آپ ﷺ نے انہیں اعلانیہ ڈرایا، اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے) اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ (یعنی لطف و کرم فرمائیں) اپنے پیرو مسلمانوں کے لیے......۶......(یعنی توحید کے علمبرداروں کے لئے) تو اگر وہ تمہارا حکم نہ مانیں (یعنی آپ ﷺ کا خاندان) تو فرما دو (ان سے) میں تمہارے کاموں سے (یعنی غیر اللہ کی عبادت سے) بے علاقہ ہوں اور اس پر بھروسہ کرو......۷......(وتوکل کو وتوکّل اور فتوکّل دونوں طرح پڑھا گیا ہے) جو عزت والا مہر والا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ پر، اور اپنے تمام کام اسی کے سپرد کر دو کہ) جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو (نماز پڑھنے کی خاطر) اور تمہارے دورے کو (یعنی نماز کے ارکان میں قیام کرتے ہوئے، قعدہ کرتے ہوئے، رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے) نمازیوں میں (ساجدین بمعنی مصلین ہے) بیشک وہی سنتا جانتا ہے۔ کیا میں تمہیں بتا دوں (اے کفارِ مکہ) کہ کس پر اترتے ہیں شیطان (تنزّل ایک تا کے حذف کے ساتھ ہے) اترتے ہیں بڑے بہتان والے (یعنی جھوٹے) گناہگار پر (یعنی ہر فاجر شخص پر، جیسا کہ مسیلمہ کذاب اور اس جیسے دوسرے کاہنوں پر) شیطان ان پر ڈالتے ہیں اپنی سنی ہوئی (بات کہ جسے وہ فرشتے سے سنتے ہیں اور کاہنوں کو بتا ڈالتے ہیں) اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں (یعنی سنی ہوئی بات میں حد درجہ جھوٹ ملا دیتے ہیں، ایسا کام شیاطین آسمان سے روکے جانے سے پہلے کیا کرتے تھے) اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں......۸......(ان کے اشعار میں، پس وہ اشعار پڑھتے ہیں اور ان سے روایت کرتے ہیں، لہٰذا وہ قابلِ مذمت ہیں) کیا تم نے نہ دیکھا (یعنی کیا آپ کو معلوم نہیں) کہ وہ ہر نالے میں (یعنی فنونِ لطیفہ اور کلام کی ہر وادی میں) سرگرداں پھرتے ہیں (یعنی ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں اور مدح سرائی و مذمت کی تمام حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں) اور وہ کہتے ہیں جو (ہم نے فلاں کام کیا حالانکہ) کرتے نہیں (بلکہ جھوٹ بولتے ہیں) مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے (ان شعراء میں سے) اور بکثرت اللہ کی یاد کی (یعنی اشعار نے انہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کیا) اور بدلہ لیا (کفار سے ان کی ہجو کر کے) بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہوا (کفار کے تمام مؤمنین کی ہجو کرنے کی وجہ سے، لہٰذا یہ برے نہیں، چنانچہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمانِ عالیشان ہے: ﴿لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾ وقال تعالیٰ ﴿فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْكُمْ﴾) اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم (یعنی شعراء وغیرہ) کہ کس کروٹ

(منقلب بمعنی مرجع ہے) پر پلٹا کھائیں گے (یعنی وہ مرنے کے بعد کس طرف لوٹیں گے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وانہ لتنزیل رب العلمین ٥ نزل بہ الروح الامین ٥ علی قلبک لتکون من المنذرین ٥ بلسان عربی مبین٥﴾.

و: مستانفہ، انہ: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، تنزیل رب العلمین: مرکب اضافی موصوف، نزل: فعل، بہ: ظرف مستقر حال مقدم، الروح الامین: ذوالحال، ملکر فاعل، علی قلبک: ظرف لغو، لام: جار، تکون: فعل ناقص باسم، من: جار، المنذرین: اسم فاعل بافاعل، بلسان عربی مبین: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صفت ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿وانہ لفی زبرالاولین ٥ اولم یکن لھم ایۃ ان یعلمہ علموا بنی اسراء یل٥﴾.

و: عاطفہ، انہ: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، فی زبر الاولین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ھمزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ، لم: نافیہ جازمہ، یکن: فعل ناقص، لھم: ظرف مستقر حال مقدم، ایۃ: ذوالحال، ملکر خبرمقدم، ان: مصدریہ، یعلمہ: فعل ومفعول، علموا بنی اسراء یل: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولونزلنہ علی بعض الاعجمین ٥ فقراہ علیھم ماکانوا بہ مومنین٥﴾.

و: عاطفہ، لو: شرطیہ، نزلنہ علی بعض الاعجمین: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، قراہ علیھم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، ما: نافیہ، کانوا: فعل ناقص باسم، بہ مومنین: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ جزا ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿کذلک سلکنہ فی قلوب المجرمین ٥ لایومنون بہ حتی یروا العذاب الالیم٥﴾

کذلک: ظرف مستقر "سلک" مصدر محذوف کیلئے صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، سلکنہ: فعل بافاعل ومفعول، فی قلوب المجرمین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، لایومنون بہ: فعل نفی بافاعل وظرف لغو، حتی: جار، یروا العذاب الالیم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿فیاتیھم بغتۃ وھم لا یشعرون ٥ فیقولوا ھل نحن منظرون٥﴾.

ف: عاطفہ، یاتی: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، بغتۃ: حال، ملکر فاعل، ھم: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ھم لا یشعرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "یروا" پر معطوف ہے، ف: عاطفہ، یقولوا: قول، ھل: حرف استفہام، نحن: مبتدا، منظرون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ماقبل "یروا" پر معطوف ہے۔

﴿افبعذابنا یستعجلون ٥ افرء یت ان متعنھم سنین ٥ ثم جاء ھم ماکانوا یوعدون٥﴾.

ھمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، بعذابنا: ظرف لغو مقدم، یستعجلون: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ فعل محذوف "ایغفلون عن ذلک مع تحققہ وتقررہ" پر معطوف ہے، ھمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، رء یت: فعل بافاعل بمعنی اخبرنی، ان: شرطیہ، متعنھم سنین: فعل بافاعل ومفعول وظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، جاء ھم: فعل ومفعول، ماکانوا یوعدون: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا محذوف "فبعذا بنا یستعجلون" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ما اغنی عنھم ماکانوا یمتعون٥ وما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون٥﴾.

ما: استفہامیہ مفعول مقدم، اغنی عنھم: فعل وظرف لغو، ما کانوا یمتعون: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ،

و: مستانفہ ،مااھلکنا:فعل نفی بافاعل،من: زائد،قریۃ:موصوف،الا: اداۃ حصر،لھامنذرون: جملہ اسمیہ صفت ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ذکری وما کنا ظلمین o وما تنزلت به الشیطین o﴾۔

ذکری: مبتدا محذوف "ھذہ" کیلئے خبر ملکر جملہ اسمیہ معترضہ ،و: مستانفہ ،ما: نافیہ، کنا:فعل ناقص بااسم،ظلمین: خبر،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ ،و:عاطفہ ،ما تنزلت:فعل نفی،بہ: ظرف لغو،الشیطین: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما ینبغی لھم وما یستطیعون o انھم عن السمع لمعزولون o﴾۔

و: عاطفہ ،ما ینبغی: فعل نفی بافاعل،لھم: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ،و: عاطفہ ،ما یستطیعون: فعل نفی بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ ،انھم: حرف مشبہ واسم،عن السمع: ظرف لغومقدم،لام: تاکیدیہ ،معزولون: اسم مفعول بانائب الفاعل،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلا تدع مع الله الھا اخر فتکون من المعذبین o﴾۔

ف: فصیحیہ ،لاتدع: فعل نہی بافاعل،مع اللہ: ظرف متعلق بمحذوف حال مقدم،الھا اخر: ذوالحال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،ف: سببیہ ،تکون: فعل ناقص بااسم،من المعذبین: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وانذر عشیرتک الاقربین o واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین o﴾۔

و: عاطفہ ،انذر: فعل امر بافاعل،عشیرتک الاقربین: مرکب توصیفی مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،و: عاطفہ ،اخفض جناحک: فعل امر بافاعل ومفعول،لام: جار،من اتبعک: موصول صلہ ملکر ذوالحال،من المومنین: ظرف مستقر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فان عصوک فقل انی بریء مما تعملون o وتوکل علی العزیز الرحیم o الذی یرک حین تقوم o وتقلبک فی السجدین o﴾۔

ف: عاطفہ ،ان: شرطیہ ،عصوک: جملہ فعلیہ شرط ،ف: جزائیہ ،قل: قول،انی: حرف مشبہ واسم ،بریء مما تعملون: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،توکل: فعل امر بافاعل،علی: جار،العزیز الرحیم: موصول،الذی: موصول،یری: فعل بافاعل،ک: ضمیر معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،تقلبک: ذوالحال،فی السجدین: ظرف مستقر حال،ملکر معطوف ملکر مفعول،حین تقوم: ظرف،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ،ملکر صفت،ملکر مجرور ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف،ملکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انه هو السمیع العلیم o هل انبئکم علی من تنزل الشیطین o﴾۔

انہ: حرف مشبہ واسم،ھو السمیع العلیم: جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ،ھل: حرف استفہام،انبئکم: فعل بافاعل ومفعول،علی: جار، من تنزل الشیطین: موصول صلہ،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تنزل علی کل افاک اثیم o یلقون السمع واکثرهم کذبون o﴾۔

تنزل: فعل بافاعل،علی: جار، کل: مضاف،افاک اثیم: موصوف،یلقون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال،و: حالیہ ،اکثرھم کذبون: جملہ اسمیہ حال،ملکر فاعل،السمع: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صفت،ملکر مضاف الیہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والشعراء یتبعهم الغاون o الم تر انهم فی کل واد یهیمون o وانهم یقولون ما لایفعلون o﴾۔

و: مستانفہ ،الشعراء: مبتدا،یتبعھم الغاون: فعل ومفعول وفاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ ،ھمزہ: حرف استفہام،لم تر: فعل نفی بافاعل،انھم: حرف مشبہ واسم ،فی کل واد یھیمون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف

علیہ، و: عاطفہ، انھم: حرف مشبہ واسم، یقولون مالایفعلون: جملہ قولیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الاالذین امنوا وعملوا الصلحت وذکروا اللہ کثیرا وانتصروا من بعد ما ظلموا﴾.

الا: حرف استثناء، الذین: موصوف، امنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عملوا الصلحت: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، ذکروا اللہ کثیرا: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، و: عاطفہ، انتصروا من بعد ماظلموا: جملہ فعلیہ معطوف ثالث، ملکر صفت، ملکر مستثنی منہ "الشعراء" ماقبل کیلئے مستثنی واقع ہے۔

﴿وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون٥﴾.

و: مستانفہ، سیعلم: فعل، الذین ظلموا: موصول صلہ، ملکر فاعل، ای منقلب: موصوف، ینقلبون: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... والشعراء یتبعھم الغاون...... ☆ یہ آیت شعراء کفار کے بارے میں نازل ہوئی جو سید عالم ﷺ کی ہجو میں شعر کہتے تھے اور کہتے تھے کہ جیسا محمد ﷺ کہتے ہیں ایسا ہم بھی کہہ لیتے ہیں اور ان کی قوم کے گمراہ لوگ ان سے ان اشعار کو نقل کرتے ہیں ان لوگوں کی اس آیت میں مذمت کی گئی ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

روح الامین کا بیان:

ا...... اہل صراط روح امین کو خبر کریں　　　جاتی ہے امت نبوی فرش پر کریں

آیت مقدسہ میں روح مقدسہ (جبرائیل امین علیہ السلام) کی خاص شان کا بیان ہے، جب یہ روح قوی ہوگی تو اس سے متعلق حواس بھی ادارک کی کیفیات میں سبقت کر جائیں گے یہاں تک کہ ادراک کی خاص کیفیت ہوگی جو عام طور پر نہیں ہوا کرتی۔ انہیں روح الامین علیہ السلام اس لئے بھی کہا گیا ہے کہ وہ اللہ عزوجل کی جانب سے وحی لانے کے معاملے میں امانتدار تھے۔

(حاشیۃ الشھاب المعروف عنایۃ القاضی، ج۷،ص۲۰۸)

اگر یہ کہا جائے کہ کونسا فرشتہ سید عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر خدمت ہوتا تھا؟ لوگ کہیں گے کہ جبرائیل امین علیہ السلام، میں کہوں گا دلیل کیا ہے؟ تو لوگ حیرت میں مبتلا ہوجاتے ہیں، پھر ایک کہتا ہے کہ سید عالم ﷺ کے پاس جبرائیل امین علیہ السلام کے سوا کوئی فرشتہ وحی لے کر نہیں آتا تھا۔ میں یہ کہوں گا کہ سید عالم ﷺ کے پاس حضرت اسرافیل علیہ السلام کا تین سال تک آنا ثابت ہے، جیسا کہ مسند احمد میں ہے۔ اس مقام پر کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿نزل بہ الروح الامین اسے روح الامین لے کر اترا (الشعراء: ۱۹۳)﴾ سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام کا قرآن لے کر نازل ہونا ہے۔ میں (علامہ عینی) کہوں گا کہ روح حضرت جبرائیل علیہ السلام کے علاوہ بھی فرشتے کو کہا گیا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿یوم یقوم الروح والملئکۃ صفا جس دن جبرائیل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے (النباء: ۳۸)﴾۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ مراد وہ فرشتہ ہے جو تمام فرشتوں میں عمدہ شان کا مالک ہو، میں (علامہ عینی) یہ کہوں گا کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو امانت دار ہونے کی صفت سے متصف کیا گیا ہے، اور یہ صفت انہیں اللہ عزوجل کی جانب سے عطا ہوئی ہے، انہیں روح بھی کہا گیا ہے۔ اور ضحاک نے روح سے مراد جبرائیل علیہ السلام لیا ہے، اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ روح سے مراد جبرائیل امین علیہ السلام ہی ہیں؟ میں (علامہ عینی) یہ کہوں گا کہ صحابہ، تابعین، اسباب علم اور خبر متواتر سے یہ ہی

سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں جسے رد کرنے کی کسی میں مجال نہیں ہے حتی کہ یہود و نصاری نے بھی روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہی لیا ہے۔ (عمدة القاري، كتاب :بدء الوحي، باب:كيف كان بدء الوحي، رقم:٢، ج١،ص ٨١)

قرآن کی متذکرہ آیت میں سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام کو روح الامین کا لقب دیا گیا ہے، اور حدیث میں بھی اس قسم کا مضمون ملتا ہے چنانچہ: سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اللهم ايدنا بروح القدس"۔

(صحيح البخاري، كتاب الصلوة،باب:الشعر في المسجد، رقم:٤٥٣،ص٧٨)

کیا قرآن کے علاوہ دیگر احکام کی بھی وحی ہوئی؟

ج.....اس بارے میں کہ کیا قرآن کے علاوہ دیگر احکامات کی بھی وحی ہوتی تھی؟، یعنی وحی متلو کے علاوہ غیر متلو کی بھی وحی ہوتی تھی۔ اس بارے میں علامہ آلوسی کہتے ہیں سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام سید عالم ﷺ پر الفاظ قرآن لے کر نازل ہوتے تھے، جو کہ لوح محفوظ میں بیت العزت میں ہوتا تھا جب جبرائیل امین علیہ السلام کو قرآن مجید کے نازل کرنے کا حکم ہوتا تو وہ اس کو لوح سے محفوظ کر لیتے یا ان کی طرف قرآن کی وحی کی جاتی اور اس کو لے کر نازل ہوتے، جیسا کہ بعض متقدمین کا کہنا ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام بغیر کسی تغیر و تبدل کے سید عالم ﷺ کی جانب قرآن القاء فرماتے۔ بعض کا کہنا یہ ہے کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام پر قرآن کے معانی نازل کئے جاتے پھر آپ علیہ السلام ان معانی کو اپنے الفاظ سے تعبیر کرتے لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿بلسان عربی مبین روشن عربی زبان میں (الشعراء:١٩٥)﴾۔ اور اگر ایسا مان لیا جائے تو پھر وحی متلو اور غیر متلو میں کوئی فرق ہی نہ رہے۔

☆......حضرت حارث بن ہشام کہتے ہیں کہ انہوں نے سید عالم ﷺ سے پوچھا کہ آپ ﷺ پر وحی کس طرح آتی ہے؟ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کبھی کبھی مجھ پر وحی گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے، اور وہ مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے، پس وحی مجھ سے منقطع ہوتی ہے اور میں اس کو یاد کر چکا ہوتا ہوں، اور کبھی میرے پاس فرشتہ آدمی کی شکل میں آتا ہے، پس وہ مجھ سے کلام کرتا رہتا ہے اور میں اس کے کلام کو یاد کرتا رہتا ہوں"، حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں میں نے انتہائی سرد دن میں دیکھا ہے کہ جب آپ ﷺ پر وحی کے آثار منقطع ہوتے تو آپ ﷺ کی پیشانی سے پسینہ بہہ رہا ہوتا۔ (صحيح البخاري، كتاب بدء الوحي، باب: كيف كان بدء الوحي،رقم:٢،ص ١)

اس حدیث کی شرح میں علامہ عینی کہتے ہیں: سیکھنے سکھانے کے لئے اللہ عزوجل نے قائل و سامع دونوں کے مابین مناسبت رکھی، جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ صحابہ کرام نے سرکار سے وحی کے حوالے سے کیوں سوال فرمائے؟ تو اس کا جواب میں (علامہ عینی) یہ دوں گا کہ دلوں کی طمانیت مقصود تھی، انہیں کوئی خدشہ نہیں تھا بلکہ وہ سید عالم ﷺ سے ان امور کے بارے میں سوال کرتے جن کا ادراک انسان حس سے نہیں کر سکتا تو سید عالم ﷺ انہیں اس کی خبر بھی دیتے، صحابہ کرام کو اس بارے میں کوئی ناپسندیدہ بات دامن گیر نہ تھی۔

(عمدة القاري، كتاب بدء الوحي، كيف كان بدء الوحي، رقم:٢، ج١،ص ٨١ وغيره)

بعض علماء کہتے ہیں کہ مان لیا کہ قرآن مجید کو جبرائیل امین علیہ السلام ہی نازل کرتے تھے (جس کی تحقیق تواتر سے ثابت ہے)، لیکن وہ ہمیشہ آپ ﷺ کے قلب پر قرآن لے کر نازل نہ ہوتے بلکہ ایسا اغلب و اکثر اوقات ہوتا تھا کیونکہ شیخ محی الدین ابن عربی نے "الفتوحات مكيه، باب: ۱۴"، میں لکھا ہے کہ جو فرشتہ سید عالم ﷺ پر وحی لے کر نازل ہوتا تھا اس کی دو قسمیں ہیں، کبھی وہ آپ ﷺ کے قلب پر وحی نازل کرتا تھا اور کبھی وہ آپ ﷺ کے پاس جسمانی صورت میں آتا تھا، جو وحی لے کر آتا وہ اس وحی کو آپ ﷺ کے کان میں القاء کر دیتا جس کو آپ ﷺ سنتے تھے اور کبھی وہ اس کو آپ ﷺ کی بصر پر القاء کر دیتا تھا جس کو آپ ﷺ دیکھتے تھے اور آپ ﷺ کو دیکھنے اور سننے سے حاصل ہونے والی وحی مساوی ہوا کرتی تھی، لیکن یہ قول درست نہیں ہے بلکہ قرآن مجید ہمیشہ آپ ﷺ کے قلب

اطہر ہی پر نازل ہوا ہے۔ بعض دیگر امور میں دیگر طریقے اختیار کئے گئے ہیں جیسا کہ احادیث میں بھی ہے کہ بعض اوقات فرشتہ آپ ﷺ کے پاس جسمانی صورت میں (حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں) بھی آتا تھا۔ (روح المعانی، الجزء:۱۹، ص۱۶۷)

عربی زبان کے علاوہ قرآن کو پڑھنا:

سؤ......اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا جو کہ اسی قسم کا تھا، ہم مسئلہ اور جواب بعینہ لکھ رہے ہیں۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر نمازی معنی نماز کے نہیں جانتے اور نہ کلمہ شریف کے معنی جانتے ہیں ،پس جاننا معنی کلمہ شریف اور نماز کے اور پر عمل کرنا بہت ہی ضرور ہے، پس اگر اہل عرب جاننے والے عربی میں پڑھیں اور باقی اہل زبان اپنی اپنی زبان میں عربی کا ترجمہ کرکے پڑھیں تو نماز درست وصحیح ہے یا نہیں، یعنی انگریزی خواں انگریزی میں ناگری خواں ناگری میں اور اردو والے اردو میں پنجگانہ نماز پڑھیں، بینوا وتوجروا۔

الجواب

گمراہی کہہ کر نہیں آتی، گمراہی کا پہلا پھاٹک یہی ہے کہ آدمی کے دل سے اتباعِ سبیل مومنین کی قدر نکل جائے، تمام امت مرحومہ کو بیوقوف جانے اور اپنی رائے الگ جانے، رسول اللہ ﷺ کے زمانۂ اقدس میں یہی عجمی لوگ مشرف باسلام ہوئے، حضرت بلال حبشی، حضرت صہیب رومی، حضرت سلمان فارسی وابوہریرہ اور صحابہ کرام ﷺ کے زمانہ میں جو ہزاروں بلادِ عجم فتح ہوئے، لاکھوں عجمی مشرف باسلام ہوئے، کبھی بھی حکم فرمایا؟ کہ تم لوگ اپنی زبان میں نماز پڑھا کرو، اب تیرہ سو برس کے بعد یہ مصلحت بعض ہندی بے علموں کو سوجھی، اس قدر کا ملاحظہ اتنا سمجھنے کو کافی ہے کہ یہ الہامِ رحمٰن نہیں بلکہ وسوسہ شیطان، قرآت قرآن فرض ہے اور وہ خاص عربی ہے غیر عربی میں ادا نہ ہوگی اور نماز نادرست ہوگی اور اس کے ماورا میں گنہگاری ہے، ہاں جو عاجز محض ہو تو مجبوری کی بات جُدا ہے۔ واللہ ﷻ اعلم۔

(الفتاوی الرضویہ مخرجہ، باب القراءۃ، ج۶، ص۳۲۳)

متذکرہ بالا مسئلے میں علامہ علاؤالدین حصکفی کہتے ہیں: نماز کو بغیر عربی زبان کے شروع کرنا جائز ہے چاہے کوئی بھی زبان ہو، علامہ البروی نے فارسی زبان کی تخصیص کی ہے کیونکہ اس کی فضیلت حدیث میں وارد ہوئی: ''لسان اھل الجنۃ العربیۃ والفارسیۃ الدریۃ یعنی اہل جنت کی زبان عربی اور فارسی ہوگی''۔ امام ابو یوسف اور امام محمد نے یہ شرط لگائی کہ وہ عربی میں پڑھنے سے عاجز ہو اور خطبہ ونماز کے تمام اذکار میں بھی یہی اختلاف ہے کہ ان کو غیر عربی میں پڑھنا کراہت تنزیہ کے ساتھ صحیح ہے۔ اور اگر وہ عربی میں قرآن پڑھنے سے عاجز ہے تو اس کا نماز میں غیر عربی میں قرائت کرنا بالاجماع جائز ہے۔ قرائت میں عجز کی قید لگائی ہے ،کیونکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اپنے قول سے صاحبین کے قول کی جانب رجوع فرمالیا تھا اور اسی پر فتوی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے نماز کے شروع کرنے کا حکم بھی نماز میں قرائت کرنے کی مثل لکھا ہے لیکن سلف نے اس طرح نہیں کہا اور نہ اس قول کی تقویت میں کوئی سند ہے، بلکہ تاتارخانیہ نماز کے شروع کرنے کو تلبیہ کی مثل کہا ہے پس ظاہر یہ ہے کہ صاحبین نے امام ابو یوسف کے قول کی طرف رجوع کیا ہے، نہ کہ امام اعظم کے قول کی جانب رجوع کیا ہے، اس کو یاد رکھنا کیونکہ اکثر فقہاء پر یہ چیز مخفی ہے حتی کہ علامہ شرنبلالی پر بھی۔

علامہ شامی کہتے ہیں: امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا ہے کہ نماز میں عربی میں قرائت کرنا شرط ہے، ہاں اگر کوئی عاجز ہو تو وہ فارسی میں قرائت کرسکتا ہے، پہلے امام ابوحنیفہ بغیر عجز کے بھی فارسی میں قرائت کو جائز کہتے تھے، پھر انہوں نے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کرلیا، کیونکہ نماز میں قرآن کو پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور قرآن کی تعریف یہ ہے ''وہ الفاظ عربیہ جو منظم ہیں اور نازل شدہ

ہیں اور مصاحف میں مکتوب ہیں اور جو نقل متواتر سے منقول ہوں'۔ جو عجمی زبان میں پڑھا گیا ہو یا لکھا گیا ہو اس کو مجازاً قرآن کہا جاتا ہے، اسی لئے اس سے قرآن کی نفی نہیں کی جاتی۔ اس دلیل کی قوت کی وجہ سے امام اعظم نے ان کے قول کی طرف رجوع کرلیا اور فارسی میں نماز شروع کرنے کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہ کی دلیل قوی ہے کیونکہ نماز کو شروع کرنے سے مطلوب ذکر اور تعظیم ہے اور یہ کسی بھی لفظ سے اور کسی بھی زبان سے حاصل ہو جاتا ہے خواہ وہ عربی اچھی طرح پڑھ سکتا ہو یا نہیں۔

علامہ حصکفی کہتے ہیں: اگر اس نے نماز میں فارسی میں قرآن پڑھا یا تورات یا انجیل پڑھی، اگر اس نے قصہ پڑھا ہے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر اللہ عزوجل کا ذکر پڑھا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

علامہ شامی کہتے ہیں: اگر اس نے عربی میں قرائت پر قدرت کے باوجود فارسی میں قرآن پڑھا یا تورات پڑھی تو اگر اس نے قصہ پڑھا ہے تو محض اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور فتح القدیر میں ہے کہ اگر اس نے فارسی میں قرآن کے کسی قصہ یا امر یا نہی کو پڑھا تو محض اس کے پڑھنے سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ اس وقت وہ اس قرآن کے ساتھ کلام کر رہا ہے جو غیر قرآن ہے۔ اس کے برخلاف اگر اس نے فارسی میں قرآن مجید کا وہ حصہ پڑھا ہے جس میں اللہ عزوجل کا ذکر ہے یا اس کی شرک اور ولد وغیرہ سے تنزیہ ہے تو اس صورت میں اس کی نماز اس وقت فاسد ہو جائے گی جب وہ اسی پڑھنے پر اختصار کرے اور عربی میں قرائت نہ کرے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلوۃ، با ب: صفۃ الصلوۃ، مطلب فی حکم القرائۃ بالفارسیۃ او التوراۃ، ج۲، ص۱۳۳)

عذاب الٰہی عزوجل جلد طلب کرنا:

۴.....مشرکین کا عذاب کی جلدی کرنا، ان کی ہٹ دھرمی پر بین دلیل ہے۔ اور ایسا کرنے والے وہی ہو سکتے ہیں جو اللہ عزوجل کا خوف نہ رکھتے ہوں، اور خوف کیونکر ہو، جسے یہ احساس ہی نہیں کہ اللہ عزوجل کے حضور پیش ہونا، جو اللہ عزوجل کو واحد مانتا ہی نہیں، جو قیامت، قبر و آخرت ہی کا انکار کرتا ہے۔ اب آسمان ٹوٹ کر گرنے کی خواہش کریں یا زمین پھٹنے کی آرزو ہو، خواہ بجلیاں گرنے کی جستجو کرے یا کسی اور عذاب کی خواہش ہو، الغرض عذاب کی خواہش کرنا ایسے ہی شخص کا کام ہو سکتا ہے جو اللہ عزوجل کی معرفت نہ رکھتا ہو اور اس کی قدرت میں شک و شبہ کا شکار ہو۔

کیا جرم کے بغیر عذاب دینا اللہ کی جانب سے ظلم کرنا ہے؟

۵.....اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں نصیحت کے لئے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔ اللہ عزوجل کی مشیت و منشاء یہی ہے کہ اللہ عزوجل ہدایت کے لئے حضرات انبیائے کرام کو بھیجتا ہے اور لوگ نہ مانیں تو پھر عذاب کا نزول ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس آیت کا مفہوم مخالف لیا جائے تو یہ بات جانی جا سکتی ہے کہ اگر اللہ عزوجل بغیر ڈرانے والے بھیجے عذاب کرے تو یہ اس کا ظلم ہوگا (معاذ اللہ عزوجل)، ہر چند کہ اللہ عزوجل ایسا نہیں کرتا کہ بغیر ڈرانے والے کے بھیجنے کے عذاب کرے لیکن اگر ایسا کرے تو اس کی طرف سے بندوں پر ظلم کرنا نہ کہلائے گا کیونکہ اللہ عزوجل خالق ہے اور خالق و مالک اپنی مملوک کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہے کر سکتا ہے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

خلاصہ یہ ہے کہ اب عمل کلام شارع کے علاوہ میں مفہوم مخالف کے معتبر ہونے پر ہے، کیونکہ کلام شارع میں صراحۃً کسی چیز کے مذکور ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا فائدہ اس کے ماسوا کی نفی کرنا ہے کیونکہ کلام شارع بلاغت کا سرچشمہ ہے، کبھی اس سے مراد کچھ اور ہوتا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کے اس فرمان میں ہے ﴿وربائبکم التی فی حجورکم﴾ اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں (النساء

(۲۳:)﴿اس آیت مبارکہ میں فی حجورکم کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ عموماً یہ لڑکیاں دوسرے شوہر کی پرورش میں رہتی ہیں اس لیے اسے ذکر کر دیا، اور بہر حال لوگوں کا کلام اس طرح کے فوائد سے خالی ہوتا ہے اسی بناء پر ان (یعنی لوگوں) کے کلام سے مفہوم مخالف لینے پر استدلال کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ چیز خود ان کے مابین متعارف ہے۔ السیر الکبیر میں شارح نے تصریح کی ہے کہ "جو شے عرف سے ثابت ہو نص سے ثابت شدہ کی طرح ہوتی ہے" یہ قول فقہاء کے اس قول کے قریب ہے "المعروف کالمشروط" تو اس صورت میں جو چیز عرف سے ثابت ہوگی تو وہ اسی طرح ہوگی جیسا کہ خود قائل نے اس بات کی تصریح کی ہو، پس اس کے موافق عمل کیا جائے گا اور یہی بات روایات کے مفہوم مخالف کے بارے میں بھی کہی جائے گی کیونکہ علماء کی عادت جاریہ ہے کہ وہ اپنی کتب میں قیودات اور شرائط وغیرہ اس بات پر تنبیہ کرنے کے لئے ذکر کرتے ہیں کہ جس شے میں یہ قید وغیرہ موجود نہ ہو وہ حکم سے خارج ہے اور اس کا حکم منطوق (مذکور) کے حکم کے برخلاف ہے اور یہ چیز علماء کے مابین بلا نکیر عام و معروف ہے اسی سبب سے اس بات کا کوئی مخالف نظر نہیں آیا۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ یہ کوئی کلی بات نہیں بلکہ اغلبی ہے جیسا کہ قہستانی نے شرح نقایۃ میں اس بات کو نہایۃ کی کتاب الحدود کی طرف منسوب کیا ہے اور غیر غالب کے بارے میں صاحب ہدایۃ کا یہ قول ہے "سنن الطھارۃ غسل الیدین قبل ادخالھما الاناء اذا استیقظ المتوضی من نومہ" یہاں سو کر بیدار ہونے کی قید اتفاقی ہے جو کہ الفاظ حدیث سے برکت لینے کے لئے ذکر کی گئی ہے ورنہ یہ سنت اکثر علماء کے نزدیک دونوں طرح کے افراد کو شامل ہے، خواہ وہ نیند سے بیدار ہو کر وضو کر رہا ہو یا بغیر سوئے۔ ایک قول یہ ہے کہ قید احترازی ہے اور اس کا مقصد اس شخص کو اس حکم سے خارج کرنا ہے جو پہلے سے بیدار ہو اور شمس الائمہ کردری علیہ رحمۃ اللہ الغنی کا اسی قول کی طرف میلان ہے۔

(درس عقود رسم المفتی، بحث: کلام شارع میں مفہوم کا اعتبار، ص ۱۹۱ وغیرہ)

☆......ابن الدیلمی کہتے ہیں کہ میں حضرت ابی بن کعب کے پاس گیا اور کہا میرے دل میں تقدیر کے متعلق ایک شبہ پیدا ہو گیا ہے، آپ مجھے کوئی حدیث سنا دیں تا کہ اللہ ﷻ میرے دل سے اس شبہ کو نکال دے، انہوں نے کہا اگر اللہ ﷻ رحم فرمائے تو اس کی ان پر رحمت ان کے اعمال سے زیادہ بہتر ہے، اور اگر تم احد پہاڑ جتنا سونا اللہ ﷻ کی راہ میں خرچ کر دو، تو اللہ ﷻ اس کو اس وقت تک قبول نہ فرمائے گا جب تک کہ تم تقدیر پر ایمان لے آؤ۔ اور تم یہ یقین رکھو کہ جو مصیبت تم کو پہنچی ہے وہ تم سے ٹلنے والی نہیں تھی، اور جو چیز تم سے ٹل گئی وہ تم کو پہنچنے والی نہ تھی، اور اگر تم اس کے خلاف عقیدے پر مرے تو تم دوزخ میں داخل ہو جاؤ گے، ابن الدیلمی نے کہا پھر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے اسی طرح کہا، پھر میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اسی طرح کہا، پھر میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو انہوں نے بھی اسی طرح حدیث روایت کی۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الایمان، باب: القدر، رقم: ۷۷، ص ۲۹)

قریبی رشتے دار اور مومنین پر خاص رحمت کا برتاؤ:

۶......بی بی عائشہ کہتی ہیں کہ جب آیت مقدسہ ﴿وانذر عشیرتک الاقربین اور اے محبوب! اپنے قریب تر رشتے داروں کو ڈراؤ(الشعراء:۲۱٤)﴾ نازل ہوئی تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اے صفیہ بنت عبد المطلب، اے فاطمہ بنت محمد، اے بنی عبد المطلب تمہارے لئے اللہ ﷻ کے مال کا مالک نہیں ہوں مجھ سے میرے مال سے جو چاہو مانگ لو"۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اے قریشیوں! اپنی جان کا سودا اللہ ﷻ سے کرلو میں تمہیں

کچھ (عذاب الٰہی عزوجل) سے نہیں بچا سکتا، اے بنی عبد المطلب میں تمہیں کچھ اللہ عزوجل کے (عذاب) سے بے پرواہ نہیں کرسکتا، اے عباس بن عبد المطلب! میں تمہیں اللہ عزوجل کے (عذاب) سے بے پرواہ نہیں کرسکتا، اے صفیہ (سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی) میں تمہیں کچھ (عذاب) سے بے پرواہ نہیں کرسکتا، اے فاطمہ بنت محمد میں تمہیں کچھ اللہ عزوجل کے (عذاب) سے بے پرواہ نہیں کرسکتا"۔

☆......ابن عباس کہتے ہیں کہ جب آیت مقدسہ ﴿وانذر عشیرتک الاقربین اور اے محبوب! اپنے قریب تر رشتے داروں کو ڈراؤ (الشعراء:٢١٤)﴾ نازل ہوئی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر چڑھے اور لوگوں کو متوجہ کرکے فرمانے لگے: "اے لوگوں! اے فلاں بن فلاں، اے فلاں بن فلاں، اے بنی عبد المطلب، اے بنی عبد مناف"، لوگ ان کی جانب متوجہ ہوئے تو مزید فرمایا: "اگر میں تمہیں خبر دوں کہ پہاڑ کے پیچھے سے گھوڑوں پر سوار لشکر آرہا ہے تو کیا تم میری بات کی تصدیق کرلوگے؟" لوگوں نے کہا کیوں نہیں ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی جھوٹ بولتا نہیں پایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہیں اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈراتا ہوں"۔

☆......ابن جریج کہتے ہیں کہ جب آیت مقدسہ ﴿وانذر عشیرتک الاقربین اور اے محبوب! اپنے قریب تر رشتے داروں کو ڈراؤ (الشعراء:٢١٤)﴾ نازل ہوئی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل بیت اور دیگر عزیز و اقارب سے ابتداء فرمائی، جس سے مسلمانوں کو صدمہ ہوا، اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں پر (الشعراء:٢١٥)﴾۔

(الطبری، الجزء:١٩، ص١٣٦ وغیرہ)

خیر و شر کا اختیار دینا:

ے......متذکرہ آیت میں اگرچہ خطاب نافرمانوں کو ہے کہ ﴿فان عصوک فقل انی بریء مما تعملون تو اگر وہ تمہارا حکم نہ مانیں تو فرمادو میں تمہارے کاموں سے بے علاقہ ہوں (الشعراء:٢١٦)﴾ لیکن سبق سب کے لئے ہے۔ اللہ عزوجل نے دنیا بنائی اور اس میں طرح طرح کی رنگینیاں سجادیں۔ نیکی و بدی کے راستے علیحدہ علیحدہ بیان کردیئے۔ جنت و دوزخ کی نعمتیں پیدا کردیں۔ اب انسان کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ چاہے تو نیکی کے راستے پر چل کر اللہ عزوجل کو راضی کرتے ہوئے دخول جنت کی کوشش کرے اور چاہے تو بُرائی کا راستہ اختیار کرے اور اللہ عزوجل کی ناراضگی والے کام کرکے دخول نار کا مستحق ٹھرے۔ اللہ عزوجل نے اپنے پاک کلام میں صاف فرمادیا: ﴿ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصبرین اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں کی کمی سے اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو (البقرۃ:١٥٥)﴾۔ نظام دنیا میں خوف و بھوک، مال و اسباب کی کمی بیشی، جان و مال کا ہلاک و برباد ہونا، پھلوں کی کمی و زیادتی، الغرض کیا کچھ اس کائنات بے ثبات میں انسان کے ساتھ نہیں ہوتا لیکن فلاح و کامرانی صرف صبر والوں کے لئے ہے۔ یعنی چاہے تو ان آزمائشوں پر بے صبر ہوکر رب العالمین عزوجل کی ناراضگی والے کام کرے اور چاہے تو اللہ عزوجل کی رضا والے کاموں میں مصروف ہوجائے، چاہے تو آخرت کی بہتری والے اعمال کرے اور چاہے تو اپنی عاقبت تباہ و برباد کرلے۔

کیا ترک اسباب ہی توکل ہے؟

۸......حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت میں سے ستر ہزار افراد بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہونگے، یہ وہ لوگ ہیں جو نہ داغ لگواتے ہونگے اور نہ دم کرتے ہونگے اور نہ بدفالی نکالتے ہونگے اور صرف اپنے رب پر توکل کرتے ہونگے"۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: ومن یتوکل علی اللہ، رقم: ٦٤٧٢، ص١١٢٢)

علامہ عینی اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ٹوٹکا وغیرہ جو تعویز کی صورت میں ہوتا ہے اور آفت یافتہ مثلاً بخار والے یا مرگی

والے کو دیا جاتا ہے اور بعض احادیث میں اس کا جواز پایا جاتا ہے اور بعض میں نیت کا اعتبار ہے کہ تعویز دینے کی نیت کیا ہے؟۔ جیسا کہ فرمان مقدس نشان ہے: ''تعویز طلب کرو کیوں کہ اس سے نظر اترتی ہے''۔ اور جہاں تک ممانعت کا تعلق ہے تو وہ ان ٹوٹکے کی ممانعت ہے جو عربی زبان اور اللہ ﷻ کے نام کے سوا ہوں (یعنی شیطانی عملیات ہوں)، جب کہ تعویزات کا ثبوت ملتا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اچھے بُرے شگون لئے جاتے تھے جب کہ شریعت میں بُرا شگون ہونا کچھ نہیں۔ اور توکل یہ ہے کہ اپنے امور کو اللہ ﷻ کی جانب سونپ دیا جائے اور اسباب سے آنکھ نہ چُرائی جائے کیونکہ توکل ترک اسباب کا نام ہی نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری، کتاب الرقاق، باب: ومن یتوکل علی اللہ ،رقم: ٦٤٧٢، ج١٥، ص٥٤٩ ملخصا)

شعر گوئی کی شرعی حیثیت:

۹......شیخ الاسلام شہاب الدین امام احمد بن حجر المکی الشافعی اپنی معروف کتاب: ''الزواجر عن اقتراف الکبائر'' میں لکھتے ہیں، حضرت سیدنا قاضی شریح علیہ الرحمۃ نے ''روضۃ الاحکام'' میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جب کوئی شخص کسی عورت کے متعلق عشقیہ اشعار کہے اور فحش انداز میں اس کا ذکر کرے تو وہ فاسق ہے خواہ اس کا ذکر تفصیل سے کرے یا مختصر اور اگر اسے معین کرے اور وہ اس کی کنیز یا بیوی ہو تو وہ فاسق نہ ہوگا کیونکہ یہ کم حماقت ہے اور ایک قول کے مطابق اس کی گواہی مردود ہو جائے گی اور اگر وہ عورت اجنبی اور معین ہو تو وہ فاسق ہو جائیگا اور اگر غیر معین ہو تو فاسق نہ ہوگا۔ ایک قول کے مطابق غیر معین ہونے کی صورت میں بھی وہ فاسق ہو جائیگا کیونکہ یہ بھی گناہ ہے۔

حضرات شیخین (امام رافعی اور امام نووی علیہما الرحمۃ) کی عبارت کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ وہ اس عمل سے فاسق نہ ہوگا اور اگر کہا جائے کہ اسکی گواہی مردود ہو جائے گی تو اس کی وجہ عدم مُرُوّت ہے نہ کہ فسق۔ ''الروضۃ'' کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ یہ قول زیادہ بہتر ہے کہ غیر معین عورتوں اور لڑکوں کے متعلق عشقیہ اشعار کہنے سے عدالت میں خلل نہیں آتا اگرچہ ایسے اشعار کی کثرت ہو کیونکہ عشقیہ اشعار کہنا ایک فن ہے اور شاعر کا مقصد محض کلام میں عمدگی لانا ہوتا ہے نہ کہ ذکر کی ہوئی بات کو ثابت کرنا۔ حضرات شیخین فرماتے ہیں: ''اگر وہ کسی ایسی عورت کا نام لے جسے جانتا نہ ہو کہ وہ کون ہے تب بھی یہی حکم ہونا چاہیے اور اگر شاعر معین عورت کے متعلق عشقیہ اشعار کہے یا اس کا فحش ذکر کرے یا اس کے پوشیدہ اعضا کی صفت بیان کرے تو اس کی گواہی مردود ہے۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ عشقیہ فسقیہ شاعری کہا کرتے، اللہ ﷻ کی بارگاہ میں اعتراض کرتے، بلکہ اُس دور کی جہالت کا کیا کہنا ہم تو اپنے دور کے جاہل شاعروں کا حال بھی دیکھتے ہیں۔ شاعر مشرق کے کلام میں کئی اشعار کفریہ شاعری پر مبنی ہیں مثلاً ''کلیات اقبال'' میں درج کفریہ اشعار درج ہیں:

(۱)......اگر ہنگامہ ہائے شوق سے ہے لامکاں خالی............خطا کس کی ہے یارب! لامکاں تیرا ہے یا میرا

(یہاں اللہ کو خطا کار کہہ دیا جو کہ صریح کفر ہے)

(۲)......اسی کوکب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن............زوال آدم خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا

(اللہ کے لئے زیاں کاری کا لفظ اگرچہ استفہامیہ ہو کفر ہے)

(۳)......تیرے شیشے میں مے باقی نہیں ہے............بتا کیا تو مرا ساقی نہیں ہے

سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم............بخیلی ہے یہ رزاقی نہیں ہے (اللہ کو بخیل کہنا صریح کفر ہے)

(۴)......چُپ رہ نہ سکا حضرت یزداں میں بھی اقبال............کرتا کوئی اس بندۂ گستاخ کا منھ بند

(اللہ کی گستاخی کر کے اکڑنا صریح کفر و گمراہی ہے)

(۵)......مجھے فریفتہ ساقیٔ جمیل نہ کر.....................بیانِ حور نہ کر ذکرِ سلسبیل نہ کر

مقامِ امن ہے جنت، مجھے کلام نہیں...........شباب کے لئے موزوں ترا پیام نہیں

شباب، آپ کہاں تک امیدوار رہے...........وہ عیش، عیش نہیں، جس کا انتظار رہے (جنت کی تحقیر کرنا کفر ہے)

(۶)......تیری خدائی سے ہے میرے جنوں کو گلہ...........اپنے لئے لامکاں، میرے لئے چار سو

(اللہ کی شان میں اعتراض کرنا کفر ہے)

غالب کا حال بھی دیکھ لیں کہ اس نے کیا گل کھلائے ہیں:

(۷)......ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن...........دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

(یہاں جنت کی تحقیر کی جارہی ہے جو کہ کفر ہے)

غزوہ خندق میں خندق کھودتے وقت سید عالم ﷺ نے کس طرح کلامِ شعری فرمایا:

(۸)...... واللہِ لَوْ لا اللہُ ما اهْتَدَيْنَا...........ولا تَصَدَّقْنا ولا صَلَّيْنا .

اللہ کی قسم! اگر اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت نہ پاتے...........اور نہ ہم صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔

(۹)...... فَاَنْزِلَنْ سَكِينَةً علينا...............وثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِن لا قَيْنَا

سو تو ہم پر طمانیت نازل فرما...........اور اگر کافروں سے ہمارا مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم رکھنا۔

(۱۰)...... اِنَّ الْاُوْلٰى قد بَغَوْا عَلَيْنا...........اِذَا ارادوا فِتْنَةً اَبَيْنَا .

ان لوگوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے...........جب یہ ہمارے خلاف فتنہ کا ارادہ کریں گے تو ہم اس کا انکار کرینگے۔

(صحيح البخاری، كتاب المغازی، باب:غزوة الخندق وهى الاحزاب،رقم:٤١٠٤،ص٦٩٦)

اغراض:

ای ذکر القرآن: اس جملے سے یہ وہم دور ہوتا ہے کہ جو کہا جاتا ہے: "بیشک ظاہر بات یہ ہے کہ قرآن بنفسِ نفیس ساری کتبِ سماوی میں ثابت ہے"۔ جب کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ذکرِ قرآن سے مراد اس کے اوصاف و اخبار کا بیان کرنا مقصود ہے، جو کہ سید عالم ﷺ پر نازل ہوا اور سچ و حق پر مبنی کلام ہے۔ **و اصحابه:** عبد اللہ بن سلام کے چار ساتھی تھے، اسد، اسید، ثعلبہ، ابن یامین، پانچواں علماء یہود میں سے تھا، جو اسلام کو اچھا جانتے تھے۔

جمع اعجم: اس کی اصل اعجمی یا نسبی کے ساتھ ہے جسے خفت پیدا کرنے کی غرض سے حذف کر دیا گیا ہے، اور بھی ہو سکتا ہے کہ "افعل فعلاء" سے جمع مذکر سالم (کوفیوں کے نزدیک ہونے کی بنا پر) پائے جانے والے وہم کو دور کرنے کے لئے لائی گئی ہو۔

ای لم یغن: یہ قول نفی کے معنی میں ہونے والے قول کے مساوی ہے۔

ردا لقول المشرکین: قول کا قائل محذوف ہے، تقدیرِ کلام یہ ہے کہ شیطان اِنْ (کافروں) کی زبان پر بولتا ہے، مراد اس سے کہانت والا کلام کرنا ہے۔

لکلام الملائکة: کلام سے مراد وحی ہو جو کہ حضرات انبیائے کرام کو اللہ عزوجل کی بارگاہ سے ہوا کرتی ہے تو شیطان اس سے یقیناً معزول ہیں اور ان تک ایسی بات نہیں اگر مراد عالم کے مغیبات ہیں تو پہلے پہل آسمانی باتیں چھپ چھپا کر جان لیتے تھے لیکن جب سید

عالم ﷺ اس جہاں عالم میں جلوہ فرماں ہوئے تو انہیں آسمانوں سے روک دیا گیا، جب کبھی یہ آسمان کی جانب بلند ہوتے فرشتے انہیں انگاڑے مارتے، اور اب جب کہ شیاطین کے لئے آسمان کے دروازے بند ہو چکے ہیں اور ان کی کہانت والی باتیں ختم ہو چکی ہیں تو مشرکین کا قول بھی باطل معلوم ہوا کہ قرآن پاک شیطان لے کر حضور کی بارگاہ میں آتے ہیں۔

رواہ البخاری و مسلم: سید عالم ﷺ سے روایت ہے کہ فرمایا: ''اے قریش کے لوگوں! تم اپنی جانوں کی حفاظت کرو، تمہیں اللہ ﷻ کے (عذاب) سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی، اے عبدالمطلب کی قوم کے لوگوں! تمہیں اللہ ﷻ کے (عذاب) سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی، اے عباس بن عبدالمطلب کی قوم! تمہیں اللہ ﷻ کے (عذاب) سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی، اے صفیہ (سید عالم ﷺ کی پھوپھی) تمہیں اللہ ﷻ کے (عذاب) سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی، اے فاطمہ بنت محمد ﷺ میرے مال سے بے پرواہ ہو جاؤ تمہیں اللہ ﷻ کے (عذاب) سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی''، ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ جب سید عالم ﷺ صفا کی پہاڑی پر چڑھے تو ندا فرمائی: ''اے بنو فہر!، اے بنو عدی!، قریش کی وادیوں لوگ جمع ہونے لگے، یہاں تک کہ ابولہب و دیگر قریش قبیلے کے لوگ بھی آگئے، فرمایا: ''اگر میں یہ کہوں کہ پہاڑ کی اس جانب سے ایک لشکر جرار مقابلے کے لئے آرہا ہے تو کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں: ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے ہوئے نہیں پایا، فرمایا: ''میں تمہیں سخت عذاب سے ڈرانے کے لئے آیا ہوں'' ابولہب بولا: تجھ پر تف ہے (معاذ اللہ)، کیا یہ کہنے کے لیے ہمیں جمع کیا تھا۔

الی الصلوۃ: سے خاص نماز مراد نہیں ہے کہ جہاد کے لئے کھڑا ہونا، خطبہ دینا اور لوگوں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی دعوت دینا ہے، اور اس کے علاوہ دیگر منقولات کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، اور ارکان مخصوصہ کے لئے اس لئے خاص کر لیا گیا ہے کہ یہ شہادت کے بعد اسلام کا عظیم رکن ہے جیسا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی ہے''۔

من الکھنۃ: جمع ہے کاھن کی، جو کہ مستقبل کی خبر دیتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ماضی کی خبر دیتے ہیں۔

وکان ھذا قبل ان حجبت الشیاطین عن السماء: اس جملے اور ماقبل کی بحث میں باہم تناقض پایا جاتا ہے، لیکن یہ تناقض اللہ ﷻ کے فرمان ﴿انھم عن السمع لمعزولون (الشعراء:۲۱۲)﴾ سے ختم ہو جاتا ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ شیطانوں کو آسمان کی جانب بلند ہو کر خبریں لانے سے روک دیا گیا، المختصر۔

من اودیۃ الکلام وفنونہ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ شعراء عرب کے ہر کلام میں لغویات و بے کار باتوں کا ذکر ہوتا تھا، اور ان وادیوں کا ذکر ہوتا جس کی جانب کسی کی توجہ ہی نہیں ہوتی تھی کہ وہ کہاں ہیں؟......۔

من الشعراء: شعرائے عرب میں حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ، کعب بن مالک وغیرہ بھی ہوئے ہیں، جان لیں کہ مدح وہ محمود ہے جو شرعاً محمود ہو اور وہ مذموم ہے جو شرعاً مذموم ہو۔

(الصاوی، ج٤، ص ۲٤۳ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

سورة النمل مكية وهي ثلاث او اربع او خمس وتسعون آية

سورۃ النمل مکی ہے اور اس میں ترانوے، چورانوے یا پچانوے آیات ہیں

تعارف سورة النمل

اس سورت میں ۱۳۱۷ کلمات اور ۴۷۹۹ حروف ہیں، اس سورت کا تعلق مکی زندگی سے ہے جب کفار کی عداوت اپنے عروج پر تھی، غلط الزامات، طعن وتشنیع، بہتان طرازی وغیرہ کے معاملات کا سامنا مسلمانوں کو آئے دن کرنا پڑتا تھا۔ اس سورت کے آغاز میں قرآن مجید کی تعریف کی گئی ہے، اور بتایا گیا ہے کہ یہ کسی انسان کی کتاب نہیں جو تمام تر اغلاط سے پاک ہونے کا دعوی کرتی ہے بلکہ خالق کائنات کی کتاب ہے جو کہ شک وشبہات سے پاک ہے۔ اس سورت میں اس حقیقت کو بھی واضح کیا گیا ہے کہ اسلام نے روزِ قیامت پر ایمان لانے کو کیوں ضروری قرار دیا ہے؟ یہ عقیدہ اسلامی زندگی کو سنوارنے میں ایک فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ متعدد مثالیں دے کر اس حقیقت کو واضح کر دیا گیا چنانچہ فرعون کے ذکر سے وضاحت کی گئی، جس فرعون نے اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے سرتوڑ کوشش کی وہ دنیا سے کس حال میں گیا اور اس کے ساتھ کیا عبرتناک انجام ہوا اس کی مثال قرآن میں جگہ جگہ ملتی ہیں۔ تاہم ساتھ ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر بھی کیا گیا جن کی سلطنت ملک گیر اور باعث درس وسبق آموز تھی کہ جہاں حاکم ایسے ہوں تو رعایا کا حال بھی ستھرا ہوتا ہے۔ ملکہ سبا کے تخت کا ذکر بھی کر دیا اور بیان کر دیا کہ ایک آن میں ولایت کی طاقت سے کرامات کے ظہور کے ذریعے معاملات کیسے حل کئے جاسکتے ہیں؟ سابقہ اقوام میں سے قومِ ثمود اور قومِ لوط کے حالات کو بیان کر دیا گیا، جس قوم میں آخرت پر ایمان نہیں ہوگا وہاں انفرادی اور اجتماعی کردار غلاظتوں سے آلودہ ہی رہیں گے جس کی نظیر اسلامی مملکت پاکستان میں دیکھنے میں آرہی ہے کہ اگرچہ مسلمان نام کے ہیں لیکن اقتدار کے نشے میں کیا کچھ نہیں ہو رہا سب پر عیاں ہے۔ خیر مکہ کے باشندے چونکہ تاجر تھے، سود کی لعنت میں گرفتار معاشرے کو تباہی کا سامنا تھا ساتھ ہی ہاتھوں کے بنے مجسموں کی پوجا عام تھی، تاہم سید عالم ﷺ کی طبیعت کی درستگی کے لئے تسلی خاطر کا اہتمام بھی خوب فرمایا ہے کہ اگر اندھا سورج کی روشنی کو نہیں دیکھ سکتا تو یہ اس کی بدقسمتی ہے ورنہ سورج تو روشنی دے رہا ہے۔ سرداران مکہ کی تمام تر غلط فہمیوں کا بھی ازالہ کر دیا گیا اور عام ہدایت کا پیغام ان جملوں میں دیا گیا: ﴿فمن اهتدى فانما يهتدي لنفسه(النمل:۹۲)﴾۔

رکوع نمبر: ۱۶

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿طس ﴾اَللّٰهُ اَعلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذَالِکَ﴿ تلك ﴾هٰذِهِ الْاٰيَاتُ﴿ايت القرآن﴾اَی آيَاتٌ مِنْهُ﴿ وكتاب مبين (۱)﴾مُظْهِرُ الْحَقِّ مِنَ الْبَاطِلِ عَطْفٌ بِزِيَادَةِ صِفَةٍ هُوَ﴿ هدى ﴾اَی هَادٍ مِنَ الضَّلَالَةِ﴿ وبشرى للمومنين (۲)﴾اَلْمُصَدِّقِيْنَ بِهٖ بِالْجَنَّةِ﴿ الذين يقيمون الصلوة ﴾يَاتُوْنَ بِهَا عَلٰى وَجْهِهَا﴿ ويؤتون ﴾يُعْطُوْنَ﴿ الزكوة وهم بالاخرة هم يوقنون (۳)﴾يَعْلَمُوْنَهَا بِالْاِسْتِدْلَالِ وَاُعِيْدَهُمْ لِمَا فُصِّلَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ

الخبر﴿ان الذین لا یومنون بالاخرة زینالهم اعمالهم﴾القبیحة بتركیب الشهوة حتی رَاوھا حَسنةً﴿فهم یعمهون (۴)﴾یَتَحَیَّرُونَ فِیها لِقُبحِهَا عِندَنا﴿اولئک الذین لهم سوء العذاب﴾اَشدُّهٗ فی الدنیا القتل والاسر﴿وهم فی الاخرة هم الاخسرون (۵)﴾لِمَصِیرِهم اِلی النَّارِ المُؤبَّدَةِ عَلَیهِم﴿ وانک ﴾خطابٌ لِلنَّبِیِّ ﷺ ﴿لتلقی القرآن﴾اَی یُلقِی عَلَیکَ بِشِدةٍ﴿من لدن﴾من عِندِ﴿حکیم علیم (۶)﴾فِی ذالک اُذکر﴿اذ قال موسی لاهله﴾زَوجَتِهٖ عِندَ مَسِیرِهٖ مِن مَدیَنَ اِلٰی مصرَ﴿انی انست ﴾اَبصَرتُ مِن بَعِیدٍ﴿ نارا ساتیکم منها بخبر﴾عَنْ حَالِ الطَّرِیقِ وَکانَ قَد ضَلَّهَا﴿او اتیکم بشهاب قبس﴾بِالاِضَافَةِ لِلبَیَانِ وَتَرکِهَا اَی شُعلَةِ نَارٍ فِی رَاسِ فَتِیلَةٍ اَو عُودٍ﴿لعلکم تصطلون (۷)﴾والطَّاءُ بَدَلٌ مِن تَاءِ الافتِعَالِ مِن صَلی بِالنَّارِ بِکَسرِ اللَّامِ وَفَتحِهَا تَستَدفِئُونَ مِنَ البَردِ﴿ فلما جاء ها نودی ان ﴾بِاَنْ﴿ بورک﴾اَی بَارَکَ اللهُ﴿من فی النار﴾اَی مُوسٰی ﴿ ومن حولها ط﴾اَی المَلائکةُ والعَکسُ وبَارَکَ یَتَعدّی بِنَفسِهٖ وَبِالحَرفِ وَیُقَدَّرُ بَعدُ فِی مکانٍ﴿ وسبحن الله رب العلمین (۸)﴾ مِن جُملَةِ مَا نُودِیَ وَمَعنَاهُ تَنزِیهُ اللهِ مِنَ السُّوءِ﴿ یموسی انه﴾اَیِ الشَّانُ﴿ انا الله العزیز الحکیم (۹) والق عصاک ﴾فَالقَاهَا﴿ فلما راها تهتز ﴾تَتَحَرَّکُ﴿ کانها جان ﴾حَیَّةٌ خَفِیفَةٌ﴿ ولی مدبرا ولم یعقب ط﴾یَرجِعُ قَالَ تَعَالٰی﴿ یموسی لا تخف قف﴾مِنهَا﴿ انی لا یخاف لدی﴾عِندِی﴿ المرسلون صلے ق (۱۰)﴾مِنْ حَیَّةٍ وَغَیرِهَا﴿الا﴾لکنْ﴿ من ظلم ﴾نَفسَهٗ﴿ ثم بدل حسنا ﴾اَتَاهُ﴿ بعد سوء ﴾اَی تَابَ﴿ فانی غفور رحیم (۱۱)﴾اَقبَلُ التَّوبَةَ واَغفِرُلَهٗ﴿ وادخل یدک فی جیبک ﴾طَوقِ القَمِیصِ﴿ تخرج ﴾خِلافَ لَونِهَا مِنَ الاُدمَةِ﴿ بیضاء من غیر سوء﴾بَرَصٍ لَها شُعَاعٌ یُغشِی البَصَرَ ایةً﴿ فی تسع ایت﴾مُرسِلًا بِهَا﴿ الی فرعون وقومه ط انهم کانوا قوما فسقین (۱۲) فلما جاء تهم ایتنا مبصرة ﴾اَی مُضِیئَةً وَّاضِحَةً﴿ قالوا هذا سحر مبین (۱۳)﴾بَیِّنٌ ظَاهِرٌ﴿ وجحدوا بها﴾اَی لَمْ یُقِرُّوا﴿و﴾ قَد﴿ استیقنتها انفسهم ﴾اَی تَیَقَّنُوا اَنَّهَا مِنْ عِندِ اللهِ﴿ظلما وعلوا ط﴾تَکَبُّرًا عَنِ الایمَانِ بِمَا جَاءَ بِهٖ مُوسٰی رَاجِعٌ اِلَی الجُحدِ﴿ فانظر ﴾یَامُحمدُ﴿ کیف کان عاقبة المفسدین (۱۴)﴾الَّتِی عَلِمتَهَا مِن اِهلاکِهِم.

﴿ترجمہ﴾

طٰس (اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے) یہ (تلک بمعنی هذه الایات ہے) آیتیں ہیں قرآن اور روشن کتاب کی (یعنی حق کو باطل سے جدا کرنے والی، القرآن کا عطف کتاب مبین پر صفت کی زیادتی کی وجہ سے ہے) ہدایت (یعنی گمراہی وضلالت سے ہدایت دینے والی ہیں) اور خوشخبری ایمان والوں کو (یعنی اس کی تصدیق کرنے والوں کے لئے جنت کی......ا......) وہ جو نماز برپا رکھتے ہیں (یعنی تمام لوازمات کی رعایت کرتے ہوئے نماز ادا کرتے ہیں) اور دیتے ہیں (یؤتون بمعنی یعطون ہے) زکوٰۃ......۲......اور

وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں (یعنی دلائل کے ساتھ اس کا علم رکھتے ہیں، یہاں ھم یوقنون سے پہلے ھم کا دوبارہ تذکرہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اور اس کی خبر کے درمیان فاصلہ آ گیا تھا) وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے کرتوت ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے ہیں (یعنی وہ اپنے برے اعمال کو شہوت کی آمیزش کی وجہ سے اچھا گمان کرتے ہیں) تو وہ بھٹک رہے ہیں (یعنی ہمارے نزدیک ان گناہوں کے قبیح ہونے کی وجہ سے وہ ان میں حیران و ششدر ہو کر سرگرداں ہیں) یہ وہ ہیں جن کے لیے عذاب ہے برا (یعنی دنیا میں قتل اور قید و بند کی صعوبتوں سے بھی سخت) اور یہی آخرت میں سب سے بڑھ کر نقصان میں (اس لئے کہ ان کا ٹھکانا جہنم میں ابدی ہوگا) اور بیشک تم (یہاں خطاب سرور دو عالم ﷺ سے ہے) قرآن سکھائے جاتے ہو (یعنی آپ ﷺ پر قرآن کریم بڑی سختی کے ساتھ القاء کیا جاتا ہے) اور حکمت والے علم والے کی طرف سے (من لدن بمعنی من عندہ ہے، اور اسی قرآن کریم میں ہے لہذا یاد کریں) جب کہ موسیٰ نے اپنی گھر والی ......۳...... سے (یعنی مدین سے مصر کی جانب جاتے ہوئے اپنی زوجہ محترمہ سے) کہا مجھے نظر پڑی ہے (دور سے دکھائی دے رہی ہے) ایک آگ، عنقریب میں تمہارے پاس اس کی کوئی خبر لاتا ہوں (راستے کے متعلق، اس لئے کہ وہ راستہ بھول چکے تھے) یا اس میں سے کوئی چمکتی چنگاری لاؤں گا (یعنی آگ کا ایک ایسا شعلہ جو لکڑی وغیرہ کے سرے پر ہوتا ہے، بشھاب قبس میں اضافت بیانیہ کے ساتھ بھی ہے اور اس کے ترک کے ساتھ بھی ہے) کہ تم تاپو (تصطلون میں طاء بدلی ہوئی ہے تاء افتعال سے، یہ اصل میں صلی بالنار سے کسرہ اور فتح دونوں کے ساتھ مشتق ہے، یعنی اس لئے کہ تم سردی سے بچنے کی خاطر آگ تاپ سکو) پھر جب آگ کے پاس آیا ......۴...... ندا کی گئی کہ برکت دیا گیا وہ (یعنی اللہ تعالیٰ نے برکت دی اسے) جو اس آگ کی جلوہ گاہ میں ہے (یعنی موسیٰ) اور جو اس کے آس پاس میں (یعنی فرشتے ہیں، یا پھر اس کے برعکس مراد ہے، بارک متعدی بنفسہ اور متعدی بالحرف بھی ہوتا ہے، اور فی کے بعد مکان محذوف ہے، یعنی تقدیر کلام یوں ہوگی کہ من فی مکان النار) اور پاکی ہے اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا، (یہ جملہ من جملہ اس کلام میں سے ہے کہ جس سے ندا دی گئی، اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے نقص اور عیب سے پاک ہے) اے موسیٰ بات یہ ہے کہ (انہ میں ہٗ ضمیر شان ہے) میں ہی ہوں اللہ عزت والا حکمت والا، اور اپنا عصا ڈال دے (پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈال دیا) پھر موسیٰ نے اسے دیکھا لہراتا ہوا (حرکت کرتا ہوا) گویا سانپ......۵...... ہے (جانٌّ بمعنی حیۃٌ خفیفۃٌ ہے) پیٹھ پھیر کر چلا اور مڑ کر نہ دیکھا (یعنی لوٹ کر، تو اللہ ﷻ نے ارشاد فرمایا) اے موسیٰ! ڈر نہیں (اس سے) بیشک میرے حضور (لدیّ بمعنی عندی ہے) رسولوں کو خوف نہیں ہوتا (سانپ وغیرہ سے) ہاں (الا بمعنی لکن ہے) جو کوئی زیادتی کرے (اپنے آپ پر......۶......) پھر بدلے بھلائی سے (یعنی نیکی کرے) برائی کے بعد (یعنی توبہ کر لے) تو بیشک میں بخشنے والا مہربان ہوں (میں توبہ قبول کرتا ہوں اور اس کی بخشش فرماتا ہوں) اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال (یعنی گریبان میں) نکلے گا (اپنی اصل رنگت یعنی گندمی کے خلاف) سفید چمکتا بے عیب (ایسا سفید کہ جس کی چمک آنکھوں کو چندھیا دے گی) نو نشانیوں میں (سے ایک کہ جن کے ساتھ آپ کو بھیجا گیا ہے) فرعون اور اس کی قوم کی طرف، بیشک وہ بے حکم لوگ ہیں......۷......، پھر جب ہماری نشانیاں آنکھیں کھولتی ان کے پاس آئیں (یعنی انتہائی واضح تو) بولے یہ تو صریح جادو ہے (مبین بمعنی بیّن ظاھر ہے) اور ان کے

منکر ہوئے (اور انہوں نے اقرار نہ کیا) اور ان کے دلوں میں ان کا یقین تھا (یعنی انہیں اس بات کا یقین تھا کہ یہ نشانیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں) ظلم اور تکبر سے (یعنی انہوں نے تکبر کیا اس پر ایمان لانے سے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر تشریف لائے، نیز ما جاء بہ موسی کا تعلق ان کے زبانی انکار سے ہے) تو دیکھو (اے سرورِ دوعالم نورِ مجسم ﷺ!) کیسا انجام ہوا فسادیوں کا (جیسا کہ آپ ﷺ ان کے ہلاک کرنے کے واقعہ سے آگاہ ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿طس تلک ایت القران و کتاب مبین٥﴾۔

طس۔ مبتدا محذوف "ھذہ" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، تلک: مبتدا، ایت: مضاف، القران: معطوف علیہ، و: عاطفہ، کتاب مبین: معطوف ملکر مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ھدی وبشری للمومنین٥ الذین یقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ وھم بالاخرۃ یوقنون٥﴾۔

ھدی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بشری: مصدر بافاعل، لام: جار، المومنین: موصوف، الذین: موصول، یقیمون الصلوۃ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یوتون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ھم: مبتدا، ھم: ثانیہ تاکید الاول، بالاخرۃ یوقنون: فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر حال، ملکر فاعل، الزکوۃ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ معطوف، ملکر "ھی" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذین لایومنون بالاخرۃ زینا لھم اعمالھم فھم یعمھون٥﴾۔

ان: حرف مشبہ، الذین: موصول، لایومنون بالاخرۃ: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر اسم، زینا لھم اعمالھم: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، ھم: مبتدا، یعمھون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولئک الذین لھم سوء العذاب وھم فی الاخرۃ ھم الاخسرون٥﴾۔

اولئک: مبتدا، الذین: موصول، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، سوء العذاب: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ھم: مبتدا، فی الاخرۃ: ظرف مقدم، ھم: ثانی لتاکید الاول، الاخسرون: اسم تفضیل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانک لتلقی القران من لدن حکیم علیم٥﴾۔

و: مستانفہ، انک: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، لتلقی القران: فعل مجہول بانائب الفاعل، من: جار، لدن: مضاف، حکیم: موصوف، علیم: صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اذ قال موسی لاھلہ انی انست نارا﴾۔

اذ: مضاف، قال موسی لاھلہ: جملہ فعلیہ قول، انی: حرف مشبہ واسم، انست نارا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، فعل محذوف "اذکر" کیلئے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ساتیکم منھا بخبر او اتیکم بشھاب قبس لعلکم تصطلون٥﴾۔

ساتیکم: فعل بافاعل ومفعول، منھا: ظرف مستقر حال مقدم، خبر: ذوالحال، ملکر مجرور، ب: جار، ملکر ظرف لغو، ملکر معطوف علیہ

،او: عاطفہ ،اتیکم: فعل بافاعل وکم ضمیر ذوالحال ،لعلکم تصطلون: جملہ اسمیہ حال ملکر مفعول ،ب: جار ،شھاب قبس: مرکب توصیفی مجرور ،ملکر ظرف لغو ،ملکر معطوف ،ملکر جملہ فعلیہ متانفہ۔

﴿فلما جاء ھا نودی ان بورک من فی النار ومن حولھا﴾.

ف: عاطفہ ،لما: ظرفیہ شرطیہ ،جاء ھا: فعل بافاعل ومفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط ،نودی: فعل بانائب الفاعل ،ان: مصدریہ ،بورک: فعل ،من فی النار: موصول صلہ ،ملکر معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،من حولھا: موصول صلہ ملکر معطوف ،ملکر نائب الفاعل ،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط ،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وسبحن اللہ رب العلمین٥﴾.

و: متانفہ ،سبحن: مصدر مضاف ،اللہ: اسم جلالت موصوف ،رب العلمین: صفت ،ملکر مضاف الیہ ،فاعل ملکر شبہ جملہ ہوکر "سبح" فعل محذوف کیلئے مفعول مطلق ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یموسی انہ انا اللہ العزیز الحکیم٥ والق عصاک﴾.

یموسی: نداء ،انہ: حرف مشبہ واسم ،انا: مبتدا ،اللہ: العزیز الحکیم: خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء ،ملکر جملہ ندائیہ ،و: عاطفہ ،الق عصاک: فعل امر بافاعل ومفعول ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلمارا ھا تھتز کانھا جان ولی مدبرا ولم یعقب﴾.

ف: عاطفہ ،لما: شرطیہ ،را: فعل بافاعل ،ھا: ضمیر ذوالحال ،تھتز: جملہ فعلیہ حال اول ،کانھا جان: جملہ اسمیہ حال ثانی ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط ،ولی: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال ،مدبرا: حال ملکر فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،لم یعقب: جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر جزا ،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿یموسی لا تخف انی لا یخاف لدی المرسلون٥﴾.

یموسی: نداء ،لا تخف: فعل نہی بافاعل ،ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء ،ملکر قول محذوف "قال تعالی" کیلئے مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ ،انی: حرف مشبہ واسم ،لا یخاف: فعل نفی ،لدی: ظرف ،المرسلون: فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الا من ظلم ثم بدل حسنا بعد سوء فانی غفور رحیم٥﴾.

الا: حرف استثناء ،من: موصولہ ،ظلم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ثم: عاطفہ ،بدل: فعل بافاعل ،حسنا: موصوف ،بعد سوء: ظرف متعلق بمحذوف صفت ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر صلہ ،ملکر مبتدا ،ف: جزائیہ ،انی غفور رحیم: جملہ اسمیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "المرسلون" مستثنی منہ سے مستثنی واقع ہے۔

﴿وادخل یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء﴾.

و: عاطفہ ،ادخل یدک: فعل امر بافاعل ومفعول ،فی جیبک: ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "الق عصاک" پر معطوف ہے ،تخرج: فعل "ھی" ضمیر ذوالحال ،بیضاء من غیر سوء: شبہ جملہ حال ،ملکر فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ جواب امر واقع ہے۔

﴿فی تسع ایت الی فرعون وقومہ انھم کانوا قوما فسقین٥﴾.

فی تسع ایت: ظرف مستقر اول ،الی فرعون وقومہ: ظرف مستقر ثانی ،فعل محذوف "اذھب" کیلئے ،ملکر جملہ فعلیہ متانفہ ،انھم: حرف مشبہ واسم ،کانوا قوما فسقین: جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿فلما جاء تهم اٰيٰتنا مبصرة قالوا هٰذا سحر مبين۝﴾.

ف: عاطفہ، لـمـا: شرطیہ، جـاء تـهـم: فعل ومفعول، اٰيٰتـنـا: ذوالحال، مـبـصـرة: حال، ملکر فاعل ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، قالوا: قول، هٰذا سحر مبين: جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وجحدوا بها واستيقنتها انفسهم ظلما وعلوا﴾.

و: عاطفہ، جـحـدوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، استيـقـنـتـهـا: فعل ومفعول، انـفـسـهـم: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ حال اول، ظلما: معطوف علیہ، و: عاطفہ، علوا: معطوف، ملکر حال ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "قالوا" پر معطوف ہے۔

﴿فانظر كيف كان عاقبة المفسدين۝﴾.

ف: فصیحیہ، انـظـر: فعل امر بافاعل، كيف: اسم استفہام خبر مقدم، كـان: فعل ناقص، عـاقـبـة الـمـفـسـديـن: اسم ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

انعاماتِ جنت کا بیان:

ا......ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس آیت ﴿ولمن خاف مقام ربه جنتان اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں(الرحمن:٤٦)﴾ سے مراد یہ لیا ہے کہ سابقین (صحابہ کرام) کے لیے سونے اور تابعین کے لیے چاندی کی جنت ہوگی۔

☆......حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جنت کے سو درجات ہیں اور ہر دو جنتوں کے مابین آسمان وزمین کا فاصلہ ہے اور جنت الفردوس سب سے بڑا درجہ ہے، اور جنت الفردوس میں چار نہریں بہتی ہیں، اس جنت کے اوپر عرش ہے، جب تم اللہ سے جنت کا سوال کروتو فردوس کا سوال کرو"۔

☆......ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قرآن کی ہر آیت کا جنت میں ایک درجہ ہے، اور تمہارے گھروں کا چراغ ہے۔

☆......بی بی عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جنت کے درجات کی تعداد قرآن کی آیات کی تعداد کے برابر ہے، پس جو قرآن پڑھنے والا جنت میں داخل ہو جائے گا تو اس کے اوپر جنت کا کوئی درجہ نہ ہوگا"۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جنت میں درجات ہیں جس میں صرف تین ہی قسم کے لوگ داخل ہوسکیں گے، امام عادل، صلہ رحمی کرنے والا، اپنے عیال کے معاملے میں صبر کرنے والا کہ جو کمائے حسب حیثیت اُن پر خرچ کرتا ہے"۔ (البدور السافرة، باب عدد الجنان واسمائها، رقم ١٧٠١، ١٧٠٦، ١٧١٧، ١٧١٩، ١٧٢٤، ص٤٩٤ وغیرہ)

☆......سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جنت کے آٹھ دروازے ہیں، جس میں سے ایک دروازے کا نام "الریان" ہے جس میں صرف روزہ دار ہی داخل ہوسکیں گے"۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو اپنے گھر والوں پر خرچ کرتا ہے اُسے جنت کے

دروازے سے ندا کی جائے گی اور کہا جائے گا اے بندے یہ تیرے لیے بھلائی ہے، نمازیوں کو نماز والے دروازے سے، روزے داروں کو باب الریان سے، صدقہ ادا کرنے والوں کو باب الصدقہ سے، جہاد کرنے والوں کو باب الجہاد سے، ابوبکر صدیق نے عرض خدمت کی یارسول اللہ ﷺ! کیا کوئی ایسا ہے جسے ہر دروازے سے بلایا جائے تو سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں، تم انہی میں سے ہو"۔

☆......ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جنت میں ایک دروازہ ہے جسے باب الفرح کہتے ہیں اور اس دروازے سے وہی داخل ہو سکے گا جو بچوں کو خوش رکھے گا"۔

☆......ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص پانچ نمازیں ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے، زکوٰۃ ادا کرے، سات کبیرہ گناہوں سے بچے، اُس کے لیے قیامت کے دن جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

☆......حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو مومن کو کھانا کھلائے یہاں تک کہ وہ پیٹ بھر کے کھالے، اللہ اُسے جنت کے دروازے میں داخل کرے گا جس میں اُسی کے مثل لوگ داخل ہونگے"۔

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص اپنے ایمان کے ساتھ تین چیزیں لائے، جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے، جس حور سے چاہے نکاح کر لے، وہ تین چیزیں یہ ہیں، (۱)......قرض کی ادائیگی احسن طریقے سے کرے، (۲)......نقصان پہنچانے والے کو معاف کر دے، (۳)...... ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھے"۔

☆......بی بی عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس کی دو بیٹیاں، دو بہنیں، دو پھوپھیاں یا دو خالائیں ہوں اور وہ ان کی کفالت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے"۔

(البدور السافرة، باب عدد ابواب الجنة، رقم: ۱۷۳۹، ۱۷۴۱، ۱۷۴٦، ۱۷۵۰، ۱۷۵٤، ۱۷۵۷، ۱۷٦۱، ص ۵۰۲)

☆......ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جنتیوں کے کمرے ایسے نظر آئیں گے جیسے اُفق مشرق ومغرب سے ستارے دکھائی دیتے ہیں، صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ یہ مقام تو فقط حضرات انبیائے کرام کے ہونگے کوئی اور اُس کو نہ پا سکے گا؟ جواب ارشاد فرمایا: "کیوں نہیں، جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اللہ پر ایمان والے اور رسولوں کی تصدیق کرنے والے بھی اِس مقام کو پائینگے"۔

☆......ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بیشک جنت میں ایک کمرہ ہے جس کا باہر اندر سے اور اندر باہر سے نظر آتا ہے، صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ یہ کس کے لیے ہے؟ ارشاد فرمایا: "جو صاف ستھرا کلام کرے (یعنی فحش گوئی نہ کرے)، لوگوں کو کھانا کھلائے، اور رات قیام کی حالت میں گزارے جب کہ لوگ سو رہے ہوں"۔

☆......عبید بن عمیر سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ادنیٰ درجے کے جنتی کا جنت میں موتیوں سے بنا ہوا گھر ہوگا جس میں کمرے اور دروازے بھی ہونگے"۔

☆......عمران بن حصین اور ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ سے اس آیت ﴿ومساكن طيبة في جنات عدن (التوبہ:۷۲)﴾ کے بارے میں سوال کیا گیا تو ارشاد فرمایا: "جنت کے محل موتی کے ہونگے اور اس محل میں ستر گھر ہونگے جو کہ سُرخ یاقوت کے بنے ہونگے اور ہر گھر میں ستر کمرے ہونگے جو سبز زُمُرّد کے ہونگے، اور ہر کمرے میں ستر تخت ہونگے جس کے اوپر ستر بچھونے ہر رنگ کے ہونگے اور اُن بچھونوں پر حوریں اُس کی زوجیت میں ہونگی، ہر کمرے میں ستر دستر خوان ہونگے جس میں ستر رنگ کے (لذیذ) کھانے ہونگے۔

(البدور السافرة، باب غرف الجنة وقصورها وبيوتها ومساكنها رقم: ۱۷۹۱، ۱۷۹۳، ۱۸۰۰، ۱۸۰۳، ص ۵۱۲ وغیرہ)

☆......ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "دنیا میں جنت کی مثل سوائے نام کے کوئی چیز نہیں"۔ انہی سے روایت ہے کہ "جنت کے پھلوں کی لمبائی دس ہاتھ ہے، جس میں گھٹلی نہیں ہے"۔

☆......ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں نے جنت کے انار کو دیکھا تو وہ اونٹ کی پالان نما بڑا تھا"۔ (البدور السافرة، باب ثمرات الجنة، رقم: ۱۸۸۹، ۱۸۹۵، ۱۸۹۷، ص ۵۳۲ وغیرہ)

☆......نسائی نے زید بن ارقم سے روایت کی کہ اہل کتاب میں سے ایک شخص سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی، اے ابو القاسم! کیا آپ کا گمان ہے کہ جنتی جنت میں کھائیں گے اور پئیں گے؟ سید عالم ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا: "قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، وہ شخص جسے سو آدمی کی جماعت دی گئی وہ بھی کھائیں، پئیں، جماع اور شہوت پوری کریں گے"، اُس شخص نے عرض کی: کیا کھانے پینے (کے بعد) کوئی حاجت بھی ہوگی؟ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ان کی حاجت جسم کی کھالوں سے خوشبودار پسینے کی صورت میں نکلے گی، اور جب ایسا ہو جائے تو (جان لینا) کہ کھانا ہضم ہو چکا"۔

☆......ابو نعیم نے ابراہیم التیمی سے روایت کیا ہے کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ جنتی شخص کو سو آدمیوں کی مقدار میں شہوت اور خوراک دی جائے گی اور جب وہ کھالے گا تو پاکیزہ شراب سے سیراب ہوگا جو کہ اس کی کھال سے مشک کے دانوں کی طرح پسینے کی صورت میں نکلے گی پھر اس کی شہوت دوبارہ لوٹا دی جائے گی۔

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سید عالم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: "جنتی جنت میں کھائیں اور پئیں گے لیکن بول وبراز (پیشاب پاخانہ) نہ کریں گے نہ ہی تھوکیں گے اور نہ ہی ناک کی گندگی ہوگی، ہاضمہ خوشبودار ڈکار اور پسینے کی صورت میں ہوگا، پھر شہوت لوٹا دی جائے گی"۔ (البدور السافرة، باب طعام اهل الجنة، رقم: ۱۹۰۳، ۱۹۰۴، ۱۹۰۵، ص ۵۳۵ وغیرہ)

☆......ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جنت کی نہروں کے نام سیحان، جیحان، نیل اور فرات ہیں"۔

☆......بیہقی نے حضرت کعب سے روایت کی ہے کہ نہر نیل سے مراد شہد کی نہر ہے، نہر الدجلہ سے مراد دودھ کی نہر ہے، نہر الفرات سے مراد شراب کی نہر ہے اور نہر السیحان سے مراد (میٹھے) پانی کی نہر ہے۔

☆......ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے دنیا میں شراب پی اور توبہ نہ کی تو آخرت میں اُسے شراب پینے کو نہ ملے گی"۔ (البدور السافرة، باب انهار الجنة وعيونها رقم: ۱۹۲۲، ۱۹۲۵، ۱۹۴۹، ص ۵۳۹)

☆......ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں نہ پہنے گا"۔

☆......حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا: "(مردوں) ریشم نہ پہنو، سونے چاندی کے برتن میں نہ کھاؤ پیو، اور بڑے چوڑے پیالے میں کھانا نہ کھاؤ، کافروں کے لیے دنیا میں ہے اور تمہارے لئے آخرت میں (حلال) ہے۔

☆......ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی جنتی ایسا نہیں ہوگا کہ اُس کے لیے طوبیٰ (جنت کا ایک باغ) آراستہ نہ کیا جائے، وہ اُس باغ میں جائے گا اور جو چاہے سفید، سرخ، سبز، زرد، سیاہ چیز اپنی پسند کی حاصل کرلے"۔

(البدور السافرة، باب لباس اهل الجنة، رقم: ۱۹۵۸، ۱۹۵۹، ۱۹۶۲، ص ۵۴۶)

فرضیت نماز وزکوۃ کا بیان:

۲......اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے رسالے "جماع التاج فی بیان الصلوة قبل المعراج تاج کے موتی ،معراج سے پہلے نماز کے بیان میں" فرماتے ہیں: "درمختار ، کتاب الصلوة" کے آغاز میں ہے کہ نماز باقاعدہ طور پر معراج میں فرض ہوئی تھی، اس سے پہلے صرف دو نمازیں تھیں، ایک طلوع سے پہلے اور ایک غروب سے پہلے۔ اور "المواهب ، فصل اول" میں جہاں اولین ایمان لانے والوں کا ذکر ہے، اس سے تھوڑا پہلے مذکور ہے کہ مقاتل نے کہا کہ ابتداء میں نماز صرف دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو فرض تھیں کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: ﴿وسبح بحمدربک بالعشی والابکار ﴾۔ "فتح الباری" میں ہے کہ نبی کریم ﷺ معراج سے پہلے تو نماز یقیناً پڑھتے تھے اور اسی طرح آپ ﷺ کے صحابہ بھی پڑھتے تھے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض بھی تھی یا نہیں! تو کہا گیا کہ ایک نماز طلوع سے اور ایک نماز غروب سے پہلے فرض تھی اور اس پر دلیل اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے: ﴿وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل غروبها﴾۔

(الفتاوی الرضویه مخرجه ،کتاب الصلوة تحت رساله مذکوره بالا، ج۵، ص ۷۵)

نماز وزکوۃ کا ساتھ ساتھ ذکر قرآن مجید میں بیاسی مقامات پر ہوا ہے جبکہ "الدر المختار" کے قول اصح کے مطابق بتیس مقامات پر یکجا ذکر ہوا ہے۔" واما الزکوة فلا یصح ادائها الا بالنية "" الاشباه" میں ہے کہ زکوۃ کی ادائیگی بغیر نیت کے درست نہیں۔ اور نیت میں اخلاص شرط ہے، بغیر اس کے نیت مہمل، فی مجمع الانهر :"الزکوة عبادة فلا بد فيها من الاخلاص یعنی زکوۃ بغیر اخلاص کے ادا ہی نہیں ہوتی"۔ "تنویر الابصار " میں ہے زکوۃ شارع کے مقرر کردہ حصہ کا فقط رضائے الٰہی عزوجل کے لئے کسی مسلمان فقیر کو اس طرح مالک بنانا کہ ہر طرح سے مالک نے اس چیز سے نفع حاصل نہ کرتا ہو بشرطیکہ وہ مسلمان وہ مسلمان ہاشمی نہ ہو اور نہ ہی اس کا مولیٰ ہو۔

(الفتاوی الرضویه مخرجه ،کتاب الزکوة، ج۱۰، ۶۳ وغیره)

اھل سے مراد کون ھیں؟

۳......مراد وہ شخص ہے جس کے گھر والے اور دیگر رشتے دار ہوں، اس کی جمع اَھلون، آھال، اَھال، اَھلات، اَھلات ہے۔ سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: "اھل القرآن سے مراد اھل اللہ ہیں"، اور اس کا خصوصیت کے ساتھ ذکر اس لئے ہے کہ یہ قرآن کو حفظ کرتے اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے ملتے تھے کہتے کہ "خیر اھلک" اور اس سے مہاجرین مراد لیتے تھے۔ اور اسی طرح دیگر کے لئے اھل مکہ، یا اہل اللہ کا لفظ بطور تعظیم استعمال کیا جاتا تھا۔

(لسان العرب، الحرف الالف، ج۱، ص ۲۵۳)

درخت میں آگ درحقیقت کیا تھی؟

۴......علامہ قرطبی کہتے ہیں: جب حضرت موسی علیہ السلام اس آگ کے قریب تشریف لائے تو اسے آگ ہی گمان کیا جب کہ وہ نور تھا، حضرت وہب بن منبہ کہتے ہیں جب حضرت موسی علیہ السلام نے آگ دیکھی تو اس کے قریب کھڑے ہوگئے، آپ علیہ السلام نے دیکھا کہ شدید خاردار جھاڑی نما سبز درخت کی جڑوں سے آگ نما روشنی نکل رہی ہے جو کہ سبز درخت کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہی ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام کو اس سے تعجب ہوا اور چاہا کہ ایک شعلہ حاصل کر لیں تاکہ زوجہ محترمہ اس سے تاپ سکیں، پس اس کی جانب بڑھے۔ پس خوف محسوس کیا اور پیچھے تشریف لے آئے۔ (القرطبی، الجزء: ۱۹، ص ۱۴۳ وغیرہ)

اژدھے کا بیان:

۵......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کا عصاء مبارک بادام کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ عبد بن حمید اور ابو شیخ نے قتادہ سے روایت کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا عصاء مبارک حضرت موسی علیہ السلام کو اس وقت دیا گیا جب وہ مدین کی جانب تشریف لے جانے لگے، وہ عصاء حضرت موسی علیہ السلام کے لئے رات کے وقت میں روشن ہو جاتا تھا اور دن کے وقت میں جب حضرت موسی علیہ السلام اسے زمین پر مارتے تو زمین سے رزق نمودار ہوتا، اور اس عصاء کی مدد سے آپ علیہ السلام جانوروں کے لئے پتے جھاڑنے کا کام بھی کرتے۔ اس بارے میں مشہور قول یہ ہے کہ یہ جنتی عصاء تھا جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے تھا پھر حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس سے ہوتا ہوا حضرت موسی علیہ السلام تک پہنچا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ اس عصاء کا نام ماشا تھا۔

☆......روایت ہے کہ جب حضرت موسی علیہ السلام نے اپنی لاٹھی پھینکی تو وہ زرد رنگ کا ایک بال والا اژدھا بن گیا اس کے دونوں جبڑوں کے مابین اسّی ذراع (یعنی ایک سو بیس فٹ) کا فاصلہ تھا اور وہ اپنی دم پر کھڑا ہو کر زمین سے ایک میل بلند تھا اژدھا اتنا بڑا تھا کہ اس کا ایک جبڑا زمین پر تھا اور دوسرا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا وہ فرعون کے پکڑنے کیلئے دوڑا تو فرعون اپنی جان بچانے کو تخت چھوڑ کر بھاگا اس حالت میں اس کے دست لگ گئے، ایک روایت میں یہ بھی ملتا ہے کہ اس ایک دن میں اس کے چار سو دست جاری ہوئے، اور بعض روایتوں میں یہاں تک ہے کہ اس کے پیٹ میں ایک ایسی بیماری جاری ہوگئی جو تادم مرگ دور نہ ہو سکی، ایک روایت کے مطابق اژدھے نے فرعون کا جبہ اپنی داڑھ میں پکڑ لیا اور لوگوں پر حملہ کیا جس سے بھگدڑ مچی اور اس بھگدڑ میں پچیس ہزار کی تعداد ماری گئی، بالآخر فرعون نے چیخ کر کہا کہ اے موسی علیہ السلام میں تمہیں اس ذات پاک کی قسم دیتا ہوں جس نے تمہیں بھیجا ہے تم اس اژدھے کو پکڑ لو میں تم پر ایمان لے آؤں گا اور تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دوں گا، حضرت موسی علیہ السلام نے اژدھے کو پکڑا تو مثل سابق لاٹھی بن گیا، جب حضرت موسی علیہ السلام نے لاٹھی کو پکڑ لیا فرعون نے پھر سے نافرمانی کی اور پرانی روش پر ہی قائم رہا۔ (روح المعانی، الجزء التاسع، ص ۳۰ وغیرہ)

حضرت موسی علیہ السلام کا اپنی جانب گناہ کی نسبت کرنے کے محامل:

۶......حضرت موسی علیہ السلام نے قبطی کے سلسلے میں توبہ فرمائی تھی لہذا توبہ و مغفرت کے بعد حضرت موسی علیہ السلام کو خوف لاحق

ہونے کا کیا معنی ہے؟ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ علم والوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ خائف رہتے ہیں، اور انہیں توبہ کرنے کے بعد بھی امن نہیں رہتا اور وہ خوف میں رہتے ہیں۔ حسن وابن جریج کہتے ہیں: اللہ عزوجل نے فرمایا: اے موسیٰ! میں نے تجھ سے قبطی کے قتل کو معاف کر دیا، حسن کہتے ہیں کہ حضرات انبیائے کرام (بظاہر اپنی نگاہ میں ہونے والے) گناہ سے بھی مواخذہ سے لرزتے ہیں۔ ثعلبی، قشیری ، ماوردی وغیرہ کہتے ہیں کہ یہاں ''الا '' کے ذریعے استثناء صحیح ہے، یعنی حضرات انبیائے کرام ومرسلین عظام میں سے جو بھی اپنی ذات پر نبوت سے پہلے حالت صغرسنی میں (بظاہر) ظلم کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبطی کے مرجانے اور اس حوالے سے توبہ کے بارے میں خوف رہتا تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ حضرات انبیائے کرام نبوت کے بعد صغائر وکبائر سے معصوم ہوتے ہیں اور اس کا بیان سورۃ البقرۃ میں گزر چکا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام قیامت کے دن جرائم وغیرہ کے مواخذہ سے بے خوف ہونگے جیسا کہ شفاعت سے متعلق حدیث میں ہے، جب مقرب بندے سے کوئی ناپسندیدہ کام سرزد ہو جاتا ہے اگرچہ وہ اس سے توبہ کرلے لیکن اس کا اثر باقی (مقرب بندے کی نگاہ میں) رہتا ہے، اور تہمت کا اثر قائم ودائم رہتا ہے، اور مراد نافرمانی کا خوف نہیں بلکہ عظمت چلی جانے کا خوف ہوتا ہے۔ اور تہمت یافتہ شخص بادشاہ کے سامنے اپنی تہمت کی جانچ پڑتال سے خائف رہتا ہے کہ کہیں اس کے دامن کو داغ دار نہ کردے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ بھی یونہی تھا کہ انہیں خوف لاحق تھا جس کی وجہ سے وہ گناہ کو اپنی جانب منسوب کر رہے تھے، اسی لئے مغفرت چاہی اور مغفرت پا جانے کے بعد فرمایا: ﴿رب بما انعمت علی فلن اکون ظهیرا للمجرمین اے میرے رب جیسا تو نے مجھ پر احسان کیا تو اب ہرگز میں مجرموں کا مددگار نہ ہونگا(القصص: ۱۷)﴾۔

(القرطبی ،الجزء: ۱۹، ص ۱۴۷)

عوام وخواص کی معصیت میں فرق:

یہ.....جن کے سروں پر نبوت کے تاج جگمگاتے ہیں یقیناً وہ ہماری طرح نہیں ہیں، قرآن مجید میں جن مقامات پر حضرات انبیائے کرام کی جانب ذنب کی نسبت ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱).....اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿یوسف اعرض عن هذا واستغفری لذنبک اے یوسف تم اس کا خیال نہ کرو اور اے عورت تو اپنے گناہ کی معافی مانگ (یوسف: ۲۹)﴾

(۲).....﴿فاصبر ان وعدالله حق واستغفر لذنبک وسبح بحمد ربک تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو اور اپنے رب کی تعریف کرتے رہو (غافر: ۵۵)﴾

(۳).....﴿فاعلم انه لا اله الا الله واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اے محبوب اپنے (بظاہر) ذنب کی معافی چاہو اور مومنین مردوں اور عورتوں کی (محمد: ۱۹)﴾۔

(۴).....﴿لیغفر لک الله ما تقدم من ذنبک وما تاخر تاکہ اللہ تمہیں معاف کردے تمہارے (بظاہر) اگلے پچھلے

ذنب (الفتح:۲)﴾

(۵)......﴿ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا لنكونن من الخسرين اے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے (الاعراف:۲۳)﴾

حضرات انبیائے کرام سے حقیقتاً گناہ کا تصور ہی نہیں ہے، یہ حضرات مخلوق کو راہ راست پر لانے کے لئے مبعوث ہوتے ہیں، اگر ان سے بھی گناہ کا صدور ہونے لگے تو پھر عام لوگوں کی ہدایت کیونکر ممکن ہو سکے گی؟ جہاں تک عام لوگوں کا تعلق ہے تو ان کا حال ہمارے سامنے ہے۔ نماز جیسی عظیم نعمت کو ضائع کر دیتے ہیں، بلکہ دیگر فرائض، واجبات، سنن و مستحبات غرض کسی چیز کی پرواہ ہوتی ہی نہیں، بہت کم دیکھے گئے ہیں کہ جنہیں گناہ پر ندامت بھی ہوتی ہو۔ لہذا حضرات انبیائے کرام کا اپنی جانب گناہ کی نسبت کرنا ان کی عظمت شان کی دلیل ہے اور اللہ ﷻ کا اپنے پیارے انبیائے کرام کی جانب گناہ کی نسبت کرنا رب اور بندے کے تعلق کا انوکھا معاملہ ہے۔ ہمیں مجال نہیں ہونی چاہیے کہ ہم انہیں اپنے جیسا گمان کریں، ان کو اپنے ساتھ قیاس کریں، ان کا معاملہ اور ہے اور ہمارا حال اور ہے۔

اغراض:

ثلاث او اربع: آیات کی زیادتی کے اعتبار سے تین اقوال ہیں، تین، چار یا پانچ۔ **مظهر الحق من الباطل:** حق یہ ہے کہ قرآن ظاہر و واضح ہو جائے اور اسی طرح باطل بھی ظاہر و واضح ہو جائے۔

عطف بزيادة صفة: "الکتاب" کا عطف "القرآن" پر کیوں کیا حالانکہ دونوں کا معنی ایک ہی ہے؟ میں علامہ (صاوی) اس کا جواب یہ دونگا کہ کتاب قرآن کی صفت ہے اور قرآن میں یہ کہیں نہیں کہ کتاب قرآن کی صفت ہے۔

هو: جملہ مستانفہ سوال مقدر کے جواب میں آیا ہے تقدیر عبارت یوں ہے: "ما الفائدة الاتيان به ؟ وما الثمرة المترتبة عليه ؟ میں (علامہ صاوی) جواب یہ دوں گا کہ ﴿هدى وبشرى للمومنين﴾۔

اى هاد من الضالة: یہ "الهدى" کی تفسیر میں سے ایک احتمال ہے، اور اس سے مراد "ذو هدى یعنی ہدایت والا ہونا"، ہے یا اس تک ہدایت پہنچ جائے حتی کہ وہ اپنے نفس کے اعتبار سے ہدایت والا ہو جائے۔

ياتون بها على وجهها: کمال درجے میں نماز اس کی شرائط و ارکان کی مدد سے ادا کی جائے۔

يعلمونها بالاستدلال: آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے ذریعے استدلال کیا جائے اور جو ان میں شک کرے گویا کفر کیا۔

يتحيرون فيها: شیطان کی مزین کردہ اور رحمٰن کی خبروں کے مابین حیران و ششدر ہے، اور انہیں یہ اچھائی اور برائی میں تمیز نہیں ہے اور کافر قوم اپنے کفر میں اپنی گمراہی کی وجہ سے حیران ہیں اور یہ معلوم (ومطلوب) بات ہے کہ ہر تاریکی میں رہنے والے تمام نورانی (صفات والے امور) سے حیران ہی ہیں، پس اہل ایمان اپنے اعتقادات پر ثابت قدم ہوتے ہیں اور اہل کفر اپنے کفر پر شک و شبہ میں ہوتے ہیں۔

زوجته: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اہل سے مراد ان کی زوجہ یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی ہیں، یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بیٹا یا ان کی خادمہ ہیں۔ **عند مسيره من مدين:** تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ اور بھائی سے ملاقات فرمالیں، اور وہ تاریک رات تھی، جس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر راستہ مشتبہ ہو گیا اور ان کی زوجہ کو درد زہ ہوا۔

ای شعلۃ: آگ کا جلتا شعلہ، اوراضافت بیان جنس کی طرف ہے، کیوں کہ شہاب کا لفظ آگ اوراس کے علاوہ مثلاً کواکب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

ای بــــان: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اَنْ بمعنی اَنْ مصدریہ ہے، مصدر میں تاویل ہوئی ہے اوراس سے قبل حرف جر "باء" محذوف ہے، یعنی ﴿من فی النار﴾ برکت کے لئے ندا کی گئی، تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تقدیس اوران کے قلب پاک کی طہارت ہوجائے اور قلب موسیٰ علیہ السلام کسی اور جانب مائل نہ ہوجائے اوران کے قلب پاک کونبوت ورسالت کے ساتھ خاص کرلیا گیا ہے، یعنی اللہ عزوجل نے انہیں ہدایت عطا فرمائی، یعنی اے موسیٰ علیہ السلام ہم تمہیں راہ خیر کے لئے، پاک کرنے کے لئے اور رسالت کے لئے منتخب کرتے ہیں، جیسا کہ ماقبل سورۃ طٰہٰ ﴿وانا اخترناک﴾ میں گزر چکا ہے۔

ویقدر بعد فی مکان: تفسیر اول کے پیش نظر کہا جاتا ہے کہ اے موسیٰ علیہ السلام! اللہ عزوجل تجھے برکت دے جو کچھ آگ کی جگہ میں ہے، اوراس تقدیر کی بناء پراس بات کی احتیاج رہتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حقیقت میں آگ کی جگہ میں نہ تھے بلکہ وہ اس کے قریب ہی جگہ میں موجود تھے۔

من جملۃ ما نودی: یعنی اس مقام پر آئے، اور یہاں اُس مقام کی پاکی بیان کرنا ہے، تاکہ اس وہم کو دور کیا جاسکے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس مقام پر حرف وصوت کے اعتبار سے کلام سماعت فرمایا یا اللہ عزوجل اس مقام پر موجود تھا یا کسی جہت پر موجود تھا۔

حیۃ خفیفۃ: یعنی تیز حرکت مراد ہے، اور یہ ہلکی حرکت اس کے بڑے خوفناک ہونے والی صفت کے منافی نہیں۔

طوق القمیص: اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آستین میں ہاتھ ڈالنے کا حکم نہ تھا، کیونکہ جس ساخت کا لباس زیب تن تھا اس میں آستین چھوٹی تھیں (یا تھیں ہی نہیں)، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ آستینیں تھیں ہی نہیں۔ ای مضیئۃ: سے مراد معنوی ضیاء ہے، یعنی ہاتھ سے روشنی پھوٹتی دکھائی دیتی تھی۔ من اھلاکھم: یعنی غرق ہونا جہاں والوں کے لئے عبرت ہے۔ (الصاوی، ج۴، ص۲۴۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۷

﴿ ولقد اٰتینا داوٗد وسلیمن ﴾اِبْنَهٗ﴿ علما ج﴾بِالْقَضَاءِ بَیْنَ النَّاسِ وَمَنْطِقَ الطَّیْرِ وغَیْرِ ذالِکَ﴿ وقالا ﴾شُکْرًا لِلّٰهِ﴿الحمد للّٰه الذی فضلنا ﴾بالنُّبُوَّةِ وتَسْخِیرِ الجِنِّ والْاِنْسِ والشَّیَاطِینِ﴿ علی کثیر من عبادہ المومنین (۱۵) وورث سلیمن داوٗد ﴾النُّبُوَّةَ والعِلْمَ﴿ وقال یایھا الناس علمنا منطق الطیر ﴾اَیْ فَهْمَ اَصْوَاتِهٖ﴿ واوتینا من کل شیء ﴾یُؤتَاهُ الْاَنْبِیاءُ والمُلُوکُ﴿ ان ھذا ﴾المُؤتٰی﴿لھو الفضل المبین (۱۶)﴾اَلْبَیِّنُ الظَّاهِرُ﴿ وحشر ﴾جُمِعَ﴿لسلیمن جنودہ من الجن والانس والطیر ﴾فِی مَسِیرٍ لَهٗ﴿ فھم یوزعون (۱۷)﴾یُجْمَعُونَ ثُمَّ یُسَاقُونَ﴿حتی اذا اتوا علی واد النمل ﴾هُوَ بِالطَّائِفِ اَوْ بِالشَّامِ نَمْلَةٌ صِغَارٌ او کِبَارٌ﴿ قالت نملۃ ﴾مَلِکَةُ النَّمْلِ وقَدْ رَاَتْ جُنْدَ سُلَیْمَانَ﴿ یایھا النمل ادخلوا مسکنکم لا یحطمنکم ج﴾یُکَسِّرَنَّکُمْ﴿ سلیمن وجنودہ وھم لا یشعرون (۱۸)﴾بِهَلَاکِکُمْ نَزَّلَ النَّمْلَ مَنْزِلَةَ الْعُقَلَاءِ فِی الْخِطَابِ بِخِطَابِهِمْ﴿ فتبسم ﴾سُلَیْمَانُ اِبْتِدَاءً﴿ضاحکا﴾اِنْتِهَاءً﴿من قولھا﴾وَقَدْ سَمِعَهٗ مِنْ ثَلٰثَةِ

اَمْيَالٍ حَمَلَتْهُ الرِّيحُ اِلَيهِ فَحَبَسَ جُندَهُ حِينَ اَشْرفَ وعَلَىٰ اَدِيهِم حتّٰى دَخَلوا بُيوتَهم وكَانَ جُندُهُ رُكبانًا ومَشاةً فِي المَسِيرِ﴿ وقال رب اوزعنى﴾اَلْهِمنِى﴿ ان اشكر نعمتک التی انعمت﴾بِهَا﴿ علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضه وادخلنی برحمتک فی عبادک الصلحین (۱۹)﴾الاَنْبِياءِ والاَولِياءِ﴿ وتفقد الطیر﴾لِيَرى الهُدهُدَ الذِى يَرى الماءَ تَحتَ الارضِ وَيَدُلُّ عَليهِ بِنَقْرِهٖ فيها فَتَستَخرِجُه الشَّياطِينُ لِاحْتِياجِ سُلَيمانَ اِلَيهِ لِلصَّلوةِ فَلَمْ يَرَهُ﴿ فقال ما لی لا اری الهدهد ملے د﴾اَیْ اَعرَضَ لِی مَا مَنعَنِى مِن رُؤيَتِهٖ﴿ ام کان من الغائبین (۲۰)﴾فَلَم اَرَهُ لِغَيبَتِهٖ فَلَمَّا تَحقَّقَهَا قال﴿لاعذبنه عذابا﴾اَی تَعذِيبًا﴿ شديدا﴾بِنَتفِ رِيشِهٖ وَذَنَبِهٖ وَرَميِهٖ فى الشَّمسِ فَلا يَمتَنِعُ مِنَ الهَوامِ ﴿ او لاذبحنه ﴾بِقَطعِ حُلقُومِهٖ﴿ اوليأتينى ﴾بِنونٍ مُشَدَّدةٍ مَكسُورَةٍ او مَفتوحَةٍ يَلِيهَا نونٌ مكسورةٌ﴿بسلطن مبين (۲۱)﴾بُرهَانٍ بَيِّنٍ ظاهِرٍ على عُذرِهٖ﴿ فمكث ﴾بِضَمِّ الكافِ وَفَتحِهَا﴿ غير بعيد﴾اَی يَسيرًا مِنَ الزمانِ وَحَضَرَ لِسُلَيمَانَ مُتواضِعا بِرَفعِ رَاسِهٖ وَاِرخاءِ ذَنَبِهٖ وَجَنَاحَيهِ فَعفا عنهُ وَسالَهُ عمَّا لَقِىَ فى غَيبَتِهٖ﴿ فقال احطت بما لم تحط به﴾اَی اِطَّلَعتُ بِما لَم تَطَّلِع عليهِ﴿ وجئتک من سبا﴾بِالصَّرفِ وَتَرکِهٖ قَبِيلَةٌ بِاليَمنِ سُمِّيَت بِاسمِ جَدٍّ لَهُم بِاِعتبَارِهٖ صُرِفَ﴿بنبا يقين (۲۲) انی وجدت امراة تملکهم ﴾اَی هِيَ مَلَكَةٌ لَهُمْ اِسمُهَا بِلقِيسُ﴿ واوتيت من كل شيء ﴾تُحتاجُ اِلَيهِ المُلوکُ مِنَ الاٰلَةِ والعُدَّةِ﴿ ولها عرش ﴾سَرِيرٌ﴿ عظيم (۲۳)﴾طُولُه ثَمانُونَ ذِرَاعا وَعَرضُهُ اَربَعُونَ ذِرَاعا وَارتِفاعُهُ ثَلثُونَ ذِرَاعا مَضرُوبٌ مِنَ الذَّهَبِ والفِضَّةِ مُكَلَّلٌ بِالدُّرِّ والياقُوتِ الاَحمرِ والزَّبَرجدِ الاخضرِ والزُّمرُّدِ وقَوَائِمهُ مِنَ الياقُوتِ الاَحمَرِ والزَّبرجَدِ الاخضرِ والزُّمرُّدِ عَلَيه سَبعَةُ بُيوتٍ على كُلِّ بيتٍ بابٌ مُغلقٌ﴿ وجدتها وقومها يسجدون للشمس من دون الله وزين لهم الشيطن اعمالهم فصدهم عن السبيل ﴾طَرِيقِ الحَقِّ﴿ فهو لا يهتدون (۲۴) الا يسجدوا لله ﴾اَی اَن يَسجُدوا لَهُ فَزِيدَتْ لَا وَاُدغِمَ فِيها نُونُ اَن كما فِى قَولِه تعالى لِئَلا يَعلَمَ اَهلُ الكِتٰبِ والجُملَةِ فى مَوضِعِ مفعُولٍ يَهتَدونَ بِاِسقاطِ الى ﴿الذی يخرج الخب ء ﴾مَصدرٌ بِمَعنَى المَخبُوءِ مِنَ المَطرِ والنَّبَاتِ﴿ فى السموت والارض ويعلم ما تخفون﴾فِى قُلوبِهِمْ﴿وما تعلنون (۲۵)﴾بِاَلسِنَتِهِمْ﴿ الله لا اله الا هو رب العرش العظيم السجدة (۲۶)﴾اِستِيناف جُملَةُ ثَناءٍ مُشتَمِلٍ عَلَى عَرشِ الرَّحمنِ فى مُقَابلةِ عرشِ بِلقِيسَ وَبَينَهُما بَونٌ عَظِيمٌ﴿ قال﴾سليمانُ لِلهُدهُدِ﴿ سننظر اصدقت﴾فِيما اَخبَرتَنا فيهِ﴿ام كنت من الكذبين (۲۷)﴾ اَی مِن هذا النوعِ فهو ابلغ من ام كذبت فيه ثُمَّ دلَّهُم على المَاءِ فاستُخرِجَ وارتَوَوْا وتَوَضَّاؤا وصَلَّوا ثُمَّ كَتَبَ سُلَيمانُ كِتابا صُورَتُهُ مِن عَبدِاللهِ سُليمانَ بنِ داوٗدَ اِلى بِلقِيسَ مَلِكَةِ سَبا بسم الله الرحمن الرحيم السلامُ عَلى مَنِ اتَّبَعَ الهُدٰى اَمَّا بَعدُ فَلا تَعلُوا عَلَيَّ واْتُونِى مُسلِمِينَ ثُمَّ طَبَعَهُ بِالمِسکِ وَخَتَمَهُ بِخاتِمِهٖ ثُمَّ قَالَ لِلهُدهُدِ﴿ اذهب بكتبى هذا فالقه اليهم ﴾اَی بِلقِيسَ وَقَومِهَا﴿ثم تول﴾اِنصَرِف﴿ عنهم ﴾وَقِفْ قَرِيبًا مِنهُم﴿ فانظر ماذا

یرجعون(۲۸)﴾یَرُدُّوْنَ مِنَ الْجَوَابِ فَاَعَدَّہٗ وَاَتَاھَا وَحَوْلَھَا جُنْدُھَا فَاَلْقَاہُ فِیْ حِجْرِھَا فَلَمَّا رَاَتْہُ اِرْتَعَدَتْ وَغَضَّتْ خَوْفًا ثُمَّ ﴿ قالت ﴾لِاَشْرَافِ قَوْمِھَا ﴿ یایھا الملؤا ﴾بِتَحْقِیْقِ الْھَمْزَتَیْنِ وَتَسْھِیْلِ الثَّانِیَۃِ بِقَلْبِھَا وَاوٍ مَکْسُوْرَۃٍ﴿انی القی الی کتب کریم(۲۹)﴾مَخْتُوْمٌ﴿ انہ من سلیمن وانہ ﴾اَیْ مَضْمُوْنُہٗ﴿ بسم اللہ الرحمن الرحیم (۳۰)الا تعلوا علی واتونی مسلمین (۳۱)﴾.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے داؤد اور (ان کے بیٹے) سلیمان......ا......کو عطا فرمایا بڑا علم (یعنی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے اور پرندوں کی بولی سمجھنے کا علم وغیرہ وغیرہ) اور دونوں نے کہا (اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے) سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں فضیلت بخشی (نبوت عطا فرما کر اور جن وانس اور شیاطین کو مسخر فرما کر) اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر، اور سلیمان داؤد کا جانشین ہوا (یعنی نبوت اور علم میں......۲......) اور کہا اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی (یعنی ان کی آوازوں کو سمجھنا سکھایا گیا) اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا (کہ جو بادشاہوں اور نبیوں کو عطا کیا جاتا ہے) بیشک یہی (عطا شدہ چیزیں) ظاہر فضل ہے (المبین بمعنی البین الظاھر ہے) اور جمع کیے گئے (حُشِرَ بمعنی جُمِعَ ہے) سلیمان کے لیے اس کے لشکر جنوں اور آدمیوں اور پرندوں سے (ایک سفر میں) تو وہ روکے جاتے تھے (یعنی انہیں جمع کیا جاتا تھا اس کے بعد پھر انہیں کوچ کا حکم دیا جاتا تھا) یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کے نالے......۳...... (چیونٹیوں کی یہ وادی طائف میں تھی یا پھر ملک شام میں اور وہ چیونٹیاں یا تو چھوٹی نسل کی تھیں یا پھر بڑی نسل کی) پر آئے، ایک چیونٹی بولی (جو کہ چیونٹیوں کی ملکہ تھی اور اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر دیکھ لیا تھا) اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں چلی جاؤ تمہیں کچل نہ ڈالیں (یَحْطِمَنَّکُمْ بمعنی یَکْسِرَنَّکُمْ ہے، یعنی ٹوٹ پھوٹ کا شکار نہ کردیں) سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں (یعنی انہیں تمہاری ہلاکت کی خبر تک نہ ہو......۴......، یہاں خطاب میں چیونٹیوں کو عقلاء کے قائم مقام رکھنا ان کے خطاب کی وجہ سے ہے) تو مسکرا کر (یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام پہلے مسکرائے) ہنسا (اور پھر بعد میں ہنس پڑے......۵......) اس کی بات سے (اس حال میں کہ آپ نے اس کی بات تین میل کی مسافت سے سن لی تھی کہ جس کو ہوا آپ تک لائی، جب آپ اس وادی کے پاس پہنچے تو اپنے لشکر کو آپ نے روک لیا یہاں کہ وہ سب چیونٹیاں اپنے بلوں میں داخل ہوگئیں اور آپ کا لشکر اس سفر میں پیدل اور دونوں صورتوں میں تھا) اور عرض کی اے میرے رب! مجھے توفیق دے (یعنی سکھا) کہ میں شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے اور یہ کہ میں وہ بھلا کام کروں جو تجھے پسند آئے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے ان بندوں میں شامل کر جو تیرے قرب خاص کے سزاوار ہیں (یعنی انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ) اور پرندوں کا جائزہ لیا (تاکہ ہدہد کو دیکھ سکیں جس کی ذمہ داری تھی کہ زمین تلے پانی پا کر اس جگہ کی اپنی چونچ سے نشاندہی کرے تاکہ شیاطین وہاں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی نماز وغیرہ کی ضرورت کے لئے پانی نکال سکیں، لیکن آپ علیہ السلام نے اسے نہ پایا) تو بولا مجھے کیا ہوا کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا (وہ کون سی رکاوٹ ہے کہ جو مجھے اسے دیکھنے سے

مانع ہے؟......۲......) یا وہ واقعی حاضر نہیں (کہ اس کی عدم موجودگی کی وجہ سے میں اسے نہیں پارہا، جب اس کی عدم موجودگی ثابت ہو گئی تو ارشاد فرمایا) ضرور میں اسے سخت عذاب کروں گا (اس کے پر اور دم اکھیڑ کر اسے دھوپ میں پھینک دوں گا تا کہ چوپاؤں سے نہ بچ پائے) یا ذبح کردوں گا (اس کا حلقوم یعنی گردن کاٹ کر) یا میرے پاس لائے (لیاتینی نون مشددہ مکسورہ یا مفتوحہ کے ساتھ ہے کہ اس کے ساتھ ایک اور نون مکسورہ ملا ہوا ہے) کوئی روشن سند (یعنی ایسی واضح دلیل کہ جو اس کے عذر پر غالب آجائے) تو ہدہد ٹھہرا (مکث کاف کے ضمہ اور فتح دونوں طرح ہے) کچھ زیادہ دیر نہیں (یعنی تھوڑی ہی دیر میں وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا کہ عجز و انکساری سے اس کا سر اٹھا ہوا اور دم اور پر جھکے ہوئے تھے، چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے معاف فرما دیا اور اس سے غیر حاضری کی پیش آمدہ وجہ دریافت فرمائی) اور آکر عرض کی کہ میں وہ بات دیکھ کر آیا ہوں جو حضور نے نہ دیکھی (یعنی میں جس بات سے آگاہ ہوں اس سے آپ علیہ السلام آگاہ نہیں) اور میں لایا ہوں شہر سبا......۷......سے حضور کے پاس (سبا کو منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھا گیا ہے، یہ یمن کا ایک قبیلہ تھا جس کا نام اس کے قبیلے کے جد کے نام پر رکھا گیا ہے، اگر اسے اس اعتبار سے دیکھیں تو یہ منصرف ہوگا) ایک یقینی خبر (نبا بمعنی خبر ہے) میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان پر بادشاہی کر رہی ہے (یعنی وہ ان کی ملکہ ہے اور اس کا نام بلقیس ہے) اور اسے ہر چیز میں سے ملا ہے (کہ جس ساز و سامان کی بادشاہوں کو ضرورت ہوتی ہے) اور اس کا بڑا تخت ہے (عرش بمعنی سریر ہے، یعنی ایسا تخت ہے کہ جس کی لمبائی اسی گز، چوڑائی چالیس گز اور اونچائی تیس گز ہے، سونے اور چاندی سے بنا ہوا ہے، قیمتی موتیوں اور سرخ یاقوت، سبز زبرجد اور زمرد سے جڑا ہوا ہے اور اس کے پائے سرخ یاقوت، سبز زبرجد اور زمرد سے بنے ہوئے ہیں، اس پر سات کمرے ہیں کہ ہر کمرے کا دروازہ بند ہے......۸......) میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال ان کی نگاہ میں سنوار کر ان کو سیدھی راہ (یعنی راہِ حق) سے روک دیا تو وہ راہ نہیں پاتے، کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ کو (یسجد سے پہلے اور ان کے بعد لا زائدہ ہے اور اَنْ کا نون اس میں مدغم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک دوسری جگہ فرمانِ عالیشان ہے ﴿لِئَلَّا یَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ﴾ جبکہ یہ جملہ حرفِ جر الٰی کے حذف کے ساتھ یھتدون کے مفعول کی جگہ ہے) جو نکالتا ہے چھپی چیزیں (الخبا مصدر بمعنی مفعول المخبوء ہے یعنی بارش اور نباتات میں سے چھپی ہوئی چیزیں) آسمانوں اور زمین کی اور جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو (اپنے دلوں میں) اور ظاہر کرتے ہو (اپنی زبانوں کے ذریعے) اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں وہ بڑے عرش کا مالک ہے (یہ جملہ مستانفہ ہے اور جو بلقیس کے تخت کے مقابلے میں رحمٰن کے عرش کی تعریف پر مبنی ہے، حالانکہ ان دونوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے) سلیمان نے فرمایا (ہدہد سے) اب ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا (اپنی اس بات میں جس کی تو نے خبر دی ہے) یا تو جھوٹوں میں ہے (ام کنت من الکاذبین زیادہ بلیغ ہے ام کذبت فیہ سے)، پھر اس نے پانی کی نشاندہی کی تو پانی نکالا گیا اور لوگ سیراب ہوئے، انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی، اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک خط اس طرح لکھا ﴿من عبد اللّٰه سلیمان بن داؤد الی بلقیس ملکة سبا بسم اللّٰه الرحمن الرحیم السلام علی من اتبع الھدی اما بعد فلا تعلوا علیّ واتونی مسلمین﴾ یعنی یہ خط اللہ تعالیٰ کے بندے سلیمان بن داؤد کی جانب سے ملکہ سبا بلقیس کے نام ہے، اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا سلامتی ہو اس پر جس نے راہِ ہدایت کی پیروی کی، اما بعد! اے قومِ سبا!

میرے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو بلکہ مطیع وفرمانبردار ہوکر میری خدمت میں حاضر ہو جاؤ، پھر اس کے بعد کستوری سے اس خط کو سربند کر کے اس پر اپنی مہر لگادی اور ہدہد سے ارشاد فرمایا) میرا یہ فرمان لے جا کر ان پر (یعنی بلقیس اور اس کی قوم پر) ڈال پھر الگ ہٹ کر (یعنی ایک طرف ہوکر) ان سے (ٹھہر جانا کہیں قریب ہی اور) دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟ (یعنی اس خط کا جواب کیا دیتے ہیں؟ پس ہدہد نے وہ خط لے لیا اور ملکہ سبا بلقیس کے پاس آیا جبکہ اس کے آس پاس اس کے لشکری بھی موجود تھے، اس نے وہ خط اس کے کمرے میں پھینک دیا، جب اس نے دیکھا تو ڈر گئی اور خوف زدہ ہوگئی، پھر) وہ عورت بولی (اپنی قوم کے سرداروں سے) اے سردارو! (دونوں ہمزے تحقیق کے ساتھ اور دوسرے کی تسہیل یعنی واؤ مکسورہ کے ساتھ بدلنے سے ہے) بیشک میری طرف ایک عزت والا خط ڈالا گیا (جو مہر بند ہے) بیشک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بیشک وہ (یعنی اس کا مضمون اس طرح ہے) اللہ کے نام سے ہے نہایت مہربان رحم والا......۹......، یہ کہ مجھ پر بلندی نہ چاہو اور گردن رکھتے میرے حضور حاضر ہو۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد اتینا داود وسلیمن علما﴾۔

و: مستانفہ، لام قسمیہ، قد تحقیقیہ، اتینا: فعل بافاعل، داود وسلیمن علما: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ مستانفہ۔

﴿وقالا الحمد للہ الذی فضلنا علی کثیر من عبادہ المومنین o﴾۔

و: عاطفہ، قالا قول، الحمد: مبتدا، لام: جار، اللہ: موصوف، الذی: موصولہ، فضلنا: فعل بافاعل، علی: جار، کثیر: موصوف، من عبادہ المومنین: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ہوکر مقولہ جملہ قولیہ جملہ محذوف "فعملا بما اعطیا بالقلب بالعزم" پر معطوف ہے۔

﴿وورث سلیمن داود وقال یایھا الناس علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیء﴾۔

و: مستانفہ، ورث سلیمن: فعل وفاعل، داود: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، قال قول، یایھا الناس: نداء، علمنا: فعل بانائب الفاعل، منطق الطیر: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اوتینا: فعل بانائب الفاعل، من کل شیء: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ان ھذا لھو الفضل المبین o وحشر لسلیمن جنودہ من الجن والانس والطیر فھم یوزعون o﴾۔

ان ھذا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، ھو الفضل المبین: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، حشر: فعل مجہول، لسلیمن: ظرف لغو، جنودہ: ذوالحال، من الجن والانس والطیر: ظرف مستقر حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ف: فصیحیہ، ھم: مبتدا، یوزعون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿حتی اذا اتوا علی واد النمل قالت نملۃ یایھا النمل ادخلوا مسکنکم لایحطمنکم سلیمن وجنودہ وھم لایشعرون o﴾۔

حتی: جار، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، اتوا علی واد النمل: جملہ فعلیہ شرط، قالت نملۃ: قول، یایھا النمل: نداء، ادخلوا مسکنکم: جملہ فعلیہ مبدل منہ، لایحطمنکم: فعل نہی مفعول، سلیمن: معطوف علیہ، و: عاطفہ، جنودہ: ذوالحال، و: حالیہ، ھم لایشعرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ بدل، ملکر مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ

شرطیہ ہوکر مجرور،ملکر ظرف مستقر فعل محذوف "ساروا" کیلئے،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فتبسم ضاحكا من قولها﴾.

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فسمع قولها المذكور"،تبسم: فعل "هو" ذوالحال،ضاحكا من قولها: شبہ جملہ حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقال رب اوزعنی ان اشكر نعمتك التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضه وادخلنی برحمتك فی عبادك الصلحين ○﴾

و: عاطفہ،قال قول،رب: نداء،اوزعنی: فعل امر بافاعل ومفعول،ان: مصدر،اشكر: فعل بافاعل،نعمتك: موصوف،التی انعمت علی وعلی والدی: موصول صلہ ملکر صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف علیہ،و: عاطفہ،ان: مصدریہ،اعمل: فعل بافاعل،صالحا: موصوف،ترضه: جملہ فعلیہ صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،ادخلنی: فعل بافاعل "ی" ضمیر ذوالحال،برحمتك: ظرف مستقر حال،ملکر مفعول،فی عبادك الصلحين: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر مقصود بالنداء،ملکر مقولہ،ملک جملہ قولیہ۔

﴿وتفقد الطير فقال مالی لاارى الهدهد ام كان من الغائبين ○﴾.

و: عاطفہ،تفقد الطير: فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ف: عاطفہ،قال قول،ما: استفہامیہ مبتدا،لام: جار،ی: ضمیر ذوالحال،لاارى الهدهد: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ام: عاطفہ،کان من الغائبين: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿لاعذبنه عذابا شديدا اولا اذبحنه اوليا تينی بسلطن مبين ○﴾.

لام: قسمیہ،اعذبنه: فعل بافاعل ومفعول،عذابا شديدا: مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ،او: عاطفہ،لا: قسمیہ،اذبحنه: جملہ فعلیہ قسم محذوف کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ،او: عاطفہ،لام قسمیہ،یاتینی بسلطن مبين: جملہ فعلیہ قسم محذوف کیلئے،جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فمكث غير بعيد فقال احطت بما لم تحط به وجئتك من سبا بنبا يقين ○﴾.

ف: مستانفہ،مكث: فعل بافاعل،غير بعيد: "وقت" محذوف کیلئے صفت،ملکر ظرف،ملکر جملہ فعلیہ،ف: عاطفہ،قال قول،احطت: فعل بافاعل،بمالم تحط به: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،جئتك: فعل بافاعل ومفعول،من سبا: ظرف مستقر حال مقدم،بنبا يقين: مرکب توصیفی ذوالحال،ملکر مجرور،ب: جار،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿انی وجدت امراة تملكهم واوتيت من كل شیء ولها عرش عظيم ○﴾.

انی: حرف مشبہ واسم،وجدت: فعل بافاعل،امراة: موصوف،تملكهم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،اوتيت من كل شیء: جملہ فعلیہ معطوف،و: عاطفہ،لها عرش عظيم: جملہ اسمیہ معطوف ثانی،ملکر صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وجدتها وقومها يسجدون للشمس من دون الله﴾.

وجدت: فعل بافاعل،ها: ضمیر معطوف علیہ،و: عاطفہ،قومها: معطوف،ملکر ذوالحال،یسجدون: فعل

بافاعل، لام: جار، شمس: ذوالحال، من دون الله: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل جملے "وجدت امراۃ" سے بدل ہے۔

﴿وزین لھم الشیطن اعمالھم فصدھم عن السبیل فھم لا یھتدونo﴾.

و: عاطفہ، زین لھم الشیطن اعمالھم: فعل وظرف لغو، وفاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، صدھم عن السبیل: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ھم: مبتدا. لایھتدون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الا یسجدوا للہ الذی یخرج الخبء فی السموت والارض ویعلم ما تخفون وما تعلنونo﴾.

ان: مصدریہ، لایسجدوا: فعل نفی بافاعل، لام: جار، اللہ: موصوف، الذی: موصول، یخرج الخبء: فعل بافاعل ومفعول، فی السموت والارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یعلم: فعل بافاعل، ما تخفون وما تعلنون: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر ماقبل "اعمالھم" سے بدل ہے۔

﴿اللہ لا الہ الا ھو رب العرش العظیمo﴾.

اللہ: مبتدا، لا: نفی جنس، الہ: موصوف، الا: بمعنی غیر مضاف، ھو: ضمیر مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر اسم "موجود" خبر محذوف، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر اول، رب العرش العظیم: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال سننظر اصدقت ام کنت من الکذبینo﴾.

قال: قول، س: حرف استقبال، ننظر: فعل بافاعل، ھمزہ: حرف استفہام، صدقت: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ام: عاطفہ، کنت من الکذبین: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اذھب بکتبی ھذا فالقہ الیھم ثم تول عنھم فانظر ماذا یرجعونo﴾.

اذھب: فعل امر بافاعل، ب: جار، کتبی، ھذا: موصوف صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، القہ الیھم: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اولی، ثم: عاطفہ، تول عنھم: فعل امر بافاعل وظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ف: عاطفہ، انظر: فعل امر بافاعل، ماذا: موصول، یرجعون: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثالث، ملکر قول محذوف "قال" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالت یایھا الملوا انی القی الی کتب کریمo﴾.

قالت: قول، یا یھا الملا: نداء، انی: حرف مشبہ واسم، القی: فعل مجہول، الی: ظرف لغو، کتب کریم: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿انہ من سلیمن وانہ بسم اللہ الرحمن الرحیمo﴾.

انہ: حرف مشبہ واسم، من سلیمن: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، انہ: حرف مشبہ واسم، ب: جار، اسم: مضاف، اللہ: اسم جلالت موصوف، الرحمن الرحیم: صفتان، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الا تعلوا علی واتونی مسلمینo﴾.

ان: مصدریہ، الا تعلوا علی: فعل نہی بافاعل وظرف لغو، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتوا: فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال، مسلمین: حال، ملکر فاعل، ن: وقایہ، ی: ضمیر مفعول، ملکر معطوف، ملکر بتاویل مصدر "مضمونہ" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت داؤد علیہ السلام وسلیمان علیہ السلام کا نسب:

لہ......داؤد بن ایشار بن عوید بن عابر بن سلمون بن نحشون بن عوینا ذب بن ارم بن حصرون بن فارص بن یہوذا بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ۔ محمد بن اسحاق بعض اہل علم وہب بن منبہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام چھوٹے قد والے، تیز نگاہ اور کم بالوں والے، پاک دل رکھنے والے، پرہیزگار بندے تھے۔ سرکش بادشاہ جالوت کو موت کے گھاٹ اتار دیا، بنی اسرائیل کی بادشاہی سے نوازا گیا، ان کی ذات میں مملکت ونبوت دونوں جمع ہوئیں۔ بعض آثار میں ہے کہ سلطان زمین پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے۔ امام احمد نے اپنی مسند میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام بہت زیادہ غیرت والے تھے جب گھر سے باہر نکلتے تو دروازہ بند کر دیتے، گھروں والوں میں سے کوئی بھی ان کے کمرے میں داخل نہ ہو پاتا جب تک کہ خود واپس نہ پلٹ آئیں، ایک دن باہر نکلے، ان کی زوجہ نے گھر میں ایک شخص کو کھڑے دیکھا تو کہنے لگیں کہ گھر میں کون ہے؟ اندر کون داخل ہوا جب کہ دروازہ بند تھا؟ جب حضرت داؤد علیہ السلام تشریف لائے تو انہیں بتایا، حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا اے شخص تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں وہ ہوں جسے آنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی اور میرے لئے کوئی پردہ نہیں ہے، یقیناً تو ملک الموت ہے، خوش آمدید، اللہ جل جلالہ کے حکم سے، پھر تھوڑی دیر بعد اس نے حضرت داؤد علیہ السلام کی روح قبض کر لی۔ پھر انہیں غسل وکفن دیا گیا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ کا انتقال پر ملال ہفتہ کے دن اور حسن وقتادہ کے مطابق سو سال کی عمر میں بدھ کے دن آپ علیہ السلام کا انتقال ہوا۔

(البداية والنهاية، ج ۱، الجزء الثاني، قصه داؤد فضائله، ص ۳۸۹ وغيره)

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند ارجمند ہیں، انہیں بھی نبوت ومملکت عطا ہوئی، مال وراثت نہ ملا کیونکہ حضرات انبیائے کرام کی وراثت مال نہیں ہوتی، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''ہم مال وراثت میں نہیں چھوڑتے ہم جو بھی چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے''۔ ایک حدیث میں یوں بھی ہے کہ: ''ہم حضرات انبیائے کرام مالی وراثت نہیں چھوڑتے''، صادق وامین آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جس طرح لوگ مال ودولت چھوڑ جاتے ہیں ہم حضرات انبیائے کرام ایسا نہیں کرتے، ہمارا مال فقراء اور محتاجوں کا ہوتا ہے خاص اقرباء کے لئے نہیں ہوتا، کیونکہ حضرات انبیائے کرام کے لئے دنیا تنگ اور حقیر ہوتی ہے جیسا کہ انہیں وصف نبوت وفضیلت کے ساتھ خاص کر کے بھیجا جاتا ہے''۔ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولیاں جان لیتے تھے، اللہ جل جلالہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر بہت نوازشات کیں، انہیں نبوت، بادشاہت، آلات حرب، کثرت احباء، لشکر، قافلے، جنات وانسان کی جماعتیں، پرندے، وحشی جانور، علم وفہم، بولنے اور نہ بولنے والے جانوروں کی بولیاں سکھا دیں۔ زہری کے مطابق آپ علیہ السلام نے باون سال زندگی گزاری اور چالیس سال حکومت کی، جب کہ ابن عباس نے آپ علیہ السلام کی حکومت کی مدت بیس سال بیان کی ہے۔

(البداية والنهاية، قصة سليمان بن داؤد، الجزء الثاني، ج ۱، ص ۳۸۹ وغيره)

ایک مجتهد دوسرے سے کب اختلاف کرسکتا ہے؟

ع......ایک ہی مقدمہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنا حکم سنادیا حالانکہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد کے فیصلے کو تبدیل نہیں کرتا اگرچہ رائے میں اختلاف ہو، اس کے چند جوابات ہوسکتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱) ہوسکتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنے فیصلے پر یقین نہ ہو، (۲) یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ نہ تھا بلکہ فتوی تھا۔(۳) ہوسکتا ہے کہ ان کی شریعت میں یہ جائز ہو کہ جب دوسرے حاکم کے پاس مقدمہ پہنچے تو وہ پہلے کے خلاف فیصلہ سنائے۔(۴) حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب حیلے سے یہ معلوم کرلیا کہ بچہ چھوٹی عورت کا ہے تو انہوں نے بڑی عورت سے اقرار کرالیا اور اقرار حجت ملزمہ ہے، کیونکہ جب اس نے حضرت داؤد کے فیصلہ کے خلاف خود ہی اقرار کرلیا کہ حق چھوٹی عورت کا ہے تو اب حضرت سلیمان علیہ السلام پر فیصلہ سے اعراض کرنے کا الزام نہیں ہے۔ (تبیان القرآن، ج۸، ص ۶۰۳)

حضرت سلیمان علیہ السلام پر انعام واکرام:

ع......حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنا تخت رکھتے تھے اور اس کی دائیں اور بائیں جانب کرسیاں ہوتی تھیں، پہلے انسانوں کو بیٹھنے کی اجازت ہوتی، پھر جنات کو اجازت دیتے جو انسانوں کے پیچھے بیٹھتے تھے، پھر شیطانوں کو بیٹھنے کی اجازت دیتے تھے جو جنات کے پیچھے بیٹھتے تھے، پھر ہوا کو حکم دیتے اور وہ ان سب کو اٹھا کرلے جاتی اور پرندے ان کے اوپر سایہ کرتے اور ہوا ان کے تخت اور ان کی کرسیوں کو اڑا کرلے جاتی، وہ صبح کے وقت بھی ایک ماہ کی مسافت تک سیر کرتے اور شام کے وقت میں ایک ماہ کی مسافت طے کرتے، حضرت وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک کا وارث کیا اور ان کو نبوت عطا ہوئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دعا کی کہ اللہ عزوجل ان کو ایسا ملک عطا کرے جو ان کے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو تو اللہ عزوجل نے ان کی دعا قبول کرلی۔ سو ان کے لئے انسانوں، جنوں، پرندوں اور ہواؤں کو مسخر کردیا، حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھنے بال تھے، روشن چہرہ اور سفید کپڑے زیب تن تھے، جب وہ اپنے گھر سے مجلس کی طرف جاتے تو پرندے ان کے سر پر اڑتے تھے، اور جب تک اپنے تخت پر تشریف فرمانہ ہوتے انسان وجن آپ علیہ السلام کی تعظیم میں کھڑے ہوتے تھے۔ بہت جنگجو شخص تھے اور روئے زمین پر انہیں جہاں کہیں سلطنت کا پتہ چلتا اس پر حملہ کرکے فتح کرلیتے۔ (تفسیر ابی ابن حاتم، ج۹، ص ۲۸۵۵ وغیرہ، رقم: ۱۶۱۹۱، ۱۶۱۹۲)

انعام واکرام ہونا یقیناً شان انبیائے کرام ہے، لیکن ایک وسوسہ ذہن میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم مورث نہیں بنائے جاتے ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے''۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب:حدیث بنی النضیر، رقم: ۴۰۳۳، ص ۶۸۰)

☆......حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بیشک علماء انبیائے کرام کے وارث ہیں اور انبیاء نہ دینار کا وارث کرتے ہیں اور نہ ہی درہم کا، وہ صرف علم کا وارث کرتے ہیں تو جس نے علم کو حاصل کیا اس نے بہت بڑے حصہ کو حاصل کیا''۔ (سنن الترمذی، کتاب العلم، باب:ماجاء فی فضل الفقه، رقم: ۲۶۹۱، ص ۷۷۰)

امام رازی اس وسوسہ کو دور کرتے ہوئے کہتے ہیں اگر یہاں مال کی وارثت مراد ہوتی (جیسا کہ شیعہ حضرات کا کہنا ہے) تو پھر اس کے بعد ﴿یایھا الناس علمنا منطق الطیر اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی (النمل:۱۶)﴾ کا کوئی فائدہ ہی نہ تھا، اور جب اس سے مراد نبوت اور ملک کی وراثت ہو تو یہ کلام عمدہ ہے کیونکہ پرندوں کی بولی کا سکھانا بھی علوم نبوت کے ساتھ مربوط اور متصل ہے کیونکہ مال کی وراثت کا نبوت کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے، اسی طرح ﴿واوتینا من کل شیء اور ہر چیز میں سے ہم کو عطا ہوا (النمل:۱۶)﴾ بھی ملک کی وراثت سے مربوط ہوگا مال کی وراثت کے ساتھ اس کا بھی کوئی ربط نہیں ہے، اسی طرح اس کے بعد ﴿ان ھذا لھو الفضل المبین بیشک یہی ظاہر فضل ہے (النمل:۱۶)﴾ کا تعلق بھی علم و نبوت کے ساتھ ہے مال کے ساتھ نہیں، مال کا وارث تو کامل شخص بھی ہوسکتا ہے اور ناقص شخص بھی، نیک بھی ہوسکتا ہے اور بد بھی، نیز اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے جس لشکر کی جانب کلام ہوا ہے اس کا ربط بھی علم و نبوت کے ساتھ ہے نہ کہ مال کے ساتھ۔ (الرازی، ج۸، ص۵۴۷)

وادیٔ نمل کا بیان:

☆......قتادہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اس سے مراد سرزمین شام ہے اور حضرت کعب کے قول کے مطابق طائف کی سرزمین ہے۔ شعبی کہتے ہیں کہ چیونٹی دو پروں والی تھی۔ اور اسے بولنے کی طاقت دی گئی تھی جو کہ دیگر پرندوں کو نہیں دی جاتی۔ اسے "نملة" اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ پھرتی کم اور حرکت بہت زیادہ کرتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام طائف کے علاقے وادیٔ سدیر سے گزر رہے تھے کہ چیونٹیوں کے قبیلے سے گزر ہوا، ایک چیونٹی جو کہ لنگڑی تھی اور بھیڑئے کی مانند چال چلتی دکھائی دیتی تھی اس نے دیگر چیونٹیوں سے کہا "یایھا النمل"۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کا کلام تین میل کے فاصلے سے سن لیا، کہا جاتا ہے اس چیونٹی کا نام "طاخیہ" یا "حرمیا" تھا۔ اس چیونٹی کے نام کو توریت، انجیل اور دیگر صحائف میں بھی ذکر کیا گیا ہے اور اس کا نام اللہ عزوجل نے رکھا ہے۔ اور حضرات انبیائے کرام حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے بھی اسے پہچانتے تھے۔ اور اس کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا نام اللہ عزوجل نے رکھا اور یہ نبی پر ایمان لانے والی چیونٹی تھی۔ اور اس کے ایمان کی دلیل حضرت سلیمان علیہ السلام کو پہچان کر یہ کہنا ہے ﴿لا یحطمنکم سلیمن وجنودہ وھم لا یشعرون تمہیں کچل نہ ڈالیں سلیمان اور ان کے لشکر بے خبری میں (النمل:۱۸)﴾۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس جملے کو سماعت کر کے مسرور ہوکر مسکرانے لگے۔ حضرت وہب کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے ہوا کے ذمہ ایک دوسرے کا پیغام پہنچانا لگایا تھا کہ چیونٹی کی آواز حضرت سلیمان علیہ السلام کو اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی آواز چیونٹی کو سنائی دی جائے اور ایسا اس لئے ہوا تا کہ شیطان بیچ میں کوئی رخنہ نہ ڈال سکے۔ (القرطبی، الجزء:۱۹، ص۱۵۳ وغیرہ)

☆......حضرت ابن عباس کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے چار جانوروں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے: چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد، لٹورا (موٹے سر سفید و سبز پیٹھ کا ایک پرندہ جو چھوٹے پرندوں کا شکار کرتا ہے) حدیث میں انہیں صرد کہا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ جانور نقصان

پہنچائیں تو ان کے ضرر سے بچنے کے لئے انہیں مارا جا سکتا ہے اور محض ان کو ایذا پہنچانے کے لئے ان کو مارا نہیں جائے۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب:في قتل الذر، رقم: ٥٢٦٧، ص٩٧٩)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک چیونٹی نے انبیاء سابقین میں سے کسی نبی کے کاٹا، تو ان کے حکم سے چیونٹیوں کی بستی کو جلا دیا گیا، اللہ عزوجل نے اس نبی کی طرف وحی فرمائی کہ ایک چیونٹی نے آپ علیہ السلام کو کاٹا تھا تو آپ علیہ السلام نے چیونٹیوں کی پوری نسل کو ہلاک کر دیا جو اللہ عزوجل کی تسبیح کرتی ہیں"۔ (صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب ١٥٣، رقم: ٣٠١٩، ص٤٩٨)

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آگ کا عذاب دینے سے منع فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا: " لا يعذب بالنار الا الله یعنی اللہ کے سوا کسی کو آگ کا عذاب دینے کی اجازت نہیں ہے"۔ (المرجع السابق، رقم ٣٠١٦)

دور سے چیونٹی کا کلام سننا:

۵......قاضی بیضاوی کہتے ہیں کہ ﴿وهم لا يشعرون اور انہیں شعور نہ ہو(النمل:١٨)﴾ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر شعور رکھیں تو ایسا نہ کریں کہ تمہیں روند ڈالیں، کیونکہ حضرات انبیائے کرام ظلم کرنے اور کسی کو ایذاء دینے سے محفوظ ہوتے ہیں اور شعور رکھتے ہوئے ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔ (حاشية الشهاب المعروف عناية القاضي، الجزء:١٩، ص ٢٣٣)

حضرات انبیائے کرام کا ضحک فرمانا:

۶......حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیشک میں اس شخص کو ضرور جانتا ہوں جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اور میں اس شخص کو ضرور جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائیگا، ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کرو اور اس سے اس کے بڑے بڑے گناہ چھپائے جائیں گے، اس سے کہا جائے گا کہ تو نے فلاں فلاں دن یہ کام کیا تھا؟ وہ اقرار کرے گا اور کسی گناہ کا انکار نہیں کرے گا، اور وہ اپنے بڑے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا، پھر کہا جائے گا کہ اس کے ہر گناہ کے بدلہ میں اس کو نیکی دے دو، وہ کہے گا میرے تو اور بھی گناہ ہیں جن کو میں اس وقت یہاں نہیں دیکھ رہا، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر ہنستے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں ظاہر ہوگئیں"۔

(سنن الترمذی، کتاب صفة جهنم، باب:منه، رقم: ٢٦٠٥، ص٧٤٧)

☆......حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی اس طرح ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کا اندرونی حصہ حلق تک نظر آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ صرف مسکراتے تھے"۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب:التبسم والضحك، رقم:٦٠٩٢، ص١٠٦٣)

☆......حضرت جریر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اوجھل نہیں ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مجھے دیکھتے ہنستے تھے۔ (صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب: الرجز في الحرب ورفع، رقم: ٣٠٣٦،٣٠٣٥، ص ٥٠١)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ھدھد کے متعلق سوال کرنا:

ے.....محمد بن اسحاق نے بعض اہل علم سے اور حضرت وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد جب اپنے دولت خانے سے مجلس کی جانب آتے تو پرندے ان کے سر پر منڈلاتے ہوجن وانس کھڑے ہوکر ان کا استقبال کرتے جب تک کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت پر جلوہ فرما نہ ہو جائیں، کئی زمانے کے بعد ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ کوئی پرندہ ان کے سر پر سایہ فگن نہیں کئے ہوا جب کہ وہ مجلس میں آنے لگے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ پرندے مختلف مقامات سے ان کے لئے کوئی خبریں لانے میں مصروف ہوں، پھر جب دیکھا تو سارے پرندے موجود ہیں سوائے ھد ھد کے، کہا کیا بات ہے آج میں ھد ھد کو نہیں دیکھتا؟

☆.....ابن زید کہتے ہیں سب سے پہلی بار جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے ھد ھد کو نہ دیکھا، انسانوں سے کسی علاقے میں پانی کے پائے جانے کے بارے میں دریافت کیا تو انسانوں نے کہا کہ ہم اس بارے میں علم نہیں رکھتے، پھر جنات سے اسی بارے میں سوال کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ ہم نہیں جانتے، پھر پرندوں سے سوال کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ وہ نہیں جانتے شاید ھد ھد جانتا ہو، اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ”کیا بات ہے میں آج ھد ھد کو نہیں دیکھتا“۔ (جامع البیان، الجزء:۱۹، ص ۱۶۵)

علامہ قرطبی کہتے ہیں: اس آیت میں دلیل ہے کہ امام وقت رعایا کی خبر گیری اور حفاظت کے لئے سوال کرے، جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور حکومت میں جب آپ رضی اللہ عنہ شام کے سفر کو روانہ ہوئے، اور وادی سَرْغ (شام جانے کے لئے تبوک کے آس پاس ایک وادی کا نام ہے) کے پاس پہنچے تو انہیں بعض اصحاب ابو عبیدہ اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم ملے جنہوں نے کہا کہ وادیٔ شام میں وبائی امراض جنم لئے ہوئے ہیں۔ علماء کہتے ہیں کہ خلیفہ بن خیاط کے قول کے مطابق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا شام کے سفر کے لئے بیت المقدس کی فتح کے سترہ سال بعد ہوا، پس ظاہر ہوا کہ رعایا کی خبر گیری کے لئے احوال معلوم کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو عظیم سلطنت سے نوازا گیا تھا اور مخلوق کو ان کا تابع کر دیا گیا تھا، پس ان کے لئے شکر ادا کرنا، عدل قائم کرنا لازم امر تھا پس جب ھد ھد کو نہ دیکھا تو شکر کی ادائیگی میں کمی جانتے ہوئے فرمایا ﴿لاعذبنه عذابا شديدا او لا ذبحنه﴾ ضرور میں اسے سخت عذاب کروں گا یا ذبح کردوں گا (النمل:۲۱)۔ اس آیت میں دلیل ہے کہ حد جرم کے مد مقابل دی جاتی ہے نہ کہ جسمانی کیفیت کے مطابق۔ اور کئی اقوال کے مطابق سزا پروں کو اکھیڑنا تھی۔ (القرطبی، الجزء:۱۹، ص ۱۶۱)

نوٹ: ھد ھد ایک مشہور خوبصورت پرندہ ہے جس کے سر پر تاج ہوتا ہے، کٹھ بڑھئی۔ (فیروز اللغات اردو، ص ۱۴۳۵)

ملکہ سبا کی حکمرانی اور ان کی والدہ کا جن میں سے ہونا:

۸.....ملک سبا کو نہ دیکھنا حضرت سلیمان علیہ السلام کی شان میں کسی کمی کو ظاہر نہیں کرتا، کیونکہ جو علم نبوت میں نافع اور مفید نہ ہو وہ انبیائے کرام کی شان کے لائق نہیں ہے، ہمارے نبی ﷺ نے یہ دعا فرمائی: ”اعوذبک من علم لا ینفع اے اللہ میں تجھ سے اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع دینے والا نہ ہو“۔ (سنن النسائی، کتاب الاستعاذہ، باب: الاستعاذہ من الشقاق والنفاق، رقم: ۵۴۸۰، ص ۱۲۳۱)

بعض علماء کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام وادیٔ صنعاء میں پہنچ چکے تھے اور وہاں سے ملک سبا صرف تین دن کی مسافت یا تین فرسخ کے فاصلہ پر تھا، اس کے باوجود کسی مصلحت اور حکمت کی بناء پر اللہ عزوجل نے ملک سبا آپ علیہ السلام سے مخفی رکھا جیسے

حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت یوسف علیہ السلام کی جگہ مخفی رکھی۔ (روح البیان، ج٦، ص ٣٣٤)

ملکہ بلقیس کے شہر کا نام سبا تھا جس میں وہ رہائش پذیر تھی، ایک قول یہ ملتا ہے کہ یہ یمن کے ایک علاقے کا نام ہے بعض مؤرخین نے قبیلے کے بڑے شخص کا نام سبا بیان کیا ہے، ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ اس شخص کا نام بعد میں مآرب رکھا گیا، اور یہ وادی صنعاء سے تین دن کی مسافت پر تھا۔ (لسان العرب، الحرف السین، ج٦، ص ١٣٦)

کہا جاتا ہے کہ ملکہ بلقیس کا پورا نام بلقیس بنت السیرح یا بلقیس بنت شراحیل بن ذی جدن بن السیرح تھا، اس کا باپ بہت بڑا بادشاہ تھا اور اس نے اہلِ یمن میں سے کسی بادشاہ کی لڑکی سے شادی سے انکار کیا تھا، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے ایک جنیہ سے نکاح کیا تھا جس کا نام ریحانہ بنت السکن تھا، اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام تلقمۃ یا بلقیس تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کان احد ابوی بلقیس جنیا یعنی بلقیس کے ماں باپ میں سے ایک جن تھا''۔ لیکن اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ (البدایة والنهایة، الجزء الثانی :قصه سلیمان بن داؤد، ج١، ص ٤٠١)

جنات کے ساتھ نکاح کے شرعی جواز کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام مالک جواز کے قائل ہیں لیکن انہوں نے اس وجہ سے اس کو مکروہ کہا ہے کہ جو عورت زنا سے حاملہ ہوگی وہ دعوی کرے گی کہ اس کا نکاح جن سے ہوا ہے اور یہ حمل اسی کا ہے، اسی طرح الحکم بن عیینہ، قتادہ، حسن بصری، عقبۃ الاصم، الحجاج بن ارطاۃ نے بھی اس نکاح کو مکروہ کہا ہے۔ امام ابن جریر نے امام احمد اور امام اسحق سے روایت کیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کے ساتھ نکاح کرنے کو منع فرمایا، فقہائے احناف کے نزدیک بھی یہی ہے، فتاوی سراجیہ میں ہے کہ انسان اور جن کا آپس میں نکاح اختلاف جنس کے باعث ناممکن ہے۔ علمائے شافعیہ کا قول ہے کہ ہمارے شیخ الاسلام البارزی نے بھی یہی فتوی دیا ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے ہم پر یہ احسان قرار دیا ہے کہ اس نے ہمارے نفسوں سے ہماری بیویاں بنائی ہیں۔ ﴿واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا (النحل: ٧٢)﴾ اور ابن العماد نے شرح الوجیز میں اس نکاح کو جائز کہا ہے اور اعمش نے کہا ہے کہ ایک جنی نے ہم سے شادی کی، میں نے اس سے پوچھا کہ تم کو کونسا کھانا پسند ہے تو اس نے کہا چاول، ہم اس شادی میں گئے، میں نے دیکھا کہ چاول دسترخوان سے اٹھ رہے تھے، اور کھانے والے نظر نہیں آرہے تھے، میں نے اس سے پوچھا کیا تمہارے اندر بھی گمراہ فرقے ہوتے ہیں؟ اس نے کہا، ہاں! میں نے پوچھا پھر رافضیوں کا تمہارے ہاں کیا حکم ہے؟ اس نے کہا وہ سب سے بدتر فرقہ ہے۔ (الفتاوی الحدیثیه، مطلب: هل تجوز مناکحة الجن ام لا، ص ٩٧)

ملکہ سبا کا عظیم تخت اور اس کی کیفیت:

﴿......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لن یفلح قوم ولوا امرهم امراة یعنی جس قوم کی حاکم کوئی عورت ہو وہ کبھی فتح یاب نہیں ہوسکتی''۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسری، رقم ٤٤٢٥، ص ٧٥٣)۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بیت المقدس میں تھے اور ملکہ بلقیس کا تخت شہر صبا میں تھا۔ اور دونوں کے مابین دو ماہ کی مسافت کا فاصلہ تھا اور آپ علیہ السلام کی مجلس قضا صبح سے لیکر شام تک چلتی تھی۔ (الصاوی، ج ٤، ص ٢٦٢ وغیرہ)۔ بلقیس نے اپنا تخت سات محلوں میں رکھ کر مقفل کر رکھا تھا اور اس پر پہرے دار

مقرر کر رکھے تھے، اس تخت کا طول اسی ہاتھ، عرض چالیس اور اونچائی تیس ہاتھ تھی اور اس میں ہیرے، جواہرات، موتی، سرخ یاقوت اور سبز زمرد جڑے ہوئے تھے۔ (الخازن، ج۳، ص۳٤٤)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا مکتوب میں بسم اللہ لکھنا:

۱..... حضرت سلیمان علیہ السلام چاہتے تھے کہ ملکہ خود تائب ہو کر ان کے پاس تشریف لے آئے اور ایسا معاملہ ان کے تخت کے آنے کے بعد ہو، یعنی تخت پہلے لایا جائے، اس کام کے لئے ھدھد کا انتخاب کیا گیا لہٰذا ابن کثیر کہتے ہیں کہ ھدھد نے خط ان کے محل میں ان کی جانب ڈال دیا جہاں وہ خاتون خلوت فرماتی تھیں، پس اس نے اس خط کے جواب دینے کے لئے اپنے امراء، وزراء، اکابر وغیرہ سے مشورہ طلب کیا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا ﴿انه من سلیمن و انه بسم الله الرحمن الرحیم بیشک وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بیشک وہ اللہ کے نام سے ہے جو نہایت مہربان رحم والا (النمل: ۳۰)﴾۔ (البدایة والنهایة، الجزء الثانی، قصه سلیمان بن داؤد، ج۱، ص٤٠٢)

ایک شبہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے آغاز میں پہلے اپنا نام ذکر کیا اس کے بعد "بسم اللہ الرحمن الرحیم" لکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟ علامہ قرطبی نے اس کے کئی جوابات دیئے ہیں لیکن ایک جواب یہ حدیث بنتی ہے کہ ربیع نے انس سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حرمت کسی کی نہیں ہے لیکن جب اصحاب نبی خط لکھتے تھے تو ابتداء اپنے نام سے کرتے تھے"۔ ابن سیرین کہتے ہیں: "اہل فارس جب کسی کو خط لکھتے تو ابتداء اپنے نام سے کرتے اس کے بعد اپنے مقاصد لکھتے"۔ لہٰذا حضرت سلیمان علیہ السلام کی جانب اٹھنے والے وسوسے کی کاٹ ہو جاتی ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے کا جواز یہ بھی ہے کہ ہر کلام جو اللہ عزوجل کی حمد سے سوا ہو وہ خیر سے منقطع ہوا کرتا ہے لہٰذا حضرات انبیائے کرام اس بات کا زیادہ اہتمام فرماتے تھے کہ ان کا کوئی کلام بے کار نہ ہو۔ (القرطبی، الجزء:۱۹، ص۱۷۲ وغیرہ)

اغراض:

بالقضاء بین الناس ومنطق الطیر وغیر ذلک: مراد علم شریعت ہے، یعنی ان کی بات سمجھنے کی طاقت، اور پہاڑوں کا تسبیح کرنا۔

وتسخیر الجن والانس: ظاہر یہی ہے کہ یہ سب کچھ حضرت داؤد علیہ السلام و سلیمان علیہ السلام کو دیا گیا اور یہی اس سے مراد ہیں، مگر حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے والد گرامی سے فائق ہیں اور انہیں ظاہری سلطنت سے نوازا گیا ہے۔

یجمعون ثم یساقون: یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے انسان، جن اور پرندے پابند کر دیئے گئے لیکن وہ حضرت سلیمان علیہ السلام پر حالت سفر میں سبقت نہ کرتے تھے بلکہ اکٹھے رہتے اور حکم کے پابند ہوتے۔ وقد رات جند سلیمان: یعنی تین میل دور سے چیونٹی ملکہ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر دیکھ لیا، اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس ملکہ کا کلام تین میل دور سے سماعت فرمالیا۔

ابتداء...... الخ: موتھ سے آواز نکلے بغیر مسکرانے کو تبسم کہتے ہیں، اور ضحک ہلکی آواز سے ہنسنے کو کہتے ہیں جس میں موتھ کھل جاتا ہے، اور قہقہہ بڑی آواز سے موتھ کھول کر ہنسنے کو کہتے ہیں اور ایسا ہونا حضرات انبیائے کرام سے متصور نہیں۔

فی هذا السیر: یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کی خصوصی سیر جو کہ وادی نمل کی جانب ہو رہی تھی، حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر متذکرہ مکان پر (اپنے تخت نما) بچھونے پر سوار ہو کر گزرے جسے ہوائیں چلا رہی تھیں۔

فستخرجه الشیاطین: یعنی سطح زمین پر ہوتے ہوئے پانی سے (اوپر ہو کر اپنی چونچ سے پانی کی سطح سے کچھ نکال لیتا) جیسا کہ بکری کی کھال (اس کے گوشت سے اوپر ہوتی ہے اور اتاری جاتی ہے)۔

بنتف ریشه: یہ ہدہد کو سزا دینے کے حوالے سے ایک قول ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اسے اس کے غیر جنس کے ساتھ رکھیں گے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اس پر قطران (تیز تار کول/ درخت سے نکلنے والا مادہ) مَل کر اسے سورج کی تپش میں رکھا جائے گا۔ بضم الکاف و فتحها: "مکث" میں دو قراءتیں ہیں، اول باب قرب سے، اور ثانی باب نصر سے۔

ای یسیرا من الزمان: مراد زوال سے لے کر عصر تک کا وقت ہے۔

بالصرف و ترکه: یہاں بھی دو قراءتیں ہیں، اسباب منع صرف میں سے ایک قول کسی آدمی کے نام ہونے کا ہے، جب کہ دوسرا قول قبیلے کے نام ہونے کا ہے، اس صورت میں علم و تانیث دونوں پائے جائیں گے۔

اسمها بلقیس: باء کی کسرہ کے ساتھ ہے، بلقیس بنت شراحیل بن قطحان نسب ہے۔ ان کے والد بہت بڑے بادشاہِ وقت تھے، بادشاہِ وقت کے چالیس بیٹے پوری یمن کی سرزمین میں حکومت کرتے رہے، لیکن ان کے والد کے تخت کو کوئی سنبھالنے والا لائق نہیں تھا، ان کے والد نے جِنیہ سے شادی کی جس کا نام ریحانہ بنت سکن تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جنیہ سے شادی کرنے کا یہی سبب تھا کہ (حصول اولاد ہو جو حکومت سنبھال سکے)، بادشاہِ وقت بہت شکار کرتے تھے ایک مرتبہ کسی جن کو ہرن کی شکل میں دیکھ کر شکار کرنے لگے تو خلاف توقع معاملہ ہوا اور جنات کا گروہ سامنے آ گیا، پس انہیں دوست بنا لیا اور ریحانہ بنت سکن کو نکاح کا پیغام دے دیا اور پھر ان سے نکاح کر لیا۔ مزید ماقبل تحقیق حاشیہ نمبر ۸ کے تحت مل جائے گی۔ طوله ثمانون ذراعا: کہا جاتا ہے کہ جس طرح تخت کا طول (لمبائی) اسّی ۸۰ گز تھی بالکل اسی طرح عرض (چوڑائی) بھی اتنی ہی تھی، اور ارتفاع (اونچائی) بھی اتنی ہی تھی۔

من المطر و النبات: یعنی ایک دوسرے پر مرتب ہونا، پس بارش آسمانوں میں چھپی ہوئی ہوتی ہے اور نباتات زمین میں پوشیدہ ہوتے ہیں۔ من عبد الله: یہ خاص وصف ہے کہ خط کی ابتداء اللہ عزوجل کے کلام سے فرمائی، اگرچہ اس وقت ملکہ بلقیس کافرہ تھیں، جب ملکہ بلقیس کے بارے میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تخفیف کرنے کا خوف لاحق ہوا تو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کو اپنے نام کے ساتھ ملاتے ہوئے ہوئے کہ یہ خط سلیمان علیہ السلام کی طرف سے اللہ عزوجل کے نام سے شروع کرتے ہوئے بھیجا گیا ہے۔

ثم طبعه بالمسک: شمع کی مانند مشک سے معطر فرما دیا اور اپنی مہر بھی لگا دی۔ و اتاها و حولها جندها: ہدہد دیکھتا ہے کہ سارے درباری آرام کر رہے ہیں، دروازے بند ہیں اور چابیاں ملکہ کے سر کے نیچے رکھی ہوئی ہیں، پس خط اس کی جانب ڈال دیا گیا۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ملکہ کے کمرے میں روشندان تھا جس سے طلوع شمس کے وقت روشنی اندر آتی تھی، جب ہدہد اس روشندان سے اندر داخل ہوا تو گویا روشندان سے سورج کی شعائیں داخل نہ ہو سکیں اور ملکہ کو ارتفاع شمس کا علم بھی نہ ہوا اور کافی دیر سے خوب بلند ہو جانے پر دیکھا، ہدہد نے خط ان کی جانب ڈال دیا۔ (الصاوی، ج٤، ص ٢٥٢ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۸

﴿ قالت یایها الملؤا افتونی ﴾ بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيَةِ بِقَلْبِهَا واوًا ای اَشِيْرُوا عَلَيَّ ﴿ فی امری ما کنت قاطعة امرا ﴾ قَاضِيَةً ﴿ حتی تشهدون (۳۲) ﴾ تَحْضُرُوْنَ ﴿ قالوا نحن اولوا قوة و اولوا باس شدید

﴿اَیۡ اَصۡحَابُ شِدَّةٍ فِی الۡحَرۡبِ﴾ والامر الیک فانظری ماذا تامرین (۳۳) ﴿نُطِعۡکِ﴾ قالت ان الملوک اذا دخلوا قریة افسدوها ﴿بِالتَّخۡرِیۡبِ﴾ وجعلوا اعزة اهلها اذلة ۚ وکذلک یفعلون (۳۴) ﴿اَیۡ مُرۡسِلُوا الۡکِتَابِ﴾ وانی مرسلة الیهم بهدیة فنٰظرة ۢ بم یرجع المرسلون (۳۵) ﴿مِنۡ قُبُوۡلِ الۡهَدِیَّةِ اَوۡ رَدِّهَا اِنۡ کَانَ مَلِکًا قَبِلَهَا اَوۡ نَبِیًّا لَمۡ یَقۡبَلۡهَا فَاَرۡسَلَتۡ خَدَمًا ذُکُوۡرًا اَوۡ اِنَاثًا اَلۡفًا بِالسَّوِیَّةِ وَخَمۡسَمِائَةِ لَبِنَةٍ مِنَ الذَّهَبِ وَتَاجًا مُکَلَّلًا بِالۡجَوَاهِرِ وَمِسۡکًا وَعَنۡبَرًا وَ غَیۡرَ ذٰلِکَ مَعَ رَسُوۡلٍ بِکِتَابٍ فَاَسۡرَعَ الۡهُدۡهُدُ اِلٰی سُلَیۡمَانَ یُخۡبِرُهُ الۡخَبَرَ فَاَمَرَ اَنۡ تُضۡرَبَ لَبِنَاتِ الذَّهَبِ وَالۡفِضَّةِ وَاَنۡ تُبۡسَطَ مِنۡ مَوۡضِعِهٖ اِلٰی تِسۡعَةِ فَرَاسِخَ مَیۡدَانًا وَاَنۡ یَبۡنُوۡا حَوۡلَهُ حَائِطًا مُشَرَّفًا مِنَ الذَّهَبِ وَالۡفِضَّةِ وَاَنۡ یُؤۡتٰی بِاَحۡسَنِ دَوَابِّ الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ مَعَ اَوۡلَادِ الۡجِنِّ عَنۡ یَمِیۡنِ الۡمَیۡدَانِ وَشِمَالِهٖ﴾ فلما جاء ﴿الرَّسُوۡلُ بِالۡهَدِیَّةِ وَمَعَهُ اَتۡبَاعُهُ﴾ سلیمن قال ﴿سُلَیۡمَانُ﴾ اتمدونن بمال فما اٰتٰن الله ﴿مِنَ النُّبُوَّةِ وَالۡمُلۡکِ﴾ خیر مما اٰتٰکم ۚ ﴿مِنَ الدُّنۡیَا﴾ بل انتم بهدیتکم تفرحون (۳۶) ﴿لِفَخۡرِکُمۡ بِزَخَارِفِ الدُّنۡیَا﴾ ارجع الیهم ﴿بِمَا اَتَیۡتَ بِهٖ مِنَ الۡهَدِیَّةِ﴾ فلناتینهم بجنود لا قبل ﴿لَا طَاقَةَ﴾ لهم بها ولنخرجنهم منها ﴿مِنۡ بَلَدِهِمۡ سَبَا سُمِّیَتۡ بِاسۡمِ اَبِیۡ قَبِیۡلَتِهِمۡ﴾ اذلة وهم صٰغرون (۳۷) ﴿اَیۡ اِنۡ لَّمۡ یَاتُوۡنِیۡ مُسۡلِمِیۡنَ فَلَمَّا رَجَعَ اِلَیۡهَا الرَّسُوۡلُ بِالۡهَدِیَّةِ جَعَلَتۡ سَرِیۡرَهَا دَاخِلَ سَبۡعَةِ اَبۡوَابٍ دَاخِلَ قَصۡرِهَا وَقَصۡرُهَا دَاخِلَ سَبۡعَةِ قُصُوۡرٍ وَاَغۡلَقَتِ الۡاَبۡوَابَ وَجَعَلَتۡ عَلَیۡهَا سَرِیۡرِهَا حَرَسًا وَتَجَهَّزَتۡ لِلۡمَسِیۡرِ اِلٰی سُلَیۡمَانَ لِتَنۡظُرَ مَا یَاۡمُرُهَا بِهٖ فَارۡتَحَلَتۡ فِیۡ اِثۡنَیۡ عَشَرَ اَلۡفِ قَیۡلٍ مَعَ کُلِّ قَیۡلٍ اُلُوۡفٌ کَثِیۡرَةٌ اِلٰی اَنۡ قَرُبَتۡ مِنۡهُ عَلٰی فَرۡسَخٍ شَعَرَ بِهَا﴾ قال یایها الملؤا ایکم ﴿فِی الۡهَمۡزَتَیۡنِ مَا تَقَدَّمَ﴾ یاتینی بعرشها قبل ان یاتونی مسلمین (۳۸) ﴿اَیۡ مُنۡقَادِیۡنَ طَائِعِیۡنَ فَلِیۡ اَخۡذُهُ قَبۡلَ ذٰلِکَ لَا بَعۡدَهُ﴾ قال عفریت من الجن ﴿هُوَ الۡقَوِیُّ الشَّدِیۡدُ﴾ انا اٰتیک به قبل ان تقوم من مقامک ۚ ﴿الَّذِیۡ تَجۡلِسُ فِیۡهِ لِلۡقَضَاءِ وَهُوَ مِنَ الۡغَدَاةِ اِلٰی نِصۡفِ النَّهَارِ﴾ وانی علیه لقوی ﴿اَیۡ عَلٰی حَمۡلِهٖ﴾ امین (۳۹) ﴿اَیۡ عَلٰی مَا فِیۡهِ مِنَ الۡجَوَاهِرِ وَغَیۡرِهَا قَالَ سُلَیۡمَانُ اُرِیۡدُ اَسۡرَعَ مِنۡ ذٰلِکَ﴾ قال الذی عنده علم من الکتب ﴿الۡمُنۡزَلِ وَهُوَ آصِفُ بۡنُ بَرۡخِیَا کَانَ صِدِّیۡقًا یَعۡلَمُ اِسۡمَ اللّٰهِ الۡاَعۡظَمَ الَّذِیۡ اِذَا دُعِیَ بِهٖ اَجَابَ﴾ انا اٰتیک به قبل ان یرتد الیک طرفک ﴿اِذَا نَظَرۡتَ بِهٖ اِلٰی شَیۡءٍ مَا قَالَ لَهُ اِلَی السَّمَاءِ فَنَظَرَ اِلَیۡهَا ثُمَّ رَدَّ بِطَرۡفِهٖ فَوَجَدَهُ مَوۡضُوۡعًا بَیۡنَ یَدَیۡهِ فَفِیۡ نَظَرِهٖ اِلَی السَّمَاءِ دَعَا آصِفُ بِالۡاِسۡمِ الۡاَعۡظَمِ اَنۡ یَاۡتِیَ اللّٰهُ بِهٖ فَحَصَلَ بِاَنۡ جَرٰی تَحۡتَ الۡاَرۡضِ حَتّٰی اِرۡتَفَعَ عِنۡدَ کُرۡسِیِّ سُلَیۡمَانَ﴾ فلما راٰه مستقرا ﴿اَیۡ سَاکِنًا﴾ عنده قال هٰذا ﴿اَیِ الۡاِتۡیَانُ لِیۡ بِهٖ﴾ من فضل ربی صلے قف لیبلونی ء ﴿لِیَخۡتَبِرَنِیۡ﴾ اشکر ﴿بِتَحۡقِیۡقِ الۡهَمۡزَتَیۡنِ وَاِبۡدَالِ الثَّانِیَةِ اَلِفًا وَتَسۡهِیۡلِهَا وَاِدۡخَالِ اَلِفٍ بَیۡنَ الۡمُسَهَّلَةِ وَالۡاُخۡرٰی وَتَرۡکِهٖ﴾ ام اکفر ط ﴿النِّعۡمَةَ﴾ ومن شکر فانما یشکر لنفسه ﴿اَیۡ لِاَجۡلِهَا لِاَنَّ ثَوَابَ شُکۡرِهٖ لَهُ﴾ ومن کفر ﴿النِّعۡمَةَ﴾ فان ربی غنی ﴿عَنۡ شُکۡرِهٖ﴾ کریم

(۴۰)﴾بِالْاِفْضَالِ عَلٰی مَنْ یَّکْفُرُهَا﴿ قال نکروا لها عرشها﴾اَیْ غَیِّرُوْهُ اِلٰی حَالٍ تُنْکِرُهُ اِذَا رَاَتْهُ﴿ننظر اتهتدی﴾اِلٰی مَعْرِفَتِهٖ﴿ ام تکون من الذین لا یهتدون(۴۱)﴾اِلٰی مَعْرِفَةِ مَا تَغَیَّرَ عَلَیْهِمْ قَصَدَ بِذٰلِکَ اِخْتِبَارَ عَقْلِهَا لَمَّا قِیْلَ لَهٗ اَنَّ فِیْهِ شَیْئًا فَغَیَّرُوْهُ بِزِیَادَةٍ اَوْ نَقْصٍ اَوْ غَیْرِ ذٰلِکَ﴿ فلما جاء ت قیل ﴾لَهَا﴿ اهکذا عرشک ﴾اَیْ اَمِثْلُ هٰذَا عَرْشُکِ﴿ قالت کانه هو﴾اَیْ فَعَرَفَتْهُ وَشَبَّهَتْ عَلَیْهِمْ کَمَا شَبَّهُوْا عَلَیْهَا اِذْ لَمْ یَقُلْ ءَ هٰذَا عَرْشُکِ وَلَوْ قِیْلَ هٰذَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ سُلَیْمَانُ لَمَّا رَاٰی لَهَا مَعْرِفَةً وَّ عِلْمًا﴿ واوتینا العلم من قبلها وکنا مسلمین(۴۲) وصدها﴾عَنْ عِبَادَةِ اللّٰهِ﴿ ما کانت تعبد من دون الله﴾اَیْ غَیْرَهٗ﴿ انها کانت من قوم کفرین(۴۳) قیل لها﴾اَیْضًا﴿ ادخلی الصرح ج﴾هُوَ سَطْحٌ مِنْ زُجَاجٍ اَبْیَضَ شَفَّافٍ تَحْتَهٗ مَاءٌ جَارٍ فِیْهِ سَمَکٌ اِصْطَنَعَهٗ سُلَیْمَانُ لَمَّا قِیْلَ لَهٗ اِنَّ سَاقَیْهَا وَرِجْلَیْهَا کَقَدَمَیْ حِمَارٍ﴿فلما راته حسبته لجة ﴾مِنَ الْمَاءِ﴿ وکشفت عن ساقیها﴾لِتَخُوْضَهٗ وَکَانَ سُلَیْمَانُ عَلٰی سَرِیْرِهٖ فِیْ صَدْرِ الصَّرْحِ فَرَاٰی سَاقَیْهَا وَقَدَمَیْهَا حِسَانًا﴿ قال﴾لَهَا﴿ انه صرح ممرد﴾مُمَلَّسٌ﴿ من قواریر﴾اَیْ زُجَاجٍ وَدَعَاهَا اِلَی الْاِسْلَامِ﴿ قالت رب انی ظلمت نفسی ﴾بِعِبَادَةِ غَیْرِکَ﴿واسلمت ﴾کَائِنَةً﴿ مع سلیمن لله رب العلمین (۴۴)﴾وَاَرَادَ تَزَوَّجَهَا فَکَرِهَ شَعْرَهَا سَاقَیْهَا فَعَمِلَتْ لَهُ الشَّیَاطِیْنُ النُّوْرَةَ فَاَزَالَتْهُ بِهَا فَتَزَوَّجَهَا وَاَحَبَّهَا وَاَقَرَّهَا عَلٰی مُلْکِهَا وَکَانَ یَزُوْرُهَا کُلَّ شَهْرٍ مَرَّةً وَّیُقِیْمُ عِنْدَهَا ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ وَاِنْقَضٰی مُلْکُهَا بِانْقِضَاءِ مُلْکِ سُلَیْمَانَ رُوِیَ اَنَّهٗ مَلَکَ وَهُوَ ابْنُ ثَلٰثَ عَشَرَةَ سَنَةً وَمَاتَ وَهُوَ اِبْنُ ثَلٰثٍ وَخَمْسِیْنَ سَنَةً فَسُبْحَانَ مَنْ لَا اِنْقِضَاءَ لِدَوَامِ مُلْکِهٖ۔

﴿ترجمہ﴾

بولی اے سردارو! مجھے رائے دو......۱......(یعنی مجھے مشورہ دو، دونوں ہمزہ تحقیق کے ساتھ اور دوسرے کی تسہیل یعنی واؤ کے ساتھ بدلنے سے ہے) میرے اس معاملے میں، میں کسی معاملے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو (تشھدون بمعنی تحضرون ہے) وہ بولے ہم زور والے اور بڑی سخت لڑائی والے ہیں (یعنی جنگ میں بڑی شدت والے ہیں) اور اختیار تیرا ہے تو نظر کر کہ کیا حکم دیتی ہے (ہم تیری اطاعت کریں گے) بولی بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ کر دیتے ہیں (اجاڑ کر) اور اس کے عزت والوں کو ذلیل اور ایسا ہی کرتے ہیں (یہ خط بھیجنے والے بھی) اور میں ان کی طرف ایک تحفہ بھیجنے والی ہوں......۲......پھر دیکھوں گی کہ ایلچی کیا جواب لے کر پلٹے (یعنی ہدیہ قبول ہوتا ہے یا اس کو رد کر دیا جاتا ہے، اگر وہ بادشاہ ہوں گے تو اس کو قبول کر لیں گے اور اگر نبی ہوں گے تو اس کو قبول نہ کریں گے، پس اس نے ایک ہزار لڑکے اور لڑکیاں بطور خادم روانہ کئے جو کم عمر تھے اور پانچ سو سونے کی اینٹیں اور ایک ایسا تاج جو جواہر سے مرصع تھا اور مشک وعنبر وغیرہ مع خط کے قاصد روانہ کیا، پس ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پہنچنے میں جلدی کی اور آپ علیہ السلام کو سب کچھ بتا دیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ سونے اور

چاندی کی اینٹیں تیار کی جائیں اور انہیں میدان میں نو میل تک بچھا دیا جائے اور اس کے گرد سونے اور چاندی سے احاطہ کی بلند دیوار بنا دی جائے اور میدان کے دائیں بائیں، بحر و بر کے سب سے خوبصورت جانور جنات کے بچوں کے ساتھ ساتھ کھڑے کر دیئے جائیں) پھر جب وہ آیا (قاصد مع تحائف اور وفد کے) سلیمان کے پاس فرمایا (تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا) کیا مال سے میری مدد کرتے ہو تو جو مجھے اللہ نے دیا (یعنی نبوت اور بادشاہی) وہ بہتر ہے اس سے جو تمہیں دیا......۳۶...... (یعنی دنیاوی مال) بلکہ تم ہی اپنے تحفہ پر خوش ہوتے ہو (اس لئے کہ تم لوگ ہی دنیاوی آرائش و زیبائش پر فخر کیا کرتے ہو) پلٹ جا ان کی طرف (ان تحائف کے ساتھ جو تجھے دیئے گئے ہیں) تو ضرور ہم ان پر وہ لشکر لائیں گے جن کی انہیں طاقت نہ ہوگی (لا قِبَلَ بمعنی لا طَاقَةَ ہے) اور ضرور ہم ان کو اس شہر سے نکال دیں گے (یعنی ان کے شہر سبا سے کہ جس کا نام ان کے قبیلے کے باپ کے نام پر رکھا گیا ہے) ذلیل کر کے یوں کہ وہ پست ہوں گے (جب قاصد ملکہ بلقیس کے پاس واپس تحائف وغیرہ لے کر پہنچا اور سارا قصہ سنایا تو اس نے اپنے تخت کو اپنے سات محلوں میں سے سب سے پچھلے محل میں محفوظ کر کے تمام دروازے بند کر دیئے اور پھر اس پر پہرے دار مقرر کر دیئے، اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیاری شروع کر دی تاکہ دیکھے کہ وہ کیا حکم دیتے ہیں، اس نے بارہ ہزار نوابوں کے جلو میں کوچ کیا اور ہر نواب کے ساتھ ہزاروں لشکری تھے، جب وہ آپ علیہ السلام کے اتنے قریب پہنچ گئی کہ فاصلہ صرف ایک فرسنگ رہ گیا) سلیمان نے فرمایا، اے درباریو! تم میں کون ہے (الملا ایکم کے دونوں ہمزوں کی وہی قرأت ہے جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے) کہ وہ اس کا تخت......۳۸...... میرے پاس لے آئے قبل اس کے کہ وہ میرے حضور مطیع ہو کر حاضر ہوں (یعنی اطاعت و فرمانبردار بن کر، کہ اس کا مال لینا اسلام سے پہلے میرے لئے جائز ہے نہ کہ اسلام لانے کے بعد) ایک بڑا خبیث جن......۵...... بولا (جو کہ بہت طاقتور تھا) کہ میں وہ تخت حضور میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ حضور اجلاس برخاست کریں (یعنی وہ اجلاس کہ جس میں آپ فیصلہ کرنے کی خاطر تشریف فرما ہوتے ہیں جو کہ صبح سے دوپہر تک جاری رہتا ہے) اور میں بیشک اس پر قوت والا (ہوں اس کے اٹھانے پر) امانتدار ہوں (ان جواہرات وغیرہ پر جو اس میں جڑے ہوئے ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں تو) اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا (یعنی اس کتاب کا جو ان پر نازل کی گئی تھی، اور وہ آصف بن برخیا تھے جو اسم اعظم جانتے تھے کہ جس کے ذریعے دعائیں قبول ہوتی ہیں) کہ میں اسے حضور میں حاضر کر دوں گا ایک پل مارنے سے پہلے (کہ جب آپ کسی شے کی طرف دیکھیں، حضرت آصف بن برخیا نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ علیہ السلام آسمان کی جانب دیکھیں، پس آپ علیہ السلام نے آسمان کی طرف دیکھا تو جب واپس دیکھا تو اپنے سامنے اس تخت کو رکھا ہوا پایا، حضرت سلیمان علیہ السلام کے آسمان کی طرف دیکھنے کے دوران حضرت آصف نے اسم اعظم کے ساتھ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس کے وسیلہ سے اس تخت کو حاضر کر دے تو وہ دعا پوری ہوئی اور وہ تخت زیر زمین چلتا ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے پاس سے نمودار ہو گیا) پھر جب سلیمان نے تخت کو رکھا دیکھا (مستقرا بمعنی ساکنا ہے) اپنے پاس کہا یہ (یعنی اس تخت کا میری خاطر لانا) میرے رب کے فضل سے ہے، تاکہ مجھے آزمائے (میرا امتحان لے) کہ میں شکر کرتا ہوں (ء اشکر میں دونوں ہمزے تحقیق کے ساتھ، دوسرے کو الف سے بدلنے اور اس کی تسہیل کے ساتھ اور مسہلہ اور دوسرے کے درمیان الف کو داخل کرنے یا نہ کرنے کے ساتھ ہے) یا ناشکری (کرتا ہوں اس کی نعمت کی) اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے (یعنی اپنی خاطر ایسا کرتا ہے اس لئے کہ اس کے شکر کا ثواب اسی کو ملے گا) اور جو ناشکری کرے (نعمت کی) تو میرا رب بے پرواہ ہے (اس کے شکر بجالانے سے) سب خوبیوں والا (فضل فرمانے کے سبب کہ جو وہ نعمتوں کی ناشکری کرنے والے پر فرماتا ہے......۴۰......) سلیمان نے حکم دیا عورت کا تخت اس کے سامنے وضع بدل کر بیگانہ کر دو (یعنی اس حالت تک

تبدیل کردو کہ جب اس کو دیکھے تو اسے پہچان نہ سکے) کہ ہم دیکھیں کہ وہ راہ پاتی ہے (اس کو پہچاننے کی) یا ان میں ہوتی ہے جو ناواقف رہے (اس کو پہچاننے سے کہ جو اس میں تبدیلی کی گئی ہے، اور اس کا مقصد صرف اس کے عقل مند ہونے کی آزمائش کرنا تھا کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے اس کی عقل کے متعلق کچھ کہا گیا تھا، پس اس تخت کو کچھ کمی بیشی وغیرہ سے تبدیل کردیا گیا) پھر جب وہ آئی اس سے کہا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے (یعنی اس کے مثل ہے) بولی گویا یہ وہی ہے (پس اس نے اسے پہچان لیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو شبہ میں مبتلا کردیا جس طرح انہوں نے اسے شبہ میں مبتلا کیا، اس لئے کہ آپ علیہ السلام نے اس سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ کیا یہ وہی تخت ہے اور اگر اس سے یہ پوچھا جاتا تو وہ یقیناً ہاں میں جواب دیتی، جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی معرفت اور علم کو دیکھا تو ارشاد فرمایا) اور ہم کو اس واقعہ سے پہلے خبر مل چکی اور ہم فرمانبردار ہوئے اور اسے روکا (اللہ تعالیٰ کی عبادت سے) اس چیز نے جسے وہ اللہ کے سوا پوجتی تھی (من دون اللہ سے مراد غیر اللہ ہے) بیشک وہ کافر لوگوں میں سے تھی۔ اس سے کہا گیا (یہ بھی کہ) صحن میں آ (کہ جس کا فرش صاف شفاف، اس کے نیچے پانی جاری تھا جس میں مچھلیاں تھیں، اسے بنانے کا حکم حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیا تھا، اس لئے کہ آپ علیہ السلام سے کہا گیا تھا کہ اس کی پنڈلیاں اور ٹانگیں گدھے کے پیروں جیسی ہیں) پھر جب اس نے اسے دیکھا گہرا پانی سمجھی اور اپنی ساقیں کھولیں (اس کی اندر جانے کے لئے، حضرت سلیمان علیہ السلام چونکہ صحن کے وسط میں ایک تخت پر براجمان تھے لہذا آپ علیہ السلام نے اس کی پنڈلیوں اور قدموں کو خوبصورت ملاحظہ فرمایا) سلیمان نے فرمایا (اس سے) یہ تو ایک چکنا صحن ہے (ممرّد بمعنی مملّس ہے) شیشوں جڑا (قواریر سے مراد شیشے ہیں، اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے اسلام کی دعوت دی تو) عورت نے عرض کی اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا (تیرے غیر کی عبادت کر کے) اور اب سلیمانؑ کے ساتھ اللہ کے حضور گردن رکھتی ہوں جو رب سارے جہان کا (اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے شادی ......ے...... کا ارادہ کیا تو اس کی پنڈلیوں کے بالوں کو ناپسند کیا تو جنوں نے ان کی بال دور کرنے والا پاؤڈر نورہ بنایا کہ اس کے ذریعے آپ نے بال دور کر لئے اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے شادی کرلی، اس سے آپ علیہ السلام بڑی محبت فرماتے تھے اور اسے اس کی بادشاہی پر برقرار رہنے دیا، آپ علیہ السلام ہر مہینے میں ایک مرتبہ اس کے پاس تشریف لے جاتے اور تین دن تک اس کے ہاں قیام فرماتے، ملکہ بلقیس کی بادشاہی اس وقت تک قائم و دائم رہی جب تک کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہی قائم رہی، مروی ہے کہ آپ علیہ السلام تیرہ سال کی عمر میں بادشاہ بنے اور 53 سال کی عمر میں وصال فرمایا، پس تسبیح و تقدیس کے لائق وہی ذات ہے کہ جس کی بادشاہی کبھی ختم نہ ہوگی)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قالت یایہا الملؤا افتونی فی امری ماکنت قاطعۃ امرا حتی تشہدون۝﴾.

قالت: قول، یایہا الملا: نداء، افتونی: فعل امر با فاعل ومفعول، فی امری: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ما: نافیہ، کنت: فعل ناقص بااسم، قاطعۃ: اسم فاعل بافاعل، امرا: مفعول، حتی تشہدون: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا نحن اولوا قوۃ واولوا باس شدید والامر الیک فانظری ماذا تامرین۝﴾.

قالوا: قول، نحن: مبتدا، اولوا قوۃ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اولوا باس شدید: معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، الامر: مبتدا، الیک: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: فصیحیہ، انظری: فعل امر بافاعل، ماذا: اسم استفہام مفعول مقدم، تامرین: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "انہم راغبون فان اردت ذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قالت ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ﴾۔
قالت: قول، ان الملوک: حرف مشبہ واسم، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، دخلوا قریۃ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، افسدوھا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعلوا: فعل بافاعل، اعزۃ اھلھا: مفعول اول، اذلۃ: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وکذلک یفعلونo وانی مرسلۃ الیھم بھدیۃ فنظرۃ بم یرجع المرسلونo﴾۔
و: عاطفہ، کذلک: ظرف مستقر "فعلا" مصدر محذوف کیلئے صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، یفعلون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، انی: حرف مشبہ واسم، مرسلۃ: اسم فاعل بافاعل، الیھم: ظرف لغو اول، بھدیۃ: ظرف لغو ثانی، ملکر شبہ جملہ ہوکر معطوف علیہ، ف: عاطفہ، ناظرۃ: اسم فاعل بافاعل، ب: جار، م: استفہامیہ مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، یرجع المرسلون: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر شبہ جملہ ہوکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلما جاء سلیمن قال اتمدونن بمال﴾۔
ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فاعدت الھدیۃ مع رسول بکتاب" لما: شرطیہ، جاء سلیمن: فعل وفاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، قال: قول، ھمزہ: حرف استفہام، تمدونن: فعل بافاعل و"ی" ضمیر محذوف مفعول، بمال: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فما اتن اللہ خیر مما اتکم بل انتم بھدیتکم تفرحونo﴾۔
ف: عاطفہ تعلیلیہ، ما: موصولہ، اتن اللہ: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، خیر: اسم تفضیل بافاعل، مما اتکم: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، بل: عاطفہ، انتم: مبتدا، بھدیتکم: ظرف لغو مقدم، تفرحون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ارجع الیھم فلنا تینھم بجنود لا قبل لھم بھا﴾۔
ارجع: فعل امر بافاعل، الیھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: مستانفہ، لام: قسمیہ، ناتینھم: فعل بافاعل ومفعول، ب: جار، جنود: موصوف، لا: نفی جنس، قبل: مصدر بافاعل، بھا: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر اسم، لھم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ولنخرجنھم منھا اذلۃ وھم صاغرونo﴾۔
و: عاطفہ، لام قسمیہ، نخرجن: فعل بافاعل، ھم: ضمیر ذوالحال، اذلۃ: حال اول، و: حالیہ، ھم صاغرون: جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر مفعول، منھا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب جملہ قسم، ملکر جملہ قسمیہ ماقبل "لنا تینھم" پر معطوف ہے۔

﴿قال یایھا الملؤا ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمینo﴾۔
قال: قول، یایھا الملؤا: نداء، ایکم: مبتدا، یاتینی بعرشھا: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، قبل: مضاف، ان یاتونی مسلمین: جملہ بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال عفریت من الجن انا اتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک﴾۔
قال: فعل، عفریت: موصوف، من الجن: ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر قول، انا: مبتدا، اتیک بہ: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، قبل ان تقوم من مقامک: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿والی علیه لقوی امین٥﴾۔
و: عاطفہ، انی: حرف مشبہ واسم، علیه: ظرف لغو مقدم، لام: تاکیدیہ، قوی: صفت مشبہ با فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر موصوف، امین: صفت، ملکر خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال الذی عنده علم من الکتب انا اتیک به قبل ان یرتد الیک طرفک﴾۔
قال: فعل، الذی: موصول، عنده: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، علم: موصوف، من الکتب: ظرف مستقر صفت، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، انا: مبتدا، اتیک به: فعل با فاعل ومفعول وظرف لغو، قبل: مضاف، ان یرتد الیک طرفک: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فلما راہ مستقرا عنده قال هذا من فضل ربی لیبلونیء اشکر ام اکفر﴾۔
ف: عاطفہ، لما: شرطیہ، را: فعل با فاعل، ہ: ضمیر ذوالحال، مستقرا عنده: شبہ جملہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، قال: قول، هذا: مبتدا، من: جار، فضل: مصدر مضاف، ربی: مضاف الیہ فاعل، لام: جار، یبلو: فعل با فاعل، ن: وقایہ، ی: ضمیر مبدل منہ، همزہ: حرف استفہام، اشکر: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ام: عاطفہ، اکفر: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ہوکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ومن شکر فانما یشکر لنفسه ومن کفر فان ربی غنی کریم٥﴾۔
و: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، شکر: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، انما حرف مشبہ وما کافہ، یشکر لنفسه: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، کفر: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ان ربی غنی کریم: جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال نکروا لها عرشها ننظر اتهتدی ام تکون من الذین لا یهتدون٥﴾۔
قال: قول، نکروا لها: فعل امر با فاعل وظرف لغو، عرشها: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ننظر: فعل با فاعل، همزہ: حرف استفہام، تهتدی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ام: عاطفہ، تکون: فعل ناقص با اسم، من الذین لایهتدون: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جواب امر واقع ہے۔

﴿فلما جاء ت قیل اهکذا عرشک﴾۔
ف: عاطفہ، لما: ظرفیہ شرطیہ، جاء ت: جملہ فعلیہ شرط، قیل: قول، همزہ: حرف استفہام، ها: للتنبیہ، کذا: ظرف مستقر خبر مقدم، عرشک: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قالت کانه هو واوتینا العلم من قبلها وکنا مسلمین٥﴾۔
قالت: قول، کانه: حرف مشبہ واسم، هو: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "لما سمعوا قولها کانه هو قالوا اصابت فی الجواب فقال سلیمن"، و: عاطفہ، اوتینا: فعل با فاعل نائب الفاعل، العلم: مفعول ثانی، من قبلها: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کنا: فعل ناقص با اسم، مسلمین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وصدها ما کانت تعبد من دون الله انها کانت من قوم کفرین٥﴾۔
و: عاطفہ، صدها: فعل ومفعول، ما: موصولہ، کانت تعبد: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، من دون الله: ظرف مستقر حال، ملکر

قائل،ملکر جملہ فعلیہ ،انھا:حرف مشبہ واسم ،کانت من قوم کفرین: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قیل لھا ادخلی الصرح فلما راتہ حسبتہ لجۃ و کشفت عن ساقیھا﴾.

قیل لھا: قول،ادخلی الصرح: فعل امر با فاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،ف:عاطفہ معطوف علی محذوف "فدخلتہ"،لما: شرطیہ ظرفیہ،راتہ: فعل با فاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط ،حسبتہ: فعل با فاعل ومفعول،لجۃ: مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،کشفت عن ساقیھا: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال انہ صرح ممرد من قواریر﴾.

قال: قول،انہ:حرف مشبہ واسم ،صرح:موصوف،ممرد:صفت اول،من قواریر:ظرف مستقر صفت ثانی،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالت رب انی ظلمت نفسی واسلمت مع سلیمن للہ رب العلمین٥﴾.

قالت: قول،رب:نداء،انی:حرف مشبہ واسم ،ظلمت نفسی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و:عاطفہ،اسلمت:فعل با"ت"،ضمیر ذوالحال،مع سلیمن:ظرف متعلق بمحذوف حال،ملکر فاعل،للہ رب العلمین: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقصود بالنداء،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

مشورہ طلب کرنا:

۱......حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا﴿یاتونی مسلمین وہ میرے حضور مطیع ہوکر حاضر ہوں(النمل: ۳۸)﴾،اس سے پتہ چلا کہ آپ علیہ السلام جانتے تھے کہ وہ ضرور حاضر ہوگی ،ورنہ نبی غیر ضروری کلام نہیں کرتا۔ملکہ سبا نے اپنے درباریوں میں مشورہ کیا،جس سے مشورہ کرنے کی اہمیت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔یہ بھی جان لیا کہ عالم کفر میں اس وقت بھی امراء اپنے رعایا اور خاص لوگوں سے مشورہ کرتے تھے۔ملکہ سبا کا یہ کہنا کہ اکثر بادشاہ جب ان کی بات نہ مانی جائے تو خرابی کرتے ہیں لہذا اگر یہ فقط بادشاہ ہی ہیں تو پھر ھدایا قبول کرلیں گے،ورنہ نہیں۔ (البدایۃ والنہایۃ، الجزء الثانی، قصہ سلیمان بن داؤد، ج۱،ص ٤٠٢)

بعض علماء کہتے ہیں:"الفتوی"بنا ہے"الفتی"سے،جس کے معنی ہیں طاقتور نوجوان،اورفتوی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ مفتی سائل کو حاکم وقت کی طرح درست جواب دے کر حادثے سے بچاتے ہوئے طاقتور کردیتا ہے۔یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ضروری امور میں مشاورت ضرور ہونی چاہیے اور بادشاہ بھی اپنی رعایا اور امراء میں سے قابل رائے وبصیرت سے مشاورت کرتے تھے۔

(روح البیان ،ج٦،ص ٤٤٠)

ھدیہ دینے کے جواز کا بیان:

۲......علامہ جریر طبری کہتے ہیں: ملکہ بلقیس نے کہا کہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی جانب ھدایا بھیجتی ہوں،تا کہ ان کا حال معلوم ہوجائے،اگر نبی ہونگے تو قبول نہ کریں،کیونکہ نبی ھدایا سے راضی نہیں ہوا کرتے بلکہ وہ تو دین میں فرمانبرداری چاہتے ہیں،اور اگر بادشاہ ہونگے تو ھدایا قبول کرلیں گے۔

(۱)......حضرت ابن عباس کہتے ہیں: ملکہ سبا نے غلام باندیاں ظاہری زیب وزینت اور مزین لباس میں بھیجے جن کے لباس سے مذکر ومؤنث کا فرق بھی نہ ہوتا تھا، مقصد یہی تھا کہ نبی ہوئے تو حدایا رد کردیں گے اور ہمارے لئے یہی مناسب ہوگا کہ ہم اپنے ملک کو چھوڑ کر ان کے دین کی پیروی کریں اور ان کے ساتھ مل جائیں۔

(۲)......حضرت مجاہد کا قول یہ ہے کہ ملکہ سبا نے خادمین کو خادماؤں اور خادماؤں کو خادمین کے لباس میں بھیجا۔

(۳)......ابن زید اور ابن وہب کا قول ہے: ملکہ سبا نے غلام باندیوں کو ایک دوسرے کے کپڑے پہنا دیئے تاکہ نبی ہونے کی صورت میں تمیز کرلینے کا ثبوت ہوجائے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے انہیں وضو کرنے کا حکم دیا چنانچہ غلاموں نے کہنیوں سے ہتھیلیوں تک دھویا اور باندیوں نے ہتھیلیوں سے کہنیوں تک دھویا، پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے پہچان لیا۔ (الطبری، الجزء: ۱۹، ص ۱۷۷ وغیرہ)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدایا سے متعلق فرامین:

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ایک دوسرے کو ہدیہ دو کیونکہ ہدیہ ایک دوسرے کے سینہ سے کینہ کو نکال باہر کرتا ہے اور کوئی عورت اپنی پڑوسن کے ہدیہ کو حقیر نہ سمجھے خواہ وہ بکری کے کھر کا ٹکڑا ہو"۔

(صحیح البخاری، کتاب الھبۃ، باب: فضل الھبۃ، رقم: ۲۵٦٦، ص ٤١٥)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر مجھے بکری کے ایک ہاتھ یا اس کے ایک کھر کی دعوت دی جائے تو میں اس کو قبول کرلوں گا اور اگر اس کا ایک ہاتھ یا کھر مجھے ہدیہ میں دیا جائے تو میں اس کو قبول کرلوں گا"۔

(صحیح البخاری، کتاب الھبۃ، باب: فضل الھبۃ، رقم: ۲۵٦۸، ص ٤١٥)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک موٹے ریشم کا جبہ ہدیہ کیا گیا، لوگوں کو اس پر تعجب ہوا، آپ نے فرمایا: "اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے، جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے زیادہ خوبصورت ہیں"۔

(صحیح البخاری، کتاب الھبۃ، باب: قبول الھبۃ من المشرکین، رقم: ۲٦١٥، ص ٤٢٣)

حضرت سلیمان علیہ السلام مال کے محتاج نہ تھے:

۳......اللہ والے صرف اللہ عزوجل کے محتاج ہوتے ہیں، انہیں دنیاوی مال ودولت کا کوئی شوق نہیں ہوتا، جس دور میں حضرت سلیمان علیہ السلام حکومت فرمارہے تھے اس میں غلام باندی قیمتی مال ہوا کرتا تھا لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کی جانب التفات ہی نہ کیا بلکہ جس مقصد کے پیش نظر سارا اہتمام کیا تھا اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں مصروف رہے۔ لہذا یہ کہنا کہ حضرات انبیائے کرام کو مال کی ضرورت ہوتی ہے، یا وہ مال کے محتاج ہوتے ہیں قرآن کے خلاف عقیدہ ہے اور جو عقیدہ قرآن کے خلاف ہو وہ اہل علم کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوتا۔

ملکہ سبا کے تخت منگوانے کی وجوہات:

۴......حضرت عبداللہ بن شداد کہتے ہیں کہ ملکہ سبا حضرت سلیمان علیہ السلام سے فقط ایک فرسخ (تین میل شرعی اور انگریزی کے اعتبار سے ساڑھے چار میل) کے فاصلے پر تھیں، اور اس نے تخت کو پہرہ داروں میں رکھا تھا۔ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت کو لانے کا حکم خط بھیجنے سے پہلے ہی دے دیا تھا، بلکہ اس کی جانب خط لکھنے سے پہلے ہی تخت منگوالیا تھا۔ ابن عطیہ کا قول یہ ہے کہ یہ مقالہ ملکہ سبا کے ھدایا بھیجنے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے رد کرنے کے بعد ہوا یعنی بعد میں حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت منگوایا اور خط بھجوانے کے لئے ھدھد کا انتخاب کیا اور اسی قول پر جمہور متاولین ہیں۔ اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ تخت

کیوں منگوایا گیا؟ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی جود وسخا کی عمدہ مثال ہے کہ انہوں نے چاہا کہ ملکہ سبا اور اس کی قوم کو اسلام کے ذریعے بچایا جائے قبل اس کے کہ ان کے باقی اموال جلا دیئے جائیں، اور اسلام ہی حقیقی دین ہے اور یہی قول ابن جریج کا ہے۔ ابن زیاد کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے چاہا کہ اللہ عزوجل کی دی ہوئی قدرت کو ملکہ سبا پر ظاہر کیا جائے اور اسے ان کی نبوت پر دلیل قرار دیا جائے اور بغیر کسی لشکر اور جنگ وجدل کے ان سے ان کا قیمتی مال لے لیا جائے۔ اور یہی تاویل مسلمین بمعنی مستسلمین ہے، ابن عباس کا بھی یہی قول ہے۔ (القرطبی، الجزء:۱۹، ص۱۸۲)

تخت لانے والے طاقت ور جن کا بیان:

۵......عماد الدین ابن کثیر اپنی تفسیر ''ابن کثیر'' میں اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں: قرآن میں طاقتور جن کے بارے میں یوں ارشاد ہے ﴿عفریت من الجن ایک بڑا خبیث جن (النمل:۳۹)﴾، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اس طاقتور جن نے کہا میں آپ علیہ السلام کی مجلس برخاست ہونے سے پہلے اس تخت کو لے آؤں گا، مجاہد، سدی اور دیگر مفسرین کرام نے کہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام لوگوں کے درمیان مقدمات کا فیصلہ کرنے اور دیگر کاروائی کے لئے صبح کے اول وقت سے لے کر زوال تک بیٹھتے تھے۔ اس جن نے کہا کہ میں اس تخت کے لانے پر قوی ہوں اور میں اس میں جو قیمتی ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے ہیں ان پر امین بھی ہوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ میں اسے بھی زیادہ جلدی چاہتا ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس تخت کو اس لئے منگوانا چاہتے تھے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ عزوجل نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو عظیم سلطنت عطا فرمائی ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ان لشکر کو مسخر کر دیا ہے جن کو ان سے پہلے کسی کے لئے مسخر نہیں کیا تھا اور نہ ان کے بعد کسی کے لئے اتنی سلطنت فرماں روائی ہوگی اور تاکہ آپ علیہ السلام کی سلطنت بلقیس کے سامنے آپ علیہ السلام کی نبوت کی دلیل اور معجزہ ہو جائے کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام شام میں تھے اور بلقیس یمن کے علاقے صنعاء میں مقیم تھی۔ اور دونوں کے مابین کافی فاصلہ تھا اور وہ تخت نوتالوں اور نوکروں کے پہرے میں تھا، جب کہ دیگر چوکیدار بھی موجود تھے۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان عفریتا من الجن تفلت علی یعنی طاقتور جن غفلت اور دھوکے میں مبتلا کرتا ہے، مجھ پر نماز میں مخل ہوا اور اللہ عزوجل نے مجھے اس پر قوت دی تو میں نے اسے دور کر دیا''۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب: باب الاسیر او الغریم، رقم: ٤٦١، ص ٨٠)

☆......راوی کہتے ہیں کہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا، ایک طاقتور جن آگ کا شعلہ پھینک رہا تھا، جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جانب التفات کیا تو جبرئیل امین علیہ السلام نے وحی فرمائی، اے اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کلمات نہیں سکھائے جس سے انہیں دور کر دیا جائے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! فرمایا: اعوذ باللہ الکریم وبکلمات اللہ التامات التی لا یجاوزھن بر ولا فاجر من شر ما ینزل من السماء وشر ما یعرج فیھا وشر ما ذرا فی الارض، وشر ما یخرج منھا ومن فتن اللیل والنھار ومن طوارق اللیل والنھار الا طارقا یطرق بخیر یا رحمن یعنی اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اور ان کلمات سے جو حق سے تجاوز کر جائیں اور آسمان سے اترنے والے شر سے اور اس شر سے جو آسمان کی جانب بلند ہوتا ہے اور اس شر سے جو زمین میں پیدا ہوتا ہے اور اس شر سے جو زمین سے نکلتا ہے، اور رات ودن کے فتنوں سے اور دن ورات کے ستاروں سے سوائے اس ستارے کے جو رحمن کی جانب سے خیر پر متعین ہو''۔ (المعجم الکبیر، باب الخاء، ابو العالیہ خالد بن ولید، رقم: ۳۷۳۸، ج٤، ص١١٤)

اہل علم کے مصادیق کون ہیں؟

۶......کہا جاتا ہے کہ آصف بن برخیا نے اسم اعظم "یا حی یا قیوم" کا ورد کیا تھا، زہری کہتے ہیں کہ حضرت آصف بن برخیا کے پاس اسم اعظم تھا چنانچہ انہوں نے ورد کیا:" یا الھنا والہ کل شیء الھا واحدا لا الہ الا انت ائتنی بعرشھا" وہ تخت ان کے سامنے موجود ہوا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ انہوں نے یوں کہا:" یاالھنا والہ کل شیء یا ذالجلال والاکرام"۔سہیلی کہتے ہیں حضرت آصف بن برخیا کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا اور یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے خالہ زاد تھے اور انہوں نے اسم اعظم کے ذریعے تخت حاضر خدمت کیا۔ (القرطبی ،الجزء:۱۹، ص۱۸۴)

اللہ والوں کی شان کا بیان ہے، اللہ عزوجل نے ان کے قبضہ میں کائنات کی حکمرانی دی ہوتی ہے۔ان تمام اسم اعظم کے وسیلے واسطے ہم بھی جانتے ہیں لیکن ہم انہیں پڑھ کر تخت تو کیا لائیں گے معمولی سی بات بھی نہیں کر پاتے۔ پتہ چلا کہ ہم میں اور ان بزرگوں میں تقوی و پرہیز گاری کا فرق حائل ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آصف بن برخیا کے پاس کتاب یعنی توریت کا علم تھا جس کی وجہ سے وہ اتنی طاقت رکھتے تھے جن کے پاس قرآن کا علم ہو اور وہ پرہیز گار بھی ہو تو کتنی طاقت رکھے گا، اندازہ اور مشاہدہ حضرات اولیائے کرام کے واقعات سے لگا سکتے ہیں۔

ملکہ بلقیس کی سوانح ونکاح کا بیان:

۷......ملکہ بلقیس کی سوانح کا بیان ہم نے ماقبل رکوع نمبر ۱۷، حاشیہ نمبر ۸ کے تحت کر دیا ہے، جہاں تک نکاح کا تعلق ہے تو جان لیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے نکاح میں ایک ہزار عورتیں تھیں جن میں سے سات سو مہر والی اور تین سو باندیاں تھیں اور ایک قول اس کے برعکس یعنی سات سو باندیاں اور تین سو مہر والی خواتین کا بھی ہے۔

قاضی بیضاوی کہتے ہیں:

اس بارے میں اختلاف ہے کہ ملکہ سبا کا حضرت سلیمان علیہ السلام سے نکاح ہوا یا ذو تبع سے۔(البیضاوی، ج۲،ص۵۶۹)

علامہ آلوسی کہتے ہیں:

جب ملکہ بلقیس ایمان لے آئیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: تم اپنی قوم میں سے کسی مرد کو پسند کر کے شادی کرلو، میں تمہارا نکاح اس کے ساتھ کردوں گا۔اس نے کہا میری قوم کے سب لوگ میرے ماتحت وغلام ہیں لہذا میں ان کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اسلام میں نکاح کرنا ضروری ہے اور تم اسلام کے حلال کو حرام نہیں کر سکتی، اس نے کہا کہ اگر ایسا ہی ہے تو میرا نکاح ہمدان کے بادشاہ ذو تبع سے کردیجئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کا نکاح کر کے اسے یمن واپس بھیج دیا تو ذو تبع یمن پر مسلط ہوگیا، جب تک سلیمان علیہ السلام حیات رہے ذو تبع کے ملک کی جنات حفاظت کرتے رہے، ان کے بعد بلقیس اور ذو تبع کی حکومت بھی جاتی رہی۔ (روح المعانی، الجزء:۱۹،ص۲۷۴)

اغراض:

مختوم : خط مہر لگا ہوا تھا، تا کہ اس بات کی جانب شعور دلائے کہ یہ اللہ عزوجل کے رسول کی جانب سے دعوت ایمان ہے۔ وارد ہوا ہے کہ جس نے اپنے کسی بھائی کی جانب خط روانہ کیا اور اس پر مہر نہ لگائی تحقیق اس نے (اپنے پیغام کو) ہلکا گمان کرایا۔

او نبیا لم یقبلھا: یعنی خط بھیجنے والے کی پیروی کرے، اور ملکہ سبا عقل وشعور رکھنے والی، سیاسی امور جاننے والی باصلاحیت خاتون تھیں۔ الفا بالسویۃ: پانچ سو مرد اور پانچ سو خواتین مراد ہیں۔

عن یمین السمیدان وشمالہ: کہا جاتا ہے کہ ملکہ بلقیس نے پانچ سو غلام اور پانچ سو باندیاں فاقالفسلباس پہنا کر بھیجیں، غلام کو باندیوں کی طرح سونے کے کنگن پہنائے گئے............الخ تفصیل ما قبل حاشیہ نمبر۲ میں دیکھ لیں۔

ای ان لم یاتونی مسلمین: یمین کو عدم قبول اسلام کی جانب معلق کر دیا گیا ہے۔

شعر بھا: "شعر" بمعنیٰ "علم" ہے، کہا جاتا ہے کہ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے تخت پر جلوہ فرما تھے تو کچھ آوازیں جو قریب ہی سے آرہی تھی، پوچھا: یہ کیا آواز ہے؟ بتایا گیا: بلقیس ہیں، یہ ہم سے قریب ہی ہیں، اور مسافت ایک فرسخ کی بتائی گئی ہے۔

فلی اخذہ قبل ذلک: یعنی حربی ہونے کی حالت میں مسلمان ہونے سے پہلے آجائیں۔

وھو القوی: پہاڑ کی مانند، جس کے ایک قدم حد انتہاء تک جا پڑتا تھا، اس کا نام ذکوان یا صخر تھا۔

اسرع من ذلک: مقصود یہ تھا کہ ملکہ کے آکر اسلام قبول کرنے سے پہلے پہل اس کا تخت موجود ہو جائے، کہا جاتا ہے کہ ملکہ ایک یا نصف ساعت کی مسافت پر دور تھیں، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی مجلس صبح سے نصف نہار تک منعقد ہوا کرتی تھی۔

وھو آصف بن برخیا: مد اور قصر دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر یا کاتب تھے، کہا جاتا ہے کہ یہ ولی اللہ تھے، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے پاس کتاب کا علم تھا مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ ایک قول حضرت خضر ہونے کا تھا، یا کوئی اور فرشتے، کہا جاتا ہے کہ مراد حضرت سلیمان علیہ السلام ہی ہیں۔ اور عفریت کا قول مشہور ہے جس کی جانب مفسر نے التزام فرمایا۔

کان صدیقا: بطور مبالغہ، اللہ اور اس کے بندوں کے ساتھ سچائی ہونے کے اعتبار سے ہے۔

دعا بالاسم الاعظم: سے مراد آصف بن برخیا کا قول "یا ذاالجلال والاکرام"، "یا حی یا قیوم"، "یا الھنا والہ کل شیء"، "الھا واحد"، "لا الہ الا انت التنی بعرشھا" ہے۔ بل جری تحت الارض: یعنی فرشتوں نے تخت کو اللہ ﷻ کے حکم سے پکڑ کر سامنے کر دیا۔ لان ثواب شکرہ لہ: شکر کرنا نعمت کی زیادتی کی بنا پر ہوا کرتا ہے۔

ای ساکنا: یعنی بغیر حرکت کئے ہوئے، یعنی ایک لمحہ میں ان کے سامنے رکھ دیا، مراد مطلق استقرار و حصول نہیں ہے، جس کی صورت میں حذف ہونا واجب ہو اور ظرف مستقر لانے کی ضرورت ہو، مفسر نے ظرف لغو مانا ہے پس تدبر کرنا چاہیے۔

بالافضال علی من یکفرھا: پس شکر نہ کرنے اور کفران نعمت کرنے سے نعمت زائل نہیں ہوا کرتی۔

قصد بذلک: تخت میں کچھ تبدیلی کرنے سے تغییر کی حکمت کی جانب اشارہ ملتا ہے۔

لما قیل ان فیہ شیا: یعنی اس میں کچھ کمی ہوئی ہے، اور اس قول کے قائل جن تھے، حاضرین نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ ملکہ کے پاؤں گویا حمار کی مانند ہیں، بعض نے کہا کہ ان کی پنڈلی میں بال ہیں، اور انہوں نے گمان کیا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ان سے نکاح کریں گے، اور انہوں نے اسے ناپسند جانا کہ ملکہ میں جنات کی صفات موجود ہونگی، اور ایسا نہ ہو کہ ان کی اولاد جنات سے خدمت لینے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی خلیفہ ہو اور اس بناء پر جنات پر ذلت دائمی رہے۔

ای مثل ھذا: اللہ ﷻ کے فرمان ﴿اھکذا﴾ میں اس جانب اشارہ ہے کہ کاف بمعنی مثل ہے، پس اس صورت میں حائے تنبیہ اور اسم اشارہ میں کاف مشبہ جارہ سے فصل کیا گیا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ کیا تمہارا تخت اسی شکل و صورت کا ہے، اور اگر اسم کے معنی میں مراد لیا جائے تو بمعنی مثل ہوگا۔

اصطنعہ سلیمان: حضرت سلیمان علیہ السلام نے شیاطین کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ کھدائی کر کے چونا سے لیپ ڈالیں اور اس میں پانی بھر دیا جائے اور مچھلیاں، مینڈک و دیگر دریائی جانور اس میں آباد کر دیے جائیں اور اس کی چھت کو صاف شفاف شیشے کی مانند کر دیا جائے

اور پانی ایسا معلوم ہو جیسا کہ شیشہ ہے اور جس کو معلوم نہ ہو وہ اسے صاف پانی ہی گمان کرے۔

فتزوجھا: یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے نکاح فرمایا اور ان کے ہاں صاحبزادے کی ولادت ہوئی جس کا نام داؤد رکھا گیا، اور ان کا انتقال والد گرامی کی حیات ہی میں ہو گیا، ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ زندہ رہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب ملکہ بلقیس نے اسلام قبول کر لیا تو ان سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ قوم میں سے ایک شخص کو منتخب کر کے اسلام قبول کر لیجئے۔ (مزید تحقیق کے لئے ماقبل حاشیہ نمبر ۷ کا مطالعہ کیجئے)۔

(الصاوی، ج٤، ص٢٦٠ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۹

﴿ ولقد ارسلنا الی ثمود اخاهم ﴾مِنَ القَبِيلَةِ﴿ صلحا ان ﴾اى بِأَنْ﴿ اعبدوا الله ﴾وَحِّدُوهُ﴿ فاذاهم فريقن يختصمون (۴۵) ﴾فِي الدِّينِ فَرِيقٌ مُؤمِنُونَ مِنْ حِينَ إِرْسَالِهِ اِلَيْهِمْ وَفَرِيقٌ كَافِرُونَ﴿ قال ﴾لِلْمُكَذِّبِينَ﴿ يقوم لم تستعجلون بالسيئة قبل الحسنة ﴾اى بِالعَذَابِ قَبْلَ الرَّحْمَةِ حَيثُ قُلتُم إِن كَانَ مَا اَتَيْتَنَا بِهِ حَقًّا فَأْتِنَا بِالعَذَابِ﴿ لولا ﴾هَلَّا﴿ تستغفرون الله ﴾مِنَ الشِّرْكِ﴿ لعلكم ترحمون (۴۶) ﴾فَلَا تُعَذَّبُونَ﴿ قالوا اطيرنا ﴾اَصْلُهُ تَطَيَّرنَا اُدغِمَتِ التَّاءِ فِي الطَّاءِ وَاُجْتُلِبَتْ هَمزَةُ وَصْلٍ اَى تَشَاءَ مْنَا﴿ بک وبمن معک ط ﴾اَيِ الْمُؤمِنِينَ حيثُ قُحِطُوا المَطَرَ وَجَاعُوا﴿ قال طٰئرکم ﴾شُومُكُم﴿ عند الله ﴾اَتَاكُم بِهِ﴿ بل انتم قوم تفتنون (۴۷) ﴾تُختَبَرُونَ بِالخَيرِ والشَّرِّ﴿ وكان فى المدينة ﴾مَدِينَةِ ثَمُودَ﴿ تسعة رهط ﴾رِجَالٍ﴿ يفسدون فى الارض ﴾بِالمَعَاصِي مِنْهَا قَرضُهُم الدَّنَانِيرَ والدَّرَاهِيمَ﴿ ولا يصلحون (۴۸) ﴾بِالطَّاعَةِ﴿ قالوا ﴾اى قَالَ بَعْضُهُم لِبَعْضٍ﴿ تقاسموا ﴾اى احْلِفُوا﴿ بالله لنبيتنه ﴾بِالنُّونِ والتَّاءِ وَضَمِّ اللَّامِ الثَّانِيَةِ﴿ واهله ﴾اى مَنْ امَنَ بِهِ اى نَقتُلُهُم لَيلًا﴿ ثم لنقولن ﴾بِالنُّونِ والتَّاءِ وَضَمِّ اللامِ الثَّانِيَةِ﴿ لوليه ﴾اى وَلِيِّ دَمِهِ﴿ ما شهدنا ﴾حَضَرْنَا﴿ مهلک اهله ﴾بِضَمِّ المِيمِ وَفَتحِهَا اى اهْلَاكَهُمْ او هِلَاكُهُمْ فَلَا نَدرِي مَن قَتَلَهُ﴿ وانا لصدقون (۴۹) ومكروا ﴾فِي ذَالِكَ﴿ مكرا ومكرنا مكرا ﴾اى جَازَيْنَاهُم بِتَعْجِيلِ عُقُوبَتِهِم﴿ وهم لا يشعرون (۵۰) فانظر كيف كان عاقبة مكرهم انا دمرنهم ﴾اَهْلَكْنَهُم﴿ وقومهم اجمعين (۵۱) ﴾بِصَيْحَةِ جِبرَائِيلَ اَو بِرَمْيِ الْمَلَائِكَةِ بِحِجَارَةٍ يَرَوْنَهَا وَلَا يَرَوْنَهُم﴿ فتلک بيوتهم خاوية م ﴾خَالِيَةً وَنَصبُهُ عَلَى الحَالِ والْعَامِلُ فِيهَا مَعنَى الْإِشَارَةِ﴿ بما ظلموا ﴾بِظُلْمِهِم اى كُفرِهِم﴿ ان فى ذلک لاية ﴾لَعِبْرَةً﴿ لقوم يعلمون (۵۲) ﴾قُدرَتَنَا فَيَتَّعِظُونَ﴿ وانجينا الذين امنوا ﴾بِصَالِحٍ وَهُم اَرْبَعَةُ آلافٍ﴿ وكانوا يتقون (۵۳) ﴾الشِّرْكَ﴿ ولوطا ﴾مَنْصُوبٌ بِاُذْكُر مُقَدَّرًا قَبْلَهُ وَيُبدَلُ مِنهُ﴿ اذ قال لقومه اتاتون الفاحشة ﴾اى اللِّوَاطَةَ﴿ وانتم تبصرون (۵۴) ﴾يُبْصِرُ بَعْضُكُم بَعضًا اِنهِمَا كًا فِي المَعْصِيةِ﴿ ائنكم ﴾بِتَحقِيقِ الهَمزَتَينِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيةِ وادخَالِ الِفٍ بَيْنَهُمَا على الوَجْهَينِ﴿ لتاتون الرجال شهوة من دون النساء بل انتم قوم تجهلون (۵۵) ﴾عَاقِبَةَ فِعْلِكُم﴿ فما كان جواب قومه الا ان قالوا اخرجوا ال لوط ﴾اى اَهْلَهُ﴿ من قريتكم ج انهم اناس يتطهرون (۵۶) ﴾مِنْ اَدْبَارِ الرِّجَالِ﴿ فانجينه

واهله الا امراته قدرنها ﴿جَعَلْنٰهابتَقْدِيرِنَا﴾ من الغبرين (۵۷) ﴿الْبَاقِينَ فِي الْعَذَابِ﴾ وامطرنا عليهم مطرا ج ﴿هُوَ حِجَارَةُ السِّجِّيلِ اَهْلَكَتْهُم ﴾فساء ﴿بِئْسَ﴾ مطر المنذرين (۵۸) ﴿بِالْعَذَابِ مَطَرِهِمْ.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی (یعنی ہم قوم) صالح کو بھیجا کہ اللہ کو پوجو (اس کو وحدہ لا شریک جانو) تو جبھی وہ دو گروہ ہوگئے جھگڑا کرتے (ہوئے دین میں، ایک گروہ تو ان پر اسی وقت ایمان لے آیا کہ جب انہیں ان کی جانب بھیجا گیا تھا لیکن دوسرا گروہ انکار کرنے والا ہوگیا) صالح نے فرمایا (ان جھٹلانے والوں سے) اے میری قوم! کیوں برائی کی جلدی کرتے ہو بھلائی سے پہلے (رحمت سے پہلے عذاب کیوں چاہتے ہو؟ یہ کہہ کر کہ اگر تم ہمارے پاس حق لے کر آئے ہو تو عذاب بھی لے آؤ) اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے (شرک کرنے سے) شاید تم پر رحم ہو (اور تمہیں عذاب نہ دیا جائے) بولے ہم نے برا شگون لیا (اطَّيَّرنا کی اصل تَطَيَّرنا ہے، اس میں تا کا طاء میں ادغام کیا گیا ہے اور وصل کے لئے ہمزہ کو لایا گیا ہے تاکہ تلفظ میں آسانی ہو یعنی جو نحوست ہمیں پہنچی ہے) تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے (یعنی مؤمنین سے، کہ جس وقت وہ بارش کے روک لئے جانے کی وجہ سے قحط سالی اور بھوک میں مبتلا ہوئے) فرمایا تمہاری بدشگونی......[1]......اللہ کے پاس ہے (کہ اسی نے تمہیں اس میں مبتلا کیا ہے) بلکہ تم لوگ فتنے میں پڑے ہو (یعنی خیر وشر سے تمہاری آزمائش کی گئی ہے) اور شہر میں (قوم ثمود کے شہر میں) نو شخص......[2]...... تھے کہ زمین میں فساد کرتے (گناہ کرکے، ان کے فساد کی ایک مثال ان کا درا ہم و دنانیر کو کاٹنا ہے) اور سنوارنا چاہتے (اطاعت وفرمانبرداری کرکے) بولے آپس میں (یعنی وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے) اللہ کی قسمیں کھا کر (تقاسموا بمعنی احلفوا ہے) ہم ضرور رات کو چھاپا ماریں گے صالح پر (لَنُبَيِّتَنَّهُ نون کے ساتھ اور تا کے ساتھ کہ دوسری تا مضموم ہے) اور اس کے گھر والوں پر (یعنی جو اس پر ایمان لائے ہیں ہم ان کو رات کے وقت قتل کردیں گے) پھر کہیں گے (لَنَقُولَنَّ نون اور تا کے ساتھ اور دوسرے لام کے ضمہ کے ساتھ ہے) اس کے وارث سے (یعنی جسے ان کا خون بہا لینے کا حق حاصل ہوگا) ہم حاضر نہ تھے (شهدنا بمعنی حضرنا ہے) اس گھر والوں کے قتل کے وقت (مهلک میم کے ضمہ اور فتح دونوں کے ساتھ ہے یعنی ان کے قتل کرنے اور ان کی موت کے وقت، لہٰذا ہم نہیں جانتے کہ انہیں کس نے قتل کیا ہے) اور بیشک ہم سچے ہیں اور انہوں نے اپنا سا مکر کیا (اس معاملے میں) اور ہم نے اپنی خفیہ تدبیر فرمائی (کہ انہیں ان کی مکر کی جزا یہ دی کہ ان کے عذاب میں جلدی فرمائی) اور وہ غافل رہے۔ تو دیکھو کیسا انجام ہوا ان کے مکر کا ہم نے ہلاک کردیا انہیں (یعنی ہم نے انہیں تباہ وبرباد کردیا) اور ان کی ساری قوم کو (حضرت جبریل علیہ السلام کی چنگھاڑ کے ساتھ یا فرشتوں کے پتھر مارنے کے ساتھ، اس طرح کہ فرشتے تو ان کو دیکھ رہے تھے لیکن وہ فرشتوں کو نہ دیکھ سکتے تھے) تو یہ ہیں ان کے گھر ڈھے پڑے (یعنی ویران پڑے ہوئے ہیں، خاوية حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اس میں عامل اسم اشارہ کا معنی ہے) بدلہ ان کے ظلم کا (یعنی ان کے کفر کا) بیشک اس میں نشانی ہے (یعنی عبرت ہے) جاننے والوں کے لیے (ہماری قدرت کو، پس وہ اس سے نصیحت حاصل کریں) اور ہم نے ان کو بچالیا جو ایمان لائے (حضرت صالح علیہ السلام پر جن کی تعداد چار ہزار تھی) اور ڈرتے تھے (شرک سے) اور لوط کو (لوطا ماقبل محذوف اُذکر کی وجہ سے منصوب ہے، اور مابعد اذ قال لقومه اس سے بدل ہے) جب اس نے اپنی قوم سے کہا کیا بے حیائی پر آتے ہو (یعنی لواطت کرتے ہو) اور تم سوجھ رہے ہو (یعنی ایک دوسرے کو اس فعل بد میں مبتلا ہونے کی حالت میں دیکھتے رہتے ہو) کیا تم (ءانكم میں دونوں ہمزے تحقیق کے ساتھ اور دوسرے کی تسہیل کے ساتھ اور دونوں صورتوں میں دونوں کے درمیان الف

داخل کرنے کے ساتھ بھی ہے) مردوں کے پاس مستی سے جاتے ہو عورتیں چھوڑ کر بلکہ تم لوگ جاہل ہو (اپنے فعلِ بد کے انجام سے) تو اس کی قوم کا کچھ جواب نہ تھا مگر یہ کہ بولے لوط کے گھرانے کو نکال دو (یہاں آل بمعنی اھــل ہے) اپنی بستی سے، یہ لوگ تو ستھرا پن چاہتے ہیں (یعنی مردوں سے بدکاری سے پاکیزگی چاہتے ہیں) تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی عورت کو ہم نے ٹھہرا دیا تھا (قدّرنا بمعنی جعلناها بتقديرنا ہے یعنی ہم نے اسے اپنی تقدیر سے بنا دیا) کہ وہ رہ جانے والوں میں ہے (یعنی عذاب میں مبتلا باقی افراد میں) اور ہم نے ان پر ایک برساؤ برسایا (یعنی پتھروں کی بارش برسائی جس نے ان سب کو ہلاک کر دیا) تو کیا ہی برا (ساء بمعنی بئس ہے) برساؤ تھا ڈرائے ہوؤں کا (یعنی عذاب پتھروں کا)

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد ارسلنا الی ثمود اخاهم صلحا ان اعبدوا الله فاذاهم فريقن يختصمونo﴾.

و: مستانفہ، لام: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، ارسلنا: فعل بافاعل، الی ثمود: ظرف لغو، اخاهم: مبدل منہ، صلحا: بدل، ملکر مفعول، ان اعبدوا الله: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، هم: مبتدا، فريقان: موصوف، يختصمون: جملہ فعلیہ صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال يقوم لم تستعجلون بالسيئة قبل الحسنةo﴾.

قال: قول، يقوم: نداء، لم: ظرف لغو مقدم، تستعجلون: فعل بافاعل، ب: جار، السيئة: ذوالحال، قبل الحسنة: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقول، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿لولا تستغفرون الله لعلكم ترحمونo قالوا اطيرنا بك وبمن معك﴾.

لولا: حرف تحضیض، تستغفرون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، لعلكم ترحمون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، الله: مفعول ملکر جملہ فعلیہ، قالوا: قول، اطيرنا: فعل بافاعل، بك: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، بمن معك: جار مجرور، معطوف ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال طئركم عندالله بل انتم قوم تفتنونo﴾.

قال: قول، طئركم: مبتدا، عندالله: ظرف متعلق بمحذوف خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، بل: عاطفہ، انتم: مبتدا، قوم تفتنون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وكان فی المدينة تسعة رهط يفسدون فی الارض ولا يصلحونo﴾.

و: مستانفہ، كان: فعل ناقص، فی المدينة: ظرف مستقر خبر مقدم، تسعة رهط: موصوف، يفسدون فی الارض: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لايصلحون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿قالوا تقاسموا بالله لنبيتنه واهله ثم لنقولن لوليه ما شهدنا مهلك اهله وانا لصدقونo﴾.

قالوا: قول، تقاسموا بالله: جملہ فعلیہ قسم، لام: قسمیہ، نبيتنه: فعل بافاعل ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اهله: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، لام: قسمیہ، نقولن لوليه: قول، ما شهدنا: فعل نفی بافاعل، مهلك اهله: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، انا لصدقون: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ معطوف، ملکر جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ومكروا مكرا ومكرنا مكرا وهم لايشعرونo﴾.

و: عاطفہ، مکروا مکرا: فعل بافاعل ومفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، مکرنا: فعل "نا" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ھم لایشعرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، ملکر: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فانظر کیف کان عاقبة مکرھم انا دمرنھم وقومھم اجمعین٥﴾۔

ف: مستانفہ، انظر: فعل امر بافاعل، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، عاقبة مکرھم: مبدل منہ، انا: حرف مشبہ واسم، دمرنا: فعل بافاعل، ھم: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، قومھم: موکد، اجمعین: تاکید، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ بدل، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فتلک بیوتھم خاویة بما ظلموا ان فی ذالک لاية لقوم یعلمون٥﴾۔

ف: عاطفہ، تلک: مبتدا، بیوتھم: ذوالحال، خاویة بما ظلموا: شبہ جملہ حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، اية: موصوف، لقوم یعلمون: ظرف مستقر صفت ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانجینا الذین امنوا وکانوا یتقون٥﴾۔

و: عاطفہ، انجینا: فعل بافاعل، الذین: موصول، امنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کانوا یتقون: جملہ فعلیہ معطوف ملکر صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولوطا اذ قال لقومه اتاتون الفاحشة وانتم تبصرون٥﴾۔

و: مستانفہ، لوطا: مبدل منہ، اذ: مضاف، قال لقومه: قول، ھمزہ: حرف استفہام، تاتون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، انتم تبصرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، الفاحشة: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ائنکم لتاتون الرجال شھوة من دون النساء بل انتم قوم تجھلون٥﴾۔

ھمزہ: حرف استفہام، انکم: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، تاتون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، من دون النساء: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، الرجال: مفعول، شھوة: مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، بل: عاطفہ، انتم: مبتدا، قوم تجھلون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فما کان جواب قومه الا ان قالوا اخرجوا ال لوط من قریتکم﴾۔

ف: عاطفہ، ما: نافیہ، کان: فعل ناقص، جواب قومه: خبر مقدم، الا: اداۃ حصر، ان: مصدریہ، قالوا: قول، اخرجوا ال لوط: فعل بافاعل ومفعول، من قریتکم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ بتاویل مصدر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انھم اناس یتطھرون٥﴾۔

انھم: حرف مشبہ واسم، اناس: موصوف، یتطھرون: جملہ فعلیہ صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فانجینه واھله الا امراته قدرنھا من الغبرین٥﴾۔

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فخرج لوط باھلھا من ارضھم بعد ان احس بمکرھم" انجینا: فعل بافاعل، ہ: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اھله: مستثنی منہ، الا: حرف استثناء، امراته: ذوالحال، قدرنھا من الغبرین: جملہ فعلیہ حال، ملکر مستثنی، ملکر معطوف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وامطرنا علیھم مطرا فساء مطر المنذرین٥﴾۔

و: عاطفہ، امطرنا علیهم مطرا: فعل بافاعل وظرف لغو، ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ساء: فعل ذم، مطر المنذرین: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مبتدا محذوف "ھی" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نحوست وبدشگونی کی تحقیق:

لے...... اللہ ﷻ نے قوم صالح کی چرب زبانی کا ذکر فرمایا ﴿قالوا اطیرنا بک وبمن معک قال طئرکم عند الله بولے ہم نے بُرا شگون لیا تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے فرمایا تمہاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے(النمل:۴۷)﴾، یعنی ہم آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو بُرا (بدشگون) خیال کرتے ہیں، اللہ نے فرمایا تمہیں تمہارے (کفر) کی وجہ سے بُرائی پہنچتی ہے۔ طائر، طیر، طیرة کے الفاظ شؤم یعنی بدشگونی کے لئے اہل عرب میں مستعمل ہیں۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''لا عدوی ولا هامة ولا نوء ولا صفر یعنی چھوت کی بیماری کچھ نہیں، شگون، ستارے کے طلوع یا غروب ہونے کا وقت اور صفر کوئی چیز نہیں''۔ ابن مسعود کہتے ہیں طیرة کو شرک سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگ کسی کو نفع اور نقصان کا ذریعہ جانتے تھے اور اس کے مطابق عمل کرتے تھے، گویا کہ وہ اللہ ﷻ کے ساتھ نفع ونقصان کے معاملے میں کسی کو شریک جانتے تھے، لہذا جب بندے کو کوئی خطرہ پہنچے تو اسے اللہ ﷻ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ (لسان العرب، الحرف الطاء، ج۸، ص ۲۴۰، ملخصا وملتقطا)

☆...... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بدشگونی لینا شرک ہے اور ہم میں سے اکثر لوگ اس میں مبتلا ہیں سوا ان کے جن کو اللہ ﷻ محفوظ رکھے لیکن بدشگونی لینا توکل کو ختم کر دیتا ہے''۔

(سنن الترمذی، کتاب السیر، باب: ماجاء فی الطیرة، رقم: ۱۶۱۴، ص ۴۹۶)

☆...... حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم ﷺ کسی چیز سے بدشگونی نہیں لیتے تھے، جب آپ کسی شخص کو عامل بنا کر بھیجتے تو اس کا نام پوچھتے اگر اس کا نام آپ کو اچھا لگتا تو آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہو جاتے اور اگر آپ کو اس کا نام بُرا محسوس ہوتا تو ناگواری کے آثار ظاہر ہوتے''۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الطب، باب: فی الطیرة، رقم: ۳۹۲۰، ص ۷۳۱)

اونٹنی کو قتل کرنے والے نو افراد کے نام:

ع...... اس بارے میں دو اقوال ہیں، حضرت وہب کہتے ہیں کہ ان نو افراد کے نام یہ ہیں: (۱)...... هذیل بن عبدالرب، (۲)...... غنم بن غنم، (۳)...... یاب بن مهرج، (۴)...... مصدع بن مهرج، (۵)...... عمیر بن کردبة، (۶)...... عاصم بن مخرمة، (۷)...... سبیط بن صدقة، (۸)...... سمعان بن صفی، (۹)...... قدار بن سالف۔

کشف الاسرار میں جن نو ناموں کا ذکر ہے وہ یہ ہیں: (۱)...... قدار بن سالف، (۲)...... مصدع بن دهر، (۳)...... اسلم، (۴)...... رمی، (۵)...... رهیم، (۶)...... دمی، (۷)...... دعیم، (۸)...... قبال، (۹)...... صداف۔ (روح البیان، ج۶، ص ۴۵۷)

اغراض:

وحدہ: یعنی اللہ ﷻ کے بارے میں مومنین کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ اپنی ذات، صفات، افعال میں یکتا ہے، کسی چیز میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ من الشرک: یہ کہ تم (سب) شرک کرنا چھوڑ دو اور ایمان لے آؤ۔

ای تشاءمنا: یعنی ہمیں بُرا گمان پہنچا، مراد اس سے تنگی وشدت ہے۔

مدینة ثمود: مراد وادی حجر ہے، جو کہ مدینہ وشام کے مابین واقع ہے۔

ای وحالی: اس وہم کا ازالہ کرنا مقصود ہے، کہ نوتک کے اعداد کی تمیز جمع مجرور ہوتی ہے جب کہ کلام میں مجرور مفرد ہے، کیوں؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہ لفظوں میں مفرد ہے جب کہ معنی میں جمع ہی ہے۔ کیونکہ یہی نو افراد ہیں جنھوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی خبر ملنے پر اپنی اولاد کو قتل کیا،...... مزید حاشیہ نمبر۲ میں پڑھ لیں۔

ای اهلاکهم: فرمان مقدس ﴿مُهلک اهله﴾ میم کے ضمہ کے ساتھ ہوتو رباعی ہوگا۔

وهلاکهم: اگر ﴿مَهلک اهله﴾ میم کے فتح کے ساتھ ہوتو ثلاثی ہوگا۔

او برمی الملائکة: یعنی نوع بیان کرنا مقصود ہے، ان پر دو قسم کے عذاب آئے، ایک یہ کہ چھ (دن) تک ان پر پتھروں کی بارش ہوئی کہ وہ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے اہل کے قتل کرنے پر جمع ہوئے تھے، اور چنگھاڑ نے انہیں ناقہ کی کونچیں کاٹنے کے سبب آلیا، اور مفسر نے جو کہا کہ "ہم نے انہیں ملائکہ کے ذریعے پتھروں کی بارش کرنے اور جبرائیل امین علیہ السلام کی چنگھاڑ سے سب کو ہلاک کر دیا۔

ویبدل منه: بدل اشتمال مراد ہے اور یہ بھی کہ مقصود یہاں قول ذکر کرنا ہے نہ کہ وقت۔

یبصر بعضکم بعضا: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ مراد آنکھوں سے دیکھنا ہے، ایک قول کے مطابق دل کی آنکھ مراد ہے۔

عاقبة فعلکم: مراد وہ عذاب ہے جو ان پر نازل ہوگا۔ **الباقین فی العذاب:** جو قوم لوط کے لئے حلال ہو چکا تھا، وہ یہ تھا کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے ان کی بستی کو الٹ دیا۔ (الصاوی، ج٤، ص ٢٦٦ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲۰

﴿قل﴾ یَامُحمدُ﴿ الحمد لله ﴾علیٰ هِلاکِ کُفَّارِ الْاُمَمِ الْخَالِیَةِ ﴿ وسلم علی عباده الذین اصطفی ط﴾ هُم ﴿آلله ﴾ بَتحقیقِ الهَمزَتینِ وابْدَالِ الثَّانِیَةِ اَلِفًا وَتَسهِیلِها وَاِدْخَالِ اَلِفٍ بَینَ الْمُسَهَّلَةِ والْاُخْریٰ وَتَرکِه﴿خیر﴾لِمَنْ یَعْبُدُهُ﴿ اما یشرکون (۵۹)﴾بِالْیَاءِ والتَّاءِ ای اَهْلِ مَکَّةَ بِهِ الْاٰلِهَةِ خَیرٌ لِعَابِدِیهَا.

﴿ترجمہ﴾

تم کہو (اے محمد ﷺ!) سب خوبیاں اللہ ...... کو (گزری ہوئی کافر قوموں کی ہلاکت پر) اور سلام اس کے چنے ہوئے بندے پر، کیا اللہ (ءَ اللّٰہ دونوں ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے کو الف سے بدلنے اور اس کی تسہیل اور مسہلہ اور دوسرے کے درمیان الف داخل کرنے اور نہ کرنے کے ساتھ ہے) بہتر (ہے اس کے لئے جو اس کی عبادت کرتا ہے) یا ان کے ساتھ شریک (اے اہلِ مکہ کہ جو تمہارے معبود ہیں کیا وہ اپنی عبادت کرنے والوں کے لئے بہتر ہیں، یشرکون یا اور تا دونوں طرح پڑھا گیا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل الحمد لله وسلم علی عباده الذین اصطفی﴾.

قل: قول، **الحمد:** مبتدا، **لله:** ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، **و:** عاطفہ، **سلم:** مبتدا، **علی:** جار، **عباده:** موصوف، **الذین اصطفی:** موصول صلہ ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿الله خیر اما یشرکون○﴾.

همزه: حرف استفہام، **الله:** اسم مبتدا، **خیر:** خبر ملکر معطوف علیہ، **ام:** عاطفہ، **ما:** موصولہ، **یشرکون:** جملہ فعلیہ صلہ، ملکر

خبر محذوف "نخير" کیلئے مبتدا، ملکر معطوف، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اللہ ﷻ کے نام سے ہر کام کا آغاز کرنا:

☆......سید عالم کا فرمان مقدس نشان ہے: ''ہر وہ نیا کام جس کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہیں کیا جاتا وہ منقطع ہو جاتا ہے، ناقص و برکت میں کم رہتا ہے''۔

(كنز العمال، كتاب الاذكار، الفصل الثانى، فى فضائل السور والآيات، ج١، رقم:٢٤٨٨، ص٢٧٧)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ کائنات ﷺ نے فرمایا: ''ہر وہ عظیم کام جو الحمد سے شروع نہ کیا جائے وہ ناقص اور برکت میں کم ہوتا ہے''۔ (سنن ابن ماجه، كتاب النكاح، باب: خطبة النكاح، رقم: ١٨٩٤، ص ٣٣٠، صحيح ابن حبان، المقدمة، باب: ما جاء فى الابتداء بحمد الله، رقم: ١، ص ١٧٣)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس کام کی ابتدا اللہ کی حمد اور مجھ پر صلوۃ سے نہ کی جائے وہ ادھورا، نامکمل اور برکت سے محروم کام ہوتا ہے''۔ (كنز العمال، المرجع السابق، رقم: ٢٥٠٧، ص ٢٧٩)

اغراض:

اى اهل مكة: مراد مشرکین مکہ ہیں۔

اى الآلهة: "لما" کی تفسیر ہے، والمعنى ام الآلهة التى يشركونها به خير لعابديها۔ (الصاوى، ٤، ص ٢٦٩)

ایک اہم بات

صلوا على الحبيب: صلى الله على محمد

درگزر کے فضائل

(١)......سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ ﷻ نرمی فرمانے والا ہے کہ ہر کام میں نرمی کو پسند کرتا ہے''۔

(صحيح البخارى، كتاب المستابة المرتدين، باب اذا عرض الذمى برقم: ٦٩٢٧، ص ١١٩٣)

(٢)......سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: ''آسانی پیدا کرو اور مشکل میں نہ ڈالو اور خوشخبری سناؤ اور متنفر نہ کرو''۔

(صحيح مسلم كتاب الجهاد، باب فى الامر بالتيسير برقم: ٤٥٢٥، ص ٩٠)

(٣)......سید عالم ﷺ کو جب کبھی دو چیزوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم ہوتا تو آپ ﷺ دونوں میں سے آسان ترین چیز کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو، اگر وہ آسان چیز گناہ ہوتی تو تمام لوگوں سے زیادہ آپ ﷺ اس سے دوری اختیار کرتے، رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا مگر جب اللہ ﷻ کی حرمت کو توڑا جاتا تو آپ ﷺ اللہ ﷻ کے لئے اس سے انتقام لیتے''۔

(صحيح البخارى، كتاب الادب، باب قول النبى ﷺ يسروا ولا...... الخ، رقم: ٦١٢٦، ص ١٠٦٧)

رکوع نمبر: ۱

﴿امن خلق السموت والارض وانزل لکم من السماء ماء ج فانبتنا﴾فِيهِ اِلْتِفَاتٌ مِنَ الْغَيْبَةِ اِلَى التَّكَلُّمِ﴿ به حدائق ﴾جَمعُ حَدِيقَةٍ وَهُوَ الْبُسْتَانُ الْمَحُوْطُ﴿ ذات بهجة ج﴾حُسنٍ﴿ ما کان لکم ان تنبتوا شجرها ط﴾لِعَدمِ قُدْرَتِكم عَلَيهِ﴿ ء اله ﴾بِتَحقِيقِ الهَمْزَتَينِ وَتَسهِيلِ الثَّانِيَةِ وَاِدْخَالِ الِفٍ بَيْنَهُمَا عَلَى الوَجْهَينِ فِي مَوَاضِعِهِ السَّبْعَةِ﴿ مع الله ط﴾اِعَانَةً عَلَى ذَالِكَ اَى لَيسَ مَعَهُ اِلٰهٌ﴿ بل هم قوم يعدلون (۶۰)﴾يُشْرِكُونَ بِاللهِ غَيرَهُ﴿ امن جعل الارض قرارا ﴾لَا تَمِيدُ بِاَهْلِهَا﴿ وجعل خللها ﴾فِيمَا بَيْنَهَا﴿ انهرا وجعل لها رواسی ﴾جِبَالًا اَثْبَتَ بِهَا الْاَرضَ﴿ وجعل بین البحرین حاجزا ط﴾بَينَ الْعَذبِ وَالْمِلحِ لَا يَخْتَلِطُ اَحَدُهُمَا بِالْاٰخَرِ﴿ ء اله مع الله ط بل اکثرهم لا یعلمون (۶۱)﴾تَوحِيدَهُ﴿ امن یجیب المضطر ﴾اَلْمَكْرُوبَ الَّذِى مَسَّهُ الضُّرُّ﴿ اذا دعاه ویکشف السوء ﴾عَنهُ وَعَن غَيرِهِ﴿ ویجعلکم خلفاء الارض ط﴾الْاِضَافَةُ بِمَعنىٰ فِي اَى يَخْلِفُ كُلُّ قَرْنٍ اَلْقَرنَ الَّذِى قَبلَهُ﴿ ء اله مع الله ط قلیلا ما تذکرون ﴾تَتَّعِظُونَ بِالْفَوقَانِيَةِ وَالتَّحْتَانِيَةِ وَفِيهِ اِدْغَامُ التَّاءِ فِي الذَّالِ وَمَا زَائِدَةٌ لِتَقلِيلِ الْقَلِيلِ﴿ امن يهديكم ﴾يُرْشِدُكُمْ اِلٰى مَقَاصِدِكُمْ﴿ فی ظلمت البر والبحر ﴾بِالنُّجُومِ لَيْلًا وَبِعَلَامَاتِ الْاَرْضِ نَهَارًا﴿ ومن یرسل الریح بشرا م بین یدی رحمته ﴾اَى قُدَّامَ الْمَطَرِ﴿ ء اله مع الله ط تعلى الله عما يشركون (۶۳)﴾بِهٖ غَيرَهُ﴿ امن يبدؤا الخلق ﴾فِي الْاَرحَامِ مِنْ نُطفَةٍ﴿ ثم يعيده ﴾بَعْدَ الْمَوتِ وَاِنْ لَمْ يَعْتَرِفُوا بِالْاِعَادَةِ لِقِيَامِ الْبَرَاهِينِ عَلَيهَا﴿ ومن يرزقكم من السماء ﴾بِالْمَطَرِ﴿ والارض ﴾بِالنَّبَاتِ﴿ ء اله مع الله﴾اَى لَا يَفْعَلُ شَيْئًا مِمَّا ذُكِرَ اِلَّا اللهُ ولا اِلٰهَ مَعَهُ﴿ قل ﴾يَامُحَمَّدُ﴿هاتوا برهانكم ﴾حُجَّتَكُمْ﴿ ان كنتم صدقين (۶۴)﴾اِنَّ مَعِيَ اِلٰهًا فَعَلَ شَيْئًا مِمَّا ذُكِرَ وَسَاَلُوهُ عَنْ وَقْتِ قِيَامِ السَّاعَةِ فَنَزَلَ﴿ قل لا يعلم من فى السموت والارض ﴾مِنَ الْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ﴿الغيب ﴾اَى مَا غَابَ عَنْهُمْ﴿الا﴾لٰكِنْ﴿الله ﴾يَعْلَمُهُ﴿وما يشعرون ﴾اَى الْكُفَّارُ كَغَيرِهِمْ﴿ايان﴾وَقْتَ﴿يبعثون (۶۵)بل ﴾بِمَعْنىٰ هَلْ﴿ادارك ﴾بِوَزْنِ اَكْرَمَ فِي قِرَاءَةٍ وَفِي اُخْرىٰ اِدَّارَكَ بِتَشْدِيدِ الدَّالِ وَاَصْلُهُ تَدَارَكَ اُبْدِلَتِ التَّاءُ دَالًا وَاُدْغِمَتْ فِي الدَّالِ وَاجْتُلِبَتْ هَمْزَةُ الْوَصلِ اَى بَلَغَ وَلَحِقَ اَو تَتَابَعَ وَتَلَاحَقَ﴿علمهم فى الاخرة قف﴾اَى بِهَا حَتّٰى سَاَلُوا عَنْ وَقْتِ مَجِيئِهَا لَيسَ الْاَمْرُ كَذَالِكَ﴿ بل هم فى شک منها قف ز بل هم منها عمون (۶۶)﴾ مِنْ عَمَى الْقَلْبِ وَهُوَ اَبْلَغُ مِمَّا قَبْلَهُ وَالْاَصْلُ عَمِيُونَ اُسْتُثْقِلَتِ الضَّمَّةُ عَلَى الْيَاءِ فَنُقِلَتْ اِلَى الْمِيمِ بَعْدَ حَذْفِ كَسْرِهَا.

﴿ترجمہ﴾

یا وہ جس نے آسمان وزمین بنائے اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے اس سے باغ اگائے رونق والے (یعنی خوبصورت

،اس طرز کلام میں غائب سے صیغہ متکلم کی طرف التفات کیا گیا ہے اور حدائق جمع ہے حدیقۃ کی، اور حدیقۃ اس باغ کو کہتے ہیں جس کے گرداگرد دیواریں قائم کردی گئی ہوں......۱......) تمہاری طاقت نہ تھی کہ ان کے پیڑ اگاتے (کہ تم اس فعل پر قدرت ہی نہیں رکھتے) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے (جس نے اس کام پر اس کی مدد کی ہے یعنی اللہ عزوجل کے ساتھ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے، ء الٰہ دو ہمزوں کی تحقیق اور دوسرے ہمزہ کی تسہیل کے ساتھ ہے، اور ان دونوں کے مابین الف داخل کرنے کے ساتھ پڑھا گیا ہے دونوں صورتوں کے مطابق ساتوں مقامات میں اسی طرح پڑھا گیا ہے) بلکہ وہ لوگ راہ سے کتراتے ہیں (یعنی اللہ عزوجل کے ساتھ اس کے غیر کو شریک کرتے ہیں) یا وہ جس نے زمین بسنے کو بنائی (اس طرح سے کہ زمین ان کو لے کر کانپتی نہیں ہے) اور ان کے بیچ میں (یعنی ان کے درمیان میں) نہریں نکالیں اور اس کے لیے لنگر بنائے (یعنی پہاڑ بنائے اور ان کے ذریعے زمین کو ثبت فرمایا......۲......) اور دونوں سمندروں (یعنی میٹھے اور نمکین پانی کے سمندروں) کے درمیان آڑ رکھی (کہ ان میں سے ایک دوسرے سے خلط نہیں ہوتا......۳......) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے بلکہ ان میں اکثر (اللہ عزوجل کی وحدانیت کا) علم نہیں رکھتے یا وہ جو مضطر کی سنتا ہے (یعنی کرب میں مبتلا شخص کی جسے تکلیف پہنچی ہوتی ہے) جب اسے پکارے اور دور کردیتا ہے (اس سے اور دوسروں سے) برائی اور تمہیں زمین کا وارث کرتا ہے (خلفاء الارض میں اضافت فیوی ہے یعنی ہر امت کو اپنی ماقبل والی امت کا وارث بناتا ہے......۴......) کیا اللہ کے ساتھ اور خدا ہے بہت ہی کم دھیان کرتے ہو (تذکرون بمعنی تتعظون ہے، اس لفظ کو علامت مضارع تاء اور یاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور اس صیغہ میں تاء کا ذال میں ادغام کیا گیا ہے اور ما زائدہ ہے جو قلیل کی مزید قلت کو بیان کررہا ہے) یا وہ جو تمہیں راہ دکھاتا ہے (تمہارے مقاصد کی طرف تمہاری رہنمائی فرماتا ہے) اندھیریوں میں خشکی اور تری (رات میں ستاروں کے ذریعے اور دن میں زمین کی نشانیوں کے ذریعے) اور وہ کہ ہوائیں بھیجتا ہے اپنی رحمت کے آگے (یعنی بارش سے پہلے) خوشخبری سناتی کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے برتر ہے اللہ ان کے شرک سے (غیر کو اس کا شریک بنانے سے) یا وہ جو خلق کی ابتدا فرماتا ہے (نطفہ کے ذریعے رحموں میں......۵......) پھر اسے دوبارہ بنائے گا (اس کی موت کے بعد اگرچہ تم دوبارہ بنائے جانے کا اعتراف نہیں کرتے لیکن اس اعادہ پر کئی دلائل قائم ہیں) اور وہ تمہیں آسمان سے (بارش کے ذریعے) اور زمین سے (نباتات کے ذریعے) روزی دیتا ہے کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے (یعنی مذکورہ کاموں میں سے کوئی کام ایسا نہیں جو اللہ عزوجل کے سوا کوئی دوسرا کرسکے، اور اللہ عزوجل کے ساتھ کوئی دوسرا خدا موجود نہیں ہے) تم فرماؤ (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) تم اپنی دلیل لاؤ (برھان بمعنی دلیل ہے) اگر تم سچے ہو (اس بات میں کہ مجھ اللہ عزوجل کے ساتھ کوئی دوسرا خدا ہے جس نے مذکورہ افعال میں سے کسی کام کو انجام دیا ہے، اگلی آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مشرکین نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت قائم ہونے کے وقت کا سوال کیا؟ تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ) تم فرماؤ غیب......۶...... نہیں جانتے جو (فرشتے اور لوگ) آسمان اور زمین میں ہیں لیکن اللہ (غیب جانتا ہے غیب سے مراد وہ امور ہیں جو انسانوں سے غائب ہوں اور الا بمعنی لکن ہے) اور انہیں (یعنی کفار مکہ کو دوسروں کی طرح) خبر نہیں کہ کس وقت اٹھائے جائیں گے (ایان کے معنی وقت ہے) بلکہ پہنچ گیا (ادرک صیغہ دال مشدد کے ساتھ اور اصل میں یہ تدارک تھا، تاء کو دال سے بدل کر دال میں ادغام کردیا گیا ہے اور ہمزہ وصل کو گرادیا گیا، بمعنی بلغ اور لحق ہے، یا بمعنی تتابع اور تلاحق کے ہے اور ایک قرائت میں اس صیغہ کو بروزن اکرم بمعنی ادرک پڑھا گیا ہے) ان کے علم کا سلسلہ آخرت کے جاننے تک (حتی کہ انہوں نے قیامت آنے سے متعلق سوال کرلیا، نہیں معاملہ اس طرح نہیں ہے) بلکہ وہ اس طرف سے شک میں ہے بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں (یعنی دل کے اندھے ہیں اور یہ طرز کلام میں ماقبل سے زیادہ بلیغ ہے اور عمون اصل میں عمیون تھا، چونکہ یاء پر ضمہ ثقیل تھا تو میم

کا کسرہ حذف کرکے ضمہ کو منتقل کردیا تو عمون ہوگیا کہ اجتماع ساکنین کی وجہ سے حرف علت یاء گر گیا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿امن خلق السموت والارض وانزل لکم من السماء ماء﴾۔

ام: منقطعہ بمعنی بل عاطفہ، من: موصولہ، خلق السموت والارض: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ہو، ۔ عاطفہ، انزل: فعل بافاعل، لکم: ظرف مستقر حال مقدم، ماء: ذوالحال، ملکر مفعول، من السماء: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر محذوف "خیر" کیلئے، مبتدا خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فانبتنا به حدائق ذات بهجة ما كان لكم ان تنبتوا شجرها﴾۔

ف: عاطفہ، انبتنا به: فعل بافاعل وظرف لغو، حدائق: موصوف، ذات بهجة: صفت اول، ما: نافیہ، کان: فعل ناقص، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، ان: مصدریہ، تنبتوا شجرها: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر اسم موخر اسم موخر، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "خلق" پر معطوف ہے۔

﴿ء اله مع الله بل هم قوم يعدلونo﴾۔

ہمزہ: استفہامیہ، اله: مبتدا، مع الله: ظرف متعلق محذوف خبر، ملکر جملہ اسمیہ، بل: حرف اضراب، هم: مبتدا، قوم: موصوف، يعدلون: جملہ فعلیہ صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿امن جعل الارض قرارا وجعل خللها انهارا وجعل لها رواسى وجعل بين البحرين حاجزا﴾۔

ام: منقطعہ بمعنی بل عاطفہ، من: موصولہ، جعل الارض قرارا: فعل بافاعل ومفعول اول وثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ہو، ۔ عاطفہ، جعل خللها انهارا: جملہ فعلیہ معطوف اول ہو: عاطفہ، جعل لها رواسى: جملہ فعلیہ معطوف ثانی ہو: عاطفہ، جعل بين البحرين حاجزا: جملہ فعلیہ معطوف ثالث، ملکر صلہ، ملکر خبر محذوف "خیر" کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اله مع الله بل اكثرهم لا يعلمون﴾۔

ہمزہ: حرف استفہام، اله مع الله: جملہ اسمیہ، بل: عاطفہ، اكثرهم: مبتدا، لا يعلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿امن يجيب المضطر اذا دعاه ويكشف السوء ويجعلكم خلفاء الارض﴾۔

ام: منقطعہ بمعنی بل عاطفہ، من: موصولہ، يجيب المضطر: فعل بافاعل ومفعول، اذا: مضاف، دعاه: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ہو: عاطفہ، يكشف السوء: جملہ فعلیہ معطوف اول ہو: عاطفہ، يجعلكم خلفاء الارض: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر صلہ، ملکر خبر محذوف "خیر" کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ء اله مع الله قليلا ما تذكرونo﴾۔

ہمزہ: حرف استفہام، اله مع الله: جملہ اسمیہ، قليلا: "وقت" محذوف کیلئے صفت، ملکر مرکب توصیفی مفعول فیہ مقدم، ما: زائدہ، تذكرون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿امن يهديكم فى ظلمت البر والبحر ومن يرسل الريح بشرا بين يدى رحمته﴾۔

ام: منقطعہ بمعنی بل عاطفہ، من: موصولہ، يهديكم: فعل بافاعل ومفعول، فى ظلمت البر والبحر: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر معطوف علیہ ہو، ۔ عاطفہ، من: موصولہ، يرسل: فعل بافاعل، الريح: موصوف، بشرا بين يدى رحمته: شبہ جملہ صفت، ملکر

مفعول،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر معطوف،ملکر خبر محذوف "خیر" کیلئے مبتدا،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ء اله مع الله تعلى الله عما يشركون٥﴾.

همزة: حرف استفہام،اله مع الله: جملہ اسمیہ،تعلى الله:فعل وفاعل،عمايشركون:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿امن يبدوا الخلق ثم يعيده ومن يرزقكم من السماء والارض﴾.

ام:منقطعہ بمعنی بل عاطفہ،من:موصولہ،يبدوء الخلق:جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ثم:عاطفہ،يعيده:جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر معطوف علیہ،و:عاطفہ،من:موصولہ،يرزقكم:فعل بافاعل ومفعول،من السماء والارض:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر معطوف،ملکر خبر محذوف "خیر" کیلئے مبتدا،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ء اله مع الله قل هاتوا برهانكم ان كنتم صدقين٥﴾.

همزة: حرف استفہام،اله مع الله: جملہ اسمیہ،قل: قول،هاتوا:فعل امر بافاعل،برهانكم:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،ان:شرطیہ،كنتم صدقين:جملہ فعلیہ زامحذوف "فهاتوا برهانكم" کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قل لا يعلم من فى السموت والارض الغيب الا الله﴾.

قل: قول،لايعلم:فعل نفی،من فى السموت والارض:موصول صلہ،ملکر مستثنی منہ،الا:اداۃ استثناء بمعنی لکن،الله:خبر محذوف "يعلم" کیلئے مبتدا،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مستثنی،ملکر فاعل،الغيب:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ مستانفہ۔

﴿وما يشعرون ايان يبعثون٥﴾.

و:عاطفہ،ما:نافیہ،يشعرون:فعل نفی بافاعل،ايان:اسم استفہام بمعنی متی ظرف مقدم،يبعثون:فعل بانائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بل ادرك علمهم فى الاخرة بل هم فى شك منها بل هم منها عمون٥﴾.

بل: عاطفہ،ادرك:فعل،علمهم:فاعل،فى الاخرة:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،بل:حرف اضراب عاطفہ،هم:مبتدا،فى:جار،شك:موصوف،منها:ظرف مستقر صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،بل:حرف اضراب عاطفہ،هم:مبتدا،منها عمون:شبہ جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... قل لا يعلم من فى السموت والارض...... ☆ یہ آیت مشرکین کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے سید عالم ﷺ سے قیامت آنے کا وقت دریافت کیا تھا۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حديقة کے بارے میں تحقیق:

۱...... فراء کہتے ہیں کہ حدیقہ سے مراد وہ باغ ہے جس کے اردگرد دیوار بنائی جائے،لہذا اگر اس کے اردگرد دیوار نہ ہو تو وہ حدیقہ نہیں ہوگا۔علامہ بیضاوی کہتے ہیں یہ "احداق" سے ماخوذ ہے اور اس کا معنی احاطہ کرنا ہے اور "ذات بهجة" یعنی ایسا حسین منظر جس سے خوشی اور مسرت نصیب ہوتی ہے اور ترکیب کلام میں یہ "حدائق" کی صفت ہے۔"بهجة" مفرد اس لئے ہے کہ "حدائق" مجموعہ "حدائق" کی تاویل میں ہے (یعنی باغات میں سے ہر باغ پر رونق اور باعث فرحت و مسرت ہے)۔اس کلام میں

غیب سے متکلم کی طرف التفات پایا گیا ہے، ایک تو اس تاکید کے لئے یہ فعل اللہ عزوجل کی ذات کے ساتھ خاص ہے اور دوسرا اس پر متنبہ کرنے کے لئے ہے کہ ایک ہی قسم کے مواد سے مختلف الانواع ومتباعد الطبائع پر رونق اور دلاویز باغات پیدا کرنے پر اللہ عزوجل کے سوا کوئی اور قدرت نہیں رکھتا۔ (المظھری، ج٥، ص٣٤٦)

باغات میں سے ہر بارونق باغ جسے دیکھ کر فرحت ومسرت ہو، یہ تو دنیا میں ہوتا ہے، "جنات بمعنی بستانین" کی بات کی جائے تو انسان کے منہ میں پانی آجاتا ہے کہ باغ جنت میں نہ جانے کتنے پھل، پھول، میوے، سبزیاں ہونگی جنہیں عقل انسانی سوچ سکے نہ دنیا میں دیکھنے کی تاب لاسکے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے اناروں میں سے کوئی انار ایسا نہیں جو جنت کے انار کے شگوفے سے نہ ہو (یعنی جنت کے پھل کی نسل ہی دنیا میں بھی ہے)"۔

(البدور السافرة، باب: ثمرات الجنة، رقم: ١٨٩٩، ص٥٣٤)

زمین کا قرار کس سے ہے؟

٢.....کشف الاسرار میں ہے کہ الرواسی جمع الجمع ہے، کہا جاتا ہے کہ جبل راس وجبال راسية پھر اسی کے مجموعے کو الراسية اور الرواسی کا نام دے دیا گیا اور مراد اس سے وہ پہاڑ ہیں جو زمین میں ثابت ہیں اور اہل زمین کو ہلنے سے روکے ہوئے ہیں اور اسی زمین میں معادن بھی ہیں جو باہر نکلنے سے زمین کو روکتے ہیں اور بھی کئی مصلحتیں شامل ہیں۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ عابدین کی نفوس کو طاعت کے ذریعے قرار دیا جاتا ہے اور ان کے دلوں کو معرفت الٰہی سے قرار دیتے ہیں اور واجدین کی روحوں کو عابدین کی محبت سے اور موحدین کو مشاہدات سے قرار دیتے ہیں اور ان محبوبان خدا کو وصال کی نہروں اور قربت کے چشموں سے وہ اسرار ورموز حاصل ہوتے ہیں جو آتش شوق کو جاری کرتا اور محبت کی جلن کو بھڑکاتا ہے۔ اور ان کے لئے خوف، امید، رغبت اور ڈر کو لنگر (رواسی) بنایا، اور زمینوں کے لئے ابدال، اوتاد اور اولیاء کو لنگر بنایا کہ ان کی برکت سے زمین رکی رہتی ہے اور خلق سے بلائیں دور ہوتی ہیں اور یہ برکتیں فقط اسلامی ممالک تک محدود نہیں ہوتیں کیونکہ حضرات اولیائے کرام روئے زمین میں ہر جگہ پھیلے ہوئے ہیں۔

(روح البیان، ج٦، ص٤٦٣)

دو سمندروں کا بیان:

٣.....یعنی میٹھے اور نمکین پانی کے مابین روک بنادی، تاکہ ایک کا پانی دوسرے میں مل نہ پائے، اس میں اللہ کی حکمت یہ تھی کہ ہر قسم کا پانی اپنی اصل پر باقی رہے۔ سمندر کے میٹھے پانی سے لوگوں کے لئے نہریں جاری ہوتی ہیں اور اسی سے حیوانات، نباتات اور پھلوں کی نشوونما بھی ہوتی ہے اور رہا کھاری سمندر کا معاملہ تو کھاری سمندر سے بھی ہر جانب نہریں نکلتی ہیں، اور اس سے مقصود یہ ہے کہ ہوا کے نظام میں فساد پیدا نہ ہونے پائے۔ (ابن کثیر، ج٣، ص٤٥٣)

زمین کا وارث کون؟

٤.....خلافت سے مراد وہ نیابت ہے جو کہ غیر کے مدمقابل حاصل ہو، اور یہ نیابت کبھی کسی کی موت، عاجز ہونے یا شرف ومنزلت کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اور آخری صورت کے بارے میں اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿هو الذى جعلكم خلئف فى الارض﴾۔

(المفردات، ص١٦٢)

☆.....طبرانی نے سعد بن جنادہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے لوگوں میں جدائی کروائی وہ منہ کے بل جہنم میں گرے گا، اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿امن يجيب المضطر اذا دعاه ويكشف السوء ويجعلكم خلفاء

الارض (النمل: ۶۲) ﴾پس خلافت اللہ ﷻ کی طرف سے ہے اگر اس میں بھلائی ہوتی تو اسے لے جاتا اور بُرائی ہوتی تو پکڑ لیتا تم پر اللہ کی فرمانبرداری لازم ہے جس کا اس نے تمہیں حکم کیا ہے"۔ (الدر المنثور، ج۵، ص۲۱۳)

اللہ ﷻ نے فرمایا کہ سرزمین (عرب) میں دوسرے لوگوں کو بسا دیں گے، ایمان والوں کو سرزمین عرب میں تصرف دے دیا جس طرح کہ بادشاہوں کے کارندے اپنے علاقوں میں تصرف کرتے ہیں یا خلیفہ میں سے وہ حضرات جو خوف رکھتے تھے انہیں مدد دے کر زمین کا وارث کردیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سید عالم ﷺ کو سرزمین عرب کے مشرق و مغرب کا وارث کردیا، صحیح حدیث میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "مجھے زمین پر قبضہ دے دیا گیا پس میں نے اس کے مشرق و مغرب جان لیے، پس میرے امتی کی بادشاہت اس تک عنقریب پہنچے گی"۔ (روح المعانی، الجزء الثامن عشر، ص ۵۳۵)

☆...... حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری امت میں خلافت تیس سال رہے گی، پھر اس کے بعد ملوکیت یعنی بادشاہت آجائے گی، سعید بن جمہان نے کہا کہ مجھ سے حضرت سفینہ نے کہا حضرت ابوبکر کی خلافت، عمر فاروق، عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی خلافت کو گنو تو تیس سال پورے ہوجاتے ہیں۔ (سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب: ما جاء فی الخلافہ، رقم: ۲۲۳۳، ص ۶۴۹)

☆...... حضرت ابوبکر کی خلافت دو سال، عمر فاروق اعظم کی خلافت دس سال، حضرت عثمان غنی کی خلافت بارہ سال اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی خلافت کا دور چھ سال تھا یوں تیس سال پورے ہوئے۔

یہ آیت خلفاء راشدین کی خلافت کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ سید عالم ﷺ کے زمانے میں جو مومنین موجود تھے ان سے اللہ ﷻ نے زمین میں خلافت دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور یہ وعدہ سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد پورا ہونا تھا اسلئے بھی کہ سید عالم ﷺ کا خلیفہ بعد وفات ظاہری کے متعین کیا جاتا تھا، یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہونا کیونکہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ خلیفہ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم ہیں کیونکہ انہی کے ایام میں فتوح عظیمہ ہوئیں اور اسلام دور دور تک پھیلا دین کو غلبہ ہوا اور امن برپا ہوا۔ یہ چیزیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں نہیں ہوئیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے پورے دور میں مسلمانوں میں سے مخالفین سے جنگ میں گزار دیئے اور کفار سے جنگ کرنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ پس اس آیت میں خلفاء راشدین کی خلافت کے برحق ہونے پر دلیل ہے۔ (الرازی، ج۸، ص ۴۱۳)

اسلام میں تصویر بنانے کا حکم:

۵...... حضرت عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو لوگ ان تصویروں کو بناتے ہیں قیامت کے دن ان کو کہا جائے کہ جن کو تم نے بنایا تھا اس میں جان ڈالو"۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب: عذاب المصورین یوم القیامۃ، رقم: ۵۹۵۱، ص ۱۰۴۲)

☆...... ابوزرعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کے ایک گھر میں گیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس گھر کے بلند حصے میں کچھ تصویریں بنی ہوئی دیکھیں تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو میری مخلوق کی مثل بناتا ہے، ان کو چاہیے کہ وہ ایک دانہ کو پیدا کریں یا جوار کو پیدا کریں۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب: نقض الصور، رقم: ۵۹۵۳، ص ۱۰۴۳)

☆...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے دنیا میں تصویر بنائی اس کو قیامت کے دن اس کا مکلف بنایا جائے گا کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ اس میں روح نہ پھونک سکے گا"۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب: من صوّر صُورة کُلّف، رقم: ۵۹۶۳، ص ۱۰۴٤)

☆......نبی ﷺ نے فرمایا: ’’ان اشد الناس عذابا عندالله المصورون قیامت کے دن لوگوں میں سب سے سخت تر عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا‘‘۔ (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب: عذاب المصورون یوم القیامة، رقم: ۵۹۵۰، ص ۱۰٤۲)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ’’ہم ملائکہ رحمت اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا یا تصویر ہو‘‘۔

(صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب: التصاویر، رقم: ۵۹٤۹، ص ۱۰٤۲)

روضۂ مبارکہ، اس کے جواز میں اصلاً مجالِ سخن و جائے دم زدن نہیں، جس طرح اُن تصویروں کی حرمت یقینی ہے یوں ہی اس کا جواز اجماعی ہے۔ جن اکابرین اور اعاظم معتمدین نے مزارِ مقدس اور اس کے مثل نعل اقدس کے نقشے بنائے اور انکی تعظیم اور اُن سے تبرک کرتے آئے اور اسباب میں کیا کیا کلمات روح افزائے مومنین و جانگزائے منافقین فرمائے ان کے نام درج ذیل ہیں:

(۱)......امام عثیم بن نسطاس تابعی مدنی۔ (۲)......امام محدث جلیل القدر ابو نعیم صاحب حلیۃ الاولیاء۔ (۳)......امام محدث علامہ ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی حنبلی۔ (۴)......امام ابو الیمن ابن عساکر۔ (۵)......امام تاج الدین فاکہانی صاحب فتح منیر۔ (۶)......علامہ سید نور الدین علی بن احمد سمہودی مدنی شافعی صاحب کتاب الوفاء اور وفاء الوفاء۔ (۷)......سیدی عارف باللہ محمد بن سلیمان جزولی صاحب الدلائل الخیرات۔ (۸)......امام محدث فقیہ احمد بن حجر مکی شافعی صاحب جوہر منظم۔ (۹)......علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری صاحب الخمیس فی احوال النفس نفیس ﷺ۔ (۱۰)......علامہ سیدی محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی شارح مواہب اللدنیہ و منح محمدیہ۔ (۱۱)......شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی صاحب جذب القلوب۔ (۱۲)......محمد العاشق بن عمر الحافظ الرومی حنفی صاحب خلاصۃ الاخبار ترجمہ خلاصۃ الوفاء وغیرہم ائمہ وعلماء نے مزار اقدس اکرم سید عالم ﷺ وقبور مقدسہ حضرات صدیق اکبر وفاروق اعظم کے نقشے بنائے۔

ابوالیمن ابن عساکر نے نقشہ نعل پاک کے باب میں ایک مستقل جزء تالیف کیا جسے میں نے استاد پر پڑھ کر اور استاد سے سن کر روایت کیا اور اسی طرح ابن الحاج اندلسی وغیرہما علماء نے اس بارے میں مستقل تصانیف کی ہیں۔ ہم موضوع کو طوالت کی وجہ سے اختصار کی جانب مائل کرتے ہوئے خلاصہ کرتے ہیں کہ جہاں تک جانداروں کی تصاویر ہیں، یا کتے یا بت وغیرہ ہیں یقیناً رحمت کے فرشتوں کی آمد کا دروازہ ہم خود بند کر رہے ہیں لہٰذا ان چیزوں سے اپنے گھروں، دکانوں اور دیگر جگہوں کو پاک کرنا ضروری ہے۔ جس کی مذمت میں ماقبل ہم نے کئی روایات بیان کیں، جہاں تک مقدس مقامات وقبہ شریفہ اور نقشِ نعلین پاک کا تعلق ہے تو یقیناً جائز و مستحسن امر ہے جس کی دلیل میں ماقبل مذکور نام ہی ہمارے لئے سند کا درجہ رکھتے ہیں کہ ہم انہی کے پیچھے چلنے والے ہیں۔ مزید تحقیق کی ضرورت ہو تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا رسالہ: ’’شفاء الواله فی صور الحبیب ومزاره ونعاله محبوب خدا ﷺ، آپ کے مزار اور نعلین اقدس کے نقشوں میں غمزدہ کی شفاء‘‘ کا مطالعہ کیجئے۔ (الفتاوی الرضویہ مخرجه، ج: ۲۱، ص ۴۲۲ وغیرہ)

علم غیب کا بیان:

لے......ہر وہ چیز جو انسانی حس اور انسانی علم سے پوشیدہ ہو، غائب کے معنی میں مستعمل ہوتی ہے، اللہ ﷻ کا فرمان ﴿وما من غائبة فی السماء والارض الا فی کتاب مبین (النمل: ۷۵)﴾ اور کسی چیز کے بارے میں غیب یا غائب کا قول لوگوں کے اعتبار سے کیا جاتا ہے نہ کہ اللہ ﷻ کی بارگاہ کے اعتبار سے، کیونکہ اس پاک ذات سے زمین وآسمان کی کوئی چیز پوشیدہ ہو ہی نہیں سکتی۔ (المفردات، ص ۳۷۰)۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا پیارے مصطفیٰ ﷺ کو علم غیب ہے یا نہیں، دیگر تمام دلائل ایک طرف خود قرآن

کی دلیل واضح ہے ﴿علم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے رسولوں کے (الجن:۲۶تا۲۷)﴾، ﴿وما کان الله لیطلعکم علی الغیب ولکن الله یجتبی من رسله من یشاء اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے (ال عمران:۱۷۹)﴾۔ قرآن کی سب سے بہتر تفسیر حدیث ہوا کرتی ہے جو کہ ہمارے نزدیک حجت بھی ہے اور کی کوتاہی کے شک سے بالاتر بھی، اور جو حدیث میں کمی بیان کرے اور پیارے مصطفیٰ کے فرمان میں تردد کرے تو ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

☆...... حضرت طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ہم سید عالم ﷺ کے ساتھ ایک مقام پر موجود تھے تو سید عالم ﷺ نے مخلوق کی ابتداء سے انتہاء تک سب کچھ بیان فرمادیا یہاں تک کہ جنتی اپنی منازل میں اور جہنمی اپنی منازل میں پہنچ گئے پس جس نے یاد رکھا سو یاد رکھا اور جو بھول گیا سو بھول گیا"۔

(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب: ما جاء فی قول الله، رقم:۳۱۹۲، ص ۵۳۲)

☆...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز سید عالم ﷺ نے ہمیں نماز عصر پڑھائی، پھر خطاب فرمایا پس آپ ﷺ نے ہمیں قیامت تک ہونے والی ہر چیز کے بارے میں خبر دے دی، جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا سو اس نے بھلا دیا۔ (سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب: ما اخبر النبی ﷺ، رقم:۲۱۹۸، ص ٦٤٠)

امت کے علماء ومفسرین کی رائے درباب علم غیب مصطفی ﷺ:

(۱)...... حق یہ ہے کہ اللہ ﷻ کی ذات کے سوا کسی کے لئے بھی بلا واسطہ، ذاتی طور پر علم غیب کا ماننا زمین وآسمان میں کسی کے لئے بھی ممکن نہیں ہے اور جن خواص کے لئے علم غیب مانا جاتا ہے وہ اللہ کی دی ہوئی عطا ہے اسی لئے یوں نہیں کہنا چاہیے کہ انہوں نے غیب جان لیا کہ ایسا کہنا قطعی کفر ہے اور یوں کہا جائے کہ اُن پر غیب ظاہر ہوا اور انہوں نے غیب پر اطلاع پائی۔ (روح المعانی، الجزء:۲۰، ص ۲۹۷)

(۲)...... جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرات انبیائے کرام غیب نہیں جانتے وہ صریح خطاء میں ہیں کیونکہ استثناء کے بارے میں وارد ہو چکا ہے ﴿علم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے رسولوں کے (الجن:۲۶تا۲۷)﴾۔ اور اسی آیت سے رسولوں کی فرشتوں پر فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ اللہ نے اُن پر غیب کے ظاہر ہونے کا بیان فرمایا نہ کہ فرشتوں کے لئے ایسی فضیلت بیان ہوئی۔ (روح البیان، ج٦، ص ٤٦٧)

علمائے دیوبند کا سرکار دوعالم ﷺ کے علم کے بارے میں بیان:

سید عالم ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے مطلقاً علم غیب کی نفی کرنا جہالت کا پالندہ ہے۔ اور ایسا کوئی اہل ایمان نہیں کرسکتا، یہ وہی لوگ ہیں جنہیں اسلام سے کچھ علاقہ نہیں۔ کسی مفسر نے سید عالم ﷺ سے کہیں بھی مطلقاً علم غیب کی نفی نہیں کی ہے۔ آئیں اب عبارتوں کا ترتیب وار ذکر کئے دیتے ہیں کہ جن میں علمائے دیو بند نے حضور پرنور ﷺ کے علم غیب کی نفی کی اور آپ ﷺ کی شان اقدس میں نامناسب الفاظ استعمال فرمائے۔

(۱)...... قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے تو کھولے جب چاہے تو نہ کھولے، اسی طرح ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے، اللہ تعالی نے ان لوگوں کو اختیار دے دیا ہے جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں، سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہیں کرلیں یہ کسی ولی و نبی کو، جن وفرشتے کو، پیر و مرشد کو، امام و امام زادے کو، بھوت و پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی کہ جب چاہیں غیب کی بات معلوم کرلیں بلکہ اللہ صاحب نے اپنے ارادے سے کسی کو جتنی بات چاہتا

ہے خبر دے دیتا ہے۔ (بلغۃ الحیران فی ربط آیات الفرقان، ص۱)

(۲)......جب انبیائے علیہم السلام کو غیب نہیں تو یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا، اگر یہ عقیدہ کر کے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مگر مشابہ بکفر ہے۔ (المرجع السابق)

(۳)......لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء واولیاء کو نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت وادراک غیبیات ان کو ہوتا ہے۔ (شمائم امدادیہ، ص ٦١)

(۴)......تھانوی کی یہ عبارت متذکرہ بالا عبارت سے بالکل مختلف ہے وہ عبارت یہ ہے کہ پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم تو زید وعمر بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی چیز کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔ (حفظ الایمان، ص۷)

(۵)......شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس غیب سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ (البراهين قاطعه، ص ٥١)

اغراض:

فیہ التفات: اللہ عزوجل کی ذات کا خاص طور پر ذکر اس لئے کیا گیا کہ وہی درختوں اور کھیتیوں کو اُگانے والا، اس کے سوا کوئی ایسا نہیں کر سکتا، اور اس کی تخلیق مختلف رنگوں اور ذائقوں میں ہوتی ہیں، جب کہ سب کو پانی کی سیرابی ہوتی ہے جو کہ ایک ہی ہوتا ہے۔

ای لیس معہ الہ: سے اس جانب اشارہ ہے کہ "ءالہ" میں ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ وفیہ زائدۃ لتقلیل القلیل: سے مراد تاکید قلت بیان کرنا ہے۔ وان لم یعترفوا بالاعادۃ: ایک اعتراض کی جانب اشارہ کرنا مقصود ہے، یہ ﴿امن یبدؤا الخلق ثم یعیدہ (النمل:٦٤)﴾ کیسے کہا جا سکتا ہے؟ جب کہ منکرین تو دوبارہ اٹھائے جانے کے انکاری تھے؟ اس جواب کا اشارہ اس قول کی جانب ہے کہ جب ان پر دلائل واضح ہوگئے، گویا کہ ابتداء وہ اعتراف کر چکے، اور ابتداء اعادہ ہونے پر دلائل ظاہر وقوی ہے، پس ان کے لئے اب کوئی عذر ہی باقی نہیں رہتا کہ وہ انکار کریں، بلکہ اب انکار کرنا محض ہٹ دھرمی ہے۔

ان معی الہا: مشرکین کے قول کہ اللہ عزوجل کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے جیسا کہ نبی کہتے ہیں، جب کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا کوئی فرمان منقول نہیں بلکہ یہ فرمایا ﴿ان کنتم صدقین﴾ یعنی اگر اللہ عزوجل کے ساتھ کوئی اور بھی خدا ہے تو اس پر دلیل لے آؤ اگر سچے ہو۔

یعلمہ: تقدیر کلام یہ ہے کہ آسمان میں موجود فرشتے، اور زمین میں انسان غیب نہیں جانتے، بلکہ اللہ عزوجل ہی غیب پر خبردار ہے۔

او تتابع: یعنی کیا انہیں (منکرین) کو آخرت کا علم آچکا، یا وہ آخرت کا علم ہونا ان کے لئے ثابت ہو چکا حتی کہ انہوں نے قیامت کے بارے میں سوال کر دیا کہ کب قائم ہوگی؟ ان کے پاس اس کا علم نہیں ہے، اور ایسا ہونا ثابت بھی نہیں، معلوم ہوا کہ محض عناد کی وجہ سے ایسا کہا گیا ہے۔

(الصاوی، ج٤، ص٢٦٩ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲

﴿وقال الذین کفروا﴾ اَیْضًا فِی اِنْکَارِ الْبَعْثِ ﴿ء اذا کنا ترابا واباؤنا ائنا لمخرجون (٦٧)﴾ اَیْ مِنَ الْقُبُوْرِ ﴿لقد وعدنا ھذا نحن واباؤنا من قبل لا ان﴾ مَا ﴿ھذا الا اساطیر الاولین (٦٨)﴾ جَمْعُ اُسْطُوْرَۃٍ

بِالضَّمِّ اَیْ مَا سُطِرَ مِنَ الْکِذْبِ ﴿قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبة المجرمین (۶۹)﴾ بِاِنْکَارِهِمْ وَهِیَ هِلَاکُهُم بِالْعَذَابِ ﴿ولا تحزن علیهم ولا تکن فی ضیق مما یمکرون (۷۰)﴾ تَسْلِیَةٌ لِلنَّبِیِّ ﷺ اَیْ لَاتَهْتَمَّ بِمَکْرِهِمْ عَلَیْکَ فَاِنَّا نَاصِرُکَ عَلَیْهِمْ ﴿ ویقولون متی هذا الوعد ﴾ بِالْعَذَابِ ﴿ ان کنتم صدقین (۷۱) ﴾ فِیْهِ ﴿ قل عسی ان یکون ردف ﴾ قَرُبَ ﴿ لکم بعض الذی تستعجلون (۷۲) ﴾ فَحَصَلَ لَهُمُ الْقَتْلُ بِبَدْرٍ وَبَاقِی الْعَذَابِ یَاْتِیْهِمْ بَعْدَ الْمَوْتِ ﴿ وان ربک لذو فضل علی الناس ﴾ وَمِنْهُ تَاْخِیْرُ الْعَذَابِ عَنِ الْکُفَّارِ ﴿ولکن اکثرهم لا یشکرون (۷۳)﴾ فَالْکُفَّارُ لَا یَشْکُرُوْنَ تَاْخِیْرَ الْعَذَابِ لِاِنْکَارِهِمْ وُقُوْعَهُ ﴿ وان ربک لیعلم ما تکن صدورهم ﴾ تُخْفِیْهِ ﴿ وما یعلنون (۷۴) ﴾ بِاَلْسِنَتِهِمْ ﴿ وما من غائبة فی السماء والارض ﴾ اَلتَّاءُ لِلْمُبَالِغَةِ اَیْ شَیْءٍ فِی غَایَةِ الْخِفَاءِ عَلَی النَّاسِ ﴿ الا فی کتب مبین (۷۵) ﴾ بَیِّنٌ هُوَ اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ وَمَکْنُوْنُ عِلْمِهٖ تعالی وَمِنْهُ تَعْذِیْبُ الْکُفَّارِ ﴿ ان هذا القرآن یقص علی بنی اسرائیل ﴾ الْمَوْجُوْدِیْنَ فِی زَمَنِ نَبِیِّنَا ﷺ ﴿ اکثر الذی هم فیه یختلفون (۷۶) ﴾ اَیْ بِبَیَانِ مَا ذُکِرَ عَلٰی وَجْهِهِ الرَّافِعِ لِلْاِخْتِلَافِ بَیْنَهُمْ لَوْ اَخَذُوْا بِهٖ وَاَسْلَمُوْا ﴿ وانه لهدی ﴾ مِنَ الضَّلَالَةِ ﴿ورحمة للمومنین (۷۷)﴾ مِنَ الْعَذَابِ ﴿ ان ربک یقضی بینهم ﴾ کَغَیْرِهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ﴿ بحکمه ﴾ اَیْ عَدْلِهٖ ﴿ وهو العزیز ﴾ الْغَالِبُ ﴿ العلیم (۷۸) ﴾ بِمَا یَحْکُمُ بِهٖ فَلَا یُمْکِنُ اَحَدًا مُخَالَفَتُهٗ کَمَا خَالَفَ الْکُفَّارُ فِی الدُّنْیَا اَنْبِیَاءَهٗ ﴿ فتوکل علی الله ط ﴾ ثِقْ بِهٖ ﴿ انک علی الحق المبین (۷۹) ﴾ اَیِ الدِّیْنِ الْبَیِّنِ فَالْعَاقِبَةُ لَکَ بِالنَّصْرِ عَلَی الْکُفَّارِ ثُمَّ ضَرَبَ لَهُمْ اَمْثَالًا بِالْمَوْتٰی وَالصُّمِّ وَالْعُمْیِ فَقَالَ ﴿ انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ﴾ بِتَحْقِیْقِ الْهَمْزَتَیْنِ وَتَسْهِیْلِ الثَّانِیَةِ بَیْنَهَا وَبَیْنَ الْیَاءِ ﴿ ولو مدبرین (۸۰) وما انت بهدی العمی عن ضللتهم ط ان ﴾ مَا ﴿ تسمع ﴾ سَمَاعَ اِفْهَامٍ وَقَبُوْلٍ ﴿ الا من یومن بایتنا ﴾ الْقُرْاٰنِ ﴿ فهم مسلمون (۸۱) ﴾ مُخْلِصُوْنَ بِتَوْحِیْدِ اللهِ ﴿واذا وقع القول علیهم ﴾ حَقَّ الْعَذَابُ اَنْ یَّنْزِلَ بِهِمْ فِی جُمْلَةِ الْکُفَّارِ ﴿ اخرجنا لهم دابة من الارض تکلمهم لا ﴾ اَیْ تُکَلِّمُ الْمَوْجُوْدِیْنَ حِیْنَ خُرُوْجِهَا بِالْعَرَبِیَّةِ تَقُوْلُ لَهُمْ مِنْ جُمْلَةِ کَلَامِهَا نِیَابَةً عَنَّا ﴿ان الناس ﴾ اَیْ کُفَّارُ مَکَّةَ وَفِی قِرَاءَةٍ فَتْحِ هَمْزَةِ اِنَّ بِتَقْدِیْرِ الْبَاءِ بَعْدَ تُکَلِّمُهُمْ ﴿ کانوا بایتنا یوقنون (۸۲) ﴾ اَیْ لَا یُوْمِنُوْنَ بِالْقُرْاٰنِ الْمُشْتَمِلِ عَلَی الْبَعْثِ وَالْحِسَابِ وَالْعِقَابِ وَبِخُرُوْجِهَا یَنْقَطِعُ الْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ النَّهْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ وَلَا یُوْمِنُ کَافِرٌ کَمَا اَوْحَی اللهُ تَعَالٰی اِلٰی نُوْحٍ اِنَّهٗ لَنْ یُّوْمِنَ مِنْ قَوْمِکَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ.

﴿ترجمہ﴾

اور کافر بولے (مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرتے ہوئے) کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے کیا ہم پھر (قبروں سے) نکالے جائیں گے بیشک اس کا وعدہ دیا گیا ہم کو اور ہم سے پہلے ہمارے باپ داداؤں کو یہ تو نہیں مگر اگلوں کی کہانیاں (آیت مذکورہ میں ان بمعنی مانافیہ ہے، اساطیر جمع ہے اسطورة کی، یہ لفظ ہمزۂ مضمومہ کے ساتھ ہے بمعنی جھوٹی گھڑی

ہوئی کہانی) تم فرماؤ زمین میں چل کر دیکھو کیسا ہوا انجام ہوا مجرموں کا......۱......(ان کے انکار کرنے کے سبب اس کا انجام یہ ہوا کہ انہیں عذاب دیکر ہلاک کر دیا گیا) اور تم ان پر غم نہ کھاؤ اور ان مکر سے دل تنگ نہ ہو (اس آیت مبارکہ میں نبی پاک ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ﷺ کے خلاف یہ جو مکر کر رہے ہیں آپ ﷺ اس سے پُر ملال نہ ہوں، ہم ان کے خلاف آپ ﷺ کے مددگار ہیں......۲......) اور کہتے ہیں کب آئے گا (عذاب کا) یہ وعدہ اگر تم (اس میں) سچے ہو تم فرماؤ قریب ہے کہ تمہارے پیچھے آ لگی ہو بعض وہ چیز جس کی تم جلدی مچا رہے ہو (پس جنگ بدر میں انہیں قتل کیے جانے کا عذاب ملا اور باقی عذاب ان پر ان کی موت کے بعد آئے گا......۳......) اور بیشک تیرا رب فضل والا ہے آدمیوں پر (من جملہ اس کے فضل سے کفار پر عذاب بھیجنے میں تاخیر بھی ہے) لیکن اکثر آدمی شکر نہیں کرتے (یعنی کفار عذاب کے موخر ہونے پر شکر ادا نہیں کرتے کیونکہ وہ تو عذاب کے واقع ہونے ہی کے منکر ہے) اور بیشک تمہارا رب جانتا ہے جو ان کے سینوں نے چھپائی ہے......۴......(تکن بمعنی تخفی ہے) اور جو وہ (اپنی زبانوں سے) ظاہر کرتے ہیں اور جتنے غیب ہیں آسمانوں اور زمین کے (یعنی زمین و آسمان میں جو بھی انسان پر انتہائی مخفی ہے) سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں (مراد اس کتاب سے لوح محفوظ ہے یا اس سے مراد اللہ ﷻ کا علم جو لوگوں سے پوشیدہ ہے اور من جملہ ان میں سے کفار کو عذاب دینا بھی ہے، لفظ غائبۃ میں تاء مبالغہ کے لیے ہے اور لفظ مبین بمعنی بین ہے) اور بیشک یہ قرآن ذکر فرماتا ہے (ان) نبی اسرائیل سے (جو ہمارے نبی ﷺ کے زمانے میں موجود ہیں) اکثر وہ باتیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں (قرآن پاک ان مختلف باتوں کو اس طرح بیان فرماتا ہے جو باہمی اختلاف کو دور کرنے والا انداز ہے اگر وہ اس کو لے لیتے تو ضرور اسلام قبول کر لیتے......۵......) اور بیشک وہ ہدایت ہے (گمراہی سے) اور رحمت ہے مسلمانوں کے لیے (عذاب سے) بیشک تمہارا رب ان کے آپس میں فیصلہ فرمایا (جیسا کہ وہ دوسروں کے درمیان فیصلہ فرمایا قیامت کے دن) اپنے حکم (یعنی اپنے اذن) سے اور وہی عزیز (یعنی غالب) ہے اور جاننے والا ہے (اپنے حکم کو تو کسی کے لیے مخالفت کرنا ممکن نہیں ہے جیسا کہ دنیا میں کفار نے انبیاء کرام کی مخالفت کی تھی) تو تم اللہ پر بھروسہ کرو (یعنی اسی پر اعتماد کرو) بیشک تم روشن حق پر ہو (یعنی روشن دین پر ہو، عاقبت میں کفار کے خلاف تمہاری ہی مدد ہوگی پھر اللہ ﷻ نے کفار کے مردہ، بہرے اور گونگے ہونے کی امثال بیان فرمائی ہیں، اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے) بیشک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے اور نہ تمہارے سنائے بہریں پکار سنیں جب پھریں پیٹھ دے کر......۶......(ء اذا دو ہمزوں کے ساتھ ہے اور ہمزہ اور یاء کے درمیان دوسری ہمزہ کو نرمی کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے) اور اندھوں کو گمراہی سے تم ہدایت کرنے والے نہیں تمہارے سنائے نہیں سنتے (سمجھنے اور قبول کرنے کا سننا) مگر وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں (یعنی قرآن پاک پر ایمان لاتے ہیں) اور وہ مسلمان ہیں (اللہ کو ایک ماننے میں مخلص ہیں) اور جب بات ان پر آپڑے گی (یعنی تمام کفار پر عذاب کا نازل ہونا حق ہوگا تو) ہم زمین سے ان کے لیے ایک چوپائے نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا (یعنی اس چوپائے کے نکلنے کے وقت جو لوگ موجود ہوں گے وہ ان سے عربی زبان میں کلام کرے گا وہ جو باتیں کرے گا من جملہ میں وہ ہمارے اس کلام کو بھی نقل کرے گا......۷......) کہ لوگ (یعنی اہل مکہ) ہماری آیتوں پر ایمان لاتے تھے (یعنی وہ قرآن پاک پر ایمان لاتے تھے جو مرنے کے بعد اٹھائے جانے، حساب کتاب ہونے اور سزا کا معاملہ ہونے کے بیان پر مشتمل ہے، دابۃ الارض کے نکلنے کے ساتھ ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا معاملہ منقطع ہو جائے گا پھر کوئی کافر ایمان لے کر نہ آئے گا جیسا کہ اللہ ﷻ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی تھی انہ لن یومن من قومک الا من قد امن اور نوح کو وحی ہوئی کہ تمہاری قوم سے مسلمان نہ ہوں گے مگر جتنے ایمان لا چکے (ھود: ۳۶)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وقال الذین کفروا ء اذا کنا ترٰبا واباؤنا ائنا لمخرجون﴾ ۔
و: عاطفہ، قال الذین کفروا: قول، ھمزہ: حرف استفہام، اذا: ظرفیہ شرطیہ، کنا: فعل ناقص "نا" ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اباؤنا: معطوف، ملکر اسم، ترٰبا: خبر ملکر جملہ فعلیہ شرط، ھمزہ: حرف استفہام، انا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکید یہ، مخرجون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿لقد وعدنا ھذا نحن واباؤنا من قبل﴾ ۔
لام: قسمیہ: قد: تحقیقیہ، وعدنا: فعل مجہول نا ضمیر مؤکد، نحن: تاکید، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اباؤنا: معطوف ملکر نائب الفاعل، ھذا: مفعول ثانی، من قبل: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ ماقبل جملہ "انا لمخرجون" کی تاکید ہے۔

﴿ان ھذا الا اساطیر الاولین ○ قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المجرمین﴾ ۔
ان: نافیہ، ھذا: مبتدا، الا: اداۃ حصر، اساطیر الاولین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر ماقبل قال الذین کفروا کیلئے مقولہ ثانی، قل: قول، سیروا فی الارض: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، انظروا: فعل امر بافاعل، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، عاقبۃ المجرمین: اسم، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولا تحزن علیھم ولا تکن فی ضیق مما یمکرون﴾ ۔
و: عاطفہ، لا تحزن علیھم: فعل نہی بافاعل وظرف لغو، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لاتکن: فعل ناقص نہی بااسم، فی: جار، ضیق: موصوف، مما یمکرون: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر معطوف ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "قل" پر معطوف ہے۔

﴿ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صدقین﴾ ۔
و: مستانفہ، یقولون: قول، متی: ظرف متعلق بحذوف خبر مقدم، ھذا الوعد: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ اول، ان: شرطیہ، کنتم صدقین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فمتی ھذا الوعد" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل عسی ان یکون ردف لکم بعض الذی تستعجلون﴾ ۔
قل: قول، عسی: فعل مقارب باھو ضمیر اسم، ان: مصدریہ، یکون: فعل ناقص بااسم، ردف لکم: فعل وظرف لغو، بعض: مضاف، الذی تستعجلون: موصول صلہ ملکر مضاف الیہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وان ربک لذو فضل علی الناس ولکن اکثرھم لا یشکرون﴾ ۔
و: مستانفہ، ان ربک: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، ذو: مضاف، فضل علی الناس: شبہ جملہ مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و: عاطفہ، لکن: حرف مشبہ بافاعل، اکثرھم: اسم، لا یشکرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان ربک لیعلم ما تکن صدورھم وما یعلنون﴾ ۔
و: عاطفہ، ان ربک: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، یعلم: فعل بافاعل، ما تکن صدورھم: موصول صلہ، ملکر معطوف

علیہ ہو کر ،عاطفہ ،ما یعلنون:موصول صلہ ،ملکر معطوف ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما من غائبۃ فی السماء والارض الا فی کتب مبین٥﴾۔

و:عاطفہ ،ما:نافیہ ،من:زائد ،غائبۃ:موصوف ،فی السماء والارض:ظرف مستقر صفت ملکر مبتدا ،الا:اداۃ حصر ،فی کتب مبین:ظرف مستقر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان ھذا القران یقص علی بنی اسراء یل اکثر الذی ھم فیہ یختلفون٥﴾۔

ان:حرف مشبہ ،ھذا القران:اسم ،یقص علی بنی اسراء یل:فعل با فاعل وظرف لغو ،اکثر:مضاف ،الذی:موصول ،ھم فیہ یختلفون:جملہ اسمیہ صلہ ،ملکر مضاف الیہ ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانہ لھدی ورحمۃ للمومنین ٥ ان ربک یقضی بینھم بحکمہ وھو العزیز العلیم٥﴾۔

و:عاطفہ ،انہ:حرف مشبہ واسم ،لام:تاکیدیہ ،ھدی:معطوف علیہ ہو کر ،عاطفہ ،رحمۃ للمومنین:شبہ جملہ معطوف ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ،ان ربک:حرف مشبہ واسم ،یقضی بینھم:فعل با فاعل وظرف ،بحکمہ:ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ہو کر ،عاطفہ ،ھو مبتدا ،العزیز العلیم:خبر ان ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فتوکل علی اللہ انک علی الحق المبین٥﴾۔

ف:فصیحیہ ،توکل علی اللہ:فعل امر با فاعل وظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان عرفت ھذہ الصفات للہ تعالی" کیلئے جزا ،ملکر جملہ شرطیہ ،انک:حرف مشبہ واسم ،علی الحق المبین:ظرف مستقر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین٥﴾۔

انک حرف مشبہ واسم ،لا تسمع الموتی:فعل نفی با فاعل ومفعول ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ہو کر ،عاطفہ ،لا تسمع:فعل نفی با فاعل ،الصم:مفعول اول ،الدعاء:مفعول ثانی ،اذا:مضاف ،ولوا:فعل واؤ ضمیر ذوالحال ،مدبرین:حال ،ملکر فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ ،ملکر ظرف ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما انت بھدی العمی عن ضللتھم ان تسمع الا من یومن بایتنا﴾۔

و:عاطفہ ،ما:مشابہ بلیس ،انت:اسم ،ب:جار زائدہ ،ھدی:اسم فاعل با فاعل ،العمی:مضاف الیہ مفعول ،عن ضللتھم:ظرف لغو ،ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ،ان:نافیہ ،تسمع:فعل با فاعل ،الا:اداۃ حصر ،من:موصولہ ،یومن بایتنا:جملہ فعلیہ صلہ ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فھم مسلمون ٥ واذا وقع القول علیھم اخرجنا لھم دابۃ من الارض﴾۔

ف:فصیحیہ ،ھم:مبتدا ،مسلمون:خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ہو کر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا ،ملکر جملہ شرطیہ ہو کر ،مستانفہ ،اذا:ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم ،وقع القول علیھم:فعل وفاعل وظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط ،اخرجنا:فعل با فاعل ،لھم:ظرف لغو ،دابۃ:موصوف ،من الارض:ظرف مستقر صفت ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ہو کر جزا ،ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿تکلمھم ان الناس کانوا بایتنا لا یوقنون٥﴾۔

تکلمھم:فعل با فاعل ومفعول ،ان الناس:حرف مشبہ واسم ،کانوا:فعل ناقص با اسم ،بایتنا لا یوقنون:جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ بتقدیر ب جار ،مجرور ،ملکر ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "دابۃ" کیلئے صفت ثانی واقع ہے۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

مجرمین کی بربادی:

۱......دنیا بھر میں نافرمانوں کی کیسی کیسی مٹی پلید ہو رہی ہے انسان اس پر غور کرے تو ھدایت کا ملنا یقینی ہوسکتا ہے۔کونسا گھر ہے جس سے جنازہ نہیں اٹھا؟ کونسی دکان ہے جس پر کاروباری بندش کا سامنا نہیں؟ کونسا بازار ہے جو لٹنے پٹنے سے محفوظ ہے؟ کونسا محلہ ہے جو قتل و غارت گاری سے محفوظ ہے؟ کونسا شہر ہے جو بدامنی کا شکار نہیں؟ کونسا ملک ہے جو معاشی بحران کا شکار نہیں؟ اس دور میں مجرموں کے مٹنے، سلگتے مسائل ہوں یا کسی اور دور کے، قوم ثمود کے مقبروں کی بات کریں یا عاد کے ویرانوں کی، فرعونیوں کے مظالم کا عبرت ناک انجام سنیں یا قوم شعیب کے دھشت ناک انجام کی خبریں، قارون کی موت کو یاد کریں یا نمرود و شداد کی ہلاکت، فرعون کا پانی میں غرق ہونا اور پھر پانی کا نعش کو باہر اگل دینا دیکھیں یا ابوجہل کی کٹی لاش، ابولہب کی مذمت کا بیان سنیں یا تاریخ کے اَن مٹ نقوش کی جانب دیکھیں جو کربلاء میں شہید ہو کر بھی زندہ رہے اور جو زندہ رہ کر بھی ہمیشہ کے لئے لعن طعن کا طوق پہن گئے۔آہ! دنیا میں کتنی عبرتیں ہیں لیکن غافل انسان کہاں تک اپنے نصیب کو روئے کہ اُسے بیداری نہیں ملتی۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین خاطر:

۲......حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کو کفار مشرکین اور دیگر دشمنان اسلام تک اسلام کی دعوت پہنچانے اور انکی دعوت تبلیغ کو رد کردینے کی وجہ سے طرح طرح کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ذیل میں ہم نے ان آیات مبارکہ کو جمع کیا ہے جن میں سید عالم ﷺ کی تسکین خاطر کی گئی ہے اور نبی پاک ﷺ سے فرمادیا گیا کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ حضرات آپ ﷺ کی نہیں بلکہ اللہ ﷻ کی نافرمانی کر رہے ہیں۔

(۱)......﴿فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ان پر حسرتوں کی وجہ سے آپ کی جان نہ چلی جائے بے شک اللہ ان کی بناوٹوں کو جانتا ہے(فاطر:۸)﴾

(۲)......﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہیں لائے تو کہیں آپ فرط غم سے انکے پیچھے جان نہ دے دیں(الکہف:۶)﴾۔

(۳)......﴿وَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا کافروں کی باتوں پر صبر کیجئے اور انکو خوش اسلوبی سے چھوڑ دیجئے اور ان جھٹلانے والے مالداروں کو مجھ پر چھوڑ دیجئے اور انکو تھوڑی سی مہلت دیجئے (المزمل:۱۰،۱۱)﴾۔

(۴)......﴿فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ اور آپ صبر کیجئے جیسا کہ ہمت والے رسولوں نے صبر کیا تھا(الاحقاف:۳۵)﴾۔

(۵)......﴿فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا کیونکہ مشکل کے ساتھ آسانی ہے اور بیشک مشکل کے ساتھ آسانی ہے(الانشراح:۵،۶)﴾۔

(۶)......﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۝ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ہم نے ان مقرب بندوں سے جو رسول ہیں یہ پہلے کہہ چکے ہیں کہ یقیناً وہی مدد کئے ہوئے ہیں اور یقیناً ہمارا لشکر ہی غلبہ پانے والا ہے(الصفت:۱۷۱،۱۷۲،۱۷۳)﴾۔

موت گویا قیامت صغری ہے:

۳......پس بعض بدر کے دن مارے جانے کی وجہ سے عذاب کا شکار ہوئے اور بعض مرنے کے بعد عذاب قبر کا شکار ہونگے۔علامہ اسماعیل حقی فرماتے ہیں موت قیامت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے،سید عالم ﷺ کا فرمان ہے:"جو مرگیا اس کی قیامت کا آغاز ہوچکا"۔کیونکہ موت دنیا کی زندگی کا آخری اور اُخری زندگی کا پہلا زمانہ ہے تو جو شخص قیامت قائم ہونے سے پہلے اس دنیائے فانی سے رخصت ہوگیا گویا کہ وہ موت کے ذریعے قیامت سے مل گیا جس طرح دنیاوی زمانے ایک دوسرے سے متصل ہوتے ہیں۔ (روح البیان، ج٦،ص٤٧٠)

☆......حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشادفرمایا:"جب تم میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اسی وقت سے اس کی قیامت قائم ہوجاتی ہے سو تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ اس کو دیکھ رہے ہو اور ہر وقت اس سے استغفار کرو"۔

(کنزالعمال، کتاب الموت،الفصل الثانی فی لواحق، رقم:٤٢٧٤١،ج٨،ص٢٨٩)

سینہ بے کینہ محبت کا خزینہ:

۴......جس دل میں بغض وعداوت بھری پڑی ہو وہ چاہے کتنا ہی نیکی کرلے،کامیابی اسے نصیب نہیں ہوتی۔سید عالم ﷺ نے فرمایا:"ہر ہفتہ کے دوران پیر اور جمعرات کے دن لوگوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں،پھر بغض وکینہ رکھنے والے دو بھائیوں کے علاوہ ہر مومن کو بخش دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو لمبے عرصے تک چھوڑ دو یہاں تک کہ یہ اُس بغض سے واپس پلٹ آئیں"۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلة ،باب: النهی عن الفحشاء،رقم:(٦٥٤١)/٢٥٦٥،ص١٢٧١)

☆......سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے:"پیر و جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں تو ان دونوں میں ہر اس بندے کی مغفرت کردی جاتی ہے جو مشرک نہ ہو مگر ایک دوسرے سے بغض رکھنے والے دو بھائیوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو آپس میں صلح کر لینے تک رہنے دو"۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلة ،باب: النهی عن الفحشاء،رقم:(٦٥٣٩)/٢٥٦٥،ص١٢٧٠)

☆......سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے:"اللہ شعبان کی پندرھویں شب اپنی مخلوق پر نظر رحمت فرماتا ہے تو کینہ پرور اور قاتل کے علاوہ اپنے تمام بندوں کو بخش دیتا ہے"۔(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمرو بن العاص ،رقم:٦٦٥٣ ج٢،ص٥٨٩)

یہود کا اختلاف کس نوعیت کا تھا؟

۵......قتادہ کے قول کے مطابق بنی اسرائیل میں یہود ونصاری کا اختلاف کچھ اس نوعیت کا تھا کہ حضرت مسیح خدا ہیں یا خدا کے بیٹے یا تین میں سے تیسرے،بعض بی بی مریم کی جانب غلط نسبت کرتے تھے اور معاذ اللہ بی بی مریم کو خداعزوجل کی زوجہ مانتے تھے۔توریت میں نبی آخرالزمان کی خبر کے بارے میں اختلاف کرتے تھے بعض کے نزدیک جس نبی کی خبر توریت میں دی گئی ہے وہ حضرت یوشع علیہ السلام تھے،بعض کے نزدیک حضرت عیسی علیہ السلام اور بعض کہتے کہ وہ نبی آخری زمانے میں تشریف لائیں گے،خنزیر کے بارے میں بھی اختلاف تھا چنانچہ یہود اس کی حرمت اور نصاری حلت کے قائل تھے۔(روح المعانی، الجزء العشرون،ص٣٠٦ ملخصاً)

سماع موتی کا بیان:

۶......بیشک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سنیں۔کفار کو مردہ کہا گیا کیونکہ جس طرح مُردوں سے کسی کام کی امید ہی نہیں ہوتی اسی طرح کافر بھی مُردہ ہیں کہ سننے کے باوجود حق نہیں سنتے،دیکھنے کے باوجود اندھے ہیں ،ان پر تبلیغ کارگر ثابت نہیں ہورہی،گویا مہر لگ چکی ہے جیسا کہ فرمان باری ﴿ختم الله علی قلوبهم وعلی سمعهم وعلی

ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب الیم اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر کردی اور ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے(البقرۃ:۷)﴾۔ یہ زندہ ہونے کے باجود مُردہ، سننے کے باوجود بہرے، دیکھنے کے باوجود اندھے، لیکن بعض مُردے مرکر بھی زندہ، بظاہر نہ سنائی دینے کے بھی سننے والے، نہ دکھائی دینے کے بھی دیکھنے والے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس آیت میں مُردے کے سننے کی نفی نہیں بلکہ مُردوں کو سُنانے کی نفی کی گئی ہے اور یہ بھی یاد رکھیں کہ جنہیں ہم مُردہ گمان کرتے ہیں انہیں سنانے کی نفی نہیں بلکہ وہ مُردہ مراد ہیں جن کے دل مُردہ ہیں، اور حقیقی مُردہ بھی مراد نہیں بلکہ کافر مراد ہیں۔

مُردوں کے سننے سے متعلق احادیث میں واضح ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''کسی بندہ کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے اصحاب پیٹھ پھیر کر واپس چلے جاتے ہیں تو مُردہ ان کی جوتیوں کی آواز کو سنتا ہے، اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا کر کہتے ہیں کہ تم اس شخص (سیدنا محمد ﷺ) کے متعلق کیا کہتے تھے، جو شخص یہ کہے گا کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، تو اس سے کہا جائے گا کہ دیکھو تمہارا ٹھکانہ دوزخ میں تھا، اللہ نے تمہارے اس ٹھکانے کو جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا ہے''۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب: المیت یسمع خفق النعال، رقم: ۱۳۳۸، ص ۲۱۳)

زیارت قبر کو جائے تو یوں کہے: ''السلام علیکم اھل دار قوم مومنین انتم لنا سلف وانا انشاء اللہ بکم لاحقون نسال اللہ لنا ولکم العفو والعافیۃ یرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین اللھم رب الارواح الفانیۃ والاجساد البالیۃ والعظام النخرۃ ادخل ھذہ القبور منک روحا وریحانا ومنا تحیۃ وسلاما سلام ہو تم پر اے قوم مومنین کے گھر والو! تم ہمارے اگلے ہو اور ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں، اللہ سے ہم اپنے اور تمہارے لئے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں، اللہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم کرے، اے اللہ! فانی روحوں کے رب، جسم کے گل جانے اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے کے رب، تو اپنی طرف سے ان قبروں میں تازگی اور خوشبو داخل کر اور ہماری طرف سے تحیت و سلام پہنچا دے''۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلوۃ، باب: صلاۃ الجنازۃ، مطلب: فی زیارۃ القبور، ج۳، ص ۱۵۱)

قرب قیامت دابۃ الارض کا خروج:

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب تین چیزوں کا ظہور ہو جائے گا تو کسی ایسے شخص کے لئے ایمان لانا مفید نہیں ہوگا جو پہلے ایمان نہ لایا یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کی ہو، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دجال اور دابۃ الارض کا نکلنا۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: بیان الزمن لا یقبل فیہ الایمان، رقم: (۲۸۸)/۱۵۸، ص ۹۵)

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''دابۃ الارض زمین سے نکلے گا جس کے پاس حضرت سلیمان بن داؤد کی انگوٹھی ہوگی اور حضرت موسیٰ بن عمران کا عصاء ہوگا، مومن کے چہرے پر عصا مار کر انہیں روشن کرے گا اور کافر کی ناک کی چونچ پر انگوٹھی سے نشان لگائے گا حتی کہ گھروں سے نکل کر لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں گے وہ کہے گا یہ مومن ہے اور یہ کافر ہے''۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب تعبیر الرؤیا، باب: دابۃ الارض، رقم: ۴۰۶۶، ص ۶۷۲)

☆..... حضرت عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ان کو مکہ مکرمہ کے قریب ایک جنگل میں لے گئے، وہاں ایک خشک زمین تھی جس کے گرد ریت تھی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس جگہ سے دابۃ الارض نکلے گا''۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب تعبیر الرؤیا، باب: دابۃ الارض، رقم: ۴۰۶۷، ص ۶۷۳)

اغراض:

بالعذاب: سے مراد دنیاوی عذاب ہے جس کا مشاہدہ کیا جا رہا تھا۔ بالکارھم: یعنی مجرمین کے انکار کرنے کے سبب عذاب آیا۔
الفعل بهدر: وغیرہ، مراد جلد آنے والا عذاب ہے۔ وباقی العذاب: سے مراد تاخیر سے آنے والا عذاب ہے۔
الهاء للمبالغة: جیسا کہ روایت وعلامت سے ظاہر ہے، ایک قول کے مطابق مبالغہ کو "ھاء" وقف کے اعتبار سے کہا گیا، اور اگر مبالغہ کو "تاء" کہتے تو آسانی ہوتی، ایک قول یہ کیا جاتا ہے کہ "تاء" مصادر پر داخل ہوتی ہے جیسا کہ العاقبۃ اور العافیۃ میں ہے، اور "الذابحۃ" "النطیحۃ" اسمائے غیر صفاتی ہیں۔
ومکنون علمه: واؤ بمعنی او ہے، اور یہ تفسیر ثانی ہے، اور لوح محفوظ کو کتاب استعارہ تصریحیہ کے طور پر کہا گیا ہے، جیسا کہ کل فرشتہ اللہ ﷻ کی عطا سے حوادثات وغیرہ کو ضبط کرتا ہے کہ کوئی چیز بھی اس سے بچ نہیں سکتی۔
ای عدله: اس جملے سے ایک شبہ کا ازالہ کرنا مقصود ہے کہ "قضاء حکم کے درپے ہوتا ہے"، پس اس جملے "عدلہ" سے شبہ زائل ہو گیا، معنی یہ ہے کہ اللہ ﷻ اپنا فیصلہ فرماتا ہے؟، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ وجہ یہ ہے کہ یہاں حکم بمعنی عدل ہے۔
فلا یمکن احدا مخالفته: "العزیز" پر مرتب ہے، اور متصل ہونے کی بناء پر اسے مقدم کرنا مناسب تھا۔
حق العذاب: مفسر نے "وقع" کی تفسیر "حق" سے کی ہے، معنی یہ ہے کہ جب ان کے پاس عذاب آئے گا۔
ای کفار مکة: مناسب یہ ہے کہ موجودہ کفار مراد لئے جائیں جن کے لئے "دابۃ الارض" کا معاملہ ہوا۔
ینقطع الامر بالمعروف ...... الخ: یعنی (قرآن، وصاحب قرآن سے) فائدہ نہ اٹھایا، اور یہی وہ وقت تھا کہ مومن وکافر کو "دابۃ الارض" کے نام سے واضح کر دیا۔ پس جو (عنداللہ) کافر ہیں ان میں تبدیلی ممکن نہیں ہے اور انہیں کوئی نصیحت کارگر نہ ہوگی، اور بعض نسخوں میں کچھ یوں ہے کہ ان میں رجوع لانا، توبہ کرنا اور ایمان لانا نہ پایا جائے گا، یعنی ایسا وقت نہ آئے گا کہ بارگاہِ الٰہی میں رجوع لائیں، معصیت کی بناء پر توبہ قبول ہو جائے اور ایمان لے آئیں۔ (الصاوی، ج٤، ص٢٧١ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۳

﴿و﴾اُذْکُرْ﴿ یوم نحشر من کل امة فوجا ﴾جَمَاعَةً﴿ ممن یکذب بایتنا ﴾وَهُم رُؤَسَاؤُهم المَتبُوعُونَ﴿ فهم یوزعون (۸۳)﴾اَی یُجْمَعُون بِرَدِّ آخِرِهِمْ اِلٰی اَوَّلِهِم ثُمَّ یُسَاقُونَ﴿ حتی اذا جاء و﴾مَکَانَ الحِسَابِ﴿قال ﴾تعالی لَهم﴿اکذبتم﴾اَنبِیَائِی ﴿ بایتی ولم تحیطوا ﴾مِن جِهَةِ تَکْذِیبِهِم﴿ بها علما اما ﴾فِیهِ اِدغَامُ اَمْ فِی مَا الاِستِفْهَامِیة﴿ذا ﴾مَوصُولٌ اَی مَاالَّذِی ﴿ کنتم تعملون (۸۴)﴾مِمَّا اُمِرتُم﴿ ووقع القول ﴾حَقَّ العَذَابُ﴿ علیهم بما ظلموا ﴾اَی اَشرَکُوا ﴿ فهم لا ینطقون (۸۵)﴾اِذ لَا حُجَّةَ لَهُم﴿ الم یروا انا جعلنا﴾خَلَقْنَا﴿الیل لیسکنوا فیه ﴾کَغَیرِهِم﴿ والنهار مبصرا ط﴾بِمَعنٰی یُبْصَرُ فِیهِ لِیَتَصَرَّفُوا فِیهِ﴿ ان فی ذلک لایت ﴾دَلَالَاتٍ عَلٰی قُدرَتِهٖ تعالی﴿ لقوم یؤمنون (۸۶)﴾خُصُّوا بِالذِّکرِ لِانتِفَاعِهِم بِهَا فِی الاِیمَانِ بِخِلَافِ الکَافِرِینَ﴿ ویوم ینفخ فی الصور﴾القَرنِ النَّفخَةِ الاُولٰی مِنْ اِسرَافِیلَ﴿ ففزع من فی السموت ومن فی الارض ﴾اَی خَافُوا الخَوفَ المُفْضِی اِلَی المَوتِ کَمَا فِی اٰیَة اُخرٰی فَصَعِقَ والتَّعبِیرُ فِیهِ بِالمَاضِی لِتَحَقُّقِ وُقُوعِهٖ﴿ الا من شاء الله ط﴾اَی جِبرَائِیلُ وَمِیکَائِیلُ وَاِسرَافِیلُ وَعِزرَائِیلُ وَعَنِ ابنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما هُمُ الشُّهَدَاءُ اِذْهُمْ اَحیَاءٌ عِندَ رَبِّهِم یُرزَقُونَ﴿

وکل ﴿تَنوِينُهُ عِوَضٌ عَنِ المُضَافِ إلَيهِ أي كُلُّهم بَعدَ إحيائِهِم يَومَ القِيمةِ ﴿اتوه ﴾بِصِيغَةِ الفِعلِ وَاسمِ الفَاعِلِ﴿ داخرين (۸۷) ﴾صَاغِرِينَ والتَّعبِيرُ فِي الإتيانِ بِالمَاضِي لِتَحقُّقِ وُقُوعِهِ﴿ وترى الجبال ﴾تُبصِرُهَا وَقتَ النَّفخَةِ ﴿تحسبها ﴾تَظُنُّهَا﴿ جامدة ﴾وَاقِفَةً مَكَانَهَا لِعِظَمِهَا﴿ وهي تمر مر السحاب ﴾المَطَرِ إذَا ضَرَبَتهُ الرِّيحُ أي تَسِيرُ سَيرَهُ حتى تقعَ على الأرضِ فَتَستَوِى بِهَا مَبثُوثَةً ثُمَّ تَصِيرُ كَالعِهنِ ثُمَّ تَصِيرُ هَبَاءً مَنثُورًا﴿ صنع الله ﴾مَصدَرٌ مُؤَكِّدٌ لِمَضمُونِ الجُملَةِ قَبلَهُ أُضِيفَ إلى فَاعِلِهِ بَعدَ حَذفِ عَامِلِهِ أي صَنَعَ اللهُ ذالِكَ صَنعًا﴿ الذى اتقن ﴾أَحكَمَ﴿ كل شىء ط ﴾صَنعَهُ﴿ انه خبير بما تفعلون (۸۸) ﴾بِاليَاءِ والتَّاءِ أي أعدَاؤُهُ مِنَ المَعصِيةِ وَأولِيَاؤُهُ مِنَ الطَّاعَةِ﴿ من جاء بالحسنة ﴾أي لَا إلهَ إلا اللهُ يَومَ القِيمَةِ﴿ فله خير ﴾ثَوَابٌ﴿ منها ج ﴾أي بِسَبَبِهَا وَلَيسَ لِلتَّفضِيلِ إذ لَا فِعلَ خَيرٌ مِنهَا وَفِي آيَةٍ أُخرٰى عَشرُ أَمثَالِهَا﴿ وهم ﴾أي الجَائُونَ بِهَا﴿ من فزع يومئذ ﴾بِالإضَافَةِ وَكَسرِ المِيمِ وَبِفَتحِهَا وَفَزَعٌ مُنَوَّنًا وَفَتحِ المِيمِ﴿ امنون (۸۹) ومن جاء بالسيئة ﴾أي الشِّركِ﴿ فكبت وجوههم فى النار ط ﴾بِأَن وُلِّيَتهَا وَذُكِرَتِ الوُجُوهُ لِأَنَّهَا مَوضِعُ الشَّرفِ مِنَ الحَوَاسِ فَغَيرُهَا مِن بَابِ أُولٰى وَيُقَالُ لَهُم تَبكِيتًا﴿ هل ﴾أي مَا﴿ تجزون الا ﴾جَزَاءَ﴿ ما كنتم تعملون (۹۰) ﴾مِنَ الشِّركِ وَالمَعَاصِى﴿ انما امرت ان اعبد رب هذه البلدة ﴾أي مَكَّةَ﴿ الذى حرمها ﴾أي جَعَلَهَا حَرَمًا امِنًا لَا يُسفَكُ فِيهَا دَمُ إنسَانٍ وَلَا يُظلَمُ فِيهَا أَحَدٌ وَلَا يُصَادُ صَيدُهَا وَلَا يُختَلٰى خَلَاهَا وَذالِكَ مِنَ النِّعَمِ على قُرَيشٍ أَهلِهَا فِي رَفعِ اللهِ عَن بَلَدِهِمُ العَذَابَ وَالفِتَنَ الشَّائِعَةَ فِي جَمِيعِ بِلَادِ العَرَبِ﴿ وله ﴾تَعَالٰى﴿ كل شىء ﴾فَهُوَ رَبُّهُ وَخَالِقُهُ وَمَالِكُهُ﴿ وامرت ان اكون من المسلمين (۹۱) ﴾لِلّٰهِ بِتَوحِيدِهِ﴿ وان اتلوا القرآن ج ﴾عَلَيكُم تِلَاوَةَ الدَّعوَةِ إلى الإيمَانِ﴿ فمن اهتدى ﴾لَهُ﴿ فانما يهتدى لنفسه ﴾أي لِأَجلِهَا لِأَنَّ ثَوَابَ اهتِدَائِهِ لَهُ﴿ ومن ضل ﴾عَنِ الإيمَانِ وَأَخطَاءَ طَرِيقَ الهُدٰى﴿ فقل ﴾لَهُ﴿ انما انا من المنذرين (۹۲) ﴾المُخَوِّفِينَ فَلَيسَ عَلَيَّ إلَّا التَّبلِيغُ هذا قَبلَ الأمرِ بِالقِتَالِ﴿ وقل الحمد لله سيريكم ايته فتعرفونها ط ﴾فَأَرَاهُمُ اللهُ يَومَ بَدرٍ القَتلَ وَالسَّبيَ وَضَربَ المَلائِكَةِ وُجُوهَهُم وَأَدبَارَهُم وَعَجَّلَهُمُ اللهُ إلى النَّارِ﴿ وما ربك بغافل عما تعملون (۹۳) ﴾بِاليَاءِ وَالتَّاءِ وَإنَّمَا يُمهِلُهُم لِوَقتِهِم.

﴿ترجمہ﴾

اور (یاد کرو) جس دن اٹھائیں گے ہم ہر گروہ میں سے ایک فوج......ا......(یعنی جماعت) جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتی ہے (اور یہ کفار کے وہ سردار ہوں گے جنکی دیگر لوگ پیروی کرتے ہوں گے) یہاں تک کہ جب سب حاضر ہولیں گے (مکان حساب میں اللہ ﷻ ان سے ارشاد فرمائے گا) کیا تم نے میری آیتیں جھٹلائیں (اور میرے انبیاء کو جھٹلایا) حالانکہ (تمہارے جھٹلانے کی جہت سے) تمہارا علم ان تک نہ پہنچتا تھا یا کیا کام کرتے تھے (اس کے مطابق جس کا تمہیں حکم دیا جاتا تھا، امّا اصل میں ام ما ہے، ما استفہام کا ادغام، ام،

میں کر دیا گیا ہے، اور ذا اسم موصول بمعنی الـــذی ہے معنی کیا کام کرتے تھے اس کے مطابق......الخ) اور بات پڑ چکی ان پر (یعنی عذاب حق ہو چکا ان پر......) ان کے ظلم (یعنی شرک کرنے) کے سبب تو وہ اب کچھ نہیں بولتے (کیونکہ ان کے پاس کوئی حجت نہیں رہی) کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے رات بنائی (جعلنا بمعنی خلقنا ہے) کہ اس میں (دوسروں کی طرح) وہ آرام کریں اور دن کو بنایا سوجھانے والا (مبصرا، کا معنی یہ ہے اس میں دیکھا جا سکے تاکہ لوگ اس میں اپنے کام کاج کر سکیں......) بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں (یعنی دلائل ہیں ہماری قدرت کے) ان لوگوں کے لیے کہ ایمان رکھتے ہیں (بالخصوص مومنین کا ذکر اس لیے فرمایا کہ ایمان ہونے کے باعث مسلمان ہی ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں برخلاف کفار کے) اور جس دن پھونکا جائے گا صور......(یعنی سینگ مراد نحہ اولی ہے، یہ صور پھونکنے کا عمل حضرت اسرافیل علیہ السلام کا ہوگا) تو گھبرا جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں (یعنی وہ ایسے خوف میں مبتلا ہونگے جوانہیں موت تک لے جائے گا جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں ہے ﴿ونفخ فی الصور فصعق من فی السموت ومن فی الارض الا من شاء الله اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین مگر جسے اللہ چاہے (الزمر:٦٨)﴾ یہاں فعل کو ماضی سے تعبیر اس کے وقوع کے متحقق ہونے کے سبب سے کیا ہے) مگر جسے خدا چاہے (مستثنی افراد یہ ہیں حضرت جبریل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت اسرافیل علیہ السلام اور حضرت ملک الموت علیہ السلام اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہاں مستثنی افرد سے مراد شہداء ہیں، کیونکہ اللہ عزوجل نے ان کی شان میں فرمایا: ﴿احیاء عند ربھم یرزقون وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں (آل عمران ١٦٩)﴾......) اور سب کے سب اس کے حضور حاضر ہوئے عاجزی کرتے (کل میں تنوین محض ہے جو کہ مضاف الیہ کی جگہ آئی ہے، معنی یہ ہے کلھم یعنی وہ سب کے سب قیامت میں دوبارہ زندہ کئے جانے کے بعد حاضر ہونگے، "اتـــوہ" بصیغہ فعل ماضی معروف اور بصیغہ اسم فاعل کے دونوں طرح پڑھا گیا ہے، داخرین بمعنی صـــاغرین ہے، فعل "اتوہ" کو ماضی سے اس لیے ذکر کیا کہ اس فعل کا وقوع پذیر ہونا یقینی ہے) اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو (نحہ پھونکے جانے کے وقت، تـری بمعنی تبصـر ہے) خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں (اپنے بلند و بالا ہونے کے سبب اپنی جگہ کھڑے ہیں، تـحسبھا بمعنی تـظنھا ہے) اور وہ چلتے ہونگے بادل کی چال (بارش کی چال یعنی پہاڑ اس طرح چل رہے ہوں گے جیسے بارش ہوا کی لپٹیں لگنے سے چلتی ہے وہ اسی کی طرح چلے گی حتی کہ وہ زمین پر آگریں گے، پھر زمین کے برابر ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے پھر وہ ریزہ پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں گے، جیسا کہ اس کا بیان ان آیات میں ہے ﴿وتـکـون الـجبـال کالعھن اور پہاڑ ایسے ہلکے ہو جائیں گے جیسے اون (المعارج:٩)﴾، ﴿وتـکـون الـجبـال کالعھن المنفوش اور پہاڑ ہونگے جیسے دھنکی ہوئی اون (القارعۃ:٥)﴾ پھر وہ باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذروں کی طرح ہو جائیں گے جیسا کہ اس کا بیان ان آیات میں ہے ﴿ھباء منثورا بکھرے ہوئے ذرے (الفرقان ٢٣)﴾......) یہ کام ہے اللہ کا (صنع الله مصدر ہے، ماقبل جملہ کے مضمون کی تاکید بیان کر رہا ہے، اور اس مصدر کی اضافت اس کے عامل کو حذف کرنے کے بعد اس کے فاعل کی طرف کی گئی ہے یعنی دراصل یوں ہے صنع الله ذلک صنعا) جس نے حکمت سے بنائی ہر چیز (اتقن بمعنی احکم ہے) بیشک اسے خبر ہے تمہارے کاموں کی (تـفـعلون کو علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، معنی آیت یہ ہے کہ اسے خبر ہے کہ اس کے دشمن جو برائیاں کر رہے ہیں اور اس کے اولیاء جو اس کی فرمانبرداری کر رہے ہیں) جو نیکی لے کر آئے (بروز قیامت، لا الہ الا اللہ کی گواہی لے کر آئے......) تو اس کے لیے اس کے سبب بہتر صلہ ہے (منھا میں من بمعنی باء سببیہ کے ہے، اور لفظ خیر بطور اسم تفضیل نہیں ہے کیونکہ اس فعل سے بڑھ کر تو کوئی دوسرا فعل ہے ہی نہیں اور دوسری آیت مبارکہ میں ہے ﴿عشـــــر

امثالھا (الانعام:۱۶۰)﴾ اور انہیں (جو یہ نیکی لے کر آئیں گے) اس دن کی گھبراہٹ سے امان ہوگی......۸......(من فزع اضافت کے ساتھ ہے میم کو مکسورہ اور مفتوحہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور ایک قرأت میں لفظ فزع کو منوّن اور من کو میم مفتوحہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور جو بدی لائے (یعنی شرک لائے) تو ان کے منہ اوندھائے گئے آگ میں (یوں کہ انہیں الٹ پلٹ کیا جائیں گا، یہاں وجوہ یعنی چہروں کو اس لیے ذکر کیا کہ یہ دیگر اعضاء سے زیادہ شرف رکھتا ہے تو جب اس عضو کا یہ حال ہوگا تو دیگر پر عذاب ہونا تو زیادہ اولی ہے پھر ان کو آگ میں الٹ پلٹ کرتے ہوئے ان سے کہا جائے گا) تمہیں بدلہ نہیں ملے گا اسی (کا بدلہ) جو (کفر و شرک، ودیگر گناہ) تم کرتے تھے (اے حبیب ﷺ تم ان سے فرمادو!) مجھے تو یہی حکم ہوا ہے کہ پوجوں اس شہر کے رب کو (یعنی مکہ مکرمہ کے رب کو) جس نے اسے حرمت والا کیا......۹......(یعنی جسے اس نے امن والا حرم بنایا کہ اس میں نہ تو کسی آدمی کا خون بہایا جاسکتا ہے اور نہ اس میں کسی پر ظلم کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی شکار کیا جاسکتا ہے اور نہ وہاں کی گھاس کاٹی جاسکتی ہے، مکہ مکرمہ کے قریشیوں پر اللہ ﷻ کے من جملہ انعامات سے ہے کہ اللہ ﷻ نے ان کے شہر سے عذاب اور دیگر فتنے جو عرب کے تمام شہروں میں عام تھے دور فرمادیئے) اور اس کا ہے (یعنی اللہ ﷻ ہی کا ہے) سب کچھ (وہ تمام ہی اشیاء کا رب خالق اور مالک ہے) اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں فرمانبرداروں سے ہوں (بدستور اللہ ﷻ کی توحید کا مقر و مبلغ رہوں) اور یہ کہ (تم لوگوں پر) قرآن کی تلاوت کروں (ایسی تلاوت جو تمہیں ایمان لانے کی طرف بلائے) تو جس نے راہ پائی (ایمان کی) اس نے اپنے بھلے کو راہ پائی (کہ اس کے راہ ہدایت پر آنے کا ثواب اسی کے لیے ہے ،لنفسہ میں لام حرف جر تعلیل کے لیے ہے) اور جو بہکے (ایمان سے اور ہدایت کی راہ سے بھٹکے) تو تم (اس سے) فرمادو کہ میں تو یہی ڈرسنانے والا ہوں (میرے ذمے تو احکامات الہیہ تم تک پہنچادینا ہے، المنذرین بمعنی المخوفین ہے، یہ حکم جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے) اور فرماؤ کہ سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں عنقریب وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا تو انہیں پہچان لوگے (پس اللہ ﷻ نے انہیں بعض نشانیاں جنگ بدر کے دن انہیں قتل کرنے اور قیدی بنانے اور فرشتوں کے ذریعے انہیں قتل کروا کر دکھادیں جیسا کہ اس کا بیان اس آیات مبارکہ میں ہے ﴿ولو تری اذ یتوفی الذین کفروا الملئکۃ یضربون وجوھھم وادبارھم ......الخ، اور کبھی تو دیکھے جب فرشتے کافروں کی جان نکالتے ہیں مار رہے ہیں ان کے منہ اور پیٹھ پر اور چکھو آگ کا عذاب۔ (الانفال:۵۰) اور تمہارا رب غافل نہیں اے لوگوں تمہارے اعمال سے (وہ تو تمہیں تمہارا وقت پورا ہونے تک مہلت دے رہا ہے......۱۰......)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ویوم نحشر من کل امۃ فوجا ممن یکذب بایتنا فھم یوزعون۝﴾.

و: مستانفہ، یوم: مضاف، نحشر من کل امۃ: فعل بافاعل وظرف لغو، فوجا: موصوف، ممن یکذب بایتنا: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر "اذکر" فعل فعل محذوف کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ھم: مبتدا، یوزعون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿حتی اذا جاء وقال اکذبتم بایتی ولم تحیطوا بھا علما﴾.

حتی: حرف غایۃ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء وا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، قال: قول، ھمزہ: حرف استفہام، کذبتم: فعل "تم" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، لم تحیطوا: فعل نفی واؤ ضمیر ممیّز، علما: تمیز، ملکر فاعل، بھا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، حال، ملکر فاعل، بایتی: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اما ذا کنتم تعملون۝ ووقع القول علیھم بما ظلموا فھم لاینطقون۝﴾.

ام: منقطعہ عاطفہ، ماذا: اسم استفہام مفعول مقدم، تعملون: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، کنتم: فعل ناقص با اسم ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، وقع القول علیھم: فعل وفاعل وظرف لغو، بما ظلموا: ظرف لغوثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ھم: مبتدا، لاینطقون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الم یروا انا جعلنا الیل لیسکنوا فیہ والنھار مبصرا﴾۔

ھمزہ: حرف استفہام، لم یروا: فعل نفی با فاعل، انا: حرف مشبہ واسم، جعلنا الیل: فعل با فاعل، الیل: معطوف علیہ، و: عاطفہ، النھار: معطوف، ملکر مفعول، لیسکنوا فیہ: ظرف لغو، مبصرا: مفعول ثانی، ملکر جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لایت لقوم یومنون٥﴾۔

ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، ایت: موصوف، لقوم یومنون: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم ظرف اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموت ومن فی الارض الا من شاء اللہ﴾۔

و: عاطفہ، یوم: مضاف، ینفخ فی الصور: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، فزع: فعل، من فی السموت: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من فی الارض: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مستثنی منہ، الا: اداۃ استثناء، من شاء اللہ: موصول صلہ، ملکر مستثنی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر ماقبل "یوم نحشر" پر معطوف ہے۔

﴿وکل اتوہ داخرین٥ وتری الجبال تحسبھا جامدۃ وھی تمرمر السحاب﴾۔

و: عاطفہ، کل: مبتدا، اتوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، داخرین: حال، ملکر فاعل، ہ: ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، تری: فعل با فاعل، الجبال: ذوالحال، تحسبھا: فعل با فاعل ومفعول اول، جامدۃ: ذوالحال، و: حالیہ، ھی: مبتدا، تمرمر السحاب: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿صنع اللہ الذی اتقن کل شیء انہ خبیر بما تفعلون﴾۔

صنع: مصدر مضاف، اللہ: موصوف، الذی: موصول، اتقن کل شیء: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر مضاف الیہ فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر ماقبل جملے کے مضمون کی تاکید ہے، انہ: حرف مشبہ واسم، خبیر بما تفعلون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿من جاء بالحسنۃ فلہ خیر منھا وھم من فزع یومئذ امنون٥﴾۔

من: شرطیہ مبتدا، جاء بالحسنۃ: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، خیر منھا: شبہ جملہ مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ھم: مبتدا، من: جار، فزع: موصوف، یومئذ: ظرف متعلق بمحذوف صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، امنون: اسم فاعل با فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن جاء بالسیئۃ فکبت وجوھھم فی النار ھل تجزون الا ماکنتم تعملون٥﴾۔

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، جاء بالسیئۃ: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، کبت: فعل مجہول، وجوھھم: ذوالحال، ھل: استفہامیہ، تجزون: فعل مجہول با واؤ ضمیر نائب الفاعل، الا: اداۃ حصر، ما کنتم تعملون: موصول صلہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول محذوف "مقولا لھم" کیلئے مقولہ، ملکر حال، ملکر نائب الفاعل، فی

النار: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انما امرت ان اعبد رب هذه البلدة الذی حرمها وله کل شیء﴾۔

انـمـا: حرف مشبہ وما کافہ، امـرت:فعل مجہول با نائب الفاعل،ان:مصدریہ،اعبد:فعل با فاعل،رب:مضاف،هـذه:مبدل منہ،البلدة:موصوف،الـذی حـرمها: موصول صلہ،ملکر صفت،ملکر بدل،ملکر مضاف الیہ،ملکر ذوالحال ہو: حالیہ،لـه:ظرف مستقر خبر مقدم، کل شیء:مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وامرت ان اکون من المسلمین○ وان اتلوا القران﴾۔

و: عاطفہ،امرت:فعل با نائب الفاعل،ان:مصدریہ،اکون:فعل ناقص با اسم،من المسلمین:ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف علیہ ہو: عاطفہ،ان:مصدریہ،اتلوا القران:جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فمن اهتدی فانما یهتدی لنفسه﴾۔

ف: عاطفہ تفریعیہ،من:شرطیہ مبتدا،اهتدی: جملہ فعلیہ شرط ،ف: جزائیہ،انـمـا:حرف مشبہ وما کافہ ،یهـتـدی لـنـفـسـه: جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن ضل فقل انما انا من المنذرین○﴾۔

و: عاطفہ،من:شرطیہ مبتدا،ضل: جملہ فعلیہ شرطیہ ،ف:جزائیہ،قل:قول،انما:حرف مشبہ وما کافہ،انا:مبتدا،من المنذرین: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقل الحمد لله سیریکم ایته فتعرفونها﴾۔

و: عاطفہ،قل:قول،الـحـمـد:مبتدا،لـلـه: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول،سین:حرف استقبال،یریکم ایته: فعل با فاعل ومفعول اول وثانی،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ف:عاطفہ ،تـعـرفـونـهـا:فعل با فاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر مقولہ ثانی،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وما ربک بغافل عما تعملون○﴾۔

و: عاطفہ،ما:مشابہ بلیس،ربک:اسم،ب:زائد،غافل:اسم فاعل با فاعل،عـمـا تعملون:ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

فوج کے معنی:

۱......فوج کے معنی ہیں لوگوں کا گروہ،اور صحاح میں ہے کہ لوگوں کی جماعت کو فوج کہتے ہیں،اللہ ﷻ کا فرمان:﴿هـذا فوج مقتحم معکم یہ ایک فوج تمہارے ساتھ دھنسی پڑتی ہے(ص،۵۹)﴾۔کہا جاتا ہے کہ اس رؤسا اور جماعت کی پیروی کرنے والوں کو فوج کہا جاتا ہے اور کی جمع ''افواج'' ہے۔ابوالحسن کہتے ہیں کہ مراد کثیر جماعت ہے جو ایک یا دو دو افراد کے تحت کسی مقام میں داخل ہوں اور قبیلے کی صورت اختیار کرلیں۔

(لسان العرب، الحرف الفاء، ج۱۰، ص ۳۴۴)

جن پر عذاب ثابت ہوچکا:

۲......جس دن لوگ اپنے اعتقاد اور اعمال کا جواب دینے کے لئے کھڑے کئے جائیں گے،مراد اس سے اہل سعادت نہیں بلکہ اہل شقاوت ہیں اور یہ وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ ﷻ کا فرمان﴿فلا صدق ولا صلی ولکن کذب وتولی (تو اس نے

نہ توسچ مانا اور نہ نماز پڑھی ہاں جھٹلایا اور منہ پھیرا(القیامۃ:۳۱،۳۲)﴾ وارد ہوا ہے۔ پھر جب حجت تمام ہوجائے گی تو جائے عذر بھی باقی نہ رہے گا جیسا کہ ایک اور فرمان مقدس نشان ہے﴿ھذا یوم لا ینطقون ولا یوذن لھم فیعتذرون ویل یومئذ للمکذبین یہ دن ہے کہ وہ بول نہ سکیں گے اور نہ انہیں اجازت ملے کہ عذر کریں اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی(المرسلت:۳۵تا۳۷)﴾۔ اسی مناسبت سے فرمایا﴿ووقع القول علیھم بما ظلموا فھم لا ینطقون اور بات پڑ چکی ان پر ان کے ظلم کے سبب تو وہ اب کچھ نہیں بولتے(النمل:۸۵)﴾ یعنی ان کے پاس کوئی جواب نہ بن پڑا اور انہوں نے دنیاوی زندگی میں خود کو اندھیرے میں رکھا، اور عالم الغیب والشھادۃ کے پاس اس طرح حاضر ہوئے کہ اُس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں۔ پھر اللہ ﷻ نے اپنی قدرت تامہ، عظیم سلطنت اور شان رفیعہ جس سے اس کی بندگی اور بندوں پر احکامات بجالانا واجب ہوجاتا ہے اور حضرات انبیائے کرام جن احکامات کو اس پاک بارگاہ سے لیکر آئے جس سے الگ نہیں ہوا جاتا کا بیان فرمایا۔ (ابن کثیر،ج۳،ص۴۶۱)

رات آرام کے لئے اور دن کام کے لئے:

۵۔۔۔۔۔اللہ ﷻ اپنے بندوں پر کرم فرماتا ہے جہاں اس نے دن کو کام کاج اور کسب معاش کے لئے بنایا وہاں اس نے رات کو سکون واطمینان کے لئے بنایا، اور یہ اس طرح کہ انسان رات کو آرام کر کے دن بھر کی تھکن اتارے اور اگر قرآن پر عمل کرنے کی نیت سے سوئے تو ثواب بھی پائے۔ لیکن اللہ ﷻ کے نیک بندے جن کی زندگی کا مقصد صرف رضائے الٰہی ﷻ ہوتا ہے وہ نہ دن میں یاد الٰہی ﷻ سے اپنے اوقات کو خالی جانے دیتے ہیں اور نہ ہی رات میں، چنانچہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام جو کہ بندوں میں سب سے اعلیٰ درجے کے مالک ہوتے ہیں وہ راتوں میں جاگ جاگ کر اپنے رب کی رضا کو حاصل کرتے رہتے ہیں، اس کی واضح دلیل خود باری ﷻ کا فرمان﴿یایھا المزمل قم الیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا اے جھرمٹ مارنے والے رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرو(المزمل:۱تا۳)﴾۔

صور کی تحقیق:

۶۔۔۔۔۔سینگ کی مانند کوئی چیز ہے جس میں پھونک ماری جائے گی، اللہ اس پھونک کو صورتوں اور روحوں کو ان کے اجسام میں منتقل ہونے کا سبب بنادے گا، ایک روایت میں ہے کہ صور میں تمام انسانوں کی صورتیں ہوتی ہیں۔ (المفردات،ص۲۹۲)

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہما قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ قَالَ مَا الصُّوْرُ؟ قَالَ: ''قَرْنٌ یُنْفَخُ فِیْہِ''، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک اعرابی سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ صور کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سینگ ہے کہ جس میں پھونکا جائے گا''۔

(سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ،باب ما جاء فی شأن الصور،رقم:۲۴۳۸،ص۷۰۳)

☆۔۔۔۔۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے فتنوں سے متعلق ایک طویل حدیث ذکر فرمائی جس میں صور سے متعلق یہ مضمون ہے: ''پھر صور پھونک دیا جائے گا جو شخص بھی اس کو سنے گا وہ ایک طرف گردن جھکالے گا اور دوسری طرف سے اٹھالے گا۔ جو شخص سب سے پہلے اسکی آواز سنے گا وہ اپنے اونٹ کا حوض درست کر رہا ہوگا وہ اس آواز کو سنتے ہی بیہوش ہوجائے گا اور دوسرے لوگ بھی بیہوش ہوجائیں گے۔ پھر اللہ ﷻ شبنم کی طرح ایک بارش بھیجے گا جس سے لوگوں کے جسم اگ پڑیں گے۔ پھر جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا پھر لوگ کھڑے ہوکر دیکھیں گے ندا ہوگی کہ لوگوں اپنے رب کے قریب آؤ فرشتوں کو حکم ہوگا اس کو کھڑا کرو، ان سے سوال کیا جائے گا پھر کہا جائے گا کہ دوزخ کے لئے ایک گروہ نکالو، کہا جائے گا کتنے لوگوں کا؟ جواب

کے طور پر کہا جائے گا کہ ہر ہزار میں سے نوسوننانوے کا"، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ وہ دن ہے کہ بچوں کو بوڑھا کردے گا اور ساق کھول دی جائے گی۔ (صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی خروج الدجال، رقم ۷۲۷۵/۲۹۴۰: ص ۱۴۴۲)

☆...... عن ابی سعید عن النبی قال: "کیف انعم ؟ وقد التقم صاحب القرن القرن وحنی جبهته واصغی سمعه ینتظر متی یومر" قالوا یا رسول اللہ فما نقول له قال: "قولوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل علی اللہ توکلنا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں کس طرح نعمتوں سے فائدہ اٹھاؤں؟ حالانکہ صور پھونکنے والے نے اپنے منہ میں صور لیا ہوا ہے اور وہ کان لگائے ہوئے ہے کہ کب اسے اس میں پھونکنے کا حکم دیا جائے، اور وہ اس میں پھونکے" یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم کیا پڑھیں؟ فرمایا: "یوں کہو کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے اور ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا ہے"۔ (الدر المنثور، ج۲، ص ۴۲)

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ صور کتنی بار پھونکا جائے گا؟ چار، تین، دو یا ایک مرتبہ، زیادہ تر محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دو مرتبہ پھونکا جائے گا۔ جب پہلی بار پھونکا جائے گا تو سب مر جائیں گے اور جب دوسری بار پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو جائیں گے۔ اس موضوع پر درج ذیل حدیث دلیل ہے:

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دوبار صور پھونکنے کے درمیان چالیس کا وقفہ ہوگا"، لوگوں نے کہا کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ چالیس دن کا؟ انہوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا، لوگوں نے کہا چالیس ماہ کا، انہوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا، لوگوں نے کہا چالیس سال، انہوں نے کہا میں نہیں کہہ سکتا، پھر اللہ آسمان سے پانی نازل فرمائے گا جس سے لوگ اس طرح اگیں گے جس طرح سبزہ اگتا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک ہڈی کے سوا انسان کے جسم کی ہر چیز گل جائے گی اور وہ دم کی ہڈی کا سرا ہے، اور قیامت کے دن اسی سے انسان کو دوبارہ بنایا جائے گا"۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: ونفخ فی الصور، رقم: ۴۸۱۴، ۴۹۳۵، ص ۸۴۸)

صور کے اثر سے مستثنی افراد کا بیان:

۵...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ سید عالم ﷺ سے استفسار کیا گیا کہ اللہ عزوجل کے فرمان ﴿الا ما شاء﴾ سے کیا مراد ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: "وہ شہداء جو عرش کے نیچے تلواریں لٹکائے ہوئے کھڑے ہیں"۔ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ مراد شہداء ہیں کہ اللہ کے حضور زندہ ہوتے ہیں اور انہیں کوئی غم نہیں ہوتا، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام اور عزرائیل علیہ السلام ہیں کہ پہلی صور پھونکے جانے کے بعد بھی چار باقی رہیں گے۔ روایت میں ہے اللہ عزوجل حضرت ملک الموت سے فرمائے گا کہ اسرافیل علیہ السلام کی روح قبض کرو تو وہ ایسا ہی کریں گے، پھر اللہ عزوجل سب کچھ جاننے کے باوجود فرمائے گا کہ اب کون کون باقی رہ گئے ہیں؟ تو حضرت عزرائیل علیہ السلام کہیں گے، اے پروردگار تیری ذات پاک ہے تیرے سوا حضرت جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام اور میں (عزرائیل علیہ السلام) باقی ہیں۔ پھر میکائیل علیہ السلام کی روح قبض کرنے کا حکم ہوگا چنانچہ ایسا ہی کیا جائے گا، اللہ علیہ السلام پھر استفسار کریگا کہ اب کون کون باقی ہیں تو حضرت عزرائیل علیہ السلام جواب دیں گے کہ اب تیری پاک ذات کے سوا حضرت جبرائیل علیہ السلام اور میں (عزرائیل علیہ السلام) زندہ ہیں، اللہ عزوجل فرمائے گا موت اختیار کر تو حضرت عزرائیل علیہ السلام پر موت طاری ہو جائے گی، اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا اے جبرائیل علیہ السلام اب کون کون باقی ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام جواب دیں گے کہ اے پاک ذات تجھے بلندی و بڑائی ہے اور تجھے فنا نہیں، اللہ عزوجل فرمائے گا اے جبرائیل علیہ السلام تجھے موت ضروری ہے پس جبرائیل علیہ السلام سجدے میں تشریف لے جائیں گے تو ان کے پروں سے روح نکال لیجائے گی۔ (الخازن، ج۳، ص ۳۰۴)

پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونا:

۶......اس بارے اختلاف ہے کہ ایسا وقت کب آئے گا کہ پہاڑ بادلوں کی طرح چلیں گے اور اڑیں گے۔ لیکن یہ طے ہے کہ اللہ ﷻ کی عظیم قدرت کا ایک اور شاہکار رونما ہوگا کہ پہاڑ جیسی عظیم تخلیق بھی اس دن اللہ ﷻ کے حکم سے روئی کے گالوں کی مانند اڑتی پھرے گی۔ اس دن پہاڑوں کی کئی کیفیات ہونگی جس کا بیان مفسر جلال نے اپنے حاشیے میں کردیا ہے۔ ہم صرف اس بات کی جانب توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ انسان اپنی حالت کا سوچے کہ پہاڑ جیسی عظیم تخلیق کا حال ایسا ہے تو انسان تو بس...... غور کرے اور اللہ ﷻ کی خفیہ تدبیر سے لرزاں براندام رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان کو پچھتانا پڑے۔

نیکی بمعنی کلمۂ توحید:

۷......مفسرین نے نیکی سے مراد کلمہ طیبہ لیا ہے، چنانچہ فرمایا لا الہ الا اللہ جنت کی کنجی ہے، اور چابی بغیر دندانے کے نہیں ہوا کرتی اور جنت کی چابی کے دندانے جھوٹ اور غیبت سے پاک صاف زبان، حسد و خیانت سے پاک خوف خدا رکھنے والا دل، حرام و شبہات سے بچنے والا دل ہے اور اعضاء ایسے جو نافرمانی کے کاموں سے بچے ہوئے ہوں۔ حضرت عبداللہ جدلی کہتے ہیں کہ میرے پاس حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہا اے ابو عبداللہ! کیا میں تجھے ایسی نیکی نہ بیان کردوں جو تجھے جنت میں لے جائے اور ایسا گناہ نہ بتادوں جس کی وجہ سے تو جہنم سے خود کو بچالے؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟ انہوں نے کہا: نیکی تو ہماری (اہل بیت) کی محبت ہے اور گناہ ہمارا (اہل بیت) کا بغض ہے۔ (روح البیان، ج۵،ص۴۸۲ وغیرہ)

☆......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم جہاں کہیں بھی ہو، اللہ ﷻ سے ڈرتے رہو اور برے کام کے بعد نیک کام کرو وہ اس برے کام کو مٹادیگا، اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق کا سلوک کرو''۔

(سنن الترمذی، کتاب البر و الصلة، باب:ماجاء فی معاشرة الناس برقم:۱۹۹٤،ص ۵۸٦)

☆......حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ ﷻ میری امت کے ایک شخص کو منتخب کرکے کھڑا کردیگا، پھر اس کے سامنے اس کے گناہوں کے ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے، ہر رجسٹر حد نگاہ تک بڑا ہوگا، پھر اللہ اس سے پوچھے گا کیا تجھ کو ان میں سے کسی چیز کا انکار ہے؟ کیا میرے لکھنے والے محافظ فرشتوں نے تیرے ساتھ کوئی ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا نہیں یارب! اللہ ﷻ فرمائے گا تیرا کوئی عذر ہے؟ وہ کہے گا نہیں یارب! اللہ ﷻ فرمائے گا ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے، آج تجھ پر بالکل ظلم نہیں ہوگا، پھر کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا جائے گا جس پر لکھا ہوگا: ''اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ''، اللہ ﷻ فرمائے گا اب تم میزان پر حاضر ہو، وہ کہے گا اے میرے رب! ان رجسٹروں کے سامنے کاغذ کے اس ٹکڑے کی کیا حیثیت ہے؟ اللہ ﷻ فرمائے گا تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''پھر میزان کے ایک پلڑے میں اس کے گناہوں کے ننانوے دفاتر رکھے جائیں گے اور دوسرے پلڑے میں وہ کاغذ کا ٹکڑا رکھا جائے گا پھر گناہوں کے رجسٹروں والا پلڑا ہلکا ہوجائے گا اور کاغذ کے پرزے والا پلڑا بھاری ہوجائے گا، سو اللہ ﷻ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز وزنی نہیں ہوسکتی۔

(سنن الترمذی، کتاب الایمان، باب: ما جاء فیمن یموت وهو یشهد برقم:۲٦٤۸،ص ۷۵۹)

عام مومنین کا بروز قیامت بے خوف ہونا جب کہ حضرات......:

۸......انسانی ذہن میں ایک اشکال رونما ہوتا ہے کہ بروز قیامت حضرات انبیائے کرام خوف زدہ ہونگے، اذھبوا الی غیری کے الفاظ ان کی زبانوں سے تلفظ ہونگے، عام لوگ کیسے خوف قیامت سے آزاد ہوسکتے ہیں؟ جواب اس اشکال کا یوں ہے کہ

حضرات انبیائے کرام کو معاذ اللہ عزوجل عذاب کا خوف نہیں ہوگا بلکہ وہ اللہ عزوجل کی ہیبت وجلال کی وجہ سے خائف ہونگے، جس کا جتنا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ خوف خدا والا ہوتا ہے، چنانچہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''میں (تم میں سب سے زیادہ) اللہ سے ڈرنے والا ہوں''۔ (صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب: الصدقة باليمين، رقم: ۱٤۲۳، ص ۲۳۰)

اہل ایمان دائمی عذاب سے مامون ہونگے، یہ بات ضرور ہے کہ قیامت کے دن کی شدت وہولنا کی ضرور مومنین کے دل پر ہوگی، اللہ کی باز پرس اور گرفت کے خوف سے کوئی نفس بے فکر نہیں ہے۔ اللہ کا فرمان ہے ﴿افامنوا مكر الله فلا يامن مكر الله الا القوم الخسرون کیا اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خبر ہیں تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے (الاعراف: ۹۹)﴾۔

(الرازی، ج ۸، ص ۵۷۵)

حرمت حرم کا بیان:

۹......ابن خزیمہ وحاکم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مکہ سے پیدل حج کو جائے یہاں تک کہ مکہ واپس آئے اس کے لیے ہر قدم پر سات سو نیکیاں حرم شریف کی نیکیوں کے مثل لکھی جائیں گی''، کہا گیا حرم کی نیکیوں کی مقدار کیا ہے؟ فرمایا: ''ہر نیکی لاکھ نیکی ہے''۔ (المستدرك للحاكم، كتاب المناسك، باب: فضيلة الحج ماشيا، رقم: ۱٦۹۲، ج ۲، ص ٦٤٨)

☆......اللہ عزوجل کے محبوب دانائے غیوب ارشاد فرماتے ہیں: ''اللہ حرم پاک کی مسجد پر روزانہ دن اور رات میں ۱۲۰ رحمتیں نازل فرماتا ہے، ان میں سے ٦۰ طواف کرنے والوں کے لیے، ۴۰ نمازیوں کے لیے اور ۲۰ مسجد حرام کی زیارت کرنے والوں کے لیے ہوتی ہیں۔

(المعجم الكبير، عطاء عن عباس، رقم: ۱۱٤۷۵، ج ۱۱، ص ۱۵٦)

☆......بہت سی احادیث مبارکہ میں وارد ہے، نیز الایضاح کے حاشیے میں بھی تصریح موجود ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنا مسجد نبوی اور مسجد اقصی کے علاوہ دیگر مساجد میں ایک کھرب نمازیں پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے کی فضیلت مسجد اقصی میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا زیادہ ہے اور مسجد اقصی میں نماز پڑھنا دیگر مساجد میں پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔

(فتح الباری، كتاب الحج، باب فضل الصلوة فى مسجد مكه، رقم ۱۱۹۰: ج ۳، ص ۸۱)

حرم پاک کے آداب یہ ہیں کہ سر جھکائے، آنکھیں شرم گناہ سے نیچی کئے، خشوع وخضوع سے داخل ہو اور ہوسکے تو پیادہ ننگے پاؤں اور لبیک ودعا کی کثرت رکھے اور بہتر یہ کہ دن میں نہا کر داخل ہو، حیض ونفاس والی عورت کو بھی نہانا مستحب ہے۔ مکہ معظمہ کے گرداگرد کئی کوس تک حرم کا جنگل ہے، ہر طرف اُس کی حدیں بنی ہوئی ہیں، ان حدوں کے اندر تر گھاس اُکھیڑنا، خودرو پیڑ کاٹنا، وہاں کے وحشی جانور کو تکلیف دینا حرام ہے۔ یہاں تک کہ اگر سخت دھوپ ہو اور ایک ہی پیڑ ہے جس کے سائے میں ایک ہرن بیٹھا ہے تو جائز نہیں کہ اپنے بیٹھنے کے لیے اسے اٹھائے اور اگر وحشی جانور بیرون حرم کا ہے اس کے ہاتھ میں تھا اُسے لئے ہوئے حرم میں داخل ہوا اب وہ جانور حرم کا ہوگیا، فرض ہے کہ فوراً فوراً چھوڑ دے۔ مکہ معظمہ میں جنگلی کبوتر بکثرت ہوتے ہیں، ہر مکان میں رہتے ہیں، خبردار ہرگز ہرگز نہ اڑائے، نہ ڈرائے، نہ کوئی ایذا پہنچائے، بعض ادھر ادھر کے لوگ جو مکہ معظمہ میں بسے کبوتروں کا ادب نہیں کرتے، ان کی ریس نہ کرے مگر بُرا انہیں بھی نہ کہے کہ جب وہاں کے جانور کا ادب ہے تو مسلمان انسان کا کیا کہنا، یہ باتیں جو حرم کے متعلق بیان ہوئیں احرام کے ساتھ خاص نہیں احرام ہو یا نہ ہو بہر حال یہ باتیں حرام ہیں۔ (بہار شریعت مخرجہ، حصہ ٦: داخلی حرم کے احکام، ج ۱، ص ۱۰۸۵ وغیرہ)

مہلت ایک نعمت:

۱۰......کسی مجرم کو قاضی اسلام کسی وجہ سے سزا دینے سے رُک جائے، یہ مہلت اس کے لئے ایک بیش بہا نعمت سے کم نہ

ہوگی۔ دنیاوی سزاؤں کا معاملہ ایک جانب لیکن دوسری جانب رب کریم احکم الحاکمین کی خفیہ تدبیر دیکھیں کہ لاکھ گناہوں کے باوجود مہلت ملی ہوئی۔ اس معاشرے میں کیا کچھ نہیں ہورہا، چھوٹے بچے بچیوں سے لے کر جوان مرد وعورت تک کسی کی عزت محفوظ نہیں ہے۔ گھر سے نکلیں تو نہ جانے کیسا خدشہ ساتھ ہوتا ہے کہ نا معلوم کہیں کسی مسلمان کی فائرنگ سے ڈھیر نہ ہو جائیں، دن دھاڑے بینک لوٹنے والے اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب اور حکومتیں خاموش، درندگی اور سفاکی کا ایسا عالم کہ بے زبان جانور تک پر رحم نہیں آتا، مال نہ ملا تو قربانی کے جانور کو بھی اور صاحب مال کو بھی گولی ماردی۔ ظلم ایسا کہ علماء اہل حق کو گالیاں دی جانے لگیں، مسجدوں میں نمازی محفوظ نہ رہے، روزانہ کئی گھر ماتم کدہ میں بدل جاتے ہیں، روزانہ کئی حوا کی بیٹیاں درندگی کا شکار ہوتی ہیں، کئی ناجائز بچے کوڑا کرکٹ پر زندہ یا مردہ ملتے ہیں، غربت کے مارے گھر دو وقت کی روٹی کو ترسیں، سرکاری وغیر سرکاری ہسپتالوں میں بیماروں کا اژدھام، کون ہے ان حالات کا ذمہ دار؟ آخر اتنا کچھ ہونے کے باوجود ہمیں خوف خدا کیوں نہیں آتا؟ کیا یہی مہلت ہے؟ اگر یہ مہلت ہے تو نعمت سے کم ہے؟ کیا اس نعمت کا فائدہ اٹھا کر اپنے جرموں کی توبہ نہ کرنی چاہیے؟ ذرا سوچئے......!

اغراض:

رؤسائهم: سے مراد ابوجہل، ابوخلف، فرعون، قارون، نمرود، وغیرہ گمراہ ہیں، اور ہر ایک کو اس کے زمانے میں حد درجہ سزا دی گئی۔

یرد آخرهم الی اولهم: مناسب ہے کہ یوں کہا جائے: "**یرد اولهم علی آخرهم**"، یعنی ان کے اول کو قید کیا جائے یہاں تک کہ آخر خود ہی آجائیں اور پھر سب جمع ہو جائیں۔ **بمعنی یبصر فیه:** زمانے کی طرف نسبت کرنے سے مراد اسناد مجازی ہے۔

حق العذاب: یعنی ان پر عذاب نازل ہو، یعنی وہ آگ میں ہونگے۔ **لیتصرفوا فیه:** یعنی وہ اپنی مصالح میں کوشش کریں۔

دلالات علی قدرته تعالی: دن، رات اور اندھیرے ہونے میں اللہ ﷻ کی قدرت پر دلائل ہیں۔

النفخة الاولی: سے مراد نفخہ صعق (موت، بیہوشی، مرجانے والا معاملہ، اچانک بیہوشی) ہے، اور نفخة الفزع کو "الفزع" سے تعبیر کیا گیا، اور سورۃ الزمر میں "صعق" سے تعبیر کیا گیا ہے، اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿**ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض**﴾، پس اس وقت سوائے مستثنیات کے جو زندہ ہیں سب موت کا شکار ہو جائیں گے، اور نفخہ ثانیہ ہونے پر سب کچھ فنا ہو جائے گا، اور دونوں نفخات کے مابین چالیس سال کا فاصلہ ہوگا، ایک قول یہ بھی ہے کہ تین نفخات ہونگے: (۱)...... **نفخة الزلزلة:** یہ اس وقت ہوگا جب پہاڑ چلائے جائیں گے اور زمین اپنے بسنے والوں کو لے کر ہلنے لگے گی، (۲)...... **نفخة الموت**، (۳)...... **نفخة الاحیاء**، لیکن اول قول مشہور و صحیح ہے، اللہ ﷻ ایک نور تخلیق فرما کر اُسے حضرت اسرافیل علیہ السلام کو دے گا، پس وہ اس کی مدد سے عرش تک کو دیکھ لیں گے اور منتظر رہیں گے کہ انہیں کیا حکم کیا جاتا ہے، ان کے پیش نظر آسمان و زمین ایک دائرے کی طرح ہوگی اور اہل یمن کی لغت میں اسے "بوق" کہا جاتا ہے۔ **ای کلهم:** سے مراد ہر مخلوق ہے جس پر "صعق" کے اثرات مرتب ہوئے یا نہ ہوئے۔

والتعبیر بالماضی: ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے جو کہ یہ ہے، فزع (خوف و گھبراہٹ) تو مستقبل میں ہونی ہے، ماضی کے ساتھ کیوں تعبیر کیا گیا ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اسے واقع ہونے کی منزلت میں متحقق کرنے کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، اس لئے کہ اللہ ﷻ کے پیش نظر ماضی، حال و مستقبل سب کا علم ہونا یقینی ہے۔

ای جبرائیل: یہ وہ چار ہیں جنہیں پہلے نفخہ سے موت نہیں آئے گی، جب کہ باقی ملائکہ موت کا شکار ہونگے، اور یہ چاروں دو نفخوں کے مابین موت کے شکار ہونگے، اور دوسرے نفخہ سے پہلے زندہ رہیں گے۔

وعن ابن عباس هم الشهداء: کہا جاتا ہے کہ (نفخہ کے باعث خوف کے اثر سے محفوظ رہنے والے) اہل جنت حور العین، ولدان

اور جنت ودوزخ کے خازن ہونگے ،ایک قول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے بھی کیا جاتا ہے اور ایک قول کے مطابق سارے ہی حضرات انبیائے کرام مراد ہیں۔اذ هم احیاء: مراد حیات برزخی ہے نہ کہ دنیاوی حیات۔

صاغرین: یعنی اللہ عزوجل کی ہیبت سے ذلیل وخوار ہونا، پس اس میں فرمانبردار ونافرمان دونوں ہی داخل ہیں، اور محض نافرمان کا ذلیل ہونا مراد نہیں ہے، معنی یہ ہے کہ جب حضرت اسرافیل علیہ السلام نفخہ ثانیہ فرمائیں گے تو اس وقت جس میں بھی حیاتی ہوگی، سب ہی انسان اللہ عزوجل کے خوف سے ہیبت میں ہونگے ۔وقت النفخة: یعنی دوسرے نفخہ کے وقت، نہ تو پہاڑ چلیں گے اور نہ ہی زمین برابر ہوجائے گی، ایسا صرف نفخہ ثانیہ کے بعد ہوگا، جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان اس بات پر گواہ ہے:﴿ویسالونک عن الجبال فقل ینسفها ربی نسفا(طٰہٰ:۱۰۵)﴾،﴿یوم تبدل الارض غیر الارض (ابراھیم:۴۸)﴾۔

المطر: ٹھیک بات یہ ہے کہ لفظ کو اس کے ظاہر پر رکھا جائے، اور سحاب کی تفسیر مطر سے کرنے کی مفسر نے تقلیل نہیں کی ہے، اور ہوسکتا ہے"المطر" کے بجائے"بالمطر"ہو، مصنف کی قلم سے"باء"سبقت کرگیا ہو۔

مؤکد لمضمون الجملة قبله: یعنی صور کا پھونکا جانا، پہاڑوں کا چلنا وغیرہ جو کچھ بھی ماقبل گزر چکا، یہ سب کچھ اللہ عزوجل ہی کی تخلیق کا شاہکار ہے۔

ای لاالٰہ الا اللہ: نیکی کو کلمہ طیبہ کی تفسیر کے ذریعے محمول کیا گیا ہے، کیونکہ مطلق گناہ آگ میں نہ ڈال دے گا جب کہ یہاں مراد کفر ہے جو ایمان کا مدِ مقابل ہوتا ہے، اور اس وقت نیکی کو اچھا عہد مراد لیا گیا ہے اور اچھے عہد سے مراد کلمہ طیبہ (یعنی اقرار وحدانیت باری عزوجل ہے)، اور نیکی ہر اچھے عمل کو کہتے ہیں مثلاً نماز، زکوۃ، صدقات وغیرہ ہر قسم کی بھلائی کے کام نیکی ہیں۔

ولیس للتفضیل: یعنی"خیرا"فعل تفضیل نہیں ہے کیونکہ کلمہ طیبہ"لاالٰہ الا اللہ"سے افضل کوئی کلمہ نہیں ہے اور اسی کی تائید مفسر کے قول سے بھی ہوتی ہے، حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ قیامت کے دن اچھی نیکی کیا ہوگی؟ اعمال پر ثواب یا عذاب سے پناہ مل جانا، ایمان کے سوا کوئی بھلائی نہیں ہوسکتی اور یہ اس لئے کہ سب سے بڑی بھلائی کلمہ طیبہ"لاالٰہ الا اللہ"ہے۔

ویقال لهم: جس وقت ان کے چہروں کو آگ میں ڈالا جائے گا، اور اس قول کے قائل داروغۂ جہنم ہونگے۔

(الصاوی، ج٤، ص٢٧٤ وغیرہ)

ایک اهم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

صبر کی تعریف

کسی چیز کو تنگی میں روک لینے کو صبر کہتے ہیں، اور یہ بھی کہ انسانی عقل اور شریعت جس بات کا تقاضا کرے اس پر عقل کو روک لینا صبر کہلاتا ہے۔

(المفردات، ص ۲۷۷)،(عطائین، ج۱، ص ۷۶)

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مصیبت کے وقت صبر کرنا اولیٰ ہے"۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ: صبر کی مثال ایسی ہے جیسے جسم میں سر کی مثال"۔ رویم کہتے ہیں کہ صبر یہ ہے کہ شکوی ترک کردیا جائے، ذوالنون کہتے ہیں کہ صبر یہ ہے کہ اللہ سے مدد طلب کی جائے۔ (الرسالة القشیریة، باب الصبر، ص ۲۵۵ وغیرہ)

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر کے ذریعے مصیبت کے دور ہونے کا انتظار کرنا عبادت ہے"۔(الاربعین فی شیوخ الصوفیة، ذکر ابی الحسن الدینوری، ص ۱۸۹)

سورة القصص مكية الا ﴿ان الذى فرض ...... الخ﴾ اية .نزلت بالجحفة والا الذين اتيناهم الكتب الى لا نبتغى الجاهلين وهى سبع او ثمان وثمانون اية

سورۃ القصص مکی ہے سوائے ﴿ان الذى فرض ...... الخ﴾، یہ سورت مبارکہ وادئ جحفہ میں نازل ہوئی سوائے چار آیات ﴿الذين اتيناهم الكتب ...... لانبتغى الجاهلين (۵۲ تا ۵۵)﴾ تک، اس سورۃ میں ۸۷ یا ۸۸ آیات ہیں۔

تعارف سورة القصص

اس سورت میں نو رکوع اور ۱۴۴۱ کلمات اور ۵۸۰۰ حروف ہیں، اس سورت میں ویسے تو سابقہ سورتوں کی مثل مضامین پائے جاتے ہیں تاہم جابر وظالم حکمرانوں کے طرزِ عمل کا بیان کیا گیا ہے جیسا کہ ماقبل سورۃ النمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے دورِ حکومت اور رعایا کی خبرگیری ودیگر لطائف کا مفصل بیان کیا گیا تھا۔ فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام وہارون علیہ السلام کے واقعات بھی مفصل بیان ہوئے تاہم فرعون کے حمایتی ہامان کا ذکر بھی ہوا اور اس کی خباثتوں کو بھی نمایاں انداز میں بیان کیا گیا۔ مال ودولت اور اقتدار کا نشہ جس کو لگ جائے وہ کم ہی راہ راست پر دیکھا گیا ہے، صدیوں کی تاریخ دیکھ لیں یا سابقہ امتوں کے احوال کو پڑھ لیں یہ بات اظہر من الشمس کی طرح روشن ہے کہ مال کی محبت تمام فساد کی جڑ ہوا کرتی ہے۔ قارون کے مال کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنا، فقط سطحی یا سرسری حیثیت سے نہیں بلکہ مکمل رکوع میں اس کا بیان جاری رہنا، اقتدار کا نشہ اور طاقت وقوت کے مظاہرے، طرح طرح کی زیب وزینت کی بھرمار الغرض کیا کچھ نہیں کیا گیا، لیکن یہ مال، اقتدار، طاقت وقوت کس کے ہاتھ میں ہمیشہ رہی ہے، یہ تو آنے کے ساتھ ہی جانے کا پیغام سناتی ہے۔ لیکن نہ قارون سمجھ سکا نہ ہی اس قسم کے دیگر لوگ جو مال کی محبت میں سب کچھ کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ اس سورت میں اسلامی نظام معاشیات اور نظام قانون کی بھی جھلکیاں خوب نظر آتی ہیں۔ معاشرے کو بنانے کے لئے کوششیں کرنا اور تعمیر وتوسیع کا اہتمام کرنا دشوار کن مرحلہ لیکن اُسے برباد کرنا، تباہ کرنا، انارکی کی جانب لے جانے کے لئے اتنی محنت نہیں ہوا کرتی۔ الغرض کئی جامع مضامین کو لئے ہوئے اس سورت میں اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو تعمیر اخلاق کا درس دیا ہے۔

رکوع نمبر: ۴

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿ طسم (۱)﴾ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذٰلِكَ ﴿ تلك ﴾ اَىْ هٰذِهِ الاٰيٰاتُ ﴿ ايت الكتبِ ﴾ اَلْاِضَافَةُ بِمَعْنٰى مِنْ ﴿ المبين (۲) ﴾ اَلْمُظْهِرُ الْحَقِّ مِنَ الْبَاطِلِ ﴿ نتلوا ﴾ نَقُصُّ ﴿ عليک من نبا ﴾ خَبَرِ ﴿ موسى وفرعون بالحق ﴾ بِالصِّدْقِ ﴿ لقوم يومنون (۳) ﴾ لِاَجْلِهِمْ لِاَنَّهُمُ الْمُنْتَفِعُوْنَ بِهٖ ﴿ ان فرعون علا ﴾ تَعَظَّمَ ﴿ فى الارض ﴾ اَرْضِ مِصْرَ ﴿ وجعل اهلها شيعا ﴾ فِرَقًا فِىْ خِدْمَتِهٖ ﴿ يستضعف طائفة منهم ﴾ وَهُمْ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ ﴿ يذبح ابناء هم ﴾ اَلْمَوْلُوْدِيْنَ ﴿ ويستحى نساء هم ﴾ يَسْتَبْقِيْهِنَّ اَحْيَاءً لِقَوْلِ بَعْضِ الْكَهَنَةِ لَهٗ اِنَّ مَوْلُوْدًا يُوْلَدُ فِىْ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ يَكُوْنُ سَبَبَ ذِهَابِ مُلْكِكَ ﴿ انه كان من المفسدين (۴) ﴾ بِالْقَتْلِ وَغَيْرِهٖ ﴿ ونريد ان نمن على الذين استضعفوا فى الارض ونجعلهم ائمة ﴾ بِتَحْقِيْقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَاِبْدَالِ الثَّانِيَةِ يَاءً يُقْتَدٰى بِهِمْ فِى الْخَيْرِ ﴿ ونجعلهم الورثين (۵) ﴾ مُلْكَ فِرْعَوْنَ ﴿ ونمكن لهم فى الارض

﴿اَرْضِ مِصْرَ وَالشَّامَ﴾ ونرى فرعون وهامان وجنودهما ﴿وَفِي قِرَائَةٍ وَيَرى بِفَتحِ التَّحْتَانِيَةِ وَالرَّاءِ وَرَفعِ الاَسماءِ الثَّلاثَةِ﴾ منهم ما كانوا يحذرون(٦) ﴿يَخافُونَ مِنَ المَولُودِ الَّذِي يَذهَبُ مُلكُهُم عَلى يَدَيهِ﴾ واوحينا ﴿وَحْيَ اِلْهَامٍ اَو مَنَامٍ﴾ الى ام موسى ﴿وَهُوَ المَولُودُ المَذكُورُ وَلَمْ يَشعُر بِوِلادَتِهِ غَيرَ اُختِهِ﴾ ان ارضعيه ج فاذا خفت عليه فالقيه في اليم ﴿البَحرِ اَي النِّيلِ﴾ ولا تخافي ﴿غَرقَهُ﴾ ولا تحزني ج ﴿لِفِراقِهِ﴾ انا رادوه اليك وجاعلوه من المرسلين (٧) ﴿فَاَرْضَعَتهُ ثَلثَةَ اَشهُرٍ لا يَبْكِي وَخافَتْ عَلَيهِ فَوَضَعَتهُ فِي التَّابُوتِ مَطلِيٍّ بِالقَارِ مِنْ دَاخِلٍ مُمَهَّدٍ لَهُ فِيهِ وَاَغْلَقَتهُ وَاَلقَتهُ فِي بَحرِ النِّيلِ لَيلًا﴾ فالتقطه ﴿بِالتَّابُوتِ صَبِيحَةَ اللَّيلِ﴾ آل ﴿اَعوانُ﴾ فرعون ﴿فَوَضَعُوهُ بَيْنَ يَدَيهِ وَفُتِحَ وَاُخرِجَ مُوسٰى مِنهُ وَهُوَ يَمُصُّ مِنْ اِبْهَامِهِ لَبَنًا﴾ ليكون لهم ﴿اَي فِي عَاقِبَةِ الاَمرِ﴾ عدوا ﴿يَقتُلُ رِجالَهُم﴾ وحزنا ط ﴿يَستَعبِدُ نِسائَهُم وَفِي قِرائَةٍ بِضَمِّ الحَاءِ وَسُكُونِ الزَّاءِ لُغَتانِ فِي المَصدَرِ وَهُوَ هُنا بِمَعْنَى اِسمِ الفَاعِلِ مِن حَزَنَهُ كَاَحْزَنَهُ﴾ ان فرعون وهامان ﴿وَزِيرَهُ﴾ وجنودهما كانوا خطئين (٨) ﴿مِنَ الخَطِيئَةِ اَي عَاصِينَ فَعُوقِبُوا عَلى يَدِهِ﴾ وقالت امرات فرعون ﴿وَقَد هَمَّ مَعَ اَعوانِهِ بِقَتلِهِ هُوَ﴾ قرت عين لي ولك ط لا تقتلوه صلے ق عسى ان ينفعنا او نتخذه ولدا ﴿فَاَطاعُوهَا﴾ وهم لا يشعرون (٩) ﴿بِعَاقِبَةِ اَمرِهِم مَعَهُ﴾ واصبح فؤاد ام موسى ﴿لَمَّا عَلِمَتْ بِالتِقَاطِهِ﴾ فرغا ﴿مِمَّا سِوَاهُ﴾ ان ﴿مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيلَةِ وَاِسمُهَا مَحذُوفٌ اَي اَنَّهَا﴾ كادت لتبدى به ﴿اَي بِاَنَّهُ اِبنُهَا﴾ لولا ان ربطنا على قلبها ﴿بِالصَّبرِ اَي سَكَّنَّاهُ﴾ لتكون من المومنين (١٠) ﴿المُصَدِّقِينَ بِوَعدِ اللهِ وَجَوابُ لَولا دَلَّ عَلَيهِ مَا قَبلَهَا﴾ وقالت لاخته ﴿مَرْيَمَ﴾ قصيه ز ﴿اِتَّبِعِي اَثَرَهُ حَتّٰى تَعلَمِي خَبَرَهُ﴾ فبصرت به ﴿اَي اَبصَرَتهُ﴾ عن جنب ﴿مِن مَكَانٍ بَعِيدٍ اِختِلاسًا﴾ وهم لا يشعرون (١١) ﴿اَنَّهَا اُختُهُ وَاَنَّهَا تَرقُبُهُ﴾ وحرمنا عليه المراضع من قبل ﴿اَي قَبلَ رَدِّهِ اِلٰى اُمِّهِ اَي مَنَعنَاهُ مِن قُبُولِ ثَدِي مُرضِعَةٍ غَيرِ اُمِّهِ فَلَم يَقبَل ثَدِيَ وَاحِدَةٍ مِنَ المَراضِعِ المُحضَرَةِ﴾ فقالت ﴿اُختُهُ﴾ هل ادلكم على اهل بيت ﴿لَمَّا رَاَتْ حُنُوَّهُم عَلَيهِ﴾ يكفلونه لكم ﴿بِالاِرضَاعِ وَغَيرِهِ﴾ وهم له ناصحون (١٢) ﴿وَفُسِّرَتْ ضَمِيرُ لَهُ بِالمَلِكِ جَوابًا لَهُم فَاُجِيبَتْ فَجَائَت بِاُمِّهِ فَقَبِلَ ثَديَهَا وَاَجَابَتهُم عَن قُبُولِهِ بِاَنَّهَا طَيِّبَةُ الرِّيحِ طَيِّبَةُ اللَّبَنِ فَاَذِنَ لَهَا بِاِرضَاعِهِ فِي بَيتِهَا فَرَجَعَتْ بِهِ كَمَا قَالَ تَعَالٰى﴾ فرددنه الى امه كي تقر عينها ﴿بِلِقَائِهِ﴾ ولا تحزن ﴿حِينَئِذٍ﴾ ولتعلم ان وعد الله ﴿بِرَدِّهِ اِلَيهَا﴾ حق ولكن اكثرهم ﴿اَي النَّاسِ﴾ لا يعلمون الربع (١٣) ﴿بِهٰذَا الوَعدِ وَلا بِاَنَّ هٰذِهِ اُختُهُ وَهٰذِهِ اُمُّهُ فَمَكَثَ عِندَهَا اِلٰى اَنْ فَطَمَتهُ وَاَجرٰى عَلَيهَا اُجرَتَهَا لِكُلِّ يَومٍ دِينَارٌ وَاَخَذَتهَا لِاَنَّهَا مَالٌ حَربِيٌّ فَاَتَتْ بِهِ فِرعَونَ فَتَرَبّٰى عِندَهُ كَمَا قَالَ تَعَالٰى حِكَايَةً عَنهُ فِي سُورَةِ الشُّعَرَاءِ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا وَّ لَبِثْتَ فِينَا مِن عُمُرِكَ سِنِينَ.

﴿ترجمه﴾

طسم (اس سے جو مراد ہے وہ اللہ باخوبی جانتا ہے) یہ (آیتیں) کتاب مبین کی ہیں (الکتاب میں اضافت منی ہے اور مبین کا معنی ہے حق کو باطل سے ظاہر کرنے والا) ہم تم پر پڑھیں (یعنی بیان کریں) موسیٰ اور فرعون کی خبر (نبا بمعنی خبر ہے) حق کے ساتھ (یعنی سچائی کے ساتھ) ان لوگوں کے لیے جو ایمان رکھتے ہیں (مومنین کو بالخصوص ذکر کرنے کا سبب یہ ہے کہ ان سے مسلمان ہی نفع اٹھاتے ہیں......۱......) بیشک فرعون نے زمین میں تکبر کیا (علا بمعنی تعظم ہے اور الارض سے مراد سرزمین مصر ہے) اس نے لوگوں کو ٹکڑوں میں کر دیا (یعنی اپنی خدمت کے لیے مختلف فرقوں میں کر دیا......۲......) ان میں ایک گروہ (مراد اس سے بنی اسرائیل ہیں) کو کمزور دیکھتا توان کے (نومولود) بیٹوں کو ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھتا (یستحی نساء ھم، کا معنی یہ ہے کہ وہ ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتا، نومولود لڑکوں کو قتل کرنے کا سبب بعض کاہنوں کا اس سے یہ کہنا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کے زوال کا سبب بنے گا......۳......) بیشک وہ (قتل وغیرہ کرنے کے سبب) فسادی تھا اور ہم چاہتے تھے کہ ان کمزوروں پر احسان فرمائیں اور ان کو پیشوا بنائیں (کہ بھلائی کے کاموں میں ان کی اقتدا کی جائے......۴......ائمۃ، کو دو ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کو یاء سے تبدیل کرنے کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے) اور (فرعون کے ملک کا) انہیں وارث بنائیں اور انہیں زمین میں (یعنی سرزمین مصر اور شام میں) قبضہ دیں اور فرعون اور ھامان اور ان کے لشکروں کو دکھادیں جس کا انہیں ان کی طرف سے خطرہ ہے (یعنی جس نومولود کے وجود سے انہیں ڈر ہے کہ وہ ان سے ان کا ملک وسلطنت کے لے لیگا وہ انہیں دکھادیں......۵......، اور ایک قرات میں یری یاء اور راء کے فتح کے ساتھ ہے اور تینوں اسم بر بنائے فاعلیت مرفوع ہیں) اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی......۶......(یعنی الہام کیا، یا مراد یہ ہے کہ عالم خواب میں اسے بتادیا کہ وہ نومولود بچہ جس کا ذکر عام ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی ہیں، پس آپ علیہ السلام کی ولادت کی خبر آپ علیہ السلام کی ہمشیرہ......۷......کے علاوہ کسی کو نہ ہوسکی) کہ اسے دودھ پلا پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں (یعنی دریائے نیل میں) ڈال دے (اَلْیَمّ کے معنی دریا ہے) اور (اس کے غرق ہونے سے) نہ ڈر اور (اس کی جدائی کا) غم نہ کر بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے (پس آپ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے آپ علیہ السلام کو تین ماہ تک دودھ پلایا، اس عرصہ میں آپ بالکل نہ روئے پھر آپ کی والدہ کو فرعون کی طرف سے اندیشہ ہوا تو انہوں نے آپ علیہ السلام کو ایک صندوق میں رکھا جس کے اندرونی حصہ کو تارکول سے طلاء کیا گیا تھا اس میں آپ علیہ السلام کا بستر لگا دیا گیا پھر آپ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے رات کے وقت صندوق کو بلند کر کے دریائے نیل میں ڈال دیا) تو اسے اٹھالیا (تابوت کے ساتھ اسی رات کی صبح ہونے پر) آلِ فرعون (یعنی فرعون کے خدمتگاروں) نے (پھر انہوں نے اس تابوت کو فرعون کے سامنے رکھ دیا، فرعون نے صندوق کھولا اور اس میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باہر نکال لیا، آپ علیہ السلام اس وقت اپنے مبارک انگوٹھے سے دودھ چوس رہے تھے......۸......) کہ (بالآخر) وہ ان کا دشمن ہو (ان کے مردوں کو قتل کر کے) اور غم ہو (عورتوں کو لونڈیاں بنا کر، حزنا کو ایک قرأت میں حاء مضمومہ اور زاء مضمومہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ دونوں لغتوں کے مطابق مصدر ہے اور یہاں یہ مصدر بمعنی اسم فاعل ہے، یا تو یہ حزن سے یا پھر احزن سے ہے) بیشک فرعون......۹......اور (اس کا وزیر) ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے (یعنی گناہگار تھے، انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں سزا دے دی گئی، خطئین بمعنی خطیئۃ ہے، آپ کو شہید کرنے کا ارادہ کر لیا تھا یہ بچہ) میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کرو شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں (پس ان لوگوں نے ان کی بات مان لی) اور وہ بے خبر تھے (ان کے ہاتھوں اپنے ہونے والے انجام سے) اور (جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کو فرعون کے موسیٰ علیہ السلام اٹھالینے کا علم ہوا) تو صبح کو موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہوگیا (یعنی دل انہی کی فکر میں گم ہوگیا) اور قریب تھا وہ اس کا حال کھول دیتی (ظاہر کر دیتی کہ یہاں

اس کا بیٹا ہے،ان کادت میں "ان" مخففه من الثقیلة ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی یہ انها ہے) اگر ہم (صبر دے کر) ڈھارس نہ بندھاتے اس کے دل پر (یعنی اگر ہم نے اس کے دل کو پر سکون نہ کیا ہوتا تو وہ یہ بات ظاہر کر دیتی) کہ وہ مومنین میں سے رہے (یعنی وہ ہمارے وعدے کی تصدیق کرنے والوں میں سے ہے اور لولا کا جواب شرط محذوف ہے جس پر اس کا ماقبل کلام دلالت کر رہا ہے) اور اس نے ان کی بہن (حضرت مریم رضی اللہ عنہا) سے کہا اس کے پیچھے چلی جا (یعنی اس کا پیچھا کر، تا کہ تجھے اس کی خبر معلوم ہو سکے) تو وہ اسے دور جگہ سے (چھپ کر) دیکھتی رہی (فبصرته به بمعنی ابصرته ہے اور جنب بمعنی مکان بعید ہے) اور ان کو خبر نہ تھی (کہ یہ اس کی بہن ہے اور ان کی نگہبانی کر رہی ہے) اور ہم نے پہلے ہی (یعنی اسے اس کی ماں کے پاس لوٹانے سے پہلے) سب دائیاں اس پر حرام کر دیں (یعنی ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سوائے آپ کی والدہ کے ہر دائی کی چھاتی قبول کرنے سے روک دیا......۱۰......) تو (موجود دائیں میں سے آپ علیہ السلام نے کسی کی بھی چھاتی قبول نہ کی) تو (اس کی بہن) بولی کیا میں تمہیں بتادوں ایسے گھر والے کہ تمہارے اس بچہ کو (دودھ پلا کر دیگر خدمت کر کے) پال دیں (یہ بات انہوں نے اس وقت کہی جب انہوں نے آپ علیہ السلام پر ان کا مہربان ہونا دیکھا) اور وہ اس کے خیر خواہ ہیں (یعنی اس ملک کے خیر خواہ ہیں، حضرت مریم سے سوال ہوا کہ وہ اس بچے کے خیر خواہ کیوں ہیں؟ تو آپ نے کہا میری مراد یہ تھی کہ وہ اس ملک کے خیر خواہ ہیں اس وقت آپ نے لـــه، کی ضمیر کی تفسیر ملک سے کر دی، آپ کی بات مان لی گئی پھر آپ اپنی والدہ کو لے آئیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی چھاتی قبول کر لی، انہوں نے اسے قبول کر لینے سے متعلق دریافت کیا تو آپ نے انہیں جواب دیا کہ میرا جسم خوشبودار ہے اور میرا دودھ خوش گوار ہے......۱۱......، پھر فرعون نے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رضاعت کرنے کے لئے اپنے گھر لیجانے کی اجازت دے دی تو آپ علیہ السلام کو لے کر واپس پلٹ آئیں جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا) تو ہم نے اسے اس کی ماں کی طرف پھیرا کہ ماں کی آنکھ (اپنے بیٹے سے ملکر) ٹھنڈی ہو اور (اس وقت) غم نہ کھائے اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ (اس کا بیٹا اسے پھیر دینے کا) سچا ہے لیکن ان میں سے (یعنی لوگوں میں سے) اکثر نہیں جانتے (اس وعدہ کو اور اس بات کو کہ مریم ان کی بہن اور یہ دائی ان کی ماں ہے، پس آپ علیہ السلام دودھ چھڑائے جانے کی مدت تک اپنی ماں کے پاس رہے اور فرعون نے آپ علیہ السلام کی رضاعت کی اجرت یومیہ ایک دینار رکھی تھی، آپ علیہ السلام کی والدہ اسے لے لیتی کیونکہ یہ حربی کافر کا مال تھا......۱۲......اس مدت کے مکمل ہو جانے کے بعد وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس لے آئیں پھر آپ علیہ السلام نے فرعون کے پاس رہ کر پرورش پائی، جیسا کہ اللہ عزوجل نے سورۂ شعراء میں اس بات کو نقل فرمایا ہے ﴿الم نربک فینا ولیدا ولبثت فینا من عمرک سنین (الشعراء:۱۸)﴾۔

﴿ترکیب﴾

﴿طسم ۝ تلک ایت الکتب المبین ۝﴾.

طسم: "هذه" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، تلک: مبتدا، ایت الکتب المبین: خبر ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿نتلوا علیک من نبا موسی وفرعون بالحق لقوم یومنون ۝﴾.

نتلوا: فعل "نحن" ضمیر مستتر ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، علیک: ظرف لغو، من: جار، نبا موسی وفرعون: مرکب اضافی مجرور، ملکر ظرف مستقر "شیئا" محذوف کیلئے صفت، ملکر مفعول، لام: جار، قوم: موصوف، یومنون: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فرعون علا فی الارض وجعل اهلها شیعا یستضعف طائفة منهم یذبح ابناء هم ویستحی نساء هم﴾.

ان: حرف مشبہ، فرعون: اسم، علا فی الارض: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعل: فعل "ھو" ضمیر مستتر ذوالحال، یستضعف: فعل بافاعل، طائفة: موصوف، منھم: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مبدل منہ، یذبح ابناء ھم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یستحی نساء ھم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بدل، ملکر حال، ملکر فاعل، اھلھا: مفعول اول، شیعا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انه کان من المفسدین٥﴾۔

انه: حرف مشبہ واسم، کان: فعل ناقص بااسم، من المفسدین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمة ونجعلھم الورثین٥﴾۔

و: عاطفہ، نرید: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، نمن: فعل بافاعل، علی: جار، الذین: موصول، استضعفوا فی الارض: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، نجعلھم ائمة: فعل بافاعل ومفعول اول وثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، نجعلھم الورثین: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ونمکن لھم فی الارض ونری فرعون وھامن وجنودھما منھم ما کانوا یحذرون٥﴾۔

و: عاطفہ، نمکن: فعل بافاعل، لام: جار، ھم: ذوالحال، فی الارض: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "نمن" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، نری: فعل بافاعل، فرعون: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ھامان وجنودھما: معطوفان، ملکر مفعول اول، منھم: ظرف لغو، ما کانوا یحذرون: مفعول ثانی ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "نمن" پر معطوف ہے۔

﴿واوحینا الی ام موسی ان ارضعیه﴾

و: عاطفہ، اوحینا: فعل بافاعل، الی: جار، ام موسی: مجرور، ملکر ظرف لغو، ان: مصدریہ، ارضعیه: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ان فرعون علا" پر معطوف ہے۔

﴿فاذاخفت علیه فالقیه فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی﴾۔

ف: عاطفہ، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول مقدم، خفت علیه: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، القیه: فعل امر بافاعل ومفعول، فی الیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تخافی: فعل نہی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، لا تحزنی: فعل نہی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انارادوه الیک وجاعلوه من المرسلین٥﴾۔

انا حرف مشبہ واسم، رادو: اسم فاعل بافاعل مضاف، ہ: ضمیر مضاف الیہ مفعول، الیک: ظرف لغو، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، جاعلو: اسم فاعل بافاعل مضاف، ہ: ضمیر مضاف الیہ مفعول، من المرسلین: ظرف لغو، ملکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فالتقطه ال فرعون لیکون لھم عدوا وحزنا﴾۔

ف: عاطفہ، التقطه: فعل ومفعول، ال فرعون: فاعل، لام: جار، یکون: فعل ناقص بااسم، لھم: ظرف مستقر حال، مقدم، عدوا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، حزنا: معطوف، ملکر ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فرعون وھامن وجنودھما کانوا خطئین٥﴾۔

ان: حرف مشبہ، فرعون: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ھامن وجنودھما: معطوفان، ملکر اسم، کانوا: فعل ناقص بااسم، خطئین: خبر، ملکر

جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معترضہ۔

﴿وقالت امرات فرعون قرت عين لي ولک لا تقتلوه عسى ان ينفعنا او نتخذه ولدا﴾

و: عاطفہ، قالت امرات فرعون: قول، قرة عين: موصوف، لی: ظرف مستقر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لک: ظرف مستقر معطوف، ملکر صفت، ملکر "هو" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول، لا تقتلوه: فعل نہی با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ثانی، عسى: فعل جار با اسم، ان: مصدریہ، ینفعنا: جملہ فعیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، نتخذه ولدا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر خبر، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ثالث، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وهم لا يشعرون ٥ واصبح فؤاد ام موسى فرغا﴾

و: حالیہ، هم: مبتدا، لا یشعرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ "ال فرعون" سے حال واقع ہے، و: مستانفہ، اصبح: فعل ناقص، فؤاد ام موسى: اسم، فرغا: خبر، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ان كادت لتبدي به لولا ان ربطنا على قلبها لتكون من المؤمنين٥﴾.

ان: مخففہ با ضمیر شان محذوف "هو" اسم، کادت: فعل مقارب با اسم، لام: فارقہ تاکیدیہ، تبدی بہ: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لولا: حرف شرط، ان: مصدریہ، ربطنا: فعل با فاعل، على قلبها: ظرف لغو، لام: جار، تکون من المؤمنين: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر محذوف "حاصل" کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر جواب لولا محذوف "لابدت بہ" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وقالت لاخته قصيه فبصرت به عن جنب وهم لايشعرون٥﴾.

و: عاطفہ: قالت لاخته: فعل با فاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قول، قصیہ: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فذهبت تدتاده وتقص آثاره"، بصرت: فعل "هی" ضمیر مستتر ذوالحال، عن جنب: ظرف مستقر حال اول، و: حالیہ، هم لا یشعرون: جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر فاعل، بہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وحرمنا عليه المراضع من قبل﴾.

و: مستانفہ، حرمنا: فعل "نا" ضمیر ذوالحال، من قبل: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، علیہ: ظرف لغو، المراضع: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فقالت هل ادلكم على اهل بيت يكفلونه لكم وهم له ناصحون٥﴾.

ف: فصیحیہ، قالت: قول، هل: حرف استفہام، ادلکم: فعل با فاعل ومفعول، على: جار، اهل بيت: موصوف، یکفلونہ: فعل "واؤ" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، هم: مبتدا، لہ ناصحون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، ہ: ضمیر مفعول، لکم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ شرط محذوف "لما رات اخته ذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فرددنه الى امه كي تقر عينها ولا تحزن﴾.

ف: عاطفہ، رددنہ: فعل با فاعل ومفعول، الی امہ: ظرف لغو، کی: حرف تعلیل وناصب، تقر عينها: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تحزن: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مفعول ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولتعلم ان وعدالله حق ولكن اكثرهم لايعلمون٥﴾.

و: عاطفہ، لام: جار، تعلم: فعل بافاعل، ان وعداللہ حق: جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر فعل محذوف "ردنٰہ" کیلئے ظرف مستقر، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لکن اکثرھم: حرف مشبہ واسم، لایعلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

قرآن سے نفع اٹھانے والے لوگ:

۱......فائدہ اٹھانے کا تعلق احساس سے ہوتا ہے، جس کے دل میں ایمان کا نور ہو، وہ قرآن کی جانب مائل بھی ہوتا ہے اور فائدہ بھی اٹھاتا ہے۔ اللہ عزوجل نے بالکل ابتداء میں فرمادیا ﴿ھدی للمتقین ھدایت پرہیزگاروں کے لئے (البقرۃ:۲)﴾۔ پرہیزگاری کا تعلق ایمان سے ہے جس کا ایمان جتنا مضبوط ہوگا وہ اتنا ہی خوف خدا والا ہوگا اور جو خوف خدا والا ہوگا اُخروی درجات بھی اسی کے بلند ہونگے۔ سیدنا مالک بن دینار فرماتے ہیں: میں نے حسن بصری کو خواب میں دیکھا کہ ان کا رنگ چمک رہا تھا، چہرہ مبارک نور بار تھا اور چہرے کی مکمل چمک کی وجہ سے آنسوؤں کی لڑی بھی چمک رہی تھی، میں نے پوچھا: "اے ابوسعید! کیا آپ کا انتقال نہیں ہوا؟ بولے ہاں ہوگیا ہے، میں نے پوچھا: آپ کو کیا مقام ومرتبہ ملا؟ خدا کی قسم آپ نے تو ساری زندگی فکر آخرت اور خوف خدا میں روتے ہوئے گزاردی" آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: "فکر آخرت اور خوف خدا کے سبب گریہ وزاری ہی نے تو اللہ نے ہمارے لئے نیک لوگوں کے درجات پانے کا ذریعہ بنادیا ہے اور ہمیں متقین کے درجات پر فائز کیا ہے، اللہ کی قسم! یہ ہم پر ہمارے رب کا بہت فضل ہے"۔ میں نے کہا: "اے ابوسعید! مجھے کوئی نصیحت کیجئے"، فرمایا: "دنیا کے اندر جو سب سے زیادہ غمگین رہتے ہیں آخرت میں سب سے زیادہ خوش ہوتے ہیں"۔

(موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب المنامات، رقم:۳۹، ج۳، ص۴۰)

حضرت ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید المعروف ابن ابی الدنیا بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا موسیٰ بن حماد نے فرمایا: میں نے حضرت سفیان ثوری کو خواب میں دیکھا کہ جنت میں ایک درخت سے دوسرے درخت تک اڑتے پھر رہے ہیں تو عرض کی، اے ابو عبداللہ! آپ کو یہ مقام کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا: "تقوی وپرہیزگاری کی وجہ سے"، پھر پوچھا: "حضرت علی بن عاصم کا کیا حال ہے؟ ارشاد فرمایا: "وہ ہم سے اتنے بلند ہیں کہ ہم انہیں ایسے ہی دیکھتے ہیں جیسے زمین سے ستارے کو دیکھا جاتا ہے"۔

(موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب المنامات، باب: ماروی من الشعر فی المنام، رقم:۲۷۵، ج۳، ص۱۳۵)

سرزمین مصر کے لوگ گروھوں میں بٹ گئے:

۲......حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ گروھوں میں بٹ جانے سے مراد یہ ہے کہ بعض مصری فرعون کی عبادت کرتے، بعض کو قتل کردیا گیا اور بعض کو زندہ رکھا گیا۔

(الدرالمنثور، ج۵، ص۲۲۶)

فرعون نے سرزمین مصر کے باسیوں کو گروھوں میں تقسیم کردیا، جب وہ خدمت لینے کا ارادہ کرتا تو لوگ گروہ در گروہ اس کے پاس حاضر ہوتے، یا اس نے بعض گروھوں کو بعض کا تابع بنادیا تھا یا اس نے ان کے گروہ بنادیئے اور ان میں قبطی کو معزز کردیا اور دوسرے یعنی بنی اسرائیل کو توہین وتحقیر کے سبب ادنی اور گھٹیا بنادیا یا خدمت اور کام کے لئے اس نے مختلف گروہ بنادیئے اور ہر گروہ سے علیحدہ علیحدہ کام لیتا یا معنی یہ ہے کہ اہل مصر کے مختلف فرقے بنادیئے اور انہیں آپس میں ایک دوسرے کی دشمنی اور عداوت پر برانگیختہ کیا تاکہ وہ اس کے خلاف متفق نہ ہوسکیں اور قاموس میں ہے کہ شیعۃ الرجل سے مراد آدمی کے متبعین ومددگار ہیں اور علیحدہ فرقے ہیں۔

(المظھری، ج۵، ص۳۶۱ وغیرہ)

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "بنی اسرائیل فرعون کی خدمت بجالانے کے اعتبار سے کئی اقسام میں منقسم

تھے،ان میں سے طاقتور وتوانا افراد کا ایک گروہ پہاڑوں سے پتھر کاٹتا تو دوسرا گروہ فرعون کے محلات کی تعمیر کرنے کے لئے ان پتھروں اور مٹی وغیرہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتا،تیسرا گروہ مٹی سے اینٹیں بنا کر انہیں پختہ بناتا،ایک گروہ بڑھئی کا کام کرتا تو ایک لوہے کا کام سرانجام دیتا۔پس ان میں سے جو کمزور ہوتے ان پر فرعون نے جزیہ مقرر کررکھا تھا،نیز بنی اسرائیل کی عورتیں فرعون کے لئے ریشم کات کر اس سے کپڑا بنتی تھیں۔ (الجمل، ج۱، ص۷۵)

ولادت موسی علیہ السلام سے قبل فرعون کے خدشات:

۳...... ابن جریر رحمۃ اللہ تعالی علیہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کرتے ہیں:''کاہنوں نے فرعون کو بتایا تھا کہ ''بنی اسرائیل میں اس سال ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کا تختہ الٹ دے گا۔''پس فرعون نے ہر ہزار عورتوں پر ایک سو آدمی متعین کردیئے،یعنی ہر سو پر دس اور ہر دس پر ایک مقرر کر کے حکم دیا:''شہر میں ہر حاملہ عورت کی نگرانی کرتے رہو،جب وہ بچہ جنے تو اگر وہ بچہ مذکر ہو تو اسے قتل کردو اور اگر مؤنث ہو تو چھوڑ دو۔'' (الدر المنثور، ج۱، ص ۱۳۳)

پیشوا ہمیشہ نیک ہی ہوتے ہیں:

۴......اللہ عزوجل نے کمزوروں پر احسان فرمایا،ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ اللہ عزوجل نے کمزوروں کو کیسے جمع فرمایا اور اللہ عزوجل کا ان کمزوروں پر احسان فرمانے کا ارادہ بھی تھا اور جب اللہ عزوجل کسی چیز کا ارادہ کرے تو دوسرے وقت کا توقف نہیں فرماتا؟ ہم کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کا کمزوروں پر پہلا احسان یہ تھا کہ انہیں فرعون سے نجات دی پھر اسی احسان کو دوسرے احسان کے مقارن کردیا گیا جس کا بیان پیشوا بنانے اور سرزمین مصر کا وارث کرنے کے بیان میں ہے۔اللہ عزوجل کے فرمان کا مقصود یہ ہے کہ ہم نے انہیں دین و دنیا میں مقدم کردیا اور مجاہد کا قول یہ ہے کہ انہیں خیر کی دعوت دی اور قتادہ کہتے ہیں کہ انہیں فرعون کے شہر،سرزمین اور ساز وسامان کا مالک کردیا۔ (الرازی، ج۸،ص ۵۷۸)

ہم کہتے ہیں کسی بھی قول کو درست ماننے کی صورت میں ہمارا دعویٰ ثابت ہوا کہ پیشوا ہمیشہ نیک ہی ہوتے ہیں۔جب کمزوروں کو سرزمین مصر کا وارث کرنا مقصود تھا تو انہیں خیر پر جمع کردیا،تمام تر ممکنہ اختیارات سے نواز دیا،سرزمین مصر کا وارث کرنے کے ساتھ ساتھ فرعون کے مال ومتاع کا حاکم کردیا۔نیکوں پر یہ احسان کیوں ہوتا ہے؟ اس کے کئی جوابات ہوسکتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:(۱)......تاکہ نیکی کا کام بڑھے،(۲)......خداترس لوگ نظام حکومت کو شرعی تقاضوں سے چلائیں،(۳)......ناپسندیدہ امور کا سدباب ہوجائے،(۴)......دشمنان اسلام کی ناپاک سوچ سے معاشرہ اثرانداز نہ ہو،(۵)......غیراسلامی مفاد پرست طاقتوں کا سدباب ہوسکے۔(۶)......جعلی،دین دشمن،مفاد پرستوں سے چھٹکارا ملے۔

قبل ازولادت وبعد کے ارھاصات:

۵......جب حضرت موسی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کے وضع حمل کا زمانہ قریب آگیا،فرعون نے دائیوں کو بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں کی نگرانی کے لئے مقرر کیا ہوا تھا،ان میں سے ایک دائی حضرت موسی علیہ السلام کی ماں کی سہیلی اور مخلص دوست تھی جب ان کو درد زہ کی سخت تکلیف ہوئی تو انہوں نے اپنی اس سہیلی کو بلوایا اور کہا تم دیکھ رہی ہو کہ مجھے کتنی تکلیف ہے،تمہاری محبت آج میرے کام آنی چاہیے،اس نے اپنی کاروائی کی حتی کہ حضرت موسی علیہ السلام پیدا ہوئے۔حضرت موسی علیہ السلام کی آنکھوں میں جو نور تھا اس سے وہ دائی دہشت زدہ ہوگئی اور اس کا جوڑ جوڑ کانپنے لگا،اس کے دل میں حضرت موسی علیہ السلام کی محبت سما گئی،پھر اس نے حضرت موسی علیہ السلام کی ماں سے کہا کہ جب تم نے مجھے بلایا تھا تو میرا ارادہ تھا کہ میں اس بچے کو مار ڈالوں گی لیکن تمہارے اس بیٹے سے مجھے اتنی محبت ہوگئی ہے

بچی کسی سے نہیں ہوئی، تم اس کی حفاظت کرنا کیونکہ اس کے دشمن بہت ہیں، جب دائی ان کے گھر سے نکلی تو فرعون کے بعض جاسوسوں نے اسے دیکھ لیا، وہ حضرت موسی علیہ السلام کی ماں سے ملنے کے بہانے ان کے گھر آئے، حضرت موسی علیہ السلام کی بہن نے کہا کہ اے ماں! دروازے پر سپاہی کھڑے ہیں اور اس نے حضرت موسی علیہ السلام کو کپڑے میں لپیٹ کر جلتے ہوئے تنور میں رکھ دیا، اس وقت شدید خوف سے انہیں یہی درست لگا، جب سپاہی گھر میں داخل ہوئے تو تنور جل رہا تھا، انہوں نے دیکھا کہ حضرت موسی علیہ السلام کی ماں اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھیں، انہوں نے پوچھا کہ یہ دائی تمہارے ہاں کیوں آئی تھی؟ انہوں نے کہا وہ میری دوست ہے ملنے آئی تھی، سپاہی چلے گئے، پھر ماں نے اپنی بیٹی سے پوچھا کہ بچہ کہاں ہے؟ تو حضرت موسی علیہ السلام کی بہن نے کہا کہ مجھے پتہ نہیں، اتنے میں تنور سے بچے کے رونے کی آواز آئی، وہ دوڑ کر تنور کی طرف گئی، اللہ عزوجل نے تنور کو موسی علیہ السلام پر ٹھنڈا اور سلامتی والا بنادیا، انہوں نے بچے کو اٹھالیا، پھر جب ماں نے دیکھا کہ فرعون بچے کی تلاشی میں سختی کررہا ہے تو اللہ عزوجل نے ان کے دل میں ڈالا کہ وہ انہیں تابوت میں رکھ کر دریا میں ڈال دیں چنانچہ ایسا ہی کیا اور بڑھئی کے پاس تابوت بنوانے گئیں، بڑھئی نے کہا کہ تم اتنا چھوٹا تابوت بنوا کر کیا کرو گی، انہوں نے جھوٹ بولنا ناپسند کیا اور کہا کہ اپنے بچے کو چھپاؤں گی، بڑھئی نے تابوت تو بنادیا ساتھ ہی ان لوگوں کے پاس بھی اطلاع دینے چلا گیا، لیکن قدرت کا کرنا ایسا کہ اس نے زبان کھولنا چاہی تو اللہ عزوجل نے اس کی قوت گویائی سلب کرلی، ہاتھوں کے اشارے سے بتانے لگا لیکن لوگ سمجھ نہ پائے اور اسے پاگل جان کر خوب مارا، تین بار ایسا ہوا اور ساتھ ہی اس کی بینائی بھی جاتی رہی۔ اس نے سچے دل سے توبہ کی تو اللہ عزوجل نے اس کی قوت گویائی اور بینائی دونوں ہی لوٹادیں۔ (روح المعانی، الجزء ۲۰، ص ۳۴۲)

حضرت موسی کی والدہ کا نام گرامی اور ان کی جانب وحی کا معنی:

۶۔۔۔۔امام قرطبی کہتے ہیں کہ حضرت موسی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا نام ایارخا تھا، اور ایک قول ایارخت کا بھی ہے اور ثعلبی کہتے ہیں ہیں کہ ان کا نام لوحا بنت ھانذ بن لاوی بن یعقوب تھا۔ (القرطبی، الجزء: ۲۰، ص)۔

امام بغوی کہتے ہیں کہ ان کا نام یوحانذ بنت لاوی بن یعقوب تھا۔ (البغوی، ص ۷۰۵)

حضرت موسی علیہ السلام کی والدہ نبی نہ تھیں اس لیے کہ کوئی عورت نبی نہیں ہوسکتی، اللہ کا فرمان واضح ہے ﴿وما ارسلنک قبلک الا رجالا نوحی الیھم﴾ آپ سے پہلے ہم نے جتنے بھی رسول بھیجے وہ سب مرد ہی تھے جن کی طرف ہم وحی کرتے ہیں (الانبیاء: ۷)﴾۔

حضرت موسی علیہ السلام کی والدہ کو الہام کیے جانے سے مراد ان کا دیکھا ہوا خواب ہے جو انہوں نے بوقت ولادت دیکھا تھا، خواب یہ تھا کہ حضرت موسی علیہ السلام کو انہوں نے ایک تابوت میں رکھا پھر اس کو دریا میں ڈال دیا، اور اللہ نے حضرت موسی علیہ السلام کو پھر حیلہ کے ذریعے ان تک لوٹادیا۔ الہام سے مراد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دل میں بات آکر جم گئی اور ہر شخص کو ایسا سابقہ پیش آتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ الہام سے مراد دل میں کسی بات کا جم جانا ہے۔ (تبیان القرآن، ج۷، ص ۳۷۰)۔

حضرت موسی کی ہمشیرہ "مریم" و بی بی آسیہ کے فضائل:

۷۔۔۔۔حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خطوط کھینچے، پھر آپ نے فرمایا: "تم جانتے ہو یہ کیسے خطوط ہیں"؟ مسلمانوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اہل جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد ہیں، اور فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم ہیں جو فرعون کی بیوی ہیں۔

(المعجم الکبیر، عکرمہ عن عبداللہ، رقم: ۱۱۹۲۸، ج ۱۱، ص ۲۶۶)

☆۔۔۔۔حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت کی عورتوں کی سردار مریم بنت عمران ہیں، پھر فاطمہ بنت

محمد ہیں، پھر خدیجہ ہیں پھر آسیہ زوجہ فرعون ہیں''۔ (المعجم الکبیر، کریب عن ابن عباس، برقم: ۱۲۱۷۹ ج ۱۱، ص ۳۲۸)

☆.....حضرت سعد بن جنادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اللہ نے مریم بنت عمران، فرعون کی بیوی آسیہ، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے (جنت میں) میرا نکاح کر دیا''۔ (المعجم الکبیر، عن سعد بن جنادہ، برقم: ۵۴۸۵، ج ۶، ص ۵۲)

انگوٹھے مبارک سے دودھ چوسنا:

۸.....کہا جاتا ہے کہ فرعون کی ایک ہی بیٹی تھی اور اس کے علاوہ اس کی کوئی اولاد نہ تھی، فرعون کے نزدیک اس کی بیٹی سب سے زیادہ مکرم و محترم تھی اور ہر روز فرعون کے پاس اس کی تین آرزوئیں تھیں، اس لڑکی کو برص کی بیماری تھی جس کے علاج کے لئے اس نے تمام اطباء کو جمع کیا انہوں کے غور وفکر کر کے کہا کہ تمہاری یہ بیٹی صرف دریا کی طرف سے تندرست ہو سکتی ہے اس دریا سے انسان کے مشابہ کوئی شخص ملے گا، اس کے لعاب دھن کو اس کے مرض پر لگانے سے اسے شفاء ملے گی۔ اور یہ کام فلاں دن، فلاں وقت میں طلوع آفتاب کے بعد ہوگا، جب وہ پیر کا دن آیا تو فرعون ایک مجلس کے ساتھ دریائے نیل کے کنارے بیٹھ گیا، اس کے ساتھ اس کی بیوی آسیہ بنت مزاحم بھی تھی اور فرعون کی بیٹی بھی اپنی سہیلیوں کے ہمراہ موجود تھی وہ ایک دوسرے کے ساتھ کھیل رہی تھیں اور ایک دوسرے پر پانی کے چھینٹے مار رہی تھیں کہ دریا کہ موجیں ایک تابوت ساتھ لے آئیں، فرعون بولا یہ دریا میں کوئی چیز ہے جو درخت کے ساتھ اٹک گئی ہے اسے میرے پاس لاؤ، لوگ ہر طرف سے کشتیاں لے کر آئے حتی کہ اس تابوت کو فرعون کے سامنے لا رکھا، بڑی مشکل سے تابوت کھولا گیا تو اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، ان کی آنکھوں کے مابین نور تھا اور وہ اپنے انگوٹھے سے دودھ چوس رہے تھے، اللہ عزوجل نے آسیہ اور فرعون کے دل میں اس بچے کی محبت ڈال دی، جب اس بچے کو تابوت سے نکالا تو جہاں ان کا لعاب دھن گرا تھا فرعون کی بیٹی نے اسے لیکر اپنے مرض والے حصے پر لگایا فوراً تندرست ہوگئی، اس نے بچے کو چوما اور سینے سے لگالیا، فرعون کی قوم کے گمراہ لوگوں نے کہا کہ اے بادشاہ! ہمیں گمان ہے کہ یہ وہی بچہ کا جس سے ہم کو خطرہ ہے، انہوں نے اس کو آپ کے ڈر سے دریا میں ڈال دیا ہے، آپ اس کو قتل کر دیں، فرعون نے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو بی بی آسیہ نے کہا کہ یہ بچہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اسے قتل نہ کریں، ہو سکتا ہے یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں، اس نے فرعون سے موسیٰ علیہ السلام کو مانگ لیا اور فرعون نے دے کر کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ (روح البیان، ج ۶، ص ۴۹۱)

فرعون کا نسب:

۹.....فرعون عمالقہ (یعنی قبطی قوم) کے بادشاہ کو کہتے ہیں جو کہ عملیق بن لاوذ بن ارم بن سام بن نوح کی نسل سے ہوتے تھے، جیسا کہ ایرانیوں کے بادشاہ کا نام کسریٰ اور رومیوں کے بادشاہ کا نام قیصر ہوتا تھا، (حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے) فرعون کے نام کے بارے میں اکثر مفسرینِ کرام کی رائے ہے کہ اس کا نام ولید بن معصب بن ریان تھا جسکی عمر چار سو برس سے زیادہ تھی اور یہی مشہور قول ہے۔ (الجمل، ج ۱، ص ۷۴)

دیگر خواتین کا دودھ نہ لینے کی وجوہات:

۱.....حضرت موسیٰ علیہ السلام پر شرعی تقاضوں کی بناء پر دیگر عورتوں کا دودھ لینا حرام نہ ہوا تھا بلکہ طبعی تقاضوں کے پیش نظر انہیں دیگر خواتین کے دودھ لینے سے روکا گیا چنانچہ بھوک لگنے کے باوجود دودھ نہ لیتے، ماں کے دودھ کی لذت، خوشبو انہیں دیگر خواتین کے دودھ سے روکے رکھا تھا، تین ماہ تک ماں کے جسم سے انسیت نے بھی انہیں روک دیا، اللہ عزوجل نے دیگر عورتوں کے دودھ میں ان کے لئے ایسی کڑواہٹ پیدا کردی کہ بھوک کے باوجود دودھ سے رُکے رہے۔ (الرازی، ج ۸، ص ۵۸۲)

طبی لحاظ سے ماں کے دودھ کی خصوصیات:

۱۱.....علامہ اسماعیل حقی حدیث نقل کرتے ہیں: ''لیس للصبی خیر من لبن امه یعنی بچے کے لئے ماں کے دودھ کے سوا کچھ بہتر نہیں ہے''۔

(روح البیان، ج۶، ص۴۹۵)

شیر خوار بچے کو دن میں ۸ سے ۱۰ مرتبہ ماں کا دودھ پلائیں اور درمیان میں دو سے گھنٹے کا وقفہ رکھیں، ماں کا دودھ پینے والے بچے نہ صرف جسمانی اعتبار سے بلکہ عقلی شعور یعنی (physicaly andmentally) اچھی نشر و نما پاتے ہیں۔ اور ان بچوں میں قوت مدافعت دیگر بچوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے جو ماں کے دودھ کے علاوہ دودھ پیتے ہیں۔ قبائلی پنجاب میں صرف بارہ فیصد ایسے بچے ہیں جو کہ ماں کا دودھ پیتے ہیں اور ایک سال کی عمر میں پہنچنے سے پہلے انتقال کر جاتے ہیں۔

Amarican cencer society and National cencer institute of united states کی ریسرچ کے مطابق جو خواتین اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہیں ان میں کینسر کا مرض کم ہوتا ہے۔ ماں کا دودھ بچے کو ۳۸٪ پروٹین، ۳۱٪ انرجی، ۴۵٪ وٹامن اے، ۹۵٪ وٹامن سی کی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ اور یہ ۵۰۰ ml دودھ پلانے سے بچے کو حاصل ہوتا ہے جو کہ تقریباً دو سال میں پورا ہو جاتا ہے۔ ۴۰٪ بچے جو کہ ماں کا دودھ نہیں پیتے ان میں ماں کا دودھ پینے والوں کی بنسبت زیادہ دانتوں کے امراض ہوتے ہیں۔

حربی کافر کا مال کھانے کا حکم:

۱۲.....اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس مقام پر تین باتیں بیان کی ہیں جو ہم ترتیب وار درج ذیل ذکر کرتے ہیں:

(۱).....اشیائے خوردنی جو شریعت نے حلال کی ہیں حلال ہیں، ہنود کی کوئی تخصیص نہیں کہ وہ چیزیں خاص ہندوؤں کی کھانے کی ہیں، ہاں ہندو کے یہاں کا کھانا اگر گوشت ہے حرام ہے، اور اس کے سوا اور چیزیں مباح ہیں، جب تک اُن کی حرمت یا نجاست متحقق نہ ہو اور بچنا اولیٰ ہے۔

(۲).....ہندو کے ساتھ کھانا کھانے کا سوال بے معنی ہے، ہندو کب اُس کے ساتھ کھائے گا، اور اگر ایسا ہو تو اُسے نہ چاہیے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''لاتؤاکلوھم ولا تشاربوھم یعنی ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ ان کے ساتھ پانی پیو''۔

(۳).....غیر مسلم چار قسم ہیں: کتابی، مجوسی، مشرک، مرتد۔ کتابی اگر کتابی ہو ملحد نہ ہو تو اُس کا ذبیحہ اور اُس کے یہاں کا گوشت بھی حلال ہے، اور باقیوں کے یہاں کا گوشت حرام، اور مرتد اُن میں سب سے خبیث تر ہے، اُس کے پاس نشست و برخاست مطلقاً ناجائز، اور ساتھ کھانا ہر کافر کے ساتھ بُرا ہے، پھر اگر اُس میں بدمذہبی کی تہمت ہو جیسے نصرانی کے ساتھ کھانا مسلمانوں کے لئے زیادہ باعث نفرت ہو تو اس کا حکم اور سخت تر ہو گا ورنہ اُس اصل حکم میں کہ اُن کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ پانی نہ پیو سب برابر ہیں۔

(الفتاوی الرضویہ مخرجہ، باب: شرب وطعام، ج۲۱، ص ۶۶۸)

اغراض:

نزلت بالجحفة: سید عالم ﷺ جس وقت غار سے ہجرت کرتے ہوئے نکلے اور مقام جحفہ میں نزول فرمایا، جب مکۃ المکرمہ کے راستے کو پہچانا تو دل مکۃ المکرمہ جانے کا مشتاق ہوا اور یہ آیت سفر ہی میں سید عالم ﷺ کی تسلی خاطر و مکۃ المکرمہ کے سفر کی خوشخبری دینے کے لئے نازل ہوئی، کہ سید عالم ﷺ مکۃ المکرمہ کی جانب ضرور تشریف لے جائیں گے۔ اور عارفین کے نزدیک یہاں نزول آیت مسافر کو آرام و سکون کے ساتھ سفر مکمل کرنے کے لئے بشارت بھی ہے، اور موت یا آخرت تک کی معاد مراد لینا بھی جائز ہے اور

یہ آیت نہ تو مکۃ المکرمہ میں نازل ہوئی اور نہ ہی مدینۃ المنورہ میں، نہ تو ہجرت سے قبل نازل ہوئی اور نہ ہی بعد ہجرت کے مقیم ہو جانے پر بلکہ یہ آیت تو سفر میں (مقام جحفہ میں) نازل ہوئی۔

ای ھذہ الآیات: یعنی اس سورہ کی آیات، اور اس کی جانب مفسر نے اللہ ﷻ کے علم کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

لاجلھم: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ "لقوم" میں لام تعلیل کا ہے، اور اس سے مقصود مومنین ہیں کیونکہ یہی آیات قرآنیہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ **الی قولہ:** ﴿لا نبتغی الجاھلین﴾ مراد چار آیات ہیں۔

تعظم: بمعنی تکبر و افتخر ہے۔ **بالقتل و غیرہ:** یعنی الوھیت کا دعوی کرنا۔

یقتدی بھم: یعنی لوگوں کے ذلیل و رسوا ہونے کے بعد، ان کی ائمہ کی اقتداء کرنا مراد ہے۔

یخافون من الموت: اور یہ خوف حضرت موسی علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر اور غرق ہونے کے مناظر کا ادارک کر کے ہوا۔

وحی الھام او منام: یہ مفسرین کے دو اقوال ہیں، یا اسی قسم کی کوئی اور چیز سے حضرت موسی علیہ السلام کی ماں کو خبردار کیا، ایک قول یہ بھی ہے کہ وحی غیر نبی کے لئے نہیں ہو سکتی، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ احکام شرع کے ساتھ فرشتوں کا کسی کے پاس نزول کرنا ممنوع ہے، اور اس کے علاوہ معاملات جائز ہیں، جب کہ اس کے علاوہ معاملے میں فرشتے کا نزول ہونا جائز ہے، جس کی نظیر سورۃ البقرۃ میں گزر چکی ہے۔ **غرقۃ:** اس جملے سے خوف کے ثابت یا منفی ہونے کے تناقض کو دفع کیا گیا ہے، پس مثبت ہونا یہ ہے کہ ذبح کا خوف ہو اور منفی ہونا یہ ہے کہ غرق ہو جانے کا خوف لاحق ہو۔

فوضعتہ فی تابوت: والدہ محترمہ نے حضرت موسی علیہ السلام کو حکم کے مطابق تابوت میں رکھ دیا، جس کا طول پانچ بالشت اور اتنا ہی عرض تھا، اور تابوت کو تالا لگا دیا۔ **ممھد:** یعنی تابوت کے اندر کا فرش، جو کہ روئی وغیرہ کے ذریعے اندر سے مفرش تھی۔

صبیحۃ اللیل: سے مراد پیر کا دن ہے۔ **فی عاقبۃ الامر:** "لیکون" میں لام عاقبت اور صیرورت کا ہے نہ کہ علت کا۔

فعوقبوا علی یدیہ: یعنی فرعونیوں نے اپنے ہاتھوں عذاب کا منہ دیکھا، پس یہ ان کے لئے بڑی ذلت ہے۔

فاطاعوھا: جیسا کہ مصر کے اُمراء کی عادت ہوا کرتی ہے، کہ اپنی عورتوں کی بات مانتے ہیں۔

مما سواہ: یعنی صبح کو موسی علیہ السلام کی والدہ کو فکر لاحق ہوئی، شیطان نے انہیں وسوسہ دیا کہ ہو سکتا ہے کہ فرعون نے تیرے بیٹے کو قتل کر دیا ہو، اسے قتل کر کے دریا میں ڈال دے وغیرہ اور اس وجہ سے وہ بھول گئیں کہ اللہ ﷻ نے ان کی جانب کچھ الہام وغیرہ فرمایا تھا، المختصر۔

مریم: ایک قول یہ ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کی بہن کا نام مریم، جب کہ کلثمۃ اور کلثوم ہونے کا بھی قول ملتا ہے۔

ای منعناہ: سے مراد کراہیت تحریمی کی جانب اشارہ ہے، جب کہ نابالغ مکلف نہیں ہوا کرتا۔

فقبل ثدیھا: سے مراد یہ ہے کہ فرعون کے پاس آٹھ روز رہنے کے باوجود حضرت موسی علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہیں لیا، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ جب ہامان نے فرمان ﴿وھم لہ ناصحون﴾ سنا تو کہا کہ میں ایسے لوگوں کی جانب رہنمائی کراؤں گا، پس اس نے بی بی مریم پکڑ لیا اور معلومات حاصل کیں، جس پر بی بی مریم نے کہا کہ میں ایسے لوگوں کی جانب رہنمائی کروں گی جس سے بچہ دودھ لے گا، پس فرعون نے حکم دیا اور بی بی مریم اپنی والدہ کو لے آئیں۔

فمکث عندھا الی ان فطمتہ: سے مراد دو سال ہیں۔ **وغیرہ:** سے مراد تربیت اور اصلاح حال ہے۔

واخذتھا لانھا مال حربی: حربی کا مال لینا کیسے جائز ہے، کہ حضرت موسی علیہ السلام کی والدہ کا دودھ پلانے کی اجرت لینا کیسا ہے؟۔

(الصاوی، ج٤، ص٢٧٨ وغیرہ)

رکوع نمبر:۵

﴿ولما بلغ اشده ﴾وهو ثلاثون سَنةً او وثلث﴿ واستوى ﴾اى بَلَغَ اربعين سَنَةً ﴿اتينه حكما﴾حِكمَةً﴿ وعلما ﴾فِقهًا فِي الدِّينِ قبلَ اَنْ يَبعَثَ نَبِيًّا ﴿ وكذلك ﴾كما جَزَينَاهُ ﴿ نجزى المحسنين (۱۴)﴾لِاَنفُسِهِمْ﴿ ودخل ﴾مُوسٰى﴿ المدينة ﴾مَدِينَةَ فِرعَونَ وَهِيَ مُنُفُ بَعدَ اَن غَابَ عَنهُ مُدَّةً﴿ على حين غفلة من اهلها ﴾وَقتَ القَيلُولَةِ﴿ فوجد فيها رجلين يقتتلن ذ هذا من شيعته ﴾اَى اِسرَائِيلِيٌّ﴿ وهذا من عدوه ج﴾اى قِبطِيٌّ يَسخَرُ الاِسرائِيلِيّ لِيَحمِلَ حَطَبًا اِلى مَطْبَخِ فِرعَونَ﴿ فاستغاثه الذى من شيعته على الذى من عدوه لا﴾فقالَ لهُ موسٰى خَلِّ سَبِيلَهُ فَقِيلَ اِنَّهُ قَالَ لِمُوسٰى لَقَدْ هَمَمْتُ اَن اَحمِلَهُ عَلَيكَ ﴿ فوكزه موسى ﴾اى ضَرَبَهُ بِجَمعِ كَفِّهِ وَكانَ شَدِيدُ القُوَّةِ والبَطشِ﴿ فقضى عليه ﴾اى قَتَلَهُ وَلَم يَكُنْ قَصدُ قَتلِهِ وَدَفَنَهُ فِي الرَّمَلِ﴿ قال هذا ﴾اى قَتلُهُ﴿ من عمل الشيطن ط﴾المُهَيِّجِ غَضَبِي﴿ انه عدو ﴾لِابنِ آدمَ﴿ مضل ﴾لَهُ﴿ مبين (۱۵)﴾بَيِّنُ الاِضلالِ﴿ قال ﴾نَادِمًا﴿ رب انى ظلمت نفسى ﴾بِقَتلِهِ﴿ فاغفرلى فغفرله ط انه هو الغفور الرحيم (۱۶)﴾اَيِ المُتَّصِفُ بِهِمَا اَزَلًا وَاَبَدًا ﴿ قال رب بما انعمت ﴾بِحَقِّ اِنعَامِكَ﴿ على ﴾بِالمَغفِرَةِ اَعصِمنِي﴿ فلن اكون ظهيرا ﴾اَعوانًا﴿ للمجرمين (۱۷)﴾اَلكَافِرِينَ بَعدَ هٰذِهِ اِنْ عَصَمتَنِي ﴿ فاصبح فى المدينة خائفا يترقب ﴾يَنتَظِرُ مَا يَنَالُهُ مِن جِهَةِ القَتِيلِ﴿ فاذا الذى استنصره بالامس يستصرخه ﴾يَستَغِيثُ بِهِ عَلى قِبطِيٍّ آخَرَ﴿ قال له موسى انك لغوى مبين (۱۸)﴾بَيِّنُ الغَوَايَةِ لِمَا فَعَلتَهُ اَمسِ وَاليَومِ﴿ فلما ان ﴾زَائِدَةٌ﴿ اراد ان يبطش بالذى هو عدو لهما لا﴾لِمُوسٰى وَالمُستَغِيثِ بِهِ﴿قال﴾اَلمُستَغِيثُ ظَانًّا اَنَّهُ يَبطِشُ بِهِ لَمَّا قَالَ لَهُ﴿ يموسى اتريد ان تقتلنى كما قتلت نفسا م بالامس صلے ق ان ﴾مَا﴿تريد الا ان تكون جبارا فى الارض وما تريد ان تكون من المصلحين (۱۹)﴾فَسَمِعَ القِبطِيُّ ذٰلِكَ فَعَلِمَ اَنَّ القَاتِلَ مُوسٰى فَانطَلَقَ اِلى فِرعَونَ فَاَخبَرَهُ بِذَالِكَ فَاَمَرَ فِرعَونُ الذَّبَّاحِينَ بِقَتلِ مُوسٰى فَاَخَذُوا الطَّرِيقَ اِلَيهِ قَالَ تعالٰى﴿ وجاء رجل ﴾هُوَ مُومِنٌ اٰلِ فِرعَونَ﴿ من اقصا المدينة ﴾آخِرِهَا﴿ يسعى ز﴾يُسْرِعُ فِي مَشْيِهِ مِن طَرِيقٍ اَقرَبَ مِن طَرِيقِهِم﴿ قال يموسى ان الملا ﴾مِن قَومِ فِرعَونَ﴿ ياتمرون بك ﴾يَتَشَاوَرُونَ فِيكَ﴿ليقتلوك فاخرج ﴾مِنَ المَدِينَةِ﴿ انى لك من النصحين (۲۰)﴾فِي الاَمرِ بِالخُرُوجِ﴿ فخرج منها خائفا يترقب ﴾لُحُوقَ طَالِبٍ اَو غَوثَ اللهِ اِيَّاهُ﴿ قال رب نجنى من القوم الظلمين (۲۱)﴾قَومِ فِرعَونَ.

﴿ترجمہ﴾

اور جب اپنی جوانی کو پہنچا (تیس یا تینتیس سال کے ہوئے ......) اور پورے زور پر آیا (یعنی چالیس سال کے ہوگئے) ہم نے

اسے حکم (یعنی حکمت) اور علم (یعنی دینی فقاہت ......۲......) عطا فرمایا (نبی مبعوث کرنے سے بھی پہلے......۳......) اور اسی طرح (جیسا کہ ہم نے اسے صلہ دیا) ہم صلہ دیتے ہیں (اپنی جانوں پر) احسان کرنے والوں کو اور (موسیٰ علیہ السلام) شہر میں داخل ہوا (یعنی فرعون کے شہر میں جس کا نام مسنف ......۴...... تھا، کافی مدت وہاں سے غائب رہنے کے بعد) شہر والوں کی غفلت کے وقت (یعنی دوپہر میں ان کے سونے کے وقت......۵......) تو اس میں دو مرد لڑتے پائے ایک موسیٰ کے گروہ سے تھا (یعنی اسرائیلی......۶...... تھا) اور دوسرا اس کے دشمنوں سے (یعنی قبطی تھا، جو اسرائیلی کو قابو میں کر رہا تھا تا کہ ایندھن اس سے اٹھوا کر فرعون کے باورچی خانہ تک لیجائے) تو وہ جو اس کے گروہ سے تھا اس نے موسیٰ سے مدد مانگی اس پر جو اس کے دشمنوں میں تھا (اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی سے کہا اس کو جانے دو، کہتے ہیں اس قبطی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا اب یہ ایندھن میں تم سے اٹھواؤنگا) تو موسیٰ نے اس کے گھونسا مارا (وکز کا معنی گھونسا بنا کر مارنا، آپ علیہ السلام انتہائی قوی اور طاقتور تھے......۷......) تو اس کا کام تمام کر دیا (یعنی اسے قتل کر دیا گھونسا مارنے سے آپ علیہ السلام کا مقصد اسے قتل کرنا نہیں تھا پھر آپ علیہ السلام نے اسے ریت میں دفن کر دیا......۸......) کہا یہ (یعنی قبطی کا قتل) شیطان کی طرف سے ہوا (کہ جس نے میرے جلال کو ابھارا) بیشک وہ (یعنی شیطان) دشمن ہے (انسانوں کا) کھلا گمراہ کرنے والا ہے (مضل مبین بمعنی بین الاضلال ہے) عرض کی (اظہار ندامت کرتے) اے میرے رب میں نے (میں اسے قتل کرکے) اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے بخش دے تو رب نے اسے بخش دیا بیشک وہی بخشنے والا مہربان......۹...... (یعنی ہمیشہ سے ان دونوں اوصاف سے متصف ہے اور ہمیشہ رہے گا) عرض کی اے میرے رب جیسا تو نے مجھ پر انعام کیا (تیرے اس انعام کے حق کے سبب جو تو نے مجھ پر فرمایا تو مجھے محفوظ و معصوم رکھ) کہ میں ہر گز مجرموں کا مددگار نہ ہوں گا......۱۰...... (یعنی اگر تو نے مجھے عصمت دے دی تو اس کے بعد ہر گز کافروں کا مددگار نہ ہوں گا، ظہیرا کے معنی مددگار ہے) تو صبح کی اس شہر میں ڈرتے ہوئے انتظار کرتے (اس معاملہ کا انتظار کرتے جو مقتول کے ورثاء کی طرف آپ علیہ السلام کو پہنچنے کا تھا) جبھی دیکھا کہ وہ جس نے کل ان سے مدد چاہی تھی فریاد کر رہا ہے (دوسرے قبطی کے خلاف آپ علیہ السلام سے مدد مانگ رہا ہے) موسیٰ نے اس سے فرمایا بیشک تو کھلا گمراہ ہے (جو جھگڑا کل کیا تھا آج بھی وہی کر رہا ہے) تو جب موسیٰ نے چاہا کہ اس پر گرفت کرے جو ان دونوں کا دشمن ہے (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور اس مدد طلب کرنے والے کا، آیت مذکورہ میں ان زائدہ ہے، وہ مدد طلب کرنے والا) بولا (یہ گمان کرکے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی گرفت کرنا چاہتے ہیں وہ یہ بات آپ علیہ السلام کے کلام کی وجہ سے سمجھا تھا) بولا: اے موسیٰ! کیا تم مجھے ویسا ہی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا تم نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تھا تم تو یہی چاہتے ہو کہ زمین میں سخت گیر بنو اور اصلاح کرنا نہیں چاہتے (آیت مذکورہ میں ان بمعنی ما نافیہ کے ہے، جب قبطی نے یہ بات سنی تو اس نے جان لیا کہ مقتول قبطی......۱۱...... کے قاتل حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں وہ فوراً فرعون کے پاس گیا اور اسے اس بات کی خبر دی، یہ سن کر فرعون نے جلادوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا حکم دے دیا، اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈھونڈنے نکلے) اور شہر کے آخری کنارے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا (جس کو مومن آل فرعون کہتے ہیں تیز تیز چلتے ہوئے ایسے رستے سے آیا جو دیگر فرعونیوں کے اختیار کردہ راستوں سے جلد آپ علیہ السلام تک پہنچانے والا تھا) کہا اے موسیٰ بیشک دربار والے (یعنی قوم فرعون) آپ کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں (یأتمرون بک بمعنی یتشاورون فیک ہے) کہ وہ آپ کو قتل کر دیں تو آپ (شہر سے) نکل جائیں بے شک میں (شہر سے نکل جانے کا حکم دینے میں) آپ کا خیر خواہ ہوں تو اس شہر سے نکلا ڈرتا ہوا انتظار کرتا (ڈھونڈنے والوں کا، یا اللہ کی مدد آنے کا) عرض کی کہ اے میرے رب! مجھے ستم گاروں سے (یعنی قوم فرعون سے) بچالے

﴿ترکیب﴾

﴿ولما بلغ اشده واستوى اتينه حكما وعلما﴾.

و: مستانفہ ،لما ظرفیہ شرطیہ ،بلغ اشده: فعل بافاعل ومفعول ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و: عاطفہ: استوى: فعل بافاعل ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر شرط ،اتينه: فعل بافاعل ومفعول ،حكما وعلما: مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ جزا ،ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿وكذلك نجزى المحسنينo﴾.

و: عاطفہ ،كذلك ظرف مستقر "جزاء" مصدر محذوف کیلئے صفت ،ملکر مفعول مطلق مقدم ،نجزى المحسنين: فعل بافاعل ومفعول ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ودخل المدينة على حين غفلة من اهلها﴾.

و: عاطفہ ،دخل فعل "هو" ضمیر ذوالحال ،على: جار ،حين: مضاف ،غفلة: موصوف ،من اهلها: ظرف مستقر صفت ،ملکر مضاف الیہ ،ملکر مجرور ،ملکر ظرف مستقر حال ،ملکر فاعل ،المدينة: مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ جملہ محذوف "وغاب عن فرعون مدة طويلة لانه اقام فى مقر ثلاثين سنة ،ثم ذهب الى مدين واقام فيها عشر سنين" پر معطوف ہے۔

﴿فوجد فيها رجلين يقتتلن هذا من شيعته وهذا من عدوه﴾.

ف: عاطفہ ،وجد: فعل بافاعل ،فيها: ظرف لغو ،رجلين: موصوف ،يقتتلن: جملہ فعلیہ صفت اول ،هذا: مبتدا ،من شيعته: ظرف مستقر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،هذا من عدوه: جملہ اسمیہ معطوف ،ملکر صفت ثانی ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاستغاثه الذى من شيعته على الذى من عدوه فوكزه موسى فقضى عليه﴾.

ف: عاطفہ ،استغاثه: فعل ومفعول ،الذى: موصول ،من شيعته: ظرف مستقر صلہ ،ملکر فاعل ،على: جار ،الذى من عدوه: موصول صلہ ،ملکر مجرور ،ملکر ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ ،ف: عاطفہ ،وكزه: فعل ومفعول ،موسى: فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ،ف: عاطفہ ،قضى عليه: فعل بافاعل وظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال هذا من عمل الشيطن انه عدو مضل مبينo﴾.

قال: قول ،هذا: مبتدا ،من عمل الشيطن: ظرف مستقر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ ،انه: حرف مشبہ بالفعل واسم ،عدو: موصوف ،مضل مبين: صفتان ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال رب انى ظلمت نفسى فاغفرلى فغفرله انه هو الغفور الرحيمo﴾.

قال: قول ،رب: نداء ،انى: حرف مشبہ واسم ،ظلمت نفسى: فعل بافاعل ومفعول ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ف: عاطفہ ،اغفرلى: فعل امر بافاعل وظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء ،ملکر مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ ،ف: عاطفہ ،غفرله: فعل بافاعل وظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ ،انه: حرف مشبہ واسم ،هو الغفور الرحيم: جملہ اسمیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال رب بما انعمت على فلن اكون ظهيرا للمجرمينo﴾.

قال: قول ،رب: نداء ،ب: جار قسمیہ ،ما: مصدریہ ،انعمت على: فعل بافاعل وظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور ،ملکر ظرف مستقر، فعل محذوف "اقسم" کیلئے ،ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، ف: عاطفہ ،لن: حرف نفی ناصبہ ،اكون: فعل ناقص بااسم ،ظهيرا للمجرمين: شبہ جملہ خبر ،ملکر جملہ فعلیہ ،جملہ محذوف "لاتوبن" پر معطوف ہے ،ملکر جواب قسم ،اپنی قسم سے ،ملکر مقصود بالنداء ،ملکر مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فاصبح فی المدینۃ خائفا یترقب فاذاالذی استنصرہ بالامس یستصرخہ﴾.
ف: عاطفہ، اصبح: فعل ناقص با اسم، فی المدینۃ: ظرف مستقر حال مقدم، خائفا: ذوالحال، ملکر خبر اول، یترقب: جملہ فعلیہ خبر ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، الذی: موصول، استنصرہ بالامس: فعل با فاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، یستصرخہ: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال لہ موسی انک لغوی مبین٥﴾.
قال لہ موسی: فعل وظرف لغو وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ قول، انک: حرف مشبہ واسم، لام: ابتدائیہ، غوی مبین: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فلما ان اراد ان یبطش بالذی ھو عدولھما قال یموسی اترید ان تقتلنی کما قتلت نفسا بالامس﴾.
ف: عاطفہ، لما: شرطیہ ظرفیہ، ان: زائدہ، اراد: فعل با فاعل، ان: مصدریہ، یبطش: فعل با فاعل، ب: جار، الذی: موصول، ھو: مبتدا، عدو: موصوف، لھما: ظرف مستقر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، قال: قول، یموسی: نداء، ھمزہ: حرف استفہام، ترید: فعل با فاعل، ان: مصدریہ، تقتلنی: فعل با فاعل ومفعول، کاف: جار، ما: مصدریہ، قتلت نفسا بالامس: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، ملکر ظرف مستقر "قتلا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مرکب توصیفی مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان ترید الا ان تکون جبارا فی الارض وما ترید ان تکون من المصلحین٥﴾.
ان: نافیہ، ترید: فعل با فاعل، الا: اداۃ حصر، ان: مصدریہ، تکون: فعل ناقص با اسم، جبارا: موصوف، فی الارض: ظرف مستقر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما ترید: فعل نفی با فاعل، ان: مصدریہ، تکون من المصلحین: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجاء رجل من اقصا المدینۃ یسعی﴾.
و: عاطفہ معطوف علی محذوف "فذھب القبطی الذی سمع ماقالہ الاسرائیلی وقد علم ان موسی قاتل القبطی الاول الی فرعون، واخبرہ بجلیۃ الامر، فغضب فرعون، وامر بقتل موسی" جاء: فعل، رجل: موصوف، یسعی: جملہ فعلیہ صفت، ملکر فاعل، من اقصاالمدینۃ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال یموسی ان الملا یا تمرون بک لیقتلوک﴾.
قال: قول، یموسی: نداء، ان الملا: حرف مشبہ واسم، یا تمرون بک: فعل با فاعل وظرف لغو، لیقتلوک: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فاخرج انی لک من النصحین٥﴾.
ف: فصیحیہ، اخرج: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان سمعت نصیحتی" کیلئے جزاء، ملکر جملہ شرطیہ، انی: حرف مشبہ و "ی" ضمیر ذوالحال، لک: ظرف مستقر حال، ملکر اسم، من النصحین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿فخرج منھا خائفا یترقب قال رب نجنی من القوم الظلمین﴾.
ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فعمل موسی بنصیحتہ"، خرج: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، خائفا: حال اول، یترقب: جملہ فعلیہ

حال ثانی، بلکہ فاعل، منہا: ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ، قال: قول، رب: نداء، نجنی: فعل امر بافاعل ومفعول، من القوم الظلمین: ظرف لغو، بلکہ جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، بلکہ مقولہ، بلکہ جملہ قولیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اشدہ واستوی کی تحقیق:

۱...... علامہ رازی فرماتے ہیں: (۱)...... اشد کا معنی جسمانی وبدنی قوتوں کا کمال تک پہنچنا ہے، اور استواء کا معنی قوت عقلیہ کا کمال ہے مراد یہ ہے کہ جب جسمانی وعقلی قوت کمال تک پہنچی۔ (۲)...... اشد کا معنی قوت کا کمال درجے کو پہنچنا اور استواء کا معنی خلقت کا کمال درجے کو پہنچنا، مراد یہ ہے کہ جب ان کی خلقت اپنے کمال کو پہنچی۔ (۳)...... اشد کہتے ہیں بلوغت کو پہنچنے کو اور استواء کا معنی تخلیق کا کامل ہونا، یعنی اللہ نے ان کے جسم کو جہاں تک بنایا تھا وہاں تک کامل بنادیا۔ (۴)...... حضرت ابن عباس کہتے ہیں عام طور پر انسان اٹھارہ سے تیس سال کی عمر تک اشد ہوتا ہے اور اس کی قوت وجسامت میں اضافہ ہوتا ہے، تیس سے چالیس سال تک اسی کیفیت میں رہتا ہے کہ نہ تو قوت وجسامت میں اضافہ ہوتا ہے نہ ہی کمی ہوتی ہے، ہاں چالیس سال سے جسامت وقوت میں کمی ہونا شروع ہوتی ہے۔ امام رازی کہتے ہیں کہ ابن عباس کا ارشاد برحق ہے کہ انسانی عمر کی ابتداء سے اس میں نشو ونما شروع ہوتی ہے، پھر وہ اسی حالت پر قائم رہتا ہے، پھر اس کے بعد اس کا جسم کم ہونا شروع ہوتا ہے، انسانی جسم کی نشو ونما کا سلسلہ بیس سال تک ہوتا ہے اور بیس سے لیکر تیس سال کی عمر تک نشو ونما بہت کم ہوتی ہے اور اس کی قوت میں بتدریج اضافہ ہوتا ہے اور تیس سے چالیس سال کی عمر میں بتدریج اضافہ ہوتا رہتا ہے اور تیس سے چالیس سال تک اسی حالت پر قائم رہتا ہے اور چالیس سے ساٹھ سال کی عمر تک اس کی جسامت میں کمی ہوتی ہے لیکن یہ کمی غیر واضح اور مخفی ہوتی ہے اور ساٹھ سال سے آخر عمر تک اس کے جسم میں واضح کمی ہوتی ہے۔

(الرازی، ج۸، ص ۵۸۳)

علم وحکمت عطا فرمانے کا بیان:

۲...... تو ہم نے انہیں حکم یعنی نبوت اور علم دیا، علم سے مراد اللہ عزوجل کی معرفت اور اس کے احکام کی پہچان ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد نبوت دینا نہیں ہے، کیونکہ وہ تو آپ کو ہجرت کے بعد مدین سے واپسی پر عطا ہوئی تھی، بلکہ اس سے مراد احکام شریعہ کی فقاہت وعلم کا عطا کرنا ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ یہاں حرف عطف واؤ مطلق جمع کے لئے ہے اور اس میں ترتیب پر کوئی دلیل موجود نہیں، نبوت اگرچہ ہجرت کے بعد آپ کو عطا ہوئی لیکن یہاں اس کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ اس وعدے کے بیان کی تکمیل ہوجائے جو اللہ نے آپ کی والدہ سے کیا تھا اور فرمایا: "انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین"۔ (المظھری، ج۵، ص۳۶۷)

نبوت چالیس سال میں دیئے جانے کا مسئلہ:

۳...... علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں: جمہور کے نزدیک ہمارے نبی کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث فرمایا گیا اور اسی طرح سے ہر نبی کے ساتھ ہوتا ہے سوائے بعض کے، اور بعض احباب چالیس سال کے ہونے کی شرط نہیں لگاتے اس لئے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نبی ہیں اور انہیں آسمانوں پر اٹھالیا گیا ہے اور جس وقت انہیں آسمان پر اٹھایا گیا ان کی دنیاوی گنتی کے اعتبار سے عمر مبارک تینتیس (۳۳) سال تھی، حضرت یوسف علیہ السلام اٹھارہ سال کی عمر میں، حضرت یحیی علیہ السلام نابالغی کی عمر میں یعنی دو یا تین سال کی عمر میں اور انہیں حضرت عیسی علیہ السلام سے ایک یا نصف سال پہلے شہید کردیا۔ (روح البیان، ج۶، ص۴۹۸)

علامہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی کہتے ہیں:

ہر نبی کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا۔ (الکشاف، ج۳،ص۴۰۲)

علامہ احمد خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

عنایۃ القاضی میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تینتیس (۳۳) سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا اور چالیس سال کی عمر میں آسمانوں پر اٹھالیا گیا، اس لئے چالیس سال کی عمر میں نبوت عطا کرنے یا مبعوث کئے جانے کا حکم تغلیبی ہے یعنی یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اکثریہ ہے۔ (عنایۃ القاضی، ج۷،ص۲۸۵)

عبدالوہاب شعرانی حنفی کہتے ہیں:

جن لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ نبوت کسبی ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ انبیاء کرام اظہار رسالت سے پہلے یا تو مخلوق سے کنارہ کش ہوجاتے ہیں یا پھر عبادت کرتے ہیں اور ان میں وحی کو قبول کرنے کی استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے تاکہ وہ اس حالت کی طرف لوٹ جائیں جو اللہ نے ان کے لئے مقدر کی ہے، سو جو لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ وہ پہلے مخلوق سے کنارہ کش تھے اور عبادت کرتے تھے پھر ان کو نبوت عطا ہوئی اور یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کو نبوت ان کے کسب سے حاصل ہوئی لیکن یہ ان کا وہم ہے اور ان کی نظر کی کوتاہی ہے، اور شیخ محی الدین ابن عربی نے الفتوحات مکیہ کے باب نمبر ۲۹۸ میں لکھا ہے کہ جس نے یہ کہا کہ نبوت کسب سے حاصل ہوتی ہے اس نے خطا کی، نبوت صرف اللہ کی عطا سے مختص ہے۔ (الیواقیت الجواہر، ص۳۰۲ وغیرہ)

صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی کہتے ہیں:

نبوت کسبی نہیں کہ آدمی عبادات وریاضت کے ذریعہ حاصل کرسکے، بلکہ محض عطائے الٰہی ہے کہ جسے چاہتا ہے اپنے فضل سے دیتا ہے، ہاں دیتا اسی کو ہے جسے اس منصب عظیم کے قابل بناتا ہے جو قبل حصول نبوت تمام اخلاق رذیلہ سے پاک اور تمام اخلاق فاضلہ سے مزین ہوکر جملہ مدارج نبوت طے کر چکا ہے اور اپنے نسب وجسم وقول وفعل وحرکات وسکنات میں ہر ایسی بات سے منزہ ہوتا ہے جو باعث نفرت ہو اسے عقل کامل عطا کی جاتی ہے جو اوروں کی عقل سے بدرجہا زائد ہے کسی حکیم اور کسی فلسفی کی عقل اس کے لاکھویں حصے کو نہیں پہنچ سکتی۔ ﴿اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ﴾ اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے (الانعام:۱۲۴)، ﴿ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم﴾ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے (الجمعۃ:۴)۔ (بہار شریعت مخرجہ، نبوت کا بیان، حصہ ۱، ج۱، ص۳۶)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمانوں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کے لئے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے جواب ارشاد فرمایا: "جب حضرت آدم روح وجسم کے درمیان تھے"۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: ماجاء فی فضل النبی ﷺ، رقم: ۳۶۲۹، ص۱۰۳۵)

علامہ شعرانی کہتے ہیں:

اگر تم پوچھو کہ کیا سیدنا محمد ﷺ کے سوا کسی اور کو بھی اس وقت نبوت دی گئی جب حضرت آدم علیہ السلام پانی ومٹی کے درمیان تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تک یہ حدیث نہیں پہنچی کہ کسی اور کو بھی یہ مقام دیا گیا ہو، باقی حضرات انبیائے کرام صرف اپنی رسالت کے ایام مخصوصہ میں ہی نبی تھے، اگر تم پوچھو کہ آپ نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ میں اس وقت بھی انسان تھا، یا اس وقت بھی موجود تھا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے خصوصیت کے ساتھ نبوت کا ذکر یہ بتانے کے لئے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کو تمام انبیائے کرام سے پہلے نبوت دی گئی، کیونکہ نبوت اسی وقت ملتی ہے جو وقت اس کے لئے اللہ جل جلالہ کی بارگاہ میں متعین ہوتا ہے۔ علامہ شعرانی مزید لکھتے ہیں کہ

تمام انبیائے کرام ومرسلین عظام کے مدد طلب کرنے کی جگہ سیدنا محمد ﷺ کی روح ہے کیونکہ آپ ﷺ ہی قطب الاقطاب ہیں، اور آپ ﷺ ہی تمام اولین وآخرین لوگوں کی مدد کرنے والے ہیں، اور آپ ہی ہر نبی وولی کی مدد کرنے والے ہیں خواہ ان کا ظہور آپ ﷺ سے پہلے ہو جب آپ ﷺ غیب میں تھے، یا جب آپ ﷺ عالم شہادت میں ظاہر ہو گئے اور یا جب آپ ﷺ برزخ میں منتقل ہو چکے ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی رسالت کے انوار متقدمین ومتاخرین کے عالم سے کبھی منقطع نہیں ہوئے۔ اگر تم کہو کہ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ ﷻ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا، اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ ﷻ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا تو ان میں تطبیق کیسے ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں حدیثوں کا معنی واحد ہے کیونکہ اللہ ﷻ نے سب سے پہلے سیدنا محمد ﷺ کی حقیقت کو پیدا کیا، اور اس حقیقت کو کبھی عقل سے تعبیر کیا اور کبھی نور سے۔

(الیواقیت والجواھر، ص۳۳۹)

منف کسے کہتے ہیں؟

۴......اسباب منع صرف میں سے علمیت اور تانیث یا علمیت وعجمہ ہے، مصر کے مضافاتی علاقے کا نام ہے ایک قول کے مطابق مصر کی کسی بستی کا نام ہے جسے "ام خنان" بھی کہتے ہیں جو کہ مصر سے دو فرسخ کے فاصلے پر ہے، ایک قول کے مطابق مصر ہی کو کہتے ہیں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ سورج ڈوبنے کا علاقہ منف کہلاتا ہے۔

(الصاوی، ج۴، ص۲۸۳)

وہ شہر یا تو منف تھا جو حدود مصر میں ہے، اصل اس کی مافہ ہے زبان قبطی میں اس لفظ کے معنی ہیں تیس ۳۰ یہ پہلا شہر ہے جو طوفان حضرت نوح علیہ السلام کے بعد آباد ہوا اس شہر میں مصر بن حام نے اقامت کی، یہ اقامت کرنے والے کل تیس تھے اس لئے اس کا نام مافہ ہوا پھر اس کی عربی منف ہوئی یا وہ شہر حابین تھا جو مصر سے دو فرسنگ کے فاصلے پر تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ شہر عین شمس تھا۔

(خزائن العرفان، القصص: ۱۵، حاشیہ: ۳۳)

قیلولہ کے وقت کو غفلت کا وقت قرار دینا:

۵......مفسرین کرام کے اس بارے میں کئی اقوال ہیں غفلت کا وقت کونسا تھا؟ مفسر جلال نے قیلولہ کے وقت کو غفلت کا وقت قرار دیا ہے، ایک قول نصف نہار کے وقت کے بارے میں بھی ملتا ہے جس میں لوگ غفلت کا شکار ہوتے ہیں، مغرب وعشاء کے درمیانی وقت کو بھی غفلت کا وقت کہا جاتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس وقت میں شہر میں داخل ہونے کا سبب یہ بنا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام "ابن فرعون" کے نام سے موسوم کئے جاتے تھے اور فرعون کی سواریوں پر سوار ہوتے اور اس کے دیئے کپڑے پہنتے، ایک دن فرعون سواری پر سوار ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام غائب تھے، بعد میں بتایا گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے روانہ ہوئے اور منف نامی علاقے میں داخل ہوئے جس کے اطراف میں کوئی اور راستہ نہ جاتا تھا۔

(الخازن، ج۳، ص۳۵۹)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

ہمارے اولیائے کرام قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم نے قیلولہ کے لئے خالی وقت رکھا ہے جس میں نماز وتلاوت نہیں یعنی ضحوۂ کبریٰ سے نصف نہار تک، وہ فرماتے ہیں کہ چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر خواب خوب ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے اور ٹھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہیے کہ پیش از زوال وضو سے فارغ ہو کر وقت زوال کہ ابتدائے ظہر ہے ذکر وتلاوت میں مشغول ہو، امام اجل شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی "عوارف" میں فرماتے ہیں:

نماز چاشت سے فراغت کے بعد اور اس کے بعد کی مقررہ تعداد کی رکعتیں ادا کر کے سونا اچھا اور مناسب ہے، سفیان ثوری نے فرمایا کہ صوفیائے کرام جب نماز واوراد سے فارغ ہو جاتے تو سلامتی اور عافیت کے لئے سونے کو پسند کرتے تھے اور (دوپہر سے

قبل) سونے میں متعدد فوائد ہیں ان میں سے ایک رات کے قیام میں مدد ملتی ہے، آگے چل شیخ صاحب نے مزید فرمایا: طالبِ حقیقت کو چاہیے کہ زوال سے کچھ وقت پہلے نیند سے بیدار ہو جائے تاکہ استواء سے پہلے وضو اور طہارت سے فارغ ہو کر استواء کے وقت (جو کہ ابتدائے ظہر ہے) قبلہ رُخ ہو کر ذکر یا تسبیح یا تلاوت میں مصروف ہو جائے۔

(الفتاوی الرضویۃ مصرحہ برسالہ القلادۃ المرصعۃ فی نحر الاحوبۃ الاربعۃ اشرفعلی تھانوی کے چار فتوؤں کا رد، ج۷، ص ۸۷)

اسرائیلی قوم کون تھی؟

۶..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو فرزندِ ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام و حضرت اسحٰق علیہ السلام تھے، حضرت اسحٰق علیہ السلام کی نسل میں کئی انبیائے کرام مبعوث ہوئے جن میں سرفہرست حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام نامی اسم گرامی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔

وکز کی تحقیق:

۷..... وکــز کے معنی طعن کرنا، کسی چیز کو دور کرنا، یا ہاتھ سے کسی کو مارنا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے ﴿فوکزہ موسی تو موسیٰ نے اُسے گھونسا مارا (القصص:۱۵)﴾۔ (المفردات، ص ۵۴٦)

حافظ ابن عساکر کہتے ہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعونی سے کہا کہ اسرائیلی کو چھوڑ دو، اس فرعونی نے کہا اے موسیٰ (علیہ السلام)! اس نے ہمارے مالک فرعون کو بُرا کہا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا خبیث! تم جھوٹ بولتے ہو مالک تو "اللہ وحدہ لاشریک" ہے اور فرعون کے کاموں پر لعنت ہو، جب فرعونی نے یہ بات سنی تو وہ اسرائیلی کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لڑنے لگا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو گھونسا مارا اور وہ قضاء مر گیا۔ (تاریخ دمشق، ج٦٤، ص ۲۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وساوس کا جنم لینا!

۸..... امام رازی کہتے ہیں کہ اس مقام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کچھ اعتراضات اور وساوس جنم لیتے ہیں کہ جو کہ ترتیب وار یوں ہیں: (۱)..... اگر قبطی مستحق قتل تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ﴿ھذا من عمل الشیطان یہ کام شیطان کی طرف سے ہے (القصص:۱۵)﴾ اور ﴿رب انی ظلمت نفسی فاغفر لی فغفر لہ اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے بخش دے تو رب نے اُسے بخش دیا (القصص:۱٦)﴾ اور ﴿فعلتھا اذا وانا من الضالین میں نے وہ کام کیا جب کہ مجھے راہ کی خبر نہ تھی (الشعراء:۲۰)﴾ کیوں فرمایا؟ اور اگر مستحق قتل نہ ہو تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب معصیت و گناہ کا منسوب ہونا لازم آتا ہے؟ (۲)..... اللہ عزوجل کا فرمان ﴿وھذا من عدوہ﴾ اس بات پر دلیل ہے کہ قبطی حربی کافر تھا اور اس کا خون مباح تھا، پھر استغفار کیوں فرمایا؟ اور مباح کام کے کرنے پر استغفار کرنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں مباح کے حرام ہونے کا شبہ ہوتا ہے، لہٰذا ایسا کیوں کیا؟ (۳)..... مکا مارنے سے آپ کا مقصد بظاہر قتل کرنا نہیں تھا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قتل خطا ہوا ہے، پھر استغفار کیوں فرمایا؟ (اول)..... جواب یہ ہے کہ کافر مباح الدم ہے کہنا کیوں جائز نہیں ہے، اللہ عزوجل کا فرمان ﴿ھذا من عمل الشیطان یہ کام شیطان کی طرف سے ہے (القصص:۱۵)﴾ کے کئی جواب ہو سکتے ہیں ہو سکتا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے کافر کے قتل کو ابتدائی دور ہی میں مباح کر دیا ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کے قتل کرنے میں تاخیر فرمائی اس لئے مستحب کام میں تاخیر ہو جانے کی وجہ سے ﴿ھذا من عمل الشیطان یہ کام شیطان کی طرف سے ہے (القصص:۱۵)﴾ فرمایا ہو۔ (دوم)..... ہو سکتا ہے کہ "ھذا" اسم اشارہ کا

مشارالیہ مقتول ہو نہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذات پاک یعنی یہ قتل ﴿ھذا من عمل الشیطان﴾ یعنی ھذا المقتول من عمل الشیطان۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "ھذا" کا مشار الیہ مقتول ہو یعنی ھذا من جند الشیطان و حزبہ یعنی وہ مرا ہوا شیطان کے گروہ و قبیلے سے ہے"۔ (سوم)......﴿رب انی ظلمت نفسی فاغفر لی فغفر لہ﴾ اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر زیادتی کی تو مجھے بخش دے تو رب نے اُسے بخش دیا (القصص:۱۶) ﴾ کا فرمان حضرت آدم علیہ السلام کے فرمان ﴿ربنا ظلمنا انفسنا﴾ اے ہمارے رب ہم نے اپنا آپ برا کیا (الاعراف:۲۳) ﴾ کے قبیلے سے ہو، ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ... کی وجہ سے اپنی ذات پر ثواب کے حصول کو ناممکن جان کر ایسا جملہ تواضع کے طور پر استعمال کیا ہو جیسا کہ ما قبل سے بھی ظاہر ہے۔ ﴿فاغفر لی﴾ کا قول اس بات پر دلیل ہے کہ اے اللہ! مجھ سے مستحب کام ترک ہوا اور اب فرعون حیرا ... ہے کہ مجھے قتل کرے تو تیری ہی ذات مجھے اُس کے پنجے سے بچا سکتی ہے، چنانچہ فاغفر لی بمعنی فاستر علی ہے یعنی تو مجھے فرعون سے بچالے۔ ﴿فعلتها اذا وانا من الضالین﴾ کے ضمن میں جان لیں کہ ہم کہتے ہیں کہ کافر مباح الدم ... حکم مختلف شریعتوں میں مختلف ہی رہا۔ (الرازی، ج۸، ص۵۸۹ وغیرہ)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رجوع الی اللہ کرنا

۹......حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مبارک کلمات (القصص:۱۵ تا ۱۷) یہ ہیں: ﴿قال ھذا من عمل الشیطان انہ عدو مضل مبین﴾ ﴿قال رب انی ظلمت نفسی فاغفر لی فغفر لہ انہ ھو الغفور الرحیم﴾ ﴿قال رب بما انعمت علی فلن اکون ظھیرا للمجرمین﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان عظمی کا بیان ما قبل میں مفصل طور پر کر دیا، یہاں صرف ان آیات کا اشارۃً ذکر کیا ہے تا کہ الگ سے ذکر کرنے کی اہمیت معلوم ہو جائے کہ حضرات انبیائے کرام ترک مندوب پر بھی اپنی ذات پر زجر والے جملے منسوب کر کے ہمیں سکھا رہے ہیں کہ ہمیں کیسے زندگی گزارنی ہے؟ ... اللہ تعالیٰ ہمیں ... کی توفیق عطا فرمائے۔

ظالمین کی مدد نہ کرنی چاہیے

... ظلم و زیادتی کا بازار گرم کرنے والے جرائم پیشہ عادی مجرم جیل کی سلاخوں میں عرصہ دراز سے ... بدلہ لینے کی آگ جن کے سینوں میں جلتی ہو ... انتقام کا ذہن رکھنے والے، کلمہ گو مسلمان بے قصور ... نام پر لوٹنے والے، گولیوں سے بھون کر لاشیں ... کرکے خوف و ہراس پھیلا کر امت مسلمہ کو اذیت دے کر جگہ جگہ بدامنی کی فضا گرم کر کے ... زندگی گزارنے والے آخر بلند کیوں نہیں آتے؟ ان کے دلوں میں خوف خدا ... کیوں پیدا ہوتا؟ آخر اپنی قبر و آخرت کو کیوں داؤ پر لگانے پر مصر ہیں؟ بے زبان جانوروں کو ... کے نام پر گولی مارنے والے جب کہ قرآن مجید قربانی کے جانوروں کی تعظیم کا حکم دیتا ہے۔ اللہ کا فرمان ہے ﴿ذلک ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب﴾ بات یہ ہے اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے (الحج:۳۲) ﴿والبدن جعلنھا لکم من شعائر اللہ لکم فیھا خیر﴾ اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں سے کیے، تمہارے لیے ان میں نفع ہے (الحج:۳۶) ﴾ افسوس ... قربانی کے جانور کو ہی گولی ماردی گئی ... کا یہ کام ہو سکتا ہے؟ کیا ایسا کرنے والے اپنی موت کو بھول جاتے ہیں ... کو نقصان پہنچانے والا ... بھول جاتے ہیں کہ اللہ ... ہے ... شریعت ...

پر عمل کرتے ہیں یہ شاید ان کے پاس کسی سوال کا کوئی جواب نہ ہو۔ ﴿یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا﴾ اللہ بہت سوں کو گمراہ کرتا اور بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے (البقرۃ:۲۶)۔

...... خیالات کی سی تصویر ایک طرف لیکن امید کی ایک کرن آج بھی نظر آتی ہے کہ ہمارے جیسے طلبہ میں بھی مدنی ہونے کے ساتھ ساتھ اور امید پر نیت میں روشنی کا ایک خوبصورت آج بھی جگمگا رہا ہے، آج بھی امید تو ہمارے دلوں میں ہے اگر مدنی ان کی زبان سے ان کی خدمات کو سمجھ کر سرانجام دینے والا امیر اہلسنت مولانا محمد الیاس عطار قادری بھی ہیں۔ کاش کہ ان کی خدمات مزید لی جائیں۔

مرنے والا قبطی کون تھا؟

۱۱...... اللہ نے فرمایا: ﴿فوجد فیها رجلین یقتتلان هذا من شیعته وهذا من عدوه﴾ تو اس میں دو مرد لڑتے پائے ایک موسیٰ کے گروہ سے تھا اور دوسرا دشمنوں سے (القصص:۱۵)۔ امام رازی اس آیت کے تحت مفسرین کے اقوال نقل فرماتے ہیں جو کہ یہ ہیں: (۱)...... زجاج کہتے ہیں دونوں لڑنے والوں میں سے ایک حضرت موسیٰ کی قوم سے تھا اور دوسرا ان کے دشمنوں کی قوم سے تھا، اور (۲)...... مقاتل کا قول ہے کہ دونوں کافر تھے، ہاں ایک بنی اسرائیل اور دوسرا قبطی قبیلے سے تعلق رکھتا تھا، (۳)...... مشہور قول یہ ہے کہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے تھا وہ مسلمان تھا کیونکہ وہ ...... قوم ...... سے لڑنے پر (خود سے) آمادہ نہ تھا، اور دوسرا شخص فرعون کے قبیلے کا تھا، (۴)...... ایک قول یہ بھی تھا کہ قبطی اسرائیلی قبیلے سے تعلق رکھتا اور فرعون کا باورچی تھا، جو کہ جلانے کے لئے لکڑیاں اکٹھی کرنے گیا تھا، (۵)...... دو لڑنے والوں میں سے ایک سامری نامی شخص تھا جو حضرت موسیٰ کی قوم سے تھا اور دوسرا فرعون کا باورچی تھا اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے ...... اثناء حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مکے سے وہ ہلاک ہو گیا۔ (تفسیر کبیر ...... ج۸ صفحہ ۵۸۴)

اغراض:

ای بلغ اربعین سنة: مناسب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام عقل و خرد کے لحاظ سے اپنی مکمل جوانی کو پہنچے، حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں تیس سال رہے، پھر مدین کا رخ فرمایا اور وہاں دس سال رہے، اور قبطی کا قتل مدین جانے سے پہلے ہوا اور یہی مدین جانے کا سبب بھی بنا۔

کما جزیناه: جس طرح ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ کے ساتھ احسان کیا یونہی ہم مومنین پر احسان کرتے ہیں۔

وقت القیلولة: مراد مغرب سے عشاء تک کا وقت ہے، اور قیلولے کا سبب یہ ہوا کہ آپ علیہ السلام اسی وقت میں شہر میں داخل ہوئے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لوگ فرعون کا بیٹا کہتے تھے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی سواری پر سوار ہوتے تھے اسی کا لباس پہنتے تھے، ایک دن فرعون سواری پر سوار ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت موجود نہ تھے، جب تشریف لائے تو بتایا گیا کہ فرعون سوار ہو کر گیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے تشریف لے گئے، اور فرعون کو منف کے علاقے میں جا لیا، ...... کے پاس گئے اور وہاں کوئی اور نہ تھا۔

بجمع کفه: یعنی ہاتھ کا مکہ بنا کر مارا، صفت کی اضافت موصوف کی طرف کی گئی ہے۔

ولم یکن قصد قتله: ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے، اعتراض یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قبطی کو قتل کرنے پر کیسے کمربستہ ہو گئے؟ ہم کہیں کہ قتل کرنا عمداً نہیں بلکہ خطاءً تھا، کہا جاتا ہے کہ قتل کرنے کا قول تہمت دور کرنے کے لئے ہے جو کہ واجب ہے اور استغفار کرنا ابرار کی نیکیاں مقربین کے نزدیک برائی ہوتی ہیں کے قبیلے سے ہیں۔

ان عصمتنی: فرعون کی صحبت، انتظامی امور، لشکر وجاہ و منصب کو مجرمین ہونے کے ساتھ ظاہر کر کے عصمت ظاہر کیا۔

علی قبطی آخر: قبطی ان سے مدد طلب کر رہا تھا۔

قال لہ موسی: ابن عباس کا قول ہے کہ فرعون کی قوم نے فرعون کو اطلاع دی کہ بنی اسرائیل نے ہمارے ایک آدمی کو مار ڈالا ہے، اس پر فرعون نے کہا کہ قاتل اور گواہوں کو تلاش کرو، فرعونی گشت کرتے ہوئے پھر رہے تھے کہ انہیں کوئی ثبوت نہیں ملا، دوسرے دن حضرت موسی علیہ السلام کو پھر ایسا ہی اتفاق ہوا کہ وہی بنی اسرائیل جس نے ایک روز مدد چاہی تھی آج پھر کسی فرعونی سے لڑ رہا تھا، اور حضرت موسی علیہ السلام کو دیکھ کر فریاد کرنے لگا۔

لما فعلتہ امس الیوم: یعنی تم نے کل ایک آدمی کے ساتھ معاملہ کیا اور تیری وجہ سے میں نے اسے قتل کر دیا، اور آج تو مزید کسی اور سے لڑ رہا ہے اور مجھ سے مدد چاہتا ہے۔

ھو مومن آل فرعون: مراد فرعون کے چچازاد بھائی ہیں جس کا نام حزقیل تھا، ایک قول یہ ہے کہ شمعون نام تھا، ایک قول سمعان کہا گیا اور اس کا ذکر فرمان پاک ﴿وقال رجل مومن من آل فرعون﴾ میں ملتا ہے۔ (الصاوی، ج ٤، ص ۲۸۳ وغیرہ)

ایک اہم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

مرد کے لیے سونے وموتی کے کنگن کا حکم:

حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص پیتل کی انگوٹھی پہنے ہوئے تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا بات ہے کہ تم سے بُت کی بُو آتی ہے؟ انہوں نے وہ انگوٹھی پھینک دی، پھر لوہے کی انگوٹھی پہن کر آئے، فرمایا: "کیا بات ہے کہ تم جہنمیوں کا زیور پہنے ہوئے ہو" ؟ اسے بھی پھینکا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس چیز کی انگوٹھی بنائیں؟ فرمایا: "چاندی کی بناؤ اور ایک مثقال پورا نہ کرو، یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو"۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الخاتم، باب :ما جاء فی خاتم الحدید،رقم: ۴۲۲۳،ص ۷۸۴)

☆...... ترمذی کی حدیث میں ہے کہ لوہے کے بعد سونے کی انگوٹھی پہن کر آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا بات ہے کہ تم کو جنتیوں کا زیور پہنے دیکھتا ہوں، یعنی سونا تو جنتیوں کا زیور ہے"۔(سنن الترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی خاتم الحدید، رقم: ۱۷۹۲، ص ۵۳۸)

مَرد کو زیور پہننا مطلقاً حرام ہے، صرف چاندی کی ایک انگوٹھی جائز ہے، جو وزن میں ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشے سے کم ہو اور سونے کی انگوٹھی بھی حرام ہے، تلوار کا حلیہ چاندی کا جائز ہے یعنی اس کے نیام اور قبضہ یا پرتلے میں چاندی لگائی جا سکتی ہے، بشرطیکہ وہ چاندی موضع استعمال میں نہ ہو۔(الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، ج ۹، ص ۵۰۷)

بعض علماء نے کہا یَشب (یعنی ایک قیمتی پتھر کا نام جو مائل بہ سبزی ہوتا ہے)، اور عقیق (ایک سرخ رنگ کا قیمتی پتھر) کی انگوٹھی سے بچا جائے اور بعض نے ہر قسم کے پتھر کی انگوٹھی کی اجازت دی ہے اور بعض نے سب کی ممانعت کی ہے۔ لہذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ چاندی کے سوا ہر قسم کی انگوٹھی سے بچا جائے، خصوصاً جب کہ صاحب ہدایہ جیسے جلیل القدر کا میلان اس سب کے عدم جواز کی طرف ہے۔ (بہار شریعت مخرجہ، انگوٹھی اور زیور کا بیان، حصہ ۱٦، ج ۳، ص ٤٢٦)

رکوع نمبر: ۲

﴿ ولما توجه ﴾قَصَدَ بِوَجْهِهٖ﴿ تلقاء مدين ﴾جِهَتَهَا وهِيَ قَرْيَةُ شُعَيبٍ مَسِيرَةَ ثَمَانِيَةِ اَيَّامٍ مِنْ مِصرَ سُمِّيَتْ بِمَدْيَنَ ابْنِ اِبراهِيمَ ولَمْ يَكُن يَعْرِفُ طَرِيْقَهَا﴿ قال عسى ربى ان يهديني سواء السبيل (۲۲) ﴾اَىْ قَصْدَ الطَّرِيقِ اَيِ الطَّرِيقَ الوَسْطَ اِلَيْهَا فَاَرسَلَ اللهُ اِلَيهِ مَلَكًا بِيَدِهٖ عَنَزَةٌ فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلَيْهَا﴿ ولما ورد ماء مدين ﴾بِئرٌ فِيهَا اَىْ وَصَلَ اِلَيْهَا﴿ وجد عليه امة ﴾جَمَاعَةً كَثِيرَةً﴿من الناس يسقون ﴾مَوَاشِيَهُمْ﴿ ووجد من دونهم ﴾اَىْ سِوَاهُمْ﴿ امراتين تذودن ﴾تَمْنَعَانِ اَغْنَامَهُمَا عَنِ المَاءِ﴿قال ﴾مُوسٰى لَهُمَا﴿ما خطبكما ﴾اَىْ شَأْنُكُمَا لَا تَسْقِيَانِ﴿ قالتا لا نسقى حتى يصدر الرعاء ﴾جَمْعُ رَاعٍ اَىْ يَرْجِعُوا مِنْ سَقْيِهِمْ خَوفَ الزِّحَامِ فَنَسْقِي وَفِي قِرَائَةٍ يُصْدِرُ مِنَ الرُّبَاعِيِّ اَىْ يُصْرِفُوا مَوَاشِيَهُمْ عَنِ المَاءِ﴿وابونا شيخ كبير (۲۳) ﴾لَا يَقْدِرُونَ اَنْ يَسْقِيَ﴿ فسقى لهما ﴾مِنْ بِئْرٍ اُخْرٰى بِقُرْبِهَا رَفَعَ حَجَرًا عَنْهَا لَا يَرْفَعُهُ اِلَّا عَشَرَةُ اَنْفُسٍ﴿ ثم تولى ﴾اِنْصَرَفَ﴿ الى الظل ﴾لِسَمُرَةٍ مِنْ شِدَّةِ حَرِّ الشَّمسِ وَهُوَ جَائِعٌ﴿فقال رب انى لما انزلت الى من خير ﴾طَعَامٍ﴿ فقير (۲۴) ﴾مُحْتَاجٌ فَرَجَعَتَا اِلٰى اَبِيهِمَا فِي زَمَنٍ اَقَلَّ مِمَّا كَانَتَا تَرجِعَانِ فِيهِ فَسَاَلَهُمَا عَنْ ذَالِكَ فَاَخْبَرَتَاهُ بِمَنْ سَقٰى لَهُمَا فَقَالَ لِاِحْدٰهُمَا اُدْعِيهِ لِي قَالَ تَعَالٰى﴿ فجاء ته احدهما تمشى على استحياء ﴾اَىْ وَاضِعَةٍ كُمَّ دِرعِهَا عَلٰى وَجْهِهَا حَيَاءً مِنْهُ﴿قالت ان ابى يدعوك ليجزيك اجر ما سقيت لنا ﴾فَاَجَابَهَا مُنْكِرًا فِي نَفْسِهٖ اَخْذَ الاُجْرَةِ وَكَاَنَّهَا قَصَدَتِ المُكَافَاةَ اِنْ كَانَ مِمَّنْ يُرِيدُهَا فَمَشَتْ بَيْنَ يَدَيهِ فَجَعَلَتِ الرِّيحُ تَضْرِبُ ثَوبَهَا فَتَكْشِفُ سَاقَهَا فَقَالَ لَهَا اِمْشِي خَلْفِي وَ دُلِّينِي عَلَى الطَّرِيقِ فَفَعَلَتْ اِلٰى اَنْ جَاءَ اَبَاهَا وَهُوَ شُعَيبٌ عليه السلامُ وَعِنْدَهُ عِشَاءٌ قَالَ لَهُ اِجْلِسْ فَتَعَشَّ قَالَ اَخَافُ اَنْ يَكُونَ عِوَضًا مِمَّا سَقَيْتُ لَهُمَا وَاَنَا اَهْلُ بَيْتٍ لَا نَطْلُبُ عَلٰى عَمَلِ خَيرٍ عِوَضًا قَالَ لَا عَادَتِي وَعَادَةُ آبَائِي نَقْرِي الضَّيْفَ وَنُطْعِمُ الطَّعَامَ فَاَكَلَ وَاَخْبَرَهُ بِحَالِهٖ قَالَ تَعَالٰى﴿ فلما جاء ه وقص عليه القصص ﴾مَصْدَرٌ بِمَعْنَى المَقْصُوصِ مِنْ قَتْلِهِ القِبْطِيَّ وَقَصْدِهِمْ قَتْلَهُ وَخَوفِهٖ مِنْ فِرعَونَ﴿ قال لا تخف نجوت من القوم الظلمين (۲۵) ﴾اِذْ لَا سُلْطَانَ لِفِرعَونَ عَلٰى مَدْيَنَ﴿ قالت احدهما ﴾وَهِيَ المُرْسَلَةُ الكُبْرٰى اَوِ الصُّغْرٰى﴿ يابت استاجره ﴾اِتَّخِذْهُ اَجِيرًا يَرْعٰى غَنَمَنَا اَىْ بَدْلَنَا﴿ ان خير من استاجرت القوى الامين (۲۶) ﴾اَىْ اِسْتَاجِرْهُ لِقُوَّتِهٖ وَاَمَانَتِهٖ فَسَاَلَهَا عَنْهُمَا فَاَخْبَرَتْهُ بِمَا تَقَدَّمَ مِنْ رَفْعِهٖ حَجَرَ البِئْرِ وَمِنْ قَولِهٖ لَهَا اِمْشِي خَلْفِي وَزِيَادَةَ اَنَّهَا لَمَّا جَاءَتْهُ وَعَلِمَ بِهَا صَوَّبَ رَاْسَهٗ فَلَمْ يَرْفَعْهُ فَرَغِبَ فِي اِنْكَاحِهٖ﴿ قال انى اريد ان انكحك احدى ابنتى هتين ﴾وَهِيَ الكُبْرٰى وَالصُّغْرٰى﴿ على ان تاجرنى ﴾تَكُونَ اَجِيرًا لِي فِي رَعْيِ غَنَمِي﴿ ثمنى حجج ﴾اَىْ سِنِيْنَ﴿ فان اتممت عشرا ﴾اَىْ رَعْيَ عَشْرِ سِنِينَ﴿ فمن

عندک ج ﴿التمام﴾ وما اريد ان اشق عليک ط ﴿باشتراط العشر ﴿ ستجدني ان شاء الله ﴿للتبرک﴾ من الصلحين ﴿٢٧﴾ الوافين بالعهد ﴿قال﴾ موسى ﴿ ذلک ﴾ الذي قلت ﴿ بيني وبينک ايما الاجلين ﴾ الثمان او العشر وما زائدة اي رعية ﴿ قضيت ﴾ به اي فرغت عنه ﴿ فلا عدوان علي ﴾ بطلب الزيادة عليه ﴿ والله على ما نقول ﴾ انا وانت ﴿ وكيل ﴿٢٨﴾ ﴾ حفيظ او شهيد فتم العقد بذلک وامر شعيب ابنته ان يعطي موسى عصا يدفع بها السباع من غنمه وكانت عصي الانبياء عنده فوقع في يدها عصا آدم من آس الجنة فاخذها موسى بعلم شعيب.

﴿ترجمه﴾

اور جب متوجہ ہوا (یعنی اپنے چہرے کے ساتھ قصد کیا) مدین کی طرف (یعنی مدین کی جہت کی طرف ...... مدین وہ مقام ہے جہاں حضرت شعیب علیہ السلام ...... تشریف رکھتے تھے اس کا مصر سے فاصلہ آٹھ دن کی مسافت تھا اس شہر کا نام مدین بن ابراہیم کے نام پر مدین رکھا گیا تھا آپ علیہ السلام کو اس مقام کا راستہ معلوم نہ تھا) کہا قریب ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ بتائے (یعنی سیدھا مقصود تک پہنچنے والا راستہ سواء السبیل کا معنی سیدھا راستہ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی رہنمائی کے لیے ایک فرشتہ بھیجا جس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا وہ آپ علیہ السلام کو مدین لے کر گیا ......) اور جب مدین کے پانی پر آئے (یعنی مدین میں موجود کنویں پر آئے) یعنی کنویں کے پاس پہنچے تو وہاں لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ (مویشیوں کو) پانی پلا رہے تھے اور ان کے سوا (من دونهم بمعنی من سواهم ہے) دو عورتیں ...... دیکھیں کہ روک رہی ہیں (یعنی اپنے مویشیوں کو پانی سے روک رہی ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا (ان دونوں سے) تم دونوں کا کیا حال ہے؟ (تم دونوں کا کیا معاملہ ہے کہ پانی نہیں پلاتیں؟) وہ بولیں ہم پانی نہیں پلاتے جب تک سب چرواہے پلا کر پھیر نہ لے جائیں (الرعاء جمع ہے راع کی یعنی رش کی وجہ سے جب تک چرواہے اپنے مویشیوں کو پانی پلا کر واپس نہ ہو لیں ہم اس وقت تک پانی نہیں پلاتیں پھر ہم ان کے جانے کے بعد اپنے مویشیوں کو پانی پلاتی ہیں اور ایک قراءت میں یصدر کو باب افعال سے پڑھا گیا ہے اس صورت میں معنی ہوگا جب تک سب چرواہے اپنے مویشیوں کو پلا کر پھیر نہ لے جائیں پانی ہے) اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں (وہ جانوروں کو پانی پلانے کی قوت نہیں رکھتے ......) تو موسیٰ نے دونوں کے جانوروں کو پانی پلایا (دوسرے کنویں سے جو پہلے کنویں سے قریب تھا اس کے منہ پر پتھر رکھا تھا آپ علیہ السلام نے تنہا اس پتھر کو ہٹایا حالانکہ اس پتھر کو دس آدمی مل کر ہٹایا کرتے تھے ......) پھر سایہ کی طرف پھرا (ایک بڑے اور گھنے درخت کی طرف، سورج کی تپش سے بچنے کے لیے، آپ علیہ السلام پر اس وقت بھوک بھی غالب تھی، تولی بمعنی انصرف ہے) عرض کی اے میرے رب! میں اس خیر (یعنی کھانے) کا جو تو میرے لیے اتارے محتاج ہوں (فقیر بمعنی محتاج ہے، جلد ہی وہ دونوں عورتیں اپنے والد گرامی کے پاس لوٹ آئیں آپ نے ان سے اتنی جلدی پانی پلا کر واپس آ جانے کے متعلق دریافت کیا تو دونوں نے انہیں ان کے جانوروں کو پانی پلانے والے شخص کے بارے میں خبر دی تو حضرت شعیب علیہ السلام نے ان میں سے ایک سے ارشاد فرمایا تم اسے میرے پاس بلا لاؤ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے) تو ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس آئی شرم سے چلتی ہوئی (حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حیاء کرتے ہوئے اپنی آستین کا پلو اپنے چہرے پر ڈال رکھا تھا ......) بولی میرا باپ تمہیں بلاتا ہے کہ تمہیں مزدوری دے اس کی جو تم نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے (آپ علیہ السلام نے اس کی بات مان لی، آپ علیہ السلام نے دل میں یہ قصد کر لیا تھا کہ اپنے عمل کی اجرت

نہیں لونگا اور اس عورت نے گویا کہ بدلہ چکانے کا قصد کیا تھا کہ اگر عمل کا بدلہ قبول کر لینے والے ہونگے تو دلالت ہے لیکن ...... لیکن وہ عورت ان کے آگے چلنے لگی ہوا ان کے جھونکے نے اس کے کپڑوں کو حرکت دی جس کے نتیجے میں آپ کی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھ گیا یہ معاملہ ہوا تو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا تم میرے پیچھے چلو اور مجھے رستہ بتاتی رہو ایں سبب بھی کیا حتیٰ کہ وہ اپنے والد گرامی کے پاس آگئی اور وہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے، آپ کے پاس رات کا کھانا رکھا تھا آپ علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا بیٹھو اور رات کا کھانا کھاؤ آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے خوف ہے کہ میرے ان دونوں عورتوں کے مویشیوں کو پانی پلانے کا بدلہ نہ ہو جائے اور ہم ایسے لوگ ہیں جو اپنے نیک عمل کا عوض لوگوں سے نہیں مانگتے ...... یہ سن کر شعیب علیہ السلام نے فرمایا یہ عوض نہیں ہے بلکہ میرے آباؤ اجداد کی عادت ہے کہ ہم مہمان نوازی کرتے اور کھانا کھلاتے ہیں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھانا تناول فرمایا اور تمام حال حضرت شعیب علیہ السلام کو کہہ سنایا، اللہ ارشاد فرماتا ہے) جب موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس آئے اور اسے باتیں کہہ سنائیں (القصص مصدر ہے بمعنی للمفعول ہے یعنی بمعنی مقصوص ہے یعنی آپ علیہ السلام کا قبطی کو مارنا اور فرعونیوں کا آپ علیہ السلام کو قتل کرنے کا قصد کرنا اور آپ کا فرعون کے ظلم سے خوف کرنا سب بتا دیا) اس نے کہا ڈریئے نہیں آپ بچ گئے ظالموں سے (کہ یہاں مدین میں فرعون کی حکومت نہیں ہے) ان میں کی ایک بولی (جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے کے لیے بھیجا گیا تھا یا تو وہ بڑی صاحبزادی تھی یا پھر چھوٹی) اے میرے باپ ان کو نوکر رکھ لو (کہ ہمارے بجائے ہمارے جانوروں کو یہ چرائیں استجرہ بمعنی اتخذہ اجیرا ہے) بیشک بہتر نوکر وہ جو طاقتور امانت دار ہو (یعنی آپ انہیں ان کی قوت و طاقت اور شرافت و امانت کے سبب نوکر رکھ لیجئے ......١٠......، پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے ان سے ان دونوں اوصاف کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کنویں سے پتھر ہٹا دینے اور آپ سے یہ بات کہنے کہ میرے پیچھے چلو ...... الخ اور مزید بتایا کہ جب میں ان کے پاس گئی اور انہیں میرے آنے کا علم ہوا تو انہوں نے سر جھکا لیا اور پھر سر نہیں اٹھایا، یہ اوصاف سن کر حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کا نکاح اپنی بیٹی سے کروا دینے کی رغبت ہوئی ......١١......) کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں بیٹیوں میں سے ایک تمہیں بیاہ دوں (خواہ چھوٹی یا بڑی صاحبزادی میں سے ایک کو ......١٢......) اس مہر پر کہ تم میری ملازمت کرو (میری بکریوں کو چرانے کے لیے تم میرے اجیر رہو ......١٣......) آٹھ برس (حجج بمعنی سنین ہے) پھر اگر پورے دس برس کر لو (یعنی دس سال تک جانوروں کو چراؤ) تو (یہ مدت پوری کرنا) تمہاری طرف سے ہے اور میں (دس سال کی ملازمت کی شرط لگا کر) تمہیں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا قریب ہے کہ ان شاء اللہ مجھے نیکوں میں پاؤ گے (عہد پورا کرنے والوں میں پاؤ گے) کہا (حضرت موسیٰ علیہ السلام نے) یہ (بات جو آپ علیہ السلام نے کہی) میرے اور آپ کے درمیان اقرار ہے میں ان دونوں میں جو میعاد پوری کر دوں (آٹھ سالہ یا دس سالہ "ایما" میں ما زائدہ ہے) یعنی جانور چرانے کی (مدت ان میں سے جو بھی چاہوں گا پوری کر دوں گا) تو مجھ پر کوئی مطالبہ نہ ہوگا (اس مقررہ پر مزید اضافہ طلب کر کے) اور ہمارے (یعنی میرے اور آپ علیہ السلام کے) اس کہے پر اللہ وکیل ہے (حفاظت کرنے والا یا گواہ ہے، پس اس شرط پر یہ عقد تام ہو گیا اور حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کو حکم دیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک عصا دے دیں تاکہ جس کے ذریعے وہ درندوں کو بھگا سکیں اور حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس متعدد انبیاء کرام علیہم السلام کے عصا ہائے مبارک تھے پس آپ علیہ السلام کی صاحبزادی کے ہاتھ میں حضرت آدم علیہ السلام کا عصا مبارک آگیا جو جنت کی آس نامی لکڑی کا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کے علم میں لا کر وہ عصا مبارک لے لیا۔

(ترکیب)

﴿ولما توجہ تلقاء مدین قال عسی ربی ان یھدینی سواء السبیل۝﴾۔

و: مستانفہ، لما: شرطیہ، توجہ: فعل بافاعل، تلقاء مدین: ظرف مکان، ملکر جملہ فعلیہ شرط، قال: قول، عسی: فعل رجاء، ربی: اسم، ان: مصدریہ، یھدینی سواء السبیل: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿ولما ورد ماء مدین وجد علیہ امۃ من الناس یسقون ووجد من دونھم امراتین تذودن﴾۔

و: عاطفہ، لما: شرطیہ، ورد ماء مدین: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، وجد علیہ: فعل بافاعل وظرف لغو، امۃ: موصوف، من الناس: ظرف مستقر صفت اول، یسقون: جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، وجد من دونھم: فعل بافاعل وظرف لغو، امراتان: موصوف، تذودان: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال ماخطبکما﴾۔

قال: قول، ما: استفہامیہ مبتدا، خطبکما: خبر ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالتا لانسقی حتی یصدر الرعاء وابونا شیخ کبیر۝﴾۔

قالتا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، لانسقی: فعل نفی "ونحن" ضمیر مستتر ذوالحال، و: حالیہ، ابونا: مبتدا، شیخ کبیر: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، حتی: جار، یصدر الرعاء: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فسقی لھما ثم تولی الی الظل﴾۔

ف: عاطفہ، سقی: فعل بافاعل، لھما: ظرف لغو مفعول محذوف "غنمھما"، ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، تولی: فعل بافاعل، الی الظل: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فقال رب لما انزلت الی من خیر فقیر۝﴾۔

ف: عاطفہ، قال: قول، رب: نداء، لام: جار، ما: موصولہ، انزلت الی: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، من خیر: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، فقیر: صفت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالندا، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فجاء تہ احدھما تمشی علی استحیاء﴾۔

ف: عاطفہ، جاء تہ: فعل ومفعول، احدھما: ذوالحال، تمشی: فعل "ھی" ضمیر مستتر ذوالحال، علی استحیاء: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، جملہ محذوف "فرجعنا الی ابیھما فی زمن اقل مما کانتا تستنز فانہ فی السقی فسالھما عن سبب ذلک، فاخبرتاہ بقصۃ من سقی لھما فقال لاحداھما ادعیہ لی"۔

﴿قالت ان ابی یدعوک لیجزیک اجرما سقیت لنا﴾۔

قالت: قول، ان ابی: حرف مشبہ واسم، یدعوک: فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، یجزیک: فعل بافاعل ومفعول، اجر: مضاف، ما سقیت لنا: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فلما جاء ہ وقص علیہ القصص قال لاتخف نجوت من القوم الظلمین۝﴾۔

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فاجابھا لالیاخذ الاجر ولکن لاجل التبرک بابیھا لما سمع منھما: انہ شیخ

کبیر،فمشت امامہ،فجعلت الریح تضرب ثوبھا،فتکشف ساقیھا،او الزقت الریح ثوبھا بجسدھا،فوصفۃ فقال لھا:امشی خلفی ودلینی علی الطریق،ففعلت الی ان دخل علیہ" لما: شرطیہ ظرفیہ،جاءہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،قص علیہ القصص: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر شرط،قال: قول،لاتخف: جملہ فعلیہ مقولہ اول،نجوت: فعل بافاعل،من القوم الظلمین: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ثانی،ملکر جملہ قولیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قالت احدھما یابت استاجرہ ان خیر من استاجرت القوی الامین٥﴾۔

قالت احدھما: قول،یابت: نداء،استاجرہ: فعل امر بافاعل ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،ان: حرف مشبہ،خیر: مضاف،من استاجرت: موصول صلہ،ملکر مضاف الیہ،ملکر اسم،القوی الامین: خبران،ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿قال انی ارید ان انکحک احدی ابنتی ھتین علی ان تاجرنی ثمنی حجج﴾۔

قال: قول،انی: حرف مشبہ واسم،ارید: فعل بافاعل،ان: مصدریہ،انکح: فعل بافاعل،ک: ضمیر ذوالحال،علی: جار،ان: مصدریہ،تاجرنی: فعل بافاعل ومفعول "نفسک" مفعول ثانی محذوف،ثمانی حجج: ظرف،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور،ملکر ظرف مستقر حال،ملکر مفعول اول،احدی: مضاف،ابنتی: موصوف،ھتین: صفت،ملکر مضاف الیہ،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فان اتممت عشرا فمن عندک﴾۔

ف: عاطفہ،ان: شرطیہ،اتممت عشرا: فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ شرط،ف: جزائیہ،من عندک: ظرف مستقر مبتدا محذوف "التمام" کیلئے خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما ارید ان اشق علیک ستجدنی ان شاء اللہ من الصلحین٥﴾۔

و: عاطفہ،ما ارید: فعل نفی بافاعل،ان: مصدریہ،اشق علیک: فعل بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،سین: حرف استقبال،تجدنی: فعل بافاعل ومفعول،من الصلحین: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،ان: شرطیہ،شاء اللہ: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فتجدنی من الصلحین" کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ معترضہ۔

﴿قال ذالک بینی وبینک﴾۔

قال: قول،ذالک: اسم اشارہ،بینی وبینک: معطوف علیہ معطوف ملکر مشار الیہ،ملکر مقولہ ملکر جملہ قولیہ

﴿ایما الاجلین قضیت فلاعدوان علی﴾۔

ای: اسم شرط مضاف،ما: نکرہ بمعنی شیء مبدل منہ،الاجلین: بدل،ملکر مضاف الیہ،ملکر مفعول بہ مقدم،قضیت: فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ شرط،ف: جزائیہ،لا: نفی جنس،عدوان: اسم،علی: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واللہ علی مانقول وکیل٥﴾۔

و: عاطفہ،اللہ: مبتدا،علی مانقول: جار مجرور،ملکر ظرف لغو مقدم،وکیل: صفت مشبہ بافاعل،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح وتوضیح واغراض﴾

حضرت موسی علیہ السلام کا مدین سے مصر تک سفر:

۱.....وھب بن منبہ یمانی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت کرنے کی مدت

پوری کردی تو وہ ان سے اجازت لے کر مصر کی طرف واپس روانہ ہوئے، ان کے ساتھ ان کی اہلیہ بھی تھیں اور ایک بکری تھی اور عصا تھا جس سے وہ دن میں بکری کے لئے پتے جھاڑتے تھے، اور ایک چقماق تھا جس سے وہ رات کو آگ جلا کر حرارت حاصل کرتے کیونکہ وہ انتہائی سرد موسم تھا اور برفانی راتیں تھیں۔ جب وہ رات آئی جس میں اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے مشرف کرنا تھا اور ان کو اپنے کلام سے سرفراز فرمانا تھا، اس رات حضرت موسیٰ علیہ السلام راستہ بھول گئے حتیٰ کہ انہیں پتا نہیں چلا کہ وہ کس طرف متوجہ ہوں انہوں نے چقماق نکالا تاکہ اپنے اہل کے ساتھ رات گزارنے کے لئے آگ روشن کریں، اس رات وہ چقماق نہ جل سکا اور وہ اس کو جلانے کی کوشش میں تھک گئے، حتیٰ کہ انہوں نے ایک جگہ آگ دیکھی۔ (جامع البیان، الجزء ۱۶، ص ۱۶۵)

حضرت شعیب علیہ السلام کا نسب

۲......حضرت شعیب علیہ السلام کا سلسلہ نسب یہ ہے شعیب بن نویب بن مدین بن ابراھیم اور ان کی ماں کا نام میکیل تھا جو کہ حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں، ایک قول یہ ہے کہ ان کا سلسلہ نسب شعیب بن یشرون بن نویب بن مدین بن ابراھیم تھا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نابینا تھے انہیں ان کی قوم کی جانب مراجعت کی وجہ سے خطیب الانبیاء کہا جاتا ہے۔ ان کی قوم کافر تھی اور ناپ تول میں کمی کرتی تھی۔ (الصاوی علی الجلالین، ج ۲، ص ۶۹۲)

☆......ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد ہوئے ہیں۔ وھب بن منبہ فرماتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام مکہ میں وفات فرما گئے تھے اور ان کے ساتھ کے مؤمنین بھی یہیں فوت ہوئے ان کی قبریں مکہ مکرمہ کے غربی جانب دار الندوہ اور دار بنی سہم کے مابین ہیں۔

(البدایة والنھایة، قصة مدین قوم شعیب، الجزء ۱، ج ۱، ص ۲۱۲، عطائے ... ج ۲، ص ۳ وغیرہ)

فرشتے کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو راہ دکھانا:

۳......حضرت موسیٰ علیہ السلام اس گاؤں کی جانب جانے والے راستے کو نہیں جانتے تھے، لیکن جب آپ علیہ السلام نے یہ الفاظ ﴿عَسٰی رَبِّیْۤ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ﴾ (القصص: ۲۲) کہے تو ایک فرشتہ (بعض تفاسیر کے مطابق حضرت جبرائیل علیہ السلام) آ گیا جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا، آپ علیہ السلام اس کے ساتھ چلنے لگے۔ جب موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلے تو درختوں کے پتوں اور سبزیوں کے سوا آپ علیہ السلام کو کوئی چیز میسر نہ آئی یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کے پیٹ میں بھی سبزی کے نشانات دیکھنے لگے۔

(المظہری، ج ۵، ص ۳۷۸)

دو معزز خواتین کی مدد:

۴......دو معزز خواتین تھیں ایک کا نام لیا اور دوسری کا نام صفوریا (صفورا) تھا، اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ ان کے والد ماجد حضرت شعیب علیہ السلام تھے، امام رازی کہتے ہیں کہ ان کے والد حضرت شعیب علیہ السلام کے بھتیجے یثرون تھے، حضرت شعیب علیہ السلام نابینا ہونے کے بعد فوت ہو چکے تھے، یہ حضرت ابن عباس اور ابو عبیدہ کا مختار ہے، حافظ ابن کثیر نے بھی اسی قول کو ترجیح دی ہے کیونکہ حضرت شعیب علیہ السلام کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے بہت پہلے کا ہے لیکن زیادہ تر مفسرین کرام کی رائے یہی ہے کہ والد گرامی حضرت شعیب علیہ السلام ہی تھے، علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ ظاہر قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام ہی تھے۔

(تفسیر الرازی ...)

حضرت شعیب علیہ السلام کی طاقت کا بیان:

۵......اللہ عزوجل کا فرمان ﴿وابونا شیخ کبیر (القصص:۲۳)﴾ سے اس بات پر دلیل ہے کہ والدِ گرامی (حضرت شعیب علیہ السلام) طاقتور ہوتے تو جانوروں کو پانی پلانے خود ہی حاضر ہوتے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑھاپے میں انسان ضعف وکمزوری محسوس کرتا ہے۔

حضرت موسی علیہ السلام کی طاقت کا بیان:

۶......اس بارے میں متعدد اقوال ہیں کہ جس چٹان کو حضرت موسی علیہ السلام نے اکیلے ہٹالیا تھا اس کا وزن کتنا تھا؟ ایک قول کے مطابق دس آدمی اسے ہٹا سکتے تھے، ایک قول کے مطابق چالیس آدمی اسے مل کر ہٹاتے، ایک قول کے مطابق سو آدمی کی طاقت سے چٹان اپنی جگہ سے ہٹتی لیکن حضرت موسی علیہ السلام کی طاقت کہ تنہا ہی اسے ہٹالیا اور لوگوں کی مزاحمت پر دوبارہ اسے اس کی جگہ پر رکھ بھی دیا۔ (الرازی، ج۸، ص۵۸۹)

حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی کا پردہ:

۷......اس بارے میں اختلاف ہے کہ دونوں میں سے کونسی صاحبزادی حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس تشریف لائی تھیں، ایک قول یہ ہے کہ بڑی صاحبزادی تشریف لائی تھیں اور ایک قول کے مطابق چھوٹی صاحبزادی تشریف لائی تھیں۔ لیکن نبی زادیوں کا پردہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ چلنے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بلانے کی غرض سے تشریف لانے میں حیا کا عنصر نمایاں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سخت حیاء کرتی اپنے وجود کو چھپاتی ہوئی تشریف لائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس تشریف لاکر بولی ﴿ان ابی یدعوک لیجزیک اجر ماسقیت لنا (القصص،۲۵)﴾، حالانکہ پانی مباح ہے اس کی کوئی قیمت نہیں ہوا کرتی لیکن یہ اس پاکیزہ گھرانے کی کمال عقل ودانشمندی، حیاء، پاکیزگی پر بین دلیل ہے کہ ان نفوسِ قدسیہ نے اپنی مجبوری کا فائدہ اٹھانا نہ چاہا۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام نے بی بی صاحبہ کو پیچھے چلنے کا حکم دیا تاکہ پیچھے سے راستے کی رہنمائی بھی کرتی رہیں اور ساتھ ہی ان کے پردے کا اہتمام بھی ہوتا رہے کہ مبادا ہوا وغیرہ سے چادر سرکنے سے بے پردگی کا سامنا ہو۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ہوا سے کپڑا اٹھا اور بی بی صاحبہ کی پنڈلی چمک رہی تھی اس لئے حضرت موسی علیہ السلام نے انہیں پیچھے چل کر راستہ دکھانے کا حکم دیا۔ (روح المعانی، الجزء۲۰، ص۳۶۶)

اجارہ کا معنی اور مسائل:

۸......کسی چیز کے نفع کا عوض کے مقابل کسی شخص کو مالک کردینا اجارہ کہلاتا ہے، مزدوری پر کام کرنا اور ٹھیکہ اور کرایہ اور نوکری یہ سب اجارہ ہی کے اقسام ہیں، مالک کو آجر، موجر اور مواجر اور کرایہ دار کو مستاجر اور اجرت پر کام کرنے والے کو اجیر کہتے ہیں۔

مسئلہ نمبر۱: جس نفع پر عقدِ اجارہ ہو وہ ایسا ہونا چاہیے کہ اس چیز سے وہ نفع مقصود ہو اور اگر چیز سے یہ منفعت مقصود نہ ہو جس کے لئے اجارہ ہو تو یہ اجارہ فاسد ہے مثلاً کسی سے کپڑے اور ظروف کرایہ پر لئے گئے مگر اس لئے نہیں کہ کپڑے پہنے جائیں گے، ظروف استعمال کئے جائیں گے بلکہ اپنا مکان سجانا مقصود ہے یا گھوڑا کرایہ پر لیا مگر اس لئے نہیں کہ اس پر سوار ہوگا بلکہ کوتل چلنے کے لئے یا مکان کرایہ پر لیا اس لئے نہیں کہ اس میں رہے گا بلکہ لوگوں کے کہنے کو ہوگا کہ یہ مکان فلاں کا ہے، ان سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہے اور مالک کو اجرت بھی نہیں ملے گی اگرچہ مستاجر نے چیز سے وہ کام لئے جس کے لئے اجارہ کیا تھا۔

مسئلہ نمبر۲: جو چیز بیع کا ثمن ہوسکتی ہے وہ اجرت بھی ہوسکتی ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ جو اجرت ہوسکے وہ ثمن بھی ہوجائے مثلاً ایک

منفعت دوسری منفعت کی اجرت ہو سکتی ہے جب کہ دونوں دو جنس کی ہوں اور منفعت ثمن نہیں ہو سکتی۔(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الاجارۃ، ج۹،ص ٦ بتغیر قلیل)۔

مسئلہ نمبر۳: اجارہ کا حکم یہ ہے کہ طرفین بدلین کے مالک ہو جاتے ہیں مگر یہ ملک ایک دم نہیں ہوتی بلکہ وقتاً فوقتاً ہوتی ہے،(المرجع السابق) مگر تعجیل یعنی پیشگی لینا شرط ہو تو عقد کرتے ہی اجرت کا مالک ہو جائے گا۔(الھندیۃ، کتاب الاجارۃ، الباب الاول فی تفسیر الاجارۃ، ج٤،ص٤٦٢)

حضرات انبیائے کرام اجرت کے لئے کام نہیں کرتے:

۹......قرآن مجید فرقان حمید میں جابجا ﴿ان اجری الا علی اللہ میرا اجر تو نہیں مگر اللہ پر(یونس:۷۲)﴾ کے خطاب موجود ہیں، حضرات انبیائے کرام چونکہ رب کی رحمت سے خاص تربیت یافتہ ہوتے ہیں، انہیں دنیاوی مال واسباب کی حرص نہیں ہوا کرتی بلکہ ان کا مقصود فقط اللہ کی رضا ہوا کرتی ہے۔ یہ نفوس قدسیہ اسی خاص توجہ اور عنایت کے پیش نظر امور سرانجام دیتے ہیں۔ کائنات میں اللہ کے نائب بن کر خلق خدا کو جو کچھ ان کے ذریعے سے ملتا ہے اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی اور ان کا مقام ومرتبہ بھی سب سے افضل واعلیٰ ہے۔

ملازم اپنی اجرت کا مالک کب ہوتا ہے؟

۱۰......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ ارشاد فرماتا ہے کہ میں قیامت کے دن تین آدمیوں سے مخاصمت کروں گا، ایک وہ آدمی جس نے میری قسم کھا کر کوئی عہد کیا پھر اس عہد کو توڑ دیا، دوسرا وہ آدمی جو کسی آزاد شخص کو بیچ کر اس کی قیمت کھا گیا، تیسرا وہ آدمی جس نے کسی مزدور کو اجرت پر طلب کیا اس سے کام پورا لیا اور اس کی اجرت نہیں دی''۔

(صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب: اثم من باع حُرا، رقم:۲۲۲۷، ۲۲۷۰،ص ۳۵۵)

مسئلہ نمبر۱: درزی، دھوبی، سنار وغیرہم ان کاریگروں نے کام کر لیا اور مالک کو چیز سپرد کر دی، اجرت لینے کے مستحق ہو گئے یہی حکم ہر اس کام کرنے والے کا ہے جس کے کام کا اس شے میں کوئی اثر ہو جیسے رنگریز کہ اس نے کپڑا رنگ کر مالک کو دیدیا اجرت کا مستحق ہو گیا اور اگر ان لوگوں نے کام تو کیا مگر ابھی تک چیز مالک کے سپرد نہیں کی، اجرت کے مستحق نہیں ہونگے لہذا اگر ان کے یہاں چیز ضائع ہوگئی اجرت نہیں پائیں گے اگرچہ چیز کا ان کو تاوان بھی دینا نہیں پڑے گا اور اگر کام کا کوئی اثر اُس چیز میں نہیں ہوتا جیسے حمال (بوجھ اٹھانے والا مزدور) کہ چیز کو یہاں سے اٹھا کر وہاں لے گیا یہ اجرت کے اس وقت مستحق ہونگے جب انہوں نے کام کر لیا اس کی ضرورت نہیں کہ مالک کے سپرد کریں جب استحقاق ہو لہذا وہاں پہنچا دینے کے بعد اگر چیز ضائع ہوگئی اجرت واجب ہے بلکہ اگر حمال نے پہنچایا نہ ہو راستہ ہی میں اجرت مانگتا ہے تو یہاں تک کی جتنی اجرت حساب سے ہو لے سکتا ہے مگر جہاں تک ٹھہرا ہے اس پر وہاں تک پہنچانا لازم ہے اور پہنچانے پر باقی اجرت کا مستحق ہوگا۔(الھندیۃ، کتاب الاجارۃ، الباب الثانی فی بیان انہ متی تجب الاجرۃ، ج٤،ص٤٦٤ ملتقطا)

مسئلہ نمبر۲: مزدور دیوار بنا رہا ہے کچھ بنانے کے بعد دیوار گر گئی تو جتنی بنا چکا ہے اُس کی اجرت واجب ہوگئی، درزی نے کپڑا سیا تھا مگر کسی نے یہ سلائی توڑ دی سلائی نہیں ملے گی ہاں جس نے توڑی ہے اس سے تاوان لے سکتا ہے اور اب دوبارہ سینا بھی درزی پر واجب نہیں کہ کام کر چکا اور اگر خود درزی نے سلائی توڑی تھی تو دوبارہ سینا واجب ہے گویا اس نے کام کیا ہی نہیں۔(البحر الرائق، کتاب الاجارۃ، ج۸،ص ١٥)۔

لڑکی کی جانب سے نکاح کا پیغام دینا انبیائے کرام کی سنت ہے:

۱۱......قرآن مجید کی آیت مذکورہ سے مسئلہ ثابت ہے کہ لڑکی کی جانب سے نکاح کا پیغام دینے میں کوئی شرعی قباحت نہیں

ہے،احادیث مبارکہ میں بھی اس کا ثبوت ہے چنانچہ حضرت عمار کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ ہمارا گزر بی بی خدیجہ کی بہن کے پاس سے ہوا، وہ اپنے رشتے داروں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی ،اس نے مجھے بلایا، میں اس کی جانب گیا،سید عالم ﷺ ایک جانب تشریف فرما ہوگئے ، مجھ سے بولی کیا تمہارے صاحب (یعنی سید عالم ﷺ) میری بہن خدیجہ سے نکاح کرنا پسند فرمائیں گے؟سید عالم ﷺ نے اقرار کا اظہار فرمایا تو وہ اٹھ کر اپنی بہن کے پاس گئی اور اسے نکاح کی خبر سنادی۔

(سبل الهدی و الرشاد،فصل:فی بعض فضائل ام المومنین خدیجة، ج۱۱، ص۱۵٦)

☆......حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کا نکاح خُنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ سے ہوا، جب وہ مدینہ میں فوت ہوگئے اور حفصہ بیوہ ہوگئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو حضرت بی بی حفصہ کا رشتہ پیش کیا،حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس معاملے پر غور کروں گا، چند دنوں بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا، میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں ابھی نکاح نہ کروں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا اگر آپ چاہیں تو بی بی حفصہ سے نکاح کریں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور انہوں نے کوئی جواب نہ دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے عثمان رضی اللہ عنہ کی بنسبت زیادہ رنج پہنچا، پھر چند دنوں بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کے لئے پیغام بھیجا تو میں نے آپ سے ان کا نکاح کردیا، بعد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مجھ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ جب آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے بی بی حفصہ کا رشتہ پیش کیا تھا اور میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ کو اس کا رنج پہنچا ہوگا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے جواب دینے سے اس کے سوا کیا چیز مانع ہوسکتی تھی کہ مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کا ذکر کیا تھا، اور میں رسول اللہ ﷺ کا راز نہیں کھولنا چاہتا تھا، اور اگر رسول اللہ ﷺ نے حضرت حفصہ کو ترک کیا ہوتا تو میں ضرور ان کو قبول کرلیتا"۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب:،رقم:۵۱۲۲،۴۰۰۵،ص ٦٧٧)

منکوحہ کی تعیین کے بغیر نکاح کرنے کا مسئلہ:

۱۲......اگر کسی کے ذہن میں یہ اعتراض جنم لے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے کس بیٹی کا نکاح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کر رہے؟ معین نہیں کیا، اور نہ ہی یہ معین ہے کہ انہیں کتنی مدت تک ان کے ہاں کام کرنا ہے، اور جب تک منکوحہ کا تعین نہ ہو نکاح صحیح نہیں ہوتا اور جب تک مدت کا تعین نہ ہو اجارہ صحیح نہیں ہوتا؟ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے ابتداء میں اجمالی طور پر پیش کش کی تھی اور بعد میں اس کو معین کردیا، انہوں نے اپنی چھوٹی بیٹی صفوراء کا نکاح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اور مدت انہوں نے آٹھ سال متعین کی اور بعد میں دو سال اضافہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چھوڑ دیا۔ (المظهری، ج۵،ص ٣٧٤)

☆......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو مدتوں میں سے کون سی مدت پوری کی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو مدت زیادہ تھی"، پوچھا گیا کہ دو عورتوں میں سے کس سے نکاح کیا؟ جواب ارشاد فرمایا: "جو اُن میں چھوٹی تھی"۔

(اللمعجم الصغیر،باب المیم،من اسمه محمد،رقم:۸۱۵)

نوٹ: یہ نکاح اس شرط پر طے ہوا کہ تو اپنا نفس مجھے اجرت پر دے اور تو میرا اجیر اور ملازم بن جائے۔

خدمت اور کام کو مہر قرار دینا:

۱۳......اس آیت اور ما قبل حدیثِ ابوذر رضی اللہ عنہ سے فقہاءِ اسلام نے یہ استدلال کیا ہے کہ جس آدمی نے کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ بطور مہر خاوند اپنی بیوی کی بکریاں چرائے گا تو یہ جائز ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ سنایا اور

فرمایا اور اپنی شریعت میں اس کی نفی بیان نہیں کی۔ ابن سماعہ نے امام اعظم سے بھی ایک روایت نقل کی ہے لیکن مبسوط اور جامع کی روایت کے مطابق امام اعظم کے نزدیک یہ جائز نہیں۔ امام اعظم کے قول کی وجہ یہ ہے کہ اس آیت کریمہ اور مذکورہ حدیث طیبہ سے استدلال صرف اسی وقت جائز ہے جب کہ ریوڑ لڑکی کی ملکیت میں ہو کیونکہ ہماری شریعت میں مہر بالا جماع عورت کا حق ہوتا ہے نہ کہ اس کے ولی کا، اور حضرت موسی علیہ السلام کے قصے میں بکریاں حضرت شعیب علیہ السلام کی ملکیت میں تھیں اور اجماع اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حکم ان کی شریعت میں تھا نہ کہ ہماری شریعت میں۔ (المظهری، ج۵، ص۳۷٤)

حضرت موسی علیہ السلام کا عصاء:

۱۴..... جو عصا حضرت موسی علیہ السلام کو حضرت شعیب علیہ السلام کی جناب سے ملی تھی اس کے بارے مفسرین کرام کے مختلف اقوال ہیں: عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ لاٹھی حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے پھر آدم علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے اسے اٹھالیا تھا، اور یہ انہی کے پاس رہی یہاں تک کہ ایک رات وہ حضرت موسی علیہ السلام سے ملے اور انہیں دے دی، بعض مفسرین نے یہ کہا کہ یہ عصا جنت کے درخت کا بنا ہوا ہے جسے حضرت آدم علیہ السلام جنت سے لائے تھے اور حضرات انبیائے کرام کو وراثۃ ملتا رہا، نبی کے علاوہ کوئی اور اسے نہیں لے سکتا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام تک پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، اور حضرت موسی کلیم علیہ السلام تک پہنچا۔ سدی کا قول ہے کہ یہ عصا ایک فرشتے نے انسانی صورت میں ان کے پاس امانت رکھا ہوا تھا، پس جب آپ علیہ السلام نے اپنی بچی کو عصا لانے کا حکم دیا تو اس نے حضرت موسی علیہ السلام کو وہی عصا دیا۔ جونہی حضرت شعیب علیہ السلام نے دیکھا تو بچی کو فرمایا یہ عصا واپس لے جا اور انہیں دوسرا عصا دے دے۔ بچی نے وہ عصا رکھ دیا اور دوسرا اٹھانے کی کوشش کی مگر ہر بار وہی عصا اس کے ہاتھ میں آتا تھا اور ایسا تین مرتبہ ہوا۔ بالآخر حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں وہی عصا دے دیا اور حضرت موسی علیہ السلام اسے لے کر باہر تشریف لے آئے۔ بعد ازاں حضرت شعیب علیہ السلام اس پر خوب نادم ہوئے کہ وہ عصا ان کے پاس امانت رکھا ہوا تھا۔ اور واپس مانگنے پر حضرت موسی علیہ السلام نے انہیں انکار کر دیا کہ یہ انہی کا عصا ہے۔ دونوں حضرات اس بات پر متفق ہوئے کہ جو آدمی انہیں پہلے ملے گا اسی کا فیصلہ قابل قبول ہوگا چنانچہ ایک فرشتہ انسانی صورت میں انہیں ملا اور اس نے فیصلہ کیا کہ وہ عصا کو زمین پر پھینک دیں جس نے پہلے اٹھالیا اسی کا ہوگا۔ پس حضرت موسی علیہ السلام اٹھانے میں کامیاب رہے۔ جب حضرت موسی علیہ السلام اپنی مدت پوری کر چکے تو حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی ان کے حوالے کر دی۔ حضرت موسی علیہ السلام نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اپنے والد سے کہیں کہ کچھ بکریاں ہمیں بھی دیں جس پر حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا کہ جتنے دو رنگے بچے ہونگے وہ سب تمہارے ہونگے۔ (المظهری، ج۵، ص۳۷۵)

اغراض:

ابن ابراهیم: مراد ابراہیم بن خلیل ہیں، مداین نام کے سب سے آخری بیٹے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چار بیٹے اسماعیل، اسحٰق، مدین اور مداین، جب کہ قرآن میں مدین اور مداین کی تصریح نہیں ملتی، اور آخری دو مدین و مداین نبوت کے منصب پر فائز نہ ہوئے۔

ولم یکن یعرف طریقها: حضرت موسی علیہ السلام بغیر زاد راہ اور رفیق سفر کے روانہ ہوگئے، سوائے درختوں کے پتوں اور نباتات وغیرہ کے ان کے پاس کھانے پینے کے لئے کوئی چیز تھی۔ ان کے باطن (پیٹ وغیرہ) سے درختوں کے پتوں کی سبزی مائل رنگت نظر آتی تھی، پس جب مدین پہنچے تو اپنے قدم روکتے ہوئے، یعنی یہ اللہ جل جلالہ کی جانب سے حضرت موسی علیہ السلام کے لئے سب سے پہلی آزمائش تھی۔ ملکا: ایک قول یہ ہے کہ جبرائیل امین علیہ السلام (رہنمائی پہچانے کے لئے) گھوڑے پر سوار چل رہے تھے۔

ای الطریق الوسط: مراد یہ ہے کہ تین راستے تھے، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درمیانی راستے پر چلنا اختیار فرمایا، اور شاگرد (غالبا یوشع بن نون) آپ علیہ السلام کے پیچھے چل رہے تھے، اور آخر میں ایسا ہوا کہ جگہ کی شناخت نہ رہی۔ کم درعها بمعنی قمیصها ہے۔
بیده عنزة: عصا سے کچھ بڑا اور نیزے سے قدرے چھوٹا، اور اس کے کنارے پر نیزے کی مانند نوکیلا پھل ہوتا ہے۔
بئــــر فیهـــا: سے مراد یہ ہے کہ مطلقا حال کا بیان کرنا مقصود ہے اور محل کا ارادہ کیا گیا ہے جیسا کہ پانی کا بیان کرنا مقصود ہو اور بئر (کنویں) کا ارادہ کیا جائے۔ وهی المرسلة: مراد یہ ہے کہ جس عورت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نکاح فرمایا۔
ای وصل الیها: سے اس جانب اشارہ مقصود ہے کہ ورود بمعنی وصول ہے، اور الورود کا اطلاق مطلق دخول فی الشیء پر ہوتا ہے اور کسی چیز کی جانب مطلع ہونا یا اس کی جانب التفات کرنا جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿وان منکم الا واردها﴾ کے حوالے سے مشہور تفاسیر کے اقوال۔ جــمــع راع: غیر قیاسی طور پر، جب کہ قیاسی اعتبار سے راء کی ضمہ کے ساتھ ہونا چاہیے جیسا کہ قــاض وقضاۃ۔ الا عشرة انفس: ایک قول، تیس، چالیس اور سو افراد تک کا ہے۔
لسمرة: میم کے ضمہ کے ساتھ، مراد درختوں میں کا بڑا درخت، مراد وہ درخت ہے جس کے پاس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج نزول فرما کر نماز ادا فرمائی۔ ادعیه لی: کے معنی یہ ہیں کہ میرے لئے جو کچھ بھی تیری پاک بارگاہ میں موجود ہے اسے حاضر فرما دے۔
منــکـرا فی نفسه اخذ الاجرة: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آنے والی خاتون کو اجرت کے حصول کی غرض سے جواب نہ دیا تھا بلکہ خاتون کے والد گرامی کی تبریک کے لئے کلام فرمایا۔
وهو شعیب: یہی صحیح قول ہے، جب کہ ایک قول حضرت شعیب علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے یثرون کے بارے میں ہے، اور حضرت شعیب علیہ السلام اس وقت انتقال فرما گئے تھے، ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے والا کوئی شخص مراد ہے، اور حضرت شعیب علیہ السلام کا نسب شعیب بن متبعون بن عنقاش بن مدین بن ابراہیم ہے۔
وزیـــادة: سے مراد متذکرہ بالا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوت وامانت کا ذکر مقصود ہے، ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ مراد اس سے جملہ امانتوں میں زیادتی کا قول کرنا ہے۔
فرغب فی نکاحه: مراد یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کا ان سے نکاح کرنا پسند فرمایا۔
للتبرک: مراد یہ ہے کہ استثناء تبرک کے لئے ہے اور اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذاتی توفیق پر منحصر قرار دیا گیا ہے کہ آٹھ سال پر جتنی زیادتی وہ کرنا چاہیں۔ فتم العقد: سے عقد نکاح اور مدت اجارہ کے مکمل ہونے کا بیان کرنا مقصود ہے۔
مــن آس الــجــنــة: حضرات انبیائے کرام میں حضرت آدم علیہ السلام کے بعد یکے بعد دیگرے وراثت بنا، پس یہ عصا پہلے حضرت نوح علیہ السلام، پھر ابراہیم علیہ السلام، پھر شعیب علیہ السلام، اور حال یہ تھا کہ یہ عصا کوئی غیر نبی اٹھاتا تو اسے عصا نگل جاتا۔

(الصاوی، ج٤، ص٢٨٥ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۷

﴿فلما قضی موسی الاجل﴾ای رَعْیَهٗ وَهو ثَمَانٌ اَو عَشرُ سِنِینَ وَهُو المَظْنُونُ بِهٖ ﴿وسار باهله﴾زوجَتِهٖ بِاذْنِ اَبِیهَا نَحْوَ مِصرَ﴿انس﴾اَبْصَرَ مِن بَعِیدٍ﴿من جانب الطور﴾اِسمُ جَبَلٍ﴿نارا ج قال لاهله امکثوا﴾هِنَـا﴿انی انست نارا لعلی اتیکم منها بخبر﴾عَنِ الطَّرِیقِ وَکَانَ قَدْ اَخطَاَهَا﴿او جذوة﴾بِتَثْلِیثِ الجِیمِ قِطعَةٌ او شُعْلَةٌ﴿من النار لعلکم تصطلون (۲۹)﴾تَسْتَدفِئُونَ والطَّاءُ بَدَلٌ مِن التَّاءِ

الْإِفْتِعَالِ مِنْ صَلّٰى بِالنَّارِ بِكَسرِ اللَّامِ وَفَتْحِهَا﴿فلما اتها نودى من شاطیٔ ﴾جَانِبِ﴿ الواد الايمن ﴾لِمُوسٰى﴿ فى البقعة المبركة ﴾لِموسٰى لِسماعِهٖ كَلامَ اللهِ فِيهَا﴿ من الشجرة ﴾بَدَلٌ مِن شاطِیءِ بِإعادَةِ الجَارِ لِنَبَاتِها فِيهِ وهِي شَجَرةُ عُنَّابٍ او عُلّيقٍ او عوسَجٍ﴿ ان ﴾مُفَسِّرَةٌ لا مُخَفَّفَةٌ﴿ يموسى انى انا الله رب العلمين ﴿٣٠﴾ وان الق عصاک ﴾فَالْقَاهَا﴿ فلما راها تهتز ﴾تَتَحَرَّكُ﴿ كانها جان ﴾وَهِي الحَيَّةُ الصَّغِيرةُ مِن سُرعَةِ حَرْكَتِها﴿ ولى مدبرا ﴾هَارِبًا مِنهَا﴿ ولم يعقب ﴾اَى يُرجِعُ فَنُودِیَ﴿ يموسى اقبل ولا تخف قف انک من الامنين ﴿٣١﴾اسلک ﴾اَدخِل﴿يدک ﴾اَلْيُمْنٰى بِمَعنى الْكَفِّ﴿ فی جيبک ﴾هُو طَوقُ القَمِيصِ وَاَخرِجْهَا﴿ تخرج ﴾خِلافَ مَا كَانتْ عليهِ مِنَ الادُمَةِ﴿ بيضاء من غير سوء ﴾اَى بَرصٍ فَاَدْخَلَها واَخرَجَها تَضِيءُ كَشُعاعِ الشَّمسِ تَغشَى البَصَرَ﴿ واضمم اليک جناحک من الرهب ﴾بِفَتحِ الحَرفَينِ وَسُكونِ الثَّانِى مَع فَتحِ الاوَّلِ وَضَمِّهٖ اَى الخَوفِ الحَاصِلِ مِن إضاءَةِ اليَدِ بِاَن تُدخِلَها فِي جَيْبِکَ فَتَعُودُ إِلى حَالَتِهَا الاوْلٰى وَعَبَّرَ عَنهَا بِالْجِناحِ لِاَنَّها لِلانسانِ كَالْجِناحِ لِلطَّائِرِ﴿ فذنک ﴾بِالتَّشدِيدِ والتَخفِيفِ اَى العَصا واليَدُ وَهُما مُؤنَّثانِ واِنَّما ذُكِّرَ المُشارَ بهٖ اِلَيْهِما المُبتداءُ لِتَذكِيرِ خَبرِهٖ﴿بـرهانن ﴾مُرسَلانِ﴿ من ربک الى فرعون وملائه ط انهم كانوا قوما فاسقين ﴿٣٢﴾ قال رب انى قتلت منهم نفسا﴾هُو القِبطِيُّ السَّابِقُ﴿ فاخاف ان يقتلون ﴿٣٣﴾﴾بِهٖ﴿ واخى هرون هو افصح منى لسانا ﴾اَبْيَنُ﴿ فارسله معى ردا ﴾مُعِينًا وَفِي قِرائَةٍ بِفَتحِ الدَّالِ بِلا هَمزَةٍ﴿ يصدقنی ز ﴾بِالجَزمِ جَوابُ الدُّعاءِ وَفِي قِرائَةٍ بِالرَّفعِ وَجُملَتُهٗ صِفَةُ رِداءً﴿ انى اخاف ان يكذبون ﴿٣٤﴾ قال سنشد عضدک ﴾نُقَوِّيکَ﴿ باخيک ونجعل لكما سلطنا ﴾غَلَبَةً﴿ فلا يصلون اليكما ج ﴾بِسُوءٍ اِذْهَبا﴿ بايتنا ج انتما ومن اتبعكما الغلبون ﴿٣٥﴾﴾لَهُم﴿ فلما جاء هم موسى بايتنا بينت ﴾واضِحاتٍ حالٌ﴿ قالوا ما هذا الا سحر مفترى ﴾مُخْتَلَقٌ﴿ وما سمعنا بهذا ﴾كَائِنًا﴿في﴾اَيَّامِ﴿ابائنا الاولين ﴿٣٦﴾ وقال ﴾بِواوٍ وَبِدونِها﴿موسى ربى اعلم ﴾اَى عَالِمٌ﴿ بمن جاء بالهدى من عنده ﴾الضَّمِيرُ لِلرَّبِّ﴿ومن ﴾عُطِفَ على مِنْ﴿ تكون ﴾بِالفَوقَانِيَّةِ والتَّحتانِيةِ﴿ له عاقبة الدار ط﴾اَى العَاقِبَةُ المَحمُودَةُ فِي الدَّارِ الْاٰخِرةِ اَى وَهوَاَنا فِي الشِّقَّينِ فَاَنا مُحِقٌّ فِيما جِئتُ بهٖ﴿ انه لا يفلح الظلمون ﴿٣٧﴾﴾الكَافِرونَ﴿ وقال فرعون يايها الملا ما علمت لكم من اله غيرى ج فاوقد لى يهامن على الطين ﴾فَاطبَخْ لِي الْاٰجُرَّ﴿ فاجعل لى صرحا ﴾قَصْرًا عَالِيًا﴿ لعلى اطلع الى اله موسى ﴾اَنْظُرُ اِلَيهِ واقِفُ عليهِ﴿وانى لاظنه من الكاذبين﴾فِي اِدِّعَائِهٖ اِلٰهًا آخَرَ وَاِنَّهُ رَسُولُهٗ﴿ واستكبر هو وجنوده فى الارض بغير الحق وظنوا انهم الينا لا يرجعون ﴾بِالبِناءِ لِلفَاعِلِ وَلِلمَفعُولِ﴿فاخذنه وجنوده فنبذنهم﴾طَرَحْنَاهم﴿ فى اليم ج﴾اَلبَحرِ المَالِحِ فَغَرِقُوا﴿ فانظر كيف كان

عاقبة الظلمين (۴۰) ﴿حين صَارُوا اِلَى الهَلَاکِ﴾ وجعلنهم ﴿فِي الدُّنيا﴾ ائمة ﴿بتحقيقِ الهَمزَتَين وابدالِ الثَّانِيةِ ياءً رُؤساءَ فِي الشِّركِ﴾ يدعون الى النار ج ﴿بِدُعائِهِم اِلَى الشِّرکِ﴾ ويوم القيمة لا ينصرون (۴۱) ﴿بِدَفعِ العَذابِ عَنهُم﴾ واتبعنهم فى هذه الدنيا لعنة ج ﴿خِزيًا﴾ ويوم القيمة هم من المقبوحين (۴۲) ﴿المُبعَدِينَ﴾.

﴿ترجمہ﴾

پھر جب موسیٰ نے اپنی میعاد پوری کردی (یعنی جانور چرانے کی اور وہ آٹھ یا دس سال کی مدت تھی اور گمان یہی ہے کہ آپ علیہ السلام نے طویل والی میعاد کو پورا فرمایا تھا......۱......) اور اپنی بیوی کو (ان کے والد صاحب کی اجازت سے مصر کی طرف) لے کر چلا (اهله بمعنی زوجة ہے) طور کی طرف سے ایک آگ دیکھی (یعنی دور سے آگ دیکھی ،طور ایک پہاڑ کا نام ہے) اپنی گھر والی سے کہا (یہاں) ٹھہرو مجھے طور کی طرف سے ایک آگ نظر پڑی ہے شاید میں وہاں سے (رستے سے متعلق) کچھ خبر لاؤں (کہ آپ علیہ السلام سے رستہ گم ہوگیا تھا) یا تمہارے لیے کوئی آگ کی چنگاری لاؤں کہ تم تاپو (جذوة میں حرف جیم پر تینوں اعراب پڑھے گئے ہیں، یہ بمعنی قطعة یا شعلة کے ہے، تصطلون اصل میں تستدفئون تاء افتعال کو طاء سے بدل دیا گیا بمعنی آگ تاپنا، صَلِيَ یعنی باب رمی سے ہے یا صلی یعنی باب رمی سے ہے) پھر جب آگ کے پاس حاضر ہوا ندا کی گئی میدان کے داہنی کنارے سے (شطئی کے معنی جانب ہے) برکت والے مقام میں (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے یہ مقام برکت والا اس لیے تھا کہ آپ علیہ السلام نے اس میں اللہ عزوجل کا کلام سنا......۲......) درخت سے (وہ درخت عناب کا تھا یا عوسج کا یا علیق کا، من الشجرة یہ شاطی سے بدل ہے، اور بدل کو حرف جر کے اعادہ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، بدل بنانے میں مناسبت یہ ہے کہ درخت میدان کے اس کنارے میں اگا ہوا تھا) کہ اے موسیٰ بیشک میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہان کا......۳......(ان یموسی میں ان مفسرہ ہے مخففہ نہیں ہے) اور یہ کہ ڈال دے اپنا عصا (پھر آپ علیہ السلام نے حسب حکم اپنا عصا ڈال دیا) پھر جب موسیٰ نے اسے دیکھا لہراتا (یعنی حرکت کرتا) گویا سانپ ہیں (چھوٹے سانپ کو جان کہتے ہیں، اس لیے کہ یہ انتہائی تیزی سے حرکت کرتا ہے) پیٹھ پھیر کر چلا (یعنی اسی سے بچنے کے لیے دوڑے) اور مڑ کر نہ دیکھا (یعنی واپس نہ لوٹے پھر انہیں پکارا گیا) اے موسیٰ ! سامنے آ اور ڈر نہیں بیشک تجھے امان ہے اپنا (سیدھا) ہاتھ گریبان میں ڈال (پھر اسے واپس نکال اسلک بمعنی ادخل ہے اور جیب کے معنی گریبان ہے) نکلے گا (موجودہ گندمی رنگت کے برخلاف) سفید چمکتا بے عیب (یعنی بغیر مرض برص کے، پس حسب حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا دست انور گریبان میں داخل فرما کر واپس نکالا تو وہ سورج کی شعاعوں کی طرح چمک رہا تھا، آنکھوں کو خیرہ کرتا تھا......۴......) اور اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لے خوف دور کرنے کو (یعنی ہاتھ کے اس طرح چمکنے سے جو خوف طاری ہوا اس کو دور کرنے کے لیے یعنی آپ علیہ السلام اپنے ہاتھ کو دوبارہ گریبان میں ڈال لیجیے وہ دوبارہ اپنی پہلی حالت پر لوٹ آئے گا اور ہاتھ کو جناح سے تعبیر اس لیے کیا کہ یہ انسان کے لیے ایسے ہی ہے جیسا کہ پرندے کے لیے پَر، رهب کو راء مفتوحہ اور ھاء مفتوحہ کے ساتھ نیز اسے راء مفتوحہ اور ساکنہ اور راء مضمومہ اور ھاء ساکنہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے) تو یہ دو (ذالک کو مشدد اور مخفف دونوں طرح پڑھا گیا ہے، مشار الیہ عصا اور ید بیضا ہیں، اور ان کے اسم اشارہ کو مذکر اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ مبتدا بن رہا ہے اور اس کی خبر آرہی ہے) حجتیں ہیں (جو بھیجی گئی ہیں) تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بیشک وہ بے حکم لوگ ہیں عرض کی: اے میرے رب میں نے

ان میں ایک جان مارڈالی ہے(مراداس سے وہی قبطی ہے جس کا ذکر گزر چکا) تو ڈرتا ہوں کہ (اس کے سبب) وہ مجھے قتل کردیں اور میرا بھائی ہارون اس کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے (وہ مجھ سے زیادہ واضح کلام کرسکتے ہیں) تو اسے میری مدد کے لیے رسول بنا (ردا کے معنی مددگار ہے، اور ایک قرائت میں اس لفظ کو بغیر ہمزہ کے دال مفتوحہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) کہ میری تصدیق کرے (یصدقنی فعل جواب دعا ہونے کے سبب مجزوم ہے، اور ایک قرائت میں اس فعل کو مرفوع پڑھا گیا ہے اس صورت میں یہ جملہ ہوکر ردا کی صفت ہوگا) مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے فرمایا قریب ہے کہ تیرے بازو کو مضبوط کریں گے (یعنی تجھے قوت دیں گے) تیرے بھائی سے اور تم دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے (سلطنا کے معنی غلبہ ہے) تو وہ تم تک نہ پہنچ گے (کسی برائی کو لیکر تم دونوں جاؤ) ہماری نشانیوں کے ساتھ تم دونوں اور جو تمہاری پیروی کریں گے غالب آؤ گے......۵......(ان لوگوں پر) پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری واضح نشانیاں لایا (بینات حال بن رہا ہے بمعنی واضحات ہے) بولے یہ تو نہیں مگر بناوٹ کا جادو (یعنی جادو گھڑ لیا گیا ہے) اور ہم نے اگلے باپ داداؤں (کے دنوں) میں ایسا نہ سنا اور موسیٰ نے فرمایا (وقال کو قال بھی پڑھا گیا ہے یعنی اسے واؤ اور بغیر واؤ دونوں طرح پڑھا گیا ہے) میرا رب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا (عندہ میں ہ ضمیر الرب کی طرف لوٹ رہی ہے اور اعلم بمعنی عالم ہے) اور جس کے لیے آخرت کا گھر ہوگا (یعنی دار آخرت میں جس کا اچھا انجام ہوگا یعنی وہ ذات میں ہی ہوں دونوں صورتوں میں، کہ میں جو پیغام لیکر آیا ہوں میں اس حق پر ہوں) بیشک ظالم (یعنی کافر) مراد کو نہیں پہنچتے اور فرعون بولا: اے درباریوں میں تمہارے لیے اپنے سوا کوئی خدا نہیں جانتا اے ھامان میرے لیے گارا پکا کر (یعنی تو میرے لیے اینٹیں بنا کر) ایک محل بنا (صرحا بلند و بالا محل کو کہتے ہیں) کہ شاید میں موسیٰ کے خدا کو جھانک آؤ......۶......(اسے دیکھ لوں اس پر واقف ہو جاؤں) اور بیشک میرے گمان میں وہ (اپنے اس دعوے کہ کوئی دوسرا خدا ہے اور میں اس کا رسول ہوں) جھوٹا ہے اور اس نے اور اس کے لشکر نے زمین میں (یعنی سرزمین مصر میں) بے حال بڑائی چاہی اور سمجھے کہ انہیں ہماری طرف پھرنا نہیں (لایرجعون کو معروف اور مجہول دونوں طرح پڑھا گیا ہے) تو ہم نے اسے اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا (اور وہ غرق ہوگئے، الیم نمکین پانی والے دریا ہیں اور نبذنھم بمعنی طرحنا ھم ہے) تو دیکھو کیسا انجام ہوا ستمگاروں کا (اس وقت جب وہ اپنی ہلاکت کو پہنچے) اور انہیں ہم نے (دنیا میں) دوزخیوں کا پیشوا بنایا (شرک کے معاملے میں، ائمۃ کو دو ہمزہ کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کو یاء سے بدلنے کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، وہ شرک کی طرف بلاکر) آگ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن (ان سے عذاب دور کرکے) ان کی مدد نہ ہوگی اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگائی (یعنی رسوائی لگائی) اور قیامت کے دن وہ دھتکارے ہوؤں میں ہونگے (یعنی اللہ عزوجل کی رحمت سے دور ہوں گے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿فلما قضی موسی الاجل وسار باھلہ انس من جانب الطور نارا﴾.

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فتم العقد بینھما علی الاجارۃ والنکاح ومارس المھمۃ التی انیطت بہ علی احسن وجہ" لما: شرطیہ، قضی موسی الاجل: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، سار باھلہ: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، انس: فعل بافاعل، من جانب الطور: ظرف لغو، نارا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال لاھلہ امکثوا انی انست نارا لعلی اتیکم منھا بخبر او جذوۃ من النار لعلکم تصطلون○﴾.

قال لاھلہ: قول، امکثوا: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، انی: حرف مشبہ واسم، انست: فعل "ت" ضمیر

ذوالحال: لعلی: حرف مشبہ واسم، اتی: فعل بافاعل، کم: ضمیر ذوالحال، لعلکم تصطلون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، منھا: ظرف مستقر حال مقدم، خبر: ذوالحال، ملکر معطوف علیہ، او: عاطفہ، جذوۃ: موصوف، من النار: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ب: جار اپنے مجرور سے، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر حال، اپنے ذوالحال سے، ملکر فاعل، نارا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿فلما اتھا نودی من شاطیء الواد الایمن فی البقعۃ المبرکۃ من الشجرۃ ان یموسی انی انا اللہ رب العلمین ٥ وان الق عصاک﴾۔

ف: عاطفہ، لما: شرطیہ، اتھا: جملہ فعلیہ شرط، نودی: فعل مجہول، من: جار، شاطیء الواد: مرکب اضافی موصوف، الایمن: صفت، ملکر ذوالحال، فی: جار، البقعۃ المبرکۃ: مرکب توصیفی مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مجرور مبدل منہ، من الشجرۃ: جار مجرور بدل اشتمال، ملکر ظرف لغو، ان: مفسرہ، یموسی: نداء، انی: حرف مشبہ واسم، انا: مبتدا، اللہ: موصوف، رب العلمین: صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر ان مفسرہ سے، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ان: مفسرہ، الق عصاک: جملہ فعلیہ ان مفسرہ سے ملکر معطوف، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلما راھا تھتز کانھا جان ولی مدبرا ولم یعقب﴾۔

ف: عاطفہ، لما: شرطیہ، را: فعل بافاعل، ھا: ضمیر ذوالحال، تھتز: فعل "ھی" ضمیر مستتر ذوالحال، کانھا: حرف مشبہ واسم، جان: خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ولی: فعل "ھو" ضمیر مستتر ذوالحال، مدبرا: حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لم یعقب: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿یموسی اقبل ولا تخف انک من الامنین ٥﴾۔

یموسی: نداء، اقبل: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تخف: فعل نہی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ، انک حرف مشبہ واسم، من الامنین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿اسلک یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء﴾۔

اسلک: فعل امر بافاعل، یدک: مفعول، فی جیبک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، تخرج: فعل "ھی" ضمیر مستتر ذوالحال، بیضاء من غیر سوء: شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر واقع ہے۔

﴿واضمم الیک جناحک من الرھب فذنک برھانن من ربک الی فرعون وملائہ﴾۔

و: عاطفہ، اضمم: فعل امر بافاعل، الیک: ظرف لغو اول، جناحک: مفعول، من الرھب: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ف: فصیحیہ، ذنک: مبتدا، برھانن: موصوف، من ربک: ظرف مستقر "مرسلان" شبہ فعل محذوف کیلئے، الی فرعون وملائہ: ظرف لغو، "مرسلان" شبہ فعل محذوف اپنے نائب الفاعل و ظرف مستقر و ظرف لغو سے ملکر شبہ جملہ ہوکر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ شرط اسمیہ، شرط محذوف "اذا تاملت بذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انھم کانوا قوما فسقین ٥ قال رب انی قتلت منھم نفسا فاخاف ان یقتلون ٥﴾۔

انھم: حرف مشبہ واسم، کانوا: فعل ناقص بااسم، قوما فسقین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، قال: قول، رب: نداء، انی: حرف مشبہ واسم، قتلت: فعل بافاعل، منھم: ظرف مستقر حال مقدم، نفسا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف

علیہ،ف:عاطفہ،اخــاف:فعل بافاعل،ان یــقـتـلـون: جملہ بتاویل مصدر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿واخی ھرون ھو افصح منی لسانا﴾.

و:عاطفہ،اخـی:مبدل منہ،ھـرون:بدل،ملکر مبتدا،ھو: مبتدا ثانی،افـصـح :اسم تفضیل "ھـو" ضمیر ممیز،لســانـا:تمیز،ملکر فاعل،منی:ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر پھر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فارسلہ معی ردا یصدقنی انی اخاف ان یکذبونo﴾.

ف: فصیحیہ،ارسل:فعل امر بافاعل،ہ:ضمیر ذوالحال،ردا:حال اول،یـصـد قـنـی: جملہ فعلیہ حال ثانی،ملکر مفعول،معی:ظرف،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "اذا کـان الامـر کـذلـک" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ،انـی:حرف مشبہ واسم،اخـاف:فعل بافاعل،ان یکذبون: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿قال سنشد عضدک باخیک ونجعل لکما سلطنا فلا یصلون الیکما بایتنا﴾.

قال: قول،سنشد عضدک:فعل بافاعل ومفعول،باخیک:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و:عاطفہ،نجعل لکما:فعل بافاعل وظرف لغو،سلطنا:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول ،ف:عاطفہ،لا یصلون الیکما:فعل بافاعل وظرف لغو،بایتنا:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿انتما ومن اتبعکما الغلبونo﴾.

انتما: معطوف علیہ،و:عاطفہ،من:موصولہ،اتبعکما:جملہ فعلیہ صلہ،ملکر معطوف،ملکر مبتدا،الغلبون:خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلما جائھم موسی بایتنا بینت قالوا ما ھذا الا سحر مفتری وما سمعنا بھذا فی ابائنا الاولینo﴾.

ف:عاطفہ،لما:شرطیہ ظرفیہ،جاء ھم موسی:فعل ومفعول وفاعل،ب:جار،ایتنا:ذوالحال،بینت:حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط،قالوا:قول،ما:نافیہ،ھذا:مبتدا،الا:اداۃ حصر،سـحـر مفتری:خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،ما سـمـعـنـا: فعل نفی بافاعل،ب:جار،ھذا:ذوالحال،فی:جار،ابـائنا:موصوف،الاولین:صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر مقولہ،ملکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وقال موسی ربی اعلم بمن جاء بالھدی من عندہ ومن تکون لہ عاقبۃ الدار﴾.

و:عاطفہ،قــال مــوســی:قول،ربــی:نداء،اعــلــم:فعل بافاعل،ب:جار،مــن:موصولہ،جــاء:فعل بافاعل،ب:جار،الھـدی:ذوالحال،مــن عــنــدہ: ظرف مستقر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر معطوف علیہ،و:عاطفہ،من:موصولہ،تـکـون:فعل ناقص بااسم،لـہ عـاقـبـۃ الـدار: جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ،ملکر معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿انہ لایفلح الظلمونo وقال فرعون یایھا الملا ماعلمت لکم من الہ غیری﴾.

انــــہ: حرف مشبہ واسم،لایــفــلــح الــظــلــمــون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ،و:عاطفہ،قــال فرعون: قول،یایھا الملا:نداء،ماعلمت:فعل نفی بافاعل،لکم:ظرف مستقر حال مقدم،من:زائدہ،الہ غیری: مرکب توصیفی ذوالحال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فاوقدلی یھامن علی الطین فاجعل لی صرحا لعلی اطلع الی الہ موسی﴾.
ف: فصیحیہ ،اوقدلی: فعل امر بافاعل وظرف لغواول،علی الطین: ظرف لغوثانی،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ف: عاطفہ ،اجعل: فعل امر بافاعل،لام: جار،ی: ضمیرذوالحال،لعلی: حرف مشبہ واسم ،اطلع الی الہ موسی: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ حال،ملکر مجرور ملکرظرف مستقر مفعول ثانی،صرحا: مفعول اول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکرمقصود بالنداء ،یھامن: نداء،ملکر جملہ ندائیہ ہوکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وانی لاظنہ من الکذبین ○ واستکبرھو وجنودہ فی الارض بغیرالحق﴾.
و: عاطفہ،انی: حرف مشبہ واسم ،لام: تاکیدیہ ،اظنہ: فعل بافاعل ومفعول،من الکذبین: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و: عاطفہ،استکبر: فعل،ھو: معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،جنودہ: معطوف ملکرذوالحال،بغیر الحق: ظرف مستقرحال،ملکر فاعل،فی الارض: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وظنوا انھم الینا لا یرجعون فاخذنہ وجنودہ فنبذنھم فی الیم﴾.
و: عاطفہ،ظنوا: فعل بافاعل،انھم: حرف مشبہ واسم ،الینا لا یرجعون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،ف: عاطفہ ،اخذنہ: فعل بافاعل ومفعول،و جنودہ: مفعول معہ،ملکر جملہ فعلیہ ،ف: عاطفہ ،نبذنھم: فعل بافاعل ومفعول،فی الیم: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فانظر کیف کان عاقبۃ الظلمین○﴾.
ف: فصیحیہ ،انظر: فعل امر بافاعل، کیف: اسم استفہام خبرمقدم، کان: فعل ناقص،عاقبۃ الظلمین: اسم،ملکر جملہ فعلیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وجعلنھم ائمۃ یدعون الی النار ویوم القیمۃ لا ینصرون○﴾.
و: عاطفہ،جعلنھم: فعل بافاعل ومفعول،ائمۃ: موصوف،یدعون الی النار: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و: عاطفہ،یوم القیمۃ لاینصرون: جملہ فعلیہ معطوف،ملکرصفت،ملکرمفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واتبعنھم فی ھذہ الدنیا لعنۃ ویوم القیمۃ ھم من المقبوحین○﴾.
و: عاطفہ،اتبعنھم: فعل بافاعل ومفعول،فی ھذاہ الدنیا: ظرف مستقرمعطوف علیہ،و: عاطفہ،یوم القیمۃ: ظرف متعلق بمحذوف معطوف،ملکرحال، لعنۃ: ذوالحال،ملکرمفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ ،ھم: مبتدا،من المقبوحین: ظرف مستقرخبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت موسی علیہ السلام کا مدت پوری کرنا:

لے......ابن مردویہ نے حضرت حسن بن علی سے روایت کیا ہے کہ مدت سے مراد آخری والی مدت یعنی دس سال ہے،امام بخاری اور ایک جماعت نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کی دونوں مدتوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو کہا کہ اکثر مدت یعنی دس سال پورے کئے دونوں نے اسی مدت کو بیان کرنا پسند فرمایا جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھیں۔ابن مردویہ نے مختلف طرق سے ہوتے ہوئے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ حضرت موسی علیہ السلام نے دونوں مدتوں میں سے کونسی مدت پوری کی؟ تو کہا میں نہیں جانتا یہاں تک کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلوں،سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا

تو انہوں نے فرمایا: ''میں نہیں جانتا یہاں تک کہ جبرائیل امین علیہ السلام سے دریافت کروں، پس انہوں نے جبرائیل امین علیہ السلام سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا یہاں تک کہ حضرت میکائیل علیہ السلام سے دریافت کرلیں، پس حضرت میکائیل علیہ السلام سے استفسار کیا گیا تو انہوں نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا یہاں تک کہ عزارائیل علیہ السلام سے پوچھ لیں، پس اُن سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی لاعلمی ظاہر کی حتی کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام سے پوچھ لیں، پس حضرت اسرافیل علیہ السلام سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں رب سے استفسار کروں گا، پس انہوں نے بزور ندا لگائی اور جواب ملا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال کی مدت پوری فرمائی''۔

(روح المعانی، الجزء ۲۰، ص ۳۷۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو مدتوں میں سے کونسی مدت پوری کی تو جواب میں ارشاد فرمایا: ''جو زیادہ اور پاکیزگی (کی جانب مائل کرنے) والی تھی''۔ (صحیح البخاری، کتاب الشهادات، باب: من امر بالانجاز الوعد، رقم: ۲٦۸٤، ص ٤۳۷)

حضرت کلیم علیہ السلام کا کلام پاک سننا:

۲...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام پاک سننے کے بارے میں دو مذاہب ہیں: (۱)...... امام ابوالحسن اشعری کا مذہب یوں ہے کہ رب کا کلام قدیم حرف و آواز نہیں اور اس کا سنائی دینا ممکن ہے جس طرح اللہ جسم اور عرض نہیں ہے اور اس کا دکھائی دینا ممکن ہے پس جب وہ بغیر کسی رنگ کے دکھائی دے سکتا ہے تو بغیر آواز کے اس کا کلام سنا بھی جا سکتا ہے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ عزوجل کا کلام، اللہ ہی سے سنا تھا، درخت سے نہیں سنا تھا، اہل سنت کی دلیل یہ ہے کہ ﴿انی انا اللہ رب العالمین﴾ کا محل اگر درخت ہو تو لازم آئے گا کہ درخت نے یہ کہا ہو کہ وہ اللہ ہے۔ (۲)...... امام ابو منصور ماتریدی اور دیگر ائمہ مثلاً وسط ایشیاء کی مختلف ریاستوں مثلاً ازبکستان، ترکمانستان، تاشقند، قازقستان، آذربائیجان وغیرہ کے علماء نے کہا کہ اللہ عزوجل کا کلام قدیم اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے وہ سنائی نہیں دیا، اور جو سنائی دیا وہ آواز و حروف تھے جن کو اللہ عزوجل نے درخت میں پیدا کر دیا تھا اور اسی آواز اور حروف کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سنا تھا۔ (الرازی، ج۸، ص ۵۹۳)

بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل سے کلام فرمالیا تو کوئی شخص ان کی طرف دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا، کیونکہ ان کے چہرے کو نور نے ڈھانپ لیا تھا، اس لئے انہوں نے زندگی بھر اپنے چہرے پر نقاب ڈالے رکھا تھا، ایک دن ایسا ہوا کہ ان کی زوجہ نے کہا کہ جب سے آپ نے اپنے رب سے کلام فرمایا ہے میں نے آپ کا چہرہ نہیں دیکھا، جب حضرت کلیم علیہ السلام نے اپنے چہرے سے نقاب ہٹائی تو ان کے چہرے سے سورج کی مانند شعائیں نکل رہی تھیں، زوجہ محترمہ نے فوراً اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ لئے اور اللہ عزوجل کے حضور سجدہ ریز ہوئیں اور یوں گویا ہوئیں کہ آپ علیہ السلام اللہ عزوجل سے دعا کریں کہ وہ مجھے جنت میں بھی آپ علیہ السلام کی زوجہ بنائے، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تم کو حاصل ہو جائے گا بہ شرط یہ کہ تم میرے بعد کسی اور سے نکاح نہ کرو، کیونکہ جنت میں عورتیں اپنے شوہر کے پاس ہی رہتی ہیں۔ (الخازن، ج۳، ص ۲۰۱، ۳۳۸ بتغیر)

اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال جنم لے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام باری سننے کی کیفیت کیا تھی؟ ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو علم ضروری عطا فرمایا اس سے انہوں نے جان لیا کہ وہ اللہ عزوجل کے قدیم ازلی کلام پاک کو بغیر حرف، آواز اور جہت کے سن رہے ہیں اور یہ کلام پاک چھ جہتوں سے سنایا جا رہا تھا اور تمام جوارح (اعضاء) جیسا کہ سماعت سن رہے تھے گویا کہ تمام اعضاء جسمانی قوت سماعت کی مانند ہو گئے۔ (روح البیان، ج٦، ص ٤١٤)

درخت سے رب ہونے کی ندا سنائی دینا:

۳.....قرآن مجید میں ندا ہونے کے بارے میں تین مقامات پر ذکر ملتا ہے:

﴿انی انا اللہ رب العالمین بیشک میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہاں کا (القصص:۳۰)﴾،﴿انہ انا اللہ العزیز الحکیم میں ہی ہوں اللہ عزت والا حکمت والا (النمل:۹)﴾،﴿اننی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی بیشک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر (طٰہٰ:۱٤)﴾۔

علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام لفظی سنا تھا، ایک قول یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اس کلام کو درخت کے اندر بلا اتحاد اور حلول کے پیدا کردیا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ عزوجل نے اس کلام کو اسی طرح ہوا میں پیدا فرمادیا تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کلام کو اپنی دائیں جانب سے سنا تھا یا تمام جہات سے سنا تھا جب کہ امام ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور امام غزالی کہتے ہیں کہ حضرت کلیم علیہ السلام نے کلام نفسی بغیر آواز وحرف کے سنا تھا کیونکہ اللہ عزوجل کی ذات پاک قیامت میں بغیر کم وکیف کے دکھائی دی جائیگی۔ (روح المعانی، الجزء:۲۰،ص۳۷۸)

ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیسے پہچانا کہ ندا اللہ عزوجل نے فرمائی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس آواز کو تمام اجزاء جہت سے سماعت فرمایا پس آپ علیہ السلام کی سننے کی حس گویا تمام اجزاء کو شامل ہوگئی اور جان لیا کہ ایسی طاقت اللہ علیہ السلام کے سوا کسی کی ہو ہی نہیں سکتی۔ (الخازن، ج۳،ص۳٦٤، الرازی، ج۸،ص۵۹۳)

متذکرہ رکوع میں مذکور دو معجزات:

۴.....اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزات سے نوازا جس کا ذکر ہم نے متعدد مقامات پر کیا ہے، یہاں فقط دو معجزات کا اختصاراً کلام کریں گے اگرچہ ان دو معجزات کا ذکر بھی کئی مواقع پر ہوچکا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا مبارک جو مختلف حضرات انبیائے کرام سے ہوتا ہوا حضرت شعیب علیہ السلام کے توسط سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا گیا تھا زمین پر ڈالنے کا حکم ہوا اور جیسے ہی آپ علیہ السلام نے اسے زمین پر ڈالا تو وہ لہرانے لگا، اب جو بھی اسے دیکھتا تو وہ لہراتا دکھائی دیتا گویا وہ حرکت کی تیزی اور اضطراب کی شدت سے چھوٹے سانپ کی مثل تھا، آپ اس سے پیٹھ پھیر کر بھاگ پڑے اور پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا، آواز آئی اے موسیٰ علیہ السلام! سامنے آؤ اور ڈرو نہیں، یقیناً تم ہر قسم کے خطرہ سے محفوظ ہو کیونکہ میرے رسول کسی چیز سے ڈرتے نہیں۔

مجاہد کہتے ہیں کہ جو بھی گھبرانے والا اپنے دونوں ہاتھ سینے کے ساتھ ملالیتا ہے تو اس کی گھبراہٹ ختم ہوجاتی ہے، جناح سے مراد مکمل ہاتھ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد بازو ہیں۔ عصا کے سانپ میں تبدیل ہونے کے وقت جو سینے پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا جارہا ہے تو یہ لفظ اپنے حقیقی معنی میں مستعمل نہیں ہے بلکہ اس سے مراد سکون، جرأت اور استقامت وثبات قدمی ہے۔ گویا اس میں پرندے کی حالت کی تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ وہ بھی خوف کی حالت میں اپنے پروں کو پھیلالیتا ہے اور جب امن واطمینان کی حالت ہوتی ہے تو سمیٹ لیتا ہے۔ (المظہری، ج۵،ص۳۷۷)

غلبہ کن لوگوں کے لئے ہے؟

۵.....فرمان باری عزوجل ہے: فرمایا قریب ہے کہ تیرے بازو کو مضبوط کریں گے تیرے بھائی سے اور تم دونوں کو غلبہ عطا فرمائیں گے تو وہ تم تک نہ پہنچ گے ہماری نشانیوں کے ساتھ تم دونوں اور جو تمہاری پیروی کریں گے غالب آؤ گے۔

امام جعفر کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل دشمنوں کے دلوں میں ہیبت ڈال کر اور دوستوں کے دلوں میں محبت ڈال کر مدد فرمائیگا۔ اللہ عزوجل اپنے پیاروں کی مدد کیسے کرتا ہے اسی آیت کو غور سے پڑھیں تو واضح ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی

رسالت کے لئے خواہش کا اظہار کیا تا کہ دونوں اللہ عزوجل کے رسول ﷺ کی حیثیت سے فرعون اور اس کی قوم کو نیکی کی دعوت دے سکیں ۔مفسرین کہتے ہیں کہ جو احسان اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حضرت ہارون علیہ السلام کو رسالت کے منصب پر فائز کر کے کیا کسی پر ایسا احسان نہ فرمایا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سفارش پر اللہ عزوجل نے انہیں (حضرت ہارون علیہ السلام کو) نبوت ورسالت کا منصب عطا فرمادیا۔اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمان مقدس نشان ہے ﴿وکان عند الله وجیها اور موسیٰ اللہ کے ہاں آبرو والا ہے(الاحزاب:٦٩)﴾۔(تفسیر ابن کثیر،ج٣،ص٤٧٦) واضح بیان ہے کہ جن نفوس قدسیہ پر اللہ عزوجل کے اس قدر احسانات ہوں ان کی پیروی کرنے میں کامیابی نہ ملے تو کیا ملے گا؟

کیا حقیقت میں فرعون نے محل بنوایا تھا؟

٦......علامہ بغوی کہتے ہیں کہ فرعون کے حکم پر ہامان نے پچاس ہزار افراد کام کرنے والے جمع کئے، متبعین، مزدور اینٹیں ،چونا پکانے والے، لکڑی کا کام کرنے والے، کیل بنانے والے وغیرہ۔انہوں نے نہایت بلند وبالا مضبوط عمارت کھڑی کردی، وہ عمارت اتنی بلند وپختہ تھی کہ اس سے قبل کسی کی عمارت بھی ایسی بلند نہ تھی۔اللہ عزوجل نے اس میں انہیں آزمانے اور فتنہ میں مبتلا کرنے کا ارادہ فرمایا۔پس جب وہ تعمیر سے فارغ ہو گئے تو فرعون اور اس کی قوم کے افراد اس پر چڑھ گئے اور تیر پھینکنے کا حکم دیا گیا۔پس جو بھی تیر آسمان کی جانب پھینکا جاتا وہ خون آلود ہو کر زمین پر گرتا۔یہ دیکھ کر فرعون نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ میں نے (معاذ اللہ) موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو قتل کر دیا۔فرعون عربی گھوڑے کے ذریعے اس پر چڑھا تھا تو اللہ عزوجل نے غروب آفتاب کے وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا تو انہوں نے اپنا ایک پر مار کر اسے تین ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔ایک ٹکڑا فرعون کے لشکر پر گرا جس سے ہزاروں لوگ ہلاک ہوئے، دوسرا سمندر میں گرا اور تیسرا مغرب کی سمت جا گرا۔جس نے بھی اس کام میں حصہ لیا باقی نہ بچا بلکہ ہلاک ہوا۔

(المظھری،ج٥،ص٣٨٠،الخازن،ج٣،ص٣٦٥)

امام رازی کہتے ہیں کہ فرعون نے قوم کو وہم میں مبتلا کیا تھا کہ وہ قلعہ بنائے گا لیکن اس نے بنایا نہیں تھا کیونکہ ہر صاحب عقل جانتا ہے کہ وہ بلند سے بلند پہاڑ پر چڑھے تو بھی اسے آسمان اتنا ہی بلند نظر آئے گا جتنا زمین سے بلند دکھائی دیتا ہے لہٰذا ایسی حرکت خبطی ومجنون ہی کر سکتا ہے۔ (الرازی،ج٨،ص٥٩٩وغیرہ)

اغراض:

وھو المظنون بہ: اگر چہ قرآن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دس سال مکمل کرنے کی مدت کو ان کے کمال مروت کی وجہ سے صراحت کے ساتھ بیان نہیں کیا، اور قول یہی بہتر ہے کہ دس سال مکمل کرنے کا وعدہ پورا کر دیا۔

نحو مصر: یعنی اپنے عزیز واقارب والدہ اور بھائی کے ساتھ صلہ رحمی میں زیادتی فرمائی، روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سفر کا ارادہ فرمایا تو اپنی زوجہ سے ارشاد فرمایا:''اپنے والد سے کہو کہ وہ ہمیں کچھ بکریاں دیں''، پس انہوں نے طلب فرمائیں تو انہوں نے فرمایا:''بغیر کسی شبہ کے تمہارے لئے اس سال پیدا ہونے والی تمام بکریاں ہیں، ہر سیاہ وسفید داغوں والی، پس اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ اپنا عصا پانی پر ماریں زمین سے بکریوں کا چارا نمودار ہوگا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، پس ایک بھی بکری ایسی نہ ہوئی جس نے سیاہ وسفید داغوں والی جنم نہ دی ہوں، پس حضرت شعیب علیہ السلام نے جان لیا کہ یہ رزق ہے جو اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی زوجہ کے لئے عطا فرمائی ہے پس انہوں نے اپنی شرط پوری فرمائی اور انہیں بکریاں عطا فرمادیں۔**بتثلیث الجیم:** ﴿جذوۃ﴾ ساتوں قراءتوں میں جیم کی تثلیث کے ساتھ، اور جمہور کے نزدیک جیم کی کسرہ کے ساتھ

ہے، حمزہ کی قرائت میں جیم کی ضمہ کے ساتھ اور عاصم کے نزدیک جیم کی فتح کے ساتھ ہے۔

والطاء بدل من تاء الافتعال: ﴿تصطلون﴾ اپنی اصل کے اعتبار سے "تصتلون" تھا، تائے افتعال کو طاء سے تبدیل کردیا کیونکہ تاء حروف اطباق کے بعد تھی اس لئے اسے تبدیل کردیا گیا۔ قطعة و شعلة: مراد آگ کا وہ شعلہ ہے جو آگ کے سر پر ہوتا ہے

لموسی: کیونکہ یہ وہ مقام تھا جہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو برکات حاصل ہوئیں، پس یہ رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اسی طرح سعادت کا باعث بنی جیسا کہ لیلۃ الاسراء سید عالم ﷺ کے لئے سعادت کا باعث بنی۔

مخففة: میں مفسرہ والی افادیت نہیں پائی جاتی، اور متذکرہ مقام پر مقصود حاصل نہیں ہوسکتا۔

من سرعة حركتها: یعنی اژدھے کو "جان" کے ساتھ اسے تشبیہ دینا مراد ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل نے ایک مقام پر فرمایا ﴿فاذا هی ثعبان مبین﴾ یعنی بڑی جسامت والا اژدھا، پس جسامت کے اعتبار سے اسے عظیم کہا گیا اور تیزی سے حرکت کرنے کے اعتبار سے صغیر کہا گیا۔ کالجناح للطائر: جب پرندے کو خوف لاحق ہوتا ہے تو اپنے پَر پھیلا دیتا ہے اور جب امن ہو تو پَر سمیٹ لیتا ہے۔

بفتح الدال: یعنی ﴿ردءا﴾ ساتوں قرائتوں میں دال کی فتح اور ہمزہ کی تنوین کے ساتھ ہے۔

نقويك: کیونکہ بازو کا مضبوط کرنا بطور کنایہ سبب و مسبب کے اطلاق و ارادہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، کیونکہ جب بازو مضبوط ہوتا ہے تو ہاتھ بھی مضبوط کہلاتا ہے اور ہاتھ کا مضبوط ہونا قوت ہونے کو مستلزم ہے۔

اذهبا: کی دلیل ایک اور مقام پر ہے ﴿اذهبا الى فرعون﴾ پس دونوں آیات متذکرہ آیت ﴿فلا يصلون اليكما﴾ کے تحت ہونے والے تفسیری نکتہ، میں ضمیر ایک ہی ہے، اور ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مناجات کے وقت حاضر نہ تھے، بلکہ اس وقت وہ مصر میں تھے، پس اللہ عزوجل نے فرشتے کو بھیج کر حضرت ہارون علیہ السلام کو رسالت کے منصب کے ساتھ سرفراز فرمانے کے لئے بھیجا جب کہ وہ مصر میں تھے، پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا کلام بلاواسطہ سماعت فرمایا اور حضرت ہارون علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام کے واسطے کے ساتھ سماعت فرمایا۔ مختلق: بمعنی مخترع ہے۔

ای عالم: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمان ﴿ربی اعلم﴾، میں اعلم بمعنی عالم میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ عزوجل کے اوصاف میں کسی کو فضیلت نہیں دی جاسکتی، کیونکہ کسی کے لئے فضیلت کا ہونا حادث ہونے کا تقاضا کرتا ہے اور اللہ عزوجل کی ذات کے لئے حدوث کا پایا جانا محال ہے، پس اللہ عزوجل کی ذاتی صفات کے ساتھ کسی اور کو (ایسی ہی ذاتی) صفات کے ساتھ موازنہ نہیں کیا جاسکتا، اور نہ ہی اللہ عزوجل کی خلقی صفات کے ساتھ کسی اور کا موازنہ کیا جاسکتا ہے۔

ای العاقبة المحمودة: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ عاقبة المحمودة سے مراد عاقبة الدار، یعنی آخرت کا اچھا ٹھکانہ ہے، اور یہاں اضافت فیوی ہے، پس عاقبت کی دو اقسام ہوسکتی ہیں محمودہ و مذمومہ، پس جنت اچھی عاقبت اور جہنم بُری عاقبت ہے۔

وهو انا في الشقين: مراد یہ ہے کہ اگر تم میرے صدق کی گواہی نہیں دیتے جب کہ عاقبت محمودہ میرے لئے ہے، اور اللہ عزوجل جانتا ہے کہ میں تمہارے پاس ھدایت کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں، اور عاقبت محمودہ میرے لئے ہے۔

بدعائهم الى الشرك: یعنی آگ کی جانب دعوت دینا مراد ہے۔ (الصاوی، ج٤، ص٢٨٨ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۸

﴿ولقد اتينا موسى الكتب﴾ التَّوراةَ ﴿من بعد ما اهلكنا القرون الاولى﴾ قَومَ نُوحٍ وعادٍ وَثَمُودَ وَغَيرَهم ﴿بصائر للناس﴾ حَالٌ مِنَ الكِتٰبِ جَمْعُ بَصِيرَةٍ وَهِيَ نُورُ القَلْبِ اَى اَنوارًا لِلقُلُوبِ ﴿وهدى

﴿مِنَ الضَّلالَةِ لِمَن عَمِلَ بِهٖ﴾ورحمة ﴿لِمَن آمَنَ بِهٖ﴾لعلهم يتذكرون (۴۳) ﴿يَتَّعِظُونَ بِما فِيهِ مِن المَواعِظِ ﴾ وما كنت ﴿يا مُحَمَّدُ﴾بجانب ﴿الجَبَلِ اَوِالوَادِى اوِ المَكانِ﴾الغربى﴿مِن موسٰى حِينَ المُنَاجَاةِ﴾ اذ قضينا ﴿اَوحَينَا﴾ الى موسى الامر ﴿بِالرِّسَالَةِ اِلٰى فِرعونَ وَقومِهٖ﴾وما كنت من الشهدين (۴۴) ﴿لِذٰلِكَ فَتَعرِفُهُ فَتُخبِرُبِهٖ﴾ولكنا انشانا قرونا ﴿اُمَمًا بَعدَ موسٰى﴾ فتطاول عليهم العمر ﴿اَى طَالَتْ اَعمَارُهُم فَنَسُوا العُهودَ وَانْدَرَسَتِ العُلومُ وانْقَطَعَ الوحْىُ فَجِئنَا بِكَ رَسُولًا وَاَوحَينَا اِلَيكَ خَبَرَ مُوسٰى وَغَيرِهٖ﴾وما كنت ثاويا ﴿مُقِيمًا﴾فى اهل مدين تتلوا عليهم ايتنا ﴿خَبرُ ثَانٍ فَتَعرِفُ قِصَّتَهُم فَتُخبِرُبِهَا﴾ولكنا كنا مرسلين (۴۵) ﴿لَكَ وَاِلَيكَ بِاَخبَارِ المُتَقَدِّمِينَ﴾ وما كنت بجانب الطور ﴿الجَبَلِ﴾ اذ نادينا ﴿مُوسٰى اَنْ خُذِ الكِتَابَ بِقُوَّةٍ﴾ ولكن ﴿اَرسَلنٰكَ﴾ رحمة من ربك لتنذر قوما ما اتهم من نذير من قبلك ﴿وهُم اهلُ مكةَ﴾لعلهم يتذكرون (۴۶) ﴿يَتَّعِظُونَ﴾ ولولا ان تصيبهم مصيبة ﴿عُقُوبَةٌ﴾ بما قدمت ايديهم ﴿مِنَ الكُفرِ وَغَيرِهٖ﴾ فيقولوا ربنا لولا ارسلت الينا رسولا فنتبع ايتك ﴿اَلمُرسَلَ بِهَا﴾ ونكون من المومنين (۴۷) ﴿وَجَوابُ لولا محذُوفٌ وما بَعدها مُبتَداءٌ والمَعنٰى لولا الْاِصَابَةِ المُسَبَّبُ عَنها قَولُهُم اَو لولا قَولُهُم المُسبَّبُ عَنها لَعاجَلنَاهم بِالعُقوبَةِ وَلَمَّا اَرسَلنَاكَ اِلَيهِم رَسولًا﴾ فلما جاء هم الحق ﴿مُحمدٌ﴾ من عندنا قالوا لولا ﴿هَلَّا﴾ اوتى مثل ما اوتى موسى ط ﴿مِنَ الْاٰيَاتِ كَالْيَدِالبَيضَاءِ والعَصا وَغَيرِهِما اَوِ الكِتَابِ جُملَةً واحِدَةً قال تعالى﴾اولم يكفروا بما اوتى موسى من قبل ج ﴿حَيثُ﴾قالوا ﴿فِيهِ وَفِى محمدٍ ﷺ﴾ سحرن ﴿وَفِى قِراءَةٍ سِحْرانِ اَىِ التوراةُ والقرآنُ﴾تظاهرا قف ﴿تَعاوَنَا﴾ وقالوا انا بكل ﴿مِنَ النَّبِيِّينَ والكِتابينَ﴾ كفرون (۴۸) قل ﴿لَهُم﴾فاتوا بكتب من عندالله هو اهدى منهما ﴿مِنَ الكِتَابَينِ﴾ اتبعه ان كنتم صدقين (۴۹) ﴿فِى قَولِكُم﴾ فان لم يستجيبوا لك ﴿دُعَائَكَ بِالْاِتيَانِ بِكِتابٍ﴾فاعلم انما يتبعون اهواء هم ط ﴿فِى كُفرِهِم﴾ ومن اضل ممن اتبع هوه بغير هدى من الله ﴿اَى لَا اَضَلُّ مِنهُ﴾ ان الله لا يهدى القوم الظلمين (۵۰) ﴿الكَافِرِينَ.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) عطا فرمائی بعد اس کے کہ اگلی قومیں ہلاک فرمادیں (جیسے قوم نوح وعاد وثمود وغیرہ) جس میں لوگوں کے دل کی آنکھیں کھولنے والی باتیں (بصائرا لناس یہ الکتاب کا حال ہے، بصائر یہ بصیرۃ کی جمع ہے اس کا معنیٰ دل کا نور ہے یعنی یہ کتاب دلوں کو نورانی کرنے والی ہے اس کے ذریعے دل کی آنکھیں دیکھ سکتی ہیں......۱......) اور ہدایت (ہے گمراہی سے اس کے لیے جو اس پر عمل کرے) اور رحمت (ہے اس کے لیے جو اس پر ایمان لے آئے) تا کہ وہ نصیحت مانیں (اس میں موجود نصیحتوں سے، یتذکرون بمعنیٰ یتعظون ہے) اور (اے حبیب ﷺ) تم......۲...... (پہاڑ یا وادی یا مکان کی) جانب مغرب میں نہ تھے (جو مناجات کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مغربی جانب تھا) جب کہ ہم نے موسیٰ کو امر (یعنی رسالت کا فرعون اور اس کی قوم کی جانب، اس مقام میں کہ تمہیں از خود اس کا علم ہوتا اور تم دیگر کو اس کی خبر دیتے) مگر ہوا یہ کہ ہم نے امتیں پیدا کیں (موسیٰ علیہ السلام کے بعد

،قرونا بمعنی امما ہے) کہ ان پر زمانہ دراز گزرا (یعنی ان کی عمریں طویل ہوئیں تو وہ ان عہدوں کو بھول گئے، علوم شرعیہ کے آثار مٹ گئے اور وحی منقطع ہوگی پھر ہم نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا اور حضرت موسی علیہ السلام اور دیگر انبیائے کرام کے واقعات کی تمہیں خبر عطا فرمائی......ﷺ......) اور نہ تم اہل مدین میں مقیم تھے ان پر ہماری آیتیں پڑھتے ہوئے (ثاویا بمعنی مقیما ہے، کہ تمہیں ان کے واقعے کی معرفت ہوتی اور اس کی دوسروں کو خبر دیتے، یہ جملہ خبر ثانی بن رہا ہے) ہاں ہم (تمہیں) رسول بنانے والے ہیں (اور گزشتہ انبیائے کرام کی خبریں تمہیں وحی کی صورت میں بھیجنے والے ہیں) اور نہ تم طور (پہاڑ) کے کنارے تھے جب ہم نے (موسی علیہ السلام کو) ندا فرمائی (کہ کتاب کو مضبوطی سے لو، اذ بمعنی حین ہے) ہاں (ہم نے تمہیں رسول بنایا) تمہارے رب کی رحمت ہے کہ تم ایسی قوم کو ڈرسناؤ جس کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرسنانے والا نہ آیا (مراد اس سے اہل مکہ ہیں) یہ امید کرتے ہوئے کہ ان کو مصیبت (یعنی سزا) اس کے سبب جو (کفر و معصیت) ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا تو کہتے اے ہمارے رب تو نے نہ بھیجا (لولا بمعنی ھلا ہے) ہماری طرف کوئی رسول کریم تیری (ان بھیجی ہوئی) آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے (لولا کا جواب شرط محذوف ہے اور اس کا مابعد مبتدا بن رہا ہے، پہلا لولا امتناعیہ ہے اور جملہ والمعنی لولا الاصابۃ ترکیب کے تقاضے کو پورا کرنے کے لئے ہے تاکہ لولا کے جواب کے انکار کا سبب ہوجائے، دوسرا لولا تخصیص کے لئے ہے یعنی ہم نے ان پر عذاب انہی کے گناہوں کی وجہ سے بھیجا باوجود اس کے کہ ہم نے ان کی طرف ھدایت کرنے والے رسول بھیجے) پھر جب ان کے پاس حق (یعنی سیدنا محمد ﷺ) آیا ہماری طرف سے، بولے ہرگز (لولا بمعنی ھلا ہے) انہیں نہیں دیا گیا جو (معجزات جیسے ید بیضاء، عصا وغیرہما یا پھر یکبارگی مکمل کتاب سماوی) موسی کو دیئے گئے (اللہ ﷻ فرماتا ہے) کیا اس کے منکر نہ ہوئے تھے جو پہلے موسی کو دیا گیا (جس وقت) بولے (توریت شریف اور قرآن پاک کے بارے میں) دو جادو ہیں......ﷺ......(ایک قرائت میں لفظ ساحران ہے یعنی معاذاللہ قرآن مجید وتوریت دو جادو ہیں) ایک دوسرے کی امداد پر (یعنی دونوں باہم ایک دوسرے کے معاون ہیں) بولے ہم سب کے (یعنی ان دونوں کتابوں اور دونوں رسولوں کے) منکر ہیں تم (ان لوگوں سے) فرماؤ تو اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ان دونوں (کتابوں) سے زیادہ ہدایت کی ہو میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم سچے ہو......۵......(اپنے قول میں) پھر اگر وہ تمہارا یہ فرمان (انہیں ایسی کوئی کتاب لانے کا چیلنج کرنا) قبول نہ کریں تو جان لو کہ بس وہ (اپنے کفر میں) اپنی خواہشوں ہی کے پیچھے ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اپنی خواہش کی پیروی کرے اللہ کی ہدایت سے جدا (یعنی اس سے بڑھ کر گمراہ کوئی نہیں ہے) بیشک اللہ ہدایت نہیں فرماتا ظالم (یعنی کافر) لوگوں کو۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد اتینا موسی الکتب من بعد ما اھلکنا القرون الاولی بصائر للناس وھدی ورحمۃ﴾

و: مستانفہ، لام قسمیہ، قد تحقیقیہ، اتینا موسی: فعل با فاعل ومفعول، الکتب: مفعول ثانی، من: جار، بعد: مضاف، ما اھلکنا القرون الاولی: جملہ فعلیہ "ما" مصدریہ سے ملکر بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، بصائر للناس: شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ھدی: معطوف اول، و: عاطفہ، رحمۃ: معطوف ثانی، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿لعلھم یتذکرون ٥ وما کنت بجانب الغربی اذ قضینا الی موسی الامر﴾

لعلھم: حرف مشبہ واسم، یتذکرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، کنت: فعل ناقص باسم، بجانب

الغربی: ظرف مستقر "الاستقرار" مصدر محذوف کیلئے، اذ: مضاف، قضینا الی موسی الامر: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف "الاستقرار" مصدر اپنے فاعل وظرف مستقر وظرف سے، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما کنت من الشهدین○ ولکنا انشانا قرونا فتطاول علیهم العمر﴾.

و: عاطفہ، ما: نافیہ، کنت: فعل ناقص باسم، من الشهدین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لکنا: حرف مشبہ واسم، انشانا قرونا: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: تطاول علیهم العمر: فعل وظرف لغو وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما کنت ثاویا فی اهل مدین تتلوا علیهم ایتنا ولکنا کنا مرسلین○﴾.

و: عاطفہ، ما: نافیہ، کنت: فعل ناقص باسم، ثاویا فی اهل مدین: شبہ جملہ خبر اول، تتلوا علیهم ایتنا: جملہ فعلیہ خبر ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لکنا: حرف مشبہ باسم، کنا مرسلین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما کنت بجانب الطور اذ نادینا﴾.

و: عاطفہ، ما: نافیہ، کنت: فعل ناقص باسم، بجانب الطور: ظرف مستقر "الاستقرار" مصدر محذوف کیلئے، اذ: مضاف، نادینا: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف "الاستقرار" مصدر محذوف اپنے فاعل، ظرف مستقر وظرف سے، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولکن رحمة من ربک لتنذر قوما ما اتهم من نذیر من قبلک لعلهم یتذکرون○﴾.

و: عاطفہ، لکن: مخففہ، رحمة: موصوف، من ربک: ظرف مستقر صفت، ملکر فعل محذوف "ارسلنک" کیلئے مفعول لہ، لام: جار، تنذر: فعل بافاعل، قوما: موصوف، ما اتهم: فعل نفی و "هم" ضمیر ذوالحال، لعلهم یتذکرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، من: زائدہ، نذیر: موصوف، من قبلک: ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو "ارسلنک" فعل محذوف اپنے متعلقات سے ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولولا ان تصیبهم مصیبة بما قدمت ایدیهم﴾.

و: عاطفہ، لولا: حرف شرط، ان: مصدریہ، تصیبهم مصیبة: فعل ومفعول وفاعل، بما قدمت ایدیهم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر محذوف "موجود" کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر جواب محذوف "لما ارسلنا رسولا" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فیقولوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا﴾.

ف: عاطفہ، یقولوا: قول، ربنا: نداء، لولا: حرف تحضیض، ارسلت الینا رسولا: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر ماقبل "تصیبهم مصیبة" پر معطوف ہے۔

﴿فنتبع ایتک ونکون من المومنین○﴾.

ف: سببیہ، نتبع ایتک: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، نکون: فعل ناقص باسم، من المومنین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلما جاء هم الحق من عندنا قالوا لولا اوتی مثل ما اوتی موسی﴾.

ف: عاطفہ، لما: شرطیہ ظرفیہ، جاء هم: فعل ومفعول، الحق: فاعل، من عندنا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر

شرط، قالوا:قول، لولا:حرف تحضیض، اوتی: فعل مجہول بانائب الفاعل، مثل مااوتی موسی: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اولم یکفروا بما اوتی موسی من قبل قالوا سحرن تظاھرا﴾۔

ھمزہ: استفہام ہو: عاطفہ، لم یکفروا:فعل نفی بافاعل، بما اوتی موسی: ظرف لغواول، من قبل: ظرف لغوثانی، ملکر جملہ فعلیہ، قالوا:قول، سحرن:موصوف، تظاھرا: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مبتدامحذوف "ھما" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وقالوا انا بکل کفرونo﴾۔

و: عاطفہ، قالوا:قول، انا:حرف مشبہ واسم، بکل: ظرف لغومقدم، کفرون:اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل فاتوا بکتب من عنداللہ ھواھدی منھما﴾۔

قل: قول، ف:فصیحیہ، اتوا: فعل امر بافاعل، ب: جار، کتب:موصوف، من عنداللہ: ظرف مستقر صفت اول، ھو:مبتدا، اھدی منھما: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اتبعہ ان کنتم صدقینo﴾۔

اتبعہ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب امرواقع ہے، ان:شرطیہ، کنتم صدقین: جملہ فعلیہ جزامحذوف "فاتوا" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فان لم یستجیبوا لک فاعلم انما یتبعون اھوائھم﴾۔

ف: عاطفہ، ان:شرطیہ، لم یستجیبوالک: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، اعلم:فعل امر بافاعل، انما:حرف مشبہ وما کافہ، یتبعون اھوائھم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ومن اضل ممن اتبع ھوہ بغیر ھدی من اللہ﴾۔

و: عاطفہ، من:استفہامیہ مبتدا، اضل:اسم تفضیل بافاعل، من: جار، من:موصولہ، اتبع: فعل "ھو"ضمیر ذوالحال، ب: جار، غیر:مضاف، ھدی:موصوف، من اللہ: ظرف مستقر صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر فاعل، ھوہ:مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان اللہ لایھدی القوم الظلمینo﴾۔

ان اللہ: حرف مشبہ واسم، لایھدی القوم الظلمین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......فلما جاء ھم الحق من عندنا...... ☆ مشرکین مکہ نے یہود مدینہ کے سرداروں کے پاس قاصد بھیج کر دریافت کیا کہ سید عالم ﷺ کی نسبت کتب سابقہ میں کوئی خبر ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہاں حضور کی نعت وصفت ان کی کتاب توریت میں موجود ہے جب یہ خبر قریش کو پہنچی تو حضرت موسی وسید عالم ﷺ کی نسبت کہنے لگے کہ وہ دونوں جادوگر ہیں ان میں ایک دوسرے کا معین ومددگار ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

تمام کتب سماوی بالخصوص توریت کا نورانی ہونا:

۱......کتاب سے مراد توریت ہے، اور اللہ نے اس کا وصف یہ بیان کیا ہے کہ یہ لوگوں کی آنکھیں کھولنے والی کتاب ہے، اور ایسا اس وقت ہوگا جب کوئی اس کی مدد سے دین میں غور وفکر کرے گا۔ اور اسے ھدایت ملے گی جو اس کی مدد سے ھدایت چاہے گا اور اس پر استقامت کے ساتھ عمل کرنے والے کو کامیابی وثواب بھی ملے گا، اور یہ کتاب رحمت بھی ہے اس لئے کہ جو اسے دل سے پڑھے اس کے لئے اللہ عزوجل کے انعام واکرام ہیں۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: ''اللہ نے زمین وآسمان میں کسی بستی کو عذاب نہیں کیا جب تک کہ توریت کا نزول نہ ہو چکا، علاوہ بستی کے جو کوئی قوم ہلاک ہوئی ان کے چہرے بندروں کی صورت میں مسخ کردیئے گئے''۔ آیت متذکرہ کے اختتام پر اللہ عزوجل کا فرمان ﴿لعلھم یتذکرون﴾ کے تحت مفسرین کا قول ہے کہ اس جملے میں دلیل ہے کہ نصیحت کا ارادہ ہر ایک مکلف کے ساتھ کیا گیا ہے چہ جائے کہ وہ نصیحت اختیار کرے یا نہ کرے، اس جملے میں مجابرہ/مجبرہ فرقے کے قول کی نفی ہوگئی کہ نصیحت کا ارادہ اسی کے ساتھ ہوسکتا ہے جو نصیحت قبول کرنے والا ہو، اور جو نصیحت کو قبول کرنے والا نہیں اس کے ساتھ ایسا ارادہ ہی نہیں کیا جاتا لیکن آیت مذکورہ میں اس باطل قول کی تردید کی گئی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ کیا تم اس فرمان ﴿ولقد ذرانا لجھنم اور ہم نے پیدا کئے جہنم کے لئے (الاعراف:۱۷۹)﴾ کو عاقبت (انجام) پر محمول نہیں کرتے، اگر ایسا ہی ہے تو پھر اس فرمان ﴿لعلھم یتذکرون﴾ کو عاقبت پر کیوں محمول نہیں کیا جاتا کیونکہ عاقبت کا حصول تو نصیحت ہی کے ذریعے آخرت پر منحصر ہے۔ (الرازی، ج۸، ص ۶۰۱)

وماکنت کے خطاب کے محامل:

۲......اللہ عزوجل کے فرمان ﴿وماکنت﴾ میں کیا راز ہیں اور خطابات کن سے ہیں؟ اس بارے میں کئی اقوال ہیں: (۱)......فرمان مقدس ﴿وماکنت بجانب الغربی﴾ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پہاڑ کے مغربی جانب درخت کے جانب شرق موجود نہ تھے جہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام سے مشرف فرمایا گیا بلکہ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے تمام امور سے باخبر کیا تا کہ لوگوں کے لئے حجت قائم ہوجائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم متقدمین انبیائے کرام کے احوال سے باخبر ہیں۔ (۲)......فرمان مبارک ﴿وماکنت ثاویا ...... الخ﴾ اہل مدین پر جب ہماری آیتیں پڑھی جارہی تھیں تم اس وقت مدین میں مقیم نہ تھے لیکن ہم نے تجھے اس کی خبر دی اور تجھے لوگوں کے لئے رسول بنایا۔ (۳)......فرمان مقدس ﴿وماکنت بجانب الطور﴾ اے امت محمد یہ ہم نے تجھے تیرے مانگنے سے پہلے دیا اور تیرے سوال کرنے سے پہلے تجھے جواب دیا۔ ایک قول اس بارے میں یہ بھی ہے کہ اے محبوب! تیری امت اپنے باپوں کی صلبوں میں تیری بعثت پر ایمان لانے کی مُقِر تھی۔ (ابن کثیر، ج۳، ص ۴۷۹)

سید عالم کی رسالت پر دلیل قاطعہ:

۳......شاہدین سے مراد وہ ستر افراد ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ طور پر تشریف لے گئے تھے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی خبر دینا غیب کی خبر دینا قرار پایا جس پر بغیر وحی کے اطلاع پالینا ممکن نہیں، پس یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کے لئے دلیل بنا۔ (المظھری، ج۵، ص ۳۸۲، روح البیان، ج۶، ص ۵۲۳)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کی دنیا میں تشریف آوری سے سابقہ ادیان کی نفی ہوگئی جیسا کہ فرمان مقدس نشان ہے: ''مجھے ایسا نہ گمان کرلو جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گمان کرلیا تھا''۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ ہر رسول نبی ہوتا ہے لیکن اس کا برعکس نہیں ہوتا۔ اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں دونوں اوصاف بدرجہ اتم موجود ہیں جس پر آیت پاک ﴿وماارسلنا من قبلک

من رسول ولا نبی اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر یہ ہی واقعہ گزرا(الحج:۵۲)﴾ اور بعض احادیث میں حضرات انبیائے کرام ورسل عظام کی تعداد کا بیان ہے لیکن جہاں سید عالم ﷺ کی پاک ذات کا بیان ہوا تو کہیں ''یاایھا النبی'' اور ''یاایھاالرسول'' فرمایا گیا اور قرآن میں بھی ﴿ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے (الاحزاب:۴۰)﴾ میں یہی موضوع ہے۔لہذا متذکرہ عنوان کے تحت آیت مبارکہ میں خاص طور پر اور عمومی اعتبار سے کئی آیات سید عالم ﷺ کی رسالت ونبوت پر بیّن دلیل ہیں۔ (فقہ الاکبر،بحث فی اثبات نبوت محمد ﷺ،ص ۱۰۶)

توریت وقرآن کو جادو کہنے والے بدبخت:

۴.....ایک قول سیدنا محمد ﷺ اور سیدنا موسی علیہ السلام کو بھی جادوگر کہنے کا ہے، ایک قول یہ ہے کہ مشرکین مکہ یہود کے سرداروں کے پاس مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور انہوں نے یہود کے سرداروں سے سید عالم ﷺ کی بابت دریافت کیا کہ انہیں توریت میں موجود سید عالم ﷺ کی شان بیان کی جائے، پس جب یہ حضرات واپس مکہ مکرمہ گئے اور یہود کے قول کے مطابق دیگر مشرکین مکہ کو خبر دی تو انہوں نے کہا کہ دونوں کھلے جادوگر ہیں۔ (الخازن، ج۳،ص ۳۶۷)

متذکرہ کتب سماوی کے علاوہ کتاب لانے کا چیلنج:

۵.....اے مشرکین مکہ! اگر تم قرآن وتوریت کا انکار کرتے ہو اور انہیں جادو کہتے ہو اور انہیں ھدایت دینے والی کتاب نہیں مانتے تو پھر ایسی کوئی کتاب لے آؤ جو حضرت موسی علیہ السلام وسید عالم ﷺ کی کتب سے زیادہ ھدایت والی ہوں اور اے محبوب اگر وہ اس چیلنج کو قبول نہ کریں تو جان لیجئے کہ یہ اپنے دل کے خیالات اور آراء کی پیروی کرتے ہیں اور بغیر کسی دلیل کے شیطان کی تقلید میں پڑے ہیں۔

اغراض:

ای انوارا للقلوب: جس طرح انسانی آنکھ سے آنکھیں دیکھی جاتی ہیں اسی طرح منور دلوں سے دلوں کی نورانیت دیکھ لی جاتی ہے۔

بعد موسی: بنی اسرائیل کے حضرات انبیائے کرام توریت مقدسہ کو عبادت کے اعتبار سے اہمیت دیتے تھے جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت یحیی علیہ السلام اور حضرت ذاالکفل علیہ السلام، جو کہ حضرت موسی علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے۔

واندرست العلوم: یعنی آپ علیہ السلام کو وحی کے بغیر بھی کیسے خبر ہو جاتی ہے۔

واوحینا الیک خبر موسی وغیرہ: یعنی یہ آپ علیہ السلام کے لئے معجزہ اور اور آپ علیہ السلام کی قوم کے لئے نصیحت ہے۔

مقیما: یعنی طویل اقامت جس سے آپ علیہ السلام مدین کے حالات اور واقعات کی معرفت حاصل کر لیتے۔

وجواب لولا: اول ''لولا'' کا جواب ہے، جب کہ دوسرا ''لولا'' تحضیضیہ ہے۔

لما ارسلناک الیھم رسولا: کفار کے قول ﴿ربنا لولا ارسلت الینا رسولا﴾ اور تفسیری نکات سے پیدا ہونے والے ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے جس کی تلخیص یہ ہے کہ متذکرہ آیت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ان پر مصیبت ان کے قول کی وجہ سے آئی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جس وقت آیت مذکورہ کا نزول ہوا انہیں مصیبت نہ پہنچی تھی اگر ایسا ہوتا تو وہ نہ کہتے، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ آیت مذکورہ بالفرض اور تقدیر کے ضمن میں ہے، یعنی اگر بالفرض ان پر مصیبت آجاتی یا بالتقدیر ان پر مصیبت پہنچتی، جب کہ ہم نے ان پر رسول بھیج دیئے تھے، پس اس صورت میں معنی یہ ہوں گے جو اللہ ﷻ کے اس فرمان: ﴿ولو انا اھلکناھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا (طہ:۱۳۴)﴾ میں ہیں۔

تعاونا: یعنی ان میں سے ہر ایک دوسرے کی تصدیق کرے، اور بیشک کفار مکہ کا ایک گروہ یہود کے بڑوں کی جانب گیا، اور ان سے سید عالم ﷺ کی بابت استفسار کیا، تو یہود نے کہا کہ ہم توریت میں ان کی نعت وصفت پاتے ہیں، پس جب یہ گروہ دوبارہ واپس ہوا تو یہود کا قول اپنی قوم سے کہہ دیا۔ (الصاوی، ج ٤، ص ۲۹۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۹

﴿ولقد وصلنا ﴾بَیَّنَّا﴿لهم القول ﴾القرانَ﴿ لعلهم یتذکرون (۵۱)﴾یَتَّعِظُونَ فَیُومِنُونَ﴿الذین اتینهم الکتب من قبله ﴾اَیِ القُرانِ﴿ هم به یومنون (۵۲)﴾ النصف ﴿اَیضا نَزَلَ فِی جَماعَةٍ اَسلَمُوا مِنَ الیَهودِ کَعَبدِ اللهِ بنِ سلامٍ وَغَیرِہٖ وَمِنَ النَّصارٰی قَدِمُوا مِنَ الحَبَشَةِ وَمِنَ الشَّامِ﴿واذا یتلی علیهم ﴾القُرآنُ﴿ قالوا امنا به انه الحق من ربنا انا کنا من قبله مسلمین (۵۳)﴾مُوَحِّدِینَ﴿ اولئک یؤتون اجرهم مرتین ﴾بِاِیمانِهِم بِالکِتَابَینِ﴿ بما صبروا ﴾بِصَبرِهِم علی العَمَلِ بِهِما﴿ ویدرء ون ﴾یَدْفَعونَ﴿ بالحسنة السیئة ومما رزقنهم ینفقون (۵۴)﴾یَتَصَدَّقُونَ﴿ واذا سمعوا اللغو ﴾الشَّتمَ والاَذٰی مِنَ الکُفَّارِ﴿ اعرضوا عنه وقالوا لنا اعمالنا ولکم اعمالکم سلم علیکم ز﴾سَلامٌ مُتَارَکَةٌ اَی سَلِمتُم مِنَّا مِنَ الشَّتمِ وَغَیرِہٖ﴿ لا نبتغی الجهلین (۵۵)﴾لا نَصحَبُهُم وَنَزَلَ فِی حِرصِه ﷺ علی الایمانِ عَمِّهٖ اَبِی طَالِبٍ﴿ انک لا تهدی من احببت ﴾هِدایَتَهُ﴿ولکن الله یهدی من یشاء ج وهو اعلم ﴾اَی عَالِمٌ﴿بالمهتدین (۵۶) وقالوا ﴾اَی قَومُهُ﴿ ان نتبع الهدی معک نتخطف من ارضنا ﴾ اَی نُنتَزَعْ مِنهَا بِسُرعَةٍ قَالَ تعالی ﴿اولم نمکن لهم حرما امنا ﴾یَامِنُونَ فِیهِ مِنَ الاِغارةِ والقَتلِ والوَاقِعِینَ مِن بَعضِ العَرَبِ علی بَعضٍ ﴿ یجبی ﴾بِالفَوقَانِیةِ والتَّحتَانِیةِ﴿ الیه ثمرت کل شیء ﴾مِن کُلِّ اَوبٍ﴿رزقا ﴾لَهُم﴿من لدنا ﴾اَی عِندَنَا﴿ ولکن اکثرهم لا یعلمون (۵۷)﴾اَنَّ مَانَقُولُهٗ حَقٌّ﴿ وکم اهلکنا من قریة م بطرت معیشتها ﴾اَی عَیشَتَهَا وَاُرِیدُ بِالقَریَةِ اَهلُهَا﴿ فتلک مسکنهم لم تسکن من م بعدهم الا قلیلا ط﴾لِلمَارَّةِ یَومًا اَو بَعضَهُ﴿ وکنا نحن الورثین (۵۸)﴾مِنهُم﴿ وما کان ربک مهلک القری ﴾بِظُلمِ اَهلِهَا﴿حتی یبعث فی امها ﴾اَی اَعظَمِهَا﴿ رسولا یتلوا علیهم ایتنا ج وما کنا مهلکی القری الا واهلها ظلمون (۵۹)﴾بِتَکذِیبِ الرُّسُلِ﴿ وما اوتیتم من شیء فمتاع الحیوة الدنیا وزینتها ج﴾اَی تَتَمَتَّعُونَ وَتَتَزَیَّنُونَ بِهٖ اَیَّامَ حَیوتِکُم ثُمَّ یُفْنٰی﴿ وما عند الله ﴾وَهُوَ ثَوابُهُ﴿ خیر وابقی افلا تعقلون (۶۰)﴾بالیاءِ والتاءِ اَنَّ البَاقِی خیرٌ مِّنَ الفَانِی.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے بیان کیا ان کے لیے قول (یعنی قرآن پاک، وصلنا بمعنی بینا ہے) کہ وہ دھیان کریں (نصیحت حاصل کر کے ایمان لے آئیں) جن کو ہم نے اس سے پہلے (یعنی قرآن پاک سے پہلے) کتاب دی وہ اس پر (بھی) ایمان لاتے ہیں (یہ آیت مبارکہ یہودیوں کی اس جماعت کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا جیسے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ دیگر نصاری

،یہ حضرات حبشہ اور شام سے تشریف لائے تھے)اور جب ان پر(قرآن پاک)پڑھا جاتا ہے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے بیشک یہی حق ہے ہمارے رب کے پاس سے ہم اس سے پہلے ہی مسلمین تھے......۱......(یعنی اللہ ﷻ کی وحدانیت کے مقر تھے)ان کو ان کا اجر(دو کتابوں پر ایمان رکھنے کے سبب......۲......)دوبالا دیا جائے گا بدلہ ان کے صبر(یعنی دونوں پر مستقل عمل کرنے کے سبب)اور وہ(خود سے)برائی کو بھلائی سے ٹالتے ہیں......۳......(یدرؤن بمعنی یدفعون ہے)اور ہمارے دیئے سے کچھ خرچ کرتے ہیں(یعنی صدقہ کرتے ہیں)اور جب لغو(یعنی کفار کی گالی گلوچ اور ایذاء پہنچانے والی باتیں)سنتے ہیں اس سے تغافل کرتے ہیں......۴......اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے عمل اور تمہارے لیے تمہارے عمل بس تم پر سلام ہو(یہاں سلام سے مراد سلام متارکہ ہے......۵......یعنی تم ہماری طرف سے گالی گلوچ وغیرہ ہونے سے سلامت رہے ہو)اور ہم جاہلوں کو چاہنے والے نہیں(یعنی ہم ان کی صحبت اختیار نہیں کرتے، نبی پاک ﷺ کو اپنے چچا ابوطالب کے ایمان لے آنے کی شدید خواہش تھی......۶......اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی)تم ازخود ہدایت نہیں دیتے جس کو(ہدایت دینا)پسند کرتے ہو ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے چاہے......۷......اور وہ جانتا ہے ہدایت والوں کو(اعلم بمعنی عالم ہے)اور کہتے ہیں(یعنی حضور کی امت دعوت)اگر ہم تمہارے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو ہمیں ہمارے ملک سے اچک لیا جائے گا(ہمیں تیزی سے ہمارے ملک سے باہر نکال دیا جائے گا، اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے)کیا ہم نے انہیں جگہ نہ دی امان والے حرم میں(کہ اس میں لوٹ ماری، قتل وغارتگری سے محفوظ رہیں، جو عرب باہم ایک دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں)جس کی طرف ہر چیز کے(ہر سمت کے)پھل لائے جاتے ہیں(یجبی تاء اور یاء دونوں کے ساتھ ہے)ہمارے پاس کی روزی(ان کے لیے، من لدنا بمعنی عندنا ہے)لیکن ان میں اکثر کو علم نہیں(کہ ہم نے جو ان سے فرمایا ہے وہ حق ہے)اور کتنے شہر ہم نے ہلاک کر دیئے جو اپنے عیش پر اترا گئے تھے(معیشتھا بمعنی عیشھا ہے، اور شہر سے مراد شہر والے ہیں)تو یہ ہیں ان کے مکان کے بعد سکونت نہ ہوئی مگر کم(کہ گزرنے والے افراد ایک دن یا کچھ وقت وہاں گزارتے ہیں)اور(ان کے)ہم ہی وارث ہیں اور تمہارا رب شہروں کو(ان پر ظلم کرتے ہوئے)ہلاک نہیں کرتا اس کی اصل(یعنی سب سے بڑی بستی)میں رسول نہ بھیجے جو ان پر ہماری آیتیں پڑھے اور ہم شہروں کو ہلاک نہیں کرتے مگر جب کہ ان کے ساکن(رسولوں کو جھٹلانے کے سبب)ستم گار ہوں اور جو کچھ چیز تمہیں دی گئی ہے وہ دنیاوی زندگی کا برتاوا اور اس کا سنگھار ہے(جس کو تم اپنی زندگی کے ایام ختم ہونے تک برتو گے اور اس سے زینت حاصل کرو گے پھر یہ فنا ہو جائیں گی......۸......)اور جو اللہ کے پاس ہے(یعنی اس کا ثواب)وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا تو کیا تمہیں عقل نہیں(تعقلون کو علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے کہ باقی رہنے والی شے فنا ہونے والی شے سے بہتر ہوتی ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد وصلنا لھم القول لعلھم یتذکرونo﴾.

و: مستانفہ، لام قسمیہ، قد تحقیقیہ، وصلنا: فعل بافاعل، لام: جار، ھم: ضمیر ذوالحال، لعلھم یتذکرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، القول: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿الذین اتینھم الکتب من قبلہ ھم بہ یومنونo﴾.

الذین: موصول، اتینھم: فعل بافاعل ومفعول اول، الکتب: موصوف، من قبلہ: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر مبتدا، ھم: مبتدا، بہ یومنون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر پھر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا یتلی علیھم قالوا امنا بہ﴾.

و: عاطفہ، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، یتلی علیھم: فعل مجہول با نائب الفاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، قالوا: قول، امنا بہ: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انہ الحق من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین٥﴾

انہ: حرف مشبہ واسم، الحق: ذوالحال، من ربنا: ظرف مستقر حال ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، انا: حرف مشبہ واسم، کنا: فعل ناقص بااسم، من قبلہ: ظرف مستقر حال مقدم، مسلمین: ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿اولئک یوتون اجرھم مرتین بما صبروا ویدرء ون بالحسنۃ السیئۃ ومما رزقنھم ینفقون٥﴾.

اولئک: مبتدا، یوتون: فعل با نائب الفاعل، اجرھم: مفعول ثانی، مرتین: ظرف، بما صبروا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یدرء ون بالحسنۃ: فعل با فاعل وظرف لغو، السیئۃ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، مما رزقنھم ینفقون: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنہ وقالوا لنا اعمالنا ولکم اعمالکم سلام علیکم لا نبتغی الجھلین٥﴾.

و: عاطفہ، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، سمعوا اللغو: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، اعرضوا: فعل با فاعل، عنہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ، و: عاطفہ، قالوا: قول، لام: جار، نا: ضمیر ذوالحال، لا نبتغی الجھلین: جملہ فعلیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، اعمالنا: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لکم اعمالکم: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقولہ اول، سلام: مبتدا، علیکم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء وھو اعلم بالمھتدین٥﴾

انک: حرف مشبہ واسم، لا تھدی: فعل نفی با فاعل، من احببت: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و: عاطفہ، لکن اللہ: حرف مشبہ واسم، یھدی من یشاء: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ، و: عاطفہ، ھو: مبتدا، اعلم بالمھتدین: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقالوا ان نتبع الھدی معک نتخطف من ارضنا﴾.

و: عاطفہ، قالوا: قول، ان: شرطیہ، نتبع: فعل با فاعل، الھدی: ذوالحال، معک: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، نتخطف من ارضنا: فعل با فاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اولم نمکن لھم حرما امنا یجبی الیہ ثمرات کل شیء رزقا من لدنا﴾.

ھمزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ، لم نمکن: فعل نفی با فاعل، لھم: ظرف لغو، حرما: موصوف، امنا: صفت اول، یجبی الیہ: فعل مجہول وظرف لغو، ثمرات کل شیء: نائب الفاعل، رزقا: موصوف، من لدنا: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولکن اکثرھم لا یعلمون٥﴾.

و: عاطفہ، لکن: حرف مشبہ، اکثرھم: اسم، لا یعلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وکم اھلکنا من قریۃ بطرت معیشتھا﴾.

و: مستانفہ، کم:ممیز،من: جار،قریۃ:موصوف،بطرت معیشتھا: جملہ فعلیہ صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر تمیز،ملکر مفعول مقدم،اھلکنا:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فتلک مسکنھم لم تسکن من بعد ھم الا قلیلا و کنا نحن الورثین○﴾۔

ف: عاطفہ،تلک:مبتدا،مسکنھم: خبراول،لم تسکن:فعل نفی مجہول نائب الفاعل،من بعد ھم:ظرف لغو،الا:اداۃ حصر،قلیلا:"وقتا"محذوف کی صفت،ملکر ظرف،ملکر جملہ فعلیہ خبرثانی،ملکر جملہ اسمیہ ،و:عاطفہ،کنا:فعل ناقص بااسم،نحن الورثین: جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما کان ربک مھلک القری حتی یبعث فی امھا رسولا یتلوا علیھم ایتنا﴾۔

و: مستانفہ،ما:نافیہ،کان ربک:فعل ناقص بااسم،مھلک:اسم فاعل بافاعل مضاف،القری:مفعول مضاف الیہ،حتی:جار،یبعث:فعل بافاعل،فی امھا: ظرف لغو،رسولا:موصوف،یتلوا علیھم ایتنا: جملہ فعلیہ صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر"ان مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وماکنا مھلکی القری الا واھلھا ظلمون○﴾۔

و:عاطفہ،ما:نافیہ،کنا:فعل ناقص بااسم،مھلکی:اسم فعل بافاعل مضاف،القری:مضاف الیہ مفعول،الا:اداۃ حصر،و:حالیہ،اھلھا:مبتدا،ظلمون:خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر"اعم احوال"سے واقع ہے"ای وما کنا نھلکھم فی حال من الاحوال الا فی حال کونھم ظالمین"،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وماوتیتم من شیء فمتاع الحیوۃ الدنیا وزینتھا﴾۔

و: مستانفہ،ما:شرطیہ مبتدا:اوتیتم:فعل نا ئب الفاعل،من شیء:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط،ف: جزائیہ،متاع الحیوۃ الدنیا: معطوف علیہ،و:عاطفہ،زینتھا:معطوف،ملکر"ھو"مبتدا محذوف کیلئے خبر،ملکر جملہ اسمیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿وما عنداللہ خیر وابقی افلا تعقلون○﴾۔

و: عاطفہ،ما:موصولہ،عنداللہ:ظرف متعلق بمحذوف صلہ،ملکر مبتدا،خیر: معطوف علیہ،و:عاطفہ،ابقی:معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ھمزہ:حرف استفہام،ف: عاطفہ،لا تعقلون:فعل نفی بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......الذین اتینٰھم الکتب من قبلہ ......☆ یہ آیت مومنین اہل کتاب حضرت عبداللہ بن سلام اوران کے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ان اہل انجیل کے حق میں نازل ہوئی جو حبشہ سے آکر سید عالم ﷺ پر ایمان لائے ،یہ چالیس حضرات تھے جو حضرت جعفر بن ابی طالب کے ساتھ آئے جب انہوں نے مسلمانوں کی حاجت اور تنگی معاش دیکھی تو بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ ہمارے پاس مال ہیں حضور اجازت دیں تو ہم واپس جا کر اپنے اپنے مال لے آئیں اوران سے مسلمانوں کی خدمت کریں،سید عالم ﷺ نے اجازت دی اور وہ جا کر اپنے مال لے آئے اوران سے مسلمانوں کی خدمت کی ان کے حق میں یہ آیات ﴿مما رزقنٰھم ینفقون﴾ تک نازل ہوئیں،حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ آیتیں اسی اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئیں جن میں چالیس نجران کے اور بتیس حبشہ کے اور آٹھ شام کے تھے۔

☆...... انک لا تھدی من احببت ......☆ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے حق میں

نازل ہوئی، نبی کریم ﷺ نے ان سے ان کی موت کے وقت فرمایا اے چچا کہو "لا الہ الا اللہ" میں تمہارے لئے روزِ قیامت شاہد ہوں گا، انہوں نے کہا کہ اگر مجھے قریش کے عار دلانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ضرور ایمان لا کر تمہاری آنکھ ٹھنڈی کرتا، اس کے بعد انہوں نے یہ شعر پڑھا "ولقد علمت بان دین محمد من خیر ادیان البریة دینا لولا الملامة او حذارُ مسبة لو جدتنی سمحا بذاک مبینا یعنی میں یقین سے جانتا ہوں کہ محمد ﷺ کا دین تمام جہانوں کے دین سے بہتر ہے اگر ملامت و بدگوئی کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں نہایت صفائی کے ساتھ اس دین کو قبول کرتا" اس کے بعد ابو طالب کا انتقال ہو گیا، اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

☆......وقالوا ان نتبع الهدی...... ☆ یہ آیت حارث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف کے حق میں نازل ہوئی، اس نے نبی کریم ﷺ سے کہا تھا کہ یہ تو ہم یقین سے جانتے ہیں کہ جو آپ فرماتے ہیں وہ حق ہے لیکن اگر ہم آپ کے دین کا اتباع کریں تو ہمیں ڈر ہے کہ عرب کے لوگ ہمیں شہر بدر کر دیں گے اور ہمارے وطن میں نہ رہنے دیں گے، اس آیت میں اس کا جواب دیا گیا۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

کیا لفظ اسلام ومسلمین دین محمدی کے ساتھ خاص ہے؟

لـ......اسلام کا اطلاق ہر دین حق پر ہوتا ہے یا صرف دین محمدی پر، اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اسی طرح مسلمین کا اطلاق فقط سید عالم ﷺ کے متبعین پر ہوتا ہے یا کسی اور نبی کے متبعین پر بھی ہوتا ہے۔ راجح قول یہ ہے کہ اسلام کا لفظ ہمارے نبی ﷺ کے دین کے ساتھ مخصوص ہے اور مسلمین کا لفظ بھی ہمارے نبی ﷺ کے دین کے ساتھ مخصوص ہے البتہ انبیائے سابقین پر بھی مسلمین کا اطلاق کیا جاتا ہے اور دوسرا قول جو تعمیم کا ہے وہ قول مرجوح ہے، اس سلسلے میں راجح قول پر مزید دلائل پیش کریں گے، اس کے بعد مرجوح قول کے جوابات دینے کی سعی کی جائے گی۔ (الحاوی للفتاوی، للامام جلال الدین سیوطی، ج ۲، ص ۱۱۵ وغیرہ)

وہ دلائل جو آیات واحادیث سے سید عالم ﷺ کی شریعت کے اسلام اور آپ کے پیروکار کے مسلمین ہونے کے ساتھ خاص ہیں

(۱)......اللہ ﷻ کا فرمان ﴿الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا (المائدة:۳)﴾۔ اس آیت میں "لکم" کو "الاسلام" پر مقدم کیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ تمہارے لئے فقط اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے۔

(۲)......فرمان مقدس نشان ﴿یاایها الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافة اے ایمان والوں اسلام میں پورے داخل ہو (البقرة:۲۰۸)﴾ اہل کتاب میں سے جو احباب اسلام لائے ان سے متعلق یہ آیت نازل ہوئی لیکن بعض احکام پر ان کا عمل نہ تھا مثلاً ہفتہ کے دن کی تعظیم کرنا، اونٹ کا گوشت نہ کھانا وغیرہ۔ اللہ ﷻ نے دین اسلام کو مقدم کرتے ہوئے اس میں پورے طور پر داخل ہونے کا حکم ارشاد فرمادیا، اس میں تصریح پائی جا رہی ہے کہ تورات کو اسلام نہیں کہا گیا۔

(۳)......فرمان باری ﷻ ﴿ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امة مسلمة لک اے ہمارے رب اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار (البقرة:۱۲۸)﴾۔ اس آیت مقدسہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے اسلام کو پسند فرمایا اور مسلمان رہنے کی دعا فرمائی اور آپ علیہ السلام کی اولاد کی امت سید عالم ﷺ کی امت ہے گویا مزید یوں بھی دعا گو ہوئے ﴿ربنا وابعث فیهم رسولا منهم اے رب ہمارے بھیج ان میں ایک رسول انہی میں

سے (البقرۃ:۱۲۹)﴾۔اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دونوں دعاؤں کو قبول فرمایا اور اہل مکہ میں نبی مبعوث فرمایا اور ان کی امت کو مسلمہ فرمایا جس سے واضح ہوا کہ ہمارے نبی کے پیروکار ہی کو مسلم کہا گیا ہے۔

(۴)......حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں: اللہ عزوجل نے حضرت شعیا علیہ السلام کو وحی کی کہ نبی اُمّی کو مبعوث کرنے والا ہوں، اس کی ولادت مکہ میں ہوگی اور اس کی ہجرت طیبہ میں ہوگی، وہ میرے مکرم بندے مصطفیٰ ہیں، ان کی ملت اسلام ہے اور ان کا نام احمد ہے۔

(دلائل النبوۃ ،رقم:۳۳،ج۱،ص۷۳)

(۵)......حضرت عبداللہ بن ثابت فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے قریظہ کے ایک بھائی کے پاس گزرا اس نے میرے لئے تورات کے چند باب لکھ دیئے کیا میں ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش نہ کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو گیا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اللہ عزوجل کو رب مان کر راضی ہیں اور اسلام کو دین مان کر راضی ہیں اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول مان کر راضی ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے انور سے غصہ کے آثار کچھ کم ہوئے اور فرمایا: ''اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں صبح کو حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں اور تم ان کی پیروی کرو تو تم گمراہ ہو جاؤ گے، تم امتوں میں سے میرا حصہ ہو اور میں نبیوں میں سے تمہارا حصہ ہوں۔(مصنف عبدالرزاق، کتاب :اھل کتاب، مسئلہ اھل کتاب، ج۶ص ۱۱۳) ہمارے دعویٰ پر حدیث بین دلیل ہے کہ توریت کی شریعت کو اسلام نہیں کہا جاتا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاتھ میں توریت کے چند اجزاء دیکھ کر غضب ناک ہوئے ہیں۔

(۶)......الحارث الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے زمانہ جاہلیت کی طرح چیخ و پکار کی وہ جہنم کے بیٹھنے والوں میں سے ہے، ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خواہ وہ روزے رکھے اور نماز بھی پڑھے؟ فرمایا: ''ہاں! تم اللہ عزوجل کی اس پکار کی طرح پکارو جس کی وجہ سے اس نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے اور مومنین عباد اللہ ہیں''۔

(سنن الترمذی، کتاب الامثال عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،باب:ماجاء فی مثل الصلوۃ،رقم:۲۸۷۲،ص۸۱۲)

ان علماء کے دلائل اور ہماری جانب سے جوابات جو اسلام اور مسلمین کے اوصاف تمام شرائع اور تمام امم کے لئے مانتے ہیں:

(۱)......اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿فاخرجنا من کان فیھا من المومنین فما وجدنا فیھا غیر بیت من المسلمین تو ہم نے اس شہر میں جو ایمان والے تھے نکال لئے تو ہم نے وہاں ایک ہی گھر مسلمان پایا (الذریت:۳۵تا۳۶)﴾۔اس آیت کے تحت کہا جاتا ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے متبعین کو بھی مسلمین کہا گیا ہے۔ جس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ اس سے اسلام کا معروف اصطلاحی معنی مراد نہیں بلکہ لغوی معنی مراد ہے یعنی ہم پہلے ہی اطاعت گزار اور اطاعت شعار تھے، اسلام کا معروف اصطلاحی معنی صرف دینِ اسلام ہے اور صرف مسلمانوں پر صادق آتا ہے۔ (القرطبی،الجزء:۲۶،ص۴۵)۔

(۲)......فرمان باری عزوجل ﴿نعبد الھک والہ ابائک ابراھیم واسمعیل واسحق الھا واحدا ونحن لہ مسلمون ہم پوجیں گے اُسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم و اسماعیل و اسحٰق کا ایک خدا (البقرۃ:۱۳۳)﴾ اس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کو مسلمین کہا گیا لہذا ثابت ہوتا ہے کہ مسلمین کا اطلاق امت محمدیہ کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ ہم جواب میں وہی کہیں گے جو ماقبل تفسیر قرطبی کے حوالے سے کہہ چکے ہیں کہ مراد بالتبع مسلمان کہنا ہے۔

دو کتابوں پر ایمان لانے کا دگنا اجر:

۲......امام قرطبی (القصص:۵۳) کے تحت فرماتے ہیں: اور جب ان پر اس کتاب کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں

کہ ہم اس پر ایمان لا چکے ہیں۔ بیشک یہ ہمارے رب کی طرف سے برحق ہے، ہم اس سے پہلے ہی مسلمین اور اطاعت شعار ہو چکے ہیں۔اس کا معنی یہ ہے کہ ہم قرآن مجید کے نزول سے پہلے ہی اپنی کتابوں میں اس کی بشارت پڑھ کر اس پر ایمان لا چکے تھے۔یا ہم سید عالم ﷺ کی بعثت سے پہلے ہی اپنی کتابوں میں آپ ﷺ کی بعثت کی بشارت پڑھ کر آپ پر ایمان لا چکے تھے۔یا اس کا معنی یہ ہے کہ ہم پہلے ہی موحد تھے، یا ہمارا پہلے ہی ایمان تھا کہ عنقریب سیدنا محمد ﷺ مبعوث ہونگے اور آپ پر قرآن نازل ہوگا۔اس آیت میں یہ جو فرمایا کہ ہم پہلے ہی مسلمین تھے اس سے اسلام کا معروف اصطلاحی معنی مرادنہیں بلکہ لغوی معنی مراد ہے یعنی ہم پہلے ہی اطاعت گزار اور اطاعت شعار تھے، اسلام کا معروف اصطلاحی معنی صرف دینِ اسلام ہے اور صرف مسلمانوں پر صادق آتا ہے۔

(القرطبی، الجزء: ۲۰، ص ۲۶۳)

جن وجوہات کی بناء پر مومنین اہل کتاب کو دگنا اجر ملے گا اس کا بیان بھی مابعد آیت میں ہے چنانچہ فرمایا: یہ وہ ہیں جنہیں دگنا اجر دیا جائیگا، کیونکہ انہوں نے صبر کیا اور برائی کو نیکی سے ٹالتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمیوں کو دگنا اجر ملے گا، ایک اہل کتاب سے وہ شخص جو اپنے نبی پر بھی ایمان لایا اور سید عالم ﷺ پر بھی ایمان لایا اور وہ غلام جو اللہ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے مالک کا حق بھی ادا کرے اور تیسرا وہ شخص جس کے پاس ایک باندی ہو اور وہ اس کو ادب سکھائے تو اچھا ادب سکھائے اور اس کو تعلیم دے تو اچھی تعلیم دے، پھر اس کو آزاد کر کے اس سے شادی کرلے تو اس کو دو اجر ملیں گے''۔ (سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب: ماجاء فی الفضل فی ذلک، رقم: ۱۱۱۶، ص ۳۳۹)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ تین شخصوں کے متعلق حدیث میں دگنا اجر ملنے کا بیان ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو دو مختلف جہتوں سے عمل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور انہوں نے ان دونوں کی اطاعت کی، اس لئے وہ دگنے اجر کے مستحق ہوئے، سو جو شخص اہل کتاب سے تھا اس کو اپنے نبی کی طرف حکم دیا گیا تو اس نے اس کے حکم کی اطاعت کی، پھر اس کو ہمارے نبی کی طرف سے حکم دیا گیا تو اس نے آپ ﷺ کی بھی اطاعت کی لہذا اس کو دونوں ملتوں کا اجر ملے گا، اور غلام کو اللہ کی طرف سے بھی حکم دیا گیا اور مالک کی طرف سے بھی لہذا اس کے لئے بھی دگنا اجر ہے اور جو باندی کا مالک تھا اس نے باندی کی تربیت کر کے اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرلیا لہذا اس میں بھی دو اجر ملنے کی امید ہے۔اور جس نیکی کا مسلمان کو دس گنا اجر ملتا ہے اور مسلمانوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کا ستائیس گنا ثواب ملتا ہے اور حرم پاک میں نماز ادا کرنے کا لاکھ گنا اجر ملتا ہے، لہذا ان تین شخصوں کو یہ تمام اقسام کے اجر عام مسلمانوں کی بنسبت دگنے ملیں گے۔

(القرطبی، الجزء: ۲۰، ص ۲۶٤)

برائی کو بھلائی سے ٹالنے کا بیان:

☆......حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ فرماتی ہیں کہ سید عالم ﷺ تبعاً اور تکلفاً بے شرمی کی باتیں کبھی نہ کرتے، بازار میں شور نہیں مچاتے، برائی کا بدلہ برائی سے نہیں بلکہ معاف کر دیتے در گزر فرماتے''۔ (سنن الترمذی، کتاب البر و الصلة، باب: ما جاء فی خلق، رقم: ۲۰۲۳، ص ۵۹۲)

☆......حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میری نبی پاک ﷺ سے ملاقات ہوئی، میں نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑنے میں پہل کی اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے بتائیے کہ سب سے اچھے اعمال کون سے ہیں؟ ارشاد فرمایا: ''اے عقبہ! جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے تعلق جوڑو، جو تمہیں محروم کرے تو اسے عطا کرو اور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کرو''۔ (مسند امام احمد، مسند الشامیین، عقبہ بن عامر، رقم: ۱۷٤۵۷، ج ٦، ص ۱۴۸)

☆......ایک روایت میں یوں ہے: رحم، اللہ کے نام رحمٰن سے مشتق ہے، لہذا جو اس سے تعلق جوڑے گا اللہ اس سے تعلق جوڑے گا اور جو اس سے تعلق توڑے گا اللہ بھی اس سے تعلق توڑ لے گا''۔ (سنن الترمذی، ابواب البر و الصلة، باب: ما جاء فی رحمة الناس، رقم: ۱۹۳۱، ص ۵۷۱)

☆......تاجدار مدینہ ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: ''کسی مسلمان کے لیے اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق جائز نہیں، جس نے تین

دن سے زیادہ تعلق توڑے رکھا اور مرگیا تو جہنم میں داخل ہوگا"۔(سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب فیمن یھجر اخاہ المسلم، رقم: ۴۹۱۴،ص۹۱۹)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کا اکرام نہیں بجالاتا"۔(المرجع السابق رقم:۱۹۳۲،ص۵۷۱)

یہ ساری باتیں تو شریعت میں محبوب و مطلوب ہیں، لیکن زمانے کی ستم ظریفی کا کیا کہنا جنہوں نے ہمارے بچے بچے کو انتقام لینا سکھادیا ہے،کوئی کسی کو معاف کرنے کے لیے تیار ہی نہیں۔ ظالم و عیاش بے کار حکمران "ظلم کرو گے تو ظلم کریں گے" کے نعرے میڈیا پر بیٹھے ،ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے ،طوفان بدتمیزی مچاتے ،مزید فلمے ڈرامے مذہبی اقدار کو روندتے چلے آرہے ہیں۔ پڑھے لکھے نظر آنے والے جس جاہلانہ طریقے سے لڑتے ہوئے دکھائے دیتے ہیں اس کی منظر کشی کرنے کی ضرورت وحاجت نہیں۔ خدا انہیں ھدایت دے یا...... کرے، جنہوں نے ملک وملت کا سکون پارا پارا کردیا، آمین۔

لغویات وجاھلانہ کلام وکام سے بچنا:

☆......سیدنا عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ منبر اقدس پر جلوہ گر ہوئے اور با آواز بلند فرمایا: "اے وہ لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہو مگر ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کو تکلیف نہ دیا کرو اور نہ ہی ان کے عیبوں کے پیچھے پڑو کیونکہ جو اپنے مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرتا ہے اللہ اس کے عیبوں کو ظاہر کردیتا ہے اور اللہ جس کے عیب ظاہر فرمادے وہ اسے رسوا کردیتا ہے اگرچہ وہ اپنے گھر میں ہی ہو"۔ ایک دن حضرت عبداللہ بن عمر نے کعبہ معظّمہ کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا:" تیری شان کتنی بلند ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے لیکن بندہ مومن اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تجھ سے زیادہ محترم ہے۔

(جامع الترمذی ،ابواب البر والصلة، باب:ما جاء فی تعظیم المومن، رقم:۲۰۳۲،ص۵۹۶)

☆......حضرت سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس نے اللہ عزوجل کی حدود میں سے کسی حد کو روکنے کی سفارش کی وہ ہمیشہ اللہ کی ناراضی میں رہے گا یہاں تک کہ اُسے چھوڑ دے اور جس نے کسی ایسے جھگڑے میں کسی مسلمان پر شدید غضب کیا جس (حق یا باطل ہونے) کا اسے علم نہیں تو اس نے اللہ عزوجل کے حق میں اس کی مخالفت کی اور اس کی ناراضی چاہی اس پر روز قیامت تک لگا تار اللہ کی لعنت ہوگی اور جس نے دنیا میں عیب دار کرنے کے لئے کسی مسلمان کے خلاف کوئی بات عام کی جبکہ وہ مسلمان اس بات سے بری ہو تو اللہ عزوجل پر حق ہے کہ اسے قیامت کے دن جہنم میں پگھلائے یہاں تک کہ اپنی کہی ہوئی بات کو ثابت کرلے"۔

(الترغیب والترھیب، کتاب القضاء، باب:الترھیب من اعانة المبطل ،رقم:۳،ج۳،ص۱۳۸)

☆......سید عالم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے: "جس نے ناحق جھگڑے میں کسی کی معاونت کی وہ اللہ عزوجل کی ناراضگی میں رہے گا یہاں تک کہ اُسے چھوڑ دے"۔(المستدرک ،کتاب الاحکام، باب: لا تجوز شھادة بدوی علی صاحب قریة، رقم:۷۰۵۱،ج۷،ص۲۰۲۰)

☆......سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: "جس نے کسی مسلمان سے کہا او کافر یا اللہ کا دشمن! اور وہ ایسا نہ تھا تو کہنے والے کا قول اسی پر لوٹ آئے گا"۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب:بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر،رقم:(۱۲۰)/۶۰،ص۵۸)

☆......سید عالم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے: "جس نے کسی مسلمان کو کہا او کافر! تو یہ اسے قتل کرنے کی طرح ہے"۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب:من اکفر اخاہ بغیر تاویل فھو کما قال، رقم:۶۱۰۵،ص۱۰۶۴)

تنبیہ: اس جملے میں شدید وعید ہے کہ اس کا کفر لوٹ آئے یا وہ خود ہی دشمن خدا ٹھرے نیز اس قسم کے گناہ کو قتل کی مثل بھی قرار دیا ہے۔لہذا کلام کرنے میں احتیاط ہی کرنا چاہیے کہ اگر کفر نہ ہوا تو گناہ کبیرہ ہی ہو جائے گا، ورنہ صغیرہ گناہ کا مرتکب ہوگا اور بار بار کا صغیرہ

کبیرہ بلکہ اشد کبیرہ بن جاتا ہے لہٰذا لغویات اور ناپسندیدہ جاہلانہ کلام سے بچنے ہی میں عافیت ہے۔

سلام متارکہ اور سلام تحیت:

۵......قطع تعلق یا جان چھڑانے کے لئے جو سلام کیا جاتا ہے اسے سلام متارکہ کہتے ہیں، اور جو تعظیم کے لئے کیا جائے اسے سلام تحیت کہا جاتا ہے۔ متذکرہ آیت ﴿وقالوا لنا اعمالنا ولکم اعمالکم سلم علیکم﴾ میں سلام متارکہ مراد ہے نہ کہ سلام تحیت۔ ہم ذیل میں مختلف تفاسیر کے عربی متن ذکر کرتے ہیں جس سے مزید وضاحت ہوجائے گی مزید "امام ابوبکر احمد بن علی الجصاص حنفی" کی تفسیر "احکام القرآن" کی عبارت بھی پیش کریں گے تاکہ علامہ آلوسی کو ہونے والی غلطی کا واضح انکشاف سامنے آجائے۔

(۱)......لیس المراد منه سلام التحیة ولکنه سلام المتارکة ،معناه سلمتم منا لا نعاوضکم بالشتم والقبح من القول. (البغوی، ص ۷۱۴)

(۲)...... هذا السلام لیس بتسلیم مواصل وتحیة موافق بل هو برائة وسلام مودع مفارق.

(روح البیان، ج۶،ص ۵۲۹)

(۳)......لیس المراد منه سلام التحیة ولکنه سلام المتارکة ،معناه سلمتم منا لا نعاوضکم بالشتم.

(الخازن، ج۳،ص ۳۶۸،المظهری، ج۵،ص ۳۸۶)

(۴)...... متارکة لهم وتودیعا ،او دعاء لهم بالسلامة عما هم فیه. (البیضاوی، ج۳،ص ۱۹)

(۵)......ان هذه الکلمة تحیة بین المومنین وعلامة الاحتمال من الجاهلین. (الرازی، ج۸،ص۶۰۸)

(۶)......قالوه تودیعا لهم لا تحیة او هو للمتارکة ایضا کما فی قوله تعالی ﴿واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما اور جب جاہل اُن سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام(الفرقان:۶۳)﴾ وایا ما کان دلیل فی الایة علی جواز ابتداء الکافر بالسلام کما زعم الجصاص اذ لیس الغرض من ذلک الا المتارکة او التودیع .

(روح المعانی ،الجزء:۲۰،ص۴۰۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایک مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان پر چھ نیکیاں ہیں۔ (۱)...... جب اس سے ملاقات ہو تو سلام کہے۔ (۲)...... جب وہ دعوت دے تو قبول کرے۔ (۳)...... جب چھینک آئے تو اس کا جواب دے۔ (۴)...... جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔ (۵)...... جب مرجائے تو اس کے جنازہ میں شامل ہو۔ (۶)......جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے مسلمان بھائی کے لئے پسند کرے"۔

(سنن الترمذی، کتاب الادب،باب:ما جاء فی تشمیت العاطس،رقم:۲۷۳۶،ص ۷۸۴)

ابوطالب کے ایمان لانے یا نہ لانے کی تحقیق:

۶......اس میں شک نہیں کہ ابوطالب تمام عمر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی حفظ وحمایت وکفالت ونصرت میں معروف رہے، اپنی اولاد سے زیادہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عزیز رکھا، اور اس وقت میں ساتھ دیا کہ ایک عالم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمنِ جان ہوگیا تھا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت والفت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں قصیدہ بھی کہا لیکن مجرد محبت کا پایا جانا ایمان کو لازم نہیں کرتا۔

شرح عقائد میں ہے:

لیست حقیقة التصدیق ان تقع فی القلب نسبة الصدق الی الخبر والمخبر من غیر اذعان وقبول بل هو اذعان وقبول لذلک بحیث یقع علیه اسم التسلیم علی ماصرح به الامام الغزالی حقیقت تصدیق یہ نہیں کہ دل میں خبر یا مخبر کی سچائی کی نسبت واقع ہو جائے بغیر اذعان وقبول کے، بلکہ وہ تو اذعان اور اس طرح قبول کرنا کہ اس پر اسم تسلیم واقع ہو، جیسا کہ امام غزالی نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ درج ذیل ہم سات فصول میں مختصر دلائل بیان کرتے ہیں جس سے ابوطالب کے ایمان نہ لانے پر حجت قائم ہو سکے گی۔

فصل اول:

(۱)......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿انک لا تهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشاء وهو اعلم بالمهتدین بیشک یہ نہیں کہ جسے تم اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو ہاں اللہ ہدایت کرتا ہے جسے چاہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو (القصص: ۵۶)﴾۔

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت پاک ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔

(۲)......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لهم انهم اصحب الجحیم نبی اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کی مغفرت چاہیں اگرچہ وہ رشتے دار ہوں جب کہ انہیں کھل چکا کہ وہ جہنمی ہیں (توبہ: ۱۱۳)﴾۔

یہ آیت بھی ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔

فصل دوم:

☆......حضرت عباس عمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں یوں عرض کی: حضور نے اپنے چچا ابوطالب کو کیا نفع دیا؟ خدا کی قسم! وہ حضور کی حمایت کرتا اور حضور کے لئے لوگوں سے جھگڑتا تھا، فرمایا: ''میں نے اُسے سراپا آگ میں ڈوبا ہوا پایا تو اُسے کھینچ کر پاؤں تک آگ میں کر دیا، اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا''۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: شفاعة النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب، رقم: (۳۹۸)/۲۰۹، ص ۱۲۹)

☆......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ابوطالب کا ذکر ہوا تو فرمایا: ''میں امید کرتا ہوں کہ روزِ قیامت میری شفاعت ان کو یہ نفع دے گی کہ جہنم میں پاؤں تک کی آگ میں کر دیا جائے گا جو اس کے ٹخنوں تک ہوگی جس سے اس کا دماغ جوش مارے گا''۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: قوله انك لا تهدی، سورة القصص، رقم: ۴۷۷۲ ص ۸۳۷)

فصل سوم:

امام ابوالبرکات نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

کافر مر جائے تو اس کا مسلمان رشتے دار اس کو غسل دے، کفن پہنائے اور دفن کرے، اس میں اصل یہ ہے کہ جب ابوطالب مر گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بوڑھا گمراہ چچا مر گیا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کو غسل دو، کفن پہناؤ اور دفن کرو اور کوئی نئی چیز نہ کرنا یہاں تک کہ مجھے آملو یعنی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا''۔

فصل چہارم:

علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر پھر علامہ علی بن احمد عزیزی سراج المنیر شروح جامع صغیر میں زیر حدیث ہشتم فرماتے ہیں: ''هذا یؤذن

بموته علی کفرہ وھو الحق وھم البعض یعنی حدیث یہ بتاتی ہے کہ ابوطالب کی موت کفر پر ہوئی اور یہی حق ہے اور اس کا خلاف وہم ہے"۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ ماقبل احادیث سے یہ بات واضح ہوئی کہ ابوطالب کی موت اسلام پر نہ ہوئی، اگر تو کہے کہ سہیلی نے ذکر کیا کہ انہوں نے مسعودی کی کسی کتاب میں دیکھا کہ ابوطالب اسلام لے آئے میں یہ کہوں گا کہ ایسی بے سروپا حکایت احادیث صحیح بخاری کی معارض نہیں ہوسکتیں۔

فصل پنجم:

شرح مقاصد وشرح تحریر پھر ردالمحتار حاشیہ درمختار باب المرتدین میں ہے:

"جس سے اقرار اسلام کا مطالبہ کیا جائے اور وہ اقرار نہ کرنے پر اصرار رکھے بالاتفاق کافر ہے کہ یہ دل میں تصدیق نہ ہونے کی علامت ہے، اسی واسطے تمام علماء نے کفر ابی طالب پر اجماع کیا ہے۔

فصل ششم:

اصابہ میں ہے:

رافضیوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ابوطالب مسلمان مرے، امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں شروع تذکرہ ابوطالب میں فرمایا: بعض لوگ ابوطالب کے اسلام کے قائل ہوئے یہ غلط ہے۔

فصل ہفتم:

نسیم الریاض میں ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوطالب کی مہر ومحبت مشہور ہے اور تعظیم ومعرفت نبوت معلوم، مگر اللہ تعالی نے مسلمان ہونے کی توفیق نہ دی اور کتاب الامتاع میں فرمایا: ابوطالب کے مسلمان نہ ہونے میں اللہ کی باریک حکمت ہے وہ سردارِ قریش تھے کوئی ان کی پناہ پر تعدی نہ کرسکتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے اسلام میں ان کی حمایت میں تھے وہ مخالفوں کو حضور سے دفع کرتے تھے۔

(الفتاوی الرضویہ مخرجہ، رسالہ: شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، ج۲۹، ص ۶۵۵ وغیرہ ملخصا وملتقطا)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہدایت دینے یا نہ دینے کا بیان:

ے..... صاحب کشاف کی عبارت سے ہدایت کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی جانب نفی کی طرف محمول کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا ﴿انک لا تھدی من احببت﴾ یعنی اے محبوب! آپ کو کسی کو اسلام میں داخل کرنے اور اس پر استقامت پذیر ہونے کی قدرت نہیں ہے۔ اور پھر ﴿ولکن اللہ یھدی من یشاء﴾ کا معنی یہ ہے کہ بالفعل کسی کا اسلام میں داخل ہونا اللہ کی قدرت میں داخل ہے اور یہی وہ بات ہے جس پر میں نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت اعتماد کیا ہے۔ (روح المعانی، الجزء: ۲۰، ص ۴۰۷)

جہاں تک اس آیت ﴿وانک لتھدی الی صراط مستقیم بیشک تم ضرور سیدھی راہ بتاتے ہو (شوری: ۵۲)﴾ کا تعلق ہے تو درحقیقت کوئی تعارض نہیں کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی عطا سے راہ دین کی رہنمائی کرتے ہیں جب کہ دل میں اسلام داخل کرنا اللہ کی قدرت ہے۔

سب کچھ فنا ہوجانے کا بیان:

۸......دل دنیاوی زندگی اوراس کے متعلقات میں مصروف ہوجائے، یقیناً یہ بُری صفت ہے۔ایسے عالم میں شیطان خوب کھیل تماشوں اور زیب وزینت اور لذیذ کھانوں، کثرت مال میں منہمک کرکے طرح طرح کی آزمائشوں میں ڈال دیتا ہے۔افسوس مسلمان لذیذ کھانا شکم سیر ہوکر کھا بھی لے، اگرچہ حلال وطیب ہی ہو، شہوت ضرور زور پکڑتی ہے۔سیدنا یحییٰ علیہ السلام نے شیطان کو اس حالت میں دیکھا کہ اس کے پاس ہر چیز کو پھانسنے کے لئے کچھ پھندے ہیں تو آپ علیہ السلام نے اس سے ان پھندوں کے بارے میں پوچھا تو شیطان نے جواب دیا: ''یہ وہ شہوات ہیں جن کے ذریعے میں آدمی پر قابو پاتا ہوں''۔حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کہا کیا میرے لئے بھی کچھ ہے؟ تو شیطان نے جواب دیا: ''بعض اوقات آپ علیہ السلام خوب سیر ہوکر کھا لیتے ہیں تو میں نماز وذکر کو آپ علیہ السلام پر بھاری کر دیتا ہوں''۔آپ علیہ السلام نے مزید دریافت کیا کیا کوئی اور چیز بھی ہے؟ شیطان نے جواب نہیں دیا، آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں کبھی شکم سیر ہوکر نہیں کھاؤں گا''، شیطان نے کہا کہ اللہ کی قسم! ''میں کبھی کسی مسلمان کو نصیحت نہیں کروں گا''۔

(حلية الاولياء، وهب بن الورد، رقم: ١١٧٠٤، ج٨ص١٥٧)

غور کیجئے! کتنا مشکل وقت ہے، انسان کی زندگی کتنی جلد ختم ہوجاتی ہے۔اعمال صالحہ نہ ہوں تو بجائے پچھتاوے کے کیا حاصل ہونا ہے؟ دنیاوی زندگی میں ہی وقت کی قدر کر لیجئے، اچھے اعمال اکٹھے کر لیجئے۔سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ خاتون جنت سے ارشاد فرمایا: ''عمل کرو کیونکہ میں اللہ کے مقابلے میں تمہیں کوئی فائدہ نہ دونگا''۔(صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب: هل يدخل النساء، رقم: ٢٧٥٣، ص٤٥٥)

تنبیہ: متذکرہ بالا حدیث سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو کچھ فائدہ نہ دے سکیں گے، شفاعت مصطفیٰ برحق ہے جو کہ نصوص سے ثابت ہے، یہاں عمل کی کثرت کی جانب توجہ دلائی گئی ہے۔

اغراض:

ایضا: جیسا کہ وہ اپنی کتاب (توریت) پر ایمان لاتے تھے۔

نزلت في جماعة اسلموا من اليهود: کہا جاتا ہے کہ اہل کتاب کے اسّی، نجران کے چالیس، حبشہ کے بتیس، شام کے آٹھ، یا ایک قول کے مطابق چالیس آدمی حضرت جعفر بن ابی طالب کی نگرانی میں حبشہ روانہ ہوئے۔مزید شان نزول میں مذکور ہو چکا ہے۔

بصبرهم: اس جملے سے اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ **بما** میں **ما** موصولہ ہے۔

على العمل بهما: مشرکین کی عادت کے مطابق ان کی جانب سے پہنچنے والی اذیتوں پر صبر کرنا مراد ہے۔

سلام متاركة: سے اعراض کرنے یا فرقت چاہنے کا سلام ہے نہ کہ سلام تحیت۔**لا نصحبهم:** بمعنی **لا نطلب صحبتهم** (یعنی ہم ان کی صحبت کی طلب نہیں کرتے) ہے۔

ونزل في حرصه: ابوطالب کی وفات کے وقت کے واقعے کا بیان مقصود ہے جسے ہم نے ماقبل شان نزول میں بیان کر دیا ہے وہیں دیکھ لیجئے۔**يأمنون فيه:** سے اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مجاز عقلی کا استعمال ہے۔

اي قومه: مراد بعض اہل مکہ ہیں، جیسا کہ حرث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف، کہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: ''ہم جانتے ہیں کہ آپ حق پر ہیں، لیکن ہمیں خوف ہے کہ اگر ہم آپ کی اتباع کریں تو اہل عرب ہماری مخالفت کریں گے، اور ہمیں اپنی زمین سے نکال باہر کریں گے۔**ان ما نقوله حق:** مفعول ﴿يعلمون﴾ کے محذوف ہونے کی جانب اشارہ ہے۔

للمارة يوما او بعضه: اس لیے کہ کسی جانب سے گزرنا اور آرام کے لئے سواری سے اترنا عموماً ایک دن یا دن کے کچھ حصے کے لئے ہوتا ہے۔**وهو ثوابه:** سے مراد اعمال کا ثواب ہے جو اللہ عزوجل کی رضا جوئی کے ارادے کے ساتھ قصد کی جاتی ہے۔

ای اعظمها: مرادمدین اوراطراف کاعلاقہ ہے،پس اللہ ﷻ کی عادت ہے کہ اس نے اہل مدین میں (بھی) رسول بھیجا، کیونکہ وہ ذہین وفطین لوگ تھے،اوروہ غیروں کی پیروری کرتے تھے،اسی طرح سید عالم ﷺ کو تمام خلق کی جانب مبعوث کیا گیا،اورعلی الاطلاق ان کا شہر تمام شہروں میں افضل ترین شہر ہے اوران کا قبیلہ تمام قبیلوں میں اشرف ترین قبیلہ ہے۔

ثم یفنی: دنیا کی زیب وزینت تمہاری موت پر لے جائے گا،تمام دنیا کا مال ومتاع زائل ہوجائے گا،سوائے جزاء کے کچھ باقی نہ رہے گا،پس دنیا کے حلال کا حساب ہے اورحرام کا عقاب (سزا) ہے۔ (الصاوی، ج٤، ص٢٩٤ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۰

﴿افمن وعدنه وعدا حسنا فهو لاقيه ﴾مُصِيبُهُ وَهُوَ الْجَنَّةُ﴿ كمن متعنه متاع الحيوة الدنيا ﴾فَيَزِلُ عَنْ قَرِيبٍ﴿ ثم هو يوم القيمة من المحضرين ﴿٦١﴾ ﴾النَّارِ الْأَوَّلَ الْمُومِنُ وَالثَّانِيُ الْكَافِرُ اَى لَا يَتَسَاوِى بَيْنَهُمَا ﴿و﴾اذْكُرْ﴿ يوم يناديهم ﴾اللّٰهُ﴿ فيقول اين شركاء ى الذين كنتم تزعمون ﴿٦٢﴾ ﴾هُمْ شُرَكَائِي ﴿قال الذين حق عليهم القول ﴾بِدُخُولِ النَّارِ وَهُمْ رُؤساءُ الضَّلَالَةِ﴿ ربنا هؤلاء الذين اغوينا ﴾مُبْتَداءٌ وَصِفَةٌ﴿ اغوينهم ﴾خَبَرُهُ فَغَوَوْا﴿ كما غوينا ﴾لَمْ نُكْرِهْهُم عَلَى الغَيِّ﴿تبرانا اليك ﴾مِنْهُمْ﴿ ما كانوا ايانا يعبدون ﴿٦٣﴾ ﴾مَا نَافِيَةٌ وَقَدَّمَ الْمَفْعُولَ لِلْفَاصِلَةِ﴿ وقيل ادعوا شركاء كم ﴾اَيِ الْاَصْنَامُ الَّذِينَ كُنتُم تَزْعُمُونَ اَنَّهُم شُرَكَاءُ اللّٰهِ﴿ فدعوهم فلم يستجيبوا لهم ﴾دُعاءَ هم﴿ ورأوا العذاب ﴾اَبْصَرُوهُ﴿ لو انهم كانوا يهتدون ﴿٦٤﴾ ﴾فِي الدُّنيا مَا رَاوْهُ فِي الْاٰخِرَةِ﴿و﴾اُذْكُرْ﴿يوم يناديهم ﴾اللّٰهُ﴿ فيقول ماذا اجبتم المرسلين ﴿٦٥﴾ ﴾اِلَيْكُمْ﴿فعميت عليهم الانباء﴾الْاَخْبَارُ الْمُنْجِيَةُ فِي الْجَوَابِ﴿ يومئذ ﴾اَى لَمْ يَجِدُوا خَبَرا لَهُمْ فِيهِ نَجَاةٌ﴿ فهم لا يتساء لون ﴿٦٦﴾ ﴾عَنْهُ فَيَسْكُتُونَ﴿ فاما من تاب ﴾مِنَ الشِّرْكِ﴿وامن ﴾صَدَّقَ بِتَوحِيدِ اللّٰهِ﴿ وعمل صالحا ﴾اَدَّى الفَرَائِضَ﴿ فعسى ان يكون من المفلحين ﴿٦٧﴾ ﴾النَّاجِينَ بِوَعْدِ اللّٰهِ﴿ وربك يخلق ما يشاء ويختار ط ﴾مَا يَشَاءُ﴿ما كان لهم ﴾لِلْمُشْرِكِينَ﴿الخيرة ﴾الْاِخْتِيارُ فِي شَيْءٍ﴿ سبحن الله وتعلى عما يشركون ﴿٦٨﴾ ﴾عَنْ اِشْرَاكِهِم﴿ وربك يعلم ما تكن صدورهم ﴾تُسِرُّ قُلُوبُهُم مِنَ الكُفْرِ وَغَيْرِهِ﴿ وما يعلنون ﴿٦٩﴾ ﴾بِاَلْسِنَتِهِمْ مِنَ الكِذْبِ﴿ وهو الله لا اله الا هو ط له الحمد فى الاولى ﴾الدُّنيا﴿ والاخرة ز﴾الْجَنَّةِ﴿ وله الحكم ﴾القَضَاءُ النَّافِذُ فِي كُلِّ شَيْءٍ﴿ واليه ترجعون ﴿٧٠﴾ ﴾بِالنُّشُورِ ﴿قل ﴾لِاَهلِ مَكَّةَ﴿ ارايتم ﴾اَى اَخْبِرُونِي﴿ ان جعل الله عليكم اليل سرمدا ﴾دَائِما ﴿ الى يوم القيمة من اله غير الله ﴾بِزَعْمِكُمْ﴿ ياتيكم بضياء ط ﴾نَهَارٍ تَطْلُبُونَ فِيهِ المَعِيشَةَ﴿ افلا تسمعون ﴿٧١﴾ ﴾ذٰلِكَ سَمَاعَ تَفَهُّمٍ فَتَرجِعُونَ عَنِ الْاِشْرَاكِ﴿قل ﴾لَهُمْ﴿ ارايتم ان جعل الله عليكم النهار سرمدا الى يوم القيمة من اله غير الله ﴾بِزَعْمِكُم﴿ ياتيكم بليل تسكنون ﴾تَستَرِيحُونَ﴿ فيه ط ﴾مِنَ التَّعَبِ﴿ افلا تبصرون ﴿٧٢﴾ ﴾مَا اَنتُم عَلَيهِ مِنَ الخَطَاءِ فِي الْاِشْرَاكِ فَتَرجِعُونَ عَنهُ﴿ومن رحمته ﴾تَعَالَى﴿ جعل لكم اليل والنهار لتسكنوا

فیہ ﴾فِی الَّیلِ﴿ ولتبتغوا من فضلہ ﴾فی النَّھارِ بِالْکَسْبِ﴿ ولعلکم تشکرون (۷۳)﴾النِّعمَۃَ فِیھِما﴿و﴾اذْکُر﴿ یوم ینادیھم فیقول این شرکاء ی الذین کنتم تزعمون (۷۴)﴾ذَکَرَ ثَانِیا لِیَبْنِیَ علیہِ قَولَہٗ﴿ ونزعنا ﴾اَخْرَجْنَا﴿ من کل امۃ شھیدا ﴾وَھُو نَبِیُّھُمْ یَشْھَدُ عَلَیھِمْ بِما قَالُوہُ﴿ فقلنا ﴾لھم﴿ ھاتوا برھانکم ﴾عَلٰی مَاقُلْتُم مِنَ الْاِشْرَاکِ﴿ فعلموا ان الحق ﴾فِی الْاِلٰھِیۃِ﴿ للہ ﴾لَا یُشَارِکُہٗ فِیھا اَحَدٌ﴿ وضل ﴾غَابَ﴿ عنھم ما کانوا یفترون (۷۵)﴾فِی الدُّنْیا مِنْ اَنَّ مَعَہٗ شَرِیْکًا تعالٰی عَنْ ذٰلِک.

﴿ترجمہ﴾

تو کیاوہ جسے ہم نے اچھاوعدہ دیاتو وہ اس سے ملے گا (جسے وہ پائے گا، مراد اس سے جنت ہے) اس جیسا ہے ہم نے دنیاوی زندگی کا برتاؤ برتنے دیا (جوعنقریب فنا ہوجائے گا) پھرانہیں قیامت کے دن حاضر لایا جائے گا (آگ میں، پہلے گروہ سے مراد مسلمان اور دوسرے سے کفار ہیں یعنی ہم نے دونوں کو برابر میں نہ رکھا) اور (یاد کرو) جس دن وہ (یعنی اللہ ﷻ) انہیں پکارے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم (میرا شریک) گمان کرتے تھے کہیں گے وہ جن پر (جہنم میں داخل ہونے کی) بات ثابت ہوچکی (یعنی گمراہی میں مبتلا سردار) اے ہمارے رب! یہ ہیں جنہیں ہم نے گمراہ کیا (فعل اغوینا کا مفعول ھم ضمیر محذوف ہے، ھؤلاء اسم ارشارہ موصوف ہے اور الذین سے اس کی صفت آرہی ہے یہ مبتدا بن رہا ہے اس کی خبر اغوینا ھم بن رہی ہے) ہم نے انہیں گمراہ کیا (تو وہ گمراہ ہوگئے) جیسے خود گمراہ ہوئے تھے (یعنی ہم نے انہیں سرکشی پر مجبور نہیں کیا تھا) ہم (ان سے) بیزاری ظاہر کرکے تیری طرف رجوع لاتے ہیں......۱...... وہ ہم کو نہ پوجتے تھے (ما کانوا میں ما نافیہ ہے اور مفعول کو فاصلہ کے لیے مقدم کیا گیا ہے) اور ان سے فرمایا جائے گا اپنے شریکوں کو (یعنی ان بتوں کو جنہیں تم اللہ ﷻ کا شریک گمان کرتے تھے) پکارو تو وہ پکاریں گے تو وہ (ان کی پکار) نہ سنیں گے اور وہ (یعنی وہی لوگ) عذاب کو دیکھیں گے (راؤ بمعنی ابصروا العذاب ہے) اگر وہ (دنیا میں) راہ پاتے (تو آخرت میں عذاب نہ دیکھتے) اور (یاد کرو) جس دن انہیں ندا کرے گا تو پکارے گا تم نے ان رسولوں کو کیا جواب دیا (جنہیں تمہاری طرف مبعوث کیا گیا تھا) تو اس دن ان پر خبریں (یعنی ایسی خبریں جو انہیں نجات دلاسکیں جواب سوال دیکر) اندھی ہوجائیں گی (یعنی وہ اپنے پاس کوئی ایسی خبر نہ پائیں گے جس میں ان کے لیے نجات ہو......۲......) تو وہ کچھ نہ کریں گے (اس خبر سے متعلق بلکہ وہ چپ سادھ لیں گے) تو وہ جس نے (شرک سے) توبہ کی اور ایمان لایا (اللہ ﷻ کی وحدانیت کی تصدیق کی) اور اچھا کام کیا (یعنی فرائض کو ادا کیا......۳......) قریب ہے کہ وہ راہ یاب ہو (وعدہ الٰہی کے مطابق نجات پانے والوں میں سے ہو) اور تمہارا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند فرماتا ہے (جو چاہے) ان کا (یعنی مشرکین کا) کچھ اختیار نہیں (انہیں کسی چیز کا اختیار نہیں) پاکی اور برتری ہے اللہ کو ان کے شرک سے (عما یشرکون بمعنی اشراکھم ہے) اور تمہارا رب جانتا ہے (کفر وغیرہ کو جو) ان کے سینوں میں چھپا ہے (تکن بمعنی تسر ہے) اور جو وہ (اپنی زبانوں سے) ظاہر کرتے ہیں وہی ہے اللہ کہ کوئی خدا نہیں اس کے سوا اسی کی تعریف ہے اُولی (یعنی دنیا) میں اور آخرت میں (یعنی جنت میں) اور اسی کا حکم ہے (اسی کی قضاء ہر چیز میں نافذ ہے......۴......) اور (قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد......۵......) اسی کی طرف پھر جاؤ گے تم فرماؤ (اہل مکہ سے) بھلا دیکھو تو (مجھے خبر تو دو کہ) اگر اللہ ہمیشہ تم پر قیامت تک رات رکھے (سرمدا بمعنی دائما ہے) تو اللہ کے سوا (تمہارے گمان میں) کون خدا ہے جو تمہیں روشنی (یعنی دن) لادے (کہ تم اس میں طلب معاش کرسکو، ضیاء بمعنی نھارا ہے) تو کیا تم سنتے نہیں (ایسا سننا جو سمجھداری کے ساتھ ہو کہ تم سمجھداری سے سننے کے نتیجے میں شرک سے رجوع کرلو) تم فرماؤ (ان لوگوں سے) بھلا دیکھو تو اگر اللہ قیامت تک ہمیشہ دن رکھے

تو (تمہارے گمان میں) اللہ کے سوا کون خدا ہے جو تمہیں رات لادے جس میں آرام کرو (یعنی تھکن سے راحت حاصل کرو) تو کیا تمہیں سوجھتا نہیں (کہ اللہ کا شریک ٹھرا کر تم کس خطاء پر قائم ہو کہ تم اپنی خطاء کو دیکھ کر اس سے رجوع کرلو) اور اس نے (یعنی اللہ عزوجل نے) اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے کہ اس میں (یعنی رات میں) آرام کرو اور اس میں (یعنی دن میں کسب کرکے) اس کا فضل ڈھونڈو اور اس لیے کہ تم شکر کرو (رات ودن میں اس کی نعمتوں کا......) اور (یاد کرو) جس دن انہیں ندا کرے گا تو فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جنہیں تم میرا شریک گمان کرتے تھے (اس کلام کو دوبارہ اس لیے ذکر فرمایا تاکہ اس پر اگلے کلام کی بناء کی جائے) اور ہر گروہ میں سے ہم ایک گواہ نکال کر (نزعنا بمعنی اخرجنا ہے اور شہید سے مراد اس امت کے نبی ہیں جو ان کی ان باتوں پر ان کے خلاف گواہی دیں گے جو انہوں نے کہی تھیں) ہم (ان لوگوں سے) فرمائیں گے اپنی دلیل لاؤ (اللہ عزوجل کے شریک ہونے پر جس پر تم قائم ہو) تو جان لیں گے کہ (خدا ہونے میں) حق اللہ کا ہے (اس میں اس کے ساتھ کوئی بھی دوسرا شریک نہیں ہے) اور ان سے کھو جائیں گی (غائب ہوجائیں گی) جو بناوٹیں (دنیا میں) کرتے تھے (کہ اللہ عزوجل کے ساتھ دیگر بھی شریک ہیں اور اللہ عزوجل ان کے من گھڑت کلام سے بلند وبالا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿افمن وعدنه وعدا حسنا فهو لاقيه كمن متعنه متاع الحيوة الدنيا ثم هو يوم القيمة من المحضرين۝﴾۔

همزه: حرف استفہام، ف: عاطفہ، للترتیب، من: موصولہ، وعدنه: فعل بافاعل ومفعول، وعدا حسنا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، هو: مبتدا، لاقيه: خبر اول، کاف: بمعنی مثل مضاف، من: موصولہ، متعنه متاع الحيوة الدنيا: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، هو: مبتدا، يوم القيمة: ظرف مقدم، المحضرين: اسم فعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر مجرور، من: جار اپنے مجرور سے ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ويوم يناديهم فيقول اين شركائي الذين كنتم تزعمون۝﴾۔

و: مستانفہ، يوم: مضاف، ينا ديهم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، يقول: قول، اين: اسم استفہام فی محل نصب ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، شر كاء ى: موصوف، الذين: موصول، كنتم تزعمون: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذكر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿قال الذين حق عليهم القول ربنا هولاء الذين اغوينا اغوينهم كما غوينا﴾

قال: فعل، الذين: موصولہ، حق عليهم القول: جملہ فعلیہ صلہ ملکر فاعل، ملکر قول، ربنا: نداء، هولاء: موصوف، الذين اغوينا: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر مبتدا، اغوينهم: فعل بافاعل ومفعول، کاف: جار، ما: مصدریہ، غوينا: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، ملکر "غيا" مصدر محذوف کیلئے صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿تبرانا اليك ما كانوا ايانا يعبدون۝﴾۔

تبرانا: فعل بافاعل، اليك: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مفسرہ، ما: نافیہ، كانوا: فعل ناقص بااسم، ايانا: مفعول مقدم، يعبدون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقيل ادعوا شركاء كم فدعوهم فلم يستجيبوا لهم﴾۔

و: عاطفہ، قيل: مجہول "هذا" نائب الفاعل مستتر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، ادعوا: فعل امر بافاعل، شر كاء كم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ

مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ،ف:عاطفہ، دعوھم:فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،ف:عاطفہ،لم یستجیبوا:فعل نفی بافاعل،لھم:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ورأوا العذاب لو انھم کانوا یھتدون٥﴾.

و:عاطفہ، راوا العذاب:فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،لو:شرطیہ،انھم:حرف مشبہ واسم ،کانوا یھتدون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر "ثبت"فعل محذوف کیلئے فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا محذوف "لما راو العذاب" کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ویوم ینادیھم فیقول ماذا اجبتم المرسلین٥﴾.

و:عاطفہ ،یوم:مضاف،ینادیھم:فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ف:عاطفہ ،یقول:قول،ماذا:اسم استفہام بمعنی "ای اجابة"مفعول مطلق مقدم،اجبتم:فعل بافاعل ،المرسلین:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر معطوف،ملکر مضاف الیہ،ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فعمیت علیھم الانباء یومئذ فھم لا یتساء لون٥﴾.

ف:عاطفہ،عمیت:فعل،علیھم:ظرف لغو،الانباء:فاعل،یومئذ:ظرف،ملکر جملہ فعلیہ ،ف:عاطفہ،ھم:مبتدا،لا یتساء لون:جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاما من تاب وامن وعمل صالحا فعسی ان یکون من المفلحین٥﴾.

ف:مستانفہ،اما:حرف تفصیل،من:موصولہ،تاب:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و:عاطفہ،امن:جملہ فعلیہ معطوف اول،و:عاطفہ،عمل صالحا:جملہ فعلیہ معطوف ثانی ملکر صلہ،ملکر مبتدا ،ف:جزائیہ ،عسی:فعل مقارب باسم،ان یکون من المفلحین:جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿وربک یخلق ما یشاء ویختار ما کان لھم الخیرة﴾.

و:مستانفہ ،ربک:مبتدا،یخلق:فعل بافاعل،مایشاء:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،معطوف علیہ،و:عاطفہ،یختار:جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ،ما:نافیہ،کان:فعل ناقص،لھم:ظرف مستقر خبر مقدم،الخیرة:اسم مؤخر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿سبحن الله وتعلی عما یشرکون٥﴾.

سبحن الله:"سبح" فعل محذوف کیلئے مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ ،و:عاطفہ،تعلی:فعل بافاعل،عما یشرکون: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وربک یعلم ما تکن صدورھم وما یعلنون٥﴾.

و:عاطفہ،ربک:مبتدا،یعلم:فعل بافاعل،ما:موصولہ،تکن صدورھم:فعل وفاعل،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر معطوف علیہ،و:عاطفہ،ما یعلنون:موصول صلہ،ملکر معطوف،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وھو الله لا الہ الا ھو لہ الحمد فی الاولی والاخرة ولہ الحکم والیہ ترجعون٥﴾.

و:عاطفہ،ھو:مبتدا،الله:اسم جلالت خبر اول،لا:نفی جنس،الہ:موصوف،الا:بمعنی غیر مضاف،ھو:مضاف الیہ،ملکر صفت،ملکر اسم "موجود"خبر محذوف،ملکر جملہ اسمیہ خبر ثانی،لہ:ظرف مستقر مقدم،الحمد:ذوالحال،فی:جار،الاولی والاخرة:مجرور،ملکر ظرف مُستقر حال،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،لہ الحکم:جملہ اسمیہ معطوف،ملکر خبر ثالث،ملکر جملہ

اسمیہ،و:عاطفہ،الیہ:ظرف لغومقدم، ترجعون:فعل بانائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل ارء یتم ان جعل اللہ علیکم الیل سرمدا الی یوم القیمة من الہ غیر اللہ یاتیکم بضیاء﴾۔

قل: قول،ھمزہ:حرف استفہام،رئیتم:فعل بافاعل بمعنی اخبرونی،من: استفہامیہ مبتدا،الہ: موصوف،غیر اللہ:صفت اول،یاتیکم بضیاء: جملہ فعلیہ صفت ثانی،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا مقدم،ان:شرطیہ،جعل اللہ:فعل بافاعل،علیکم:ظرف مستقر حال مقدم،الیل: ذوالحال،ملکر مفعول اول،سرمدا:موصوف،الی یوم القیمة:ظرف مستقر صفت،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط،ملکر جملہ شرطیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿افلا تسمعونo﴾۔

ھمزہ: حرف استفہام،ف: عاطفہ،لا تسمعون:فعل نفی بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل ارئیتم ان جعل اللہ علیکم النھار سرمدا الی یوم القیمة من الہ غیر اللہ یاتیکم بلیل تسکنون فیہ افلا تبصرونo﴾۔

قل: قول،ھمزہ:حرف استفہام،رئیتم:فعل بافاعل بمعنی اخبرونی،من: استفہامیہ مبتدا،الہ: موصوف،غیر اللہ:صفت اول،یاتیکم:فعل بافاعل ومفعول،ب: جار،لیل:موصوف،تسکنون فیہ: جملہ فعلیہ صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ صفت ثانی،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ جزا مقدم،ان:شرطیہ،جعل اللہ علیکم النھار سر مدا الی یوم القیمة:جملہ فعلیہ شرط موخر،ملکر جملہ شرطیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،ھمزہ:حرف استفہام،ف: عاطفہ،لا تبصرون:فعل نفی بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن رحمتہ جعل لکم الیل والنھار لتسکنوا فیہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرونo﴾۔

و: عاطفہ،من رحمة:ظرف مستقر خبر مقدم،جعل:فعل بافاعل،لام: جار،کم:ضمیر ذوالحال،و: حالیہ،لعلکم تشکرون: جملہ اسمیہ حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر مفعول ثانی،الیل والنھار: مفعول اول،لام: جار،تسکنوا فیہ: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور،ملکر معطوف علیہ،و:عاطفہ،لتبتغوا من فضلہ: جار مجرور معطوف،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان بتاویل مصدر مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویوم ینادیھم فیقول این شرکاء ی الذین کنتم تزعمونo﴾۔

اس آیت مبارکہ کی ترکیب ماقبل آیت نمبر۶۲، میں گزری۔

﴿ونزعنا من کل امة شھیدا فقلنا ھاتوا برھانکم﴾۔

و: عاطفہ،نزعنا:فعل بافاعل،من کل امة: ظرف لغو،شھیدا:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،ف:عاطفہ،قلنا قول،ھاتوا:فعل امر بافاعل،برھا نکم:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فعلموا ان الحق للہ وضل عنھم ما کانوا یفترونo﴾۔

ف: عاطفہ،علموا:فعل بافاعل،ان الحق:حرف مشبہ واسم ،للہ:ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،و:عاطفہ،ضل عنھم: فعل وظرف لغو،ما کانو یفترون:موصول صلہ،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......وربک یخلق ما یشاء ویختار......☆ یہ آیت مشرکین کے جواب میں نازل ہوئی،جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو نبوت کے لئے کیوں برگزیدہ کیا،یہ قرآن مکہ وطائف کے کسی بڑے شخص پر کیوں نہ اتارا،اس کلام کا قائل ولید بن

مغیرہ تھا اور بڑے آدمی سے وہ اپنے آپ کو اور عروہ بن مسعود ثقفی کو مراد لیتا تھا، اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ رسولوں کا بھیجنا ان لوگوں کے اختیار سے نہیں ہے، اللہ کی مرضی ہے اپنی حکمت وہی جانتا ہے، انہیں اس کی مرضی میں دخل کی کیا مجال۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

کافر سرداروں کی بیزاری:

۱...... جن سرداروں کے کہنے پر اپنی آخرت برباد کرلی وہ کافر سردار قیامت میں موڑلیں گے، اور کہیں گے کہ انہوں نے ہمیں خود ہی رسول کو چھوڑ کر قبول کیا جب کہ اس بارے ان پر کوئی کتاب نہ اُتری تھی جس میں نصیحت اور اوامر ونواہی کے اعتبار سے کچھ فائدہ پہنچانے کی باتیں ہوں، پس ہم ان کی جانوں کا اختیار نہ رکھتے تھے بلکہ انہوں نے جس طرح اپنی جانوں کا اختیار رکھا اسی طرح ہمیں بھی منتخب کرلیا اور نتیجے کے طور پر اپنی خواہشات کی وجہ سے ہماری پیروی کی۔

کافر سرداروں پر خبریں اندھی ہوجانا:

۲...... یعنی کافر سرداروں کے لئے ھدایت کی کوئی ایسی بات نہ ہوگی جو انہیں خوش کرسکے، یا متذکرہ کلام میں کچھ مجازی نسبت ہے یعنی وہ درست خبر سے بے بہرہ رہے اور اپنے معاملات میں گمراہ و متحیر رہے، اور انہیں ہدایت کی کوئی راہ ہی نہ سوجھائی دی۔ نہ تو سید عالم ﷺ کی وعظ و نصیحت انہیں کارگر ہوئی اور نہ ہی قرآن کا نزول ان کے لئے فائدہ مند ثابت ہوا، پس کور باطن اور آنکھوں پر پردے ایسے رہے کہ سابقہ اقوام کی خبروں نے بھی انہیں عبرت کا درس نہ دیا۔

فرائض کی تعریف واھمیت:

۳...... ''تحریر'' میں ہے: فرض وہ ہے جس کا لزوم قطعی ہو، کافی میں فرض کی تعریف یوں ہے کہ وہ جس کے فوت ہونے سے جواز فوت ہوجائے، یہ تعریف ہر فرض کو شامل ہے، جب کہ پہلی تعریف سے سر کے مسح کی مقدار خارج ہوجاتی ہے، کیونکہ وہ فرض ہے حالانکہ دلیل ظنی سے ثابت ہے، لیکن کافی میں فرض کی تعریف اس کے حکم سے کی گئی ہے اور اس کی وجہ سے دور لازم آتا ہے (حکم کا جاننا فرض پر اور فرض کا جاننا حکم پر موقوف ہوگیا)۔

فقہ اور اصولِ فقہ میں ائمہ کے کلام سے ظاہر ہوتا کہ فرض دو قسم پر ہے: (۱)...... قطعی، (۲)...... ظنی۔ عمل میں ظنی بھی قطعی کے حکم میں ہے کہ اس کے فوت ہونے سے جواز فوت ہوجاتا ہے، پس سر کے مسح کی معین مقدار، فرض ظنی ہے، مطلق فرض کا ذکر کیا جائے تو اس سے فرض قطعی مراد ہوتا ہے کہ وہ فرد کامل ہے، دلیل ظنی قوی جو فرضیت کو ثابت کرتی ہے اور دلیل ظنی جو وجوب کو ثابت کرتی ہے ان کے درمیان فرق کرنے والی چیز، مقام کی خصوصیت ہے، اسے یہ لازم نہیں کہ فرض کے منکر کو کافر قرار دیا جائے، یہ اس فرض قطعی کا حکم ہے جو دین میں بداہۃ معلوم ہو۔ ''نھایہ'' میں ہے کہ جائز ہے کہ مسح کی مقدار کا فرض ہونا، واجب کے معنی میں ہو، کیونکہ دونوں لازم ہونے میں شریک ہیں، اور اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ بات ائمہ کے اس متفقہ مسئلہ کے خلاف ہے کہ وضو میں کوئی واجب نہیں ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جس کی نفی پر اتفاق ہے، وہ ایسا واجب ہے جس کے فوت ہونے سے جواز فوت نہیں ہوتا، بلکہ اس کے ترک کرنے سے نقصان پیدا ہوتا ہے، اور اس جگہ اس واجب میں کلام ہے جس کے فوت ہونے سے جواز ہی فوت ہوجاتا ہے لہذا مخالفت نہیں۔ (الفتاوی الرضویہ مخرجہ، رسالہ: الجود الحلو فی ارکان الوضوء، ج ۱، ص ۱۸۵ وغیرہ)

قضاء وقدر کا بیان:

ﷺ.....اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿الحمد لله رب العالمين اورسب تعریفیں اللہ کے لئے جو پروردگار ہے تمام جہانوں کا (الفاتحہ:۱)﴾ ﴿له الحكم واليه ترجعون حکم اُسی کا ہے اور اُسی کی طرف تمہیں لَوٹنا ہے (القصص:۸۸)﴾۔اللہ نے بندے بنائے اورانہیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہا آلات وجوارح عطا فرمائے اور انہیں کلام میں لانے کا طریقہ الہام کیا، اور اُن کے ارادے کا تابع وفرمانبردار کردیا کہ اپنے منافع حاصل کریں اور مضرتوں سے بچیں، پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمادیا جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔ عقل کو اُن امور کے ادراک کی طاقت بخشی، خیر وشر، نفع ونقصان یہ حواس ظاہری نہ پہچان سکتے تھے، پھر اسے بھی فقط اپنی سمجھ پر بیکس وبے یار نہ چھوڑا، ہنوز لاکھوں باتیں ہیں جن کو عقل خود ادراک نہ کرسکتی تھی، اور جن کا ادراک ممکن تھا ان میں لغزش کرنے، ٹھوکر کھانے سے پناہ کے لئے کوئی زبردست دامن ہاتھ میں نہ رکھتی تھی لہذا انبیاء بھیج کر، کتابیں اتار کر، ذرا ذرا بات کا حسن وقبح خوب جتا کر اپنی نعمت تمام وکمال فرمادی، کسی عذر کی جگہ نہ چھوڑی ﴿لئلا يكون للناس على الله حجة بعد الرسل کہ رسولوں کے بعد لوگوں کو اللہ کے یہاں کوئی عذر نہ رہے (النساء: ۱۶۵)﴾۔

☆......ایک دن امیر المومنین خطبہ فرمارہے تھے، ایک شخص نے واقعہ جمل میں امیر المومنین کے ساتھ کھڑے ہو کر عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں مسئلہ تقدیر سے خبر کیجئے، فرمایا: گہرا دریا ہے اس میں قدم نہ رکھ، عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں خبر کیجئے، فرمایا: اللہ کا راز ہے زبردستی اس کا بوجھ نہ اُٹھا، عرض کی یا امیر المومنین! ہمیں خبر کیجئے، فرمایا: اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دو امروں کے درمیان، نہ آدمی مجبور محض ہے نہ اختیار اُسے بھرپور ہے، عرض کی: یا امیر المومنین! فلاں شخص کہتا ہے کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے اور وہ حضور میں حاضر ہے، مولیٰ علی ﷛ نے فرمایا: ''میرے سامنے لاؤ، لوگوں نے اُسے کھڑا کیا، جب امیر المومنین نے اُسے دیکھا تیغ مبارک چار انگل کے قدر نیام سے نکال لی اور فرمایا: کام کی قدرت کا تو خدا کے ساتھ مالک ہے، خدا سے جُدا مالک ہے؟ اور سنتا ہے خبردار ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا کہ کافر ہوجائے گا اور میں تیری گردن ماردوں گا، اس نے کہا: یا امیر المومنین! پھر میں کیا کروں؟ فرمایا: یوں کہہ کہ اس خدا کے دیئے سے اختیار رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو مجھے اختیار دے، بے اس کی مشیت کے مجھے کچھ اختیار نہیں۔

غرض فعل انسان کے ارادے سے ہوتا ہی نہیں بلکہ انسان کے ارادہ پر اللہ کے ارادہ سے ہوتا ہے، یہ نیکی کا ارادہ کرے اور اپنے جوارح کو پھیرے، اللہ اپنی رحمت سے نیکی پیدا کردیگا اور یہ بُرے کا ارادہ کرے اور جوارح کو اس کی طرف پھیرے اللہ اپنی بے نیازی سے بدی کو موجود کردے گا۔

دو پیالوں میں شہد اور زہر ہیں، اور دونوں خود بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں، شہد میں شفاء اور زہر میں ہلاک کرنے کا اثر بھی اُسی نے رکھا ہے۔ روشن دماغ حکیموں کو بھیج کر بتا بھی دیا کہ دیکھو یہ شہد ہے اس کے یہ منافع ہیں، اور خبردار! یہ زہر ہے اس کے پینے سے ہلاک ہوجاتا ہے۔ ان ناصح اور خیر خواہ حکمائے کرام کی یہ مبارک آوازیں تمام جہاں میں گونجیں اور ایک ایک شخص کے کان میں پہنچیں، اس پر کچھ نے شہد پیالی اٹھا کر پی اور کچھ نے زہر کی، ان اٹھانے والوں کے ہاتھ بھی خدا ہی کے بنائے ہوئے تھے، اور ان میں پیالی اٹھانے، مونھ تک لیجانے کی قوت بھی اُسی کی رکھی ہوئی تھی، مونھ اور حلق میں کسی چیز کو جذب کرکے اندر لینے کی قوت، اور خود مونھ اور حلق اور معدہ وغیرہ سب اس کے مخلوق تھے، اب شہد پینے والوں کے جوف میں شہد پہنچا، کیا وہ آپ اُس کا نفع پیدا کرلیں گے؟ یا شہد بذات خود خالق نفع ہوجائے گا؟ حاشا ہرگز نہیں، بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے دستِ قدرت میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادے سے ہوگا، وہ نہ چاہے تو منوں شہد پی جائے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ چاہے تو شہد زہر کا اثر دے، یونہی زہر والوں کے پیٹ

میں زہر جا کر، کیا وہ آپ ضرر کی تخلیق کرلیں گے یا زہر خود بخود خالق ضرر ہو جائیگا۔ حاشا ہرگز نہیں، بلکہ اس کا اثر پیدا ہونا یہ بھی اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور ہوگا تو اسی کے ارادہ سے ہوگا، بلکہ وہ چاہے تو زہر شہد ہو کر لگے، بایں ہمہ شہد پینے والے ضرور قابل تحسین وآفرین ہیں، ہر عاقل یہی کہے گا کہ انہوں نے اچھا کیا، ایسا ہی کرنا چاہیے تھا، اور زہر پینے والے ضرور لائق سزا ونفریں ہیں، ہر ذی ہوش یہی کہے گا کہ یہ بد بخت خود کشی کے مجرم ہیں۔

اہلسنت کا یہی عقیدہ ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور محض نہیں نہ خود مختار، بلکہ ان دونوں کے بیچ میں ایک حالت ہے جس کی کُنہ رازِ خدا اور ایک نہایت عمیق دریا ہے (الفتاوی الرضویۃ مخرجہ، رسالہ: ثلج الصدر لایمان القدر، ج۲۹، ص ۲۸۸ وغیرہ ملتقطا)

عذاب قبر حق ہے!

۵...... آسمانوں کے دروازے کافروں کے لئے نہ کھولے جائیں گے اس سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں مفصل کلام یہ ہے کہ حضرت براء بن عازب ﷺ سے ایک طویل روایت ہے جسے ہم کچھ اختصار کرتے ہوئے پیش کر رہے ہیں راوی فرماتے ہیں کہ ہم نبی پاک ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں گئے۔ ہم نے اسے قبر میں دفن کر دیا، نبی پاک ﷺ اس کی قبر کے پاس بیٹھ گئے اور ہم بھی حضور پرنور ﷺ کے ارد گرد بیٹھ گئے، ہمارے سروں پر پرندے جمع ہوگئے تھے نبی پاک ﷺ کے مبارک ہاتھ میں عود کی لکڑی تھی جس سے آپ ﷺ زمین کرید رہے تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے سر کو اٹھایا اور دو یا تین مرتبہ یہ فرمایا: ''عذاب قبر سے پناہ مانگو ''، پھر فرمایا ''مؤمن بندہ جب دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو آخرت میں اس کا استقبال کیا جاتا ہے، آسمانی فرشتے ان پر سورج کی طرح چمکدار شکلوں میں نازل ہوتے ہیں، انکے پاس جنتی کفن ہوتے ہیں، اور جنتی خوشبو یہاں تک کہ وہ مؤمنین کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں، پھر اس مؤمن مردے کے پاس ملک الموت آتا ہے جو اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے پاکیزہ روح اپنے رب کی رضا اور مغفرت کی جانب بڑھ! وہ پانی کے قطرے کے بہاؤ کی سی تیزی سے نکلتی ہے پھر اس کے کفن اور خوشبو کو جنتی کفن اور خوشبو میں بدل دیا جاتا ہے، وہ پاکیزہ روح فرشتوں کے ہمراہ فرشتوں کے سرداروں کے پاس سے گزرتی ہے اور سردار کہتے ہیں کہ یہ پاکیزہ روح کس کی ہے؟ تو فرشتے جواب دیتے ہیں کہ فلاں بن فلاں کی، اور ہر آسمان پر اس کی اچھی داد وتحسین ہوتی ہے۔ جب ساتویں آسمان پر پہنچ جاتے ہیں تو اللہ ﷻ فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو علیین میں لکھ دو، اور اسے زمین کی جانب لوٹا دو کیونکہ میں نے ہی اسے زمین سے پیدا کیا اور میں ہی اسے اس میں پھر لے جاؤں گا، اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا چنانچہ پھر اس کی روح اس کے جسم کی طرف لوٹا دی جاتی ہے۔

قبر میں دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں من ربک ؟ یعنی تیرا رب کون ہے؟ تو مردہ جواب دیگا کہ ربی اللہ یعنی میرا رب اللہ ہے، پھر فرشتے کہیں گے ما دینک ؟ یعنی تیرا دین کیا ہے؟ تو نیک مردہ جواب دے گا کہ دینی الاسلام پھر مُردے سے تیسرا سوال ہوگا کہ ما ھذا الرجل الذی بعث فیکم ؟ یعنی تیرے پاس یہ پیاری صورت والا کون بھیجا گیا؟ تو مردہ جواب دے گا کہ ھو رسول اللہ ﷺ کہ یہ تو رسول اللہ ﷺ ہیں۔ فرشتے اس مرد مؤمن سے پوچھے گے ما عملک ؟ کہ دنیا میں تیرا عمل کیا تھا؟ مردہ جواب دیگا کہ قرآن پڑھنا، اس پر ایمان لانا، اور اس کی تصدیق کرنا، پھر منادی آسمان سے یہ ندا کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے اس کے لئے جنتی فرش بچھا دو، اس کے کفن کو جنتی کفن سے بدل دو، اور اسکے لئے جنتی کھڑکی کھول دو، پھر اس مردے کی روح اس کے پاس پاکیزہ صورت میں آئے گی اور اس کی قبر حد نگاہ تک وسیع کر دی جائے گی اور اس کے پاس ایک بندہ حسن شکل وصورت میں اور پاکیزہ کپڑوں میں آئے گا اور اس مردے سے کہے گا کہ تجھے مبارک ہو جس دن کے بارے میں تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا وہ یہی ہے۔ مردہ اس سے کہے گا کہ اے حسین چہرے والے! تو کون ہے؟ تو وہ شخص کہے گا کہ میں تیرا نیک عمل ہوں

پھر وہ مردہ کہے گا کہ اے رب عزوجل قیامت قائم فرما! قیامت قائم فرما! قیامت قائم فرما! تاکہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ جاؤں۔ اور کافر بندہ کہ جب وہ دنیا سے منقطع ہوکر آخرت کی جانب بڑھے گا تو اس کے پاس بُری شکل میں فرشتے آئیں گے، اور فرشتے اس کے سامنے بیٹھ جائیں گے، اور ملک الموت اس کے سر کی جانب بیٹھ جائیں گے، اور کہیں گے کہ اے خبیث روح! اللہ عزوجل کے غضب اور اس کی ناراضگی کے ساتھ جسم سے نکل! اور اس کے ساتھ وہ تمام معاملات جو مؤمن کے ساتھ اچھے انعام واکرام کے ساتھ ہوئے تھے وہ اس کے ساتھ بُرے طریقے سے پیش آئیں گے یہاں تک کہ آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور اللہ عزوجل ایسے بندے کے متعلق فرمائے گا کہ اے میرے فرشتوں اس کو زمین کے سب سے نچلے طبقے میں رہنے والے سجّین میں لکھ دو پھر اس کی روح (سختی سے) نکال لی جاتی ہے، پھر نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت ﴿وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰهِ فَکَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّیْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ مَکَانٍ سَحِیْقٍ جواللہ کا شریک کرے گویا گرا آسمان سے کہ پرندے اسے اچک لے جاتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے (الحج: ۳۱)﴾ تلاوت فرمائی۔

پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹادی جاتی ہے، اور اس کے پاس فرشتے آتے ہیں اور اس کے پاس بیٹھ کر سولات کریں گے کہ من ربک؟ مادینک؟ ماھذا الرجل الذی بعث فیکم؟ اور کافر مردہ ہر سوال کے جواب میں یہ کہے گا کہ ھاہ ھاہ (یعنی میں نہیں جانتا) پھر اس کے لئے آگ کا بستر بچھا دیا جائے گا اور اس کے واسطے آگ کے دروازے کھول دیئے جائیں گے، اس کی گرمی اس شخص کی جانب بڑھے گی، اس کی قبر اس کے لئے تنگ کردی جائے گی، یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں پیوست ہوجائیں گی، اس کے پاس ایک بدصورت آدمی، گندے بدبودار کپڑوں میں آئے گا اور اس مردے سے کہے گا کہ تجھے بشارت ہو آج کے دن کے بُرے عذاب کی جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا مردہ اس بدشکل آدمی سے کہے گا کہ تو بدصورت شخص کون ہے جو بُری خبر لے کر آیا ہے؟ بدصورت شکل والا شخص کہے گا کہ میں تیرا بُرا عمل ہوں، مردہ کہے گا کہ اے رب قیامت قائم نہ کرنا"۔

☆...... ابن جریر نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لاتفتح لھم ابواب السماء کا معنی یہ ہے کہ نہ تو کافروں کا کلام آسمان کی جانب بلند ہوسکے اور نہ ہی عمل"۔ ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاتفتح لھم ابواب السماء کا معنی یہ ہے کہ نہ تو ان کے عمل آسمان کی جانب بلند ہوں اور نہ ہی ان کی دعا"۔ ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لاتفتح لھم ابواب السماء کا معنی یہ ہے کہ آسمان کے دروازے نہ تو ان کی روحوں کے لئے کھولے جائیں گے اور نہ ہی ان کے اعمال کے لئے"۔

(الدرالمنثور، ج ۳، ص ۱۵۵)

رات ودن میں اللہ عزوجل کا فضل تلاش کرنا:

۶...... اللہ عزوجل اپنے بندوں پر کرم فرماتا ہے جہاں اس نے دن کو کام کاج اور کسب معاش کے لئے بنایا وہاں اس نے رات کو سکون واطمینان کے لئے بنایا، اور یہ اس طرح کہ انسان رات کو آرام کرکے دن بھر کی تھکن اتارے اور اگر قرآن پر عمل کرنے کی نیت سے سوئے تو ثواب بھی پائے۔ لیکن اللہ عزوجل کے نیک بندے جن کی زندگی کا مقصد صرف رضائے الٰہی عزوجل ہوتا ہے وہ نہ دن میں یادِ الٰہی عزوجل سے اپنے اوقات کو خالی جانے دیتے ہیں اور نہ ہی رات میں، چنانچہ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام جو کہ بندوں میں سب سے اعلیٰ درجے کے مالک ہوتے ہیں وہ راتوں میں جاگ جاگ کر اپنے رب کی رضا کو حاصل کرتے رہتے ہیں، اس کی واضح دلیل خود باری عزوجل کا فرمان ﴿یایھا المزمل قم الیل الا قلیلا نصفه او انقص منه قلیلا (المزمل: ۱تا۳)﴾۔ (عطائین، ج ۲، ص ۱۵۲)

اللہ نے رزق کو "الفضل" سے اور کسب کو "الابتغاء" سے تعبیر فرمایا، اس فرمان میں اس بات پر تعریض ہے کہ اللہ عزوجل

کی صفت ربوبیہ کا اکمال (رزق کے ذریعے بندے تک) یکے بعد دیگرے ہوتا ہے، شیخ الاسلام نے کہا: "بندے کے لیے رزق کا حصول صرف اس کی تاثیر طلب سے نہیں بلکہ اللہ کی عطا سے ہوتا ہے اور یہ اللہ ﷻ پر واجب بھی نہیں بلکہ اللہ ﷻ کی صفت ربوبیہ کی وجہ سے اس کا فضل ہے"۔ اور تاثیر طلب سے مراد جملہ اسباب عادیہ ہیں۔ (روح المعاني بالجزء الخامس عشر، ص ٤٠)

اغراض:

ای لایتساوی بینهما: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿افمن﴾ میں ہمزہ استفہام انکاری بمعنی نفی ہے۔

وهم رؤساء الضلال: نیکی وبدی کے بارے میں ہر قسم کا حکم ماننے والے لوگ مراد ہیں۔

من الكفر وغيره: جیسا کہ ایمان، پس کافر کو جہنم میں داخل کرنے کی جزا دی جائے گی۔

دائما: یہ کہ سورج زمین کے نیچے ٹھہرتا ہے۔ سماع تفهم: بمعنی تدبر ہے کیونکہ بغیر تدبر و تفہم کے فقط دیکھنا فائدہ نہیں دیتا۔

ذكر ثانيا ليبنى عليه: اللہ ﷻ کے فرمان ﴿ونزعنا﴾ کے تحت مفسر نے شرک کو امر عظیم قرار دیا ہے، کیونکہ اللہ کو غضب میں لانے والی اس سے زیادہ بڑی بات اور کوئی نہیں ہو سکتی، جیسا کہ توحید کا معاملہ ہے، کہ اللہ کی رضاجوئی کے لئے توحید کے عقیدے کی بات سب سے اعلیٰ درجے کی ہے۔ (الصاوی، ج٤، ص٢٩٧ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۱

﴿ان قارون كان من قوم موسى﴾ اِبْنُ عَمِّهٖ وَابْنُ خَالَتِهٖ وامَنَ به ﴿فبغى عليهم ﴾ بِالْكِبْرِ والعُلُوِّ وكَثْرَةِ المَالِ ﴿واتينه من الكنوز ما ان مفاتحه لتنوا﴾ تَثْقُلُ ﴿بالعصبة﴾ الجَماعَةِ ﴿اولى﴾ اَصْحَابِ ﴿القوة﴾ اَى تُثْقِلُهم فَالبَاءُ لِلتَّعْدِيَةِ وَعِدَّتُهم قِيلَ سَبعُونَ وَقِيلَ اَربَعُونَ وَقِيلَ عَشَرَةٌ وَقِيلَ غَيرَ ذٰلِكَ اُذْكُرْ ﴿اذ قال له قومه﴾ المُؤمِنونَ مِن بَنِي اِسرائِيلَ ﴿لا تفرح﴾ بِكَثْرَةِ المَالِ فَرِحَ بَطَرٍ ﴿ان الله لايحب الفرحين (٧٦)﴾ بِذٰلِكَ ﴿وابتغ﴾ اُطْلُبْ ﴿فيما اتك الله﴾ مِنَ المَالِ ﴿الدار الاخرة﴾ بِاَنْ تُنْفِقَهُ فِي طَاعَةِ اللهِ ﴿ولا تنس﴾ تَتْرُكْ ﴿نصيبك من الدنيا﴾ اَى اَنْ تَعمَلَ فِيهَا لِلْاٰخِرَةِ ﴿واحسن﴾ لِلنَّاسِ بِالصَّدَقَةِ ﴿كما احسن الله اليك ولا تبغ﴾ تَطْلُبْ ﴿الفساد في الارض﴾ بِعَمَلِ المَعاصِي ﴿ان الله لا يحب المفسدين (٧٧)﴾ بِمَعْنٰى اَنَّهُ يُعاقِبُهم ﴿قال انما اوتيته﴾ اَيِ المَالَ ﴿على علم عندى﴾ اَى فِي مُقَابَلَتِهٖ وَكَانَ اَعلَمَ بَنِي اِسْرَائِيلَ بِالتَّورٰةِ بَعدَ مُوسٰى وَهَارُونَ قَالَ تعالى ﴿اولم يعلم ان الله قد اهلك من قبله من القرون﴾ الْاُمَمِ ﴿من هو اشد منه قوة واكثر جمعا﴾ لِلْمَالِ اَى وَهُوَ عَالِمٌ بِذٰلِكَ وَيُهلِكُهُمُ اللهُ تعالى ﴿ولا يسئل عن ذنوبهم المجرمون (٧٨)﴾ لِعِلْمِهٖ تعالى بِها فَيَدخُلُونَ النَّارَ بِلاحِسابٍ ﴿فخرج﴾ قَارُونُ ﴿على قومه في زينته﴾ بِاَتْبَاعِهِ الكَثِيرِينَ رُكْبَانًا مُتَحَلِّينَ بِمَلابِسِ الذَّهَبِ والْحَرِيرِ على خُيُولٍ و بِغَالٍ مُتَحَلِّيَةٍ ﴿قال الذين يريدون الحيوة الدنيا﴾ يَا لِلتَّنبِيهِ ﴿يليت لنا مثل ما اوتى قارون﴾ مَا فِي الدنيا ﴿انه لذو حظ﴾ نَصِيبٍ ﴿عظيم (٧٩)﴾ وافٍ فِيهَا ﴿وقال﴾ لَهُمْ ﴿الذين اوتوا العلم﴾ بِما وَعَدَ اللهُ فِي الْاٰخِرَةِ ﴿ويلكم﴾ كَلِمَةُ زَجْرٍ ﴿ثواب الله﴾ فِي الْاٰخِرَةِ بِالْجَنَّةِ ﴿خير لمن امن وعمل صالحا﴾ مِمَّا اُوتِيَ قَارونَ فِي الدُّنْيَا ﴿ولا يلقها﴾ اَيِ الْجَنَّةَ المُثَابَ بِها ﴿الا الصبرون

(۸۰)﴿علی الطَّاعَةِ وَعَنِ المَعْصِيَةِ﴾ فخسفنا به ﴿بِقَارُونَ﴾ وبداره الارض قف فما كان له من فئة ينصرونه من دون الله ﴿مِن غَيرِهِ بِأَنْ يَمْنَعُوا عَنهُ الهِلاكَ﴾ وما كان من المنتصرين (۸۱)﴿مِنهُ﴾واصبح الذين تمنوا مكانه بالامس ﴿اَی مِن قَرِيبِ﴾ يقولون ويكان الله يبسط ﴿يُوَسِّعُ﴾الرزق لمن يشاء من عباده ويقدر ﴿يُضِيقُ علی مَنْ يَشَاءُ وَ"وی"اسمُ فعلٍ بِمَعْنٰی اَعْجَبُ ای اَنا وَالكافُ بِمَعنی اللّامِ﴾ لو لا ان من الله علينا لخسف بنا ﴿بِالبِناءِ لِلفَاعِلِ والمَفعُولِ﴾ ويكانه لا يفلح الكفرون (۸۲)﴿لِنِعْمَةِ اللهِ كَفَّارُونَ.

﴿ترجمہ﴾

بیشک قارون......۱......موسیٰ کی قوم سے تھا(وہ آپ کا چچازاد یا خالہ زاد بھائی تھا، آپ علیہ السلام پر ایمان رکھتا تھا) پھر اس نے ان پر زیادتی کی (تکبر، بلندی اور کثرت مال کے سبب......۲......) اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے جن کی کنجیاں ایک زورآور جماعت پر بھاری تھیں (لتنوأ بمعنی تثقل ہے، فبغی میں فاء متعدی ہے، اس جماعت کی تعداد کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، کہا گیا ان کی تعداد ستر، چالیس یا دس تھی، اس بارے میں دیگر اقوال بھی ہیں، یاد کرو) جب اس سے اس کی (مسلمان) قوم نے کہا (جو نبی اسرائیل تھی) اترا نہیں (کثرت مال کے سبب یعنی فخر کرتے ہوئے خوش نہ ہو......۳......) بیشک اللہ (اس سبب سے) خوش ہونے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور جو (مال واسباب) تجھے اللہ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر (اس مال کو اس کی فرمانبرداری میں خرچ کر کے......۴......) طلب کر (ابتغ بمعنی اطلب ہے) اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول (یعنی ترک نہ کر، یعنی دنیا میں رہ کر آخرت کے لیے عمل کر) اور احسان کر (لوگوں پر صدقہ کر کے......۵......) جیسا اللہ نے تجھ پر احسان کیا اور زمین میں (گناہ کر کے) فساد طلب نہ کر (لاتبغ بمعنی لاتطلب ہے) بیشک اللہ فسادیوں کو دوست نہیں رکھتا (اس کا معنی یہ ہے کہ وہ انہیں سزا دیتا ہے) بولا یہ (یعنی مال) تو مجھے ایک علم سے ملا ہے جو میرے پاس ہے (یعنی یہ مال مجھے میرے علم کے مقابلے میں ملا ہے......۶......وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ھارون علیہ السلام کے بعد تورات شریف کا سب سے بڑا عالم تھا، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے) اور کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ اللہ نے اس سے پہلے کتنی قومیں ہلاک فرمادیں (القرون بمعنی الامم ہے) جو قوت میں اس سے سخت تھیں اور جمع (یعنی مال) اس سے زیادہ (یعنی قارون اس بات کو جانتا ہے اور اللہ عزوجل ایسی قوموں کو ہلاک فرمادیتا ہے) اور مجرموں سے ان کے گناہوں کی پوچھ نہیں (کہ اللہ عزوجل کو ان کے گناہوں کا علم ہے تو وہ بلا حساب وکتاب کے جہنم میں داخل کردیئے جائیں گے......۷......) تو وہ (یعنی قارون) اپنی قوم پر نکلا اپنی آرائش میں (پیروکاروں کے جلو میں، سونے کے زیوروں سے آراستہ ریشمی لباس زیب تن کئے آراستہ اور مزین گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر......۸......) بولے وہ جو دنیا کی زندگی چاہتے ہیں کاش ہمیں بھی ایسا ملتا جیسا قارون کو (دنیا میں) ملا (یلیت میں یاء تنبیہ کے لیے ہے) بیشک اس کا بڑا حصہ ہے (دنیا میں، حظ کے معنی حصہ اور عظیم بمعنی واف ہے) اور (ان لوگوں سے) بولے وہ جنہیں علم دیا گیا (ان نعمتوں کا جو آخرت میں عطا فرمانے کا اللہ عزوجل نے وعدہ فرمایا ہے) خرابی ہو تمہاری (ویلکم کلمہ زجر ہے، آخرت میں) اللہ کا ثواب بہتر ہے (اس سے جو قارون کو دنیا میں دیا گیا) اس کے لیے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے (ثواب اللہ سے مراد جنت ہے) اور یہ (یعنی جنت جو بطور ثواب ہے) انہی کو ملتا ہے جو (اللہ عزوجل کی اطاعت بجا کر اور اس کی نافرمانیوں سے اجتناب کر کے) صبر کرنے والے ہیں تو ہم نے اسے (یعنی قارون کو) اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا

دیا......۹......تو اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی جو اس کی مدد کرتی (اس کی ہلاکت کو روک دیتی، دون اللہ بمعنی غیرہ ہے) اور نہ وہ روک سکا (اس عذاب کو) اور کل (یعنی ماضی قریب میں) جس نے اس مرتبہ کی آرزو کی تھی صبح کہنے لگا عجب بات ہے اللہ رزق وسیع کرتا ہے (یبسط بمعنی یوسع ہے) اپنے بندوں سے جس کے لیے چاہے اور تنگی فرماتا ہے (یعنی رزق کو تنگ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہے، "وی" اسم فعل کے معنی اعجب ہے یعنی مجھے تعجب ہے اور ویکان میں موجود کاف کا معنی لام ہے) اور اگر اللہ ہم پر احسان نہ فرماتا (لخسف فعل کو معروف اور مجہول دونوں طرح پڑھا گیا ہے) تو ہمیں بھی دھنسا دیتا اے عجب (اللہ ﷻ کی نعمتوں کا) انکار کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا (جیسا کہ قارون کا حال ہوا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ان قارون کان من قوم موسی فبغی علیہم﴾.

ان قارون: قارون حرف مشبہ واسم، کان: فعل ناقص با اسم، من قوم موسی: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، بغی علیہم: فعل با فاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واتینہ من الکنوز ما ان مفاتحہ لتنوا بالعصبۃ اولی القوۃ اذ قال لہ قومہ لا تفرح﴾.

و: عاطفہ، اتینہ: فعل با فاعل ومفعول، من الکنوز: ظرف لغو، ما: موصولہ، ان مفاتحہ: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، تنوا: فعل با فاعل، ب: جار، العصبۃ: موصوف، اولی القوۃ: صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، اذ: مضاف، قال لہ قومہ: قول، لا تفرح: فعل نہی با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان اللہ لا یحب الفرحین۝﴾.

ان اللہ: حرف مشبہ واسم، لا یحب الفرحین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وابتغ فیما اتک اللہ الدار الاخرۃ ولا تنس نصیبک من الدنیا﴾.

و: عاطفہ، ابتغ: فعل امر با انت ضمیر ذوالحال، فیما اتک اللہ: جار مجرور "متقلبا" شبہ فعل محذوف کیلئے ظرف مستقر، ملکر شبہ جملہ ہو کر حال، ملکر فاعل، الدار الاخرۃ: مرکب توصیفی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تنس: فعل نہی با فاعل، نصیبک: ذوالحال، من الدنیا: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واحسن کما احسن اللہ الیک ولا تبغ الفساد فی الارض ان اللہ لا یحب المفسدین۝﴾.

و: عاطفہ، احسن: فعل امر با فاعل، کاف: جار، ما: موصولہ، احسن اللہ الیک: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "احسانا" مصدر محذوف کیلئے صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تبغ: فعل نہی با فاعل، الفساد: مفعول، فی الارض: ظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، لا یحب المفسدین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال انما اوتیتہ علی علم عندی﴾.

قال: قول، انما: حرف مشبہ وما کافہ، اوتیت: فعل مجہول و "ت" ضمیر ذوالحال، علی: جار، علم: موصوف، عندی: ظرف متعلق بمحذوف صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر نائب الفاعل، ہ: ضمیر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اولم یعلم ان اللہ قد اہلک من قبلہ من القرون من ہو اشد منہ قوۃ واکثر جمعا﴾.

ہمزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ، لم یعلم: فعل نفی با فاعل، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، قد: تحقیقیہ، اہلک: فعل با فاعل، من

قبله: ظرف لغو،من القرون :ظرف مستقر حال مقدم،من :موصوله ،اشد :اسم تفضیل ،"ھو"ضمیر ممیز ،قوۃ:تمیز ،ملکر فاعل ،منه :ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،اکثر :اسم تفضیل "ہاھو"ضمیر ممیز ،جمعا:تمیز ،ملکر فاعل ،ملکر شبہ جملہ معطوف ،ملکر صلہ ،ملکر ذوالحال ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ،ملکر اسمیہ ،مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولا یسئل عن ذنوبھم المجرمون ○ فخرج علی قومه فی زینته﴾.

و :عاطفہ ،لا یسئل :فعل مجہول ،عن ذنوبھم : ظرف لغو ،المجرمون :نائب الفاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ،ف :عاطفہ ،خرج :فعل "ھو"ضمیر ذوالحال ،فی زینته :ظرف مستقر "متبخترا"شبہ فعل محذوف کیلئے ،ملکر شبہ جملہ ہوکر حال ،ملکر فاعل ،علی قومه :ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل ،قال انما اوتیته علی علم" پر معطوف ہے۔

﴿قال الذین یریدون الحیوۃ الدنیا یلیت لنا مثل ما اوتی قارون انه لذو حظ عظیم○﴾.

قال: فعل ،الذین یریدون الحیوۃ الدنیا :موصول صلہ ،ملکر فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول ،یا :للتنبیہ ،لیت :حرف مشبہ ،لنا :ظرف مستقر خبر مقدم ،مثل ماوتی قارون :موصول صلہ ،ملکر مضاف الیہ ،ملکر اسم مؤخر ،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ ،انه :حرف مشبہ واسم ،لام :تاکیدیہ ،ذوحظ عظیم :خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقال الذین اوتوا العلم ویلکم ثواب الله خیر لمن امن وعمل صالحا﴾.

و :عاطفہ ،قال :فعل ،الذین :موصول ،اوتوا العلم :جملہ فعلیہ صلہ ،ملکر فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول ،ویلکم :فعل محذوف "الزمکم الله" کیلئے مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ اول ،ثواب الله :مبتدا ،خیر :اسم تفصیل بافاعل ،لام :جار ،من :موصولہ ،امن :جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،عمل صالحا :جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر مجرور ،ملکر ظرف لغو ،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ثانی۔

﴿ولا یلقھا الا الصبرون○ فخسفنا به وبدارہ الارض﴾.

و :عاطفہ ،لا یلقھا :فعل نفی مجہول ومفعول ثانی ،الا :اداۃ حصر ،الصبرون :نائب الفاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ،ف :فصیحیہ ،خسفنا :فعل بافاعل ،به :جار مجرور معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،بدارہ :جار مجرور معطوف ،ملکر ظرف لغو ،الارض :مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان شئت ان تعلم مصیرہ" کیلئے جزا ،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فما کان له من فئة ینصرونه من دون الله وما کان من المنتصرین○﴾.

ف :عاطفہ ،ما :نافیہ ،کان :فعل ناقص ،له :ظرف مستقر خبر مقدم ،من :جار زائدہ ،فئة :موصوف ،ینصرونه :جملہ فعلیہ صفت ،ملکر ذوالحال ،من دون الله :ظرف مستقر حال ،ملکر اسم مؤخر ،ملکر جملہ فعلیہ ،و :عاطفہ ،ما :نافیہ ،کان :فعل ناقص بااسم ،من المنتصرین :ظرف مستقر خبر ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واصبح الذین تمنوا مکانه بالامس یقولون ویکان الله یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہ ویقدر﴾.

و :عاطفہ ،اصبح :فعل ناقص ،الذین :موصول ،تمنوا مکانه :فعل بافاعل ومفعول ،بالامس :ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ،ملکر اسم ،یقولون :قول ،وی :اسم فعل مضارع بمعنی "اتعجب" ہمزہ :استفہامیہ ،تعجب :فعل بافاعل ،کاف :جار للتعلیل ،ان الله :حرف مشبہ واسم ،یبسط الرزق :فعل بافاعل ومفعول ،لام :جار ،من یشاء :موصول صلہ ،ملکر ذوالحال ،من عبادہ :ظرف مستقر حال ،ملکر مجرور ،ملکر ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،یقدر :جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ،ہوکر مجرور ،ملکر ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر خبر ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لولا ان من الله علینا لخسف بنا ویکانه لا یفلح الکفرون٥﴾۔

لولا: حرف شرط، ان: مصدریہ، من الله علینا: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر بتاویل مصدر "موجود" خبر محذوف کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط، لام: تاکیدیہ، خسف بـــنـــا: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، وی: اسم فعل مضارع بمعنی "اتعجب"، کاف: جار، انه: حرف مشبہ واسم، لا یفلح الکفرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مجرور، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

قارون کا نسب:

۱......ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد تھا، سلسلہ نسب یوں ہے: قارون بن یصھر بن قاھث۔ قتادہ کا قول ہے کہ توریت کو اچھا پڑھنے کی وجہ سے اس کا نام نور رکھا گیا، لیکن یہ رضائے الٰہی کے خلاف مال خرچ کر کے اللہ کا دشمن ہوا جیسا کہ سامری نے کیا۔ اسے اس کے مال پر سرکشی کرنے کی وجہ سے ھلاکت کا منہ دیکھنا پڑا۔ اپنی قوم میں طویل القامت تھا۔ اللہ نے اس کے خزانے کا بیان فرمایا ﴿واتینه من الکنوز ما ان مفاتحه لتنوء بالعصبة اولی القوة اورہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے جن کی کنجیاں ایک زور آور جماعت پر بھاری تھیں (القصص:۷۶)﴾۔ بڑی بھاری جماعتِ مل کر اس کے خزانے کی چابیاں اٹھاتی تھی۔ اپنی قوم کو وعظ ونصیحت بھی کرتا تھا۔ (البدایة والنهایة ،قصه قارون مع موسی ،ج۱، الجزء:۱، ص ۳۴۵)

تکبر، بڑائی اور کثرت مال کی مذمت:

۲......تکبر، بڑائی اللہ عزوجل کی ذات کو زیبا ہے، انسان کے لئے عاجزی کو پسند کیا گیا چنانچہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مقدس نشان ہے: "تم سے پہلے ایک شخص دو سبز چادریں اوڑھے اتراتا ہوا نکلا، تو اللہ نے زمین کو حکم دیا تو زمین نے اسے پکڑ لیا، اب وہ قیامت تک اسی طرح زمین میں دھنستا رہے گا"۔ (المسند الامام احمد، مسند ابو سعید خدری، رقم: ۱۱۳۵۶ ج۴، ص ۸۰)

☆......حسن اخلاق کے پیکر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کبریائی میری رداء ہے، لہذا جو میری رداء کے معاملے میں مجھ سے جھگڑے گا میں اسے پاش پاش کردوں گا"۔ (المستدرك ، کتاب الایمان، باب :اهل الجنة المغلبون ،رقم: ۲۰۳، ج۱، ص۸۹)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین قسم کے لوگوں کی طرف اللہ بروز قیامت نظر نہ فرمائے گا، (۱)......زانی شیخ، (۲)......جھوٹا بادشاہ/ حاکم، (۳)......تکبر کرنے والا فقیر"۔ (تنبیه الغافلین، باب الکبر، ص ۱۰۲)

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "درہم ودینار کا غلام تباہ وبرباد ہو، ہلاک ہو اور اوندھے منہ گرے اور اسے کوئی کانٹا چبھے تو کبھی نہ نکلے"۔ (سنن ابن ماجه، کتاب الزهد،باب: المکثرین ،رقم: ۴۱۳۶،ص۶۸۸)

☆......حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے علی چار خصلتیں بدبختی کی علامت ہیں: خشک آنکھ جو خوف خدا سے کبھی نہ رُوئے، سخت دل، دنیا کی محبت، طویل امیدیں"۔

(تنبیه الغافلین، باب :رفض الدنیا، ص ۱۳۶)

کثرت مال کی دینی ودنیاوی آفتیں بہت سی ہیں۔ دینی آفتیں یہ ہیں کہ مال انسان کو گناہ پر ابھارتا ہے کیونکہ کسی کا گناہ پر قدرت نہ پانا عصمت میں سے ہے، نفس جب کسی گناہ پر قدرت کا شعور پالیتا ہے تو اس کے دواعی بھی اس کی جانب مائل ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد وہ اس وقت تک قرار نہیں پاتا جب تک اس گناہ کا ارتکاب نہ کرلے۔ اسی طرح دنیاوی آفت یہ ہے کہ مسلسل خوف، غم، پریشانی، اندیشہ، نقصان دور کرنے کی مشقت، مصائب کا سامنا، مال کمانا، اس کی حفاظت کرنا، وغیرہ۔ اب قارون ہی کو دیکھ لیں

جس کا ذکر اللہ نے متذکرہ رکوع میں کیا ہے، اتنے کثیر مال نے اسے نفع دیا یا نقصان ہر ایک جان سکتا ہے۔

قارون کا مال کثیر:

۳۔۔۔۔۔ایک اعتراض ذہن میں آتا ہے جس کا جواب امام رازی نے خوب دیا ہے وہ یہ ہے کہ کنز زمین میں مدفون مال کو کہتے ہیں لہذا اس مال کی چابیاں کیسے پائی جائیں؟ اس کے کئی جوابات ہیں: (۱)۔۔۔۔۔متذکرہ مال اعراض (سازوسامان) کی جنس سے تھا نقدی نہ تھا لہذا جائز ہوگا کہ اس کی کثرت متذکرہ حد تک پہنچے، اور اسی مناسبت سے یہ بھی جائز ہوگا کہ اس کی چابیاں ساٹھ آدمی مل کر اٹھائیں، اور چابیوں کی مقدار کے بارے میں قرآن مجید میں کوئی آیت مذکور نہیں ہے اور تفاسیر میں کثیر چابیوں کا ذکر ہے اور بھاری سامان ہونے کی وجہ سے اس کی چابیاں کئی لوگ مل کر اٹھاتے تا کہ سامان کی معرفت کثرت کی وجہ سے خوب رہے اور اگر خزانہ بمنزلہ عرف (عطیہ، بخشش کا مال) کی جنس سے ہو تب بھی اس کی نگہبانی کے لئے دروازے ڈالنے ضروری ہیں۔ (۲)۔۔۔۔۔کسی بھی مال کی حفاظت کے لئے تالے چابیاں کرنا واضح بات ہے اور وارد ہونے والا شبہ دور کی بات ہے اور یہ قول ابن عباس اور حسن وغیرہ کا ہے، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اس کا خزانے کی چابیاں چالیس آدمی مل کر اٹھاتے تھے۔ (۳)۔۔۔۔۔ایک قول یہ ہے کہ "مفاتیح" سے مراد علم واحاطہ ہے، اللہ ﷻ نے فرمایا ﴿وعندہ مفاتیح الغیب اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی (الانعام: ۵۹)﴾ یعنی ہم نے قارون کو خزانہ دیا جس کی حفاظت کے لئے بھاری بوجھ اٹھانے والی جماعت اور وہ جماعت ھدایت یافتہ ہو، ان باتوں پر قارون کو مطلع کیا، کیونکہ اس کے مال کی جہت کے بارے میں اختلاف ہے لہذا اٹھانے والے عملے کی نگرانی اور ھدایت کا اہتمام ضروری ہے۔

(الرازی، ج۹، ص۵)

راہ خدا میں مال خرچ کرنے کی فضیلت:

۴۔۔۔۔۔سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہر وہ دن جس میں بندے صبح کرتے ہیں اس میں دو فرشتے نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک دعا مانگتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! مال کو روک رکھنے والے کا مال ضائع فرما"۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب: قول اللہ تعالی فاما من اعطی، رقم: ۱٤٤۲، ص۲۳۳)

☆۔۔۔۔۔سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر فرشتہ کہتا ہے کہ جو آج قرض دے گا وہ کل جزاء پائے گا، اور دوسرے دروازے پر فرشتہ کہتا ہے کہ اے اللہ! مال خرچ کرنے والے کو بدلہ عطا فرما اور روک رکھنے والے کا مال ضائع فرما"۔

(صحیح ابن حبان، کتاب الزکوۃ، باب: صدقۃ التطوع، رقم: ۳۳۳۳، ج۸، ص۱۲٤)

☆۔۔۔۔۔سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اے ابن آدم! تو حاجت سے زائد مال خرچ کرے تو یہ بہتر ہے اور اگر اسے روک رکھے تو بھی برا ہے حالانکہ تجھے بقدر کفایت مال پر ملامت نہیں کی جائے گی اور اپنے زیر کفالت لوگوں سے ابتداء کرو اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے سے بہتر ہے"۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب: ان الید العلیاء خیر، رقم: (۲۲۷۷)/۱۰۳٦، ص٤٦۹)

☆۔۔۔۔۔سید عالم ﷺ نے فرمایا: "بخل نہ کیا کرو تا کہ تم پر بھی بخل نہ کیا جائے"۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب: التحریض علی الصدقۃ، رقم: ۱٤۳۳، ص۲۳۱)

☆۔۔۔۔۔منقول ہے کہ جب سب سے پہلا درہم و دینار بنا تو ابلیس نے انہیں اٹھا کر پیشانی تک بلند کیا اور چوم کر کہا: "جو تجھ سے محبت کرے گا وہ میرا حقیقی غلام ہوگا"۔

(احیاء العلوم الدین، کتاب ذم البخل، باب: ذم المال، ج۳، ص۳۱۲)

فقراء پر مال خرچ کرنے کی فضیلت:

۵......سید عالم ﷺ نے فرمایا:''جس نے حلال کمائی سے کھجور کے برابر صدقہ کیا اور چونکہ اللہ حلال ہی کو قبول فرماتا ہے لہٰذا اللہ اسے بھی برکت کے ساتھ قبول فرماتا ہے اور صدقہ کرنے والے کے لئے اس کی اسی طرح نشوونما فرماتا جس طرح تم میں سے کوئی اپنے پچھیرے یعنی گھوڑی کے بچے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کی مثل ہوجاتا ہے''۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب :الصدقة من کسب طیب، رقم: ۱٤۱۰،ص۲۲۷)

☆......رسول بے مثال بی بی آمنہ کے لعل ﷺ نے فرمایا:''بندہ کہتا ہے میرا مال، میرا مال حالانکہ اس کا مال تو صرف تین طرح کا ہے :جو اس نے کھا کر فنا کر دیا، پہن کر بوسیدہ کر دیا، صدقہ کر کے محفوظ کر لیا، اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ لوگوں کے لئے چھوڑ کر چلا جائے گا''۔

(صحیح مسلم، کتاب الزھد والرقاق، باب:الدنیا سجن المومن، رقم:(۷۳۱۱)/۲٦٥٦،ص۱٤٥۱)

☆......سرکار مدینہ ﷺ کا فرمان خوشبودار ہے:''تنگ دست کا حسب استطاعت صدقہ کرنا اور زیر کفالت لوگوں سے ابتداء کرنا سب سے افضل صدقہ ہے''۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الزکوۃ، باب:الرخصة فی ذلك، رقم:۱٦۷۷،ص۳۱٤)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا:''جس نے مسلمان کو لباس پہنایا جب تک اس میں سے کوئی دھاگا یا لڑی اس کے بدن پر رہے گی لباس پہنانے والا اللہ کی حفاظت میں رہے گا''۔(المستدرك، کتاب اللباس، باب:من کسامسلما ثوبا، رقم:۷٤۲۲،ج۷،ص۲٦٤۸)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا:''مسکین پر صدقہ کرنے میں ایک ہی صدقہ ہے جب کہ رشتے داروں پر صدقہ کرنے میں دو صدقے ہیں، صدقہ اور صلہ رحمی''۔

(جامع الترمذی، کتاب الزکوۃ، باب: ما جاء فی صدقة علی ذی القرابة، رقم: ٦٥۸،ص۲۱۳)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا:''جو مسلمان کسی مسلمان کو دو مرتبہ قرض دے تو وہ دونوں اس کے لئے ایک مرتبہ صدقہ کرنے کی مثل شمار ہوتے ہیں''۔

(سنن ابن ماجه ،ابواب الصدقات، باب القرض ،رقم: ۲٤۳۰،ص٤۱٤)

علم کی وجہ سے مالدار ہونا:

۶......جس علم کی نسبت قرآن میں کی گئی ہے کہ بقول قارون اسے مال میں فراوانی علم کی وجہ سے ہوئی ہے اس علم سے مراد توریت کا علم ہے کہ یہ شخص بنی اسرائیل میں اس کا ماہر جانا جاتا تھا، ابوسلیمان دارانی کہتے ہیں کہ مراد علم تجارت وکسب ہے، ابن مسیب کہتے ہیں مراد علم کیمیاء ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک تہائی علم کیمیاء یوشع بن نون اور ایک تہائی کالب بن یوقنا اور اتنا ہی قارون کو سکھایا لیکن قارون نے دھوکے سے ان دونوں سے بھی مزید علم سیکھ لیا یہاں تک کہ اس علم میں قارون ان سب سے بڑھ گیا اور سیسہ اور تانبہ کی مدد سے سونا کی بنیاد رکھ ڈالی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم کیمیاء کی تعلیم فرمائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی ہمشیرہ کو اس علم سے مزین کیا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کی مدد سے یہ علم قارون نے سیکھا، ایک قول یہ ہے کہ اس علم کو خاص طور پر سونے کی صنعت کاری کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس علم سے مراد خزانے اور دفینے نکالنے کا علم ہے۔

(روح المعانی، الجزء:۲۰،ص ٤۲۹)

گناہ گار بغیر حساب کتاب داخل جہنم ہوگا:

۷......مفسرین کہتے ہیں کہ مجرموں سے ان کے گناہ دریافت نہیں کئے جائیں گے، کیونکہ اللہ عزوجل ان پر مطلع ہے اسے سوال کرنے اور معلومات لینے کی ضرورت نہیں۔ پس وہ انہیں دنیا میں ہلاک کر کے اور آخرت میں جہنم میں داخل کر کے ان کے اعمال کی سزا دے گا۔ جب اللہ عزوجل نے قارون کو ان لوگوں کی ہلاکت وبربادی کا ذکر کر کے خوف زدہ کر دیا جو اس سے قبل اپنی قوت وطاقت اور مال کی کثرت میں اس سے کہیں زیادہ تھے تو پھر اس آیت میں اسی حکم کو مزید مؤکد کیا کہ وہ ہلاکت صرف انہی لوگوں کے ساتھ مختص نہیں

تھی بلکہ اللہ تو ان تمام مجرموں کے گناہوں سے آگاہ ہے جو پہلے تھے اور جو بعد میں ہونگے اور تمام کو بالیقین ان کے گناہوں کی سزا دے گا۔ قتادہ نے کہا کہ انہیں بغیر پوچھ گچھ کے اور حساب کتاب کے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ مجاہد کہتے ہیں ملائکہ ان سے سوالات نہیں کریں گے کیونکہ وہ انہیں ان کی پیشانیوں سے پہچان لیں گے اور حسن نے کہا کہ ان سے معلومات حاصل کرنے کے لئے نہیں پوچھا جائے گا بلکہ ان سے سوالات زجر و توبیخ کرنے کے لئے ہونگے۔ (المظهری، ج٥، ٣٩٥)

☆......قتادہ کہتے ہیں کہ مشرکین سے نہ پوچھا جائے گا، ان سے گناہوں کے بارے میں سوال نہ ہوگا اور انہیں بغیر حساب کتاب کے داخل جہنم کیا جائے گا۔

☆......مجاہد اسی آیت کے تحت کہتے ہیں کہ اللہ فرماتا ہے﴿یعرف المجرمون بسیماھم مجرم اپنے چہرے سے پہچانے جائیں گے (الرحمن: ٤١)﴾ سے مراد یہ ہے کہ اللہ ﷻ ان کے سیاہ چہرے، تیز آنکھیں جانتا ہوگا اور فرشتے انہیں اللہ کی دی ہوئی قدرت سے پہچان لیں گے اور انہیں بغیر سوال کئے داخل جہنم کر لیں گے۔ (الدرالمنثور، ج٥، ص ٢٦٢)

گھوڑے اور اونٹ کی افادیت کا بیان:

٨......اللہ ﷻ نے دو آیات میں مختلف جانوروں کا ذکر کیا، انعام یعنی چوپائے جیسے اونٹ، گائے اور بکریوں کا ذکر کیا جس سے انسان سواری کے کام بھی لیتا ہے اور ان کی کھالوں سے اون وغیرہ بھی حاصل کرتا ہے اور انہیں کھانے کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے کہ یہ حلال جانور ہیں اور ان کا دودھ بھی پیا جاتا ہے۔ بعد میں نام لے کر تین چوپائے مزید ذکر فرمائے یعنی گھوڑے، خچر اور گدھے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی فرماتے ہیں: امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک گھوڑے حلال ہیں، اور امام شافعی، امام احمد کے نزدیک بھی حلال ہیں اور امام اعظم کے نزدیک حلال نہیں ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ وفات سے تین دن پہلے امام ابوحنیفہ نے گھوڑے کی حرمت سے رجوع کر لیا تھا، اور اسی پر فتوی ہے (عنایہ)، اور گھوڑی کا دودھ پینے میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ ابن عابدین الشامی فرماتے ہیں: الاختیار، قدوری اور ھدایہ میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا مکروہ ہے، اور مکروہ تحریمی کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو حلال نہ ہو، (شرنبلالیہ)، اس سے معلوم ہوا کہ گھوڑا نجاست کی وجہ سے حرام نہیں ہے، اس لیے غایۃ البیان میں ظاہر الروایۃ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے اور اس کا کھانا اس کے احترام کی وجہ سے حرام ہے کیونکہ گھوڑوں سے اللہ کے دشمنوں کو ڈرایا جاتا ہے اور نجاست کی وجہ سے اس کا کھانا حرام نہیں ہے، اسی وجہ سے اس کا جھوٹا بھی نجس نہیں ہے جیسے آدمی کا حال ہے، مصنف نے لکھا ہے کہ اسی پر فتوی ہے لہذا اس کا کھانا مکروہ تحریمی ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے جیسا کہ کفایۃ البیہقی میں مذکور ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ فخر الاسلام نے لکھا ہے، قہستانی، الخلاصہ، الھدایہ، المحیط، المغنی، قاضی خان اور العمادی اور دیگر متون میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ گھوڑے کا کھانا مکروہ تحریمی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ امام اعظم کے نزدیک اس کا کھانا مکروہ تنزیہی ہے تو پھر امام اعظم وصاحبین کے مابین کوئی اختلاف نہیں رہتا کیونکہ صاحبین اگرچہ گھوڑا کھانے کو حلال کہتے ہیں لیکن وہ اس کو مکروہ تنزیہی کہتے ہیں۔ شرنبلالیہ میں برھان سے اسی طرح منقول ہے اور یہ اختلاف خشکی کے گھوڑے میں ہے اور دریائی گھوڑا بالاتفاق حرام ہے۔ (ردالمحتار علی درالمختار، کتاب الذبائح، ج٩، ص ٤٤٢)

علامہ علاؤالدین حصکفی فرماتے ہیں: پالتو گدھوں کا کھانا حلال نہیں ہے اس کے برخلاف جنگلی گدھوں کو کھانا جائز ہے اور ان کے دودھ بھی حلال ہیں، اگر خچر کی ماں گدھی ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے، اور اگر اس کی ماں گائے ہو تو بالاتفاق کھانا جائز

ہے،اور اگر اس کی ماں گھوڑی ہو تو وہ اپنی ماں کی طرح حلال ہے،علامہ شامی نے لکھا ہے کہ جانوروں کی حلت وحرمت کا مدار ماں پر ہوتا ہے،گھوڑی کا گوشت کھانے میں اختلاف ہے آیا اس کا گوشت کھانا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی یا بلا کراہت جائز،اگر خچر کی ماں گھوڑی ہو تو خچر کا گوشت کھانے کا بھی وہی حکم ہے جو اس کی ماں کا ہے۔ (المرجع السابق)

قارون کی ہلاکت:

۹.....قارون نے سرکشی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام اگر تجھے نبوت کے ذریعے فضیلت دی گئی ہے تو مجھے مال کے ذریعے فضیلت دی گئی ہے۔اگر تو چاہتا ہے کہ مجھے زمین سے نکال باہر کرے تو تو مجھے پکارے یا میں تجھے بلاؤں گا۔پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نکلے اور قارون بھی اپنی قوم کے ساتھ نکلا،حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تو بلائے گا یا میں بلاؤں،اُس نے کہا کہ میں بلاؤں گا۔پس جب اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے جواب نہ دیا اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُسے بلایا تو اس نے جواب دیا،حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی:''اے اللہ زمین برابر کردے،آج کے دن اس کی سرکشی (بڑھ) گئی ہے،پس اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے اذن سے زمین کو حکم دیا کہ اسے پکڑ لے،زمین نے قارون کو قدموں سے پکڑنا شروع کردیا،پھر ٹخنوں اور گھٹنوں کے بل پکڑ لیا یہاں تک کہ اپنے مال واسباب سمیت زمین دوز ہوگیا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کی جانب اشارہ کیا تو زمین پھر سے برابر ہوگئی۔قتادہ کہتے ہیں کہ قیامت تک قارون روزانہ زمین میں دھنستا رہے گا،اور ابن عباس کے قول کے مطابق ساتوں زمین تک دھنستا رہے گا۔

(البداية والنهاية، الجزء الاول، قصة قارون وموسى، ج۱، ص ۳۴۵ وغيره)

اغراض:

ابن عمه: چچازاد بھائی کا نام یصهر تھا،یاء مفتوحہ،صاد مہملہ اور ھاء مضمومہ کے ساتھ ہے،ایک قول ابن قاهث قاف وھاء مفتوحہ اور ثاء مثلثہ کا بھی کیا گیا ہے،قارون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد بھائی تھے۔ایک نسب یہ بیان کیا جاتا ہے:''قاهث بن لاوی بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم،ایک قول یہ ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد تھا۔

وامن به: سے مراد وہ ستر اصحاب ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مناجات کے لئے تشریف لے گئے،پس اللہ عزوجل کا کلام مبارک سماعت فرمایا اور اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی رسالت کے لئے چن لیا اور حضرت ہارون علیہ السلام کا امام کردیا۔

بالکبر: یعنی قارون نے ایمان لانے کے بعد تکبر کرتے ہوئے اپنے علاوہ سب کو حقیر جانا،اسی تکبر کی وجہ سے اپنے کپڑے گھسیٹتا تھا،اور اس کے تکبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار بھی تھا اور حسنِ صورت کی وجہ سے اس کا نام منور تھا۔

فرح بطر: یعنی مال کی کثرت کی وجہ سے اکڑنا،اور یہ مذموم ہے،اور ان معنوں پر دنیا پر خوش ہونا کہ اس پر اُخروی امور واسطہ ہیں جیسا کہ دین کی ادائیگی،صدقات،بھوکوں کو کھلانا وغیرہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بان تنفقه طاعة الله: جیسا کہ صلہ رحمی،صدقہ وغیرہ امور مراد ہیں۔

وکان اعلم بنی اسرائیل بالتوراة: ایک قول کے مطابق علم سے مراد علم کیمیاء ہے،کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام،یوشع بن نون اور کالب کو ثلث علم عطا کیا گیا ہے،لیکن قارون نے ان دونوں حضرات (یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا) کو دھوکہ دیا یہاں تک کہ جو ان دونوں حضرات کے پاس تھیں انہیں اپنی جانب منسوب کردیا،پس قارون نے سیسے کی مدد سے چاندی،تانبے کی مدد سے سونا بنایا،پس اب وہ بہت مال والا ہوگیا اور تکبر کرنے لگا،اسی کی جانب ﴿علی علم عندی﴾ میں اشارہ ہے اور مراد علم کیمیاء ہے،اور اس کا کہنا

تھا کہ مجھے میرے علم سے ملا ہے نہ کہ اللہ کے فضل سے۔

بساتباعه: ایک قول یہ ہے کہ قارون کے ساتھ چار ہزار کا لشکر تھا، ایک قول کے مطابق ساٹھ ہزار کا لشکر تھا، چڑیاں ان پر منڈلا رہی تھیں، ایک پہلا لشکر چڑیوں کے ساتھ دیکھا گیا، لشکر کے دائیں جانب تین سو غلام، اور بائیں جانب تین سو باندیاں زیورات سے مزین تھیں۔ اور ان کی سواریاں خچر و گدھے بھی سرخ دیباج سے مزین کئے گئے تھے، اور اکثر جانور سیاہی مائل سفید یا سیاہ تھے۔ ایک قول کے مطابق ان جانوروں کے زین سونے کے تھے، ایک یہ بھی قول ملتا ہے کہ زین ارجوان کے تھے۔

مما اوتی قارون فی الدنیا: سے مراد دنیاوی انعام کے مقابلے میں ثواب آخرت کا عظیم نعمت ہونا ہے۔

علی الطاعة وعن المعصية: سے مراد اللہ عزوجل کے احکامات کی فرمانبرداری کرنا ہے۔

ای من قریب: سے ماضی قریب مراد ہے نہ کہ متذکرہ دن سے پہلے کا دن۔ (الصاوی، ج٤، ص٣٠٠ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۲

﴿تلک الدار الاخرة ﴾ای الجنةُ﴿ نجعلها للذين لا يريدون علوا فی الارض ﴾بالبَغْي﴿ولا فسادا ﴾بِعَمَلِ المَعاصِی﴿ والعاقبة ﴾المَحمُودةُ ﴿للمتقين (٨٣) ﴾عِقَابَ اللهِ بعَمَلِ الطَّاعاتِ﴿ من جاء بالحسنة فله خير منها ج ﴾ثَوابٌ بِسَبَبِها وَهوَ عَشْرُ اَمْثَالِها﴿ ومن جاء بالسيئة فلا يجزى الذين عملوا السيات الا ما كانوا يعملون (٨٤) ﴾ای مِثْلُهُ﴿ ان الذی فرض عليک القرآن لرادک الی معاد ط ﴾اِلی مكةَ وَكانَ قَد اِشْتَاقَهَا﴿ قل ربی اعلم من جاء بالهدی ومن هو فی ضلل مبين (٨٥) ﴾نَزَلَ جَوابًا بِالقَولِ كُفَّارِ مكةَ له اِنَّکَ فِي ضلالٍ ای فَهُو الجَائِي بِالهُدٰی وَهم فِي الضَّلالِ واعلم بمعنٰی عَالِمٌ ﴿ وما كنت ترجوا ان يلقى اليک الكتب ﴾القُرانُ﴿ الا ﴾لکن اُلقِيَ اِلَيکَ﴿ رحمة من ربک فلا تكونن ظهيرا ﴾مُعِينًا﴿ للكفرين (٨٦) ﴾علٰی دِينِهِم الذی دَعَوکَ اِلَيهِ﴿ ولا يصدنک ﴾اَصْلُهُ يَصُدُّونَنَکَ حُذِفَتْ نُونُ الرَّفعِ لِلجَازِمِ والوَاوُ الفَاعِلُ لِالتِقَائِهامَعَ النُّونِ السَّاكِنَةِ﴿ عن ايت الله بعد اذ انزلت اليک ﴾ای لَاتَرجِعْ اِلَيهِم فِي ذالکَ﴿ وادع ﴾النَّاسَ﴿ الی ربک ﴾بِتَوحِيدِهٖ وَعِبَادَتِهٖ ﴿ ولا تكونن من المشركين (٨٧) ﴾بِاِعَانَتِهِمْ وَلَمْ يُؤَثِّرِ الجَازِمُ فِي الفعلِ لِبِنَائِهٖ﴿ ولا تدع ﴾تَعبُدْ﴿ مع الله الها اخر م لا اله الا هو قف كل شیء هالک الا وجهه ﴾اِلا اِيَّاهُ ﴿ له الحكم ﴾القَضَاءُ النَّافِذُ﴿ واليه ترجعون (٨٨) الثلثة ﴾بِالنُّشُورِ مِنَ القُبُورِ.

﴿ترجمہ﴾

یہ آخرت کا گھر (یعنی جنت) ہم ان کے لیے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے (سرکشی کرکے) اور نہ فساد چاہتے ہیں (گناہوں کا بازار گرم کرکے......ا) اور (اچھی) عاقبت (اللہ عزوجل کے عذاب سے) ڈرنے والوں کی (نیک عمل کرنے والوں کی) ہے جو نیکی لائے اس کے لیے اس سے بہتر ہے (یعنی اس کے لیے اس نیکی کا ثواب ہے جو اس کی مثل دس گنا ہے......۲) اور جو بدی لائے بدکام کرنے والوں کو بدلہ نہ ملے گا مگر (بدلہ اسی کا) جو وہ کرتے تھے (یعنی اسی کی مثل بدلہ ملے گا......۳) بیشک جس نے تم پر

قرآن فرض کیا (یعنی نازل کیا) وہ تمہیں پھیر لے جائے گا معاد (یعنی مکہ مکرمہ) کی طرف (جہاں جانے کے آپ ﷺ مشتاق ہیں......ہے......) تم فرماؤ میرا رب جانتا اسے جو ہدایت لایا اور جو کھلی گمراہی میں ہے (یہ آیت مبارکہ کفار مکہ کے اس سوال کے جواب میں نازل ہوئی کہ کفار نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہا آپ گمراہی میں ہیں العیاذ باللہ، آیت کا معنی یہ ہے نبی پاک ﷺ تو ہدایت لے آنے والے ہیں اور گمراہی میں تو یہ کافر لوگ ہیں......٥......آیت مذکورہ میں اعلم بمعنی عالم ہے) اور تم امید نہ رکھتے تھے کہ کتاب (یعنی قرآن پاک) تم پر بھیجی جائیں گے لیکن (اللہ ﷻ نے قرآن پاک تم پر نازل فرما کر) رحمت فرمائی تو تم ہرگز کافروں کی مدد نہ کرنا (ظهیرا بمعنی معینا ہے، ان کے اس دین پر جس کی طرف وہ بدبخت تمہیں بلا رہے ہیں) اور ہرگز وہ تمہیں اللہ کی آیات سے نہ روکیں بعد اس کے کہ وہ تمہاری طرف اتاری گئیں (یعنی آپ ﷺ بالکل بھی ان کی باتوں کی طرف پہلے ہی کی طرح مائل نہ ہوں، یصدنک اصل میں یصدوننک تھا، حرف جازم کی وجہ سے نون اعرابی حذف کر دیا گیا اور واؤ ضمیر جو کہ فاعل بن رہی ہے نون ساکن کے ساتھ اس کا اجتماع ہو گیا پس اجتماع ساکنین کی وجہ سے اسے بھی حذف کر دیا گیا تو یصدنک ہو گیا) اور (لوگوں کو) اپنے رب کی طرف (یعنی اس کی توحید اور اس کی عبادت طرف) بلاؤ اور ہرگز (مشرکین کی مدد کر کے) شرک والوں میں نہ ہونا (لائے نہی حرف جازم ہونے کے باوجود اس نے لفظی عمل اس فعل کے مبنی ہونے کی وجہ سے نہیں کیا) اور اللہ کے ساتھ دوسرے خدا کو نہ پوج (لاتدع بمعنی لاتعبد ہے) اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات اسی کا حکم ہے (یعنی اسی کی قضاء نافذ ہے) اور (قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد) اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

﴿ترکیب﴾

﴿تلک الدار الاخرة نجعلها للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقین٥﴾۔

تلک: مبدل منہ، الدار الاخرة مرکب توصیفی بدل، ملکر مبتدا، نجعلها: فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، الذین: موصول، لا یریدون: فعل نفی بافاعل، علوا: موصوف، فی الارض: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، فسادا: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ہو کر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، العاقبة: مبتدا، للمتقین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿من جاء بالحسنة فله خیر منها﴾۔

من: شرطیہ مبتدا، جاء بالحسنة: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ف: جزائیہ، له ظرف مستقر خبر مقدم، خیر منها: شبہ جملہ مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن جاء بالسیئة فلا یجزی الذین عملوا السیات الا ما کانوا یعملون٥﴾۔

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، جاء بالسیئة: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لا یجزی: فعل نفی مجہول، الذین عملوا السیات: موصول صلہ، ملکر نائب الفاعل، الا: اداۃ حصر، ما کانوا یعملون: موصول صلہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزاء، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذی فرض علیک القران لرادک الی معاد﴾۔

ان: حرف مشبہ واسم، الذی: موصول، فرض علیک القران: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر اسم، لام: تاکیدیہ، راد: اسم فاعل بافاعل مضاف، ک: ضمیر مضاف الیہ مفعول، الی معاد: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل ربی اعلم من جاء بالهدی ومن هو فی ضلل مبین٥﴾۔

قال: قول، ربی: مبتدا، اعلم: بمعنی عالم اسم فاعل با فاعل، من: موصولہ، جاء بالھدی: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من: موصولہ، ھو فی ضلل مبین: جملہ اسمیہ صلہ، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر شبہ جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وما کنت ترجوا ان یلقی الیک الکتب الا رحمة من ربک﴾۔

و: عاطفہ، ما: نافیہ، کنت: فعل ناقص با اسم، ترجوا: فعل با فاعل، ان: مصدریہ، یلقی الیک الکتب: فعل مجہول وظرف لغو نائب الفاعل، الا: اداۃ حصر، رحمة: موصوف، من ربک: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلا تکونن ظھیرا للکفرین ٥ولا یصدنک عن ایت اللہ بعد اذ انزلت الیک﴾۔

ف: فصیحیہ، لا تکونن: فعل نہی ناقص با اسم، ظھیرا للکفرین: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا یصدنک: فعل نہی با واؤ ضمیر محذوف فاعل ومفعول، عن: جار، ایت اللہ: ذوالحال، بعد: مضاف، اذ: مضاف، انزلت الیک: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وادع الی ربک ولا تکونن من المشرکین٥﴾۔

و: عاطفہ، ادع: فعل امر با فاعل، الی ربک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تکونن: فعل نہی ناقص با اسم، من المشرکین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولا تدع مع اللہ الھا اخر لا الہ الا ھو﴾۔

و: عاطفہ، لا تدع: فعل نہی با فاعل، مع اللہ: مضاف، اللہ: اسم جلالت ذوالحال، لا: نفی جنس، الہ: موصوف، الا: بمعنی غیر مضاف، ھو: مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر اسم "موجود" محذوف، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف، الھا اخر: مفعول بہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کل شیء ھالک الا وجھہ لہ الحکم والیہ ترجعون٥﴾۔

کل شیء: مستثنی منہ، الا: اداۃ استثناء، وجھہ: مستثنی، ملکر مبتدا، ھالک: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، الحکم: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الیہ: ظرف لغو مقدم، ترجعون: فعل با نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......ان الذی فرض علیک القرآن......☆ یہ آیت کریمہ جحفہ میں نازل ہوئی جب رسول کریم ﷺ مدینہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے وہاں پہنچے اور آپ کو اپنے اور اپنے آباء کے جائے ولادت مکہ مکرمہ کا شوق ہوا تو جبرائیل امین آئے اور انہوں نے عرض کیا حضور کو اپنے شہر مکہ مکرمہ کا شوق ہے؟ فرمایا ہاں! انہوں نے عرض کیا کہ اللہ فرماتا ہے یہ آیت کریمہ پڑھی، معاد کی تفسیر موت وقیامت وجنت سے بھی کی گئی ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

گناھوں کا بازار گرم کرنا:

[1]......گناہ چاہے صغیرہ ہو یا کبیرہ شریعت میں ناپسندیدہ ہے، اور اسی کو فساد فی الارض سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جو گناہ نص سے وارد ہوا سے کبیرہ کہتے ہیں یا یوں سمجھیں کہ ہر وہ فعل جو حد واجب کرے یا اس کے ارتکاب پر وعید وارد ہو کبیرہ کہلاتا ہے، اور اس کے مد مقابل جس کے ارتکاب پر حد واجب نہ ہو یا اس پر وعید نہ ہو اور نہ ہی نص دلالت کرے تو وہ صغیرہ ہے۔ اب انہی تعریفات کی روشنی

میں کبیرہ وصغیرہ سے بچنے کی کوشش کو آسان کرنے کے لئے امام ذہبی نے الکبائر میں تمام کبیرہ گناہوں کی فہرست عطا فرمادی ہے جس کی مدد سے کبیرہ گناہوں سے بچنا ممکن ہوسکتا ہے۔ جب انسان گناہوں کی شناخت کرلے گا، اُسے کبیرہ وصغیرہ میں تمیز ہوجائے گی تو پھر بچنے کا ذہن بھی اللہ عزوجل کے فضل سے مل جائے گا۔ جو لوگ معاشرے میں ظلم وزیادتی کا بازار گرم کرتے ہیں وہ یقیناً اسلامی تعلیمات سے دور ہوتے ہیں، انہیں شریعت کے بنیادی اصولوں ہی کا علم نہیں ہوتا کہ کبیرہ وصغیرہ تو بہت دور کی بات ہے۔ ایسے لوگ زمین میں جو فساد مچاتے، ہنگامہ آرائی کرتے، قتل وغارت گری کا بازار گرم کرتے، عصمتیں پامال کرتے، اور نہ جانے کس کس طریقے سے فساد کرتے ہیں ہم اپنے ہی ملک میں اس کے نظائر دیکھ رہے ہیں۔

نیکی کا اجر دس گنا یا اس سے بھی زائد؟

٢......علامہ راغب اصفہانی کہتے ہیں کہ ''الحسنۃ'' سے مراد وہ انعام ہے جس کے ملنے پر دل ودماغ، احوال اور جسم انسانی میں خوشی پائی جائے اور اس کے برعکس کو ''سیئۃ'' کہتے ہیں۔ اور یہ نیکی جب بڑھنے لگتی ہے تو کئی گناہ بڑھ جاتی ہے جس کا انسان اپنی دانست سے شمار بھی نہیں کرسکتا۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضاعف لمن یشاء واللہ واسع علیم ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح ہے جس نے اوگائیں سات بالیں، ہر بال میں سو دانہ اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے چاہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے (البقرۃ: ٢٦١)﴾۔ بندے کو چاہیے کہ کوئی بھی نیکی کرے ثواب کے حصول کے لئے کرے اور اپنی نیت خالص رکھے کہ مبادا اللہ کا فضل شامل ہوجائے اور دس گناہ بلکہ کئی گناہ بڑھ کر مستحق ثواب ہو۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

ایک نیکی کا دس گنا اجر دینے کا معنی یہ ہے کہ ایک اجر بطور ثواب ہے جس کا بندہ نیکی کرنے کے بعد مستحق ہوا ہے اور بقیہ نو درجے اجر فضل واحسانمندی کی وجہ سے ہے اور یہ نو درجے اجر اس ایک اجر سے بہتر ہے۔ (روح البیان، ج٦، ص ٥٦٠)

گناہ کا بدلہ اسی کی مثل:

٣......شرک، ریاء کاری، جہالت اور دیگر گناہ کے کام کا بدلہ اسی قسم کے گناہ کے برابر ہے، یعنی گناہ کئی درجہ بڑھا کر نہیں لکھا جاتا، تاہم کوئی مسلمان یہ سمجھ کر گناہ نہ کرے کہ چلو آسان معاملہ ہے ایک گناہ کرنے کا وبال ایک ہی ہے، بلکہ یہ غور کرے کہ ایک گناہ لکھا جانا بھی ہمارے رب عزوجل کو کتنا ناپسند ہے؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قلب اطہر پر کتنا رنج لائے گا جو امت کی خاطر راتوں کو روتے ہوئے دعائیں مانگتے تھے۔ اے کاش یہ دو باتیں یاد رہیں کہ اللہ عزوجل ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہم دنیا میں کہیں بھی جاکر گناہ کریں اس کی نگاہ سے پوشیدہ ہرگز نہ ہوسکیں گے۔ بعض اہل علم نے یوں بھی بیان کیا ہے کہ گناہ کا وبال اسی کی مثل ہے یعنی ایک ہی لکھا جائے گا۔ مثلاً شرک کرنے والے کے گناہ کا وبال ایک ہی ہے اور وہ ہمیشہ جہنم میں جلنا ہے اور جسے یہ مژدہ سنا دیا گیا تو اب اس کے لئے اور کیا رہ جاتا ہے؟ دیگر نافرمانیوں کا عذاب اسی کی مثل صغیرہ وکبیرہ نافرمانی کے حوالے سے بھگتنا پڑے گا۔ دنیا کی محبت اور خواہشات کا عذاب اُخروی نعمتوں کے نقصان، طلب جاہ منصب وعہدہ کا نقصان اسی کی مثل یعنی ذلت وخواری، الغرض جتنے بھی گناہ ہیں اس کے عذابات قرآن وحدیث میں متعین ہیں انہی کو غور کرلینے سے اُخروی نقصان کا پتہ چل جاتا ہے۔

''لرادک الی معاد'' کے اسرار ورموز:

٤......قتیبی کہتے ہیں کہ کسی آدمی کا ''معاد'' سے مراد اس کا وہ شہر ہوتا ہے جس سے جانے کے بعد پھر وہ اس کی طرف

لوٹ کر آتا ہے۔ علامہ بغوی کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ جب مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے غار سے نکلے تو آپ ﷺ نے دشمن کے تعاقب کے ڈر سے عام راستے سے ہٹ کر دوسرے راستے کو منتخب کیا۔ جب آپ ﷺ خطرے سے محفوظ ہوئے تو صحیح راستے کی جانب لوٹ آئے اور مکہ مدینہ کے درمیان جحفہ کے مقام پر آپ ﷺ نے نزول فرمایا جب اس راستے سے مکہ مکرمہ جانے والے راستے کو پہچانا تو آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ جانے کا اشتیاق ہوا جبرائیل امین علیہ السلام نے عرض کی کیا آپ ﷺ اپنے شہر اور جائے ولادت جانے کے مشتاق ہیں؟ آپ ﷺ نے اثبات میں جواب دیا تو جبرائیل امین علیہ السلام نے آیت مقدسہ ﴿ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد بیشک جس نے تم پر قرآن فرض کیا وہ تمہیں پھیر لے جائے گا جہاں پھرنا چاہتے ہو (القصص: ۸۵)﴾ تلاوت فرمائی۔ سعید بن جبیر کے قول کے مطابق ''معاد'' سے مراد موت ہے، میں کہتا ہوں کہ چونکہ موت کے ذریعے اصلی حالت تک لوٹنا ہوتا ہے اسی لئے اسے ''معاد'' کہا گیا ہے، زہری و عکرمہ نے ''معاد'' سے مراد قیامت کا دن لیا ہے۔ بعض کے نزدیک ''معاد'' سے مراد جنت ہے۔

(المظھری، ج ۵، ص ۳۹۹)

یہ بات مشاہدے اور تجربے کی ہے کہ جو اہل محبت اپنے دلوں میں مکہ مدینہ کی محبت رکھتے ہیں وہ متذکرہ بالا آیت کا وردان مقدس مقامات پر کرتے ہیں اور متذکرہ بالا قتیبی کے قول کی بنسبت یہ نیت ہوتی ہے ہم دوبارہ اس مقام پر ضرور حاضر ہونگے۔ خود میں نے بھی اسی بات کو آزمایا ہے اور قارئین کرام کو بھی اس آیت کے حفظ کی تلقین کرونگا کہ جب بھی حرمین طیبین کا سفر اختیار کریں ضرور ہر ہر مقام پر متذکرہ آیت پڑھیں اور اس یقین سے پڑھیں کہ ہم دوبارہ ضرور بلائے جائیں گے، انشاء اللہ عزوجل۔

بارگاہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی:

۵..... نبی پاک ﷺ کی جناب میں گستاخی کرنے والے شخص کی توبہ مقبول ہے یا نہیں؟ اس بارے میں صاحب فتاوی بزازیہ نے نقل کیا: ہمارے نزدیک گستاخ رسول کو قتل کرنا واجب ہے اور ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں ہے اگر چہ وہ اسلام لے آئے، آپ علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ کی نسبت قاضی عیاض مالکی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی کتاب الشفاء اور ابن تیمیہ حنبلی کی کتاب الصارم المسلول (الفتاوی بزازیہ علی هامش الفتاوی الهندیه، کتاب الفاظ تکون اسلاما او کفرا او خطا، الفصل الثانی فیما یکون کفرا من المسلم ومالایکون، ج ٦، ص ٣٢٢) کی طرف کی ہے پھر بعد میں آنے والے علماء نے انہی کی پیروی کی اور اس مسئلہ کو اپنی کتاب میں بعینہ اسی طرح ذکر کر دیا حتی کہ خاتمۃ المحققین ابن ہمام فتح القدیر، شرح هدایة للامام ابن الهمام، کتاب السیر، باب احکام المرتدین، ص ۹۱)۔ اور صاحب الدرر اور الغرر درر الحکام شرح غرر الاحکام، کتاب الجهاد، ماتسقط به الجزیه، باب المرتد، ج ۱، ص ۲۹۹ و ۳۰۰ نے بھی اسے یونہی ذکر کیا حالانکہ شفاء شریف اور الصارم المسلول میں مذکور مسئلہ شوافع اور حنابلہ کا مذہب ہے، امام مالک علیہ الرحمۃ سے ایک روایت مع الجزم یہ ہے کہ ایسے شخص کی توبہ ہمارے نزدیک مقبول ہے۔ ہمارے مذہب کی کتب متقدمہ میں یہی منقول ہے جیسا کہ امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کی کتاب الخراج میں اور امام طحاوی کی شرح مختصر اور النتف النتف فی الفتاوی، السابع من سب رسول اللہ ﷺ فانه مرتد، ص ٤٢٤ و ٤٢٧ ملخصاً۔ وغیرہ کتب مذہب میں ہے اور تمام تعریفیں اور احسان مندیاں اللہ ﷻ کے لئے ہیں جیسا کہ میں (علامہ شامی) نے اس مسئلہ کو اپنی ایک کتاب میں خوب واضح کر دیا ہے۔ اس قدر تفصیل سے یہ مسئلہ مجھ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کیا۔ اس کتاب کا نام میں نے تنبیه الولاة والحکام علی احکام شاتم خیر

الانام او احد اصحابه الکرام علیهم الصلوة والسلام۔ (درس عقود رسم المفتی، ص ۱٤ وغیرہ)۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

دربارہ اسلام ورفع دیگر احکام اُکی (یعنی گستاخِ رسول کی) توبہ اگر سچے دل سے ہو ضرور مقبول ہے. ہاں! اس میں اختلاف ہے کہ سلطانِ اسلام انہیں بعدِ توبہ واسلام صرف تعزیر دے، یا اب بھی سزائے موت دے وہ جو"بـزازیة" اور اس کے بعد کی بہت کتبِ معتمدہ میں ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں اس کے یہی معنی ہیں۔ (الفتاوی الرضویه مخرجه، ج ١٤، ص ٣٠٤)

اغراض:

ای الجنة: یعنی جنت کی دائمی نعمت مراد ہیں، ان نعمتوں میں رویت باری اور قدیم کلام کا سماعت کرنا داخل ہے۔

بالبغی: مراد ظلم اور تکبر ہے جو کہ فرعون، قارون اور ان کے لشکروں سے سرزد ہوا۔

بعمل المعاصی: جیسا کہ قتل، زنا، چوری وغیرہ نافرمانیاں مراد ہیں جن کے بارے میں اللہ نے احکامات دیئے ہیں۔

ای مثله: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مضاف حذف ہے۔

الی مکة وکان قد اشتاقها: ماقبل گزر چکا کہ آیت ﴿ان الـذی فرض علیک القرآن﴾ متذکرہ کا سبب یہ تھا کہ جب سید عالم ﷺ کو ہجرت کی اجازت دی گئی، اور رات کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غار سے نکلے، راستہ رات کی تاریکی کی وجہ سے کچھ مشتبہ تھا، پس جب مکۃ المکرمۃ اور مدینہ منورہ کے مابین مقامِ جحفہ پہنچے، تو مکۃ المکرمہ کا راستہ پہچان گئے اور مکۃ المکرمہ جانے کا شوق ہوا اور اپنا واپنے آباء کے جائے مسکن کو یاد فرمانے لگے، پس جبرائیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا: ''کیا آپ اپنے شہر اور جائے مسکن کی جانب جانے کے مشتاق ہیں'' سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!''۔ جبرائیل امین علیہ السلام نے جواب دیا: ''بیشک اللہ عزوجل آپ ﷺ کو اس مقام پر دوبارہ لے جائے جہاں جانے کے آپ مشتاق ہیں اور متذکرہ آیت تلاوت فرمائی، مکۃ المکرمہ کا نام اس آیت میں ''البلد معادا'' رکھا گیا یعنی وہ جگہ جہاں انسان لوٹ کر دوبارہ جائے۔ **ای لا ترجع الیهم:** بمعنی لا ترکن الی اقوالهم ہے۔

جوابا لقول کفار مکة: یہ قول کفار کے اس قول کہ ''انک فی ضلال'' کے بارے میں فرمایا جیسا کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا، پس اللہ نے ان پر اسی کی مثل فرمان لوٹایا جیسا کہ فرمایا: ﴿وقـال مـوسی ربی اعلم من جاء بالهدی من عنده ومن تکون له عاقبة الدار﴾۔

لکن القی الیک: اللہ نے ''الا'' بمعنی لکن' فرمایا جس سے اشارہ مقصود ہے کہ یہاں استثناء منقطع ہے۔

ولم یؤثر الجازم فی الفعل: لفظی اعتبار سے حرف جازم فعل میں مؤثر نہیں ہوتا لیکن محلاً مؤثر ہو جاتا ہے۔

تعبد: سے اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ تدع بمعنی تعبد ہے، اور اس مقام پر ایسی کوئی دلیل نہیں جو خوارج گمان کرتے ہیں، غیر سے طلب کرنا چہ جائے کہ زندہ ہوں یا مُردہ شرک ہے، اور یہ ان کا جہل مرکب ہے، اور اس حیثیت سے غیر سے سوال کرنا واجب ہے کہ فلاں کے ہاتھ پر اللہ نے نفع ونقصان جاری کر دیا ہے، اس لئے کہ یہی اسباب کو اختیار کرنا کہلاتا ہے اور اسباب کا انکار ضد وہٹ دھرمی اور جہالت سے نہیں کیا جا سکتا۔

الا ایاه: سے اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ''الوجه بمعنی الذات'' ہے، اور صحیح یہ ہے کہ سب اعمال کے اعتبار پر منحصر ہے اور ثواب باقی رہے گا۔ (الصاوی، ج ٤، ص ٣٠٤ وغیرہ)

سورة العنكبوت مكية وهى تسع و ستون آية

سورۃ العنکبوت مکی ہے اور اس میں ۶۹ آیات ہیں

تعارف سورة العنكبوت

اس سورت میں عنکبوت کا ذکر آیت نمبر ۴۱ میں آیا ہے، اس میں ۱۸۰ اکلمات اور ۴۱۶۵ حروف ہیں۔ حسن، عکرمہ، عطاء اور جابر ﷺ کے قول کے مطابق مکمل سورت مکی ہے۔ کفار ناہنجار کا وہی روایتی انداز، نہ ماننا اور ضد کرنا، تبلیغ دین میں رکاوٹیں پیدا کرنا، فخر کائنات ﷺ کی ذات کو ہدف تنقید کا نشانہ بنانا، بلکہ موقع ملنے پر نقصان پہنچانا، تاہم یہی امتحان و آزمائش قدرت کو منظور اور اسی کے نتیجے میں اللہ ﷻ اپنے حبیب ﷺ کے درجوں میں اضافے کرتا ہے۔ کفار کے عقائد باطلہ کا پرچار اور ساتھ ہی کئی خداؤں پر اترانا، مادی وسائل کی بہتات اور ان کو اسلام کے خلاف استعمال میں لانا، لیکن یہ سارے آسرے، سہارے، ہتکنڈے، پروپگینڈے، سازشیں، الغرض ظلم وزیادتی کی ہوائیں کبھی اپنے ہی خیموں کی تکیل اُکھیڑ دیتی ہیں، ہاں مضبوط گھر بھی مسمار ہو جایا کرتے ہیں، طوفانی ہوائیں کسی کو خاطر میں نہیں لاتیں، قانون قدرت اور انتقام قدرت کے آگے کچھ نہیں چلتا، اللہ ﷻ نے اپنے حبیب ﷺ کو ان کے پکے گھروں، مصمم ارادوں، مضبوط ہتھیاروں کا حال مکڑی کے کمزور گھر کی مانند بتاتا ہے اور ﴿وان اوهن البيوت لبيت العنكبوت یعنی تمام گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے (العنکبوت:۴۱)﴾۔ توحید کے دلائل تو قرآن میں جابجا ہیں بلکہ یوں کہیں کہ کس آیت سے توحید کی نفی ہوتی ہے تو جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔ تاہم متذکرہ سورت میں بھی خاص اہتمام کیا گیا اور عرق ریزی کے فارمولے کو مدنظر رکھتے ہوئے اہتمام کے ساتھ دلائل بیان کئے گئے جسے وہی جھٹلائے گا جس کی آنکھ پر تعصب کی عینک لگی ہوگی۔ آخر میں ﴿والذين جاهدوا فينا﴾ کے ذریعے مضبوط حوصلہ رکھنے کی سعی مسلسل کا درس اور ہمت بڑھانے کا مزید درس دے دیا تا کہ قیام قیامت تک کے لوگ راہ خدا میں ہمت کو کمزور نہ ہونے دیں۔

رکوع نمبر: ۱۴

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿الم ج(۱)﴾ اَللهُ اَعْلَمُ بِمُرادِهٖ بِذالكَ﴿ احسب الناس ان يتركوا ان يقولوا ﴾اَى بِقَولِهِم ﴿امنا وهم لا يفتنون (۲)﴾ يُختَبَرونَ بِما يَتَبَيَّنُ بهٖ حَقِيقَةِ اِيْمانِهِم نَزَل فى جَماعَةِ امَنُوا فَاَذاهُمُ المُشرِكُونَ﴿ ولقد فتنا الذين من قبلهم فليعلمن الله الذين صدقوا ﴾فِى اِيْمَانِهِم عِلْمُ مَشَاهَدَةٍ﴿ وليعلمن الكذبين (۳)﴾ فِيهِ﴿ام حسب الذين يعملون السيات ﴾الشِّركَ والمَعَاصِى﴿ ان يسبقونا ط﴾ يَفُوتُونَا فَلا نَنتَقِمُ مِنهُم﴿ ساء﴾ بِئسَ﴿ما﴾ الذِى﴿ يحكمون (۴)﴾ هٗ حُكمُهم هذَا﴿ من كان يرجوا ﴾يَخافُ﴿ لقاء الله فان اجل الله﴾ بِه﴿لات ط﴾ فَليَستَعِد لَه﴿ وهو السميع ﴾لِاَقْوالِ العِبادِ﴿ العليم (۵)﴾ بِاَفعَالِهِم﴿ ومن جاهد ﴾جِهادُ حَربٍ اَو نَفسٍ﴿ فانما يجاهد لنفسه ﴾لِاَنَّ مَنفِعةُ جِهادِهٖ لَهُ لا لِلّٰهِ﴿ ان الله لغنى عن العلمين (۶)﴾ الْاِنسِ والجِنِّ وَالمَلائِكَةِ وَعَنْ عِبادَتِهِم﴿ والذين امنوا وعملوا الصلحت لنكفرن عنهم سياتهم ﴾بِعَملِ الصَّالِحاتِ﴿ ولنجزينهم احسن ﴾بِمعنى حَسن وَنَصَبه بِنَزعِ الخَافِضِ البَاء﴿ الذى

كانوا يعملون (۷)﴿وهُو الصَّالحاتُ﴾ ووصينا الانسان بوالديه حسنا ﴿اَى اِيصاءً ذَا حُسنٍ بِاَنْ يَبِرَّهما﴾ وان جاهدك لتشرك بى ما ليس لك به ﴿بِاشرَاكِه﴾ علم ﴿مُوافِقَةٌ لِلوَاقِعِ فَلا مَفهُومَ لَهُ﴾ فلا تطعهما ﴿فِى الْاِشراكِ﴾ الى مرجعكم فانبئكم بما كنتم تعملون (۸)﴿فَاُجَازِيكُم بِه﴾ والذين امنوا وعملوا الصلحت لندخلنهم فى الصلحين (۹)﴿الْاَنبياءِ وَالْاَولِياءِ بِاَنْ نَحشُرُهم مَعهم﴾ ومن الناس من يقول امنا بالله فاذا اوذى فى الله جعل فتنة الناس ﴿اَى اَذَاهم لَه﴾ كعذاب الله ﴿فِى الخَوفِ مِنهُ فَيُطِيعُهم فَيُنافِقُ﴾ ولئن ﴿لَامُ قَسم﴾ جاء نصر ﴿لِلمُومِنِينَ﴾ من ربك ﴿فَغَنَمُوا﴾ ليقولن ﴿حُذِفَ مِنهُ نُونُ الرَّفعِ لِتَوالِى النُّونَاتِ وَالوَاوِ ضَمِيرِ الجَمعِ لِالتِقاءِ السَّاكِنِينَ﴾ انا كنا معكم ط ﴿فِى الْاِيمانِ فَاشرِكُونَا فِى الغَنِيمَةِ قَالَ تعالى﴾ اوليس الله باعلم ﴿اَى بِعالِم﴾ بما فى صدور العلمين (۱۰)﴿فِى قُلُوبِهم مِنَ الْاِيمانِ وَالنِّفَاقِ بَلٰى﴾ وليعلمن الله الذين امنوا ﴿بِقُلُوبِهم﴾ وليعلمن المنفقين (۱۱)﴿فَيُجَازِى الفَرِيقَينِ وَاللَّامُ فِى الفِعلَينِ لَامُ قسم﴾ وقال الذين كفروا للذين امنوا اتبعوا سبيلنا ﴿طَرِيقَنَا فِى دِينِنا﴾ ولنحمل خطيكم ط ﴿فِى اِتِّبَاعِنَا اِن كَانَتْ وَالاَمرُ بِمَعنَى الخَبَرِ قال تعالى﴾ وما هم بحاملين من خطيهم من شىء انهم لكذبون (۱۲)﴿فِى ذَالِكَ﴾ وليحملن اثقالهم ﴿اَوزَارَهم﴾ واثقالا مع اثقالهم ز ﴿بِقَولِهم لِلمُومِنِينَ اِتَّبِعوا سَبِيلَنَا وَاضلالهم مُقَلِّدِيهم﴾ وليسئلن يوم القيمة عما كانوا يفترون (۱۳)﴿يَكذِبُونَ عَلى اللهِ سُوالُ تَوبِيخٍ فَاللَّامُ فِى الفِعلَينِ لَامُ قسم وَحَذف فَاعِلهُما وَالوَاوُ وَنُونُ الرفع.

﴿ترجمہ﴾

الـم (اس کی جومراد ہے اللہ باخوبی جانتا ہے) کیا لوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اتنی بات پر (یعنی اپنے اسی قول کے سبب) چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اوران کی آزمائش نہ ہوگی (ان کواس طرح آزمایانہیں جائے گا کہ جس سے دوسروں پران کے ایمان کی حقیقت ظاہر ہوجائے......۱...... یہ آیت مبارکہ ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جوایمان لے آئے پھر کفارانہیں تکالیف اوراذیتیں پہنچانے لگے) اور بیشک ہم نے ان سے اگلوں کو جانچا تو ضرور اللہ ان کو دیکھے گا (یعنی بطور علم مشاہدہ......۲......) جو سچے ہیں (اپنے ایمان کی حقیقت میں) اور ضروران کو دیکھے گا جو (اس میں) جھوٹے ہیں یا یہ سمجھے ہوئے ہیں وہ جو بُرے کام (یعنی شرک اور دیگر گناہ......۳......) کرتے ہیں کہ ہم سے کہیں نکل جائیں گے (ہم سے بچ جائیں گے ہم ان سے انتقام نہ لے سکیں گے) کیا ہی بُراحکم لگاتے ہیں (یعنی ان کا یہ حکم لگانا کتنا بُرا ہے، آیت مذکورہ میں ما بمعنی الذی ہے) جسے اللہ سے ملنے کی امید ہو (وہ اللہ سے ڈرتا ہو) تو بیشک (اس ملاقات کی) اللہ کی میعاد ضرور آنے والی ہے (اس بندے کو چاہیے کہ اس کے لیے تیاری کرے) اور وہی سننے والا ہے (اپنے بندوں کے اقوال) جاننے والا ہے (ان کے اعمال کو) اور جو جہاد کرے (خواہ میدان جنگ میں یا اپنے نفس کے ساتھ......۴......) تو اپنے ہی بھلے کو جہاد کرتا ہے (اس کے اس جہاد کا فائدہ اسی کے لیے ہے اللہ کے لیے نہیں) بیشک اللہ بے پرواہ ہے سارے جہاں سے (انسانوں، جنوں، فرشتوں سے اوران کی عبادتوں سے) اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ہم ضرور (ان کی

نیکیاں کرنے کے سبب) ان کی برائیاں اتاردیں گے اور ضرور انہیں اس کام پر بدلہ دیں گے جو ان کے سب کاموں میں (یعنی نیک کاموں میں) اچھا ہے (احسن بمعنی حسن ہے، اور یہ حرف جر باء کے حذف کی وجہ سے منصوب ہے) اور ہم نے آدمی کو اچھی تاکید کی اس کے ماں باپ کے بارے میں (کہ آدمی اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرے......۵......، حسنا مفعول مطلق کی صفت ہے اصل میں ایصاء ذا حسن ہے) اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھرائے جس کا (یعنی میرے شریک ہونے کا) تجھے علم نہیں (در حقیقت اللہ ایک ہی ہے اور تجھے کسی دوسرے خدا کا علم ہی نہیں، لہذا دوسرے خدا کا علم ہونے کے مفہوم کا اعتبار ہی نہیں کیا جاسکتا) تو تو ان کا کہا نہ مانے (اللہ کا شریک ٹھرانے کے بارے میں) میری ہی طرف تمہارا پھرنا تو میں بتادوں گا تمہیں جو تم کرتے تھے (پس میں تمہیں اس کا بدلہ دونگا) اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ضرور ہم انہیں نیکوں میں داخل کریں گے (یوں کہ ان نیکوں کا حشر صالحین کے ساتھ کریں گے، صالحین سے مراد انبیاء اور اولیاء ہیں) اور بعض آدمی کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور پھر جب اللہ کی راہ میں انہیں کوئی تکلیف دی جاتی ہے تو لوگوں کے فتنہ کو (یعنی ان کی طرف سے اسے ملنے والی تکلیف کو) اللہ کے عذاب کی طرح سمجھتے ہیں (یعنی وہ لوگوں سے اس طرح ڈرتے ہیں پس اسی ڈر کے نتیجے میں وہ ان کی اطاعت کرنے لگتے ہیں پس یوں منافق ہوجاتے ہیں) اور اگر (لئن میں لام قسمیہ ہے) تمہارے رب کے پاس سے (مسلمانوں کے لیے) مدد آئے (یوں کہ انہیں مال غنیمت مل جائے) تو ضرور کہیں گے (لیقولن میں نون اعرابی کو پے درپے نون آجانے کے سبب اور واؤ جو کہ ضمیر جمع تھی اسے التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کردیا گیا ہے) ہم تو (ایمان لانے میں) تمہارے ہی ساتھ تھے (تو تم ہمیں بھی مال غنیمت......۶......میں شریک کرو، اللہ ﷻ فرماتا ہے) کیا اللہ نہیں جانتا ہے جو کچھ جہاں بھر کے دلوں میں ہے (ایمان یا نفاق؟ کیوں وہ سب کچھ جانتا ہے، صدور بمعنی قلوب ہے) اور ضرور اللہ ظاہر کردے گا ایمان والوں کو (جو دل ایمان لانے والے ہیں) اور ضرور ظاہر کردے گا منافقوں کو (تو وہ فریقین کو بدلہ عطا فرمائے گا دونوں مذکورہ افعال میں لام قسمیہ ہے) اور کافر مسلمانوں سے بولے ہماری راہ (یعنی ہمارے دین) پر چلو اور ہم تمہارے گناہ اٹھالیں گے (جو تم ہماری پیروی میں کروگے، یہاں فعل امر "اتبعوا" خبر کا معنی دے دیا ہے، اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے) حالانکہ وہ ان کے گناہوں میں سے کچھ نہ اٹھائیں گے بیشک وہ (اس بات میں) جھوٹے ہیں بیشک ضرور اپنے بوجھ (اثقالھم بمعنی اوزارھم ہے) اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ (اپنے اس قول "اتبعوا سبیلنا ہماری راہ پر چلو" کا جو انہوں نے مسلمانوں سے کہا تھا، اور پیروکاروں کے گناہوں کا بوجھ جنہوں نے ان کی پیروی کی تھی......۷......) اور ضرور قیامت کے دن پوچھے جائیں گے جو کچھ افتراء کرتے تھے (یعنی جو وہ اللہ ﷻ پر جھوٹ باندھ رہے تھے، یہ سوال بطور زجر و توبیخ ہوگا، مذکورہ دونوں افعال میں لام قسم کے لیے ہے ان دونوں افعال کے فاعل واؤ ضمیر جمع اور نون اعرابی کو حذف کردیا گیا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الم ○ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون ○﴾.

الم: "ھذہ" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ھمزہ حرف استفہام، حسب: فعل، الناس: ذوالحال، و: حالیہ، ھم: مبتدا، لا یفتنون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر حال، ملکر فاعل، ان: مصدر، یترکوا: فعل با نائب الفاعل، ان: مصدریہ، یقولوا: قول: امنا: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر بتاویل مصدر "لام" جار محذوف کیلئے مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولقد فتنا الذین من قبلھم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکذبین ○﴾.

و: عاطفہ، لام قسمیہ، قد تحقیقیہ، فتنا: فعل با فاعل، الذین: موصول، من قبلھم: ظرف مستقر صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم

محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ ،ف :عاطفہ، لام قسمیہ، یعلمن اللہ: فعل وفاعل، الذین صدقوا: موصول صلہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ، و:عاطفہ، لیعلمن الکذبین: جملہ فعلیہ۔

﴿ام حسب الذین یعملون السیات ان یسبقونا ساء ما یحکمون٥﴾.

ام: عاطفہ، حسب: فعل، الذین: موصول، یعملون السیات: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر فاعل، ان: مصدریہ، یسبقونا: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر قائم مقام دو مفعول،ملکر جملہ فعلیہ، ساء: فعل، ما یحکمون: موصول صلہ،ملکر فاعل ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مبتدا محذوف "حکمھم" کیلئے خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿من کان یرجوا لقاء اللہ فان اجل اللہ لات وھو السمع العلیم٥﴾.

من : شرطیہ مبتدا، کان: فعل ناقص بااسم، یرجوا: فعل بافاعل، لقاء اللہ: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، ان حرف مشبہ، اجل اللہ: اسم، لام: تاکیدیہ، ات خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ، و:عاطفہ، ھو السمع العلیم: جملہ اسمیہ۔

﴿ومن جاھد فانما یجاھد لنفسہ ان اللہ لغنی عن العلمین٥﴾.

و:عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، جاھد: جملہ فعلیہ شرط ،ف: جزائیہ، انما حرف مشبہ وما کافہ، یجاھد لنفسہ: جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، غنی عن العلمین: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین امنوا وعملوا الصلحت لنکفرن عنھم سیاتھم ولنجزینھم احسن الذی کانوا یعملون٥﴾.

و:عاطفہ، الذین امنوا وعملوا الصلحت: موصول صلہ،ملکر مبتدا، لام: قسمیہ، نکفرن: فعل بافاعل، عنھم: ظرف لغو، سیاتھم: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم،ملکر معطوف علیہ، و:عاطفہ، لام قسمیہ، نجزینھم: فعل بافاعل ومفعول، احسن: مضاف، الذی کانوا یعملون: موصول صلہ،ملکر مضاف الیہ،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ، قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا﴾.

و: مستانفہ، وصینا: فعل بافاعل، الانسان: مفعول، بوالدیہ: ظرف لغو، حسنا: مضاف محذوف کیلئے مضاف الیہ،ملکر "ایصاء" محذوف کیلئے صفت،ملکر مرکب توصیفی ہوکر مفعول مطلق "ای ایصاء ذاحسن"،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وان جاھداک لتشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعھما﴾.

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، جاھداک: فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، تشرک بی: فعل بافاعل وظرف لغو، ما: موصولہ، لیس: فعل ناقص، لک: ظرف مستقر خبر مقدم، بہ علم: شبہ جملہ اسم،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر بتقدیر ان مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، لا تطعھما: فعل نہی بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿الی مرجعکم فانبئکم بما کنتم تعملون٥﴾.

الی : ظرف مستقر خبر مقدم، مرجعکم: مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، انبئکم: فعل بافاعل ومفعول، بما کنتم تعملون: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والذین امنوا وعملوا الصلحت لندخلنھم فی الصلحین٥﴾..

و: عاطفہ، الذین امنوا و عملوا الصلحت: موصول صلہ، ملکر مبتدا، لام: تاکیدیہ قسمیہ، ندخلنھم: فعل بافاعل ومفعول، فی الصلحین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن الناس من یقول امنا باللہ فاذا اوذی فی اللہ جعل فتنۃ الناس کعذاب اللہ﴾.

و: عاطفہ، من الناس: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصولہ، یقول: قول، امنا باللہ: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، اذا: شرطیہ ظرفیہ مفعول فیہ مقدم، اوذی: فعل مجہول بانائب الفاعل، فی: جار، اللہ: "سبیل" مضاف محذوف کیلئے مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، جعل: فعل بافاعل، فتنۃ الناس: مفعول اول، کاف: بمعنی "مثل" مضاف، عذاب اللہ: مضاف الیہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولئن جاء نصر من ربک لیقولن انا کنا معکم﴾.

و: عاطفہ، لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، جاء: فعل، نصر: فاعل، من ربک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، لام: تاکیدیہ، یقولن: قول، انا: حرف مشبہ واسم، کنا معکم: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب قسم قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿اولیس اللہ باعلم بما فی صدور العلمین۝﴾.

ھمزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ، لیس: فعل ناقص، اللہ: اسم، ب: زائد، اعلم: اسم تفضیل بافاعل، بما فی صدور العلمین: جار مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولیعلمن اللہ الذین امنوا ولیعلمن المنفقین۝﴾.

و: عاطفہ، لام: قسمیہ، یعلمن اللہ: فعل وفاعل، الذین امنوا: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، و: عاطفہ، لام: قسمیہ، یعلمن: فعل بافاعل، المنفقین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وقال الذین کفروا للذین امنوا اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطیکم وماھم بحاملین من خطیھم من شیء﴾.

و: عاطفہ، قال: فعل، الذین کفروا: فاعل، للذین امنوا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، اتبعوا سبیلنا: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لنحمل: فعل امر با "نحن" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ما: مشابہ بلیس، ھم: اسم، ب: زائد، حاملین: اسم فاعل بافاعل، من خطیھم: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، شیء: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر حال، ملکر فاعل، خطیکم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿انھم لکذبون۝ ولیحملن اثقالھم واثقالا مع اثقالھم﴾.

انھم: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، کذبون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لام: قسمیہ، یحملن: فعل بافاعل، اثقالھم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اثقالا: موصوف، مع اثقالھم: صفت، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولیسئلن یوم القیمۃ عما کانوا یفترون۝﴾.

و: عاطفہ، لام: قسمیہ، یسئلن: فعل نائب الفاعل، یوم القیمۃ: ظرف، عما کانوا یفترون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔ قسم محذوف "نقسم" کے لیئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا......☆یہ آیت اُن حضرات کے حق میں نازل ہوئی جو مکہ مکرمہ میں تھے اور انہوں نے اسلام کا اقرار کیا، تو اصحاب رسول ﷺ نے انہیں لکھا کہ محض اقرار کافی نہیں جب تک کہ ہجرت نہ کرو، ان صاحبوں نے ہجرت کی اور بقصد مدینہ روانہ ہوئے مشرکین ان کے درپے ہوئے اور ان سے قتال کیا، بعض حضرات ان میں سے شہید ہوئے، بعض بچ آئے، ان کے حق میں یہ دو آیات نازل ہوئیں اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ مراد ان لوگوں سے سلمہ بن ہشام بن ابی ربیعہ اور ولید بن ولید اور عمار بن یاسر وغیرہ ہیں جو مکہ مکرمہ میں ایمان لائے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت عمار کے حق میں نازل ہوئی جو خدا پرستی کی وجہ سے ستائے جاتے تھے اور کفار مکہ انہیں سخت ایذائیں پہنچاتے تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیتیں حضرت عمر کے غلام حضرت مہجع بن عبداللہ کے حق میں نازل ہوئی جو بدر میں سب سے پہلے شہید ہونے والے تھے، سید عالم ﷺ نے ان کی نسبت فرمایا کہ مہجع سید الشہداء ہیں اور اس امت میں باب جنت کی طرف پہلے وہ پکارے جائیں گے، ان کے والدین اور ان کی بی بی کو بہت صدمہ ہوا تو اللہ نے اس آیت میں اُن کی تسلی فرمائی۔

☆......ووصینا الانسان بوالدیه حسنا......☆یہ آیت اور سورۃ لقمان، سورۃ احقاف کی آیتیں سعد بن ابی وقاص کے حق میں بقول ابن اسحٰق، سعد بن مالک اور زہری کے قول کے مطابق نازل ہوئیں، ان کی ماں حمنہ بنت ابی سفیان بن امیہ بن عبد شمس تھی، حضرت سعد سابقین اولین میں سے تھے اور اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے جب آپ اسلام لائے تو آپ کی والدہ نے کہا کہ تونے یہ کیا نیا کام کیا ہے خدا کی قسم! اگر تو اس سے باز نہ آیا تو میں نہ کھاؤں نہ پیوں یہاں تک کہ مر جاؤں، اور تیری ہمیشہ کے لئے بدنامی ہو اور تجھے ماں کا قاتل کہا جائے، پھر اس بڑھیا نے فاقہ کیا اور ایک شبانہ روز کھایا نہ پیا اور سائے میں بیٹھی رہی اور پھر ایک رات دن اسی طرح رہی یہاں تک کہ حضرت سعد ان کے پاس تشریف لائے اور ان سے کہا کہ اے ماں اگر تیری سو جانیں ہوں اور وہ بھی دین اسلام کے لئے ایک ایک کر کے نکل جائیں تو بھی میں اپنا دین چھوڑنے والا نہیں، تو چاہے کھا یا نہ کھا، جب وہ حضرت سعد کی جانب سے مایوس ہو گئیں تو کھانے لگیں۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

ایمان لانے کے بعد آزمائشیں:

۱......کبھی آزمائش سزا اور گناہوں کے وبال کے ازالے کے طور پر ہوتی ہے اور کبھی گناہوں کے مٹانے اور درجات کی بلندی اور عالی مراتب کے حصول کی وجہ سے بھی آزمایا جاتا ہے۔ پس جو آزمائش گناہوں کے مقابلے میں بطور سزا آئے گی اس میں صبر نہ پایا جائے گا بلکہ جزع وفزع اور شکوہ شکایات ہونگی۔ جو آزمائش گناہوں کے مٹانے کے لئے ہونگی اس میں صبر ہوگا جس میں شکوہ شکایات کی آمیزش بالکل ہی نہ ہوگی اور ساتھ ہی اوامر وطاعات کی بجا آوری پر مداومت ہوگی۔ اور آزمائش درجات کی بلندی کی وجہ سے ہوگی اس میں نفس کو سکون وطمانیت میسر ہوگی اور دنوں وزمانوں کے گزرنے پر اسے فناء وبقاء کے انکشافات ہونگے۔

(شرح فتوح الغیب، المقالة الخامسة والاربعون: فی النعمة والابتلاء، ص ۱۳۹ وغیرہ، ملخصا وملتقطا)

☆......حضرت عمار بن یاسر اور ان کے والد گرامی کو اسلام لانے کے بعد سزا دی جاتی تھی اور یہ سابقین اولین میں سے تھے، ایک سید عالم ﷺ ان کے پاس سے گزرے جب ان کو سزا دی جارہی تھی آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے آل یاسر! صبر کرو تم سے جنت کا وعدہ ہے''۔

(الاصابة، العین بعدها المیم، ج ٤، رقم: ٥٧٢٠، ص ٤٧٣)

☆......بلال بن رباح، مؤذن رسول ﷺ، جنہیں حضرت ابوبکر صدیق نے خرید کر آزاد کیا، مشرکین انہیں توحید پر قائم ہونے کی وجہ سے عذاب دیتے تھے، ایک قول یہ ہے کہ سید عالم ﷺ نے ابوبکر کو انہیں آزاد کرانے کا حکم دیا تھا، کئی غزوات میں سید عالم ﷺ کے ساتھ رہے، سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد مجاہد کی حیثیت سے شام کی جانب نکل گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ ابونعیم نے کہا کہ یہ ابوبکر کے ہم عمر اور رسول اللہ ﷺ کے خازن تھے۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، الباء بعدھا اللام ،رقم:۷۳۶،ج۱،ص ۴۵۵)

☆......حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کعبہ کے سائے میں اپنی چادر پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، ہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا آیا آپ ہمارے لئے مدد طلب نہیں کرتے! آیا آپ ﷺ ہمارے لئے دعا نہیں کرتے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم سے پہلی امتوں میں سے ایک شخص کو زمین میں دبا دیا جاتا، پھر اس کے جسم پر آری رکھ کر اس کے جسم کو دو حصوں میں کاٹ دیا جاتا، اور یہ ظلم اسے اس کے دین سے منحرف نہیں کرتا تھا، اور اس کے جسم میں لوہے کی کنگھی چلا کر اس کے گوشت، اس کی رگوں اور اس کے پٹھوں کو چھیل دیا جاتا اور یہ ظلم بھی اسے اس کے دین سے منحرف نہیں کرتا تھا، اور اللہ اپنے اس دین کو مکمل فرمائے گا حتی کہ ایک سوار مقام صنعاء سے حضر موت تک کا سفر کرے گا اور اسے اللہ کے سوا اور کسی کا خوف نہیں ہوگا البتہ اس کو اپنی بکریوں کے متعلق بھیڑیئے کا ڈر ہوگا لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو''۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب: علامۃ النبوۃ فی الاسلام ،رقم:۳۶۱۲،ص ۶۰۶)

حضرت ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید المعروف امام ابن ابی الدنیا فرماتے ہیں:

ایک مکی شخص نے بیان کیا کہ میں نے سعید بن سالم کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: ''اس قبرستان میں سب سے افضل کون ہے؟ جواب دیا حضرت عمر بن عبدالعزیز، میں نے پوچھا: وہ کس سبب سے فضیلت پا گئے؟ جواب دیا: ''اس لئے کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی تو وہ اس پر صبر کرتے تھے''۔ میں نے پھر پوچھا: سیدنا فضیل بن عیاض کا کیا ہوا؟ فرمایا: ''انہیں ایسا لباس پہنایا گیا ہے جس کے کناروں کے مقابلے میں دنیا کی کوئی حیثیت نہیں''۔ (موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، کتاب المنامات ،رقم: ۲۷۰،ج۳،ص ۱۳۴)

انسان اپنی طویل زندگی میں سہو، تسامح اور لغزشوں سے خالی نہیں ہوتا، اور یہ امور صغائر کے باب سے ہوتے ہیں یا ترک اولی یا خلاف اولی کے قبیل سے، پھر جب نبی پاک ﷺ اور مسلمانوں نے اس سفر میں بہت تکلیفیں، مشقتیں اور سختیاں اٹھائیں تو اللہ عزوجل نے خبر دی کہ ان کی یہ تکلیفیں اور سختیاں ان کی اس طویل زندگی کی تمام لغزشوں اور خلاف اولی کاموں کے لئے کفارہ بن گئیں اور یہ تکلیفیں ان کی اخلاص کے ساتھ توبہ کے قائم مقام ہیں، اس لئے اللہ عزوجل نے فرمایا: اللہ نے نبی کی توبہ قبول کی اور ان مہاجرین اور انصار کی جنہوں نے تنگی کے وقت میں نبی کی اتباع کی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سفر میں ان پر بہت سختیاں اور صعوبتیں آئیں تھیں اور مسلمانوں کے دلوں میں وسوسے آتے رہتے تھے اور جب بھی کسی کے دل میں کوئی وسوسہ آتا وہ اللہ عزوجل سے توبہ کرتا اور اس وسوسہ کے ازالے کے لئے اللہ عزوجل سے گڑگڑا کر دعا کرتا تو ان کی کثرت توبہ کی وجہ سے اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ بعید نہیں ہے کہ اس سفر میں مسلمانوں سے کچھ گناہ ہو گئے ہوں، لیکن اس سفر کی صعوبتوں کی وجہ سے اللہ عزوجل نے ان کے گناہ معاف فرما دیئے، اس لئے اللہ عزوجل نے فرمایا: اللہ نے نبی کی توبہ قبول کی اور ان مہاجرین اور انصار کی جنہوں نے تنگی کے وقت میں نبی کی اتباع کی، ہر چند کہ ان مہاجرین اور انصار کے گناہ معاف کر دیئے گئے تھے لیکن ان کے ساتھ نبی پاک ﷺ کا ذکر دین میں عظیم مرتبے پر متنبہ کرنے کے لئے فرمایا کہ وہ اتنے عظیم درجہ پر فائز ہیں کہ قبولیت توبہ میں ان کے ساتھ نبی ﷺ کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

(عطائین، ج۲، ص ۶۴۵، الرازی، ج۶، ص ۱۶۲)

اللہ عزوجل کے علم کے بارے میں وسوسہ اور علاج:

۲۔۔۔۔۔مذکرہ آیت میں فرمایا: اللہ عزوجل ضرور جان لے گا (دیکھے گا) جوان میں سچے ہیں اور ضرور جان لے گا جو جھوٹے ہیں۔ یعنی اللہ عزوجل پہلے سے نہیں دیکھتا جانتا، مستقبل کا علم اللہ عزوجل کو پہلے سے نہیں ہوتا، بندے کام کرلیں اس کے بعد اللہ عزوجل کو علم ہوتا ہے۔ امام بیضاوی اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اللہ عزوجل ظاہر فرمادے گا اور اس کے مطابق جزاء و سزا دے گا جس طرح لوگوں کو ان کے ناموں سے جانا پہچانا جاتا ہے اسی طرح بروز قیامت یہ لوگ اللہ عزوجل کے حضور سفید و سیاہ چہروں میں حاضر ہونگے۔ (البیضاوی، ج ۴، ص ۲۹)

علامہ قرطبی کہتے ہیں:

زجاج نے کہا کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل صادق کے صدق کے وقوع اور کاذب کے کذب کے وقوع کو جان لے، حالانکہ اللہ عزوجل کو صادق اور کاذب کے پیدا کرنے سے پہلے ان کے صدق اور کذب کا علم تھا، لیکن اس کو علم تھا کہ صادق کے صدق کا وقوع ہونے والا ہے اور عنقریب اس کا صدق واقع ہوگا لیکن اس نے قصد کیا کہ اس کو ان کے صدق اور کذب کے وقوع کا علم ہوتا کہ ان کے صدق و کذب کی جزاء دی جائے۔ (القرطبی، الجزء: ۲۰، ص ۲۸۸)

اللہ عزوجل کا علم ہر شئے کو محیط یعنی جزئیات، کلیات، موجودات، معدومات، ممکنات، محالات، سب کو ازل میں جانتا تھا اور اب بھی جانتا ہے اور ابد تک جانے گا، اشیاء بدلتی ہیں اور اس کا علم نہیں بدلتا، دلوں کے خطروں اور وسوسوں پر اُس کو خبر ہے اور اس کے علم کی کوئی انتہاء نہیں۔ وہ غیب و شہادت سب کو جانتا ہے، علم ذاتی اس کا خاصہ ہے، جو شخص علم ذاتی، غیب خواہ شہادت کا غیر خدا کے لئے ثابت کرے کافر ہے علم ذاتی یہ ہے کہ بے خدا کے دیئے خود حاصل ہو۔ (بہار شریعت مخرجہ، عقائد متعلقہ ذات و صفات باری، حصہ اول، ج ۱، ص ۱۰)

گناہ کی تعریف ووضاحت:

۳۔۔۔۔۔جمہور کے نزدیک گناہ کی دو قسمیں ہیں: صغیرہ و کبیرہ، جب کہ معتزلہ کے نزدیک گناہ کی دو قسمیں کرنا صحیح نہیں ہے۔ ہر وہ گناہ جس کا مرتکب قرآن وسنت میں منصوص کسی خاص سخت وعید کا مستحق ہو۔ کبیرہ گناہ اسے کہتے ہیں جو حرام ہو اور اس کی مشروعیت نص قطعی سے ہوئی ہو۔ (التعریفات، باب الکاف، ص ۱۸۳)

اور صغیرہ گناہ سے مراد ہر وہ گناہ ہے جس سے استغفار طلب کی جائے، اور صاحب کفایہ کہتے ہیں ہر وہ معصیت جس کی اضافت مافوق کی طرف کی جائے وہ صغیرہ ہے اور ہر وہ معصیت جس کی اضافت مادون کی طرف کی جائے اُسے کبیرہ کہتے ہیں۔

(شرح عقائد، مبحث الصغیرة والکبیرة، ص ۱۰۸)

علامہ ذہبی نے جن گناہوں کو کبیرہ شمار کیا ہے ان کی تعداد ستر ہے جو کہ یہ ہیں: (۱) جس کام سے اللہ، اسکے رسول اور صحابہ نے منع کیا ہو، (۲) قتل ناحق، (۳) جادو، (۴) ترک نماز، (۵) ترک زکوۃ، (۶) بلا عذر رمضان کے روزے ترک کرنا، (۷) باوجود قدرت حج نہ کرنا، (۸) ماں باپ کی نافرمانی کرنا، (۹) رشتہ داروں سے ترک تعلق کرنا، (۱۰) زنا، (۱۱) قوم لوط کا عمل کرنا، (۱۲) سود کھانا، (۱۳) ظلماً یتیم کا مال کھانا، (۱۴) اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھنا، (۱۵) میدان جہاد سے بھاگنا، (۱۶) سربراہ مسلمین کا عوام پر ظلم کرنا یا عوام کا ان پر ظلم کرنا، (۱۷) فخر و تکبر میں مبتلا ہونا، (۱۸) جھوٹی گواہی دینا، (۱۹) شراب پینا، (۲۰) جوا کھیلنا، (۲۱) مسلمان پاک باز عورتوں پر تہمت لگانا، (۲۲) مال غنیمت میں خیانت کرنا، (۲۳) چوری کرنا، (۲۴) ڈاکا ڈالنا، (۲۵) جھوٹی قسم کھانا، (۲۶) ظلم کرنا، (۲۷) سلطان کے حکم کے بغیر ٹیکس جمع کرنا، (۲۸) حرام کھانا یا کسی طریقے سے بھی حرام کو استعمال کرنا، (۲۹) خودکشی کرنا، (۳۰) باتوں میں بہ کثرت جھوٹ بولنا، (۳۱) ناجائز فیصلے کرنا، (۳۲) رشوت لینا، (۳۳) عورتوں کا مردوں کی اور مردوں کا عورتوں کی مشابہت کرنا، (۳۴) بے غیرتی کرنا، (۳۵) طلاق دینے کی شرط سے حلالہ کرنا، (۳۶) پیشاب کے قطروں سے نہ

پہنا، (۳۷) علم کو چھپانا، (۳۸) دنیا کے لئے علم دین حاصل کرنا، (۳۹) خیانت کرنا، (۴۰) احسان جتانا، (۴۱) تقدیر کو جھٹلانا، (۴۲) لوگوں کو جتانے کے لیے نیک عمل کرنا، (۴۳) چغلی کرنا، (۴۴) ایک دوسرے پر لعنت کرنا، (۴۵) عہد شکنی کرنا، (۴۶) نجومی کی تصدیق کرنا، (۴۷) بیوی کا خاوند کی نافرمانی کرنا، (۴۸) تصویر بنانا، (۴۹) نوحہ ماتم کرنا، (۵۰) حاکم وقت کے خلاف بغاوت کرنا، (۵۱) کمزوروں پر تشدد کرنا، (۵۲) پڑوسی کو اذیت دینا، (۵۳) مسلمانوں کو ایذا دینا اور انہیں گالی دینا، (۵۴) اللہ کے بندوں کو اذیت دینا اور ان پر سختی کرنا، (۵۵) قدموں کے نیچے گھسٹتے ہوئے کپڑے تکبر کے لیے پہننا، (۵۶) مردوں کا سونے اور ریشم پہننا، (۵۷) غلام کا بھاگنا، (۵۸) غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا، (۵۹) اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے اپنی نسبت قائم کرنا، (۶۰) شرعی جواز کے بغیر جواز قائم کرنا، (۶۱) فاضل پانی دینے سے منع کرنا، (۶۲) ناپ تول میں کمی کرنا، (۶۳) اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونا، (۶۴) اولیاء اللہ کو اذیت دینا، (۶۵) اللہ والوں سے عداوت رکھنا، (۶۶) بغیر عذر شرعی کے جماعت ترک کرنا، (۶۷) جمعہ بغیر عذر شرعی کے ترک کرنا، (۶۸) دھوکہ اور فریب دینا، (۶۹) مسلمانوں کے عیوب تلاش کر کے بیان کرنا، (۷۰) صحابہ میں سے کسی کو گالی دینا۔

(الکبائر، للامام ذھبی)

جہاد اکبر اور جہاد اصغر:

☆......قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ عزوجل نے جہاد کے لئے مومنوں کو ترغیب دلائی کہ مسلمانوں کی تعداد قلیل ہو تو کچھ فرق نہیں پڑتا، حوصلہ بلند ہونا چاہئے کہ تعداد قلیل ہی کیوں نہ ہو بلند حوصلہ انہیں اپنے سے کئی گناہ بڑے لشکر سے جنگ پر آمادہ کر دے گا۔ اسی ترغیب والے مضمون کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم احادیث نبوی ﷺ سے جہاد کی اہمیت اور فضائل پر مبنی احادیث ذکر کرتے ہیں تاکہ اس کی اہمیت مزید آشکار ہو جائے اور مسلمانوں میں مزید اس عظیم نعمت کا شوق بیدار ہو۔

☆......حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: "مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے"، ایک روایت میں یوں ہے: "جو اللہ کے لئے یا اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس سے جہاد کرے"۔

(سنن الترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب: ما جاء فی فضل من مات، رقم: ۱۶۲۱، ص ۴۹۸)

☆......اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُ اَنِّيْ اُقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْيَا ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيَا ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيَا" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میری تو یہی خواہش ہے کہ اللہ عزوجل کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں"۔

(صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب تمنی الشهادة، رقم: ۲۷۹۷، ص ۴۶۳)

☆......عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ لَا يُكْلَمُ اَحَدٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَنْ يُكْلَمُ فِيْ سَبِيْلِهٖ اِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجُرْحُهٗ يَثْعَبُ اللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ وَالرِّيْحُ رِيْحُ مِسْكٍ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص بھی اللہ عزوجل کی راہ میں زخمی ہوگا، اور اللہ عزوجل خوب جانتا کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوا، تو قیامت میں اس حال میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا، رنگ خون کا ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی"۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الجهاد، رقم: ۴۷۵۵، ص ۹۰۳)

☆......عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "مَا يَجِدُ الشَّهِيْدُ مِنْ مَسِّ الْقَتْلِ اِلَّا كَمَا يَجِدُ اَحَدُكُمْ مِنْ

مَسِّ الْقَرْصَةِ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''شہید کو اللہ عزوجل کی راہ میں قتل کیے جانے سے صرف اتنا درد ہوتا ہے جتنا تم میں سے کسی ایک کو چیونٹی کے کاٹنے کا درد ہوتا ہے''۔

(الجامع الترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل المرابط، رقم:١٦٧٤، ص٥٠٩)

☆..... حضرت مسروق سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس روایت کے متعلق پوچھا جو لوگ اللہ عزوجل کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ گمان مت کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے (ال عمران:١٦٩) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں، ان کے لئے عرش میں قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں وہ جہاں چاہتی ہیں چرتی ہیں، اور پھر ان قندیلوں کی طرف لوٹ آتی ہیں۔ پھر ان کا رب عزوجل ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فرماتا ہے تم کسی چیز کو چاہتے ہو؟ وہ کہتے ہیں ہم کس چیز کی خواہش کریں کہ ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں چرتے ہیں''۔ یہ مکالمہ تین مرتبہ ہوگا جب وہ دیکھیں گے کہ ان کو بغیر پوچھے نہیں چھوڑا جا رہا تو وہ کہیں گے کہ ہمارے رب ہماری یہ خواہش ہے کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں دوبارہ لوٹا دیا جائے حتی کہ ہم تیری راہ میں دوبارہ قتل کیے جائیں، جب اللہ عزوجل یہ دیکھے گا کہ ان کو اور کوئی خواہش نہیں ہے تو ان کو چھوڑ دیا جائے گا۔

(سنن ابن ماجه، كتاب فضائل الجهاد، باب فضل الشهادة، رقم١٢٨٠١، ص٤٧٦)

☆.....عن سهل ابن سعد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الغدوة والروحة فی سبيل الله عزوجل افضل من الدنيا وما فيها" حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عزوجل کی راہ میں صبح کرنا یا شام کرنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے''۔

(سنن نسائی، كتاب الجهاد، باب فضل غدوة فی سبيل الله، رقم:٣١١٥، ص٧٤١)

☆.....عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: "مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ نَفْسَهُ بِالْغَزْوِ مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو اس حال میں مرا کہ اس نے جہاد کیا نہ اس کے دل میں جہاد کی خواہش ہوئی وہ نفاق کے ایک شعبہ پر مرا''۔ (سنن ابی داؤد، كتاب الجهاد، باب كراهية ترك الغزو، رقم:٢٥٠٢، ص٤٦٨)

ہم یہاں جہاد کے فرض کفایہ اور فرض عین ہونے اور شرائط کا بیان کرتے ہیں چنانچہ فقہائے کرام فرماتے ہیں:

(۱)..... جہاد ابتداً فرض کفایہ ہے پس اگر کسی ایک جماعت نے کرلیا تو سب کی طرف سے ساقط ہوگیا اور اگر سب مسلمانوں نے چھوڑ دیا تو سارے ہی گناہ گار ہوں گے۔ (كنز الدقائق مع كشاف الحقائق، كتاب السير والجهاد، ص١٧٧)

(۲) اگر کفار کسی شہر پر ہجوم کریں تو الاقرب فالاقرب کے قانون کے تحت تمام مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہوگا۔ اور درر کی عبارت میں ہے کہ جہاد فرض عین اس وقت ہوگا جب کہ دشمن اسلامی سرحد پر حملہ کردے تو قرب وجوار کے مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہوگا اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جہاد پر قدرت رکھتے ہوں۔ (رد المحتار، كتاب الجهاد، مطلب فی الفرق بين فرض العين، ج٦، ص٢٠١ ملتقطاً)

(۳)..... جہاد کے واجب ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ مجاہد کے پاس جنگ کرنے کے لئے ہتھیار ہوں، زادِ راہ اور سواری کا پایا جانا بھی ضروری ہے۔ (رد المحتار، كتاب الجهاد، مطلب :طاعة الوالدين فرض عين، ج٦، ص٢٠٥)

(۴)..... بچے، عورت، غلام، اندھے، اپاہج اور لنگڑے پر جہاد فرض نہیں ہے اور جہاد کے فرض عین ہونے کی صورت میں جب کہ کفار ہجوم کردیں تو عورت اور غلام بھی بغیر اپنے شوہر اور آقا کی اجازت کے جہاد پر نکلیں گے۔

(كنز الدقائق مع كشاف الحقائق، كتاب السير والجهاد، ص١٧٧)

(۵)..... جہاد کے مباح ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں ایک یہ ہے کہ دشمن کو دی جانے والی دینِ حق کی دعوت کو قبول کرنے سے باز رہنا

اوران کے (یعنی مسلم اور غیر مسلم ممالک) کے مابین امن وامان اور کوئی عہد و پیان کی صورت بھی نہ ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ مسلمان جہاد کے ذریعے اسلام کی شان وشوکت اور قوت کے بڑھنے کی امید رکھتے ہوں اور اگر ایسی امید نہ ہو تو پھر قتال جائز نہیں کہ انسان اس میں پڑ کر اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالے۔ (الهندية، كتاب السير، باب الاول فى تفسيره شرعا و شرطه، ج۲، ص۲۰۹)

والدین کے حقوق کا بیان:

۵.....حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اس شخص کی ناک خاک آلود ہو اور یہ جملہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے والدین دونوں کو یا ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور انکی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو گیا"۔ (رياض الصالحين، ص۱۱۵)

☆......نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ کی خبر نہ دوں، پھر آپ ﷺ نے ان گناہوں میں والدین کی نافرمانی کو بھی ذکر فرمایا۔ (صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان الكبائر و اكبرها، رقم: ۸۷، ص۵۳)

☆......سید عالم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ عزوجل کی رضا والد کی رضا میں ہے، اور اللہ عزوجل کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے، یہ حدیث صحیح ہے۔ (سنن الترمذى، كتاب البر و الصلة، باب ماجاء من الفضل فى رضا الوالدين، رقم: ۱۹۰۷، ص۵٦٦)

☆......نبی پاک صاحب لولاک سلطان ارض وافلاک ﷺ نے فرمایا: "باپ جنت کے دروازوں میں سے درمیانی دروازہ ہے اگر تو چاہے تو اس کی حفاظت کر اور اگر چاہے تو اسے ضائع کر دے، اس حدیث پاک کو امام ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے۔ (ايضا، رقم: ۱۹۰٦، ص٥٦٥)

☆......نبی پاک ﷺ نے فرمایا: "جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔" یعنی والدہ کے لیے تواضع اختیار کرنا اور انہیں راضی کرنا، یہ دخول جنت کا سبب ہے۔ (الفيض القدير، ج۳ ص۴۷۷)

☆......شہنشاہ مدینہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہوا اور جہاد کی اجازت چاہی تو نبی پاک ﷺ نے اسے ارشاد فرمایا: "کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ عرض کی: جی ہاں! ارشاد فرمایا: تو ان دونوں کی خدمت میں کوشش کر"۔

(صحيح بخارى، كتاب الجهاد والسير باب الجهاد باذن الابوين، رقم: ۳۰۰۴، ص ۴۹٦)

مال غنیمت کا بیان:

٦.....شیخ ابوالحسن جرجانی فرماتے ہیں کہ نفل (جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ انفال جمع ہے نفل کی) کے لغوی معنی زیادتی ہے اسی زیادتی کی وجہ سے مال غنیمت کو نفل کہتے ہیں اسلئے کہ مال غنیمت کی زیادتی، مقصود شرعی جہاد یعنی اللہ عزوجل کا نام بلند کرنے اور اس کے دشمنوں پر غضب کرنے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے اور شرعی لحاظ سے وہ اسم ہے جو فرائض اور واجبات کی زیادتی سے مشروع ہوا اور شرع میں مندوب، مستحب اور تطوع کو بھی نفل کہتے ہیں۔ (التعريفات، ص۲۴۱)

علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

نفل غنیمت کے مال کو کہتے ہیں، لیکن مختلف اعتبار سے اس کے مختلف معنی لئے جاتے ہیں کسی جنگ میں کامیابی کے اعتبار سے حاصل ہونے والے مال کو مال غنیمت کہتے ہیں اور یہ اعتبار کیا جائے کہ بغیر وجوب کے ابتداً یہ مال اللہ عزوجل کی طرف سے عطیہ ہے اسی وجہ سے نفل اور غنیمت میں عموم خصوص کا فرق ہے چنانچہ جو مال مشقت یا بغیر مشقت، بطور استحقاق یا بغیر استحقاق کے حاصل ہو، جہاد میں کامیابی ملنے سے پہلے یا بعد میں حاصل ہو تو ایسے مال کو مال غنیمت کہتے ہیں۔ ایک قول کے مطابق بغیر تقسیم سے پہلے ملنے والے مال کو بھی غنیمت کہتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ مال ہے جو مسلمانوں کو بغیر کسی قتال کے حاصل ہو اس سے مراد مال

فئے ہے۔ایک قول کے مطابق مالِ غنیمت کی تقسیم کے بعد سامان سے جو چیزیں الگ کرلی جاتی ہیں اسے نفل کہتے ہیں جیسا کہ آیت قرآنیہ میں ہے ﴿یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ (الانفال:۱)﴾۔ (المفردات،ص ۵۰٤)

☆......حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں، ہر نبی کو اپنی مخصوص قوم کی جانب مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے ہر سرخ وسیاہ کی جانب مبعوث کیا گیا، میرے لئے غنیمت حلال کی گئی اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ ہوئی تھی، میرے لئے تمام روئے زمین طاہر مطہر اور سجدہ گاہ بنادی گئی ہے پس جو شخص جس جگہ نماز کا وقت پائے نماز ادا فرمالے، اور ایک میل کی مسافت پر رعب طاری کردیا گیا ہے اور مجھے شفاعت عطا کردی گئی ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب التیمم، باب ،رقم: ۳۳۵،ص ۵۸)

یہ سید عالم ﷺ کا خاصا ہے کہ جس کے لئے چاہیں جو چاہیں عطا کردیں، مالِ غنیمت کی تقسیم میں آپ ﷺ کو مکمل اختیار دیا گیا ہے جیسا کہ دیگر معاملات میں آپ ﷺ بااختیار ہیں۔ روایت میں ہے کہ بدر کے روز سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جو کسی دشمن کو قتل کرے اس کے لئے اتنا اتنا ہے اور جو قید کرائے تو اس کے لئے اتنا اتنا ہے'' نوجوان قتل کرنے اور مالِ غنیمت حاصل کرنے کی جانب جلدی فرماتے تو بوڑھے ان سے کہتے کہ ہم بھی تمہارے معاون و مددگار تھے لہٰذا ہمیں بھی مال ملنا چاہئے، پس ان کے آپس کے تنازعے کی وجہ سے آیت مبارکہ اتری اور سید عالم ﷺ نے دونوں میں برابر مال تقسیم فرمادیا۔ (روح المعانی،الجزء التاسع،ص ۲۱٤ ملخصاً)

روایت میں ہے کہ نبی پاک ﷺ کے پاس بحرین سے کچھ مال آیا، آپ ﷺ نے نماز ظہر کے لئے وضو فرمایا لیکن اس وقت تک نماز ادا نہیں فرمائی جب تک کہ اس مال کو تقسیم نہ کرلیا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حکم دیا کہ اس مال سے کچھ لے لو تو انہوں نے جتنا وہ اٹھا سکتے تھے لے لیا اور فرمایا کہ یہ اس سے بہتر ہے جو مجھ سے (بیس اوقیہ سونا) لیا گیا تھا اور میں اللہ عزوجل سے مغفرت کی امید رکھتا ہوں۔ یہ بھی روایت ہے کہ ان کے پاس بیس غلام تھے اور ان میں سے ادنیٰ غلام بیس ہزار کی تجارت کرتا اور اس کا نفع مجھے ملتا ہے اور میں اللہ عزوجل سے دوسرے وعدے یعنی آخرت کے ثواب کی بھی امید کرتا ہوں۔ (المدارك،ج۱،ص ٦٥٨)

دوسروں کے گناھوں کا بوجھ اٹھانے کا بیان:

ے......بعض لوگ اپنے گناہ کے ساتھ دوسروں کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے لہٰذا وہ اس بوجھ کو اٹھائیں گے اور ایسا بھی نہیں ہوگا کہ پیروی کرنے والوں کے بوجھ میں کمی ہوجائے۔ (المظهری،ج۵،ص ٤٠٤)

☆...... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اسلام میں کوئی نیک طریقہ ایجاد کیا اسکے لئے اس کا اجر ہوگا، اور جو لوگ اس کے بعد عمل کریں گے ان کا بھی اجر ہوگا بغیر اس کے کہ ان کے اجور میں کمی ہو، اور جو اسلام میں کوئی بُرا طریقہ ایجاد کرے گا، اس کا گناہ اس پر بھی ہوگا اور جو لوگ اس کے بعد اس پر عمل کریں ان کا گناہ بھی اس پر ہوگا، بغیر اس کے کہ ان گناہگاروں کے گناہ میں کمی ہو''۔

(سنن النسائی، کتاب الزکوة، باب:التحریض علی الصدقة،رقم: ۲۵۵۰،ص ٦١٨)

لہٰذا انسان سوچے، دنیا میں بُرائی کا بیج نہ بوئے بلکہ نیکی کا بیج بوئے، اشک باری کے ذریعے اس کی آبیاری کرے، ریاکاری عُجب، اور دیگر اخلاق رذیلہ کے کیڑوں سے فصل کی حفاظت کے لئے خوف خدا اور عشق مصطفیٰ میں ڈوب کر ڈرتے کانپتے فصل کی نشو ونما میں لگ جائے تاکہ آخرت میں رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے''۔

(مصنف عبدالرزاق، باب الاغتیاب والشتم،رقم: ۲۰۲٦۱،ج ۱۱،ص ۱۷۹)

اغراض:

مكية: یعنی مکمل سورت مکی ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے مکمل سورت مدنی ہے، ایک قول کے مطابق ﴿ولقد ارسلنا نوحا﴾ سے لیکر دس آیات مدنی ہیں باقی ساری مکی ہیں۔ الله اعلم بمراده: اس بارے میں متعدد بار کلام ہو چکا ہے کہ یہ قول مسلم ہے، اسی لئے متشابہ کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم کے ساتھ تفویض کیا گیا ہے۔

بما يتبين به حقيقة ايمانهم: یعنی ہجرت اور جہاد کا شوق رکھیں، اور مختلف اقسام کے مصائب مثلا جان ومال میں کمی سے آزمائیں جائیں۔ نزل في جماعة: جیسا کہ عمار بن یاسر، عیاش بن ابی ربیعہ، ولید بن الولید، سلمۃ بن ہشام، یہ حضرات مکۃ المکرمہ میں تکلیف دیئے جاتے تھے، اور اس آیت ﴿ولقد فتنا الذين......الخ﴾ کا مقصود ان حضرات کی تسلی فرمانا ہے، اور تعلیم کرنا بھی ہے کہ انہیں کئی تکالیف سے گزرنا پڑسکتا ہے۔

علم مشاهدة: سے اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ جانتا ہے اسے تجدید کی حاجت نہیں؟ میں (علامہ صاوی) یہ جواب دونگا کہ یہاں مقصود اللہ کے علم کو لوگوں کے صادق وکاذب ہونے کے بیان کرنے کے ساتھ متعلق کرنا ہے۔

فليستعد له: پس انسان کو چاہیے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ملاقات کے لئے تیار رہے اور اس سے رحمت اور عذاب سے نجات کا سوال کرے۔

بافعالهم: سے مراد عقائدهم یعنی ان کے عقائد مراد ہیں۔ جهاد حرب: سے مراد جہاد اصغر ہے۔

او نفس: سے مراد جہاد اکبر ہے، اور ایسا اس لئے کہ شیطان انسان کے خون میں اس طرح دوڑتا ہے جیسا کہ رگوں میں خون دوڑتا ہے، اور نفس انسان کی بہن ہے اور نفس کبھی بھی انسان سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی، مراد یہ ہے کہ نفس میں اپنے صاحب کی محبت چھپی ہوئی ہوتی ہے، بخلاف دشمنان کفار کے، کہ جب اسے کافر قتل کرے تو وہ شہید ہوگا اور انسان کو اپنے نفس کو قتل کرنا چاہیے، اور اس میں شک نہیں ہے کہ نفس کے خلاف جہاد کرنا کفار کے ساتھ جہاد کرنے سے بڑا جہاد ہے، اور اسی کی مثل حدیث کا فرمان ہے کہ جب کافروں کے ساتھ جہاد سے واپس ہوئے تو فرمایا: "ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ آئے ہیں" کہا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جہاد اکبر کیا ہے؟ فرمایا: "نفس وشیطان کے خلاف جہاد کرنا جہاد اکبر ہے"۔

بمعنى حسن: اس باب سے اسم تفضیل نہیں آتا، اسی لئے وہم ہوا کہ الحسن کے بجائے الاحسن ہے یعنی لوگ زیادہ اچھا اجر دیئے جائیں گے، اور کبھی الاحسن الثواب یعنی زیادہ اچھا ثواب اعمال صالحہ کے مقابلے میں آتا ہے، معنی یہ ہے کہ ہم ان کے لئے ثواب میں ان کے اعمال کو دیکھتے ہوئے دوگنا اضافہ کریں گے۔

بان يبرهما: یعنی والدین کے ساتھ بھلائی کرے، اور بھلائی میں زیادتی کا معنی یہ ہے کہ بھلائی کرنے میں زیادہ کوشش کی جائے یعنی ان کی جانب نرمی، خدمت کا بازو بچھائے اور ان کی خدمت وفرمانبرداری میں مال خرچ کرے اور ان کی اطاعت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہیں ہونی چاہیے۔ موافقة للواقع: محذوف کی علت کے لئے جو کہ یہ ہے: "ذكر هذا القيد موافقة للواقع" ہے، اور معبود ایک ہے اور تجھے اس کے علاوہ کسی کے خدا ہونے کا علم نہیں ہے اور بتوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں شریک ٹھہرانا عقل کے خلل کے باعث ہے، اگر کفار اس بارے میں غور کر لیتے تو ادنی غور وتفکر سے جان لیتے، الختصر۔

بان نحشرهم معهم: مراد قیامت کا دن ہے، مراد یہ ہے کہ عالم برزخ میں جمع کئے جائیں گے اور جب مومن صالح کی روح قبض ہوگی تو انہی حضرات انبیائے کرام واولیائے کرام کے ساتھ جمع کردی جائے گی اور ایسا قیامت تک ہوگا، اور یہ رفاقت ان کے لئے درجات عالیہ ہونگے، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿ان تجتنبوا الكبائر ما تنهون عنه نكفر عنكم سياتكم وندخلكم مدخلا كريما﴾۔ في الايمان: یعنی انعام واکرام ہمارے (ساتھ) بھی ہوا ہے، اور یہ قول علی سبیل الاکراہ ہے۔

فیطیعھم: یعنی ظاہری و باطنی اطاعت مراد ہے، اور کراہیت ظاہری اطاعت میں ہے نہ کہ باطنی اطاعت میں ہے، اور مواخذہ قلبی (باطنی) مراجعت میں ہے۔ ای بعالم: سے اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ ﷻ کی صفات و اسماء میں تفاضل کبھی ختم نہیں ہوسکتا۔ ان کانت: یعنی اتباع کا حاصل، اور مسلمان کے لئے کافروں کی اطاعت کرنا زیب نہیں دیتا۔ والامر بمعنی الخبر: سے مراد یہ ہے کہ اگر وہ ہماری اطاعت کریں تو ہم ان کے گناہ اپنے سر لے لیں گے۔ (الصاوی، ج۴، ص ۳۰۷ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۴

﴿ ولقد ارسلنا نوحا الى قومه ﴾وَعُمره اَربعونَ سنةً او اَكثَر﴿ فلبث فيهم الف سنة الا خمسين عاما ﴾يَدعُوهُم اِلى تَوحِيدِ الله فَكَذَّبُوهُ﴿ فاخذهم الطوفان ﴾اَي المَاءُ الكَثِيرُ طَافَ بِهِم وَعَلاهُم فَغَرِقُوا﴿ وهم ظلمون (۱۴) ﴾مُشرِكُونَ﴿ فانجينه ﴾اَى نُوحًا﴿ واصحب السفينة ﴾اَيِ الَّذِينَ كَانُوا مَعَه فِيهَا﴿ وجعلنها اية ﴾عِبرَةً﴿ للعلمين (۱۵) ﴾لِمَن بَعدِهِم مِنَ النَّاسِ اِن عَصَوا رُسُلَهم وَعَاشَ نوحٌ بَعدَ الطُّوفانِ سِتِّينَ سَنَةً او اَكثَرَ حتى كَثُرَ النَّاسُ ﴿و﴾اذكُر﴿ابراهيم اذ قال لقومه اعبدوا الله واتقوه ﴾خَافُوا عِقَابَهُ﴿ ذلكم خير لكم ﴾مِمَّا اَنتُم عَلَيهِ مِن عِبَادَةِ الْاَصنَامِ﴿ ان كنتم تعلمون (۱۶) ﴾الخَيرَ مِن غَيرِهٖ﴿ انما تعبدون من دون الله ﴾اَى غَيرِهٖ﴿ اوثانا وتخلقون افكا ﴾تَقُولُونَ كِذبًا اِنَّ الْاَوثَانَ شُرَكَاءَ لِلّٰهِ﴿ ان الذين تعبدون من دون الله لا يملكون لكم رزقا ﴾لَا يَقدِرُونَ اَن يَرزُقُوكُم﴿ فابتغوا عند الله الرزق ﴾اُطلُبُوهُ مِنهُ﴿ واعبدوه واشكروا له ط اليه ترجعون (۱۷) وان تكذبوا ﴾اَى تُكَذِّبُونِي يَااَهلَ مَكَّةَ﴿ فقد كذب امم من قبلكم ﴾مِن قَبلِي﴿ وما على الرسول الا البلغ المبين (۱۸) ﴾اَلْاِبلَاغُ البَيِّنُ فِي هَاتَينِ القِصَّتَينِ تَسلِيَةٌ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَقَالَ تعالى فِي قَومِهٖ﴿ اولم يروا ﴾بِاليَاءِ وَالتَّاءِ يَنظُرُوا﴿ كيف يبدئ الله الخلق ﴾بِضَمِّ اَوَّلِهٖ وَقُرِئَ بِفَتحِهٖ مِن بَدَا وَابدَا بِمَعنَى اَن يَخلُقَهُم اِبتِدَاءً﴿ ثم ﴾هُوَ﴿ يعيده ﴾اَى الخَلقَ كَمَا بَدَاَهُ﴿ ان ذلك ﴾المَذكُورِ مِنَ الخَلقِ الاولِ وَالثَّانِي﴿ على الله يسير (۱۹) ﴾فَكَيفَ تُنكِرُونَ الثَّانِيَ﴿ قل سيروا فى الارض فانظروا كيف بدا الخلق ﴾لِمَن كَانَ قَبلَكُم وَاَمَاتَهُم﴿ ثم الله ينشىء النشاة الاخرة ﴾مَدٌّ وَقَصرٌ مَعَ سُكُونِ الشِّينِ﴿ ان الله على كل شيء قدير (۲۰) ﴾وَمِنهُ البَدءُ وَالْاِعَادَةُ﴿ يعذب من يشاء ﴾تَعذِيبُهُ﴿ويرحم من يشاء ﴾رَحمَتَهٗ﴿واليه تقلبون (۲۱) ﴾تُرَدُّونَ﴿ وما انتم بمعجزين ﴾رَبَّكُم عَن اِدرَاكِكُم﴿ فى الارض ولا فى السماء ﴾لَو كُنتُم فِيهَا اَى لَا تَفُوتُونَهٗ﴿ وما لكم من دون الله ﴾اَى غَيرِهٖ﴿ من ولى ﴾يَمنَعُكُم مِنهُ﴿ولا نصير (۲۲) ﴾يَنصُرُكُم مِن عَذَابِهٖ.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم میں بھیجا (اس وقت ان کی عمر مبارک چالیس سال یا زائد تھی ......۱......) تو وہ ان میں پچاس سال کم ہزار برس رہا (آپ ﷺ انہیں اللہ ﷻ کی توحید کی طرف بلاتے رہے اور انہوں نے آپ ﷺ کو جھٹلایا) تو انہیں طوفان نے آلیا (یعنی کثیر پانی اس کے گرد اگرد سے آیا اور ان پر بلند ہوگیا اور سب منکر غرق ہوگئے ......۲......) اور وہ ظالم (یعنی مشرک) تھے تو ہم

نے اسے (یعنی نوح علیہ السلام) اور کشتی والوں (جو آپ علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں موجود تھے) بچالیا اور اس کشتی کو سارے جہاں کے لیے (یعنی ان کے بعد آنے والے لوگوں کے لیے) نشانی کیا (اٰیة بمعنی عبرة ہے، اگر وہ بھی اپنے رسولوں کو جھٹلائیں گے تو ان کا بھی یہی حال ہوگا حضرت نوح علیہ السلام طوفان کے بعد ساٹھ سال یا اس سے زائد سال دنیا میں رہے حتی کہ لوگوں کی پھر کثرت ہوگئی) اور (یاد کرو) ابراہیم کو جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ کو پوجو اور اس سے (یعنی اس کے عذاب سے) ڈرو (واتقوہ بمعنی خافوہ ہے) اس میں تمہارا بھلا ہے (بمقابلہ اس بتوں کی عبادت کرنے سے جس پر تم قائم ہو اس میں بھلا نہیں سراسر نقصان ہے......؎
) اگر تم جانتے (کہ خیر اس کام کے علاوہ میں ہے یعنی اللہ عزوجل کی عبادت کرنے میں) تم تو اللہ کے غیر (دون اللہ بمعنی غیرہ ہے) بتوں کو پوجتے ہو اور جھوٹ گڑھتے ہو (تم جھوٹ بکتے ہو کہ یہ بت اللہ عزوجل کے شریک ہیں) بیشک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں (تمہیں رزق دینے پر کچھ قدرت نہیں رکھتے) تو اللہ کے پاس سے رزق ڈھونڈو (اس سے روزی طلب کرو) اور اس کی بندگی کرو اور اس کا احسان مانو تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے اور اگر تم (مجھے) جھٹلاؤ (اے اہل مکہ، تکذبوا کا مفعول نسی ضمیر محذوف ہے) تو تم سے پہلے (مجھ سے پہلے والے رسولوں کو) کتنے ہی گروہ جھٹلا چکے ہیں اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا (البلاغ المبین بمعنی الابلاغ البین ہے، ان دونوں قصوں کو بیان کرنے سے مقصود نبی پاک ﷺ کو تسلی دینا ہے، اللہ نبی پاک ﷺ کی قوم کے حق میں ارشاد فرماتا ہے) کیا انہوں نے نہ دیکھا (اولم یروا بمعنی اولم ینظروا ہے، "یروا" فعل کو مضارع تاء اور یاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اللہ کیونکر خلق کی ابتداء فرماتا ہے (یبدی کو علامت مضارع مفتوح کے ساتھ پڑھا گیا ہے اس صورت میں یہ بدء یبدء سے ہوگا اور اسے ابدء یعنی باب افعال سے بھی پڑھا گیا ہے بمعنی خلق، مخلوق کو ابتدا ًپیدا کرنا) پھر اسے (یعنی مخلوق کو) دوبارہ بنائے گا (جیسا کہ پہلی بار انہیں بنایا تھا) بیشک یہ (جو مذکور ہوا یعنی پہلی بار بنانا پھر دوبارہ زندہ کرنا) اللہ کو آسان ہے (تو تم دوبارہ پیدا کئے جانے کا انکار کیوں کرتے ہو؟......؎......) تم فرماؤ زمین میں سفر کر کے دیکھو اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا (جو تم سے پہلے ہوئے تھے پھر اس نے انہیں موت دی) پھر اللہ دوسری اٹھان اٹھاتا ہے (النشأة کو مد اور قصر دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، دونوں صورتوں میں شین ساکنہ ہے) بیشک اللہ سب کچھ کر سکتا ہے (اور من جملہ اس میں سے مخلوق کو ابتداء پیدا فرمانا اور بعد مرنے کے دوبارہ بنانا بھی ہے) عذاب دیتا ہے جس کو (اپنا عذاب دینا) چاہے اور رحم فرماتا ہے جس کو (اپنی رحمت سے نوازنا) چاہے اور تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے (تقلبون بمعنی تردون ہے) اور تم تھکانے والے نہیں ہو (اپنے رب عزوجل کو اس سے کہ وہ تمہیں پکڑ سکے) زمین میں اور نہ آسمان میں (اگر زمین آسمان میں ہو تب بھی یعنی تم اس کے قابو سے نہیں نکل سکتے) اور تمہارے لیے اللہ کے سوا کوئی ولی نہیں (جو تم کو اس سے بچا سکے) اور نہ نصیر (یعنی مددگار جو اس کے عذاب کے مقابلے میں تمہاری کچھ مدد کر سکے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد ارسلنا نوحا الی قومه فلبث فيهم الف سنة الا خمسين عاما﴾.

و: عاطفہ، لام قسمیہ، قد تحقیقیہ، ارسلنا: فعل با فاعل، نوحا: مفعول، الی قومه: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔ ف: عاطفہ، لبث فيهم: فعل با فاعل وظرف لغو، الف سنة: مرکب اضافی مستثنی منہ، الا حرف استثناء، خمسین: ممیز، عاما: تمیز، ملکر مستثنی، ملکر ظرف، یہ سب ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاخذهم الطوفان وهم ظلمون ○ فانجينه واصحب السفينة وجعلنها اية للعلمين○﴾.

ف: عاطفہ، اخذهم: فعل "هم" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، هم ظلمون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، الطوفان: فاعل، ملکر جملہ

فعلیہ ،ف:عاطفہ ،انجینا:فعل بافاعل ،ہ:ضمیر معطوف علیہ ،و:عاطفہ ،اصحب السفینۃ:معطوف ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ،و:عاطفہ ،جعلنھا:فعل بافاعل ومفعول ،ایۃ:موصوف ،للعلمین:ظرف مستقر صفت ،ملکر مفعول ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وابرھیم اذ قال لقومہ اعبدوا اللہ واتقوہ﴾۔

و:مستانفہ ،ابرھیم:مبدل منہ ،اذ:مضاف ،قال لقومہ:قول ،اعبدوا اللہ:فعل بافاعل ومفعول ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و:عاطفہ ،اتقوہ:فعل بافاعل ومفعول ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ ،ملکر بدل اشتمال ،ملکر "اذکر" فعلیہ محذوف کیلئے مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمونo﴾۔

ذلکم:مبتدا ،خیر لکم:شبہ جملہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ،ان:شرطیہ ،کنتم تعلمون:جملہ فعلیہ جزاء محذوف "فاعبدوا اللہ واتقوا" کی شرط ،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انما تعبدون من دون اللہ اوثانا وتخلقون افکا﴾۔

انما: حرف مشبہ وما کافہ ،تعبدون:فعل بافاعل ،من دون اللہ: ظرف مستقر حال مقدم ،اوثانا:ذوالحال ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ،و:عاطفہ ،تخلقون:فعل بافاعل ،افکا:مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان الذین تعبدون من دون اللہ لا یملکون لکم رزقا﴾۔

ان: حرف مشبہ ،الذین تعبدون:موصول صلہ ،ملکر ذوالحال ،من دون اللہ: ظرف مستقر حال ،ملکر اسم ،لا یملکون:فعل نفی بافاعل ،لکم:ظرف لغو ،رزقا:مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فابتغوا عنداللہ الرزق واعبدوہ واشکروا لہ الیہ ترجعونo﴾۔

ف: فصیحیہ ،ابتغوا:فعل امر بافاعل ،عنداللہ:ظرف ،الرزق:مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و:عاطفہ ،اعبدوہ:فعل امر بافاعل ومفعول ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول ،و: عاطفہ ،اشکروا لہ:جملہ فعلیہ معطوف ثانی ،ملکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا ،ملکر جملہ شرطیہ ،الیہ:ظرف لغو مقدم ،ترجعون:فعل با نائب الفاعل ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان تکذبوا فقد کذب امم من قبلکم وما علی الرسول الا البلغ المبینo﴾۔

و: عاطفہ ،ان:شرطیہ ،تکذبوا:فعل بافاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط ،ف: جزائیہ ،قد:تحقیقیہ ،کذب: فعل ،امم:موصوف ،من قبلکم: ظرف مستقر صفت ،ملکر فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ جزا ،ملکر جملہ شرطیہ ،و:مستانفہ ،ما:نافیہ ،علی الرسول:ظرف مستقر خبر مقدم ،الا: اداۃ حصر ،البلغ المبین:مبتدا مؤخر ،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿اولم یروا کیف یبدی اللہ الخلق ثم یعیدہ﴾۔

ھمزہ: حرف استفہام ،و: عاطفہ ،لم یروا:فعل نفی بافاعل ،کیف:اسم استفہام حال مقدم ،یبدی:فعل ،اللہ:ذوالحال ،ملکر فاعل ،الخلق:مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ،ثم:عاطفہ ،یعیدہ:فعل بافاعل ومفعول ،ملکر جملہ فعلیہ "لم یروا" پر معطوف ہے۔

﴿ان ذلک علی اللہ یسیرo قل سیروا فی الارض فانظروا کیف بدا الخلق﴾۔

ان ذلک: حرف مشبہ واسم ،علی اللہ یسیر: شبہ جملہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ،قل:قول ،سیروا فی الارض:فعل امر بافاعل وظرف

لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف:عاطفہ، انظروا:فعل امر با فاعل، کیف:اسم استفہام حال مقدم، بدا:فعل "ھو" ضمیر ذوالحال،ملکر فاعل، الخلق:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ثم اللہ ینشیء النشاۃ الاخرۃ ان اللہ علی کل شیء قدیرo﴾.

ثم: عاطفہ، اللہ:مبتدا، ینشیء: فعل بافاعل، النشاۃ الاخرۃ: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ، ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، علی کل شیء قدیر:شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یعذب من یشاء ویرحم من یشاء والیہ تقلبونo﴾.

یعذب: فعل بافاعل، من یشاء: موصول صلہ،ملکر مفعول،ملکر معطوف علیہ، و:عاطفہ، یرحم:فعل وفاعل، من یشاء: موصول صلہ،ملکر مفعول،ملکر معطوف،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و:عاطفہ، الیہ:ظرف لغو مقدم، تقلبون: فعل بانائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما انتم بمعجزین فی الارض ولا فی السماء وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیرo﴾.

و:عاطفہ، ما:مشابہ بلیس، انتم:ذوالحال، فی الارض: جار مجرور معطوف علیہ، و:عاطفہ، لا:نافیہ، فی السماء: جار مجرور، معطوف،ملکر ظرف مستقر حال،ملکر اسم، ب:زائد، معجزین:خبر،ملکر جملہ اسمیہ، و:عاطفہ، ما:نافیہ، لکم:ظرف مستقر خبر مقدم، من دون اللہ:ظرف مستقر حال مقدم، من:زائد، ولی:معطوف علیہ، و:عاطفہ، لا:نافیہ، نصیر:معطوف،ملکر ذوالحال،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت نوح علیہ السلام کی عمر مبارک کا بیان:

۱......حضرت نوح علیہ السلام نے چالیس سال کی عمر میں نبوت پائی اور ساڑھے نو سو سال تبلیغ فرماتے رہے، طوفان کے بعد مزید ساٹھ برس تک زندہ رہے۔ یہاں تک کہ لوگوں کی تعداد کثیر ہوگئی اور قوم ہر طرف پھیل گئی۔ آپ علیہ السلام کی عمر ایک ہزار پچاس برس تھی۔اس روایت کو ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ، حاکم اور ابن مردویہ نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ علامہ بغوی نے بھی یہی ذکر کیا ہے۔ حضرت وہب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ علیہ السلام ایک ہزار چار سو برس تک زندہ رہے پھر ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام سے کہا: ''اے تمام انبیاء کی بنسبت زیادہ عمر پانے والے! آپ علیہ السلام نے دنیا کو کیسا پایا''؟ آپ علیہ السلام نے جواب دیا: ''ایسے ہی جیسا کہ ایک حویلی ہو اور اس کے دو دروازے ہوں، پس میں ایک سے داخل ہوا اور دوسرے سے نکل گیا''، آیت مقدسہ میں تسع مائۃ وخمسین عاما نہیں فرمایا اس لئے کہ لفظ الف میں اختصار ہے، دوسرا یہ کہ یہاں طویل عرصہ تک صبر کرنے کا بیان مقصود ہے جو آپ علیہ السلام نے اپنی امت کی پر فریب اور اذیت ناک تدبیروں کے مقابلے میں کیا لہٰذا الف کا استعمال فرمایا کیونکہ اس میں تعظیم ووقار زیادہ ہے۔ (المظہری، ج۵، ص۴۰۵)

طوفان نوح عالمگیر تھا یا نہیں!

۲......اس بارے میں مفسرین کا اختلاف تھا کہ تمام روئے زمین پر طوفان آیا یا بعض علاقوں میں، یا فقط قوم نوح پر چنانچہ علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں: پس طوفان نے روئے زمین پر موجود تمام کافروں کو مذکورہ مدت (چھ ماہ تک) گھیر لیا، پس طوفان کا اطلاق ہر اُس چیز پر ہوتا ہے جو گھیرنے، احاطہ کرنے کی قدرت رکھتی ہو اور اس میں شدت وکثرت کا عنصر بھی پایا جائے اور یہ طوفان سیلان (بہاؤ)، ہواؤں، اندھیروں، قتل، موت، طاعون، چیچک، کھسرا پن، بھوک کے عذابات کو لئے ہوئے تھا اور اس دن طوفان میں پانی کا غلبہ تھا اور اس پانی نے تمام زمین کو اپنے احاطے میں لے لیا تھا۔(روح البیان، ج۶، ص۵۸۱، روح المعانی ،الجزء:۲۰، ص۴۶۷)

پیر کرم شاہ صاحب الازہری کہتے ہیں:

یہ چیز غور طلب ہے کہ کیا طوفان تمام روئے زمین پر آیا تھا اور کیا دنیا بھر کے تمام حیوانات کا ایک ایک جوڑا اپنے ساتھ لے لیا تھا؟ بعض محققین کا قول یہ ہے کہ طوفان صرف اس علاقہ میں آیا جہاں حضرت نوح علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کی قوم آباد تھی، اگرچہ ایسی تصریحات بھی کتب میں موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ طوفان عالمگیر تھا لیکن اسرائیلی روایات ہیں یا ان سے اخذ کئے ہوئے علماء کے اقوال، کتاب وسنت سے کوئی ایسی نص نہیں کی جا سکتی جس سے صراحۃً اس طوفان کا عالمگیر ہونا ثابت ہو۔ بعض نے اس آیت سے استدلال کیا ہے ﴿رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا﴾ اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ(نوح:۲۶) لیکن ہو سکتا ہے کہ ''الارض'' معرف باللام ہے اور اس سے آپ علیہ السلام کی قوم کی سرزمین مراد ہو۔ جس طرح فرعون کے متعلق ہے ﴿وان فرعون لعال فی الارض﴾ بے شک فرعون زمین میں سر اٹھانے والا ہے(یونس:۸۳) یہاں بھی ''الارض'' سے مراد ساری روئے زمین نہیں ہے بلکہ ملک مصر مراد ہے، نیز ''من الکافرین'' بھی معرف باللام ہے یعنی وہ مخصوص کافر جو آپ علیہ السلام کی قوم سے تھے، قرآن کریم میں ہمیں یہ بھی تصریح ملتی ہے کہ آپ کی بعثت صرف آپ علیہ السلام کی قوم کے لئے تھی ﴿ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ﴾ بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا(الاعراف:۵۹)۔ البتہ ایسا ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک نسل انسانی زیادہ پھیلی ہوئی نہ ہو بلکہ اسی علاقہ میں ہی بس رہی ہو، اس اعتبار سے تمام انسانی افراد اس طوفان کی زد میں تھے اور اس وجہ سے اس طوفان کو عالمگیر کہا گیا ہو، یہ بات قابل فہم ہے لیکن اگر یہ اندازہ درست ہو کہ آپ علیہ السلام کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام سے تئیس سال بعد ہوئی تو اتنے عرصہ تک اولادِ آدم کا ایک تنگ سے رقبہ میں محدود ہونا دل میں کھٹک پیدا کرتا ہے، انہی امور کے پیش نظر علامہ آلوسی یہ کہتے ہیں: ''والذی یمیل القلب الیہ ان الطوفان لم یکن عاما یعنی دل اس جانب مائل ہوتا ہے کہ طوفان عالمگیر نہیں تھا''۔ اگر اس قول کو راجح قرار دیا جائے تو پھر حضرت نوح علیہ السلام کو دنیا بھر کے جانور کشتی میں لے جانے کی ضرورت نہ تھی بلکہ وہ جانور اپنے ہمراہ لئے ہونگے جن کی فوری ضرورت تھی اور جن کو دور دراز کے علاقوں سے جو طوفان کی زد سے محفوظ تھے لے آنا مشقت اور تکالیف کا موجب تھا، بل امر بحمل ما یحتاج الیہ اذا انجا ومن معہ من الغرق لئلا یغتموا لفقدہ ویتکلموا مشقۃ جلبہ من الاصقاع النائیۃ التی لم یصلھا الغرق۔ امام فخر الدین رازی نے بھی سورۃ المومنون کی آیت ﴿فاسلک فیھا من کل زوجین اثنین﴾ کی تفسیر میں کہا ''ای کل زوجین من الحیوان الذی یحضرہ فی الوقت اثنین الذکر والانثی لکی لا ینقطع نسل ذالک الحیوان''۔ (ضیاء القرآن، ج۲، ص ۳۶۱)

عبادت قُربِ الٰہی عزوجل کا ذریعہ ہے!

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ''میرا بندہ فرائض کی ادائیگی کے ذریعے جتنا میرا قرب حاصل کرتا ہے اس کی مثل کسی دوسرے عمل سے نہیں ملتی اور میرا بندہ نوافل (کی کثرت) سے میرا قرب پاتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں، تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس کے ذریعے وہ سنتا ہے، اور میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دیتا ہوں اور مجھے کسی کام میں تردد نہیں جسے میں کرتا ہوں اور میں کسی کام کے کرنے میں تردد نہیں کرتا جس طرح مومن بندے کی روح قبض کرتے وقت تردد کرتا ہوں کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے مکروہ سمجھنے کو برا جانتا ہوں۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقائق، باب: التواضع، رقم: ۶۵۰۲، ص ۱۱۲۷)

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فقط قوم کو ایک اللہ عزوجل کی وحدانیت کی دعوت ہی نہیں دی بلکہ اس کی عبادت سے حاصل ہونے والے ثمرات کا بیان بھی فرمایا، چنانچہ فرمایا:﴿وابراھیم اذ قال لقومہ اعبدوا اللہ واتقوہ ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون وانما تعبدون من دون اللہ اوثانا وتخلقون افکا ان الذین تعبدون من دون اللہ لا یملکون لکم رزقا فابتغوا عند اللہ الرزق واعبدوہ واشکروا لہ الیہ ترجعون وان تکذبوا فقد کذب امم من قبلکم وما علی الرسول الا البلغ المبین اور ابراہیم کو جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ کو پوجو اور اس سے ڈرو اس میں تمہارا بھلا ہے اگر تم جانتے تو تم اللہ کے سوا بتوں کو پوجتے ہو اور نرا جھوٹ گڑھتے ہو بیشک وہ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری روزی کے کچھ مالک نہیں تو اللہ کے پاس رزق ڈھونڈو اور اس کی بندگی کرو اور اس کا احسان مانو تمہیں اسی کی طرف پھرنا ہے اور اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلے کتنے ہی گروہ جھٹلا چکے ہیں اور رسول کے ذمہ نہیں مگر صاف پہنچا دینا (العنکبوت:۱۶ تا ۱۸)﴾ یہ الگ بات ہے کہ عقل رکھنے والے ہی کلام الٰہی عزوجل اور فرامین انبیائے کرام سے نفع اٹھاتے ہیں۔ اور عقل سے مراد یہ نہیں کہ انسان بظاہر پاگل نظر آئے بلکہ مراد یہ ہے کہ دل ودماغ ھدایت قبول کرنے والے ہوں، ورنہ یہی بت ہیں اور بس، جن کی عبادت کر کے سابقہ اقوام بھی ہلاک ہوئیں اور موجودہ دور میں بھی کفار کا حال ہمارے سامنے ہے لہذا کامیابی اسی میں ہے کہ اسلام کے دامن میں آکر صحیح دین کی تعلیم کے ساتھ ساتھ عبادت کر کے اپنے رب عزوجل کو منایا جائے۔

میدانِ حشر دلیل قطعی سے ثابت ھے:

☆......سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر نقل کرتے ہوئے فرمایا: ''لوگ بازاروں میں خرید وفروخت کر رہے ہوں گے، اور کپڑے ناپ رہے ہوں گے اونٹنی کا دودھ دوھ رہے ہوں گے اور اپنی اپنی ضرورتوں میں لگے ہوں گے کہ قیامت قائم ہو جائے گی، تو نہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر پلٹ کر جائیں گے۔

☆......سیدنا عبد اللہ بن عمر نے فرمایا: ''لوگ رستوں، بازاروں اور اپنی بیٹھکوں میں ہوں گے، حتی کہ دو شخصوں کے درمیان کپڑا پھیلا ہوگا، وہ آپس میں بھاؤ طے کر رہے ہوں گے، ان میں سے کسی ایک نے کپڑے کو اپنے ہاتھ سے ابھی چھوڑا بھی نہ ہوگا کہ صور میں پھونک دیا جائے گا جس کے سبب لوگ ہلاک ہو جائیں گے، آپ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے۔﴿مَا يَنظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ......الایۃ راہ نہیں دیکھتے مگر ایک چیخ کی کہ انہیں آئے گی جب وہ دنیا کے جھگڑے میں پھنسے ہوں گے تو نہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر پلٹ کر جائیں (یس:۴۹)﴾۔

☆......حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ایک شخص کپڑے کی پیمائش کر رہا ہوگا، اور ایک شخص اونٹنی کا دودھ دوھ رہا ہوگا کہ قیامت قائم ہو جائے گی، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس آیت مبارکہ کی تلاوت کی:﴿فلا یستطیعون توصیۃ......الخ ''تو نہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر پلٹ کر جائیں'' (یس:۵۰)﴾۔ (البدور السافرۃ فی احوال الآخرۃ، باب: ماینظرون......الخ، رقم:۴ ص ۷۵)

اغراض:

وعمرہ اربعون سنۃ او اکثر: اکثر کے قول میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام پچاس سال کے قریب ہوئے تو اعلان نبوت فرمایا، یا دو سو پچاس یا سو سال، اور اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔

طاف بھم وعلاھم: یعنی طوفان نے انہیں گھیر لیا اور ان کے سروں سے بلند پہاڑوں سے چالیس گز بلند ہو گیا۔

الذین کانوا معہ فیھا: کہا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں چالیس مرد اور چالیس عورتیں تھیں، ایک قول کے مطابق

حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ نوافراد تھے،تین ان کے بیٹے اور چھ دوسرے،ایک قول اس کے علاوہ کا بھی ہے۔
سعین او اکثر: ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام طوفان کے بعد دوسو پچاس سال رہے۔
مما انتم علیہ: یعنی تمہارے گمان کے مطابق کہ بتوں کی عبادت کرنے میں بھلائی ہے،اوراحسن یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ تمہارے گمان کے مطابق تمام ہی باطل معبودان کی عبادت کرنے میں تمہارے لئے بھلائی ہے۔الخیر: سے مراداللہ عزوجل کی عبادت ہے۔طالبوہ: یعنی اللہ عزوجل کے سوا کسی سے رزق طلب نہ کرو۔فی ھاتین القصتین: سے مرادحضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ہے۔لو کنتم فیھا: مراد آسمان وزمین اوراس کے حقائق ہیں،اورزیادہ بہتر یہ ہے کہ جہت علیاء وسفلی مراد لی جائیں۔

(الصاوی، ج٤، ص ٣١١ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۵

﴿ والذین کفروا بایت اللہ ولقائہ ﴾اَیِ القُرانِ والبَعْثِ﴿اولئک یئسوا من رحمتی ﴾اَی جَنَّتِی ﴿ واولئک لھم عذاب الیم ﴿۲۳﴾﴾مُوْلِمٌ قَالَ تَعالٰی فِی قِصَّةِ اِبْراھِیمَ﴿فما کان جواب قومہ الا ان قالوا اقتلوہ او حرقوہ فانجہ اللہ من النار ﴾الَّتِی قَذَفُوْہُ فِیھَا بِاَنْ جَعَلَھَا عَلَیہِ بَرْدًا وَّسَلامًا﴿ ان فی ذلک ﴾اَی اِنْجَائِہٖ مِنھا﴿لایت ﴾ھِی عَدَمُ تَاثِیرِھَا فِیہِ مَعَ عَظْمِھا واِخْمَادُھَا واِنْشاءُ رَوضٍ مَکَانَھا فِی زَمَنٍ یَسِیرٍ ﴿ لقوم یومنون ﴿۲۴﴾﴾یُصَدِّقُونَ بِتَوحِیدِ اللہِ وَقُدْرتِہٖ لِاَنَّھُم المُنْتَفِعُونَ بِھا﴿وقال ﴾اِبْراھِیمُ﴿انما اتخذتم من دون اللہ اوثانا لا﴾تَعبُدُوْنَھا وَما مَصدَرِیَّۃٌ﴿ مودۃ بینکم ﴾خَبَرُ اِنَّ وَعَلٰی قِراءَۃِ النَّصْبِ مَفعُولٌ لَہ وَمَا کَافَّۃٌ المَعْنٰی تَوادُدْتُم عَلٰی عِبادَتِھا ﴿ فی الحیوۃ الدنیا ثم یوم القیمۃ یکفر بعضکم ببعض ﴾یَتَبَرَّءُ القَادَۃُ مِنَ الاَتْبَاعِ﴿ویلعن بعضکم بعضا ﴾یَلْعَنُ الاَتْبَاعُ القَادَۃَ﴿ وماوکم ﴾مَصِیرُکُم جَمِیْعًا﴿ النار وما لکم من نصرین ﴿۲۵﴾﴾مَانِعِینَ مِنھَا﴿ فامن لہ ﴾صَدَّقَ بِاِبْراھِیمَ﴿لوط م﴾وَھُوَ ابْنُ اَخِیہِ ھَارَانَ ﴿ وقال ﴾اِبْراھِیمُ﴿انی مھاجر﴾مِن قَوْمِی﴿ الی ربی ط﴾اَی اِلٰی حَیثُ اَمَرَنِی رَبِّی وَھَجَر قَوْمَہٗ وَ ھَاجَر مِنْ سَوادِ العِراقِ اِلَی الشَّامِ ﴿ انہ ھو العزیز ﴾فِی مُلْکِہٖ﴿ الحکیم ﴿۲۶﴾﴾فِی صُنْعِہٖ﴿ ووھبنا لہ ﴾بَعدَ اِسْمَاعِیلَ ﴿اسحق ویعقوب﴾بعدَ اِسْحاقَ﴿ وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ ﴾فَکُلُّ الْاَنبِیاءِ بَعدَ اِبْرَاھِیمَ مِن ذُرِّیَّتِہٖ ﴿ والکتب ﴾بِمَعْنَی الکُتُبِ اَیِ التَّوراۃَ والاِنْجِیلَ والزَّبورَ والقُرانَ﴿ واتینہ اجرہ فی الدنیا ج﴾وَھوَ الثَّناءُ الحَسنُ فِی کُلِّ اَھلِ الْاَدْیَانِ﴿ وانہ فی الاخرۃ لمن الصلحین ﴿۲۷﴾﴾الَّذِینَ لَھُمُ الدَّرجَاتُ العُلٰی ﴿و﴾اذْکُر﴿لوطا اذ قال لقومہ انکم ﴾بِتَحقِیْقِ الھَمزَتینِ وَتَسْھِیلِ الثَّانِیۃِ وَاِدخَالِ اَلِفٍ بَینَھما عَلَی الوَجْھَینِ فِی المَوْضَعَینِ﴿ لتاتون الفاحشۃ ز﴾اَی اَدبَارَ الرِّجَالِ ﴿ ما سبقکم بھا من احد من العلمین ﴿۲۸﴾﴾الاِنسِ والجِنِّ﴿انکم لتاتون الرجال وتقطعون السبیل لا﴾طَرِیقَ المَارۃِ بِفِعلِکُم الفَاحِشَۃَ بِمَن یَمُرُّ بِکُم فَتَرَکَ النَّاسُ المَمَرَّبِکُم ﴿ وتاتون فی نادیکم ﴾مُتَحَدِّثِکُم﴿المنکر ط﴾فِعلَ الفَاحِشَۃِ

بَعضُکم بِبَعضٍ﴿ فما کان جواب قومہ الا ان قالوا ائتنا بعذاب اللہ ان کنت من الصدقین (۲۹)﴾فِی اِستِقبَاحِ ذٰلکَ وَاِنَّ العَذابَ نَازِلٌ لِفاعِلِیہِ﴿ قال رب انصرنی ﴾بِتَحقِیقِ قَولِی فِی اِنزَالِ العَذَابِ﴿ علی القوم المفسدین (۳۰)﴾العَاصِینَ بِاِتیانِ الرِّجَالِ فَاستَجَابَ اللہُ دُعَائَہٗ.

﴿ترجمہ﴾

اور وہ جنہوں نے میری آیتوں (یعنی قرآن پاک کو) اور میرے ملنے کو (یعنی مرنے کے بعد اٹھائے جانے کو) نہ مانا یہی ہیں جنہیں میری رحمت (یعنی میری جنت......۱......) کی آس نہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے (الیم بمعنی مولم ہے، اللہ ﷻ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے) تو اس کی قوم کو کچھ جواب بن نہ آیا مگر یہ بولے انہیں قتل کر دو یا جلا دو ......۲......تو اللہ نے اسے (اس) آگ سے بچالیا (جس میں ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کو پھینکا تھا یوں کہ اللہ ﷻ نے اس آگ کو آپ علیہ السلام پر ٹھنڈی اور سلامتی والی کر دیا......۳......) بیشک اس میں (یعنی ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے نجات دینے میں) ضرور نشانیاں ہیں (وہ نشانیاں یہ ہیں آگ کا حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر اثر انداز نہ ہونا باوجود اس کے عظیم ہونے کے اور اس آگ کا بجھ جانا اور مختصر سے وقت میں اس آگ کی جگہ گل وگلزار کا پیدا ہو جانا) ایمان والوں کے لیے (اللہ ﷻ کی وحدانیت کی تصدیق کرنے والوں کے لیے کیونکہ یہی لوگ ان آیتوں سے نفع اٹھاتے ہیں) اور (ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا) تم نے تو اللہ کے سوا یہ بت بنا لیے ہیں (جن کی تم عبادت کرتے ہو، انما میں "ما" مصدریہ ہے) جن سے تمہاری دوستی ہے (مودۃ بینکم مرفوع ہونے کی صورت میں ان کی خبر ہے اور منصوب پڑھی جانے والی قرائت کے مطابق مفعول لہ ہے اور انما میں ما کافہ ہے، اس صورت میں معنی آیت یہ ہوگا تم نے ان کی عبادت کرنے سے محبت کر لی ہے) دنیا کی زندگی میں پھر قیامت کے دن تم میں ایک دوسرے کے ساتھ کفر کرے گا (یعنی قائدین پیروکاروں سے بیزاری ظاہر کریں گے) اور ایک دوسرے پر (یعنی پیروکار اپنے قائدین پر) لعنت ڈالے گا اور تمہارا (یعنی تم سب کا) ٹھکانہ جہنم ہے اور تمہارا کوئی مددگار نہیں (تمہیں جہنم سے روکنے والا کوئی نہیں ہے، ما وٰکم بمعنی مصیر کم ہے) تو لوط (جو کہ ابراہیم کے بھائی ھاران کے بیٹے تھے) اس پر ایمان لے آئے......۴......(یعنی انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق کی) اور (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) کہا: میں (اپنی قوم سے) اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں (یعنی اس مقام کی طرف ہجرت کرتا ہو جس کی طرف ہجرت کرنے کا مجھے میرے رب ﷻ نے حکم دیا پھر آپ علیہ السلام اپنی قوم کو چھوڑ کر سواد عراق سے شام کی طرف ہجرت فرما گئے......۵......) بیشک وہ غالب ہے (اپنے ملک میں) اور حکیم ہے (اپنی صنعت میں) اور ہم نے اسے (اسماعیل علیہ السلام کے بعد) اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے (یعقوب علیہ السلام آپ کو حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بعد عطا فرمائے) اور ہم نے اس کی اولاد میں نبوت رکھی (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد تمام نبی آپ علیہ السلام ہی کی اولاد میں سے ہوئے) اور کتاب رکھی (الکتاب بمعنی الکتب ہے، یعنی تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک سب ان کی اولاد پر نازل فرمائی) اور ہم نے دنیا میں اس کا ثواب اسے عطا فرمایا (اور وہ تمام ہی ادیان میں آپ علیہ السلام کی تعریف وتوصیف ہونا ہے) اور بیشک آخر میں وہ (ان) صالحین میں ہیں......۶......(جن کے لیے بلند وبالا درجات ہیں) اور (یاد کرو) لوط کو جب اس نے اپنی قوم سے فرمایا بیشک تم (انکم دو ہمزہ کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کی تسہیل اور دونوں ہمزہ کے درمیان الف داخل کرنے کے ساتھ دونوں مقامات میں اسے ان دو صورتوں کے مطابق پڑھا گیا ہے) بے حیائی کا کام کرتے ہو (یعنی مردوں کے ساتھ لواطت کرتے ہو) کہ تم سے پہلے دنیا بھر میں (یعنی انسانوں اور جنوں نے) کسی نے نہ کیا کیا تم مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور راہ مارتے ہو (راہگیر کی اس فعل بد کو راہگیروں کے ساتھ انجام دیکر حتی کہ لوگوں نے تمہارے پاس

سے گزرنے والے رستے ہی کوترک کردیا......ے......)اوراپنی مجلس میں براکام کرتے ہو(آپس میں لواطت کرتے ہو)تواس کی قوم کو کچھ جواب نہ ہوا مگر یہ کہ بولے ہم پر اللہ کا عذاب لاؤ اگر تم (اس فعل کو برا سمجھنے اوراس فعل کو انجام دینے والوں پر عذاب آنے کے دعوی میں) سچے ہو عرض کی:اے میرے رب (عذاب نازل کئے جانے کی بات میں میری تحقیق فرماکر) میری مدد کر ان فسادی لوگوں پر (یعنی مردوں کے ساتھ بدفعلی کرنے والے ان گناہگاروں پر، اللہ ﷻ نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی)۔

﴿ترکیب﴾

﴿والذین کفروا بایت اللہ ولقائہ اولئک یئسوا من رحمتی واولئک لھم عذاب الیمo﴾۔

و: عاطفہ، الذین: موصول، کفروا: فعل بافاعل، ب: جار، ایت اللہ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لقائہ: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، اولئک: مبتدا، یئسوا من رحمتی: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اولئک: مبتدا، لھم عذاب الیم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فما کان جواب قومہ الا ان قالوا اقتلوہ او حرقوہ﴾۔

ف: عاطفہ، ما: نافیہ، کان: فعل ناقص، جواب قومہ: خبر مقدم، الا: اداۃ حصر، ان: مصدر، قالوا: قول، اقتلوہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، حرقوہ: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ بتاویل مصدر اسم موخر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فانجہ اللہ من النار ان فی ذلک لایت لقوم یومنونo﴾۔

ف: فصیحیہ، انجہ: فعل ومفعول، اللہ: فاعل، من النار: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکید یہ، ایت: موصوف، لقوم یومنون: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم موخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقال انما اتخذتم من دون اللہ اوثانا مودۃ بینکم فی الحیوۃ الدنیا﴾۔

و: عاطفہ، قال: قول، انما: حرف مشبہ وما کافہ، اتخذتم: فعل بافاعل، من دون اللہ: ظرف لغو، اوثانا: مفعول، مودۃ بینکم: مرکب اضافی مفعول لہ، فی الحیوۃ الدنیا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ثم یوم القیمۃ یکفر بعضکم ببعض ویلعن بعضکم بعضا وماوکم النار وما لکم من نصرینo﴾۔

ثم: عاطفہ، یوم القیمۃ: ظرف مقدم، یکفر بعضکم: فعل وفاعل، ببعض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، یلعن بعضکم بعضا: فعل وفاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ماوکم مبتدا، النار: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، لکم ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائدہ، نصرین: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فامن لہ لوط وقال انی مھاجر الی ربی انہ ھو العزیز الحکیمo﴾۔

ف: عاطفہ، امن: فعل، لہ: ظرف لغو، لوط: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، قال قول، انی: حرف مشبہ واسم، مھاجر الی ربی: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، ھو العزیز الحکیم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ووھبنا لہ اسحق ویعقوب وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتب واتینہ اجرہ فی الدنیا﴾۔

و: عاطفہ، وھبنا لہ: فعل بافاعل وظرف لغو، اسحق ویعقوب: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل، فی ذریتہ: ظرف مستقر مفعول ثانی النبوۃ والکتب: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اتینہ: فعل بافاعل ومفعول، اجرہ: مفعول ثانی، فی الدنیا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وانه فی الاخرة لمن الصلحین۝﴾
و: عاطفہ، ان: حرف مشبہ ''ہ'' ضمیر ذوالحال، فـی الاخـرة: ظرف مستقر حال، ملکر اسم، لام: تاکیدیہ، لام: تاکیدیہ، مـن الصلحین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولوطا اذ قال لقومه انکم لتاتون الفاحشة ما سبقکم بها من احد من العلمین۝﴾۔
و: عاطفہ، لـوطـا: مبدل منہ، اذ: مضاف، قـال لـقـومـه: قول، انـکـم: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، تـاتـون: فعل بافاعل، الفاحشة: ذوالحال، مـا سبقکم: فعل نفی ومفعول، بها: ظرف لغو، من: زائد، احد: موصوف، مـن العلمین: ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف متعلق بحذوف بدل، ملکر ''اذکر'' فعل محذوف کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ائنکم لتاتون الرجال وتقطعون السبیل وتاتون فی نادیکم المنکر﴾۔
ھـمـزہ: حرف استفہام، انـکـم: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، تـاتـون الـرجـال: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تـقـطـعـون السبیـل: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، تـاتـون: فعل بافاعل، فـی نـادیکـم: ظرف لغو، المنکر: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فما کان جواب قومه الا ان قالوا ائتنا بعذاب الله﴾۔
ف: عاطفہ، مـا: نافیہ، کـان: فعل ناقص، جـواب قـومـه: خبر مقدم، الا: اداۃ حصر، ان: مصدریہ، قـالـوا: قول، ائتنا: فعل امر بافاعل ومفعول، بعذاب الله: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ اول، ان: شرطیہ، کنت من الصدقین: جملہ فعلیہ جزا محذوف ''فائتنا بعذاب الله'' کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ ثانی، ملکر بتاویل مصدر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال رب انصرنی علی القوم المفسدین۝﴾۔
قال: قول، رب: نداء، انـصـرنـی: فعل امر بافاعل ومفعول، عـلـی الـقـوم المفسدین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقول، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

رحمت بمعنی جنت!

لے......اللہ ﷻ کا فرمان مقدس نشان ہے ﴿لا تقنطوا من رحمة الله اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو(الزمر:۵۳)﴾۔ اس عنوان کے تحت ہم اسلاف میں سے ان مقدس ہستیوں کا بیان کریں گے جن پر اللہ ﷻ کی رحمت ہوئی اور اس کی بشارتیں دنیا میں لوگوں تک حصول جنت کے حوالے سے ہوئیں۔

(۱)......امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر ؓ کو خواب میں کسی نے دیکھا تو عرض کی کہ آپ ؓ اپنی زبان کے بارے میں ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ اس نے مجھے تباہی کی جگہوں پر پہنچا دیا، بتائیں اللہ ﷻ نے آپ ؓ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ ارشاد فرمایا: ''میں نے اس زبان سے کلمہ طیبہ پڑھا پس اللہ نے مجھے جنت میں داخل فرمادیا''۔ (احیاء العلوم الدین، کتاب ذکر الموت وما بعدہ، بیان منامات تکشف، ج٤، ص٦٧٥)

(۲)......مطرف کہتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنین عثمان غنی ؓ کو خواب میں دیکھا کہ (جنت کے) سبز لباس میں ملبوس ہیں، میں نے پوچھا یا امیر المؤمنین آپ ؓ کے ساتھ اللہ ﷻ نے کیا معاملہ فرمایا؟ جواب دیا: ''اللہ نے میرے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمایا''، میں نے

پوچھا کونسا دین بہتر ہے؟ جواب دیا: "دین قیم جو خون نہیں بہاتا"۔(تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر، عثمان بن عفان، ج۳۹،ص ۵۳۳)

(۳)......حافظ ابن کثیر دمشقی کہتے ہیں کہ سیدنا ابو اسامیل مُزّہ روزانہ ایک ہزار نوافل ادا فرماتے تھے اور جب بوڑھے ہوگئے تو روزانہ چار سو نوافل ادا فرماتے ان کے انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا کہ سجدے کی جگہ چمکدار ستارے کی مانند روشن ہے، پوچھنے پر بتایا: "میری پیشانی کو مٹی کے نقصان پہنچانے سے محفوظ کر دیا گیا ہے"۔ پوچھا گیا آخرت میں آپ کو کیا مقام دیا گیا ہے؟ جواب دیا: "بہترین گھر ہے جس کے اہل یہاں سے منتقل نہیں ہوتے ہیں نہ ہی انہیں موت آتی ہے"۔

(موسوعة للامام ابن ابی الدنیا، کتاب المنامات، رقم:۶۵، ج۳،ص ۵۸ وغیرہ)

دلائل کے بجائے دھمکیوں سے جواب دینا:

۲......اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿فما کان جواب قومه الا ان قالوا اقتلوه او حرقوه فانجه الله من النار﴾ تو اس کی قوم کو کچھ جواب بن نہ آیا مگر یہ بولے انہیں قتل کر دو یا جلا دو تو اللہ نے اُسے آگ سے بچالیا(العنکبوت:۲۴)﴾۔ ہمیشہ سے یہ دستور چلا آرہا ہے کہ جب بھی مدمقابل کے پاس جواب نہ ہو، دلائل عقلیہ نقلیہ سے خالی ہو، حالات اسے کلام کرنے کی اجازت نہ دیتے ہوں، یا کسی بھی قسم کی کوئی بھی وجہ ہو جواب نہ بن سکا تو اب ذاتیات پر کلام کرتے ہیں یا دھمکیوں پر اتر آتے ہیں۔ متذکرہ آیت میں بھی صاف یہی روش اختیار کی گئی ہے۔ ہمارے زمانے کے بعض مذہبی کہلانے والے اکثر ایسا کرتے نظر آتے ہیں اور خواہ مخواہ دھونس، دھمکی، لعن طعن کرتے ہیں، اپنے معاون اساتذہ اور شاگردوں کو بھی یہی سکھاتے ہیں جب کہ علمی جواب دیا جائے، عقلی نقلی جوابات دیئے جائیں تو مدمقابل کو بہت اچھا سبق ملے گا۔ ہوسکتا ہے کہ مدمقابل آئندہ کسی صحیح العقیدہ سنی افراد سے بحث و تکرار ہی نہ کرے۔ بعض لوگ جب چاروں شانے چت ہو جاتے ہیں اور کچھ بن نہیں پڑتا تو مدمقابل کو خواہ مخواہ بدنام کرنے لگتے ہیں لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ سانچ کو آنچ نہیں ہوتی۔ خود مجھے تصنیف و تالیف کے میدان میں ایسے حالات کا سامنا رہا اور مسائل پیدا کرنے والے کوئی دوسرے نہیں بلکہ اپنے سنی حضرات ہی تھے۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہونا:

۳......آسمان، زمین، پہاڑ، فرشتے اللہ کے حضور عرض کرتے ہیں اے اللہ ابراہیم علیہ السلام کو جلایا جا رہا ہے، اللہ نے جواباً فرمایا: "میں جانتا ہوں"، اور تمہاری دعاؤں سے ان کی مدد ہوگی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آسمان کی جانب اپنا سر پاک بلند کیا اور عرض گزار ہوئے: "اے اللہ، تو ایک ہے اور میں زمین میں ایک ہوں، تیرے سوا زمین میں کسی کی عبادت نہیں ہوتی، تو مجھے کافی ہے اور تو بہتر نگہبان ہے، پس جب انہیں آگ میں ڈال دیا گیا تو ندا ہوئی "اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ہمارے ابراہیم پر"، جبرائیل امین علیہ السلام کہتے ہیں کہ ندا کرنے والا میں تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ بردا کے ساتھ سلاما کا لفظ استعمال نہ کیا جاتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سخت سردی کی وجہ سے انتقال فرما جاتے، اس دن ساری آگ بجھ گئیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایک آدمی جو کہ دراصل سایہ کرنے والا فرشتہ تھا کھڑا تھا جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چہرے انور سے پسینہ پوچھنے کے لئے معمور کیا گیا تھا۔ بعض شارحین نے یہ بھی لکھا کہ سوائے رسیوں کے آگ سے کچھ نہ جلا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس دن میں آگ میں تھا اس دن کے سوا کسی دن میں ایسا انعام نہیں ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس وقت آگ میں ڈالے گئے ان کی عمر سولہ سال تھی۔

(جامع البیان القرآن، الجزء ۱۷، ص ۵۴ وغیرہ)

حضرت لوط علیہ السلام کا حضرت ابراھیم علیہ السلام پر ایمان لانا:

۴......سورۃ الانبیاء میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعے کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کا بیان ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر ہے۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران کے بیٹے تھے۔ جہاں تک حضرت لوط علیہ السلام کا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے کا تعلق ہے تو مختلف تفاسیر کے مطالعے سے یہی واضح ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر ان پر ایمان لانے کا اظہار کیا اور ساتھ ہی بی بی سارہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لے آئیں جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نکاح میں تھیں۔ البتہ حضرت لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی توحید کے پہلے ہی قائل تھے کیونکہ کسی نبی کے لئے یہ تصور ہی ممکن نہیں کہ وہ کسی وقت کفر میں ہو اور بعد میں ایمان لے آئے۔

حضرت ابراهیم علیہ السلام کی هجرت کا بیان:

۵......حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا بیشک میں اپنی قوم سے ہجرت کرنے والا ہوں اس جگہ کی جانب جہاں مجھے میرے رب نے حکم فرمایا، اس جگہ جہاں میرے لئے میرے رب کی عبادت آسان ہوگی یا پھر اس کا معنی یہ ہے کہ بیشک میں اپنی قوم سے اعراض کرتے ہوئے اور اپنے رب تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے ہجرت کرنے والا ہوں، اصلاحِ صوفیہ میں اسی کو وطن میں سفر کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مفسرین کرام نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوثیٰ (شہر کوفہ کے نواح میں واقعہ علاقے کا نام ہے) سے حران کی طرف ہجرت کی پھر وہاں سے شام تشریف لے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کی زوجہ بی بی سارہ اور حضرت لوط علیہ السلام بھی شامل تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب ہجرت فرمائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فلسطین کو اپنا مسکن بنایا اور حضرت لوط علیہ السلام نے سدوم کو اپنایا۔ مفسرین کرام کہتے ہیں کہ ہجرت کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک پچھتر ۷۵ سال تھی۔

(المظهری، ج۵، ص۴۰۸، البیضاوی، ج۳، ص۳٤)

صالحین کا ذکر خیر!

۶......اس مقام پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت اسحٰق علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت یعقوب علیہ السلام کا ذکر کیا، اس سے پہلے حضرت لوط علیہ السلام کے ایمان لانے کا ذکر ﴿فـامـن لـه لـوط﴾ میں کیا، لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر خیر کیوں نہیں کیا جب کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور منصب نبوت پر فائز تھے، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ذبح ہونے کے لئے بھی تیار تھے مفسرین کرام امام رازی، قاضی بیضاوی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ذریت میں نبوت کا ایک طویل سلسلہ چلا اور چار ہزار سال سے زائد ان کی اولاد رہی اور اس دوران انہی کے دین کی پیروی رہی جب کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذریت میں فقط سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہوئے ہیں اور ان کی نبوت تا قیام قیامت ہے۔ ہم نے اس نیت سے عنوان قائم کیا تھا کہ صالحین کا ذکر کرنے کی برکتیں حاصل ہو جائیں چنانچہ فقط ایک ہی حدیث ذکر کرتے ہیں: "عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة یعنی نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے"۔ (حلیة الاولیاء، سفیان بن عیینه، رقم: ۱۰۷۵۰، ج۷، ص۳۳۵)

قوم لوط راهگیروں کے لئے آزمائش:

۷......ابن ابی حاتم اور ابن زید کہتے ہیں کہ قوم لوط راستوں میں بیٹھ جاتے، گزرتے مسافروں کو روکتے اور ان سے برے اعمال کرتے۔ ام ہانی بنت ابی طالب کہتی ہیں کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قوم لوط کے بارے میں دریافت کیا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ راستوں میں بیٹھ کر گزرنے والے لوگوں کو (کنکر وغیرہ) مارتے اور ان کا مذاق اڑاتے"۔ ابن مردویہ نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ قوم لوط گزرنے والے راہگیروں پر پتھر برساتی تھی، ایک شخص نے پوچھا کس طرح؟ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی مٹھی میں چند کنکر لئے اور اس کے چہرے کی جانب پھینکے اور فرمایا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ ایسوں کے ساتھ معارضہ کیا

جائے۔مجاہد کہتے ہیں کہ قوم لوط مجالس میں ایک دوسرے کے ساتھ عمل خبیث کرتے تھے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: ''وہ مجالس میں گوز مارتے تھے۔ (الدر المنثور، ج٥،ص ٢٧٦)

ایسی آیت کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا قوم لوط بے حیائی کے علاوہ اور بھی بُرے کام کرتی تھی،وہ ایک دوسرے پر ظلم کرتی،گالیاں دیتی،مجالس میں گوز کرتے،گزرنے والوں پر کنکر مارتے،چوسر اور شطرنج کھیلتے،رنگدار کپڑے پہنتے تھے،مرغ لڑاتے تھے،میڈھے لڑاتے تھے،انگلیاں مہندی سے رنگتے تھے،مرد عورتوں کا لباس پہنتے تھے،عورتیں مردوں کا لباس پہنتی تھیں،ہر گزرنے والوں سے ٹیکس لیتے تھے،شرک کرتے تھے،ہم جنس پرستی کی ابتداء سب سے پہلے انہی سے ہوئی۔(القرطبی، الجزء: ٢٠ ص ٣٠٤)

اغراض:

واخمادھا: یعنی شعلے ابھرتی آگ بھڑکائی گئی،اور **الاھماد** سے مراد یہ ہے کہ آگ کا یک لخت بجھ جانا۔

لانھم المنتفعون: محذوف کی علت بیان کرنا مقصود ہے،اصل عبارت یوں ہے: ''**خصوا بالذکر لانھم ...... الخ**''۔

صدق بابراھیم: مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق کرنا ہے،اگرچہ اس سے پہلے مومن ہوں،اور ﴿**لوط**﴾ پر وقف کرنا واجب ہے اس لئے کہ ﴿**وقال انی مھاجر**﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کلام میں داخل ہے اور اگر وصل کر دیا تو شبہ ہوگا کہ کلام مذکرہ حضرت لوط علیہ السلام کا ہے۔**فی زمن یسیر:** سے آنکھ جھپکنے کی مقدار مراد ہے۔

وھاجر من سواد العراق: پس وہ سمندر کے پاس اترے،حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کی زوجہ بی بی سارہ،اور بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام تھے،پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ کے ساتھ فلسطین کی جانب اور حضرت لوط علیہ السلام علاقہ سدوم کی جانب روانہ ہوئے،اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ظاہری عمر مبارک پچھتر سال تھی۔ **بعد اسماعیل:** یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کے چودہ سال بعد حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔**اذکر:** سے مراد اہل سدوم اور اس کے مضافاتی علاقے مراد ہیں۔

وھو الثناء الحسن فی کل اھل الادیان: مراد تمام اہل ادیان ہیں جو ان ادیان کا خیر کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔

الانس والجن: یعنی عہد آدم سے قوم لوط تک کے انس وجن مراد ہیں۔

بفعلکم الفاحشۃ بمن یمر بکم: کہا جاتا ہے کہ لوطی راستوں میں بیٹھ جاتے تھے،ہر آدمی کے پاس پیالے میں کچھ تیر ہوتے تھے،جب ان کے پاس سے کوئی گزرتا تو اس پر پھینکتے،جس کا (تیر وغیرہ) گزرنے والے پر پہلے لگتا وہی اس کا حقدار ٹھہرتا،پس وہ اسے اپنے ساتھ لے جاتا،اس سے نکاح یا اغلام تین دراہم کے عوض کرتا۔

فعل الفاحشۃ: یعنی گوز کرنا (پاد مارنا) یا شرم گاہیں کھولنا اور اس جیسے دیگر قبیح افعال کرنا۔

باتیان الرجال: یعنی دیگر فواحش اختیار کرنا۔**باسحاق ویعقوب:** یعنی قوم لوط کی ہلاکت مراد ہے۔

الباقین فی العذاب: یعنی وہ عذاب سے خلاصی نہ پائیں گے کیونکہ بُرائی کی ترغیب دینے والا بھی ایسا ہے جیسا کہ اس نے خود بُرائی کی،اور قوم لوط کی ہلاکت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ بُرائی کی پشت پناہی کرتی تھی۔

حزن بسببھم: بھم میں باء سببیہ ہے۔**عذابا:** سے مراد سنگ باری،جلنا،دھنسنا،اور اسی بناء پر حکم سماوی مراد ہے۔

ھی آثار خرابھا: مراد وہ پتھر ہیں جن سے قوم ہلاک کی گئی،اللہ عزوجل نے انہیں باقی رکھا تا کہ اس کے آس پاس کے لوگ دیکھ کر عبرت حاصل کریں،ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد وہ کالا پانی ہے جو زمین سے نمودار ہوتا ہے۔(الصاوی، ج٤، ص ٢١٣ وغیرہ)

رکوع نمبر: ١٦

﴿ولما جاء ت رسلنا ابراهیم بالبشری ﴾بِاِسْحٰق وَیَعقوبَ بَعدَهٗ﴿ قالوا انا مهلکوا اهل هذه القریة ﴾اَی قَریةِ لوطٍ﴿ان اهلها کانوا ظٰلمین (۳۱)﴾ کٰافِرِینَ﴿قال ﴾اِبراهیمُ﴿ان فیها لوطا قالوا ﴾اَیِ الرُّسُلُ﴿ نحن اعلم بمن فیها لننجینه ﴾بِتَخْفِیفِ والتَّشْدِیدِ﴿ واهله الا امراته کانت من الغٰبرین (۳۲)﴾اَلبَاقِینَ فِی العَذَابِ﴿ ولما ان جاء ت رسلنا لوطا سیء بهم ﴾حَزِنَ بِسَبَبِهِم﴿ وضاق بهم ذرعا ﴾صَدرًا لِاَنَّهُم حُسَّانُ الوُجوهِ فِی صُورةِ اَضیافٍ فَخَافَ عَلَیهِم قَومَهٗ فَاَعْلَمُوهُ بِاَنَّهُم رُسُلُ رَبِّهٖ﴿ وقالوا لا تخف ولا تحزن انا منجوک ﴾بِالتَّشْدِیدِ والتَّخْفِیفِ﴿واهلک الا امراتک کانت من الغٰبرین (۳۳)﴾وَنَصبُ اَهْلَکَ عَطفًا علی مَحَلِّ الکَافِ﴿انا منزلون ﴾بِالتَّشْدِیدِ والتَّخْفِیفِ﴿ علی اهل هذه القریة رجزا ﴾عَذَابًا ﴿ من السماء بما ﴾بِالفعلِ الَّذِی﴿کانوا یفسقون (۳۴)﴾بِهٖ اَی بِسَبَبِ فِسقِهِمْ﴿ ولقد ترکنا منها اٰیة بینة ﴾ظَاهِرةً هِیَ آثَارُ خَرابِهَا﴿ لقوم یعقلون (۳۵)﴾یَتَدَبَّرُونَ ﴿و﴾اَرسَلْنَا ﴿ الی مدین اخاهم شعیبا فقال یٰقوم اعبدوا الله وارجوا الیوم الاٰخر ﴾اِخْشَوهُ هوَ یومُ القِیمةِ﴿ولا تعثوا فی الارض مفسدین (۳۶)﴾حَالٌ مُؤَکِّدةٌ لِعَامِلِهَا مِن عَثِیَ بِکَسرِ المُثَلَّثَةِ اَفْسَدَ ﴿ فکذبوه فاخذتهم الرجفة ﴾الزَّلزَلَةُ الشَّدِیدَةُ﴿فاصبحوا فی دارهم جٰثمین (۳۷)﴾بَارِکِینَ عَلَی الرُّکَبِ مَیِّتِینَ ﴿و﴾اَهلَکنَا﴿ عادا وثمودا ﴾بِالصَّرفِ وَتَرکِهٖ بِمَعنَی الحَیِّ وَالقَبِیلَةِ ﴿ وقد تبین لکم ﴾اِهلَاکُهُم﴿ من مسٰکنهم ﴾بِالحَجرِ وَالیَمَنِ﴿ وزین لهم الشیطٰن اعمالهم ﴾مِنَ الکُفرِ وَالمَعَاصِی﴿ فصدهم عن السبیل ﴾سَبِیلِ الحَقِّ﴿ وکانوا مستبصرین (۳۸)﴾ذَوِی بَصَائِرَ ﴿و﴾اَهلَکنَا﴿ قٰرون وفرعون وهٰمٰن ولقد جاء هم موسٰی ﴾مِن قَبلُ﴿ بالبینٰت ﴾بِالحُجَجِ الظَّاهِرَاتِ﴿فاستکبروا فی الارض وما کانوا سٰبقین (۳۹)﴾فَائِتِینَ عَذَابَنَا ﴿ فکلا ﴾مِنَ المَذکُورِینَ﴿ اخذنا بذنبه فمنهم من ارسلنا علیه حاصبا ﴾رِیحًا عَاصِفًا فِیهَا حَصْبَاءٌ کَقَومِ لوطٍ﴿ ومنهم من اخذته الصیحة ﴾کَثَمُودَ﴿ ومنهم من خسفنا به الارض ﴾کَقَارُونَ﴿ ومنهم من اغرقنا ﴾کَقَومِ نُوحٍ وَفِرعَونَ وَقَومِهٖ﴿ وما کان الله لیظلمهم ﴾فَیُعَذِّبَهُم بِغَیرِ ذَنبٍ﴿ ولٰکن کانوا انفسهم یظلمون (۴۰)﴾بِارتِکَابِ الذَّنبِ ﴿ مثل الذین اتخذوا من دون الله اولیاء ﴾اَی اَصْنَامًا یَرجُونَ نَفعَهَا﴿ کمثل العنکبوت اتخذت بیتا ﴾لِنَفسِهَا تَاوِی اِلَیهِ﴿وان اوهن ﴾اَضْعَفَ﴿ البیوت لبیت العنکبوت ﴾لَا یَدفَعُ عَنهَا حَرًّا وَلَا بَرْدًا کَذٰلِکَ الْاَصنَامُ لَا تَنفَعُ عَابِدِیْهَا﴿ لو کانوا یعلمون (۴۱)﴾ذٰلِکَ مَا عَبَدُوهَا﴿ ان الله یعلم ما ﴾بِمَعنَی الَّذِیْ﴿ یدعون ﴾یَعْبُدُونَ بِالیاءِ وَالتَّاءِ ﴿ من دونه ﴾غَیرِهٖ﴿ من شیء وهو العزیز ﴾فِی مُلکِهٖ﴿الحکیم (۴۲)﴾ فِی صُنعِهٖ﴿ وتلک الامثٰل ﴾فِی القُراٰنِ﴿ نضربها ﴾نَجعَلُهَا﴿للناس وما یعقلها

﴿اَیْ یَفْهَمُهَا﴾ الا العالمون (۴۳) ﴿الْمُتَدَبِّرُوْنَ﴾ خلق الله السموت والارض بالحق ﴿اَیْ مُحِقًّا﴾ ان فی ذلک لاٰیة ﴿دَلَالَةً عَلٰی قُدْرَتِهٖ تعالی﴾ للمؤمنین (۴۴) ﴿خُصُّوا بِالذِّكْرِ لِاَنَّهُمُ الْمُنْتَفِعُوْنَ بِهَا فِی الْاِیْمَانِ بِخِلَافِ الْکَافِرِیْنَ.

﴿ترجمہ﴾

اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس مژدہ لے کر آئے (اسحٰق علیہ السلام کی ولادت کا اور ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی ولادت کا......۱......) بولے ہم ضرور اس شہر والوں (یعنی لوط علیہ السلام کے شہر والوں) کو ہلاک کریں گے بیشک اس کے بسنے والے ستمگار (یعنی کافر......۲......) ہیں کہا (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) اس میں تو لوط (رسل) ہیں بولے ہمیں خوب معلوم ہے جو کوئی اس میں ہے ضرور ہم اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دیں گے (لننجینہ فعل کو مخفف اور مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) مگر اس کی عورت کو وہ (عذاب میں) رہ جانے والوں میں سے ہے (الغابرین بمعنی الباقین ہے) اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس آئے اور ان کا آنا اسے ناگوار ہوا (ان کے سبب آپ علیہ السلام غمگین ہو گئے) اور ان کا دل تنگ ہوا (کیونکہ وہ فرشتے خوبصورت مہمانوں کی شکل آئے تھے، آپ علیہ السلام کو ان پر اپنی قوم کی دست درازی کا خوف ہوا تو انہوں نے آپ علیہ السلام کو بتایا کہ وہ ان کے رب عزوجل کے فرشتے ہیں) اور انہوں نے کہا نہ ڈریئے اور نہ غم کیجیے بیشک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو نجات دیں گے (منجوک میں منجو کو مخفف اور مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) مگر آپ کی عورت وہ رہ جانے والوں میں ہے (اھلک میں ک ضمیر کے محل پر معطوف ہونے کے سبب منصوب ہے......۳......) بیشک ہم اتارنے والے ہیں (منزلون کو مشدد اور مخفف دونوں طرح پڑھا گیا ہے) اس شہر والوں پر آسمان سے عذاب (رجزا بمعنی عذابا ہے) سبب اس (فعل کے) جو فسق وہ کیا کرتے تھے (یعنی ان کے فسق کے سبب) اور بیشک ہم نے اس سے ظاہر نشانی باقی رکھی (مراد اس سے ان کے مکانات ہیں، بینت بمعنی ظاھرات ہے) ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں (جو غور و تدبر کرتے ہیں) اور (ہم نے بھیجا) مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب کو تو اس نے فرمایا اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو اور پچھلے دن کی امید رکھو (یعنی اس سے ڈرو، مراد اس سے قیامت کا دن ہے) اور زمین میں فساد پھیلاتے نہ پھرو (مفسدین اپنے عامل یعنی عثی کی وجہ سے موکد ہے، عثی تا مکسورہ کے ساتھ ہے بمعنی افسد) تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو انہیں شدید زلزلہ نے آلیا......۴......(رجفۃ کے معنی شدید زلزلہ ہے) تو صبح اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل مردہ پڑے رہ گئے (جثمین بمعنی ھالکین علی الرکب میتین ہے) اور (ہم نے ہلاک فرمایا) عاد اور ثمود کو (لفظ ثمود ہو تو منصرف اور بمعنی الحی القبیلۃ ہو تو غیر منصرف ہوگا) اور تم پر (ان کا ہلاک کیا جانا) ظاہر ہو چکا ان کی بستیوں سے (جو مقام حجر اور یمن میں ہیں......۵......) اور شیطان نے ان کے اعمال (جیسے کفر اور دیگر گناہ) ان کی نگاہ میں بھلے کر دکھائے انہیں راہ (یعنی راہ حق) سے روکا اور انہیں سوجھتا تھا (یعنی وہ دیکھنے والے تھے) اور (ہم نے ہلاک فرما دیا) قارون اور فرعون اور ھامان کو......۶......اور بیشک (ان کی ہلاکت سے پہلے) ان کے پاس موسیٰ نشانیاں (یعنی ظاہر دلائل) لے کر آیا تو انہوں نے زمین میں تکبر کیا اور ہم سے نکل کر جانے والے نہ تھے (ہمارے عذاب سے بچنے والے نہیں تھے) تو سب کو (جو لوگ مذکور ہوئے ان سب کو) ہم نے اس کے گناہ پر پکڑا تو ان میں سے کسی پر ہم نے پتھراؤ بھیجا (تیز ہوا بھیجی جو پتھر لے کر آئی تھی جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر) اور ان میں سے کسی کو چنگھاڑ نے آلیا (جیسا کہ ثمود کو) اور ان میں سے کسی کو زمین میں دھنسا دیا (جیسا قارون کو) اور ان میں سے کسی کو ڈبو دیا (جیسا کہ نوح علیہ السلام کی قوم اور فرعون کو) اور اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرے (کہ بغیر گناہ ان پر عذاب فرمائے) ہاں وہ خود (گناہوں کا ارتکاب کرنے کے سبب) اپنی جانوں پر ظلم

کرتے تھے ان کی مثال جنہوں نے اللہ کے سوا اور مالک بنالیے ہیں (یعنی بت گڑھ لئے، جن سے وہ نفع کی امید رکھتے ہیں) مکڑی کی طرح ہے اس نے (اپنے لیے) جالے کا گھر بنایا (جس میں وہ ٹھکانہ کرتی ہے) اور بیشک سب گھروں میں کمزور گھر مکڑی کا گھر (جو نہ تو اس سے سردی کو دور کرسکتا ہے اور نہ گرمی کو ......ے......اسی طرح بت بھی اپنے پوجنے والوں کو کچھ نفع نہیں دے سکتے) اگر وہ جانتے (اس بات کو، تو وہ ان کی پوجا نہ کرتے) اللہ جانتا ہے جس کی اس کے سوا پوجا کرتے ہیں (یعلم ما میں ما بمعنی الذی ہے اور یدعون بمعنی یعبدون ہے، یدعون کو علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے نیز من دونہ بمعنی غیرہ ہے) اور وہی غالب ہے (اپنے ملک میں) اور حکیم ہے (اپنی صنعت میں) اور (قرآن پاک میں) یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے رکھتے ہیں اور نہیں سمجھتے مگر علم والے......۸......(جو تدبر کرتے ہیں، تضربھا بمعنی نجعلھا ہے اور یعقلھا بمعنی یفھمھا ہے) اللہ نے زمین اور آسمان بنائے حق کے ساتھ (یعنی اس حال میں کہ وہ حق ہیں) بے شک اس میں نشانی ہے (جو قدرت الٰہی پر دلالت کرتی ہے) مسلمانوں کے لیے (بالخصوص مومنین کا ذکر اس لیے فرمایا کیونکہ ایمان لانے والے ہی ان سے نفع اٹھاتے ہیں کفار نہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولما جاءت رسلنا ابرھیم بالبشری قالوا انا مھلکوا اھل ھذہ القریۃ﴾۔

و: عاطفہ، لما: شرطیہ، جاءت رسلنا ابرھیم بالبشری: فعل وفاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، قالوا: قول، انا: حرف مشبہ واسم، مھلکوا: اسم فاعل بافاعل مضاف، اھل ھذہ القریۃ: مضاف الیہ مفعول، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان اھلھا کانوا ظلمین ٥ قال ان فیھا لوطا قالوا نحن اعلم بمن فیھا﴾۔

ان اھلھا: حرف مشبہ واسم، کانوا ظلمین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، قال: قول، ان: حرف مشبہ، فیھا: ظرف مستقر خبر مقدم، لوطا: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، قالوا: قول، نحن: مبتدا، اعلم: اسم تفضیل بافاعل، بمن فیھا: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿لننجینہ واھلہ الا امراتہ کانت من الغبرین٥﴾۔

لام: قسمیہ، ننجینہ: فعل بافاعل، ہ: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اھلہ: مستثنیٰ منہ، الا: اداۃ استثناء، امراتہ: ذوالحال، کانت من الغبرین: جملہ فعلیہ حال، ملکر مستثنیٰ، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ولما ان جاءت رسلنا لوطا سیء بھم وضاق بھم ذرعا﴾۔

و: عاطفہ، لما: شرطیہ، ان: زائدہ، جاءت رسلنا لوطا: جملہ فعلیہ شرط، سیء: فعل مجہول بانائب الفاعل، بھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ضاق: فعل "ھو" ضمیر ممیز، ذرعا: تمیز، ملکر فاعل، بھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وقالوا لا تخف ولا تحزن﴾۔

و: مستانفہ، قالوا: قول، لا تخف: فعل نہی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تحزن: فعل نہی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر قولیہ مستانفہ۔

﴿انا منجوک واھلک الا امراتک کانت من الغبرین٥﴾۔

انـــــا: حرف مشبہ واسم،مــــنـــجـــو:اسم فاباِفاعل مضاف،ک:ضمیر مفعول مضاف الیہ،ملکرشبہ جملہ ہوکرخبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،اھلک:مستثنیٰ منہ،الا:اداۃ استثناء،امراتک:ذوالحال،کـانـت من الغبرین: جملہ فعلیہ حال،ملکر مستثنیٰ،ملکر فعل محذوف "ننجی" کیلئے مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انا منزلون علی اهل هذه القرية رجزا من السماء بما كانوا يفسقون٥﴾.

انا: حرف مشبہ واسم،منزلون:اسم فاعل بافاعل،عـلـی اهل هذه القرية:ظرف لغو،رجزا:موصوف،من السماء: ظرف مستقر صفت،ملکر مفعول،بما کانوا یفسقون:ظرف لغو،ملکرشبہ جملہ ہوکرخبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد تركنا منها اية بينة لقوم يعقلون٥﴾.

و:عاطفہ،لام قسمیہ،قد:تحقیقیہ،ترکنا: فعل بافاعل،منها:ظرف لغو،اية بينة:مفعول،لـقوم يعقلون:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿والی مدين اخاهم شعيبا فقال يقوم اعبدوا الله وارجوا اليوم الاخر ولا تعثوا في الارض مفسدين٥﴾.

و: عاطفہ،الـی مـدیـن:ظرف مستقرفعل محذوف "ارسـلـنـا" کیلئے،اخـاهـم:مبدل منہ،شـعـیـبـا:بدل،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،قال قول،یقوم:نداء،اعبـدوا الله:فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،ارجوا اليوم الاخر: فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول،و:عاطفہ،لا تـعثوا:فعل نہی باواؤضمیرذوالحال،مـفـسـديـن:حال،ملکر فاعل،في الارض:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی،ملکر مقصود بالنداء،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فكذبوه فاخذتهم الرجفة فاصبحوا في دارهم جثمين٥﴾.

ف:عاطفہ،کـــذبـــوہ:فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،اخـــذتـهـــم:فعل ومفعول،الـــرجـــفـة:فاعل،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،اصبحوا:فعل ناقص بااسم،في دارهم:ظرف لغومقدم،جثمين:اسم فاعل بافاعل،ملکرشبہ جملہ ہوکرخبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وعادا وثمودا وقد تبين لكم من مسكنهم﴾.

و:عاطفہ،عــادا:معطوف علیہ،و:عاطفہ،ثـــمـــودا:معطوف،ملکرفعل محذوف "اهـــلـــكـــنـــا" کیلئے مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،قد:تحقیقیہ،تبين لكم: فعل بافاعل وظرف لغو،من مسكنهم:ظرف لغوثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وزين لهم الشيطن اعمالهم فصدهم عن السبيل وكانوا مستبصرين٥﴾.

و:عاطفہ،زیـن لهم:فعل وظرف لغو،الشيـطـن:فاعل،اعـمـالهم:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،صد:فعل بافاعل،هم:ضمیر ذوالحال،و:حالیہ،کانوا مستبصرين:جملہ فعلیہ حال،ملکر مفعول،عن السبيل:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقارون وفرعون وهامن ولقد جاءهم موسى بالبينت﴾.

و:عاطفہ،قارون:معطوف علیہ،و:عاطفہ،فـرعـون وهـا مـن:معطوفان،ملکرفعل محذوف "اهـلـكـنـهـم" کیلئے مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،لام قسمیہ،جـاء هـم مـوسـى بـالبينت:فعل ومفعول وفاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نـقـسـم" کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فاستكبروا في الارض وما كانوا سابقين٥ فكلا اخذنا بذنبه﴾.

ف:عاطفہ،استـكبروا:فعل واؤضمیرذوالحال،و:حالیہ،ما:نافیہ،کـانـوا سابقين:جملہ فعلیہ حال،ملکر فاعل،في الارض:ظرف

لغو،ملکر جملہ فعلیہ ،ف: فصیحیہ ،کلا: مفعول مقدم،اخذنا: فعل بافاعل،بذنبہ: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "ان شئت ان تعرف مصیرھم" کیلئے جزاء،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فمنھم ارسلنا علیہ حاصبا ومنھم من اخذتہ الصیحۃ﴾.

ف: عاطفہ،منھم: ظرف مستقر خبر،مقدم،من: موصولہ،ارسلنا علیہ: فعل بافاعل وظرف لغو،حاصبا: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مبتدا موٴخر،ملکر جملہ اسمیہ،و: عاطفہ،منھم: ظرف مستقر خبر مقدم،من اخذتہ الصیحۃ: موصول صلہ،ملکر مبتدا موٴخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومنھم من خسفنا بہ الارض ومنھم من اغرقنا﴾.

و: عاطفہ،منھم: ظرف مستقر خبر مقدم،من: موصول،خسفنا بہ الارض: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مبتدا موٴخر،ملکر جملہ اسمیہ،و: عاطفہ،منھم: ظرف مستقر خبر مقدم،من اغرقنا: موصول صلہ،ملکر مبتدا موٴخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون۝﴾.

و: عاطفہ،ما: نافیہ،کان اللہ: فعل ناقص واسم،لام: جار،یظلم: فعل بافاعل،ھم: ذوالحال،و: حالیہ،لکن: مخففہ،کانوا: فعل ناقص بااسم،انفسھم یظلمون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتا﴾.

مثل: مضاف،الذین: موصول،اتخذوا: فعل بافاعل،من دون اللہ: ظرف مستقر حال مقدم،اولیاء: ذوالحال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مضاف الیہ،ملکر مبتدا،کاف: جار،مثل: مضاف،العنکبوت: ذوالحال،اتخذت بیتا: جملہ فعلیہ حال،ملکر مضاف الیہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون۝﴾.

و: عاطفہ،ان: حرف مشبہ،اوھن البیوت: اسم،لام: تاکیدیہ،بیت العنکبوت: خبر،ملکر جملہ اسمیہ،لو: شرطیہ،کانوا یعلمون: جملہ فعلیہ جزا محذوف "لما عبدوھا" کی شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان اللہ یعلم ما یدعون من دونہ من شیء وھو العزیز الحکیم۝﴾.

ان اللہ: حرف مشبہ واسم،یعلم: فعل بافاعل،ما: موصولہ،یدعون: فعل بافاعل، من دونہ: ظرف مستقر حال،ذوالحال محذوف "ھم" کیلئے،ملکر مفعول،من شیء: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و: عاطفہ،ھو: مبتدا،العزیز الحکیم: خبران،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وتلک الامثال نضربھا للناس وما یعقلھا الا العلمون۝﴾.

و: عاطفہ،تلک: مبدل منہ،الامثال: بدل،ملکر مبتدا،نضربھا: فعل بافاعل،ھا: ضمیر ذوالحال،و: حالیہ،ما: نافیہ،یعقلھا: فعل ومفعول،الا: اداۃ حصر،العالمون: فاعل ملکر جملہ فعلیہ حال،ملکر مفعول،للناس: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿خلق اللہ السموت والارض بالحق ان فی ذلک لایۃ للمومنین۝﴾.

خلق اللہ: فعل واسم جلالت ذوالحال،بالحق: ظرف مستقر حال،ملکر فاعل،السموت والارض: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم،لام: تاکیدیہ،ایۃ: موصوف،للمومنین: ظرف مستقر صفت،ملکر اسم موٴخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت ابراهیم علیہ السلام کی اولاد کے فضائل ومناقب:

۱..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سب سے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہیں جو کہ ہاجرہ قبطیہ مصریہ کے نام سے مشہور ہیں، ان کے بعد اپنی چچازاد، بہن بی بی سارہ سے نکاح فرمایا جن سے حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے، ان کے بعد قنطورا بنت یقطن کنعانیہ سے پیدا ہوئے، ان کے بطن سے آپ کے چھ بچے ہوئے جن کے نام یہ ہیں، مدین، زمران، سرج، یقشان، نشق (اور ایک بچے کا نام نہیں بتایا گیا، ان کے بعد حجون بنت امین سے نکاح کیا جن سے پانچ بچے پیدا ہوئے، کیسان، سورج، امیم، لوطان، نافس۔ یہ ساری بحث امام ابو قاسم سہیلی نے اپنی کتاب ''التعریف والاعلام'' میں ذکر کی ہے۔ (البدایة والنهایة، باب ذکر اولاد ابراهیم، ج ۱، ص ۱۹۵)

اہل کتاب والسیر نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت المقدس کے شہروں میں رہتے ہوئے بیس سال ہوگئے تو حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا: بیشک مجھے میرے رب نے اولاد سے محروم رکھا ہے، آپ علیہ السلام میری باندی سے عمل تولید کر لیجئے، شاید اس کے ذریعے اللہ آپ علیہ السلام کو اولاد عطا فرمادے، جب حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بی بی ہاجرہ ہبہ کردی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے ساتھ رات گزاری تو بی بی ھاجرہ حاملہ ہوئیں، جب سے انہیں حمل ہوا تھا وہ بی بی سارہ پر فخر کرنے لگی تھیں، بی بی سارہ کو ان پر رشک آتا تھا، انہوں نے اس کی شکایت حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تم ان کے ساتھ جو چاہو سلوک کرو۔ بی بی ہاجرہ ڈر کر فرار ہوگئیں، وہ ایک چشمہ کے پاس پہنچیں تو ایک فرشتہ نے کہا تم ڈرو نہیں، اللہ تم سے جو بچہ پیدا کرنے والا ہے اس میں بہت خیر ہے، اور ان کو واپس جانے کا حکم دیا اور ان کو یہ بشارت بھی دی کہ ان کے ہاں بیٹا ہوگا اور اس کا نام اسماعیل رکھنا، وہ لوگوں سے فتنے کو دور کریں گے، ان کا تمام لوگوں پر ہاتھ ہوگا اور تمام لوگ ان کی مدد کریں گے۔ وہ اپنے تمام بھائیوں کے ملکوں کے مالک ہونگے۔ بی بی ہاجرہ نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ اور یہ بشارت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہوئی۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمام بلاد عرب کے سردار ہیں۔ مشرق ومغرب تمام میں آپ کا دین پھیل گیا۔ اللہ نے آپ کو اتنے علوم نافعہ اور اعمال صالحہ عطا کیے جو مخلوق میں کسی اور کو نہیں دیئے۔ بی بی ہاجرہ واپس ہوئیں، جس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک چھیاسی ۸۶ سال تھی، حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کے تیرہ سال بعد ہوئی، امام ابن سعد کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر پاک ۹۰ سال تھی اور اس کے تیس سال بعد حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (الطبقات الکبری، ج ۱، ص ۴۱)،(البدایه والنهایه، باب ذکر مولد اسماعیل من هاجر، ج ۱، ص ۱۷۱ وغیره)

حضرت اسحٰق نے اپنے والد گرامی کی زندگی میں نکاح فرمایا، زوجہ محترمہ اولاد پیدا کرنے سے محروم کی گئیں تھیں، پھر جب ان کے لئے دعا فرمائی گئی تو وہ حاملہ ہوئیں، اور دو بیٹے پیدا ہوئے ایک کا نام العیص اور دوسرے کا نام یعقوب رکھا گیا۔ حضرت اسحٰق اپنے بڑے صاحبزادے اور ان کی اہلیہ سے چھوٹے صاحبزادے سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ حضرت یعقوب جب اپنے والد گرامی کے بڑھاپے کی حالت میں شکار کو جایا کرتے تھے تو فرشتے آپ کے ساتھ معاون ہوتے اور اللہ آپ علیہ السلام سے کلام فرماتا، اللہ انہیں بشارتوں سے نوازتا کہ میں تمہیں عنقریب برکتوں سے نوازوں گا، تیری اولاد کثیر ہوگی، اور تیری قدرت میں سلطنت دوں گا اور تیرے بعد تیرے ماننے والوں کو بھی نوازوں گا۔ حضرت یعقوب کے پاس بہت سی بکریاں، چوپائے اور غلام باندیاں تھیں۔

(البدایة والنهایة، اسحق بن ابراهیم مع ذریته، الجزء الاول، ج ۱، ص ۲۱۵ وغیره)

لوطی عمل کرنے والا کافر ہے یا مومن:

۲..... معتزلہ کے نزدیک کبیرہ کا مرتکب نہ تو ایمان والا رہتا ہے اور نہ ہی کافر ہوجاتا ہے بلکہ ایمان وکفر کے مابین رہتا ہے

اوران کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ کبیرہ کا مرتکب داخل جہنم ہوگا۔ جب کہ اہل سنت و جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ حقیقی معنوں میں صاحب ایمان رہتا ہے نہ کہ مجازی اعتبار سے، اور ایمان یہ ہے کہ زبان سے اقرار اور دل سے اس کی تصدیق کی جائے اور جہاں تک اعمال کا تعلق ہے تو وہ ایمان کو درجۂ کمال تک پہنچانے کے لئے ہوتے ہیں۔(شرح فقہ الاکبر، مبحث:ان الکبیرۃ لا تخرج المومن عن الایمان،ص۱۱۷)۔

احناف کے نزدیک لوطی عمل کرنے والے کو کوڑے لگائے جائیں یا قید کیا جائے، اور یہ کام مختلف قسم کے لوگوں کے ساتھ ان کے درجوں کے حساب سے کیا جائے۔ ایک درجہ علماء وسادات کا ہے، دوسرا درجہ زمینداروتجار و مالداروں کا ہے کہ ان پر دعوی کیا جائے اور دربار قاضی میں پیش کیا جائے، قاضی انہیں متنبہ کریگا کہ تم نے ایسا کیا ایسا نہ کرو، تیسرا درجہ متوسط لوگوں کا ہے یعنی بازاری لوگ ایسوں کے لئے قید ہے، چوتھا درجہ ذلیلوں اور کمینوں کا ہے کہ انہیں مارا بھی جائے مگر جرم جب اس قابل ہو جب ہی یہ سزا ہے۔ اور کم از کم تین اور زیادہ سے زیادہ انتالیس کوڑے لگائے جاسکتے ہیں۔ (بہار شریعت،باب التعزیر،ج۲،حصہ۹،ص۴۰۴)

اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ جنت میں یہ فعل ہوگا یا نہیں؟ علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ اگر اس کی حرمت عقلاً و شرعاً ہے تو یہ فعل جنت میں نہیں ہوگا اور اگر اس کی حرمت فقط شرعاً ہو تو یہ فعل جنت میں ہوسکتا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ فعل جنت میں نہیں ہوگا کیونکہ اللہ نے اس کو قبیح قرار دیا ہے چنانچہ فرمان باری ہے ﴿انکم لتاتون الفاحشة ما سبقکم بها من احدمن العلمین تم بیشک بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے دنیا بھر میں کسی نے نہ کیا(العنکبوت:۲۸)﴾۴۰۴۔ اللہ عزوجل نے اس فعل کو خبیث قرار دیا ہے اور فرمایا ﴿التی کانت تعمل الخبئث جو قوم گندے کام کرتی تھی(الانبیاء:۷۴)﴾۔ جنت خبیث کاموں سے منزہ ہے۔

(فتح القدیر،کتاب الحدود، باب:ما یوجب الحد و مالا،ج۵،ص۲۵۰)

کیا حد نافذ ہونا قابلِ ملامت امر ہے؟

اللہ عزوجل کی ذات بے نیاز ہے، اور اس نے حدود کے نفاذ میں ہمارے لئے کوئی قباحت نہیں رکھی بلکہ اس میں زندگی رکھی ہے، اللہ نے فرمایا: ﴿ولکم فی القصاص حیوة یا اولی الالباب اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقلمندو(البقرۃ:۱۷۹)﴾ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو بحکم الٰہی رجم کیا گیا، الغرض قرآن وسنت میں کئی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ جہاں حدود کا نافذ کیا جانا واضح طور پر ملتا ہے، آج بھی ہمارے معاشرے میں اس کا چلن عام ہوجائے تو معاشرے سے جرائم کی روک تھام ہوسکتی ہے۔

فحاشی کرنے والے مَرد تھے پھر عورت کو غابرین میں کیوں شمار کیا؟

۳......بُرائی کی طرف دعوت دینے والے کو بھی ایسا ہی کہا جاتا ہے جیسا کہ اس نے بُرائی کی ہو جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ:"الدال علی الخیر کفاعله یعنی خیر کی طرف رہنمائی کرنے والا ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ خیر کا انجام دینے والا"۔ یہ وہ خاتون تھی جس نے قوم کو حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کی اطلاع بُرائی کی غرض کے لئے دی تھی۔ پس اسی مناسبت سے اسے بھی عذاب والوں میں شمار کیا گیا۔ (الرازی،ج۹،ص۵۳)

قوم شعیب کے عذاب کا اجمالی خاکہ:

۴......قوم شعیب میں یوں تو کئی بُرائیاں تھیں لیکن جس بُرائی کو قرآن نے کئی مقامات پر واضح طور بیان فرمایا وہ ناپ تول کی کمی تھی، اسلامی طرز زندگی میں ناپ تول کی کمی گویا تباہی و بربادی کو دعوت دیتی ہے۔ حقدار کو حق سے محروم کرنا گویا کتنا بڑا جرم ہے جس کی پاداش میں پوری قوم برباد ہوگئی۔ مزید رسوائی یہ کہ بربادی کا یہ چرچا ایک خاص قوم و علاقے تک محدود نہ رہا اور نہ ہی کسی خاص وقت

تک محدود رہا بلکہ اللہ نے اسے قرآن میں جگہ جگہ بیان فرما کر قیامت تک کے آنے والوں کو درس عبرت دیا۔ان کے عذاب کے لئے اللہ نے کہیں الرجفة اور کہیں الصیحة کا لفظ استعمال فرمایا کہ جبرائیل امین کی چنگھاڑ نے زلزلہ پیدا کر دیا،جس کی وجہ سے وہ اپنے گھروں میں مردہ گھٹنوں کے بل پائے گئے۔

یمن وحجر میں مقیم عادوثمود پر عذاب کی کیفیت :

۵......قوم عاد کی بستی حضرموت یعنی یمن اور ثمود کی بستی حجر، جسے آج کل مدائن صالح کہتے ہیں، یہ علاقہ حجاز مقدس کے شمال میں ہے۔اہل عرب اپنے علاقوں سے خوب واقف تھے۔عادوثمود کے ہلاک کرنے کا بیان اگر چہ اہل مکہ کو ڈرا نہ سکا تاہم انہیں تنبیہ کردی گئی کہ نا ماننے والوں کا انجام بہت بُرا ہوا کرتا ہے اور جب عذاب کا جھونکا آئے گا تو پھر نہ مال کام آئے نہ عہدہ منصب، خوبصورتی اور ظاہری زیب وزینت سب ملیامیٹ ہوجایا کرتی ہے لہذا مختلف اقوام کے عذاب کا ذکر کر کے اہل مکہ کو بالخصوص اور تا قیام قیامت تک کے لوگوں کو بالعموم دعوت ایمان دی گئی۔

ھامان اورفرعون سے پہلے قارون کا ذکر کرنے کی توجیھات:

۶......قارون کا ذکر فرعون وہامان سے پہلے ہوا اس لئے کہ قارون ان دونوں سے پہلے عذاب کا شکار ہوا،ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جس طرح قوم عادوثمود اگر چہ اہل بصیرت تھے مگر شیطان کے وسوسوں میں آ کر گرفتار عذاب ہوئے اسی طرح قارون بھی اہل بصیرت تھا اور توریت کا عالم تھا لیکن ہوائے نفس وشیطان نے اسے برباد کردیا۔قارون بظاہر توریت پر ایمان لے آیا تھا اور توریت کا عالم بھی تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھی تھا لہذا اس کا ذکر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایسا شرف مرتبہ شرک وکفر کے ساتھ کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔ (روح المعانی ،الجزء:۲۰،ص۴۸۷،روح البیان ،ج۵،ص۵۹۷)

مکڑی کے گھر کا بیان:

۷......اللہ عزوجل کے سوا بتوں کو معبود برحق اور دوست بنانا ایسا ہی ہے جیسا کہ مکڑی کا گھر،یعنی بتوں میں کوئی طاقت وقوت نہیں ہے اور ان کی کمزوری مکڑی کے جالوں کی طرح ہے۔ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں زید بن مرثد سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے کہ آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''مکڑی شیطان ہے اور اللہ نے اسے مارڈالنے کا حکم دیا ہے لہذا تم مکڑی کو مسخ کرڈالو''۔ایک قول یہ بھی ہے کہ اسے مارنا سنت نہیں ہے،خطیب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''میں اور ابوبکر غار میں داخل ہوئے اور باہر مکڑیوں نے جمع ہو کر جالا بن دیا اور دشمنان اسلام نے انہیں نہیں ہٹا''۔ابن عطیہ وغیرہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے:''اپنے گھروں کو مکڑی کے جالوں سے پاک کرو کیونکہ اس کی موجودگی میں فقر آتا ہے''۔اور یہی قول حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح ترین قول ہے اور اسی میں گھروں کی صفائی ستھرائی ہے۔ (روح المعانی ،الجزء:۲۰،ص۴۸۹)

☆......قتادہ کہتے ہیں،اللہ عزوجل نے ﴿مثل الذین اتخذوا من دون الله اولیاء کمثل العنکبوت (العنکبوت:۴۱)﴾ کی مثال مشرکوں کے لئے دی ہے،معبود برحق کو چھوڑ کر کوئی کمزور چیز فائدہ نہیں دے سکتی جیسا کہ مکڑی کا کمزور گھر ہوتا ہے۔

☆......ابن ابی حاتم نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:مکڑی نے دو مرتبہ جالا بنا،ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے اور دوسری مرتبہ میرے لئے''۔ (الدرالمنثور، ج۵،ص۲۷۸)

قرآنی امثلہ کو سمجھنے والے علماء ھی ھوتے ھیں:

۸......عام لوگ جس کے دلوں میں ایمان کا نور نہ ہو وہ مکڑی،مچھر،مکھی کی مثالوں کو کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ہاں اگر ایمان کا

نور ہوتو علم بھی فائدہ دے گا جبھی تو فرمایا﴿وما یعقلها الا العالمون اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے(العنکبوت:۴۳)﴾۔یہی علماء قرآن کی صحت، حسن اور فوائد کو سمجھتے جانتے ہیں۔عالم کا شیوہ ماننا اور قرآن وحدیث میں بہتر رائے دینا ہے جب کہ کور باطن کو محض اعتراض ہی سے فرصت نہیں ہوتی۔مال ودولت کی وجہ سے جس کے علم میں اتار چڑھاؤ آتا رہے، جو بنام علم کسب شہرت کے لئے ایسا کرے عالم نہیں، عالم دین نائب رسول ﷺ ہے، اور مسلمانوں میں بلاوجہ شرعی اختلاف وفتنہ پیدا کرنا نیابت شیطان ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا:"الفتنة نائمة لعن الله من ایقظها یعنی فتنہ سو رہا ہے اس کے جگانے والے پر اللہ کی لعنت"۔پس قرآن اُنہی علماء کی مدح فرماتا ہے جو علم اور عمل دونوں سے مزین ہوں، جو علم دین کو مال کی کمائی کا ذریعہ نہ بنائیں، جس کے علم سے لوگوں کو فائدہ ملے، مال کمانے کے لئے بدمذہبوں اور اسلام دشمن گمراہوں، یہود وہنود ونصاریٰ کے طریقے پر عمل نہ کریں کہ غریب کے لئے الگ فتویٰ اور امیر کیلئے الگ فتویٰ دے کر اپنی دنیا وآخرت برباد کرلیں۔

اغراض:

من عثی بکسر المثلثة: سے مراد باب تعب ہے، ایک قول کے مطابق باب قال سے ہے۔

ذوی بصائر: مراد وہ عقلاء ہیں جو نظر وبصیرت رکھتے ہوں، کیونکہ عقلاء تکبر وعناد کی وجہ سے بُرائی نہیں کرتے۔

یرجون نفعها: یعنی جو اللہ ﷻ کے سوا بتوں کو معبود بنا کر پوجتے ہیں وہ ان پر اعتماد رکھتے ہیں اور ان سے نفع حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں، ان کی مثال مکڑی کی سی ہے جو اپنا گھر بناتی ہے، جو کہ اسے نہ تو گرمی، سردی، بارش اور کسی بھی اذیت سے نہیں بچاسکتا، اور مفسرین نے حضرات اولیائے کرام کو بتوں سے خارج قرار دیا ہے کیونکہ حضرات اولیائے کرام سے لوگ ازرائے تبرک وابسطہ ہوتے ہیں اور ان سے التجائیں کرتے ہیں اور اپنی اذیتوں کے دفع کے خواہاں رہتے ہیں، اور اس سے اسباب عادیہ مراد ہیں جو ان کے صدقے رحمتوں اور برکتوں کے حصول کا ذریعہ ہیں اور ان کے خلاف دلیل ہے جو ان اولیائے کرام کے ساتھ توسل کرنے کو شرک سے تشبیہ دیتے ہیں۔**کذالک الاصنام لا تنفع عابدیها:** جس طرح مکڑی کو اس کا گھر سردی گرمی سے نہیں بچاتا اسی طرح پجاریوں کو بت پوجنا نفع نہ دے گا، پس جو اللہ ﷻ کے سوا کسی سے نفع کی امید رکھے وہ اسے نفع نہ دے گی، اور جو اللہ ﷻ کی ذات سے امید رکھتے ہوئے کسی کمزور سے واسطے کو اپنائے جیسا کہ سید عالم ﷺ کے لئے غار کے دھانے پر مکڑی کا جالا تان دینا اور کبوتری کا انڈے دینا اگرچہ کمزور وسیلہ تھا لیکن کارگر ثابت ہوا۔

ما عبدوها: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ لوکا جواب محذوف ہے۔

ای یفهمها: یعنی ان مثالوں کی صحت وافادیت کو سمجھنا ضروری ہے۔

خصو بالذکر: میں اس جانب اشارہ ہے کہ آسمان وزمین کی تخلیق ہر عاقل کے لئے دلیل ہے۔ (الصاوی، ج٤، ص ٣١٦ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی الله علی محمد

رکوع نمبر: ۱

﴿ اتل ما اوحی الیک من الکتب ﴾القران﴿واقم الصلوۃ ط ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر﴾شرعًا ای من شانِھا ذلک مادامَ المرءُ فیھا﴿ ولذکر اللہ اکبر ﴾ من غیرہٖ من الطاعاتِ ﴿ واللہ یعلم ما تصنعون (۴۵) ﴾فیجازیکم بہٖ﴿ولا تجادلوا اھل الکتب الا بالتی﴾ای بالمجادلۃِ التیْ﴿ ھی احسن ﴾ کالدعاءِ الی اللہِ بآیاتِہٖ والتنبیہُ علی حُجَجِہٖ﴿ الا الذین ظلموا منھم ﴾بانْ حارَبُوا وَاَبَوا اَنْ یُقِرُّوا بالجزیۃِ فجادِلُوھم بالسیفِ حتی یُسلِّموا اَوْ یُعطُوا الجزیۃَ﴿ وقولوا ﴾لِمَنْ قَبِلَ الاقرارِ بالجزیۃِ اِذا اَخبرُوکم بشیءٍ مِمَّا فی کُتُبِھم ﴿امنا بالذی انزل الینا وانزل الیکم﴾ولا تُصَدِّقُوھم وَلا تُکَذِّبُوھم فی ذالکَ ﴿ والھنا والھکم واحد ونحن لہ مسلمون (۴۶) ﴾مُطِیْعُونَ﴿ وکذلک انزلنا الیک الکتب ط ﴾القرانَ ای کما اَنْزَلْنا اِلَیھم التوراۃَ وَغیرَھا﴿ فالذین اتینھم الکتب ﴾التوراۃَ کَعبدِ اللہِ بنِ سلامٍ وَغَیرِہٖ﴿ یومنون بہ ﴾بالقُرانِ﴿ ومن ھؤلاء ﴾اَی اَھلِ مکۃَ﴿ من یومن بہ وما یجحد بایتنا ﴾بعدَ ظُھورِھا﴿ الا الکفرون (۴۷) ﴾اَیِ الیَھُودُ وَظَھرَ لَھم اَنَّ القُرانَ حقٌّ والجائِی بہٖ مُحِقٌّ وَجَحَدُوا ذالکَ﴿ وما کنت تتلوا من قبلہ ﴾اَی القُرانِ﴿ من کتب ولا تخطہ بیمینک اذا ﴾اَی لَو کُنتَ قارِئًا کاتِبًا﴿لارتاب ﴾شکَّ﴿ المبطلون (۴۸) ﴾اَیِ الیَھودُ فیکَ وَقالُوا الَّذِی فی التَّوراۃِ اِنَّہٗ اُمِّیٌّ لا یَقرءُ وَلا یَکتُبُ﴿بل ھو ﴾اَیِ القرانُ الَّذِی جِئتَ بہٖ﴿ایت بینت فی صدور الذین اوتوا العلم ﴾المومِنِینَ یَحفظُونَہٗ﴿ وما یجحد بایتنا الا الظلمون (۴۹) ﴾الیَھُودُ جَحَدُوھا بَعدَ ظُھورِھا لَھمْ﴿ وقالوا ﴾اَی کُفّارُ مکَّۃَ﴿ لولا ﴾ھلّا﴿انزل علیہ ﴾علی محمدٍ﴿ایت من ربہ ﴾وَفِی قِراءَۃٍ آیاتٌ کناقَۃِ صالِحٍ وَعَصا موسٰی وَمائِدۃُ عِیسٰی﴿ قل انما الایت عند اللہ ﴾یُنزِلُھا کَما یَشاءُ﴿ وانما انا نذیر مبین (۵۰) ﴾مُظھِرُ اِنذارِی بالنّارِ اَھلَ المَعصِیَۃِ﴿ اولم یکفھم ﴾فِیما طَلَبُوہُ﴿ انا انزلنا علیک الکتب ﴾القُرانَ﴿یتلی علیھم ﴾فَھُو آیۃٌ مُستَمِرَّۃٌ لا اِنقِضاءَ لَھا بِخِلافِ مَا ذُکِرَ مِنَ الآیاتِ﴿ ان فی ذلک ﴾الکِتابِ﴿لرحمۃ وذکری ﴾عِظَۃً﴿ لقوم یومنون (۵۱) ﴾.

﴿ترجمہ﴾

اے محبوب پڑھو جو کتاب (مراد اس سے قرآن پاک ہے) تمہاری طرف وحی کی گئی اور نماز قائم فرماؤ بیشک نماز منع کرتی ہے بے حیائی اور بری بات سے (یعنی نماز کی شان یہ ہے کہ نمازی جب تک نماز میں ہوتا ہے بے حیائی اور بری بات سے بچارہتا ہے......) اور بیشک اللہ کا ذکر زیادہ بڑا (دوسری نیکیوں کے مقابلے میں) اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو (تو تمہیں ان کا بدلہ عطا فرمائے گا) اور اے مسلمانو! کتابیوں سے نہ جھگڑو مگر اس (مجادلہ کے مطابق) جو بہتر ہو (جیسے انہیں اللہ کی آیات کی طرف بلانا اور انہیں انہی کے دلائل پر متنبہ کردینا) مگر وہ جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا (یوں کہ مسلمانوں سے جنگ کی اور جزیہ دینے کا اقرار نہیں

کیا تو تلوار کے ساتھ ان سے لڑو، حتی کہ وہ اسلام لے آئیں یا جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں......۲......)اور کہو(ان سے جو جزیہ دینے کا اقرار کرلیں جب وہ اپنی کتابوں میں موجود کسی بات کی تمہیں خبر دیں تو) ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف اترا اور تمہاری طرف اترا(خاص اس بات میں نہ اس کی تصدیق کرو اور نہ اس کی تکذیب)اور ہمارا تمہارا ایک معبود ہے اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں(یعنی ہم اس کے فرمانبردار ہیں)اور اے محبوب! یونہی تمہاری طرف کتاب اتاری(یعنی قرآن پاک اتارا جیسا کہ ہم نے ان پر تورات وغیرہ نازل فرمائی تھی)تو وہ جنہیں ہم نے کتاب(یعنی تورات شریف)عطا فرمائی(جیسے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ)وہ اس پر(یعنی قرآن پاک پر)ایمان لاتے ہیں اور کچھ ان میں سے(یعنی اہل مکہ میں سے)ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیتوں کا(ان کے ظاہر ہو جانے کے بعد)انکار نہیں کرتے مگر کافر(یعنی یہودی ان پر ظاہر ہو چکا تھا کہ قرآن پاک اور اس کو لانے والے حق ہیں پھر بھی انہوں نے انکار کر دیا)اور اس سے(یعنی قرآن پاک سے)پہلے تم کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے یوں ہوتا(یعنی اگر آپ کچھ اور پڑھے اور سیکھے والے ہوتے)تو باطل والے(یعنی یہودی آپ ﷺ کے بارے میں)ضرور شک لاتے(اور کہتے کہ تورات شریف میں مذکور ہے کہ نبی آخر الزمان ﷺ اُمی ہونگے جو نہ پڑھیں گے اور نہ لکھیں گے......۳......)بلکہ وہ(یعنی قرآن پاک جو میں لے کر آیا ہوں)روشن آیتیں ہیں ان(مسلمانوں)کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا(وہ اسے یاد کرتے ہیں)اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر ظالم(یعنی یہودی اور انہوں نے آیات کے ظاہر ہو جانے کے بعد ان کا انکار کیا)اور(کفار مکہ)بولے کیوں نہ اتریں کچھ نشانیاں ان پر ان کے رب کی طرف سے(حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دستر خوان کی طرح کی آیات، ایک قرأت میں مفرد ''آیــــت'' اور ایک قرأت میں بصیغہ جمع ''آیــــات'' پڑھا گیا ہے)تم(ان لوگوں سے)فرماؤ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں(جس طرف چاہتا انہیں نازل فرماتا ہے)اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں(میرا گناہ گاروں کو جہنم سے ڈرانا بالکل صاف اور واضح ہے)اور کیا یہ(کفار کو ان کے مطالبے کے جواب میں)انہیں بس نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب اتاری(یعنی قرآن پاک نازل فرمایا)جو ان پر پڑھی جاتی ہے(یہ ایسی نشانی ہے جو باقی رہنے والی ہے اور یہ ختم نہ ہوگی، مذکورہ نشانیوں کے برخلاف)بیشک اس میں(یعنی اس کتاب میں)رحمت اور نصیحت ہے ایمان والوں کے لیے(ذکری کے معنی نصیحت ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اتل ما اوحی الیک من الکتب واقم الصلوۃ﴾.

اتل: فعل امر با فاعل، ما: موصولہ، اوحی الیک: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، من الکتب: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اقم: فعل امر با فاعل، الصلوۃ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان الصلوۃ تنهی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر﴾.

ان الصلوۃ: حرف مشبہ واسم، تنهی: فعل با فاعل، عن: جار، الفحشاء: معطوف علیہ، و: عاطفہ، المنکر: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، ذکر اللہ: مبتدا، اکبر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والله يعلم ما تصنعون٥﴾.

و: عاطفہ، الله: مبتدا، يعلم: فعل بافاعل، ما تصنعون: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا تجادلوا اهل الكتب الا بالتي هي احسن الا الذين ظلموا منهم﴾.

و: مستانفہ، لا تجادلوا: فعل نہی بافاعل، اهل الكتب: مستثنیٰ منہ، الا: حرف استثناء، الذين: موصول، ظلموا منهم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مستثنیٰ، ملکر مفعول، الا: اداۃ حصر، ب: جار، التي: موصول، هي احسن: جملہ اسمیہ صلہ، ملکر "المجادلة" محذوف کی صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقولوا امنا بالذي انزل الينا وانزل اليكم والهنا والهكم واحد ونحن له مسلمون٥﴾.

و: عاطفہ، قولوا: فعل امر بافاعل، ملکر قول، امنا: فعل بافاعل، ب: جار، الذي: موصول، انزل الينا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، انزل اليكم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، الهنا والهكم: معطوف علیہ ومعطوف، ملکر مبتدا، واحد: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف اول، و: عاطفہ، نحن: مبتدا، له مسلمون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف ثانی، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وكذلك انزلنا اليك الكتب فالذين اتينهم الكتب يومنون به﴾.

و: عاطفہ، كذلك: ظرف مستقر "الانزال" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، انزلنا: فعل بافاعل، اليك: ظرف لغو، الكتب: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، الذين: موصول، اتينهم الكتب: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، يومنون به: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن هولاء من يومن به وما يجحد ايتنا الا الكفرون٥﴾.

و: عاطفہ، من هولاء: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصول، يومن به: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما يجحد: فعل نفی، ايتنا: ظرف لغو، الا: اداۃ حصر، الكفرون: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما كنت تتلوا من قبله من كتب ولا تخطه بيمينك﴾.

و: مستانفہ، ما: نافیہ، كنت: فعل ناقص بااسم، تتلوا: فعل بافاعل، من قبله: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، كتب: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تخطه: فعل نفی بافاعل ومفعول، بيمينك: ظرف لغو، ملکر معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿اذا لارتاب المبطلون٥﴾.

اذا: حرف جواب وجزا، لام: تاکیدیہ، ارتاب: فعل، المبطلون: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "لو كان شيء من ذلك التلاوة والخط" کیلئے جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿بل هو ايت بينت في صدور الذين اوتوا العلم﴾.

بل: عاطفہ، هو: مبتدا، ايت بينت: مرکب توصیفی خبر اول، في: جار، صدور: مضاف، الذين اوتوا العلم: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما يجحد بايتنا الا الظلمون ٥ وقالوا لولا انزل عليه ايت من ربه﴾.

اسکی مثل ترکیب آیت نمبر ۴۷ میں گزری، و: مستانفہ، قالوا: قول، لولا: بمعنی "هلا" حرف تحضیض، انزل عليه: فعل مجہول وظرف لغو، ايت: موصوف، من ربه: ظرف مستقر صفت، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل انما الایت عند اللہ وانما انا نذیر مبین ٥﴾.

قل: قول، انما: حرف مشبہ وما کافہ، الایت مبتدا، عند اللہ: ظرف متعلق بمحذوف، خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، انما حرف مشبہ وما کافہ، انا مبتدا، نذیر مبین: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتب یتلی علیھم﴾.

ھمزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "اقصر محمد" لم یکفھم: فعل نفی ومفعول، انا: حرف مشبہ واسم، انزلنا علیک: فعل بافاعل وظرف لغو، الکتب: ذوالحال، یتلی علیھم: جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر خبر، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لرحمۃ وذکری لقوم یومنون ٥﴾.

ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، رحمۃ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ذکری: معطوف، ملکر موصوف، لقوم یومنون: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نماز بے حیائی اور بُری بات سے روکتی ہے!

۱...... یقیناً نماز دلوں کی پاکیزگی وطہارت کا بہترین ذریعہ ہے، بُرائی سے نجات دلاتی ہے، انسان اس کے ذریعے اللہ ﷻ کا قرب حاصل کرتا ہے بلکہ قُرب کی وہ منازل طے کرلیتا ہے کہ قابل رشک بن جاتا ہے۔ حضرت سیدنا مجاہد فرماتے ہیں: "حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جب نماز میں قیام فرماتے تو خشوع وخضوع کی وجہ سے ایک سیدھی لکڑی کی مانند ہوتے"۔

(سنن الکبری للبیھقی، کتاب الصلوۃ، باب: ابواب الخشوع فی الصلوۃ، رقم: ۳۵۲۲، ج۲، ص۳۹۸)

☆...... حضرت سیدنا عبداللہ بن عیسی سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چہرہ اقدس پر بہت زیادہ رونے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں۔ حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے قاتلوں سے فرمایا: "تم نے اس کو شہید کردیا جو ساری رات عبادت کرتا اور ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کرتا تھا۔ (الزھد للامام احمد بن حنبل، شعبہ بن عاصم بن عبیداللہ وزھد عثمان غنی، برقم: ۸۷۰، ۶۷۳، ص۱۳۶، ۱۵۳)

☆...... اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی اور تین صفوں کے پیچھے تک رونے کی آواز سنی۔

(موسوعۃ لابن ابی الدنیا، کتاب الرقۃ والبکاء، رقم: ۴۱۶، ج۳، ص۲۵۳)

☆...... حضرت سیدنا عبدالرحمٰن تیمی فرماتے ہیں: "مجھے ایک بار مقام ابراہیم پر رات ہوگئی، میں عشاء کی نماز ادا کرکے وہاں پہنچا یہاں تک کہ میں اس میں کھڑا ہوا تو اتنے میں ایک شخص نے میرے کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھا، میں نے دیکھا تو وہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے۔ کچھ دیر بعد آپ رضی اللہ عنہ نے سورۃ فاتحہ سے قرآن مجید کی تلاوت شروع کی یہاں تک کہ پورا قرآن مجید ختم کرلیا پھر رکوع وسجود کرکے نماز ختم کردی اور تشریف لے گئے، راوی کہتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ اس سے پہلے انہوں نے کچھ نماز پڑھی تھی یا نہیں۔

(الزھد لابن المبارک، باب: فضل ذکر اللہ، رقم: ۱۲۷۶، ص۴۵۲)

☆...... حضرت سیدنا جعفر خُلدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا جنید بغدادی کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا: "ما

فعل اللہ بک یعنی اللہ عزوجل نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا''؟ جواب دیا: ''ارشادات ختم ہو گئے، عبادات مٹ گئیں، علوم فنا ہو گئے، احوال نہ رہے اور ہمیں فائدہ نہ دیا مگر ان رکعتوں نے جو ہم سحر کے وقت میں پڑھتے تھے بس بارگاہ خداوندی میں وہی کام آگئیں۔

(شعب الایمان للبیهقی، باب فی الصلوٰۃ، رقم: ۳۲۵۶، ج۳، ص۱۷۲)

یہ تھیں ہمارے اسلاف کی نمازیں، آج عموماً نمازی حضرات بھی بے پناہ گناہوں میں لتھڑے ہوئے نظر آتے ہیں، اس کی چند وجوہات درج ذیل ہیں: (۱)...... ہوسکتا ہے کہ نمازی نے طہارت کو صحیح خیال نہ کیا ہو، کیونکہ اکثر نمازی وضو میں بے احتیاطی کرتے نظر آتے ہیں بلکہ انہیں وضو کے فرائض ہی معلوم نہیں ہوتے۔ رسمی طور پر وضو کرتے ہیں اور طہارت کے دیگر معاملات کا کیا حال ہوگا؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ کسی نوجوان، ادھیڑ عمر یا بوڑھے سے غسل جنابت کا طریقہ سن لیں تو معلوم ہو جائے گا۔ (۲)...... نماز کے فرائض، شرائط، واجبات وسنن ومستحبات کا علم عوام کو کیا بعض بظاہر مذہبی نظر آنے والوں کو بھی نہیں ہوتا، نماز کے فرائض ہی پورے نہ ہوتے ہوں، یا شرائط میں کوتاہی ہو یا واجبات چھوٹ جاتے ہوں تو پھر نماز کیسے درست ہوگی اس کا اندازہ بھی خوب لگایا جا سکتا ہے۔ (۳)...... قرآن درست نہ پڑھنا بھی نمازی کے لئے وبال بن سکتا ہے، الحمد کو الھمد پڑھیں، قل کو کُل پڑھیں تو معنی کا فساد لازم آئے اور جب معنی ہی فاسد ہو جاتے ہوں تو پھر نماز کہاں درست ہوئی؟ اور جب نماز درست ہی نہیں تو ایسی نماز بے حیائی سے کیسے بچائے گی۔ (۴)...... خشوع وخضوع سے فارغ ہونا، بعض نمازی اپنی دکانوں کا حساب نماز میں کرتے ہیں بلکہ ہر قسم کے دنیاوی تفکرات انہیں نماز ہی میں آتے ہیں۔ اخلاص کا دور دور تک نام ونشان نہیں، ریاکاری جان نہیں چھوڑتی اور بات کرتے ہیں کہ نماز ہمیں بے حیائی سے نہیں روک پا رہی۔ (۵)...... حسن وقتادہ کا قول ہے کہ جو نماز انسان کو بے حیائی سے نہ روکے وہ اس نمازی کے لئے وبال ہوگی۔

اھل کتاب سے مجادلہ کرنا:

۲...... سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم اور مومنین اہل کتاب سے بحث مباحثہ نہ کرو، مگر ایسے طریقے سے جو بہت عمدہ وشائستہ ہو۔ اللہ اور قرآن کی طرف بلانے کا طریقہ دلائل وبراہین وشائستگی پر محمول ہو۔ یا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ تم ایسے طریقے سے مباحثہ کرو جو بہتر اور اچھا ہو یعنی شدت کے مقابلے میں نرمی، غصے وغضب کے مقابلے میں تحمل وبرداشت اور شور وشغب کے مقابلے میں نصیحت اختیار کرو کیونکہ نصیحت مجادلہ ومباحثہ میں داخل نہیں ہے۔ جن یہود ونصاریٰ نے عہد توڑ کر یا جزیہ قبول نہ کر کے ظلم کیا تم ان سے اس وقت تک قتال کرو یہاں تک کہ وہ اسلام لے آئیں یا وہ حقیر وذلیل ہو کر جزیہ ادا کریں۔ سعید بن جبیر نے یونہی کہا ہے کہ اہل حرب کا استثناء کیا گیا ہے اور استثناء کے بعد باقی رہنے والے اہل ذمی ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حسین مباحثہ کا حکم جہاد کے حکم سے پہلے تھا کیونکہ یہ آیت مکی ہے۔

(المظهری، ج۵، ص۴۱۶)

ضروری مسئلہ: مسلمان پر ضرور ہے کہ کافروں کو اسلام کی دعوت دیں اگر دین حق کو قبول کرلیں زہے نصیب، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تیری وجہ سے اللہ ایک شخص کو ہدایت فرمادے تو یہ اس سے بہتر ہے جس پر آفتاب نے طلوع کیا''۔ یعنی جہاں سے جہاں تک آفتاب طلوع کرتا ہے یہ سب تمہیں مل جائے، اس سے بہتر یہ ہے کہ تمہاری وجہ سے کسی کو ہدایت مل جائے اور اگر کافروں نے دین

حق کو قبول نہ کیا تو بادشاہ اسلام ان پر جزیہ مقرر کردے کہ وہ ادا کرتے رہیں اور ایسے کافر کو ذمی کہتے ہیں اور جو اس سے بھی انکار کریں تو جہاد کا حکم ہے۔(ردالمحتار علی الدرالمختار ، کتاب الجهاد،مطلب: اذا علم انه يقتل يجوز له ان يقاتل بشرط، ج٦ص٢٠٧ملخصا)

چند مفید اصطلاحات:

جزیہ: وہ شرعی محصول جو اسلامی مملکت کافر سے ان کی جان و مال کے تحفظ کے بدلے میں وصول کرے۔(بهارشريعت مخرجه ،جزيه كا بيان،حصه نهم ،ج٢،ص٤٤٨)

ذمی: وہ کافر جس کے جان و مال کی حفاظت کا بادشاہ اسلام نے جزیہ کے بدلے ذمہ لیا ہو۔(بهارشريعت مخرجه ،ج٢،ص٢١،درباب اصطلاحات)۔

مستامن: وہ شخص جو دوسرے ملک میں (جس میں غیر قوم کی سلطنت ہو) امان لیکر گیا یعنی حربی دار الاسلام میں یا مسلمان دار الکفر میں امان لیکر گیا تو مستامن ہے۔ (بهارشريعت مخرجه ،مستامن كا بيان،حصه نهم ،ج٢،ص٤٤٣)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّی ہونا:

۳.....علامہ خازن فرماتے ہیں کہ النبي معناه المخبر من أنبأ ينبيء وقيل هو بمعنى الرفيع مأخوذ من النبوة وهو المكان المرتفع یعنی نبی کے معنی ہیں خبر دینے والا یہ انبأ ینبیء سے مشتق ہے،ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ وہ رفیع یعنی بلند رتبہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور النبوۃ سے ماخوذ ہے اور اس سے مراد بلند جگہ ہے۔ (الخازن،ج١،ص٤٩)

دیگر مفسرین نے بھی یہی معنی لکھے ہیں ہم نے یہاں کچھ حوالے ذکر کردیے ہیں۔ہم یہاں اُمی کی مختصر بحث کریں گے اس لئے کہ ہم اول جلد میں نبی کے موضوع پر کلام کرچکے ہیں چنانچہ شیخ جرجانی فرماتے ہیں کہ اُمـی اسے کہتے ہیں جو قرأت (پڑھنا) اور لکھنا نہ جانے۔ (التعريفات،ص٤١)

☆.......صحیح حدیث میں ہے کہ نبی پاک علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:" نحن امة امية لا نكتب ولا نحسب یعنی ہم ایک اُمی امت ہیں جو نہ لکھ سکتے ہیں اور نہ حساب کرسکتے ہیں"۔

محققین نے لکھا ہے کہ نبی پاک علیہ السلام کا امی ہونا انکے بڑے معجزات میں سے ہے اور اس بات کا بھی بیان ہے کہ نبی پاک علیہ السلام ایک ایسی کتاب لائے ہیں جس کی فصاحت و بلاغت نے مخلوق کو عاجز کردیا ہے۔اور آپ علیہ السلام رات دن اس پاک کتاب کو لوگوں پر بغیر کسی زیادتی،نقصان اور ردوبدل کے پڑھتے تھے اور یہ (پڑھنا) آپ علیہ السلام کے معجزہ پر دلیل ہے اور اس سے مراد اللہ عزوجل کا یہ فرمان ﴿سنقرئک فلا تنسی اب ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم نہ بھولو گے (الاعلی:٦)﴾ ہے۔ایک قول مفسرین نے یہ بھی کیا ہے کہ اگر سید عالم نور مجسم علیہ السلام کتابت وغیرہ جانتے (مطلب یہ کہ حضور پر نور علیہ السلام تو سب کچھ جانتے ہیں یہاں بات حضور کے امی ہونے کے حوالے سے ہو رہی ہے) تو پھر حضور سید عالم نبی محتشم علیہ السلام ایسا مبارک کلام لاتے جس میں تہمت وغیرہ کا احتمال ہوتا کہ انہوں نے اپنی جانب سے لکھ لیا ہے اور کہیں اور سے منقول کیا ہے اور پھر جب کہ آپ علیہ السلام امی ہوں اور پھر ایسا عظیم قرآن لائیں جس میں اولین و آخرین کا علم ہو اور غیبی خبریں بھی مذکور ہوں تو یہ پڑھنا آپ علیہ السلام کے معجزہ پر دلیل بنتا ہے۔اور اسی طرح کتابت کرنا انسان کو علم کے حصول کی جانب مشغول ہونے کو متعین کرتا ہے پھر سید عالم علیہ السلام کا ایسی مبارک شریعت اور آداب حسنہ کے ساتھ ہی علوم کثیرہ اور حقائق

وقیقہ بغیر کسی کتاب کے مطالعے اور کسی جانب مشغول ہونے کے لانا آپ ﷺ کے معجزہ پر دلیل ہے۔ (الخازن، ج۲، ص۲۵۷)

☆......حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ارشاد فرمایا"جمعرات کا دن کیسا تھا؟ وہ جمعرات کا دن! پھر وہ رونے لگے حتی کہ ان کے آنسوؤں سے سنگریزے بھیگ گئے" پس میں نے کہا اے ابن عباس! "جمعرات کے دن میں کیا بات ہے"؟ انہوں نے کہا کہ اس دن رسول اللہ ﷺ کا درد زیادہ ہو گیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا"میرے پاس (کاغذ اور قلم) لاؤ، میں تمہیں ایک ایسا مکتوب لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے"، پس صحابہ کرام میں اختلاف ہوا اور نبی پاک صاحب لولاک ﷺ کے پاس اختلاف نہیں ہونا چاہئے تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، آپ ﷺ کا کیا حال ہے؟ کیا آپ ﷺ بیماری میں کچھ کہہ رہے ہیں؟

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ، رقم: ٤٤٣١، ص٧٥٤)

اغراض:

ما دام المرء فیها: یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے کہ جب تک بندہ نماز میں ہوتا ہے فحاشی سے بچا رہتا ہے اور ایک صحیح قول یہ ہے کہ تمام ہی اوقات میں بچا رہتا ہے، روایت کی جاتی ہے کہ ایک انصاری نوجوان سید عالم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتا تھا لیکن گناہ سے نہیں بچتا تھا، سید عالم ﷺ کو اس کی خبر دی گئی تو فرمایا: "عنقریب اس کی نماز اسے بچائے گی، پھر وہ توبہ کر کے اعمال حسن بجالائے گا"۔ بعض سلف سے روایت ہے کہ پھر جب وہ نوجوان نماز ادا کرتا تو اس کا چہرہ زرد ہو جاتا، اس بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: "بیشک میں اللہ کے حضور معاملات پر (اللہ کی عطا سے) واقف ہوں، اور میرا یہ حق دنیا کے سرداروں پر ہے تو بادشاہوں کے بادشاہ کے ساتھ میرا کیا تعلق ہوگا، اور اللہ کی نماز جب خشوع وخضوع سے خالی ہو تو بے حیائی وبُری بات سے منع نہیں کرتی، بلکہ بندہ اسی بُرائی میں بدستور لگا رہتا ہے، جیسا کہ وارد ہوتا ہے: "جس نمازی کو نماز بے حیائی و بُرائی سے نہ روکے وہ نمازی اللہ سے دوری ہی میں آگے بڑھتا ہے"۔

بان حار بوا: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ظلم سے مراد شریعت کی لازم کردہ چیز سے رکنا ہے، پس تمام کفار کو ظالم نہیں کہا جائے گا۔ **او یعطوا الجزیة:** یعنی جزیہ دینا ان (کافروں پر اسلامی ملک میں ان کی جان ومال کی حفاظت کا) لازم قرار پایا۔

ای الیهود: فقط یہود ہی نہیں بلکہ نصاریٰ اور مشرکین بھی شامل ہیں، پس مناسب ہوتا کہ مفسر ﴿الکفرون﴾ کی تفسیر "الیهود" کے بجائے "کالیهود" سے کرتے۔

ای المومنین یحفظونه: لفظاً و معناً مراد ہے، حدیث قدسی ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: "ہم نے تیری امت کو قوموں میں تقسیم کر دیا اور ان کے دلوں کو "اناجیل" کی طرح کر دیا"، معنی یہ ہے کہ قرآن ان کے سینوں میں محفوظ رہتا ہے، جیسا کہ نصاریٰ کی کتاب ان کے "اناجیل" میں ہوتی ہے۔ **ینزلها کیف یشاء:** یعنی نزول قرآن اللہ کے ارادے سے ہوتا ہے، اور اس میں کسی کو دخل اندازی کی اجازت نہیں ہوتی کیونکہ معجزہ عادتاً محال کام کو کہتے ہیں اور یہ اللہ کے فضل پر منحصر ہوتا ہے۔

بخلاف ما ذکر من الآیات: پس معجزات کا ختم ہونا رسل کی موت کے ساتھ منحصر ہے۔ (الصاوی، ج٤، ص٣١٧ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲

﴿ قل كفى بالله بينى وبينكم شهيدا ج ﴾بِصِدقِى﴿ يعلم ما فى السموت والارض ﴾ومِنهُ حَالِى و حَالُكُم﴿ والذين امنوا بالباطل ﴾وَهوَ مَا يَعبُدُ مِن دُونِ اللهِ﴿ وكفروا بالله ﴾مِنكُم﴿ اولئك هم الخسرون (۵۲) ﴾فِى صَفقَتِهِم حَيثُ اِشتَرَوُاالكُفرَ بِالايمَانِ﴿ ويستعجلونک بالعذاب ولولا اجل مسمى ﴾له﴿لجاء هم العذاب ﴾عَاجِلًا﴿ وليأتينهم بغتة وهم لايشعرون (۵۳) ﴾بِوَقتِ اِتيَانِهِ﴿ يستعجلونک بالعذاب ﴾فِى الدُّنيَا﴿ وان جهنم لمحيطة م بالكفرين (۵۴) يوم يغشهم العذاب من فوقهم ﴾العَذَابُ مِن فَوقِهِم﴿ ومن تحت ارجلهم ويقول ﴾فِيهِ بِالنُّونِ اَى نَامُرُ بِالقَولِ وَبِاليَاءِ اَى يَقُولُ المُوَكَّلُ بِالعَذَابِ﴿ ذوقوا ما كنتم تعملون (۵۵) ﴾اَى جَزَائَهُ فَلاتَفُوتُونَنَا﴿ يعبادى الذين امنوا ان ارضى واسعة فاياى فاعبدون (۵۶) ﴾فِى اَىِّ اَرضٍ تَيَسَّرَتُ فِيهَا العِبَادَةُ بِاَن تُهَاجِرُوا اِلَيهَا مِن اَرضٍ لَم يَتَيَسَّرَ فِيهَا نَزَلَ فِى ضُعَفَاءِ مُسلِمِىِّ مكةَ كَانُوا فِى ضَيقٍ مِن اِظهَارِ الاِسلَامِ بِهَا﴿ كل نفس ذائقة الموت قف ثم الينا ترجعون (۵۷) ﴾بِالتَّاءِ وَاليَاءِ بَعدَ البَعثِ﴿ والذين امنوا وعملوا الصلحت لنبوئنهم ﴾لَنُنَزِّلَنَّهُم وَفِى قِرَائَةٍ بِالمُثَلَّثَةِ بَعدَ النُّونِ مِنَ الثَّوىٰ الاِقَامَةُ وَتَعدِيَتُهُ اِلىٰ غُرَفٍ بِحَذفِ فِى﴿ من الجنة غرفا تجرى من تحتها الانهر خلدين ﴾مُقَدِّرِينَ الخُلُودَ﴿ فيها نعم اجر العملين (۵۸) ﴾هَذَا الاَجرُ لَهُم﴿ الذين صبروا ﴾عَلىٰ اَذَى المُشرِكِينَ وَالهِجرَةُ لِاِظهَارِ الدِّينَ﴿ وعلى ربهم يتوكلون (۵۹) ﴾فَيَرزُقُهُم مِن حَيثُ لَا يَحتَسِبُونَ﴿ وكاين ﴾كَم﴿ من دابة لا تحمل رزقها صلے ق ﴾لِضُعفِهَا﴿ الله يرزقها واياكم ﴾اَيُّهَا المُهَاجِرُونَ وَاِن لَم يَكُن مَعَكُم زَادٌ ولا نَفَقَةٌ﴿ وهو السميع ﴾لِقَولِكُم﴿العليم (۶۰) ﴾بِضَمِيرِكُم﴿ ولئن ﴾لَامُ قَسَمٍ﴿ سالتهم ﴾اَىِ الكُفَّارَ﴿ من خلق السموت والارض وسخر الشمس والقمر ليقولن الله فانى يؤفكون (۶۱) ﴾يُصرَفُونَ عَن تَوحِيدِهِ بَعدَ اِقرَارِهِم بِذَالِكَ﴿ الله يبسط الرزق ﴾يُوَسِّعُهُ﴿ لمن يشاء من عباده ﴾اِمتِحَانًا﴿ويقدر ﴾يُضَيِّقُ﴿ له ط ﴾بَعدَ البَسطِ اَو لِمَن يَّشَاءُ اِبتِلَاءً﴿ ان الله بكل شىء عليم (۶۲) ﴾ ومِنهُ مَحَلُّ البَسطِ التَّضيِيقِ﴿ ولئن ﴾لَامُ قسمٍ﴿ سالتهم من نزل من السماء ماء فاحيا به الارض من م بعد موتها ليقولن الله ط ﴾فَكَيفَ يُشرِكُونَ بِهِ﴿قل ﴾لَهُم﴿ الحمد لله ﴾عَلىٰ ثُبُوتِ الحُجَّةِ عَلَيكُم﴿ بل اكثرهم لا يعقلون (۶۳) ﴾تَنَاقُضُهُم فِى ذالِكَ.

﴿ترجمه﴾

تم فرماؤ اللہ کافی ہے میرے اور تمہارے درمیان گواہ (میری صداقت......پر) جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (من جملہ ان امور میں میرا اور تمہارا حال بھی ہے) اور وہ جو باطل پر یقین لائے (باطل سے مراد ہر وہ شے جسے اللہ کے سوا پوجا جائے) اور (تم سے جو) اللہ کے منکر ہوئے وہی (اپنے سودے میں) گھاٹے میں ہیں (کہ انہوں نے ایمان کے بدلہ کفر مول

لیا)اورتم سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اوراگرایک ٹھرائی ہوئی مدت نہ ہوتی(عذاب کے نازل ہونے کی نہ ہوتی) تو ضرور(دنیا میں)ان پر عذاب آجاتا اورضروران پراچانک آئے گااورانہیں(اس عذاب کے وقت آجانے کا)شعوربھی نہ ہوگاتم سے(دنیا میں)عذاب کی جلدی مچاتے ہیں اور بیشک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو......۲......جس دن انہیں ڈھانپے گاعذاب ان کے اوپراوران کے پاؤں کے نیچے سےاورفرمائے گا(یقول علامت مضارع نون اوریاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے پہلی صورت میں معنی ہوگا ہم یہ کہنے کا حکم دیں گے اوردوسری صورت میں معنی ہوگا عذاب پر مقررکردہ فرشتہ کہے گا) چکھواپنے کئے کا مزا(یعنی اپنے اعمال کا بدلہ تم ہمارے قابو سے نہیں نکل سکتے)اے میرے بندوں!جوایمان لائے بیشک میری زمین وسیع ہے تو میری ہی بندگی کرو(جس زمین میں بھی تمہارے لئے میری عبادت کرنا آسان ہو،یوں کہ جس جگہ میری عبادت کرنا دشوار ہوتم دوسری جگہ ہجرت کرجاؤ یہ آیت مبارکہ مکہ مکرمہ کے ان کمزورمسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جواس میں اسلام ظاہر کرنے کے سبب تنگی میں تھے......۳......)ہرجان کوموت کومزا چکھنا ہے پھر(مرنے کے بعداٹھائے جانے کے وقت)ہماری ہی طرف پھروگے(یرجعون علامت مضارع تاء اوریاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے)اوربیشک جوایمان لائے اوراچھے کام کئے ہم انہیں جگہ دیں گے(ہم ان لوگوں کواتاریں گے،ایک قرائت میں لنبلونهم کی جگہ لنثوئنهم پڑھا گیا ہے یہ ثواء مصدر سے ہے بمعنی اقامة اورحرف جرفی کوحذف کرکے اسے غرفا کی طرف متعدی کیا گیا ہے)جنت کے بالاخانوں میں......۴......جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی ہمیشہ ان میں رہیں گے(ان کے لیے ہمیشگی مقدرکردی جائے گی)کیا ہی اچھا اجر ہے(یہ اجر)کام والوں کا(وہ)جنہوں نے صبرکیا(مشرکوں کی ایذاء رسانیوں اوراظہاردین کے لیے ہجرت کرنے پر)اوراپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں(پس وہ انہیں ایسی جگہ سے رزق عطافرمائے گا جہاں سے انہیں گمان بھی نہ ہوگا)اورزمین پر کتنے ہی چلنے والے ہیں جو کہ(اپنی کمزوری کی وجہ سے)اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے اللہ روزی دیتا ہے انہیں اور(اے ہجرت کرنے والوں)تمہیں(اگرچہ تمہارے ساتھ زادراہ اورنان نفقہ نہ ہو)اوروہی سننے والا ہے(تمہارے اقوال)اورجاننے والا(تمہارے دلوں کے بھید)اوراگر(لئن میں لام قسمیہ ہے)تم ان سے(یعنی کفار سے)پوچھوکس نے بنائے آسمان اورزمین اورکام میں لگائے سورج اورچاند تو ضرورکہیں گے اللہ نے تو کہاں اوندھے جاتے ہو(تو کیونکر اقرار کے بعد غیرکو اللہ ﷻ کا شریک بناتے ہو)اللہ کشادہ کرتا ہے(یبسط بمعنی یوسع ہے)رزق اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہے(بطورآزمائش)اورتنگی فرماتا ہے(کشادگی کے بعد......۵......)اس کے لیے(جس کے لیے چاہے کشادہ کرنے کے بعداس کوآزمانے کے لیے)بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے(اورمنجملہ ان میں سے تنگی اورکشادہ کرنے کا محل بھی ہے)اوراگر(لئن میں لام قسمیہ ہے)تم ان سے پوچھوکس نے اتارا آسمان سے پانی تواس کے سبب زمین زندہ کردی مرے پیچھے؟ضرورکہیں گے اللہ نے(تو دوسرے کو اللہ ﷻ کا شریک کیونکر بناتے ہو)تم فرماؤ(ان لوگوں سے)سب خوبیاں اللہ کو(تمہارے خلاف دلیل ثابت ہوجانے پر)بلکہ ان میں اکثرعقل نہیں رکھتے(کہ وہ اپنی ہی باتوں میں تناقض اورتضادکلام میں مبتلا ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل کفی باللہ بینی و بینکم شہیدا یعلم ما فی السموت والارض﴾۔

قل: قول، کفی: فعل، ب: زائد، اللہ: ممیز، بینی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بینکم: معطوف، ملکر ظرف مقدم، شہیدا: صفت مشبہ با فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر تمیز، ملکر ذوالحال، یعلم ما فی السموت والارض: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقول، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿والذین امنوا بالباطل و کفروا باللہ اولئک ہم الخسرون٥﴾۔

و: عاطفہ، الذین: موصول، امنوا بالباطل: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کفروا باللہ: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، اولئک: مبتدا، ہم الخسرون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویستعجلونک بالعذاب ولولا اجل مسمی لجاء ہم العذاب﴾۔

و: عاطفہ، یستعجلونک: فعل با فاعل ومفعول، بالعذاب: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لولا: شرط، اجل مسمی: مرکب توصیفی "موجود" محذوف کیلئے مبتدا، ملکر شرط، لام: تاکیدیہ، جاء ہم: فعل ومفعول، العذاب: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولیاتینہم بغتۃ وہم لایشعرون٥﴾۔

و: عاطفہ، لام قسمیہ، یاتینہم: فعل "ہو" ضمیر مستتر ذوالحال، بغتۃ: حال، ملکر فاعل، ہم: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ہم: مبتدا، لایشعرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿یستعجلونک بالعذاب وان جہنم لمحیطۃ بالکفرین٥﴾۔

یستعجلون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ان جہنم: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، محیطۃ بالکفرین: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، ک: مفعول، بالعذاب: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یوم یغشہم العذاب من فوقہم ومن تحت ارجلہم ویقول ذوقوا ما کنتم تعملون٥﴾۔

یوم: مضاف، یغشہم: فعل ومفعول، العذاب: ذوالحال، من فوقہم: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، من تحت ارجلہم: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یقول: قول، ذوقوا: فعل امر با فاعل، ما کنتم تعملون: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر ماقبل "محیطۃ" کیلئے ظرف واقع ہے۔

﴿یعبادی الذین امنوا ان ارضی واسعۃ﴾۔

یا: حرف نداء قائم مقام ادعوا، عبادی: موصوف، الذین امنوا: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر منادی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر نداء، ان ارضی: حرف شبہ واسم، واسعۃ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ نداء۔

﴿فایای فاعبدون٥﴾۔

ف: فصیحیہ، ایای: فعل محذوف "اعبدوا" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ، ف: عاطفہ، اعبدون: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "ان ضاق بکم موضع" کیلئے جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿کل نفس ذائقۃ الموت ثم الینا ترجعون٥﴾۔

کل نفس: مبتدا، ذائقۃ الموت: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ثم: عاطفہ، الینا: ظرف لغو مقدم، ترجعون: فعل با نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والذین امنوا وعملوا الصلحت لنبوئنہم من الجنۃ غرفا تجری من تحتہا الانہر خلدین فیہا﴾۔

و: عاطفہ، الذین: موصول، امنوا وعملوا الصلحت: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، لام: قسمیہ، نبوئنہم: فعل با فاعل "وہم" ضمیر

ذوالحال، خلدین فیھا: شبہ جملہ حال، ملکر مفعول اول، من الجنۃ: ظرف مستقر حال مقدم، غرفا: ذوالحال، ملکر موصوف، تجری من تحتھا الانھر: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ونعم اجر العملین ٥ الذین صبروا وعلی ربھم یتوکلون٥﴾۔

و: عاطفہ، نعم: فعل، اجر العلمین: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مبتدا محذوف "اجرھم" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، الذین صبروا: موصول صلہ، ملکر فعل محذوف "امدح" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، علی ربھم: ظرف لغو مقدم، یتوکلون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وکاین من دابۃ لا تحمل رزقھا اللہ یرزقھا وایاکم وھو السمیع العلیم٥﴾۔

و: مستانفہ، کاین: ممیز، من: جار، دابۃ: موصوف، لا تحمل رزقھا: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر تمیز، ملکر مبتدا، اللہ: مبتدا، یرزق: فعل بافاعل، ھا: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ایاکم: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ھو: مبتدا، السمیع العلیم: خبران، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولئن سالتھم من خلق السموت والارض وسخر الشمس والقمر لیقولن اللہ﴾۔

و: مستانفہ، لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، سالتھم: فعل بافاعل ومفعول، من: استفہامیہ مبتدا، خلق السموت والارض: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، سخر الشمس والقمر: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، لام: تاکید یہ، یقولن: قول، اللہ: مبتدا محذوف "ھو" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب قسم، قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "واللہ" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فانی یوفکون٥﴾۔

ف: فصیحیہ، انی: اسم استفہام ظرف متعلق بحذوف حال مقدم، یوفکون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اللہ یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہ ویقدر لہ ان اللہ بکل شیء علیم٥﴾۔

اللہ: مبتدا، یبسط الرزق: فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، من یشاء: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من عبادہ: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یقدر لہ: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، بکل شیء علیم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولئن سالتھم من نزل من السماء ماء فاحیابہ الارض من بعد موتھا لیقولن اللہ﴾۔

و: عاطفہ، لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، سالتھم: فعل بافاعل ومفعول، من: استفہامیہ مبتدا، نزل من السماء ماء: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، احیابہ الارض من بعد موتھا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر شرط، لام: تاکید یہ، یقولن اللہ: جملہ قولیہ جواب قسم، قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿قل الحمد للہ بل اکثرھم لا یعقلون٥﴾۔

قل: قول، الحمد: مبتدا، للہ: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، بل: عاطفہ، اکثرھم: مبتدا، لا یعقلون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......ویستعجلونک بالعذاب ...... ☆ یہ آیت نضر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی جس نے سید عالم ﷺ سے کہا تھا کہ ہمارے اوپر آسمان سے پتھروں کی بارش کرائیے۔

☆......یعبادی الذین امنوا...... ☆ یہ آیت ضعفاء مسلمین مکہ کے حق میں نازل ہوئی جنہیں وہاں رہ کر اسلام کے اظہار میں خطرے اور تکلیفیں تھیں اور نہایت تنگی میں تھے، انہیں حکم دیا گیا کہ میری بندگی تو ضرور ہے یہاں رہ کر نہ کر سکو تو مدینہ کو ہجرت کر جاؤ وہ وسیع ہے وہاں امن ہے۔

☆...... الذین صبروا علی ربھم ...... ☆ مکہ مکرمہ میں مومنین کو مشرکین شب و روز طرح طرح کی ایذائیں دیتے رہتے تھے، سید عالم ﷺ نے ان سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کو فرمایا تو ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم مدینہ کو کیسے چلے جائیں نہ وہاں ہمارا گھر نہ مال کون ہمیں کھلائے گا؟ کون پلائے گا؟، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ بہت جاندار ایسے ہیں جو اپنی روزی ساتھ نہیں رکھتے اس کی انہیں قوت نہیں اور نہ وہ اگلے دن کے لئے کوئی چیز ذخیرہ جمع کرتے ہیں جیسے کہ بہائم اور، طیور ہیں۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

سید عالم ﷺ کی نبوت پر تفسیری دلائل:

۱......علامہ خازن کہتے ہیں: ابن عباس نے فرمایا کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ اس بات پر گواہ ہے کہ میں اس کا رسول ہوں اور قرآن مجید اس کی کتاب ہے اور تمہارے مجھے جھٹلانے پر بھی باخبر ہے، اور سید عالم ﷺ کے حوالے سے اللہ کی گواہی اس کے معجزات اور نازل کردہ کتاب قرآن مجید سے ثابت ہوتی ہے۔ (الخازن، ج۳، ص۳۸۳)

علامہ نسفی فرماتے ہیں:

اللہ ﷻ اس بات پر گواہ ہے کہ میں نے اس کی رسالت کا پیغام پہنچا دیا، اور اس نے مجھ پر قرآن نازل فرمایا اور تم نے جھٹلایا۔ (المدارك، ج۲، ص٦٨٢)

امام فخر الدین رازی کہتے ہیں:

سید عالم ﷺ کی رسالت ظاہرہ اور معجزات باہرہ کی موجودگی میں عناد رکھنے والے اہل کتاب ایمان نہ لائے۔

(الرازی، ج۸، ص٦٦)

قاضی بیضاوی کہتے ہیں:

اللہ میری رسالت کی معجزات کے ذریعے تصدیق فرمانے کو کافی ہے، اور میری تبلیغ کو جانتا ہے جو میں نے تمہیں کی، اور میری نصیحت کے مقابلے میں تمہارے جھٹلانے اور سختی برتنے کو بھی جانتا ہے۔ (البیضاوی، ج۳، ص٤٠)

جهنم کہاں ہے؟

۲......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''جہنم سبز رنگ کا سمندر ہوگا، اسی میں تارے ٹوٹ کر گریں گے، اسی میں سورج اور چاند ہوں گے، پھر اسی میں آگ بھڑکا دی جائے گی تو یہی جہنم ہوگا''۔ حضرت یعلی کہتے ہیں سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''

سمندر ہی جہنم ہوگا" ان سے کسی نے کہا کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے فرمایا﴿ان اعتدنا للظلمین نارا احاط بهم سرادقها بیشک ہم نے ظالموں کے لئے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی (الکھف:۲۹)﴾۔حضرت یعلی نے اس کے جواب میں کہا کہ خدا کی قسم جس کے قبضے قدرت میں میری جان ہے میں اس میں کبھی نہیں داخل ہونگا حتی کہ میں اللہ کے سامنے پیش کیا جاؤں اور جب تک میں اللہ کے سامنے پیش نہ کیا جاؤں مجھے اس آگ کے سمندر کا ایک قطرہ بھی نہیں پہنچے گا۔حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے،اور ابو یعلی کی تفسیر بھی غریب ہی ہے۔(تفسیر ابن کثیر، ج۳،ص ۵۱۲،الدر المنثور،ج۵،ص ۲۸۵)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا:"اگر پتھر کی چٹان جہنم کے کنارے سے اس میں پھینکی جائے تو ستر برس میں بھی تہہ تک نہ پہنچے گی"۔

(سنن الترمذی، کتاب صفة جهنم، باب:ما جاء في صفة قعر جهنم،رقم:۲۵۸۴،ص ۷٤۱)

☆......حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:"اگر انسان کے سر برابر گولا آسمان سے زمین کو پھینکا جائے تو رات آنے سے پہلے زمین تک پہنچ جائے گا حالانکہ یہ پانچ سو برس کی راہ ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب صفة جهنم، باب :منه، رقم:۲۵۹۷،ص ۷٤۵)

امام بخاری کہتے ہیں کہ جہنم کس جگہ واقع ہے؟اس کے متعلق کوئی صحیح روایت نہیں،البتہ جنت کے بارے میں صحیح روایت ہے کہ جنت ساتوں آسمانوں سے عرش کے نیچے ہے۔(صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر،باب:درجات المجاهدين في رقم:۲۷۹۰،ص ٤٦۲)

ایمان واعمال کی حفاظت کے لئے ہجرت کرنے کا ثبوت:

۳......مسلمانوں پر اپنے دین و مذہب کی حفاظت لازم ہے،دینی حمیت اور غیرت سے کام لینا چاہیے،کافروں کے کفری کاموں سے الگ رہیں۔ہمارے اسلاف نے دین کی خاطر اپنا سب کچھ چھوڑ دیا،سید الانبیاء احمد مجتبی ﷺ نے اللہ عزوجل کے حکم سے دین کی سربلندی کے لئے شہر مکہ کو چھوڑ کر یثرب کو مدینہ بنا دیا،یار غار رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے،طائف کا سفر ہو یا دیگر اسفار رسول ﷺ!سب دین ہی کی سربلندی کے لئے ہوئے۔سید عالم ﷺ سے براہ راست فیض لینے والے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم آج روئے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں چنانچہ حضرت ابو ایوب انصاری کا مزار ترکی استنبول میں ہے۔

انہوں نے صرف اپنا دین ہی نہیں بچایا بلکہ تا قیام قیامت تک کے لوگوں کا دین محفوظ رکھنے کے لئے ہجرتیں کیں ہیں۔ہند میں ہر طرف کفر کا راج تھا لیکن شاہ ھند(حضرت خواجہ معین الدین چشتی)نے اسے اسلام کا مضبوط قلعہ بنا دیا،دلی ہو یا اجمیر نگر،بمبئی ہو یا پاکستان کی کیماڑی کی بھیانک ویران وادیاں،ساحل سمندر پر پہاڑوں میں بنے مزار اپنے ابتدائی دور میں یقیناً ایسا آباد علاقہ نہ تھا۔الغرض جہاں کہیں حضرات اولیائے کرام نے دین کی حفاظت کے لئے ہجرت کر کے اپنے نئے مساکن بنائے ان مساکن کو اللہ عزوجل نے اتنا آباد کر دیا کہ آج کلفٹن کا نام سنتے ہیں تو عبداللہ شاہ غازی کا نام،کیماڑی کا نام سنتے ہی غائب شاہ بابا کا نام،پاک پٹن کا نام سن کر بابا فرید گنج شکر،اجمیر کا نام سن کر خواجہ غریب نواز،بمبئی کے نام سے حاجی علی کا مزار فائز الانوار ہمارے اذہان میں گھومنے لگتے ہیں۔

کوئی علاقہ کفر سے نکل کر اسلام کا قلعہ کب بنتا ہے؟فتاوی شامی میں ہے کہ جو جگہ دار الحرب ہے اب وہ دار الاسلام اس وقت ہوگی کہ مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے اور وہاں احکام اسلام جاری ہو جائیں اور دار الاسلام اس وقت دار الحرب ہوگا جب کہ یہ تین باتیں پائی جائیں۔(۱)......کفر کے احکام جاری ہو جائیں اور اسلامی احکام بالکل روک لئے جائیں اور اگر دونوں احکام جاری

ہیں تو پھر دارالحرب نہ ہوا۔(۲)......دارالحرب سے متصل ہو کہ اس کے اور دارالحرب کے درمیان کوئی اسلامی شہر نہ ہو۔(۳)......اس میں کوئی مسلمان یا ذمی امان اول پر باقی نہ ہو۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الجهاد، فصل فی استئمان الکافر، مطلب: ما تصير به دارالاسلام، ج۶،ص۲۸۸)

جنت کے بالا خانوں کا بیان:

۴......حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین وآسمان میں فاصلہ ہے اور فردوس جنت کا سب سے بلند درجہ ہے اور اس سے جنت کی چار نہریں نکلتی ہیں اور اس کے اوپر اللہ کا عرش ہے، پس جب تم اللہ سے جنت کا سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو''۔

(سنن الترمذی، کتاب صفة الجنة، باب:ما جاء فی صفة درجات،رقم:۲۵۳۹،ص۷۲۹)

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنت میں ایک بالا خانہ ہے اسکی ظاہری چیزیں اس کی باطنی چیزوں سے نظر آئیں گی اور اس کی باطنی چیزیں اس کی ظاہری چیزوں سے نظر آئیں گی۔ایک اعرابی نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بالا خانے کس کے لئے ہیں؟ جواب ارشاد فرمایا: ''یہ بالا خانے اس کے لئے ہیں جو ہمیشہ شیریں گفتگو کرے، کھانا کھلائے، ہمیشہ روزہ رکھے، جب لوگ سوئے ہوئے ہوں یہ رات کو اٹھ کر اللہ کے لئے نماز ادا کرے''۔(سنن الترمذی، کتاب صفة الجنة، باب:ما جاء فی صفة غرف، رقم: ۲۵۲۷،ص۷۲۸)

☆......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنتی لوگ اپنے اوپر بالا خانے کو اس طرح دیکھیں جس طرح تم آسمان کے مشرقی یا مغربی کناروں کو دور سے ستاروں کی مانند چمکتا دیکھتے ہو، کیونکہ بعض کے درجات بعض سے زائد ہیں، صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا وہ انبیائے کرام کے درجات ہونگے؟ جن تک کوئی اور نہیں پہنچ سکے گا؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیوں نہیں! اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی''۔ (صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب: ما جاء فی صفة الجنة،رقم: ۳۲۵۶،ص۵۴۳)

ہر ایک اپنا رزق پاتا ہے:

۵......اللہ عزوجل کا فرمان ہے﴿وما من دابة فی الارض الا علی الله رزقها اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو(ھود:۶)﴾۔لہذا بحکم قرآن ہر انسان، چاہے حیوان، چرند و پرند، جن، الغرض تمام ذی روح اپنا رزق پاتے ہیں۔سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی اپنے پیٹ سے زیادہ برا برتن نہیں بھرتا، انسان کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ سیدھی کر دیں اگر ایسا نہ کر سکے تو تہائی کھانے کے لئے، تہائی پانی کے لئے اور تہائی سانس کے لئے ہو''۔(سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب:القصاد فی الاکل، رقم: ۳۳۴۹،ص۶۳۰)۔رزق کی کمی کا رونا رونے والے اپنے اعمال کی اصلاح کریں تو کبھی حرف شکایت نہیں لا سکتے۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے وہ کھانا شیطان کے لئے حلال ہو جاتا ہے۔(صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب: آداب الطعام

والشراب، رقم:(۵۱۵۳)/۲۰۱۷/۲،ص۱۰۱۸)۔☆...... بی بی عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ سید عالم ﷺ ہمارے درمیان تشریف لائے، روٹی کا ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا تو اس کو لے کر پونچھا اور کھالیا اور فرمایا: ''عائشہ روٹی کا احترام کرو کہ یہ چیز جس قوم سے بھاگی ہے پھر واپس نہیں آئی''۔

(سنن ابن ماجه، کتاب الاطعمة، باب:النهی عن القاء الطعام، رقم:۳۳۵۳، ص۵۶۳)

اغراض:

ومنه حالي وحالكم: تمام آسمان وزمین کے حالات جانتا ہے، اسی طرح میری اور تمہاری حالت کو بھی جانتا ہے۔

حيث اشتروا الكفر بالايمان: یعنی کفر کو اختیار کیا اور ایمان کو چھوڑ دیا۔ ای جزائه : سے مضاف حذف ہونے کی جانب اشارہ کرنا مقصود ہے۔ كـانـوا فـي ضـيـق: اللہ ﷻ نے ان کے لئے حکم میں وسعت فرمادی، پس یہاں زمین کے وسیع ہونے سے لفظ ''واسـعـة'' کی عمومیت مراد ہے نہ کہ خصوصی سبب، پس جس کے لئے اپنے شہر میں عبادت بجالانا تنگی کرتا ہو وہ دوسرے شہر میں ہجرت کر جائے جہاں اس کے لئے عبادت بجالانا آسان ہو، پس اللہ ﷻ کا فرمان:﴿وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون (الذاریات:۵٦)﴾ سے مراد اسی جگہ میں عبادت کرنا ہے جہاں آسانی ہو، اور مراد دنیا میں وہ جگہیں ہیں جہاں انسان جائے مسکن اختیار کرتا ہے۔هذا الاجر: یہاں اشارہ ہے کہ مخصوص بالمدح محذوف ہے۔لاظهار الدين: ہجرت کے متعلق ہے۔

فكيف يشركون به: یعنی اقرار کرنے کے بعد شرک کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ (الصاوی، ج٤، ص۲۰۰۲ وغیرہ)

رکوع نمبر:۳

﴿ وما هذه الحيوة الدنيا الا لهو ولعب ﴾واَمَّا القُربُ فَمِن أُمورِ الأخرةِ لِظُهورِ ثَمرَتِها فِيهَا﴿ وان الدار الاخرة لهي الحيوان وقف لازم﴾بِمَعْنَى الحَيوةِ﴿ لو كانوا يعلمون (٦٤)﴾ذَالكَ مَا اٰثَرُوا الدُّنيا عَلَيهَا ﴿ فاذا ركبوا في الفلك دعوا الله مخلصين له الدين ﴾اَيِ الدُّعاءَ اَى لا يَدْعُونَ مَعَهُ غَيرَهُ لِاَنَّهم فِي شِدَّةٍ ولا يَكْشِفُهَا اِلا هُو ﴿ فلما نجهم الى البر اذا هم يشركون (٦٥)﴾بِهٖ﴿ ليكفروا بما اتينهم ج﴾مِنَ النِّعمَةِ﴿ وليتمتعوا وقفه﴾بِاِجْتِمَاعِهم عَلى عِبَادةِ الاَصْنَامِ وفِى قِرائةٍ بِسُكُونِ اللامِ اَمْرُ تَهدِيدٍ ﴿فسوف يعلمون (٦٦)﴾عَاقِبَةَ ذالكَ﴿ اولم يروا ﴾يَعلَمُوا ﴿انا جعلنا﴾بَلَدَهم مكةَ﴿ حرما امنا ويتخطف الناس من حولهم ﴾قَتْلًا وَسبيًا دُونهم ﴿ افبالباطل﴾الصَّنمِ ﴿ يومنون وبنعمة الله يكفرون (٦٧)﴾بِاِشْرَاكِهِم﴿ ومن اظلم ﴾اَى لَا اَحَدٌ اَظْلَمُ ﴿ ممن افترى على الله كذبا ﴾بِاَنْ اَشْرَكَ بِه ﴿ او كذب بالحق ﴾النَّبِيِّ اَوِ الْكِتابِ﴿ لما جاءه ط اليس في جهنم مثوى ﴾مَاوًى ﴿ للكفرين (٦٨)﴾اَى فِيهِ ذالكَ وَهوَ مِنهُمْ﴿ والذين جاهدوا فينا ﴾فى حَقِّنَا﴿لنهدينهم سبلنا﴾اَى طُرقَ السيرِ اِلَيْنَا﴿ وان الله لمع المحسنين (٦٩)﴾المومِنِينَ بِالنَّصْرِ والعَونِ.

﴿ترجمه﴾

اور یہ دنیا کی زندگی تو نہیں مگر کھیل کود...... (اور رہی عبادتیں تو چونکہ آخرت میں ان کا ثمرہ ظاہر ہوگا تو یہ عبادتیں امور آخرت میں سے ہیں) اور بیشک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے (الحیوان بمعنی الحیاۃ ہے) اگر جانتے (اس بات کو تو دنیا کو آخرت

پر ترجیح نہ دیتے) پھر جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں اللہ کو پکارتے ہیں خالص اسی کو پکارتے ہیں (یعنی اس کے غیر کو اس کے ساتھ نہیں پکارتے کیونکہ وہ شدت تکلیف میں ہوتے ہیں اور تکالیف کو دور کرنے والی ذات اللہ ﷻ ہی کی ہے......) پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے جبھی وہ (اس کے ساتھ) شرک کرنے لگتے ہیں کہ ناشکری کریں ہماری دی ہوئی (نعمت) کی اور برتیں (ملکر بتوں کی عبادت کرکے برت لیں یہ حکم بطور تہدید ہے، ایک قرائت میں "لیتمتعوا" لام ساکنہ کے ساتھ ہے) تو اب جاننا چاہتے ہیں (اس کا انجام) کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا (یعنی نہ جانا) کہ ہم نے (ان کے شہر مکہ مکرمہ کو) حرمت والی زمین پناہ بنائی اور ان کے آس پاس والے لوگ (ان کے لوگوں کے علاوہ) اچک لیے جاتے ہیں (قتل کردیئے جاتے اور قیدی بنالئے جاتے) تو کیا باطل (یعنی بتوں) پر ایمان لاتے ہیں اور (اللہ ﷻ کا شریک ٹھہراکر) اللہ کی دی ہوئی نعمت سے ناشکری کرتے ہیں اور اس سے بڑھ کر ظلم کون (یعنی کوئی نہیں) جو اللہ پر جھوٹ باندھے (اس کا شریک ٹھراکر) یا حق کو جھٹلائے (یعنی نبی ﷺ یا کتاب کو) جب وہ اس کے پاس آئے کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانہ نہیں (یعنی جہنم کفار کا ٹھکانہ ہے اور یہ جھٹلانے والا کافر ہے، جہنمی ہے) اور جنہوں نے ہم میں (یعنی ہمارے حق میں) کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے (یعنی وہ رستے جن سے وہ ہمارے قرب کی طرف آئیں گے، یعنی اس کی مدد ونصرت) محسنین (یعنی مومنین) کے ساتھ ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿وما هذه الحيوة الدنيا الا لهو ولعب وان الدار الاخرة لهي الحيوان﴾

و: عاطفہ، ما: نافیہ، هذه: مبدل منہ، الحيوة الدنيا: بدل، ملکر مبتدا، الا: اداۃ حصر، لهو: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لعب: معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ان: حرف مشبہ، الدار الاخرة: اسم، لام: تاکیدیہ، هي الحيوان: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لو كانوا يعلمون ٥ فاذا ركبوا في الفلك عدوا الله مخلصين له الدين﴾.

لو: شرطیہ، كانوا يعلمون: جملہ فعلیہ جزا محذوف "ما اثروا الحيوة الدنيا" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ، ف: مستانفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، ركبوا في الفلك: فعل با فاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، عدوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، مخلصين: اسم فاعل با فاعل، له: ظرف لغو، الدين: مفعول، ملکر شبہ جملہ ہوکر حال، ملکر فاعل، الله: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلما نجهم الى البر اذاهم يشركون٥﴾.

ف: عاطفہ، لما: شرطیہ، نجهم: فعل با فاعل، الى البر: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، اذا: فجائیہ، هم: مبتدا، يشركون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ليكفروا بما اتينهم وليتمتعوا فسوف يعلمون٥﴾.

ليكفروا: فعل امر غائب لتهديد با فاعل، بما اتينهم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ليتمتعوا: فعل امر غائب لتهديد با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: فصیحیہ، سوف: حرف استقبال، يعلمون: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اولم يروا انا جعلنا حرما امنا ويتخطف الناس من حولهم﴾.

همزه: حرف استفہام، و: عاطفہ، لم يروا: فعل نفی با فاعل، انا: حرف مشبہ واسم، جعلنا: فعل با فاعل، و: حالیہ، يتخطف الناس من حولهم: جملہ فعلیہ "بلدهم مكة" ذوالحال محذوف کیلئے حال، ملکر مفعول اول، حرما امنا: مرکب توصیفی مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، فعل محذوف "لقد جعلنا هم امنين قادين في مكة ولم يعلموا ذلك" پر معطوف ہے۔

﴿افبالباطل یومنون وبنعمة الله یکفرون۝﴾۔
ھمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، با لباطل: ظرف لغو مقدم، یومنون: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، بنعمة الله: ظرف لغو مقدم، یکفرون: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن اظلم ممن افتری علی الله کذبا او کذب بالحق لما جاء ہ﴾۔
و: مستانفہ، من: استفہامیہ مبتداء، اظلم: اسم تفضیل با فاعل، من: جار، من: موصولہ، افتری علی الله کذبا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، کذب بالحق: فعل با فاعل وظرف لغو، لما: ظرفیہ بمعنی حین مضاف، جاء ہ: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الیس فی جھنم مثوی للکفرین۝﴾۔
ھمزہ: حرف استفہام، لیس: فعل ناقص، فی جھنم: ظرف مستقر خبر مقدم، مثوی: موصوف، للکفرین: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم، مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان الله لمع المحسنین۝﴾۔
و: عاطفہ، الذین: موصول، جاھدوا فینا: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتداء، لام: قسمیہ، نھدینھم سبلنا: فعل با فاعل ومفعول اول ومفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، لام: تاکید، مع المحسنین: ظرف متعلق بمحذوف خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

لھو لعب کے معانی احادیث کے تناظر میں:

۱......جس کام میں انسان اس قدر مشغول ہو جائے کہ اس کام کے علاوہ دوسرے کام سے غافل ہو جائے تو اس کام کو لہو ولعب کہتے ہیں۔ (النھایة، ج ٤، ص ٢٤٢)

بعض کھیل ایسے ہیں جس کی وجہ سے انسان اپنے جسم کو توانا، طاقتور اور چاق چوبند رکھتا ہے، ایسے کھیل یقیناً جائز ہی ہیں اور ان سے مقصود یہی ہو کہ اللہ کی عبادت پر قوت حاصل کرنے کے لئے اپنے جسم کو طاقتور بنانے کی غرض مطلوب ہے تو نہ صرف جائز بلکہ کارِ خیر اور باعثِ اجر و ثواب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اللہ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتا ہے: (۱) تیر کا بنانے والا جو اس کو خیر اور طلب ثواب کے لئے بناتا ہو، (۲) تیر پھینکنے والا، (۳) اس کی امداد کرنے والا، تم تیراندازی کرو اور سواری کرو، اور تیراندازی کرنا سواری کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے، ہر وہ چیز جس سے مسلمان لہو کرتا ہے (یعنی کھیلتا ہے) وہ باطل ہے۔ ماسوا اس کا کمان سے تیر پھینکنا، اپنے گھوڑے کو تربیت دینا اور زوجہ سے ملاعبت کرنا''۔ (سنن الترمذی، کتاب فضائل الجهاد عن رسول الله ﷺ، باب: ماجاء فی فضل الرمی، رقم: ١٦٤٣، ص ٥٠٢)

☆......حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو شخص کسی کھیل کے مہروں (مثلاً لوڈو کی گوٹوں) کے ساتھ کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی''۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب: نهی عن اللعب، رقم: ٤٩٣٨، ص ٩٢٣)

☆......سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: ''جس نے نردشیر کھیلا گویا سوئر کے گوشت وخون میں اپنا ہاتھ ڈال دیا''۔
(صحیح مسلم، کتاب الشعر، باب: تحریم اللعب بالنرد شیر، رقم (٥٧٨٩)/٢٢٦٠، ص ١٦١٣٢)

☆......دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اصحاب شاہ جہنم میں ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ میں نے تیرے بادشاہ کو مار ڈالا''، مراد اس سے شطرنج کھیلنے والے ہیں جو بادشاہ پر شہ دیا کرتے ہیں اور مات کرتے ہیں۔

(كنز العمال، كتاب اللهو، رقم ٤٠٦٤٧، ج ٨، ص ٩٥)

☆......ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے چوپایوں کو لڑانے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن الترمذی، كتاب الجهاد، باب: ما جاء فی كراهية التحريش بين البهائم، رقم ١٧١٤، ص ٥١٩)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دو آوازیں دنیا و آخرت میں ملعون ہیں، نغمہ کے وقت باجے کی آواز اور مصیبت کے وقت رونے کی آواز''۔

(مجمع الزوائد، كتاب الجنائز، باب: فی النوح، رقم: ٤٠١٧، ج ٣، ص ٧٥)

☆......ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے گانے باجے سے، گانا سننے سے، غیبت سے، غیبت سننے سے، چغلی سے، چغلی سننے سے منع فرمایا۔

(كنزالعمال، كتاب اللهو، رقم: ٤٠٦٥٥، ج ٨، ص ٩٥)

چند مسائل:

مسئلہ نمبر ۱: گنجفہ (تاش کی طرح کھیلے جانے والا ایک کھیل)، چوسر (ایک قسم کا جوا، نردشیر) کھیلنا ناجائز ہے، شطرنج کا بھی یہی حکم ہے، ایسی طرح لہو ولعب کی جتنی قسمیں ہیں سب باطل ہیں، صرف تین قسم کے لہو کی حدیث میں اجازت ہے، بی بی سے مُلاعبت کرنا، گھوڑے کی سواری، تیر اندازی کرنا۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، كتاب الحظروالاباحة، باب: الاستبراء وغيره، فصل فی البيع، ج ٩، ص ٥٦٥)

مسئلہ نمبر ۲: ناچنا، تالی بجانا، ستار، ایک تارہ، دوتارہ، ہارمونیم، چنگ، طنبورہ بجانا، اسی طرح دوسرے قسم کے باجے سب ناجائز ہیں۔

(المرجع السابق)

سفر کی سنتیں و آداب:

۲......﴿سبحان الذی سخرلنا هذا وما كنا له مقرنين وانا الی ربنا لمنقلبون پاکی ہے اُسے جس نے اس سواری کو ہمارے بس میں کر دیا اور یہ ہمارے قابو میں نہ تھی (الزخرف: ١٤)﴾

☆......کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ غزوہ تبوک کو پنجشنبہ یعنی جمعرات کے دن روانہ ہوئے اور جمعرات کو سفر اختیار کرنا سید عالم ﷺ کو پسند تھا۔

(صحيح البخاری، كتاب الجهاد، باب: من اراد غزوة، رقم: ٢٩٥٠، ص ٤٨٨)

☆......ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تنہائی کی خرابیوں کو جو کچھ میں جانتا ہوں اگر دوسرے جانتے تو کوئی سوار رات میں تنہا نہ جاتا''۔

(صحيح البخاری، كتاب الجهاد، باب: السير وحده، رقم: ٢٩٩٨، ص ٤٩٥)

☆......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب سفر میں تین شخص ہوں تو ایک کو امیر یعنی سردار بنالیں''۔

(سنن ابی داؤد، كتاب الجهاد، باب: فی القوم يسافرون يومرون، رقم: ٢٦٠٨، ص ٤٨٧)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''سفر عذاب کا ٹکڑا ہے، سونا اور کھانا پینا سب کو روک دیتا ہے، لہذا جب کام پورا کرلے جلدی گھر کو واپس ہو''۔ (صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب السفر قطعة من العذاب، رقم: (٤٨٠٤)/١٩٢٧، ص ٩٧٦)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''رات میں چلنے کو لازم کرلو کیونکہ رات میں زمین لپیٹ دی جاتی ہے یعنی رات میں راستہ جلد طے ہوتا ہے۔

(سنن ابی داؤد، كتاب الجهاد، باب: فی الدلجة، رقم: ٢٥٧١، ص ٤٨١)

☆......حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی سفر سے واپس آئے تو گھر والوں کے لئے کچھ

ہدیہ لائے اگرچہ جھولی میں پتھر ہی ڈال لائے''۔ (کنزالعمال، کتاب السفر، رقم:۱۷۵۰۲،ج۳،ص۳۰۱)

☆...... کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے دن میں چاشت کے وقت تشریف لاتے، تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر لوگوں کے لئے مسجد میں بیٹھ جاتے۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب:استحباب رکعتین فی المسجد، رقم:(۱۵۴۳)/۷۱٦،ص۳۲۹)

چند مسائل:

مسئلہ نمبر۱: عورت کو بغیر شوہر یا محرم کے تین دن یا زائد سفر کرنا جائز نہیں اور تین دن سے کم سفر اگر کسی مرد صالح یا بچہ کے ساتھ کرے تو جائز ہے، باندی کے لئے بھی یہی حکم ہے۔(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحظر والاباحۃ،باب:الاستبراء، فصل فی البیع،ج۹،ص۵۵۹)

مسئلہ نمبر۲: جہاد کے سوا کسی کام کے لئے سفر کرنا چاہتا ہے مثلاً تجارت یا حج یا عمرہ کے لئے سفر کرنا چاہتا ہے اس کے لئے والدین کی اجازت حاصل کرے، اگر والدین سفر سے منع کریں اور اس کو اندیشہ ہو کہ میرے جانے کے بعد ان کی کوئی خبر گیری نہ کرے گا اور اس کے پاس اتنا مال بھی نہیں ہے کہ والدین کو بھی دے اور سفر کے مصارف بھی پورے کرے، ایسی صورت میں بغیر اجازت والدین سفر کو نہ جائے اور اگر والدین محتاج نہ ہوں، ان کا نفقہ اولاد کے ذمہ نہ ہو مگر وہ سفر خطرناک ہے، ہلاکت کا اندیشہ ہے جب بھی بغیر اجازت سفر نہ کرے اور ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو تو بغیر اجازت سفر کرسکتا ہے۔ بغیر اجازت والدین علم دین پڑھنے کے لئے سفر کیا اس میں حرج نہیں اور اس کو والدین کی نافرمانی نہیں کہا جائے گا۔(الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب السادس والعشرون فی الرجل یخرج الی السفر ویمنعہ ابواہ،ج۵،ص۴۴۵)

اغراض:

واما القرب: جیسا کہ توحید، ذکر اور عبادت۔ **بمعنی الحیاۃ:** مراد دائمی حیات ہے جس میں زوال نامی کوئی چیز نہیں ہوتی۔

ما آثروا الدنیا علیھا: "لو" کا جواب ہے، یعنی دنیاوی لذتوں کو آخرت پر مقدم رکھتے تھے۔

امر تھدید: دونوں فعل (لیکفروا اور لیتمتعوا) میں تہدیدی حکم ہے اور وعید کا ترتب بھی انہیں پر ہے۔

ای لا احد: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے استفہام انکاری مراد ہے۔ (الصاوی،ج۴، ص ۳۲۲)

ایک اہم بات

صلوا علی الحبیب:صلی اللہ علی محمد

توبہ کا دروازہ

یہ وہ نشانی ہے جو قیامت قائم ہونے سے کچھ پہلے ظاہر ہوگی، سورج کا مغرب سے طلوع ہوتے ہی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، اُس وقت کا ایمان قابل قبول نہیں ہوگا۔ حضرت صفوان بن عسال روایت کرتے ہیں: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے توبہ کا دروازہ کھلا ہوگا، اس دروازے کی لمبائی ستّر سال کی راہ ہے اور جب تک سورج مشرق سے طلوع ہوتا رہے گا یہ دروازہ کھلا رہے گا، اور جیسا ہی سورج مغرب سے طلوع ہوا، اب توبہ کرنا فائدہ نہ دے گا''۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب:طلوع الشمس من مغربھا، رقم: ۴۰۷۰، ص۶۷۳)۔

سورة الروم مكية وهى ستون او تسع وخمسون آية

سورۃ الروم مکی ہے اور اس میں ۶۰ یا ۵۹ آیات ہیں

تعارف سورة الروم

یہ سورت ۸۱۹ کلمات، چھ رکوع اور ۳۵۳۴ حروف کا مجموعہ ہے، روم کی ہار کے بارے میں ابتدائی طور پر ذکر پایا جاتا ہے جسے ہم نے حاشیہ نمبر۱ میں ذکر کیا ہے ساتھ ہی شان نزول کے تحت بھی کلام کیا ہے۔ تاہم مزید جو موضوعات ہیں وہ یہ ہیں کہ انسان اپنی ظاہری جاہ وحشمت پر اتنا مغرور ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے اعمال بد کے نتائج کی بھی فکر نہیں کرتا اور یہی سمجھتا ہے کہ وہ ہمیشہ ہی حسن وشباب، مال ودولت اور نعمتوں میں پلتا رہے گا اُسے کبھی زوال کا موتھ نہ دیکھنا پڑے گا، انسان کو خوابِ غفلت سے جگانے کے لئے اللہ ﷻ نے جو نظام حیات اپنے حبیب ﷺ کے ذریعے بھیجا اسی کو نظام فطرت کہتے ہیں، جس میں یہ باور کرایا گیا ہے کہ دین اسلام عین فطری تقاضوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے، اور یہ کسی انسان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہرگز نہیں بنتا، لیکن اسے وہی تسلیم کرے گا جو دل سے مسلمان ہے ورنہ اسی دین کو انتہاء پسندی اور رجعت پسندی اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھنے والے لوگ ہر دور میں دیکھے جاتے ہیں۔

اس سورت میں مختلف مقامات پر اللہ ﷻ کی قدرت اور حکمت کی روشن دلیلیں ذکر کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ وہی خدا ہے جو ان صفات کمال سے متصف ہے، اس کے علاوہ سب عاجز ہیں۔

رکوع نمبر: ۴

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿الم (۱)﴾اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذٰلِكَ ﴿ غلبت الروم (۲)﴾وَهُمْ اَهْلُ كِتَابٍ غَلَبَتْهَا فَارِسُ وَلَيْسُوا اَهْلَ كِتَابٍ بَلْ يَعْبُدُونَ الْاَوْثَانَ فَفَرِحَ كُفَّارُ مَكَّةَ بِذٰلِكَ وَقَالُوا لِلْمُسْلِمِينَ نَحْنُ نَغْلِبُكُمْ كَمَا غَلَبَتْ فَارِسُ الرُّومَ ﴿ فى ادنى الارض ﴾اَىْ اَقْرَبَ اَرْضِ الرُّومِ اِلٰى فَارِسَ بِالْجَزِيْرَةِ اِلْتَقٰى فِيهَا الْجَيْشَانِ وَالْبَادِى بِالْغَزْوِ الْفُرْسُ﴿ وهم ﴾اَىِ الرُّومُ﴿ من ؎ بعد غلبهم ﴾اُضِيفَ الْمَصْدَرُ اِلَى الْمَفْعُولِ اَىْ غَلَبَةُ فَارِسَ اِيَّاهُمْ ﴿ سيغلبون (۳)﴾فَارِسَ ﴿ فى بضع سنين ﴾هُوَ مَا بَيْنَ الثَّلَاثِ اِلَى التِّسْعِ اَوِ الْعَشْرِ فَالْتَقَى الْجَيْشَانِ فِى السَّنَةِ السَّابِعَةِ مِنَ الْاِلْتِقَاءِ الْاَوَّلِ وَغَلَبَتِ الرُّومُ فَارِسَ ﴿ لله الامر من قبل ومن بعد ط﴾اَىْ مِنْ قَبْلِ غَلَبَةِ الرُّومِ وَمِنْ بَعْدِهٖ الْمَعْنٰى اَنَّ غَلَبَةَ فَارِسَ اَوَّلًا وَغَلَبَةَ الرُّومِ ثَانِيًا بِاَمْرِ اللّٰهِ اَىْ اِرَادَتِهٖ ﴿ ويومئذ ﴾اَىْ يَوْمَ تَغْلِبُ الرُّومُ﴿ يفرح المومنون (۴) بنصر الله﴾اِيَّاهُمْ عَلٰى فَارِسَ وَقَدْ فَرِحُوا بِذٰلِكَ وَعَلِمُوا بِهٖ يَوْمَ وُقُوعِهٖ يَوْمَ بَدْرٍ بِنُزُولِ جِبْرَائِيلَ بِذٰلِكَ فِيهِ مَعَ فَرَحِهِمْ بِنَصْرِهِمْ عَلَى الْمُشْرِكِينَ فِيهِ﴿ ينصر من يشاء وهو العزيز ﴾الْغَالِبُ﴿ الرحيم (۵)﴾بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿وعد الله ط﴾مَصْدَرٌ بَدَلٌ مِنَ اللَّفْظِ بِفِعْلِهٖ وَالْاَصْلُ وَعَدَهُمُ اللّٰهُ النَّصْرَ﴿ لا يخلف الله وعده ﴾بِهٖ﴿ولكن اكثر الناس ﴾اَىْ كُفَّارُ مَكَّةَ﴿ لا يعلمون (۶)﴾وَعْدَهٗ تَعَالٰى بِنَصْرِهِمْ﴿ يعلمون ظاهرا من الحيوة الدنيا صلے ج﴾اَىْ مَعَاشِيْهَا مِنَ التِّجَارَةِ وَالزِّرَاعَةِ

والبِنَاءِ و الغَرسِ و غَيرِ ذالِکَ﴿وھم عن الاخرۃ ھم غفلون (۷)﴾اِعادَتُھم تَاکِیدٌ﴿ اولم یتفکروا فی انفسھم قف﴾لِیَرجِعُوا عَن غَفلَتِھِم﴿ ما خلق اللہ السموت والارض وما بینھما الا بالحق واجل مسمی ﴾لِذالِکَ تَفنی عِندَ انتِھائِہٖ وَبَعدَہُ البَعثُ﴿وان کثیرا من الناس﴾اَی کُفارُمکۃ﴿بلقایٔ ربھم لکفرون (۸)﴾اَی لَا یُؤمِنُونَ بِالبَعثِ بَعدَ المَوتِ﴿ اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم ﴾مِنَ الاُمَمِ وھِیَ اِھلاکُھم بِتَکذِیبِھِم رُسُلَھُم﴿ کانوا اشد منھم قوۃ ﴾کَعادٍ وثَمودَ﴿واثاروا الارض﴾حَرَثُوھا وَقَلَّبُوھا لِلزَّرعِ والغَرسِ﴿وعمروھا اکثر مما عمروھا﴾اَی کُفارُ مکۃَ﴿ وجاء تھم رسلھم بالبینت ط﴾بِالحُجَجِ الظَّاھِراتِ﴿ فما کان اللہ لیظلمھم ﴾بِاِھلاکِھِم بِغَیرِ جُرمٍ﴿ ولکن کانوا انفسھم یظلمون (۹)﴾بِتَکذِیبِھِم رُسُلَھم﴿ثم کان عاقبۃ الذین اساء وا السوای ﴾تَانِیثُ الاَسوءِ الاَقبَحِ خَبرُ کَانَ علی رَفعِ عَاقِبۃُ واِسمُ کَانَ علی مَنصوبِ عَاقِبَۃَ والمُرادُ بِھا جَھنَّمُ و اِساءَتُھُم﴿ان﴾بِاَن﴿ کذبوا بایت اللہ ﴾القرآنِ﴿وکانوا بھا یستھزء ون (۱۰)﴾.

﴿ترجمہ﴾

الم(اس کی جو مراد ہے اللہ با خوبی جانتا ہے) رومی......۱......مغلوب ہوئے (یہ لوگ اہل کتاب تھے ان پر فارس......۲......کے لوگ جو بت پرست تھے غالب آگئے تھے اسے دیکھ کر کفار مکہ خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہنے لگے جیسا کہ فارس کے رہنے والے رومیوں پر غالب آئے ہیں اس طرح ہم تم لوگوں پر غالب آجائیں گے) پاس کی زمین میں (اس جزیرے میں جو فارس کے مقابلے میں روم سے زیادہ قریب تھا ان دونوں فوجوں کو دوبارہ ٹکراؤ پہلی جنگ کے ساتویں سال میں ہوا اور اس جنگ میں رومی فارسیوں پر غالب آگئے......۳......) اور وہ (یعنی رومی) اپنی مغلوبی کے بعد (غلبھم میں مصدر اپنے مفعول کی طرح مضاف ہے، یعنی رومی فارسیوں سے مغلوب ہونے کے بعد) عنقریب (فارسیوں پر) غالب ہوں گے چند برس میں (چنانچہ دونوں لشکروں کے درمیان سات سال کے بعد دوسری جنگ ہوئی اور اس میں رومی فارسیوں پر غالب آگئے، لفظ بضع کا اطلاق تین سے لے کر نو یا دس تک پر ہوتا ہے) حکم اللہ ہی کا ہے، آگے اور پیچھے (یعنی رومیوں کے غالب آنے سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی، معنی یہ ہے کہ پہلی بار فارسیوں کا اور دوسری بار رومیوں کا غالب آنا امر الٰہی یعنی اسی کے ارادے سے تھا) اور اس دن (جس دن رومی غالب آئیں گے) ایمان والے خوش ہوں گے اللہ کی مدد سے (کہ اللہ ﷻ نے فارسیوں کے خلاف رومیوں کی مدد فرمائی اور مومنین اس پر خوش ہوئے اس فتح کے وقوع کی خبر مسلمانوں کو یوم بدر میں ہوئی کہ حضرت جبریل علیہ السلام اس خبر کو لے کر میدان بدر میں نازل ہوئے اسی خوشی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو بدر میں مشرکین کے خلاف فتح و نصرت ملنے کی بھی خوشی تھی......۴......) مدد کرتا ہے جس کی چاہے اور وہی ہے غالب (عزیز بمعنی غالب ہے) اور (مومنوں پر) مہربان اللہ کا وعدہ (وعد مصدر ہے جسے فعل کی جگہ ذکر کیا گیا ہے اصل یوں ہے وعدھم اللہ النصر) اللہ اپنا وعدہ خلاف نہیں کرے گا لیکن بہت لوگ (یعنی کفار مکہ) نہیں جانتے (کہ اللہ ﷻ نے مومنین سے مدد کا وعدہ فرمایا ہے) جانتے ہیں آنکھوں کے سامنے کی دنیوی زندگی (یعنی اپنے دنیاوی معاش یعنی تجارت، زراعت، تعمیرات، کھیتی باڑی وغیرہ) اور آخرت سے پورے بے خبر ہیں (ھم ضمیر کا اعادہ بطور تاکید ہے) کیا انہوں نے اپنے جی میں نہ سوچا (کہ اپنی غفلت سے باز آجائیں) کہ اللہ نے پیدا نہ کئے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مگر حق اور (اس کے لیے) ایک مقررہ

میعاد سے (جس کے ختم ہونے پر وہ فناہ ہو جائیں گے، اور یہ موت کے بعد ہوگا) اور بیشک بہت سے لوگ (یعنی کفار مکہ) اپنے رب سے ملنے کا انکار رکھتے ہیں (یعنی مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر ایمان نہیں رکھتے) اور کیا انہوں نے زمین میں سفر کیا کہ ان سے اگلوں (یعنی پچھلی امتوں) کا انجام کیا ہوا (کہ انہیں ان کے رسولوں کو جھٹلانے کے سبب ہلاک کر دیا گیا) وہ ان سے زیادہ زورآور تھے (جیسے قوم ثمود اور عاد) اور زمین کی جوتی (ان لوگوں نے زمین میں کھیتی باڑی کی، کھیتی باڑی کرنے کے لیے اور درخت وغیرہ کو لگانے کے لیے زمین کی کھدائی کر کے اسے خوب الٹ پلٹ کیا تھا......۵) اور آباد کی ان کی (یعنی کفار مکہ کی) آبادی سے زیادہ اور ان کے رسول ان کے پاس روشن نشانیاں لائے (بینت کے معنی واضح دلائل ہیں) تو اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا (بغیر کسی جرم کے انہیں ہلاک کر دیتا) ہاں وہ خود ہی (اپنے رسولوں کو جھٹلانے کے سبب) اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے پھر جنہوں نے حد بھر کی برائی کی ان کا انجام یہ ہوا (السوای یہ اسوا کا مونث ہے بمعنی اقبح، عقبۃ کو مرفوع پڑھنے کی صورت میں "السوای" "کان" کی خبر ہے اور منصوب پڑھنے کی صورت میں یہ "کان" کا اسم ہوگا اس سے مراد جہنم ہے اور ان کافروں کی برائی کا بیان آگے آرہا ہے) کہ (ان بمعنی بان ہے) اللہ کی آیتیں (یعنی قرآن پاک کو) جھٹلانے لگے اور ان کے ساتھ تمسخر کرتے۔

﴿ترکیب﴾

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

ب: جار، اسم: مضاف، اللہ: موصوف، الرحمن الرحیم: صفتان، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر فعل محذوف "اشرع" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الم o غلبت الروم o فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون o فی بضع سنین﴾.

الم: "ھذہ" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، غلبت الروم: فعل مجہول و نائب الفاعل، فی ادنی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ھم: مبتدا، من بعد غلبھم: ظرف لغو مقدم، سیغلبون: فعل با فاعل، فی بضع سنین: ظرف لغو، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿للہ الامر من قبل ومن بعد﴾.

للہ: ظرف مستقر خبر مقدم، الامر: ذوالحال، من قبل: ظرف مستقر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من بعد: ظرف مستقر معطوف، ملکر حال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویومئذ یفرح المومنون o بنصر اللہ ینصر من یشاء وھو العزیز الرحیم o﴾

و: عاطفہ، یومئذ: ظرف مقدم، یفرح المومنون: فعل و فاعل، بنصر اللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ینصر: فعل با فاعل، من یشاء: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، ھو: مبتدا، العزیز الرحیم: خبران، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وعد اللہ لا یخلف اللہ وعدہ ولکن اکثر الناس لا یعلمون o﴾

وعد اللہ: ذوالحال، لا یخلف اللہ: فعل نفی و فاعل، وعدہ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر ماقبل جملے "سیغلبون......الخ، یفرح المومنون" کی تاکید واقع ہے، و: عاطفہ، لکن: حرف مشبہ، اکثر الناس: اسم، لا یعلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یعلمون ظاھرا من الحیوۃ الدنیا وھم عن الاخرۃ ھم غفلون o﴾

یعلمون: فعل با فاعل، ظاھرا: موصوف، من الحیوۃ الدنیا: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، ھم: مؤکد، ھم: ثانیہ تاکید، ملکر مبتدا، عن الاخرۃ: ظرف لغو، غفلون: اسم فاعل با فاعل، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولم یتکفروا فی انفسھم ما خلق اللہ السموت والارض وما بینھما الا بالحق واجل مسمی﴾۔
ھمزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ، لم یتفکروا: فعل نفی بافاعل، فی انفسھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ما خلق: فعل نفی، اللہ: فاعل، السموت: معطوف علیہ، والارض: معطوف اول، وما بینھما: معطوف ثانی، ملکر ذوالحال، الا: اداۃ حصر، ب: جار، الحق: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اجل مسمی: معطوف، ملکر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان کثیرا من الناس بلقائی ربھم لکفرونo﴾۔
و: عاطفہ، ان: حرف مشبہ، کثیرا: موصوف، من الناس: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم، ب: جار، لقاء ی ربھم: مجرور، ملکر ظرف لغو مقدم، کفرون: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم﴾۔
ھمزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "اقعدوا فی اماکنھم" لم یسیروا فی الارض: فعل نفی بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، ینظروا: فعل بافاعل، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، عاقبۃ الذین من قبلھم: اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر معطوف، ملکر جملہ فعلیہ معطوفہ۔

﴿کانوا اشد منھم قوۃ واثاروا الارض وعمروھا﴾۔
کانوا: فعل ناقص بااسم، اشد: اسم تفضیل با "ھو" ضمیر ممیز، قوۃ: تمیز، ملکر فاعل، منھم: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ تفسیریہ، و: عاطفہ، اثاروا: فعل بافاعل، الارض: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، عمروا: فعل بافاعل، ھا: ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجاء تھم رسلھم بالبینت فما کان اللہ لیظلمھم ولکن کانوا انفسھم یظلمونo﴾
و: عاطفہ، جاء تھم رسلھم: فعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ما: نافیہ، کان اللہ: فعل ناقص واسم، لام: جار، یظلم: فعل بافاعل، ھم: ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، لکن: حرف استدراک، کانوا: فعل ناقص بااسم، انفسھم یظلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم کان عاقبۃ الذین اساء وا السوای ان کذبوا بایت اللہ وکانوا بھا یستھزء ونo﴾۔
ثم: عاطفہ، کان: فعل ناقص، عاقبۃ: مضاف، الذین: موصول، اساء وا السوای: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر خبر مقدم، ان: مصدریہ، کذبوا بایت اللہ: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کانوا: فعل ناقص بااسم، بھا یستھزء ون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆...... غلبت الروم ......☆ فارس وروم کے درمیان جنگ تھی اور چونکہ اہل فارس مجوسی تھے اس لئے مشرکین عرب ان کا غلبہ پسند کرتے تھے، رومی اہل فارس مجوسی تھے، رومی اہل کتاب تھے اس لئے مسلمانوں کو ان کا غلبہ اچھا معلوم ہوتا تھا، خسرو پرویز بادشاہ فارس نے رومیوں پر لشکر بھیجا اور قیصر روم نے بھی لشکر بھیجا، یہ لشکر شام کے قریب مقابل ہوئے اہل فارس غالب ہوئے، مسلمانوں کو یہ خبر گراں گزری، کفار مکہ اس سے خوش ہوکر مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم بھی اہل کتاب اور نصاری بھی اہل کتاب اور ہم بھی اُمی اور اہل فارس بھی اُمی، ہمارے بھائی اہل فارس تمہارے بھائیوں رومیوں پر غالب ہوئے، ہماری تمہاری جنگ ہوئی تو ہم بھی تم پر غالب ہونگے، اس پر یہ آیت نازل ہوئیں اور انہیں خبر دی گئی کہ چند سال میں پھر رومی اہل فارس پر غالب آجائیں گے، یہ آیتیں سن کر حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار مکہ میں جا کر اعلان کر دیا کہ خدا کی قسم ! رومی ضرور اہل فارس پر غلبہ پائیں گے، اے اہل مکہ تم اس وقت کے نتیجہ جنگ سے خوش مت ہو، ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ ابی بن خلف کافر آپ کے مقابل کھڑا ہو گیا، اور آپ کے اور اس کے درمیان سو سو اونٹ کی شرط ہو گئی، اگر نو سال میں اہل فارس غالب آ جائیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اُبی کو سو اونٹ دینگے اور اگر رومی غالب آ جائیں تو اُبی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ دے گا، اس وقت تک قمار کی حرمت نہ ہوئی تھی۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

دور حاضر میں روم سے مراد کون سا علاقہ ہے؟

۱......روم اٹلی کا دار الحکومت ہے، ملک کا سب سے بڑا شہر ہے، مرکزی مشرقی اٹلی کے علاقے (Lazio) کا صدر مقام ہے۔ شہر کی آبادی پچیس لاکھ اور پورے صوبے روم کی آبادی ۳۸ لاکھ ہے۔ روم کی معلومات روایتوں اور داستانوں میں ملتی ہے، تاہم جدید تحقیقات اس نظریئے کو تقویت دیتی ہیں کہ شہر کی بنیاد آٹھویں قبل مسیح میں پڑی، شہر روم رومی بادشاہت کا دار الحکومت بنا (جن پر روایات کے مطابق بادشاہوں کی سات پشتوں نے حکومت کی)۔ اور پھر رومی جمہوریہ کا دار الحکومت بن گیا۔ (جس میں ایوان بالا اور سینٹ کو زیادہ اختیارات حاصل ہوئے تھے)۔ اور بالآخر رومی سلطنت کا دار الحکومت بنا جس پر شہنشاہ حکومت کرتے تھے۔ یہ کامیابی اور برتری فوجی اقتدار کے ساتھ ساتھ اقتصادی غلبہ کی وجہ سے بھی تھی۔ جس نے اپنے اندر ہمسایہ تہذیبوں خاص کر ایسٹروکسن (قدیم مقامی باشندے) اور یونانی باشندوں کو جذب کر لیا۔ روم کی برتری پورے یورپ اور بحیرۂ روم کے ساحلوں پر بڑھتی گئی جب کہ اس کی آبادی دس لاکھ سے بڑھ گئی۔ تقریباً ایک ہزار سال تک روم مغربی دنیا کا سب سے اہم سیاسی مرکز، امیر ترین اور سب سے بڑا شہر رہا، اور یہ برتری سلطنتوں کے اتار چڑھاؤ سے متاثر نہ ہوئی تھی حتی کہ اس کا دار الحکومت ہونے کا اعزاز بھی چھن گیا۔ اور اس کی جگہ مشرقی دار الحکومت قسطنطنیہ نے لے لی۔ روم اٹلی کے (Lazio) کے علاقے دریائے آئینے اور دریائے تیبر کے سنگم پر واقع ہے۔ گرچہ مرکز شہر بحیرہ روم سے ۲۴ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ شہر کا ساحل سمندر تک پھیلا ہوا ہے۔ جہاں جنوب مغربی شہر اوستیہ واقع ہے۔ سطح سمندر سے شہر کی بلندی (piazza del popolo) تیرہ میٹر بڑھتی ہوئی (monte mairo) کی چوٹی پر ۱۲۰ میٹر تک پہنچتی ہے۔ شہر کا رقبہ ۱۲۸۵ مربع کلومیٹر تک ہے جو اسے یورپ کے بڑے بڑے دار الحکومت سے بھی ملاتے ہیں۔ روم روایتی طور پر یورپی سیاست میں اہم کردار ادا کرتا رہا ہے۔ ۱۹۵۷ء میں شہر روم نے معاہدے کی میزبانی کی جس میں یورپی معاشیاتی کمپنی کی بنیاد ڈالی۔ جس نے بعد میں باقاعدہ یورپی یونین کی داغ بیل ڈالی۔ اس کے بعد جولائی ۲۰۰۴ء میں یورپی قانون کے باضابطہ دستخط کے اجلاس کی مہمانی کا شرف بھی حاصل رہا ہے اور شہر میں کئی بین الاقوامی تنظیموں کے مرکزی دفاتر بھی قائم ہیں۔ روم عیسائیت کا پہلا مرکز قرار پایا، جہاں روایات کے مطابق پہلی صدی عیسوی میں (saint peter) (saint pou) کا مذہبی بنیاد پر قتل کیا گیا۔ بعد میں روم کے پادری (bishop) نے بابائے روم یا (pop) کا لقب پایا۔

فارس سے مراد کون سا علاقہ ہے؟

۲......۱۹۳۵ء تک فارس ایران کا سرکاری نام تھا، صوبہ فارس ایران کا ایک صوبہ ہے اور اس کا مرکز سینٹر شیراز ہے۔ جنوب مغربی ایشیاء کا ایک ملک ہے جو مشرق وسطی میں واقع ہے۔ ایران کی سرحدیں آرمینیا، آذربائیجان، ترکمانستان، مشرق میں پاکستان اور افغانستان، مغرب میں ترکی اور عراق سے ملتی ہیں۔ مزید براں خلیج فارس بھی اس سے ملحق ہے۔ شیعہ مذہب سرکاری ہے اور قومی زبان فارسی ہے۔ ایران دنیا میں قدیم ترین تہذیبوں میں سے ہے۔ ملکی تاریخ ہزاروں سالوں پر محیط ہے۔ یورپ اور ایشاء کے وسط میں

ہونے کے باعث اس کی تاریخی اہمیت ہے۔ایران اقوام متحدہ غیر وابستہ ممالک کی تحریک (نام)، اسلامی کانفرنس تنظیم (او آئی سی) اور تیل برآمد کرنے والے ممالک کی تنظیم (او پیک) کا بانی رکن ہے۔تیل کے وسیع ذخائر کی بدولت بین الاقوامی سیاست میں اہم ترین کردار ادا کرتا ہے۔لفظ ایران کا مطلب آریاؤں کی سرزمین ہے۔ایران انتہائی متحرک زلزلے کی پٹی پر واقع ہے۔جس کی وجہ سے یہاں آئے دن زلزلے آتے رہتے ہیں سا۱۹۹ء سے اب تک ملک میں ایک ہزار زلزلے کے جھٹکے رکارڈ کئے جا چکے ہیں۔جن سے سرکاری اعداد وشمار کے مطابق ۷ ا ہزار ۶۰۰ جانیں ضائع ہوئیں۔۲۰۰۳ء میں جنوب مشرقی ایران میں زلزلے نے شدید تباہی مچائی۔

روم کا فارس پر غلبہ ہونے کے ضمن میں کفار کے مال کا مباح ہونا:

۶......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿الم غلبت الروم﴾ تو مشرکین نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے نبی نے کیا کہا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ رومی ایرانیوں پر غالب آجائیں گے ،حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے نبی نے سچ کہا ہے، مشرکین نے کہا کیا تم اس پر شرط لگاؤ گے، پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ایک مدت مقرر کردی اور رومیوں کے غلبہ سے پہلے وہ مدت پوری ہوگئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوگئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا تمہیں اس شرط پر کس نے برانگیختہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت نے۔سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس سے پھر بات کرو اور شرط و مدت میں اضافہ کردو''۔حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشرکین سے بات کی اور دوبارہ شرط لگائی، ابھی وہ مدت پوری نہ ہوئی تھی کہ رومی اہل فارس پر غالب آگئے اور انہوں نے مدائن میں اپنے گھوڑے باندھے ،حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیت کی اونٹنیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کو صدقہ کردو یہ مال حرام ہے''۔ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے صدقہ کردیا۔ (الدر المنثور، ج٥،ص٢٨٩)

ہوسکتا ہے کہ کسی قاری کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال حرام کو صدقہ کیوں کیا اور مال حرام مشرکین سے کیوں حاصل کیا اور شرط لگانے کا شرعی حکم بیان کیجئے؟ جان لیں کہ دار الحرب میں عقود فاسدہ جائز ہیں اور دار الحرب کے غیر مسلموں سے سود لینا اسی ضمن میں جائز ہے لیکن سود دے نہیں سکتے۔ھدایۃ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب یعنی مسلمان اور حربی کے مابین دار الحرب میں سود متحقق نہیں ہے''۔(الھدایۃ، کتاب البیوع، باب:الربا، ج٥،ص١٩٤)۔ ہر حربی مباح الدم اور مباح المال ہے، لہذا کافر کا مال مسلمان جب لے لے اور غدر و دھوکہ نہ ہو تو اس کے لئے یہ مال لینا مباح ہے، اگرچہ کافر اسے سود کہے۔چنانچہ اس علت سے واضح ہوا کہ کافر حربی سے سود لینا جائز ہے لیکن سود دے نہیں سکتے، کیونکہ مسلمانوں کا مال تو محفوظ و مامون ہے اسی لئے صاحب ھدایۃ کہتے ہیں: ''لان مالھم مباح فی دارھم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا اذا لم یکن فیہ غدرا یعنی کافروں کا مال ان کے ملک میں مباح و حلال ہے جس طریقے سے بھی مسلمان نے اسے حاصل کیا ہو جب کہ اس میں دھوکہ دہی نہ ہو''۔(الھدایۃ، کتاب البیوع، باب:الرباء، ج٥،ص١٩٤)۔

صاحب فتح القدیر کا مسلک بھی یہی ہے وہ لکھتے ہیں:

وکذا اذا باع منھم میتۃ او خنزیرا او قامرھم واخذ المال یحل کل ذلک عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمھما اللہ تعالی یعنی اور اسی طرح جب کافروں کے ہاتھ مردار یا خنزیر بیچا یا جوا کھیلا اور مال لے لیا تو طرفین کے نزدیک یہ سب حلال ہے۔ (فتح القدیر، کتاب البیوع، باب الربوا، ج٧،ص٣٧)

عنایہ کی عبارت یوں ہے:

ولان مال اهل الحرب فی دارهم مباح بالاباحة الاصلیة یعنی کافر ملک میں کافروں کا مال مسلمانوں کے لئے مباح وحلال ہے۔ (المرجع السابق)

صاحب درمختار کہتے ہیں:

لان ماله ثمة مباح فیحل برضاه مطلقا بلاعذر یعنی کافر کا مال دارالحرب میں مباح ہے تو اس کی رضامندی مطلق ہے جب کہ کوئی دھوکہ نہ ہو۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب البیوع، باب: الربا، ج۷، ص۴۲۲)

خلاف شرع شرط باطل ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی شریعت میں نہیں، جو شرط شریعت کے خلاف ہو وہ باطل ہے، اگرچہ سو شرطیں ہوں اللہ کا حکم حق ہے اور اس کی شرط مؤکد''۔ (صحیح البخاری، کتاب الشروط، باب: الشروط فی الولاء، رقم: ۲۷۲۹، ص۴۴۶)

تمام فقہی جزئیات سے ثابت ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مشرکین سے مال لینا جائز تھا اور اسے صدقہ کرنے میں بھی کوئی قباحت نہیں تھی اور خلاف شرع شرط بھی نہ تھی کہ الزام آئے لہٰذا کسی مسلمان کے ذہن میں وسوسہ نہ آنے پائے اسی لئے ہم نے مفصل جواب کا اہتمام کیا۔

روز بدر مسلمانوں کو دُھری خوشی ملنا:

۴......جس دن رومیوں کو غلبہ ہوگا اہل ایمان اس پر خوش ہونگے، کہ اللہ عزوجل نے اہل کتاب کو ان پر غالب کر دیا جو اہل کتاب نہیں، مومنین نے مشرکین کو جو خبر دی تھی اللہ عزوجل نے اس کی صداقت کو ظاہر کر دیا اور انہیں اپنی شرط میں غلبہ عطا کیا اور ساتھ ہی اپنے دین کے بارے میں ان کے یقین وثبات کو مزید پختہ کیا۔ سدی نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ بدر کے دن بہت خوش ہوئے کہ مسلمانوں کو مشرکین پر فتح نصیب ہوئی اور اہل کتاب کو اہل شرک پر غلبہ عطا ہوا۔ علامہ جلال الدین محلی نے کہا ہے کہ مسلمان غلبہ کی خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور انہیں اس واقع کا علم یوم بدر میں ہوا کہ اس روز جبرائیل امین علیہ السلام یہ خبر لائے اور اس کے ساتھ ہی اس دن مسلمانوں کو مشرکین پر اپنے غلبے کی بھی بے حد خوشی تھی۔ (المظھری، ج۵، ص۴۲۷)

کھیت میں لگے پھلوں کی بیع کے شرعی اصول:

۵......درج ذیل دو اصول فتاویٰ رضویہ کے حوالے سے درج ذیل پیش کئے جاتے ہیں:

(ا)......اگر کھیت تیار ہوگیا اور ابھی کاٹ لیا جائے گا تو جائز ہے، اور اگر ابھی نہ پکا اور پکنے تک کھیتی قائم رکھی جائے گی، تو خرید وفروخت ناجائز ہے، بشرط ما فیه نفع عاقد بلا قضیة العقد (اس چیز کی شرط لگانے کی وجہ سے جس میں کسی عاقد کا نفع ہے اور عقد اس کا تقاضا نہیں کرتا)، اور اس کے جواز کا حلیہ ہے کہ مثلاً کھیتی دو مہینہ میں پکی سمجھے تو کھیتی فی الحال خرید لے اور اس کے باقی رکھنے کی شرط نہ کرے اور اسی وقت معاوضہ زمین جس میں کھیتی ہے اپنے کسی کام کے لئے دو مہینہ تک کو ایک معینہ کرایہ پر لے لے، خریداری میں اس اجرت کا حساب دل میں سمجھ لے مثلاً بیس روپے قیمت کا کھیت ہے اور روپیہ مہینہ کا کرایہ ہوگا اور دو مہینے کو کرایہ لینا ہوا تو اٹھارہ روپے کو کھیت خریدے اور دو روپے کو زمین کرایہ پر لے لے۔

درمختار میں ہے:

والحیلة فی الزرع والحشیش یشتری الموجود ببعض الثمن ویستاجر الارض مدة معلومة یعلم فیها الادراک بباقی الثمن کھیتی اور گھاس کے باقی رکھنے کا حیلہ یہ ہے کہ جو موجود ہو اس کو بعض ثمن کے مقابلے میں خرید لے اور

باقی ثمن کے عوض زمین کو ایک معینہ مدت کے لئے کرایہ پر لے لے جس میں کھیتی کا پکنا معلوم ہو، واللہ اعلم۔

(۲)......بیج یا پھول پر فصل کی بیع ناجائز ہے اور جب پھل آجائیں اگرچہ جانور کے کھانے کے قابل ہوئے ہوں تو بیع جائز ہے مگر یوں کہ خریدار اسی وقت توڑ لے، اور اگر یہ ٹھہرا کہ پھل تیار ہونے تک لگے رہیں گے تو یہ ناجائز و حرام ہے، اور اس میں اسے فی روپیہ سو آم یا پانچ سیر خربوزہ یا کم وبیش بائع کے لئے قرار دینا دوسرا حرام ہے، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ مثلاً آم میں جتنے کو بہار بیچی منظور ہو، موجودہ پھل جس حالت کے ہیں اتنے کو خرید کئے جائیں پھر مشتری بائع سے کہے کہ میں نے یہ پیڑ بعقد معاملہ تجھ سے لئے کہ میں ان کی غور پر داخت کروں گا اور جو پھل پیدا ہونگے ان میں سے ہر ہزار میں ایک تیرا اور نوسو ننانوے میرے یا سو تیرے اور نوسو میرے، جو قرار پا جائے، خربوزے، تربوز، ککڑی، بیگن کی جڑیں خریدے تاکہ جو پیدا ہووے مشتری کی ملک ہو، یہ خریداری ایک حصہ ثمن پر ہو جتنے پر بہار بیچنا اور خریدنا چاہتے ہوں باقی حصہ ثمن پر اس زمین کو ایک مدتِ معلوم تک اجارہ پر لے جس میں یہ سمجھے کہ فصل فارغ ہوجائے گی یہی طریقہ کھیتی میں بھی ہے مثلاً سو روپے پر معاملہ کرنا چاہتے ہیں تو خربوزے وغیرہ کی جڑیں یا موجود کھیتی پچاس روپے کی خریدے اور چھ مہینے میں فارغ ہوتی سمجھیں تو باقی پچاس روپے کے بدلے وہ زمین چھ مہینے کے واسطے اجارہ پر لے لے۔

درمختار میں ہے:

من باع ثمرة بارزة اما قبل الظهور فلا يصح اتفاقا ظهر صلاحها او لا صح في الاصح، ولو برز بعضها دون بعض لا يصح في ظاهر المذهب وصححه السرخسي، ويقطعها المشتري في الحال جبرا عليه وان شرط تركها على الاشجار فسد البيع، والحيلة ان ياخذ الشجرة معاملة على ان له جزء من الف جزء وان يشتري اصول الرطبة كالباذنجان واشجار البطيخ والخيار ليكون الحادث للمشتري وفي الزرع والحشيش يشتري الموجود ببعض الثمن ويستاجر الارض مدة معلومة يعلم فيها الادراك بباقي الثمن مختصرا، جس شخص نے نمودار پھل بیچا چاہے اسکی صلاحیت ظاہر ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو تو اصح قول کے مطابق صحیح ہے اور اگر نمودار ہونے سے قبل پھل بیچا تو بالاتفاق صحیح نہیں، اور اگر کچھ پھل نمودار ہوا اور کچھ ابھی نمودار نہیں ہوا تو ظاہر مذہب میں بیع صحیح نہیں، سرخسی نے اس کو صحیح قرار دیا اور بیع کے بعد مشتری پھلوں کو فی الحال قطع کرے اس سلسلہ میں اس پر جبر کیا جائے گا اور اگر اس نے پھلوں کو درختوں پر چھوڑنے کی شرط لگائی تو بیع فاسد ہوگی اور اس میں حیلہ یہ ہے کہ مشتری بائع سے درخت بطور معاملہ لے کر ہزار میں سے ایک جزء بائع کی ہوگی اور یہ کہ بینگن، تربوز، ککڑی کی جڑیں خرید لے تاکہ نئے پیدا ہونے والے پھل مشتری کی ملک ہوں اور کھیتی اور گھاس میں موجود بعض ثمن کے بدلے خرید لے اور باقی ثمن کے بدلے زمین کو مدت معینہ کے لئے کرایہ پر لے لے جس مدت میں کھیتی کا پکنا معلوم ہو۔(ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب البيوع، فصل في ما يدخل في البيع تبعا،مطلب : في بيع الثمر والزرع والشجر،ج۷،ص۸۴)،(الفتاوی الرضويه مخرجه، باب: البيع الباطل والفاسد، ج۱۷، ص۱۷۴وغیرہ)

اغراض:

الله اعلم بمراده بذلك: ماقبل گزر چکا ہے کہ یہ اصح تفسیر ہے۔**وهم من اهل كتاب:** مراد نصاریٰ ہیں، پس ان کی مدد نبی اور اصحاب نبی کی مدد ہونے پر دلیل ہے۔**وليسوا اهل الكتاب:** مراد مجوسی ہیں، پس ان کی مدد کافروں کی مدد ہونے پر دلیل ہے، پس ہر گروہ اپنے معاملے پر خوش ہے۔

بالجزيرة: مراد دریائے دجلہ اور فرات کے مابین جزیرہ ہے، مراد جزیرۂ عرب نہیں ہے۔

وقالوا للمسلمين: یہاں مقصود واقعہ ذکر کرنے کی حکمت بیان کرنا ہے۔

اقرب ارض الروم: زیادہ قریب ترین قول اقرب فعل تفضیل ہونے کا ہے، اور الروم میں الف لام مضاف الیہ سے بطور عوض ہے۔
فالتقی الجیشان فی السنة السابعة من الالتقاء الاول: مراد یوم بدر ہے، اور یہ واقعہ یا تو ہجرت سے پانچ سال پہلے بدر اولی کا ہے یا ہجرت سے ایک سال قبل یوم حدیبیہ کا ہے، اور دو لشکروں میں سے ایک لشکر کسری کا اور دوسرا قیصر ملک روم کا ہے، پس روم نے کسری پر پندرہ سورومیوں کی مدد سے غلبہ پایا اور فارس کا بادشاہ کسری مارا گیا۔
ای من قبل غلب الروم ومن بعده: پہلے فارس غالب تھے، پھر مغلوب ہو گئے۔
المعنی ان غلبة فارس: اس جملے ﴿غلبھم﴾ کا کیا فائدہ ہوا جب کہ ﴿غلبت الروم﴾ فرمایا گیا؟ جواب یہ ہے کہ اللہ کے "امر" کا اظہار کرنا مقصود تھا، کوئی کمزور ہو اور مغلوب ہونے کے بعد غالب آجائے تو یہ اللہ کی شان ہوتی ہے۔
ای یوم تغلب الروم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿یومئذ﴾ میں تنوین عوضی ہے۔
مصدر: ماقبل جملے کی تاکید کے لئے مصدر مؤکد کو لایا گیا، اور اس کا عامل محذوف ہے، تقدیر عبارت یہ ہے: "وعدھم اللہ وعدا"۔ تفنی عند انتھائه: وقت مکمل ہو جانے کی صورت میں زمین وآسمان اور اس کے مابین سب کچھ فنا ہونے کا بیان مقصود ہے۔
یوم بدر: یہ دو میں سے ایک قول ہے، جو کہ اس بات پر مبنی ہے کہ یہ واقعہ ہجرت سے پانچ سال پہلے کا ہے، اور ایک قول کے مطابق یوم حدیبیہ کا واقعہ ہے، جو کہ ہجرت سے ایک سال پہلے رونما ہوا۔ (الصاوی، ج ٤، ص ٣٢٣)

رکوع نمبر: ۵

﴿اللہ یبدوا الخلق﴾ اَی یُنشِیءُ خَلقَ النَّاسِ ﴿ثم یعیدہ﴾ اَی خَلقَھم بَعدَ مَوتِھم ﴿ثم الیه ترجعون (۱۱)﴾ بِالتاءِ والیاءِ ﴿ویوم تقوم الساعة یبلس المجرمون (۱۲)﴾ یَسکُتُ المُشرِکونَ لِانقِطَاعِ حُجَّتِھم ﴿ولم یکن﴾ لا یَکُونُ ﴿لھم من شرکائھم﴾ مِمَّن اَشرَکُوھُم بِاللہِ وھُمُ الاَصنامُ لِیَشفَعُوا لَھم ﴿شفعوا وکانوا﴾ اَی یَکُونُونَ ﴿بشرکائھم کفرین (۱۳)﴾ اَی مُتَبَرِّئِینَ مِنھم ﴿ویوم تقوم الساعة یومئذ﴾ تاکِیدٌ ﴿یتفرقون (۱۴)﴾ اَیِ المُومِنونَ والکافِرُونَ ﴿فاما الذین امنوا وعملوا الصلحت فھم فی روضة یحبرون (۱۵)﴾ یُسرُّونَ ﴿واما الذین کفروا وکذبوا بایتنا﴾ القُرانِ ﴿ولقای الاخرة﴾ البَعثِ وغَیرِہٖ ﴿فاولئک فی العذاب محضرون (۱۶) فسبحن اللہ﴾ اَی سَبِّحُوا اللہَ بِمعنی صَلُّوا ﴿حین تمسون﴾ اَی تَدخُلونَ فِی المَساءِ وفیهِ صلاتَانِ المَغرِبِ والعِشاءِ ﴿وحین تصبحون (۱۷)﴾ تَدخُلونَ فی الصَّباحِ وَفیهِ صلاةُ الصبحِ ﴿وله الحمد فی السموت والارض﴾ اِعتِراضٌ ومَعناہُ یَحمَدُہٗ اَھلُھما ﴿وعشیا﴾ عَطفٌ علی حِینٍ وفیهِ صلوةِ الوسطی ﴿وحین تظھرون (۱۸)﴾ تَدخُلونَ فی الظَّھِیرةِ وفیه صلوةُ الظُّھرِ ﴿یخرج الحی من المیت﴾ کَالانسانِ مِنَ النُّطفَةِ والطَّائِرِ مِنَ البَیضَةِ ﴿ویخرج المیت﴾ النُّطفَةَ والبَیضَةَ ﴿من الحی ویحی الارض﴾ بِالنَّباتِ ﴿بعد موتھا﴾ اَی یُبسِھا ﴿وکذلک﴾ الاِخراجُ ﴿تخرجون (۱۹)﴾ مِنَ القُبورِ بِالبِناءِ لِلفاعِلِ والمَفعُولِ۔

﴿ترجمہ﴾

اللہ پہلے بناتا ہے (لوگوں کی خلقت کی ابتداء فرمانے والا ہے) پھر دوبارہ بنائے گا (یعنی بعد موت انہیں دوبارہ بنائے گا) پھر اس کی

طرف پھروگے(ترجعون کوعلامت مضارع تاءاور یاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے)اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم(یعنی مشرک لوگ) ساکت رہ جائیں گے(اپنی دلیل کے منقطع ہوجانے کے سبب)اور نہ ہونگے(لم یکن بمعنی لایکون ہے)ان کے شریک(جنہیں انہوں نے اللہ ﷻ کا شریک ٹھرایا تھا یعنی بت کہ وہ ان کے لیے سفارش کریں)ان کے سفارشی اور ہوجائیں گے وہ(کانوا بمعنی یکونون ہے)اپنے شریکوں سے منکر(یعنی ان سے بیزار)اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن(''یومئذ''یوم تقوم الساعة کی تاکید ہے)الگ ہوجائیں گے(یعنی کفار مسلمان الگ ہوجائیں گے)تو وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے جنت میں ہونگے(روضة بمعنی جنت ہے)ان کی خاطرداری ہوگی(یعنی انہیں خوش کیا جائے گا......۱......)اور جو کافر ہوئے اور ہماری آیتیں(یعنی قرآن پاک کو)اور آخرت کا ملنا(مرنے کے بعد اٹھائے جانے وغیرہ کو)جھٹلایا وہ عذاب میں ڈال دیئے جائیں گے تو پاکی ہے اللہ کو(یعنی تم اللہ ﷻ کی پاکی بولو یعنی نماز پڑھو)جب شام کرو(یعنی جب شام کے وقت میں داخل ہو اس وقت میں دونمازیں ہیں نماز مغرب،نمازعشاء)اور جب صبح کرو(یعنی جب صبح کے وقت میں داخل ہو اس میں ایک نماز فجر ہے)اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں(یہ جملہ معترضہ ہے معنی یہ ہے کہ زمین وآسمان والے اسی کی حمد کرتے ہیں)اور کچھ دن رہے(عشیا کا عطف حین پر ہے اور اس وقت میں نماز عصر ہے)اور جب دوپہر کرو(جب تم دوپہر میں داخل ہو اور اس وقت میں نماز ظہر ہوتی ہے......۲......)وہ زندہ کو نکالتا ہے مردے سے(جیسے انسان کو نطفہ سے اور پرندے کو انڈے سے)اور مردے کو نکالتا ہے(یعنی نطفہ اور انڈے کو)زندہ سے اور زمین کو(یعنی نباتات کو)جلاتا ہے اس کے مرے پیچھے(یعنی اس کے خشک ہوجانے کے بعد)اور یوں ہی(اسی نکالنے کی طرح)تم نکالے جاؤگے(قبروں سے،تخرجون کو معروف اور مجہول دونوں طرح پڑھا گیا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اللہ یبدؤا الخلق ثم یعیدہ ثم الیہ ترجعون ۞ ویوم تقوم الساعة یبلس المجرمون۞﴾.

اللہ: مبتدا،یبدؤا الخلق: فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ثم:عاطفہ،یعیدہ:جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،یوم:مضاف،تقوم الساعة: جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر ظرف مقدم،یبلس:فعل،المجرمون:فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولم یکن لھم من شرکائھم شفعوا وکانوا بشرکائھم کفرین۞﴾.

و:عاطفہ،لم یکن:فعل نفی ناقص،لھم:ظرف مستقر خبر مقدم،من شرکائھم:ظرف مستقر حال مقدم،شفعوا:ذوالحال،ملکر اسم مؤخر،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،کانوا:فعل ناقص بااسم،بشرکائھم کفرون:شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویوم تقوم الساعة یومئذ یتفرقون۞﴾.

ویوم:مضاف،تقوم الساعة: جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر مؤکد،یومئذ:تاکید،ملکر ظرف مقدم،یتفرقون:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاما الذین امنوا وعملوا الصلحت فھم فی روضة یحبرون۞﴾.

ف:عاطفہ،اما:حرف شرط،الذین امنوا وعملوا الصلحت: موصول صلہ ملکر مبتدا،ف: جزائیہ،ھم مبتدا،فی روضة یحبرون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،شرط محذوف''مھمایکن من شیء فی الدنیا''کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واما الذین کفروا وکذبوا بایتنا ولقائی الاخرة فاولئک فی العذاب محضرون۞﴾.

و:عاطفہ،اما:حرف شرط،الذین:موصول،کفروا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،وکذبوا:فعل بافاعل،ب:جار،ایتنا:معطوف علیہ،و:عاطفہ،لقائی الاخرة:معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر

مبتدا،ف: جزائیہ،اولئک مبتدا،فی العذاب محضرون: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "مھما یکن من شیء فی الدنیا" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فسبحن اللہ حین تمسون وحین تصبحون۝﴾۔

ف: فصیحیہ،سبحن: مصدر مضاف،اللہ: اسم جلالت مضاف الیہ فاعل،حین: مضاف،تمسون: جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر معطوف علیہ،و: عاطفہ،حین: مضاف،تصبحون: جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر معطوف،ملکر ظرف،ملکر شبہ جملہ ہوکر "سبحٗ"،فعل محذوف کا مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولہ الحمد فی السموت والارض وعشیا وحین تظھرون۝﴾۔

و: معترضہ،لہ: ظرف مستقر خبر مقدم،الحمد: ذوالحال،فی: جار،السموت والارض: مجرور،ملکر ظرف مستقر حال،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ معترضہ،و: عاطفہ،عشیا: معطوف علیہ،و: عاطفہ،حین تظھرون: مضاف مضاف الیہ،ملکر معطوف،ملکر ماقبل "حین تمسون" پر معطوف ہے۔

﴿یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویحی الارض بعد موتھا وکذلک تخرجون۝﴾۔

یخرج الحی: فعل با فاعل ومفعول،من المیت: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ،و: عاطفہ،یخرج المیت من الحی: جملہ فعلیہ،و: عاطفہ،یحی الارض: فعل با فاعل ومفعول،بعد موتھا: ظرف،ملکر جملہ فعلیہ،و: عاطفہ،کذلک: ظرف مستقر "الاخراج" مصدر محذوف کی صفت،ملکر مفعول مطلق مقدم،تخرجون: فعل با نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

یحبرون سے سماع پر استدلال:

ل......مراد اہل ایمان کو جنت میں انتہاء درجے کی تازگی وفرحت حاصل ہوگی،ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جنتیوں کی مہمانوازی،نعمتیں،خوشیاں اور بے حد تازگی وسرور ہوگا۔یحبرون سے سماع مراد لیا ہے یعنی جنتی جنت میں گانے سنیں گے،اوزاعی کہتے ہیں: اہل جنت میں حضرت اسرافیل علیہ السلام سے اچھی آواز کسی کی نہ ہوگی اور جب اپنی مدبھری آواز سے گائیں گے تو ساتوں آسمان پر موجود مخلوق سن کر اپنی نماز وتسبیحات کو چھوڑ دیں گے،ایک قول یہ ہے کہ جنت کے درخت کی ہر کلی غنا کرے گی،حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا جنتی کے لئے سماع ثابت ہے یا نہیں؟ جواب دیا: جی ہاں! وہ ایسے درخت کی مانند ہے،جس کا تنہ سونے،ٹہنیاں چاندی کی،پھل موتی،زبرجد اور یاقوت کے،اللہ عزوجل اس کی خوشبو کو پھیلا دے گا جس کی برکت سے سب کو اچھی آواز سنائی دے گی۔

(الخازن، ج۳،ص۳۸۸)

☆......مجاہد سے پوچھا گیا کیا جنت میں سماع ہوگا؟ انہوں نے کہا: جنت میں ایک درخت ہے جسے "القیض" کہا جاتا ہے اس کی مدبھری آواز سے بڑھ کر کسی کی آواز نہ ہوگی۔

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب قیامت قائم ہوگی تو اللہ عزوجل فرمائے گا کہاں ہیں میرے وہ بندے جنہوں نے دنیا میں اپنے کانوں اور آنکھوں کو لغویات وشیطانی مزامیر سے بچایا؟ پس اللہ عزوجل انہیں جنت کے باغوں میں پہنچانے کا اہتمام فرمائے گا جہاں وہ فرشتوں کی مدبھری آوازیں سماعت کریں گے،اللہ عزوجل جنتیوں سے فرمائے گا میری حمد وپاکیزگی سنو،اور لوگوں کو بتاؤ کہ ان پر کوئی خوف وغم نہیں ہے"۔

(الدر المنثور، ج۵،ص۲۹٤)

پانچ نمازوں کا بیان:

ع......نافع بن ارزق ابن عباس سے روایت کرتے ہیں: کیا قرآن میں پانچ نمازوں کا ذکر ملتا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! اور یہی آیت تلاوت کی۔ اللہ ﷻ نے اس آیت میں پانچ نمازوں اور ان کے وقتوں کا اجمالی بیان کیا ہے۔ جاننا چاہیے کہ اللہ ﷻ نے ان اوقات کو تسبیحات کے لئے خاص فرمایا اور افضل عمل یہ ہے کہ انسان اس پر مداومت کرے اور انسان تمام اوقات میں تسبیحات میں مشغول رہنے پر قادر نہیں ہے کیونکہ انسان کھانے پینے اور دیگر ضروریات کا بھی محتاج ہے پس اللہ ﷻ نے بندوں پر آسانی فرماتے ہوئے غالب اوقات میں انہیں بندگی کا حکم ارشاد فرمایا پس دن کے ابتدائی حصے میں (نماز فجر) اور رات کے ابتدائی و آخری حصے میں (مغرب وعشاء) رکھی ہیں پس جب بندہ دو رکعتیں پڑھتا ہے تو گویا اس نے دو ساعتیں اللہ ﷻ کی تسبیح بیان کی، اور ایسے ہی باقی رکعات کا تعلق ہے۔ پس سترہ رکعتیں بشمول فجر کی دو رکعتیں، پس جب انسان پانچ اوقات کی نماز پڑھ لیتا ہے تو گویا اس نے سترہ ساعتیں رات و دن کی تسبیح میں گزاریں، پھر سات ساعتیں دن و رات کی باقی بچتی ہیں جو کہ آرام کی غرض سے ہیں جس میں انسان مرفوع القلم ہوتا ہے، پس ایسا ہے جیسا کہ انسان نے پورا دن و رات اللہ کی تسبیح میں گزار دیا (یہاں ساعت بمعنی ایک گھنٹہ ہے)۔

(الخازن، ج۳، ص ۳۸۸)

اغراض:

ای ینشیء خلق الناس: مراد عدم سے وجود میں لانا ہے۔

یسکت المشرکون: یعنی جواب دینے سے قاصر ہو نگے کہ ان سے عذاب کو دور کیا جائے۔

ای لا یکون: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿لم یکن﴾ ماضی بمعنی مضارع ہے، کیونکہ لم نافیہ ماضی منفی کے معنوں میں ہوتا ہے۔ای المومنون والکافرون: یہ تعمیم ﴿الله یبدأ الخلق ثم یعیده﴾ سے ماخوذ ہے۔

بمعنی صلوا: تسبیح کی تفسیر صلوۃ سے کی، کیونکہ اللہ کی پاکی زبان، اعضاء اور ارکان سے ہوتی ہے اور نماز میں یہ سب چیزیں بخوبی جمع ہوتی ہیں۔ وغیرہ: جیسا کہ جنت اور دوزخ۔

ای تدخلون فی السماء: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿تمسون﴾ اور ﴿تصبحون﴾ دونوں فعل تامہ ہیں۔

وفیه صلاتان: اشارہ ہے کہ آیت مذکورہ میں پانچوں نمازوں کی فرضیت کا بیان ہے، اور ذکر کو دیگر عبادات پر خاص طور پر ذکر کیا کیونکہ نماز دین کا ستون ہے، جس نے نماز قائم کی اس نے دین کی بنیاد قائم کر دی۔

اعتراض: معطوف اور معطوف علیہ کے مابین جملہ معترضہ ہے، اور اس کی حکمت یہ ہے کہ عبادت کی توفیق مل جانا بھی نعمت ہے لہذا اللہ کی حمد کرنی چاہیے۔

(الصاوی، ج٤، ص ٣٢٦ وغیرہ)

رکوع نمبر: ٦

﴿ومن ایته﴾ تعالی الدَّالَّةِ علی قُدرتِهٖ تعالی ﴿ان خلقکم من تراب﴾ ای اَصْلَکُم آدمَ ﴿ثم اذا انتم بشر﴾ مِن دَمٍ وَّلحمٍ ﴿تنتشرون (۲۰)﴾ فِی الْاَرضِ ﴿ومن ایته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا﴾ فَخُلِقَتْ حَوَّاءُ مِن ضِلعِ آدمَ وسَائِرُ النِّساءِ مِن نُطَفِ الرِّجال والنِّساءِ ﴿لتسکنوا الیها﴾ تَاْلِفُوهَا ﴿وجعل بینکم﴾ جَمِیعا ﴿مودة ورحمة ان فی ذلک﴾ المَذْکُورِ ﴿لایت لقوم یتفکرون (۲۱)﴾ فِی صُنعِ اللّٰه تعالی ﴿ومن ایته خلق السموت والارض واختلاف السنتکم﴾ ای لُغَاتِکم مِن عَرَبِیَّةٍ و عَجَمِیَّةٍ

وَغَيرِهما﴿ والوانكم ﴾مِن بياضٍ وَسَوادٍ وَغَيرِهما وَانتم اَولَادُ رَجُلٍ واحِدٍ وامْرَاةٍ واحِدَةٍ ﴿ان في ذلك لايت ﴾دَلالاتٍ على قُدرَتِهٖ تعالى ﴿ للعلمين (۲۲) ﴾بِفَتحِ اللّامِ و كَسرِها اَى ذَوِى العُقولِ وَ أُولِى العِلمِ ﴿ ومن ايته منامكم باليل والنهار ﴾بِاِرَادَتِهٖ تعالى راحةً لكم ﴿وابتغاؤكم ﴾بالنَّهارِ ﴿من فضله ﴾اَى تَصَرُّفُكم فِي طَلَبِ المَعِيشَةِ بِاِرَادتِهٖ ﴿ان في ذلك لايت لقوم يسمعون (۲۳) ﴾سِماعَ تَدَبُّرٍ واِعتِبارٍ ﴿ ومن ايته يريكم ﴾اَى اِرائَتُكم ﴿البرق خوفا ﴾لِلمُسافِرِ مِنَ الصَّواعِقِ ﴿وطمعا ﴾لِلمُقِيمِ فِي المَطَرِ ﴿ وينزل من السماء ماء فيحي به الارض بعد موتها ﴾اَى يَبْسِها بِاَنْ تُنبِتَ ﴿ ان في ذلك ﴾المَذكورِ ﴿لايت لقوم يعقلون (۲۴) ﴾يَتَدبَّرونَ ﴿ومن ايته ان تقوم السماء والارض بامره ﴾بِاِرَادَتِهٖ مِنْ غَيرِ عَمَدٍ ﴿ ثم اذا دعاكم دعوة صلے ق من الارض ﴾بِاَنْ يَنفُخَ اِسرافِيلُ فِي الصُورِ لِلبَعثِ مِنَ القُبورِ ﴿ اذا انتم تخرجون (۲۵) ﴾مِنهَا اَحيَاءً فَخُرُوجكم مِنها بِدَعوةٍ مِن آياتِهٖ تعالى ﴿ وله من في السموت والارض ﴾مِلكًا وخلقا وَّ عَبِيدًا ﴿ كل له قانتون (۲۶) ﴾مُطِيعُونَ ﴿ وهو الذى يبدؤا الخلق ﴾لِلنَّاسِ ﴿ ثم يعيده ﴾بَعدَ هِلاكِهِمْ ﴿ وهو اهون عليه ﴾مِنَ البَداءِ بِالنَّظرِ اِلى مَاعِندَ المُخاطِبينَ مِن اَنَّ اِعادَةَ الشيءِ اَسهَلُ مِن اِبتِدَائِهٖ و اِلّا فَهُما عِندَه تعالٰى سَواءٌ فِي السُّهولَةِ ﴿ وله المثل الاعلى في السموت والارض ﴾اَى الصِّفَةُ العُليا وهِيَ اَنَّهٗ لا اِلٰهَ الا هوَ ﴿ وهو العزيز ﴾فِي مُلكِهٖ ﴿الحكيم الربع (۲۷) ﴾فِي خَلقِهٖ.

﴿ترجمہ﴾

اس کی (یعنی اللہ عزوجل کی ان) نشانیوں سے ہے (جو اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں) کہ تمہیں (یعنی تمہاری اصل حضرت آدم علیہ السلام کو) پیدا کیا مٹی سے پھر جبھی تم انسان ہو (گوشت پوست سے بنے زمین میں) پھیلے ہوئے اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جان سے جوڑے بنائے (حضرت حواء کو آدم علیہ السلام کی مبارک پسلی سے اور دیگر عورتوں کو مرد وعوت کے مخلوط نطفہ سے......۱......) کہ ان سے آرام پاؤ (اور ان سے) اور تمہارے (یعنی سب کے) آپس میں محبت اور رحمت رکھی بیشک اس میں (جو مذکور ہوا) نشانیاں ہیں (اللہ عزوجل کی صنعت میں) دھیان کرنے والوں کے لیے اور اس کی نشانیوں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں کا اختلاف (کسی کی زبان کا عربی، کسی کا رنگ کالا ہونا وغیرہ حالانکہ سب ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت کی اولاد ہیں......۲......) بیشک اس میں نشانیاں ہیں (اللہ عزوجل کی قدرت پر دلالت کرنے والی) جاننے والوں کے لیے (یعنی عقلمندوں اور علم والوں کے لیے، العالمین کو لام مفتوحہ اور مکسورہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور اس کی نشانیوں میں ہے رات اور دن میں تمہارا سونا (یہ اسی کے ارادے سے ہے یہ نیند تمہارے لیے سامان رحمت ہے اور دن میں) اس کا فضل تلاش کرنا (یعنی تمہارا طلب معاش کے لیے تگ ودوہ کرنا اسی کے ارادے سے ہے......۳......) بیشک اس میں نشانیاں ہیں سننے والوں کے لیے (جو تدبر اور عبرت کا سننا سنتے ہیں) اور اسکی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے (یعنی اس کا یہ بجلی دکھانا نشانی ہے) ڈراتی (مسافروں کو اپنی کڑک سے) اور امید دلاتی (مقیم لوگوں کو بارش کی) اور آسمان سے پانی اتارتا ہے تو اس سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مرے پیچھے (یعنی اس کے خشک ہوجانے کے بعد اس طرح کہ اسے سرسبز وشاداب کردیتا ہے......۴......) بیشک اس میں (یعنی مذکورہ امور میں) نشانیاں ہیں عقل والوں کے لیے (تدبر کرنے کے لیے) اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ اس کے حکم سے (یعنی اس کے ارادے سے) آسمان

اورزمین (بے کسی ستون کے) قائم ہیں پھر جب تمہیں زمین سے ایک نداء فرمائے گا (یوں کہ قبروں سے اٹھانے کے لیے حضرت اسرافیل علیہ السلام صور میں پھونکیں گے) جبھی تم (قبروں سے) نکل پڑو گے (زندہ ہوکر تو تمہارا اس کے ذریعے زندہ ہوکر قبروں سے نکل آنا بھی من جملہ اس کی نشانیوں میں سے ہے......۵......) اور اسی کے (مملوک، مخلوق اور بندے ہیں) جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسی کے زیرِ حکم (یعنی اس کے مطیع) ہیں اور وہی ہے کہ اول (لوگوں کو) بناتا ہے پھر (ان کی ہلاکت کے بعد) انہیں دوبارہ بنائے گا اور یہ (اے سننے والو! کسی چیز کو دوبارہ بنانا پہلی بار شے بنانے کے مقابلے میں زیادہ آسان ہے اور اللہ عزوجل کے لیے دونوں ہی کام ابتداء بنانا اور اعادہ کرنا آسان ہے) اور اسی کے لیے سب سے برتر شان آسمانوں اور زمین میں (یعنی بلکہ بالا شان اسی کی ہے اور اس مثل الاعلی مراد لا الہ الا اللہ ہے) اور وہی غالب ہے (اپنے ملک میں) اور حکیم ہے (اپنی خلق میں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ومن ایته ان خلقکم من تراب ثم اذا انتم بشر تنتشرون۝﴾۔

و: عاطفہ، من ایته: ظرف مستقر خبر مقدم، ان: مصدریہ، خلقکم من تراب: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، اذا: فجائیہ، انتم: ذوالحال، تنتشرون: جملہ فعلیہ حال، ملکر مبتدا، بشر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن ایته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودة ورحمة﴾۔

و: عاطفہ، من ایته: ظرف مستقر خبر مقدم، ان: مصدریہ، خلق لکم: فعل با فاعل وظرف لغو، من انفسکم: ظرف لغو ثانی، ازواجا: مفعول، لتسکنوا الیها: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعل بینکم: فعل با فاعل وظرف، مودة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، رحمة: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ملکر بتاویل مصدر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان فی ذلک لایت لقوم یتفکرون۝﴾۔

ان: حرف مشبہ، فی ذلک ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، ایت: موصوف، لقوم یتفکرون: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن ایته خلق السموت والارض واختلاف السنتکم والوانکم﴾۔

و: عاطفہ، من ایته ظرف مستقر خبر مقدم، خلق السموت والارض: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اختلاف: مضاف، السنتکم والوانکم: مضاف الیہ، ملکر معطوف، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان فی ذلک لایت للعلمین۝﴾۔

ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، ایت: موصوف، للعلمین: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن ایته منامکم بالیل والنهار وابتغاؤکم من فضله ان فی ذلک لایت لقوم یسمعون۝﴾۔

و: عاطفہ، من ایته ظرف مستقر خبر مقدم، منامکم بالیل والنهار: شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ابتغاء کم من فضله: شبہ جملہ معطوف، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ان فی ذلک:......الخ، جملہ اسمیہ۔

﴿ومن ایته یریکم البرق خوفا وطمعا وینزل من السماء ماء فیحی به الارض بعد موتها﴾۔

و: عاطفہ، من ایته: ظرف مستقر خبر مقدم، یریکم البرق: فعل با فاعل ومفعول، خوفا وطمعا: مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ معطوف

علیہ، و :عاطفہ، یـنـزل من السماء ماء: جملہ فعلیہ معطوف، ف: عاطفہ، یحیی به الارض بعد موتها: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول وظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتقدیر ان بتاویل مصدر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان فی ذلک لایت لقوم یعقلونo ومن ایته ان تقوم السماء والارض بامرہ﴾.

ان: حرف مشبہ، فی ذلک :ظرف مستقر خبر مقدم، لایت لقوم یعقلون: اسم مؤخر ملکر جملہ اسمیہ، و :عاطفہ، من ایته: ظرف مستقر خبر مقدم، ان :مصدریہ، تقوم السماء والارض بامرہ :جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ثم اذا دعاکم دعوة من الارض اذا انتم تخرجونo﴾.

ثم: عاطفہ، اذا :ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، دعاکم: فعل بافاعل ومفعول، دعوة: مفعول مطلق، من الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، اذا: فجائیہ، انتم :مبتدا، تخرجون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وله من فی السموت والارض کل له قنتونo﴾.

و :عاطفہ، لــه :ظرف مستقر خبر مقدم، مــن :موصولہ، فــی الســمــوت والارض :ظرف مستقر صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، کل :مبتدا، له قنتون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وهو الذی یبدؤا الخلق ثم یعیده وهو اهون علیه﴾.

و: عاطفہ، هو :مبتدا، الذی: موصول، یبدؤ الخلق: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم :عاطفہ، یعیده: جملہ فعلیہ معطوف ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و :عاطفہ، هو :مبتدا، اهون علیه: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وله المثل الاعلی فی السموت والارض وهو العزیز الحکیمo﴾.

و: عاطفہ، له :ظرف مستقر خبر مقدم، المثل الا علی: مرکب توصیفی ذوالحال، فی السموت والارض: ظرف مستقر حال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و :عاطفہ، هو :مبتدا، العزیز الحکم: خبران، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

تخلیق انسانی سے توحید باری پر دلائل:

ا......حکماء کا قول ہے کہ انسان چار عناصر کا مجموعہ ہے مٹی، پانی، ھوا اور آگ، پس مٹی انسانی وجود میں ٹھراؤ، اور پانی مل جانے یا چپٹ جانے کا کام دیتا ہے، اور مٹی توڑ پھوڑ کا عمل تیزی کے ساتھ کرتی ہے، اور ہوا بلند کرنے یا اٹھانے کا کام دیتی ہے جیسا کہ لوہے کی بھٹی کہ انسان اس کے پاس کھڑا رہ کر پھونک مارتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو اس میں بلندی اور اٹھان والی کیفیت نہ پائی جائے۔ اور آگ پکانے اور اشیاء کے باہم ملانے کا کام دیتی ہے، تو کیا ایسا کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر درست ہو تو مٹی اور پانی کا اعتبار کیسے درست ہوگا اور اگر ایسا کہنا درست نہیں تو پھر آگ اور ہوا سے تخلیق کرنا کہنا کیسے درست ہو سکتا حالانکہ انسان نہ تو آگ سے بنا ہے اور نہ ہی ہوا سے، ہم کہتے ہیں کہ حکماء کے قول میں عندالشرع کوئی فساد کا معنیٰ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی جھگڑے والی صورتحال ہے جب کہ یہ کہا جائے کہ انسان طبعی لحاظ سے متذکرہ عناصر کا مجموعہ ہے، اور اگر حکماء یہ کہتے ہوں کہ اللہ نے اپنی حکمت کے پیش نظر انسان کو متذکرہ عناصر سے پیدا فرمایا پھر بھی کوئی جھگڑا نہیں ہے، جہاں تک آگ اور ہوا کا تعلق ہے تو ان کی ذکر کردہ کیفیات اسی وقت ہو سکتی ہیں جب کہ مٹی اور پانی کا امتزاج قائم ہو، پس ظاہر یہ ہے کہ درحقیقت ابتداء میں یہی دو اجزاء ہیں جسے خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا اس لئے کہ غالب طور پر محسوس کئے جانے والے یہی دو اجزاء ہیں۔

(الرازی، ج۹، ص۹۱)

رنگ ونسل کے فرق کا بیان:

۲......اللہ عَزَّوَجَلَّ قیامت تک کی تمام لغات کو جانتا ہے، اور اللہ عَزَّوَجَلَّ نے انسان کو تمام ہی زبانوں کا الہام کر دیا اور انہیں قدرت دے دی کہ سب ہی زبانوں پر قادر کر دیا۔ لہٰذا بعض عربی، بعض فارسی، بعض رومی وغیرہ زبانیں بولتے ہیں۔ حضرت وہب کہتے ہیں کل بہتر قسم کی زبانیں ہیں، حام کی قوم میں سترہ، سام کی قوم اُنیس، یافث کی قوم میں چھتیس، زبانیں بولی جاتی تھیں (یہ حضرت نوح علیہ السلام کے صاحبزادوں کے نام ہیں)، اور انسان سفید، کالے اور متوازن رنگت کے ہوتے ہیں، اور انسانی شکل وصورت وہیئت واعضاء کے لحاظ سے بھی فرق ہوتا ہے تاکہ ایک بندہ دوسرے سے ممتاز ہو جائے۔ (روح المعانی، الجزء: ۲۱، ص ۴۵)

رات ودن اور اس کے معمولات سے استدلال:

۳......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے دن ورات میں نیند کو سکون وراحت کے حصول کا سامان کیا، اور تھکن ومشقت سے آرام پانے کا ذریعہ بنایا، اور دن میں تمہارے لئے منتشر ہو کر اسباب اختیار کرتے ہوئے سفر کرنا بھی آسان کر دیا، اور یہ دن میں ہونے والے امور نیند کی مخالف جہت سے ہیں کہ انسان نیند کی حالت میں یہ کچھ نہیں کر سکتا۔ (ابن کثیر، ج۳، ص۵۲۶)

بارش اور اس کے اثرات سے استدلال:

۴......حالت سفر میں بجلی کی کڑک ڈرانے کو اور حالت حضر میں بارش کی امید دلانے کے لئے، یہ دونوں **خوفا وطمعا** فعل کی علت ہونے کی بناء پر منصوب ہیں جسے فعل مذکور مستلزم ہے۔ کیونکہ اسے دکھانا ان کے بجلی کی طرف خوف اور امید کے لئے دیکھنے کو مستلزم ہے یا یہ فعل مذکور کی علت ہے، اس صورت میں مضاف محذوف ہوگا یعنی لا رائۃ خوف وطمع، یا خوف وطمع اخافہ اور اطماع (ڈرانا یا امید دلانا) کی تاویل میں ہیں، یا یہ حال ہونے کی بناء پر منصوب ہیں جیسے یہ قول "**کلمتہ شفاھا**"۔ اور اللہ عَزَّوَجَلَّ آسمان سے بارش اتارتا ہے اور نباتات کے سبب زمین کو زندہ کرتا ہے، اس کی موت (خشک ہونے) کے بعد یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں جو عقل مند ہیں، یعنی وہ اپنی عقلوں کو استعمال کرتے ہیں اور صانع کمال قدرت وحکمت کا ادراک کر لیتے ہیں۔ (المظهری، ج۵، ص۴۳۴)

موت کے بعد حیات سے استدلال:

۵......عکرمہ کہتے ہیں کہ کفار موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر تعجب کرتے تھے تو آیت پاک ﴿**وھو الذی یبدؤا الخلق ثم یعیدہ وھو اھون علیہ**﴾ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ دوبارہ زندہ کرنا اول تخلیق کرنے کے مقابلے میں آسان ہے۔

☆......مجاہد کا قول ہے کہ اعادہ کرنا ابتداء کے مقابلے میں آسان ہے۔

☆......ضحاک کہتے ہیں کہ تمہاری عقلوں کی مناسبت سے دیکھو تو کسی چیز کا اعادہ کرنا اولاً تخلیق کرنے کے اعتبار سے آسان ہوتا ہے۔

☆......ابن عباس کہتے ہیں کہ اللہ نے ابتداء نطفہ پھر خون کا جما ہوا لوتھڑا، پھر گوشت کا ٹکڑا بنایا، جب کہ اعادہ کرنا آسان ہے۔

(الدر المنثور، ج۵، ص۲۹۷ وغیرہ)

اغراض:

ای اصلکم آدم: اس جملے میں مضاف کے حذف کی جانب اشارہ ہے، اور صحیح یہ ہے کہ کلام کو ظاہر پر باقی رکھا جائے کیونکہ نطفہ غذا کا شاخسانہ ہوتا ہے جو کہ مٹی سے بنتا ہے۔

من ضلع آدم: یعنی آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے جب کہ وہ حالتِ نیند میں تھے، پھر جب نیند سے بیدار ہوئے تو بی بی حوا کی جانب

مائل ہوئے، پس فرشتے نے اُن سے کہا: چھوڑیں! پہلے ان کا مہر ادا کریں، استفسار فرمایا: کیا مہر؟ کہا گیا یعنی محمد ﷺ پر درود پڑھیں۔

ای لغاتکم: یعنی تم میں علم ضروری کو جاری کر دیا جسے تم اپنی لغات کے ذریعے سمجھتے ہو اور اختلاف ہونے کی بناء پر دیگر لغات سے جان لیتے ہو۔ **راحۃ لکم:** تمہارے لئے رات کو سکون حاصل کرنے کے لئے بنایا۔

ای ذوی العقول واولی العلم: مراد اہل معرفت ہیں، جو کہ مصنوعات کو ان کے صانع سے پہچانتے ہیں جیسا کہ کسی عارف کا قول ہے: ہر چیز کی ایک نشانی ہے جو کہ اس بات پر دلیل ہے کہ اس کا کوئی ایک بنانے والا ہے۔

بارادتہ: یعنی اللہ ﷻ کی قدرت کے سوا کسی کی مجال نہیں کہ دن ورات کو لا سکے۔

فی الصور: نفخۂ بعث مراد ہے جس میں روحیں جسموں سے نکل جائیں گی، کیونکہ اس نفخہ میں اتنی طاقت ہوگی کہ ساری روحیں ایک ساتھ نکل جائینگی، پس کوئی روح خطا نہ کرے گی۔

مطیعون: یعنی افعال کی اطاعت کرنے والے، مراد فرمانبرداری کرنا ہے نہ کہ عبادت کرنا، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ حساب کے لئے قائم ودائم ہونگے، ایک قول یہ ہے کہ زبان یا دیگر اعضاء سے وطاوت کے لئے کوشاں ہونگے۔

بالنظر الی ماعند المخاطبین: کلام الٰہی لوگوں کی عقلوں کے مطابق ہے، پس جب اللہ ﷻ کسی چیز کو لوگوں کے درمیان پھیرنا چاہے تو اس پر ایسا کرنا آسان ہوتا ہے اور دوبارہ تخلیق کرنا بھی آسان ہوتا ہے، اور اعتراض کیا جاتا ہے کہ اللہ کے افعال نسبت کے اعتبار سے برابر ہوا کرتے ہیں؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اسم تفضیل اھون بمعنی ھین ہے۔

ای الصفۃ العلیا: اس جملے میں اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ المثل بمعنی الصفۃ ہے، اور الاعلی بمعنی العلیا ہے، یعنی اللہ کی ذات پاک ہر قسم کے نقص سے پاک وبلند وبالا ہے۔

وھی انہ لا الہ الا اللہ: اس وصف کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اللہ ﷻ کی وحدانیت کی صفت اور دیگر تمام صفات کو کمال درجے کے لوازمات کے ساتھ بیان کر دیا جائے اور اس کی ذات سے ہر نقص کو دور کیا جائے۔ (الصاوی، ج٤، ص٣٢٧ وغیرہ)

ایک اھم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

ملازمین کو ملامت کرنے کے بارے میں شرعی احکام:

مسلمان نے کافر کی خدمت گاری کی نوکری کی، یہ منع ہے بلکہ کسی ایسے کام پر کافر سے اجارہ نہ کرے جس میں مسلم کی ذلت ہو۔

(العالمگیری، کتاب الاجارۃ، باب الحادی عشر فی الاستئجار للخدمۃ، ج٤، ص٤٩١)

باپ اپنے نابالغ لڑکے کو ایسے کام کے لئے اجرت پر دے سکتا ہے جس کے کرنے کی اُسے طاقت ہو اور باپ نہ ہو تو اس کا وصی، یہ بھی نہ ہو تو دادا، اور دادا نہ ہو تو اس کا وصی نابالغ کو اجارہ دے سکتا ہے اور اگر ان میں کوئی نہ ہو تو ذو رحم محرم (قریبی رشتے دار) جس کی پرورش میں وہ بچہ ہے دے سکتا ہے۔ (بہار شریعت مخرجہ، خدمت کے لیے اجارہ، حصہ ١٤، ج٣، ص١٦٤ وغیرہ)

شاگرد اپنے استاد کے ساتھ کام سیکھتا ہے یا بڑے دوکاندار اور کاریگر اپنے یہاں کام کرنے کے لیے کچھ لوگوں کو نوکر رکھ لیتے ہیں اور ان سے کام لیتے ہیں ان شاگردوں اور نوکروں کا کام اسی استاد اور دوکاندار کا کام سمجھا جاتا ہے اگر شاگردوں یا نوکروں سے کسی کی چیز میں نقصان ہو جائے جو اس دکان پر بننے آئی تھی تو اس کا ذمہ دار وہ استاد اور دوکاندار ہے اسی سے تاوان لیا جائے گا وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے نقصان نہیں ہوا مثلاً درزی کے پاس کپڑا سینے کو دیا یا اسکے نوکر نے کوئی ایسی خرابی کر دی جس سے تاوان لازم آتا ہے تو اسی درزی سے تاوان لیا جائے گا اور وہ اپنے نوکر سے تاوان نہیں لے سکتا کہ نوکر اجیر خاص ہے۔

(الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الاجارۃ، باب ضمان الاجیر، مبحث اختلاف المؤجر، ج٩، ص١٠٢)

رکوع نمبر:۷

﴿ضرب ﴾جَعَلَ﴿لکم ﴾أیّها المُشرِکونَ﴿ مثلا ﴾کائنا﴿من انفسکم ط﴾وهوَ﴿هل لکم من ما ملکت ایمانکم﴾ای مِن مَمالِیکِکم ﴿ من شرکاء ﴾لکمُ﴿ فی ما رزقنکم ﴾مِنَ الاَموالِ وَغیرِهما ﴿ فانتم ﴾وَهُم﴿ فیه سواء تخافونهم کخیفتکم انفسکم ﴾ای اَمثالُکم مِنَ الاَحرارِ والاِستِفهامُ بِمعنی النَّفیِ المَعنیٰ لَیسَ مَمالِیکُکمُ شُرکاءَ لکم الی آخرِهٖ عِندَکُم فَکیفَ تَجعَلونَ بَعضَ مَمالِیکِ اللهِ شُرکاءَ لَهٗ ﴿کذلک نفصل الایت ﴾نُبَیِّنُها مِثلَ ذالِکَ التَّفصِیلِ ﴿ لقوم یعقلون ﴿۲۸﴾یَتَدَبَّرونَ﴿ بل اتبع الذین ظلموا ﴾بِالاِشراکِ﴿اهواء هم بغیر علم ج فمن یهدی من اضل الله ط﴾اَی لا هَادِیَ لَهٗ﴿وما لهم من نصرین ﴿۲۹﴾مَانِعینَ مِن عَذابِ اللهِ﴿فاقم ﴾یامُحمدُ﴿ وجهک للدین حنیفا ط﴾مَائِلا اِلیهِ ای اَخلِص دِینَکَ لِلّٰهِ اَنتَ وَمَن تَبِعَکَ﴿ فطرت الله ﴾خِلقتَهُ﴿التی فطر﴾خلقَ﴿الناس علیها ط﴾وهی دِینُهٗ ای اَلزِموها﴿ لا تبدیل لخلق الله ط﴾لِدِینِهٖ ای لا تُبدِلُوهُ بِاَن تُشرِکوا﴿ذلک الدین القیم ﴾المُستَقیمُ تَوحیدُ اللهِ﴿ ولکن اکثر الناس ﴾ای کُفارُمکةَ﴿لا یعلمون ﴿۳۰﴾تَوحیدَ اللهِ﴿ منیبین﴾راجِعینَ ﴿الیه ﴾تعالی فِیما اَمَرَ به ونَهی عنهُ حالٌ مِن فاعلِ اَقِمْ وَما اُریدَ به ای اَقِیموا﴿ واتقوه ﴾خافُوه ﴿ واقیموا الصلوٰة ولا تکونوا من المشرکین ﴿۳۱﴾من الذین ﴾بَدلٌ بِاِعادَةِ الجَارِ ﴿فرقوا دینهم ﴾بِاِختِلافِهم فِیما یَعبُدُونَهُ﴿وکانوا شیعا ﴾فِرقا فی ذالکَ﴿کل حزب م ﴾مِنهم﴿ بما لدیهم ﴾عِندَهم ﴿فرحون ﴿۳۲﴾مَسرُورُونَ وَفی قِراءَةٍ فَارقُوا ای تَرکوا دِینَهُمُ الذی اُمِروا به﴿ واذا مس الناس ﴾ای کُفارُمکةَ﴿ ضر ﴾شِدَّةٌ﴿ دعوا ربهم منیبین ﴾راجِعینَ﴿ الیه ﴾دُونَ غیرِهٖ﴿ثم اذا اذاقهم منه رحمة﴾بِالمَطرِ﴿اذا فریق منهم بربهم یشرکون ﴿۳۳﴾ لیکفروا بما اتینهم ﴾اُرِیدَ بِهِ التَّهدِیدُ﴿فتمتعوا وقفة فسوف تعلمون ﴿۳۴﴾عَاقِبَةَ تَمَتُّعِکُم فِیهِ اِلتِفاتٌ عنِ الغَیبةِ ﴿ام ﴾بِمَعنی هَمزَةِ الاِنکارِ﴿انزلنا علیهم سلطنا ﴾حُجَّةً وَکِتابا﴿فهو یتکلم ﴾تَکَلُّمَ دَلالَةٍ﴿بما کانوا به یشرکون ﴿۳۵﴾ای یَامُرهُم بِالاِشراکِ﴿واذا اذقنا الناس ﴾ای کُفَّارَ مکةَ وغیرَهم﴿رحمة ﴾نِعمَةً﴿فرحوا بها ط﴾فَرِحَ بَطَرًا﴿وان تصبهم سیئة م﴾شِدَّةٌ﴿بما قدمت ایدیهم اذا هم یقنطون ﴿۳۶﴾یَیئَسونَ مِنَ الرَّحمةِ وَمِن شَانِ المومِنِ اَن یَّشکُرَ عِندَ النِّعمةِ ویَرجُوا رَبَّهٗ عِندَ الشِّدَّةِ﴿اولم یروا ﴾یَعلَموا ﴿ان الله یبسط الرزق ﴾یُوَسِّعُهٗ﴿لمن یشاء ﴾اِمتِحانا﴿ویقدر ط﴾یُضَیِّقُهٗ لِمَن یَّشاءُ اِبتِلاءً ﴿ان فی ذلک لایت لقوم یومنون ﴿۳۷﴾بها﴿فات ذا القربی ﴾القَرابَةِ ﴿حقه ﴾مِنَ البِرِّ والصِّلةِ﴿والمسکین وابن السبیل﴾المُسافِرِ مِنَ الصَّدقةِ واُمَّةُ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم تَبعٌ لَهٗ فِی ذالِکَ﴿ ذلک خیر للذین یریدون وجه الله ز﴾ای ثَوابَهٗ بما یَعمَلونَ﴿واولئک هم

المفلحون (۳۸) ﴿الفَـائِزُونَ﴾ وما اتیتم من ربا ﴿بِاَنْ یُعطِیَ شَیئا ھِبَۃً او ھَدِیَۃً لِیَطْلُبَ اَکثَرَ مِنهُ فَسُمِّی بِاسمِ المَطلُوبِ مِنَ الزِّیادَۃِ فِی المعَامَلَۃِ﴾ لیربوا فی اموال الناس ﴿المُعطِینَ ای یَزِیدُ﴾ فلا یربوا ﴿یَزکُوا﴾ عند اللہ ج ﴿ای لا ثوابَ فیہ لِلمُطیعِینَ﴾ وما اتیتم من زکوۃ ﴿صَدَقَۃٍ﴾ تریدون ﴿بِھا﴾ وجہ اللہ فاولٓئک ھم المضعفون (۳۹) ﴿ثَوابَھم بِما اَرادُوہُ فِیہِ اِلتِفاتٌ عَنِ الخِطابِ﴾ اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ھل من شرکاء کم ﴿مِمَّنْ اَشرَکتُم بِاللّٰہِ﴾ من یفعل من ذلکم من شیء ﴿لا﴾ سبحنہ وتعلی عما یشرکون (۴۰).

﴿ترجمہ﴾

(اے مشرکوں) تمہارے لیے ایک کہاوت بیان فرماتے ہیں (ضرب بمعنی جعل ہے، "مثلا" کی صفت کائنا محذوف ہے) خود تمہارے اپنے حال سے (اور وہ حال یہ ہے کہ) کیا تمہارے ہاتھ کے غلاموں میں سے کچھ شریک ہیں (تمہارے ساتھ، من ماملکت ایمانکم بمعنی من ممالیککم ہے) اس میں جو ہم نے تمہیں روزی دی (یعنی اموال وغیرہ) تو تم (اور وہ لوگ) سب اس میں برابر ہو تم ان سے ڈرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے ڈرتے ہو (یعنی وہ آزاد ہونے میں تمہاری مثل نہیں ہے، یہاں استفہام بمعنی نفی ہے معنی آیت یہ ہے کہ تمہارے مملوک غلام تمہارے شریک نہیں ہیں الخ، تو تم اللہ ﷻ کے بعض مملوک کو اس کا شریک کس طرح قرار دے رہے ہو؟......۱......) ہم ایسی مفصل آیتیں بیان فرماتے ہیں (یعنی ہم اس تفصیل کی مثل آیات بیان فرماتے ہیں) عقل والوں کے لیے (تدبر کرنے والوں کے لیے) بلکہ ظالم (شریک کر کے ظلم کرنے والے) اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے بے جانے تو اسے کون ہدایت کرے جسے خدا نے گمراہ کیا (یعنی اسے ہدایت دینے والا کوئی نہیں) اور ان کا کوئی مددگار نہیں (یعنی عذاب الٰہی ان سے روکنے والا کوئی نہیں) تو (اے حبیب ﷺ) اپنا مونھ سیدھا کر و دین کے لیے اس کی طرف مائل ہوتے (حنیفا بمعنی مائلا الیہ ہے، یعنی آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے متبعین اللہ ﷻ کے لیے اپنے دین کو خالص کیجیے) اللہ کی ڈالی ہوئی بناء (جسے اللہ ﷻ نے بنایا) جس پر لوگوں کو پیدا کیا (فطرۃ اللہ سے مراد اس کا دین ہے......۲......جس کو تم نے لازم پکڑ رکھا ہے) اللہ کی بنائی چیز (یعنی اس کا دین) نہ بدلنا......۳......(یعنی دین الٰہی کو بدل کر کہیں مشرک ہو جاؤ) یہی سیدھا دین ہے (یہی دین مستقیم یعنی اللہ ﷻ کو ایک ماننا ہے) مگر بہت لوگ (یعنی کفار مکہ اللہ ﷻ کی توحید کو) نہیں جانتے اس کی (یعنی اللہ ﷻ کی) طرف رجوع لاتے ہوئے (اس کے اوامر و نواہی کا لحاظ رکھتے ہوئے، یہ جملہ اقم فعل کے فاعل سے اور اس کی مراد یعنی اقیموا سے حال ہے) اور اس سے ڈرو (واتقوہ بمعنی خافوہ ہے) اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں سے نہ ہو ان میں سے جنہوں نے ("من الذین" حرف جر کے اعادہ کے ساتھ ماقبل کا بدل ہے) اپنے دین کو (اپنے معبود میں اختلاف کر کے) ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور ہو گئے گروہ گروہ (اس بات میں ٹکڑیوں میں بٹ گئے ان میں سے) ہر گروہ جو اس کے پاس ہے اسی پر خوش ہے (مسرور ہے......۴......ایک قرائت میں فرقوا کی جگہ فارقوا آیا ہے یعنی ان لوگوں نے اس دین کو ترک کر ڈالا جسے اختیار کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا، لدیھم بمعنی عندھم ہے) اور جب لوگوں کو (یعنی کفار مکہ کو) تکلیف پہنچتی ہے (کوئی شدت پہنچتی ہے) تو اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی طرف رجوع لاتے (نہ کہ اس کے غیر کی طرف رجوع لاتے، منیبین بمعنی راجعین ہے) پھر جب وہ انہیں اپنے پاس (بارش برسا کر) رحمت کا مژدہ دیتا ہے جبھی ان میں سے ایک گروہ اپنے رب کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے کہ ہمارے دیئے کی ناشکری کریں (اس جملے سے تہدید کا ارادہ کیا گیا ہے) تو برت

لواب قریب جاننا چاہتے ہو(اپنے برتنے کے انجام کو اس میں غائب سے صیغہ خطاب کی طرف التفات کیا گیا ہے) کیا(ام بمعنی ہمزہ انکاری ہے) ہم نے ان پر کوئی سند اتاری(کوئی حجت اور کتاب اتاری) کہ وہ بتا رہی ہو(دلالت تکلم کرتے ہوئے) انہیں ہمارے شریک بنانے کا(یعنی وہ کتاب انہیں ہمارا شریک بنانے کا حکم دے رہی ہو، پس ایسا نہیں ہے) اور جب ہم لوگوں کو(یعنی کفار مکہ کو رحمت یعنی نعمت) کا مزہ دیتے ہیں اس پر خوش ہو جاتے ہیں(اتراتے اور اکڑتے) اور اگر انہیں کوئی مصیبت پہنچے(کوئی تکلیف پہنچے) بدلہ اس کا جو ان کے ہاتھوں نے بھیجا جبھی وہ ناامید ہو جاتے ہیں(اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں جبکہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ نعمت کے وقت اللہ عزوجل کا شکر کرتا اور شدت کے وقت اللہ عزوجل سے امید ثواب رکھتا ہے......۵......) اور کیا انہوں نے نہ دیکھا(یعنی نہ جانا) کہ اللہ رزق وسیع فرماتا ہے جس کے لیے چاہے(بطور آزمائش) اور تنگی فرماتا ہے(جس کے لیے چاہے بطور امتحان ،یبسط بمعنی یوسع اور یقدر بمعنی یضیق ہے) بیشک اس میں نشانیاں ہیں ان کے لیے جو(اس پر) ایمان رکھتے ہیں تو رشتہ دار کو(القربی بمعنی القرابۃ ہے) اس کا حق دو(بھلائی اور صلہ رحمی کر کے......۶......) اور مسکین اور مسافر کو(صدقے کے مال میں سے، ابن سبیل کے معنی مسافر ہے غائب امر حضور ﷺ ہیں اور امت اس میں آپ ﷺ کی تابع ہے) یہ بہتر ہے ان کے لیے جو اللہ کا ثواب چاہتے ہیں(اپنے اعمال کے ذریعے، وجہ اللہ بمعنی ثواب اللہ ہے) اور یہی لوگ کامیاب ہیں(المفلحون بمعنی الفائزون ہے) اور تم جو چیز زیادہ لینے کو دو(یوں کہ تم بطور ہبہ یا کوئی چیز اس لیے دو تاکہ تم اس سے زیادہ طلب کرسکو معاملات میں زیادت واضافے کو مطلوب کہا گیا ہے) کہ(ان) لوگوں کے(جو دینے والے ہیں) مال بڑھیں(ان میں اضافہ ہو) تو وہ اللہ کے یہاں نہ بڑھے گی(یعنی فرمانبرداروں کے لیے اس میں کچھ ثواب نہیں ہے......ے......یربوا بمعنی یزکوا ہے) اور جو تم خیرات دو(زکوۃ بمعنی صدقۃ ہے، اس سے) اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تو انھی کے(ثواب) دونے ہوئے(ان کے ثواب کا ارادہ کرنے کے سبب اس میں خطاب سے صیغہ غائب کی طرف التفات ہے) اللہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں روزی دی پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں جلائے گا کیا تمہارے شریکوں میں بھی(جنہیں تم نے اللہ عزوجل کے ساتھ شریک بنائے) کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ کرے(نہیں کوئی ایسا نہیں) پاکی اور برتری ہے اسے(ان سے) جنہیں شریک بناتے ہیں(اس کے ساتھ)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ضرب لکم مثلا من انفسکم هل لکم من ما ملکت ایمانکم من شرکاء فی ما رزقنکم﴾۔

ضرب لکم: فعل بافاعل وظرف لغو، مثلا من انفسکم: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، هل: حرف استفہام، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: جار، ما ملکت ایمانکم: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، شرکاء فی ما رزقنکم: شبہ جملہ ذوالحال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فانتم فیه سواء تخافونهم کخیفتکم انفسکم﴾۔

ف: عاطفہ، انتم: مبتدا، فیه سواء: شبہ جملہ خبر اول، تخافونهم: فعل بافاعل ومفعول، کاف: جار، خیفتکم: مصدر مضاف، کم ضمیر مضاف الیہ فاعل، انفسکم: مفعول، ملکر شبہ جملہ مجرور، ملکر ظرف مستقر "خیفة" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کذلک نفصل الایت لقوم یعقلون٥﴾۔

کذلک: ظرف مستقر "تفصیلا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، نفصل الایت: فعل بافاعل ومفعول، لقوم یعقلون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بل اتبع الذین ظلموا اھواء ھم بغیر علم﴾.

بل: حرف اضراب وعطف،اتبع:فعل،الـذیـن ظلموا:موصول صلہ،ملکر ذوالحال،بـغیر علم:ظرف مستقر حال،ملکر فاعل،اھواء ھم:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فمن یھدی من اضل اللہ وما لھم من نصرین٥﴾.

ف:فصیحیہ،من:استفہامیہ مبتدا،یھدی:فعل بافاعل،من:موصول،اضل اللہ: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،ما مشابہ بلیس،لھم:ظرف مستقر خبر مقدم،من:زائدہ،نصرین:اسم مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاقم وجھک للدین حنیفا فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا﴾.

ف:فصیحیہ،اقم:فعل امرانت ضمیر ذوالحال،حنیفا:حال،ملکر فاعل،وجھک:مفعول،للدین:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،فطرت اللہ:مرکب اضافی موصوف،التی:موصول،فطر الناس علیھا:جملہ فعلیہ صلہ،ملکر صفت،ملکر فعل محذوف "الزموا" کیلئے مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لا تبدیل لخلق اللہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون٥﴾.

لا:نفی جنس،تبدیل:اسم،لام:جار،خلق اللہ:مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ذلک:مبتدا،الدین القیم:مرکب توصیفی خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:مستانفہ،لکن:حرف مشبہ،اکثر الناس:اسم،لا یعلمون:جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿منیبین الیہ واتقوہ واقیموا الصلوۃ ولا تکونوا من المشرکین ٥ من الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا﴾.

منیبین الیہ: شبہ جملہ ماقبل فعل محذوف "الزموا" کے فاعل سے حال واقع ہے،و:عاطفہ،اتقوہ:فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،اقیموا الصلوۃ:فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،لا:ناھیہ،تکونوا:فعل ناقص بااسم،من المشرکین: جار مجرور مبدل منہ،من:جار،الذین:موصول،فرقوا دینھم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،کانوا شیعا:جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر مجرور،ملکر بدل،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کل حزب بما لدیھم فرحون٥﴾.

کل حزب:مبتدا،بمالدیھم:ظرف لغو مقدم،فرحون:صفت مشبہ بافاعل،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا مس الناس ضر دعوا ربھم منیبین الیہ﴾.

و:مستانفہ،اذا:ظرفیہ شرطیہ،مفعول فیہ مقدم،مس الناس:فعل ومفعول،ضر:فاعل،ملکر جملہ فعلیہ شرط،دعوا:فعل،واؤ ضمیر ذوالحال،منیبین الیہ:شبہ جملہ حال،ملکر فاعل،ربھم:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ جزاء،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ثم اذا اذاقھم منہ رحمۃ اذا فریق منھم بربھم یشرکون٥﴾.

ثم:عاطفہ،اذا:ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،اذاقھم:فعل بافاعل ومفعول،منہ:ظرف مستقر حال مقدم،رحمۃ:ذوالحال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ شرط،اذا:فجائیہ،فریق:موصوف،منھم:ظرف مستقر صفت،ملکر مبتدا،بربھم یشرکون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ جزاء،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿لیکفروا بما اتینھم فتمتعوا فسوف تعلمون٥﴾.

لیکفروا:فعل امر غائب لتحدید بافاعل،بما اتینھم:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،تمتعوا:فعل امر بافاعل،ملکر جملہ

فعلیہ،ف:عاطفہ،واقعۃ فی جواب الامر،سوف:حرف استقبال،تعلمون:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ام انزلنا علیھم سلطنا فھو یتکلم بما کانوا بہ یشرکون٥﴾.

ام:عاطفہ،انزلنا:فعل بافاعل،علیھم:ظرف لغو،سلطنا:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،ھو مبتدا،یتکلم:فعل بافاعل،ب:جار،ما:موصولہ،کانوا بہ یشرکون:جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذااذقنا الناس رحمۃ فرحوا بھا وان تصبھم سیئۃ بما قدمت ایدیھم اذا ھم یقنطون٥﴾.

و:عاطفہ،اذا:ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،اذقنا الناس:فعل بافاعل ومفعول،رحمۃ:مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ شرط،فرحوا بھا: جملہ فعلیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ،و:عاطفہ،ان:شرطیہ،تصبھم سیئۃ:فعل ومفعول،سیئۃ:فعل،بما قدمت ایدیھم:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ شرط،اذا:فجائیہ قائم مقام "ف" جزائیہ،ھم:مبتدا،یقنطون:جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اولم یروا ان اللہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر﴾.

ھمزہ: حرف استفہام،و:عاطفہ،لم یروا:فعل نفی بافاعل،ان اللہ:حرف مشبہ واسم،یبسط الرزق:فعل بافاعل،ومفعول،لمن یشاء:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،یقدر:جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لایت لقوم یومنون٥﴾.

ان: حرف مشبہ،فی ذلک:ظرف مستقر خبر مقدم،لام:تاکیدیہ،ایت:موصوف،لقوم یومنون: جار مجرور،ملکر ظرف مستقر صفت،ملکر اسم موخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فات ذا القربی حقہ والمسکین وابن السبیل﴾.

ف:فصیحیہ،ات:فعل امر بافاعل،ذاالقربی:معطوف علیہ،و:عاطفہ،المسکین:معطوف اول،و:عاطفہ،ابن السبیل:معطوف،ملکر مفعول،حقہ:مفعول ثانی،ملکر شرط محذوف"ان عرفت ان السیئۃ اصابتھم بما قدمت ایدیھم" کیلئے جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ذلک خیر للذین یریدون وجہ اللہ واولئک ھم المفلحون٥﴾.

ذلک: مبتدا،خیر:اسم تفضیل بافاعل،لام:جار،الذین:موصول،یریدون وجہ اللہ: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،اولئک:مبتدا،ھم المفلحون:جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما اتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ﴾.

و:عاطفہ،ما:شرطیہ مفعول بہ مقدم،اتیتم من ربا:فعل بافاعل وظرف لغو،لام:جار،یربوا:فعل بافاعل،فی اموال الناس:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور،ملکر ظرف لغو ثانی،ملکر جملہ فعلیہ شرط،ف:جزائیہ،لا یربوا:فعل نفی بافاعل،عنداللہ:ظرف،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما اتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ھم المضعفون٥﴾.

و:عاطفہ،ما:شرطیہ مفعول بہ مقدم،اتیتم:فعل و"تم"ضمیر ذوالحال،تریدون وجہ اللہ: جملہ فعلیہ حال،ملکر فاعل،من زکوۃ:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ شرط،ف:جزائیہ،اولئک:مبتدا،ھم المضعفون: جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم﴾.

اللہ: مبتدا،الذی:موصول،خلقکم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ثم:عاطفہ،رزقکم:جملہ فعلیہ معطوف

اول،ثم: عاطفہ،یمیتکم: جملہ فعلیہ معطوف ثانی،ثم: عاطفہ،یحییکم: جملہ فعلیہ معطوف ثالث،ملکر صلہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿هل من شر كائكم من يفعل من ذلكم من شيء﴾.

هل: حرف استفہام،من شر كائكم: ظرف مستقر خبر مقدم،من: موصولہ،یفعل: فعل بافاعل،من ذلکم: ظرف مستقر حال مقدم،من: زائد،شیء: ذوالحال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿سبحنه وتعلى عما يشركون۝﴾.

سبحنه: فعل محذوف "سبح" کیلئے مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ،و: عاطفہ،تعلی: فعل بافاعل،عما یشرکون: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بعض مملوک کو اس کا شریک کرنا:

۱......مشرکین کو ان کے احوال سے متعلق خبر دی گئی، کیونکہ وہ تمہارے امور کے ہی قریب تر ہے،اور وہ یہ ہے کہ تم بتاؤ کیا تمہارے غلام تمہارے حصہ دار ہوتے ہیں اس مال وغیرہ میں جو ہم نے تمہیں عطا فرمایا ہے۔پس تم اور وہ اس میں ملکیت اور تصرف میں برابر ہوتے ہو کہ وہ بھی اس میں ایسے ہی تصرف کر سکتے ہیں جیسے تم؟ حتی کہ تم اس کے بغیر اس میں تصرف کرنے سے ڈرنے لگو جیسے تم آپس میں ایسے لوگوں سے ڈرتے ہو جو تمہاری مثل آزاد ہیں۔یہ استفہام انکاری ہے،یعنی معاملہ ایسا نہیں۔اور بیشک یہ تمہارے لئے باعث عار ہے اس کے باوجود کہ وہ تمہاری مثل بشر ہیں تو پھر تم یہ کیسے جائز قرار دیتے ہو کہ وہ پتھر جو تمام مخلوق میں سے عاجز ترین مخلوق ہیں وہ اس اللہ کے ساتھ شریک ہوں جو زمین وآسمان کا خالق ہے۔اسی تفصیل کی مثل مفصل نشانیاں ہم بیان کرتے ہیں کیونکہ تمثیل معانی کو ظاہر کرتی ہے اور ان کی وضاحت کرتی ہے۔اس قوم کے لئے جو امثال میں غور وفکر کرنے کے لئے اپنی عقلیں استعمال کرتی ہے۔ (المظهری، ج۵،ص ٤٣٥)

فطرت سے کیا مراد ہے؟

۲......شیخ جرجانی کہتے ہیں: دین قبول کرنے کی معرفت کو رکھنا فطرت کہلاتا ہے۔ (التعریفات،ص۱٦٩)

علامہ راغب اصفہانی کہتے ہیں:

اللہ عَزَّوَجَلَّ نے بندوں کو اس طور پر پیدا فرمایا کہ وہ اس کی معرفت رکھیں اور ایمان قبول کرنے کی قوت ان میں رکھی۔

(المفردات،ص ٣٨٤)

صاحب لسان العرب کہتے ہیں:

فطرة بمعنی خِلقة ہے،یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مخلوق کو اس اعتبار سے پیدا کیا کہ مخلوق اس کی معرفت کر سکے،اور یہی فطرت اللہ نے ماں کے پیٹ میں سعادت وشقاوت کے اعتبار سے لکھ دی ہے۔ (لسان العرب، الحرف الفاء، ج١٠،ص ٢٨٦)

مولانا عبدالحفیظ بلیاوی کہتے ہیں:

وہ وصف کہ ہر موجود اپنی ابتدائی پیدائش میں اس پر ہو،طبعی حالت،دین،سنت،طریقہ،پیدائش۔(مصباح اللغات، ص ٦٣٨)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے،پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں جیسے ایک جانور سالم پیدا ہوتا ہے کیا تم اس میں ٹوٹ پھوٹ دیکھتے ہو؟" (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی،رقم: ١٣٥٨،ص ٢١٧)

ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے بچے کو قتل کیا جو کہ فطرتاً کافر تھا۔ میں (علامہ آلوسی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں کچھ محذوفات ہیں یعنی یہ بچہ زندہ رہتا تو کفر وگمراہی اختیار کرے گا، اور اس کی مطابقت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر ہوتی ہے: ''الشقی شقی فی بطن امہ یعنی بد بخت ماں کے پیٹ ہی میں بد بخت ہوتا ہے''۔ اور یہ فطرت کے تقاضے یعنی دین اسلام پر ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ اسے بھی حق قبول کرنے کی استعداد دی گئی تھی جو اس نے استعمال نہ کی، اس مسئلے پر تأمل کرنا چاہیے۔

(روح المعانی، الجزء: ۲۱، ص ۵۷، روح البیان، ج ۷، ص ۳۹)

اللہ عزوجل کی تخلیق کو بدلنا جرم ہے!

۳۔۔۔۔۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کہتے ہیں: مجاہد اور عکرمہ نے کہا کہ اللہ عزوجل کی تخلیق کو نہ بدلو سے مراد یہ ہے کہ تم جانوروں کو خصی نہ کرو۔ علامہ قرطبی فطرت کے معنی پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں: دلائل سے واضح ہے کہ جس خلقت اور ہیئت پر اللہ عزوجل نے انسان کو صحیح سالم اور تمام جسمانی نقائص اور عیوب سے خالی پیدا کیا وہی فطرت ہے، اس کے بعد فرمایا ﴿لاتبدیل لخلق اللہ﴾ یہ صورۃ خبر اور معنی نہی ہے، یعنی اللہ عزوجل کی بنائی ہوئی تخلیق میں تبدیلی نہ کرو، اپنے ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر اللہ عزوجل کی تخلیق میں تبدیلی نہ کرو۔

☆۔۔۔۔۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی عورت کے بالوں میں دوسری عورت کے بالوں کا پیوند لگانے اور لگوانے والی، گودنے والی، گودوانے والی عورتوں پر لعنت ہے''۔ (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب: وصل الشعر، رقم: ۵۹۳۳، ص ۱۰۴۰)

☆۔۔۔۔۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''عورتوں کے حلق سے منع فرمایا اور یہی ان کے حق میں مثلہ ہے''

(کنز العمال، رقم: ۱۷۳۷٤، کتاب الزینۃ من قسم الافعال والترغیب فیھا، ج ۳، ص ۲۸۹)

☆۔۔۔۔۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو سر مونڈنے سے منع فرمایا۔ (سنن النسائی، کتاب الزینۃ من السنن، باب النھی عن حلق المرأۃ راسھا، رقم: ۵۰۵۹، ص ۱۱۵۷)

فقہائے احناف نے داڑھی مونڈنے کو چہرے کا مثلہ کہا ہے۔ (الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الحج، الجزء: ۱، ص ۲۰۹)

اللہ عزوجل فرماتا ہے ﴿ولقد کرمنا بنی آدم ہم نے بنی آدم کو مکرم کیا (الاسراء: ۷۰)﴾۔ مومن کو اپنے تھوک غلاظت میں پھینکنے کی اجازت نہیں، موئے زیر ناف وناخن وغیرہ یونہی نہ باہر پھینک دیے جائیں بلکہ انہیں دفن کرنا بہتر ہے، عام مسلمان کا دوسرے مسلمان کو گدھے یا پاگل یا کسی طرح کا نازیبا جملہ کہنے پر حکم تعزیر، مومن کی دلی تکریم کو کعبہ سے بڑھ کر کہنا احادیث سے ثابت، الغرض اسلام کے دائرے میں آ کر کتنی عزتیں ملی ہیں لیکن آج مسلمان اپنی عزتوں کو خود پامال کر رہا ہے۔ (۱)۔۔۔۔۔ موجودہ دور میں تغییر خلق کی کئی صورتیں نظر آ رہی ہیں تاہم بعض صورت میں کچھ تحفظات کے ساتھ اجازت بھی دی جاتی ہے لیکن اکثر کے بارے میں قرآن وسنت کو مدنظر رکھتے ہوئے ممانعت پائی جاتی ہے۔ مثلاً کلونگ (cloning) کا طریقہ کار جس میں ایک انسان یا جانور کے جسم کے چند سیلز (cells) لئے جاتے ہیں اور انہیں ایک مرتبان (bottle) وغیرہ میں ایک خاص مدت تک رکھا جاتا ہے جس سے کئی سیلز مزید جنم لیتے ہیں کہ جس کے نتیجہ کے طور پر کلونگ کا عمل مکمل ہونے پر دوسرے ایک اور حیوان کا وجود ممکن میں لایا جاتا ہے، لیکن اسے تخلیق خدا میں دخل دینا قرار دیا گیا، اللہ کے خفیہ امور میں دخل اندازی اور تکریم انسانی میں کمی کا پیش خیمہ بنا۔ مزید یہ کہ اللہ عزوجل کا فرمان ﴿ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں (یونس: ٦٤)﴾ میں دخل اندازی کا ایک ذریعہ ہے، (۲)۔۔۔۔۔ اسی طرح موجودہ دور میں ایک مسئلہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی (test tube baby) کا بھی ہے۔ اس میں یوں ہوتا ہے کہ جن افراد کے ہاں بے اولادی کا مسئلہ پریشانی کا باعث ہوتا ہے، اگرچہ اس کی کوئی بھی وجوہات ہوں تاہم جائز صورت یہی ہے کہ جس مرد وعورت کے مابین میں نکاح شرعیہ

قائم ہے، کسی وجہ سے مَرد کا مادہ عورت کے رحم میں نہیں پہنچ پارہا تو اب ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعے مَرد کا مادہ عورت کے رحم میں منتقل کیا جائے، لیکن ہمارے ہاں غیر شرعی نقطۂ نگاہ سے کسی غیر مَرد کا مادہ ایسی عورت کے رحم میں منتقل کر دیا جاتا ہے جو ان کے نکاح میں نہیں ہے جس سے ایک طور پر زنا کا دروازہ کھلتا ہے لہٰذا ایسا نہ کیا جائے بلکہ جائز صورت کا انتخاب کیا جائے جس کا بیان ہم نے کر دیا کہ جن مَرد و عورت کے مابین نکاح شرعی منعقد ہے ان کا مادہ اس طور پر منتقل کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ (۳)......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۔ اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں (یونس:۶۴)﴾، غیر فطری تقاضوں سے اپنے نفس کی تسکین کرنا، بلکہ اپنی جنس ہی تبدیل کروا دینا اس معاشرے میں عام ہوتا جا رہا ہے۔ بعض نام نہاد مولوی کہلانے والے اس کو جائز بھی کہتے سنائی دیتے ہیں۔ مصلحت کی لگام میرے منہ پر نہ لگی ہوتی تو میں نام بھی لکھ دیتا۔ ٹی وی اسکرین پر بیٹھ کر ہر بولنے والا عالم نہیں ہے۔ ہر کسی کی علمی استطاعت بھی اتنی نہیں کہ قرآن وحدیث وفقہائے کرام کے جزئیات کی روشنی میں صحیح نشاندہی کرے، لیکن افسوس صد افسوس عزت وشہرت کی خواہش نے دین کے معاملے میں دست درازی سے باز نہ رکھا۔

گروہوں میں بٹ جانے پر خوشی کرنا:

۳......مراد اعتقادی اختلاف ہے، معبودِ حقیقی ایک ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں، اہل ایمان کے سوا کفار مشرکین کے جتنے بھی باطل گروہ ہیں، سب کے سب اپنے تئیں خوش ہیں لیکن ان کی یہ خوشی عارضی ہے۔ موت کا وقت اٹل ہے اگر اس سے پہلے نہ مانیں تو پھر پچھتاوا ہی کے سوا کچھ دامن گیر نہ ہوگا۔

جان لینا چاہیے کہ دین اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک اسلام ہی ہے جو کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج ہم تک پہنچا، اور شرعی تقاضوں واحکامات میں تبدیلی ہونا وقت کے ساتھ رونما ہوا ہے لیکن لوگ ایک ہی دین پر تھے، پھر لوگ یہود، نصاریٰ، مجوسی، عابدی فرقوں میں بٹنے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ان کی امت ستر فرقوں میں منقسم ہوئی اور سوائے ایک کے سارے ہی جہنمی گروہ تھے اور جنتی گروہ وہی تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اصول وفروع پر جما ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت ان کے بعد اکہتر فرقوں میں بٹ گئی اور سوائے ایک کے سارے ہی جہنمی گروہ تھے، ناجی فرقہ وہی تھا جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اعتقاد وعمل پر تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت ان کے بعد بہتر فرقوں میں منقسم ہوئی اور سوائے ایک کے سارے ہی جہنمی گروہ تھے، ناجی فرقہ اعتقاد وعمل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیروکار تھا۔ امت محمدیہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تہتر فرقوں میں منقسم ہوئی اور سوائے اہل سنت وجماعت کے سارے ہی (بہتر) گروہ جہنمی قرار پائے۔ (روح البیان، ج۷، ص ۴۲، المظهری، ج۵، ص ۴۳۸)

مصائب وآلام پر مومن و کافر کا جُدا طرز عمل:

۴......اور جب کفار مکہ کو کوئی مصیبت اور قحط پہنچتی ہے تو اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اسے پکارنے لگتے ہیں اور ایسے وقت میں اس کے سوا کو بھی نہیں پکارتے۔ پھر جب رب کریم عَزَّوَجَلَّ ان کی فریاد قبول کرتے ہوئے انہیں اپنی رحمت عطا فرماتا ہے۔ یعنی مصیبت اور تکلیف سے انہیں نجات اور رہائی عطا فرماتا ہے یا انہیں خوشحالی اور رحمت عطا کرتا ہے۔ تو انہی میں سے ایک گروہ اپنے اسی رب کے ساتھ شریک ٹھہرا لیتا ہے جس نے انہیں عافیت عطا فرمائی اور وہ اس نجات اور عافیت کی نسبت اللہ کے سوا دوسروں کی طرف کرنے لگتے ہیں۔ (المظهری، ج۵، ص ۴۳۹)

☆......حضرت زید بن خالد جُہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حدیبیہ کے مقام پر صبح کی نماز پڑھائی، بارش کے ان نشانات پر جو رات کو ہوئی تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو

تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے"؟ لوگوں نے عرض کی اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ ﷻ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں سے بعض مومن رہے اور بعض کافر، پس جنہوں نے یہ کہا ہمیں اللہ کے فضل اور رحمت کے ساتھ بارش عطا کی گئی، پس وہ میرے ساتھ ایمان لانے والے ہیں اور وہ ستاروں کا انکار کرنے والے ہیں اور جنہوں نے یہ کہا کہ ہمیں فلاں ستارے کے سبب بارش دی گئی تو وہ مجھ سے کفر کرنے والے ہیں اور ستارے کے ساتھ ایمان لانے والے ہیں"۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب: یستقبل الامام الناس، رقم: ۸۴۶، ص ۱۳۷)

قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی:

۵......حضرت میمونہ بنت حارث بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک باندی آزاد کی اور اس کا رسول ﷺ سے ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم وہ باندی اپنے ماموں کو دے دیتیں تو زیادہ اجر ملتا"۔

(صحیح البخاری، کتاب الھبة، باب: ھبة المراة لغیر، رقم: ۲۵۹۲، ص ۴۱۹)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب یہ آیت ﴿لن تنالوا البر تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے (ال عمران: ۹۲)﴾ نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا میرا گمان ہے کہ ہمارا رب ہمارے مالوں میں سے سوال کر رہا ہے، پس میں آپ کو گواہ کرتا ہوں یا رسول اللہ ﷺ! میری وہ زمین جو بیرحاء (مسجد نبوی کے قریب ہی ایک جگہ جہاں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا باغ تھا جو کہ موجودہ دور میں مسجد نبوی کی حدود میں ہے)، میں نے اس کو اللہ ﷻ کی راہ میں دیتا ہوں، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ زمین اپنے قرابت داروں کو دے دو، تب انہوں نے وہ زمین حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور اُبی بن کعب کو دے دی"۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الزکوة، باب: فی صلة الرحم، رقم: ۱۶۸۹، ص ۳۱۶)

☆......حضرت زینب بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے عورتوں کی جماعت صدقہ کیا کرو، خواہ زیورات سے کیا کرو، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور اُن سے کہا کہ تم خالی ہاتھ اور مفلس ہو اور رسول ﷺ نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا ہے تم جا کر رسول اللہ ﷺ سے معلوم کرو اگر تمہیں دینا ادائیگی صدقہ سے کافی ہو تو فبہا ورنہ میں تمہارے سوا کسی کو دے دیتی ہوں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم خود جاؤ! حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں گئی تو دیکھا کہ انصار کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر کھڑی ہے اور اسے بھی یہی مسئلہ درپیش ہے اور ہم رسول اللہ ﷺ سے بہت مرعوب تھے، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر آئے تو ہم نے کہا تم جا کر رسول اللہ ﷺ سے کہو کہ دو عورتیں دروازے پر یہ معلوم کرنے کے لئے کھڑی ہیں کہ اگر وہ اپنے شوہروں اور جوان کی گود میں یتیم بچے ہیں ان کو صدقہ دیں تو ادا ہو جائے گا اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور آپ ﷺ سے یہ مسئلہ معلوم کیا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا وہ عورتیں کون ہیں؟ انہوں نے بتایا ایک انصار کی عورت ہے، دوسری زینب ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کونسی زینب؟" انہوں نے کہا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انہیں دو اجر ملیں گے، ایک قرابت کا اور دوسرا صدقہ کا"۔ (صحیح البخاری، کتاب الزکوة، باب: الزکوة علی الزوج، رقم: ۱۴۶۶، ص ۲۳۸)

قرض کے ضمن میں اسلامی معیشت کے اصول:

۶......جس نبی کا مسلمان کلمہ پڑھتا ہے، اس سے زیادہ معاشیات کو جاننے والا کون ہو سکتا ہے؟ بلکہ جس اللہ کو وحدہ لاشریک لہ مانتا ہے، اُس احکم الحاکمین سے بڑھ کر کون رہنمائی کر سکتا ہے اللہ نے فرمایا: ﴿من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا کون ہے

جو اللہ کو قرضِ حسن دے (البقرۃ:۲۴۵)﴾، اسلامی معیشت کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:﴿ومن قدر علیہ رزقہ اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا (الطلاق:۷)﴾، معاشی نظام وسوشلزم کے تحت اشتراکیت کے بنیادی اصول کی نفی کرتے ہوئے فرمایا:﴿وان لیس للانسان الا ما سعی اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش (النجم:۳۹)﴾، معاشی ومعاشرتی پالیسی وضع کرتے ہوئے فرمایا:﴿ولا تقتلوا اولادکم اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو (بنی اسرائیل:۳۱)﴾، داخلی وخارجی پالیسی کا بیان کرتے ہوئے فرمایا:﴿واوفوا بالعھد اور عہد پورا کرو (بنی اسرائیل:۳۴)﴾، اسلامی ریاست کے اصول وضع کرتے ہوئے فرمایا:﴿وامرھم شوری بینھم اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے (شوری:۳۸)﴾، اسلامی ریاست کے اصول وضع فرماتے ہوئے فرمایا:﴿شرع لکم من الدین تمہارے لئے دین کی راہ ڈالی گئی (شوری:۱۳)﴾، اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں بیان فرمائیں:﴿قل اطیعوا اللہ تم فرماؤ حکم مانو اللہ کا (النور:۵۴)﴾، اطاعت امیر کے حدود یوں وضع فرمائے:﴿ولا تطع منھم اور ان میں سے کسی کی بات نہ سن (الدھر:۲۴)﴾، مجرموں کو معاف نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ فرمایا:﴿ولا تاخذکم بھما رافۃ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے (النور:۲)﴾، دشمن اسلام کو پنپنے سے روکنا، اس کا بیان یوں فرمایا:﴿لئن لم ینتہ المنفقون اگر باز نہ آئے منافق (الاحزاب:۶۰)﴾، حکمران تجارت کو بے ایمانیوں سے پاک کریں، چنانچہ فرمایا:﴿واوفوا الکیل اذا کلتم اور ماپو تو پورا ماپو (بنی اسرائیل:۳۵)﴾، حکمران معاہدات کی پابندی کریں، چنانچہ فرمایا:﴿ولا تشتروا بعھد اللہ ثمنا قلیلا اور اللہ کے عہد پر تھوڑے دام نہ لو (النحل:۹۵)﴾۔

☆......قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم:"کل قرض جر منفعۃ فھو ربوا یعنی قرض کے ذریعے جو نفع حاصل ہوتا ہے وہ سود ہے"۔

(کنز العمال، کتاب الدین والسلم، قسم الاول، فصل فی لواحق کتاب الدین، رقم: ۱۵۵۱۲، ج۳، ص۹۹)

علامہ طحطاوی پھر علامہ شامی خود شرح درمختار میں فرماتے ہیں:

الغالب من احوال الناس انھم انما یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاہ لما اعطاہ الدراھم وھذا بمنزلۃ الشرط لان المعروف کالمشروط وھو مما یعین المنع یعنی لوگوں کا غالب حال یہ ہے کہ وہ مرہون شیء دیتے وقت نفع اٹھانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اگر یہ نفع اٹھانا مطلوب نہ ہو تو وہ قرض کے لئے درہم بھی نہ دینگے اور یہ بمنزلہ شرط کے ہو گیا اس لئے کہ جو چیز معروف ہو وہ مشروط کی طرح ہوتی ہے۔ (الفتاوی الرضویہ مخرجہ، کتاب الرھن، ج۲۵، ص ۲۱۷ وغیرہ)

اغراض:

ھادی لہ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ استفہام انکاری بمعنی نفی ہے۔ **انت ومن تبعک:** اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ خطاب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور مراد امت محمدیہ ہیں۔ **وھی دینہ:** مراد دین اسلام ہے، پس ساری مخلوق الست بربکم میں کلمہ توحید پر مجتمع تھی، اور اسی طرح سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:"ہر پیدا ہونے والا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی بناتے ہیں"۔ **ای لا تبدلوہ:** اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کا فرمان﴿لا تبدیل لخلق اللہ﴾خبر ہے، اور مراد اس سے امر ہے۔ **وما ارید بہ:** سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیروکاروں سے خطاب کا ارادہ کیا گیا ہے۔

ای اقیموا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ عزوجل کے فرمان:﴿واتقوہ﴾کا عطف محذوف پر ہے جو کہ ماقبل حال سے ماخوذ ہے۔

ای کفار مکۃ: اگرچہ عمومیت کے لحاظ سے سب کے لئے آیت سے عبرت حاصل کرنے کا تقاضا کیا جاسکتا ہے لیکن خاص طور پر کفار کا ذکر کرنا نزول (بلا) کے سبب کی وجہ سے ہے۔ **ای یامرھم بالاشراک:** میں اس جانب اشارہ ہے﴿بما﴾میں ما مصدریہ ہے اور بہتر یہ ہے کہ "ما" موصولہ مانا جائے اس لئے کہ مراد وہ سبب ہے جس کی وجہ سے مشرکین اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے۔

فرح بطر: اکڑتے ہوئے خوش ہونا، تکبر وعجب میں مبتلا ہونا، یعنی وہ عمل اختیار کرتے جو اللہ کو غضب دلائے، اگر ان کے خوش ہونے کا معاملہ مناسب ہوتا تو اللہ کی رضا کی جانب محمول کیا جاتا۔

ومن شان المومن: سے مراد اس کی خصلت وہیئت ہے۔ویرجو ربه عند الشدة: اس جملے میں اس جانب اشارہ مقصود ہے کہ اللہ ﷻ کے سوا کوئی مصیبت دور کرنے اور رحم کرنے والا نہیں ہے۔امتحانا: امتحان لینا اس جانچ کے لئے ہوتی ہے کہ بندہ شکر کرتا ہے یا سرکشی اختیار کرتا ہے۔ابتلاء: اس بات کو دیکھنا مقصود ہوتا ہے کہ صبر ورضا کا پیکر بنتا ہے یا شکوہ شکایت کرتا ہے۔

القرابة: امام ابوحنیفہ نے اس آیت ﴿فات ذاالقربى﴾ سے دلیل حاصل کی کہ نفقہ ماں کے رحم میں بچے کے لئے واجب کر دیا جاتا ہے، اور امام مالک وشافعی نے یہ دلیل حاصل کی کہ نفقہ کی اصول وفروع کا وجوب ہوتا ہے جب کہ اس کی مستحسنات بھی ہیں۔

وامة النبي: مسکین اور راہ خدا کے مسافر کو امتِ نبی سے تعبیر کیا، اس میں اس جانب اشارہ ہے کہ اگرچہ حکم نبی پاک ﷺ ہی کو ہو لیکن اس سے مراد سید عالم ﷺ کی امت ہے۔بان يعطى شيئا: اس جملے میں اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہ آیت ﴿وما اتيتم من ربا﴾ ہبہ یا ہدیہ دینے کے بارے نازل ہوئی کہ کوئی شخص کسی کو زیادہ مقدار میں ہبہ کرے اور غرض یہ ہو کہ میں اس سے مزید اضافہ کے ساتھ وصول کرلوں گا تو یہ ہمارے حق میں مکروہ فعل ہے جب کہ سید عالم ﷺ کے حق میں حرام ہے۔جس کی دلیل یہ آیت ﴿ولا تمنن تستكثر﴾ ہے۔فسمى: مراد حد یہ ہے۔باسم المطلوب: سے مراد وہ ہے جو ہدیہ کے بدلے لینا والا ہو۔

صدقة: سے مراد نفلی صدقات ہیں، اور زکوۃ بھی مراد لی جاتی ہے کیونکہ زکوۃ مال، بدن اور اخلاق کو پاک کرتی ہے۔

فيه التفات عن الخطاب: زکوۃ دینے والے کے حال کی تعظیم یا عمومیت کا ارادہ کیا گیا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: جو ایسا کرے وہی دونے ہیں۔لا: سے اسم اشارہ انکاری کی جانب اشارہ کرنا مقصود ہے۔ (الصاوی، ج٤، ص ٣٣٠ وغیرہ)

رکوع نمبر:۸

﴿ظهر الفساد فى البر﴾اَى القِفَارُ بِقَحطِ المَطرِ وَقِلَّةِ النَّباتِ﴿والبحر﴾اَى البِلادِ الَّتِى على الْاَنهارِ بِقِلَّةِ مائِها﴿بما كسبت ايدى الناس﴾مِنَ المَعَاصِى﴿ليذيقهم﴾بِالنُّونِ والياءِ﴿بعض الذى﴾اَى عُقوبَتُهٗ﴿عملوا لعلهم يرجعون (۴۱)﴾يَتُوبُونَ﴿قل﴾لِكُفَّارِ مكةَ﴿سيروا فى الارض فانظروا كيف كان عاقبة الذين من قبل كان اكثرهم مشركين (۴۲)﴾فَاُهلِكُوا بِاِشْراكِهم وَمَسَاكِنِهم و مَنَازِلِهم خَاوِيةٌ﴿فاقم وجهك للدين القيم﴾دِينِ الْاِسْلامِ﴿من قبل ان ياتى يوم لا مرد له من الله﴾هُو يَومُ القِيٰمةِ﴿يومئذ يصدعون (۴۳)﴾فيهِ اِدغَامُ التَّاءِ فِى الْاَصلِ فِى الصَّادِ يَتفَرَّقُونَ بَعدَ الحِسابِ اِلَى الجَنَّةِ والنَّارِ﴿من كفر فعليه كفره﴾وَبَالُ كُفرِهٖ هُوَالنَّارُ﴿ومن عمل صالحا فلانفسهم يمهدون (۴۴)﴾يُوطِئُونَ مِن مَنَازِلِهم فى الجَنةِ﴿ليجزى﴾مُتَعَلِقٌ بِيَصَّدَّعونَ﴿الذين امنوا وعملوا الصلحت من فضله﴾يُثِيبُهُم﴿انه لا يحب الكفرين (۴۵)﴾اَى يُعَاقِبُهم﴿ومن ايته﴾تَعالىٰ﴿ان يرسل الرياح مبشرت﴾بِمعنى لِتُبَشِّرَكم بِالمَطَرِ﴿وليذيقكم﴾بِها﴿من رحمته﴾المَطرِ والخَصبِ﴿ولتجرى الفلك﴾السُّفُنُ بِها﴿بامره﴾اَى بِاِرادَتِهٖ﴿ولتبتغوا﴾تَطْلُبوا﴿من فضله﴾الرِّزقَ بالتِّجارةِ فِى البَحرِ﴿ولعلكم تشكرون (۴۶)﴾هٰذِهِ النِّعَمَ يَااَهلَ مَكةَ فَتُوَحِّدُونَهٗ﴿ولقد ارسلنا من قبلك رسلا الى قومهم فجاء وهم

بالبینت ﴿بِالحُجَجِ الوَاضِحاتِ علی صِدقِهم فی رِسالَتِهِم إلَيهِم فَكَذَّبُوهُمْ﴾فانتقمنا من الذین اجرموا ط﴾أَهلَكنَا الذِينَ كَذَّبُوهم﴿وكان حقا علینا نصر المومنین (۴۷)﴾علی الكَافِرِينَ بِإِهلَاكِهِم وإِنجَاءِ المُومِنِينَ﴿الله الذی یرسل الریح فتثیر سحابا ﴾تُزعِجُهُ﴿فیبسطه فی السماء كیف یشاء ﴾مِن قِلَّةٍ وَكَثرَةٍ﴿ویجعله كسفا ﴾بِفَتحِ السِّینِ وَسُكُونِهَا قِطَعًا مُتَفَرِّقَةً﴿فتری الودق ﴾المَطَرَ﴿ یخرج من خلله ج﴾اَی وَسَطِهِ﴿فاذا اصاب به ﴾بِالوَدقِ﴿ من یشاء من عباده اذا هم یستبشرون (۴۸)﴾یَفرَحُونَ بِالمَطَرِ﴿وان ﴾وَقد﴿كانوا من قبل ان ینزل علیهم من قبله﴾تَاكِیدٌ ﴿لمبلسین (۴۹)﴾آیِسِینَ مِن اِنزَالِهِ﴿ فانظر الی اثر ﴾وَفِی قِرائَةِ آثَارِ﴿ رحمت الله ﴾اَی نِعمَتَهُ بِالمَطَرِ﴿كیف یحی الارض بعد موتها ط﴾اَی یُبسِهَا بِاَنْ تُنبِتَ﴿ ان ذلک ﴾المُحیِیَ الاَرضَ﴿لمحی الموتی ج وهو علی كل شیء قدیر (۵۰)ولئن ﴾لَامُ قَسَمٍ﴿ارسلنا ریحا ﴾مُضِرَّةً علی نَبَاتٍ﴿ فراوه مصفرا لظلوا ﴾صَارُوا جَوابُ القَسَمِ﴿ من م بعده ﴾اَی بَعدَ اِصفِرارِهِ﴿ یكفرون (۵۱)﴾یَجحَدُونَ النِّعمَةَ بِالمَطَرِ﴿ فانک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ﴾بِتَحقِیقِ الهَمزَتَینِ وَتَسهِیلِ الثَّانِیَةِ بَینَهَا وَبَینَ اليَاءِ﴿ ولوا مدبرین (۵۲)وما انت بهد العمی عن ضللتهم ان ﴾ما﴿ تسمع ﴾سِمَاعَ اَفهَامٍ وَقُبُولٍ﴿الا من یومن بایتنا ﴾القُرآن﴿ فهم مسلمون (۵۳)﴾مُخلِصُونَ بِتَوحِيدِ اللهِ.

﴿ترجمہ﴾

چمکی خرابی خشکی میں (یعنی بارش کے قحط اور نباتات کی قلت کے سبب زمین بنجر ہوکر رہ گئی) اور تری میں (یعنی ان شہروں میں جو نہروں پر واقع ہیں ان کے پانی میں کمی آجانے کے سبب......) ان (گناہوں) کے سبب جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمائے تاکہ وہ مزہ چکھائے (یذیقھم کو علامت مضارع یاء اور نون کے ساتھ پڑھا گیا ہے) انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا (یعنی ان کے اعمال کا انہیں مزا چکھائیں) کہیں وہ باز آئیں (یعنی توبہ کرلیں) تم فرماؤ (کفار مکہ سے) زمین میں چل کر دیکھو کیسا انجام ہوا اگلوں کا ان میں بہت مشرک تھے (تو وہ خود اور ان کے گھر ان کے شرک کے سبب ہلاک و برباد کردیئے گئے اور اب ان کے گھر خالی پڑے ہیں) تو اپنا منہ سیدھے دین (یعنی دین اسلام) کے لیے قبل اس کے کہ وہ دن آئے جسے اللہ کی طرف سے ٹلنا نہیں (مراد اس سے قیامت کا دن ہے) اس دن لوگ الگ الگ ہوجائیں گے (یعنی حساب وکتاب کے بعد لوگ جنت اور جہنم کی طرف الگ الگ ہوجائیں گے، یصدعون میں اصل میں تاء کا ادغام صاد میں کیا گیا ہے یہ بمعنی یتفرقون ہے) جو کفر کرے اس کا کفر (یعنی کفر کا وبال) اسی پر ہے (اور وہ جہنم ہے) اور جو اچھا کام کریں وہ اپنے ہی لیے تیاری کررہے ہیں (جنت میں اپنی منازل طے کررہے ہیں) تاکہ صلہ دے ("لیجزی" یصدعون سے متعلق ہے) انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اپنے فضل سے (انہیں ثواب فرمائے) بیشک وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا (یعنی وہ انہیں عذاب دے گا) اور اس کی (یعنی اللہ عزوجل کی) نشانیوں میں سے ہے کہ ہوائیں بھیجتا ہے مژدہ سناتی (یعنی وہ ہوائیں تمہیں بارش کا مژدہ سناتی ہیں) اور اس سے تمہیں (اس کے ذریعے) اپنی رحمت (یعنی بارش اور سبزے......) کا ذائقہ دے اور اس لیے کہ کشتی (اس کے ذریعے) اس کے حکم (یعنی ارادے) سے چلے اور اس لیے کہ اس

کا فضل (یعنی سمندر میں تجارت کر کے رزق) تلاش کرو اس لیے کہ تم شکر کرو (ان نعمتوں کا ، اے اہل مکہ اور بطور نتیجہ تم اللہ ﷻ کی وحدانیت کا اقرار کرو) اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لائے (یعنی ان کے رسول مبعوث کئے ، پھر ان کے دعوے میں ان کی صداقت پر دلالت کرنے واضح دلائل لے کر آئے لیکن کفار نے ان کی تکذیب کی) پھر ہم نے مجرموں سے بدلہ لیا (یعنی ان جھٹلانے والوں کو ہلاک کر دیا) اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے (کافروں کے خلاف) مسلمانوں کی مدد کرنا (کفار کو ہلاک اور مسلمان کو نجات عطا فرما کر......ع......) اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں کہ ابھارتی ہیں بادل (یعنی اسے حرکت دیتی ہیں) پھر اسے پھیلا دیتا ہے آسمان میں جیسا چاہے (قلت وکثرت کے اعتبار سے) اور اسے پارہ پارہ کرتا (متفرق ٹکڑے کر دیتا ہے، کسفا سین مفتوحہ وساکنہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) تو تو دیکھے کہ اس کے بیچ میں سے مینہ نکل رہا ہے (ودق بمعنی المطر اور خلل بمعنی الوسط ہے) پھر جب اسے (یعنی بارش کو) پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں جس کی طرف چاہے جبھی وہ خوشیاں مناتے ہیں (بارش پر خوش ہوتے ہیں) اگرچہ (حالانکہ وہ) اس کے اتارنے سے پہلے اس سے مایوس تھے (من قبلہ تاکید ہے یعنی وہ بارش نازل کئے جانے سے مایوس تھے) تو اللہ کی رحمت کے اثر (بصورت بارش اس کی نعمت کی طرف) دیکھو (ایک قرائت میں اثـر مفرد ہے اور ایک میں بصیغہ جمع ہے) کیونکہ زمین کو جلاتا ہے اس کے مرے پیچھے (یعنی اس کے خشک ہونے کے بعد یوں کہ اسے سرسبز وشاداب کر دیتا ہے) بیشک وہ (جو زمین کو جلانے والا ہے) مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے اور اگر (لئن میں لام قسمیہ ہے) ہم کوئی (نباتات کو نقصان پہنچانے والی) ہوا بھیجیں (نباتات کو) جس سے وہ کھیتیوں کو زرد دیکھیں تو ضرور اس کے بعد (یعنی اس کے زرد ہو جانے کے بعد) کفر کرنے لگیں (بصورت بارش عطا کی جانے والی نعمت کا انکار کرنے لگیں ، ظلوا بمعنی صـــــاروا ہے یہ جواب قسم بن رہا ہے) اس لیے کہ تم مردوں کو نہیں سناتے اور نہ بہروں کو پکار سناؤ جب کہ وہ پیٹھ دے کر پھریں......ع......(الـدعـــاء اذا دو ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کی تسہیل کے ساتھ ہے اس ہمزہ اور یاء کے درمیان) اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ پر لاؤ تو تم نہیں سناتے (ایسا سنانا جو افہام وقبول کا ہو، ان بمعنی مـــانافیہ ہے) مگر اسے جو ہماری آیتوں (یعنی قرآن) پر ایمان لائے تو وہ مسلمان ہیں (توحید باری ﷻ میں مخلص ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ظهر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقهم بعض الذی عملوا لعلهم یر جعون٥﴾.

ظهر الفساد: فعل با فاعل، فی البر و البحر: ظرف لغو، ب: جار، ما کسبت ایدی الناس: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، لام: جار، یذیق: فعل با فاعل، هم: ذوالحال، لعلهم یر جعون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، بعض الذی عملوا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف مستقر، فعل محذوف "عاقبهم بذالک" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبة الذین من قبل﴾.

قل: قول، سیروا فی الارض: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، انظروا: فعل با فاعل، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، عاقبة الذین من قبلهم: اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿کان اکثرهم مشرکین٥﴾. کان: فعل ناقص، اکثر هم: اسم، مشرکین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاقم وجهک للدین القیم من قبل ان یاتی یوم لامرد له من الله﴾.

ف: فصیحیہ، اقم: فعل امر با فاعل، وجهک: مفعول، لام: جار، الـدیـن الـقـیـم: مرکب توصیفی مجرور، ملکر ظرف لغو، من: جار،

قبل: مضاف، ان: مصدریہ، یاتی: فعل، یوم: موصوف، لا: نفی جنس، مرد: اسم، له: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت، ملکر فاعل، من الله: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یومئذ یصدعون○ من کفر فعلیه کفره﴾۔

یومئذ: ظرف مقدم، یصدعون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، من: شرطیہ مبتدا، کفر: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، علیه: ظرف مستقر خبر مقدم، کفره: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن عمل صالحا فلا نفسهم یمهدون○ لیجزی الذین امنوا وعملوا الصلحت من فضله﴾۔

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، عمل صالحا: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لا نفسهم: ظرف لغو مقدم، یمهدون: فعل بافاعل، لام: جار، یجزی: فعل بافاعل، الذین امنوا وعملوا الصلحت: موصول صلہ، ملکر مفعول، من فضله: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزا، جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انه لا یحب الکفرین○﴾۔ انه: حرف مشبہ واسم، لا یحب الکفرین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿ومن ایته ان یرسل الریاح مبشرت ولیذیقکم من رحمة ولتجری الفلک بامره ولتبتغوا من فضله ولعلکم تشکرون○﴾۔

و: عاطفہ، من ایته: ظرف مستقر خبر مقدم، ان: مصدریہ، یرسل: فعل بافاعل، الریح: ذوالحال، مبشرت: فی معنیٰ "لیبشرکم" معطوف علیہ، و: عاطفہ، لام: جار، یذیقکم من رحمة: جملہ فعلیہ مجرور، ملکر معطوف اول، و: عاطفہ، لام: جار، تجری الفلک بامره: جملہ فعلیہ مجرور، ملکر معطوف ثانی، و: عاطفہ، لام: جار، تبتغوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، لعلکم تشکرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، من فضله: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مجرور، ملکر معطوف ثالث، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد ارسلنا من قبلک رسلا الی قومهم فجاء وهم بالبینت﴾۔

و: مستانفہ، لام: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، ارسلنا: فعل بافاعل، من قبلک: ظرف مستقر حال مقدم، رسلا: ذوالحال، ملکر مفعول، الی قومهم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، جاء وهم: فعل بافاعل ومفعول، بالبینت: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب، ملکر جملہ قسمیہ مستانفہ۔

﴿فانتقمنا من الذین اجرموا وکان حقا علینا نصر المومنین○﴾۔

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فکذبوهم" انتقمنا: فعل بافاعل، من الذین اجرموا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو: مستانفہ، کان: فعل ناقص، حقا علینا: شبہ جملہ خبر مقدم، نصر المومنین: اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿الله الذی یرسل الریح فتثیر سحابا فیبسطه فی السماء﴾۔

الله: مبتدا، الذی: موصول، یرسل الریح: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، تثیر: فعل بافاعل، سحابا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، ف: عاطفہ، یبسطه: فعل بافاعل ومفعول، فی السماء: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کیف یشاء ویجعله کسفا﴾۔

کیف: اسم استفہام لشرط بمعنی "علی ایۃ حال" حال مقدم، یشاء: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، ملکر فاعل "یبسطہ" مفعول محذوف، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط جزا محذوف "یبسطہ" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، یجعلہ: فعل بافاعل ومفعول، کسفا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ "یبسطہ" پر معطوف ہے۔

﴿فتری الودق یخرج من خللہ﴾۔

ف: عاطفہ، تری: فعل بافاعل، الودق: ذوالحال، یخرج من خللہ: جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاذا اصاب بہ من یشاء من عبادہ اذا ھم یستبشرونo﴾۔

ف: عاطفہ، اذا ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، اصاب بہ: فعل بافاعل وظرف لغو، من یشاء: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من عبادہ: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، اذا: فجائیہ، ھم: مبتدا، یستبشرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وان کانوا من قبل ان ینزل علیھم من قبلہ لمبلسینo﴾۔

و: عاطفہ، ان: مہملہ مخففہ، کانوا: فعل ناقص واؤ ضمیر ذوالحال، من: جار، قبل: مضاف، ان: مصدریہ، ینزل علیھم: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر مؤکد، من قبلہ: جار مجرور تاکید، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر اسم، لام: تاکیدیہ، مبلسین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فانظر الی اثر رحمت اللہ کیف یحی الارض بعد موتھا﴾۔

ف: فصیحیہ، انظر: فعل امر بافاعل، الی اثار رحمت اللہ: مرکب اضافی مبدل منہ، کیف: اسم استفہام بمعنی "علی ایۃ حال" حال مقدم، یحی: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، ملکر فاعل، الارض: مفعول، بعد موتھا: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ بدل، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا محذوف "اذا اردت ان تعرف ما یترتب علی انزل المطر" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان ذلک لمحی الموتی وھو علی کل شیء قدیرo﴾۔

ان: حرف مشبہ، ذلک: اسم، لام: تاکیدیہ، محی الموتی: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، مزید ترکیب بارہا گزر چکی۔

﴿ولئن ارسلنا ریحا فراوہ مصفرا لظلوا من بعدہ یکفرونo﴾۔

و: عاطفہ، لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، ارسلنا ریحا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، راو: فعل بافاعل، ہ: ضمیر ذوالحال، مصفرا: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، لام: تاکیدیہ، ظلوا: فعل ناقص واؤ ضمیر ذوالحال، من بعدہ: ظرف مستقر حال، ملکر اسم، یکفرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فانک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرینo﴾۔

ف: عاطفہ تعلیلیہ، انک: حرف مشبہ واسم، لا تسمع الموتی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تسمع الصم: فعل نفی باَفاعل ومفعول اول، الدعاء: مفعول ثانی، اذا: مضاف، ولوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، مدبرین: حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما انت بھدی العمی عن ضللتھم ان تسمع الا من یومن بایتنا فھم مسلمونo﴾۔

و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، انت: اسم، ب: زائد، ھدی: مضاف، العمی عن ضللتھم: شبہ جملہ مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان: نافیہ، تسمع: فعل بافاعل، الا: اداۃ حصر، من یومن بایتنا: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ

فعلیہ بف بمعطوفہ ہم مبتدا مسلمون: خبر۔ ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

بارش کے فوائد ونقصانات سائنس کی روشنی میں:

لے۔۔۔۔بادلوں سے پانی کے علیحدہ علیحدہ قطرے گرنے کو بارش کہتے ہیں۔ بارش کے برصغیر پاک وہند میں بڑے نام ہیں۔بارش، برکھا، میگھا، مینہ، پونم وغیرہ۔ بھارت کی ایک ریاست میگھالیہ کا یہ نام وہاں بہت زیادہ بارش ہونے کی وجہ سے پڑا ہے۔ بنگلہ دیش کے ایک علاقے میگھنا بھی مینہ یا میگھا سے بنا ہے۔سمندر، دریا اور جھیل کی سطح سے پانی بخارات بن کر اوپر اڑتا ہے جوکہ بادل بننے کا باعث بنتا ہے اور یہی بادل بارش بن کر برستے ہیں۔ بارش نباتات اور پودوں کے لئے زندگی کی حیثیت رکھتی ہے۔اوسطا بارش کا ایک قطرہ ایک یا دوملی لیٹر کا ہوا کرتا ہے۔ بارش برازیل، وسطی افریقہ، اور جنوب مشرقی ایشیاء میں پودوں اور جانوروں کی بے تحاشا قسموں کی باعث ہے۔ یہی بارش جب زیادہ تعداد میں ہوجائے تو فصلوں اور کھیتوں کے لئے نقصان کا باعث بنتی ہے لہذا وسیع انتظامی امور ہوں تو بارش کا پانی بڑے بڑے ڈیموں میں جمع کرلیا جائے تاکہ ضرورت اور قحط سالی کے اوقات میں کام آئے۔

سبزے، نباتات، کھیتاں سائنس کی نظر میں!

ی۔۔۔۔ہر زندگی رکھنے والی چیز اپنی زندگی کا آغاز قلیل حیثیت سے کرتی ہے، جیسا کہ چھوٹا سا بیج ہی دیکھ لیں، لیکن یہی چھوٹا سا بیج بڑے سائز کا تنہ ور درخت بن جاتا ہے۔اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بعض دنیا بھر میں جانے مانے جاتے ہیں لیکن ان کی ابتداء چھوٹا سا بیج ہوا کرتی ہے۔ مگر یہ درخت کیوں کر اتنا بڑھ جاتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان درختوں کے سیلز (cells) دیگر نئے سیلز میں منقسم ہوتے ہیں اور یہی نئے سیلز بڑھ کر تنہ ور درخت بن جاتے ہیں، پانی اور آب وہوا بھی درخت کی نشر ونما میں مؤثر کردار ادا کرتے ہیں۔

دیگر جاندار اور پودوں میں کیا فرق ہے؟ سب سے بڑا فرق جو دیگر جانداروں اور پودوں میں ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ درخت اپنی غذا خود بناتے ہیں جب کہ دیگر جانداروں کو غذا فراہم کی جاتی ہے، درخت کی غذا کلوروفل (chlorophyll) ہے۔جب کہ دیگر جاندار غذا کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہیں۔ سائنسدان یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر سبزہ گھاس ہے یہ قول گریک سائنسدان ارسطوطال (aristotle) کا ہے (جوکہ سبز جانور کو دیکھ کر رد مانا جاتا ہے)۔نویں صدی میں ایک سائنسدان جس کا نام جان ہاگ (john hogg) تھا کہتا ہے کہ زندگی رکھنے والے تین قسموں میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں، جاندار، درخت اور مائیکروبس (microbes)، جوکہ مائیکرواسکوپ (microscope) سے دیکھے جاسکتے ہیں۔ بیسویں صدی میں سائنسدان اس بات پر متفق ہوئے کہ زمین میں موجود زندہ رہنے والے پانچ حصوں میں منقسم ہیں جنہیں کنگ ڈم (kingdoms) کہتے ہیں، اور ان میں دو مشہور ہیں جاندار اور پودے۔نوٹ: جاندار سے مراد انسان اور جانور یعنی حیوان ہیں۔

ہماری ساری بحث اس بات پر دلیل ہے کہ مانا کہ بیج کے ذریعے درخت تنہ ور بن گیا، یہ درخت اپنی غذائی نشر ونما بھی خود بنالیتے ہیں، بارش نے ان کی پانی کی ضرورت کو پورا کردیا، بدلتے موسم نے ان کے پھلوں کو پکنے میں مدد فراہم کردی لیکن یہ ساری باتیں اگر خالق حقیقی نہ چاہے تو ہوسکتی ہیں؟ اور بیج کس نے بنائے جس سے درخت میں پھل لگ جاتے ہیں۔ سائنس کا کوئی بھی موضوع ہو، ہم آخر میں یہی نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہیں کہ کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے، وہی خدا ہے۔ جس کے چاہے بغیر کچھ ممکن نہیں۔

کافروں کے مقابلے میں مومنین کی مدد اللہ کے ذمہ کرم پر ہے:

سے۔۔۔۔علامہ رازی کہتے ہیں کہ اس جملے کی دو وجوہات ہیں: (۱)۔۔۔۔اس میں ان مومنین کے لئے بشارت ہے جو سید عالم

ﷺ پر ایمان لائے کہ ان پر ہماری مدد ضرور ہوئی ہے۔(۲)......اس مقام پر دو لطائف ہیں اول یہ کہ ان پر یقیناً ظلم نہ ہوگا بلکہ حقیقتاً عدل کا معاملہ کیا جائے گا، اور انتقام لینا اسی وقت پایا جائیگا جب گناہوں کی زیادتی اور فسق و فجور کا سامنا ہو ورنہ خیر کا معاملہ ہے۔ اور دوسرا لطیف نکتہ یہ ہے کہ مومنین کے لئے انعام کی بشارت ہے۔ (الرازی، ج۹، ۱۰۸ ملخصا ملتقطا)

بہروں اور مُردوں کو سنانے کے محامل:

۞......اے محمد ﷺ! جب دلائل واضح ہو چکے، پھر ان کافروں کا اپنے اسلاف کی تقلید کرنا، ان کی عقلوں کے مُردہ اور آنکھوں کے اندھے ہونے کے مترادف ہے، پس تم انہیں سنانے اور ھدایت پہنچانے کے درپے نہ رہو، اس جملے میں قدریہ کا رد ہے۔ کیونکہ اللہ ﷻ کی جانب سے آنے والی نصیحتیں فقط مومنین کو فائدہ دیتی ہیں جو کہ دلائل میں غور خوض کرتے ہیں اور میں نے انہی کے لئے ھدایت رکھی ہے۔ (القرطبی، الجزء:۲۱، ص ۴۳)

اے محبوب ﷺ! یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کی سماعت کو اللہ ﷻ نے ان سے فہم کی قدرت ہی چھین لی ہے لہذا یہ مشرکین آپ ﷺ کی بات گویا کہ سنتے ہی نہیں، اور اللہ نے ان کی سماعت پر مُہر لگادی ہے۔ اور نازل ہونے والی نصیحتوں کا بھی ان پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ ان کے فہم کی قدرت سلب کرلی گئی ہے جیسا کہ آپ ﷺ مُردوں کو سمجھانے پر قادر نہیں ہیں۔ (الطبری، الجزء:۲۱، ص ۶۵)

اغراض:

ای القفار: قاف کی کسرہ کے ساتھ، اس کی جمع قفر ہے، اور مراد وہ زمین ہے جو پانی اور نباتات سے خالی ہو، اور قفار قاف کی فتح کے ساتھ ہو تو مراد وہ روٹی ہے جو بے سالن ہو۔ ای البلاد التی علی الانهار: ایک قول کے مطابق بارش کا کم ہونا مراد ہے، جیسا کہ اللہ خشکی وتری میں تاثیر پیدا کرتا ہے، سیپ کے پیٹ کو خالی کرتا ہے، جس میں کیڑا نشرونما پاتا ہے، پس جب آسمان برستا ہے تو دریاؤں میں سیپ کھل جاتے ہیں اور انہی سیپ پر جب پانی برستا ہے تو کیڑے سمندر میں پھیل جاتے ہیں اور سیپ موتی بکھیرتا ہے۔

من المعاصی: زمین پر سب سے پہلے قابیل نے ہابیل کو قتل کیا، اس سے پہلے زمین تروتازہ اور پھل دار تھی، ابن آدم کو درخت لگانے کی بھی ضرورت نہ تھی خود بخود پھل اُگتے تھے، اور دریا میٹھے تھے، اور شیر بکریوں کو نہ کھاتا تھا، لیکن جب ہابیل کا قتل ناحق ہوا تو زمین تروتازہ نہ رہی، درخت میں کانٹے اُگنے لگے، دریا کا پانی نمکین ہوگیا، اور حیوان ایک دوسرے کو مارنے کھانے لگے۔

ای عقوبة: میں اس جانب اشارہ ہے کہ متذکرہ کلام میں مضاف حذف ہے۔ تزعجه: متحرک کرنا، برانگیختہ کرنا۔ یتفرقون بعدالحساب: اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿وامتازوا الیوم ایها المجرمون﴾ سُننے کے بعد لوگ متفرق ہونگے۔ وبال کفره: اس جملے میں اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے۔ یوطئون منازلهم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ دنیا میں اعمالِ صالحہ کے ذریعے جنت کی منازل طے کی جاتی ہیں۔ متعلق بیصدعون: تقدیرِ عبارت یوں ہے: "یتفرقون لیجزی الذین امنوا من فضله، والذین کفروا بعدله"۔ یا اهل مكة: اہل مکہ کو خاص اس لئے ذکر کیا کہ یہی نزول آیت کا سبب تھے، لیکن سب ہی کو اس سے عبرت لینا چاہیے۔

جواب القسم: شرط اور قسم کے اجتماع کی صورت میں قاعدہ ہے کہ دونوں میں سے آخر کا جواب حذف کر دیا جائے۔

یجحدون النعمة: یعنی فراخی کے وقت خوش ہوتے، اور جب انہیں مصیبت پہنچتی تو سابق میں ہونے والی اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے۔ (الصاوی، ج ٤، ص ۳۳۲ وغیرہ)

رکوع نمبر:۹

﴿الله الذى خلقكم من ضعف ﴾مَاءٍ مُّهِينٍ﴿ ثم جعل من ۢ بعد ضعف ﴾آخَرَ وَهوَ ضُعفُ الطُّفُولِيَّةِ ﴿ قوة ﴾اَى قُوَّةَ الشَّبابِ﴿ ثم جعل من ۢ بعد قوة ضعفا وشيبة ﴾ضُعفُ الكِبرِ وَشَيبُ الهَرَمِ والضُّعفُ فِى الثَّلاثَةِ بِضَمِّ اَوَّلِهِ وَفَتحِهِ﴿ يخلق ما يشاء ج﴾مِنَ الضُّعفِ القُوَّةِ والشَّبابِ والشَّيبَةِ ﴿وهو العليم ﴾بِتَدبِيرِ خَلقِهِ﴿القدير (۵۴)﴾على مَا يَشاءُ﴿ ويوم تقوم الساعة يقسم ﴾يَحلِفُ﴿المجرمون ﴾الكَافِرُونَ﴿ مالبثوا ﴾فِى القُبورِ﴿ غير ساعة ط﴾قَالَ تعالٰى ﴿ كذلك كانوا يؤفكون (۵۵)﴾يُصرَفُونَ عَنِ الحقِّ البَعثِ كَما صُرِفُوا عَنِ الحَقِّ الصِّدقِ فِى مُدَّةِ اللُّبثِ﴿وقال الذين اوتوا العلم والايمان ﴾مِنَ المَلائِكَةِ وَغَيرِهِم﴿لقد لبثتم فى كتب الله ﴾فِيما كَتَبَهُ فِى سَابِقِ عِلمِهِ﴿الى يوم البعث ز فهذا يوم البعث ﴾الَّذِى اَنكَرتُمُوهُ﴿ ولكنكم كنتم لا تعلمون (۵۶)﴾وُقُوعَهُ﴿ فيومئذ لا ينفع ﴾بِالتَّاءِ والياءِ﴿ الذين ظلموا معذرتهم ﴾فِى اِنكَارِهِم لَهُ﴿ولا هم يستعتبون (۵۷)﴾لَا يُطلَبُ مِنهُمُ العُتبٰى اَىِ الرُّجوعُ اِلٰى مَا يَرضَى اللّٰهُ﴿ ولقد ضربنا ﴾جَعَلنَا﴿ للناس فى هذا القرآن من كل مثل ط﴾تَنبِيهًا لهم﴿ولئن ﴾لام قَسم ﴿ جئتهم ﴾يَامُحمدُ﴿باية ﴾مِثلَ العَصاءِ واليَدِ لِمُوسٰى﴿ ليقولن ﴾حُذِفَ مِنهُ نُونُ الرَّفعِ لِتَوالِى النُّونَاتِ والوَاوُ ضَمِيرُ الجَمعِ لِالتِقَاءِ السَّاكِنِينَ﴿الذين كفروا ﴾مِنهم﴿ان ﴾مَا﴿انتم ﴾اَى مُحمدٌ واَصحابُهُ﴿ الا مبطلون (۵۸)﴾اَصحَابُ اَبَاطِيلَ﴿ كذلك يطبع الله على قلوب الذين لا يعلمون (۵۹)﴾التَّوحِيدَ كما طَبَعَ عَلٰى قُلُوبِ هٰؤُلاءِ﴿فاصبر ان وعد الله ﴾بِنَصرِكَ عَلَيهِم﴿ حق ولا يستخفنك الذين لا يوقنون (۶۰)﴾بِالبَعثِ اى لا يَحمِلَنَّكَ عَلَى الخِفَّةِ والطَّيشِ بِتَركِ الصَّبرِ اى لَا تَترُكَنَّهُ.

﴿ترجمہ﴾

اللہ ہے جس نے تمہیں ضعف (یعنی بے قدر پانی......۱......) سے بنایا پھر تمہیں (دوسری) ناتوانی سے (یعنی بچپنے کی کمزوری سے) طاقت بخشی (یعنی جوانی کی طاقت بخشی) پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا (یعنی بڑھاپے کی کمزوری اور بڑھاپے کی سفیدی دی، ضعف تینوں مقامات میں ضاد مضمومہ یا مفتوحہ کے ساتھ ہے) بناتا ہے جو چاہے (قوت و کمزوری جوانی اور بڑھاپا) اور وہی علم رکھنے والا ہے (اپنی مخلوق کی تدبیر کا) اور قدرت والا ہے (ہر چاہے پر) اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم (یعنی کافر......۲......) قسم کھائیں گے (یقسم بمعنی یحلف ہے) کہ نہ رہے تھے (قبروں میں) مگر ایک گھڑی (اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے) ایسے ہی اوندھے جاتے تھے (یعنی مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے حق ہونے سے یونہی اوندھے جاتے تھے جیسا کہ قبروں میں ٹھہرنے کی مدت سے اوندھائے گئے) اور بولے جن کو علم اور ایمان ملا (ملائکہ اور دیگر مخلوق......۳......) بیشک تم رہے اللہ کے لکھے ہوئے میں (جسے اس نے اپنے سابق میں جان لیا) لیکن تم (اس کے واقع ہونے کو) نہیں جانتے تھے تو اس دن نفع نہ دیگی (لاینفع کو علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) ظالموں کو ان کی معذرت (یوم البعث کا انکار کرنے کے بارے میں) اور نہ کوئی ان سے راضی کر نا مانگے (یستعتبون بمعنی لایطلب منهم العتبى کے معنی میں ہے یعنی نہ ان سے کوئی ان عقائد و اعمال کی طرف اب رجوع کرنا

طلب کرے جو اللہ ﷻ کو راضی کرنے والے ہوں) اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے بنائی (ضربنا بمعنی جعلنا ہے) اس قرآن میں ہر قسم کی مثال (اس کو تنبیہ کرنے کے لیے) اور اگر (لـئـن میں لام قسمیہ ہے اے حبیب ﷺ! ان میں سے) تم ان کے پاس کوئی نشانی لاؤ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مثل عصا اور ید بیضاء) تو ضرور کافر کہیں گے (لیـقـولـن میں نون اعرابی پے در پے نون کی وجہ سے اور واو جو کہ ضمیر جمع ہے اسے التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے) تم (یعنی اے محمد ﷺ! اور آپ ﷺ کے اصحاب) نہیں (ان بمعنی مـا نافیہ ہے) مگر باطل پر (یعنی آپ لوگ اہل باطل ہیں العیاذ باللہ ﷻ) یوں ہی مہر کر دیتا ہے اللہ ان کے دلوں پر جو (اللہ ﷻ کی توحید) کا علم نہیں رکھتے (جیسا کہ ان کے دلوں پر اللہ ﷻ نے مہر کر دی) تو صبر کرو بیشک (ان کے خلاف تمہاری مدد کئے جانے کا) اللہ کا وعدہ سچا ہے اور تمہیں سبک نہ کر دیں وہ جو ایمان نہیں رکھتے (مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر یعنی وہ تمہیں ترک صبر کرنے اور خفت وطیش پر نہ ابھاریں معنی اس کا یہ ہے کہ آپ ﷺ ہرگز صبر مت چھوڑ دیجئے گا......الخ)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اللہ الذی خلقکم من ضعف ثم جعل من بعد ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفا وشیبۃ یخلق ما یشاء وھو العلیم القدیرo﴾۔

اللہ: مبتدا،الذی: موصول،خلقکم من ضعف: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ثم:عاطفہ،جعل من بعد ضعف:فعل بافاعل وظرف لغو،قوۃ:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول ،ثم: عاطفہ،جعل: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال،یخلق ما یشاء: جملہ فعلیہ حال،ملکر فاعل،من بعد قوۃ:ظرف لغو،ضعفا وشیبۃ:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی،ملکر صلہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،ھو:مبتدا،العلیم القدیر: خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویوم تقوم الساعۃ یقسم المجرمون مالبثوا غیر ساعۃ﴾۔

و: عاطفہ،یوم:مضاف،تقوم الساعۃ: جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر ظرف مقدم ،یقسم المجرمون: فعل وفاعل،ملکر جملہ فعلیہ قسم،مالبثوا:فعل نفی بافاعل،غیر ساعۃ:ظرف ،ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿کذلک کانوا یوفکون﴾۔

کذلک: ظرف مستقر "صرفا" مصدر محذوف کی صفت،ملکر مفعول مطلق مقدم،یوفکون:فعل بانائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ خبر،کانوا:فعل ناقص بااسم،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقال الذین اوتوا العلم والایمان لقد لبثتم فی کتب اللہ الی یوم البعث﴾۔

و:عاطفہ،قال:فعل،الذین:موصول،اوتوا:فعل بانائب الفاعل،العلم والایمان:مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول،لام:قسمیہ،قد:تحقیقیہ،لبثتم:فعل و"تم" ذوالحال،فی کتب اللہ:ظرف مستقر "محسوبۃ" شبہ فعل محذوف کیلئے،ملکر شبہ جملہ حال،ملکر فاعل،الی یوم البعث:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کیلئے جواب قسم،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فھذا یوم البعث ولکنکم کنتم لا تعلمون﴾۔

ف: فصیحیہ،ھذا:مبتدا،یوم البعث: خبر،ملکر جملہ اسمیہ شرط محذوف "ان کنتم منکرین للبعث" کیلئے جزا،ملکر جملہ شرطیہ،و:مستانفہ،لکنکم:حرف مشبہ واسم،کنتم لا تعلمون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فیومئذ لا ینفع الذین ظلموا معذرتھم ولا ھم یستعتبونo﴾۔

ف: فصیحیہ ،یومئذ:ظرف مقدم، لا ینفع:فعل نفی، الذین ظلموا: مفعول، معذرتھم: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، ھم: مبتدا، یستعتبون: فعل با نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد ضربنا للناس فی ھذاالقراٰن من کل مثل﴾.

و: مستانفہ، لام قسمیہ، قد:تحقیقیہ، ضربنا للناس: فعل با فاعل وظرف لغواول، فی ھذاالقراٰن: ظرف لغوثانی، من کل مثل: ظرف مستقر "موعظۃ" موصوف محذوف کی صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ولئن جئتھم باٰیۃ لیقولن الذین کفروا ان انتم الا مبطلون٥﴾.

و: عاطفہ، لام قسمیہ، ان: شرطیہ، جئتھم باٰیۃ: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، یقولن الذین کفروا: جملہ فعلیہ قول، ان: نافیہ، انتم :مبتدا، الا: اداۃ حصر، مبطلون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب قسم، قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿کذلک یطبع اللہ علی قلوب الذین لا یعلمون٥﴾.

کذلک: ظرف مستقر "طبعا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، یطبع اللہ: فعل وفاعل، علی: جار، قلوب: مضاف، الذین لا یعلمون: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاصبر ان وعد اللہ حق ولا یستخفنک الذین لا یوقنون٥﴾.

ف: فصیحیہ، اصبر: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا علمت ان حالھم بھذہ المثابۃ" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ان وعد اللہ: حرف مشبہ واسم، حق: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لا یستخفنک: فعل نہی ومفعول، الذین لا یوقنون: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

انسان کا مبدء خلق سائنس کی روسے:

۱......سائنس کہتی ہے کہ ہر جاندار چاہے وہ حیوان کی نسل سے ہو یا درخت پودے کی نسل سے، ایک یا چند سیلز (cells) سے معرض وجود میں آتے ہیں۔ اور یہی سیلز زندگی کا نظام چلاتے ہیں۔ جسم میں موجود خون میں کئی سرخ سیلز (red cells) ہوتے ہیں، جو کہ پھیپھڑوں کے ذریعے پورے جسم کو آکسیجن (oxygen) پہنچانے کا ذریعہ بنتے ہیں کیونکہ جسم میں آکسیجن (oxygen) کی بہت ضرورت ہوتی ہے لہذا یہ سیلز (cells) جتنا ممکن ہوسکتا ہے اتنی آکسیجن (oxygen) فراہم کرنے میں مددگار بنتے ہیں۔ انسان کا مادہ مَنی جسے سائنس سپرم (sperm) کا نام دیتی ہے، سیل (cell) ہی کی ایک قسم ہے جو کہ مَرد حیوان سے نکلتا ہے اور عورت کے بیضے کے ساتھ جُڑ جاتا ہے۔ اور یہ طویل سفر طے کرتا ہے۔ اگر یہ مادہ مچھلی سے بنا ہے تو پانی کے ذریعے بیضے کی تلاش کرتا ہے اور اگر (land animal) سے بنا ہے تو عورت کے جسم کے دیگر اعضاء کے ذریعے بیضے کی تلاش کرتا ہے۔ بہت زیادہ بیضے کی تلاش میں تیرنے کے باعث اسکی لمبی دم ہوتی ہے۔ سائنسی تحقیق کے مطابق نطفہ یا (spermatic liquid) بعض رطوبات (secretions) سے بنتا ہے، جو ان غدودوں Testicals, Seminal Vesicles, Prostate glands, Glands of Urinary Tract سے آتی ہیں۔ ڈاکٹر کیتھ مور اپنی کتاب "The Developing Human" میں لکھتا ہے: "وہ قطرہ جو پشت اور سینے کے بیچ سے نکلتا ہے وہ تخلیق انسانی کا پیش خیمہ بنتا ہے۔ جنین کے مراحل میں،

لڑکے اور لڑکی کے اعضائے تولیدی (فوطے اور رحم) گردے کے نزدیک پشت اور گیارھویں وبارھویں پسلی کے درمیان اپنی نشرونما کا آغاز کرتے ہیں حتی کہ بلوغت کے بعد بھی یہ اعضاء اعصاب اور خون کی بہم رسانی پشت اور سینے کے بیچ سے حاصل کرتے ہیں۔ انسانی تخلیق مختلف مراحل سے گزر کر مکمل ہوئی: (۱)......﴿انا خلقنكم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم من مضغة مخلقة وغير مخلقة لنبين لكم ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے پھر پانی کی بوند سے پھر خون کی پھٹک سے پھر گوشت کی بوٹی سے نقشہ بنی اور بے بنی تا کہ ہم تمہارے لئے اپنی نشانیاں ظاہر فرمادیں (الحج:۵) ﴾۔(۲)......﴿ثم جعل نسله من سللة من ماء مهين پھر اس کی نسل رکھی ایک بے قدر پانی کے خلاصہ سے (السجدۃ:۸) ﴾۔(۳)......﴿انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج بیشک ہم نے آدمی کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے (الدھر:۲) ﴾۔

ہمارا مقصود اس مختصر سی بحث سے یہ تھا کہ جس چیز کو سائنس چودہ سوسال کے بعد مان رہی ہے اسے اللہ نے چودہ سوسال بعد نازل ہونے والی کتاب میں نازل کر دیا۔ اگر چہ سائنسی تحقیق میں ان تین مراحل کا ذکر ہے لیکن ان تینوں مراحل کو قرآن سے ملا کر طلباء کی سہولت کے لئے پیش کیا گیا ہے اور طوالت سے بچنے کے لئے ہم نے مختصر کلام پر ہی اکتفاء کیا ہے۔ جس کتاب کا ماقبل حوالہ دیا ،ڈاکٹر کیتھ مور نے قرآن سے مزید علوم حاصل کرنے کے بعد تیسرا ایڈیشن اسی موضوع ”The Developing Human“ کے نام پر لکھا ہے اور ۱۹۸۲ء میں بہترین طبی کتاب ہونے کا انعام حاصل کیا۔ ماننا پڑے گا کہ جو تحقیق قرآن وحدیث وشرعی اسلامی قوانین کے مطابق ہے وہی ماننے کے لائق ہے۔

جرم بمعنی کفر کا بیان:

۲......متذکرہ آیت کی تفسیر میں علامہ جلال الدین محلی نے مجرم کی تفسیر کافر سے کی ہے، یہاں سے جرم کا درجہ معلوم ہو گیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مجرم (کافر) نہ تو دنیا میں نفع بخش رہے اور نہ ہی قیامت میں ان کا کوئی پرسان حال ہوگا اس لئے کہ دنیا میں واحد لاشریک کا عقیدہ نہ رکھنے کے باعث اعمال بد کا شکار رہے جن کا حساب اُخروی زندگی میں دینا ہے اور قیامت میں برزخی (قبر کی) زندگی کو جھٹلا کر تباہی کا شکار ہوئے۔ اس آیت میں قیامت کے دن کفار مشرکین کے جھوٹ بولنے پر دلیل ہے اگر چہ اس کے بارے میں کسی کے ذہن میں اشکالات ہوں لیکن جو بھی اشکال قرآن کے خلاف ہوگا وہ ہمیں نامنظور ہے۔ اللہ ﷻ نے فرمایا ﴿يوم يبعثهم الله جميعا فيحلفون له كما يحلفون لكم ويحسبون انهم على شىء الا انهم هم الكذبون جس دن اللہ سب کو اٹھائے گا تو اس کے حضور بھی ایسے ہی قسمیں کھائیں گے جیسی تمہارے سامنے کھا رہے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کچھ کیا سنتے ہو بیشک وہی جھوٹے ہیں (المجادلۃ:۱۸) ﴾۔﴿ثم لم تكن فتنتهم الا ان قالوا والله ربنا ...... پھر ان کی کچھ بناوٹ نہ رہی مگر یہ کہ بولے ہمیں اپنے رب کی قسم کہ ہم مشرک نہ تھے دیکھو کیسا جھوٹ باندھا خود اپنے اوپر (الانعام:۲۳،۲۴) ﴾۔

علم وایمان کا امتزاج:

۳......متذکرہ آیت میں علم والوں کا ذکر ہے جس سے یا تو فرشتے مراد ہیں یا حضرات انبیائے کرام، یا گزشتہ امتوں کے علماء یا موجودہ امت کے علماء مراد ہیں۔ ایمان کا نور نہ ہو تو کوئی علم فائدہ نہیں دیتا، کیونکہ عذاب قبر و دوزخ سے وہی پناہ مانگے گا جو صاحب ایمان ہوگا اور جو ایمان نہیں رکھتا اسے علم کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ دیکھیں ایمان لا کر مسلمان ہوا تو اب قرآن پڑھنا جائز ہوا، حدیث سیکھنے کا ذہن بنا، دینی علم کا شوق ہوا، برعکس ایسے شخص کے جس کے پاس ایمان ہی نہیں دوسرے لفظوں میں مسلمان ہی نہیں ہے تو اسے ایسی سوچ ہی کہاں ملے گی؟ حضرت سیدنا زر بن حُبیش فرماتے ہیں کہ میں امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں

مدینہ منورہ میں قاصد بن کر آیا تھا اور اس کام پر مجھے فقط حضرت سیدنا اُبی بن کعب اور دیگر صحابہ سے ملاقات کے جذبے نے ابھارا تھا۔

(مسند امام احمد بن حنبل ،حدیث:صفوان بن عسال، رقم:۱۸۱۱۲،ج۶،ص ۳۱۵)

☆......سرکار دوعالم ﷺ کے صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ام حبیبہ کو دعا میں یہ کہتے ہوئے سنا: اے اللہ! مجھے میرے شوہر رسول اللہ ﷺ اور اپنے والد حضرت ابوسفیان اور اپنے بھائی حضرت معاویہ سے نفع پہنچانا، تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تم نے اللہ عزوجل سے ان مدتوں اور عمروں کے متعلق سوال کیا جو مقدر ہو چکی ہیں اور ان روزیوں کے متعلق سوال کیا جو تقسیم کی جا چکی ہیں، لیکن تم اللہ عزوجل سے یہ سوال کرو کہ وہ تم کو دوزخ کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے''۔

(صحیح مسلم، کتاب القدر، باب: ان الآجال والارزاق وغیرها،رقم:(٦٦٦٧)/۲٦٦٣،ص ۱۳۱۱)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! میں عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور دوزخ کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور زندگی و موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب: التعوذ من عذاب النار،رقم:۱۳۷۷،ص ۲۲۱)

مرنے کے بعد کا حال سائنس کی رو سے:

☆......مرنے کے بعد انسانی دل کی دھڑکن بند ہو جاتی ہے اور انسانی جسم بہت جلد ٹھنڈا پڑ جاتا ہے، جسے (Death chill) کہتے ہیں۔ انسانی جسم کا درجۂ حرارت گر کر ۵.۱ ڈگری (Fahrenhiet) تک پہنچ جاتا ہے۔ انسان کے مرجانے کے بعد بھی جسم کے بعض اعضاء زندہ رہتے ہیں مثلاً (skin cells) چوبیس گھنٹے تک کام کرتے ہیں۔ مرنے کے چند دن بعد انسانی جسم میں (bacteria) داخل ہو کر جسم کو کمزور کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اور یہ (bacteria) انسانی جسم میں کام کرنا شروع کرتے ہیں جس سے جسم پہلے (green) پھر (purple) پھر (black) پڑ جاتا ہے۔ اور انسانی جسم سے بدبو نکلنا شروع ہو جاتی ہے۔ اعضائے انسانی مثلاً آنکھیں، کان، زبان بکھرنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ایک ہفتے کے بعد کھال جھڑنا شروع ہو جاتی ہے۔ ایک ماہ میں جسم کے بال، ناخن، دانت تک گرنا شروع ہو جاتے ہیں۔ جسم کے اندرونی اعضاء اور (tissues) گھل جاتے ہیں کیونکہ ان کے اندر ہی اندر سوجنے سے جسم پھول کر پھٹ جاتا ہے اور تمام اندرونی اعضاء جو باقی بچے تھے گھل کر ختم ہو جاتے ہیں اور ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ جاتا ہے۔ سائنسدانوں میں فی زمانہ مرنے کے بعد جسم کو (freze) کرنے کے رجحان میں تیزی سے اضافہ پایا جا رہا ہے اور اس حوالے باقاعدہ سائنسدان کام کر رہے ہیں اور ادارے تشکیل دیئے جا رہے ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو آج سائنس ثابت کرتی ہے لیکن شریعت اسلامیہ میں پہلے ہی اس نظائر ملتے ہیں جبھی تو مرنے والے انسان کی تدفین میں جلدی کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ مبادا مُردہ جسم زیادہ رکھنے سے تغیر پزیر نہ ہو جائے۔

اغراض:

ماء مھین: سے مراد حقیر، گھٹیا اور تھوڑی مقدار کا پانی ہے۔ **الکافرون:** سے مراد منکرین بعث ہیں۔ **انکرتموہ:** یعنی یوم بعث کا دنیا میں انکار کرنا مراد ہے۔

مکثوا فی القبور: یعنی قبر کی زندگی کم معلوم ہوگی، اس لئے کہ عذاب قبر، عذاب نار کے مقابلے میں ہلکا معلوم ہوگا، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ دنیا کی زندگی کا ٹھہرنا مراد ہے۔ کیونکہ اُخروی معاملات کے مشاہدے کے مقابلے میں دنیاوی زندگی کا قیام قلیل معلوم ہوگا۔ **یصرفون عن الحق:** یعنی دنیا میں حق کے بارے میں اقرار و اعتراف کرنے سے رکتے ہیں۔ **وغیرھم:** مراد حضرات انبیائے کرام و اولیائے عظام ہیں۔ **ای لا تترکنہ:** یعنی ان کے جھٹلانے اور ایذا دینے پر صبر نہ چھوڑیں۔ (الصاوی، ج٤، ص ۲۳۵ وغیرہ)

سورة لقمان مكية الا ولو ان ما في الارض من شجر اقلام الايتين فمدنيتان وهي اربع وثلثون آية

(سورۂ لقمان مکیہ ہے سوائے ﴿ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام ......الخ﴾ سے دوآیات جو کہ مدنی ہیں،اس سورت میں کل چونتیس آیات ہیں)۔

تعارف سورة لقمان

اس سورت میں چار رکوع، ۵۴۸ کلمات اور ۲۱۱۰ حروف ہیں،اس سورت پاک کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں اسلامی تعلیمات کا اعلان کچھ انوکھے انداز میں کیا گیا ساتھ ہی والدین کا اولاد کی تربیت کرنا اس سورت کا نمایاں موضوع ہے۔جس حسین پیرائے میں حضرت لقمان نے اپنے صاحبزادے کی تربیت فرمائی اس کا نمونہ عام لوگوں میں کہیں نہیں پایا جاتا۔یہی عمدہ انداز جب اولاد میں نمایاں کردار بن کر سامنے آئے گا تو معاشرے کو ایک باوقار اور قابل اعتماد فرد ملے گا جس سے کئی لوگ فائدہ اٹھائیں گے۔اس سورت میں ظاہری وباطنی انعامات کا بھی ذکر ہے جو بڑی فیاضی سے انسان کو بلندیوں کی چوٹی تک لے جاتے ہیں،انسان اپنی سوچ کی بلندی سے کردار کی بلندی تک اور مراتب کو طے کرتے ہوئے نمایاں کردار کا حامل ہو جاتا ہے۔لیکن جہاں بے جا ضد اور جہالت کا بسیرہ ہو وہ لوگ گویا ادھار کھائے ہوئے لوگوں کی طرح ہیں کہ وہ شیطان کا دامن کسی طور پر چھوڑنے کو تیار ہی نہیں ہیں۔اور پھر یہ پستی اور تنزلی اپنی انتہاء کو پہنچ کر معاشرے میں ایسے بگاڑ کو جنم دیتی ہے جس کی گتھیوں کو سلجھانے کی سکت کسی میں نہیں،کوئی مرد قلندر ہی اُسے اپنے کمال سے یا کرامت سے درست کردے ورنہ گویا قدرت کی مار ایسی پڑی کہ اب نجات کی گنجائش نہیں۔اللہ ﷻ نے بے شمار دلائل و براہین دے کر اپنی وحدانیت،قدرت،حکمت اور علم محیط کو ثابت کر دیا،اور بتا دیا کہ ظاہری علوم کے بجائے خود اس کی ہمہ دانی کا یہ حال ہے کہ پوشیدہ سے پوشیدہ چیز بھی اس سے مخفی نہیں۔

رکوع نمبر: ۱۰

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿الم ﴿١﴾﴾ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذٰلِكَ ﴿تلك﴾ اَیْ هٰذِهِ الْاٰیٰتِ ﴿ایت الكتب﴾ القرانِ ﴿الحكيم ﴿٢﴾﴾ ذِی الْحِكْمَةِ وَالْاِضَافَةُ بِمَعْنٰی مِنْ ﴿هدى ورحمة﴾ بِالرَّفْعِ ﴿للمحسنين ﴿٣﴾﴾ فِیْ قِرَائَةِ الْعَامَّةِ بِالنَّصْبِ حَالًا مِنَ الْاٰیَاتِ الْعَامِلُ فِیْهَا مَا فِیْ تِلْكَ مِنْ مَعْنَی الْاِشَارَةِ ﴿الذين يقيمون الصلوة﴾ بَیَانٌ لِلْمُحْسِنِیْنَ ﴿ويؤتون الزكوة وهم بالاخرة هم يوقنون ﴿٤﴾﴾ هُمُ الثَّانِیْ تَاْكِیْدٌ ﴿اولئك على هدى من ربهم واولئك هم المفلحون ﴿٥﴾﴾ الْفَائِزُوْنَ ﴿ومن الناس من يشترى لهو الحديث﴾ اَیْ مَا یُلْهِیْ مِنْهُ عَنْ مَا یَعْنِیْ ﴿ليضل﴾ بِفَتْحِ الْیَاءِ وَضَمِّهَا ﴿عن سبيل الله﴾ طَرِیْقِ الْاِسْلَامِ ﴿بغير علم صلے ق ويتخذها﴾ بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلٰی یُضِلَّ وَ بِالرَّفْعِ عَطْفًا عَلٰی یَشْتَرِیْ ﴿هزوا ط﴾ مَهْزُوًّا بِهَا ﴿اولئك لهم عذاب مهين ﴿٦﴾﴾ ذُوْاِهَانَةٍ ﴿واذا تتلى عليه ايتنا﴾ القُرانُ ﴿ولى مستكبرا﴾ مُتَكَبِّرًا ﴿كان لم يسمعها كان في اذنيه وقرا ج﴾ صَمَمًا وَجُمْلَتَا التَّشْبِیْهِ حَالَانِ مِنْ ضَمِیْرِ وَلّٰی اَوِ الثَّانِیَةُ بَیَانٌ لِلْاُوْلٰی ﴿فبشره﴾ اَعْلِمْهُ ﴿بعذاب اليم ﴿٧﴾﴾ مُؤْلِمٍ وَذِكْرُ

البَشَارِةِ تَهَكُّم به وهُوَ النَّضرُبنُ الحارِث كان يَاتِي الحِيرَةَ يَتَّجِرُ فَيشْتَرى كتبَ اَخبَارِ الاَعاجِمِ و يُحدِث بِهَا اَهلَ مَكَّةَ وَيَقُولُ اِنَّ مُحمدًا يُحَدِّثُكم اَحَادِيثَ عادٍ و ثَمُودٍ واَنَا اُحَدِّثُكم حَديث فارِسَ والرُّومِ فَيَستَملِحُونَ حَدِيثَهُ وَيَترُكونَ اِستِماعَ القُرانِ ﴿ان الذين امنوا وعملوا الصلحت لهم جنت النعيم(٨) خلدين فيها ﴾حَالٌ مُقَدَّرَةٌ اى مُقَدَّرًا خُلودُهُم فِيهَا اِذا دَخَلُوهَا ﴿ وعد الله حقا ط﴾اَى وَعَدَهُمُ اللهُ ذالِكَ وَحقَّهُ حقًّا ﴿ وهو العزيز ﴾الذِى لَا يَغلِبُهُ شَىءٌ فَيمنَعُهُ عَنِ اِنجَازِ وَعدِهٖ ووَعِيدِهٖ ﴿ الحكيم (٩) ﴾الذِى لَا يَضَعُ شَيئًا اِلَّا فِي مَحَلِّهٖ ﴿ خلق السموت بغير عمد ترونها ﴾العَمَدَ جَمعُ عِمادٍ وهوَ الاُسطُوانَةُ وهوَ صادِقٌ بِاَن لَا عَمَدَ اَصلًا ﴿ والقى فى الارض رواسى ﴾جبالًا مُرتَفِعَةً ﴿ ان ﴾لا ﴿ تميد ﴾تَتَحَرَّكَ ﴿ بكم وبث فيها من كل دابة ط وانزلنا ﴾فِيهِ اِلتِفاتٌ عَنِ الغَيبَةِ ﴿ من السماء ماء فانبتنا فيها من كل زوج كريم (١٠) ﴾صِنفٍ حَسَنٍ ﴿ هذا خلق الله ﴾اَى مَخلُوقُهُ ﴿ فارونى ﴾اَخبِرُونِى يا اَهلَ مَكَّةَ ﴿ ما ذا خلق الذين من دونه ط﴾غَيرِهٖ اَى اٰلِهَتُكم حتى اَشرَكتُمُوهَا به تعالى ومَا اِستِفهامُ اِنكارٍ مُبتداءٌ وَذَا بِمعنَى الذِى بِصِلَتِهٖ خَبرُهُ وَاَرُونِى مُعَلَّقٌ عَنِ العَمَلِ وَما بَعدَهُ سَدَّ مَسَدَّ المَفعُولَينِ ﴿ بل ﴾لِلاِنتِقالِ ﴿ الظلمون فى ضلل مبين (١١) ﴾بَيِّنٍ بِاِشراكِهِم وانتم مِنهم.

﴿ترجمہ﴾

الم(اس کی مراد اللہ باخوبی جانتا ہے۔......۱......) وہ(یعنی یہ آیتیں، تـلـک بمعنی هـذه ہے) حکمت والی کتاب(یعنی قرآن پاک) کی آیتیں ہیں(الحکیم کے معنی حکمت والی ہے، آیات الکتاب میں اضافت منٰی ہے، یہ) ہدایت اور رحمت ہیں(یہ دونوں الفاظ مرفوع ہیں) نیکوں کے لیے(عام قرّاء کی قراءت کے مطابق اسے منصوب پڑھا گیا ہے، یہ الآیـات سے حال ہے، اس میں اسم اشارہ تلک میں معنیٰ عمل کررہا ہے) وہ جو نماز قائم رکھیں......۲......(''الذین یقیمون الصلوة'' لـلـمـحسنین کا بیان ہے) اور زکوۃ دیں......۳......اور آخرت پر یقین لائیں......۴......(وهم بالاخرة هم یوقنون میں دوسرا هم تاکید کے لئے ہے) یہی لوگ اپنے رب کی طرف ہدایت پر ہیں اور یہی فلاح پائیں گے......۵......(المفلحون بمعنی الفائزون ہے) اور کچھ لوگ کھیل کی بات خریدتے ہیں(لهو الحدیث سے مراد وہ شے ہے جو مقصود سے غافل کردے......۶......) کہ بہکادیں(لیضل کو علامت مضارع یاء مفتوحہ اور مضمومہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اللہ کی راہ(یعنی اسلام کی راہ) سے بے سمجھے اور اسے ہنسی بنالیں(یعنی اس کے ساتھ ہنسی کرے، یتخذ منصوب ہونے کے صورت میں یضل پر اور مرفوع ہونے کی صورت میں یشتری پر معطوف ہے) ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے(مهین بمعنی ذو اهانة ہے) اور جب ان پر ہماری(یعنی قرآن پاک کی) آیتیں پڑھی جائیں تو تکبر ہوا پھر(مستکبرا بمعنی متکبرا ہے) جیسے انہیں سنا ہی نہیں جیسے اس کے کانوں میں روئی کا پھایا ہے......۷......(وقرا بمعنی صمما ہے، یہ دونوں جملے تشبیہ کے لیے ہیں اور دونوں ولـی کی ضمیر سے حال ہے یا دوسرا جملہ پہلے کا بیان ہے) تو اسے مژدہ سناؤ(یعنی انہیں خبر دیدو) دردناک عذاب کی(الیم بمعنی مؤلم ہے، بشارت کو ذکر کرنا یہ ان کے ساتھ تہکم کرنا ہے، یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی، یہ شخص بغرض تجارت حیرة جایا کرتا تھا وہاں سے یہ عجمیوں کی کہانیاں خرید لایا، پھر یہ کہانیاں اہل

مکہ کو سناتا اور کہتا محمد ﷺ تمہیں عاد وثمود کے واقعات سناتے ہیں اور میں تمہیں فارس وروم کے واقعات بتاتا ہوں کچھ لوگ اسکی باتیں سننے میں لگ گئے اور قرآن پاک سننا ترک دیا) بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لیے چین کے باغ ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے (یہ حال مقدرہ ہے، یعنی جب وہ جنت میں داخل ہونگے تو اس میں ہمیشگی کا رہنا ان کا مقدر رہوگا) اللہ کا وعدہ ہے سچا (یعنی اس نے ان سے یہ وعدہ کیا ہے وہ ضرور سچا کریگا) اور وہی غالب (جس پر کوئی شے غالب نہیں آسکتی کہ اسے اس کے وعدے اور وعید کو پورا کرنے سے روک سکے) اور حکیم ہے (جو کہ ہر چیز اس کے محل میں رکھتا ہے) اس نے آسمان بنائے بے ایسے ستونوں کے جو تمہیں نظر آئیں (العمد جمع ہے عماد کی، بمعنی ستون اور یہ بات درست ہے کہ آسمان میں اصلا کوئی ستون نہیں......۸......) اور زمین میں ڈالے لنگر (یعنی بلند وبالا پہاڑ) کہ (نہ) کانپے تم کو لے کر نہ (یعنی تمہیں لے کر نہ کانپے) اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہم نے جوڑا (یعنی قسم کو) اگایا (زوج بمعنی قسم ، اور کریم بمعنی نفیس ہے) یہ تو اللہ کا بنایا ہوا ہے (یعنی اس کی مخلوق ہے) مجھے وہ دکھاؤ (اے اہل مکہ مجھے اس کی خبر دو) جو اس کے سوا اوروں نے بنایا (یعنی جسے تمہارے خداؤں نے بنایا ہے حتی کہ اس کے ساتھ تم نے انہیں ٹھہرالیا، ما استفہام انکار کے لیے ہے اور مبتدا بن رہا ہے، اور ذا بمعنی الذی اپنے صلہ سے ملکر خبر ہے اور انی کو لفظا عمل سے روک دیا گیا ہے اور اس کا مابعد دو مفعولوں کے قائم مقام ہے) بلکہ (یہ انتقال کلام کے لیے ہے) ظالم کھلی گمراہی میں ہیں (اپنے شریک کی وجہ سے اور تم بھی انہیں لوگوں میں سے ہو، مبین بمعنی بین ہے)۔

﴿ترکیب﴾

الم o تلک ایت الکتب الحکیم o ھدی ورحمة للمحسنین o﴾.

الم: "ھذہ" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، تلک: مبتدا، ایت الکتب الحکیم: مرکب اضافی ذوالحال، ھدی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، رحمة للمحسنین: شبہ جملہ معطوف، ملکر حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الذین یقیمون الصلوة ویوتون الزکوة﴾.

الذین: موصول، یقیمون الصلوة: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یوتون الزکوة: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر ماقبل "المحسنین" کی صفت واقع ہے۔

﴿وھم بالاخرة ھم یوقنون o﴾.

و: عاطفہ، ھم: مؤکد، ھم: تاکید، ملکر مبتدا، بالاخرة: ظرف لغو مقدم، یوقنون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون o﴾.

اولئک: مبتدا، علی: جار، ھدی: موصوف، من ربھم: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اولئک: مبتدا، ھم المفلحون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزوا﴾.

و: مستانفہ، من الناس: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصول، یشتری: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، بغیر علم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، لھو الحدیث: مفعول، لام: جار، یضل عن السبیل اللہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یتخذھزوا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولئک لھم عذاب مھین o﴾.

اولئک: مبتدا، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب مھین: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا تتلی علیہ ایتنا ولی مستکبرا کان لم یسمعھا کان فی اذنیہ وقرا﴾.

و: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، تتلی علیہ ایتنا: جملہ فعلیہ شرط، ولی: فعل "ھو" ضمیر مستتر ذوالحال، مستکبرا: حال اول، کان: حرف مشبہ مخففہ با ضمیر شان محذوف اسم، لم یسمع: فعل نفی "ھو" ضمیر ذوالحال، کان: حرف مشبہ، فی اذنیہ: ظرف مستقر خبر مقدم، وقرا: اسم موخر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، ھا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر حال ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فبشرہ بعذاب الیمo ان الذین امنوا وعملوا الصلحت لھم جنت النعیم o خلدین فیھا﴾.

ف: فصیحیہ، بشرہ: فعل امر با فاعل ومفعول، بعذاب الیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ان: حرف مشبہ، الذین امنوا وعملوا الصلحت: موصول صلہ ملکر اسم، لام: جار، ھم: ذوالحال، خلدین فیھا: شبہ جملہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، جنت النعیم: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وعداللہ حقا وھو العزیز الحکیمo﴾.

وعداللہ: مؤکد، حقا: تاکید، ملکر فاعل، محذوف "وعداللہ" کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ھو: مبتدا، العزیز الحکیم: خبران، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿خلق السموت بغیر عمد ترونھا والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم﴾.

خلق: فعل با فاعل، السموت: ذوالحال، ب: جار، غیر: مضاف، عمد: موصوف، ترونھا: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، القی: فعل با فاعل، فی الارض: ظرف لغو، رواسی: "جبالا" محذوف کی صفت، ملکر مفعول بہ، ان تمیدبکم: جملہ بتاویل مصدر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وبث فیھا من کل دابۃ وانزلنا من السماء ماء فانبتنا فیھا من کل زوج کریمo﴾.

و: عاطفہ، بث فیھا: فعل با فاعل وظرف لغو، من کل دابۃ: ظرف مستقر "حیوانات" محذوف کی صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، انزلنا من السماء ماء: فعل با فاعل، وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، انبتنا فیھا: فعل با فاعل وظرف لغو، من کل زوج کریم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ھذا خلق اللہ فارونی ما ذا خلق الذین من دونہ﴾.

ھذا: مبتدا، خلق اللہ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، ارونی: فعل امر با فاعل ومفعول، ماذا: اسم استفہام مفعول مقدم، خلق: فعل، الذین من دونہ: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿بل الظلمون فی ضلل مبینo﴾.

بل: عاطفہ، الظلمون: مبتدا، فی ضلل مبین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......ومن الناس من یشتری...... ☆ یہ آیت نضر بن حارث بن کلدہ کے حق میں نازل ہوئی جو تجارت کے سلسلے میں دوسرے

ملک میں سفر کیا کرتا تھا، اس نے عجمیوں کی کتابیں خریدیں جن میں قصے کہانیاں تھیں، وہ قریش کو سناتا اور کہتا سرورِ کائنات (محمد ﷺ) تمہیں عاد وثمود کے واقعات سناتے ہیں اور میں رستم، اسفندیار اور شاہان فارس کی کہانیاں سناتا ہوں، کچھ لوگ ان کہانیوں میں مشغول ہو گئے اور قرآن پاک سننے سے رہ گئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

الم کی تحقیق:

۱۔۔۔۔۔قرآن مجید میں کل چودہ حروف مقطعات مذکور ہیں جو کہ اُنتیس سورتوں کے آغاز میں ہیں جن کے حقیقی معنی اللہ ہی جانے اور اسکے حبیب ﷺ، جن میں سے چھ سورتوں کے آغاز میں الــم ہے۔ ان حروف مقطعات کے بارے میں مفسرین کرام کی دو آراء ہیں:

پہلا گروہ: اس بارے میں علامہ ناصر الدین البیضاوی علیہ الرحمۃ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب تفسیر بیضاوی میں کئی اقوال ذکر کئے ہیں:

(۱)۔۔۔۔۔ایک قول کے مطابق "انه سر استأثر الله بعلمه۔" یعنی یہ ایک ایسا راز ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ خاص ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "فی کل کتاب سر و سر الله تعالی فی القران اوائل السُوَر۔" یعنی ہر کتاب میں کچھ راز ہوتے ہیں جبکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے راز سورتوں کے آغاز میں مذکور حروف مقطعات ہیں۔

(۳)۔۔۔۔۔حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "الحروف المقطعة من المكتوم الذی لا یفسر۔" یعنی حروف مقطعات ان پوشیدہ رازوں میں سے ہیں جن کی تفسیر نہیں جانی جا سکتی۔

(۴)۔۔۔۔۔حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "فی کل کتاب صفوة و صفوة هذا الکتاب حروف الهجاء۔" یعنی ہر کتاب کے کچھ منتخبات ہوتے ہیں اور قرآنِ کریم کے منتخبات حروف مقطعات ہیں۔ (البیضاوی مع حاشیه شیخ زاده، ج ۱، ص ۱۴۳)

دوسرا گروہ: اس بارے میں "تنویر المقباس من تفسیرِ ابن عباس" میں کئی اقوال مروی ہیں:

(۱)۔۔۔۔۔الم کے بارے میں ہے: "الف الله، لام جبریل، میم محمد ﷺ۔" یعنی الف، لفظِ اللّٰہ کا، لام لفظِ جبریل کا اور میم لفظِ محمد ﷺ کا ہے۔

(۲)۔۔۔۔۔"و یقال الف الاءه، لام لطفه، میم ملکه۔" یعنی الف سے مراد اللہ تعالیٰ کی نعمتیں، لام سے مراد اس کا لطف اور میم سے مراد اس کی بادشاہی وسلطنت ہے۔

(۳)۔۔۔۔۔"و یقال الف ابتداء اسمه الله، لام ابتداء اسمه لطیف، میم ابتداء اسمه مجید۔" یعنی ایک قول کے مطابق الف (اسماء حسنیٰ میں سے) لفظ اللہ کا، لام لفظِ لطیف کا اور میم لفظِ مجید کا پہلا حرف ہے (تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس، ص ٤)

(۴)۔۔۔۔۔امام بیضاوی حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں: "اِنّ الر و حم و ن مجموعها الرحمن۔" یعنی الر، حم اور ن کا مجموعہ الرحمن۔ (البیضاوی مع حاشیه شیخ زاده، ج ۱، ص ۱۳٦)

نماز قائم کرنے سے کیا مراد ہے؟

۲۔۔۔۔۔نماز قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ سچی توجہ اور حضورِ قلبی کے ساتھ دوام کیا جائے اور اللہ عزوجل کے سوا سب سے اعراض کیا جائے۔ اور متذکرہ آیت میں اِقــــــام بمعنی ادام ہے۔ سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: "اللہ اور بندوں کے مابین پانچ راستے ہیں

جنہیں سوائے لاغر و کمزور کے کوئی قطع نہیں کر سکتا وہ پانچ راستے یہ ہیں: (۱)......موت اور اس وقت کی تکلیف، (۲)......قبر اس کی وحشت و تنگی، (۳)......منکر نکیر کے سوالات اور ان کی ہیبت، (۴)......میزان اور اس کا اعمال خیر سے ہلکا ہونا، (۵)......پل صراط اور اس کی دشواریاں۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ باتیں ساعت کیں تو اتنا روئے کہ ساتوں آسمانوں کے فرشتوں نے ان کا رونا ساعت کیا، حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہئے کہ نہ روئیں، سوائے موت کے ہر بیماری کا علاج ہے، پھر فرمایا: جس نے صبح فجر کی نماز ادا کی اس کے لئے موت اور اس کی شدت آسان ہو جائے گی، جس نے ظہر کی نماز ادا کی اس کے لئے قبر کی وحشت اور تنگی کا معاملہ درست ہو جائے گا، جس نے نماز عصر ادا کی اسکے لئے منکر نکیر کے سوالات اور ان کی ہیبت آسان ہو جائے گی، جس نے نماز مغرب ادا کرنے کا اہتمام ہمیشہ کیا تو اس کے لئے میزان عمل کا معاملہ درست ہو جائے گا اور جس نے نماز عشاء پابندی سے پڑھی تو اس کے لئے پل صراط اور اس کی دشواریوں کا معاملہ درست ہو جائے گا''۔

(روح البیان، ج۷،ص ۷۷)

☆......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں جب تک کہ لوگ شہادت نہ دیں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں، پس جب وہ ایسا کرلیں تو انہوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیا''۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب:فان تابو واقاموا، رقم: ۲۵،ص ۷)

زکوۃ کن لوگوں پر متعین کی گئی ہے؟

۳......زکوۃ فرض عین ہے، اس کا منکر کافر اور نہ دینے والا فاسق و قتل کا مستحق اور ادا میں دیر کرنے والا گنہگار و مردود الشہادۃ ہے۔ اس کے وجوب کے لئے چند شرائط ہیں، اگر یہ شرائط تمام تر شرعی تقاضوں کے ساتھ پائی جائیں تو ایسے شخص پر زکوۃ دینا ضروری قرار پائے گا۔ (۱)......مسلمان ہونا: چنانچہ کافر پر زکوۃ واجب نہیں یعنی کوئی کافر مسلمان ہو تو اسے یہ حکم نہیں دیا جائے گا کہ زمانہ کفر کی زکوۃ ادا کرے۔ (۳،۲)......بالغ اور عاقل: نابالغ پر زکوۃ واجب نہیں، جنون اگر پورے سال کو گھیر لے تو زکوۃ واجب نہیں، اور اگر سال کے اول آخر میں افاقہ ہوتا ہے، اگرچہ باقی زمانہ جنون میں گزرتا ہے تو واجب ہے۔ (۴)......آزاد ہونا: غلام پر زکوۃ واجب نہیں اگرچہ ماذون ہو (یعنی اس کے مالک نے تجارت کی اجازت دی ہو) یا مکاتب، یا ام ولد یا مستسعی ہو (یعنی غلام مشترک جس کو ایک شریک نے آزاد کیا ہو اور چونکہ وہ مالدار نہیں ہے، اس وجہ سے باقی شریکوں کے حصے کما کر پورے کرنے کا اسے حکم دیا گیا ہو)۔ (۵)......مال بقدر نصاب اس کی ملک میں ہونا: اگر نصاب سے کم ہے تو زکوۃ واجب نہ ہوئی۔ (۶)......پورے طور پر اس کا مالک ہو: یعنی اس پر قابض بھی ہو، جو مال گم گیا یا دریا میں گر گیا یا کسی نے غصب کرلیا اور اس کے پاس غصب کے گواہ نہ ہوں یا جنگل میں دفن کر دیا تھا اور یہ یاد نہ رہا کہ کہاں دفن کیا تھا یا انجان کے پاس امانت رکھی تھی اور یہ یاد نہ رہا کہ وہ کون ہے یا مدیون نے دین سے انکار کر دیا اور اس کے پاس گواہ نہیں پھر یہ اموال مل گئے، تو جب تک نہ ملے تھے، اس زمانہ کی زکوۃ واجب نہیں۔ (۷)......نصاب کا دَین سے فارغ ہونا: نصاب کا مالک ہے مگر اس پر دَین ہے کہ ادا کرنے کے بعد نصاب نہیں رہتی تو زکوۃ واجب نہیں، خواہ وہ دین بندے کا ہو جیسے قرض یا اللہ کا جیسے زکوۃ، خراج، مثلاً کوئی شخص صرف ایک نصاب کا مالک ہے اور دو سال گزر گئے کہ زکوۃ نہیں دی تو صرف پہلے سال کی زکوۃ واجب ہے دوسرے سال کی نہیں کہ پہلے سال کی زکوۃ اس پر دَین ہے جسے نکالنے کے بعد وہ مالک نصاب نہیں رہتا۔ (۸)......نصاب حاجت اصلیہ سے فارغ ہو: حاجت اصلیہ یعنی جس کی طرف زندگی بسر کرنے میں آدمی کو ضرورت ہوتی ہے اس میں زکوۃ واجب نہیں، جیسے

رہنے کا مکان، جاڑے گرمیوں کے کپڑے، خانہ داری کے سامان، سواری کے جانور، خدمت کے لئے لونڈی غلام، آلات حرب، پیشہ ور کے اوزار، اہل علم کے لئے حاجت کی کتابیں، کھانے کے غلہ جات۔(۹)......مال نامی ہونا: یعنی بڑھنے والا ہو خواہ حقیقۃً بڑھے یا حکماً بڑھے، یعنی بڑھانا چاہے تو بڑھائے کہ یہ بڑھانا اسکے یا اس کے نائب کے ہاتھ میں ہے، ہر ایک کی دو صورتیں ہیں وہ اسی لئے پیدا کیا گیا ہو اسے خلقی کہتے ہیں جیسے سونا، چاندی، کہ یہ اسی لئے پیدا ہوئے کہ ان سے چیزیں خریدی جائیں یا اس لئے مخلوق تو نہیں مگر اس سے یہ بھی حاصل ہوتا ہے اسے فعلی کہتے ہیں۔ سونے چاندی کے علاوہ سب چیزیں فعلی ہیں کہ تجارت سے ان میں نمو ہوگا۔ سونے چاندی میں مطلقاً زکوۃ واجب ہے، جب کہ بقدر نصاب ہوں اگر چہ دفن کر کے رکھے ہوں، تجارت کرے یا نہ کرے، باقی چیزوں میں زکوۃ اس وقت ہے جب کہ تجارت کی نیت سے ہو یا چرائی پر چھوٹے جانور اور بس، خلاصہ یہ ہے کہ زکوۃ تین قسم کے مال پر ہے: ثمن یعنی سونا چاندی، مال تجارت، چرائی کے جانور۔(۱۰)......سال گزرنا: سال سے مراد قمری سال ہے نہ کہ عیسوی، یعنی چاند کے مہینوں سے بارہ ماہ، شروع سال اور آخر سال میں نصاب کامل ہے مگر درمیان میں نصاب کی کمی ہوگئی تو یہ کمی کچھ اثر نہیں رکھتی یعنی زکوۃ واجب ہے۔

(بہار شریعت مخرجہ ،زکوۃ کا بیان، حصہ :۵، ج۱، ص۸۷٤ وغیرہ)

حضرات انبیائے کرام پر زکوۃ فرض نہیں ہے کیونکہ زکوۃ میل کچیل کو صاف کرتی ہے اور حضرات انبیائے کرام میل کچیل سے پاک ہوتے ہیں، اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ حضرت عیسی نے فرمایا قرآن میں ہے:﴿واوصنی بالصلوۃ والزکوۃ ما دمت حیا اور مجھے نماز وزکوۃ کی تاکید فرمائی جب تک جیوں(مریم:۳۱)﴾۔ ہم جواب یہ دیں گے کہ اس سے مراد نفس کی پاکیزگی ہے، یعنی اپنے نفس کو ان رزائل سے پاک رکھو جو حضرات انبیائے کرام کے مقام کے نامناسب ہیں، یا مجھے زکوۃ کے احکام پہنچانے کی وصیت کی اور یہاں زکوۃ سے مراد فطر نہیں ہے کیونکہ زکوۃ کی عدم فرضیت فقط حضرات انبیائے کرام کی خصوصیات سے ہے اور اس خصوصیت کے اعتبار سے زکوۃ مال اور زکوۃ بدن میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (الدر المختار علی الردالمحتار، کتاب الزکوۃ، باب:مطلب:فی احکام المعتوۃ، ج۳، ص۱۷۰)

آخرت پر یقین رکھنے کا بیان:

۴......یعنی جہاں اعمال کی جزا وسزا دی جاتی ہے، اس پر یقین رکھنا ضروریات دین میں سے ہے اور یہ اللہ کے غیوبات میں سے ہے کہ قبر وآخرت پر ہم یقین رکھتے کیونکہ اللہ نے قرآن میں کئی مقامات پر اس کا ذکر فرمایا چنانچہ ابتدائی آیات قرآنیہ میں ہے ﴿الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ ومما رزقنھم ینفقون والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب تمہاری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں(البقرۃ:۳تا۴)﴾۔

اعمال وعقائد کے تابع فلاح والے ہیں:

۵...... متذکرہ آیت اعمال وعقائد کا مجموعہ ہے یعنی نماز وزکوۃ کا تعلق اعمال بدنیہ ومالیہ سے ہے اور آخرت پر یقین رکھنا اعمال اعتقادیہ سے ہے۔ معلوم ہوا کہ اعمال بدنیہ بھی ضروری ہیں اور مالیہ کا بجالانا بھی اہم ہے، ساتھ ہی امور اعتقادیہ پر بھی ایمان ہونا ضروری ہے اور انہی اصول وفروع کا خیال رکھنے والے کامیاب ہیں، اسی پاک کلام علم اصول کو علم فروع پر مقدم کرنے پر استدلال ہے چنانچہ فرمایا:﴿اننی انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی بے شک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر(طٰہٰ:۱٤)﴾ میں اس بات پر دلیل ہے کہ علم اصول علم فروع سے مقدم ہے، علم اصول سے مراد توحید کا عقیدہ ہے اور علم فروع سے مراد عبادات ہیں۔ پہلے عقیدہ کا حکم دیا پھر عبادت کا، مزید یہ بھی کہ عبادت کی کیفیت بیان نہیں فرمائی، مفسرین اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام نماز کی کیفیت جانتے تھے، حضرت شعیب علیہ السلام اور دیگر حضرات انبیائے کرام پر نمازیں فرض تھیں، پس اللہ نے فقط توجہ دلانے کے لیے عبادت کا ذکر فرمایا۔ (الرازی، ج۸، ص ۱۹)

بے ہودہ کلام (غنا) کرنے کا جرم:

۶......جب بیان ہو چکا کہ قرآن حکمت والی کتاب ہے اور اس کی آیات حکمت سے بھرپور ہیں تو کفار کے حال کا بھی بیان ہوتا ہے کہ انہوں نے ان آیات کو چھوڑ دیا اور اس کے علاوہ امور میں مشغول ہو گئے، ان کے بُرے کردار کو اللہ عزوجل نے بیان فرمایا: ﴿ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم...... الخ اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں بے سمجھے اور اسے ہنسی بنالیں اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہے (لقمان:٦)﴾۔ ان کے کلام کو بُرا کہنے کی چند وجوہات ہو سکتی ہیں: (۱)......حکمت کو چھوڑ کر دیگر باتوں میں مشغول ہونا قبیح ہے۔ (۲)......جس بات کا کچھ فائدہ نہ ہو وہ بُرا ہوا کرتا ہے۔ (۳)......ان کے کلام کا مقصود غیر سنجیدہ کلام کرنا تھا، جیسا کہ ابن عباس کا قول ہے۔ (الرازی، ج۹، ص ۱۱۵)

اسی آیت کی تفسیر میں مجاہد نے ''لھو الحدیث'' کے بارے میں گانے باجوں کا قول کیا ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عبرت نشان ہے: ''اللہ عزوجل سارنگی اور ڈگڈگی بجانے والے کے علاوہ ہر گنہگار کو معاف فرما دیتا ہے''۔

(النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، باب العین مع الراء، عرطب، ج۳، ص ۱۹٦)

اکثر مفسرین نے ''لھو الحدیث'' کو غناء (موسیقی) سے تعبیر کیا ہے، ابن عباس، عکرمہ، ابن جریر، ابن المنذر، حاکم، بیہقی سبھی نے غناء اور آلات غناء مراد لیا ہے۔ (الدر المنثور، ج۵، ص ۳۰۷)

علامہ نسفی فرماتے ہیں:

مراد ایسی پرانی کہانیاں جن کی کوئی اصل نہ ہو یا غناء مراد ہے۔ اور غناء وہ ہوتا ہے جو دل میں فساد لے آئے، مال ضائع کرا دے اور رب العالمین سے دور کر دے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس کی آواز موسیقی میں بلند ہو مگر اللہ اس کے پاس دو شیطان بھیجتا ہے ایک دائیں کاندھے پر اور دوسرا بائیں کاندھے پر اور وہ اسے مارتے رہتے ہیں یہاں تک کہ بندہ گانا بند کر دے''۔ (النسفی، ج۲، ص ۷۱۱)

علامہ قرطبی نے درج آیات سے غناء سے استدلال کیا ہے:

(۱)......﴿ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم...... الخ اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں خریدتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے بہکا دیں بے سمجھے اور اسے ہنسی بنالیں اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہے (لقمان:٦)﴾۔ (۲)......﴿وانتم سامدون اور تم کھیل میں پڑے ہو (النجم:٦١)﴾۔ (۳)......﴿واستفزز من استطعت منھم بصوتک اور بہکا دے ان سے جس پر قدرت پائے اپنی آواز سے (الاسراء:٦٤)﴾۔ (القرطبی، الجزء: ۲۱، ص ۴۸)

☆......حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: ''جب میری امت میں پندرہ خصلتیں ہوں گی تو ان پر بلاؤں کا نزول حلال ہو جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کونسی خصلتیں ہیں؟ فرمایا: ''(۱)......جب مال غنیمت کو ذاتی دولت بنا لیا جائے گا، (۲)......امانت کو مال غنیمت بنا لیا جائے گا، (۳)......زکوۃ کو جرمانہ بنا لیا جائے گا، (۴)......آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا، (۵)......ماں کی نافرمانی کرے گا، (۶)......دوست کے ساتھ نیکی کرے گا، (۷)......والد کے ساتھ بے وفائی کرے گا، (۸)......مساجد میں آواز بلند کرے گا، (۹)......گھٹیا ترین شخص کو قوم کا سردار بنائے

گا، (۱۰)......کسی شخص کے شر سے بچنے کے لئے اس کی عزت کی جائے گی، (۱۱)......شراب پی جائے گی، (۱۲)......ریشم پہنا جائے گا، (۱۳)......گانے والیاں، (۱۴)......اور آلات موسیقی کو رکھا جائے گا، (۱۵)......اس امت کے بعد والے پہلوں کو برا کہیں گے، تم اس وقت سرخ آندھیوں یا زمین میں دھنسنے اور مسخ ہونے کا انتظار کرو"۔

(سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب: ما جاء فی علامة، رقم: ۲۲۱۰، ص ٦٤٥)

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "مجھے مزامیر توڑنے کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہے"۔

(کنزالعمال، کتاب اللھو واللعب، قسم الافعال و الغناء، رقم: ٤٠٦٨٢، ج٨، ص ٩٩)

☆......حضرت عمران بن حصین بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس امت میں زمین میں دھنسنا، مسخ ہونا اور آسمان سے پتھر برسنا ہوگا، مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا یہ سب کب ہوگا؟ فرمایا: "جب گانے والیوں اور آلات موسیقی کا ظہور ہوگا اور شراب کھلے عام پی جائے"۔

(سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب: ما جاء فی علامة رقم: ۲۲۱۲، ص ٦٤٥)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "دو آوازیں ملعون و فاجر ہیں، میں ان سے منع کرتا ہوں، مزامیر کی آواز اور شیطان کی آواز جو کسی نغمہ اور خوشی کے وقت ہو، اور کسی مصیبت کے وقت رونے پیٹنے کی آواز اور گریبان چاک کرنے کی آوازیں"۔

(سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب: ما جاء فی الرخصة، رقم: ۱۰۰۵، ص ۳۰۷)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی "غنا" کے بارے میں تحقیق یہی ہے کہ: مزامیر یعنی آلات لہو ولعب بلاشبہ حرام ہیں جن کی حرمت اولیاء و علماء دونوں فریق مقتداء کے کلمات عالیہ میں مصرح ان کے سننے کے گناہ ہونے میں شک نہیں کہ بعد اصرار کبیرہ ہے اور حضرات علیہ سادات بہشت کبرائے سلسلۂ چشتیہ کی طرف ان کی نسبت محض باطل وافتراء ہے۔

(الفتاوی الرضویہ مخرجہ، ج ٢٤، ص ٧٩)

فسق وفجور نہ لانے والا غنا:

☆......بی بی عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ روایت کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے، اور ان کے پاس ایام منیٰ میں دو بچیاں تھیں جو دف بجارہی تھیں اور جنگ بعاث کے گیت گارہی تھیں اور سید عالم ﷺ ایک کپڑا اوڑھے ہوئے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان بچیوں کو ڈانٹا، اور کہا تم نبی ﷺ کے سامنے مزامیر شیطان بجارہی ہو! سید عالم ﷺ نے اپنے چہرے کو کھولا اور فرمایا: "اے ابوبکر ان کو چھوڑ دو، کیونکہ یہ عید کے ایام ہیں، اور ایک روایت میں ہے اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے"۔

(صحیح البخاری، کتاب العیدین، باب: سنة العیدین لاھل الاسلام رقم: ۹۵۲، ۹٤۹، ص ۱۵۳)

علامہ عینی کہتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے یہ وضاحت فرمائی کہ ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے جیسے مجوسیوں کی عید نیروز ہوتی ہے اور یہ دن ہماری عید کا ہے، اور شرعاً خوشی کا دن ہے، سو اتنی مقدار میں خوشی کے دن غنا کا انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ وہ غنا نہیں ہے جو دلوں میں فسق و فجور کی آگ بھڑکاتا ہے۔

(عمدة القاری، کتاب العیدین، باب: فی العیدین والتحمل فیه، رقم: ۹٤۹، ج، ص)

ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ شرعی سرور کا دن ہے اور اس دن اتنی مقدار میں غنا کا انکار نہیں کیا جاتا جیسا کہ شادی کے موقع پر انکار نہیں کیا جاسکتا۔

(فتح الباری، کتاب العیدین، باب: فی العیدین والتحمل فیه، رقم: ۹٤۹، ج۲، ص ٥٦٢)

☆......حضرت محمد بن حاطب الجمحی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حرام وحلال کے درمیان فرق دَف اور آواز ہے''۔

(سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب: ما جاء فی اعلان النکاح ،رقم:۱۰۸۸ ،ص ۳۳۰)

☆......حضرت عائشہ طیبہ طاہرہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اس نکاح کا اعلان کرو اور اس کو مساجد میں منعقد کرو اور اس پر دُفوف بجاؤ''۔

(سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب: ما جاء فی اعلان النکاح ،رقم:۱۰۹۱ ،ص ۳۳۰)

☆......رُبیع بنت معوذ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس شب زفاف تشریف لائے اور میرے بستر پر اس طرح بیٹھ گئے جس طرح تم میرے پاس بیٹھتے ہو، اس وقت بچیاں دَف بجا رہی تھیں اور میرے جو آباء غزوہ بدر میں شہید ہوئے تھے ان کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے یہ مصرع پڑھ دیا: ''وفینا نبی یعلم مافی غد یعنی ہم میں ایسے نبی ہیں جو (ازخود) غیب جانتے ہیں''، سید عالم ﷺ نے فرمایا اس مصرع پر چپ رہو اور وہی پڑھو جو اس سے پہلے پڑھ رہی تھیں''۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب:،رقم:۴۰۰۱ ،ص ۶۷۵)

قرآن پڑھنے اور سننے کے آداب:

ے......اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے: ﴿واذا قُرِء القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون﴾ (الاعراف:۲۰۴)

قرآن پڑھنے کے بھی بڑے آداب ہیں چنانچہ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو مومن قرآن پڑھتا ہے، اس کی مثال تُرنج کی سی ہے کہ خوشبو بھی اچھی ہے اور مزہ بھی اچھا ہے اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا، وہ کھجور کی مثل ہے کہ اس میں خوشبو نہیں مگر مزہ شیریں ہیں۔ اور جو منافق قرآن نہیں پڑھتا، وہ اندرائن کی مثل کہ اس میں خوشبو بھی نہیں ہے اور مزہ کڑوا ہے اور جو منافق قرآن پڑھتا ہے وہ پھول کی مثل ہے کہ اس میں خوشبو ہے مگر مزہ کڑوا''۔

(صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب: ذکر الطعام، رقم:۵۴۲۷ ،ص ۹۶۸)

☆......حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اس کتاب سے بہت لوگوں کو بلند کرتا ہے اور بہتوں کو پست کرتا ہے'' یعنی جو اس پر ایمان لاتے اور عمل کرتے ہیں، اُن کے لئے بلندی اور دوسروں کے لئے پستی ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین، باب :فضل من یقوم بالقرآن، رقم:۸۱۶/۲۶۹ ،ص ۳۷۱)

آسمانوں کا بے ستون قائم ہونا:

۸......آسمان اللہ ﷻ کی قدرت کا شاہکار ہے، جو کہ طبعی تقاضوں کے لحاظ سے نہیں پائی جاتی بلکہ آسمان ایک جگہ کا نام ہے اور اسے فضاء بھی کہتے ہیں جس کے لئے کوئی انتہاء نہیں ہے اور ایک آسمان دوسرے کے لئے اللہ ﷻ کی قدرت کا شاہکار ہے جس کی طرف ﴿بغیر عمد﴾ کا فرمان اشارہ کرتا ہے، یعنی آسمان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کے زوال کا سبب بنے بلکہ اگر آسمان زوال پذیر ہوگا تو فقط اللہ ﷻ کی قدرت سے، ایک قول یہ بھی ہے کہ آسمان دراصل مکان کا نام ہی نہیں کیونکہ مکان بغیر کسی ستون کے قائم نہیں رہتا کہ جگہ/مکان ستون کے محتاج ہوتے ہیں۔ اس کے ستون ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں دو وجوہات ہو سکتی ہیں: (۱)...... آسمان میں اصلاً کوئی ستون ہے ہی نہیں، جیسا کہ تم اسے بے ستون دیکھتے ہو، اور یہ اللہ کی قدرت کی دلیل ہے، (۲)...... آسمان میں ستون ہیں لیکن غیر مرئی یعنی نظر نہ آنے والے، پس یہ بھی اللہ کی قدرت و ارادے کے عمل دخل سے ہیں۔

(الرازی، ج۹،ص ۱۱۷ ملخصاو ملتقطا)

اغراض:

ای ھـذہ الآیـات: یعنی متذکرہ سورت کی آیات، ﴿تلک﴾ بعید کی ضمیر سے اشارہ کرنا اللہ ﷻ کی پاک بارگاہ میں اس کی عظمت وشان ورفعت کا بیان کرنا مقصود ہے، اگرچہ اوہان سے قریب ہی ہوں۔

ذی الـحـکمۃ: یعنی حکمت پر مبنی ہیں، مراد علم نافع ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ حکیم سے محکم مراد لیا جائے، یعنی محکم ہونے پر وہ یقین جس کے آگے نہ ہی پیچھے کوئی باطل نہ آنے پائے، اور یہ بھی صحیح ہے کہ ﴿حـکـیـم﴾ سے مراد اللہ کی ذات لی جائے، اس صورت مضاف کو حذف اور اس کی جگہ مضاف الیہ کو لانا ہوتا ہے جو کہ ضمیر مجرور ہے۔ الفائزون: یعنی ہمیشگی کی نعمتیں جو اہل جنت کے لئے تیار کی گئی ہیں۔

طـریـق الاسلام: مراد وہ امور ہیں جو اسلام تک پہنچائیں، اور ''لَھْـوَ'' اسے کہتے ہیں جو اللہ کی عبادت سے غافل کردیں اور اس کا ذکر ہنسی مذاق، خرافات، گانے باجے ومزامیر باطل میں پڑ جانا ہوتا ہے۔

مھزوء ا بھا: یعنی خرافات کی باتوں کو ہنسی بنالینا۔ بفتح الیاء: یعنی وہ گمراہی پر ہی رھیگا۔

اعلمہ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ مطلق بشارت سے مراد خبر ہے، اگرچہ اس خبر میں کوئی بشارت نہ ہو کیونکہ دردناک عذاب کی خبر دینا بشارت نہیں نذارۃ (ڈرانے کی خبر) ہوتی ہے۔ النضر بن الحرث: مراد ابن کلدۃ ہے جو کہ قریش کا ساتھی تھا۔

فیستملحون حدیثہ: یعنی کچھ لوگ اس کی جانب جھک کر کلام سننے لگے۔

جبالا مرتفعۃ: ابن عباس کہتے ہیں کہ مراد سترہ پہاڑ ہیں جن میں سے چند یہ ہیں: ق، ابو قبیس، جودی، لبنان، طور سینین.

ای العمد: میں اس جانب اشارہ ہے کہ جملہ ﴿ترونھا﴾ عمد کی صفت ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۱

﴿ولقد اتینا لقمن الحکمۃ ﴾مِنھَا العِلمُ والدِّیَانَۃُ والْاِصَابَۃُ فِی الْقَولِ وحِکْمَۃٌ کثِیْرَۃٌ مَاثُورَۃٌ کَانَ یُفتِی قَبلَ بَعثِ داوٗدَ وَادرَکَ زَمَنَہُ وَاَخَذَ منہُ العِلمَ وترکَ الفُتیَا وَقالَ فِیْ ذالکَ اَلا اَکْتَفِی اِذَا کُفِیتَ وَقِیلَ لَہُ اَیُّ النَّاسِ شَرٌّ قالَ الَّذِی لَا یُبَالِی اَنْ رَآہُ مُسِیْئًا ﴿ان ﴾اَی وَقُلْنَا لہُ اَنْ ﴿اشکر للہ ﴾علٰی مَا اَعْطَاکَ مِنَ الْحِکْمَۃِ ﴿ ومن یشکر فانما یشکر لنفسہ ج ﴾لِاَنَّ ثَوَابَ شُکْرِہٖ لَہُ ﴿ومن کفر ﴾النِّعمَۃَ ﴿ فان اللہ غنی ﴾عَنْ خَلْقِہٖ ﴿ حمید (۱۲) ﴾مَحْمُودٌ فِی صُنْعِہٖ ﴿و ﴾اذْکُرْ ﴿اذ قال لقمن لابنہ وھو یعظہ یبنی ﴾تَصْغِیرُ اِشْفَاقٍ ﴿لا تشرک باللہ ط ان الشرک ﴾بِاللہِ ﴿لظلم عظیم (۱۳) ﴾فَرَجَعَ اِلَیہِ وَاَسْلَمَ ﴿ووصینا الانسان بوالدیہ ج ﴾اَمَرْنَاہُ اَنْ یَّبَرَّھُمَا ﴿ حملتہ امہ ﴾فَوَھَنَتْ ﴿ وھنا علی وھن ﴾اَی ضَعُفَتْ لِلْحَمْلِ وَضَعُفَتْ لِلطَّلْقِ وَضَعُفَتْ لِلْوِلَادَۃِ ﴿ وفصلہ ﴾فِطَامُہٗ ﴿ فی عامین ﴾وَقُلْنَا لَہُ ﴿ان اشکر لی ولوالدیک الی المصیر (۱۴) النصف ﴾اَی الْمَرْجِعُ ﴿وان جاھدک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم ﴾مُوَافَقَۃً لِلْوَاقِعِ ﴿ فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا ز ﴾ اَی بِالْمَعْرُوفِ البِرِّ والصِّلَۃِ ﴿ واتبع سبیل ﴾طَرِیقَ ﴿ من اناب ﴾رَجَعَ ﴿ الی ج ﴾بِالطَّاعَۃِ ﴿ ثم الی مرجعکم فانبئکم بما کنتم تعملون (۱۵) ﴾فَاُجَازِیْکُم عَلَیہِ وَجُملَۃُ الوَصِیَّۃِ وما بَعدَھا اِعْتِرَاضٌ ﴿یبنی انھا ﴾اَیِ الخَصلَۃُ السَّیِّئَۃُ ﴿ان تک مثقال حبۃ من خردل فتکن فی صخرۃ او فی السموت او فی الارض ﴾اَی فِی اَخْفٰی مَکَانٍ مِن ذَالکَ

﴿یات بھا اللہ ط﴾فَیُحَاسِبُ عَلَیْھَا﴿ ان اللہ لطیف ﴾بِاِسْتِخْرَاجِھَا﴿ خبیر (۱۶)﴾بِمَکَانِھَا﴿ یبنی اقم الصلوۃ وامر بالمعروف وانہ عن المنکر واصبر علی ما اصابک ط﴾بِسَبَبِ الاَمْرِ وَالنَّھْیِ﴿ان ذلک ﴾اَلْمَذْکُوْرِ﴿من عزم الامور (۱۷)﴾اَیْ لِمَعْزُوْمَاتِھَا الَّتِیْ یُعْزَمُ عَلَیْھَا لِوُجُوْبِھَا﴿ ولا تصعر ﴾وَفِیْ قِرَائَۃٍ تُصَاعِرْ﴿ خدک للناس ﴾لَا تَمِلْ وَجْھَکَ عَنْھُمْ تَکَبُّرًا﴿ ولا تمش فی الارض مرحا ط﴾اَیْ خُیَلَاءَ﴿ان اللہ لا یحب کل مختال ﴾مُتَبَخْتِرٍ فِیْ مَشْیِہٖ﴿فخور (۱۸)﴾عَلَی النَّاسِ﴿واقصد فی مشیک ﴾تَوَسَّطْ فِیْہِ بَیْنَ الدَّبِیْبِ وَالْاِسْرَاعِ وَعَلَیْکَ السَّکِیْنَۃُ وَالْوَقَارُ﴿ واغضض ﴾اَخْفِضْ﴿ من صوتک ط ان انکر الاصوات ﴾اَقْبَحُھَا﴿لصوت الحمیر (۱۹)﴾اَوَّلُہٗ زَفِیْرٌ وَآخِرُہٗ شَھِیْقٌ.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے لقمان......۱......کو حکمت عطا فرمائی (من جملہ حکمت میں سے علم و دیانت اور قول کی درستگی ہے......۲......، آپ کی حکمت کے کئی واقعات منقول ہیں، آپ سیدنا داؤد علیہ السلام کی بعثت سے قبل فتوی دیا کرتے تھے، آپ نے داؤد علیہ السلام کی بعثت کا زمانہ پایا، پھر آپ علیہ السلام سے علم سیکھنے میں مشغول ہوگئے اور فتوی دینا چھوڑ دیا اور اس بارے میں ارشاد فرمایا جبکہ میری کفایت ہو چکی تو میں اسی پر اکتفاء کروں؟ آپ سے دریافت کیا گیا لوگوں میں سے بدترین شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا: ''جو اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ لوگ اسے برائی کی حالت میں دیکھیں'') کہ (یعنی ہم نے اس سے کہا کہ) اللہ کا شکر کر (اس حکمت پر جو اس نے تجھے عطا فرمائی) اور جو شکر کرے وہ اپنے بھلے کو شکر کرتا ہے......۳......(کہ اس کے شکر کا ثواب اسی کے لیے ہے) اور جو (نعمت کی) ناشکری کرے تو بیشک اللہ بے پرواہ ہے (اپنی مخلوق سے) اور سب خوبیاں سراہا (اپنی صنعت میں، حمید بمعنی محمود ہے) اور (یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ نصیحت کرتا تھا......۴......اے میرے بیٹے (یبنی اسم تصغیر ہے، بطور شفقت استعمال کیا گیا ہے) اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا بیشک (اللہ عزوجل کے ساتھ) شرک کرنا بڑا ظلم ہے (پس اس نے رجوع کرلیا، اور اسلام لے آیا......۵......) اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی (ہم نے اسے دونوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا) اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری (جھیلتی یعنی اول حاملہ ہونے کے سبب، پھر دردِزہ کے سبب، پھر بچہ جننے کی وجہ سے کمزور ہوگئی......۶......) اور اس کا دودھ چھوٹنا (فصالہ بمعنی فطامہ ہے) دو برس میں ہے......۷......(اور ہم نے اس سے کہا) کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر مجھی تک آنا ہے......۸......(المصیر بمعنی المرجع ہے) اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز جس کا تجھے علم نہیں (یہ واقع کے مطابق ہے) تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے (یعنی ان کے ساتھ بھلائی اور صلۂ رحمی کر......۹......معروف بالمعروف کے معنی میں ہے) اور اس کی راہ (سبیل بمعنی طریق ہے) پر چل جو میری طرف رجوع (اناب بمعنی رجع ہے) لایا پھر میری ہی طرف (فرمانبرداری کرتے ہوئے) تمہیں پھر آنا ہے تو میں بتادوں گا جو تمہیں کرنا ہے (تمہیں اس پر جزاء دونگا، ووصینا سے بما کنتم تعملون تک جملہ معترضہ ہے) اے میرے بیٹے بُرائی (کی خصلت) اگر رائی کے دانے برابر ہو پھر وہ پتھر کی چٹان میں یا آسمانوں میں یا زمین میں کہیں ہو (کسی بھی جگہ پوشیدہ ہو) اللہ اسے لے آئے گا (یعنی اس بُرائی کا حساب لے گا......۱۰......) بیشک اللہ ہر باریکی کا (ظاہر کرنے والا) جاننے والا خبردار ہے (بُرائی کس مقام پر ہے اسے جانتا ہے) اے میرے بیٹے نماز برپا رکھ اور اچھی بات کا حکم دے اور بُری بات سے منع کر اور جو افتاد تجھ

پر پڑے اس پر صبر کر......١١......(نیکی کا حکم کرنے اور بُرائی سے منع کرنے کے سبب) بیشک یہ (مذکورہ نصیحتیں) ہمت کے کام ہیں (یعنی جو بھی ان پر عمل کرنا خود پر لازم کرلے) اور بات کرنے میں (ایک قراءت میں تصعر کی جگہ تصاعر آیا ہے) لوگوں کے لیے اپنا رخسار (یعنی تکبر کرتے ہوئے لوگوں سے اپنا مونھ نہ موڑ) اور زمین میں اتراتا نہ چل (فخر وغرور کرتے) بیشک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا (اپنی چال میں اکڑتا، لوگوں پر) فخر کرتا اور میانہ چال چل (یعنی چلنے میں شدت ہو نہ تیز روی بلکہ درمیانی راہ اختیار کر، اور تجھ پر وقار اور سکون کرنا لازم ہے......١٢......) اور اپنی آواز کچھ پست کر بے شک سب آوازوں میں بری (یعنی بدترین، واغضض بمعنی اخفض ہے) آواز گدھے کی (جو ابتداء تیز آواز سے رینگتا اور آخر میں پست ہو جاتا ہے......١٣......)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد اتينا لقمن الحكمة ان اشكر لله﴾.

و: مستانفہ، لام قسمیہ، قد تحقیقیہ، اتینا: فعل با فاعل، لقمن: مفعول اول، الحکمة: مفعول ثانی، ان اشکر لله: جملہ بتاویل مصدر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ قسم "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ومن يشكر فانما يشكر لنفسه ومن كفر فان الله غني حميدo﴾.

و: مستانفہ، من شرطیہ، یشکر: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انما حرف مشبہ وما کافہ، یشکر لنفسہ: جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و: عاطفہ، من شرطیہ مبتدا، کفر: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ان الله غنی حمید: جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذ قال لقمن لابنه وهو يعظه يبني لا تشرك بالله﴾.

و: عاطفہ، اذ مضاف اول، قال: فعل، لقمن: ذوالحال، و: حالیہ، ھو مبتدا، یعظہ: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، لابنہ: متعلق، ملکر جملہ فعلیہ قول، یبنی: نداء، لا تشرک: فعل نہی با فاعل، بالله: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان الشرك لظلم عظيمo﴾.

ان الشرک: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، ظلم عظیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ووصينا الانسان بوالديه حملته امه وهنا على وهن وفصله في عامين ان اشكرلي ولوالديك﴾.

و: عاطفہ، وصینا الانسان بوالدیہ: فعل با فاعل ومفعول وظرف لغو، ان: مصدریہ، اشکر: فعل امر با فاعل، لی: جار، مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، لوالدیک: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر جار مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، حملتہ: فعل ومفعول، امہ: ذوالحال، وھنا: موصوف، علی وھن: ظرف مستقر صفت، ملکر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، فصلہ مبتدا، فی عامین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر جملہ معترضہ۔

﴿الى المصيرo وان جاهدك على ان تشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما﴾.

الی: ظرف مستقر خبر مقدم، المصیر: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و: عاطفہ، ان شرطیہ، جاھدک: فعل با فاعل ومفعول، علی: جار، ان: مصدریہ، تشرک بی: فعل با فاعل وظرف لغو، ما: موصولہ، لیس: فعل ناقص، لک: ظرف مستقر خبر مقدم، بہ علم: شبہ جملہ اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر

شرط،ف: جزائیہ،لا تطعهما:فعل نہی با فاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وصاحبهما فی الدنیا معروفا﴾.

و: عاطفہ،صاحبهما:فعل امر با فاعل ومفعول،فی الدنیا:ظرف لغو،معروفا:"صحابا"مصدر محذوف کی صفت،ملکر مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "لاتطعهما" پر معطوف ہے۔

﴿واتبع سبیل من اناب الی ثم الی مرجعکم فانبئکم بما کنتم تعملون٥﴾.

و: عاطفہ،اتبع:فعل امر با فاعل،سبیل:مضاف،من:موصولہ،اناب الی: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مضاف الیہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ثم:عاطفہ،الی:ظرف مستقر خبر مقدم،مرجعکم:مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،ف:عاطفہ،انبئکم:فعل با فاعل ومفعول،بما کنتم تعملون: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یبنی انها ان تک مثقال حبة من خردل فتکن فی صخرة او فی السموت اوفی الارض یات بها الله﴾.

یبنی: نداء،انها:حرف مشبہ واسم،ان:شرطیہ،تک:فعل ناقص با"هی"ضمیر مستتر راجع بسوئے"الخطیئة"اسم،مثقال:مضاف،حبة:موصوف،من خردل: ظرف مستقر صفت،ملکر مضاف الیہ،ملکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ف:عاطفہ،تکن:فعل ناقص با اسم،فی صخرة: جار مجرور معطوف علیہ،او:عاطفہ،فی السموت: جار مجرور معطوف اول،او: عاطفہ،فی الارض: جار مجرور معطوف ثانی،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر شرط،یات به الله:فعل وظرف لغو وفاعل،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ مقصود بالنداء،ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿ان الله لطیف خبیر٥﴾.

ان الله: حرف مشبہ واسم،لطیف خبیر:خبران،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یبنی اقم الصلوة وامر بالمعروف وانه عن المنکر واصبر علی ما اصابک﴾.

یبنی: نداء،اقم الصلوة: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،امر بالمعروف: جملہ فعلیہ معطوف اول: عاطفہ،انه عن المنکر: جملہ فعلیہ معطوف ثانی،و: عاطفہ،اصبر علی ما اصابک: جملہ فعلیہ معطوف ثالث،ملکر مقصود بالنداء،ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿ان ذلک من عزم الامور٥ ولا تصعر خدک للناس ولا تمش فی الارض مرحا﴾.

ان ذلک: حرف مشبہ واسم،من عزم الامور:ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،لاتصعر:فعل نہی با فاعل،خدک:مفعول،للناس:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،لا تمش:فعل نہی با"انت"ضمیر ذوالحال،مرحا:حال،ملکر فاعل،فی الارض:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان الله لا یحب کل مختال فخور٥ واقصد فی مشیک واغضض من صوتک﴾.

ان الله: حرف مشبہ واسم،لایحب کل مختال فخور: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،اقصد:فعل امر با فاعل،فی مشیک:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،اغضض:فعل امر با فاعل،من صوتک:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان انکر الاصوات لصوت الحمیر٥﴾

ان: حرف مشبہ،انکر الاصوات:اسم،لام:تاکیدیہ،صوت الحمیر:خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت لقمان کا نسب وسوانح:

۱.....لقمان بن باعوراء بن ناحور بن تارح، (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تارح اور چچا آزر تھے)۔اسی مناسبت سے ان کا نسب محمد بن اسحق سے بھی ملتا ہے۔ایک قول یہ ہے کہ ان کا نسب عنقاء بن سرون تھا،قوم ایلہ کے قاضی تھے،اور یہ قول سہیلی کا ہے۔ وھب کہتے ہیں یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے۔ایک قول مقاتل سے یہ منقول ہے کہ یہ حضرت ایوب علیہ السلام کے خالہ زاد تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آزر کی اولاد میں سے تھے اور ہزار سال زندہ رہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا اور ان سے علم دین حاصل کیا ،حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت سے پہلے فتوی نویسی کرتے تھے بعد میں فقط علم دین کے حصول میں مشغول رہے۔واقدی کے قول کے مطابق بنی اسرائیل کے قاضی تھے۔سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت لقمان سیاہ رنگ والے سرزمین مصر میں موٹے ہونٹوں والے تھے اور اللہ نے انہیں حکمت عطا فرمائی اور نبی نہ تھے۔جمہور کہتے ہیں کہ ولی تھے اور نبی نہیں تھے۔شعبی کے قول کے مطابق اللہ نے حکمت سے نوازا تھا۔ (القرطبی، الجزء:۲۱،ص۵٦)

حضرت لقمان کو دی گئی حکمت سے مراد:

۲.....علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت لقمان حکیم تھے اور نبی نہ تھے سوائے حضرت عکرمہ کے،ان کے قول کے مطابق حضرت لقمان نبی تھے اور ان کا یہ بھی قول ہے کہ حضرت لقمان کو نبوت اور حکمت کے بارے میں اختیار دیا گیا تو انہوں حکمت کو اختیار فرمایا۔کہا جاتا ہے کہ حضرت لقمان رات کو آرام فرمارہے تھے کہ آدھی رات کے وقت میں انہیں ندا کی گئی:"اے لقمان!اگر تو چاہے تو ہم تجھے زمین میں خلیفہ بنائیں پس تو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلے کرے"۔حضرت لقمان نے کہا اے میرے رب!مجھے تو نے اختیار دیا ہے تو میں عافیت کو قبول کرتا ہوں اور آزمائش کو ترک کرتا ہوں اگر تو نے مجھے اپنا خلیفہ (نبی) بنانے کا فیصلہ کرلیا ہے تو میں تیرا حکم سنوں گا اور تیری اطاعت کروں گا،بیشک تو عنقریب میری حفاظت فرمائے گا،فرشتوں نے حضرت لقمان سے پوچھا (جس وقت وہ فرشتوں کو بغیر دیکھے فقط انکی آواز سماعت کررہے تھے)،اے لقمان!اس کی وجہ کیا ہے؟حضرت لقمان نے کہا کہ حاکم کا کام سب سے زیادہ دشوار کن ہوا کرتا ہے،اس کو ہر طرف سے خطرہ ہوتا ہے،مظلوم اسے گھیر لیتے ہیں،صحیح فیصلہ کرے تو نجات پالیتا ہے اور اگر خطا کرجائے تو گویا جنت کے راستے سے خطا کرجاتا ہے۔اور جو شخص دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے اسے نہ تو دنیا ملتی ہے اور نہ ہی آخرت، فرشتوں کو ان کے کلام سے تعجب ہوا،پھر وہ سوگئے تو انہیں حکمت دی گئی اور جب بیدار ہوئے تو حکمت پر مبنی کلام کررہے تھے،اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کو ندا کی گئی اور انہوں نے خلافت کو قبول کرلیا اور انہوں نے حضرت لقمان کی مانند کوئی شرط نہیں عائد کی،پس انہوں نے فیصلہ میں جب بھی اجتہادی خطا کی اللہ نے ان سے درگزر فرمایا اور ان کو معاف فرمادیا اور لقمان ان کو علم وحکمت سے مشورے دیتے تھے،حضرت داؤد علیہ السلام نے ان سے فرمایا:اے لقمان تمہیں مبارک ہو کہ حکمت دی گئی اور تم سے آزمائش دور کی گئی ،داؤد کو خلافت دے کر آزمائش میں مبتلا کیا گیا"۔کہا جاتا ہے کہ حضرت لقمان سیاہ فام موٹے ہونٹ اور قدم والے تھے،ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ سیاہ فام لوگوں میں بلال بن رباح،مجھع (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام)،لقمان اور نجاشی ہوئے اور چاروں کو حکمت سے نوازا گیا اور حکمت نام ہے عقل وفہم کی درستگی اور علم وعمل کا،کوئی شخص اس وقت تک حکیم نہیں کہا جاتا جب تک کہ اس کی ذات میں علم وعمل کی خوبی جمع نہ ہوجائے،ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ امور کی معرفت واصابت ہے،ایک قول یہ کیا جاتا ہے کہ حکمت وہ خزانہ کہ انسان کے دل کو منور کرتا ہے جیسا کہ آنکھ قوت ادارک کو منور کرتی ہے۔ (الخازن، ج۳،ص۳۹۷وغیرہ)

شکر کی اھمیت:

☆......حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خوشی حاصل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدۂ شکر ادا کرتے''۔
(سنن ابن ماجه، كتاب اقامة الصلوة، باب ما جاء فی الصلوة والسجدة عند الشكر، رقم:١٣٩٤،ص٢٤٨)

☆......حضرت عبدالرحمٰن بن کعب اپنے والد سیدنا کعب بن مالک کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تو انہوں نے سجدہ شکر ادا کیا اور خوشخبری دینے والے کو اپنی چادر عطا فرمادی''۔ (المرجع السابق، رقم:١٣٩٣،ص٢٤٨)

☆......حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر ارشاد فرماتے ہیں: ''کاش! ہم دن میں بار بار ملاقات کریں اور ایک دوسرے کا حال صرف اس لئے دریافت کریں تاکہ جواباً اللہ کا شکر ادا کریں''۔(شعب الايمان للبيهقى، باب:فى تعديد نعم الله ،رقم:٤٤٥١،ج٤،ص١١٠)

☆......ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب حضرت نوح علیہ السلام قضائے حاجت سے فارغ ہوجاتے تو اس طرح شکر بجالاتے: الحمد لله الذى اذاقنى طعمه وابقى منفعته فى جسدى واخرج عنى اذاه یعنی تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے اپنی نعمت کا مزہ چکھایا پھر اس کے نفع کو میرے جسم میں باقی رکھا اور تکلیف کو مجھ سے دور کردیا''۔

(فضيلة الشكر، رقم:٢١،ص٤٠)

ایک مرتبہ امام حسن بصری سے عرض کی گئی: ''یہاں ایک ایسا شخص ہے کہ ہم نے نہ کبھی اس کو کسی کے پاس بیٹھے دیکھا ہے اور نہ کسی دوسرے کو اس کے پاس، بلکہ وہ ایک ستون کے پیچھے تنہا بیٹھا رہتا ہے''۔ سیدنا امام حسن بصری نے فرمایا: ''اب جب تم اسے دیکھو تو مجھے بتانا''۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک دن لوگ اس کے پاس سے گزر رہے تھے، اس وقت سیدنا حسن بصری بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''یہی وہ شخص ہے جس کے متعلق ہم نے آپ کو بتایا تھا''۔ آپ نے ان لوگوں کو فرمایا: ''تم چلو میں تمہارے پیچھے آؤنگا''۔ پھر آپ اس شخص کے پاس گئے اور پوچھا: ''اے اللہ کے بندے! میں دیکھتا ہوں کہ آپ گوشہ نشینی کو محبوب رکھتے ہیں لیکن کس وجہ سے آپ لوگوں سے میل جول نہیں رکھتے؟ اس نے کہا: ''وہ کتنی عجیب چیز ہے جس نے مجھے لوگوں سے غافل کردیا ہے''۔ تو آپ نے فرمایا: ''تو پھر چلیں اس شخص کے ہم نشین جس کو حسن کہا جاتا ہے''۔ اس نے کہا: ''جس چیز نے مجھے لوگوں اور حسن سے غافل رکھا ہے وہ کتنی عجیب ہے''۔ آپ نے اس سے پوچھا: ''آخر وہ کونسی چیز ہے جس نے آپ کو لوگوں اور حسن سے بے تعلق کردیا ہے؟''۔ اس نے کہا: ''میرے شب و روز گناہ اور نعمت کے مابین گزرتے ہیں اور میرا ذہن ہے کہ اپنے آپ کو لوگوں سے دور رکھ کر معافی مانگتا رہوں اور اللہ کی نعمتوں کا شکر کرتا رہوں''۔ حضرت سیدنا حسن بصری نے فرمایا: ''میرے نزدیک آپ حسن سے بھی زیادہ دانا ہیں بس آپ اپنے معمولات کو جاری رکھیں''۔ (صفة الصفوة، رقم:٥٧٢،عابد آخر، ج٢،الجزء:٤،ص١١)

تربیت اولاد کے مہکتے پھول:

☆......اولاد کی تربیت میں والدین کا خاص کردار ہوا کرتا ہے، ساتھ روحانی والدین مثلاً اساتذہ، پیران عظام وغیرہ بھی نمایاں کردار کے حامل ہوتے ہیں، امام غزالی سے ان کے ایک شاگرد نے اس بارے میں مکتوب کے ذریعے استفسار کیا اور ساتھ ہی کچھ نصیحتوں کا بھی طالب ہوا۔ امام غزالی نے جواباً رسالہ نما مکتوب لکھ کر بنام ''ایھا الولد'' بھیجا۔ اس رسالے کے چند نکات موضوع کی مناسبت سے درج ذیل ہیں:

اے پیارے بیٹے!

علامة اعراض الله تعالى عن العبد اشتغاله بما لا يعنيه ،وان امرا ذهبت ساعة من عمره فى غير ما خلق له لجدير ان تطول عليه حسرته ومن جاوز الاربعين ولم يغلب عليه خيره شره فليتجهز الى النار یعنی

بندے کا غیر مفید کاموں میں مشغول ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ نے اس سے اپنی نظر پھیر لی ہے، اور جس مقصد کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے، اگر اس کی زندگی کا ایک لمحہ بھی اس کے علاوہ گزر گیا تو وہ اس بات کا حقدار ہے کہ اس پر عرصہ حسرت دراز کر دیا جائے اور جس کی عمر چالیس سال سے زیادہ ہو جائے اور اس کے باوجود اس کی بُرائیوں پر اس کی اچھائیاں غالب نہ ہوں تو اسے جہنم کی آگ میں جانے کے لئے تیار رہنا چاہیے۔ (الفردوس بماثور الخطاب ،باب المیم، ج۳،رقم:٥٥٤٤،ص٤٩٨)

اے لختِ جگر!

اشد الناس عذابا یوم القیامۃ عالم لا ینفعہ اللہ بعلمہ یعنی قیامت کے دن سخت ترین عذاب اس عالم کو ہوگا جس کے علم سے اللہ نے اسے عمل نہ کرنے کی صورت میں کوئی فائدہ نہ دیا ہو۔ (الکفایۃ فی علم الروایۃ، ص۱۷)

اے نورِ نظر!

اگر تو سو سال تک زندہ رہے اور ہزاروں کتابیں جمع کر لے تو غور کر! جب تک تیرا اس پر عمل نہیں ہوگا، اس وقت تک تو اللہ کی رحمت کاملہ کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وان لیس للانسان الا ما سعی اور یہ کہ آدمی نہ پائے گا مگر اپنی کوشش (النجم:۳۹)﴾۔

سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور جسے استطاعت ہو اس کا حج ادا کرنا۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب:بنی الاسلام علی، رقم:۸،ص۵)

اے فرمانبردار بیٹے!

جب تو باعمل نہیں ہوگا تو اجر و ثواب نہیں پائے گا، منقول ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک عابد نے ستر سال تک اللہ کی عبادت کی ، رب کریم نے ارادہ فرمایا کہ اس کی شان و عظمت فرشتوں پر ظاہر ہو، اللہ نے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا تا کہ اسے یہ بتا دے کہ اس قدر زہد و عبادت کے باوجود تو جنت کا مستحق نہیں، چنانچہ فرشتہ اس عابد کے پاس آیا اور اللہ کا پیغام سنایا۔ اس نیک شخص نے جواب دیا: "اللہ نے ہمیں اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور ہمارا کام اس کی عبادت کرنا ہے"۔ جب فرشتہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اللہ نے پوچھا: "میرے بندے نے کیا جواب دیا: فرشتہ کہنے لگا کہ اے اللہ! تو اپنے بندے کے جواب سے بخوبی واقف ہے، اللہ نے فرمایا: "جب میرا بندہ میری عبادت سے جی نہیں چراتا، تو میری شان کریمی کا تقاضا ہے کہ میں بھی اس سے نظر رحمت نہ پھیروں، اے فرشتو! گواہ رہو! میں نے اس کی مغفرت کر دی"۔

اے بیٹے!

تو کتنی ہی راتیں جاگ کر حصول علم میں مشغول رہو، اور کتب بینی میں اپنے اوپر نیند حرام کر لو میں نہیں جانتا کہ تیری اس محنت و مشقت کا کیا سبب تھا؟ اگر تیری نیت دنیوی فائدے حاصل کرنے ، دنیا کے منصب و عہدے پانے ، اپنے زمانے کے لوگوں پر برتری اور بڑائی ظاہر کرنے کی تھی تو سن! تیرے لئے ہلاکت ہے۔ تیرے لئے بربادی ہے، اور اگر شب بیداری میں تیری نیت یہ تھی کہ تو سید عالم ﷺ کی شریعت و سنت کا پیغام عام کرے گا، لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے گا اور گناہوں سے بچائے گا تو تجھے مبارک ہو۔

(ایھا الولد مترجم، ص ۱۱ وغیرہ)

بیٹے کا شرک سے رجوع کرلینا :

۵......کہا جاتا ہے کہ حضرت لقمان کا بیٹا اور زوجہ کافر تھے اور حضرت لقمان انہیں اس وقت تک نصیحت کرتے رہے جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں، بخلاف حضرت نوح علیہ السلام کے، ان کی زوجہ اور بیٹا اسلام نہ لائے اور بخلاف لوط علیہ السلام کے، ان کے دو بیٹے اور زوجہ جس میں سے حضرت لوط علیہ السلام کی تبلیغ سے بیٹے ایمان لے آئے لیکن زوجہ ایمان نہ لائی، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو ابتداء میں شرک سے بچے رہنے کی نصیحت فرمائی۔اور وعظ نام ہے اپنے نفس کو اللہ عزوجل کے سوا کسی دوسرے کی جانب مشغول ہونے سے بچانے کا اور گویا کہ نفس، دل اور روح کو صرف حق کے لئے خاص کر لینا اور دل حق کے سوا کسی اور جانب مائل نہ ہو اور روح بھی حق کے سوا کسی اور جانب مشاہدہ نہ کرے اور یہ مقام تفرید (اللہ کے سوا سب سے جدا ہونا) ہے۔

(روح البیان، ج۷، ص۹٤)

والدین ،خصوصا ماں کے فضائل:

٦......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ عزوجل کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے''۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب: ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین، رقم:۱۹۰۷، ص ٥٦٦)

☆......حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''والد جنت کے سب دروازوں میں سے بیچ کا دروازہ ہے ،اب تو چاہے تو اس دروازے کو اپنے ہاتھ سے کھودے خواہ نگاہ رکھ''۔

(سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب: ما جاء من الفضل فی رضا الوالدین، رقم:۱۹۰٦، ص٥٦٦)

☆......حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک سب نکوکاریوں سے بڑھ کر نیکی یہ ہے فرزند اپنے باپ کے دوستوں سے اچھا سلوک کرے''۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة ،باب:فضل صلة اصدقاء الاب والام ونحوها، رقم :(٦٤٠٩)/٢٥٥٢،ص ١٢٦٥)

☆......ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ماں باپ تیری جنت اور تیری دوزخ ہیں''۔

(سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب: برالوالدین ،رقم:۳٦٦۲،ص٦٠٨)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے زیادہ کون اس کا مستحق ہے کہ میں اس کے ساتھ نیک رفاقت رکھوں؟ فرمایا: ''تیری ماں!''، عرض کی: پھر؟ فرمایا: تیری ماں! پھر عرض کی تو فرمایا: ''تیری ماں''، عرض کی پھر؟ فرمایا: ''تیرا باپ''۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب:من احق الناس ،رقم: ٥٩٧١،ص ١٠٤٥)

متذکرہ بالا احادیث سے نتیجہ اخذ ہوا کہ باپ کی نافرمانی اللہ جبار وقہار کی نافرمانی ہے، اور باپ کی ناراضی اللہ جبار وقہار کی ناراضی ہے، آدمی ماں باپ کو راضی کرے تو وہ اس کے جنت ہیں اور ناراض کرے تو وہی اس کے دوزخ ہیں، جب تک ماں باپ کو راضی نہ کرے گا اس کا کوئی فرض، نفل، عمل نیک اصلا قبول نہ ہوگا، عذاب آخرت کے علاوہ جیتے جی سخت بلا نازل ہوگی، مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف ہے۔حدیث نمبر۳ کے مضمون کے مطابق سوتیلی ماں تو ایک عظیم وخاص علاقہ والد سے رکھتی ہے لہذا اس عورت کی تعظیم وتوقیر لازم ہے، اسی حرمت کے باعث رب العزت نے اسے حقیقی ماں کی مثل حرام ابدی کیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اولاد پر باپ کا حق نہایت عظیم لیکن ماں کا حق اعظم ۔(الفتاوی الرضویه مخرجه، رسالہ:الحقوق لطرح العقوق ،ج ٢٤ ،ص ٣٨٣ وغیرہ)

دودھ پلانے وچھڑانے کی مدت کا بیان:

ہے..... فاضل بریلوی متذکرہ آیت ﴿ووصینا الانسان بوالدیہ...... الخ ﴾ کے تحت فرمایا یہاں ماں باپ کے حق کی کوئی نہایت نہ رکھی کہ انہیں اپنے حق جلیل کے ساتھ شمار کیا، فرماتا ہے: شکر بجالا میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ "اللہ اکبر اللہ اکبر وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم"، یہ دونوں آیتیں اور اسی طرح کی بہت حدیثیں دلیل ہیں کہ ماں کا حق، باپ کے حق سے زیادہ ہے ام المومنین بی بی عائشہ کہتی ہیں: میں نے سید عالم ﷺ سے عرض کی: "عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ فرمایا: شوہر کا، میں نے عرض کیا: اور مرد پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ فرمایا: اس کی ماں کا۔

(المستدرك، كتاب البر والصلة، باب: بر امك ثم اباك ثم الاقرب فالاقرب، رقم: ٧٢٤٤، ج٧، ص٢٥٨٧)

ماں کے حق زیادہ ہونے کا تعلق اس وجہ سے بھی ہے کہ ماں بچے کو مشقت برداشت کر کے پیٹ میں رکھتی ہے، پھر پیدائش کے وقت کی تکلیف، پھر اسے دودھ پلانا الغرض ماں کا حق باپ کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ بچے کو دو برس تک دودھ پلایا جائے، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں، دودھ پینے والا لڑکا ہو یا لڑکی، اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ لڑکی کو دو برس تک اور لڑکے کو ڈھائی برس تک پلاسکتے ہیں یہ صحیح نہیں، یہ حکم دودھ پلانے کا ہے اور نکاح حرام ہونے کے لئے ڈھائی برس کا زمانہ ہے یعنی دو برس کے بعد اگرچہ دودھ پلانا حرام ہے لیکن ڈھائی برس کے اندر اگر دودھ پلادے گی، حرمت نکاح ثابت ہوجائے گی اور اس کے بعد اگر پیا، تو حرمت نکاح نہیں اگرچہ پلانا جائز نہیں۔ مدت پوری ہونے کے بعد بطور علاج بھی دودھ پلانا یا پینا جائز نہیں۔

(بہار شریعت مخرجہ، حصہ:۷، دودھ کے رشتے، ج۲، ص۳۶)

بالآخر اللہ ﷻ کی جانب پھرنے کا معنی:

۸..... انسان یہ ہمیشہ یاد رکھے بلکہ اپنے ذہن میں تازہ رکھے کہ میری ڈور کسی اور کے ہاتھ میں ہے، میں کتنا ہی بڑا عہدہ، منصب، درجہ دینی یا دنیاوی حاصل کرلوں، مجھے لوٹ کر وہیں جانا ہے جہاں سے آیا ہوں۔ میرا اصل ٹھکانہ قبر اور پھر جنت یا دوزخ ہے۔ مجھے لائق نہیں کہ میں اپنی پیدائش سے لے کر عمر کے آخری حصے میں کسی بھی مرحلے کو بھول کر اپنی من مانی کروں۔ اللہ کا فرمان ہے: ﴿منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة أخرى ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے (طـــــہ:۵۵) ﴾۔ اس موضوع پر اور بھی آیات ہیں ہم نے موضوع کو تشنگی سے بچانے کے لئے حضرت لقمان کی تمام نصیحتوں کو بیان کرنے کا ذہن بنایا تھا اسی مناسبت سے یہ موضوع بھی بیان کردیا اگرچہ اس موضوع پر کئی مقامات پر کلام ہوچکا ہے۔

اُخروی ودنیاوی کن امور میں والدین کا کہا مانے؟

۹..... اطاعت والدین جائز باتوں میں فرض ہے اگرچہ وہ خود مرتکب کبیرہ ہوں، اُن کے کبیرہ کا وبال اُن پر ہے مگر اُس کے سبب یہ امور جائزہ میں اُن کی اطاعت سے باہر نہیں ہوسکتا، ہاں اگر وہ کسی ناجائز بات کا حکم کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں، سید عالم ﷺ نے فرمایا: "لا طاعة في معصية الله تعالى اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں"۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الجهاد، باب: لاطاعة، ص٤٨٦)

ماں باپ اگر گناہ کرتے ہوں اُن سے بہ نرمی وادب گزارش کرے اگر مان لیں بہتر ورنہ سختی نہیں کرسکتا بلکہ غیبت میں اُن کے لئے دعا کرے، اور اُن کا یہ جاہلانہ جواب دینا کہ یہ تو ضرور کروں گا یا توبہ سے انکار کرنا دوسرا سخت کبیرہ ہے مگر مطلقاً کفر نہیں جب تک حرام قطعی کو حلال جاننا یا حکم شرع کی توہین کے طور پر نہ ہو اس سے بھی جائز باتوں میں اُن کی اطاعت منع نہ ہوجائے گی، ہاں اگر

معاذ اللہ یہ انکار بروجہ کفر ہو تو وہ مرتد ہو جائیں گے اور مرتد کے لئے مسلمان پر کوئی حق نہیں، رہا بڑا بھائی وہ ان احکام میں ماں باپ کا ہمسر نہیں ہے، ہاں اُسے بھی حق تعظیم ہے، اور بلا وجہ شرعی ایذا رسانی تو کسی مسلمان کی حلال نہیں اور اللہ سب مخلوق سے زیادہ جانتا ہے۔

اگر تجارت کے لئے سرزمین دشمن کی طرف اجازت نامہ لے کر جانا چاہیے لیکن والدین اس کے وہاں جانے کو ناپسند کریں ،اگر معاملہ پُرامن ہو، اس میں کوئی خطرہ اور اندیشہ نہ ہو، اور وہ وعدہ وفا کرتے ہوں اور اس وصف میں مشہور و معروف ہوں، اور اس کا بھی وہاں جانے میں فائدہ ہو، تو پھر اس صورت میں والدین کا حکم نہ ماننے میں کوئی حرج نہیں، (یہاں دیکھئے کہ) حصول فائدہ کے لئے والدین کی نافرمانی کو جائز اور مباح قرار دیا گیا، (اقــول) میں کہتا ہوں واجب ہے کہ اس سے وہ صورت مراد ہو کہ جس میں والدین کا اُسے روکنا محض محبت اور شفقت کے طور پر ہو اور اس کی جدائی کا ناپسند ہونا غیر یقینی ہو، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے خروج کو امن اور وہاں کے لوگوں کا وفادار ہونے میں مشہور و معروف ہونے پر مسئلہ کو فرض کیا یہاں تک کہ اُسے اِس معاملہ میں کوئی خوف وخطرہ نہ ہو، لیکن اگر خطرہ و اندیشہ ہو تو پھر والدین کی اجازت کے بغیر اس کا باہر جانا اور سفر کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ دریں صورت اُن کی نہی یقینی ہوگی۔

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرو اگر چہ وہ تمہیں اہل وعیال اور مال سے الگ ہونے کا حکم دیں''۔

(الفتاوی الرضویہ مخرجہ ،باب:اعتقادیات و سیر،ج۲۱،ص ۱۵۷،۲۱۳وغیرہ)

ہجرت کا ارادہ کرنے والا اگر یہ جان لے کہ والدین کو پریشان کرنے میں کیا سزا ہے تو ہجرت کا ارادہ ترک کردے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ سے ہے کہ جریج راہب فقیہ و عالم ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ اللہ ﷻ کی عبادت سے والدہ کے بلاوے کا جواب اُولی ہے، حسن بن سفین نے مسند میں، حکیم ترمذی نے نوادر میں، ابن قانع نے المعجم میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں شہر بن حوشب سے، انہوں نے حوشب بن یزید سے، انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے بیان کیا ہے، یہ تو احادیث تھیں، باقی رہے فقہاء، تو علامہ البحر نے بحر الرائق میں تفصیلاً رخصت کی تفصیل تحریر کی، اور جب کہ اجازتِ والدین کے بغیر اولاد کو حج کرنے سے منع کیا، پھر فرمایا یہ تمام بحث حج فرض میں ہے، رہا نفل حج، تو اس میں اطاعت والدین ہر حال میں اُولی ہے، جیسا کہ ''ملتقط'' میں ہے اھ، اسے علامہ ابن عابدین نے ''ردالمحتار'' میں لکھا ہے۔

میں کہتا ہوں یہ انہوں نے حج کے بارے میں حکم دیا ہے جس میں تو واپس کوچ کا ارادہ رکھتا ہے، یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے جب کہ تو واپس نہ ہونے کا عزم رکھتا ہو، الفتاوی الھندیہ میں ایسے مسائل کے بارے میں بہت عمدہ ضابطہ بیان کیا ہے، وہ یہ ہے کہ بالغ اولاد کوئی دینی و دنیاوی ایسا کام نہ کرے جو والدین کے لئے غیر مضر و ناپسند ہو، اور اگر ضروری ہے تو والدین سے اجازت لینا ضروری ہوگا اھ یعنی اگر چہ نقصان دہ نہ بھی ہو تب بھی والدین کی اجازت کے بغیر چارہ نہیں، یہ تو مسئلہ کا حکم تھا لیکن مجھے اس میں کلام نہیں ہے، اور جب کہ میں کہتا ہوں کہ مجاورت اس صورت میں جائز نہیں جب کہ والدین اجازت دیں تو اس وقت کیسے جائز ہوگی جب وہ اسے پسند نہ کریں اور اس پر پریشان ہوں اور یہی امام صاحب کا قول ہے محتاط اور خائف اہل علم نے آپ کے اسی قول کو اختیار کیا ہے، جیسا کہ شامی میں ''الاحیاء'' سے ہے، ''مجمع'' وغیرہ میں اس پر جزم کا اظہار کیا ہے۔ (الفتاوی الرضویہ مخرجہ ،رسالہ:صقیل الرین عن احکام مجاورۃ الحرمین حرمین شریفین میں سکونت کے احکام سے متعلق شبہات کا ازالہ،ج۱۰،ص ۶۸۵وغیرہ)

کسی کی بُرائی اللہ ﷻ سے پوشیدہ نہیں:

﴿۱﴾......اللہ علیم وخبیر ہے، کائنات کے ذرّے ذرّے کا علیم ہے۔ نیکی ہو یا بدی سب جانتا ہے، خود فرماتا ہے:﴿نــحــن

اقرب الیہ من حبل الورید اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں (ق:۱۶) ﴾۔ بُرائی کرنے والا یہ نہ سوچے کہ میں سب سے چھپ گیا یقیناً اللہ کی مخلوق سے چھپ گیا لیکن اللہ سے کہاں پوشیدہ ہو سکتا ہے؟۔ مالک و مولا تو ہماری شہ رگ سے بھی قریب تر ہے۔ کاش کہ گناہ کرنے سے پہلے سوچ لیا جائے کہ آیا اس کا عذاب بھی سہا جا سکے گا یا نہیں چنانچہ ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ کسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے قریب ہی ایک چراغ جل رہا تھا، اچانک ان کے دل میں گناہ کا خیال آیا تو وہ اپنے نفس سے کہنے لگے: ''میں اپنی انگلی اس چراغ کی بتی پر رکھتا ہوں اگر تو نے اس پر صبر کر لیا تو میں اس گناہ کو کرنے میں تیری مدد کروں گا''۔ پھر جب انہوں نے اس بتی پر انگلی رکھی تو بے قرار ہو گئے چیخنے لگے: ''اے دشمن خدا! جب تو دنیا کی اس آگ پر صبر نہیں کر سکتا جسے ستر مرتبہ بجھایا گیا ہے تو جہنم کی آگ پر کیسے صبر کر سکے گا''۔

راہ دین میں مصیبت پر صبر کرنا:

☆......سید عالم ﷺ نے عرب کے جس علاقے میں آنکھ کھولی، ذہنی پستی، بدبختی، شقاوت وظلم و بربریت کا رواج عام تھا، چھوٹی چھوٹی بات پر عرصہ دراز تک جنگیں چلتی تھیں، انسان کو گویا کہ انسان ہی نہ سمجھا جاتا تھا۔ چالیس سال تک لوگوں کے دلوں میں اپنا مقام قائم کرنے کے بعد جب اعلان نبوت فرمایا تو وہی لوگ جو آپ ﷺ کو صادق و امین کا خطاب دیتے تھے دشمن بن گئے۔ جان لینے کی ناپاک کوشش بھی کی، اوباش لڑکوں کو طائف میں پیچھے چھوڑ دیا جن کی سنگباری سے قدمین خون سے بھر گئے۔ جانور کی غلاظت کمر پر رکھ دی جاتی، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اوپر سے کچرا پھینکا جاتا، کائنات نے یہ منظر بھی دیکھا کہ دو جہاں کے شہنشاہ کو قتل کرنے، قید کرنے، شہر بدر کرنے کے لئے منصوبے بنائے گئے، اور ان مضموم مقاصد کے لئے کثیر مال و وقت بھی خرچ کیا گیا۔ حضرت سیدنا اسماء بنت ابو بکر سے مروی ہے کہ ایک پکارنے والا آل ابو بکر کے پاس آیا اور ابو بکر صدیق ﷺ سے یوں عرض گزار ہوا: ''اپنے رفیق کی خبر لو! آپ ﷺ فوراً ہمارے پاس سے تشریف لے گئے اور حالت یہ تھی کہ آپ ﷺ کہہ رہے تھے: کیا ایک مرد کو اس پر مارتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور بیشک وہ روشن نشانیاں تمہارے پاس لایا، پس وہ لوگ سید عالم ﷺ کو چھوڑ کر امیر المومنین صدیق اکبر ﷺ پر جھپٹ پڑے''۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں: ''جب آپ ﷺ گھر واپس آئے تو حالت یہ تھی کہ سر کے جس حصے پر بھی ہاتھ پھیرتے تھے تو بال ہاتھ میں آجاتے اور اس کے باوجود آپ ﷺ یہ پڑھ رہے تھے تبارکت یا ذاالجلال والاکرام یعنی اے بزرگی و کرامت والے رب تو بڑی برکت والا ہے''۔ (مسند ابی یعلی الموصلی، مسند ابی بکر، رقم:۵۲، ج۱، ص۲۰)

حضرت عمر فاروق ﷺ کہتے ہیں کہ جب میں اسلام لے آیا (میرا ماموں مسلمان نہ ہوا تھا)، کفار مجھے مارتے اور میں بھی انہیں مارتا تھا، اسی دوران میرے ماموں نے آکر اعلان کیا: ''اے لوگو! میں اپنے بھانجے کو پناہ دے چکا ہوں لہذا اب کوئی اسے چھونے کی جرأت نہ کرے، سب لوگ مجھ سے دور ہو گئے مگر میں نہیں چاہتا تھا، میں نے کہا: ''دوسرے مسلمانوں کو زدوکوب کیا جاتا ہے لیکن مجھے نہیں مارا جاتا''۔ جب لوگ بیت اللہ میں جمع ہوئے تو میں اپنے ماموں کے پاس آیا اور کہا: ''تم سن رہے ہو؟''، اس نے کہا: ''میں نے نہیں سنا تم نے کیا کہا''، میں نے کہا: ''میں تمہاری پناہ تمہیں لوٹاتا ہوں''۔ میرے ماموں نے کہا: ''ایسا نہ کرو! لیکن میں نے اس کی پناہ لینے سے انکار کر دیا، اس نے کہا: ''جیسے تمہاری مرضی!''۔ پھر میری مار پیٹ ہوتی رہی یہاں تک کہ اللہ نے اسلام کو غلبہ دے دیا''۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، باب: ذکر اسلام عمر، ج۲، ص۲۱۶ وغیرہ بتغیر قلیل)

☆......حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری ﷺ سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ کے ایک باغ میں سید عالم ﷺ کے ساتھ تھا کہ ایک شخص آیا اس نے دروازہ کھلوایا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے لئے دروازہ کھول دو اور ان مصیبتوں کو جو اسے پہنچیں گی جنت کی خوشخبری دے

دو"۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے دروازہ کھولا تو وہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے، میں نے انہیں سید عالم ﷺ کے فرمان کی خبر دی تو انہوں نے کہا: "اللہ مددگار ہے!"۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب: مناقب عثمان، رقم: ۳۶۹۳، ص ۶۲۰)

جس نبی نے راہ دین میں صبر کا مظاہرہ کیا ہو، اس کے ماننے والے کہاں شکوہ شکایت والے ہو سکتے ہیں؟ صحابہ ہوں یا اہل بیت، معرکہ بدر ہو یا کوئی غزوہ، سریہ ہو یا معرکۂ کربلا یقیناً اہل معرفت نے راہ دین میں سب کچھ لٹا کر بھی شکوہ نہ کیا اور ہم نے کچھ نہ کر کے بھی شکایتوں کے انبار جمع کر لئے ہیں۔

راہ میں چلنے کے آداب:

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "ایک شخص دو چادریں اوڑھے ہوئے اترا کر چل رہا تھا اور گھمنڈ میں تھا، وہ زمین میں دھنسا دیا گیا، وہ قیامت تک دھنستا ہی جائے گا"۔

(صحیح مسلم، کتاب اللباس، باب: تحریم التبختر فی المشی، رقم: (۵۳۰۸)/۲۰۸۸، ص ۱۰۵٤)

☆......ابو داؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے مرد کو دو عورتوں کے درمیان میں چلنے سے منع کیا ہے"۔

(سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب: فی مشی النساء مع الرجال، رقم: ۵۲۷۳، ص ۹۸۰)

مسئلہ: راستہ چھوڑ کر کسی کی زمین میں چلنے کا حق نہیں، اور اگر وہاں راستہ نہیں ہے تو چل سکتا ہے، مگر جب کہ مالک زمین منع کرے تو اب نہیں چل سکتا، یہ حکم ایک شخص کے متعلق ہے اور جو بہت سے لوگ ہوں تو جب تک مالک زمین راضی نہ ہو نہیں چل سکتا، راستہ میں پانی ہے اس کے کنارہ کسی کی زمین ہے، ایسی صورت میں اس زمین میں چل سکتا ہے۔

(بہار شریعت، چلنے کے آداب، باب: ۱٦، ج ۳، ص ٤۳۷)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جلدی جلدی چلنے سے مومن کا وقار چلا جاتا ہے"۔

(کنز العمال، کتاب المعیشۃ، قسم الاقوال، آداب المشی، رقم: ٤١٦١٥، ج ۸، ص ۱۷۵)

بات چیت کے آداب:

(۱)......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "من صمت نجاہ یعنی جو خاموش رہا اس نے نجات پائی"۔ (سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب: (٤٩/١١٤)، رقم: ۲۵۰۹، ص ۷۲۱)۔ (۲)......سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: "جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اسے دنیا سے بے رغبتی اور کم بولنے کی نعمت ملی ہے، تو اس کی صحبت و قربت اختیار کرو کیونکہ اسے حکمت دی گئی ہے"۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب: باب الزھد فی الدنیا، رقم: ٤١٠١، ص ٦۸۲) (۳)......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن مومن کی میزان میں سب سے بھاری جو چیز رکھی جائے گی وہ خلق حسن ہے اور اللہ اس کو دوست نہیں رکھتا جو فحش گو بدزبان ہو"۔ (سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب: ما جاء فی حسن الخلق، رقم: ۲۰۰۹، ص ۵۸۹) (۴)......بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "نرمی کو لازم پکڑ لو اور سختی و فحش گوئی سے بچو، جس چیز میں نرمی ہوتی ہے، اس کو زینت دیتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکل جاتی ہے اسے عیب دار کر دیتی ہے"۔ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب: فضل الرفق، رقم: (٦٤٩٧)/۲۰۹٤، ص ۱۲۸۰) (۵)......حجۃ الاسلام امام محمد غزالی فرماتے ہیں: گفتگو کی چار قسمیں ہیں: نمبر ۱: خالص مُضِر: یعنی مکمل نقصان دہ، نمبر ۲: خالص مفید: یعنی مکمل فائدہ مند، نمبر ۳: مُضِر: نقصان دہ بھی اور مفید بھی، نمبر ۴: نہ مُضِر نہ مفید: یعنی وقت ضائع کرنے کے لئے کلام کرنا۔ (مرآۃ المناجیح)

اغراض:

منھا العلم والدیانۃ: حکمت سے مراد علم وعمل ہے، جس میں یہ دونوں صفات جمع نہ ہوں اُسے حکیم نہیں کہا جاتا، ایک قول کے مطابق حکمت سے مراد امانت اور ایک قول کے مطابق حکمت سے مراد دلوں کا نور ہے، جس سے اشیاء کا ادراک ہوتا ہے جیسا کہ آنکھیں دیکھتی ہیں۔ **حکمہ کثیرۃ:** وہب کہتے ہیں کہ حضرت لقمان کے بارہ ہزار حکمت کی بولیاں تھیں لوگ جس طرح چاہتے شامل گفتگو ہو جاتے۔

محمود فی صنعہ: یعنی اللہ لائق ہے کہ اس کی تعریف مخلوقات سے بڑھ کر کی جائے۔

فرجع الیہ: سے مراد اپنے آباء کا دین یعنی اسلام ہے۔ **ای فطامہ:** سے مراد ترک رضاعت ہے۔

ای بالمعروف: میں اس جانب اشارہ ہے کہ حرف جر "باء" محذوف ہے، جو کہ منصوب بنزع الخافض کی صورت ہے۔

جملۃ الوصیۃ: سے مراد اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿ووصینا الانسان ...... الخ﴾ ہے۔

ای فی اخفی مکان من ذلک: مراد پہاڑوں (چٹانوں)، آسمانوں، اور زمین کے مخفی راز ہیں تاہم اللہ نے چٹانوں کے باطن کو مخفی رکھا، آسمانوں کے اوپری معاملات کو مخفی رکھا اور زمین کے نچلے معاملات کو مخفی رکھا۔

بسبب الامر والنھی: مناسب یہ ہے کہ عموم پر محمول کیا جائے یعنی مصائب پر صبر چہ جائے کہ مخلوق کی جانب سے ہوں یا خالق کی جانب سے آزمائش ہو، کیونکہ حقیقی بنیادوں پر تو ہر قسم کے مصائب اللہ ہی کی طرف سے ہوتے ہیں اور صبر سے مراد یہ بھی ہے کہ اللہ کے احکام کو تسلیم کرنا اور اس کی جانب رجوع لانا ہے، اللہ نے فرمایا: ﴿وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون (البقرۃ:۱۵۶)﴾۔

التی یعزم علیھا لوجوبھا: یعنی مکلفین کے لئے مضبوط ارادے کے کام ہیں جس سے رخصت نہیں ہوسکتی۔

ای خیلاء: یعنی عُجب وتکبر نہیں ہونا چاہیے۔ **بین الدبیب:** مراد کمزور چلن ہے۔

علی الناس: یوں کہ اُس پر دیگر لوگوں کے مقابلے میں زیادہ نعمتیں ہوئی ہیں، پس وہ اکڑنے لگے۔

والاسراع: مراد چلنے کی طاقت ہے، جو کہ مذموم ہے، اور اس کا بیان حدیث میں یوں ہے: "مومن سے تیز چلنا لے لیا گیا ہے"۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ حدیث میں یوں بھی ہے کہ صحابہ کہتے ہیں: "ہم سید عالم ﷺ کے ساتھ تھے کہ آقائے دوجہاں ہم سے تیز چلتے تھے"۔ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ سید عالم ﷺ کا چلنا اپنی ذات کے اعتبار سے متوسط اور صحابہ کے اندازے کے مطابق تیز تھا، جیسا کہ ماقبل گزر چکا ہے کیونکہ سید عالم ﷺ کے لئے زمین لپیٹ دی گئی ہے۔

زفیر: سے مراد تیز آواز اور **شھیق** سے مراد ہلکی آواز ہے۔ (الصاوی، ج۴، ص۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۲

﴿الم تروا﴾تَعْلَمُوا یَا مُخَاطِبِینَ﴿ان اللہ سخر لکم ما فی السموت﴾مِنَ الشَّمْسِ والقَمَرِ والنُّجُومِ لِتَنْتَفِعُوا بِھا﴿وما فی الارض﴾مِنَ الثِّمارِ والْاَنْھَارِ والدَّوَابِ﴿واسبغ﴾اَوْسَعَ واَتَمَّ﴿علیکم نعمہ ظاھرۃ﴾وَھِیَ حَسَنُ الصُّوْرَۃِ وَتَسْوِیَۃُ الْاَعْضَاءِ وغَیرِ ذَالِکَ﴿وباطنۃ ط﴾ھِیَ الْمَعرِفَۃُ وَغَیرِھَا﴿ومن الناس﴾اَیْ اَھْلِ مَکَّۃَ﴿من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدی﴾مِنْ رَّسُوْلٍ﴿ولا کتب منیر (۲۰)﴾اَنْزَلَہُ اللّٰہُ بَلْ بِالتَّقْلِیدِ﴿واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما وجدنا علیہ اباء نا ط﴾قَالَ تَعَالٰی اَیَتَّبِعُوْنَہٗ﴿اولو کان الشیطن یدعوھم الی عذاب السعیر (۲۱)﴾اَیْ مُوْجِبَاتِہٖ لا﴿ومن یسلم وجھہ الی اللہ

﴿اَی یُقْبِلُ عَلٰی طَاعَتِہٖ﴾وھو محسن ﴿مُوَحِّدٌ﴾فقد استمسک بالعروۃ الوثقی ط﴿بِالطَّرَفِ الْاَوْثَقِ الَّذِی لَا یَخَافُ اِنْقِطَاعَہٗ﴾والی اللہ عاقبۃ الامور (٢٢)﴿مَرْجِعُھَا﴾ ومن کفر فلا یحزنک﴿یَا مُحَمَّدُ﴾ کفرہ ط﴿لَاتَھْتَمَّ بِکُفْرِہٖ﴾الینا مرجعھم فننبئھم بما عملوا ط ان اللہ علیم بذات الصدور (٢٣)﴿اَی بِمَافِیْھَا کَغَیْرِہٖ فَمُجَازٍ عَلَیْہِ﴾نمتعھم ﴿فِی الدُّنْیَا﴾قلیلا ﴿اَیَّامَ حَیٰوتِھِمْ﴾ثم نضطرھم ﴿فِی الْاٰخِرَۃِ﴾الی عذاب غلیظ (٢٤)﴿وَھُوَ عَذَابُ النَّارِ لَا یَجِدُوْنَ عَنْہُ مَحِیْصًا﴾ولئن ﴿لام قسم﴾سالتھم من خلق السموت والارض لیقولن اللہ ط﴿حُذِفَ مِنْہُ نُوْنُ الرَّفْعِ لِتَوَالِی الْاَمْثَالِ وَاوِ الضَّمِیْرِ لِاِلْتِقَاءِ السَّاکِنَیْنِ﴾ قل الحمد للہ ط﴿عَلٰی ظُھُوْرِ الْحُجَّۃِ عَلَیْھِمْ بِالتَّوْحِیْدِ﴾بل اکثرھم لا یعلمون (٢٥)﴿وُجُوْبَہٗ عَلَیْھِمْ﴾للہ ما فی السموت والارض ﴿مِلْکًا و خَلْقًا وَعَبِیْدًا فَلَا یَسْتَحِقُّ الْعِبَادَۃَ فِیْھِمَا غَیْرُہٗ﴾ان اللہ ھو الغنی ﴿عَنْ خَلْقِہٖ﴾الحمید (٢٦)﴿اَلْمَحْمُوْدُ فِیْ صُنْعِہٖ﴾ ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر ﴿عُطِفَ عَلٰی اِسْمِ اَنْ﴾ یمدہ من م بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمت اللہ ط﴿الْمُعَبَّرُ بِھَا عَنْ مَعْلُوْمَاتِہٖ بِکُتُبِھَا بِتِلْکَ الْاَقْلَامِ بِذَالِکَ الْمَدَادِ ولا بِاَکْثَرَ مِنْ ذَالِکَ لِاَنَّ مَعْلُوْمَاتِہٖ تَعَالٰی غَیْرُ مُتَنَاھِیَۃٍ﴾ ان اللہ عزیز ﴿لَا یُعْجِزُہٗ شَیْءٌ﴾ حکیم (٢٧)﴿لَا یَخْرُجُ شَیْءٌ عَنْ عِلْمِہٖ وحِکْمَتِہٖ﴾ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ ﴿خَلْقًا وبَعْثًا لِاَنَّہٗ بِکَلِمَۃِ کُنْ فَیَکُوْنُ﴾ان اللہ سمیع م﴿یَسْمَعُ کُلَّ مَسْمُوْعٍ﴾ بصیر (٢٨)﴿یُبْصِرُ کُلَّ مُبْصِرٍ لَا یَشْغَلُہٗ شَیْءٌ عَنْ شَیْءٍ﴾الم تر ﴿تَعْلَمُ یا مُخَاطَبًا﴾ان اللہ یولج ﴿یُدْخِلُ﴾الیل فی النھار ویولج النھار ﴿یُدْخِلُہٗ﴾ فی الیل ﴿فَیَزِیْدُ کُلٌّ مِنْھُمَا بِمَانَقَصَ مِنَ الْاٰخِرِ﴾ وسخر الشمس والقمر کل ﴿مِنْھُمَا﴾ یجری ﴿فِیْ فَلَکِہٖ﴾ الی اجل مسمی ﴿ھُوَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ﴾ وان اللہ بما تعملون خبیر (٢٩)ذلک ﴿الْمَذْکُوْرُ﴾ بان اللہ ھو الحق ﴿الثَّابِتُ﴾وان ما یدعون ﴿بِالتَّاءِ وَالْیَاءِ یَعْبُدُوْنَ﴾ من دونہ الباطل ﴿الزَّائِلُ﴾ وان اللہ ھو العلی ﴿عَلٰی خَلْقِہٖ بِالْقَھْرِ﴾الکبیر (٣٠)﴿الْعَظِیْمُ﴾.

﴿ترجمہ﴾

(اے سننے والوں) کیا تم نے دیکھا (یعنی تم نے نہ جانا) کہ اللہ نے تمہارے لیے کام میں لگائے جو کچھ آسمان میں ہے (جیسے سورج ،چاند،ستارے،کہ تم ان سے نفع اٹھاؤ) اور جو کچھ زمین میں ہے (پھل،نہریں اور چوپائے وغیرہ) اور بھرپور دیں (''اسبغ'' اوسع واتم کے معنی میں ہے) تمہیں اپنی نعمتیں ظاہر (مراد اس سے خوبصورت چہرے اور مناسب الاعضاء وغیرہ ہیں) اور چھپی (یعنی اپنی معرفت وغیرہ......١) اور بعض آدمی (یعنی اہل مکہ) اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں یوں کہ نہ علم نہ (رسول کی طرف سے ملنے والی) ہدایت نہ کوئی روشن کتاب (جسے اللہ ﷻ نے نازل فرمایا ہوا، انکے جھگڑنے کا مدار تقلید ہے......٢) اور جب ان سے کہا جائے اس کی پیروی کرو جو اللہ نے اتارا تو کہتے ہیں بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا (اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے) کیا (وہ اس کی پیروی کریں گے جن کے ساتھ ان کا رہنا ان کے لیے مقدر ہوگا) اگر چہ شیطان ان کو عذاب دوزخ کی

طرف بلاتا ہو(یعنی دوزخ لازم کرنے والے اعمال کی طرف بلاتا ہو،نہیں!) تو جو اپنا منہ اللہ کی طرف جھکا دے (اللہ ﷻ کی فرمانبرداری میں لگ جائے) اور ہو محسن (یعنی موحد) تو بیشک اس نے مضبوط گرہ تھامی (اس نے رسی کا مضبوط حصہ تھاما جس کے منقطع ہونے کا کچھ خوف نہیں) اور اللہ ہی کی طرف ہے سب کاموں کی انتہاء (عــاقبة بمعنی مــرجــع ہے) جو کفر کرے تو تم (اے حبیب ﷺ!) اس کے کفر سے غم نہ کھاؤ (اس کے کفر کے سبب آپ ﷺ غمگین نہ ہوں......۳......) انہیں ہماری ہی طرف پھرنا ہے ہم انہیں بتادیں گے جو کرتے تھے بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے (دیگر امور کی طرح سینے میں موجود باتوں کو بھی جانتا ہے وہ اس پر جزا دے گا) ہم انہیں (دنیا میں) کچھ برتنے دیں گے (ان کی دنیاوی زندگی کے ایام میں) پھر (آخرت میں) انہیں بے بس کر کے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے (اور وہ عذاب جہنم کا ہوگا جس سے وہ چھٹکارے کی راہ نہ پائیں گے) اور اگر (لـــئـــن میں لام قسمیہ ہے) تم ان سے پوچھو: کس نے بنائے آسمان اور زمین تو ضرور کہیں گے اللہ نے (لیقولن میں نون اعرابی کو پے در پے نون کی وجہ سے اور واؤ ضمیر جمع کو التقائے ساکنین کی وجہ حذف کردیا) تم فرماؤ سب خوبیاں اللہ کو......۴......(تمہارے خلاف دلائل توحید کے خوب ظاہر ہو جانے پر) بلکہ ان میں اکثر (ان دلائل کا اپنی ذاتوں پر لازم ہونا) جانتے نہیں اللہ ہی کا ہے اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (اپنی مملوک ومخلوق وبندے ہونے کے اعتبار سے، زمین وآسمان میں اس کے ماسوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے) بیشک اللہ بے نیاز ہے (اپنی مخلوق سے) سب خوبیاں سراہا (وہ اپنی صنعت میں محمود ہے) اور اگر زمین میں جتنے پیڑ ہیں سب قلمیں ہو جائیں اور سمندر (البحر کا عطف ان کے اسم پر ہے) اس کی سیاہی ہو اس کے پیچھے سات سمندر اور (بطور سیاہی ہوں) تو اللہ کے کلمات ختم نہ ہونگے (جنہیں معلومات الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے، ان قلموں کے ذریعے اس تمام سیاہی سے ان کلمات کو لکھا جائے یا اس سے زیادہ قلموں اور سیاہی کو لیا جائے تب بھی کلمات اللہ ختم نہ ہوں گے کہ معلومات اللہ غیر متناہی ہیں......۵......) بیشک اللہ غالب ہے (اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی) حکمت والا ہے (کوئی شے اس کے علم وحکمت سے خارج نہیں ہے) تم سب کا پیدا کرنا اور قیامت میں اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا ایک جان کا (پیدا کرنا اور اٹھانا، کیونکہ یہ معاملہ کلمہ کــن کے ذریعے ہوتا ہے پھر وہ چیز ہو جاتی ہے) بیشک اللہ سنتے والا ہے (وہ ہر مسموع کو سنتا ہے) اور دیکھنے والا ہے (ہر مبصر کو دیکھتا ہے ایک شے کو دیکھنا اسے دوسرے شے کو دیکھنے سے مشغول نہیں کرتا، تو اے سننے والے) کیا تو نہ دیکھا (یعنی اے مخاطب! تو نے نہ جانا) کہ اللہ رات کو داخل کرتا ہے (یــولــج بمعنی یــدخــل ہے) دن کے حصے میں اور دن کو داخل کرتا ہے (یولج بمعنی یدخل ہے) رات کے حصے میں (یعنی ایک کے حصہ کو گھٹا کر دوسرے کے حصہ کو بڑھاتا ہے) اور اس نے سورج اور چاند کام میں لگائے (دونوں میں سے) ہر ایک (اپنے مدار میں) ایک مقررہ میعاد تک (یعنی روز قیامت تک) چلے گا اور یہ کہ اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے یہ (جو مذکور ہوا) اس لیے کہ اللہ ہی حق (یعنی ثابت) ہے اور اس کے سوا پوجتے ہیں (یــدعــون کو علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) سب باطل (یعنی زائل ہونے والے) ہیں اور اس لیے کہ اللہ ہی بلند ہے (غلبہ کے ساتھ اپنی مخلوق پر) بڑائی والا (کبیر بمعنی عظیم ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الم تروا ان الله سخر لكم ما في السموت وما في الارض واسبغ عليكم نعمه ظاهرة وباطنة﴾.

همزه: حرف استفہام، لم تروا: فعل نفی بافاعل، ان: حرف مشبہ واسم، سخر: فعل بافاعل، لکم: ظرف لغو، ما فی السموت: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما فی الارض: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اسبغ علیکم: فعل بافاعل وظرف لغو، نعمه: ذوالحال، ظاهرة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، باطنة: معطوف، ملکر

حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولا ھدی ولا کتب منیرo﴾.

و: مستانفہ،من الناس: ظرف مستقر خبر مقدم،من: موصولہ،یجادل: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال،ب: جار،غیر: مضاف،علم: معطوف علیہ،و: عاطفہ،لا: نافیہ،ھدی: معطوف اول،و: عاطفہ،لا: نافیہ، کتب منیر: معطوف ثانی،ملکر مضاف الیہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر حال،ملکر فاعل،فی اللہ: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما وجدنا علیہ اباء نا﴾.

و: عاطفہ،اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،قیل لھم: فعل با نائب الفاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ قول،اتبعوا: فعل امر با فاعل،ما انزل اللہ: موصول صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ شرط،قالوا: قول،بل: حرف اضراب،نتبع: فعل با فاعل،ما: موصولہ،وجدنا علیہ اباء نا: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اولو کان الشیطن یدعوھم الی عذاب السعیرo﴾.

ھمزہ: حرف استفہامیہ،و: عاطفہ معطوف علی محذوف "ایتبعونہ" لو: شرطیہ، کان: فعل ناقص،الشیطن: اسم،یدعوھم الی عذاب السعیر: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ جزا محذوف "فیتبعون" کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ومن یسلم وجھہ الی اللہ وھو محسن فقد استمسک بالعروۃ الوثقی﴾.

و: عاطفہ،من: شرطیہ مبتدا،یسلم: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال،و: حالیہ،ھو محسن: جملہ اسمیہ حال،ملکر فاعل،وجھہ: مفعول،الی اللہ: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ شرط،ف: جزائیہ،قد: تحقیقیہ،استمسک: فعل با فاعل،بالعروۃ الوثقی: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والی اللہ عاقبۃ الامورo ومن کفر فلا یحزنک کفرہ﴾.

و: عاطفہ،الی اللہ: ظرف مستقر خبر مقدم،عاقبۃ الامور: مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،و: عاطفہ،من: شرطیہ مبتدا،کفر: جملہ فعلیہ شرط،ف: جزائیہ،لا یحزنک کفرہ: فعل نہی غائب با فاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الینا مرجعھم فننبئھم بما عملوا ان اللہ علیم بذات الصدورo﴾

الینا: ظرف مستقر خبر مقدم،مرجعھم: مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،ف: عاطفہ،ننبئھم: فعل با فاعل ومفعول،بما عملوا: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،ان اللہ: حرف مشبہ واسم،علیم بذات الصدور: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿نمتعھم قلیلا ثم نضطرھم الی عذاب غلیظo﴾.

نمتعھم: فعل با فاعل ومفعول،قلیلا: ظرف،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ،ثم: عاطفہ،نضطرھم: فعل با فاعل ومفعول،الی عذاب غلیظ: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولئن سالتھم من خلق السموت والارض لیقولن اللہ﴾.

و: مستانفہ،لام قسمیہ،ان: شرطیہ،سالتھم: فعل با فاعل ومفعول،من: استفہامیہ مبتدا،خلق السموت والارض: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ شرط،لام: تاکیدیہ،یقولن: جملہ فعلیہ قول،اللہ: "ھو" مبتدا محذوف کی خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جواب قسم،قائم مقام جواب شرط،ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿قل الحمدلله بل اکثرهم لا یعلمونo لله ما فی السموت والارض﴾.

قل: قول، الحمد: مبتدا، لله: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، بل: عاطفہ، اکثر هم: مبتدا، لا یعلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لله ظرف مستقر خبر مقدم، ما فی السموت و الارض: موصول صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الله هو الغنی الحمیدo﴾.

ان الله: حرف مشبہ واسم، هو: مبتدا، الغنی الحمید: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولو ان ما فی الارض من شجر اقلام والبحر یمده من بعده سبعة ابحر ما نفدت کلمت الله﴾.

و: استئنافیہ، لـو: شرطیہ، ان: حرف مشبہ، مـا فـی الارض: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، مـن شـجـر: ظرف مستقر حال، ملکر اسم، اقلام: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، البحر: مبتدا، یمده: فعل ومفعول، من بعده: ظرف مستقر حال مقدم، سبعة ابحر: ذوالحال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر "ثبت" فعل محذوف کا فاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ما نفدت: فعل نفی، کلمت الله: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان الله عزیز حکیمo﴾.

ان الله: حرف مشبہ واسم، عزیز الحکیم: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدة ان الله سمیع بصیرo﴾.

ما: نافیہ، خلقکم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، بعثکم: معطوف، ملکر مبتدا، الا: اداۃ حصر، کاف: جار، نفس واحدة: مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان الله: حرف مشبہ واسم، سمیع بصیر: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الم تر ان الله یولج الیل فی النهار ویولج النهار فی الیل وسخر الشمس والقمر﴾.

همزه: حرف استفہام، لم تـر: فعل نفی با فاعل، ان اللـه: حرف مشبہ واسم، یـولـج الیل فـی الـنـهـار: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یولج النهار فی الیل: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، سخر الشمس والقمر: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کل یجری الی اجل مسمی وان الله بما تعملون خبیرo﴾.

کل: مبتدا، یجری: فعل با فاعل، الی اجل مسمی: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ان الله: حرف مشبہ واسم، بما تعملون خبیر: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ماقبل "ان الله یولج......الخ" پر معطوف ہے۔

﴿ذلک بان الله هو الحق وان ما یدعون من دونه الباطل وان الله هو العلی الکبیرo﴾.

ذلک: مبتدا، ب: جار، ان اللـه: حرف مشبہ واسم، هـو الـحـق: جملہ اسمیہ مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ان: حرف مشبہ، مـا یـدعـون: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، مـن دونـه: ظرف مستقر حال، ملکر اسم، الـبـاطـل: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف اول، و: عاطفہ، ان الله هو العلی الکبیر: جملہ اسمیہ معطوف ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... ومن الناس من یجادل فی الله ......☆ یہ آیت نضر بن حارث واُبی بن خلف وغیرہ کفار کے حق میں نازل ہوئی جو باوجود بے علم وجاہل ہونے کے نبی کریم ﷺ سے اللہ کی ذات وصفات کے متعلق جھگڑے کیا کرتے تھے۔

☆......ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام ...... ☆ جب سید عالم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہود کے علماء واحبار نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ ہم نے سُنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں ﴿وما اُوتیتم من العلم الا قلیلا یعنی تمہیں تھوڑا علم دیا گیا﴾ تو اس سے آپ کی مراد ہم لوگ ہیں یا صرف اپنی قوم، فرمایا سب مراد ہیں، انہوں نے کہا کیا آپ کی کتاب میں یہ نہیں ہے کہ ہمیں توریت دی گئی ہے، اس میں ہر شے کا علم ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ ہر چیز کا علم بھی علم الٰہی کے حضور قلیل ہے اور تمہیں تو اللہ نے اتنا علم دیا ہے کہ اس پر عمل کرو تو نفع پاؤ، انہوں نے کہا آپ کیسے یہ خیال فرماتے ہیں کہ آپ کا قول تو یہ ہے کہ جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی تو علم قلیل اور خیر کثیر کیسے جمع ہو سکتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اس تقدیر پر یہ آیت مدنی ہوگی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہود نے قریش سے کہا تھا کہ مکہ میں جا کر رسول کریم ﷺ سے اس طرح کا کلام کریں اور ایک قول یہ بھی ہے کہ مشرکین نے یہ کہا تھا کہ قرآن اور جو کچھ محمد ﷺ لائے ہیں یہ عنقریب تمام ہو جائے گا، پھر قصہ ختم اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

ظاهری وباطنی نعمتیں:

۱......ظاہری نعمت سے مراد حسی، معقولی اور معروف وغیر معروف نعمتیں ہیں، مجاہد کے نزدیک ظاہری نعمت سے مراد اسلام کی نعمت اور دشمن دین پر مدد اور باطنی طور پر فرشتوں کی امداد ہے۔ ضحاک کے مطابق ظاہری نعمت سے مراد حسن صورت، قدوقامت کا بڑھنا، ظاہری اعضاء کا درست وبرابر ہونا، اور باطنی نعمت سے مراد معرفت الٰہی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ظاہری نعمت سے مراد دیکھنے، سُننے، بولنے، اور تمام اعضاء کی نعمتیں ہیں جب کہ باطنی نعمت سے مراد دل، عقل اور فہم کی قوت ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ظاہری نعمت سے مراد دنیاوی نعمتیں اور باطنی نعمت سے مراد اُخروی نعمتیں ہیں۔ اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ظاہری نعمت سے مراد فرشتوں کا بھیجا جانا، کتابوں کا نازل کرنا، اسلام قبول کرنے کی توفیق دینا، سچ پر قائم ودائم رہنا اور جملہ عبادات پر دوام کرنا ہے جب کہ باطنی نعمت سے مراد روح کو پہنچنے والی نورانیت کے معاملات ہیں۔ بعض امامیہ نے امام باقر سے نقل کیا ہے کہ ظاہری نعمت سے مراد سید عالم ﷺ ذات پاک اور اللہ ﷻ کی توحید کا علم ومعرفت اور باطنی نعمت سے مراد اہل بیت کی محبت وعقیدت ہے۔

(روح المعانی، الجزء:۲۱، ص ۱۲۵ وغیرہ)

تقلید کی بحث:

۲......العمل بقول الغیر من غیر حجۃ یعنی کسی غیر کے قول پر بغیر کسی حجت کے عمل کرنے کا نام تقلید ہے، جیسے عام آدمی کا عام اور مجتہد کا مجتہد سے کچھ حاصل کرنا، تو سید عالم ﷺ یا اجماع کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے، اسی طرح عام آدمی کا مفتی سے رجوع کرنا اور قاضی کا عادل گواہوں کی طرف رجوع کرنا، کیونکہ یہ نص نے ان پر واجب کیا ہے، مگر عرف میں یہ ہے کہ عام شخص مجتہد کا مقلد ہے۔ (الفتاوی الرضویہ مخرجہ، رسالہ: اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقا علی قول الامام، ج۱، ص۱۰۴)

قرآن وحدیث سے تقلید کے واجب قطعی وفرضی ہونے کا ثبوت:

اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں ہے (النحل:۴۳)﴾۔

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "الاسئلوا ان لم یعلموا فانما شفاء العی السؤال یعنی اگر وہ نہیں جانتے تو پوچھتے کیوں نہیں

کیونکہ جہالت کی شفاء سوال کرنا ہے"۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الطھارۃ، باب :المجرو ح یتیمم ،رقم:۳۳۶،ص۷۸)

تقلیدِ شخصی واجب ہے:

اللہ ﷻ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا: ﴿اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم تو ہمیں سیدھے راستے پر چلا راستہ ان کا جن پر تیرا انعام ہوا(الفاتحہ:۵تا۶)﴾۔ پس مقلد پر واجب ہے کہ خاص اُسی بات پر عمل کرے جو اُس کے مذہب میں راجح ٹھہری ہو، ہر زمانے میں علماء کا اسی پر عمل رہا ہے البتہ جو ولی اللہ ذوق و معرفت کی راہ سے اُس مقام کشف تک پہنچ جائے کہ شریعت مطہرہ کا پہلا چشمہ جو سب مذاہب ائمہ مجتہدین کا خزانہ ہے اُسے نظر آنے لگے وہاں پہنچ کر وہ تمام اقوال علماء کو مشاہدہ کرے گا کہ ان کے دریا اُسی چشمے سے نکلتے اور اُسی میں پھر آ کر گرتے ہیں ایسے شخص پر تقلید شخصی لازم نہ کی جائیگی کہ وہ تو آنکھوں دیکھ رہا ہے کہ سب مذاہب چشمۂ اولی سے یکساں فیض لے رہے ہیں، یہاں سے ثابت ہوا کہ جو پایۂ اجتہاد نہ رکھتا ہو نہ کشف وولایت کے اس رتبۂ عظمٰی تک پہنچا اُس پر تقلید امام معین قطعاً واجب ہے اور اسی پر ہر زمانے میں علماء کا عمل رہا، یہاں تک کہ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی نے کتاب مستطاب کیمیائے سعادت میں فرمایا: "اپنے صاحب مذہب کی مخالفت کرنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے"۔(الفتاوی الرضویہ مخرجہ، رسالہ:النھی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید یعنی دشمن تقلید کے پیچھے نماز ادا کرنا سخت منع ھے، ج۶،ص۷۰۶ وغیرہ)

تقلید کی اہمیت:

مظہری میں ہے:

اھل السنۃ قد افترق بعد القرون الثلثۃ او الاربعۃ علی اربعۃ مذاھب ولم یبق مذھب فی فروع المسائل سوی ھذہ الاربعۃ یعنی اہل سنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذاہب پر منقسم ہو گئے اور فروع مسائل میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا"۔ (المظھری،تحت آل عمران:۶۴)

امام غزالی فرماتے ہیں:

مخالفتہ للمقلد متفق علی کونہ منکرا بین المحصلین یعنی تمام منتہی فاضلوں کا اجماع ہے کہ مقلد کا اپنے امام مذہب کی مخالفت کرنا شنیع وواجب الانکار ہے۔

علامہ زین بن نجیم مصری صاحب بحر الرائق واشباہ وغیرہما رسالہ کبائر وصغائر میں فرماتے ہیں:

اما الکبائر فقالوا ھی بعد الکفر الزنا واللواطۃ وشرب الخمر ومخالفۃ المقلد حکم مقلدہ یعنی کبیرہ گناہ علماء نے یوں گنائے کہ عیاذاً باللہ سب میں پہلے تو کفر ہے پھر زنا واغلام وشراب خوری اور مقلد کا اپنے امام کی مخالفت کرنا۔

(الرسائل الفقھیہ لمولف الاشباہ مع الاشباہ ، الرسالۃ الرابعۃ والثلاثون ،ج۲،ص۹۴)

صحابہ وتابعین سب مقلد تھے:

تابعین وتبع تابعین میں لکھوکھا مقلدین تھے ہی، صحابہ کرام میں بھی ہزاروں حضرات خصوصاً اعراب واکثر طلقاء مقلد تھے، قرون ثلثہ کے کروڑوں مسلمانوں میں ہر شخص کو مجتہد جاننا آپ ہی جیسے فاضل اجہل کا کام ہے، ایمان سے کہنا قرون ثلثہ میں کبھی کسی کا کسی عالم سے مسئلہ پوچھنا اور وہ جو فرمائے اس پر عمل کرنا ہوا یا نہیں، بیشک ہوا اور ہر قرن میں ہوا اور شب وروز ہوتا رہا، اور تقلید کس چیز کا نام ہے، اگر کبھی خواب میں بھی کتب حدیث کی ہوا لگی ہوتی تو معلوم ہوتا کہ عوام وعلماء کا یہ استفادہ وافتانہ صرف زمانہ صحابہ بلکہ زمانہ

رسالت سے ہمیشہ رائج رہا۔ (الفتاوی الرضویه مخرجه، رساله:قوارع القهار علی المجسمة الفجار، ج۲۹،ص۱۹۴وغیره)

سید عالم ﷺ کے قلب اطہر پر غم کی کیفیت:

۳.....اور جس نے اللہ ﷻ کی جانب اپنی توجہ نہ کی تو اس کا کفر آپ ﷺ کو غمزدہ نہ کرے، اس کا مفہوم اس طرح ہے کہ اپنے آپ ﷺ کو نقصان پہنچایا اور اذیت دی وہ آپ ﷺ کو نہ تو دنیا میں نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی آخرت میں۔ ضرر کا نہ ہونا حزن کے نہ ہونے کے برابر ہے اس لئے ضرر کی جگہ حزن کا ذکر فرما دیا۔ دارین میں انہوں نے ہماری ہی طرف لوٹنا ہے، پس ہم انہیں عذاب دے کر آگاہ کریں گے بیشک اللہ ﷻ جانتا ہے جو کچھ ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے یعنی اللہ ﷻ سینوں میں پوشیدہ اعتقادات اور پیدا ہونے والے خدشات تک کو خوب جانتا ہے چہ جائے کہ وہ امور جو ظاہر ہوں۔ (المظهری،ج۵،ص۴۶۱)

سید عالم ﷺ کو الحمد لله کهنے کا حکم!

۴.....یہ قول ﷺ کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ ان کے اقرار پر انہیں الزام دیا جائے کہ جس نے آسمان وزمین پیدا کئے وہ اللہ وحدہ لاشریک لہ ہے، واجب ہوا کہ اس کی حمد کی جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔

(خزائن العرفان، حاشیه نمبر ۴۶)

کلمات الٰهی ﷻ کا بیان:

۵.....یعنی زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں، اور تمام دریا سیاہی ہو جائیں اور مزید سات دریا اس کے ساتھ اور مل جائیں، اور ان سیاہی سے اللہ ﷻ کے صفاتی کلمات جو کہ اس کی عظمت وشان کے بیان کے بارے میں ہوں تو قلم ٹوٹ جائیں گے، سیاہی ختم ہو جائے گی، اس کی مثل اور بھی سیاہی آجائے، ہم نے سات کا ذکر مبالغہ کی وجہ سے کیا ہے، حصر کے ارادے سے نہیں کہا اور نہ ہی اس اعتبار سے کہ اس کائنات میں سات ایسے دریا موجود ہیں جو سارے نظام عالم کا احاطہ کرلیں گے، جب کہ اسی بارے میں اسرائیلی کلام کے میں تصدیق وتکذیب کچھ نہیں پائی جاتی۔ اللہ ﷻ نے ایک اور مقام پر اسی مضمون کے مطابق کلام فرمایا: ﴿قل لو كان البحر مدادا لكلمات ربى لنفد البحر قبل ان تنفد كلمات ربى ولو جئنا بمثله مددا﴾ تم فرمادو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہونگی اگرچہ ہم ویسا ہی اس کی مدد کو لے آئیں (الكهف:۱۰۹)۔ اللہ ﷻ کے اس فرمان ﴿بمثله﴾ سے اس کا مثلِ آخر مراد نہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ اسی کی مثل مزید سیاہی آجائے، پھر مزید ایسا ہی ہو، پھر مزید ایسا ہی ہو......۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ ﷻ کی آیات وکلمات میں حصر نہیں ہے۔ حسن بصری کہتے ہیں: اگر زمین کے درخت قلم بنا دیئے جائیں، اور سمندر سیاہی، اور "ان من امری كذا ومن امری كذا" کے طور پر آجائے تو سارے قلم ٹوٹ جائیں گے اور سیاہی ختم ہو جائے گی۔ قتادہ کہتے ہیں: مشرکین اس معاملے میں شک کرتے تھے کہ سات سمندر سیاہی ہوں اور درخت قلم بن جائیں تو میرے رب کی علم وحکمت وخلقت سے متعلق عجائب کیوں کر ختم نہ ہونگے۔ ربیع بن انس کہتے ہیں: سمندروں کی سیاہی اور درختوں کا قلم بن جانا، اللہ کے کلمات کو باقی رکھے گا اور باقی مذکورہ چیزوں کو فنا ہوگی۔ (ابن کثیر،ج۳،ص۵۵۲)

اغراض:

یا مخاطبین: واو کے ساتھ قیاس کیا گیا کیونکہ وہ منادی مفرد ہوتا ہے، مبنی ہوتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نکرہ غیر مقصودہ منصوب ہوتا ہے۔

هی حسن الصورة: سے ظاہری نعمت، یا باطنی نعمت جو کہ عقبیٰ میں ملے گی مراد ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جس ظاہری نعمت کو

آنکھیں دیکھتی ہیں مثلاً مال وجاہ جمال وغیرہ، اور باطنی نعمت میں اعتقاد وعلم باری وغیرہ شامل ہیں اور سارے ہی قول صحیح ہیں۔

ای یقبل علی طاعته: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ "الوجه" سے مراد ذات باری ہے، معنی یہ ہے کہ اپنے رب ﷻ کی طاعت میں اپنی ذات کو فنا کردے، اور اپنے لئے اللہ ﷻ کے عذاب اور نعمت کے زوال سے امن کا ساماں کرلے، اور یہی آیت مذکورہ کا معنی ہے، جس کی جانب اللہ ﷻ کا یہ فرمان بھی اشارہ کرتا ہے: ﴿الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانهم بظلم اولئک لهم الامن وهم مهتدون﴾۔

موحد: اس جملے سے مفسر نے اس تفسیر کی تاکہ عام لوگوں کے حق میں بھی اسلام شامل ہوجائے اور مراد اس سے توحید ہی ہے، اور کمالِ استحسان یہ ہے کہ اللہ ﷻ کی عبادت اس طرح کی جائے جیسا کہ اُسے دیکھ رہے ہیں۔

بالطرف الاوثق: یعنی اللہ ﷻ کی پاک بارگاہ کی جانب بغیر کسی انقطاع کے پہنچنا، پس مومن کی مثال ایسی ہے کہ اللہ ﷻ کی فرمانبرداری کے ساتھ جُڑا رہے، جیسا کہ وہ شخص جو پہاڑ کی بلندی پر چڑھتا ہے اور مضبوطی سے چوٹی کو تھامتے ہوئے چڑھتا ہے۔

لا یجدون عنها محیصا: بمعنی ملجاء یعنی اللہ ﷻ کے سوا کوئی جائے پناہ نہ ہونا۔

لیقولن: میں التقائے ساکنین کی وجہ سے واو گر گیا جب کہ نون تاکید بھی موجود ہے، اور ضمہ کو دلیل جمع کی وجہ سے باقی رکھا گیا۔

وجوبه علیهم: لیکن اللہ ﷻ کے ساتھ شریک ٹھرانے والے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کے شریک انہیں اللہ کے قریب کردیں گے، اور یہ بھی کہ مخلوق کو ایک اللہ کی جانب منسوب کرتے ہیں۔

المحمود فی صنعه: جو کہ ازلی وابدلی کمالات سے متصف ذات باری ﷻ ہے، اس کے سوا کوئی (ایسی) حمد کا مستحق نہیں ہے۔

مداد: محذوف عبارت کی خبر ہے اور مراد تمام "مداد" ہیں، مراد جملہ مستانفہ ہے جو کہ ایک سوالِ مقدر کے جواب کی صورت میں ہے اور سوالِ مقدر یہ ہے: یہ سمندر کیا بناتے ہیں؟ تو میں (علامہ صاوی) جواب دوں گا: "مداد یعنی سیاہی" جو کہ اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی﴾ پر دلیل ہے۔

یا مخاطبا: نکرہ غیر مقصودہ ہونے کی وجہ سے منصوب پڑھا گیا۔

بما نقص: مراد وہ جزء ہے جو اجر میں کمی کردے، مراد چار گھڑیاں ہیں جو دن رات کو گھیر لیتی ہیں، کبھی رات بڑھتی ہے تو کبھی دن۔

الثابت: جو کہ زوال کو قبول ہی نہیں کرتا، ازلی وابدی ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص ۱۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۳

﴿الم تر ان الفلک﴾السُّفُنِ﴿ تجری فی البحر بنعمت الله لیریکم﴾یَا مُخَاطَبِینَ بِذٰلِکَ﴿ من ایته ط ان فی ذلک لایت﴾عِبرًا﴿ لکل صبار﴾عَن مَعَاصِی اللّٰهِ﴿شکور (۳۱)﴾لِنِعَمِهٖ﴿ واذا غشیهم﴾ای عَلا الکُفَّارِ﴿ موج کالظلل﴾کَالجِبَالِ الَّتِی تَظِلُّ مِنْ تَحْتِهَا﴿ دعوا الله مخلصین له الدین ع﴾ای الدُّعَاءُ بِاَنْ یُّنْجِیَهُم ای لا یَدْعُونَ مَعَهُ﴿ فلما نجهم الی البر فمنهم مقتصد﴾مُتَوَسِّطٌ بَینَ الکُفرِ وَالْاِیمَانِ وَمِنهُم بَاقٍ عَلٰی کُفرِهٖ﴿ وما یجحد بایتنا﴾وَ مِنهَا الْاِنْجَاءُ مِنَ الْمَوْجِ﴿ الا کل ختار﴾غَدَّارٍ﴿ کفور (۳۲)﴾لِنِعَمِ اللّٰهِ﴿ یایها الناس﴾ای اَهلِ مَکَّةَ﴿ اتقوا ربکم واخشوا یوما لا یجزی﴾یُغْنِی﴿ والد عن ولده﴾فِیهِ شَیئًا﴿ ولا مولود هو جاز عن والده﴾فِیهِ﴿ شیئا ط ان وعد الله حق فلا تغرنکم الحیوة

الدنیا وقتہ ﴿عَنِ الْاِسْلَامِ﴾ ولا یغرنکم باللہ ﴿فی حَمْلِہٖ وِاِمْہَالِہٖ﴾ الغرور (۳۳) ﴿الشَّیطَانُ﴾ ان اللہ عندہ علم الساعۃ ج ﴿متٰی تَقُومُ﴾ وینزل ﴿بِالتَخفِیفِ وَالتَّشْدِیدِ﴾ الغیث ج ﴿بِوَقتٍ یَّعلَمُہٗ﴾ ویعلم ما فی الارحام ط ﴿اَذَکَرٌ اَم اُنثٰی ولا یعلمُ واحدًا مِنَ الثَّلَاثَۃِ غَیرُ اللہ تعالٰی﴾ وما تدری نفس ما ذا تکسب غدا ط ﴿مِن خَیرٍ اَو شَرٍ وَیَعلَمُہُ اللہُ﴾ وما تدری نفس بای ارض تموت ط ﴿وَیَعلَمُہُ اللہُ﴾ ان اللہ علیم ﴿بِکُلِّ شَیءٍ﴾ خبیر (۳۴) ﴿بِبَاطِنِہٖ کَظَاھِرِہٖ رَوَی البُخَارِی عَنِ بنِ عُمَرَ حَدِیثِ مفاتِحِ الغَیبِ خَمسَۃٌ اِنَّ اللہَ عِندَہٗ عِلمُ السَّاعَۃِ اِلٰی آخرِ السُورَۃِ.

﴿ترجمہ﴾

کیا تو نے نہ دیکھا کہ کشتی (فلک کے معنی کشتی ہے) دریا میں چلتی ہے اللہ کے فضل سے تاکہ (اے مخاطبین اس کے ذریعے) تمہیں وہ اپنی کچھ نشانیاں دکھائے بیشک اس میں آیات (یعنی عبرت) ہیں (اللہ ﷻ کی نافرمانیوں سے) ہر بڑے صبر کرنے والے (اور اس کی نعمتوں کے) شکر گزار کے لیے، اور جب ان پر آپڑتی ہے (یعنی کفار پر چھا جاتی ہے) کوئی موج پہاڑوں کی طرح (یعنی ان پہاڑوں کی طرح جن کے نیچے سایہ لیا جاتا ہے) تو اللہ کو پکارتے ہیں خالص کرتے ہوئے اس کے لیے دین (یعنی اپنی پکار) کو (یوں کہ اگر وہ نجات دے دیگا تو پھر اس کے ساتھ کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں گے) پھر جب انہیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو ان میں کوئی درمیان میں رہتا ہے......ا......(یعنی کفر و ایمان کے درمیان رہتا ہے اور ان میں سے کفر پر باقی رہتے ہیں) اور ہماری آیتوں کا (من جملہ جن میں سے موجوں سے نجات بھی ہے) انکار نہ کرے گا مگر ہر بڑا بیوفا (ختار بمعنی غدار ہے اور اللہ ﷻ کی نعمتوں کا) ناشکرا اے لوگوں (یعنی اے اہل مکہ) اپنے رب سے ڈرو اس دن کا خوف کرو (جس میں) کوئی باپ اپنے بچے کے (کچھ) کام نہ آئے گا (لیجزی بمعنی یغنی ہے) اور نہ کوئی بچہ (اس دن کچھ) اپنے باپ کو نفع دے......۲......بیشک (مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا) اللہ کا وعدہ سچا ہے تو ہرگز تمہیں (اسلام سے متعلق) دھوکا نہ دے دنیا کی زندگی اور ہرگز تمہیں اللہ پر (اس کے حکم اور مہلت دینے کے معاملے میں) دھوکا نہ دے وہ بڑا فریبی (یعنی شیطان) بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم (کہ وہ کب قائم ہوگی) اور اتارتا ہے بارش (اس وقت میں جو اسے معلوم ہے، ینزل فعل کو مخفف اور مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے (کہ نر ہے یا مادہ، ان تینوں چیزوں کو اللہ ﷻ کے سوا کوئی نہیں جانتا) اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی (اچھائی یا برائی، اور اللہ ﷻ اس کا علم رکھتا ہے) اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی......۳......(اور اللہ ﷻ اس کا علم رکھتا ہے) بیشک اللہ (ہر شے کو) جاننے والا ہے اور (اشیاء کے باطن کو ان کے ظاہر کی طرح) خبر رکھنے والا ہے (امام بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث پاک روایت کی: غیب کی کنجیاں پانچ ہیں: ﴿ان اللہ عندہ علم الساعۃ......الخ﴾)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الم تر ان الفلک تجری فی البحر بنعمت اللہ لیریکم من ایتہ﴾.

ہمزہ: حرف استفہام، لم تر: فعل نفی با فاعل، ان الفلک: حرف مشبہ و اسم، تجری: فعل "ھی" ضمیر ذو الحال، بنعمت اللہ: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، فی البحر: ظرف لغو، لام: جار، یریکم من ایتہ: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف، لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ

خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لایت لکل صبار شکور﴾۔

ان: حرف مشبہ،فی ذلک:ظرف مستقر خبر مقدم،لام:تاکیدیہ،ایت:موصوف،لام:جار،کل صبار شکور:مرکب اضافی مجرور،ملکر ظرف مستقر صفت،ملکر اسم مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا غشیهم موج کالظلل دعوا الله مخلصین له الدین﴾۔

و:عاطفہ،اذا:ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،غشیهم:فعل ومفعول،موج:موصوف،کالظلل:ظرف مستقر صفت،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ شرط،دعوا:فعل واؤ ضمیر ذوالحال،مخلصین له الدین:شبہ جملہ حال،ملکر فاعل،الله:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلما نجهم الی البر فمنهم مقتصد﴾۔

ف:عاطفہ،لما:ظرفیہ شرطیہ،نجهم الی البر:فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ شرط،ف:جزائیہ،منهم:ظرف مستقر خبر مقدم،مقتصد:مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما یجحد بایتنا الا کل ختار کفور﴾۔

و:مستانفہ،ما یجحد:فعل نفی،بایتنا:ظرف لغو،الا:اداۃ حصر،کل ختار کفور:فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یایها الناس اتقوا ربکم واخشوا یوما لا یجزی والد عن ولده ولا مولود هو جاز عن والده شیئا﴾۔

یایها الناس: نداء،اتقوا ربکم:فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،اخشوا:فعل امر بافاعل، یوما:موصوف،لا یجزی:فعل نفی،والد:معطوف علیہ،و:عاطفہ،لا:نافیہ،مولود:موصوف،هو:مبتدا،جاز:اسم فاعل بافاعل،عن والده:ظرف لغو،شیئا:مفعول،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ صفت،ملکر معطوف،ملکر فاعل،عن ولده:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ صفت،ملکر مفعول بہ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر مقصود بالنداء،ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿ان وعدالله حق فلا تغرنکم الحیوة الدنیا ولا یغرنکم بالله الغرور﴾۔

ان: حرف مشبہ،وعدالله:اسم،حق:خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ف:فصیحیہ،لا تغرنکم:فعل نفی ومفعول،الحیوة الدنیا: مرکب توصیفی فاعل،ملکر معطوف علیہ،و:عاطفہ،لا یغرنکم:فعل نفی ومفعول،بالله:ظرف لغو،الغرور:فاعل،ملکر معطوف،ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان الله عنده علم الساعة وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام﴾۔

ان الله: حرف مشبہ واسم،عنده:ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم،علم الساعة:مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،ینزل الغیث:فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول،و:عاطفہ،یعلم ما فی الارحام: جملہ فعلیہ معطوف ثانی،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان الله علیم خبیر﴾۔

و:عاطفہ،ما تدری:فعل نفی،نفس:بافاعل،ماذا:اسم استفهام مفعول مقدم،تکسب:فعل بافاعل،غدا:ظرف،ملکر جملہ فعلیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،ما تدری:فعل نفی،نفس:بافاعل،بای ارض تموت: جملہ فعلیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ان الله:حرف مشبہ واسم،علیم خبیر:خبران،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆...... ان اللہ عندہ علم الساعۃ ......☆ یہ آیت حارث بن عمرو کے حق میں نازل ہوئی جس نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر قیامت کا وقت دریافت کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ میں نے کھیتی بوئی ہے، خبر دیجئے مینہ کب آئے گا؟ اور میری عورت حاملہ ہے مجھے بتائیے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے لڑکا یا لڑکی، یہ تو مجھے معلوم ہے کہ کل میں نے کیا کیا یہ مجھے بتائیے کہ آئندہ کل کیا کروں گا، یہ بھی جانتا ہوں کہ میں کہاں پیدا ہوا مجھے یہ بتائیے کہ کہاں مَروں گا، اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

متذکرہ آیت میں اعتدال پسند لوگوں کا بیان:

۱...... ابن عباس کہتے ہیں: سمندر کی موجوں میں جو اللہ ﷻ سے وعدہ کیا تھا اسے پورا کر دیا، نقاش کا قول ہے کہ عہد کے معاملے میں عدل کا سلوک کیا، اور اللہ ﷻ سے سمندر کی موجوں میں ڈوبنے والی کیفیت میں جو عہد کیا تھا اسے وفا کر دیا۔ حسن کہتے ہیں: مقتصد کے معنی ایسا مومن ہے جو توحید اور فرمانبرداری کو تھامے ہوئے ہوتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: مراد ایسا شخص ہے جو بات میں معتدل راہ اختیار کرتا ہے اور کفر چھپائے رہتا ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہاں کچھ محذوف ہے اور آیت کا معنی یہ ہے کہ ان میں سے (جو دریا کی موجوں میں نجات کے لئے عہد و پیان کرتے تھے) بعض اعتدال پر ہیں اور بعض کافر ہیں اور محذوف ہونے پر اگلا کلام ﴿وما یجحد بایتنا الا کل ختار کفور﴾ دلالت کرتا ہے۔ الختار بمعنی الغدار ہے۔ (القرطبی، الجزء:۲۱، ص۷۴)

علامہ آلوسی کہتے ہیں:

جس نے ہم سے صراط مستقیم کا سوال کیا تو ہم اسے اس کے سوا کی جانب نہیں پھیرتے، اس کی اصل سیدھے راستے پر استقامت پانا ہے پھر بعد میں اس کا استعمال مبالغہ کے لئے ہونے لگا۔ اور صراط مستقیم سے مجازاً مراد توحید کا راستہ ہے۔ اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ سوال کرنے والے بعض توحید پر قائم رہتے ہیں، حسن کا قول ہے: مراد اس سے وہ مومن ہیں جو اللہ ﷻ کی نعمتوں کی روشنی میں اس کے حقوق کو جانتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ''مقتصد'' سے مراد وسط اور اعتدال ہے، یعنی وہ شخص جو اپنے اقوال و افعال کے بارے میں خوف اور امید کی ملی جلی کیفیت میں ہو کر دریا کی موجوں میں اللہ سے کئے گئے وعدے کو پورا کرتا ہے۔

(روح المعانی، الجزء:۲۱، ص۱۴۲)

کیا اولاد کی وجہ سے والدین کی مغفرت ہوتی ہے؟

۲...... مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ خطاب مشرکین سے ہے، اے مشرکین! اللہ سے ڈرو، اور اس دن کا خوف کرو جس میں نہ باپ اپنی اولاد کی سفارش کر سکے گا اور نہ ہی اولاد اپنے والدین کو بچانے میں کامیاب ہو سکے گی، اور اس دن حکم اللہ کا ہوگا اور کوئی اس کے حکم پر غالب نہیں آ سکتا، اور کسی کی سفارش اور وسیلہ کام نہ آئے گا، مگر صالحین کا وسیلہ جس نے دنیا میں نیک اعمال اکٹھے کر کے آگے بھیجے۔ اور اللہ ﷻ کا فرمان ﴿ان وعد اللہ حق بے شک اللہ کا وعدہ سچ ہے (الفاطر:۵) ﴾ یعنی جان لو! یہ دن آنے والا ہے، اور یہ بھی جان لو کہ اللہ اپنے بندوں سے جو وعدہ کرتا ہے اس کا خلاف نہیں کرتا۔ اور تمہیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور تم اس کی جانب مائل ہو جاؤ، اور تم اللہ سے اپنی طاقت کے مطابق اس دن کی تباہی سے خلاصی پانے کی جستجو کرو، اور اللہ ﷻ کا فرمان ﴿ولا یغرنکم باللہ الغرور اور ہرگز تمہیں اللہ کے حکم سے فریب نہ دے بڑا فریبی (الفاطر:۵) ﴾ اور تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکے میں نہ

ڈال دے، غین کے فتح کے ساتھ الغرور کے معنی ہیں کہ انسان کسی چیز کے دھوکے میں آجائے، اور دھوکہ دینے والا انسان ہو یا شیطان ہو یا دنیا ہو اور غین کے ضمہ کے ساتھ ہونے کا معنی آیت سے ثابت ہے، مصدری معنیٰ "غرورتہ غرورا" کے معنی میں ہے۔

(الطبری، الجزء:۲۱،ص۹۹)

☆......سید عالم ﷺ کا فرمان مقدس نشان ہے: "موت کے بعد مومن بندے کو اس کے عمل اور نیکیوں سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں: (۱)......اس کا علم جو اس نے پھیلایا، (۲)......نیک اولاد چھوڑ کر مرا، (۳)......قرآن کریم کو ورثہ میں چھوڑ کر مرا، (۴)......مسجد بنوائی، (۵)......مسافر کے لئے مکان بنوایا، (۶)......نہر جاری کرادی، (۷)......اپنی زندگی اور صحت میں ایسی جگہ صدقہ کیا جس کا نفع اسے مرنے کے بعد بھی ملتا رہا"۔(سنن ابن ماجہ، ابواب السنة، باب:ثواب معلم الناس خیرا، رقم:۲٤۲،ص٦۰)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس مسلمان کے تین بچے فوت ہوجائیں اور وہ اس پر صبر کرے تو وہ قسم پوری کرنے کے لئے داخل جہنم ہوگا اور وہ قسم یہ ہے: ﴿وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا اور تم میں کوئی ایسا نہیں جس کا دوزخ پر گزر نہ ہو، تمہارے رب کے ذمہ پر یہ ضرور ٹھہری ہوئی بات ہے(مریم:۷۱)﴾"۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب:فضل من مات له ولد ،رقم:۱۲۵۱،ص۲۰۰)

مخلوق سے علوم خمسہ کی نفی واثبات کا بیان:

۱......"ساعۃ" جدید اجزاء میں سے ایک چیز ہے، مراد قیامت کا دن ہے کہ دنیا میں اس کی آخری گھڑی کب ہوگی؟ اللہ عزوجل کے پاس اس کا علم ہے اور اللہ عزوجل اس کے احوال واھوال کے علم رکھنے میں یکتا ہے کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کس سن، کس مہینے، کس گھڑی، دن یارات میں رونما ہوگی۔ (روح البیان ،ج۷،ص۱۲۳)

علامہ قرطبی کہتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا پانچ چیزوں کا علم اللہ عزوجل کے سوا کسی کو نہیں، ان کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی نبی مرسل، اور جس نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ ان پانچ چیزوں میں سے کسی چیز کو جانتا ہے، اس نے قرآن مجید کے ساتھ کفر کیا، کیونکہ اس شخص نے قرآن کی مخالفت کی، ہاں حضرات انبیائے کرام اللہ کے دیئے ہوئے علم سے کثیر علم غیب پر مطلع ہوتے ہیں۔ اس آیت سے کاہنوں، نجومیوں کے قول کو باطل قرار دیا گیا ہے اور یہی آیت کا مقصود ہے، اور زیادہ تجربے سے کبھی انسان کو معلوم ہوجاتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی، لیکن کبھی تجربے کے خلاف بھی ہوجاتا ہے اور اللہ عزوجل کا علم باقی رہ جاتا ہے۔

روایت میں ہے کہ ایک یہودی ستاروں کے حساب کو جانتا تھا اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو آپ کے بیٹے کا ستارہ بتادوں اور یہ کہ وہ دس دن بعد مرجائے گا، اور آپ موت سے پہلے نابینا ہوجائیں گے اور میں اس سال کے مکمل ہونے سے پہلے مرجاؤں گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے پوچھا کہ اے یہودی! تم کس جگہ مروگے؟ اس نے کہا یہ میں نہیں جانتا! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس نے سچ کہا اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کس جگہ مرے گا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب لوٹ کر آئے تو ان کے بیٹے کو بخار نے آلیا تھا، اور وہ دس دن بعد فوت ہوگیا اور سال پورا ہونے سے پہلے وہ یہودی بھی فوت ہوگیا اور جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فوت ہوئے تو اس سے پہلے نابینا ہوچکے تھے۔(القرطبی، الجزء:۲۱،ص۷۵وغیرہ)

☆......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "مفاتح الغیب پانچ ہیں ان کا علم اللہ عزوجل کے سوا کسی کو نہیں ہے، اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا، اللہ عزوجل کے سوا ان پیٹوں کو کوئی نہیں جانتا جو گھٹتے بڑھتے ہیں، اور اللہ عزوجل کے سوا کوئی

نہیں جانتا کہ بارش کب ہوگی، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس جگہ مرے گا اور اللہ ﷻ کے سوا کوئی شخص نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی؟

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: قوله الله يعلم ما تحمل، رقم: ٤٦٩٧، ص ٨١٠)

کیا بارش کے نازل ہونے کا علم اللہ کے سوا کسی کو ہے؟

متذکرہ بالا آیت میں یہ بات ثابت ہوئی کہ اللہ ﷻ کے سوا کسی کو علم نہیں کہ بارش کب اور کہاں ہوگی؟ جب کہ قرآن میں حضرت یوسف علیہ السلام نے بارش ہونے کی خبر ارشاد فرمائی ہے چنانچہ فرمانِ مقدس نشان ہے: ﴿ثم یاتی من بعد ذلک عام فیه یغاث الناس وفیه یعصرون. پھر ان کے بعد ایک برس آئے گا جس میں لوگوں کو مینہ دیا جائے گا اور اس میں رس نچوڑیں گے (یوسف: ٤٩)﴾۔ سید عالم ﷺ سے بھی بارش کے نزول کی خبریں ملتی ہیں چنانچہ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال و یاجوج ماجوج کا بیان تفصیل سے فرمایا، اس کے بعد فرمایا: "پھر اللہ ﷻ کے نبی اور ان کے اصحاب دعا کریں گے تب اللہ یاجوج ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کردیگا اور صبح کو وہ یک لخت مر جائیں گے، پھر اللہ ﷻ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اصحاب کا نزول ہوگا زمین میں ایک بالشت کے برابر جگہ بھی یاجوج ماجوج کی بدبو سے خالی نہ ہوگی، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروکار اللہ ﷻ کی بارگاہ میں دعا کریں گے تو اللہ ﷻ بختی اونٹ کی گردن کے برابر پرندے بھیجے گا یہ پرندے ان بدبودار لاشوں کو اٹھائیں گے اور جہاں اللہ ﷻ کا حکم ہوگا وہیں پھینک دیں گے۔ پھر اللہ ﷻ بارش بھیجے گا جو زمین کو دھو دیگی اور ہر گھر خواہ وہ مٹی کا بنا ہوا ہو یا کھال کا خیمہ ہو آئینہ کی مانند صاف و شفاف ہو جائے گا"۔

(صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب: ذکر الدجال وصفته، رقم: (٧٢٦٧)/٢٩٣٧، ص ١٤٣٦)

موجودہ دور میں سائنس جانتی ہے کہ بارش کب، کہاں، کتنے وقت تک ہوگی، کہاں ہوائیں چلیں گی، کہاں نمی ہوگی اور کہاں خشک سالی کا معاملہ ہوگا؟

کیا کوئی جانتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟

فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحٰق علیہ السلام کی پیدائش کی خبر دی چنانچہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿قالوا لا تخف وبشروه بغلم علیم وہ بولے ڈریئے نہیں اور اسے ایک علم والے لڑکے کی بشارت دی (الذاریات: ٢٨)﴾۔ فرشتے ہی نے حضرت بی بی مریم کے گریبان میں پھونک ماری اور بغیر نکاح کے بیٹے کی خبر دی، چنانچہ فرمانِ باری ﷻ ہے: ﴿قال انما انا رسول ربک لاهب لک غلما زکیا بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں تجھے دوں ایک ستھرا بیٹا (مریم: ١٩)﴾۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو فرشتے نے یحییٰ علیہ السلام کی خبر محراب میں دی، قرآن مجید میں ہے: ﴿فنادته الملئکة وهو قائم یصلی فی المحراب ان الله یبشرک بیحیی تو فرشتوں نے اُسے آواز دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا بیشک اللہ آپ کو مژدہ دیتا ہے یحییٰ کا (آل عمران: ٣٩)﴾۔

☆...... بی بی ام الفضل کہتی ہیں یا رسول اللہ ﷺ! میں نے خواب میں دیکھا کہ ہمارے گھر میں آپ ﷺ کے اعضاء میں سے ایک عضو ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "تم نے اچھا خواب دیکھا، عنقریب فاطمہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور تم اس کو دودھ پلاؤ گی"، پھر حضرت فاطمہ کے ہاں حضرت امام حسن یا امام حسین پیدا ہوئے اور انہوں نے حضرت قثم بن عباس کے ساتھ ان کو دودھ پلایا۔

(سنن ابن ماجه، کتاب تعبیر الرؤیا، باب: تعبیر الرؤیا، رقم: ٣٩٢٣، ص ٦٤٧)

☆...... حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کی زوجہ بنت خارجہ سے ایک لڑکی پیدا ہونے والی ہے، بی بی عائشہ کہتی ہیں کہ حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے غابہ کے مال سے بیس وسق کھجوریں عطا فرمائیں، پھر جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے کہا: "اے بیٹی! مجھے اپنے بعد تمام لوگوں کی نسبت تمہارا خوشحال ہونا سب سے زیادہ پسند ہے، اور اپنے بعد تمہارا تنگ دست ہونا مجھ پر سب سے زیادہ شاق ہے، اور میں نے تم کو درخت پر لگی کھجوروں میں سے بیس وسق کھجوریں دی تھیں، اگر تم ان کا اندازہ کر کے درخت سے توڑ لیتیں تو تمہاری ہو جاتیں، اب آج کے دن وہ وارثت کا مال ہیں، اور اب تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں، اب تم اس مال کو کتاب اللہ کے مطابق تقسیم کر لینا"، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے کہا: اگر یہ مال اس سے زیادہ بھی ہوتا تو میں اسے چھوڑ دیتی لیکن میری تو ایک ہی بہن ہے اور وہ اسماء ہیں، دوسری بہن کونسی ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "وہ بنت خارجہ سے پیدا ہونگی"۔

(موطا امام مالك، كتاب الاقضية، باب: ما لا يجوز من النحل، رقم: ١٤٧٤، ص٤١٩)

موجودہ دور میں الٹرا ساؤنڈ خبر دے دیتا ہے کہ ماں کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی، بچے کی تمام کیفیات کا علم ہمیں سائنس بھی دیتی ہے۔

کیا آئندہ ہونے والے واقعات کا علم کسی اور کو بھی ہے؟

قرآن میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے کو 'احسن القصص' کا نام دیا گیا، چنانچہ اللہ عزوجل کے برگزیدہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قحط سالی کی خبر پیشگی دے دی اور ساتھ ہی قید کے ساتھیوں کو بھی ان کے ساتھ آئندہ پیش آمد مسائل کے بارے میں مطلع کر دیا۔ چنانچہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿یصاحبی السجن اما احدکما فیسقی ربه خمرا اے قید کے دونوں ساتھیوں تم میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلائے گا (یوسف:۴۱)﴾، ﴿قال تزرعون سبع سنین دابا فما حصدتم فذروہ فی سنبله الا قلیلا مما تاکلون ثم یاتی من بعد ذلک سبع شداد یاکلن ما قدمتم لهن الا قلیلا مما تحصنون کہا تم کھیتی کرو گے سات برس لگاتار تو جو کاٹو اسے اس کی بال میں رہنے دو مگر تھوڑا جتنا کھالو پھر اس کے بعد سات برس سختی کے آئیں گے کہ کھا جائیں گے جو تم نے اُن کے لئے پہلے جمع کر رکھا تھا مگر تھوڑا جو بچالو (۴۷،۴۸)﴾۔

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لاعطین الرایة غدا رجلا یفتح الله علی یدیه یعنی کل ہم جھنڈا ایک ایسے شخص کے ہاتھ میں دیں گے جس کے ہاتھ پر اللہ خیبر کو فتح یاب کرے گا"۔

(صحيح البخاری، كتاب فضائل اصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، باب: مناقب علی بن ابی طالب، رقم: ٣٧٠١، ص٦٢٤)

☆......ایک موقع پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "منزلنا غدا ان شاء الله بخیف بنی کنانة کل ان شاء اللہ ہماری منزل خیف بن کنانہ میں ہوگی"۔ (صحيح البخاری، كتاب الحج، باب: نزول النبي صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ١٥٨٩، ص ٢٥٨)

کیا موت کی خبر کسی کو ہو سکتی ہے؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے قید کے ساتھیوں میں سے ایک سے فرمایا: ﴿واما الآخر فیصلب فتاکل الطیر من راسه قضی الامر الذی فیه تستفتین رہا دوسرا وہ سولی دیا جائے گا تو پرندے اس کا سر کھائیں گے حکم ہو چکا اس بات کا جس کا تم سوال کرتے ہو (یوسف:۴۱)﴾۔

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر سے ایک دن پہلے میدان کا دورہ کرتے ہوئے فرمایا: "هکذا مصرع فلان ان شاء الله غدا یعنی ان شاء اللہ فلاں کافر کل اس جگہ مرے گا"۔

(صحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب: غزوة البدر، رقم: (٤٥١٣)/١٧٧٩، ص٩٠٠)

ماہر طبیب بسا اوقات مریض کے مرض کو دیکھتے ہوئے کہہ دیتے ہیں کہ فلاں مریض دو دن یا کچھ گھنٹے کا مہمان ہے۔

کیا قیامت کا علم اللہ کے سوا کسی کو ہے؟

اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿فاخذنھم بغتۃ وھم لا یشعرون تو ہم نے انہیں اچانک غفلت میں پکڑ لیا(الاعراف:۹۵)﴾، ﴿لا تاتیکم الا بغتۃ تم پر نہ آئے گی مگر اچانک(الاعراف:۱۸۷)﴾۔ بے شمار حدیثیں اس پر دلیل ہیں کہ اللہ عزوجل نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم عطا فرمایا چنانچہ امام مہدی کا ظہور ہونا(سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب: ما جاء فی المھدی، ص ۶۵۰)، قیامت کے جمعہ کے دن قائم ہونا(صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب: فضل یوم الجمعۃ، رقم: (۱۸۶۱)/۸۵۴، ص ۳۸۹)، بروز جمعہ عصر سے مغرب تک کے وقت میں قائم ہوگی۔(الاسماء والصفات للبیھقی، ص ۳۸۳)۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیاں بیان فرمادیں، دن بھی بتادیا، وقت کا علم بھی دے دیا۔ تاہم سال نہیں بیان کیا، اس کی ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اگر سال بیان فرمادیتے تو قیامت اچانک آنے والی نہ کہلاتی اور اس طرح قرآن کا انکار لازم آتا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی تصدیق کرنے والے بن کر آئے ہیں نہ کہ تکذیب کرنے والے۔ ہم نے "قیامت کا علم کس کے پاس ہے؟" کے عنوان پر تقریباً بائیس احادیث طیبہ عطائین، ج ۲، ص ۴۰۱ پر بحوالہ ذکر کی ہیں وہیں ملاحظہ فرمائیں۔ تاہم متذکرہ مقام کو تشنگی سے بچانے کے لئے کچھ مواد فراہم کردیا ہے۔ جن کے ذہنوں میں اشکالات جنم لیتے ہیں کہ انہیں سوچنا چاہیے کہ غیب کا علم فقط ان پانچ چیزوں پر منحصر نہیں ہے بلکہ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ متذکرہ پانچ چیزوں سے نفی اس لئے کی گئی ہے تاکہ کفار و مشرکین کی زبان بند کرائی جاسکے کیونکہ کفار و مشرکین انہی پانچ چیزوں کے متعلق سوال کیا کرتے تھے۔

اغراض:

ای علا الکفار: یعنی جب کافروں کو ڈھانپ لے گا، پس "علا" فعل ماضی ہے نہ کہ حرف جر۔

ای لا یدعون معہ غیرہ: جیسا کہ بت، اور وہ وقت انتہائی شدت وہول کا ہوگا، پس وہ اللہ عزوجل کے سوا کسی کو اس نازل ہونے والے عذاب کو دور کرنے والا نہ پائیں گے۔

متوسط بین الکفر والایمان: مناسب یہ ہے کہ المقتصد بمعنی العدل الموفی کی جائے، جو عہد اللہ عزوجل نے توحید وغیرہ کے ذریعے کیا، تاکہ نزول عذاب کے اسباب کے ساتھ موافق ہوجائے، پس یہ آیت عکرمہ بن ابی جہل کے بارے میں نازل ہوئی، کیونکہ وہ عام الفتح کے دن سمندر کی جانب بھاگا تھا، تو انہیں تیز ہوا نے آلیا، پس ایسی صورت میں عکرمہ نے کہا: "اگر اللہ ہمیں اس سے بچالے تو ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب رجوع کرلیں گے اور میں اپنا ہاتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر رکھ دوں گا"، پس ہوا رک گئی اور عکرمہ جب مکہ مکرمہ پہنچا تو اسلام قبول کرلیا اور اچھے طریقے سے مسلمان ہوا۔

غدار: بعد میں اس (عکرمہ) نے عہد توڑ دیا اور اپنی پرانی روش برقرار رکھی۔

فی حلمہ وامہالہ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ باء سببیہ ہے، اور کلام میں مضاف حذف ہے، اصل عبارت یوں ہے: "لایغرنکم بسبب حلم اللہ وامہالہ الغرور"۔

بوقت یعلمہ: یعنی جس جگہ وہ بارش نازل ہوگی۔

(الصاوی، ج ۵، ص ۱۴ وغیرہ)

سورة السجدة مكية وهى ثلثون آية

سورۃ السجدہ مکی ہے اور اس میں تیس آیات ہیں

تعارف سورة السجدة

اس سورت میں ۳۸۰ کلمات اور ۱۵۱۸ حروف ہیں۔ اس سورت کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ سید عالم ﷺ نے اپنی قوم کو تین امور کے ماننے کی دعوت دی تھی اور وہ کسی قیمت پرانہیں ماننے کے لئے تیار نہیں تھے، (۱)......اللہ وحدہ لاشریک ہے، (۲)......جس کتاب کی آیات میں تم پر پڑھ کر سناتا ہوں اسی کی پاک کتاب ہے جو ہدایت کا ذریعہ ہے، (۳)......تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ قیامت کے دن اپنی قبروں سے اٹھنا ہے اور تمہارے اعمال کی بازپرس ہونی ہے۔ یہی تین باتیں تھیں جن کی سید عالم ﷺ انہیں بار بار دعوت دیتے تھے اور یہی تین باتیں ایسی تھیں جن سے انہیں چڑ تھی وہ انہیں ماننے کو تیار ہی نہ تھے۔ اس سورت میں ان امور کے متعلق ان کے شکوک وشبہات کا بڑے حقیقت پسندانہ طور پر رد کیا گیا ہے۔ اگر انسان غور وفکر کرے تو ایمان لانے پر مجبور ہو جائے۔ منکرین کا یہ عام دستور رہا ہے کہ جب انہیں ان کی بدکاریوں سے روکا جائے تو بجائے عبرت حاصل کرنے کے سوال کرنے لگتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ حالانکہ وہ قیامت کا انتظار نہیں کر رہے ہوتے بلکہ مقصود ٹالنا ہوتا ہے اور جب قیامت قائم ہوگئی تو پھر کچھ نہ کر سکیں گے۔ سورت کے اختتام پر اس جانب اشارہ ہے کہ اب انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے، ان کی اصلاح کے لئے خود کو ہلاکت میں نہ ڈالا جائے۔

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

رکوع نمبر : ۱۴

﴿ الم (١) ﴾اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرادِهِ بِذَالِکَ﴿ تنزيل الكتب ﴾القُرانِ مُبْتَداءٌ﴿لا ريب ﴾شَکٌّ ﴿ فيه ﴾خَبَرٌ اَوَّلٌ ﴿ من رب العلمين (٢) ﴾خَبَرٌ ثَانٍ ﴿ ام ﴾بَلْ ﴿ يقولون افتره ج ﴾مُحَمَّدٌ لا﴿ بل هو الحق من ربک لتنذر ﴾بِهِ﴿ قوما ما ﴾نَافِيَةٌ﴿ اتهم من نذير من قبلک لعلهم يهتدون (٣) ﴾بِاِنْذَارِکَ﴿ الله الذى خلق السموت والارض وما بينهما فى ستة ايام ﴾اَوَّلُها الْاَحَدُ وآخِرُها الجُمُعَةُ ﴿ ثم استوى على العرش ط ﴾وَهُوَ فِى اللُّغَةِ سَرِيرُ الْمَلِکِ اِسْتَوَاءً يَلِيقُ بِهِ﴿ ما لكم ﴾يَاکُفَّارَمَکَةَ ﴿ من دونه ﴾غَيْرِهِ﴿ من ولى ﴾اِسْمُ مَا بِزِيَادَةِ مِن اَى نَاصِرٍ ﴿ ولا شفيع ط ﴾يَدْفَعُ عَنْکُم عَذَابَهُ﴿ افلا تتذكرون (٤) ﴾هٰذَا فَتُومِنُونَ﴿ يدبر الامر من السماء الى الارض ﴾مُدَّةِ الدُّنيَا﴿ ثم يعرج ﴾يَرجِعُ الاَمْرُ والتَّدْبِيرُ﴿اليه فى يوم كان مقداره الف سنة مما تعدون (٥) ﴾فِى الدنيا وَفِى سورةِ سَاَلَ خَمسِينَ اَلفَ سَنَةٍ وهوَ يومُ القِيٰمَةِ لِشِدَّةِ اَهْوَالِهِ بِالنِّسبَةِ اِلَى الكافِرِ واَمَّا المُومِنُ فَيَكُونُ اَخَفَّ عَلَيهِ مِن صَلوةٍ مَكْتُوبَةٍ يُصَلِّيهَا فِى الدنيا كَما جَاءَ فِى الْحَدِيثِ﴿ ذلک ﴾الخَالِقُ المُدَبِّرُ ﴿ علم الغيب والشهادة ﴾اَى ما غَابَ عَنِ الخَلقِ وَما حَضَرَ﴿ العزيز ﴾المُنِيعُ فِى مُلكِهِ﴿ الرحيم (٦) ﴾بِاَهلِ طاعَتِهِ﴿ الذى احسن كل شىء خلقه ﴾بِفَتحِ اللامِ فِعلًا ماضِيًا صِفَةٌ وَبِسُكُونِهَا بَدَلُ اِشتِمالٍ ﴿ وبدا خلق الانسان ﴾آدَمَ﴿ من طين (٧) ثم جعل نسله ﴾ذُرِّيَّتَهُ﴿

من سللة ﴾عَلَقَةٍ ﴿من ماء مهين ﴿۸﴾ ﴾ضَعِيفٍ هوَ النُّطفَةُ ﴿ثم سوه ﴾اَى خَلقَ آدمَ ﴿ ونفخ فيه من روحه ﴾اَى جَعَلَهُ حَيًّا حَسَّاسا بعدَ اَنْ كانَ جَمادًا ﴿ وجعل لكم ﴾اَى الذُرِّيَّةِ ﴿ السمع ﴾بِمَعنى الاَسْماعِ ﴿ والابصار والافئدة ط ﴾القُلُوبَ ﴿ قليلا ما تشكرون ﴿۹﴾ ﴾مَا زَائِدَةٌ مُؤكِّدَةٌ لِلقِلَّةِ ﴿ وقالوا ﴾اَى مُنكِرُوا البَعثِ ﴿ ء اذا ضللنا في الارض ﴾غِبْنَا فِيهَا بِاَنْ صِرنا تُرابًا مُختَلِطا بِتُرابِها ﴿ ء انا لفي خلق جديد ﴾اِستِفهامُ اِنكارٍ بِتَحقِيقِ الهَمزَتَينِ وَتَسهِيلِ الثَّانِيَةِ وَاِدخَالِ اَلِفٍ بَيْنَهُما على الوَجهَينِ في المَوضِعَينِ قَالَ تَعالى ﴿ بل هم بلقاءِ ربهم ﴾بِالبَعثِ ﴿ كفرين ﴿۱۰﴾ قل ﴾لَهُم ﴿ يتوفكم ملك الموت الذى وكل بكم ﴾اَى بِقَبْضِ اَرْوَاحِكُم ﴿ ثم الى ربكم ترجعون ﴿۱۱﴾ ﴾اِحْيَاءً فَيُجازِيْكُم بِاَعْمَالِكُم.

﴿ترجمہ﴾

الــم (اس کی جو مراد ہے اللہ ﷻ باخوبی جانتا ہے) کتاب (یعنی قرآن پاک) کا اتارنا (الــقــرآن مبتداء ہے) اس میں کچھ شک نہیں (ریب بمعنی شک ہے، فیه خبر اول ہے) بیشک پروردگار عالم کی طرف سے ہے (من رب العالمین ترکیب کلام میں خبر ثانی بن رہا ہے) بلکہ (ام بمعنی بــل ہے) کہتے ہیں ان کی (یعنی محمد ﷺ کی) بنائی ہوئی ہے (نہیں ایسا نہیں ہے) بلکہ وہی حق ہے تمہارے رب کی طرف سے کہ تم ڈراؤ (اس کے ذریعے) ایسے لوگوں کو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا......۱......(مــا نفی کے لیے ہے) اس امید پر کہ (تمہارے ڈرانے کے سبب) وہ راہ پائیں اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے چھ دن میں بنائے (ان میں پہلا دن ہفتہ اور آخری جمعہ تھا......۲......) پھر عرش پر استواء فرمایا (ایسا استــواء جو اس کی شان کے لائق ہے ،عرش کا لغوی معنی شاہی تخت ہے، اے کفار مکہ) اس سے لاتعلق ہوکر تمہارا کوئی ولی (یعنی مددگار نہیں) اور نہ سفارشی (جو اس کا عذاب تم سے دور کر سکے، من ولی یہ مــا کا اسم ہے نیز من زائدہ ہے) تو کیا تم (اس میں) دھیان نہیں کرتے (کہ نتیجے کے طور پر ایمان لے آؤ) تدبیر فرماتا ہے......۳......آسمان سے زمین تک (مدت دنیا تک) پھر اسی کی طرف رجوع کرے گا (یعنی امر اور تدبیر اس کی طرف رجوع کرے گا) اس دن کہ جن کی مقدار ہزار برس ہے (دنیا میں) تمہاری گنتی کے مطابق (اور ســورة ســـأل میں اس دن کی مقدار پچاس ہزار سال مذکور ہے۔ قیامت کا دن اپنے شدید احوال کے سبب کفار کے لیے اتنا طویل ہوگا اور بہر حال مسلمان پر یہ اس فرض نماز سے بھی ہلکا ہوگا جسے وہ دنیا میں پڑھا کرتا تھا جیسا کہ حدیث پاک میں ہے......۴......) یہ (خالق اور مدبر) ہے نہاں اور عیاں کا جاننے والا (یعنی جو مخلوق سے غائب ہے جو اس کے سامنے موجود ہے سب کو جاننے والا ہے) عزیز ہے (یعنی اپنے ملک میں) اور رحمت فرمانے والا ہے (اپنے فرمانبرداروں پر) وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی (خــلــق لام مفتوحہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے فعل ماضی کا صیغہ ہے اور شیــئــا کی صفت بن رہا ہے اور لام ساکنہ کی صورت میں بدل اشتمال ہوگا) اور پیدائش انسان کی ابتدا (یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش) مٹی سے فرمائی پھر اس کی نسل (نســــل کے معنی اولاد ہے) رکھی ایک بے قدر پانی کے خلاصے سے ......۵......(مهین بمعنی ضعیف ہے، مــاء مهین سے مراد نطفہ ہے) پھر اسے (یعنی خلقت آدم علیہ السلام کو) ٹھیک کیا اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکی......۶......(اس کے جماد ہونے کے بعد اسے زندہ اور حساس کردیا) اور تمہیں (یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو) کان آنکھیں اور دل عطا فرمائے (اسمع بمعنی اسماع اور الافئدة بمعنی قلوب ہے) کیا ہی تھوڑا حق مانتے ہو (قــلـیـلا ما میں مـــا زائدہ قلت کی تاکید کے لیے آیا ہے) اور (منکرین بعث) بولے کیا جب ہم مٹی میں مل جائیں گے (یعنی زمین میں غائب

ہوجائیں گے یوں کہ ہم مٹی ہوکر قبر کی مٹی سے مختلف ہوجائیں گے) کیا پھر نئے بنیں گے (یہ استفہام انکاری ہے، "ء ا نــا" دونوں مقامات پر دو ہمزہ کی تحقیق اور دوسرے کی تسہیل کے ساتھ اور دونوں کے مابین الف داخل کرنے کے ساتھ ہے، اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے) بلکہ وہ (مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا انکار کرکے) اپنے رب کے حضور حاضری سے منکر ہیں تم (ان لوگوں سے) فرماؤ تمہیں وفات دیتا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر (یعنی تمہاری روح قبض کرنے پر) مقرر ہے...... پھر اپنے رب کی طرف (زندہ کئے جاکر) لوٹائے جاؤ گے (تو وہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دے گا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الم o تنزیل الکتب لاریب فیہ من رب العلمین o﴾.

الم: "ھذہ" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، تنزیل: مضاف، الکتب: ذوالحال، لا: نفی جنس، ریب: اسم، فیہ: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر مبتدا، من رب العلمین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ام یقولون افترہ بل ھو الحق من ربک لتنذر قوما اتھم من نذیر من قبلک لعلھم یھتدون o﴾.

ام: بمعنی بل عاطفہ، یــقــولــون: قول، افتــرہ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، بــل: حرف اضراب ثانی، ھــو: مبتدا، الــحــق: مصدر بافاعل، لام: جار، تــنــذر: فعل بافاعل، قــومــا: موصوف، مــا اتھــم: فعل نفی و مفعول، من: زائد، نذیر: فاعل، من قبلک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ذوالحال، من ربک: ظرف مستقر حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ملکر ذوالحال، لعلھم یھتدون: جملہ اسمیہ حال۔

﴿اللہ الذی خلق السموت والارض وما بینھما فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش﴾.

اللہ: مبتدا، الذی: موصول، خلق: فعل بافاعل، السموت: معطوف علیہ، و الارض: معطوف اول، وما بینھما: معطوف ثانی، فی ستۃ ایام: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، استوی علی العرش: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿مالکم من دونہ من ولی ولا شفیع افلا تتذکرون o﴾.

مــا: نافیہ، لــکــم: ظرف مستقر خبر مقدم، مــن دونــہ: ظرف مستقر حال مقدم، مــن: زائد، ولــی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، شــفــیــع: معطوف، ملکر ذوالحال، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ، ھــمــزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، لاتتذکرون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون o﴾.

یــدبــر: فعل بافاعل، الامــر: مفعول، الــی الســمــاء: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ثم: عاطفہ، یعــرج: فعل "ھــو" ضمیر مستتر ذوالحال، فی: جار، یوم: موصوف، کان مقدارہ: فعل ناقص واسم، الف سنۃ: موصوف، مما تعدون: ظرف مستقر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، الیہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ذلک علم الغیب والشھادۃ العزیز الرحیم الذی احسن کل شیء خلقہ﴾.

ذلــک: مبتدا، عــلــم الــغــیــب والشــھــادۃ: خبر اول، الــعــزیــز: خبر ثانی، الــرحــیــم: خبر ثالث، الــذی: موصول، احســن: فعل بافاعل، کل: مضاف، شیء: موصوف، خلقہ: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر رابع، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وبدا خلق الانسان من طین o ثم جعل نسلہ سللۃ ماء مھین o﴾.

و: عاطفہ، بدا:فعل بافاعل، خلق الانسان: مفعول، من طین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "احسن کل شیء" پر معطوف ہے، ثم: عاطفہ، جعل نسلہ: فعل بافاعل ومفعول، من: جار، سللۃ: موصوف، من ماء مھین: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم سوہ ونفخ فیہ من روحہ وجعل لکم السمع والابصار والافدۃ قلیلا ما تشکرونo﴾.

ثم: عاطفہ، سوہ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، نفخ فیہ: فعل بافاعل، وظرف لغو، من روحہ: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، جعل لکم: فعل بافاعل وظرف لغو، السمع والابصار والافدۃ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، قلیلا: "شکرا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، ما: زائد، تشکرون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقالوا ء اذا ضللنا فی الارض ء انا لفی خلق جدید﴾.

و: مستانفہ، قالوا: قول، ھمزہ: حرف استفہام، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، ضللنا: فعل بافاعل، فی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا محذوف "نبعث" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ اول، ھمزہ: حرف استفہام، انا: حرف مشبہ واسم، لفی خلق جدید: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ۔

﴿بل ھم بلقائی ربھم کفرونo قل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الی ربکم ترجعونo﴾.

بل: عاطفہ، ھم: مبتدا، بلقائی ربھم: ظرف لغو مقدم، کفرون: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، قل: قول، یتوفکم: فعل ومفعول، ملک الموت: موصوف، الذی وکل بکم: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، الی ربکم: ظرف لغو مقدم، ترجعون: فعل بانائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

کیا سید عالم اہل عرب میں قریش ہی کے رسول ہوئے:

۱......عرب کا سلسلہ تو زمانہ طویل سے چل رہا ہے، اولاد ابراہیم سب کے سب بنی اسرائیل اور سید عالم ﷺ فقط بنو اسماعیل میں ہوئے لیکن ان اقوام میں نبوت تو رہی، حضرات انبیائے کرام آتے رہے، پھر یہ کہ حضور ﷺ کی رسالت فقط قریش کے لئے مانی جائے تو یہود ونصاری کے لئے کسی اور رسول کی حاجت ہوگی؟ الغرض کئی سوالات جنم لیتے ہیں لیکن اللہ رحمتیں نازل فرمائے امام فخر الدین رازی پر کہ انہوں نے اس مشکل اور اہم موڑ پر ہماری رہنمائی فرمائی، فرماتے ہیں: اس مقام پر دو صورتیں ہو سکتی ہیں

(ا)......نقلی دلیل یہ ہے کہ قوم قریش بے پڑھی لکھی قوم تھی ان کے پاس سید عالم ﷺ سے پہلے کوئی ڈرانے والا رسول نہیں آیا، اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمام ہی حضرات انبیائے کرام جو بنی اسرائیل میں ہوئے انہی کی اولاد میں سے ہیں۔ جب ایسا ہے تو پھر اللہ ﷻ کسی قوم کو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر زمانہ محمدی ﷺ تک کیسے بغیر دین وشریعت کے چھوڑ دے گا؟ اور اگر کسی کے ذہن میں یہ وسوسہ آئے کہ ان کے پاس خصوصیت کے ساتھ کوئی رسول نہیں آیا یعنی اس مخصوص بستی جس کو اہل عرب کہتے ہیں بلکہ اہل کتاب بھی اسی میں پائے گئے ہیں کہ ان کی بستی میں کوئی رسول نہیں آیا، اور رسول صرف ان کے آباؤ اجداد کے پاس تشریف لائے ہیں، اور اسی طرح عرب کی سرزمین میں ان کے آباؤ اجداد کے پاس رسول آتے تھے اور اگر یہ نہ مانا جائے تو اکثر اہل علم کے نزدیک سید عالم ﷺ کے اباؤ اجداد کا کفر ثابت ہے اور بغیر رسول کے بھیجے اور ڈرائے کسی قوم پر عذاب کیوں کر ہو سکتا ہے؟ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک رسول نہ بھیج لیں (الاسراء: ۱۵)﴾۔

(۲)......عقلی دلیل یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عادت مبارکہ ہے کہ جب کسی زمانے میں بالکل گمراہی پھیل جائے اور ان کی ھدایت کا کوئی اور ذریعہ نہ ہو تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے بندوں کو اپنی جانب مائل کرنے کے لئے رسول بھیجتا ہے، پس ان کے دلوں کی طہارت کے لئے رسول بھیجتا ہے اور زمین کو پاک وصاف کرنے کے لئے نافرمانوں کو ہلاک کر دیتا ہے، پھر جب ایسا ہو کہ رسول کے بھیجنے کے بعد بھی کوئی اہل زمانہ گمراہی میں پڑ جائیں اور زمین میں کوئی اہل علم ہدایت پانے والا نہ ہو کہ رسول سے ہدایت حاصل کرے تو پھر ایسا ہوتا ہے کہ کئی زمانہ گزرنے کے بعد ان میں محمد عربی کا نزول ہوتا ہے، پس اللہ اسی مناسبت سے فرماتا ہے ﴿لتنذر قوما ما اتاھم تم ڈراؤ ایسے لوگوں کو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا (السجدۃ:۳)﴾ یعنی گمراہی کے بعد، جو کہ ہدایت کے بعد تھی اور (ھدایت کے بعد گمراہی کے دور میں اب تک) ان لوگوں میں کوئی رسول تشریف نہ لائے۔

اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ کسی چیز کا خاص ذکر کرنا ماعدا سے نفی کو لازم ہے، یعنی اللہ کا فرمان ﴿لتنذر قوما ما اتاھم (السجدۃ:۳)﴾، اس کا جواب مفسرین کرام یہ دیتے ہیں: (۱)......کسی چیز کا خصوصیت کے ساتھ ذکر نہ کرنا اس کے ماسوا کی نفی کو لازم نہیں کرتا۔ (۲)......متذکرہ کلام میں ڈرانے کا عنصر نمایاں ہے، جیسا کہ فرمان مقدس نشان ہے: ﴿وانذر عشیرتک الاقربین اور اے محبوب اپنے قریب تر رشتے داروں کو ڈراؤ (الشعراء:۲۱۴)﴾، اس کلام سے کوئی یہ نتیجہ نکالے کہ فقط قریبی رشتے داروں ہی کو ڈرانا مقصود ہے کیونکہ دیگر کا ذکر نہیں کیا گیا، نہ ہی مشرکین کا ذکر کیا گیا، نہ ہی مشرکین کو ڈرانے کا حکم دیا گیا ہے، مشرکین کو ڈرانا یوں تھا کہ انہیں توحید اور حشر نشر کا بیان کرنا مقصود تھا، اور اہل کتاب کو رسالت کے انکار کرنے پر ڈرانا مقصود تھا، پس ڈرانے کو خاص ذکر کر کے سب کو عموم میں شامل کر لیا گیا ہے۔ (الرازی، ج۹، ص۱۳۵ وغیرہ)

چھ دنوں میں سب کچھ بنانے کا حدیث سے ثبوت:

۲......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: ''اللہ نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا فرمایا، اتوار کے دن زمین میں پہاڑوں کو پیدا فرمایا، پیر کے دن درختوں کو پیدا کیا، منگل کے دن ناپسندیدہ چیزوں کو پیدا کیا اور بدھ کے دن نور کو پیدا کیا، جانوروں کو جمعرات کے دن پیدا کیا اور تمام مخلوق کے آخر میں جمعۃ المبارک کو عصر کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، حضرت آدم علیہ السلام کو جمعۃ المبارک کی آخری ساعتوں میں بعد عصر کے وقت میں پیدا فرمایا۔

(صحیح مسلم، کتاب صفة القیامة و الجنة، باب: ابتداء الخلق و خلق آدم، رقم: (۶۹۴۸)/۲۷۸۹، ص۱۳۷۴)

ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن پیدا کیا، مضبوط چیزوں کو منگل کے دن پیدا کیا، اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن سے کار معاش حاصل ہوتے ہیں، جیسے لوہا اور زمین کے اور دیگر معدنیات۔ یہ مسئلہ بھی بحث طلب ہے کہ آیا بعض ایام منحوس ہوتے ہیں یا سب ایام ایک ہی جیسے ہیں؟ بعض علماء کے نزدیک بعض ایام منحوس اور نامبارک ہوتے ہیں اور ان کا استدلال یہ آیت ہے: ﴿فارسلنا علیھم ریحا صرصرا فی ایام نحسات تو ہم نے قوم عاد کی نحوست کے دنوں میں ان پر خوفناک آواز والی آندھی بھیجی (حم سجدۃ:۱۶)﴾۔ اور جو علماء بعض ایام کے منحوس ہونے کے قائل نہیں ہیں ان کا کہنا یہ ہے کہ سب دن اللہ نے پیدا کئے ہیں اور سب دن ایک جیسے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان آیات کا معنی یہ ہے کہ ان پر ان دنوں میں عذاب بھیجا گیا جس کو وہ منحوس جانتے تھے، یا جن دنوں میں وہ شگون لیتے تھے، ان دنوں میں ان پر عذاب بھیجا گیا تھا۔ (شرح صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، ج۷، ص۶۰۵)

امر الٰھی عَزَّوَجَلَّ میں تدبیر کرنے والے کون ھیں؟

۳......حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے امر سے مراد قضاء وقدر کے فیصلے ہیں، ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ

کے امر سے مراد جبرائیل علیہ السلام کا وحی لے کر حاضر ہونا ہے۔ عمرو بن مرۃ نے عبدالرحمٰن بن سابط سے روایت کی ہے کہ اللہ عزوجل کے امر میں تدبیر کرنے والے ہیں۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام کا کام ہواؤں اور لشکروں پر وکالت کا ہے، حضرت میکائیل علیہ السلام بارش اور پانی پر متعین فرشتے ہیں، حضرت ملک الموت علیہ السلام روح قبض کرنے پر مامور ہیں اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کے ذمہ حوادث ہیں۔

(القرطبی، الجزء: ۲۱، ص ۸۰)

قیامت کا دن ہزار سال یا پچاس ہزار سال کا؟

۴......آسمان کی جانب بلند ہونے سے مراد یہ ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام وحی کی خدمت انجام دینے کے بعد آسمان کی جانب بلند ہوتے ہیں، یہ قول یحیٰی بن سلام کا ہے۔ نقاش کہتے ہیں اللہ آسمان دنیا سے زمین کی جانب تدبر فرماتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا کہ فرشتے زمین کی خبریں لے کر آسمان کی جانب بلند ہوتے ہیں، یہ قول ابن شجرۃ کا ہے۔ اللہ عزوجل کا فرمان ﴿فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ اس دن کہ جس کی مقدار ہزار برس ہے (السجدۃ:۵)﴾ سے مراد قیامت کا دن ہے اور اس بارے میں کئی اقوال ہیں: فرشتے قیامت کے قائم ہونے تک اللہ عزوجل کے امر میں تدبر کرتے ہیں اور قیامت کا دن ایک ہزار سال کا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ سورج کے طلوع، غروب اور طلوع کے لئے دوبارہ رجوع کا امر مسافت کے اعتبار سے ایک ہزار سال کی مسافت پر مبنی ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ فرشتے آسمان سے زمین تک پانچ سو سال اور زمین سے آسمان تک پانچ سو سال میں طے کرتے ہیں اس طرح ہزار سال بنتے ہیں، اور یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ مفسرین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ جسے امام طبری نے بھی اختیار کیا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تیزی سے ہزار سالوں کا سفر تمہاری گنتی کے ایک دن میں طے کرتے ہیں، اس قول کو زمخشری نے بھی ذکر کیا ہے۔ امام ماوردی نے ابن عباس اور ضحاک سے روایت کیا ہے کہ فرشتے ہزار سال کی مقدار میں آسمان پر چڑھتے ہیں۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ فرشتے آسمان سے زمین اور زمین سے آسمان کی جانب ایک ہزار سال میں سفر طے کرتے ہیں۔ ابن عباس و ضحاک کا ایک قول یہ بھی ہے کہ ہزار سال میں صعود (چڑھنا) اور ہزار سال میں نزول (اترنا) ہوتا ہے۔ اور یوم سے مراد زمانہ ہے اور اس سے مراد وہ دن نہیں ہے جو دو راتوں کے مابین ہوا کرتا ہے جسے نہار کہتے ہیں۔ اہل عرب عصر کے وقت کو بھی یوم سے تعبیر کرتے ہیں۔

اللہ کا فرمان ﴿فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ وہ عذاب اس دن میں ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے (المعارج:۴)﴾۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن میں بھی ایام پائے جاتے ہیں، یعنی قیامت کا کوئی دن ایک ہزار سال کا ہوتا ہے اور کوئی پچاس ہزار سال کا ہوتا ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ قیامت کے اوقات مختلف ہیں، کافروں کو قیامت کے دن پہلے ہزار سالوں کی مناسبت سے دیا جائے گا، اس کے بعد پچاس ہزار سالوں کی مناسبت سے عذاب دیا جائے گا۔ نحاس کہتے ہیں کہ الیوم کے معنی الوقت ہے، اس مقام پر مزید کئی اقوال مذکور ہیں ہم نے اختصار سے کام لیا ہے۔ (القرطبی، الجزء ۲۱، ص ۸۱)

علامہ خازن کہتے ہیں کہ قیامت کا دن کسی کے لئے ہزار سال، کسی کے لئے پچاس ہزار سال، کسی کے لئے نماز فرض کے برابر ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ "مومن کے لئے یہ دن ایسا ہے جیسے دنیا میں فرض نماز کی ادائیگی کا وقت ہوتا ہے"۔

انسان کی تخلیق مٹی سے یا پانی سے یا......:

۵......اگرچہ کہ اس قسم کا کلام ہم نے ماقبل بھی کیا ہے تاہم موضوع کو مکمل کرنے کی غرض سے مختصر کلام یہاں بھی کرتے ہیں۔ علامہ رازی کہتے ہیں: اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا، ممکن ہے کہ یہ بھی کہا جاتا ہو کہ مٹی میں پانی کی نمی بھی ہوا کرتی ہے گویا حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کا مجموعہ ہیں۔ اور آدمی جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے ہے منی سے بنا ہے اور منی کی

اصل غذا ہے اور غذا کبھی حیوان سے حاصل ہوتی ہے تو کبھی نباتات سے، اور حیوانات بالآخر نباتات ہی کی جانب رجوع کرتے ہیں کہ ان کی خوراک بھی نباتات ہی ہوا کرتی ہے۔ اور نباتات بھی پانی اور مٹی کے مجموعے کی پیداوار ہیں۔ (الرازی، ج۹، ص ۱۴۱)

نوٹ: اس بیان میں انسان کے لئے درس عبرت ہے کہ اپنی پیدائش پر غور کرے تو زمین میں فساد نہ کرتا پھرے۔

اللہ ﷻ کی روح سے کیا مراد ہے؟

۶.....روح کی نسبت اللہ ﷻ نے اپنی جانب فرمائی ہے، اور اس میں انسان کے شرف وتکریم کا بیان کرنا مقصود ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے "بیت اللہ"، "ناقۃ اللہ"، ایک قول یہ بھی ہے کہ مخلوق وخالق کے مابین مناسبت کا اظہار ہو جائے کہ اللہ نے مخلوق کو اپنی عبادت کے لئے بنایا ہے۔ اس مقام امام ابوبکر الرازی کہتے ہیں "من عرف نفسه فقد عرف ربه، یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اللہ کو پہچان لیا"۔ اور روح کو مجازاً بدن کی جانب متعلق کیا گیا ہے اور یہ ان لوگوں کے مذہب کے زیادہ موافق ہے جو مجرد روح کے بدن میں داخل ہونے کے قائل نہیں جیسا کہ فلاسفہ اور بعض متکلمین مثلاً امام غزالی علیہ الرحمۃ، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ حقیقی معنوں میں ایسا ہونا قرار پایا ہے اور فرشتہ ماں کے رحم میں روح پھونکتا ہے اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ روح ایک لطیف چیز ہے جیسا کہ ہوا ہوتی ہے اور اس کا بدن سے ایسا ہی تعلق ہوتا ہے جیسا کہ گلاب کا پانی گلاب کے پھول میں ہوتا ہے اور انگارہ آگ میں ہوتا ہے۔ اور اسی قسم کی کئی خبریں ابن قیم نے بیان کی ہیں۔ (روح المعانی، الجزء: ۲۱، ص ۱۶۷)

موت کون دیتا ہے؟

ے.....متذکرہ مقام پر مجازی نسبت کا بیان مقصود ہے۔ صحاح میں ہے: فرشتے لطیف جسم اور نورانیت کے مالک ہوتے ہیں اور مختلف شکلوں میں متشکل ہو جاتے ہیں۔ بعض محققین کہتے ہیں: متذکرہ مقام پر ملک سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ ﷻ کے امور میں تدبیر کرنے والے ہیں جس کا شافی کافی بیان ماقبل حاشیہ نمبر۴ کے تحت ہو چکا ہے اور اسی ضمن میں ملک الموت کا بیان بھی ہو چکا ہے۔ موت ایک صفت وجودی ہے جو کہ حیات کی ضد ہے، معنی یہ ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام تمہاری روحوں کو اس طور پر قبض کرتے ہیں کہ روح کا کچھ بھی حصہ نہیں چھوڑتے اور جسم انسانی کو برابر (روح سے خالی) کر دیتے ہیں اور زیادہ قبیح بات یہ ہے کہ تمہارے چہروں، پیٹھوں پر مارتے ہیں کہ روح کا کچھ بھی حصہ باقی نہ رہے اور روئے زمین پر کوئی بھی زندہ جسے موت آنی ہے باقی نہ رہ جائے۔ اور جہاں تک ملک الموت پر موت کے قانون کا اجرا ہونا ہے تو اسے اللہ موت دیتا ہے۔ جیسا کہ روایت ہے جب اللہ ﷻ اپنی مخلوق کو موت دینے کا ارادہ فرماتا ہے تو کسی چیز میں روح کو باقی نہیں رکھا جاتا اور اللہ سب کچھ جاننے کے باوجود ملک الموت سے موت کے قانون کے بارے میں باقی رہ جانے کے بارے میں استفسار فرماتا ہے تو ملک الموت جواباً ارشاد فرماتا ہے: "اے اللہ! تو جانتا ہے کہ روئے زمین پر تیرے کمزور بندے (ملک الموت) کے سوا کوئی باقی نہیں رہا"، اللہ فرمائے گا: "اے ملک الموت! تو نے جان لیا کہ روئے زمین پر میرے انبیاء کرام، اولیائے عظام اور بندوں نے موت کا مزہ چکھ لیا ہے اور یہ بات میرے قدیم علم میں داخل ہے اور میں (خود سے) غیوبات کا جاننے والا ہوں، سوائے میری ذات کے سب کو فنا ہے اور اب تجھ پر یہ معاملہ ہوتا ہے"۔ ملک الموت عرض کرے گا: "میرے رب اپنے کمزور بندے پر رحم ولطف فرما"۔ پس اللہ اپنے امر کو پورا کرنے کے لئے ملک الموت پر موت کا قانون لاگو فرمائے گا۔

ابن عطیہ کہتے ہیں کہ تمام بہائم کی روحیں اللہ قبض فرماتا ہے نہ کہ ملک الموت علیہ السلام، اور ملک الموت علیہ السلام کو بنی آدم کی روحیں قبض کرنے پر مامور کیا گیا ہے اور اس میں بنی آدم کا شرف وکمال ہے اور دیگر فرشتے ملک الموت علیہ السلام کے معاون ہوتے ہیں۔

بعض محققین نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام بنی آدم کی مختلف مقامات پر موجود روحیں ایک مقام پر موجود ہو کر قبض کرتے ہیں جیسا کہ شیطان تمام انسانوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "فارس کی نہر پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی ملک الموت علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی تم وباء کے عالم میں ہزار کی روح فلاں مقام، اور ہزار کی فلاں مقام وعلی القیاس کیسے قبض کرتے ہو؟، ملک الموت علیہ السلام نے جواب دیا: اللہ روئے زمین کو میرے سامنے کردیتا ہے گویا میری ران، پس میں ان پر تصرف کرلیتا ہوں"۔ (روح البیان، ج۷، ص ۱۳۵ وغیرہ ملخصاً و ملتقطاً)

اغراض:

مكية: ظاہر یہ ہے کہ مکمل سورت مکی ہے، سوائے تین یا پانچ آیات کے جو کہ مدنی ہیں، جو کہ ﴿تتجافی جنوبهم﴾ سے لے کر ﴿الذی کنتم به تکذبون﴾ تک ہیں، اور اس سورت کی فضیلت احادیث میں وارد ہوئی ہے، صحیح میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ سید عالم ﷺ نماز فجر میں جمعہ کے دن یہ سورت تلاوت کرتے، امام شافعی نے اسی روایت کو بیان کیا ہے جب کہ امام مالک نے عدم استمرار یعنی ہمیشہ جمعہ کے دن نماز فجر میں اس سورت کے نہ پڑھنے پر جزم کیا ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ سید عالم ﷺ روزانہ رات کو سونے سے پہلے یہ سورت پڑھتے تھے اور سورت الملک بھی پڑھتے تھے، اسی لئے سورۃ الملک کو سورۃ المنجیۃ یعنی نجات دینے والی سورت کہا جاتا ہے۔ سات سورتیں عذاب سے نجات دینے والی ہیں: سورۃ السجدۃ، یس، الدخان، الواقعۃ، ھل اتی، الملک، البروج"۔ خبر ثان: یہ اہل عرب کے نزدیک زیادہ اچھی ترکیب ہے، جب کہ خبر کی ضمیر سے حال بھی بنانا درست ہے۔

اولها الاحد واخرها الجمعة: پس اللہ نے اتوار و پیر کے دن زمین کو پیدا کیا اور جو کچھ اس میں ہے سب ہی منگل اور بدھ کو پیدا کیا، اور آسمان کو جمعرات اور جمعۃ المبارک کے دن پیدا کیا اور اس میں کئی اشکالات ہیں، اور وہ یہ کہ دن جس وقت زمین وآسمان بنے دن تو معروف ومشہور تھے ہی نہیں، نہ ہی ان کے نام تھے، اور نہ ہی سورج وچاند ستاروں کا وجود تھا کہ گنتی کا حساب ہو سکے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مراد دنوں کی گنتی کے برابر مقدار مراد ہے جو کہ اللہ کے علم میں موجود ہے اور یہ سارا نظام ہی اسی طرح ہے کہ ابتداء اتوار اور اختتام جمعۃ المبارک کو ہوا، اور اسی سے ایام دنیا کا انحصار ہے۔ جب کہ ابن عباس اور ضحاک کا قول یہ بھی ہے کہ دن کی مقدار ہزار سال تھی۔

سرير الملک: اور ایک قول تخت کے انکار کرنے کا بھی ہے کیونکہ اللہ کی ذات بالا صفات جسم سے پاک ہے جو کہ نورانی جسم کی حامل ہے اور تمام عالم کو محیط بھی ہے۔

یا کفار مکة: خاص طور پر ان کا ذکر کیا کیونکہ یہی نزول آیت کا سبب تھے، جب کہ عمومی اعتبار سے سب ہی اس میں شامل ہیں۔

مدة الدنیا: جیسا کہ وارد ہوا کہ دنیا کی مقدار سات ہزار سال ہے۔

لشدة اهواله: اس بارے میں مختلف ومتعدد اقوال ہم نے حاشیہ نمبر ۴ میں ماقبل ذکر کئے ہیں وہیں دیکھ لیں۔

من صلوة مکتوبة: مراد صبح کی نماز ہے، مومنین کے حق میں قیامت کا دن بہت چھوٹا ہوگا۔

ای خلق آدم: میں اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ﴿سواه﴾ میں موجود ضمیر عائد ﴿آدم﴾ کی جانب لوٹتی ہے اور یہ بھی درست ہے کہ ضمیر ﴿النسل﴾ کی جانب لوٹے، اور معنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل ماں کے رحم میں اعضاء کو درست کرتا اور صورت دیتا ہے، پہلے نطفہ، پھر علقہ اور پھر مضغہ کے مراحل سے گزرنے کے بعد۔

ای لذریته: اس جملے میں غیبت سے خطاب کی جانب التفات کیا گیا ہے، اور نکتہ یہ ہے کہ خطاب حی کے ساتھ ہے، پھر یہ کہ اولاد آدم

میں روح پھونکنا حسن خطاب کے قبیل سے ہے۔
فیجازیکم باعمالکم: یعنی خیر وشر کے اعمال پر جزاوسزا دینا مراد ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص ۱۶ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۵

﴿ ولو تری اذ المجرمون ﴾الکافِرُونَ﴿ ناکسوا رء وسھم عند ربھم ط﴾مُطَاطِئُوھَا حَیاءً یَقُولُونَ﴿ ربنا ابصرنا ﴾مَا اَنکَرْنَا مِنَ البَعثِ﴿ وسمعنا ﴾مِنکَ تَصدِیقَ الرُّسُلِ فِیما کَذَّبْنَاھُم فِیہِ﴿فارجعنا ﴾الی الدنیا﴿ نعمل صالحا ﴾فِیھَا﴿ انا موقنون (۱۲) ﴾الْاٰنَ فَما یَنفَعُھم ذٰلکَ یَرجِعُونَ وجَوابُ لَو لَرَاَیتَ اَمرًا فَظِیعا قال تعالی ﴿ ولو شئنا لاتینا کل نفس ھدھا ﴾فَتَھتَدِی بِالْاِیْمَانِ والطَّاعۃِ بِاخْتِیَارٍ مِنھا﴿ ولکن حق القول منی ﴾وَھُوَ﴿ لاملئن جھنم من الجنۃ ﴾الجِنِّ﴿ والناس اجمعین (۱۳) ﴾وَتَقُولُ لَھُم الخَزَنَۃُ اِذَا دَخَلُوھَا﴿ فذوقوا ﴾العَذَابَ﴿ بما نسیتم لقاء یومکم ھذا ج﴾اَی بِتَرکِکُمُ الْاِیْمَانَ بِہِ﴿ انا نسینکم ﴾تَرَکنَاکُم فِی العَذَابِ﴿ وذوقوا عذاب الخلد ﴾الدَّائِمِ﴿ بما کنتم تعملون (۱۴) ﴾مِنَ الْکُفرِ والتَّکْذِیبِ﴿ انما یومن بایتنا ﴾القُراٰنِ﴿ الذین اذا ذکروا ﴾وُعِظُوا﴿ بھا خروا سجدا وسبحوا ﴾مُتَلَبِّسِینَ﴿ بحمد ربھم ﴾اَی قَالُوا سُبحَانَ اللہِ وَبِحَمدِہٖ﴿ وھم لا یستکبرون السجدۃ (۱۵) ﴾عَنِ الْاِیْمَانِ والطَّاعَۃِ﴿ تتجافی جنوبھم ﴾تَرتَفِعُ﴿ عن المضاجع ﴾مَوَاضِعِ الْاِضْطِجَاعِ بِفُرُشِھَا لِصَلَاتِھِم بِاللَّیلِ تَھَجُّدًا﴿ یدعون ربھم خوفا ﴾مِن عِقَابِہٖ﴿ وطمعا ﴾فِی رَحْمَتِہٖ﴿ ومما رزقنھم ینفقون (۱۶) ﴾یَتَصَدَّقُونَ﴿ فلا تعلم نفس ما اخفی ﴾خُبِیءَ﴿ لھم من قرۃ اعین ﴾مَاتَقَرُّ بِہٖ اَعْیُنُھُم وَفِی قِرَاءَۃٍ بِسُکُونِ الیَاءِ مُضَارِعٌ﴿ جزاء م بما کانوا یعملون (۱۷) افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا لا یستون (۱۸) ﴾اَیِ الْمُومِنُونَ وَالفَاسِقُونَ﴿اما الذین امنوا وعملوا الصلحت فلھم جنت الماوی نزلا ز﴾وھو ما یُعَدُّ لِلضَّیفِ﴿ بما کانوا یعملون (۱۹) واما الذین فسقوا ﴾بِالکُفرِ التَّکذِیبِ﴿ فماواھم النار ط کلما ارادوا ان یخرجوا منھا اعیدوا فیھا وقیل لھم ذوقوا عذاب النار الذی کنتم بہ تکذبون (۲۰) ولنذیقنھم من العذاب الادنی ﴾عَذَابَ الدنیا بالقَتلِ والْاَسرِ والجَدبِ سِنِینَ والْاَمرَاضِ﴿ دون ﴾قَبلَ﴿ العذاب ﴾عَذَابِ الْاٰخِرَۃِ﴿ الاکبر لعلھم ﴾اَی مَن بَقِیَ مِنھُم﴿ یرجعون (۲۱) ﴾اِلَی الْاِیْمَانِ﴿ ومن اظلم ممن ذکر بایت ربہ ﴾القُراٰنِ﴿ ثم اعرض عنھا ﴾اَی لَا اَحَدَ اَظلَمَ مِنہُ﴿ انا من المجرمین ﴾اَیِ المُشرِکِینَ﴿ منتقمون (۲۲) ﴾۔

﴿ترجمہ﴾

اور کہیں تم دیکھو مجرم (یعنی کافر) اپنے رب کے پاس سر نیچے ڈالے ہوں گے (حیاء سے سر جھکائے ہوئے عرض گزار ہونگے) اور اے ہمارے رب اب ہم نے دیکھا (اس حشر ونشر کو جس کے ہم منکر تھے) اور سنا (تجھ سے تیرے رسولوں کی سچائی کو کہ ہم نے انہیں دنیا

میں جھٹلایا تھا) ہمیں (دنیا کی طرف) پھر بھیج دے کہ (اس میں) نیک کام کریں ہم کو (اب) یقین آگیا (تو یہ یقیناً انہیں فائدہ نہ دے گا اور نہ انہیں دوبارہ لوٹایا جائے گا اور لو کا جواب لـرایـت امـر فـظـیـعـاً محذوف ہے) اور اگر ہم چاہتے ہر جان کو اس کی ہدایت عطا فرماتے (تو وہ اپنے اختیار سے ایمان اور طاعت کی ہدایت پالیتی) مگر میری بات قرار پاچکی (اور وہ بات یہ ہے) کہ ضرور جہنم کو بھر دوں گا جنوں......۱......(الـجـنـة بمعنی الـجـن ہے) اور آدمیوں سب سے (اور ان کے داخلے کے وقت داروغہ جہنم ان سے کہیں گے) اب چکھو (عذاب) بدلہ اس کا کہ تم اپنے اس دن کی حاضری بھولے تھے......۲......(بدلہ اس پر ایمان نہ لانے کا) ہم نے تمہیں (عذاب میں) چھوڑ دیا (نسینکم بمعنی تر کنا کم ہے) اب ہمیشہ کا عذاب چکھو (الخلد بمعنی الدائم ہے) بدلہ تمہارے کئے کا (یعنی بدلہ تمہارے کفر و تکذیب کا) ہماری آیتوں پر (یعنی قرآن پاک پر) وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب وہ انہیں یاد دلائی جاتی ہیں (یعنی انہیں ان سے نصیحت کی جاتی ہے) سجدے میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولتے ہیں (یعنی وہ تسبیح، تحمید کے ساتھ ملاتے ہیں یعنی سبحان الله وبحمده کہتے ہیں......۳......) اور (ایمان لانے اور فرمانبرداری کرنے سے) تکبر نہیں کرتے ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں (یعنی بلند ہوتی ہے) خوابگاہوں سے (مضاجع کروٹ لینے کی جگہ یعنی بستر، ان کا یہ عمل رات میں نماز تہجد پڑھنے کے لیے ہوتا ہے......۴......) اور اپنے رب کو پکارتے ہیں (اس کے عذاب سے) ڈرتے اور (اس کی رحمت کی) امید کرتے اور ہمارے دیئے سے کچھ خرچ کرتے ہیں (یعنی صدقہ کرتے ہیں) تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک (یعنی وہ نعمتیں جن سے آنکھیں ٹھنڈی ہونگی) ان کے لیے چھپا رکھی ہے (اخـفـی بمعنی خـبـیء ہے، ایک قرائت میں اخفی کو بصیغہ مضارع متکلم یاء ساکنہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) صلہ ان کے کاموں کا تو کیا جو ایمان والا ہے وہ اس جیسا ہو جائے گا جو بے حکم ہے یہ (یعنی مومنین اور فاسقین) برابر نہیں......۵...... جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لیے بسنے کے باغ ہیں ان کے کاموں کے صلہ میں مہمانی (نزلا ان نعمتوں کو کہتے ہیں جو مسلمان کے لیے ہیں......۶......) رہے وہ جو (کفر اور تکذیب کرنے کے سبب) بے حکم ہیں ان کا ٹھکانہ آگ ہے جب کبھی اس میں سے نکلنا چاہیں گے پھر اسی میں پھیر دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا چکھو اس آگ کا عذاب جسے تم جھٹلاتے تھے اور ضرور ہم انہیں چکھائیں گے کچھ قریب کا (یعنی دنیا کا) عذاب (الادنی بمعنی الـدنـا ہے، قتل کئے جانے، قیدی بنائے جانے، سالوں کی قحط سالی اور گونہ گوں بیماریوں کی صورت میں) اس بڑے عذاب (یعنی اُخروی عذاب) سے پہلے (دون بمعنی قبل ہے) شائد وہ (یعنی ان میں سے باقی رہ جانے والے) لوٹ آئیں (ایمان کی طرف) اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیتوں سے (یعنی قرآن پاک سے) نصیحت کی گئی پھر اس نے ان سے منہ پھیر لیا (یعنی اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں) بے شک ہم مجرموں (یعنی مشرکوں) سے بدلہ لینے والے ہیں۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولو تری اذ المجرمون ناکسوا رء وسهم عند ربهم ربنا ابصرنا وسمعنا﴾.

و: مستانفہ، لـو: شرطیہ، تـری: فعل با فاعل، اذ: مضاف، الـمـجـرمـون: مبتدا، نـاکـسـوا: اسم فاعل مضاف واؤ ضمیر ذوالحال، ربـنـا: نداء، ابـصـرنـا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، سـمـعـنـا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، ملکر قول، محذوف "قـائـلـین" کیلئے مقولہ، ملکر حال، ملکر فاعل، رء وسهم: مضاف الیہ مفعول، عـنـد ربهم: ظرف، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مضاف، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر جزا محذوف "رایت امر افظیعا" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فارجعنا نعمل صالحا انا موقنون٥﴾.

ف: فصیحیہ، ارجعنا:فعل امر بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ، نعمل فعل بافاعل، صالحا:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ جواب امرواقع، انا: حرف مشبہ واسم، موقنون: خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولو شئنا لاتینا کل نفس هدها﴾.

و: عاطفہ، لو: شرطیہ، شئنا: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، اتینا کل نفس: فعل بافاعل ومفعول اول، هدها: مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولکن حق القول منی لاملئن جهنم من الجنة والناس اجمعین٥﴾.

و: مستانفہ، لکن: مہملہ استدراکیہ، حق: فعل، القول: ذوالحال، منی: ظرف مستقر حال،ملکر فاعل، لام: قسمیہ، املئن: فعل بافاعل، جهنم: مفعول، من: جار، الجنة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الناس: مؤکد، اجمعین: تاکید،ملکر معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "اقسم" کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فذوقوا بما نسیتم لقاء یومکم هذا انا نسینکم﴾.

ف: فصیحیہ، ذوقوا: فعل امر بافاعل، ب: جار، ما: مصدریہ، نسیتم: فعل بافاعل، لقاء: مضاف، یومکم: موصوف، هذا: صفت،ملکر مضاف الیہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور،ملکر ظرف لغو "العذاب" مفعول محذوف،ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان نسیتم هذا کله" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ، انا: حرف مشبہ واسم، نسینکم: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿وذوقوا عذاب الخلد بما کنتم تعملون٥﴾.

و: عاطفہ، ذوقوا: فعل امر بافاعل، عذاب الخلد: مفعول، بما کنتم تعملون: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انما یومن بایتنا الذین اذا ذکروا بها خروا سجدا وسبحوا بحمد ربهم وهم لا یستکبرون٥﴾.

انما: حرف مشبہ وماکافہ، یومن بایتنا: فعل وظرف لغو، الذین: موصول، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، ذکروا: فعل بانائب الفاعل، بها: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، خروا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، سجدا: حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، سبحوا: فعل ضمیر ذوالحال، بحمد ربهم: ظرف مستقر حال اول، و: حالیہ، هم: مبتدا، لایستکبرون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ حال ثانی،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ صلہ،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿تتجافی جنوبهم عن المضاجع یدعون ربهم خوفا وطمعا ومما رزقنهم ینفقون٥﴾.

تتجافی جنوبهم: فعل وفاعل، عن المضاجع: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، یدعون ربهم: فعل بافاعل ومفعول، خوفا وطمعا: مفعول لہ،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، ممارزقنهم: ظرف لغو مقدم، ینفقون: فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاء بما کانوا یعملون٥﴾.

ف: عاطفہ، لا تعلم: فعل نفی، نفس: فاعل، ما اخفی لهم: موصول صلہ،ملکر ذوالحال، من قرة اعین: ظرف مستقر حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ، جزاء: مصدر بافاعل، بما کانوا یعملون: ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر فعل محذوف "جوزوا" کیلئے مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا لا یستون٥﴾.

همزه: حرف استفهام، ف: عاطفہ، من: موصولہ، کان مؤمنا: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مبتدا، کاف: جار، من: موصولہ، کان فاسقا: جملہ

فعلیہ صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔لایستون:فعل نفی بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿اما الذین امنوا و عملوا الصلحت فلھم جنت الماوی نزلا بما کانوا یعملون٥﴾۔

اما: حرف شرط،الذین:موصول،امنوا:جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،عملوا الصلحت:جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر مبتدا،ف:جزائیہ،لھم:ظرف مستقر خبر مقدم،جنت الماوی:ذوالحال،نزلا:مصدر بافاعل،بما کانوا یعملون:ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ حال،ملکر مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "مھما یکن من شیء فی الدنیا"کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واما الذین فسقوا فماوھم النار﴾۔

و:عاطفہ،اما:حرف شرط،الذین فسقوا:موصول صلہ،ملکر مبتدا،ف:جزائیہ،ماوھم:مبتدا،النار:خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ شرط محذوف "مھما یکن شیء فی الدنیا"کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿کلما ارادوا ان یخرجوا منھا اعیدوا فیھا﴾۔

کلما: ظرفیہ متضمن بمعنی شرط مفعول فیہ مقدم،ارادوا:فعل بافاعل،ان:مصدریہ،یخرجوا منھا:جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ شرط،اعیدوا:فعل بانائب الفاعل،فیھا:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿وقیل لھم ذوقوا عذاب النار الذی کنتم بہ تکذبون٥﴾۔

و:عاطفہ،قیل لھم:قول،ذوقوا:فعل بافاعل،عذاب النار:موصوف،الذی:موصول،کنتم:فعل ناقص بااسم،بہ تکذبون:جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلھم یرجعون٥﴾۔

و:عاطفہ،لام:قسمیہ،نذیقن:فعل بافاعل،ھم:ضمیر ذوالحال،لعلھم یرجعون:جملہ اسمیہ حال،ملکر مفعول،من:جار،العذاب الادنی:ذوالحال،دون:مضاف،العذاب الاکبر:مضاف الیہ،ملکر ظرف متعلق بمحذوف حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم"کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ومن اظلم ممن ذکر بایت ربہ ثم اعرض عنھا انا من المجرمین منتقمون٥﴾۔

و:مستانفہ،من:استفہامیہ مبتدا،اظلم:اسم تفضیل بافاعل،من:جار،من:موصولہ،ذکر بایت ربہ:جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ثم:عاطفہ،اعرض عنھا:جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ،انا:حرف مشبہ واسم،من المجرمین منتقمون:شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم......☆حضرت انس کا بیان ہے کہ یہ آیت ہم انصاریوں کے حق میں نازل ہوئی کہ ہم مغرب پڑھ کر اپنی قیام گاہوں کو واپس نہ آتے تھے جب تک کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز عشاء نہ پڑھ لیتے۔

☆......افمن کان مومنا کمن کان فاسقا......☆حضرت علی سے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کسی بات میں جھگڑ رہا تھا دوران گفتگو کہنے لگا کہ خاموش ہو جاؤ،تم لڑکے ہو میں بوڑھا زبان دراز ہوں،میری نوک سناں تم سے زیادہ تیز ہے،میں تم سے زیادہ بہادر ہوں،میں بڑا جتھے دار ہوں،حضرت علی نے فرمایا چپ تو فاسق ہے،مراد یہ تھی کہ جن باتوں پر تو ناز کرتا ہے انسان کے لئے ان میں سے کوئی قابل مدح نہیں ہے،انسان کا فضل وشرف ایمان وتقوی میں ہے،جسے یہ دولت نصیب نہیں وہ انتہاء کا رذیل ہے،کافر مومن برابر نہیں

ہوسکتا، اللہ نے حضرت علی کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

جن/ہمزاد کے بارے میں تحقیق:

ا......ہمزاد از قسم شیاطین ہے، وہ شیطان کہ ہر وقت آدمی کے ساتھ رہتا ہے، وہ مطلقا کافر ملعون ابدی ہے سوا اس کے جو سید عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا وہ برکت وصحبت کی وجہ سے مسلمان ہوگیا، حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لوگوں تم میں سے کوئی شخص نہیں جس کے ساتھ ہمزاد جن اور فرشتہ نہ ہو"، لوگوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول! کیا آپ کے ساتھ بھی ہے؟ ارشاد فرمایا: "ہاں میرے ساتھ بھی ہے لیکن اللہ نے میری مدد فرمائی کہ وہ مسلمان ہوگیا لہذا وہ مجھے سوائے بھلائی کے کچھ نہیں کہتا"۔(صحیح مسلم، کتاب :صفۃ المنافقین، باب:تحریش الشیطان ،رقم:(۲۰۰۲)/۲۸۱٤، ص١٣٨٥)

اسی طرح طبرانی نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی اور بزار نے حضرت عبداللہ بن عباس یا ابوہریرہ سے سید عالم ﷺ نے فرمایا: "فضلت علي الانبياء بخصلتين كان شيطاني كافرا فاعانني الله عليه حتى اسلم دوسرے انبیائے کرام پر دو باتوں میں مجھے فضیلت بخشی گئی، ایک یہ کہ میرا شیطان کافر تھا کہ اللہ نے مجھے اس پر قوت دی یہاں تک کہ وہ مسلمان ہوگیا"۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار، رقم: ٢٤٣٨، ج٣، ص١٤٦)

اُس کی تسخیر جو سفلیات سے ہو وہ تو حرام قطعی بلکہ اکثر صورتوں میں کفر ہے کہ بے اُن کے خوشامد اور مدائح و مرضیات کے نہیں ہوتی اور جو علویات سے ہو وہ اگرچہ بصولت و سطوت ہے مگر اُس کا ثمرہ غالبا اپنے کاموں میں شیطان سے ایک نوع استعانت سے خالی نہیں ہوتا کہ وہ غلبۂ قاہرہ کہ جو استجابت دعا: ﴿وهب لي ملكا لا ينبغي لاحد من بعدي اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو (ص:۳۰)﴾، سے ناشی ہر ایک کو کہاں نصیب! اور بالفرض نہ بھی ہو تو کافر شیطان کی مخالطت ضرور مورث تغیر احوال وحدوث ظلمت، سیدنا شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ کم ازکم وہ ضرور کہ صحبتِ جن سے ہوتا ہے کہ یہ ہے کہ آدمی متکبر ہوجاتا ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ، تو راہِ سلامت اُس سے بُعد ومجانبت ہی میں ہے، رب تو اس دعا کا حکم دے کہ ﴿ واعوذ بک رب ان یحضرون اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں(المؤمنون:۹۸)﴾ اور یہاں یہ رٹ لگائی جائے کہ حاضر شو حاضر شو والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ (الفتاوی الرضویہ مخرجہ ،رسالہ :جلی النص فی اماکن الرخص، ج٢١، ص٢١٦)

☆......عن جابر ﷺ: "نهانا رسول الله ﷺ ان نتمسح بعظم او بعير یعنی ہمیں سید عالم ﷺ نے ہڈی اور مینگنی سے مسح کرنے سے منع کیا ہے"۔ (ابو داؤد، کتاب الطهارة، باب ما ینهی عنه ان یستنجی به ،رقم:٣٨، ص٢٢)

☆......عن مسعود ﷺ: قال قال رسول الله ﷺ: 'لا تستنجوا بالروث ولا بالعظام فانه زاد اخوانکم من الجن یعنی گوبر اور ہڈی سے استنجاء نہ کرو کیونکہ یہ تمہارے بھائی جن کی غذا ہے"۔

(سنن الترمذی، کتاب الطهارة، باب ما جاء فی کراهیة ما ،رقم: ١٨، ص١٧)

انسان وجن سب کو عذاب دیا جانا:

۲......اللہ کے فرمان: ﴿من الجنة والناس جن اور انسان میں سے (الناس:٦)﴾ سے اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اللہ نے ابلیس (ابوالجن) کے بارے میں فرمایا: ﴿لاملئن جهنم منك وممن تبعك بیشک میں ضرور جہنم کو بھردوں گا تجھ سے اور ان میں سے جتنے تیری پیروی کریں(ص:۸۰)﴾ میں اشارہ ہے کہ نار جہنم عالم سفلی میں ہے اور عالم علوی کی مخلوق جیسے ملائکہ وہ اس سے

بری ہیں، اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ابلیس ملائکہ سے نہیں ہے۔ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿اجمعین﴾ میں دو جہتیں پائی جا سکتی ہیں: (۱)......تاکید کرنا مقصود ہو، (۲)......ہو سکتا ہے کہ ﴿اجمعین﴾ کو حال بنایا گیا ہو، یعنی سب انسان و جن کا یہی حال ہوگا، اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ اللہ ﷻ جہنم میں کیسے انس و جن کو جمع فرمائے گا؟ ہم کہتے ہیں کہ یہ بیان جنس کے اعتبار سے ہے، یعنی جہنم انسانوں و جنوں سے بھری جائے گی، وہاں فرشتے نہ ہونگے۔ ایسا نہیں کہ سارے ہی انسان و جن جہنم میں داخل ہو جائیں بلکہ یوں ہوگا کہ جیسے کسی نے کہا کہ دراہم سارے ہی جیب میں ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ جیب کے علاوہ خارج میں دراہم کی نفی ہو گئی بلکہ ایسا ہی ہے جیسا کہ جنت وسیع ہے یعنی اللہ ﷻ کی رحمت جنتیوں کے لئے وسیع ہے۔ (الرازی، ج۹، ص ۱۴۵)

سجدۂ تلاوت کے بارے میں اہم نکات:

سورۃ الفرقان، رکوع ۵، حاشیہ نمبر ۷، کے تحت ہم نے چودہ آیات سجدہ کی نشاندہی اور چند اہم مسائل مع آیت سجدہ کا طریقہ بیان کر دیا ہے۔ یہاں ہم سجدۂ تلاوت میں پڑھی جانے والی دعائیں اور ایک ہی مجلس و متفرق مجالس میں پڑھی جانے والی آیات میں سجدۂ تلاوت کی صورتیں بیان کریں گے۔

تلاوت میں پڑھی جانے والی دعائیں:

سجدۂ تلاوت میں سُبْحٰنَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھے، یہ فرض نماز میں ہے اور نفل نماز میں سجدہ کیا تو چاہیے کہ ان دعاؤں میں سے کوئی پڑھے مثلاً:

(۱)...... سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ فَتَبَارَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ. (۲)......اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِیْ عِنْدَکَ بِهَا اَجْرًا وَّضَعْ عَنِّیْ بِهَا وِزْرًا وَّاجْعَلْهَا عِنْدَکَ ذُخْرًا وَّ تَقَبَّلْهَا مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِکَ دَاوٗدَ. (۳)......سُبْحٰنَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا. اور اگر بیرون نماز ہو تو چاہیے کہ یہ پڑھے یا صحابہ و تابعین سے جو آثار مروی ہیں وہ پڑھے، مثلاً ابن عمر سے مروی یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ لَکَ سَجَدَ سَوَادِیْ وَبِکَ آمَنَ فُؤَادِیْ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِیْ عِلْمًا یَّنْفَعُنِیْ وَعَمَلًا یَّرْفَعُنِیْ.

مجلس کے بدلنے یا نہ بدلنے کی سجدۂ تلاوت کے ضمن میں مسائل:

مسئلہ نمبر۱: ایک مجلس میں سجدہ کی ایک آیت کو بار بار پڑھا یا سنا تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا، اگرچہ چند شخصوں سے سنا ہو، یوہیں اگر آیت پڑھی اور وہی آیت دوسرے سے سنی جب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔

مسئلہ نمبر۲: پڑھنے والے نے کئی مجلسوں میں ایک آیت بار بار پڑھی اور سننے والے کی مجلس نہ بدلی تو پڑھنے والا جتنی مجلسوں میں پڑھے گا اس پر اتنے ہی سجدے واجب ہونگے اور سننے والے پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اور اگر اس کا برعکس ہے یعنی پڑھنے والا ایک مجلس میں بار بار پڑھتا رہا اور سننے والے کی مجلس بدلتی رہی تو پڑھنے والے پر ایک سجدہ واجب ہوگا اور سننے والے پر اتنے جتنی مجلسوں میں سُنا۔

مسئلہ نمبر۳: مجلس میں آیت پڑھی یا سنی اور سجدہ کر لیا پھر اسی مجلس میں وہی آیت پڑھی یا سنی تو وہی پہلا سجدہ کافی ہے۔

مسئلہ نمبر۴: دو ایک لقمہ کھانے، دو ایک گھونٹ پینے، کھڑے ہو جانے، دو ایک قدم چلنے، سلام کا جواب دینے، دو ایک بات کرنے، مکان کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے کی طرف چلے جانے سے مجلس نہ بدلے گی، ہاں اگر مکان بڑا ہے جیسے شاہی محل تو ایسے مکان میں ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ میں جانے سے مجلس بدل جائے گی۔ کشتی میں ہے اور کشتی چل رہی ہے، مجلس نہ بدلے گی، ریل کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے، جانور پر سوار ہے اور وہ چل رہا ہے تو مجلس بدل رہی ہے ہاں اگر سواری پر نماز پڑھ رہا ہے تو نہ بدلے گی، تین لقمے

کھانے، تین گھونٹ پینے، تین کلمے بولنے، تین قدم میدان میں چلنے، نکاح یا خرید وفروخت کرنے، لیٹ کر سو جانے سے مجلس بدل جائے گی۔

مسئلہ نمبر۵: کسی مجلس میں دیر تک بیٹھنا قرائت، تسبیح تہلیل، درس، وعظ میں مشغول ہونا مجلس کو نہیں بدلتا اور اگر دونوں بار پڑھنے کے درمیان کوئی دنیا کا کام کیا مثلاً کپڑا سینا وغیرہ تو مجلس بدل گئی۔ (بہار شریعت مخرجہ، ج۱،حصہ :۴، ص ۷۳۲وغیرہ)

نماز تہجد کے فضائل ،مسائل اور سید عالم ﷺ سے تعداد تہجد کا ثبوت:

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''فرضوں کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے''۔

(صحیح مسلم، کتاب الصیام ،باب: فضل صوم المحرم، رقم:(٢٦٤٤)/١١٦٣،ص٥٣٥)

صلوۃ اللیل کی دوسری قسم نماز تہجد ہے کہ عشاء کے بعد رات سو کر اٹھیں اور نوافل پڑھیں ،سونے سے قبل جو کچھ پڑھیں وہ تہجد نہیں۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار ،کتاب الصلوۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب :فی صلوۃ اللیل ،ج٢،ص ٤٦٧)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ہر رات میں جب پچھلی تہائی باقی رہتی ہے، آسمان دنیا پر خاص تجلی فرماتا ہے اور فرماتا ہے: ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کروں، ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے دوں، ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ اسے بخش دوں''۔(صحیح مسلم ،کتاب صلوۃ المسافرین، باب: الترغیب فی الدعاء، رقم (١٦٥٩)/٧٥٨،ص٣٤٨)

☆......حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! سلام شائع کرو، اور کھانا کھلاؤ اور رشتہ داروں سے نیک سلوک کرو اور رات میں نماز ادا کرو جب لوگ سوتے ہوں، سلامتی کے ساتھ جنت میں جاؤ گے''۔

(الترغیب والترھیب، کتاب النوافل ،باب:الترغیب فی قیام اللیل ،رقم :٤،ج١ ،ص٢٣٩)

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''رات میں ایک ایسی ساعت ہے کہ مرد مسلمان اس ساعت میں اللہ سے دنیا و آخرت کی جو بھلائی مانگے، وہ اسے دے گا اور یہ ساعت ہر رات میں ہے''۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوۃالمسافرین، باب: فی اللیل ساعۃ مستجاب فیھا الدعاء ،رقم :(١٦٥٨)/٧٥٧،ص٣٤٧)

☆......حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اپنے اوپر رات کے قیام کو لازم کرلو کہ یہ اگلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور تمہارے رب کی طرف قربت کا ذریعہ اور گناہوں کے مٹانے والا اور گناہ سے روکنے والا ہے''۔

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب:فی دعاء النبی ﷺ، رقم:٣٥٦٠، ص١٠١٨)

☆......حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ رمضان میں کیسی (کتنی رکعت) پڑھتے تھے؟ حضرت عائشہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں ادا فرماتے تھے، آپ چار رکعت ادا فرماتے اور اس کے حسن و طول کا نہ پوچھو، پھر چار ادا فرماتے اور اس کے حسن و طول کا نہ پوچھو، پھر تین رکعت (وتر) ادا فرماتے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے پوچھا کہ آپ ﷺ وتر ادا کرنے سے پہلے ہی سو جاتے ہیں؟ فرمایا: اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل جاگتا ہے''۔(صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب:قیام النبی ﷺ باللیل رقم:١١٤٧، ص١٨٣)

☆......بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ سید عالم ﷺ رات کو تیرہ رکعت سے زیادہ ادا نہیں فرماتے، ان میں وتر اور صبح کی دو سنتیں بھی شامل تھیں۔ (صحیح البخاری، کتاب التھجد، باب: کیف صلاۃ النبی ﷺ رقم:١١٤٠، ص١٨٢)

☆......حضرت مسروق کہتے ہیں کہ میں نے بی بی عائشہ سے سید عالم ﷺ کی نماز تہجد کے بارے میں استفسار فرمایا تو انہوں نے جواب دیا کہ فجر کی دو سنتوں کے سوا سات، نو، گیارہ پڑھی ہیں (جن میں وتر شامل ہیں)

مسئلہ نمبر۱: تہجد نفل کا نام ہے اگر کوئی عشاء کے بعد سو رہا پھر اٹھ کر قضا پڑھی تو اس کو تہجد نہ کہیں گے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلوۃ، باب الوتر والنوافل، مطلب :فی صلوۃ اللیل ،ج۲،ص۴٦۷)

مسئلہ نمبر۲: کم سے کم تہجد کی دو رکعتیں ہیں، سید عالم ﷺ سے آٹھ بھی ثابت ہیں۔ (المرجع السابق)

ذمی کے بدلے مسلمان کو قتل کرنے یا نہ کرنے کا مسئلہ:

۵......امام قرطبی آیت ﴿لا یستوٗن﴾ سے ثابت کرتے ہیں کہ قصاص میں مساوات ہوتی ہے اور مومن و کافر میں مساوات نہیں ہے، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ اگر مسلمان کسی ذمی کافر کو قتل کر دے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، امام شافعی و احمد کا یہی مختار ہے، اس کے برخلاف امام اعظم کا مسلک یہ ہے کہ اگر مسلمان نے کسی ذمی کافر کو قتل کر دیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا، اور قصاص اس وقت لیا جائے گا جب قاتل اور مقتول میں مساوات پائی جائے اور اس آیت میں یہ تصریح ہے کہ قاتل و مقتول میں مساوات نہیں ہے اس لئے کافر کا مسلمان سے قصاص نہیں لیا جائے گا اور یہ احناف کے خلاف حجت ہے۔ (القرطبی ،الجزء:۲۱،ص۹۷)

تفسیر قرطبی کی عبارت کے پیش نظر احناف کے نزدیک مسائل متعلقہ:

مسئلہ نمبر۱: مسلم کو ذمی کے بدلے قتل کیا جائے گا، حربی اور مستامن کے بدلے میں نہ مسلم سے قصاص لیا جائے گا اور نہ ہی ذمی سے، اسی طرح مستامن سے مستامن کے مقابل میں قصاص نہیں، ذمی نے ذمی کو قتل کیا، قصاص لیا جائے گا اور قتل کے بعد قاتل مسلمان ہو گا جب بھی قصاص ہے۔

(الفتاوی الهندیه ، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصا، ج٦،ص٤)

مسئلہ نمبر۲: مسلم نے مرتد یا مرتدہ کو قتل کیا اس صورت میں قصاص نہیں، دو مسلمان دارالحرب میں امان لے کر گئے اور ایک نے دوسرے کو وہیں قتل کر دیا قصاص نہیں۔ (المرجع السابق)

مومن وفاسق کا دنیاوی وأخروی معامله:

٦......ایک عام مومن و عام فاسق (کافر) برابر نہیں، کہ ایک کے پاس ایمان کا نور ہے تو دوسرے کے کفر کی سیاہی، ایک عبادت کر کے درجات کی بلندی پالیتا ہے دوسرا اپنے تئیں کئی خدا بنا کر واحد حقیقی سے دور ہو جاتا ہے۔ ایک کے لئے قرآن جنت کی نوید سناتا ہے تو دوسرے کو جہنم کے عذاب کی وعید سنائی جاتی ہے۔ مومن پر اللہ کی رحمت اور کافر پر اللہ کی لعنت، الغرض یہ چند باتیں جن سے فرق واضح ہو جاتا ہے تاہم شان نزول کو دیکھیں تو کہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ اور کہاں عقبہ بن ابی معیط جیسا بدبخت۔

اغراض:

منک بصدق الوصل: یعنی جو ہمیں وعدہ و وعید کی خبر دیتے ہیں۔

الان: فی الحال ہم ایمان لائے، اور اس بات کا احتمال ہے کہ ہم سے شرک واقع نہ ہو گا جیسا کہ کہتے تھے: اللہ ہمارا رب ہے اور ہم مشرک نہ تھے۔ لو ایت امرا فظیعا: یعنی بیہودہ و عجیب۔

ای بترککم الایمان: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ نسیان سے ترک کر دینا (چھوڑ دینا) مراد ہے۔

القرآن: آیت کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ قرآن میں ہر ایک جو قرآن سنے اور نصیحت پر عمل کرے اُسے سجدہ کرنا چاہیے چہ جائے کہ موضع سجدہ نہ ہو؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ سنت رسول میں اس بات کا بیان موجود ہے کہ قرآن سننے والے اور نصیحت پر عمل کرنے والوں کو سجدہ کب کہاں کرنا چاہیے لہذا اشکال نہیں رہتا۔

متلبسین: یعنی سجدہ کرنے والے اللہ کی بڑائی اور حمد بیان کرنے کے لئے سجدہ کرتے ہیں، اور اللہ کی تنزیہ زمین پر پیشانی رکھ کر حاصل

ہوتی ہے اور سبحان الله والحمدلله کہنے سے اس کی تعریف بیان کی جاتی ہے، اور سجدہ تسبیح وتحمید دونوں سے مل کر ہوا کرتا ہے، اور اسی میں دعا کا انحصار بھی ہے اور اسی کے بارے میں حدیث میں یہ دعا بھی منقول ہے: "اے اللہ! میرے لئے اپنی پاک بارگاہ میں اجر لکھ دے، اور مجھ سے گناہ کا بوجھ اتار دے، اوران عبادات کو اپنی بارگاہ میں میرے لئے ذخیرہ کر دے اور جس طرح تو نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام سے قبول کیا تھا اسی طرح مجھ سے بھی قبول فرما"۔

لصلاتهم بالليل: جس میں دل کا نور اور رب کی رضا ہوتی ہے، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: "مجھے جبرائیل امین نے ہمیشہ رات کے قیام کی وصیت کی یہاں تک کہ میں نے جان لیا کہ میری امت کو اختیار ہے کہ رات میں نہ سوئیں"۔

مضارع: اور فاعل ضمیر مستتر انا ہے، حدیث (قدسی) میں ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسے کان رکھے ہیں جس میں (برا) سننے کی صفت نہ ہو، (برا) دیکھنے کی صفت نہ ہو اور نہ ہی (برا) دل جس میں خطرات کا نزول ہوتا ہو۔

والجدب سنين: یعنی مکہ میں سات سال قحط رہا، یہاں تک کہ وہ قحط سے تنگ آ کر مردار، ہڈیاں اور کتے کھا گئے۔

ای من بقی منهم: یعنی قحط یا یوم بدر کے بعد۔ (الصاوی، ج۵، ص ۲۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۶

﴿ولقد اتينا موسى الكتب ﴾التَّوْرَاةَ﴿فلا تكن فى مرية ﴾شَكٍّ﴿ من لقائه ﴾وَقَدْ اِلْتَقَيَا لَيْلَةَ الْاَسْرَاءِ﴿ وجعلنه ﴾اَىِ الموسى اَوِ الْكِتَابِ﴿هدى ﴾هَادِيًا﴿ لبنى اسرائيل (۲۳) وجعلنا منهم ائمة ﴾بِتَحْقِيقِ الْهَمزَتَينِ وَاِبدَالِ الثَّانِيةِ ياءً قادةً﴿ يهدون ﴾الناسَ﴿ بامرنا لما صبروا ﴾علٰى دِيْنِهِمْ و عَلَى الْبَلاءِ مِن عَدُوِّهِمْ﴿ و كانوا بايتنا ﴾الدَّالَّةِ عَلٰى قُدْرَتِنا وَوُحْدانِيَتِنا﴿ يوقنون (۲۴) ﴾وَفِى قِرَائَةٍ بِكَسْرِ اللامِ وَتَخْفِيفِ الْمِيمِ﴿ ان ربك هو يفصل بينهم يوم القيمة فيما كانوا فيه يختلفون (۲۵) ﴾مِن اَمْرِ الدينِ﴿ اولم يهد لهم كم اهلكنا من قبلهم ﴾اَى لَمْ يَتَبَيَّنْ لِكفارِ مَكةَ اِهْلاكُنَا كَثِيرًا﴿ من القرون ﴾الْاُمَمِ بِكُفْرِهِم﴿ يمشون ﴾حالٌ مِن ضَمِيرِ لهم﴿ فى مسكنهم ﴾فِى اَسفارِهِم اِلَى الشَّامِ وَغيرِها فَيَعتَبِرُونَ﴿ ان فى ذلك لايت ﴾دَلالاتٍ على قُدرَتِنَا﴿ افلا يسمعون (۲۶) ﴾سَمَاعَ تَدَبُّرٍ واِتِّعَاظٍ﴿ اولم يروا انا نسوق الماء اِلَى الارض الجرز ﴾اليَابِسَةِ الَّتِى لَا نَبَاتَ فيها﴿ فنخرج به زرعا تاكل منه انعامهم وانفسهم ط افلا يبصرون (۲۷) ﴾هٰذا فَيَعْلَمُونَ اِنَّا نَقدِرُ عَلىٰ اِعَادَتِهِم﴿ويقولون ﴾لِلْمُومِنِينَ﴿ متى هذاالفتح ﴾بَيننَا و بَينكُم﴿ان كنتم صدقين (۲۸) قل يوم الفتح ﴾بِاِنْزالِ العَذَابِ بِهِم﴿ لا ينفع الذين كفروا ايمانهم ولا هم ينظرون (۲۹) ﴾يُمهَلُونَ لِتَوبةٍ اَو مَعذِرةٍ﴿ فاعرض عنهم وانتظر ﴾اِنْزالَ العَذَابَ بِهِم﴿ انهم منتظرون (۳۰) ﴾بِكَ حادِثَ موتٍ اَو قَتلٍ فَيَستَرِيحُونَ مِنكَ وهذا قَبلَ الْاَمرِ بِقِتَالِهِم.

﴿ترجمه﴾

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی تورات ......۱) عطا فرمائی تو تم اس کے ملنے میں شک نہ کرو (بلاشبہ شب معراج دونوں انبیاء کرام نے باہم ملاقات کی ہے ......۲ ...... مریۃ بمعنی شک ہے) اور ہم نے اسے (یعنی موسیٰ علیہ السلام یا تورات کو) بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کرنے والا کیا (ھدی بمعنی ھادیا ہے) اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے (ائمۃ دو ہمزوں کی تحقیق اور دوسرے ہمزہ

گو یاء کے ساتھ تبدیل کرنے کے ساتھ ہے) کہ رہنمائی کرتے (لوگوں کی) ہمارے حکم سے بلکہ انہوں نے صبر کیا (اپنے دین پر اور لوگوں سے ملنے والی آزمائشوں اور تکالیف پر......سج......) اور وہ ہماری (ان) آیتوں پر (جو ہماری قدرت اور ہماری وحدانیت پر دلالت کرتی تھیں) یقین لاتے تھے (ایک قرائت میں لـمـا کولام مکسورہ اور میم مخففہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے اس صورت میں ما مصدر یہ اور لام علت کیلئے ہوگا) بیشک تمہارا رب ان میں فیصلہ کردے گا قیامت کے دن جس میں (یعنی جس دینی معاملے میں) اختلاف کرتے تھے اور کیا انہیں اس بات پر ہدایت نہ ہوئی کہ ہم نے ان سے پہلے ہلاک کردیں قومیں (یعنی کیا کفار مکہ پر ظاہر ہمارا بہت کچھ ہلاک فرمادینا ظاہر نہ ہوا، ان کے کفر کے سبب، القرون بمعنی الامم ہے) یہ چل پھر رہے ہیں (یمشون یہ لھم کی ھم ضمیر سے حال بن رہا ہے) ان کے گھروں میں (شام وغیرہ کی طرف سفر کرنے کے دوران کہ انہیں دیکھ کر عبرت حاصل کریں......مج......) بیشک اس میں ضرور (ایسی) نشانیاں ہیں (جو ہماری قدرت پر دلالت ہیں) تو کیا یہ سنتے نہیں (ایسا جو تدبر کرنے اور نصیحت قبول کرنے پر راضی ہو) اور کیا نہیں دیکھتے کہ ہم پانی بھیجتے ہیں خشک زمین کی طرف (جس میں کچھ کھیتی نہیں ہوتی، الجرز کے معنی خشک ہے) پھر اس سے کھیتی نکالتے ہیں کہ اس میں سے ان کے چوپائے اور وہ خود کھاتے ہیں تو کیا انہیں (یہ) سوجھتا نہیں (کہ وہ جان لیتے کہ ہم انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہیں) اور وہ (مومنین سے) کہتے ہیں (ہمارے تمہارے درمیان) فیصلہ کب ہوگا؟ اگر تم سچے ہو تم فرماؤ فیصلہ کے دن (توبہ کرنے یا عذر دینے کی) مہلت ملے (ینظرون بمعنی یمھلون ہے) تو ان سے منھ پھیر لو اور (ان پر عذاب نازل کئے جانے کا) انتظار کرو بیشک انہیں بھی (تمہارے ساتھ) انتظار کرنا ہے (وہ آپ ﷺ کی وفات کا اور شہید کئے جانے کے منتظر ہیں تا کہ وہ بدبخت اپنے تئیں آپ ﷺ سے چھٹکارہ پاسکیں، یہ حکم حکم جہاد بالکفار سے پہلے کا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد اتینا موسی الکتب فلا تکن فی مریۃ من لقائہ﴾۔

و: مستانفہ، لام قسمیہ، قد تحقیقیہ، اتینا: فعل بافاعل، موسی: مفعول اول، الکتب: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ مستانفہ، ملکر جملہ قسمیہ، ف فصیحیہ، لا تکن: فعل نہی بااسم، فی: جار، مریۃ: موصوف، من لقائہ: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وجعلنہ ھدی لبنی اسرائیل٥ وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا وکانوا بایتنا یوقنون٥﴾۔

و: عاطفہ، جعلنہ: فعل بافاعل ومفعول، ھدی: مصدر بافاعل، لبنی اسرائیل: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، جعلنا منھم: فعل بافاعل وظرف لغو، ائمۃ: موصوف، یھدون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، بامرنا: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، لما: بمعنی "حین" مضاف، صبروا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کانوا بایتنا یوقنون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان ربک ھو یفصل بینھم یوم القیمۃ فیما کانوا فیہ یختلفون٥﴾۔

ان ربک: حرف مشبہ واسم، ھو: مبتدا، یفصل بینھم: فعل بافاعل وظرف، یوم القیمۃ: ظرف ثانی، فی: جار، ما کانوا فیہ یختلفون: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولم یھد لھم کم اھلکنا من قبلھم من القرون یمشون فی مسکنھم﴾۔

ھمزہ: حرف استفہام،و: عاطفہ،لم یھد: فعل نفی"کثرۃ اھلاکنا القرون" فاعل محذوف،لھم: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،کم: خبریہ ذوالحال،من: جار،القرون: ذوالحال،من قبلھم: ظرف مستقر حال مقدم،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر حال،ملکر مفعول،مقدم،اھلکنا: فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ،یمشون: فعل بافاعل،فی مسکنھم: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ان فی ذلک لایت افلا یسمعون۝﴾.

ان: حرف مشبہ،فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم،لام: تاکیدیہ،ایت: اسم مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،ھمزہ: حرف استفہام،ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "صموا" لا یسمعون: فعل نفی بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اولم یروا انا نسوق الماء الی الارض الجرز فنخرج بہ زرعا تاکل منہ انعامھم وانفسھم﴾.

ھمزہ: حرف استفہام،و: عاطفہ،لم یروا: فعل نفی بافاعل،انا: حرف مشبہ واسم،نسوق الماء: فعل بافاعل ومفعول،الی: جار،الارض الجرز: مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ف: عاطفہ،نخرج بہ: فعل بافاعل،وظرف لغو،زرعا: موصوف،تاکل منہ: فعل وظرف لغو،انعامھم وانفسھم: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افلا یبصرون ۝ ویقولون متی ھذا الفتح ان کنتم صدقین۝﴾.

ھمزہ: حرف استفہام،ف: عاطفہ،لا یبصرون: فعل نفی بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ،و: مستانفہ،یقولون: قول،متی: ظرف خبر مقدم،ھذا: مبدل منہ،الفتح: بدل،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،ان: شرطیہ،کنتم صدقین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فمتی ھذا الفتح" کی شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قل یوم الفتح لا ینفع الذین کفروا ایمانھم ولا ھم ینظرون۝﴾.

قل: قول،یوم الفتح: ظرف مقدم،لا ینفع: فعل نفی،الذین کفروا: موصول صلہ،ملکر مفعول،ایمانھم: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،لا: نافیہ،ھم: مبتدا،ینظرون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فاعرض عنھم وانتظر انھم منتظرون۝﴾.

ف: فصیحیہ،اعرض عنھم: فعل امر بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،انتظر: فعل امر بافاعل،"النصر علیکم"،فعل محذوف،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر شرط محذوف" اذا کان الامر کذلک " کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ،انا: حرف مشبہ واسم،منتظرون: خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

موجودہ دور میں توریت کا حال کیا ھے؟

۱...... یہود تورات میں لفظی تحریف بھی کرتے تھے اور معنوی بھی،لفظی تحریف یہ تھی کہ کسی لفظ کو درمیان سے چھوڑ دیتے یا کسی لفظ کو دوسرے لفظ سے بدل دیتے تھے،یا اس لفظ کو زبان مروڑ کر اس طرح پڑھتے تھے کہ اس کا معنی بدل جاتا تھا،اور معنوی تحریف یہ تھی کہ کسی آیت کا الٹ تفسیر کرتے یا باطل تاویل کرتے تھے،اگر ان سے آخری نبی کے بارے میں پوچھیں تو (معاذ اللہ) دجال کی صفات پڑھ کر سناتے حالانکہ جانتے تھے کہ آخری نبی ﷺ کی صفات کیا ہیں؟۔اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینت والھدی من بعد ما بینہ للناس فی الکتب اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللعنون﴾ بیشک وہ جو ہماری اتاری ہوئی

روشن باتوں اور ہدایت کا چھپاتے ہیں بعد اس کے ان لوگوں کے لئے ہم اسے کتاب میں واضح فرما چکے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرنے والوں کی لعنت (البقرۃ:۱۵۹)۔

علامہ زحیلی لکھتے ہیں:

تاریخ میں یہ معروف ہے کہ یہود و نصاریٰ نے خود اعتراف کیا ہے کہ جو تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور جس کی حفاظت کا انہوں نے حکم دیا تھا اس کا صرف ایک نسخہ تھا اور یہود و نصاریٰ کے مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ جب اہل بابل نے یہودیوں کو قید کیا اور ان میں لوٹ مار کی اس وقت وہ نسخہ گم ہو گیا اور ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی نسخہ نہیں تھا اور جب اہل بابل نے ان کے ھیکل کو جلا دیا، تو وہ اس نسخہ کو محفوظ نہ رکھ سکے۔ جو پانچ سورتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جانب منسوب ہیں، جن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات اور وفات کا ذکر ہے اور یہ کہ ان کے بعد کوئی ان جیسا نہیں ہوگا، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے کافی عرصہ گزر جانے کے بعد، بلکہ کئی صدیاں گزر جانے کے بعد لکھی گئی ہیں۔ ان کو عذر کاہن نے لکھا تھا جو بنی اسرائیل کے قید ہونے والے بوڑھوں سے بچ گیا تھا، اسی طرح نصاریٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ انجیل بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کافی زمانے کے بعد لکھی گئی تھی۔

(التفسیر المنیر، ج۶، ص ۱۲۶)

ہماری رائے یہ ہے کہ توریت اور انجیل کلیتاً ساقط الاعتبار نہیں ہیں، موجودہ توریت اور انجیل خواہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے بعد لکھی گئی ہوں، لیکن ان میں بہر حال اصل توریت اور انجیل کی بہت سی آیات موجود ہیں اور بعد کی بنائی ہوئی آیات بھی موجود ہیں کیونکہ قرآن مجید نے ان کتابوں کا اعتبار کیا ہے اور قرآن مجید کو ان کا مصداق قرار دیا ہے اور ان کتابوں کے حاملین کو اہل کتاب فرمایا ہے اور ہمارے نزدیک ان کتابوں میں ہر طرح سے تحریف کی گئی ہے، اصل آیات نکال کر اور اپنی طرف سے آیات بنا کر ان میں داخل کی گئی ہیں، اور جو آیات سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت سے متعلق تھیں، ان کو چھپایا اور نکالا گیا ہے، حدود کی آیات (جیسا کہ ماقبل آیت رجم سے متعلق بیان ہے) میں حسب منشاء تغیر کیا گیا اور بعض الفاظ کو توڑ مروڑ کر بھی پڑھا گیا ہے، تاکہ معنی کچھ اور ہو جائیں۔

(تبیان القرآن، ج۳، ص ۱۲۹ وغیرہ)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کا بیان:

۲...... حضرت ابن عباس کہتے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ثابت ہے، جیسا کہ شیخین کی طویل روایت میں ہے جسے امام جلال نے سورۃ الاسراء کے ابتداء میں ان الفاظ میں نقل کیا ہے: ثم عرج بنا الی السماء السادسة فاستفتح جبرائیل فقیل من انت قال جبرائیل قیل ومن معک قال محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیل وقد بعث الیہ قال قد بُعث الیہ ففتح لنا فاذا انا بموسی فرحب بی ودعا لی بخیر پھر مجھے چھٹے آسمان کی سیر کرائی گئی حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے دروازے پر دستک دی پوچھا گیا کون ہے؟ فرمایا: جبرائیل علیہ السلام، پوچھا گیا کیا آپ علیہ السلام کے ساتھ بھی کوئی ہے؟ فرمایا: ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم! پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ فرمایا ہاں انہیں بلایا گیا ہے پھر دروازہ کھولا گیا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یہاں میری ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور دعائے خیر ارشاد فرمائی۔

(جلالین کلاں جھازی سائز، پارہ ۱۵، تحت الآیۃ: سبحن الذی اسری، ص ۲۲۹)

☆...... رایت لیلة اسری بی موسی رجلا آدم طوالا یعنی میں نے لیلۃ الاسری موسیٰ علیہ السلام کو طویل القامت دیکھا۔

(شرح لسیوطی علی مسلم، باب: ۱۶۵، الجزء الاول، ص ۲۰۹، الشاملة)

☆......سید عالم ﷺ کو فرمایا گیا کہ اے محبوب ﷺ! شب معراج آپ کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی اس بارے میں شک نہ کریں اور یہ قول ابن عباس کا ہے۔ (الخازن، ج۳، ص۴۰۶)

امام وقت کیسا ہونا چاہیے؟

س......سب سے پہلے تو یہ جان لیں کہ امامت کی دو اقسام ہیں: صغری اور کبری، پس نماز امامت صغری ہے اور سید عالم ﷺ کی نیابت امامت کبری کہلاتی ہے۔ جب تک اس عالم رنگ و بو میں پیکر علم و حکمت، تاجدار رسالت اپنی حیات ظاہری کے ساتھ رہے، اپنے کردار، افعال، اعمال سے صحابہ کی تربیت فرماتے رہے اور دشمنان اسلام سے نبرد آزما ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام کو فروغ بھی دیتے رہے۔ اپنی ظاہری حیات ہی میں ایسے دینی معاون تیار کر لئے کہ بعد کے مسائل کو خندہ پیشانی سے حل کر سکیں۔ بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس قوم میں ابوبکر صدیق ہوں وہاں کسی اور کو امامت کا حق نہیں''۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: ابی بکر وعمر، رقم: ۳۶۹۳، ص۱۰۵۱)

☆......سیدنا ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں کہ جب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے بیعت لی تو ان سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے لوگوں! خدا کی قسم مجھے زندگی بھر کسی دن یارات امارت کی خواہش نہ رہی نہ کبھی خفیہ اور نہ ہی اعلانیہ۔ اور نہ ہی میں نے اسے اللہ سے طلب کیا ہے۔ میں تو ایک فتنہ سے ڈر گیا تھا ورنہ مجھے امارت یعنی حکمرانی لے کر آرام نہیں ملا بلکہ مجھ پر ایک عظیم ذمہ داری آن پڑی ہے جو میری برداشت سے زیادہ ہے مگر یہ کہ خدا مجھے اس کو نبھانے کی توفیق دے۔ میں تو آج بھی چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں میں سے کوئی اس منصب کو سنبھال لے''۔

(المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، خطبہ ابی بکر واعتذارہ، رقم: ۴۴۲۲، ج۵، ص۱۶۷۰)

☆......حضرت سیدنا حمید بن حلال بیان کرتے ہیں کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر جلوہ گر ہوئے تو بعض صحابہ نے انہیں مشورہ دیا کہ وظیفہ مقرر کر لیجئے، چنانچہ طے یہ ہوا کہ پہننے کے لئے دو چادریں ملیں گی، جب وہ پرانی ہو جائیں تو انہیں نئی چادریں دی جائیں۔ سواری کے لئے ایک جانور دیا جائے جس پر سفر کر سکیں اور خلیفہ بننے سے قبل جیسا خرچہ اپنے گھر والوں پر کرتے تھے ایسا ہی خرچہ دیا جائے۔ (الطبقات الکبری لابن سعد، طبقات البدریین من المھاجرین، ذکر بیعۃ ابی بکر، ج۳، ص۱۳۷)

☆......حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں خطبہ دیا اور اس وقت آپ رضی اللہ عنہ نے جو چادر پہنی ہوئی تھی اس میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔

(الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد عمر بن الخطاب، رقم: ۶۵۸، ص۱۵۲)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سید عالم ﷺ سے دو مرتبہ جنت خریدی، ایک مرتبہ بئر رومہ خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا اور دوسری مرتبہ غزوۂ تبوک کے لئے سامان فراہم کیا''۔

(المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابہ، باب: اشتری عثمان الجنۃ مرتین، رقم: ۴۵۷۰، ج۱، ص۱۷۲۰)

☆......حضرت شرحبیل بن مسلم سے مروی ہے کہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ لوگوں کو امیروں والا کھانا کھلاتے اور خود گھر کے سرکہ اور زیتون کے ساتھ تناول کرتے''۔ (الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد عثمان بن عفان، رقم: ۶۸۴، ص۱۵۵)

☆......حضرت ابو عمر بن علاء اپنے والد گرامی سے نقل کرتے ہیں کہ امیر المومنین مولا علی مشکل کشا شیر خدا رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں! تمہارے دیئے ہوئے مال میں سے میرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں، یہ کہہ کر اپنی

آستین سے ایک بوتل نکالی اور فرمایا یہ مجھے میرے ایک دیہاتی غلام نے ہبہ (تحفہ) دی تھی"۔

(الزهد للامام احمد بن حنبل، زهدعلی المرتضی، رقم:۶۹۵،ص۱۵۷)

یہ عبرت کی جاہ ہے تماشا نہیں ہے!

☆......سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دوران خطبہ فرماتے ہیں: "کہاں ہیں وہ خوبصورت چہرے، کہاں ہیں وہ جو اپنی جوانی پر اتراتے تھے؟ کہاں گئے وہ بادشاہ جنہوں نے عالیشان محل بنائے اور مضبوط قلعوں سے تحفظ دیا؟ کہاں گئے میدان جنگ میں غالب آنے والے؟ بیشک زمانے نے ان کو ذلیل کر دیا اور اب یہ قبر کی تاریکیوں میں پڑے ہیں، جلدی کرو! نیکیوں پر سبقت کرو، اور نجات طلب کرو۔

(ذم الهوی، باب:۵،ص۴۹۸)

☆......حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے: بیشک تم گردش ایام میں ہو اور موت اچانک آ جائے گی، جس نے بھلائی کا بیج بویا عنقریب امید کی فصل کاٹے گا اور جس نے بُرائی کا بیج بویا وہ ضرور ندامت کی فصل کاٹے گا، ہر کاشتکار کے لئے اسی کی کھیتی ہے"۔

(المرجع السابق)

اغراض:

وقد التقیا لیلة الاسراء: یعنی کثیب احمر کی زمین میں، جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے، اور چھٹے آسمان پر بھی ملاقات فرمائی، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، اور کلام پاک میں اس جانب اشارہ ہے کہ "لقائه" میں موجود ضمیر عائد موسیٰ کی جانب راجع ہے اور مصدر مضاف مفعول کے لئے ہے، یعنی لیلۃ الاسراء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت موسیٰ کب ملے؟ اس پر قوی ترین احتمالات ہیں۔ **بینهم:** یعنی مومنین ومشرکین، یا حضرات انبیائے کرام اور ان کی اُمتیں۔

وهذا قبل الامر بقتالهم: یہ حکم آیت جہاد سے منسوخ ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ آیت مقدسہ محکم ہے اور ان سے اعراض کریں اور جو اسلام لے آئے ان کے عذر کو قبول کریں، اور جو اُن پر (حدود) ہیں انہیں ترک کر دیں، جیسا کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو اسلام لانے کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کی حد معاف کر دی گئی، اور ان تمام کو حدود معاف کر دی گئیں جو عام الفتح کے دن مکہ میں داخل ہو گئے۔

الیابستة التی لا نبات فیها: یعنی ایسی زمین جس میں پیداوار نہ ہوتی ہو، مراد سرزمین یمن ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص ۲۲)

ایک اھم بات

صلوا علی الحبیب: صلی الله علی محمد

قیامت دشمنان اسلام پر آئے گی

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ظاہری کے ایک زمانے کے بعد جب کہ قیامت قائم ہونے میں فقط چالیس برس رہ جائیں گے، ایک خوشبودار ٹھنڈی ہوا چلے گی، جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے سے گزرے گی، جس کا اثر یہ ہوگا کہ مسلمان کی روح قبض ہو جائے گی اور کافر ہی کافر رہ جائیں گے اور انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "پس اللہ ایک خوشبودار ہوا بھیجے گا، جو ان کی بغلوں کے نیچے سے نکلے گی، پھر ہر مومن ومسلم کی روح قبض کر لی جائے گی، اور شریر لوگ روئے زمین پر باقی رہیں گے، لوگ سرخ گھوڑوں کی مانند ایک دوسرے پر حملہ آور ہوں گے، پس ان پر قیامت قائم ہوگی"۔

(صحیح مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعة، باب ذکر الدجال، رقم: ۷۲۶۷/۲۹۳۷، ص ۱۴۳۶)

(البیضاوی، ج۲، ص ۲۱۷ ملخصا)

سورة الاحزاب مدنية وهى ثلث وسبعون آية

سورۃ الاحزاب مدنی ہے اور اس میں ۷۳ آیات ہیں

تعارف سورۃ الاحزاب

اس سورت میں نو رکوع، ۱۲۸۰ کلمات اور ۵۷۹۰ حروف ہیں۔ اس سورت میں غزوہ احزاب کا مفصل حال بیان کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو راہ خدا میں جہاد کی اہمیت وافادیت کا بیان کیا گیا ہے۔ دین اسلام کی سربلندی کا ایک راز جہاد میں پنہاء ہے۔ اگر سید عالم ﷺ خود بنفس نفیس جہاد میں شرکت کر کے اپنے صحابہ کو ترغیب بھی دی۔ اس سورت میں سید عالم ﷺ کے اہل بیت کے فضائل و مناقب بھی بیان ہوئے ہیں اور ان کی طہارت پر خاص طور پر کلام کیا گیا ہے تاکہ یزیدی گروہ اور ہر قسم کے وہ لوگ جو شان اقدس میں کمی کرنے کے خوگر رہتے ہیں انہیں تنبیہ ہو جائے۔ مزید یہ بھی کہ جو شان سید عالم ﷺ کے اہل بیت کی ہے وہ کسی اور کی نہیں ہو سکتی تاہم اہل بیت میں کون کون شامل ہیں اس کا بیان بھی خاص طور پر کیا گیا ہے۔ سید عالم ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا معنی بھی اس سورت میں واضح کر دیا اور رہتی دنیا تک کے لوگوں کو بتا دیا کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا، اور اس کے لئے بالفرض، چنانچہ اور اگر مگر کے لفظ کو، غل کر کے اپنی عاقبت کو داؤ پر نہ لگایا جائے کیونکہ حضور ﷺ کی خاتمیت نص سے ثابت ہے اور نص کے مقابلے میں کسی کا کوئی قول قابل ذکر نہیں۔ سید عالم ﷺ کی ازواج مطہرات اور دیگر اہل ایمان پاک مومنات کو پردے کے احکام بھی اس سورت میں عطا کئے گئے ہیں جن پر فی زمانہ عمل نہ کرنے کے نقصانات ہم دیکھ ہی رہے ہیں۔ آخر میں انسان کا خود کو مشقت میں ڈالنے اور نادان ہونے کا معنی بھی بیان کیا گیا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

رکوع نمبر: ۱۷

﴿ يايها النبى اتق الله ﴾دُمْ على تَقْوَاهُ﴿ ولا تطع الكفرين والمنفقين ﴾فِيما يُخالِفُ شَرِيعَتَكَ ﴿ ان الله كان عليما ﴾بِما يَكونُ قَبلَ كَونِهِ﴿ حكيما ﴾ (۱) فِيما يَخلُقُهُ ﴿ واتبع ما يوحى اليك من ربك ﴾أي القُرانَ﴿ ان الله كان بما تعملون خبيرا ﴾ (۲) وَفِي قِرَاءَةٍ بِالفَوقَانِيَةِ﴿ وتوكل على الله ﴾فِي اَمْرِكَ﴿ وكفى بالله وكيلا ﴾ (۳) حَافِظًا لَكَ وَاُمَّتُهُ تَبَعٌ لَهُ فِي ذَالِكَ كُلِّهِ﴿ ما جعل الله لرجل من قلبين فى جوفه ﴾رَدًّا عَلَى مَنْ قَالَ مِنَ الْكُفَّارِ اِنَّ لَهُ قَلْبَينِ يَعقِلُ بِكُلٍّ مِنهُما اَفضَلُ مِنْ عَقلِ مُحمدٍ﴿ وما جعل ازواجكم الئى ﴾وَبِهَمزَةٍ وَيَاءٍ وَبِلايَاءٍ﴿ تظهرون ﴾بِلا اَلِفٍ قَبلَ الهَاءِ وَبِهَا التَّاءِ الثَّانِيَةِ فِي الْاَصْلِ مُدْغِمَةً فِي الظَّاءِ ﴿ منهن ﴾بِقَولِ الْوَاحِدِ مَثَلًا لِزَوجٍ ، اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهرِ اُمِّي﴿ امهتكم ﴾كَالْاُمَّهَاتِ فِي تَحرِيمِها بِذَالِكَ الْمَعَدِّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ طَلاقًا وَاِنَّما تَجِبُ بِهِ الْكَفَّارَةُ بِشَرطِهِ كَمَا ذُكِرَ فِي سُورَةِ الْمُجَادِلَةِ﴿ وما جعل ادعياء كم ﴾جَمعُ دِعِيٍ وَهوَ مَنْ يُدْعٰى لِغَيرِاَبِيهِ اِبْنًا لَهُ﴿ ابناء كم ﴾حَقِيقَةً﴿ ذلكم قولكم بافواهكم ﴾أي اليَهُودِ وَالْمُنَافِقِينَ قَالُوا لَمَّا تَزَوَّجَ النَّبِيُّ ﷺ زَيْنَبَ بِنتَ جَحشٍ اَلَّتِي كَانَتْ اِمْرَاَةَ زَيدِ بنِ حَارِثَةَ الَّذِي

تبناهُ النبی ﷺ قالوا تزوّج محمدٌ اِمرأة اِبنِه فاکذبھم اللهُ فی ذالک ﴿ والله یقول الحق ﴾ فی ذالک ﴿ وھو یھدی السبیل (۴) ﴾ سبیل الحقِ لکنْ ﴿ ادعوھم لاٰبائھم ھو اقسط ﴾ اعدلُ ﴿ عندالله ج فان لم تعلموا اٰباء ھم فاخوانکم فی الدین وموالیکم ط ﴾ بنو عمّکم ﴿ ولیس علیکم جناح فیما اخطاتم به لا ﴾ فی ذالک ﴿ ولکن ﴾ فی ﴿ ما تعمدت قلوبکم ط ﴾ فیه وھو بعد النھی ﴿ وکان الله غفورا ﴾ لما کان مِن قولکم قبل النھی ﴿ رحیما (۵) ﴾ بکم فی ذالک ﴿ النبی اولی بالمومنین من انفسھم ﴾ فیما دعاھم الیه ودعتھم انفسھم الی خلافه ﴿ وازواجه امھتھم ط ﴾ فی حرمة نکاحھن علیھم ﴿ واولوالارحام ﴾ ذوالقرابات ﴿ بعضھم اولی ببعض ﴾ فی الارث ﴿ فی کتب الله من المومنین والمھجرین ﴾ ای من الارث بالایمان والھجرة الذی کان اول الاسلام فنسخ ﴿ الا ﴾ لکنْ ﴿ ان تفعلوا الی اولیئکم معروفا ط ﴾ بوصیة فجائز ﴿ کان ذلک ﴾ ای نسخ الارث بالایمان والھجرة بارث ذوی الارحام ﴿ فی الکتب مسطورا (۶) ﴾ وارید بالکتاب فی الموضعین اللوح المحفوظ ﴿ و ﴾ اذکرْ ﴿ اذ اخذنا من النبیین میثاقھم ﴾ حین اخرجوا من صلب آدم کالذّرجمع ذرّة وھی اصغر النمل ﴿ ومنک ومن نوح وابراھیم وموسی وعیسی ابن مریم ص ﴾ بان یعبدوا الله ویدعوا الناس الی عبادته وذکر الخمسة من عطف الخاص علی العام ﴿ واخذنا منھم میثاقا غلیظا (۷) ﴾ شدیدا بالوفاء بما حملوه وھو الیمین بالله ثم اخذ المیثاق ﴿ لیسئل ﴾ الله ﴿ الصدقین عن صدقھم ﴾ فی تبلیغ الرسالة تبکیتا للکفرین بھم ﴿ واعد ﴾ تعالی ﴿ للکفرین ﴾ بھم ﴿ عذابا الیما (۸) ﴾ وھو عطفٌ علی اخذنا.

﴿ترجمہ﴾

اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی اللہ کا یوہیں خوف رکھنا (یعنی خوف خدا پر ڈٹے رہنا......۱......) اور کافروں اور منافقوں (کی اپنی شریعت کے خلاف باتیں) نہ سننا بیشک اللہ علم رکھتا ہے (جو کچھ ظہور میں آئے گا، اس کا پہلے ہی سے علم رکھتا ہے) اور حکمت والا ہے (اپنی مخلوق کو پیدا فرمانے میں) اور اس کی پیروی رکھنا جو تمہارے رب کی طرف سے تمہیں وحی ہوتی ہے (یعنی قرآن پاک کی) اے لوگوں اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے (تعملون علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور اے محبوب تم (اپنے امور میں) اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ بس ہے کام بنانے والا ہے (وکیلا بمعنی حافظا، یعنی اللہ کافی ہے تمہاری حفاظت فرمانے کے لیے ان تمام احکامات میں آپ ﷺ کی امت آپ ﷺ کے تابع ہے......۲......) اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ رکھے (یہ آیت اس کافر شخص کے رد کے لئے نازل ہوئی جس نے کہا میرے دو دل ہیں ان دونوں کے ذریعے سمجھتا ہوں میری عقل محمد ﷺ کی عقل سے بڑھ کر ہے، العیاذ باللہ) اور تمہارے ان عورتوں کو (الّٰئی ہمزہ اور یاء کے ساتھ اور بغیر یاء کے بھی پڑھا گیا ہے) جنہیں ماں کے برابر کہہ دو (تظھرون ھاء کے ماقبل بغیر الف اور بالف دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور اصل میں اس فعل کی تاء ثانیہ کو ظاء میں ادغام کر دیا گیا ہے، ظہار یوں ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے......۳......) تمہاری ماں نہ بنایا

(یعنی حرمت میں اسے تمہاری ماں کی طرح نہیں بنایا، زمانہ جاہلیت میں ان الفاظ سے وہ طلاق مراد لیا کرتے تھے، ظہار کی صورت میں کفارہ اپنی شرائط کے ساتھ واجب ہوتا ہے جیسا کہ سورۃ المجادلۃ میں اس کا ذکر ہے) اور انہیں بنایا تمہارے لے پالکوں کو (ادعیاء جمع ہے دعی کی، بمعنی وہ شخص جسے غیر باپ کی طرف سے بیٹا کہہ کر پکارا جاتا ہو......۴......) تمہارا (حقیقی) بیٹا یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے (یہودیوں اور منافقوں کا جب نبی پاک ﷺ نے اپنے لے پالک حضرت زید بن حارث......۵......کی سابقہ زوجہ حضرت زینب جحش......۶......سے نکاح فرمایا تو یہ لوگ بولے محمد ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا، اس معاملے میں اللہ عزوجل نے ان کا جھوٹا ہونا بیان کر دیا) اور اللہ حق فرماتا ہے (اس بارے میں) اور وہی وہ (یہی حق راہ) دکھاتا ہے (لیکن) انہیں ان کے باپ ہی کا کہہ کر پکارو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ عدل بات ہے (اقسط بمعنی اعدل ہے) پھر اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور بشریت میں تمہارے چچازاد (موالیکم کے معنی چچازاد بھائی ہیں) اور تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں جو (اس بارے میں) نادانستہ تم سے صادر ہوا ہاں وہ گناہ ہے (یعنی اس میں گناہ ہے) جو (اس بارے میں بعد ممانعت) دل کے قصد سے کرو اور اللہ بخشنے والا ہے (قبل ممانعت تمہاری اس بات کو) اور رحم فرمانے والا ہے (اس معاملے میں تم پر) یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ نزدیک ہے (اس معاملے میں جس کی طرف وہ مسلمان کو بلائیں اور خود ان مسلمانوں کے نفوس اس معاملے کسی دوسری طرف انہیں (بلاتے ہوں تو نبی ﷺ کا ماننا لازمی ہے......۷......) اور اس کی بیبیاں ان کی (حرمت نکاح کے معاملے میں) مائیں ہیں ......۸......اور رشتے والے (اولوا الارحام بمعنی ذوالقربات ہے) اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں بہ نسبت اور مسلمانوں اور مہاجروں کے (میراث میں ایمان اور ہجرت کے سبب، ایمان و ہجرت کے سبب میراث میں حصے دار بننا اول اسلام میں تھا، پھر منسوخ ہو گیا) مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر (وصیت) احسان کرو (تو یہ جائز ہے) یہ (ذوی الارحام کو وارث میں شمار کر کے ہجرت اور ایمان کی صورت میں وارث بننے کے حکم کا منسوخ ہونا......۹......) کتاب میں لکھا ہے (دونوں مقامات میں الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے) اور (یاد کرو) جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا (اس وقت جب انہیں آدم علیہ السلام کی صلب سے نکالا گیا تھا وہ چیونٹیوں کے مانند تھے، ذرۃ کا مفرد ذر ہے، چھوٹی سی چیونٹی) اور تم سے......۱۰......اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے (کہ وہ اللہ عزوجل کی عبادت کریں گے اور اس کی عبادت کی طرف لوگوں کو بلائیں گے ان پانچوں حضرات کا ذکر عطف خاص علی العام کے قبیل سے ہے) اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا (جس عہد کو انہوں نے ذمے پر لیا تھا، یعنی اللہ عزوجل کی قسم اٹھائی پھر وہ عہد لیا) تاکہ (اللہ عزوجل) سچوں سے ان کے سچ کا سوال کرے (تبلیغ رسالت کے بارے میں کفار کی برائیاں بیان کرنے کے لئے) اور اس نے (یعنی اللہ عزوجل نے) کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے (الیم بمعنی مولم ہے اس کا عطف اخذنا پر ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھا النبی اتق اللہ و لا تطع الکفرین و المنفقین﴾.

یایھا النبی: نداء، اتق اللہ: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تطع: فعل نہی بافاعل، الکفرین والمنفقین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿ان اللہ کان علیما حکیما ○ واتبع ما یوحی الیک من ربک﴾.

ان اللہ: حرف مشبہ واسم، کان علیما حکیما: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ، و: عاطفہ، اتبع: فعل امر بافاعل، ما: موصولہ، یوحی: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، من ربک: ظرف مستقر حال، ملکر نائب الفاعل، الیک: ظرف لغو، ملکر جملہ

فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان اللہ کان بما تعملون خبیرا٥ وتو کل علی اللہ و کفی باللہ و کیلا٥﴾۔

ان اللہ: حرف مشبہ واسم، کان: فعل ناقص با اسم، بما تعملون خبیرا: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، تو کل علی اللہ: فعل امر با فاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کفی: فعل، ب: زائد، اللہ: ممیز، و کیلا: تمیز، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ وما جعل ازواجکم الی تظھرون منھن امھتکم﴾۔

ما جعل اللہ: فعل نفی وفاعل، لرجل: ظرف لغو، من: زائد، قلبین: موصوف، فی جوفہ: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما جعل: فعل نفی با فاعل، ازواجکم: موصوف، التی: موصول، تظھرون منھن: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر مفعول اول، امھتکم: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما جعل ادعیاء کم ابناء کم ذلکم قولکم بافواھکم﴾۔

و: عاطفہ، ما جعل: فعل نفی با فاعل، ادعیاء کم: مفعول اول، ابناء کم: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ذلکم: مبتدا، قولکم: ذوالحال، بافواھکم: ظرف مستقر حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل٥﴾۔

و: مستانفہ، اللہ: مبتدا، یقول: فعل با فاعل، الحق: "القول" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مرکب توصیفی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و: عاطفہ، ھو: مبتدا، یھدی السبیل: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ادعوھم لابائھم ھو اقسط عند اللہ﴾۔

ادعوھم: فعل امر با فاعل ومفعول، لابائھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ھو: مبتدا، اقسط: اسم تفضیل با "ھو" ضمیر ذوالحال، عند اللہ: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فان لم تعلموا اباء ھم فاخوانکم فی الدین وموالیکم﴾۔

ف: عاطفہ، ان: شرطیہ، لم تعلموا: فعل نفی با فاعل، اباء ھم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، اخوانکم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، موالیکم: معطوف، ملکر ذوالحال، فی الدین: ظرف مستقر حال، ملکر "ھم" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولیس علیکم جناح فیما اخطاتم بہ ولکن ما تعمدت قلوبکم وکان اللہ غفورا رحیما٥﴾۔

و: عاطفہ، لیس: فعل ناقص، علیکم: ظرف مستقر خبر مقدم، جناح: موصوف، فی: جار، ما اخطاتم بہ: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر اسم موخر، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لکن: حرف استدراک، ما: موصولہ، تعمدت قلوبکم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، محذوف "تواخذون بہ" کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، کان اللہ: فعل ناقص واسم، غفورا رحیما: خبران، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿النبی اولی بالمومنین من انفسھم وازواجہ امھتھم﴾۔

النبی: مبتدا، اولی: اسم تفضیل با فاعل، بالمومنین: ظرف لغو، من انفسھم: ظرف لغو ثانی، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ازواجہ: مبتدا، امھتھم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتب اللہ من المومنین والمھجرین الا ان تفعلوا الی اولیئکم معروفا﴾۔

و: عاطفہ، اولوا الارحام: مبتدا، بعضھم: مبتدا ثانی، اولی: اسم تفضیل با فاعل، ببعض: ظرف لغو اول، فی کتب اللہ: ظرف لغو

ثانی،من: جار،المومنین: معطوف علیہ،و: عاطفہ،المھجرین: معطوف،ملکر مستثنیٰ منہ،الا: حرف استثناء،ان: مصدریہ،تفعلوا الی اولیئکم: فعل بافاعل وظرف لغو،معروفا: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مستثنیٰ ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو ثالث،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کان ذلک فی الکتب مسطورا٥﴾۔

کان: فعل ناقص،ذلک: اسم،فی الکتب مسطورا: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذ اخذنا من النبین میثاقھم ومنک ومن نوح وابرھیم وموسی وعیسی ابن مریم﴾۔

و: عاطفہ،اذ مضاف،اخذنا: فعل بافاعل،من النبین: جار مجرور معطوف علیہ،و: عاطفہ،منک: جار مجرور معطوف اول،و: عاطفہ،من: جار،نوح: معطوف علیہ،وابرھیم وموسی وعیسی ابن مریم: معطوفات ملکر مجرور،ملکر معطوف ثانی،ملکر ظرف لغو،میثاقھم: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر "اذکر" فعل محذوف کا ظرف،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واخذنا منھم میثاقا غلیظا٥ لیسئل الصدقین عن صدقھم واعد للکفرین عذابا الیما٥﴾۔

و: عاطفہ،اخذنا: فعل بافاعل،منھم: ظرف لغو،میثاقا غلیظا: مفعول،لام: جار،یسئل الصدقین: فعل بافاعل ومفعول،عن صدقھم: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،و: عاطفہ،اعد للکفرین: فعل بافاعل وظرف لغو،عذابا الیما: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......یایھا النبی اتق اللہ ......☆ ابوسفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابی جہل اور ابوالاعور سلمی جنگ احد کے بعد مدینہ طیبہ میں آئے اور منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول کے یہاں مقیم ہوئے،سید عالم ﷺ سے گفتگو کے لئے امان حاصل کر کے انہوں نے یہ کہا کہ آپ لات عزیٰ منات وغیرہ بتوں کو جنہیں مشرکین اپنا معبود سمجھتے ہیں کچھ نہ فرمایئے اور یہ فرمادیجئے کہ ان کی شفاعت ان کے پجاریوں کیلئے ہے اور ہم لوگ آپ کو اور آپ کے رب کو کچھ نہ کہیں گے،سید عالم ﷺ کو ان کی یہ گفتگو بہت ناگوار گزری اور مسلمانوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا سید عالم ﷺ نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ میں انہیں امان دے چکا ہوں،اس لئے قتل نہ کرو،مدینہ شریف سے نکال دو،چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے نکال دیا،اس پر یہ آیت نازل ہوئی،اس میں خطاب تو سید عالم ﷺ کے ساتھ ہے اور مقصود آپ ﷺ کی امت ہے کہ جب نبی کریم نے امان دی تو تم اس کے پابند رہو اور نقض عہد کا ارادہ نہ کرو اور کفار و منافقین کی خلاف شرع بات نہ مانو۔

☆......ما جعل اللہ لرجل من قلبین......☆ ابو معمر حمید فہری کی یادداشت اچھی تھی جو سنتا تھا یاد کر لیتا تھا،قریش نے کہا کہ اس کے دو دل ہیں اور ہر ایک میں حضرت محمد (ﷺ) سے زیادہ دانش ہے،جب بدر میں مشرک بھاگے تو ابو معمر اس شان سے بھاگا کہ ایک جوتی ہاتھ میں اور ایک پاؤں میں،ابوسفیان سے ملاقات ہوئی تو ابوسفیان نے پوچھا کیا حال ہے؟ کہا: لوگ بھاگ گئے،تو ابوسفیان نے پوچھا کہ ایک جوتی ہاتھ میں اور ایک پاؤں میں کیوں ہے؟ اس نے کہا کہ اس کی مجھے خبر ہی نہیں میں تو یہ سمجھ رہا ہوں کہ دونوں ہی جوتیاں پاؤں میں ہیں،اس وقت قریش کو معلوم ہوا کہ اگر دو دل ہوتے تو جوتی کو ہاتھ میں لئے ہوئے بھول نہ جاتا،اور ایک قول یہ بھی ہے کہ منافقین سید عالم ﷺ کے لئے دو دل بتاتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کا ایک دل ہمارے ساتھ ہے اور ایک اپنے اصحاب کے ساتھ نیز زمانہ جاہلیت میں جب کوئی اپنی عورت سے ظہار کرتا تھا تو وہ لوگ اس ظہار کو طلاق کہتے اور اس عورت کو اس کی ماں قرار دیتے تھے اور جب کوئی شخص کسی کو بیٹا کہہ دیتا تھا تو اس کو حقیقی بیٹا قرار دے کر شریک میراث ٹھہراتے اور اس کی زوجہ کو بیٹا کہنے والے کے لئے صلبی

بیٹے کی بی بی کی طرح حرام جانتے، ان سب کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت تقوی کیوں دی گئی؟

۱...... کسی شخص کو کسی بات کا حکم اس وقت کیا جاتا ہے جب کہ وہ بات اس میں نہ پائی جائے مثلاً بیٹھے ہوئے شخص سے یہ نہیں کہا جاتا کہ بیٹھو، خاموش شخص سے یہ نہیں کہا جاتا کہ خاموش ہو جاؤ، اسی طرح نبی ہوتا ہی متقی ہے تو پھر اسے تقوی کی دعوت کیوں دی گئی۔ اس کی کئی وجوہات ہیں: (۱)...... سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تقوی کا حکم مداومت کرنے کی خاطر دیا گیا جیسا کہ بیٹھے ہوئے شخص سے کہا جائے یہاں میرے پاس بیٹھئے، خاموش شخص سے کہا جائے کہ تجھے تکلیف پہنچے پھر بھی خاموشی اختیار رکھنا۔ (۲)...... اس میں لطیف نکتہ ہے، بادشاہ حقیقی کی عبادت تین وجوہات کی بناء پر ہوتی ہیں، بعض اس کے عذاب کے خوف سے اس کی عبادت کرتے ہیں، بعض ثواب کے حصول کی وجہ سے عبادت کرتے ہیں اور بعض اس کی رضا کے دامن میں چھپنے کو اس کی عبادت کرتے ہیں۔ پہلی دونوں اقسام کا تو نبی متحمل نہیں ہوسکتا تیسری قسم کے بارے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مخلص بندہ جب تک دنیا میں رہتا ہے اللہ کی یاد میں لگا رہتا ہے۔ (۳)...... نبی ہر آن اللہ کی رحمت میں ہوتا ہے اور ہر لحہ اس کے علم و مرتبے میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کا آنے والا لمحہ گزرے ہوئے سے بہتر ہوا کرتا ہے، اللہ عزوجل کا فرمان ﴿وللآخرة خير لك من الاولى اور بیشک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے (الضحی:۴)﴾، نبی کے لئے ہر ساعت تقوی میں ترقی ہوتی ہے، یہاں ﴿اتق الله﴾ سے یہ مقصود نہیں ہے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "من استوى يوماه فهو مغبون یعنی جو دو دن کو ایک جیسا مانے وہ نا سمجھ ہے"۔ ہونا یہ چاہیے کہ بندہ اللہ عزوجل کے فرمان کے مطابق اس سے علم میں زیادتی کی طلب کرے، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿وقل رب زدني علما اور عرض کرو میرے رب مجھے علم زیادہ دے (طہ:۱۱۴)﴾۔ اس کا اشارہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہوتا ہے: "میں دن بھر میں اپنے رب سے ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں"۔ (الرازی، ج۹، ص۱۵۳ وغیرہ)

☆...... سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اسے جہنم سے نکال دو جس نے مجھے ایک دن بھی یاد کیا ہو یا کسی مقام پر بھی مجھ سے ڈرا ہو"۔

(سنن الترمذی، ابواب صفة جهنم، باب: ما جاء ان للنار نفسين برقم: ۲۶۰۴، ص۷۴۶)

کن کن احکامات میں امت نبی کی تابع ہے؟

۲...... تمام احکامات جن کا مکلف بنایا گیا ہے، جن میں نبی وغیر نبی کی تخصیص نہیں بلکہ پانچ نمازیں جس طرح نبی پر فرض ہیں ایسے ہی غیر نبی پر بھی فرض ہیں، جس طرح رمضان کے روزے نبی پر فرض ہیں بالکل اسی طرح غیر نبی پر بھی فرض ہیں وعلی ھذا القیاس۔ تاہم امتی جملہ عبادات کو بارگاہ لم یزل تک مقبول و مستجاب کرانے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کا محتاج ہے۔ جس طریقے پر جس عبادت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا وہی طریقہ محبوب و مطلوب ہے لہذا امتی اپنی من مانی بات داخل نہیں کرسکتا۔ اگر کوئی مسنون وضو کرے اور کمبل لے کر بستر پر لیٹ جائے اور پوچھنے پر کہے کہ میں نے نماز ادا کرلی ہے، اس سے کہا جائے ہم نے تو آپ کو قیام، رکوع، سجود وغیرہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ کہے میں نے عاشقانہ طرز سے ادا کی ہے۔ یقیناً یہ طریقہ جو مسنون وضو کے بعد کمبل لے کر لیٹ جانے تک محدود ہے فاسقانہ ہوسکتا ہے عاشقانہ نہیں۔ تاہم بعض امور وہ بھی ہیں جو نبی کی ذات سے ہوتے ہیں اور جن کا تعلق خاص نبی سے ہوا کرتا ہے۔ لیکن وہ امور ہماری اس بحث میں داخل نہیں مثلاً وحی، نیند سے وضو نہ ٹوٹنا وغیرہ۔ اگر کوئی دلیل بنالے کہ سرکار کا نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا تھا لہذا میں بھی چھ گھنٹے نیند کرنے کے بعد بغیر وضو کئے نماز پڑھ لوں اور دلیل اس جزیئے کو بنالے کہ امتی نبی کے تابع

ہوتے ہیں لہذا ہم بھی ایسا ہی کریں گے تو ایسا شخص بھی گمراہ ہوگا کہ نبی کے بعض معاملات ایسے ہیں جو امتی نہیں کرسکتا۔

مسئلۂ ظہار:

سے.....ظہار یہ ہے کہ اپنی زوجہ یا اس کے کسی جزءِ شائع یا ایسے جزء کو جو کل سے تعبیر کیا جاتا ہو، ایسی عورت سے تشبیہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو یا اسکے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف نظر کرنا حرام ہو مثلا کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔ (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الظهار، ج۵، ص۱۲۳)

مسائل شرعیہ:

مسئلہ نمبر۱: ظہار کے لئے اسلام وعقل وبلوغ شرط ہے، کافر نے اگر کہا تو ظہار نہ ہوا یعنی اگر کہنے کے بعد مشرف باسلام ہوا تو اس پر کفارہ لازم نہیں، یو ہیں نابالغ ومجنون یا بوہرے یا مدہوش یا سرسام وبرسام کے بیمار نے یا بیہوش یا سونے والے نے ظہار کیا تو ظہار نہ ہوگا اور ہنسی مذاق میں یا نشہ میں یا مجبور کیا گیا اس حالت میں یا زبان سے غلطی میں ظہار کا لفظ نکل گیا تو ظہار ہے۔

مسئلہ نمبر۲: زوجہ کی جانب سے کوئی شرط نہیں، آزاد ہو یا باندی، مدبرہ ہو یا مکاتبہ یا ام الولد، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، مسلمہ ہو یا کتابیہ، نابالغہ ہو یا بالغہ، بلکہ اگر عورت غیر کتابیہ ہے اور اس کا شوہر اسلام لایا مگر ابھی عورت پر اسلام پیش نہیں کیا گیا تھا کہ شوہر نے ظہار کیا تو ظہار ہو گیا عورت مسلمان ہوئی تو شوہر پر کفارہ دینا ہوگا۔

مسئلہ نمبر۳: محارم سے مراد عام ہیں نسبی ہوں یا رضاعی یا سُسرالی رشتہ سے لہذا ماں، بہن پھوپھی لڑکی اور رضاعی ماں اور بہن وغیرہما اور زوجہ کی ماں اور لڑکی جب کہ زوجہ مدخولہ ہو یا نہ ہو تو اُس لڑکی سے تشبیہ دینے میں ظہار نہیں کہ وہ محارم میں نہیں۔ یو ہیں جس عورت سے اس کے باپ یا بیٹے نے معاذ اللہ زنا کیا ہے اس سے تشبیہ دی یا جس عورت سے اس نے زنا کیا ہے اس کی ماں یا لڑکی سے تشبیہ دی تو ظہار ہے۔ (الهندية، کتاب الطلاق، الباب التاسع فی الظهار، ج۱، ص۵۳٤ وغیره)

مسئلہ نمبر۴: عورت مرد سے ظہار کے الفاظ کہے تو ظہار نہیں بلکہ لغو ہیں۔ (المرجع السابق)

مسئلہ نمبر۵: محارم کی پیٹھ یا پیٹ یا ران سے تشبیہ دی یا کہا میں نے تجھ سے ظہار کیا تو یہ الفاظ صریح ہیں ان میں نیت کی کچھ حاجت نہیں، کچھ بھی نیت نہ ہو یا طلاق کی نیت ہو یا اکرام کی نیت ہو، ہر حالت میں ظہار ہی ہے اور اگر کہتا ہے کہ مقصود جھوٹی خبر دینا تھا یا زمانہ گزشتہ کی خبر دینا ہے تو قضاءً تصدیق نہ کرینگے اور عورت بھی تصدیق نہیں کرسکتی۔ (المرجع السابق)

مسئلہ نمبر۶: جس عورت سے تشبیہ دی اگر اس کی حرمت عارضی ہے ہمیشہ کے لئے نہیں تو ظہار نہیں مثلاً زوجہ کی بہن یا جس کو تین طلاقیں دی ہیں یا مجوسی یا بت پرست عورت کہ یہ مسلمان یا کتابیہ ہوسکتی ہیں اور ان کی حرمت دائمی نہ ہونا ظاہر۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الظهار، ج۵، ص۱۲٦)

مسئلہ نمبر۷: عورت کے سر یا چہرہ یا گردن یا شرمگاہ کو محارم سے تشبیہ دی تو ظہار ہے اور اگر عورت کی پیٹھ یا پیٹ یا ہاتھ یا پاؤں یا ران کو تشبیہ دی تو نہیں، یو ہیں اگر محارم کے ایسے عضو سے تشبیہ دی جس کیطرف نظر کرنا حرام نہ ہو مثلاً سر یا چہرہ یا ہاتھ یا پاؤں یا بال تو ظہار نہیں اور گھٹنے سے تشبیہ دی تو ہے۔ (الجوهرة النيرة، کتاب الظهار، الجزء الثانی، بهار شریعت مخرجه، ظہار کا بیان، حصه ۸، ج۲، ص۲۰۷)

لے پالک کے احکامات:

ہے.....گود لئے جانے والے بچے کو لے پالک کہتے ہیں، اور کسی کے بچے کو گود لینا جائز ہے، مگر جب وہ نامحرم ہو تو جب سے عورتوں کے معاملات سمجھنے لگے، اُس سے پردہ کیا جائے، اسی طرح بچی اگر پالنے کے لئے گود لی تو بھی جب مَردوں کے معاملات سمجھنے

لگے تو اُسے بھی اس گھر کے نامحرم مَردوں سے پردہ کروایا جائے۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں: ''مشتہاۃ (قریب البلوغ لڑکی) کی کم از کم عمر نو سال اور مُراہق (قریب البلوغ لڑکے) کی بارہ سال ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتمال، ج۹، ص۲۲۵)

گود لینے کی صورت یہ ہے کہ جو بچہ یا بچی گود لی ہے اُس سے دودھ کا رشتہ قائم کرلے مثلاً تیس ماہ کی عمر کے اندر اندر عورت اپنا، یا اپنی سگی بہن یا سگی بیٹی، یا سگی بھانجی کا کم از کم ایک بار دودھ اس طرح پلائے کہ اس بچے یا بچی کے حلق سے نیچے اُتر جائے، اس طرح اب جن جن سے دودھ کا رشتہ قائم ہوا اُن سے پردہ واجب نہ ہوا۔ اسی طرح انہیں ان کے اصل باپ کے نام سے پکارنے کا حکم ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ادعوهم لاٰبائهم (الاحزاب:۵)﴾۔

زید بن حارثہ کی نمایاں شان کی ایک جھلک:

۵......سید عالم ﷺ کے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنی کلب سے تھا، جسے سید عالم ﷺ کے پاس تحفہ میں پیش کیا گیا، زمانے جاہلیت میں قیدی بنائے گئے اور پھر کچھ واسطوں سے سید عالم ﷺ کی غلامی میں آئے، اور سرکار کی غلامی میں زندگی گزارنے لگے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے انہیں اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا۔ محمد بن اسحٰق نے اپنی سِیَر میں لکھا ہے کہ زید کے حقیقی والد اور چچا ڈھونڈتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے اور جب سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر مدعا بیان کیا کہ ہمارا بیٹا بطور غلام آپ کے پاس ہے، آپ مال لے کر اسے ہمارے حوالے کردیں۔ سید عالم ﷺ نے زید کو بلوایا اور کہا کہ تمہارے باپ اور چچا تمہیں لینے آئے ہیں اگر تم جانا چاہتے ہو تو جاسکتے ہو لیکن حضرت زید نے جو کلمات تلفظ کئے وہ یہ ہیں: ''یارسول اللہ ﷺ! واللہ لا اختار علیک احد یعنی اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی قسم! میں آپ ﷺ پر کسی کو ترجیح نہ دوں گا''۔ غزوہ موتہ میں ان کی شہادت ہوئی۔

(فتح الباری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب: مناقب زید بن حارثۃ، ج۷، رقم: تحت ۳۷۳۱، ص۱۰۹)

☆......حضرت براء سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''انت اخونا و مولانا تم میرے بھائی اور غلام ہو''۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب: مناقب زید بن حارثۃ، ص ۶۲۸)

بی بی زینب سے نکاح کا بیان:

۶......پھر محترمہ بی بی زینب سے نکاح فرمایا، سن ۳ھ یا ۵ھ میں نکاح ہوا، ان کے سبب سے آیت حجاب ﴿فلما قضی زید منها وطرا زوجنٰكها (الاحزاب: ۳۷)﴾ نازل ہوئی، اس سے پہلے سید عالم ﷺ کے لےپالک بیٹے زید کے نکاح میں تھیں۔ سید عالم ﷺ کا ان سے نکاح فرمانے میں ایک راز یہ بھی تھا کہ لےپالک بیٹے کے احکام اور حقیقی بیٹے کے احکام میں فرق ہوجائے۔ ایک ضعیف روایت میں یہ بھی ہے کہ جب بی بی زینب کو یہ معلوم ہوا کہ سید عالم ﷺ اُن سے نکاح کے مشتاق ہیں تو انہوں نے سجدہ شکر ادا کیا۔ جس وقت ان کا نکاح سید عالم ﷺ سے ہوا اُس وقت ان کی عمر پینتیس سال تھی، پچاس سال کی عمر میں ۲۰ھ میں ان کا انتقال ہوا اور عمر بن عثمان کے قول کے مطابق ۵۳ سال زندگی گزاری۔ (الاصابة، کتاب النساء، حرف الزای المنقوطة، رقم: ۱۱۲۲۷، ج۸، ص۱۵۵)

غم خواری امت:

۷......حضرت ابن عباس و عطاء نے کہا ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ انہیں ایک چیز کی طرف بلائیں اور ان کے اپنے نفس انہیں دوسری چیز کی طرف بلائیں تو ان کے لئے اپنے نفسوں کی اطاعت بجائے نبی کریم ﷺ کی فرمانبرداری کرنا اولیٰ اور ضروری ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ اللہ عزوجل کے مطلع فرمانے کے سبب ان کے منافع و مفاسد کا علم رکھتے ہیں لہذا آپ ﷺ انہیں

بالیقین وہی حکم دیتے ہیں اوران کے لئے وہ کام پسند فرماتے ہیں جس میں ان کے لئے فوائد اور کامیابی ہو۔ جیسے اللہ کا فرمان مقدس ہے ﴿حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان مہربان (التوبۃ:۱۲۸)﴾ جب کہ اس کے برعکس ان کا نفس بُرائی کا حکم ہی دیتا ہے۔ سوائے ان کے جن پر اللہ عزوجل رحم فرمائے اور وہ انتہائی زیادتی کرنے والا اور نادان ہے۔ اس لئے ان پر ضروری ہے کہ ان کے نزدیک اپنے نفسوں کی نسبت اللہ کا رسول زیادہ محبوب ہو، ان پر اس کا حکم نفس کے حکم کے مقابلے میں زیادہ نافذ ہو اور رسول اللہ ﷺ کی شفقت نفس کی اپنی ذات پر شفقت کی نسبت زیادہ اور وافر ہو۔

(المظھری، ج۵، ص ۴۸۳)

☆...... مجاہد، حسن، قتادہ نے مختلف سند سے اس آیت ﴿النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم (الاحزاب:۶)﴾ کے تحت بیان کیا: ''ھو اب لھم یعنی یہ نبی مومنین کے باپ (روحانی اعتبار سے) ہیں''۔ (الطبری، الجزء:۲۱، ص۱۳۹ وغیرہ)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کوئی بھی مومن نہیں مگر میں دنیا و آخرت میں اس کے زیادہ قریب ہوں، اگر تم تصدیق چاہو تو یہ آیت پڑھو ﴿النبی اولی بالمومنین من انفسھم (الاحزاب:۶)﴾۔ پس جو مومن بھی اس حال میں فوت ہوا کہ اس نے کچھ مال چھوڑا تو اس کے جو عصبات ہونگے وہی اس کے وارث ہونگے اور جس کسی نے قرض یا کوئی مال بھی نہ چھوڑا (یعنی اپنے بیوی بچوں کو مفلس و نادار چھوڑا) تو اسے چاہیے کہ وہ میری طرف آئے، میں اس کا آقا و مولی ہوں''۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الاحزاب، باب:۱، رقم:۴۷۸۱، ص ۸۴۰)

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص میں تین اوصاف ہونگے وہی ایمان کی مٹھاس پائے گا: ''اللہ عزوجل اور اس کا رسول اس کے نزدیک ماسوا سے زیادہ محبوب ہونگے، وہ شخص جس سے بھی محبت کرے گا اللہ عزوجل کے لئے کرے گا، اور اس کے نزدیک کفر میں لوٹنا اس طرح ناپسند ہو جس طرح آگ میں جانا ناپسند کرتا ہے''۔ (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب: حلاوۃ الایمان، رقم:۱۶، ص۶)

☆...... حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے جن پر کبیرہ گناہ کی وجہ سے عذاب ہو رہا تھا، ان میں سے ایک چغل خور اور دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا، پھر سید عالم ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ کے دو حصے کر کے آدھی آدھی دونوں قبروں پر نصب کر دیں اور فرمایا: ''جب تک یہ تر رہیں گی ان کے عذاب میں کمی ہوگی''۔

(صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب: عذاب القبر من الغیبۃ، رقم: ۱۳۷۸، ص ۲۲۱ ملخصا)

نبی کی ازواج امت کی مائیں ہیں:

۸...... اللہ عزوجل نے نبی پاک ﷺ کی ازواج کو شرف و کمال عطا فرمایا کہ انہیں مومنین کی مائیں فرمایا، یہ آیت ان کی تعظیم، پاکیزگی، اجلال، اور دیگر لوگوں سے نکاح کی حرمت پر دلیل ہے۔ اور صحابیات کو امہات سے الگ مقام میں رکھا گیا ہے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ امہات المومنین کی شفقت ماؤں کی مانند ہے۔ جس طرح متبنی (لے پالک) وارثت کا مالک نہیں ہوتا، ان کا مسئلہ بھی یونہی ہے۔ اور ان کی صاحبزادیوں کا نکاح کر دینا جائز ہے لیکن انہیں لوگوں کی بہن نہ بنائیں گے۔ اس بارے میں اختلاف ہے کہ امہات المومنین فقط مومن مَردوں کی مائیں ہوتی ہیں یا عورتوں کی بھی ہوتی ہے؟ اس بارے میں دو اقوال ہیں: شعبی نے بی بی عائشہ سے روایت کیا ہے کہ ایک خاتون نے بی بی عائشہ کو ام المومنین کہا تھا تو بی بی عائشہ نے جواباً فرمایا: میں فقط مَردوں کی ماں ہوں''، ابن العربی نے اس قول کو صحیح کہا ہے۔ میں (علامہ قرطبی) کہتا ہوں عورتوں کے مقابلے میں فقط مَردوں کے ساتھ حصر ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، ظاہر قول یہ ہے کہ امہات المومنین سب مومن مَردوں اور عورتوں کی ہیں اور انہیں تعظیماً مَردوں اور عورتوں کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے۔ اس

کی دلیل ﴿النبی اولی بالمومنین من انفسھم (الاحزاب:۶)﴾ میں بھی ملتی ہے اور یہ آیت ضرورت کی بنا پر مَردوں وعورتوں دونوں کو شامل ہے۔ اور اس کی دلیل ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ہے، پس ﴿وازواجہ امھتھم﴾ کو تمام ہی کی جانب عائد کر دیا گیا۔ پھر یہ کہ مصحف اُبَی بن کعب میں ہے: ''نبی کی ازواج مومنین کی مائیں اور نبی (روحانی) باپ ہوتے ہیں'' ۔(القرطبی، الجزء: ۲۱، ص ۱۱۲)۔

ایمان وھجرت اور وراثت کا حکم :

۹...... اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے، اس آیت میں ولایت سے مراد وراثت ہے یا ایک دوسرے کی نصرت ومعاونت ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا: اس آیت میں ولایت سے مراد وراثت ہے، پہلے پہل اللہ عزوجل نے مہاجرین وانصار کو ایک دوسرے کا وارث بنایا تھا اور جب اللہ عزوجل نے فرمایا: ''اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہیں کی وہ اس وقت تک تمہاری ولایت میں نہیں ہونگے جب تک وہ ہجرت نہ کرلیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب تک وہ ہجرت نہ کرلیں ان کو وراثت نہیں ملے گی، اور جب اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتب اللہ اور رشتے والے ایک دوسرے سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ کی کتاب میں (الانفال:۷۵)﴾۔ پس اس آیت نے پہلی آیت کو منسوخ کر دیا اور اب قرابت داروی وارثت کا سبب ہے اور ہجرت وارثت کا سبب نہیں ہے۔ (الطبری، الجزء: ۲۱، ص ۱۴۰)

☆...... حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حجۃ الوداع کے موقع پر کہا یا رسول اللہ! کل آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کس جگہ قیام فرمائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی گھر یا کوئی زمین چھوڑی ہے؟ اور عقیل وطالب ''ابوطالب'' کے وارث ہوئے تھے اور جعفر وعلی رضی اللہ عنہما ان کی کسی چیز کے وارث نہیں ہوئے تھے، کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے اور عقیل وطالب دونوں کافر تھے، اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یہ کہتے تھے کہ مومن کافر کا وارث نہیں ہوتا، ابن شہاب زہری نے کہا وہ قرآن مجید کی آیت میں تاویل کرتے تھے: ﴿ان الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ والذین آووا ونصروا اولئک بعضھم اولیاء بعض والذین امنوا ولم یھاجروا مالکم من ولایتھم من شیء حتی یھاجروا بیشک وہ جو ایمان لائے اور اللہ کے لئے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے اور وہ جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے وارث ہیں اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تمہیں ان کا ترکہ کچھ نہیں پہنچتا جب تک ہجرت نہ کریں (الانفال: ۷۲)﴾۔ (صحیح البخاری، کتاب الحج، باب: توریث دور مکۃ وبیعھا وشرائھا، رقم: ۱۵۸۸، ص ۲۵۸)

علامہ عینی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

امام عبدالرزاق نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ مسلمان ہجرت کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کا جو بھائی بنا دیا تھا، اس وجہ سے بھی وہ ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے، اور وہ اسلام وہجرت کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث ہوتے تھے اور جو اسلام لاتا اور ہجرت نہیں کرتا تھا وہ اس کا وارث نہیں ہوتا تھا، اور جب ﴿والذین امنوا من بعد وھاجروا وجھدوا معکم...... الخ اور وہ جو بعد کو ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا (الانفال: ۷۵)﴾ نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ کر دیا گیا۔ (عمدۃ القاری، کتاب الحج، باب: توریث دور مکۃ وبیعھا وشرائھا، رقم: ۱۵۸۸، ج ۷، ص ۱۴۸)

عھد لینے میں دیگر انبیائے کرام پر سبقت :

۱۰...... یہاں اللہ عزوجل نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیت کا بیان فرمایا: ''اے محبوب! یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام اور موسی علیہ السلام اور عیسی بن مریم علیہ السلام سے اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا''۔ تمام نبیوں پر سید عالم

ﷺ کو مقدم ذکر کرنے میں آپ ﷺ کی شان افضلیت واولیت کا بیان ہے۔اس آیت کی تائید حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے چنانچہ فخر کائنات شاہ موجودات ﷺ نے فرمایا:''کنت نبیا و ادم بین الماء والطین یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم پانی و مٹی کے درمیان تھے''۔

اغراض:

مدنية: یعنی بالاجماع یہ سورت مدنی ہے۔**رداعلی من قال:** مراد ابو معمر فہری ہے،مزید شان نزول میں دیکھیں۔

ای دم علی تقواہ: اس آیت میں تحصیل حاصل ہے،اورنزول آیت کا سبب یہ ہے.........،شان نزول میں دیکھیں۔

بقول الواحد مثلا لزوجته: یعنی اپنی زوجہ کے کل یا بعض اعضائے جسمانیہ کو ظہار کی صورت میں تشبیہ دینا مراد ہے۔

بشرطه: مراد عود کرنے کا ارادہ کرنا ہے،اوراگر ایسا ارادہ نہ ہوتو پھر کفارہ نہیں ہوتا جب تک کہ قربت نہ کرلے،مگر یہ خوشی ظاہر کرے ،اگر چہ بعد میں طلاق ہی دے لے۔

جمع دعی: دعی بمعنی مدعو ہے اوراس کی اصل دعیو تھی،واوکا یاء میں اجتماع ہوااور واوکو یاء سے بدل دیا اور یاء کا آپس میں ادغام کردیا۔**ای الیهود:** یعنی بافواهکم کی تفسیر یہود سے کی گئی ہے۔

بنو عمکم: موالی کی تفسیر ہے،اوراس کا اطلاق جملہ ابن العم پر ہوتا ہے،معنی یہ ہے کہ جب تم کسی کے نسب کو نہ پہچان سکو،اور اس سے خطاب کرنے کا ارادہ کرو،تو کہو''یا ابن عمی''۔

فیما دعاهم الیه: دینی،دنیاوی یا اُخروی امور مراد ہیں،پھر جب نبی کسی دینی یا دنیاوی امر کی طلب کرے،اورنفس اس کا مخالف ہوتو نبی کی بات کو ماننے اوراس مقام پر نبی کی ذات پر کسی قسم کا شبہ نہ کرے کہ یہی کمال درجے کا اخلاق ہے،کہ یہود مال کے عوض بہت کچھ کرلیا کرتے تھے اور نبی کو اللہ نے مومنین کی جانوں سے قریب کردیا ہے کیونکہ نبی ﷺ اپنی خواہش کے مطابق کوئی کلام نہیں کرتے بلکہ جو کرتے ہیں وحی الٰہی سے کرتے ہیں،نبی کے تمام افعال واقوال ان کے رب کی جانب سے ہوا کرتے ہیں۔

فی حرمة نکاحهن علیهم: یعنی تعظیم،احترام اور بھلائی،کیونکہ نبی کی پاک بیبیوں کی جانب نظر کرنا جائز نہیں اوراس معاملے میں وہ اجنبی ہیں۔**فی الارث:** اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مضاف حذف ہے،تقدیر عبارت یوں ہے:''الاقارب اولی بارث بعضهم'' یعنی جو اجنبی مومنین ومہاجرین وارث ہیں۔

ای من الارث بالایمان والهجرة: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کے فرمان:﴿من المومنین﴾ متعلق ہے اَوْلیٰ کے،یعنی اقارب ایک دوسرے کے وارث ہیں،اور ابتدائے اسلام میں وراثت میں قریب ہونا ایمان اور ہجرت کے اعتبار سے تھا،پس سید عالم ﷺ کے دور میں جب دو افراد میں سے ایک کا انتقال ہوا تو دوسرا اس کی وراثت کا مالک ہوا نہ کہ مرنے والے کے عصبات مالک ہوئے،اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:﴿واولوا الارحام بعضهم اولی ببعض﴾۔

بوصية: یعنی جب ایمان وہجرت کو منسوخ کرکے اجنبی کے لئے وصیت کو جائز کردیا گیا۔

وهی اصغر النمل: یعنی جب صلب آدم میں عہد و پیمان لئے گئے اس وقت مچھر کے پر سے بھی کم حیثیت چالیس چیونٹیوں کے حجم کی ہوا کرتی تھی۔**ویدعوا الی عبادته:** یعنی مخلوق تک شریعت کا پہنچادینا اور حضرات انبیائے کرام سے لئے جانے والا عہد ایسا نہیں جیسا کہ مخلوق سے لیا گیا عہد ہے۔**بما حملوه:** مراد اللہ کی عبادت اوراس کی بارگاہ میں دعا کرنا ہے۔

من عطف الخاص علی العام: مکرم ومعزز رسل مراد ہیں اور سید عالم ﷺ کو مقدم ذکر کرنا ان کے شرف وکمال کی وجہ سے ہے۔

وھو الیمین: مراد اللہ کی بارگاہ میں قسم اٹھانا اور مخلوق کو اس کی جانب بلانا ہے، پس میثاق ثانی اول کے مقابلے میں الگ ہی تھا، اس لئے کہ اول میثاق توحید کو ماننے کا اقرار لینا تھا اور اس پر بغیر کسی قسم کے دعوی قائم کرنا تھا اور دوسرا میثاق قسم کے ساتھ تھا، پس جب کوئی چیز غیر کے ساتھ ہو تو وہ اس چیز کے سوا ہوا کرتی ہے۔

تبکیتا للکافرین: یعنی کافروں پر زجر کرنا مقصود ہے، یعنی رسل سے سوال کرنے کی حکمت ان کی صداقت پر مبنی ہے، مراد یہ ہے کہ رسل اپنی رسالت کی تبلیغ کریں باوجود اس کے کہ اللہ جانتا تھا کہ رسل قیامت کے دن کفار کے قبیح احوال کی خبر دینگے اور تبلیغ میں سچے ثابت ہونگے۔ (الصاوی، ج۵، ص ۲٤ وغیرہ)

رکوع نمبر:۱۸

﴿یایھا الذین امنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جاء تکم جنود ﴾مِنَ الکُفارِ مُتَحَزِّبُونَ اَیامَ حَفرِ الخَندَقِ ﴿فارسلنا علیھم ریحا وجنودا لم تروھا ط﴾ملآئِکَۃً﴿وکان اللہ بما تعملون ﴾بِالتَّاءِ مِنَ حَفرِ الخَندَقِ وَ بِالیاءِ مِن تَخرِیبِ المُشرِکِینَ﴿ بصیرا (۹)اذ جاء وکم من فوقکم ومن اسفل منکم ﴾مِن اَعلَی الوَادِی وَاَسفَلِہٖ مِنَ المَشرِقِ والمَغرِبِ﴿ واذ زاغت الابصار ﴾مَالَت عَن کُلِّ شَیءٍ اِلَی عَدُوِّھا مِن کُلِّ جَانِبٍ ﴿ وبلغت القلوب الحناجر ﴾جَمعُ حَنجرَۃٍ وھیَ مُنتَھَی الحُلقُومِ مِن شِدَّۃِ الخَوفِ ﴿ وتظنون باللہ الظنونا (۱۰)﴾المُختَلِفَۃِ بِالنَّصرِ والیَاسِ ﴿ھنالک ابتلی المومنون ﴾اُختُبِروا الیَتَبَیَّنَ المُخلَصُ مِن غَیرِہٖ﴿ وزلزلوا ﴾حُرِّکوا ﴿ زلزالا شدیدا (۱۱)﴾مِن شِدَّۃِ الفَزعِ﴿و ﴾اُذکُر﴿ اذ یقول المنفقون والذین فی قلوبھم مرض ﴾ضُعفُ اِعتِقَادٍ ﴿ ما وعدنا اللہ ورسولہ ﴾بِالنَّصرِ ﴿الا غرورا (۱۲)﴾بَاطِلا﴿ واذ قالت طائفۃ منھم ﴾اَی المُنَافِقِینَ﴿ یاھل یثرب ﴾ھِی اَرضُ المَدِینَۃِ وَلَم تَنصَرِف لِلعَلمِیۃِ وَوَزنِ الفِعلِ﴿لا مقام لکم ﴾بِضَمِّ المِیمِ وَفَتحِھا اَی لا اِقامَۃَ ولا مَکانَۃَ﴿ فارجعوا ﴾اِلَی مَنَازِلِکم مِنَ المَدِینَۃِ وَکانُوا خَرَجُوا مع النبیِّ عَلَیْہِ السَّلَام اِلَی سَلعٍ جَبَلٌ خارِجَ المَدِینَۃِ لِلقِتَالِ﴿ ویستاذن فریق منھم النبی ﴾فِی الرُّجُوعِ﴿ یقولون ان بیوتنا عورۃ ﴾غَیرَ حَصِینَۃٍ نَخشَی عَلَیھَا قال تعالی ﴿ وما ھی بعورۃ ج ان ﴾ما﴿ یریدون الا فرارا (۱۳)﴾مِنَ القِتَالِ﴿ ولو دخلت ﴾اَی المَدِینَۃِ﴿ علیھم من اقصارھا ﴾نَواحِیھا﴿ ثم سئلوا ﴾اَی سَاَلَھُم الدَّاخِلُونَ ﴿ الفتنۃ ﴾الشِّرکَ﴿لاتوھا﴾بِالمَدِّ والقَصرِ اَی اَعطَوھا وَفَعَلُوھَا﴿ وما تلبثوا بھا الا یسیرا (۱۴)ولقد کانوا عاھدوا اللہ من قبل لا یولون الادبار ط وکان عھد اللہ مسئولا (۱۵)﴾عَنِ الوَفَاءِ بِہٖ﴿قل لن ینفعکم الفرار ان فررتم من الموت او القتل واذا ﴾اِن فَرَرتُم ﴿ لا تمتعون ﴾فی الدُّنیا بَعدَ فِرَارِکُم﴿ الا قلیلا (۱۶)﴾بَقِیَّۃَ آجَالِکُم﴿ قل من ذا الذی یعصمکم ﴾یُجِیرُکُم ﴿ من اللہ ان اراد بکم سوء ا﴾اِھلاکًا اَو ھَزِیمَۃً﴿او ﴾یُصِیبُکُم بِسُوءٍ اِن﴿ اراد ﴾اللہُ﴿ بکم رحمۃ ﴾خَیرًا﴿ ولا یجدون لھم من دون اللہ ﴾اَی غَیرِہٖ﴿ولیا ﴾یَنفَعُھُم﴿ ولا نصیرا (۱۷)﴾یَدفَعُ الضُّرَّ عَنھُم﴿ قد یعلم اللہ المعوقین ﴾المُثَبِّطِینَ ﴿ منکم والقائلین لاخوانھم ھلم ﴾تعالوا﴿ الینا ج ولایاتون الباس

﴿القِتالَ﴾﴿الا قلیلا (۱۸)﴾﴿ریاءً وسُمعَةً﴾﴿اشحة علیکم﴾﴿بالمُعَاوَنةِ جمعُ شَحِیحٍ وَھُو حالٌ مِن ضَمِیرِ یَاْتُونَ﴾﴿فاذا جاء الخوف رایتھم ینظرون الیک تدور اعینھم کالذی﴾﴿کَنَظَرِ اَو کَدَورانِ الَّذِی﴾﴿یغشی علیه من الموت ج﴾﴿اَی سَکَراتِهِ﴾﴿فاذا ذھب الخوف﴾﴿وَحُیِّزَتِ الغَنائِمُ﴾﴿سلقوکم﴾﴿اَذَوکُم وَضَربُوکم﴾﴿بالسنة حداد اشحة علی الخیر ط﴾﴿اَی الغَنِیمةِ یَطلُبُونَھا﴾﴿اولئک لم یومنوا﴾﴿حَقِیقَةً﴾﴿فاحبط الله اعمالھم ط وکان ذلک﴾﴿الاِحبَاطُ﴾﴿علی الله یسیرا (۱۹)﴾﴿بِاِرَادَتِهِ﴾﴿یحسبون الاحزاب﴾﴿مِنَ الکُفَّارِ﴾﴿لم یذھبوا ج﴾﴿اِلی مَکةَ لِخَوفِھِم مِنھُم﴾﴿وان یات الاحزاب﴾﴿کَرَّةً اُخرٰی﴾﴿یودوا﴾﴿یَتَمَنَّوا﴾﴿لو انھم بادون فی الاعراب﴾﴿اَی کَائِنُونَ فِی البَادِیَةِ﴾﴿یسالون عن انبائکم﴾﴿اَخبَارِکم مع الکُفَّارِ﴾﴿ولو کانوا فِیکم﴾﴿ھٰذِہِ الکَرَّةِ﴾﴿ما قتلوا الا قلیلا (۲۰)﴾﴿رِیاءً وَخَوفًا مِنَ التَّعیِیرِ.

﴿ترجمہ﴾

اے ایمان ولو!اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کروجب تم پر کچھ(کفار کا)لشکرآئے (خندق کھودنے کے دنوں میں بارادۂ جنگ.....۱.....)توہم نے ان پرآندھی اوروہ لشکر بھیجے جوتمہیں نظرآئے(یعنی فرشتوں کے.....۲.....)اوراللہ تمہارے کام دیکھتا ہے(تعملون علامت مضارع تاء کے ساتھ ہوتو معنی ہوگاوہ تمہارے خندق کھودنے کے عمل کودیکھ رہاہےاوراگر یہ علامت مضارع یاء کے ساتھ ہوتو معنی ہوگا وہ مشرکین کی دہشت گردی کے عمل کودیکھ رہاہے)جب کافرتم پرآئے تمہارے اوپر سےاورتمہارے نیچے سے (یعنی وادی کے اوپراور نچلے حصہ یعنی مشرق ومغرب کی سمت سے)جبکہ ٹھٹک کررہ گئیں نگاہیں(یعنی آنکھیں فقط ہرجانب سے آنے والے دشمنوں پرٹک کررہ گئیں)اوردل گلوں کے پاس آگئے(شدت خوف سے،حـنـاجـر" حـنـجـرة" کی جمع ہے بمعنی منتہائے حلقوم)اورتم اللہ پر(طرح طرح کے)گمان کرنے لگے(امیداور یاس کے)وہ جگہ تھی کہ مسلمان کوجانچ ہوئی(تاکہ مخلص ظاہرہو جائے)اورخوب سختی سے(یعنی فروغ سے)جھنجوڑے گئے اور(یادکرو)جب کہنے لگے منافق اورجن کے دلوں میں روگ تھا(جو ضـعـیـف الاعـتـقـاد تھے)ہمیں اللہ اوررسول نے(مددکا)وعدہ نہ دیا تھامگرفریب کا(یعنی وہ وعدہ باطل تھا)اورجب ان میں سے(یعنی منافقین میں سے)ایک گروہ نے کہا:اے مدینہ والوں(یثرب.....۳.....سے مرادسرزمین مدینہ ہے.....۴.....یہ علیت اوروزن فعل کی وجہ سے غیرمنصرف ہے)یہاں تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں(لامقام لکم بمعنی لااقامة،ولا مکانه ہے،یہ میم مضمومہ ومفتوحہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیاہے)تم(اپنے گھروں کو)واپس(مدینے)چلو(یہ لوگ نبی پاک ﷺ کے ساتھ مدینے کے باہرسلع نامی پہاڑتک جنگ کرنے کے لیےآچکے تھے)اوران میں سے ایک گروہ(واپس جانے کے لیے)نبی سے اذن مانگتا تھا یہ کہہ کر کہ ہمارے گھربےحفاظت ہیں(غیرمحفوظ ہیں ان پردشمنوں کا خوف ہے.....۵.....اللہ ﷻ فرماتاہے)اوروہ بےحفاظت نہ تھے وہ تو نہ چاہتے تھے(ان بمعنی مـــا نافیه ہے)مگر(جنگ سے)بھاگنااوراگران پرفوجیں مدینہ کے اطراف سےآتیں پھران سے سوال کیا جاتا(داخل ہونے والی فوجیں ان سے سوال کرتیں)فتنہ(یعنی شرک)کاتوضروران کامانگادےبیٹھتے(ان کاسوال انہیں دےدیتےا وران کے کہے پرعمل کرلیتے،لاتوھا،یہ مداورقصردونوں کےساتھ پڑھا گیاہے یہ بمعنی اعطوھا وفعلوھا ہے)اوراس میں دیرنہ کرتےمگرتھوڑی اوربیشک اس سے پہلے وہ اللہ سے عہدکرچکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گےاوراللہ کے وعدہ کا(اس کوپوراکرنے کے

بارے میں) پوچھا جائے گا فرماؤ ہرگز تمہیں بھاگنا نفع نہ دے گا اگر موت یا قتل سے بھاگو اور جب (یعنی اگر تم بھاگو تب بھی دنیا میں) بر تنے نہ دیئے جو تمہیں اللہ سے بچالے (یعصمہ بمعنی یجیر ہے) اگر وہ تمہارا برا (یعنی تمہیں ہلاک کرنا یا شکست دینا) چاہے یا (وہ کون ہے جو تمہیں برائی پہنچاسکے اگر) وہ (یعنی اللہ ﷻ) تم پر رحم فرمانا چاہے (یعنی خیر کرنا چاہے) اور وہ اللہ کے سوا کوئی ولی نہ پائیں گے (جو انہیں نفع دے، دون بمعنی غیر ہے) اور نہ مددگار (جو ضرر ان سے دور کر سکے) بیشک اللہ جانتا ہے تمہارے ان کو جو اوروں کو جہاد سے روکتے ہیں (المعوقین بمعنی المثبطین ہے) اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں ہماری طرف چلے آؤ (ھلم بمعنی تعالوا ہے) اور لڑائی میں نہیں آتے مگر تھوڑے (وہ بھی ریا کاری اور دکھاوے کے لیے، الباس کے معنی لڑائی ہے) تمہاری مدد میں کمی کرتے پھر جب ڈر کا وقت آئے تم انہیں دیکھو گے تمہاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ انکی آنکھیں گھوم رہی جیسے (اس کی نظر کی طرح یا اس کے گھومنے کی طرح) کسی پر موت (یعنی موت کی سختیاں) چھائی ہو پھر جب ڈر کا وقت نکل جائے (اور مال جمع کر لیا جائے) تمہیں طعنہ دینے لگیں (تمہیں ایذا انہیں دیں یا تمہیں مجروح کر لیں) تیز زبانوں سے خیر (یعنی غنیمت) کے لالچ میں (یعنی اس کی طلب میں) یہ لوگ (حقیقۃ) ایمان لائے ہی نہیں تو اللہ نے ان کے اور یہ (اعمال اکارت کر دینا) اللہ کو آسان ہے (اس کے ارادے کے ساتھ) وہ سمجھ رہے ہیں کہ (کافروں کے) لشکر ابھی نہ گئے (مکہ کی طرف ان سے خوفزدہ ہونے کی وجہ سے) اگر لشکر (دوبارہ) آئیں تو ان کی خواہش ہوگی (یودوا بمعنی یتمنوا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھا الذین امنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جاءتکم جنود فارسلنا علیھم ریحا وجنودا لم تروھا﴾.

یایھا الذین امنوا: نداء، اذکروا: فعل امر با فاعل، نعمۃ اللہ علیکم: شبہ جملہ مفعول، اذ: مضاف، جاءتکم جنود: فعل ومفعول وفاعل، ملکر فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، ارسلنا علیھم: فعل با فاعل وظرف لغو، ریحا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، جنودا: موصوف، لم تروھا: جملہ فعلیہ صفت، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿وکان اللہ بما تعملون بصیرا۝﴾.

و: عاطفہ، کان اللہ: فعل ناقص با اسم، بما تعملون بصیرا: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اذ جاءوکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر﴾.

اذ: مضاف، جاءوکم: فعل با فاعل ومفعول، من فوقکم: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، من اسفل منکم: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اذ: مضاف، زاغت الابصار: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، بلغت القلوب الحناجر: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مضاف الیہ، ملکر معطوف، ملکر ماقبل "اذ جاءتکم جنود" سے بدل واقع ہے۔

﴿وتظنون باللہ الظنونا۝ ھنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیدا۝﴾.

و: عاطفہ، تظنون باللہ: فعل با فاعل وظرف لغو، الظنونا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، ھنالک: ظرف مکان مقدم، ابتلی: فعل مجہول، المومنون: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، زلزلوا: فعل با نائب الفاعل، زلزالا شدیدا: مفعول مطلق ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذ یقول المنفقون والذین فی قلوبھم مرض ما وعدنا اللہ ورسولہ الا غرورا﴾.

و: عاطفہ، اذ: مضاف، یقول: فعل، المنفقون: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الذین فی قلوبھم مرض: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر

فاعل،ملکر جملہ فعلیہ قول،مـا وعـدنـا: فعل نفی ومفعول،الـلـه ورسـولـه: معطوف علیہ ومعطوف،ملکر فاعل،الا: اداۃ حصر،غـرورا:"وعـدا"مصدر محذوف کی صفت،ملکر مفعول، مطلق،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ،ملکر فعل محذوف"اذکر"کیلئے ظرف،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذ قالت طائفة منهم ياهل يثرب لا مقام لكم فارجعوا﴾.

و: عاطفہ،اذ:مضاف،قـالـت: فعل،طـائـفـة:موصوف،مـنـهـم:ظرف مستقر صفت،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ قول،یـاهـل یثـرب: نداء،لا:نفی جنس،مـقـام:اسم،لـکـم:ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ،ملکر"اذکر"فعل محذوف کیلئے ظرف،ملکر جملہ فعلیہ،ف:فصیحیہ،ارجـعـوا: فعل امر بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف"ان سمعتم نصحی"کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ويستاذن فريق منهم النبي يقولون ان بيوتنا عورة وما هي بعورة﴾.

و: مستانفہ،یستـاذن: فعل،فـریـق:موصوف،مـنـهـم:ظرف مستقر صفت،ملکر ذوالحال،یـقـولـون:قول،ان:حرف مشبہ،بیوتنا:ذوالحال،و:حالیہ،ما:مشابہ بلیس،هی:اسم،ب:زائد،عورة:خبر،ملکر جملہ اسمیہ حال،ملکر اسم،عورة:خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ حال،ملکر فاعل،النبی:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ان يريدون الا فرارا﴾. ان: نافیہ،یریدون: فعل بافاعل،الا:اداۃ حصر،فرارا:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولو دخلت عليهم من اقطارها ثم سئلوا الفتنة لاتوها وما تلبثوا بها الا يسيرا٥﴾.

و: عاطفہ،لو:شرطیہ،دخلت: فعل مجہول"هی"ضمیر ذوالحال،من اقطارها: ظرف مستقر حال،ملکر نائب الفاعل،علیهم: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ثم:عاطفہ،سـئـلـوا: فعل مجہول بانائب الفاعل،الـفـتـنـة:مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر شرط،لام:تاکیدیہ،اتـوهـا: فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،مـا تـلبثـوا: فعل نفی بافاعل،بـهـا: ظرف لغو،الا:اداۃ حصر،یسیرا:"تلبثا"مصدر محذوف کی صفت،ملکر مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولقد كانوا عاهدوا الله من قبل لا يولون الادبار﴾.

و: عاطفہ،لام قسمیہ،قد:تحقیقیہ،کـانـوا: فعل ناقص بااسم،عـاهـدوا الـلـه من قبل: جملہ فعلیہ قسم،لایولون: فعل نفی مجہول ونائب الفاعل،الادبار:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف"والله"کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وكان عهد الله مسئولا٥ قل لن ينفعكم الفرار ان فررتم من الموت او القتل﴾.

و: عاطفہ،کان: فعل ناقص،عهدالله:اسم،مسئولا:خبر،ملکر جملہ فعلیہ،قل:قول،لن ینفع: فعل نفی،کم:مفعول،الفرار: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ اول،ان:شرطیہ،فررتم: فعل بافاعل،من الموت او القتل: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ جزا محذوف"فلـن ینفعکم الفرار"کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ مقولہ ثانی،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿واذا لا تمتعون الا قليلا﴾.

و: عاطفہ،اذا:حرف جواب جزا،لا تـمتعون: فعل نفی بانائب الفاعل،الا:اداۃ حصر،قـلـیـلا:"تمتیعا"مصدر محذوف کی صفت،ملکر مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل من ذا الذي يعصمكم من الله ان ارادبكم سوءا او اراد بكم رحمة﴾.

قل: قول ،من: استفہامیہ مبتدا، ذا: اسم اشارہ مبہم مبدل منہ، الذی: موصول، یعصمکم من اللہ: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر بدل، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول، ان: شرطیہ، اراد: فعل با فاعل، بکم: ظرف لغو، سوء ا: مفعول ملکر جملہ فعلیہ جزا محذوف "فمن ذا الذی یعصمکم من اللہ" کیلئے شرط معطوف علیہ، او: عاطفہ، اراد بکم رحمۃ: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فمن ذا الذی یصیبکم بسوء" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ معطوف، ملکر مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولا یجدون لھم من دون اللہ ولیا ولا نصیرا○﴾.

و: مستانفہ، لایجدون: فعل نفی با فاعل، لھم: ظرف لغو، من دون اللہ: ظرف مستقر حال مقدم، ولیا: معطوف علیہ مع: عاطفہ، لا: نافیہ، نصیرا: معطوف، ملکر ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر فعلیہ مستانفہ۔

﴿قد یعلم اللہ المعوقین منکم والقائلین لاخوانھم ھلم الینا﴾.

قد: تحقیقیہ، یعلم اللہ: فعل وفاعل، المعوقین: ذوالحال، منکم: ظرف مستقر حال، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، القائلین لاخوانھم: شبہ جملہ معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ھلم: اسم فعل امر با فاعل، الینا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولا یاتون الباس الا قلیلا○ اشحۃ علیکم﴾.

و: مستانفہ، لا یاتون: فعل نفی ضمیر ذوالحال، اشحۃ علیکم: شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، الباس: مفعول، الا: اداۃ حصر، قلیلا: ظرف زمان، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاذا جاء الخوف رایتھم ینظرون الیک تدور اعینھم کالذی یغشی علیہ من الموت﴾.

ف: مستانفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء الخوف: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، رایتھم: فعل با فاعل، ھم: ضمیر ذوالحال، ینظرون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، تدور اعینھم: فعل وفاعل، کاف: جار، الذی: موصول، یغشی علیہ من الموت: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "دوران" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، الیک: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿فاذا ذھب الخوف سلقوکم بالسنۃ حداد اشحۃ علی الخیر﴾.

ف: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، ذھب الخوف: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، سلقوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، اشحۃ علی الخیر: شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، کم: مفعول، بالسنۃ حداد: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اولئک لم یومنوا فاحبط اللہ اعمالھم وکان ذلک علی اللہ یسیرا○﴾.

اولئک: مبتدا، لم یومنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، احبط اللہ اعمالھم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، کان ذلک: فعل ناقص واسم، علی اللہ یسیرا: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یحسبون الاحزاب لم یذھبوا وان یات الاحزاب یودوا لو انھم بادون فی الاعراب﴾.

یحسبون الاحزاب: فعل با فاعل ومفعول، لم یذھبوا: جملہ فعلیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، ان: شرطیہ، یات الاحزاب: جملہ فعلیہ شرط، یودوا: فعل وفاعل، لو: مصدریہ، انھم: حرف مشبہ واسم، بادون فی الاعراب: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ "ثبت" فعل محذوف کا فاعل، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿یسالون عن انبائکم ولو کانوا فیکم ما قتلوا الا قلیلا○﴾.

یسالون: فعل واؤضمیر ذوالحال، عن انبائکم: ظرف لغو، و: حالیہ، لو: شرطیہ، کانوا فیکم: جملہ فعلیہ شرط، ما قتلوا: فعل نفی بافاعل، الا: اداۃ حصر، قلیلا: ظرف مستقر "قتالا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

غزوۂ احزاب کا بیان:

ا......اس غزوہ کو غزوۂ خندق بھی کہتے ہیں، موسی بن عقبہ کہتے ہیں کہ یہ سن ۴ ہجری میں رونما ہوا، ابن اسحق کہتے ہیں سن ۵ ہجری، شوال المکرم کے مہینے میں رونما ہوا اور اسی پر اہل مغازی نے جزم کیا ہے جب کہ امام بخاری موسی بن عقبہ کے قول کی جانب مائل ہوئے ہیں کہ یہ غزوہ سن ۴ ہجری میں ہوا۔ اس غزوہ کا سبب یہ بنا کہ بنونضیر جلاوطن ہوئے اور ان کے ساتھ یہود میں سے سلام بن مشکم، ابن ابی الحقیق اور حیی بن اخطب بھی تھے، پس یہ خیبر سے نکلے اور مکہ مکرمہ کے قریش کے پاس پہنچے اور کہا: "ہم محمد ﷺ کے حوالے سے تمہارے ساتھ ہیں"۔ غطفان بن قیس بن عیلان کو بھی سید عالم ﷺ کے خلاف جنگ پر تیار کرلیا گیا۔ دار الندوۃ پر جھنڈا لگادیا گیا، قوم کا قائد ابوسفیان بن حرب تھا جو بعد میں اسلام لے آئے۔ لشکر کے لئے تین سو گھوڑے اور پندرہ سو اونٹ تھے، بنوسلیم نے بنوظہران کو بھی اپنے ساتھ ملالیا اور سات سو کے لشکر کے ساتھ سفیان بن عبد شمس جو کہ حرب بن امیہ کے حلیف تھے بھی ساتھ ہوئے۔ بنو اسد کے طلیحہ بن خویلد الاسدی بھی ساتھ ہولئے جو کہ بعد میں اسلام لے آئے۔ غطفان کے قائد عیینہ بن حصن فزاری تھے جو کہ اسلام لانے کے بعد پھر سے مرتد ہوگئے اور سیدنا صدیق اکبر کے زمانے میں دوبارہ اسلام قبول کرلیا۔ چار ہزار کا لشکر لے کر بنی مرۃ کے عوف بن المری بھی شامل ہوئے جو کہ بعد میں تبوک کے وقت میں اسلام لے آئے۔ اشجع کے ساتھ بھی چار ہزار کا لشکر تھا اور ان کے ساتھ مسعود بن رخیلہ بھی تھے جو کہ بعد میں اسلام لے آئے، اس کے علاوہ بھی کئی قبائل شامل ہوگئے اور مجموعی تعداد دس ہزار کے لگ بھگ تھی۔

مسلمانوں کی تعداد ابن اسحق کے قول کے مطابق ایک ہزار یا تین ہزار تھی، مسلمانوں کے ساتھ سینتیس ۳۷ گھوڑے تھے۔ سید عالم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی کے مشورے پر خندق کھودنے کا فیصلہ کیا۔ سلع نامی پہاڑ کے پشت میں خندق کھودنے کا اہتمام کیا گیا، دس دس افراد کے گروپ بنادیئے گئے، سلمان فارسی تنہا دس افراد کا کام کرتے تھے۔ مہاجرین سلمان فارسی کو اپنے ساتھ، انصار اپنے ساتھ رکھنا چاہتے تھے لیکن سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ سلمان میرے ساتھ اہل بیت (میں سے) ہیں۔ کفار خندق پار کرنے میں ناکام رہے اور ایک ماہ تک محاصرہ کیا، دور سے تیر برساتے، پتھراؤ کرتے تاہم موقع جان کر ایک دن عمر بن عبدود اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ خندق پار کرنے میں کامیاب ہوگیا اور جب مقابلے کو للکارا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے ٹک نہ سکا اور واصل بہ جہنم ہوا اور اس کے باقی ساتھی بھاگ گئے۔ اب موقع ایسا آیا کہ بنوقریظہ اور قریش میں پھوٹ پڑگئی، سرد موسم میں آندھی نے خیمے اکھیڑ کر رکھ دیئے، سامان رسد بھی ختم ہونے لگا مجبور ہوکر منہ کی کھانی پڑی۔ (السیرۃ النبویہ، کتاب المغازی، باب: الاحزاب، ج۲، ص۱۱۳ وغیرہ)

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ وادئ غطفان میں عیینہ اترے اور اس کے ساتھ اہل نجد بھی تھے، سید عالم ﷺ اور مسلمان سلع نامی پہاڑ کی پشت میں خندق کھودنے میں مصروف ہوگئے جبکہ عورتیں و نوجوان دوشیزائیں قلعے میں موجود تھیں۔

☆......احمد نے قوی سند سے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں: "بی بی صفیہ (پھوپھی جان رحمت عالمیان ﷺ)

خندق والے دن حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قلعے میں تھیں، پھر ان کے یہودی کو قتل کرنے کی بات بیان کی کہ جب انہوں نے یہودی کو قتل کردیا تو حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا: نیچے اتریئے اور اس کے مال واسباب کو اپنی تحویل میں لے لیجئے حسان نے فرمایا: ''اس مال میں سے بقدر حاجت لے لو''۔

(وفاء الوفاء، فی غزوۃ الخندق، ج۱، حصہ:۱، ص۳۰۱ وغیرہ)

غزوۂ احزاب میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعائیں کرنا اور مشقت اٹھانا:

☆...... براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''احزاب کے دن خندق کی مٹی اٹھا کر دوسری جگہ لائی جارہی تھی، میں نے دیکھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن شریف پر غبار تھا، اور جسم مبارک پر بہت بال تھے، اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مٹی اٹھا کر دوسری جگہ ڈال رہے تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب:الاحزاب، رقم:۴۱۰۵، ص۶۹۶)

☆...... صحیحین کی حدیث ہے کہ احزاب کے دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: ''اے کتاب نازل کرنے والے، اے جلد حساب لینے والے، دشمن کو شکست دے اور ہماری مدد فرما''، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا: ''اے لوگو! دشمنوں سے ملنے کی تمنا نہ کرنا اور اللہ عزوجل سے عافیت کا سوال کرو، اور جب تم دشمن سے مل جاؤ تو صبر کرنا اور جانو کہ جنت تلوار کے سائے میں ہے، راہ خدا میں تلوار کا ضرب جنت تک پہنچا دیتا ہے''۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید دعا فرمائی: ''اے فریاد رسی کرنے والے مکروبین (فرشتوں کی ایک قسم)، اے مضطر کے سننے والے، میرے غم، رنج والم دور فرما، تو جانتا ہے جو میرے اور میرے صحابہ کے ساتھ ہوا''، مسلمانوں نے کہا: ''روح حلق تک پہنچنے سے پہلے ہمیں کوئی چیز ملی ہے''؟ لوگوں نے کہا: ہاں! فرمایا: ''کہو! اے اللہ عزوجل ہمارے عیبوں کو چھپائے رکھنا، اور ہمیں امن عطا فرماتا''، پس جبرائیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور خوشخبری ارشاد فرمائی کہ اللہ عزوجل ہوا نازل فرمائے گا اور (مدد کے لئے فرشتوں کا لشکر) بھی اتارے گا''، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (پھر دعا کے لئے) ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: ''اے اللہ تیرا شکر ہے''۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب:غزوۃ الخندق وھی الاحزاب، رقم:۴۴۱۵، ص۶۹۷، بتغیر)

غزوۂ احزاب میں نمازیں قضاء ہونا:

☆...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن سورج غروب ہونے کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آئے اور کفار قریش کو برا کہنے لگے، اور کہا یا رسول اللہ! میں نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے اور سورج غروب ہو گیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے بھی ابھی تک نماز عصر ادا نہیں کی، پھر ہم بطحان (وادی مدینہ) میں کھڑے ہوئے، پھر ہم نے نماز کے لئے وضو کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پھر آپ نے سورج غروب ہونے کے بعد نماز عصر پڑھائی اور پھر اس کے بعد مغرب کی نماز پڑھائی۔

(صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب:من صلی بالناس، رقم:۵۹۶، ص۹۸)

☆...... حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ احزاب کے دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے جس طرح انہوں نے نماز وسطی کے وقت جنگ میں مشغول رکھا حتی کہ سورج غروب ہو گیا''۔

(صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب: الدعاء علی المشرکین، رقم:۲۹۳۱، ص۴۸۴)

☆...... حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ خندق میں مشرکین نے ہمیں چار نمازوں کی ادائیگی سے مشغول رکھا حتی کہ رات کا اتنا حصہ گزر گیا جتنا اللہ نے چاہا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم دیا، انہوں نے اذان دی، پھر اقامت کہی، پس آپ نے نماز ظہر پڑھائی، پھر اقامت کہی گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر پڑھائی، پھر اقامت کہی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب پڑھائی، پھر اقامت کہی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشاء پڑھائی۔ (سنن الترمذی، کتاب الصلوۃ، باب:ما جاء فی الرجل، رقم:۱۷۹، ص۶۹)

علامہ عینی"عمدۃ القاری"میں لکھتے ہیں کہ:خندق کے دن سید عالم ﷺ نے نماز مغرب ادا فرمائی پھر بعد نماز مغرب کے بعد اپنے صحابہ سے فرمایا:"کیا تم میں سے کوئی جانتا ہے کہ میں نے نماز عصر ادا فرمائی، بولے نہیں یارسول اللہ ﷺ آپ نے نہیں پڑھی پس نبی کریم ﷺ نے موذن کو اذان کا حکم دیا پس نماز عصر پڑھی اور پھر نماز مغرب کا اعادہ فرمایا۔دشمن سے جنگ میں مشغول ہونے کے سبب اور قتال کرنے کے سبب نماز میں تاخیر جائز ہے، میں (علامہ عینی) یہ کہوں گا کہ جائز نہیں بلکہ ایسے موقع پر نماز خوف کا حکم ہے لیکن اس وقت نماز خوف مشروع نہ تھی،ایک قول یہ بھی ہے کہ چھ افراد تھے جن کی نماز قضا ہوئی (۱)معاذ بن فضالہ الزہرانی (۲)ھشام بن ابی عبداللہ الدستوائی (۳) یحیی بن ابی کثیر (۴) ابوسلمۃ بن عبدالرحمٰن (۵) جابر بن عبداللہ انصاری (۶) عمر بن خطاب۔ایک قول یہ ملتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مشرکین کو برا بھلا کہہ رہے تھے کہ انہوں نے مسلمانوں کو خندق کھودنے میں مصروف رکھا یہاں تک کہ نمازیں فوت ہوگئیں۔

غزوۂ احزاب کے معجزات:

☆......حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب خندق کھودی گئی تو میں نے رسول اللہ ﷺ پر بھوک کے آثار دیکھے، میں نے اپنی زوجہ کے پاس جا کر کہا کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ میں شدید بھوک دیکھی ہے،اس نے ایک تھیلا نکالا، جس میں چار کلو جَو تھے اور ہمارے پاس ایک پالتو بکری تھی، میں نے اس بکری کو ذبح کیا اور میری زوجہ نے آٹا پیسا وہ بھی میرے ساتھ فارغ ہوگئی، میں نے بکری کا گوشت کاٹ کر دیگچی میں ڈالا، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے لگا، میری زوجہ نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے سامنے شرمندہ نہ کرنا، میں آپ ﷺ کے پاس پہنچا اور آپ سے سرگوشی میں کہا:یارسول اللہ! ہم نے بکری کا بچہ ذبح کیا ہے ایک صاع (چار کلوگرام) جَو پیس لئے ہیں، جو ہمارے پاس تھے، آپ ﷺ چند اصحاب کو لے کر ہمارے ہاں چلئے۔رسول اللہ ﷺ نے بہ آواز بلند فرمایا:"اے اہل خندق! جابر نے تمہاری دعوت کی ہے، سوتم لوگ چلو"اور رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:"جب تک میں نہ آؤں، تم ہانڈی نہ اتارنا، نہ روٹی پکانا"، پھر میں گھر آیا اور سید عالم ﷺ بھی اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لے آئے، میں اپنی زوجہ کے پاس گیا تو اس نے کہا:تمہاری ہی رسوائی وفضیحت ہوگی، میں کہا میں نے وہی کیا ہے جو تم نے کہا تھا، پھر اس نے اپنا گندھا ہوا آٹا نکالا، آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دھن ڈالا، اور برکت کی دعا فرمائی، پھر آپ ﷺ نے ہماری دیگچی کا ارادہ کیا اور اس میں بھی اپنا لعاب ڈال کر برکت کی دعا فرمائی، پھر فرمایا:"ایک اور روٹیاں پکانے والی بلالو، جو تمہارے ساتھ مل کر روٹیاں پکائے"، دیگچی میں سے سالن نکالا لیکن اس کو چولہے سے نیچے نہ اتارا اس موقع پر ایک ہزار صحابہ تھے، اللہ کی قسم! سب نے سیر ہو کر کھایا اور کھانا بچ گیا، اور جس وقت آپ واپس گئے تو ہماری دیگچی اسی طرح جوش کھا رہی تھی، اور ہمارا گندھا ہوا آٹا اتنا ہی تھا اور اس سے اسی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔(صحیح البخاری، کتاب المغازی ،باب: غزوۃ الخندق وھی، رقم: ۴۱۰۲، ص۶۹۵)

☆......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم دیا، براء کہتے ہیں کہ خندق کی جگہ ایک چٹان نکل آئی جو کدال اور پھاوڑوں سے نہیں ٹوٹ رہی تھی، مسلمانوں نے سید عالم ﷺ سے اس کی شکایت کی، عوف کہتے ہیں کہ پھر سید عالم ﷺ آئے اور فالتو کپڑے رکھ کر چٹان کی طرف اتر گئے، آپ نے کدال پکڑی اور بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی تو اس سے تین پتھر ٹوٹ کر گر گئے، آپ ﷺ نے فرمایا:"اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی چابیاں دی گئی، اور اللہ کی قسم! بیشک میں اس جگہ سے ملک شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں"، آپ ﷺ نے پھر بسم اللہ پڑھ کر دوسری ضرب لگائی تو پھر اس چٹان سے تین پتھر ٹوٹ کر گر گئے، آپ ﷺ نے فرمایا:"اللہ اکبر! مجھے ملک فارس کی چابیاں دے دی گئیں، اور اللہ کی قسم! بیشک میں اس جگہ سے اس کے شہروں اور سفید محلات کو

دیکھ رہا ہوں"۔ آپ ﷺ نے پھر بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی اور وہ چٹان مکمل ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی، آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ اکبر مجھے یمن کی چابیاں دے دی گئیں، اللہ اکبر! میں اس جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں"۔

(مسند ابی یعلی، مسند البراء بن عازب، رقم: ۱۶۷۵، ج۲، ص۸۹)

فرشتوں کے ذریعے امداد ہونا:

{2}..... اللہ عزوجل نے فرمایا کہ "ہم نے لشکر بھیجا" اس لشکر سے مراد فرشتے تھے، اور ان کی تعداد ایک ہزار تھی، روایت ہے کہ اللہ نے نبی پاک ﷺ اور ان کے صحابہ کی مدد و نصرت کے لئے ہوائیں بھیجیں جس کی ٹھنڈ اور اُڑتی ریت ان کافروں کے چہروں پر ہوتی اور فرشتوں نے اللہ کے حکم سے (ہواؤں کی مدد) سے ان کے خیموں کی طنابیں تک اکھیڑ کر رکھ دیں اور ستارے ان پر ماند پڑ گئے، اور ان کے دلوں میں مومنین کا رعب ڈال دیا اور فرشتوں کی مدد نے انہیں حیران کر دیا۔ طلیحہ بن خویلد الاسدی کہتا ہے: "لگتا ہے محمد (ﷺ) نے جادوں کر دیا ہے، پس نجات مانگو نجات مانگو"، اور رسوا ہو کر بھاگ گیا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے چاہا کہ سید عالم ﷺ کے لئے قوم کی کوئی خبر لے کر آؤں چنانچہ میں گیا میں نے ایک لشکر دیکھا جن کے پاس آگ کے انگارے تھے اور ایک آدمی دیکھا جو سیاہ فام جسامت میں موٹا تازہ جس کے ہاتھ میں بھی آگ کا انگارہ تھا جس پر مسح کر کے وہ سردی تاپ رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ کہہ رہا تھا: "ترک مکان کرو ترک مکان کرو تمہارے لئے یہاں کوئی جائے پناہ نہیں"۔ جب کوئی آدمی اس لشکر میں جائے تو اسے ایک بالشت بھر جگہ بھی خالی نہ دکھائی دے۔ میں نے ان کے کجاوں سے پتھروں کی آوازیں سنیں، اور تیز ہوائیں لپٹیں مارتی ہوئیں دیکھیں، پھر یہ لشکر سید عالم ﷺ کی جانب بڑھنے لگا اور نصف راستہ باقی رہا یا میں بیس گھوڑوں کی مسافت پر رہا تو میں نے دیکھا کہ وہ (فرشتوں کا) لشکر کہہ رہا تھا: "اپنے ساتھیوں کو خبردار کر دو اللہ ان کی قوم کے لئے کافی ہے"۔ (روح المعانی، الجزء: ۲۱، ص ۲۰۹، ملخصاً)

یثرب کہنے کی ممانعت:

{3}..... جب سید عالم ﷺ نے مکۃ المکرمہ سے ہجرت کر کے یثرب کو مدینہ بنا دیا تو اب جائز نہیں کہ کوئی اسے یثرب کہے۔ متذکرہ آیت کا تاریخی پس منظر یوں ہے کہ جس وقت مسلمانوں کو آزمائشوں نے آلیا، سختی کے دن تھے، اسی وقت منافقوں کا نفاق بھی ظاہر ہو گیا اور جن لوگوں کے دلوں میں بیماری تھی انہوں نے بے جا کلمات تلفظ کرنا شروع کر دیئے، اسی وقت میں سے ایک گروہ نے کہا: "اے اہل یثرب مراد مدینہ تھا"۔

☆..... حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: "مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے کہ میں مکۃ المکرمہ سے اس جانب ہجرت کروں گا جہاں کھجوروں کے باغ ہیں، میرا خیال اس طرف گیا کہ وہ یمامہ ہے، پس وہ جگہ مدینہ (یثرب) تھی"۔

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب: ھجرۃ النبی ﷺ الی المدینۃ، رقم: تحت الباب، ص ۶۵۵)

علامہ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں: سید عالم ﷺ نے مدینہ کو یثرب اس وقت کہا جب کہ آپ ﷺ نے اس کا نام طیبہ نہیں رکھا تھا۔ بعض منافقین مدینہ کو یثرب کہتے تھے اور جو نام اس شہر کے لائق ہے وہ مدینہ ہے، اس لئے بعض علماء نے کہا کہ مدینہ کو یثرب کہنا مکروہ ہے، اور قرآن مجید میں ہے کہ غیر مومنین نے مدینہ منورہ کو یثرب کہا تھا، اور امام احمد حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جس نے مدینہ کو یثرب کہا تو وہ توبہ کرے، یہ طابہ ہے یہ طابہ ہے، اور اس کراہت کا سبب یہ ہے کہ یثرب یا تو تثریب سے بنا ہے جس کا معنی ملامت کرنا ہے اور یا ثرب سے بنا ہے جس کا معنی فساد کرنا ہے، اور یہ دونوں نام قبیح ہیں اور نبی کریم ﷺ اچھے نام پسند فرماتے، اور عمر بن شبہ نے ابو ایوب سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو یثرب کہنے سے منع فرمایا ہے اور

عیسیٰ بن دینار مالکی نے کہا کہ جس نے مدینہ کو یثرب کہا اس کا گناہ لکھا جائے گا۔ حضرت نوح کے پر پوتے کے پر پوتے یثرب بن قانیہ نے اس شہر کو سب سے پہلے مسکن بنایا تھا اسی کے نام سے اس کا نام یثرب پڑ گیا۔

(فتح الباری، کتاب مناقب الانصار، باب :ھجرۃ النبی ﷺ الی المدینۃ،رقم:تحت الباب، ج۷،ص۲۸۸)

☆......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مدینے کو یثرب کہا وہ اللہ عزوجل سے استغفار کرے، یہ طابہ ہے یہ طابہ ہے۔ (مسند ابی یعلی ،مسند البراء بن عازب، رقم ۱۶۸۸،ج۲،ص ۹۰)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس شہر میں جانے کا حکم دیا گیا ہے جو دوسرے شہروں کو کھا جائے گا، لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں، اور وہ مدینہ ہے وہ بُرے لوگوں کو اس طرح نکال دے گا جیسا کہ بھٹی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے''۔ (صحیح البخاری، کتاب فضائل المدینۃ،باب: فضل المدینۃ وانھا تنفی الناس،رقم: ۱۸۷۱،ص ۳۰۶)

سید عالم ﷺ نے اس کا نام مدینہ رکھا، اس کی وجہ وہاں لوگوں کا رہنا سہنا اور جمع ہونا اور اس سے انس و محبت رکھنا ہے اور آپ نے اسے یثرب کہنے سے منع کیا اس لئے کہ یہ زمانہ جاہلیت کا نام ہے یا اس لئے کہ یہ ''ثرب'' سے بنا ہے جس کے معنی ہلاکت اور فساد ہے اور تثریب بمعنی سرزنش اور ملامت یا اس وجہ سے کہ یثرب کسی بت یا کسی جابر و سرکش بندے کا نام تھا، امام بخاری اپنی تاریخ میں ایک حدیث لائے ہیں کہ جو کوئی یثرب کہہ دے تو اسے دس مرتبہ مدینہ کہنا چاہیے تا کہ اس کی تلافی اور تدارک ہو جائے۔

(الفتاوی الرضویہ مخرجہ ،کتاب الحضر واباحت، ج۲۱،ص۱۱۹)

فضائل مدینہ:

☆......حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ طیبہ ہے یہ گناہوں کو اس طرح مٹاتا ہے جس طرح آگ چاندی کے زنگ کو مٹا دیتی ہے''۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی،باب: غزوۃ احد، رقم : ۴۰۵۰،ص ۶۸۶)

☆......حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا''۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج،باب:المدینۃ تنفی شرارھا، رقم:(۳۲۴۶)/ ۱۳۸۵،ص ۶۴۴)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''مدینہ لوگوں کے لئے بہتر ہے اگر جانتے، مدینہ کو جو شخص بطور اعراض چھوڑے گا، اللہ اس کے بدلے میں اُسے لائے گا جو اس سے بہتر ہوگا اور مدینہ کی تکلیف و مشقت پر جو ثابت قدم رہے گا بروز قیامت میں اس کا شفیع یا شہید ہونگا''۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج ،باب:فی فضل المدینۃ، رقم:(۳۲۰۸)/۱۳۶۳،ص ۶۳۷)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مدینہ کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرے گا، اللہ اسے آگ میں اس طرح پگھلائے گا جیسا کہ سیسہ یا اس طرح جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج ،باب:فی فضل المدینۃ، رقم:(۳۲۰۹)/۱۳۶۳،ص۶۳۷)

☆......سفیان بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''یمن فتح ہوگا اس وقت کچھ لوگ دوڑتے ہوئے آئیں گے اور اپنے گھر والوں کو اور ان کو جو اُن کی اطاعت میں ہیں لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر جانتے، اور شام فتح ہوگا کچھ لوگ دوڑتے ہوئے آئیں گے اپنے گھر والوں اور فرمانبرداروں کو لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر جانتے، اور عراق فتح ہوگا کچھ لوگ جلدی کرتے آئیں گے اور اپنے گھر والوں اور فرمانبرداروں کو لے جائیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لئے بہتر ہے اگر جانتے''۔

(صحیح البخاری، کتاب :فضائل المدینۃ ،باب:من رغب عن المدینۃ، رقم: ۱۸۷۵،ص۳۰۲)

☆......ابن عمر سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس سے ہو سکے مدینہ میں مرے کہ جو شخص مدینہ میں مرے گا میں اس کی شفاعت فرماؤں گا''۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب ما جاء فی فضل المدینۃ، رقم: ۳۹۴۳،ص۱۱۰۶)

جنگ سے رہ جانے والے لوگ :

۵......جاننا چاہیے کہ اللہ ﷻ نے منافقین کے اعمال وافعال کی مذمت فرمائی، پس انسان کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ جس راستے کو چاہے اختیار فرمالے، پس جو برُائی کو پاتا ہے اسے فقط اپنے نفس کو لعن طعن کرنا چاہیے اور نبی پر کسی کافر یا منافق کو ھدایت دینا لازم نہیں ہے لہذا کسی نافرمان کو ھدایت سے بہرہ مند کردینا کیوں کر لازم ہوگا؟ جیسا کہ خود آقائے دو جہاں سرورِ ذیشاں کا فرمان مقدس نشان ہے: ''میں صرف رسول ہوں اور مجھ پر ہدایت دینا لازم نہیں اور اگر ھدایت دینا مجھ پر لازم ہوتا تو زمین میں موجود ہر چیز امن میں آجاتی اور ابلیس گمراہ ہوا اور اس کے ہاتھ میں گمراہ کرنا ہوتا روئے زمین پر کوئی بھی گمراہی سے نہ بچتا، لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے''۔

ہر شخص کے لئے فنا اور ھلاک ہونا ضروری ہے چہ جائے کہ طبعی موت مرے یا کسی تلوار سے، اور اس موت کا وقت بھی متعین ہے لہذا جب تقدیر سبقت کرجاتی ہے اور قلم جاری ہوتا ہے تو کوئی بھی موت سے راہ فرار نہیں کرسکتا۔ امام راغب فرماتے ہیں کہ قتل کی اصل یہ ہے کہ روح جسم سے نکل جائے۔

(روح البیان ، ج۷،ص ۱۸۱)

دوسرا فریق جو جنگ سے رہ جانے والا تھا وہ بنو حارثہ تھا۔

(الدرالمنثور، ج۵،ص ۳۶۰)

اغراض:

متحزبون: بمعنی مجتمعون ہے، ماقبل گزر چکا ہے کہ کفار کی تعداد بارہ ہزار تھی جب کہ مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی اور منافقین بھی ان میں شامل تھے۔ ملائکۃ: فرشتوں کی تعداد ایک ہزار تھی لیکن انہوں نے قتال نہ کیا، بلکہ کفار کے دلوں میں رعب برپا کیا۔

من اعلی الوادی: مراد قبیلہ اسد وغطفان ہے۔ من کل جانب: یعنی ہر جانب سے گھیرے ہوئے ہونا مراد ہے۔

والیاس: مراد منافقین اور بعض ضعیف (الاعتقاد) مسلمان ہیں۔

ھی ارض المدینۃ: مدینہ کا پرانا نام عمالقہ کے ایک شخص کے نام پر یثرب تھا لیکن سید عالم ﷺ نے اس نام کو لینے سے منع فرمایا اور اسے طیبہ، طابہ، قبۃ الاسلام اور دارالھجرت فرمایا۔ ولا مکانۃ: مراد یہ ہے کہ یثرب جائے قیام نہیں ہے۔

جبل خارج المدینۃ: یعنی شہر اور خندق کے درمیان، پس مسلمان شہر کو پیچھے چھوڑ چکے اور دشمنوں کے سامنے (مدِ مقابل) آگئے۔

عن الوفاء بہ: یعنی انسان سے وعدے کے پورا کرنے کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

المثبطین: سے مراد منافقین ہیں جو قتال میں سستی کرنے والے تھے۔

ریاء وسمعۃ: یعنی جو جہاد سے سستی کرے اگر وہ شریک ہوگا بھی تو فاسد اغراض کے حصول کے لئے شریک ہوگا۔

حقیقۃ: یعنی دل سے ایمان نہ لائے اگرچہ ظاہری اعتبار سے کلمہ پڑھتے ہیں۔

(الصاوی، ج۵، ص ۲۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۹

﴿لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ﴾ بِکَسرِ الهَمزَةِ وَضَمِّهَا ﴿حسنۃ﴾ اِقْتِداءٌ بِهٖ فِی القِتَالِ وَالثُّبَاتِ فِی مَوَاطِنِہٖ ﴿لمن﴾ بَدَلٌ مِن لَکُمْ ﴿کان یرجوا اللہ﴾ یَخَافُہٗ ﴿والیوم الاخر وذکر اللہ کثیرا

(۲۱) ﴿بِخِلافِ مَنْ لَيْسَ كَذالِكَ﴾ ولما را المومنون الاحزاب ﴿مِنَ الْكُفّارِ﴾ قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله ﴿مِنَ الْاِبْتِلاءِ وَالنَّصْرِ﴾ وصدق الله ورسوله ز ﴿فِي الْوَعْدِ﴾ وما زادهم ﴿ذلكَ﴾ الا ايمانا ﴿تَصْدِيقًا بِوَعْدِ اللهِ﴾ وتسليما (۲۲) ﴿لِاَمْرِهٖ﴾ من المومنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه ج ﴿مِنَ الثَّبَاتِ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ﴾ فمنهم من قضى نحبه ﴿ماتَ اَوْ قُتِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ﴾ ومنهم من ينتظر صلے ز ﴿ذلكَ﴾ وما بدلوا تبديلا (۲۳) ﴿فِي الْعَهْدِ وَهُمْ بِخِلافِ حالِ الْمُنافِقِينَ﴾ ليجزى الله الصدقين بصدقهم ويعذب المنفقين ان شاء ﴿بِاَنْ يُمِيتَهُمْ عَلٰى نِفاقِهِمْ﴾ او يتوب عليهم ط ﴿اِنْ شَاءَ﴾ ان الله كان غفورا ﴿لِمَنْ تابَ﴾ رحيما (۲۴) ﴿بِهٖ﴾ ورد الله الذين كفروا ﴿اَيِ الْاَحْزابَ﴾ بغيظهم لم ينالوا خيرا ط ﴿مُرادِهِمْ مِنَ الظَّفَرِ بِالْمُومِنِينَ﴾ وكفى الله المومنين القتال ط ﴿بِالرِّيحِ وَالْمَلٰئِكَةِ﴾ وكان الله قويا ﴿عَلٰى اِيجادِ ما يُرِيدُهٗ﴾ عزيزا (۲۵) ﴿غالِبًا عَلٰى اَمْرِهٖ﴾ وانزل الذين ظاهروهم من اهل الكتب ﴿اَيْ قُرَيْظَةَ﴾ من صياصيهم ﴿حُصُونِهِمْ جَمْعُ صِيصِيَةٍ وَهُوَ مَا يُتَحَصَّنُ بِهٖ﴾ وقذف فى قلوبهم الرعب ﴿الْخَوْفَ﴾ فريقا تقتلون ﴿مِنْهُمْ وَهُمُ الْمُقاتِلَةُ﴾ وتاسرون فريقا (۲۶) ﴿مِنْهُمْ اَيِ الذَّرارِيَ﴾ واورثكم ارضهم وديارهم واموالهم وارضا لم تطئوها ﴿بَعْدُ وَهِيَ خَيْبَرُ اُخِذَتْ بَعْدَ قُرَيْظَةَ﴾ و وكان الله على كل شیء قديرا (۲۷) ﴿.

﴿ترجمہ﴾

بیشک تمہیں رسول کی پیروی بہتر ہے (یعنی جنگ میں اور جنگی مورچوں میں ثابت قدم رہنے میں حضور کی اقتداء کرنا بہتر ہے ......۱ اسوۃ ہمزہ مکسورہ اور مضمومہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اس کے لیے (لمن یہ لکم سے بدل ہے) جو اللہ اور پچھلے دن کا خوف رکھتا ہو (یرجوا بمعنی یخاف ہے) اور اللہ کو بہت یاد کرے (بخلاف ان لوگوں کو جو ان صفات کے حامل نہیں) اور جب مسلمانوں نے کفار کے) لشکر دیکھے بولے یہ ہے وہ (آزمائش اور موڑ) جس کا ہمیں وعدہ دیا تھا اللہ اور اس کے رسول نے اور سچ فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے (وعدہ کے بارے میں) اور (اس نے) انہیں نہ بڑھایا مگر ایمان (یعنی اللہ ﷻ کے وعدہ کی تصدیق کرنا) اور (اس کے حکم کو) تسلیم کرنا مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا وہ عہد (نبی پاک ﷺ کی معیت میں ثابت قدم رہنے کا) اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا (انتقال کر چکا یا راہ خدا میں شہید ہو چکا) اور کوئی (اس کی) راہ دیکھ رہا ہے اور وہ (عہد کے بارے میں) ذرا نہ بدلے (ان کا حال منافقین کے حالات کے بالکل برخلاف ہے......۳......) تا کہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا صلہ دے اور منافقوں کو عذاب کرے اگر چاہے (انہیں ان کے نفاق پر موت عطا فرمانا مراد ہے) یا انہیں توبہ دے بیشک اللہ بخشنے والا ہے (توبہ کرنے والوں کو) اور (ان پر) رحم فرمانے والا ہے اور اللہ نے کافروں کو (یعنی ان لشکروں کو) ان کے دلوں کی جلن کے ساتھ پلٹایا (وہ اپنی مراد یعنی مسلمانوں پر فتح وصلہ پانا حاصل نہ کر سکے) اور اللہ نے مسلمانوں کو (بارش برسا کر فرشتے نازل فرما کر) لڑائی کی کفایت فرما دی اور اللہ قوت رکھنے والا ہے (ہر چاہے کو ایجاد کرنے پر) عزیز ہے (یعنی اپنے امر پر غالب ہے) اور جن

اہل کتاب نے (یعنی بنو قریظہ نے ......ہے......) ان کی مدد کی تھی انہیں ان کے قلعوں سے اتارا (صیاصیھم جمع ہے صیصۃ کی بمعنی حصونھم، اس کا معنی قلعہ ہے) اور ان کے دلوں میں رعب (یعنی خوف) ڈالا (ان میں سے) ایک گروہ کو تم قتل کرتے ہو (اور یہ وہ لوگ ہیں جو تم سے جنگ کرنے والے تھے) اور (ان میں سے) ایک گروہ کو قید (یعنی عورتوں اور بچوں کو) اور ہم نے تمہارے ہاتھ لگائے ان کی زمین اور ان کے مکان اور ان کے مال اور وہ زمین جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا ہے (اب تک اس سے مراد خیبر ......ہے، خیبر کی فتح قریظہ سے جنگ کے بعد ہوئی) اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوا الله واليوم الاخر وذكر الله كثيرا٥﴾.

لام: قسمیہ، کان: فعل ناقص، لکم: جار مجرور مبدل منہ، لام: جار، من: موصولہ، کان: فعل ناقص واسم، یرجوا اللہ والیوم الاخر: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ذکر اللہ کثیرا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر بدل، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، فی رسول اللہ: ظرف مستقر حال مقدم، اسوۃ حسنۃ: ذوالحال، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ولما را المومنون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا ورسوله﴾.

و: عاطفہ، لما: ظرفیہ شرطیہ ظرف مقدم، را المومنون: فعل وفاعل، الاحزاب: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، قالوا: قول، ھذا: مبتدا، ما: موصول، وعدنا ورسولہ: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وصدق الله ورسوله وما زادهم الا ايمانا وتسليما٥﴾.

و: عاطفہ، صدق: فعل، اللہ ورسولہ: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما زادھم: فعل نفی وفاعل ومفعول، الا: اداۃ حصر، ایمانا وتسلیما: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿من المومنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه﴾.

من المومنین: ظرف مستقر خبر مقدم، رجال: موصوف، صدقوا: فعل بافاعل، ما عاھدوا اللہ علیہ: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا٥﴾.

ف: عاطفہ، منھم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصولہ، قضی نحبہ: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، منھم: ظرف مستقر خبر مقدم، من ینتظر: موصول صلہ، ملکر مبتدا، مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما بدلوا: فعل نفی بافاعل، تبدیلا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ليجزى الله الصدقين بصدقهم ويعذب المنفقين ان شاء او يتوب عليهم﴾.

لام: جار، یجزی اللہ الصدقین: فعل وفاعل ومفعول، بصدقھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یعذب: فعل بافاعل، المنفقین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، ان: شرطیہ، شاء: جملہ فعلیہ جزا، محذوف "فیعذب المنفقین" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ، او: عاطفہ، یتوب علیھم: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ماقبل "صدقوا" پر معطوف ہے۔

﴿ان الله كان غفورا رحيما ٥ ورد الله الذين كفروا بغيظهم لم ينالوا خيرا﴾.

ان الله: حرف مشبہ واسم، کان غفور رحیما: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ۔و: عاطفہ، رد الله: فعل وفاعل، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، بغیظهم: ظرف مستقر حال اول، لم ینالوا خیرا: جملہ فعلیہ حال ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿و کفی الله المومنین القتال و کان الله قویا عزیزا٥﴾۔

و: عاطفہ، کفی الله: فعل وفاعل، المومنون: مفعول اول، القتال: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ۔و: عاطفہ، کان الله: فعل ناقص واسم، قویا عزیزا: خبران، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وانزل الذین ظاهروهم من اهل الکتب من صیاصیهم وقذف فی قلوبهم الرعب﴾۔

و: عاطفہ، انزل: فعل بافاعل، الذین ظاهروهم: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من اهل الکتب: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، من صیاصیهم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ۔و: عاطفہ، قذف فی قلوبهم الرعب: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فریقا تقتلون وتاسرون فریقا٥ واورثکم ارضهم ودیارهم واموالهم وارضا لم تطئوها﴾۔

فریقا: مفعول مقدم، تقتلون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ۔و: عاطفہ، تاسرون: فعل بافاعل، فریقا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ۔و: عاطفہ، اورثکم: فعل بافاعل ومفعول، ارضهم: معطوف علیہ ۔و: عاطفہ، دیارهم: معطوف اول، واموالهم: معطوف ثانی ۔و: عاطفہ، ارضا: موصوف، لم تطئوها: جملہ فعلیہ صفت، ملکر معطوف ثالث، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وکان الله علی کل شیء قدیرا٥﴾۔

و: عاطفہ، کان الله: فعل ناقص واسم، علی کل شیء قدیرا: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

سید عالم ﷺ کی پیروی کرنے کے محامل:

۱......اسوۃ بمعنی قدوۃ یعنی پیشوا ہے، اسوۃ اسے بھی کہتے ہیں جس کی پیروی یا اقتداء کی جائے، یعنی تابعداری کی جائے۔ تمام افعال واحوال میں اس کی پیروی کی جائے۔ اوراس تابعداری کرنے میں چہرہ زخمی ہوتا ہے تو ہو جائے، دانت ٹوٹتے ہوں تو ٹوٹ جائیں، چچا حضرت حمزہ ؓ ہی شہید ہو جائیں، پیٹ بھوکا رہے، صرف صبر اور راضی بارضا رہنا ضروری ہے۔

سید عالم ﷺ کے اس اسوۃ کے بارے میں اختلاف ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے یا مستحب، اس بارے میں دو اقوال ہیں: (۱)......واجب ہے لیکن دلیل مستحب ہونے کی ملتی ہے، (۲)...... مستحب ہے لیکن دلیل واجب ہونے کی ملتی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ دینی امور میں عمل کرنا واجب اور دنیاوی امور میں مستحب ہے۔ (القرطبی، الجزء:۲۱، ص ۱۳۹)

☆......جب سید عالم ﷺ کا چہرہ انور زخمی ہوا تو دعا فرمائی: ''اللهم اغفر لقومی فانهم لا یعلمون'' (المرجع السابق)

☆......حضرت انس بن نضر کو اُحد میں اسّی سے زیادہ زخم کھا گئے لیکن رحمت عالمیان کی جانب ایک تیر نہ بڑھنے دیا۔

(السیرۃ النبویۃ، ج ۱، الجزء: ۱، ص ۴۵)

☆......غزوہ اُحد میں سید عالم ﷺ کا دانت مبارک زخمی ہوا اور چہرہ مبارک خون آلود ہوا، سید عالم ﷺ نے عتبہ کے لئے دعائے ضرر فرمائی: ''اللهم لا تحول علیه الحول حتی یموت کافرا'' اے اللہ اس پر سال نہ گزرنے پائے اور یہ کافر مرے۔

(السیرۃ النبویۃ، ج ۱، الجزء: ۱، غزوۃ اُحد، ص ۵۲)

☆......صحابہ کہتے ہیں کہ ہم نے سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں بھوک کی شکایت کرتے ہوئے پیٹ پر بندھے ہوئے پتھر دکھائے تو سید

عالمﷺ اپنے شکمِ اطہر سے کپڑا اٹھا کر دو پتھر دکھائے۔(سنن الترمذی، کتاب الزھد،باب : ما جاء فی معیشة رقم:۲۳۷۸،ص۶۸۶)

فضائلِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ:

ﷺ......حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ عام الفیل کے چھ سال بعد پیدا ہوئے، حبشہ کی جانب سب سے پہلے ہجرت فرمائی اور بعد میں مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی، اسی وجہ سے آپ کو دو ہجرتوں، دو نوروں (بی بی رقیہ وام کلثوم سے نکاح کرنے کی وجہ سے) اور دو قبلوں (کی جانب منوھ کرکے نماز پڑھنے) والا کہا جاتا ہے۔ بی بی رقیہ کی علالت کی وجہ سے غزوہ بدر میں شریک نہ ہوسکے، اور انہی ایام میں محترمہ بی بی رقیہ نے پردہ فرمایا۔ ان کا شمار ان دس صحابہ میں ہوتا ہے جنہیں دنیا میں جنت کی بشارت ملی اور ان چھ اصحاب میں سے ہیں جو سید عالم کی شوریٰ میں شریک تھے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تبوک میں ایک ہزار اونٹ (مع سامان) اور ستر اونٹ گھوڑے عطا فرمائے۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ رات میں (قیام کی حالت میں) ایک رکعت میں ختم قرآن فرماتے تھے۔ سعید بن زید کہتے ہیں جو شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھے تو حقیقت میں اس سے بغض رکھنا چاہیے۔ ابن عباس کہتے ہیں اگر روئے زمین کے سارے لوگ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل پر جمع ہوجائیں تو آسمان سے ان کی ہلاکت کو پتھر برسائے جائیں۔ عبداللہ بن سلام کہتے ہیں: عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے فتنے کا جو دروازہ کھلا ہے وہ قیامت تک بند نہ ہوسکے گا۔

(تھذیب التھذیب، حرف العین:من اسمه عثمان ،ج۵، ص۴۰۳ وغیرہ)

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ امید و خوف کی ملی جلی کیفیت میں رہتے، رات کو قیام میں گزارتے، دن میں سخاوت کرتے اور روزے رکھتے، یہ وہ ہستی ہیں جنہیں آزمائش کی خبر دی گئی اور انہی کو نجات کی خبر بھی دی گئی۔ نافع کہتے ہیں کہ سید عالمﷺ نے فرمایا: ''میری امت میں سب سے زیادہ مکرم اور حیاء والے عثمان غنی ہیں''۔(حلیة الاولیاء ، باب:عثمان غنی،رقم:۱۵۷، ج۱، ص ۹۳ وغیرہ)

☆......حضرت ابو موسی الاشعری کہتے ہیں: ''میں سید عالمﷺ کے ہمراہ موجود تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی، حضور نے فرمایا: ''آنے والے کو جنت کی بشارت دے دینا''، میں نے دروازہ کھولا تو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تھے چنانچہ میں نے پیغام پہنچا دیا، سید عالمﷺ نے فرمایا: ''اللہ ان کا مددگار ہو''۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب :عثمان غنی رضی اللہ عنہ، رقم:تحت الباب، ص ۶۲۱)

کرامات: علامہ تاج الدین سبکی اپنی کتاب ''طبقات'' میں فرماتے ہیں: ایک شخص نے سرِراہ کسی عورت کو بُری نگاہ سے دیکھا پھر جب امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت باعظمت میں حاضر ہوا تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے نہایت پُر جلال لہجے میں فرمایا: ''تم لوگ ایسی حالت میں میرے پاس آتے ہو کہ تمہاری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں''! اُس شخص نے جل بھن کر کہا کہ کیا رسول اللہﷺ کے بعد آپ پر وحی اترنے لگی ہے؟ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہیں؟ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''مجھ پر وحی تو نہیں آتی لیکن میں نے جو کہا وہ بالکل سچ ہے، الحمدللہ رب العالمین! اللہ نے مجھے ایسی فراست عطا فرمائی ہے کہ میں لوگوں کے دلوں کی حالت جان لیتا ہوں''۔ (حجة الله على العالمين،ص۶۱۳)

امام مالک فرماتے ہیں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع کے اُس حصے کے پاس سے گزرے جو ''حش کوکب'' کہلاتا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں کھڑے ہوکر یہ فرمایا: ''عنقریب یہاں ایک شخص دفن کیا جائے گا''۔ کچھ دنوں بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا اور باغیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے جنازے پر اتنی اودھم بازی کی کہ نہ تو آپ رضی اللہ عنہ کو روضۂ رسول کے قریب دفن کیا جاسکا اور نہ ہی جنت البقیع میں اس جانب جہاں کبار صحابہ مدفون ہیں، بلکہ آپ کو مقام ''حش کوکب'' میں دفن کیا گیا جو اس وقت جنت البقیع کا غیر معروف حصہ تھا۔

(ریاض النضرة فی مناقب العشرة، الجزء۳،ص۴۱)

شہادت:

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو صحابہ کی ایک جماعت نے آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مکروہ جانا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کو دوست رکھتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے بارہ سال تک خلافت کی اور اپنی خلافت کے پچھلے چھ سالوں میں اپنے چچازاد بھائیوں کو حاکم بنانے لگے۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا حاکم بنایا۔ لوگوں نے اس کے ظلم وستم کی شکایت کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ابی سرح کو دھمکایا لیکن اس نے ان کی باتوں کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جن سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منع کیا تھا اور جو لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تھے ان کو مار کر قتل کر دیا۔ پھر مزید سات سو آدمی مدینہ منورہ آئے اور شکایت کی اور ابن ابی سرح کی معزولی کی درخواست پیش کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ انہوں نے بھی یہی خواہش کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے تم اپنے لئے کوئی شخص پسند کر لو، پس محمد بن ابی بکر کی تقرری آپ نے لکھ دی۔ جب یہ محمد بن ابی بکر مصر روانہ ہوئے راستے میں ایک غلام ملا جو اپنے اونٹ کو اس تیزی سے چلا رہا تھا گویا کسی کو ڈھونڈ رہا ہے۔ لوگوں نے پوچھا تو کہا کہ میں امیر المؤمنین کا غلام ہوں مجھے انہوں نے عامل مصر کے پاس بھیجا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ مصر کے حاکم تو یہ ہیں۔ اس غلام کی تلاشی لینے پر ایک خط برآمد ہوا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے ابن ابی سرح کو لکھا گیا تھا کہ ''تیرے پاس محمد اور فلاں فلاں شخص آئیں تو کسی حیلہ بہانے سے انہیں قتل کر دینا اور ان کی تقرری کے فرمان کو باطل جاننا'' یہ قافلہ مدینہ طیبہ لوٹا اور طلحہ، زبیر، علی، سعد رضی اللہ عنہم کے سامنے خط کو کھولا گیا۔ تمام صحابہ کرام عثمان غنی کے پاس گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غلام بھی میرا ہے اور اونٹ بھی میرا ہے اور خط پر مہر بھی میری ہی لگی ہوئی ہے لیکن میں نے نہ تو انہیں حکم دیا اور نہ ہی خود اس خط کو لکھا۔ بعد میں پہچانا گیا کہ یہ خط مروان کا لکھا ہوا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کسی وجہ سے مروان کو ان کے حوالے کرنے کے انکار کی وجہ سے لوگ بلوہ پر جم گئے اور آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور پانی اندر جانا بند کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین مشکیزیں اندر بھجوائیں مگر وہ آپ کو نہ مل سکیں۔ لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کے درپے ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حسنین کریمین کو آپ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہرہ دار بنا دیا۔ محمد بن ابی بکر اور ان کے دو انصاری ساتھی دیوار کو دکر اندر پہنچ گئے اور کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ محمد بن ابی بکر نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو! جب میں اجازت دوں تو آنا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آپکی بیوی بھی تھیں۔ پس محمد بن ابی بکر اندر گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو داڑھی سے پکڑ لیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ اگر تمہارا باپ اس فعل کو دیکھتا تو بُرا مانتا۔ یہ سن کر محمد بن ابی بکر نے آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک چھوڑ دی۔ پھر ان کے دونوں ساتھیوں نے اندر آ کر آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور بھاگ گئے۔ بعد میں محمد بن ابی بکر نے بیان دیا کہ میں قتل کے ارادے سے گیا ضرور تھا لیکن جب انہوں نے مجھے میرے باپ کے بارے میں یاد دلایا تو میں ہٹ گیا۔ شہادت کے وقت آپ کی عمر پاک ۸۱، ۸۲، ۸۴، ۸۶، ۸۸، ۸۹ یا ۹۰ سال تھی۔ ۲۴ ذی الحجہ کو آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (تاریخ الخلفاء، ص ۲۳۲ وغیرہ)

وعدے پر ثابت قدم رہنے والے دیگر صحابۂ کرام:

۳؎ ......جن صحابہ نے اللہ عزوجل سے عہد کیا تھا کہ وہ آئندہ کبھی راہ خدا میں جہاد کریں گے اور اللہ کی عطا سے شہادت کا درجہ پائیں گے، ان کے نام یہ ہیں: حضرت عثمان غنی، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، سعید بن زید، حضرت حمزہ، حضرت مصعب بن عمیر، اور بعض مقام پر انس بن نضر رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہے۔ (خزائن العرفان، حاشیہ نمبر ۶۰)

انس بن نضر: کا بیان ماقبل حاشیہ نمبر ۱ میں گزر گیا۔ حضرت عثمان غنی: کا بیان ماقبل حاشیہ نمبر ۲ میں گزر گیا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ: نے بھی اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ایک غزوہ میں جام شہادت نوش فرمایا جس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت

عطا فرمائی: "اوجب طلحة الجنة یعنی طلحہ کے لئے جنت واجب ہوگئی"۔

(سنن الترمذی، کتاب الجهاد، باب: ما جاء فی الدرع، رقم: ۱۶۹۸، ۳۷۳۸، ص ۵۱۵)

حضرت مصعب بن عمیر: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سید عالم ﷺ اُحد سے واپس آئے تو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے وہ راستہ میں مقتول پڑے ہوئے تھے، سید عالم ﷺ نے ان کے لئے کھڑے ہو کر دعا فرمائی اور یہ آیت ﴿من المومنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضی نحبه ومنهم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا مسلمانوں میں کچھ وہ مرد ہیں جنہوں نے سچا کر دیا جو عہد اللہ سے کیا تھا تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے اور وہ ذرانہ بدلے (الاحزاب: ۲۳)﴾ تلاوت فرمائی۔ پھر سید عالم ﷺ نے فرمایا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ قیامت کے دن یہ لوگ اللہ کے نزدیک شہداء ہیں، سو تم ان کے پاس آیا کرو اور ان کی زیارت کیا کرو، اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت تک جو شخص بھی ان کو سلام کرے گا یہ اس کے سلام کے جواب دیں گے"۔ (الدر المنثور، ج۵، ص ۳۶۵)

سعید بن زید: بن عمر بن نفیل حق گو، مال لٹانے والے، خواہشات کو مارنے والے اور راہ دین میں لڑنے والے تھے۔ راہ دین میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے، مستجاب الدعوات تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پہلے حلقہ بگوش اسلام ہوئے ۔ "طبقات الکبریٰ" میں ہے کہ گیارھویں صحابی تھے جنہیں جنت کی بشارت ملی تھی۔ ماہر فن رجال کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن زید اور طلحہ کو جنگ بدر میں شریک ہونا تھا لیکن کسی وجہ سے مشرکین کے عار دلانے پر شریک نہ ہو سکے۔

(تهذیب التهذیب، حرف السین: من اسمه سعید، ج۳، ص ۳۲۵)

غزوہ بنو قریظہ کا حال:

ﷺ ..... سن ۵ ہجری میں یہود سے بنو قریظہ رونما ہوا، جب رسول اللہ ﷺ خندق سے واپس تشریف لائے تو نماز ظہر کے بعد بنو قریظہ سے جنگ کرنے کا حکم آیا، بنو قریظہ معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے کفار کے ساتھ جنگ میں شریک ہو گئے تھے، رسول اللہ ﷺ تین ہزار صحابہ کے ساتھ ان کے خلاف جہاد کرنے کے لئے روانہ ہوئے اور ان کو پچیس دن محاصرہ میں رکھا، آخر کار انہوں نے منظور کر لیا کہ حضرت سعد بن معاذ کو ان کے معاملہ میں حاکم بنا دیا جائے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے مرد قتل کر دیئے جائیں ، عورتوں اور بچوں کو گرفتار کر لیا جائے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: "تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے"۔ سو ایسا ہی کیا گیا مردوں کی تعداد چھ سو یا سات سو تھی"۔ (السیرة النبویة، غزوة بنی قریظه، ج۲، ص ۱۳۳ وغیرہ)

☆ ..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "میں اب بھی لوہار کی بھٹی کی طرح غبار اڑتا دیکھ رہا ہوں"، جب سید عالم ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے تھے اور سفر میں غبار اڑ رہا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: مرجع النبی ﷺ من الاحزاب، رقم: ۴۱۱۸، ۶۹۸)

☆ ..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے احزاب کے دن فرمایا: "تم میں سے ہر کوئی شخص عصر کی نماز بنو قریظہ میں ادا کرے"، بعض مسلمانوں کو راستے میں نماز عصر کا وقت آ گیا، تو ان میں سے بعض نے کہا ہم بنو قریظہ پہنچ کر ہی نماز عصر پڑھیں گے، اور بعض نے کہا رسول اللہ ﷺ کی یہ مراد نہیں تھی اور انہوں نے وہیں راستہ میں عصر کی نماز پڑھ لی، پھر انہوں نے نبی پاک ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو سید عالم ﷺ نے کسی فریق پر ملامت کا اظہار نہیں کیا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: مرجع النبی ﷺ من الاحزاب، رقم: ۴۱۱۹، ص ۶۹۸)

☆......حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے اپنے باغات سے چند کھجور کے درخت سید عالم ﷺ کے لئے متعین کر دیئے تھے، یہاں تک کہ بنوقریظہ اور بنونضیر کے قبائل فتح ہو گئے، (سید عالم ﷺ نے ہدایا واپس کر دیئے) تو میرے گھر والوں نے کہا جاؤ ہم نے جو کھجوریں دیں تھیں ان کا کچھ یا سب واپس لے آؤ، ادھر سید عالم ﷺ وہ کھجوریں ام ایمن کو دے چکے تھے، اسی اثناء میں وہ بھی آ گئیں اور میری گردن میں کپڑا ڈال کر کہنے لگیں ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، اب یہ کھجوریں تمہیں نہیں ملیں گی، رسول اللہ ﷺ یہ کھجوریں مجھے دے چکے ہیں، تب سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تم ان کھجوروں کے بدلے میں مجھ سے اتنی چیزیں لے لو (اور ان کی کھجوریں انہیں واپس کر دو)، انہوں نے کہا نہیں، اللہ کی قسم! ہرگز نہیں، حتی کہ آپ نے انہیں دس ہزار کھجوریں عطا کرنے کو فرما دیا۔ (صحیح البخاری کتاب المغازی، باب: مرجع النبی ﷺ من الاحزاب، رقم: ۴۱۲۰، ص۶۸۹)

☆......حضرت ابو سعید خدری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ بنوقریظہ نے کہا کہ ہم حضرت سعد بن معاذ کے فیصلے کے مطابق اپنے قلعوں سے باہر آ جائیں گے، نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد کو بلوایا، وہ ایک دراز گوش پر سوار ہو کر آئے جب مسجد کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے انصار سے فرمایا: ''اپنے سردار کو (سواری سے اتارنے کے لئے ان کی) طرف کھڑے رہو'' آپ نے فرمایا: ''یہ لوگ تمہارے فیصلے کو مان کر قلعے سے نکل آئے ہیں''، حضرت سعد نے کہا ان کے جنگجو کو قتل کیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا''، ایک روایت میں ہے: ''ان کے اموال کو تقسیم کر دیا جائے''۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: مرجع النبی ﷺ من الاحزاب، رقم: ۴۱۲۱، ۴۱۲۲، ص۶۹۸)

غزوہ خیبر کے حالات ومحرکات:

۵......غزوہ غابہ کے تین دن بعد خیبر پیش آیا، خیبر کے یہود اسلام کے سخت دشمن تھے، غزوہ احزاب میں اگرچہ ان کو کامیابی نہ ہوئی مگر وہ اسلام کو مٹانے کے لئے برابر سازش کرتے تھے۔ غطفان ان کو مدد دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ ایک ہزار چھ سو کی جمعیت کے ساتھ نکلے جن میں سے دو سو سوار اور باقی سب پیادہ تھے۔ راس المنافقین عبداللہ بن اُبی بن سلول نے اہل خیبر کو کہلا بھیجا کہ محمد ﷺ تم سے لڑنے آ رہے ہیں۔ مگر تم ان سے نہ ڈرنا۔ تمہاری تعداد بہت ہے، یہ تو مٹھی بھر آدمی ہیں جن کے پاس ہتھیار تک نہیں، اس سفر میں جب لشکر اسلام صہباء میں پہنچا جو خیبر سے بارہ میل پرے ہے تو رسول اللہ ﷺ نے نماز عصر پڑھ کر کھانا طلب فرمایا۔ صرف ستو پیش کئے گئے جو حسب الارشاد پانی میں گھول دیئے گئے۔ آپ ﷺ اور صحابہ کرام نے وہی کھائے۔ مقام صہباء سے روانہ ہو کر خیبر کے قریب غطفان و یہود کے درمیان وادی رجیع میں اترے تاکہ غطفان یہود کی مدد کو نہ جاسکیں، چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ یہ مقام اسلامی کیمپ یا لشکر گاہ مقرر ہوا اور یہاں سے لڑائی کے لئے تیار ہو کر جایا کرتے اور زخمیوں کو علاج کے لئے یہیں لایا کرتے۔ رات گزارنے کے بعد دوسرے دن صبح تین بار یوں پکارا ''الله اکبر خربت خیبر انا اذا انزلنا بساحة قوم نساء صباح المنذرين یعنی اللہ اکبر! خیبر ویران ہو گیا، ہم جب کسی قوم کی انگنائی میں اترتے ہیں تو ڈرائے گیوں کی صبح بُری ہوتی ہے''۔ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے تو یونہی دعا مانگا کرتے تھے، داخل شہر ہو کر یکے بعد دیگرے تمام ہی قلعے فتح کئے۔ قموص نامی قلعہ جو کہ اسی نام کی پہاڑی پر قائم تھا اور اس میں عرب کا مشہور پہلوان مرحب رہتا تھا، سید عالم ﷺ نے پہلے پہل ابوبکر صدیق کو بھیجا مگر قلعہ فتح نہ ہوا، محاصرہ تنگ ہونے لگا تو سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں کل جھنڈا ایک شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح دے گا؟ دوسرے دن صبح کو سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علی کہاں ہیں؟ عرض کی گئی ان کی آنکھوں میں آشوب چشم ہے، فرمایا؟: انہیں بلاؤ، جب وہ حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنا لعاب دھن ان کی آنکھوں میں لگا کر دعا ارشاد فرمائی، فوراً صحتیاب

ہوگئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہادری اور جانفشانی سے وہ قلعہ بھی فتح ہوگیا۔ قموص کے بعد باقی قلعے جلد فتح ہوگئے، اس معرکے میں ۹۳ یہود مارے گئے اور ۱۵ اصحابہ کرام شہید ہوگئے۔ فتح خیبر کے بعد زمین پر قبضہ کرلیا گیا لیکن یہود کی درخواست پر نصف پیداوار صلح کرلی گئی۔

(سیرت رسول عربی، ص۱۹۳ وغیرہ)

اغراض:

اقتداء: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اسوۃ مصدر بمعنی الائتساء ہے، کہا جاتا ہے کہ فلاں نے فلاں کی پیروی کی۔

فی القتال: سید عالم ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال کی اقتداء کرنا واجب ہے، یعنی اپنی خواہش سے نہ تو کلام کرے اور نہ ہی افعال بجالائے بلکہ جمیع افعال، اقوال اور احوال میں اپنے رب کی رضا چاہے۔ ذلک : مراد وعدو صدق ہے۔

ذلک: اللہ کی راہ میں موت آنا مراد ہے۔

بخلاف حال المنافقین: منافقین نے اپنے عہد و پیمان کو بدل ڈالا، پس ان میں سے جب کوئی قتال کا ارادہ کرتا تو اپنی جان، مال کا خوف کرتا انہیں اللہ کی رضا کی جستجو نہ ہوتی۔

بالریح: پس تیز ہواؤں نے ان کے خیموں کو اکھیڑ دیا۔ وھم المقاتلۃ: چھ سو یا سات سو کی تعداد تھی۔

ای الذراری: سات سو یا پچاس خادمائیں بطور غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔

وھی خیبر: خیبر اور اس کے علاوہ ہر زمین پر قیامت تک مسلمان بستے ہونگے۔

اخذت بعد قریظۃ: کا بیان حاشیہ نمبر ۴ میں دیکھ لیں۔ (الصاوی، ج۵، ص۳۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲۰

﴿یایھا النبی قل لازواجک ﴾وَھُنَّ تِسعٌ وَطَلَبْنَ مِنهُ مِن زِینَۃِ الدنیا مالَیسَ عِندَہُ﴿ ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن ﴾اَی مُتعَۃَ الطَّلاقِ﴿واسرحکن سراحا جمیلا (۲۸) ﴾اُطَلِّقکُنَّ مِن غَیرِ ضِرَارٍ ﴿ وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ ﴾اَی الجَنۃَ﴿ فان اللہ اعد للمحسنت منکن ﴾بِارادۃِ الأخِرۃِ﴿ اجرا عظیما (۲۹) ﴾اَیِ الجَنۃَ فَاختَرنَ الأخِرۃَ عَلَی الدُّنیا﴿ینساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ ﴾بِفَتحِ الیاءِ وَکَسرِھا اَی بُیِّنَتْ اَو ھِیَ بَیِّنَۃٌ﴿یضعف ﴾وَفِی قِرائَۃٍ یُضَعَّفُ بِالتَّشدِیدِ وَفی اُخرٰی نُضَعِّفُ بِالنُّونِ مَعَہُ وَنَصبِ العَذَابِ﴿ لھا العذاب ضعفین ﴾ضِعفَی عَذابِ غَیرِھِنَّ اَی مِثلَیہِ﴿ وکان ذلک علی اللہ یسیرا (۳۰)﴾.

﴿ترجمہ﴾

اے غیب بتانے والے اپنی بیبیوں سے فرمادے (ان ازواج مطہرات......۱...... رضی اللہ عنھن کی تعداد نو تھی انہوں نے حضور ﷺ سے اس دنیاوی زینت کا سوال کیا تھا جو حضور اپنے پاس نہیں رکھتے تھے) اگر تم دنیا کی زندگی اور آرائش چاہتی ہو تو میں تمہیں مال دوں (یعنی طلاق کا متاع دوں......۲......) اور اچھی طرح چھوڑ دوں (بغیر کوئی ضرر دیئے تمہیں طلاق دیدوں) اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا گھر (یعنی جنت) چاہتی ہو تو بیشک اللہ نے تمہاری نیکی والیوں کے لیے (آخرت کا ارادہ رکھنے کے سبب) بڑا اجر (یعنی جنت کو) تیار کر رکھا ہے (تو ان ازواج مطہرات، رضی اللہ عنھن نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی اور اسے اختیار کیا) اے نبی کی بی بیوں جو تم میں صریح حیاء کے خلاف کوئی جرأت کرے......۳......(مبینۃ کو یاء مفتوحہ اور مکسورہ دونوں کے ساتھ

پڑھا گیا ہے یہ بمعنی بینت ہے یاھی بینۃ ہے) اس پردونا(یضعف کوایک قرائت میں مشدد اوردوسری قرائت میں مخفف پڑھنے کے ساتھ اسے علامت مضارع نون اور لفظ العذاب کے نصب کے ساتھ پڑھا گیا ہے) عذاب ہوگا(یعنی دیگر عورتوں کے مقابلے میں دونا یعنی دومثل عذاب ہوگا......الخ......) اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین﴾

یایھا النبی: نداء،قل لازواجک: قول،ان: شرطیہ، کنتن: فعل ناقص بااسم،تردن: فعل بافاعل،الحیوۃ الدنیا: معطوف علیہ،و: عاطفہ،زینتھا: معطوف،ملکرمفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ شرط ،ف: جزائیہ،تعالین: فعل امر بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ جزاء،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ مقصود بالنداء،ملکر جملہ جملہ ندائیہ۔

﴿امتعکن واسرحکن سراحا جمیلاo﴾.

امتعکن: فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و: عاطفہ،اسرحکن: فعل بافاعل ومفعول،سراحا جمیلا: مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جواب امر واقع ہے۔

﴿وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنت منکن اجرا عظیماo﴾.

و: عاطفہ،ان: شرطیہ، کنتن: فعل ناقص بااسم،تردن اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ شرط ،ف: جزائیہ،ان اللہ: حرف مشبہ واسم ،اعد: فعل بافاعل،لام: جار،محسنت: ذوالحال،منکن: ظرف مستقر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،اجرا عظیما: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ جزاء،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ینساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضعف لھا العذاب ضعفین﴾.

ینساء النبی: نداء،من: شرطیہ مبتدا،یات: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال،منکن: ظرف مستقر حال،ملکر فاعل،بفاحشۃ مبینۃ: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ شرط،یضعف لھا: فعل مجہول وظرف لغو،العذاب: نائب الفاعل،ضعفین: مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقصود بالنداء،ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿وکان ذلک علی اللہ یسیراo﴾.

و: عاطفہ،کان ذلک: فعل ناقص واسم،علی اللہ یسیرا: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......یایھا النبی قل لازواجک......☆ سید عالم ﷺ کی ازواج مطہرات نے آپ ﷺ سے دنیاوی سامان طلب کئے اور نفقہ میں زیادتی کی درخواست کی ، یہاں تو کمال زہد تھا کہ سامان دنیا اور اس کا جمع کرنا گوارا نہ تھا،اس لئے یہ خاطر اقدس پر گراں گزرا اور یہ آیت نازل ہوئی اور ازواج مطہرات کو تخییر دی گئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

ازواج مطہرات کا اہل بیت میں داخل ہونا:

۱......نبی پاک ﷺ کے اہل بیت میں آپ ﷺ کی ازواج، بیٹیاں، صہر(سُسر ال) یعنی داماد داخل ہیں ایک قول یہ بھی

کیا گیا ہے کہ سید عالم ﷺ کی پاک بیبیاں، اور مرد حضرات اہل میں داخل ہیں جن کا بیان ﴿انما یرید الله لیذهب......الخ﴾ میں ہوا ہے، اور ''اَھــــــل'' کو منصوب قابل مدح ہونے کی حیثیت سے رکھا گیا ہے اور قرآن میں حضرت نوح علیہ السلام کے حوالے سے ہے: ﴿انه لیس من اهلک بے شک وہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے(ھود:۴۶)﴾ زجاج کہتے ہیں اس جملے میں اہل سے مراد وہ لوگ ہیں جنھیں نجات دینے کا وعدہ نہیں دیا گیا، اور ایک قول یہ ہے کہ مراد دینی اعتبار سے اہل کا نہ ہونا ہے اور ہر نبی کا اہل اس کی امت ہوا کرتی ہے۔ (لسان العرب، الحرف الالف، ج۱، ص ۲۵۳ ملخصا)

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

کسی شخص کے اہل بیت میں وہ لوگ شامل ہوتے ہیں جو اس کے نسب، دین، پیشہ، گھر یا شہر میں شریک ہوں، لغت میں کسی کے اہل وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس کے گھر میں رہتے ہوں، پھر مجازاً جو لوگ اس کے نسب میں شریک ہوں ان کو بھی اس کے اہل کہا جاتا ہے، سید عالم ﷺ کے خاندان مبارک کو بھی اہل بیت کہا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے ﴿انمـا یـریـد اللـه لیذهـب عنکم الرجس اهل البیت اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے(الاحزاب:۳۳)﴾۔ کسی شخص کی زوجہ کو اس کے اہل میں تعبیر کیا جاتا ہے اور اہل اسلام اسے کہتے ہیں جو سب ہی اسلام کے ماننے والے ہوں اور چونکہ اسلام نے مسلمان وکافر کے مابین نسبی رشتے کو منقطع کر دیا ہے کیونکہ اللہ نے حضرت نوح علیہ السلام کے حوالے سے فرمایا: ﴿ینـوح انه لیس من اهلک انه عمل غیر صالح اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں(ھود:۴۶)﴾۔ (المفردات، ص ۳۹)

امام فخر الدین رازی کہتے ہیں:

اہل بیت کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں، اولی یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اہل بیت میں آپ ﷺ کی اولاد، ازواج، حسن وحسین اور علی بھی داخل ہیں، کیونکہ آپ کی بیٹی کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کے اہل ہیں۔ (الرازی، ج۹، ص ۱۶۸)

امام بیضاوی کہتے ہیں:

شیعہ حضرات کے نزدیک اہل بیت فقط بی بی فاطمہ، حضرت علی، حسن وحسین ہیں رضی اللہ عنھم، ایک دن سید عالم ﷺ سیاہ چادر لے کر آئے پھر فاطمہ، علی، حسن وحسن کو اس میں داخل کر کے فرمایا ﴿انـمـا یـریـد الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے(الاحزاب:۳۳)﴾۔ یہ روایت اس پر دلیل ہے کہ اہل بیت میں ان کے علاوہ کوئی داخل نہیں ہے، ہم کہتے ہیں نص صریح کے مقابلے میں روایت کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا لہذا آیت مذکورہ ازواج مطہرات کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (حاشیة الشهاب علی البیضاوی، ج۷، ص۴۸۶ وغیرہ، روح البیان، ج۷، ۲۰۴)

☆......بی بی عائشہ پر منافقین نے تہمت لگائی تو سید عالم ﷺ نے انکی برأت کے حوالے سے فرمایا: ''یـامعشـر المسلمین من یعذرنی من رجل قد بلغنی عنه اذاه فی اهلی والله ما علمت علی اهلی الا خیرا یعنی اے مسلمانو! اس شخص کے معاملے میں کون میری مدد کرے گا جو مجھے میرے اہل یعنی زوجہ کے متعلق بُری بات کر کے اذیت دیتا ہے، مجھے اپنے (اہل یعنی) زوجہ میں سوائے خیر کے کسی چیز کا علم نہیں''۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: حدیث الافك، رقم: ۴۱۴۱، ص۷۰۳)

سید عالم ﷺ کو طلاق دینے کا اختیار ہونا:

۲......علامہ بغوی کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کی ازواج نے آپ ﷺ سے دنیوی ساز وسامان کا مطالبہ کیا اور نفقہ میں اضافہ کرنے کا مطالبہ کیا، ان کے اس رویے سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچی تو آپ ﷺ نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی اور ایک مہینہ تک ان

کے قریب نہ آنے کی قسم کھالی، اور اسی وقت میں اپنے اصحاب کی طرف باہر تشریف نہ لے گئے، صحابہ کرام کو فکر لاحق ہوئی اور کہنے لگے کہ آپ ﷺ کا کیا حال ہے؟ (آپ باہر تشریف نہیں لائے)، ان میں سے کچھ یہ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی عورتوں کو طلاق دے دی ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہا میں تمہیں حقیقت حال سے آگاہ کردوں گا۔ چنانچہ میں سید عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ! کیا آپ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں مسجد میں داخل ہوا تو مسلمان کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے طلاق دے دی ہے۔ کیا میں انہیں مطلع کردوں کہ آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا؟ فرمایا: ہاں! اگر تو چاہے، پس میں مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوا اور بلند آواز کے ساتھ ندا دی کہ سید عالم ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق نہیں دی۔ (المظھری، ج۵، ص۵۱۸)

☆...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور سید عالم ﷺ سے آنے کی اجازت طلب فرمائی، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ سید عالم ﷺ دروازے پر بیٹھے ہوئے ہیں اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں دے رہے، پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دی گئی، پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ آئے تو انہیں بھی اجازت دے دی گئی، انہوں نے دیکھا کہ سید عالم ﷺ تشریف فرماں ہیں اور ارد گرد ازواج مطہرات بیٹھی ہوئی ہیں، چہرے انور پر افسردگی کے آثار نمایاں ہیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دل میں سوچا کہ میں ضرور کوئی بات کہہ کر انہیں ہنساؤں گا چنانچہ کہا: یارسول اللہ ﷺ! کاش آپ دیکھتے کہ بنت خارجہ مجھ سے نفقہ کا سوال کرے اور میں ان کی گردن مروڑ دوں، سید عالم ﷺ مسکرا دیئے، اور فرمایا: ''یہ مجھ سے نفقہ کا سوال کررہی ہیں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر بی بی عائشہ کی گردن مروڑنے لگے اور عمر فاروق بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی معاملہ کرنے لگے۔ دونوں حضرات کہہ رہے تھے کہ تم سید عالم ﷺ سے اس چیز کا سوال کررہی ہو جو ان کے پاس نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کی قسم کھاتی ہیں کہ آئندہ کسی ایسی چیز کا سوال نہ کریں گے جو آپ ﷺ کے پاس نہ ہو۔ سید عالم ﷺ نے ایک ماہ یا انتیس دن اپنی ازواج سے علیحدگی اختیار فرمائی۔

(صحیح البخاری، کتاب التفاسیر، باب قولوا ان کنتن تردن اللہ، رقم ۴۷۸۶، ص۸۴۱ بتغیر قلیل)

سید عالم ﷺ نے اپنی پاک بیبیوں کو اختیار دیا تھا کہ اگر وہ دنیا چاہیں تو سرکار دو عالم ﷺ انہیں اپنے نکاح سے فارغ کردیں اور اگر آخرت چاہیں تو انہیں اپنے نکاح میں برقرار رکھیں۔ جس وقت یہ معاملہ پیش آیا اس وقت سرکار ﷺ کے نکاح میں نو ازواج تھیں جن میں سے پانچ قریشی: (۱)...... بی بی عائشہ، (۲)...... بی بی حفصہ، (۳)...... ام حبیبہ بنت ابوسفیان، (۴)...... بی بی سودہ بنت زمعہ، (۵)...... بی بی ام سلمہ بنت ابی امیہ، اور چار غیر قریشی تھیں: (۶)...... بی بی صفیہ بنت حی بن اخطب الخیریہ، (۷)...... بی بی میمونہ بنت حارث ھلالیہ، (۸)...... بی بی زینب بنت جحش اسدیہ، (۹)...... جویریہ بنت حارث مصطلقیہ رضی اللہ عنھن۔

ازواج مطہرات نے سید عالم ﷺ سے جو کچھ طلب فرمایا اسکی قدرے تفصیل یہ ہے: چنانچہ ام سلمہ نے معلم طلب فرمایا، بی بی میمونہ نے یمن کے حلوں کا مطالبہ کیا، بی بی زینب نے دھاری دار چادروں کا مطالبہ کیا، ام حبیبہ نے سحولی کپڑوں کا مطالبہ کیا، بی بی حفصہ نے مصر کے کپڑوں کا مطالبہ کیا، بی بی جویریہ نے سر پر باندھنے کے کپڑوں کا مطالبہ کیا، بی بی سودہ نے خیبر کی چادر کا مطالبہ کیا، بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا۔ (عمدۃ القاری، کتاب التفسیر، باب: یایھا النبی قل برقم: ۴۷۸۴، ج۱۳، ص۲۳۷)

☆...... بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ ہمیں سید عالم ﷺ نے اختیار دیا تھا تو ہم نے اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرلیا تھا اور ہم پر کسی چیز (یعنی طلاق کا) شمار نہیں کیا گیا تھا۔ (صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب: من خیر ازواجہ، باب، برقم: ۵۲۶۲، ص۹۴۰)

قرآن میں پاک بی بیوں کی جانب حیاء کے خلاف نسبت کرنا:

۳......نبی کی بی بیوں میں جو صریح حیاء کے خلاف کوئی جرأت کرے یعنی ظاہری نافرمانی کرے جیسا کہ فرمان مقدس نشان ﴿لئن اشرکت لیحبطن عملک تواے سننے والے اگر تو نے اللہ کا شریک کیا تو تیرا سب کیا دھرا اکارت جائے گا(الزمر:۶۵)﴾ یعنی ان میں سے کوئی حیاء کے خلاف جرأت کرے، پس اللہ ﷻ نے حضرات انبیائے کرام کی ازواج کو حیاء کے خلاف امور سے محفوظ رکھا ہے، ابن عباس کہتے ہیں اس سے مراد شوہر کی نافرمانی کرنا اور بُرے اخلاق سے پیش آنا ہے۔(الخازن، ج۳،ص٤٢٤)

دونا عذاب ہونے کا معنی:

۴......اگرچہ حضرات انبیائے کرام کی ازواج کو اللہ ﷻ نے حیاء کے خلاف امور سے محفوظ رکھا ہے تاہم ایک مسئلہ سمجھانا مقصود ہے کہ ان کے اس قسم کے اعمال کا عذاب بھی دُگنا ہوگا، جیسا کہ ظاہر ہے کہ آزاد شخص کی حد غلام کے مقابلے میں دوگنی ہوتی ہے، عالم کی نسبت غیر عالم کا معاملہ، جیسا کہ امام زین العابدین سے منقول ہے کہ جب انہیں کسی شخص نے کہا: ''اہل بیت بخش دیئے گئے ہو'' آپ رضی اللہ عنہ غضب ناک ہوگئے اور کہا: ''ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے نیکوں کا اجر دُگنا اور گناہ گاروں کا عذاب دوگنا ہوتا ہے، ایسے ہی ہمارا اور ازواج نبی ﷺ کا حال ہے، پھر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (روح المعانی، الجزء:۲۱،ص٢٤٤ وغیرہ)

نوٹ: میری عقیدت یہ کہتی ہے کہ امام زین العابدین نے خوف خدا میں یہ بات کہی تھی ورنہ آپ کا مقام بہت بلند ہے، اللہ ہمیں انکے قدموں کی دھول کا صدقہ عطا فرمادے۔

اغراض:

وھن تسعة: عطائین، ج۳، صفحہ نمبر ۱۱۱ کا مطالعہ کیجئے، یہاں برکت حاصل کرنے کے لئے فقط تین اشعار جو کہ علمائے کرام نے پاک بیبیوں کے نام کو جمع کر کے ذکر کیا ہے، درج ذیل بیان کرتے ہیں:

توفی رسول اللہ عن تسع نسوۃ.......... الیھن تعزی المکرمات وتنسب

فعائشة میمونة وصفیة .... وحفصة تتلوھن ھند وزینب

جویریة مع رملة ثم سودۃ .... ثلاث وست نظمھن مھذب .

اطلقکن من غیر ضرار: یعنی بغیر کسی مشقت کے طلاق دینا مراد ہے۔

فاخترن الآخرۃ علی الدنیا: یہ پاک بی بیاں پارساں تھیں، وارد ہوتا ہے کہ بی بی عائشہ کے پاس بیت المال سے اسّی ہزار درہم آئے جسے آپ نے اپنی خادمہ کے ذریعے غریبوں میں تقسیم کروادیا اور خود روزے سے تھیں، شام کو افطار کے وقت اپنی خادمہ سے کہا کہ کچھ ہو تو افطار کے لئے پیش کرو تو انہوں نے معذرت کرلی کہ سب کچھ راہ خدا میں دے چکی ہوں، آپ کی افطار کے لئے کچھ نہیں بچا۔

العذاب: سے مراد دنیاوی واُخروی عذاب ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص۳۶ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱

﴿ومن یقنت ﴾یُطِعُ﴿منکن للہ و رسولہ وتعمل صالحا نوتھا اجرھا مرتین﴾اَی مِثْلَی ثَوابِ غَیرِھِنَّ مِن نِسَاءٍ وَفِی قِرَائَۃٍ بالتَّحْتَانِیَۃِ فِی تَعمَل وَنُوْتِھا﴿واعتدنا لھارزقا کریما(۳۱)﴾فِی الْجَنَّۃِ زِیَادَۃً﴿ینساء النبی لستن کاحد﴾کَجَمَاعَۃٍ﴿من النساء ان اتقیتن﴾اللہَ فَاِنْ کُنَّ اَعْظَمُ﴿فلا تخضعن بالقول﴾لِلرِّجَالِ﴿فیطمع الذی فی قلبہ مرض﴾نِفاقٌ﴿وقلن قولا معروفا(۳۲)﴾مِن غَیرِ خُضُوعٍ﴿و قرن﴾بِکَسرِ القَافِ وفَتحِھا﴿فی بیوتکن﴾مِنَ القَرَارِ واصْلُہ اقرِرنَ بِکَسرِ الرَّاءِ وَفَتحِھا مِن قَرِرْتَ بِفتحِ الراءِ وَکَسرِھا نُقِلَتْ حَرکَۃُ الرَّاءِ اِلَی الْقَافِ وَحُذِفَتْ ھَمْزَۃُ الْوَصلِ﴿ولا تبرجن﴾بِتَرکِ اِحْدَی التَّائَینِ مِن اَصلِہ﴿تبرج الجاھلیۃ الاولی﴾اَی مَا قَبلَ الْاِسلامِ مِن اِظْھارِ النِّسَاءِ مَحاسِنَھُنَّ لِلرِّجَالِ وَالْاِظْھارِ بَعدَ الْاِسْلامِ مَذْکُورٌ فِی آیۃٍ وَلا یُبْدِینَ زِینَتَھُنَّ اِلا مَا ظَھرَ مِنْھا﴿واقمن الصلوۃ واتین الزکوۃ واطعن اللہ ورسولہ ط انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس﴾الْاِثْمَ﴿اھل البیت﴾اَی نِسَاءَ النَّبِیِّ﴿ویطھرکم﴾مِنہُ﴿تطھیرا(۳۳) واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من ایت اللہ﴾القُراٰنَ﴿والحکمۃ﴾السُّنَّۃِ﴿ان اللہ کان لطیفا﴾بِاَولِیائِہ﴿خبیرا(۳۴)﴾بِجَمِیعِ خَلقِہ.

﴿ترجمہ﴾

اور جو تم میں فرمانبردار رہے اللہ اور رسول کے (یقنت بمعنی یطع ہے) اور اچھا کام کرے ہم اسے اوروں سے دونا ثواب دیں گے (یعنی دیگر عورتوں کے مقابلے میں دگنا ثواب دیں گے......۱......، ایک قرائت میں تعمل اور نو تھا علامت مضارع یاء کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے، یعنی یعمل اور یؤ تھا ہے) اور ہم نے اس کے لیے (جنت میں) عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے، اے نبی کی بی بیوں اور عورتوں کی طرح نہیں ہو (دیگر عورتوں کے گروہ کی طرح نہیں ہو) اگر (اللہ ﷻ سے) ڈرو (تو تم سب عورتوں سے عظیم تر ہو) تو (مردوں سے) بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی (دل میں نفاق رکھنے والا) کچھ لالچ کرے ہاں اچھی بات کرو (بغیر نرم انداز اختیار کئے......۲......) اور اپنے گھروں میں ٹھہری ہو (وقرن قاف مکسورہ اور مفتوحہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، یہ فعل " قرار" سے ماخوذ ہے صیغہ کی اصل اقررن ہے، راء مکسورہ اور مفتوحہ دونوں کے ساتھ ہے، یا قررت سے ماخوذ ہے، راء مفتوحہ اور مکسورہ دونوں طرح پڑھا گیا ہے، راء کی حرکت قاف کو دے کر اسے مع ہمزہ وصل کے حذف کر دیا گیا ہے) اور بے پردہ نہ رہو (ولا تبرجن اصل میں دو تاء تھیں، جن میں سے ایک کو حذف کر دیا) جیسے اگلی جاہلیت (یعنی اسلام سے پہلے کی) بے پردگی ......۳...... (کہ عورتیں مردوں کے سامنے اپنے محاسن کو ظاہر کیا کرتی تھیں، اظہار محاسن کا بعد اسلام میں جو حکم ہے وہ اس آیت مذکور ﴿ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا﴾ میں ہے) اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اللہ تو یہی چاہتا ہے (اے) نبی کے گھر والوں (یعنی نبی ﷺ کی بی بیوں......۴......) کہ تم سے رجس (یعنی گناہ کو) دور فرما دے اور تمہیں (گناہ سے) پاک کر کے خوب ستھرا کر دے اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں (یعنی قرآن پاک) اور حکمت (یعنی سنت) بیشک اللہ لطف فرمانے والا ہے (اپنے اولیاء پر) خبر رکھنے والا ہے (اپنی تمام مخلوق) کی۔

﴿ترکیب﴾

﴿ومن یقنت منکن للہ ورسولہ وتعمل صالحا نؤتھا اجرھا مرتین واعتدنا لھا رزقا کریماo﴾۔
و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، یقنت: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، منکن: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، للہ ورسولہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تعمل صالحا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، نؤتھا: فعل بافاعل ومفعول، اجرھا: مفعول ثانی، مرتین: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اعتدنا لھا: فعل بافاعل وظرف لغو، رزقا کریما: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ینساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول﴾۔
ینساء النبی: نداء، لستن: فعل ناقص بااسم، کاف: جار، احد: موصوف، من النساء: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ، ان: شرطیہ، اتقیتن: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، لا تخضعن: فعل نفی بافاعل، بالقول: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفاo﴾۔
ف: سببیہ، یطمع: فعل، الذی: موصول، فی قلبہ: ظرف مستقر خبر مقدم، مرض: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ نہی کے بعد واقع ہے، و: عاطفہ، قلن: فعل امر بافاعل، قولا معروفا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی﴾۔
و: عاطفہ، قرن: فعل امر بافاعل، فی بیوتکن: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تبرجن: فعل نہی بافاعل، تبرج: مضاف، الجاھلیۃ الاولی: مضاف الیہ، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واقمن الصلوۃ واتین الزکوۃ واطعن اللہ ورسولہ﴾۔
و: عاطفہ، اقمن الصلوۃ: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اتین الزکوۃ: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اطعن: فعل امر بافاعل، اللہ ورسولہ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیراo﴾۔
انما: حرف مشبہ وما کافہ، یرید اللہ: فعل وفاعل، لام: جار، یذھب عنکم الرجس: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یطھرکم تطھیرا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، اھل البیت: نداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿واذکرن مایتلی فی بیوتکن من ایت اللہ والحکمۃ ان اللہ کان لطیفا خبیراo﴾۔
و: عاطفہ، اذکرن: فعل امر بافاعل، ما: موصول، یتلی فی بیوتکن: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، من: جار، ایت اللہ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الحکمۃ: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، کان لطیفا خبیرا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

دیگر عورتوں کے مقابلے میں دوگنا ثواب:

[1]......تقوی کی رعایت کرنے اور دوسرے قناعت وحسن معاشرت کے ذریعے سید عالم ﷺ کی رضا حاصل کرنے کی وجہ سے

دوگنا اجر دیئے جائیں گے اور یہ قول ابوسعود کا ہے۔ (الجمل، ج۶، ص۱۶۹)

ابن ابی بن حاتم ربیع سے اور وہ انس سے متذکرہ آیت اور اس سے ماقبل ﴿یضعف لها العذاب ضعفین﴾ اُس پر اوروں سے دُونا عذاب ہوگا (الاحزاب: ۳۰) کے تحت فرماتے ہیں: جس طرح نبی کی بیبیوں کو صریح حیاء کے خلاف جرأت کرنے پر دیگر مومنہ عورتوں کے مقابلے دوگنا عذاب ہوگا اور اسی طرح اچھا کام کرنے پر دیگر مومنہ عورتوں کے مقابلے میں دوگنا ثواب ہوگا۔ بالکل اسی طرح کسی مسلمان عورت کو کسی نیکی پر دس گنا اجر ملے تو نبی کی پاک بیبیوں کو بیس گنا اجر ملے گا اور اسی کی مثل جب کسی چیز میں دیگر عورتوں کو دس گنا سے زیادہ اجر و ثواب ملے تو نبی کی پاک بی بیوں کو اس سے دوگنا ملے گا اور اسی طرح عذاب کا معاملہ بھی ہے جیسا کہ ماقبل بیان ہو چکا اور ان پاک بی بیوں کا اجر میں دوگنا اضافہ ان کے شرف و کرامت کی وجہ سے ہے کہ انہیں اس ہستی سے نسبت حاصل ہے جو کہ خلق خدا میں سب سے بہتر ہیں۔ اور آیت کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ان کے اعمال صالحہ کی جانب فقط سید عالم ﷺ کی حیات ظاہری تک ہی محدود نہیں بلکہ سید عالم ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد بھی ان کے اعمالِ صالحہ کی جانب نسبت کی جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ طاعت گزاری اور دوسرے قناعت و حسن معاشرت کے ذریعے نبی پاک ﷺ کی رضا جوئی میں لگے رہیں تو دوگنا اجر ہے۔ ''بحر'' میں ہے کہ طلبِ رضا اور طاعت گزاری ہے اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد اعمالِ صالحہ میں دوگنا اجر ہونے کے پائے جانے یا نہ پائے جانے کے حوالے سے وہم پایا جاتا ہے۔ بعض متقدمین کہتے ہیں: دوگنا اجر (وعذاب) دیئے جانے میں آیت کے ظاہری سیاق میں تطبیق دی ہے جیسے قنوت نازلہ کو ایک خاص سبب کی وجہ سے پڑھا گیا، اسی طرح نافرمانی کی صورت میں دوگنا عذاب ہونا کہ سید عالم ﷺ سے وہ کچھ طلب کیا جائے جس سے ان کی طبیعت پر خاطر گراں گزرے، اور تمام ہی ازواج سے ایسا ہونا (درحقیقت) نافرمانی نہیں کہلائے گی، اسی طرح دوگنا عذاب یا اجر دیئے جانے کے مسئلے میں تامل کی حاجت ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دوگنے عذاب سے دنیا اور آخرت کا عذاب مراد ہے اور اسی طرح دوگنے اجر سے بھی دنیا و آخرت کا اجر مراد ہے۔ (روح المعانی، الجزء: ۲۲، ص۲۴۹ وغیرہ)

ضرورتاً نامحرم سے کلام کرنے کے انداز:

۲۔۔۔۔۔عورت کا خوش الحانی سے باآواز بلند ایسا پڑھنا کہ نامحرموں کو اُس کے نغمہ کی آواز جائے حرام ہے۔

نوازل امام ابواللیث میں ہے: ''نغمة المرأة عورة یعنی عورت کا خوش آواز کرکے کچھ پڑھنا ''عورۃ'' یعنی محل ستر ہے''۔

کافی امام ابوالبرکات نسفی میں ہے:

لاتلبی جهر الان صوتها عورة عورت بلند آواز سے تلبیہ نہ پڑھے اس لئے کہ اس کی آواز قابلِ ستر ہے۔

امام ابوالعباس قرطبی کی کتاب السماع پھر بحوالہ علامہ مقدسی امداد الفتاح علامہ شرنبلالی پھر ردالمحتار علامہ شامی میں ہے:

لا نجیز لهن رفع اصواتهن ولا تمطیطها ولا تلیینها وتقطیعها لما فی ذلک من استمالة الرجال الیهن وتحریک الشهوات منهم ومن هذا لم یجز ان تؤذن المرأة یعنی عورتوں کو اپنی آوازیں بلند کرنا، انہیں لمبا اور دراز کرنا، ان میں نرم لہجہ اختیار کرنا، اور ان میں تقطیع کرنا (کاٹ کاٹ کر تخلیل عروض کے مطابق) اشعار کی طرح آوازیں نکالنا، ہم ان سب کاموں کی عورتوں کو اجازت نہیں دیتے اس لئے کہ ان سب باتوں میں مَردوں کا اُن کی طرف مائل ہونا پایا جائیگا، اور اُن مَردوں میں جذباتِ شہوانی کی تحریک پیدا ہوگی، اسی وجہ سے عورت کو اجازت نہیں کہ وہ اذان دے اور اللہ سب سے بڑا عالم ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

عورت کے لئے تمام محارم سے گفتگو کرنا اور حاجت ہو اور اندیشہ فتنہ نہ ہو، نہ خلوت ہو تو پردہ کے اندر سے بعض نامحرم سے بھی گفتگو کرنا اور اپنی آواز سنانا جائز ہے۔ (الفتاوی الرضویة مخرجه، رساله:مُرُوج النجا لخروج النساء، ج۲۲، ص ۲۴۲ وغیرہ)

چادر اور چار دیواری کا تصور اور موجودہ حالات:

۷......اللہ ﷻ کا فرمان:﴿وقرن فی بیوتکن اور اپنے گھروں میں ٹھہری ہو(الاحزاب:۳۳)﴾۔یہ چادر اور چار دیواری کا تصور جو کسی عالم، حاکم وقت، پیر، مذہبی رہنما نہیں بلکہ رب کریم کا فرمان ہے۔تاہم پانچ شرائط ایسی ہیں جن کی موجودگی میں عورت ضرورت کی وجہ سے گھر سے باہر نکل سکتی ہے، ملازمت اختیار کر سکتی ہے۔(۱)......کپڑے باریک نہ ہوں جس سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ ستر کا کوئی حصہ چمکے۔(۲)......کپڑے تنگ و چست نہ ہوں جو بدن کی ہیئات ظاہر کریں۔(۳)......بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہو۔(۴)......کبھی نامحرم کے ساتھ خفیف دیر کے لئے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو۔(۵)......اس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں کوئی فتنہ کا گمان نہ ہوتا ہو۔یہ پانچوں شرائط جمع ہو جائیں تو ملازمت کے لئے جائے ورنہ ایک بھی کم ہوئی تو ملازمت کرنا حرام۔ (الفتاوی الرضویة مخرجه، رساله:مُرُوج النجا لخروج النساء، ج۲۲، ص ۲۴۸ وغیرہ)

اسلامی ملک ہوتے ہوئے، جہالت کا دور دورہ ہے، بے تکلفی، بے پردگی اور جہالت نے ایسے ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں کہ ہر جگہ مسائل ہی نظر آتے ہیں۔دوسری جنگ عظیم میں امریکہ کے سپاہی اپنے دوست ملک برطانیہ کی مدد کے لئے تشریف لائے تھے۔وہ چند سال برطانیہ میں ٹھہرے اور جب گئے تو سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ستر ہزار حرامی بچے چھوڑ کر گئے، یورپ کے بعض ملکوں میں حرامی بچوں کی شرح پیدائش ساٹھ فی صد سے بھی تجاوز کر چکی ہے اور کنواری ماؤں کی تعداد میں ہوشربا اضافہ ہو رہا ہے۔ طلاقوں کی کثرت ہے، پاکستان اور اسلامی ریاستوں میں بھی سالانہ حرامی بچے پیدا ہونے کی شرح بڑھتی جا رہی ہے۔جو لوگ ترقی کے نام کی راگ سناتے ہیں انہیں پوچھا جائے کہ ترقی یہی ہے کہ کچھ اور، تو سامنے سے جواب نہ بن پانے پر مذہب کو برا بھلا کہہ کر مزید اپنے لئے تباہی مول لیتے ہیں۔

اہل بیت کے فضائل ومناقب اور ردِ یزید:

۸......اہل بیت کا مفہوم بہت وسیع ہے تاہم ہم نے اہل بیت سے ازواج مطہرات اور دیگر اولاد کے ہونے کا مفہوم ماقبل بیان کر دیا ہے جیسا کہ کئی مفسرین کرام نے بیان کیا ہے، خود مفسر جلال نے بھی یہی مفہوم مراد لیا ہے۔تاہم دوسرا قول امام حسن و حسین ،بی بی فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی ہے جس پر شیعہ حضرات جزم کرتے ہیں۔ہم متذکرہ آیت کے تحت قرآن وحدیث وتفاسیر کی روشنی میں اہل بیت کے فضائل، یزید کی امامت وخلافت قوانین شرعیہ کی روشنی میں احکامات، امام پاک کا یزید کی بیعت نہ کرنا جب کہ دیگر صحابہ کا بیعت کرنا کس درجے میں تھا؟، یزید کے فسق و فجور اور تقوی و پرہیزگاری کا حال، جہاد قسطنطنیہ میں یزید کی شرکت ہوئی یا نہیں؟، امام حسن کی شہادت، کرامات امام پاک، کربلا کے بعد کے مناظر بیان کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں کئی مقامات پر اہل بیت کے فضائل و مناقب کا بیان موجود ہے چنانچہ ارشاد باری ﷻ ہے﴿فقل تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا و انفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنة اللہ علی الکذبین توان سے فرما دو آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں(ال عمران:۶۱)﴾ یہ آیت مباہلہ ہے جس میں نصاری نجران کو مباہلہ کا کھلا چیلنج دیا گیا، اس وقت سید عالم ﷺ کے ہمراہ بی بی فاطمہ، حضرت علی، حسن و حسین رضی اللہ عنہم تھے۔نصاری کے پادری نے ان نورانی چہروں کو دیکھ کر بے ساختہ کہا:"انی

لاری وجوھا لو سالوا اللہ ان یزیل جبلا لازالہ من مکانہ فلا تبتھلوا فتھلکوا ولا یبقی علی وجہ الارض نصرانی الی یوم القیامۃ بیشک میں ایسے نورانی چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر لوگ یہ سوال کریں کہ وہ پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹادیں تو اللہ ان کی دعا سے پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ہٹادے گا، پس ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور روئے زمین پر قیامت تک کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔ (الرازی، ج۳،ص۲۴۷)

☆...... حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سنو اے لوگو! میں صرف ایک بشر ہوں عنقریب میرے پاس ایک سفیر آئے گا اور میں اس کی دعوت کو قبول کروں گا، میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑنے والا ہوں، ان میں سے ایک کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت ونور ہے سو تم اسے پکڑلو اور اس کا دامن تھام لو''، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ پر برانگیختہ کیا اور اس کی طرف راغب کیا، اور فرمایا: ''دوسری بھاری چیز میرے اہل بیت ہیں، میں تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ کی یاد دلاتا ہوں''، حصین نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے زید! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اہل بیت میں داخل نہیں ہیں؟ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی اہل بیت میں سے ہیں لیکن (متذکرہ ارشاد میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے مراد وہ لوگ ہیں جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدقہ حرام ہے، اس نے پوچھا وہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا وہ آل علی، آل عقیل، آل جعفر و آل عباس رضی اللہ عنہم ہیں، اس نے پوچھا: ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ فرمایا: ہاں۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب: من فضائل علی رضی اللہ عنہ، رقم: (۶۱۱۹)/۲۴۰۸، ص۱۲۰۰)

☆...... حضرت عمر بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر متذکرہ آیت نازل ہوئی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی فاطمہ، حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا، اور ان سب کو ایک چادر میں ڈھانپ لیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کے پیچھے تھے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اپنی چادر میں لے لیا اور پھر فرمایا: ''اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں، تو ان سے ہر قسم کی نجاست دور رکھنا اور کو خوب صاف ستھرا رکھنا''، حضرت ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنے مقام پر رہو اور تم میری طرف منسوب ہو، نیک ہو''، دوسری روایت میں ہے: ''تم خیر پر ہو''۔

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: ومن سورۃ الاحزاب، رقم: ۳۲۱۶، ص۹۲۰)

☆...... حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں کہ اگر تم نے ان کو تھام لیا تو تم میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہوگے! ان میں سے ایک دوسری سے زیادہ عظیم ہے، ایک کتاب اللہ ہے یہ وہ رسی ہے جو آسمان سے زمین تک تانی ہوئی ہے اور دوسری میری اولاد ہے یعنی میرے اہل بیت، وہ ہرگز ایک دوسرے سے الگ نہیں ہونگے حتی کہ وہ دونوں میرے حوض کوثر پر وارد ہونگے، پس غور کرو کہ تم میرے بعد ان سے کس طرح پیش آتے ہو''۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب اھل بیتی، رقم: ۳۸۱۳، ص۱۰۷۹)

☆...... حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ھذان ابنای وابنا ابنتی اللھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما یہ دونوں میرے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ! میں انکو محبوب رکھتا ہوں، تو بھی ان کو محبوب رکھ اور اس کو بھی محبوب رکھ جو انہیں محبوب رکھے۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: مناقب ابی محمد بن علی، رقم: ۳۷۹۴، ص۱۰۷۵)

☆...... حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو نماز پڑھے اور اس میں مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھے، اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔ (دار القطنی، کتاب الصلوۃ، باب: ذکر وجوب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۱۳۲۸، ج۱، ص۴۷۵)

☆......"من احبنی واحب هذین واباهما وامهما کان معنی فی درجتی یوم القیامة جس نے مجھ کو محبوب رکھا اوران دونوں (حسن وحسین) اوران کے باپ (علی) اور ماں (بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا) کو محبوب رکھا وہ قیامت میں میرے ساتھ ہونگے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب، باب:مناقب علی رضی اللہ عنہ، رقم:۳۷۵٤، ص۱۰٦٦)

☆......حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے ان دونوں کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا اور جس نے مجھے محبوب رکھا اس نے اللہ کو محبوب رکھا اور جس نے اللہ کو محبوب رکھا اللہ نے اسے جنت میں داخل کیا اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا، اللہ نے اس کو دوزخ میں داخل کیا۔

(المستدرك للحاكم، مناقب: الحسن والحسين، ج٥، رقم:٤٧٧٦، ص١٧٩٣)

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تم جنت کی عورتوں کی سردار اور تیرے بیٹے جنت کے نوجوانوں کے سردار ہوں"۔ (المعجم الاوسط، من اسمه محمد، رقم:٥٦٤٤، ج٤، ص١٨٠)

☆......حضرت یعلی بن مُرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حسين منی وانا من حسين احب الله احب حسينا حسين سبط من الاسباط یعنی حسن مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں اور جو حسین کو محبوب رکھتا ہے وہ اللہ کو محبوب رکھتا ہے، حسین فرزندوں میں سے ایک ہیں"۔ (الترمذی، کتاب المناقب، باب :مناقب ابی محمد حسن، رقم:۳۸۰۰، ص۱۰۷٦)

☆......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میرے اہل بیت کی مثال نوح کے سفینے کی مثل ہے جو اس کشتی میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے الگ ہوا وہ ہلاک ہوا"۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب :المناقب اهل بیتی، فصل الثالث، ص ٥٧٣)

☆......"كل نسب وسبب ينقطع يوم القيامة الا نسبی وسببی یعنی کل بروز قیامت سوائے میرے نسب وسبب کے ہر نسب وسبب منقطع ہو جائے گا"۔ (المستدرك، كتاب معرفة الاصحاب، باب:مناقب علی، ج٥، ص١٧٦١)

یزید کی امامت وخلافت قوانین شرعیہ کی روشنی میں احکامات:

اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿واذابتلی ابراهيم ربه بكلمت فاتمهن قال انی جاعلك للناس اماما قال ومن ذريتی قال لا ينال عهدی الظالمين اور یاد کرو جب کہ ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو انہوں نے وہ پوری کر دکھائیں اللہ نے فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں انہوں نے عرض کی اور میری اولاد میں سے؟ فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا (البقرة: ۱۲۴)﴾۔اس آیت کی تفسیر میں علامہ قرطبی کہتے ہیں: بیشک امام وہ ہوسکتا ہے جو عدل واحسان اور فضل جیسی صفات حسنہ سے متصف ہو اور اس کے ساتھ اس میں حکومت کی ذمہ داریوں کو بجالانے کی قوت بھی ہو ایسے ہی امام کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس سے مت جھگڑو لیکن جو فاسق وفاجر اور ظالم ہوں وہ امامت وخلافت کے اہل نہیں۔ (القرطبی الجزء:۱، ص۱۰۹)

امام رازی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

جمہور فقہاء ومتکلمین نے فرمایا ہے کہ فاسق کو اس کی حالت فسق میں امام مقرر کرنا جائز نہیں اور اس فسق کے بارے میں جو امام پر بعد میں طاری ہو جائے اختلاف ہے کہ اس کی امامت باطل ہوگی یا نہیں؟ جمہور نے کہا ہے کہ بیشک فاسق اس بات کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا کہ اس کو امام مقرر کیا جائے۔ (الرازی، ج۲، ص۳۸)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اسی آیت کے تحت کہتے ہیں:

ہم کہتے ہیں اللہ عزوجل کے اس فرمان ﴿لا ينال عهد الظالمين﴾ کا معنی یہ ہے کہ بیشک فاسق اگر چہ وہ امیر ہو اس کی

اطاعت ظلم ومعصیت میں جائز نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔

(المظهری،ج۱،ص۱۲۹)

☆......حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں سید عالم ﷺ کو فرماتے سنا: "اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ جو حاکم اللہ عزوجل کے نازل کئے ہوئے قانون کے خلاف حکم کرتا ہے اللہ عزوجل اس کی نماز قبول نہیں کرتا"۔(المستدرك، كتاب الاحكام، رقم:۷۰۰۸، ج۷، ص۲۵۰۶)

حضرت امیر معاویہ نے یزید کو ولی عہد بنانے کے بعد دعا فرمائی: اے اللہ عزوجل! تو جانتا ہے کہ اگر میں نے اس کو ولی عہد کیا ہے بوجہ اس کے جو میں اس کے اندر اہلیت دیکھ رہا ہوں، تو اس کی ولی عہدی کو پورا کر اور اگر میں نے بوجہ اس کی محبت کے اس کو ولی عہد کیا ہو تو اس کی ولی عہدی کو پورا نہ کرنا۔(البداية والنهاية، فضل امير معاوية بن ابي سفيان، باب: ثم دخلت سنة ست وخمسين، ج۸، ص ٤٧٣)

مُلا علی قاری کہتے ہیں:

وما تقوة بعض الجهلة من ان الحسين كان باغيا فباطل عند اهل السنة والجماعة اور یہ جو بعض جاہلوں نے افواہ اڑائی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ باغی تھے (معاذ اللہ)، تو یہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک باطل ہے شاید یہ خارجیوں کی بکواس ہے جو راہ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں۔

امام پاک کا یزید کی بیعت نہ کرنا:

اگر امام عالی مقام حق پر تھے تو یقیناً دیگر صحابہ کا ناحق پر ہونا لازم آئے گا کیونکہ ایک ہی وقت میں دونوں کیسے درست ہو سکتے ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ اصول فقہ نے ہماری اس دشواری کو ختم کر دیا ہے کیونکہ شریعت میں رخصت وعزیمت دو باتیں ہوا کرتی ہیں۔ پس امام پاک نے عزیمت کو اختیار فرمایا اور اپنی جان اور اپنے اہل وعیال کی جان کی پرواہ کئے بغیر فاسق وفاجر کے ہاتھ میں بیعت کرنے سے انکار کر دیا جب کہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے رخصت پر عمل کیا اور شریعت مطہرہ کی چھوٹ پر عمل کرتے ہوئے ظالم کے ظلم سے بچنے کے لئے اس کے ہاتھ پر دل میں ناپسندیدگی کے باوجود بیعت کر لی۔ ہماری شریعت میں رخصت اور عزیمت دونوں کے دلائل پائے جاتے ہیں۔

(۱)......رخصت کے دلیل: حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "خبردار! جس پر کوئی امیر والی ہو، پھر اس میں اللہ کی نافرمانی کو کوئی معاملہ دیکھے تو اس کو ناپسند کرے اور اس کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لے۔

(صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب: خيار الائمة وشرارهم، رقم: (٤٦٩٨)/ ١٨٥٥، ص٩٤٤)

☆......حضرت سلمہ بن یزید جعفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ کے نبی! بھلا فرمایئے کہ اگر ہم پر ایسے امراء مسلط ہو جائیں جو ہم سے حق تو طلب کریں اور ہمارا حق ہم سے روک لیں تو ایسی حالت میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا سنو اور اطاعت کرو کیونکہ ان پر انکے اعمال کا بوجھ اور تم پر تمہارے اعمال کا بوجھ ہے۔

(صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب: في طاعة الامراء وان منعوا، رقم:(٤٦٧٥)/ ١٨٤٦، ص ٩٤٠)

(۲)......عزیمت کے دلائل: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "افضل الجهاد من قال كلمة حق عند السلطان الجائر یعنی افضل جہاد ظالم بادشاہ کے پاس حق بات کرنا ہے"۔

(سنن الترمذی، كتاب الفتن عن رسول، باب: ما جاء افضل الجهاد كلمة، رقم:٢١٨١، ص٦٣٥)

☆......حضرت خالد فرماتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "ان الناس اذا راؤ الظالم فلم يأخذوا على يديه اوشك ان يعمهم الله بعقاب یعنی جب لوگ کسی ظالم کو دیکھیں اور اسکے ہاتھ نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان پر عذاب عام بھیج دے"۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الملاحم، باب: الامر والنهی ،رقم: ۴۳۳۸،ص۸۰۸)

یزید کے فسق وفجور اور تقوی وپرہیزگاری کا حال:

یزید ہرگز متقی پرہیزگار، پابند صوم صلوۃ، اور صالح مومن نہیں تھا، بلکہ فاسق، فاجر اور ظالم وشرابی تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کا امر (حکومت) عدل کے ساتھ قائم رہے گا یہاں تک کہ پہلا شخص جو اسے تباہ کرے گا وہ بنی امیہ میں سے ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا''۔ (البداية والنهاية، الاخبار لما وقع من الفتن من بنی هاشم بعد موته، ج٦، ص٦١٤)

☆......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اول ما یغیر سنتی رجل من بنی امیہ یعنی پہلا وہ شخص جو میری سنت کو بدلے گا بنی امیہ میں سے ہوگا''۔ (البداية والنهاية، السنة يزيد بن معاوية، ترجمة يزيد بن معاوية، ج٤، ص ٦٣٠)

بخاری شریف میں امام بخاری نے باب باندھا ہے، باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھلاک امتی علی یدی أغیلمة سفھاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت کی ہلاکت چند بیوقوف لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی''۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی تو یہ سن کر مروان نے کہا ان لڑکوں پر اللہ کی لعنت ہو تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو بتادوں وہ فلاں بن فلاں ہیں''۔

(صحيح البخاری، كتاب الفتن، باب: قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم هلاك امتی، رقم: ٧٠٥٧، ص١٢١٧)

☆......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ ناخلف ساٹھ ہجری کے بعد ہونگے جو نمازیں ضائع کریں گے اور شہوات کی پیروی کریں گے تو وہ عنقریب غَیّ (جہنم کی وادی) میں داخل ہونگے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ''سن ساٹھ ہجری کے سال اور لڑکوں کی امارت وحکومت سے اللہ کی پناہ مانگو''۔

(البداية والنهاية، السنة يزيد بن معاوية، ترجمة يزيد بن معاوية، ج٤، ص ٦٢٩)

جہاد قسطنطنیہ میں یزید کی شرکت ہوئی یا نہیں:

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لھم میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر میں جنگ کرے گا ان کے لئے مغفرت ہے''۔ (صحيح البخاری، كتاب الجهاد، باب: ماقيل فی قتال الروم، رقم: ٢٩٢٤، ص ٤٨٣)

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

اور کہا گیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک شہر جس کے امیر، سفیان بن عوف تھے قسطنطنیہ پر چڑھائی کرنے کے لئے بھیجا وہ لشکر روم کے شہروں میں فتح کرتے ہوئے بڑھتا چلا گیا۔ اس لشکر میں ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے اور ابو ایوب اسی زمانہ حصار میں وہیں فوت ہوئے، میں کہتا ہوں کہ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ یہ اکابر صحابہ سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تھے، یزید کی قیادت میں نہ تھے کیونکہ یزید اس کا اہل نہ تھا کہ یہ بڑے بڑے حضرات اس کی خدمت میں (ماتحت کی حیثیت سے) رہیں۔ اور مہلّب نے کہا کہ اس حدیث سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ثابت ہوتی ہے، کیونکہ انہوں نے ہی سب سے پہلے دریائی جنگ کی اور ان کے بیٹے یزید کی بھی منقبت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس نے سب سے پہلے قیصر کے شہر قسطنطنیہ میں جنگ کی، میں کہتا ہوں وہ کون سی منقبت ہے جو یزید کے لئے ثابت ہوگئی جب کہ اس کا حال خوب مشہور ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کے حق میں ''مغفور لھم '' فرمایا ہے۔ تو میں یہ کہتا ہوں کہ اس عموم میں یزید کے داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دوسری دلیل سے اس سے خارج بھی نہ ہوسکے کیونکہ اس میں تو اہل علم کا کوئی اختلاف ہی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ''مغفور لھم ''میں وہی

داخل ہیں جو مغفرت کے اہل ہیں، حتیٰ کہ اگر ان غزوہ کرنے والوں میں سے کوئی مرتد ہو جاتا تو وہ یقیناً اس بشارت کے عموم میں داخل نہ رہتا۔ پس یہ صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ پس مغفرت کی شرط پائی جائے اس کے واسطے مغفرت ہے۔

(عمدۃ القاری، کتاب الجھاد، باب:ماقیل فی قتال الروم،رقم:۲۹۲٤، ج۱۰،ص۲٤۲)

متذکرہ حدیث کی تاویل میں چونکہ تاریخی طور پر تاویلات ہیں اس لئے مخالفین کا استدلال صحیح نہیں، ہمارے فقہ کا قانون ہے: ''اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال یعنی جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے''۔

امام حسن کی شہادت:

امام ابن حجر فرماتے ہیں:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سن ۳ھ، رمضان کے نصف ایام میں پیدا ہوئے، قتادہ کے قول کے مطابق ۴ھ نصف رمضان میں پیدا ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حسن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: مجھے میرا بیٹا دکھاؤ، تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے''؟، کہا گیا: حرب، فرمایا:''یہ تو حسن ہیں''۔ حسن بن علی بن ابی طالت الہاشمی سبط رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھول اور جنت کے جوانوں کے دوسرداروں میں سے ایک ہیں۔ امام ابن سیرین امام حسن کے آزاد کردہ غلام سے روایت کرتے ہیں: حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جس مرض میں وفات پائی اس میں آپ رضی اللہ عنہ بار بار جائے ضرورت میں جاتے تھے، ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کو وہاں کافی دیر لگی، پھر آپ رضی اللہ عنہ نے واپس آکر فرمایا کہ میں نے اس وقت اپنے جگر کے ٹکڑوں کو باہر نکلتے دیکھا ہے اور بلاشبہ میں کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہوں مگر اس مرتبہ جیسا سخت پہلے ہرگز نہیں دیا گیا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ رضی اللہ عنہ کو زہر کس نے دیا؟ فرمایا کیوں کیا تم اس کو قتل کرو گے؟ کہا نہیں بلکہ میں نے اس کو اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ۴۷ سال میں ہوئی، جیسا کہ خلیفہ خیاط اور ایک جماعت نے لکھا ہے، بعض نے کہا کہ ان کی وفات ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۶، ۵۸، سال میں ہوئی۔

(تھذیب التھذیب ،حرف الحاء:من اسمہ حسن، ج۲،ص۲۷٤وغیرہ)

امام پاک کی کرامات:

امام حسین رضی اللہ عنہ ماہ شعبان سے پانچ روز قبل سن ۴ھ میں پیدا ہوئے، امام حسن وحسین کے مابین بی بی فاطمہ کا ایک طہر گزرا، سعید بن ابی راشد یعلی بن مرۃ سے لکھتے ہیں:''میں حسین رضی اللہ عنہ سے ہوں اور حسین مجھ سے ہیں، اللہ عزوجل اسے محبوب رکھتا ہے جو حسین کو محبوب رکھا''۔ امام حسین نے ۸۵ سال، یا ۵۵ سال ایک ماہ، یا ۶۰ سال کی عمر میں عاشوراء کے دن وفات پائی۔

☆......ایک روایت یہ بھی ہے کہ سرانور یزید پلید کے خزانہ ہی میں رہا، جب بنوامیہ کے بادشاہ سلیمان بن عبدالملک کا دور حکومت (۹۶ھ تا ۹۹ھ) آیا اور ان کو معلوم ہوا تو انہوں نے سرانور کی زیارت کی سعادت حاصل کی، اس وقت سرانور کی مبارک ہڈیاں سفید چاندی کی مانند چمک رہی تھیں، انہوں نے خوشبو لگائی اور کفن دے کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا۔

(تھذیب التھذیب،حرف الحاء،من اسمہ الحسین، ج۲،ص۳۱۸وغیرہ)

☆......سلمی سے روایت ہے کہ وہ ام سلمۃ کے پاس گئیں تو وہ رو رہی تھیں، پوچھا آپ کو کس چیز نے رُلایا؟ بولیں: میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے، ان کے سر اور داڑھی پر مٹی لگی ہوئی تھی، میں نے پوچھا: کیا ہوا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ فرمایا: ابھی (میرے) حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا''۔ (البدایۃ والنھایۃ،الاخبار لما وقع من الفتن من بنی ھاشم بعد موتہ،ج٦،ص٦١٤)

''شواھد النبوۃ'' میں ہے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب یزیدیوں نے امام پاک رضی اللہ عنہ کے سرانور کو نیزے پر

چڑھا کر کوفہ کی گلیوں میں گشت کیا اُس وقت میں اپنے مکان کے بالاخانے پر تھا۔ جب سرِ مبارک میرے سامنے سے گزرا تو میں نے سنا کہ سرِ پاک نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ام حسبت ان اصحب الکهف والرقیم کانوا من ایتنا عجبا کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے (الکہف: ۹)﴾۔ اہل علم نے یہ بھی لکھا ہے کہ یزیدیوں نے لشکر امام عالی مقام اور ان کے خیموں سے جو درہم و دینار لوٹے تھے اور جو راہب سے لئے تھے ان کو تقسیم کرنے کے لئے جب تھیلیوں کے منہ کھولے تو کیا دیکھا کہ وہ سب درہم و دینار ٹھیکریاں بن گئی ہیں اور ان کے ایک جانب یہ آیت ﴿ولا تحسبن الله غافلا عما یعمل الظلمون اور ہرگز غافل نہ سمجھیں اللہ کو ظالموں کے کام سے (ابراھیم: ۴۲)﴾ اور دوسری جانب یہ آیت ﴿وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے (شعراء: ۲۲۷)﴾۔

''شرح الصدور'' میں علامہ جلال الدین سیوطی بیان کرتے ہیں کہ منہال بن عمرو کہتے ہیں کہ واللہ! میں نے بچشم خود دیکھا کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر انور کو لوگ نیزے پر لئے جا رہے تھے اس وقت میں ''دمشق'' میں تھا، سرِ مبارک کے سامنے ایک شخص سورۃ الکہف پڑھ رہا تھا جب وہ اس آیت ﴿ام حسبت ان اصحب الکهف والرقیم کانوا من ایتنا عجبا کیا تمہیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے (الکہف: ۹)﴾ اس وقت اللہ ﷻ نے قوت گویائی بخشی اور سر انور نے بزبان فصیح فرمایا: ''اَعْجَبُ مِنْ اَصْحَابِ الْكَهْفِ قَتْلِيْ وَحَمْلِيْ یعنی اصحاب کہف کے قتل کے واقعہ سے میرا قتل اور میرے سر کو لئے پھرنا زیادہ عجیب ہے۔

اس بارے میں اختلاف ہے کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سر انور کہاں دفن ہوا، علامہ قرطبی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ یزید نے اسیران کربلا اور سر انور کو مدینہ منورہ روانہ کر دیا اور مدینہ منورہ میں سر انور کو تجہیز و تکفین کے بعد جنت البقیع میں بی بی فاطمہ زہرہ، یا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسیران کربلا نے چالیس روز کے بعد کربلا میں آ کر سر انور کو جسد مبارک سے ملا کر دفن کیا۔ بعض کا کہنا ہے، یزید نے حکم دیا تھا کہ ''امام حسین کے سر انور کو شہروں میں پھراؤ''۔ پھرانے والے جب عسقلان پہنچے تو وہاں کے امیر نے ان سے لے کر دفن کر دیا۔ جب عسقلان پر فرنگیوں کا غلبہ ہوا تو طلائع بن رزیک جس کو صالح کہتے ہیں نے تیس ہزار دینار دے کر فرنگیوں سے سر انور لینے کی اجازت حاصل کی اور بمع فوج و خدام ننگے پاؤں وہاں سے ۸ جمادی الاخر ۵۴۸ھ بروز اتوار مصر میں لایا۔ اس وقت بھی سر انور کا خون تازہ تھا اور اس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ پھر اس نے سبز حریر (ریشم) کی تھیلی میں آبنوسی کرسی پر رکھ کر اس کے ہم وزن مشک و عنبر اور خوشبو اس کے نیچے اور ارد گرد رکھوا کر اس پر مشہد حسینی بنوایا، چنانچہ قریب خان خلیلی کے مشہد حسینی مشہور ہے۔

حضرت سیدنا شیخ خلیل ابی الحسن تماری سرِ انور کی زیارت کے لئے مشہد مبارک کے پاس حاضر ہوئے تو عرض کی ''السلام علیکم یا ابن رسول اللہ اور فوراً جواب سنتے ''وعلیک السلام یا اباالحسن'' ایک دن سلام کا جواب نہ پایا، حیران ہوئے اور زیارت کر کے واپس آ گئے، دوسرے روز پھر حاضر ہو کر سلام کیا تو جواب پایا، یا سیدی! کل جواب سے مشرف نہ ہوا کیا وجہ تھی؟ فرمایا: ''اے ابوالحسن! کل اس وقت میں اپنے نانا جان رحمت عالمیان ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور باتوں میں مشغول تھا۔

کربلا کے بعد کے مناظر:

علامہ تفتازانی کہتے ہیں:

اور حق یہ ہے کہ یزید کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی اور خوش ہونا اور اہل بیت نبوت ﷺ کی اہانت کرنا، ان امور میں سے

تھا جو تواتر معنوی کے ساتھ ثابت ہیں اگرچہ انکی تفاصیل احاد ہیں۔(شرح عقائد، مبحث : یجب الکف عن الطعن فی الصحابۃ، ص ۱۶۳)۔اہل مدینہ کے بیعت فسخ کرنے کا یہ سبب ہوا کہ یزید نے گناہوں میں بہت ہی زیادتی شروع کردی تھی، چنانچہ واقدی نے بسند عبداللہ بن حنظلہ روایت کیا ہے کہ ہم نے اس وقت تک یزید کی بیعت فسخ نہیں کی جب تک کہ ہمیں یقین نہ ہوگیا کہ آسمان سے پتھر برسیں گے یہاں تک نوبت پہنچی تھی کہ لوگ ماں، بیٹیوں، بہنوں سے نکاح کرتے تھے اور شراب پیتے تھے اور نماز وغیرہ چھوڑتے تھے۔

ذہبی کہتے ہیں:

جب یزید اہل مدینہ کے ساتھ بدی سے پیش آیا (شراب اور دیگر خلاف شرع امور کے ذریعے) تو لوگ اس سے خوب بدظن ہوئے اور سب کے سب اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور خدا نے اس کی عمر میں برکت نہ دی۔ چنانچہ جب لشکر حرہ ابن زبیر سے لڑنے کے لئے مکہ روانہ ہوا تو راستے میں سپہ سالار لشکر مرگیا تو یزید نے اس کی جگہ اور شخص کو امیر بنا دیا، آخر ۶۴ھ ماہ صفر میں انہوں نے مکہ مکرمہ کا محاصرہ کرلیا اور ابن زبیر سے جنگ شروع ہوگئی اور منجنیق سے پتھر مارنے لگے اور ان کی آگ کے شعلوں سے کعبہ کے پردے جل گئے، چھت اور اس کے دنبہ کے سینگ جل گئے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ بھیجا گیا تھا اور جو اس زمانہ سے کعبہ کی چھت میں لٹکے چلے آتے تھے اسی سال نصف ماہ ربیع الاول میں خدا نے یزید کو ہلاک فرمادیا اور یہ خبر مکہ میں عین جنگ کی حالت میں پہنچی، پس ابن زبیر نے پکارا کہ اے اہل شام تمہیں گمراہ کرنے والا مرگیا۔ یہ سن کر وہ سب بھاگ گئے اور لوگوں نے تعاقب کرکے انہیں خوف ذلیل و خوار کیا۔ اس کے بعد ابن زبیر رضی اللہ عنہ لوگوں سے بیعت لے کر خلیفہ ہوئے اور اہل شام نے معاویہ بن یزید سے بیعت کرلی۔

(تاریخ الخلفاء، باب:یزید بن معاویہ ،ص ١٦٤)

یزید کب واصل بہ جہنم ہوا؟

واقعہ کربلا کے تین سال بعد سن ۶۴ھ ۱۴ ربیع الاول کو یزید واصل بہ جہنم ہوا۔ یزید کی والدہ کا نام میسون بنت مخول بن انیف بن دلجہ بن نفاثہ بن عدی بن زہیر بن حارثہ کلبی تھا، امیر معاویہ نے انہیں طلاق دے دی تھی اور اس وقت یہ حاملہ تھیں۔ یزید موٹا، بڑے جسم والا، زیادہ بالوں والا، دراز قد وغیرہ اوصاف کا حامل شخص تھا۔(البدایۃ و النھایۃ،السنۃ الرابعۃالستین للھجرۃ،ج ٤،ص ٦٣٤)

اغراض:

فانکن اعظم: یعنی وہ اللہ سے ڈریں اور اپنی ایک کو دیگر عورتوں میں کی ایک پر قیاس نہ کریں۔

واصلہ اقررن بکسر الراء: باب ضرب سے، **وفتحھا:** باب علم سے، پس ماضی اول مفتوح، امر مکسور اور ثانی بالعکس ہوگا۔

مع الھمزۃ الوصل: راء سے مستغنی ہوتے ہوئے قاف کی حرکت کے ساتھ، یعنی اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور ضرورت کے سوا نہ نکلو۔**من اظھار محاسنھن للرجال:** عورت ایسی قمیص پہنتی تھی جو بغیر سلائی کے فقط موتی سے سلی ہوتی تھی، اور وہ کچھ ظاہر کرتیں جس کا ظاہر کرنا ان کے لئے جائز نہ تھا، حتی کہ عورت اپنے زوج اور آشنا کے ساتھ بیٹھتی تو آشنا ازار کے نیچے کو تاڑ لیتا اور زوج ازار کے اوپر کو اور کبھی ایک دوسرے کو اس بارے میں سوال کرتے۔

والاظھار بعد الاسلام: اس کا جواب ہے کہ زینت کو ظاہر کرنے کے سلسلے میں عورتوں کا گناہ اسلام کے بعد ہوا ہے، پس ابتدائی جاہلیت کے دور کے فسق و فجور کو ذکر کرنے کی حاجت نہیں ہونی چاہیے، میں (علامہ صاوی) یہ کہوں گا کہ نہی پہلے ہی گزر چکی ہے: ﴿ولا یبدین زینتھن﴾(نور:۳۱)۔

ای نساء النبی: سیاق کلام کی رعایت کرتے ہوئے ازواج نبی کے اعتبار سے فرمایا جب کہ آیت مبارکہ ﴿عنکم الرجس اھل

البیت(الاحزاب:۳۳)﴾میں اہل بیت وازواج مطہرات سب ہی داخل ہیں، اہل بیت سید عالم ﷺ کے نسب اور ازواج ان کی ذریت ہیں۔ (الصاوی،ج۵،ص۳۷وغیرہ)

رکوع نمبر:۲

﴿ان المسلمين والمسلمات والمومنين المومنات والقنتين والقنتت﴾المُطِيعَاتِ﴿والصدقين والصدقات﴾فِي الْإِيمَانِ﴿والصبرين والصبرت﴾عَلَى الطَّاعَاتِ﴿والخشعين﴾المُتَواضِعِينَ ﴿والخشعت﴾المُتَواضِعَاتِ﴿والمتصدقين والمتصدقات والصائمين والصئمت والحفظين فروجهم والحفظت﴾عَنِ الحَرَامِ﴿والذاكرين الله كثيرا والذكرت اعد الله لهم مغفرة﴾لِلْمَعَاصِي﴿واجرا عظيما (۳۵)﴾عَلَى الطَّاعَاتِ﴿وما كان لمومن ولا مومنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون﴾بِالتَّاءِ والياءِ﴿لهم الخيرة﴾الْإِخْتِيَارُ﴿من امرهم ط﴾خِلَافَ أَمرِ اللهِ وَرَسُولِهِ نَزَلَت فِي عَبدِاللهِ بْنِ جَحْشٍ وأُخْتِهِ زَيْنَبَ خَطَبَهَا النَّبِيُّ ﷺ وَعَنى لِزَيدِ بنِ حَارِثَةَ فَكَرِها ذٰلِكَ حِينَ عَلِمَاهُ لِظَنِّهِمَا قَبلُ أنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَطَبَهَا لِنَفْسِهِ ثُمَّ رَضِيَا لِلآيةِ﴿ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضللا مبينا (۳۶)﴾بَيِّنًا فَزَوَّجَهَا النَّبِيُّ ثُمَّ وَقَعَ بَصَرُهُ عَلَيهَا بَعدَ حِينٍ فَوَقَعَ فِي نَفْسِهِ حُبُّهَا وَفِي نَفْسِ زَيْدٍ كَرَاهَتُهَا ثم قال لِلنَّبِيِّ ﷺ أُرِيدُ فِرَاقَهَا فَقَالَ امسِكْ عَلَيكَ زَوجَكَ كما قالَ اللهُ تعالى ﴿واذ﴾مَنصُوبٌ بِاُذكُر﴿تقول للذى انعم الله عليه﴾بِالْإِسْلَامِ﴿وانعمت عليه﴾بِالْإِعْتَاقِ وَهوَ زَيدُ بنُ حارِثَةَ كَانَ مِن سَبْيِ الجَاهِلِيَّةِ اِشْتَرَاهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ قَبلَ البَعثَةِ واعْتَقَهُ وَتَبَنَّاهُ﴿امسك عليك زوجك واتق الله﴾فِي أَمرِ طَلَاقِهَا﴿وتخفى فى نفسك ما الله مبدية﴾مُظْهِرهُ مِن مُحَبَّتِهَا وَانَّ لَو فَارَقَهَا زَيدٌ تَزَوَّجْتُهَا﴿وتخشى الناس﴾اَنْ يَقُولُوا تَزَوَّجَ محمدٌ زَوجةَ اِبنِهِ﴿والله احق ان تخشه﴾فِي كُلِّ شيءٍ وَيُزَوِّجكهَا ولا عَلَيكَ مِن قَولِ النَاسِ ثُم طَلَّقَهَا زَيدٌ وانْقَضَتْ عِدَّتُهَا قال اللهُ تعالى ﴿فلما قضى زيد منها وطرا﴾حَاجَةً﴿زوجنكها﴾فَدَخَلَ عَلَيهَا النَّبِيُّ ﷺ بِغَيرِ اِذْنٍ وَاَشْبَعَ المُسلِمِينَ خُبْزًا وَّلَحمًا﴿لكى لا يكون على المومنين حرج فى ازواج ادعيائهم اذا قضوا منهن وطرا ط وكان امر الله﴾مَقْضِيهِ﴿مفعولا (۳۷) ما كان على النبى من حرج فيما فرض﴾أَحَلَّ﴿الله له ط سنة الله﴾أَي كَسُنَّةِ اللهِ فَنُصِبَ بِنَزعِ الخَافِضِ﴿فى الذين خلوا من قبل ط﴾مِنَ الْاَنبِيَاءِ اَن لَا حَرَجَ عَلَيهِم فِي ذٰلِكَ تَوسُعَةً لَهم فِي النِّكَاحِ﴿وكان امر الله﴾فِعْلُهُ﴿قدرا مقدورا ن (۳۸)﴾مَقْضِيًّا﴿الذين﴾نَعتٌ لِلَّذِينَ قَبْلَهُ﴿يبلغون رسلت الله ويخشونه ولا يخشون احدا الا الله ط﴾فَلَا تَخْشَونَ مُقَالَةَ النَاسِ فِيمَا اَحَلَّ اللهُ﴿وكفى بالله حسيبا (۳۹)﴾حَافِظًا لِأَعْمَالِ خَلقِهِ وَمُحَاسِبُهُم﴿ما كان محمد ابا احد من رجالكم﴾فَلَيسَ اَبَا زَيدٍ أَي وَالِدَهُ فَلَا يَحْرُمُ عَلَيهِ التَّزَوُّجُ بِزَوجَتِهِ زَيْنَبَ﴿ولكن﴾كَانَ﴿رسول الله و خاتم النبيين﴾فَلَا يَكُونُ لَهُ ابنٌ رَجُلٌ بَعدَهُ يَكُونُ نَبِيًّا وَفِي

قِراءَۃِ بِفَتحِ التَّاءِ کَاٰلَۃِ الخَتمِ اَی بِہٖ خُتِمُوا ﴿و کان اللہ بکل شیءٍ علیما ﴿۴۰﴾﴾ مِنہُ بِاَنْ لَا نَبِیَّ بَعدَہٗ واِذَا نَزَلَ السَّیِّدُ عِیسٰی یَحکُمُ بِشَرِیعَتِہٖ.

﴿ترجمہ﴾

بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرماں بردار (قانتین بمعنی مطیعین ہے) اور (ایمان میں) سچے اور سچیاں اور (نیکیوں پر) صبر والے اور صبر والیاں اور عاجزی کرنے والے (خاشعین بمعنی متواضعین ہے) اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور (حرام سے) اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے والیاں ان سب کے لیے اللہ نے (گناہوں سے) بخشش اور (نیکیوں پر) بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے......۱......اور نہ کسی مسلمان مرد اور نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار نہیں (اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے برخلاف کریں، یہ آیت مبارکہ حضرت عبداللہ بن جحش اور ان کی بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی، حضور ﷺ نے انہیں پیغام نکاح دیا اور یہ پیغام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھا چونکہ یہ دونوں بہن بھائی یہ سمجھ رہے تھے کہ حضور خود اپنے لیے پیغام نکاح دے رہے ہیں جب انہیں علم ہوا کہ یہ رشتہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کی طرف سے آیا ہے تو دونوں کو یہ ناگوار ہوا، پھر نزول آیت کے بعد وہ دونوں اس رشتے سے راضی ہو گئے......۲......) اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح گمراہی بہکا (مبینا بمعنی بینا ہے، نبی کریم ﷺ نے ان کا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے کر دیا پھر کچھ وقت کے بعد آپ کی نگاہ مبارک ان پر پڑی آپ ﷺ کے قلب اقدس میں ان کی محبت واقع ہوئی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے نفس میں ان کے بارے میں ناپسندیدگی آ گئی، پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کی: میں ان سے جدائی چاہتا ہوں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی زوج کو اپنے پاس روکے رکھ جیسا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا) اور (یاد کروائے حبیب) جب (اذ منصوب ہے یہ اذکر فعل کے متعلق ہے) تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے نعمت دی (بصورت اسلام) اور تم نے اسے نعمت دی (اسے آزادی دیکر، مراد اس سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت کے قیدیوں میں سے تھے انہیں حضور ﷺ نے اعلان نبوت سے پہلے خرید کر آزاد کر دیا تھا اور پھر حضور ﷺ نے آپ کو اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا تھا) کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈر (بیوی کو طلاق دینے کے معاملے میں) اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا (آپ ﷺ کی ان سے محبت کو اللہ ظاہر فرمانے والا تھا، اور اس بات کو کہ اگر زید رضی اللہ عنہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے مفارقت کر دیں گے تو میں ان کو اپنی زوجیت میں لے لونگا) اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا (کہ لوگ کہیں گے کہ آپ ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا) اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا خوف رکھو (ہر شے میں، اور آپ ﷺ ان سے نکاح کر لیجئے اور لوگوں کی باتوں کا خیال نہ کریں، پھر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے انہیں طلاق دے دی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہو گئی، اللہ عزوجل فرماتا ہے) اور جب زید کی غرض اس سے نکل گئی (وطرا بمعنی حاجۃ ہے) تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دے دی (حضور ﷺ بے اجازت لئے ......۳......ان کے پاس تشریف لے گئے اور ولیمہ میں مسلمانوں کو گوشت روٹی کھلا کر سیر فرمادیا......۴......) کہ مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں (منہ بولے) بیٹوں کی بی بیوں میں جب ان سے ان کا کام ختم ہو جائے اور اللہ کا حکم ہو کر رہنا (اسے پورا ہو کر رہنا ہے) نبی پر کوئی حرج نہیں اس بات میں جو اللہ نے اس کے لیے حلال فرمائی (فرض بمعنی احل ہے) جیسا کہ اللہ کا دستور چلا آرہا ہے (سنۃ اللہ حرف جر کاف کے حذف کی وجہ سے منصوب ہے) ان (انبیاء کرام علیہم السلام) میں جو پہلے گزرے (کہ ان پر بھی

نکاح کے معاملے میں کچھ حرج نہ تھا بلکہ معاملہ نکاح میں ان کے لیے وسعت تھی) اور اللہ کا کام (امر اللہ بمعنی فعل اللہ ہے) مقرر تقدیر ہے (وہ پورا ہو کر رہتا ہے) وہ جو (یہ الذین کی صفت ہے) اللہ کے پیغام پہنچاتے اور اس سے ڈرتے اور اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ کرتے (اللہ کے حلال کردہ امور سے متعلق لوگوں کی باتیں بنانے کا خوف نہیں رکھتے) اور اللہ بس ہے حبیب (اپنی مخلوق کے اعمال کا محافظ اور ان کا محاسب ہے) محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں (پس وہ زید ﷺ کے بھی یعنی والد نہیں ہیں، تو آپ پر زید ﷺ کی زوجہ سابقہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرنے میں بھی حرج نہیں) ہاں (وہ) اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے......۵......(یعنی ان کے بعد ان کا کوئی بیٹا نہیں ہے جو آپ کے بعد نبی ہو، اور ایک قرائت میں خاتم تاء مفتوحہ کے ساتھ بمعنی ختم ہے) اور اللہ سب کچھ جانتا ہے (من جملہ اس میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں، اور حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام جب نزول فرمائیں گے تو وہ شریعت محمدی کے مطابق فیصلے فرمائیں گے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ان المسلمین والمسلمت والمومنین والمومنت والقنتین والقنتت والصدقین والصدقت والصبرین والصبرت والخشعین والخشعت والمتصدقین والمتصدقت والصائمین والصئمت والحفظین فروجھم والحفظت والذاکرین اللہ کثیرا والذکرت اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما۵﴾۔

ان: حرف مشبہ، المسلمین: معطوف علیہ، و: عاطفہ، والمسلمات......الی والذکرات: معطوفات، ملکر اسم، اعد اللہ لھم: فعل با فاعل وظرف لغو، مغفرۃ واجرا عظیما: معطوف علیہ ومعطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم﴾۔

و: مستانفہ، ما: نافیہ، کان: فعل ناقص، لام: جار، مومن: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، مومنۃ: معطوف، ملکر مجرور ملکر ظرف مستقر "الاستقرار" مصدر محذوف کیلئے، اذا: مضاف، قضی اللہ ورسولہ امرا: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف "الاستقرار" مصدر اپنے فاعل وظرف مستقر وظرف لغو سے ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر مقدم، ان: مصدریہ، یکون: فعل ناقص، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، الخیرۃ: ذو الحال، من امرھم: ظرف مستقر حال، ملکر اسمیہ مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضللا مبینا۵﴾۔

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، یعص اللہ ورسولہ: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قد: تحقیقیہ، ضل ضللا مبینا: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ﴾۔

و: عاطفہ، اذ: مضاف، تقول: فعل با فاعل، لام: جار، الذی: موصول، انعم اللہ علیہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، انعمت علیہ: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر قول، امسک علیک زوجک: فعل امر با فاعل وظرف لغو و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتق اللہ: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، تخفی فی نفسک: فعل با فاعل ظرف لغو، ما: موصولہ، اللہ مبدیہ: جملہ اسمیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف فعل

محذوف "اذکر" کیلئے ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وتخشی الناس واللہ احق ان تخشہ﴾.

و: عاطفہ،تخشی الناس: فعل با فاعل ومفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ،و: عاطفہ،اللہ مبتدا،احق: اسم تفضیل بافاعل،ان تخشہ: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بتقدیر ب جار، مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلما قضی زید منھا وطرا زوجنکھا لکی لایکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیائھم اذا قضوا منھن وطرا﴾.

ف: استنافیہ،لما ظرف شرطیہ،قضی،زید منھا: فعل وفاعل وظرف لغو،وطرا: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط ،زوجنک: فعل بافاعل ومفعول،ھا: مفعول ثانی،لام: جار،کی: ناصبہ مصدریہ،لایکون: فعل نفی ناقص،علی المومنین: ظرف مستقر "الاستقرار" مصدر محذوف کیلئے،اذا: مضاف،قضوا منھن وطرا: جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر ظرف،مصدر محذوف اپنے متعلقات سے ،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر مقدم،حرج: موصوف،فی ازواج ادعیائھم: ظرف مستقر صفت،ملکر اسم مؤخر،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وکان امر اللہ مفعولا٥﴾.

و: عاطفہ،کان: فعل ناقص،امر اللہ: اسم،مفعولا: خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ماکان علی النبی من حرج فیما فرض اللہ لہ سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل﴾.

ما: نافیہ،کان: فعل ناقص،علی النبی: ظرف مستقر خبر مقدم،من: زائد،حرج: موصوف،فی: جار،ما: موصولہ،فرض اللہ لہ: فعل وفاعل وظرف لغو،سنۃ اللہ: ذوالحال،فی: جار،الذین خلوا من قبل: موصول صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر حال،ملکر "سن" جار محذوف کیلئے مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر صفت،ملکر اسم مؤخر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وکان امر اللہ قدرا مقدورا٥ الذین یبلغون رسلت اللہ ویخشونہ ولایخشون احدا الا اللہ﴾.

و: عاطفہ،کان: فعل ناقص،امر اللہ: اسم،قدرا: موصوف،مقدورا: صفت،ملکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ،الذین: موصول،یبلغون رسلت اللہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،یخشونہ: جملہ فعلیہ معطوف اول،و: عاطفہ،لایخشون: فعل نفی بافاعل،احدا: مستثنی منہ،الا: اداۃ استثناء،اللہ: اسم جلالت مستثنی ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی،ملکر صلہ،ملکر "ھم" مبتدا محذوف کی خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وکفی باللہ حسیبا٥ ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین﴾.

و: عاطفہ،کفی: فعل،ب: زائد،اللہ: ممیز،حسیبا: تمیز،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ،ما: نافیہ،کان محمد: فعل ناقص واسم،ابا: مضاف،احد: موصوف،من رجالکم: ظرف مستقر صفت،ملکر مضاف الیہ،ملکر معطوف علیہ،و: عاطفہ،لکن: حرف استدراک،رسول اللہ: معطوف اول،و: عاطفہ،خاتم النبین: معطوف ثانی،ملکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وکان اللہ بکل شیء علیما٥﴾.

و: عاطفہ،کان اللہ: فعل ناقص واسم،بکل شیء علیما: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... ان المسلمین والمسلمت والمومنین ...... ☆اسماء بن عمیس جب اپنے شوہر جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبشہ سے واپس آئیں تو ازواج نبی کریم ﷺ سے مل کر انہوں نے دریافت کیا کہ کیا عورتوں کے باب میں بھی کوئی آیت نازل ہوئی ہے؟ انہوں

نے کہا نہیں، تو اسماء نے سید عالم ﷺ سے عرض کیا کہ حضور عورتیں بڑے ٹوٹے میں ہیں،، فرمایا کیوں؟ عرض کیا کہ ان کا ذکر خیر کے ساتھ ہوتا ہی نہیں، جیسا کہ مردوں کا ہوتا ہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے دس مراتب مَردوں کے ساتھ ذکر کئے گئے اور ان کے ساتھ ان کی مدح فرمائی گئی اور مراتب میں سے پہلا مرتبہ اسلام ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری ہے، دوسرا ایمان کہ وہ اعتقادِ صحیح اور ظاہر و باطن کے موافق ہونا ہے اور تیسرا مرتبہ قنوت یعنی طاعت ہے۔

☆......**وما کان لمومن ولا مومنة** ......☆ یہ آیت زینب بنت جحش اسدیہ اور ان کے بھائی عبداللہ بن جحش اور ان کی والدہ امیمہ بنت عبدالمطلب کے حق میں نازل ہوئی، امیمہ سید عالم ﷺ کی پھوپھی تھیں، واقعہ یہ ہے کہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جن کو رسول اللہ ﷺ نے آزاد کیا تھا اور وہ حضور ﷺ کی خدمت میں رہتے تھے، سید عالم ﷺ نے زینب کے لئے ان کا پیام دیا اس کو زینب رضی اللہ عنہا نے اور ان کے بھائی نے منظور نہیں کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے بھائی اس حکم کو سن کر راضی ہو گئے۔ اور سید عالم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نکاح ان سے کر دیا اور سید عالم ﷺ نے ان کا مہر دس دینار ساٹھ درہم ایک جوڑا کپڑا پچاس مُد (ایک پیمانہ ہے) کھانا، تیس صاع کھجوریں دیں۔

☆......**واذ تقول للذی انعم اللہ**......☆ جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نکاح زینب رضی اللہ عنہا سے ہو چکا تو حضور سید عالم ﷺ کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آئی کہ زینب آپ کی ازواج مطہرات میں داخل ہونگی، اللہ کو یہی منظور ہے اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت زید اور بی بی زینب کے مابین موافقت نہ ہو سکی اور حضرت زید نے سید عالم ﷺ سے حضرت زینب کی سخت گفتاری کی شکایت کی، سید عالم ﷺ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو سمجھاتے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

کن خوش نصیبوں کے لئے بخشش اور ثواب ھے؟

۱......اللہ عزوجل نے سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۵ میں دس ایسے خوش نصیبوں کا ذکر خیر فرمایا ہے جن کے لئے بخشش بھی ہے اور ثواب بھی، وہ دس خوش نصیب یہ ہیں: (۱)...... مسلمان مرد و عورتیں، (۲)...... ایمان والے مرد و عورتیں، (۳)...... فرمانبردار مرد و عورتیں، (۴)...... سچ بولنے والے اور والیاں، (۵)...... صبر کرنے والے اور صبر والیاں، (۶)...... تواضع کرنے والے اور والیاں، (۷)...... صدقہ کرنے والے اور والیاں، (۸)...... روزہ رکھنے والے اور والیاں، (۹)...... پارسائی والے مرد و عورتیں، (۱۰)...... یادِ الٰہی خوب کرنے والے اور والیاں۔

حکم الٰھی اور مسئلہ کفو:

۲......الھندیة، کتاب النکاح، باب الخامس فی الاکفاء میں ہے کہ عندالشرع کفائت میں چھ چیزوں کا اعتبار ہوا کرتا ہے، جو کہ یہ ہیں: (۱)...... نسب، (۲)...... اسلام، (۳)...... حرفہ (پیشہ)، (۴)...... حریت (آزاد ہونا)، (۵)...... دیانت، (۶)...... مال۔ قریش میں جتنے خاندان ہیں وہ سب باہم کفو ہیں، یہاں تک کہ قرشی غیر ہاشمی ہاشمی کا کفو ہے اور کوئی غیر قرشی قریش کا کفو نہیں، قریش کے علاوہ عرب کی تمام قومیں ایک دوسرے کی کفو ہیں، انصار و مہاجر سب اس میں برابر ہیں، عجمی النسل عربی کا کفو نہیں مگر عالم دین کی اس کی شرافت نسب کی شرافت پر فوقیت رکھتی ہے۔ (بہار شریعت، ج ۲، حصہ: ۷، کفو کا بیان، ص ۵۳)

مسائل شرعیہ:

مسئلہ نمبر ۱: باپ، دادا کے سوا کسی اور ولی نے نابالغ لڑکے کا نکاح بغیر کفو سے کر دیا تو نکاح صحیح نہیں اور بالغ اپنا خود نکاح کرنا چاہے تو غیر

کفوعورت سے کرسکتا ہے کہ عورت کی جانب سے اس صورت میں کفائت معتبر نہیں اور نابالغ میں دونوں طرف سے کفائت کا اعتبار ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب:الکفالۃ، ج٤،ص٢٠٦ ملتقطا)

مسئلہ نمبر۲: غلام، حرہ کا کفو نہیں، نہ وہ جو آزاد کیا گیا حرہ اصلیہ کا کفو ہے اور جس کا باپ آزاد کیا گیا، وہ اس کا کفو نہیں جس کا دادا آزاد کیا گیا اور جس کا دادا آزاد کیا گیا وہ اس کا کفو ہے جس کی آزادی کئی پشت سے ہے۔ (بہار شریعت مخرجہ، کفو کا بیان، ج۲، حصہ:۷، ص٥٤)

مسئلہ نمبر۳: بعض لوگ نسبی سیدہ عورت کے نکاح کو غیر سید سے کرنے کا انکار کرتے ہیں، اور بعض کفر تک کہہ دیتے ہیں۔ فاضل بریلوی فرماتے ہیں: حاشا للہ! اسے کفر سے کیا علاقہ، کہنے والے کو تجدید اسلام چاہیے کہ بلاوجہ مسلمان کو کافر کہتے ہیں۔ امیر المؤمنین مولا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی جو کہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن پاک سے پیدا ہوئیں امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں دیں اور ان سے حضرت زید بن عمر پیدا ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نسباً سادات سے نہیں۔ سیدہ عاقلہ بالغہ اگر ولی رکھتی ہے تو جس کفو سے نکاح کرے گی ہو جائے گا اگرچہ سید نہ ہو۔ مثلاً شیخ، صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی یا عباسی۔ اور اگر غیر کفو سے بے اجازت صریحہ ولی نکاح کرے گی تو نہ ہوگا، جیسے کسی شیخ، انصاری یا مغل، پٹھان سے جب کہ وہ معزز عالم نہ ہو۔ یہ بھی یاد رہے کہ باپ سید نہ ہو تو اولاد سید نہیں ہو سکتی اگرچہ ماں سیدانی ہو۔ (الفتاوی الرضویہ مخرجہ، ج١١، ص٧٢٨ وغیرہ)

مزید یہ بھی ہے کہ اللہ ورسول کا حکم آگیا تو اب کفو نہ ہونا کیسے معتبر ہو سکتا ہے کیونکہ ابتداء زینب بنت جحش کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ہونا اللہ کو منظور تھا، لہٰذا بی بی زینب رضی اللہ عنہا کا انکار اور نہ ہی اُن کے بھائی حضرت عبداللہ کا اعتراض کرنا لازم آتا ہے۔ اور بی بی زینب رضی اللہ عنہا کے دو نکاح کا ذکر ہم عنقریب حاشیہ نمبر۴ میں کریں گے کہ ان کے نکاح کا ولی خود رب کائنات تھا، لہٰذا ان کے لئے اعتراض کرنا تحقق نہیں ہوتا تاہم نزول آیت ہوئی اور انہیں مسئلہ واضح ہو گیا۔

کس صحابی کا نام قرآن میں ذکر ہوا ہے؟

۲۔۔۔۔۔ سرکار دو عالم ﷺ کے صحابہ کی ایک طویل فہرست ہے، جگہ جگہ اشارۃً، دلالۃً، کنایۃً ان کے تذکرے ملتے ہیں، کہیں کسی کا نام ذکر نہیں ہوا، کہیں حسن وحسین وفاطمہ وعلی رضی اللہ عنہم کے نام مذکور نہیں، کہیں حضرت قاسم وعبداللہ وابراہیم رضی اللہ عنہم کے نام نہیں ذکر ہوئے، کہیں کسی کا نام نہیں ذکر ہوا لیکن اس منہ بولے بیٹے کی شان دیکھیں کہ ان کا ذکر ہوا، نام کے ساتھ ہوا، اہل ایمان قرآن پڑھنے والے بھی ان کی شان پر رشک کرتے ہیں کہ کیسا انہیں اپنے روحانی والد گرامی (سید عالم ﷺ) سے پیار تھا، کیسا سرکار دو جہاں ﷺ کو ان سے پیار تھا کہ ان کے نکاح کا پیغام خود پہنچایا، اور کیسا اللہ کو ان سے پیار ہے کہ ان کا نام لے کر ذکر فرما دیا، چنانچہ فرمایا ﴿فلما قضی زید منها وطرا ...... الخ پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی (الاحزاب:٣٧)﴾۔

سرکار دوعالم ﷺ کے دعوت ولیمہ کا بیان:

۳۔۔۔۔۔ سن ۴ھ میں ذی القعدہ کے مہینے میں سید عالم ﷺ نے نکاح فرمایا جس وقت بی بی زینب کی عمر ۳۵ سال تھی، سرکار دو جہاں کے دعوت ولیمہ کی کیفیت بیان کرنے سے پہلے اتنا ضرور کہنا چاہوں گا کہ بی بی زینب کے دو نکاح ہوئے پہلا نکاح حضرت زید رضی اللہ عنہ سے وہ بھی اللہ ورسول کے خاص حکم کی تعمیل کرنے میں ہوا اور دوسرا نکاح سید عالم ﷺ سے کہ یہ بھی اللہ کے حکم کے عین مطابق ہوا۔ اس سے بی بی زینب کی خوش قسمتی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ روایت میں ہے کہ بی بی زینب دیگر ازواج پر فخر فرمایا کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ تمہارے نکاح تمہارے گھر والوں نے کئے ہیں لیکن میرا نکاح اللہ نے سات آسمان کے اوپر فرمایا۔ (صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب:وکان عرشہ، رقم: ٧٤٢٠، ص١٢٧٦)۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ بیشک اللہ میرے نکاح کا ولی ہے اور تمہارے نکاح

تمہارے اولیاء نے کئے ہیں۔علامہ بغوی کہتے ہیں امام شعبی نے روایت کیا ہے کہ بی بی زینب سید عالم ﷺ کو فرمایا کرتی تھیں کہ آپ کو ایسی تین چیزیں پیش کرتی ہوں جو آپ کی کسی ازواج نے ایسی نمایاں چیزیں پیش نہیں کیں، وہ تین چیزیں یہ ہیں: (۱)......میرا اور آپ کا دادا ایک ہے، (۲)......آپ ﷺ کے ساتھ میرا نکاح اللہ نے سات آسمان کے اوپر کرایا، (۳)......میرے نکاح کے سفیر حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینب کی طرح کسی اور زوجہ کا ولیمہ نہیں کیا، آپ ﷺ نے ایک بکری ذبح فرمائی (صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب:الولیمة ولو بشاة، رقم:٥١٦٨، ص ٩٢٤)، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سید عالم ﷺ نے بی بی زینب کے ساتھ شب زفاف گزار لی تو آپ ﷺ نے ان کا ولیمہ کیا اور مسلمانوں کو خوب پیٹ بھر کر گوشت روٹی کھلائی۔

(المظھری، ج٥، ص ٥٣٤)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے بی بی زینب بنت جحش کا ولیمہ کیا، اور روٹیوں اور گوشت کی دعوت کی، مجھے لوگوں میں پیغام دینے کو بھیجا گیا، مسلمانوں کا ایک گروہ آتا اور کھانا کھا کر چلا جاتا، پھر دوسرا گروہ آتا اور وہ کھانا کھا کر چلا جاتا، سب لوگ آ چکے تھے اور اب بلانے کو کوئی نہیں بچا تھا، سید عالم ﷺ بی بی عائشہ کے حجرے میں تشریف لے گئے اور السلام علیکم یا اہل البیت فرمایا، تو جواب دیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ، آپ ﷺ نے اپنے اہل (بیوی) کو کیسا پایا؟ اللہ عزوجل آپ کو برکت دے، پھر آپ ﷺ تمام ازواج کے حجروں میں تشریف لے گئے اور سب سے اسی طرح کلام کیا جس طرح بی بی عائشہ سے کلام کیا تھا، اور سب نے اسی طرح جواب دیا جس طرح بی بی عائشہ نے جواب دیا تھا، پھر جب گھر واپس آئے تو تین آدمی وہیں بیٹھے تھے اور باتیں کر رہے تھے، سید عالم ﷺ حیا والے تھے، پھر آپ ﷺ بی بی عائشہ کے حجرے کی طرف چلے گئے، مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو خبر دی یا کسی اور نے خبر دی کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں، آپ ﷺ آئے اور آپ ﷺ کا ایک پیر مبارک دروازے کی چوکھٹ اور دوسرا دروازے سے باہر تھا، آپ ﷺ نے اپنے اور میرے مابین پردہ لٹکا دیا اور آیت حجاب نازل ہوئی۔(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: وان کنتن تردن الله، رقم: ٤٧٩٣، ص ٨٤٢)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "بدترین کھانا اس ولیمے کا ہے جس میں مالداروں کو دعوت دی جاتی ہے مگر مساکین کو نہیں بلایا جاتا، جو (بلا عذر شرعی) دعوت پر نہ آیا اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی"۔

(صحیح مسلم، کتاب النکاح باب الامر بالاجابة الداعی الی دعوة، رقم :(٣٤١١)/١٤٣٢، ص ٦٧٣)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: "سب سے برا کھانا اس ولیمے کا ہے جس میں آنے والوں کو روک دیا جائے اور انکار کرنے والے کو دعوت دی جائے اور جس نے دعوت قبول نہ کی، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی"۔ (المرجع السابق، رقم: (٣٤١٥)/١٤٣٢، ص ٦٧٣)

☆......سرکار مدینہ منورہ سرکار مکہ مکرمہ ﷺ کا فرمان خوشبودار ہے: "جب تم میں سے کسی کو ولیمے میں بلایا جائے تو ضرور آئے"۔

(المرجع السابق، رقم :(٣٤٠١)/١٤٢٩، ص ٦٧٢)

☆......اللہ کے پیارے حبیب ﷺ کا فرمان ہے: "جب تم میں سے کسی کو اس کا بھائی شادی یا کسی اور موقع پر دعوت دے تو اسے چاہیے کہ قبول کرے"۔

(المرجع السابق، (٣٤٠٣)/١٤٢٩، ص ٦٧٢)

خاتم النبیّن کی بحث :

۵......قتادہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ سید عالم ﷺ کے حقیقی بیٹے نہ تھے، سید عالم ﷺ کے حقیقی بیٹے چار ہوئے: قاسم، ابراہیم، طیب، مطہر۔

(الجامع البیان، الجزء:٢٢، ص ٢٢)

علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں:

صحیح قول یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کے تین صاحبزادے ہیں: (۱)......حضرت قاسم (نام کچھ اور تھا)، یہ کنیت تھی، یہ سب سے پہلے صاحبزادے تھے جو دو سال زندہ رہے اور ہجرت سے دو سال پہلے انتقال فرما گئے، (۲)......حضرت عبداللہ انہیں طیب وطاہر بھی کہا گیا ہے، یہ بعثت کے بعد مدت رضاعت میں انتقال فرما گئے اور مکہ مکرمہ میں دفن ہوئے، یہ دونوں صاحبزادے بی بی خدیجہ کے بطن سے ہوئے۔ (۳)......حضرت ابراہیم، یہ بی بی ماریہ قبطیہ (یہ سرکار دو عالم ﷺ کی لونڈی صاحبہ تھی) کے بطن سے ماہ ذی الحجہ سن ۸ ھ میں پیدا ہوئے۔

سید عالم ﷺ دو نور والے ہیں: نور نبوت اور نور ولایت، پس نور ولایت دیگر لوگوں (اہل بیت، صحابہ کرام اور تا قیام قیامت اہل ایمان تک یہی نور منتقل ہوتا رہے گا)، اور نور نبوت شریعت مطہرہ کی صورت میں باقی رہا۔ پس شریعت محمدی ہمارے سامنے موجود ہے اور قیام قیامت تک ہمارے لئے موجود رہے گی۔ (روح البیان، ج۷، ص ۲۲۱)

سید عالم ﷺ کے آخری نبی ہونے پر موجودہ آیت صریح دلیل ہے، تاہم مزید کئی آیات اور احادیث بھی ہیں۔ چنانچہ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿وما ارسلنک الا کافة للناس بشیرا ونذیرا اور اے محبوب ہم نے تجھے نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا (سبا:۲۸)﴾، ﴿الیوم اکملت لکم دینکم...... الخ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا (المائدة:۳)﴾، ﴿قل یایها الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں (الاعراف:۱۵۸)﴾، ﴿وما ارسلنک الا رحمة للعلمین اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کو (الانبیاء:۱۰۷)﴾، ﴿تبرک الذی نزل الفرقان...... الخ بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اُتارا قرآن اپنے بندہ پر (الفرقان:۱)﴾، ﴿واذ اخذ اللہ میثاق النبین لما اتیتکم من کتب...... الخ، اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب دوں (آل عمران:۸۱)﴾، ﴿هو الذی بعث فی الامین رسولا منهم یتلوا علیهم...... الخ، وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا (الجمعة:۲)﴾، ﴿ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی...... الخ، اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اُس پر کھل چکا (النساء:۱۱۵)﴾، ﴿لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقتل و قاتل اولئک اعظم درجة من الذین...... الخ تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا، وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں (الحدید:۱۰)﴾۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص کی طرح ہے، جس نے بہت حسین وجمیل ایک گھر بنایا، مگر اس کے کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس گھر کے گرد گھومنے لگے اور تعجب سے یہ کہنے لگے، اس نے یہ اینٹ کیوں نہ رکھی"، آپ ﷺ نے فرمایا: "قصر نبوت کی وہ اینٹ میں ہوں، میں آخری نبی ہوں"۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب: خاتم النبیین ﷺ، رقم: ۳۵۳۵، ص ۵۹۰)

☆......حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تم میرے لئے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون علیہ السلام تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے"۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب: غزوة تبوک، رقم: ۴۴۱۶، ص ۷۴۹)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "بنی اسرائیل کا ملکی انتظام ان کے انبیاء کرتے تھے، جب بھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو اس کا قائم مقام دوسرا نبی آ جاتا، اور بیشک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور میرے بعد بہ کثرت خلفاء ہوں گے۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب:ما ذکر عن بنی اسرائیل،رقم:۳۴۵۵،ص۵۸۲)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کا آخری حصہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہیں گے یا محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں، اللہ نے آپ کے صدقے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے سب کاموں کی مغفرت کردی ہے، آپ اپنے رب کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: ذریۃ من حملنا، رقم: ۴۷۱۲،ص۸۱۵)

☆......حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے کئی اسماء ہیں، میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی (مٹانے والا) ہوں، اللہ میرے سبب سے کفر کو مٹائے گا، اور میں حاشر (جمع کرنے والا) ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر اٹھائے جائیں گے اور میں عاقب (آخر میں مبعوث ہونے والا ہوں)، جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا"۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب: ما جاء فی اسماء رسول، رقم: ۳۵۳۲،ص۵۹۴)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئی ہیں، مسلمانوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مبشرات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھے خواب"۔

(صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب: المبشرات، رقم: ۶۹۹۰،ص ۱۲۰۶)

☆......اسماعیل بن ابی خالد روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کو دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا وہ کم سنی میں فوت ہوگئے، اور اگر ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زندہ رہنا مقدر ہوتا تو وہ نبی ہوتے لیکن آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا"۔

(صحیح البخاری، کتاب الادب، باب: من سمی باسماء الانبیاء، رقم: ۶۱۹۴،ص۱۰۷۸)

☆......حضرت ثوبان سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیشک اللہ نے میرے لئے تمام روئے زمین کو لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا، عنقریب میری امت کے تیس کذاب ہونگے، ان میں سے ہر ایک کا زعم ہوگا کہ وہ نبی ہے، اور میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔(سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب: ما جاء لا تقوم الساعۃ، رقم: ۲۲۲۶،ص۶۴۷)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے چھ وجوہ سے انبیائے کرام پر فضیلت دی گئی ہے: (۱)......مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں، (۲)......اور رعب سے میری مدد کی گئی ہے، (۳)......اور میرے لئے غنیموں کو حلال کردیا گیا، (۴)......اور تمام روئے زمین کو پاک و سجدہ گاہ بنادیا گیا، (۵)......مجھے تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا، (۶)......مجھ پر نبیوں کو ختم کردیا گیا۔ (سنن الترمذی، کتاب السیر، باب: ما جاء فی الغنیمۃ، رقم: ۱۵۵۹،ص ۴۸۰)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں آخر نبی ہوں اور میری مسجد آخر المساجد (یعنی آخر مساجد الانبیاء ہے)۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب: فضل الصلوۃ بمسجدی، رقم: (۳۳۶۶)/۱۳۹۴،ص۶۴۷)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیشک رسالت اور نبوت منقطع ہوچکی ہے، پس میرے بعد کوئی نبی ہوگا نہ رسول ہوگا"۔ (سنن الترمذی، کتاب الرؤیا، باب: ان رؤیا المومن، رقم: ۲۲۷۹،ص۶۶۲)

☆......حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں آپ کے دو کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین تھے"۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: ما جاء فی خاتم النبیین، رقم: ۳۶۶۳،ص۱۰۴۴)

☆......حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (فتنہ دجال کے متعلق ایک طویل حدیث میں) فرمایا: "میں

آخری نبی ہوں اورتم آخری امت ہو"۔ (سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب: طلوع الشمس من مغربها، رقم: ۴۰۷۷، ص ۶۷۶)

☆......حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے"۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: عمر بن خطاب، رقم: ۳۷۰۶، ص ۱۰۵۲)

☆......بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہم قیامت کے دن ستر امتوں کو مکمل کریں گے ہم ان میں سب سے آخری اور سب سے بہتر امت ہیں"۔

(سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب: صفة امة محمد ﷺ، رقم: ۴۲۸۷، ص ۷۱۳)

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم سید عالم ﷺ پر درود پڑھو تو اچھی طرح پڑھو تم کو علم نہیں ہے شاید یہ درود آپ پر پیش کیا جائیگا، لوگوں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن آپ ہمیں تعلیم دیجئے، انہوں نے کہا تم اس طرح درود پڑھو: "**اللهم اجعل صلواتک ورحمتک وبرکاتک علی سید المرسلین وامام المتقین وخاتم النبیین محمد عبدک ورسولک امام الخیر وقائد الخیر ورسول الرحمة**"۔ (سنن ابن ماجه، کتاب الاقامة الصلوة، باب: الصلوة علی النبی ﷺ، رقم: ۹۰۶، ص ۱۶۷)

☆......قتادہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "میں پیدائش میں سب سے پہلا ہوں اور بعثت میں سب سے آخر ہوں"۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، باب: فضائل نبینا ﷺ، رقم: ۳۲۱۲۳، ج ۶، ص ۲۰۵)

☆......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اے ابوذر! پہلے رسول آدم ہیں اور آخری رسول محمد (ﷺ) ہیں"۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، باب: فضائل سائر الانبیاء، رقم: ۳۲۲۶۶، ج ۶، ص ۲۱۸)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "اگر نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم حیات ہوتے تو سچے نبی ہوتے"۔

(کنز العمال، کتاب الفضائل، باب: فضائل نبینا ﷺ، ذکر ولد ابراهیم، رقم: ۳۲۲۰۱، ج ۶، ص ۲۱۲)

بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے خاتم النبیین کے موضوع پر انیس ۱۹ احادیث ذکر کی ہیں، اگرچہ اور بھی احادیث کتب صحیحہ میں موجود ہیں تاہم مزید مضامین مکمل کرنے ہیں اور عطائین کے تحت دیگر ضروریات کا اہتمام بھی کرنا ہے جس کی وجہ سے ضخامت کا خوف دامن گیر ہے۔ لہٰذا اب مزید اسی موضوع کے متعلق دیگر عنوانات قائم کر کے مزید مواد درج ذیل ہے:

فقہائے کرام واکابرین کے نزدیک خاتم النبیین کا بیان:

علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ کا کلام (حدیث پاک) اور کلام الٰہیہ (قرآن مجید) جو آپ پر نازل ہوا اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ نے سلسلہ نبوت کو ختم کر دیا ہے اور آپ کائنات انسانی بلکہ تمام جن وانس کی طرف (رسول بن کر) مبعوث ہوئے ہیں (قرآن وحدیث) سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں"۔ (شرح عقائد نسفیه، بیان: فی ارسال الرسل، ص ۱۳۳ وغیرہ)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

تمام امت محمدیہ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی معنی مراد لیا ہے کہ نبی پاک ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا حضور ﷺ کے بعد کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا کہ اس لفظ میں نہ کوئی تاویل ہے کہ آخر النبیین کے سوا خاتم النبیین کے کچھ اور معنی گھڑے، نہ اس عموم میں کچھ تخصیص ہے کہ حضور ﷺ کے ختم نبوت کو کسی زمانہ یا زمین کے کسی طبقہ سے خاص کیجئے اور جو اس میں تاویل اور تخصیص کو راہ دے اس کی بات جنون یا نشے یا سرسام میں بہکنے برانے یا بکنے کے قبیل سے ہے، اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ وہ آیت قرآن کی تکذیب

کررہا ہے، جس میں اصلا تاویل وتخصیص نہ ہونے پر امت مرحومہ کا اجماع ہو چکا ہے۔ (الفتاوی الرضویہ مخرجہ، ج۱۵، ص ۷۲۴)

دعویٰ نبوت کرنے والے سید عالم ﷺ کے دور سے لے کر مرزا غلام احمد کے دور تک کا جائزہ:

سید عالم ﷺ کے وصال ظاہری سے چند دن قبل ہی (۱)......اسود عنسی نامی شخص نے اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہ شعبدہ باز اور کاہن تھا۔ اہل نجران نے اس کی تائید کردی، قبیلہ مذحج نے بھی اس کی دعوت قبول فرمائی اور دیکھا دیکھی پورا یمن اس کی تائید میں کھڑا ہو گیا۔ سید عالم ﷺ کی جانب سے حضرت فیروز دیلمی نے اپنی ہمشیرہ کے ساتھ مل کر سید عالم ﷺ کے حکم کے مطابق اسود عنسی کے گھر میں پہنچ کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (۲)......طلیحہ اسدی نے بھی سرکار دو عالم ﷺ کی حیات ظاہری میں ہی نبوت کا دعویٰ کیا، اور سید عالم ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت ضرار بن ازور کو مامور فرمایا، اور انہوں نے طلیحہ اسدی کی سرکوبی کے لئے جدوجہد کی، لیکن معاملہ ادھورا رہا کہ سید عالم ﷺ نے پردہ فرمالیا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خالد بن ولید نے بھی کوششیں کیں لیکن کامیابی نہ ہوئی تاہم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں طلیحہ اسدی نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر توبہ کی اور دوبارہ اسلام قبول کیا۔ (۳)......مورخین کہتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب نامی شخص سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اگر آپ مجھے اپنا جانشین بنالیں تو میں آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں، لیکن سرکار دو عالم ﷺ کے انکار پر اس نے بیعت بھی نہ کی، رحال بن عنفوہ جو کہ نہار کے نام سے مشہور تھا اور سید عالم ﷺ نے اسے ''نہار'' کو راہ ہدایت لانے کے لئے بھیجا لیکن یہ شخص اس ''نہار'' نامی شخص کی باتوں میں آگیا ، جو ہاتھ حکیم نور الدین بھیروی'' کا قادیانیت کے فروغ میں تھا وہی ہاتھ مسیلمہ کی ترقی میں ''نہار'' کا تھا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں جنگ یمامہ میں حضرت وحشی نے اسی تلوار اسے کیفر کردار تک پہنچایا جس طرح جاہلیت کے دور میں امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔

(۴)......مختار بن ابی عبید ثقفی جھوٹا مدعی نبوت تھا، یہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور ملک بن مروان کا زمانہ تھا، اس نے دعویٰ کیا کہ جبرائیل امین علیہ السلام اس کے پاس وحی لے کر آئے ہیں، امام ذہبی کے مطابق حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کیلئے لشکر تیار کیا اور ۶۷ھ میں مختار ثقفی کو قتل کر کے اس پر فتح پائی۔ (۵)......حارث بن سعید نے عبدالملک بن مروان کے زمانے خلافت میں نبوت کا دعویٰ کیا چنانچہ اس کے جھوٹے دعویٰ کی پاداش میں عبدالملک بن مروان نے قتل کر کے اُسے عبرت کے لئے سولی پر لٹکایا۔ (۶)......ہشام بن عبدالملک کے دور خلافت ۱۱۹ھ میں عراق میں مغیرہ بن سعید عجلی اور بیان بن سعید تمیمی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، خالد بن ولید بن عبداللہ قری نے دونوں کو قتل کر کے عبرت کے لئے پھانسی پر لٹکا دیا اور بعد میں آگ کے گڑھے میں ڈال کر اُن کی لاش کو جلوا دیا۔

(۷)......ابومنصور عجلی نے دعویٰ نبوت کیا اور ثبوت میں قرآن مجید کی آیات کی عجیب وغریب تاویلات کیں، عراق کے حکمران یوسف بن عمر ثقفی نے اسے گرفتار کر کے پھانسی پر لٹکا دیا اور اس فتنے کا قلع قمع کیا۔ (۸)......خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں ایک شخص نے دعویٰ نبوت کیا اور حضرت نوح ہونے کا دعویٰ کیا، خلیفہ ہارون نے علماء کے فتویٰ پر بجرم ارتداد اس کی گردن ماری اور پھر عبرت کے لئے اس کی لاش سولی پر لٹکا دی۔ (۹)......امام اعظم کے زمانے میں کسی نے دعویٰ نبوت کیا لوگوں نے اس سے علامات طلب کیں، امام اعظم نے فرمایا: ''جس نے اس کذاب سے علامات طلب کیں وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہوا''۔

روئے زمین پر اس وقت بہائی اور قادیانی دو گروہ ہیں جو ختم نبوت کے صحیح عقیدے کے خلاف کلام کرتے ہیں اور ایک گروہ امریکا کا ہے جو علی جاہ کے نبی ہونے کا قول کرتا ہے۔ بہائی اور علی جاہ کی تعداد کافی کم ہے، زیادہ تعداد میں قادیانی ہیں جو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار ہیں، لیکن ان کے دو گروہ ہیں ایک گروہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی اور رسول مانتا ہے جب کہ دوسرا گروہ مرزا کو مجدد اور محدث مانتا ہے، اس کو لاہوری فرقہ کہتے ہیں۔ لاہوری گروہ کا کہنا یہ ہے کہ مرزا کو وحی اور الہام میں اشتباہ ہو گیا، قادیانی گروہ

انہیں کافر کہتا ہے بلکہ اپنے سوا سب ہی کو کافر کہتا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک جو مرزا غلام احمد کو نبی نہ مانے وہ کافر ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا تعارف وعقائد باطلہ:

مرزا غلام احمد قادیانی کی صحیح تاریخ پیدائش تو معلوم نہیں البتہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب "البریۃ" میں اپنی تاریخ پیدائش ۱۸۳۹ءاور ۱۸۴۰ء لکھی ہے، جب کہ اس کا بیٹا مرزا بشیر احمد قادیانی نے "سیرت المھدی" جلد ۲، صفحہ ۱۵۰ پر لکھا ہے کہ "نہیں میرا باپ ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوا، پھر "سیرت المھدی" جلد ۳، صفحہ ۷۶ پر لکھتا ہے، نہیں نہیں میرا باپ ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوا۔ ایک بار پھر اپنے بیان سے پلٹا اور کہتا ہے: ٹھہرو ٹھہرو! میرا باپ ۱۸۳۱ء میں پیدا ہوا لیکن کیا کریں کہ وہ اس پر بھی قائم نہیں رہ پایا اور ایک بار پھر "سیرت المھدی" جلد ۳، صفحہ ۳۰۲ پر لکھا کہ میرا باپ ۱۸۳۲ء میں پیدا ہوا، اور جب اس پر بھی اطمینان حاصل نہیں ہوتا تو ایک بار پھر کہتا ہے کہ میرا باپ ۱۸۳۳ء یا ۱۸۳۴ء میں پیدا ہوا۔ (سیرت المھدی، ج ۳، ص ۱۹٤ وغیرہ)

مرزا غلام احمد قادیانی نے خود کو خدا کا نبی ورسول قرار دیا، اور اپنے مریدوں کو جماعت صحابہ کا نام دیا، اپنی کافرہ بیوی کو ام المومنین کے نام سے تعبیر کیا، اپنے گھر والوں کو اہلبیت کا نام دیا، اس نے تین سو تیرہ بدری صحابہ کے مقابلے میں اپنے تین سو تیرہ چیلوں کی فہرست تیار کی۔ سید عالم ﷺ کے ننانوے صفاتی ناموں کے مقابلے میں اپنے جھوٹے صفاتی نام گڑھ لئے۔ مرزا نے اپنے بیٹے کو قمر الانبیاء کے نام سے پکارا۔ قادیان آنے کو ظلی حج قرار دیا۔ جنت البقیع کے مقابلے میں قادیان میں ایک بہشتی مقبرہ تیار کروایا۔ قرآن مجید میں تحریفات کیں، احادیث رسول کو بگاڑا، اقوال صحابہ وبزرگان دین کو مسخ کیا اور "جہاد کو حرام" قرار دے کر انگریز کی اطاعت کو لازم قرار دیا اور صرف اسی پر بس نہیں کیا بلکہ اپنی بناسپتی اور انگریزی نبوت کو چلانے اور چمکانے کے لئے دین اسلام، پیغمبر اسلام اور مقدس ہستیوں پر رکیک حملے بھی کئے۔

مرزا کی بعض کفریہ عبارات اس کی نبوت کے مختلف تدریجی سفر کی روشنی میں:

اس مقام پر ہم چند عبارات بیان کریں گے، جس سے ہمارے موقف کی تائید ہوگی اور بدبخت مرزا کی حقیقت قارئین پر مزید واضح ہوجائے گی۔

(۱)......دعویٰ مجددیت: "میں (مرزا) اس وقت محض للہ اس ضروری امر سے اطلاع دیتا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ نے اس چودھویں صدی کے سر پر اپنی طرف سے معمور کردہ دین متین اسلام کی تجدید اور تائید کے لئے بھیجا ہے تاکہ میں پر آشوب دور میں زمانہ قرآن کی خوبیوں اور حضرت رسول ﷺ کی خوبیاں بیان کروں"۔ (سلسلہ تصانیف احمدیہ، ص ۳۳۳)

(۲)......دعویٰ محدثیت: دعویٰ مجددیت کے بعد مرزا نے ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہوئے کہا: "آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل رکھتا ہوں، کہ ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اور آپ جناب کے بعد اس اُمت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا......ہاں محدث ضرور آئیں گے جو اللہ سے ہم کلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کے بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں اور بلحاظ بعض وجوہ نشان نبوت کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں اور ان میں سے ایک ہوں۔ (نشان آسمانی، ص ۲۸)

(۳)......دعویٰ مہدیت: وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے ہدایت پانے والا اور آسمانی مائدہ کو نئے سرے سے انسانوں کے آگے پیش قدمی کرنے والا تقدیر الٰہی میں مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو سال پہلے رسول کریم نے دی تھی، وہ میں ہوں۔ (تذکرۃ الشہادتین، ص ۲)

(۴)......دعویٰ مثلیت عیسیٰ: مجھے ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں بلکہ مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے۔

(تبلیغ رسالت، ج۲، ص۲۱)

(۵)......دعویٰ عینیت عیسیٰ: مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے کہ: ''اس لئے گو اس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمت میں، میں نے پرورش پائی اور پردے میں نشوونما پاتا رہا۔ پھر جب اس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ ۴، صفحہ نمبر ۴۹۶ میں درج ہے۔ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں پھونکی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخری کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینہ سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ، جلد۴، ص۵۵۶ پر درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا''۔ (کشتی نوح، ص۶۸، ۶۹)

''جو مسیح آنے والا تھا یہی ہے (یعنی میں ہی ہوں)، چاہو تو قبول کر لوں''۔

(فتح اسلام، ص۱۵)

(۶)......دعویٰ افضلیت بر مسیح موعود: ''خدا نے اس امت میں مسیح موعود بھیجا ہے جو پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے اور اس نے دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا''۔

(دافع البلاء، ص۳۰)

ایک جگہ اور مرزا غلام احمد نے لکھا: ''خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھا سکتا''۔

(حقیقة الوحی، ص۱۴۸)

دوسری جگہ مرزا قادیانی لکھتا ہے: ''میں مسیح کو ہرگز ان امور میں اپنے پر زیادہ نہیں دیکھتا یعنی جیسے اس پر خدا کا کلام نازل ہوا، ایسا ہی مجھ پر ہوا، اور جیسے اس کی نسبت معجزات منسوب کئے جاتے ہیں یعنی میں اپنے طور پر ان معجزات کا مصداق اپنے نفس کو دیکھتا ہوں، بلکہ ان سے زیادہ''۔

(چشمہ مسیحی، ص۲۸)

(۷)......دعویٰ ظلی نبوت: مرزا بشیر احمد لکھتا ہے: ''اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسمّی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں یعنی بھیجا گیا ہوں اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا ہوں اور اس طور سے خاتم النبیین کی مہر محفوظ رہی۔ کیونکہ میں نے انعکاسی اور ظلی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعے ہی نام پایا''۔

(ایک غلطی کا ازالہ، ص۹)

ایک اور جگہ پر مرزا بشیر احمد لکھتا ہے: ''پس مسیح موعود کا منکر کافر تو ضرور ہوا مگر ہاں اس پر کفر کا فتویٰ مسیح موعود کی طرف سے نہیں لگایا جائیگا بلکہ خود دربار محمدی سے یہ فرمان جاری ہوگا کیونکہ مسیح موعود اپنی ذات میں کچھ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ کا کامل ظل ہونے کی وجہ سے قائم ہے''۔

(کلمة الفصل، ص۱۵۷)

(۸)......دعویٰ بروزی نبوت: ''مجھے بروزی صورت میں نبی اور رسول بنایا ہے، اس بناء پر خدا نے بار بار میرا نام نبی و رسول رکھا، مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان میں نہیں بلکہ محمد ہے، اس لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا، پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی، محمد کی چیز محمد کے پاس رہی''۔

(ایک غلطی کا ازالہ، ص۱۶)

(۹)......غیر حقیقی نبوت کا دعویٰ: ''حال یہ ہے کہ اگرچہ عرصہ بیس سال سے متواتر عاجز کو الہام ہوا ہے، اکثر دفعہ ان میں رسول یا نبی کا لفظ آ گیا لیکن وہ شخص غلطی کرتا ہے جو ایسا سمجھتا ہے کہ اس نبوت و رسالت سے مراد حقیقی نبوت و رسالت ہے''۔ (فتنہ قادیانیت، ص۲۳۷)

(۱۰)......حقیقی و تشریعی نبوت کا دعویٰ: ''ہلاک ہو گئے وہ جنھوں نے ایک برگزیدہ رسول (یعنی مرزا صاحب) کو قبول نہ کیا، مبارک وہ جس نے مجھے پہچانا میں خدا کی سب راہوں میں آخری راہ ہوں اور اس کے سب نوروں میں آخری نور ہوں، بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے، کیونکہ میرے بعد سب تاریک ہے''۔

(کشتی نوح، ص۵۶)

(۱۱)......عین محمد ہونے کا دعویٰ: مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتا ہے:''مسیح موعود (مرزا) اور نبی کریم میں کوئی دوئی باقی نہیں رہی، حتی کہ ان دونوں کا وجود بھی ایک وجود کا حکم رکھتے ہیں، تو اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ نے پھر سے محمد کو اتارا''۔ (کلمة الفصل، ص۱۰٤)

(۱۲)......فضیلت بر محمد ہونے کا دعویٰ:''یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ہر شخص ترقی کرسکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے حتی کہ محمد ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے''۔ (اخبار الفضل، ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

(۱۳)......تمام انبیاء کے جامع کمالات ہونے کا دعویٰ:''دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا، سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا کہ میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحٰق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ابن مریم ہوں، میں محمد ہوں، یعنی بروزی طور پر جیسا کہ خدا نے اسی کتاب میں یہ نام مجھے دیئے اور میری نسبت جری اللہ فی حلل الانبیاء فرمایا یعنی خدا کا رسول، نبیوں کا پیرہوں، سو ضرور کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جائے''۔

(تمة حقيقة الوحی، ص۸٤)

''اس خدا نے میرا دعویٰ سچ ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت ہی کم نبی ایسے آئے ہیں جنہوں نے اس قدر معجزات دکھائے ہیں'' مزید لکھا ہے''میری تائید میں اس نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں کہ......اگر میں ان کو فرداً فرداً شمار کروں تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں''۔ (حقيقة الوحی، ص۱۳٦،٦٧)

(۱۴)......ابن اللہ ہونے کا دعویٰ:''میں نے تجھ سے ایک خرید و فروخت کی ہے یعنی ایک چیز میری تھی جس کا تو مالک بنایا گیا اور ایک چیز تیری تھی جس کا میں مالک بن گیا، تو بھی اس خرید و فروخت کا اقرار کر اور کہہ دے کہ خدا نے مجھ سے خرید و فروخت کی تو مجھے ایسا ہے جیسا کہ اولاد تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں''۔ (دافع البلاء، ص۸)

(۱۵)......دعویٰ الوہیت: دیکھئے نبوت سے ابن اللہ اور ابن اللہ سے خود اللہ ہونے کا دعویٰ بھی کس طرح ہو رہا ہے۔''میں نے نیند میں اپنے آپ کو ہو بہو اللہ دیکھا اور میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی (اللہ) ہوں پھر میں نے آسمان و زمین بنائے اور کہا کہ ہم نے آسمان کو ستاروں سے سجایا ہے''۔ (آئینہ کمالات اسلام، ص٥٦٤)

مرزا قادیانی کی بعض کفریہ و گستاخانہ عبارات:

یہاں ہم ترتیب وار کچھ عبارتیں بیان کریں گے جو کہ درج ذیل ہیں:

بارگاہ الوہیت میں گستاخی:

(۱)......''قیوم العالمین ایک ایسا وجود ہے جس کے بیشمار ہاتھ پیر اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہاء عرض اور طول رکھتا ہے'' معاذ اللہ (توضیح المرام، ص٤٢)

(۲)......''وہ خدا جس کے قبضہ میں ذرہ ذرہ ہے اس سے انسان کہاں بھاگ سکتا ہے، وہ فرماتا ہے کہ چوروں کی طرح پوشیدہ آؤں گا'' نعوذ باللہ۔ (تجليات الٰهيه، ص ٤)

(۳)......''کیا کوئی عقلمند اس بات کو قبول کرسکتا ہے کہ اس زمانے میں کہ خدا سنتا ہے، مگر بولتا نہیں پھر اس کے بعد یہ سوال ہوگا کہ کیوں نہیں بولتا کیا زبان پر کوئی مرض لاحق ہوگئی ہے''۔ (ضميمه براهين احمديه، ج٥، ص١٤٤)

(۴)......''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا'' معاذ اللہ۔ (دافع البلاء، ص١١)

شانِ رسالت مآب ﷺ میں گستاخیاں:

(۵)......"ہر نبی کو اپنی استعداد اور کام کے مطابق کمالات عطا ہوتے ہیں، کسی کو بہت، کسی کو کم۔ مگر مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی جب اس نے نبوت محمدیہ ﷺ کے تمام کمالات کو حاصل کرلیا۔ اور اس قابل ہوگیا کہ ظلی نبی کہلائے، پس ظلی نبوت فی مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا" معاذ اللہ۔ (کلمۃ الفضل، ص ۱۱۳)

(۶)......"یہ بات بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کرسکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے، حتی کہ محمد ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے" نعوذ باللہ۔ (اخبار الفضل قادیان، ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

(۷)......"اس (نبی کریم ﷺ) کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا، اب کیا تو انکار کریگا"۔ (اعجاز احمدی، ص ۷۱)

دیگر انبیائے کرام کی توہین:

(۸)......"پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز (مرزا) اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے، کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا" نعوذ باللہ۔ (براھین احمدیہ، حصہ ۵، ص ۹۹)

(۹)......"افسوس ہے کہ حضرت عیسی کے اجتہادات میں غلطیاں ہیں، اس کی نظیر کسی نبی میں نہیں پائی جاتی" معاذ اللہ۔ (اعجاز احمدی، ص ۲۵)

(۱۰)......"خدا تعالی میرے لئے اس کثرت سے نشان دکھلا رہا ہے کہ اگر نوح کے زمانے میں یہ نشان دکھلائے جاتے تو وہ لوگ غرق نہ ہوتے"۔ معاذ اللہ۔ (تمتہ حقیقت الوحی، ص ۱۳۷)

(۱۱)......"اور آپ کے (حضرت عیسی) کے ہاتھ میں سوا مکر و فریب کے اور کچھ نہیں تھا، پھر افسوس کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں اور مسلمان رسول کہتے ہیں، معاذ اللہ۔ (ضمیمہ انجام آتھم، حاشیہ ۵)

(۱۲)......"یسوع مسیح در حقیقت بوجہ مرگی کے دیوانہ ہوگیا" نعوذ باللہ۔ (حاشیہ ست بچن، ص ۱۷۱)

(۱۳)......"اگر میں ذیابطس کیلئے افیون کھانے کی عادت ڈال لوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہیں کہیں کہ پہلا مسیح شرابی تھا اور دوسرا افیونی" معاذ اللہ۔ (ریویو بابت اپریل ۳ بنہ ۱۹۰ء، ص ۱۴۹، نسیم دعوت، ص ۹۹)

(۱۴)......مسیح کے چال چلن کیا تھا، ایک کھاؤ پیو شرابی، نہ زاہد نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر خود بین، خدائی کا دعوی کرنے والا" معاذ اللہ۔ (مکتوبات احمدیہ، ج ۳، ص ۲۳، ۲۴)

(۱۵)......"ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو، اس سے بہتر غلام احمد ہے" معاذ اللہ۔ (دافع البلاء، ص ۲۰)

(۱۶)......"نہایت شرم کی بات ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے، یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا، اور پھر ایسا ظاہر کیا کہ گویا یہ میری تعلیم ہے" معاذ اللہ۔ (حاشیہ انجام آتھم، ص ۶)

والدہ رسول اکرم ﷺ بی بی آمنہ کی توہین:

(۱۷)......"اس خاتون (والدہ مرزا) کی عزت و وقار کا کیا کہنا، جس کے بطن مبارک سے وہ عظیم الشان انسان پیدا ہوا جو نبیوں کا موعود تھا، اور اس کو آنحضرت ﷺ نے اپنا سلام کہا......اس عظیم انسان کی ماں دنیا میں ایک ہی عورت ہے جو آمنہ خاتون کے بعد اپنے بخت رسا پر ناز کرسکتی ہے۔ دنیا کی عورتوں میں جو ممتاز خواتین ہیں ان میں حضرت آمنہ خاتون اور حضرت چراغ بی بی صاحبہ ہی دو عورتیں ہیں جنہوں نے

ایسے عظیم الشان انسان دنیا کو دیئے جو ایک عالم کی نجات اور رستگاری کا موجب ہوئے" معاذ اللہ۔ (حیان النبی جلد اول ودوم، ص ۱۴۲)

امہات المومنین کی توہین:

(۱۸)......"ام المومنین کا لفظ جو مسیح موعود کی بیوی کی نسبت استعمال کیا جاتا ہے اس پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں حضرت اقدس نے سن کر فرمایا: اعتراض کرنے والے بہت ہی کم غور کرتے ہیں اور اس قسم کے اعتراض صاف بتاتے ہیں کہ وہ محض کینہ وحسد کی بنا پر کئے جاتے ہیں ورنہ نبیوں یا ان کے اظلال کی بیویاں اگر امہات المومنین نہیں ہوتی تو اور کیا ہوتی ہیں" نعوذ باللہ۔

(ملفوظات احمدیہ، ج ۱ از مرزا غلام احمد قادیانی)

حضرت بی بی فاطمہ کی توہین:

(۱۹)...... یہاں مرزا خبیث کی خاتون جنت بی بی فاطمہ کی شان اقدس میں توہین امیز عبرت لکھتے ہوئے میرا قلم کانپتا ہے اور دل دہل جاتا ہے، لہٰذا اصل عبارت لکھنے کے بجائے صرف حوالہ درج کیا جاتا ہے، اصل عبارت" (ایك غلطی كا ازاله، حاشیه صفحه نمبر ۱۱)

قرآن وحدیث کی توہین:

(۲۰)......"قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں"۔ معاذ اللہ۔ (تذکرہ مجموعه الهامات، ص ٦٣٦)

(۲۱)......"ہم کہتے ہیں کہ قرآن کہاں موجود ہے اگر قرآن موجود ہوتا تو کسی کے آنے کی کیا ضرورت تھی" مشکل تو یہی ہے کہ قرآن دنیا سے اٹھ گیا ہے اسی لئے تو ضرورت پیش آئی کہ محمد رسول اللہ (مرزا قادیانی) کو بروزی طور پر دوبارہ دنیا میں مبعوث کر کے آپ پر قرآن شریف اتارا جائے"۔ (کلمة الفصل، ص ۱۷۳)

(۲۲)......"قرآن مجید قادیان کے قریب نازل ہوا، کیونکہ اس عاجز کی سکونتی جگہ قادیان کے شرقی کنارہ پر ہے" معاذ اللہ۔

(تذکرہ، مجموعه الهامات، ص ۷٦)

(۲۳)......"جس طرح میں قرآن مجید کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں، اس طرح اسی کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں" معاذ اللہ۔ (حقیقة الوحی، ص ۲۲۰)

(۲۴)......"مولوی لوگ حدیثیں لئے پھرتے ہیں مگر حدیثوں کا یہ کام نہیں کہ میرے متعلق فیصلہ کریں بلکہ میرا کام ہے کہ میں بتاؤں کہ فلاں حدیث درست ہے اور فلاں حدیث غلط، اب کوئی قرآن نہیں سوائے اس قرآن کے جو حضرت مسیح موعود نے پیش کیا اور کوئی حدیث کے جو حضرت مسیح موعود کی روشنی میں نظر آئے اور کوئی نبی نہیں سوائے اس کے جو حضرت مسیح موعود کی روشنی میں دکھائی دے" نعوذ باللہ۔ (الفضل، ۱۵ جولائی ۱۹۲۴ء)

(۲۵)......"میری وحی کے مقابلے میں حدیث مصطفیٰ کوئی شے نہیں" نعوذ باللہ۔ (اعجاز احمدی، ص ٥٦)

اہل بیت اور صحابہ کرام کی توہین:

(۲۶)......"میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق کے درجہ پر ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر کیا وہ تو بعض انبیاء سے بہتر ہے" نعوذ باللہ (مجموعه اشتهارات، ص ۲۷۸)

(۲۷)......"ابوبکر وعمر کیا تھے وہ تو حضرت غلام احمد کی جوتیوں کے تسمہ کھولنے کے بھی لائق نہ تھے" نعوذ باللہ۔

(ماهنامه المهدی، جنوری فروری ۱۹۱۵ء)

(۲۸)......"جیسا کہ ابو ہریرہ غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا" نعوذ باللہ۔ (اعجاز احمدی، ص ۱۸)

(۲۹)......"جو شخص قرآن مجید پر ایمان لاتا ہے اس کو چاہیے کہ ابو ہریرہ کے قول کو ایک ردی متاع کی طرح پھینک دے" نعوذ باللہ۔

(ضميمه براهين احمديه، ج٥، ص ٤١٠)

(۳۰)......"پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو، اب نئی خلاف لو ایک زندہ علی تم میں موجود ہے اس کو چھوڑتے ہو اور مُردہ علی کی تلاش کرتے ہو" العیاذ باللہ۔

(ملفوظات احمديه، ج١، ص ٤٠٠)

(۳۱)......"اور مجھ میں تمہارے حسین میں فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے" نعوذ باللہ۔

(اعجاز احمدی، ص ٧٠)

(۳۲)......"اور اے قوم شیعہ! اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے" معاذ اللہ۔

(دافع البلاء، ص١٧)

حرم پاک کی توہین:

(۳۳)......"لوگ معمولی اور نفلی طور پر حج کرنے کو بھی جاتے ہیں مگر اس جگہ (قادیان میں آنا نافل) نفلی حج سے زیادہ ثواب ہے اور غافل میں رہنے میں نقصان اور خطرہ کیونکہ سلسلہ آسمانی اور حکم ربانی" نعوذ باللہ۔

(آئينه كمالات اسلام، ص ٣٥٢)

روضہ رسول کی توہین:

(۳۴)......"آنحضرت ﷺ کے چھپانے کے لئے ایک ایسی جگہ تجویز کی جو نہایت متعفن اور تنگ اور تاریک اور حشرات ارض کی نجاست کی جگہ تھی" نعوذ باللہ۔

(حاشيه تحفه گولڑويه، ص ١١٢)

مسجد اقصیٰ کی توہین:

(۳۵)......"مسجد اقصیٰ سے مراد مسیح موعود کی مسجد ہے جو قادیان میں واقع ہے" معاذ اللہ۔

(خطبه الهاميه حاشيه، ص ٢١)

امت مسلمہ کی توہین:

(۳۶)......"ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا، پس محمد کو مانتا ہے پر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے" نعوذ باللہ۔

(كلمة الفصل، ص ١١٠)

(۳۷)......"دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہوگئے، اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں" نعوذ باللہ۔ (نجم الهدى، ص ٥٣)

(۳۸)......"میری کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے، مگر رنڈیوں کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی" نعوذ باللہ۔ (آئينه كمالات اسلام، ص ٥٤٧ وغيره)

(۳۹)......"ہمارا یہ ایمان ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں" نعوذ باللہ۔

(انوار خلافت، ص ٩٠)

(۴۰)......"غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں، ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا، ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا" نعوذ باللہ۔

(كلمة الفصل، ص ١٧٠)

۱۹۰۱ء سے ہونے والی جدوجہد بالآخر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو سیدنا صدیق اکبر کی آل شاہ احمد نورانی کی قرارداد کے مطابق حکومت نے باضابطہ طور پر قادیانی گروہ کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا۔

نوٹ: ہم نے اپنے تئیں کافی شافی بحث کی، اور بحوالہ کلام کیا، مزید تحقیق وتفتیش درکار ہو تو قبلہ "مفتی محمد امین علیہ رحمۃ اللہ المبین" کی مایہ ناز تالیف "عقیدہ ختم نبوت" اور محمد احمد ترازی کی تالیف "تحریک ختم نبوت صدیق اکبر تا علامہ شاہ احمد نورانی" کو مطالعہ میں ضرور رکھیں۔ ہم نے اکثر مواد انہی کتب سے حاصل کیا ہے۔

اغراض:

ای الاختیار: سے اس جانب اشارہ مقصود ہے کہ "الخیرۃ" مصدر ہے۔ واختہ زینب: مراد زینب بنت جحش ہیں، جن کی والدہ کا نام اُمیمہ بنت عبدالمطلب ہے جو کہ سید عالم ﷺ کی پھوپھی ہیں۔

خطبھا النبی وعنی لزید: اولاً زید کی زوجہ تھیں، زید سید عالم ﷺ کے غلام تھے جنہیں سید عالم ﷺ نے آزاد فرمایا تھا، اور سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد پانچ ماہ یا ایک سال زندہ رہے، اور زید کے ہاں اسامہ کی ولادت ہوئی اور یہ ولادت ہجرت کے تین سال بعد ہوئی اور ایک قول کے مطابق پانچ سال بعد ہوئی۔

فکرھا ذلک: بی بی زینب نے زید کے رشتے کو ناپسند کیا اور سید عالم ﷺ سے کہا: میں آپ کی پھوپھی زاد ہوں، اور زید کو اپنے لئے پسند نہیں کرتی، کیونکہ زینب حسین وجمیل تھیں جب کہ زید سیاہ فام تھے۔

ثم رضیاللآیۃ: جب آیت کا نزول ہوا تو راضی ہوگئیں۔ فزوجھا النبی لزید: پس سید عالم ﷺ نے زید کا نکاح بی بی زینب سے کرویا اور اس نکاح میں اپنی جانب سے دس دینار، ساٹھ دراہم، ڈوپٹے، چادریں، پچاس مُد اناج اور تیس صاع کھجور بھی دیئے۔

اشتراہ رسول اللہ ﷺ: اولاً بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے زید رضی اللہ عنہ کو چار سو دراہم میں خریدا اور پھر اُسے سید عالم ﷺ کو ہبہ کر دیا گویا کہ یہ شراء صوری ہوا۔ اور اس مناسبت سے حضرت زید رضی اللہ عنہ آزاد ہی تھے اور ان کی رقیت مشروع نہ تھی اور وہ حربی بھی نہ تھے بلکہ اہل فطرت میں سے تھے۔ المختصر۔

من محبتھا: یہ قول مردود ہے جس سے سید عالم ﷺ کی برائت بیان کرنا ضروری ہے، درست یہ ہے کہ سید عالم ﷺ دل سے بی بی زینب کو پسند فرماتے تھے جس کی خبر اللہ نے انہیں عطا فرمائی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے طلاق دینے کے بعد ایسا ہوا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ کو اللہ کی بارگاہ سے نزولِ وحی ہوئی کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دیں گے اور اللہ بی بی زینب رضی اللہ عنہا سے سید عالم ﷺ کا نکاح کرائے گا اور سید عالم ﷺ کو یہ بھی خدشہ ہوا کہ لوگ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کرنے پر طعن کریں گے تو جواب میں بتایا گیا کہ حقیقی بیٹے اور منہ بولے بیٹے کے احکام جدا ہوا کرتے ہیں۔ ملخصاً۔

فدخل علیھا النبی ﷺ بغیر اذن: یعنی بغیر عقد ومہر، اور یہ سید عالم ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے جس پر اجماع امت ہے، اور سید عالم ﷺ نے بی بی زینب سے سن پانچ ہجری میں نکاح فرمایا، یا تین ہجری میں، اور یہ سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد سب سے پہلے وفات پانے والی زوجہ ہیں جو کہ سن دس ہجری میں وفات پاگئیں اور اس وقت ان کی عمر مبارک ۵۳ سال تھی۔

واشبع المسلمین خبزا ولحما: یعنی سید عالم ﷺ نے دعوت ولیمہ میں بکری ذبح فرمائی اور اس کے گوشت سے مہمانوں کی ضیافت فرمائی اور یہ پہلی زوجہ تھیں جن کا ایسا ولیمہ ہوا بی بی زینب کے جیسا کسی کا ولیمہ نہ ہوا۔

لکیلا یکون علی المومنین حرج: پس اس میں دلیل ہے کہ یہ امر سید عالم ﷺ کی ذات کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

فنصب بنزع الخافض: ایک قول کے مطابق ﴿سنۃ اللہ﴾ نصب مصدریت کی وجہ سے ہے، اور اس آیت میں یہود کا رد ہے کہ سید عالم ﷺ اپنی خواہش سے نکاح کی کثرت کرتے ہیں۔

توسعة لهم في النكاح: جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو ازواج، حضرت سلیمان کی سات سو ازواج اور تین سو لونڈیاں تھیں۔
فلا يكون له ابن رجل بعده يكون نبيا: سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین فرزند ہوئے ابراہیم، قاسم اور طیب، جو کہ بالغ ہونے سے پہلے ہی انتقال فرماگئے، پس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی خاتم النبیین رہے، اور یہی وجہ تھی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حدِ بلوغ کو نہ پہنچے۔

(الصاوی، ج۵، ص۳۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۳

﴿يايها الذين امنوا اذكروا الله ذكرا كثيرا(۴۱) وسبحوه بكرة واصيلا(۴۲)﴾أوّلَ النَّهارِ وآخِرَهُ﴿هو الذي يصلي عليكم﴾أي يَرْحَمُكم﴿وملئكته﴾أي يَسْتَغفِرُونَ لكم ﴿ليخرجكم﴾لِيُدِيمَ إخْرَاجَهُ إيّاكُمْ﴿من الظلمت﴾أي الكُفرِ﴿الى النور ط﴾أي الإيْمانِ﴿وكان بالمومنين رحيما (۴۳) تحيتهم﴾منهُ تعالى﴿يوم يلقونه سلم صلے ج﴾بِلِسانِ المَلٰئِكةِ﴿واعد لهم اجرا كريما(۴۴)﴾هُوَ الجَنّةُ﴿يايها النبي انا ارسلنک شاهدا﴾عَلى مَنْ أُرسِلتَ إلَيهِمْ﴿ومبشرا﴾مَن صَدَّقَکَ بالجَنةِ ﴿ونذيرا(۴۵)﴾مُنذِرا مَن كَذَّبَکَ بالنّارِ﴿وداعيا الى الله﴾إلى طاعَتِهِ﴿باذنه﴾أي بِأمْرِهِ﴿وسراجا منيرا(۴۶)﴾أي مِثْلَهُ في الاهْتِدَاءِ بِهِ﴿وبشر المومنين بان لهم من الله فضلا كبيرا(۴۷)﴾هُوَ الجَنّةُ﴿ولا تطع الكافرين والمنفقين﴾فِيما يُخالِفُ شَرِيعَتَکَ ﴿ودع﴾اُتْرُکْ﴿اذهم﴾لا تُجازِهِمْ عليهِ إلى أن تُؤمَرَ فِيهِمْ بِأمْرٍ﴿وتوكل على الله ط﴾فَهُوَ كافِيکَ﴿وكفى بالله وكيلا(۴۸)﴾مُفَوَّضًا إلَيهِ﴿يايها الذين امنوا اذا نكحتم المومنت ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن﴾وَفي قِرائَةٍ تُماسُّوهُنَّ أي تُجامِعُوهُنَّ﴿فما لكم عليهن من عدة تعتدونها ج﴾تُحْصُونَها بِالأَقْرَاءِ اوغَيرِها﴿فمتعوهن﴾أعْطُوهُنَّ ما يَتَمَتَّعْنَ بِهِ أي إن لَمْ يُسَمِّ لَهُنَّ أصْدِقَةٌ وإلّا فَلَهُنَّ نِصفُ المُسمّى فقط قالَهُ ابنُ عباسٍ وعَلَيهِ الشّافِعِيُّ ﴿وسرحوهن سراحا جميلا(۴۹)﴾خَلُّوا سَبِيلَهُنَّ مِنْ غَيرِ اَضْرَارٍ﴿يايها النبي انا احللنا لک ازواجک التي اتيت اجورهن﴾مُهُورَهُنَّ ﴿وما ملكت يمينک مما افاء الله عليک﴾مِنَ الكُفّارِ بِالسَّبْيِ كَصَفِيَّةَ وَجُوَيرِيَةَ﴿وبنت عمک وبنت عمتک وبنت خالک وبنت خلتک التي هاجرن معک﴾بِخِلافِ مَن لَم يُهاجِرنَ﴿وامراة مومنة ان وهبت نفسها للنبي ان اراد النبي ان يستنكحها ق﴾يَطلُبُ نِكاحَها بِغَيرِ صَدَاقٍ ﴿خالصة لک من دون المومنين﴾النِّكاحُ بِلَفْظِ الهِبَةِ مِن غَيرِ صَداقٍ﴿قد علمنا ما فرضنا عليهم﴾أي المُومِنِينَ﴿في ازواجهم﴾مِنَ الأحْكامِ بِأنْ لا يَزِيدُوا على أرْبَعِ نِسوَةٍ وَلا يَتَزَوَّجُوا إلا بِوَلِيِّ وشُهُودٍ وَمَهرٍ﴿و﴾في﴿ما ملكت ايمانهم﴾مِنَ الإماءِ بِشَراءٍ او غَيرِهِ بِأنْ تَكُونَ الأمَةُ مِمَّنْ تَحِلُّ لِمالِكِها كالكِتابِيّةِ بِخِلافِ المَجُوسِيَّةِ والوَثَنِيَّةِ وأن تُستبرَاءَ قبلَ الوَطْيِ﴿لكيلا﴾مُتَعَلِّقٌ بِما قَبلَ ذلکَ﴿يكون عليک حرج ط﴾ضِيقٌ فِي النِّكاحِ﴿وكان الله غفورا﴾فِيما يَعسِرُ التَّحَرُّزُ عنهُ﴿رحيما

(۵۰) ﴿بِالتَّوسُعَةِ فی ذلک﴾ ﴿ترجی﴾ ﴿بِالهَمزَةِ والیاءِ بَدلُهُ توَخّرُ﴾ ﴿من تشاء منهن﴾ ﴿ای اَزْوَاجِک عَن نَوبَتِهَا﴾ ﴿و تؤوی﴾ ﴿تَضُمُّ﴾ ﴿الیک من تشاء﴾ ﴿مِنهُنَّ فَتَاتِیهَا﴾ ﴿ومن ابتغیت﴾ ﴿طَلَبتَ﴾ ﴿ممن عزلت﴾ ﴿مِنَ القِسمَةِ﴾ ﴿فلا جناح علیک ط﴾ ﴿فِی طَلَبِهَا وَضَمِّهَا اِلَیکَ خُیِّرَ فِی ذلکَ بَعدَ اَنْ کَانَ القَسمُ واجبا عَلَیهِ﴾ ﴿ذلک﴾ ﴿التَّخییرُ﴾ ﴿ادنی﴾ ﴿اَقرَبُ اِلَی﴾ ﴿ان تقر اعینهن ولا یحزن ویرضین بما اتیتهن﴾ ﴿مَاذُکِرَ المُخَیَّرُ فِیهِ﴾ ﴿کلهن ط﴾ ﴿تَاکِیدٌ لِلفَاعِلِ فِی یَرضَینَ﴾ ﴿والله یعلم ما فی قلوبکم ط﴾ ﴿مِنْ اَمرِ النِّسَاءِ وَالمَیلِ اِلَی بَعضِهِنَّ وانَّمَا خَیَّرنَاکَ فِیهِنَّ تَیسِیرًا عَلَیکَ فِی کُلِّ مَا اَرَدْتَ﴾ ﴿وکان الله علیما﴾ ﴿بِخَلقِهِ﴾ ﴿حلیما (۵۱)﴾ ﴿عَن عِقَابِهِم﴾ ﴿لا یحل﴾ ﴿بالتَّاءِ والیاءِ﴾ ﴿لک النساء من بعد﴾ ﴿التِّسعِ اللاتِی اختَرنَکَ﴾ ﴿ولا ان تبدل﴾ ﴿بِتَرکِ اِحْدَی التَّائِینِ فِی الاَصْلِ﴾ ﴿بهن من ازواج﴾ ﴿بِاَنْ تُطَلِّقَهُنَّ اَو بَعضَهُنَّ وَتَنکِحَ بَدَلَ مَن طَلَّقتَ﴾ ﴿ولو اعجبک حسنهن الا ما ملکت یمینک ط﴾ ﴿مِنَ الاَمَاءِ فَتَحِلُّ لَکَ وَقَد مَلَکَ بَعدَهُنَّ مَارِیَةَ القِبطِیَّةَ وَوَلَدَتْ لَهُ اِبرَاهِیمَ وَمَاتَ فِی حَیٰوتِهٖ﴾ ﴿وکان الله علی کل شیء رقیبا (۵۲)﴾ ﴿حَفِیظًا.

﴿ترجمہ﴾

اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح وشام اس کی پاکی بولو (بکرۃ و اصیلا یعنی دن کے ابتدائی اور آخری حصہ میں......۱......) وہی ہے کہ صلوۃ (یعنی رحمت) بھیجتا ہے تم پر وہ اور اس کے فرشتے (وہ تمہارے لیے استغفار کرتے تھے) کہ تمہیں نکالے (ہمیشگی کے لیے وہ تمہیں نکال دے) اندھیریوں (یعنی کفر) سے اجالے (یعنی ایمان) کی طرف......۲......اور وہ مسلمانوں پر مہربان ہے اور ان کی تحیت (اللہ ﷻ کی جانب سے) ان کے لیے ملتے وقت سلام ہے (فرشتوں کی زبانی) اور ان کے لیے عزت کا ثواب (یعنی جنت کو) تیار کر رکھا ہے اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی بیشک ہم نے تمہیں شاہد بنا کر بھیجا......۳......(ان پر جن کی طرف تمہیں رسول بنا کر بھیجا گیا ہے) اور خوشخبری دیتا (اپنی تصدیق کرنے والوں کو جنت کی) اور ڈر سناتا (تجھے جھٹلانے والوں کو جہنم کی) اور اللہ کی طرف (یعنی اس کی فرمانبرداری کی طرف) اس کے حکم سے بلاتا (باذنہ بمعنی بامرہ ہے) اور چمکا دینے والا آفتاب (یعنی رستہ دکھانے میں چمکا دینے والے آفتاب کی مثل ہیں، آپ ﷺ) اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل (یعنی جنت) ہے اور کافروں اور منافقوں کی بدستور نہ مانو (اپنی شریعت کے مخالف امور میں) اور ان کی اذیتوں کو ترک کر دو (یعنی ان کی اذیتوں پر ان کو کچھ بدلہ نہ دو، یہاں تک کہ آپ ﷺ کو ان کے بارے میں کوئی حکم دے دیا جائے) اور اللہ پر بھروسہ رکھو (پس وہی تمہیں کافی ہے) اور اللہ بس ہے کارساز (وکیل بمعنی مفوضا الیہ ہے) اے ایمان والو! جب تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو پھر انہیں بے ہاتھ لگائے چھوڑ دو (ایک قرائت میں تماسوھن ہے بمعنی تجامعوھن ہے) تو تمہارے لیے کچھ عدت نہیں ہے جسے گنو (حیض وغیرہ کے ذریعے، تعتدون بمعنی تحصون ہے) تو انہیں کچھ فائدہ دو (یعنی انہیں کچھ ایسی اشیاء دو جن سے وہ فائدہ اٹھائیں یعنی اس صورت میں جب کہ عورتوں کا مہر مسمی نہ کیا گیا ہو ورنہ تو ان کے لیے فقط نصف مہر ہوگا، حضرت ابن عباس اسی کے قائل اور یہی امام شافعی............کا مذہب ہے......۴......) اور اچھی طرح سے ان کو چھوڑ دو (بغیر نقصان دیئے ان کا رستہ خالی کر دو) اے غیب بتانے والے نبی ہم نے تمہارے لیے حلال فرمائیں تمہاری وہ بیبیاں جن کو تم مہر دو (اجورھن بمعنی مھورھن ہے) اور تمہارے ساتھ کا مال کنیزیں جو اللہ نے تمہیں غنیمت میں دیں (کفار میں سے قیدی بنائے جانے کے سبب جیسا کہ حضرت صفیہ، حضرت جویریہ رضی اللہ تعالی

تھا)اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی......۵......(بخلاف ان عورتوں کے جنہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ ہجرت نہیں کی)اور ایمان والی عورت اگر وہ اپنی جان نبی کی نذر کرے اگر نبی اسے نکاح میں لانا چاہے......۶......(بغیر مہر کے حضور پر نور ﷺ اس سے نکاح فرمانا چاہیں)یہ خاص تمہارے لیے ہے امت کے لیے نہیں(بغیر مہر دیئے ....ھبہ سے نکاح کا منعقد ہو جانا......۷......)ہمیں معلوم ہے جو ہم نے ان پر(یعنی مسلمانوں پر)مقرر کیا ہے ان کی بیبیوں کے بارے میں(احکامات کہ مرد چار عورتوں سے زائد سے نکاح نہ کریں،اور بغیر ولی کی اجازت بغیر گواہوں کے اور بغیر مہر کے عورتوں سے نکاح نہ کریں)اور ان کے ساتھ کے مال(کنیزوں میں خواہ وہ خرید کر حاصل کی گئی ہو یا کسی دوسرے طریقے سے لونڈیوں کے احکام کہ لونڈی ایسی ہو جس سے وطی کرنا مالک کے لیے حلال ہو،جیسے کتابیہ،مجوسی یا بت پرست نہ ہو اور کنیز سے وطی سے قبل استبراء رحم کر لیا گیا ہو)اس لیے کہ تم پر حرج نہ ہو(یعنی نکاح کے معاملے تنگی نہ ہو،لکیلا یہ ماقبل سے متعلق ہے)اور اللہ بخشنے والا ہے(اس بات کو جس سے احتراز برتنا دشوار ہے)رحم فرمانے والا ہے(اس معاملے میں تم پر وسعت فرما کر)پیچھے ہٹاؤ(ترجئی اسے ہمزہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور ہمزہ کو یاء کے ساتھ بدل کر بھی پڑھا گیا ہے)ان میں سے جسے چاہو(یعنی اپنی ازواج مطہرات میں سے جسے چاہو اس کی باری سے موخر کر دو......۸......)اور اپنے پاس جگہ دو(اپنے ساتھ ملالو،تؤی بمعنی تضم ہے)جسے چاہو(ان میں سے،پس تم اس کے پاس جاؤ)اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا(باری دینے سے)اسے تمہارا جی چاہے(تم اسے طلب کرنا چاہو)تو اس میں بھی تم پر کچھ حرج نہیں(اس کو طلب کرنے اور اپنے پاس جگہ دینے میں اول حضور ﷺ پر ازواج سے متعلق باری واجب تھی پھر آپ ﷺ کو اس بارے میں اختیار دے دیا گیا)یہ(اختیار دیا جانا)اس سے نزدیک ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور غم نہ کریں اور تم انہیں جو کچھ عطا فرماؤ اس پر وہ سب کی سب راضی رہیں(اس معاملے میں جس میں آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا ہے،ادنی بمعنی اقرب ہے،کلھن یہ یرضین کی ضمیر فاعل کے لیے تاکید ہے)اور اللہ جانتا ہے(عورتوں کے معاملے کو اور آپ ﷺ کے بعض ازواج کی طرف میلان رکھنے کو اور اسی سبب سے ہم نے آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی ہر مراد مطوب کے بارے میں ازواج کے معاملے میں آپ ﷺ کی آسانی کے لیے آپ ﷺ کو اختیار دیا ہے)جو تم سب کے دلوں میں ہے اور حکم والا ہے(لوگوں کو سزا دینے کو موخر کرتا ہے)اور حلال نہیں(لاتحل کو علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے)تمہارے لیے......۹......اور عورتیں ان کے بعد(ان نو ازواج کے بعد جنہوں نے آپ ﷺ کو اختیار کیا تھا)اور نہ یہ کہ ان کے اور بیبیاں بدلو(یوں کہ تم ان سب کو یا ان میں کی بعض کو طلاق دے دو اور ان مطلقہ عورتوں کے عوض دیگر عورتوں سے نکاح کر لو،تبدل کی اصل سے دو تاء میں سے ایک کو حذف کر دیا گیا ہے)اگرچہ تمہیں ان کا حسن بھائے مگر تمہارے ہاتھ کا مال......۱۰......(یعنی کنیز تو وہ تمہارے لیے حلال ہے ان کے بعد حضور ﷺ کی ملک میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا آئیں اور انہی سے حضرت ابراہیم کی ولادت ہوئی اور حضرت ابراہیم کا انتقال حضور ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ ہی میں ہو گیا)اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے(رقیبا بمعنی حفیظا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیراo﴾۔

یایھا الذین امنوا:ندا،اذکروا اللہ:فعل امر با فاعل ومفعول،ذکرا کثیرا:مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء،ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿وسبحوہ بکرۃ واصیلا o ھو الذی یصلی علیکم وملئکتہ لیخرجکم من الظلمت الی النور﴾

و:عاطفہ،سبحوہ:فعل امر با فاعل ومفعول،بکرۃ:معطوف علیہ،و:عاطفہ،اصیلا:معطوف،ملکر ظرف،ملکر جملہ

لعلیہ، ھو مبتدا، الذی یصلی: فعل "ھو" ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الملئکۃ: معطوف، ملکر فاعل، علیکم: ظرف لغو اول، لام: جار، یخرجکم من الظلمت الی النور: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وکان بالمومنین رحیماo تحیتھم یوم یلقونہ سلم واعدلھم اجر کریماo﴾۔

و: اعتراضیہ، کان: فعل ناقص بااسم، بالمومنین رحیما: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ معترضہ، تحیتھم: ذوالحال، یوم: مضاف، یلقونہ: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر مبتدا، سلم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اعدلھم: فعل بافاعل، وظرف لغو، اجر کریما: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یایھا النبی انا ارسلنک شاھدا ومبشرا ونذیراo وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیراo﴾۔

یایھا النبی: نداء، انا: حرف مشبہ واسم، ارسلنا: فعل بافاعل، ک: ضمیر ذوالحال، شاھدا: معطوف علیہ، و مبشرا: معطوف اول، ونذیرا: معطوف ثانی، و: عاطفہ، دعیا الی اللہ شبہ جملہ ذوالحال، باذنہ: ظرف مستقر حال، ملکر معطوف ثالث، وسراجا منیرا: معطوف رابع ملکر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿وبشر المومنین بان لھم من اللہ فضلا کبیراo﴾۔

و: عاطفہ، بشر المومنین: فعل امر بافاعل ومفعول، ب: جار، ان: حرف مشبہ، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، من اللہ: ظرف مستقر حال مقدم، فضلا کبیرا: ذوالحال، ملکر اسم موخر، ملکر جملہ اسمیہ مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولا تطع الکفرین المنفقین ودع اذھم وتوکل علی اللہ وکفی باللہ وکیلاo﴾۔

و: عاطفہ، لا تطع: فعل نہی بافاعل، الکفرین المنفقین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، دع: فعل امر بافاعل، اذاھم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، توکل: فعل امر بافاعل، علی اللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کفی: فعل، ب: زائد، اللہ: ممیز، و کیلا: تمیز، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یایھا الذین امنوا اذا نکحتم المومنت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فما لکم علیھن من عدۃ تعتدونھا﴾۔

یایھا الذین امنوا: نداء، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، نکحتم المومنت: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، طلقتموھن: فعل بافاعل ومفعول، من قبل ان تمسوھن: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، ف: جزائیہ، ما: نافیہ، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، علیھن: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، عدۃ: موصوف، تعتدونھا: جملہ فعلیہ صفت، ملکر ذوالحال، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿فمتعوھن وسرحوھن سراحا جمیلاo﴾۔

ف: فصیحیہ، متعوھن: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، سرحوھن: فعل امر بافاعل ومفعول، سراحا جمیلا: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿یایھا النبی انا احللنا لک ازواجک التی اتیت اجورھن وما ملکت یمینک مما افاء اللہ علیک وبنت عمک وبنت عمتک وبنت خالک وبنت خلتک التی ھاجرن معک وامراۃ مومنۃ ان وھبت نفسھا للنبی

ان ارادالنبی ان یستنکحھا خالصۃ لک من دون المومنین﴾.

یـا یھـا النبی: ندا، انـا: حرف مشبہ واسم، احـلـلـنـالک: فعل بافاعل وظرف لغو، ازواجک: موصوف، التـی اتیت اجورھن: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، مـاملـکـت یمینک: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، مـمـا افـاء اللہ علیک: ظرف مستقر حال، ملکر معطوف اول، و: عاطفہ، بنات عمک: معطوف علیہ، وبـنـات عمتک: معطوف اول، وبنات خالک: معطوف ثانی، وبنات خلتک: معطوف ثالث، ملکر موصوف، التی ھاجرن معک: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر معطوف ثانی، و: عاطفہ، امـــرلـــۃ مـــومـــنـۃ: ذوالحال، ان: شرطیہ، وھبــــت نـــفـسھـــا: فعل بافاعل ومفعول، لام: جار، النبی: ذوالحال، ان: شرطیہ، ارادالنبی ان یستنکحھا: جملہ فعلیہ جزامحذوف "فاحللنا" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، خـالصۃ لک: شبہ جملہ ذوالحال، من دون المـومنین: ظرف مستقر حال، ملکر "ھبۃ" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزامحذوف "احـلـلـنـا" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر حال، ملکر معطوف ثالث، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقصود بالندا، ملکر جملہ ندائیہ مستانفہ۔

﴿قد علمنا مافرضنا علیھم فی ازواجھم وما ملکت ایمانھم﴾.

قد: تحقیقیہ، عـلـمنا: فعل بافاعل، مـافـرضـنـاعلیھم: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، فی: جار، ازواجھم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما ملکت ایما نھم: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معترضہ۔

﴿لکیلا یکون علیک حرج وکان اللہ غفورا رحیماo﴾.

لام: جار، کی: مصدریہ ناصبہ، لایکون: فعل نفی ناقص، علیک: ظرف مستقر خبر مقدم، حـرج: اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، ملکر ظرف لغو ماقبل "احللنا" فعل کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کان اللہ: فعل ناقص واسم، غفورا رحیما: خبران، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ترجی من تشاء منھن وتوی الیک من تشاء﴾.

ترجی: فعل بافاعل، من تشاء: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، منھن: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، تؤوی: فعل بافاعل، الیک: ظرف لغو، من تشاء: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن ابتغیت ممن عزلت فلا جناح علیک﴾.

و: مستانفہ، من: موصولہ، ابتغیت: فعل بافاعل، مـمـن عـزلـت: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، لا: نفی جنس، جناح: اسم، علیک: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ذلک ادنی ان تقراعینھن ولا یحزن ویرضین بما اتیتھن کلھن﴾.

ذلک: مبتدا، ادنی: اسم تفضیل بافاعل، ان: مصدریہ، تـقـرا عینھن: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لایحزن: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، یرضین: فعل "ن" ضمیر مؤکد، کلھن: تاکید، ملکر فاعل، بـمـااتیتھن: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر بتاویل مصدر بتقدیر "الی" جار، مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واللہ یعلم ما فی قلوبکم وکان اللہ علیما حلیماo﴾.

و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، یعلم: فعل بافاعل، مـا فی قلوبکم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، کـان اللہ: فعل ناقص واسم، علیماحکیما: خبران، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لایحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بهن من ازواج ولو اعجبک حسنهن الا ماملکت یمینک﴾.
لایحل لک: فعل نفی وظرف لغو،النساء: مستثنی منہ،الا: حرف استثناء،ماملکت یمینک: موصول صلہ،ملکر مستثنی،ملکر معطوف علیہ،و:عاطفہ،لا: نافیہ،ان: مصدریہ،تبدل: فعل "انت"ضمیر مستتر ذوالحال،و: حالیہ،لو:وصلیہ،اعجبک حسنهن: جملہ فعلیہ حال،ملکر فاعل،بهن: ظرف لغو،من: جار زائد،ازواج: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف،ملکر ذوالحال،من بعد: ظرف مستقر حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وکان الله علی کل شیء رقیبا٥﴾.
و: عاطفہ،کان الله: فعل ناقص واسم،علی کل شیء رقیبا: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......هو الذی یصلی علیکم وملئکته......☆حضرت انس کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! جب آپ کو اللہ کوئی فضل وشرف عطا فرماتا ہے تو ہم نیازمندوں کو بھی آپ کے طفیل میں نوازتا ہے،اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

احادیث کی روشنی میں نماز کا اجمالی بیان:

ا......پانچوں نمازوں کے اوقات مستحبہ بزبان حدیث بیان کرتے ہیں:

ائمہ ثلاثہ اور امام اعظم کے مابین نماز ظہر کے وقت کے بارے میں اختلاف ہے یوں ہے کہ ائمہ ثلاثہ امام شافعی،امام مالک اور امام احمد کے نزدیک جب تک اصلی سایہ نکل کر ہر چیز کا سایہ ایک مثل تک رہے اس وقت تک ظہر کا وقت رہتا ہے،اور امام اعظم کے نزدیک دومثل سائے تک ظہر کا وقت رہتا ہے جب کہ تمام ائمہ کے نزدیک جب آفتاب نصف النہار سے زائل ہوجائے تو ظہر کا وقت شروع ہوتا ہے۔امام اعظم کی دلیل یہ ہے:حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ تھے،موذن نے اذان دینے کا ارادہ کیا،آپ ﷺ نے فرمایا:"ٹھنڈا وقت ہونے دو"،اس نے پھر اذان کا ارادہ کیا تو فرمایا:"ٹھنڈا وقت ہونے دو"،اس نے تیسری مرتبہ اذان دینے کا ارادہ کیا تو فرمایا:"ٹھنڈا ہونے دو یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہوگیا"،اور آپ ﷺ نے فرمایا:"گرمی کی شدت جہنم کے سانس سے ہے"۔(صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلوة، باب:الابراد بالظهر، رقم: ۵۳۹،ص ۹۱)

یہ حدیث دووجھوں سے امام اعظم کے موقف کی دلیل ہے،ایک یہ کہ آپ ﷺ نے ایک مثل سائے کے بعد اذان دینے کی اجازت دی،اور نماز بہرحال اس کے کچھ دیر بعد پڑھی،اس سے ثابت ہوا کہ ظہر کا وقت ایک مثل سائے کے بعد بھی رہتا ہے اور دوسرے یہ کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرمی کی شدت ایک مثل سائے کے بعد کم ہوتی ہے اور متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے ،آپ ﷺ نے فرمایا:"گرمی میں ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھو"۔

☆......حضرت عبداللہ بن عمرو بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"زوال آفتاب کے بعد انسان کا سایہ اس کے طول کے برابر ہوجائے تو ظہر کا وقت ہوتا ہے جب تک کہ عصر کا وقت نہ ہوجائے۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب:اوقات الصلوة النهی، رقم:۱۲۷۴/۶۱۲،ص ۲۸۳)

عصر کا وقت بھی اسی اختلاف پر متفرع ہے،ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عصر کا وقت ایک مثل سائے سے شروع ہوگا جب کہ امام

اعظم کے نزدیک دومثل سائے سے شروع ہوگا۔اور مغرب کا وقت سب کے نزدیک غروب آفتاب کے بعد شروع ہوگا اور شفق کی سفیدی غائب ہونے تک رہے گا جب بالکل اندھیرا ہوجائے اور یہ وقت ہر موسم میں ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ رہتا ہے، ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد افق پر ابھرتی ہے اور امام اعظم کے نزدیک اس سرخی کے غائب ہونے کے بعد سفیدی چھاجاتی ہے اور شفق سے مراد یہ سفیدی ہے اور جب یہ سفیدی بھی غائب ہوجائے اور بالکل اندھیرا چھاجائے تو پھر عشاء کا وقت ہوتا ہے۔

عشاء کے وقت کا اختلاف بھی اسی پر مبنی ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سرخی غائب ہونے کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور امام اعظم کے نزدیک غروب آفتاب کے بعد سرخی ظاہر ہوتی ہے اور اس کے بعد سفیدی پھیلتی ہے اور اس کے غائب ہونے کے بعد عشاء کا وقت ہوتا ہے اور عشاء کا مستحب وقت آدھی رات تک ہے اور عشاء پڑھنے کا جواز طلوع فجر تک ہے۔

نماز فجر کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب صبح صادق ہوتی ہے اور سحری کا وقت ختم ہوتا ہے، طلوع آفتاب تک فجر کا وقت رہتا ہے، جبرئیل علیہ السلام نے دوسرے دن آپ ﷺ کو اسی وقت میں نماز پڑھائی تھی جب خوب سفیدی پھیل گئی تھی، امام اعظم کے نزدیک اسی وقت فجر کی نماز پڑھنا مستحب ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اول وقت میں صبح کی نماز پڑھنا مستحب ہے، امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ حدیث ہے سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''صبح کی نماز کو سفیدی میں پڑھو اس سے بہت زیادہ اجر ملتا ہے''۔

(سنن الترمذی، کتاب الصلوۃ ، باب:ما جاء فی الاسفار الصبح، رقم: ١٥٤،ص٦٣)

آیت ﴿اقم الصلوۃ ......الخ (الاسراء:۷۸)﴾ میں فرمایا کہ نماز صبح میں فرشتے نازل ہوتے ہیں، اس کا معنی یہ ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے پاس رات کے اور دن کے فرشتے باری باری آتے ہیں اور فجر اور عصر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں، پھر رات کے فرشتے اللہ کے پاس پہنچتے ہیں، اللہ ان سے سوال کرتا ہے کہ میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا حالانکہ اللہ سب کچھ جانتا ہے ،فرشتے کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو نماز پڑھتے ہوا چھوڑا ہے اور جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز ادا کر رہے تھے''۔(صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب: فضل صلوۃ العصر، رقم:٥٥٥،ص٩٣)،(تبیان القرآن،ج٦، ص٧٧٠وغیرہ ملخصا)

اللہ ﷻ وملائکہ کے صلوۃ بھیجنے کا بیان:

۲......اللہ ﷻ کا صلوۃ بھیجنا یہ ہے کہ اللہ رحمت، مغفرت، عنایت ورعایت فرماتا ہے، فرشتوں کا صلوۃ بھیجنا یہ ہے کہ فرشتے دعا واستغفار کرتے ہیں، پس یہاں صلوۃ کے مجازی معنی مراد ہوئے ہیں جو کہ رحمت، استغفار کو شامل ہیں اور عنایت ورعایت کی مدد سے بندوں کے اعمال ومعاملات کی اصلاح مقصود ہے۔سدی کا قول ہے کہ بنی اسرائیل نے موسی علیہ السلام سے کہا کیا ہمارا رب ہم پر صلوۃ بھیجتا ہے، پس اللہ نے ان کی جانب وحی فرمائی اور فرمایا: ''ان سے کہہ دو کہ بیشک میں ان پر صلوۃ بھیجتا ہوں اور میری صلوۃ میری رحمت ہے جو کہ میرے غضب کو مٹادیتی ہے''۔کہا گیا ہے کہ شب معراج سید عالم ﷺ کو فرمایا گیا: ''اے محمد ﷺ! ٹھہریئے! آپ کا رب آپ پر صلوۃ بھیجتا ہے''۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''بیشک میرا رب صلوۃ بھیجنے سے پاک ہے'' کیونکہ اللہ نے فرمایا: ''میں کسی پر صلوۃ بھیجنے سے بے پرواہ ہوں'' اور جب میں یہ کہوں میرا رب پاک ہے میرا رب پاک ہے تو اس کی رحمت اس کے غضب پر حاوی ہوجاتی ہے، اللہ فرماتا ہے: ''اے محمد ﷺ! پڑھ، پھر یہی آیت ﴿ھو الذی یصلی علیکم وملائکتہ ......الخ (الاحزاب:۴۳)﴾ پس میری صلوۃ تیرے اور تیری امت کے لئے رحمت ہے''۔اللہ تعالی رحیم ہے، پس جب آیت نازل ہوئی تو بغیر جبرائیل علیہ السلام کی وساطت کے دو کمانوں کے ملنے سے بھی زیادہ قریب ہوا۔ایک روایت یہ ہے کہ سید عالم ﷺ ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا: تھوڑا ٹھہریئے، آپ کا رب صلوۃ بھیجتا

ہے، میں (سید عالم ﷺ) نے کہا: کیا وہ صلوٰۃ بھیجتا ہے؟ جبرائیل نے کہا: ہاں! میں (سید عالم ﷺ) نے کہا: کیا؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: "سبوح قدوس ربنا ورب الملائکۃ والروح سبقت رحمتی غضبی"۔ (روح البیان، ج۷، ص ۲۳۰ وغیرہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کے اعمال واحوال پر شاھد ھونا:

سید عالم ﷺ کا امت پر شاہد (نگہبان، گواہ) ہونے کی تین وجوہات ہیں: (۱)......سید عالم ﷺ اپنی امت پر قیامت کے دن نگہبان ہونگے، جیسا کہ فرمان مبارک ﴿ویکون الرسول علیکم شھیدا اور یہ رسول تمہارے نگہبان وگواہ (البقرۃ:۱۴۳)﴾ ہے۔ اس بناء پر نبی کو امت پر نگہبان بنایا گیا ہے اور یہ احتمال آخرت کے دن کے حوالے سے ہے۔ (۲)......سید عالم ﷺ کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ" کے نگہبان ہیں، اور اس بناء پر نکتہ ہے کہ اللہ نے اپنے نبی کو اپنی وحدانیت پر نگہبان بنایا توحید پر نگہبان نہیں بنایا کیونکہ جس چیز کا دعویٰ کیا جاتا ہے وہ خلاف ظاہر ہوتی ہے اور اللہ کی توحید تو اس کائنات میں ظاہر ہے بلکہ اظہر من الشمس ہے اور بلکہ نبی تو نبوت کا مدعی ہوتا ہے اور اللہ نے اسے اپنی ذات پر نگہبان بنایا ہے جیسا کہ فرمان مقدس ہے ﴿واللہ یعلم انک لرسولہ اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو (المنافقون:۱)﴾۔ (۳)......دنیا میں امور آخرت سے متعلق نگہبان ہیں مثلاً جنت، دوزخ، میزان، صراط، اسی طرح آخرت کے وہ امور جو دنیا میں پائے جائیں مثلاً طاعت وفرمانبرداری، معصیت، صلاح وکامرانی، فساد وغیرہ امور پر نگہبان ہیں جیسا کہ فرمان مقدس ﴿ومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا (الاحزاب:۴۵،۴۶)﴾ ہے۔ (الرازی، ج۹، ص۱۷۳)

احادیث کی روشنی میں شاہد ہونے کی بحث:

☆......حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "میں نے دیکھا جہنم کی بعض آگ بعض کو کھارہی تھی، اور میں نے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ وہ دوزخ میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا، اور یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے بتوں کے لئے اونٹنیوں کو نامزد کیا تھا"۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: ما جعل اللہ من بحیرۃ رقم: ۴۶۲۴، ص ۷۹۱)

☆......حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ابوبکر جنت میں ہیں، عمر جنت میں ہیں، عثمان جنت میں ہیں، علی جنت میں ہیں، طلحہ جنت میں ہیں، زبیر جنت میں ہیں، عبدالرحمان جنت میں ہیں، سعد بن ابی وقاص جنت میں ہیں، سعید بن زید جنت میں ہیں، ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ جنت میں ہیں"۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: مناقب عبدالرحمن بن عوف، رقم: ۳۷۶۸، ص ۱۰۶۹)

☆......حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے منہ سے سنا ہے وہ فرمارہے تھے کہ طلحہ اور زبیر دونوں جنت میں میرے پڑوسی ہونگے۔ (سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: مناقب ابی محمد طلحۃ، رقم: ۳۷۶۲، ص ۱۰۶۸)

☆......حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "طلحہ نے اپنے لئے جنت کو واجب کرلیا"۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: مناقب ابی محمد طلحۃ، رقم: ۳۷۵۹، ص ۱۰۶۷)

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آقائے دوجہاں ﷺ نے فرمایا: "جو شخص شہید کو زمین میں چلتے پھرتے دیکھنے سے خوش ہو وہ طلحہ بن عبیداللہ کو دیکھ لے"۔ (المرجع السابق رقم: ۳۷۶۰)

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے طویل حدیث میں روایت کا آخری حصہ یوں ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "میں نے دوزخ میں ایک ڈھال والے شخص کو دیکھا جو اپنی ڈھال سے حجاج کے کپڑے چرایا کرتا تھا اگر کسی کو پتہ چل جاتا تو وہ کہتا یہ کپڑا میری ڈھال میں اٹک گیا

تھا، اور جب وہ شخص غافل ہوتا تو وہ کپڑا لے جاتا، اور میں نے دوزخ میں ایک عورت دیکھی جس نے بلی کو باندھ کر رکھا تھا، اس کو کچھ کھانے کو دیا اور نہ اس کو آزاد کیا کہ وہ زمین پر پڑی ہوئی کوئی چیز کھا لیتی حتی کہ وہ بلی بھوک سے مرگئی"۔

(صحیح مسلم، کتاب صلوة الکسوف، باب: ما عُرض علی النبی ﷺ، رقم: (۱۹۸٦)/ ۹۰٤، ص ٤١٢)

بغیر خلوت صحیحہ کے طلاق کی صورت میں مہر وعدت کا بیان:

۴...... خلوت صحیحہ یہ ہے کہ زوج اور زوجہ ایک مکان میں جمع ہوں اور کوئی چیز مانع جماع نہ ہو یہ خلوت جماع ہی کے حکم میں ہے اور موانع جماع تین ہیں حسی ، شرعی اور طبعی ۔ حسی یہ کہ شوہر بیمار ہے تو مطلقاً خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور زوجہ بیمار ہو تو اس حد کی بیماری کہ وطی سے ضرر کا اندیشہ صحیح ہو اور ایسی بیماری نہ ہو تو خلوت صحیحہ ہو جائے گی۔ مانع طبعی یہ ہے کہ کوئی تیسرا عاقل شخص موجود ہو اگرچہ وہ تیسرا شخص سوتا ہو یا اندھا ہو یا اسکی دوسری بی بی ہو، دونوں میں کسی کی باندی ہو ہاں ایسا بچہ ہے جو دوسروں کے سامنے اُن کے مابین معاملات کو بیان نہ کر سکے تو اس کا ہونا مانع نہ ہوگا بلکہ خلوت مانی جائے گی، مجنون اور معتوہ بچہ کے حکم میں ہیں اگر عقل کچھ رکھتے ہیں تو خلوت نہ ہوگی ورنہ ہو جائے گی اور وہ شخص بیہوشی میں ہے تو خلوت ہو جائے گی اگر وہاں مرد کا کتا ہے اور کٹکھنا (کاٹنے والا) ہے جب بھی خلوت نہ ہوگی ورنہ ہو جائے گی اور اگر عورت کا کتا ہے تو خلوت نہ ہوگی اور مانع شرعی یہ ہے کہ عورت یا مرد میں سے کوئی فرض یا نفل کے احرام میں ہو، عورت حیض و نفاس والی ہو یا ان دونوں میں سے کسی نے فرض ماہ رمضان کا روزہ رکھا ہو یا نماز کی حالت میں ہو ان سب صورتوں میں خلوت صحیحہ نہ ہوگی ہاں اگر نفل روزہ یا نماز یا کفارہ یا قضاء کا روزہ ہو تو ایسی صورت میں خلوت صحیحہ سے مانع نہیں ہاں اگر دونوں ایک جگہ جمع ہوئے اور کوئی مانع حسی، شرعی یا طبعی پایا جائے تو ایسی خلوت خلوتِ فاسدہ کہلائے گی۔ خلوت صحیحہ مسجد، شاہرائے عام، حمام، صحراء، چھت اور ایسا گھر جسکا دروازہ کھلا ہوا ہو اس میں خلوت نہ ہوگی۔ اور احناف کے نزدیک خلوت صحیحہ سے مہر مؤکد ہو جاتا ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح ،باب: المهر، مطلب: فی حظ المهر والابراء منه، ج٤، ص ۲٤۹ ،ملخصاً)

جب کسی عورت کو اسکے شوہر نے طلاق بائن یا رجعی دی یا بغیر طلاق کے زن و شوہر کے مابین جدائی ہو جائے، تو اگر وہ عورت آزاد ہے اور اسے حیض آتا ہے تو اسکی عدت تین حیض ہوگی۔ اور اگر اسے کم سنی یا بڑھاپے کی وجہ سے حیض نہیں آتا تو ایسی عورت کی عدت تین ماہ ہے اور اگر عورت حاملہ ہے تو اسکی عدت وضع حمل ہے جبکہ لونڈی کی عدت دو حیض ہیں اور اگر لونڈی کو حیض ہی نہ آتا ہو تو عدت ڈیڑھ ماہ ہے اور آزاد عورت کہ جسکا شوہر مر جائے اسکی عدت چار ماہ دس دن ہے جبکہ لونڈی کی عدت دو ماہ پانچ دن ہے اور آزاد عورت اگر حاملہ ہے تو وضعِ حمل پر ہی اسکی عدت مکمل ہوگی۔ (القدوری ، کتاب العدة ، ص ۱۷۷، ۱۷۸)۔ اگر شوہر سے خلوت نہ ہوئی تھی تو اصلاً عدت نہیں اسی وقت اسکا نکاح کیا جاسکتا ہے۔ (الفتاوی الرضویه، باب العدة، ج۱۳، ص ۲۹۱)

کونسی خواتین سے نکاح جائز ہے؟:

۵...... اس کا مفصل بیان اللہ نے بیان کیا کہ کن عورتوں سے نکاح نہیں ہوسکتا، جب ہم ان خواتین کو جان لیں گے تو باقی جن سے نکاح کرنا جائز ہے وہ بآسانی سمجھ میں آجائیں گی۔ چنانچہ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ولا تنكحوا ما نكح اباؤكم من النساء الا ما قد سلف انه كان فاحشة ومقتا وساء سبيلا حرمت عليكم امهتكم وبنتكم واخواتكم وعمتكم وخلتكم وبنت الاخ وبنت الاخت وامهتكم التي ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة وامهات نسائكم وربائبكم التي في حجوركم من نسائكم التي دخلتم بهن فان لم تكونوا دخلتم بهن فلا جناح عليكم وحلائل ابنائكم الذين من

اصلابکم وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف ان اللہ غفور رحیما والمحصنت من النساء الا ما ملکت ایمانکم کتب اللہ علیکم واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسفحین یعنی اُن عورتوں سے نکاح نہ کرو، جن سے تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا ہو مگر جو گزر چکا، بیشک یہ بے حیائی اور غضب کا کام ہے اور بہت بُری راہ، تم پر حرام ہیں تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں اور تمہاری عورتوں کی مائیں اور اُن کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہیں، اُن بیبیوں سے جن سے تم جماع کر چکے ہو اور اگر تم نے اُن سے جماع نہ کیا ہو تو ان کی بیٹیوں میں گناہ نہیں اور تمہاری نسلی بیٹوں کی بیبیاں اور دو بہنوں کو جمع کرنا مگر جو ہو گزرا، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور حرام ہیں شوہر والی عورتیں مگر کافروں کی عورتیں جو تمہاری مِلک میں آجائیں، یہ اللہ کا نوشتہ ہے اور ان کے سوا جو رہیں وہ تم پر حلال ہیں کہ اپنے مالوں کے عوض تلاش کرو پارسائی چاہتے، نہ زنا کرتے (النساء:۲۲تا۲۴)۔

کن خواتین نے اپنا نفس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر مہر سپرد کیا؟

۱......سیدہ بی بی عائشہ فرماتی ہیں مجھے ان عورتوں پر غیرت آئی تھی جو اپنے آپ کو سید عالم ﷺ پر پیش کرتی تھیں اور میں کہتی تھی کہ کیا کوئی عورت خود کو کسی پر پیش کر سکتی ہے؟ پھر جب اللہ نے فرمایا ﴿ترجی من تشاء منھن وتؤی الیک من تشاء ومن ابتغیت ممن عزلت فلا جناح علیک پیچھے ہٹاؤ ان میں سے جسے چاہو اور اپنے پاس جگہ دو جسے چاہو اور جسے تم نے کنارے کر دیا تھا اسے تمہارا جی چاہے تو اس میں بھی تم پر کچھ گناہ نہیں (الاحزاب:۵۱)﴾۔ تب میں نے کہا کہ میں صرف یہ دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش جلد پوری کرتا ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: ترجی من تشاء منھن، رقم ۴۷۸۸، ص ۸۴۱)

☆......حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور ان کے پاس ان کی بیٹی بھی تھی، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور اس نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ پر پیش کیا، وہ کہنے لگی یا رسول اللہ! کیا آپ کو میری ضرورت ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے کہا اس عورت میں کس قدر کم شرم وحیاء تھی، وہ کیسی بُری عورت تھی! وہ کیسی بُری عورت تھی، حضرت انس نے کہا وہ تم سے بہتر تھی، اس نے سید عالم ﷺ میں رغبت کی اور خود کو حضور ﷺ پر پیش کیا۔

(صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب: عرض المراۃ نفسھا، رقم: ۵۱۲۰، ص ۹۱۵)

اکثر علماء وقوع ہبہ کی تائید کرتے ہیں، تاہم تعیین ہبہ میں اختلاف ہے چنانچہ ابن عباس، قتادہ، عکرمہ کہتے ہیں کہ میمونہ بنت حرث ہلالیہ، اپنا نفس پیش کیا، جیسا کہ ''المواھب'' میں مذکور ہے۔ جب اس نے سید عالم ﷺ کو پیغام نکاح دیا وہ اپنے اونٹ پر سوار تھی، انہوں نے کہا یہ اونٹ مال واسباب کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔ اور یہ بات سن ۷ھ میں خیبر کے بعد کی ہے۔ ضحاک اور مقاتل کا قول یہ ہے کہ مراد ام شریک غزیہ بنت جابر بن حکیم دوسیہ ہیں جنہوں نے اپنا نفس حضور ﷺ پر ہبہ کیا تھا، اور اکثر کا قول یہ ہے کہ سید عالم ﷺ نے انہیں قبول نہ کیا تھا اور ان کا انتقال ہو گیا۔ جب کہ ''الدر المنثور'' میں منیر بن عبد اللہ دوسی کے قول کے مطابق سید عالم ﷺ نے ان کی پیشکش قبول فرمائی تھی۔ عروہ اور شعبی کے قول کے مطابق مراد زینب بنت خزیمہ انصاریہ نے زمانہ جاہلیت میں ام المساکین کہلاتی تھیں اور مساکین کے کھانے پینے کا اہتمام کرتی تھیں، سید عالم ﷺ کو سن ۳ھ میں پیغام دیا اور کچھ ہی عرصے ساتھ وقت گزار سکیں کہ انتقال فرما گئیں۔ بی بی عائشہ سے ایک قول یہ منقول ہے کہ مراد خولہ بنت حکیم ہیں جنہوں نے اپنا نفس پیش کیا تھا تاہم حضور ﷺ نے قبول نہ فرمایا اور ان کا نکاح عثمان بن مظعون سے کر دیا۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ کئی خواتین نے سید عالم ﷺ سے اس قسم کی پیشکش کی ہے۔ (روح المعانی، الجزء: ۲۲، ص ۳۲۳)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات کا مفصل بیان :

ے......سید عالم ﷺ کی شان ارفع واعلی ہے چنانچہ جو احکام شرعیہ آپ ﷺ پر فرض ہوئے ہیں ان میں سے بعض فرض ہیں، بعض آپ پر حرام اور بعض چیزیں جائز وحلال ہیں لیکن امت کے دیگر افراد ان میں شریک نہیں ہیں۔ جن احکامات کو آپ پر فرض مانا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

(۱)......اس میں اختلاف رہا ہے کہ سید عالم ﷺ پر تہجد فرض (واجب) تھی یا نہیں، بعض نے فرض مانا ہے جب کہ بعض نفل کے قائل ہیں، تاہم یہ امر مخفی نہیں کہ سید عالم ﷺ نے نماز تہجد پر مواظبت اختیار فرمائی ہے اور قرآن میں بھی ہے ﴿یایھا المزمل قم اللیل اے جھرمٹ مارنے والے رات میں قیام فرما (المزمل: ۲،۱) ﴾ اور یہی دلیل فرضیت کی قرار دی جاتی ہے لیکن بعض نفل مانتے ہیں اور دلیل آیت مقدسہ ﴿ومن اللیل فتھجد بہ نافلۃ لک اور رات کے کچھ عرصے میں تہجد کرو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے (الاسراء: ۷۹) ﴾ کو قرار دیتے ہیں۔ ہم نے عطائین، جلد ۳ میں اس پر کلام کیا ہے۔

(۲)......غیر شرعی امور میں اصحاب رائے سے مشورہ طلب کرنا فرض تھا، جس کی دلیل ﴿وشاورھم فی الامر اور کاموں میں ان سے مشورہ لو (اٰل عمران: ۱۵۹) ﴾ کو قرار دیا۔ (۳)......تمام قرآن کا پہنچانا، جس کی دلیل ﴿یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ اے رسول پہنچادو جو کچھ اُترا تمہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ایسا نہ ہو تو تم نے اس کا کوئی پیام نہ پہنچایا (المائدۃ: ۶۷) ﴾۔

(۴)......قرآنی احکامات کو لوگوں تک پہنچا کر سمجھانا، قول وعمل کے ذریعے تفہیم کرانا، جس کی دلیل ﴿وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار اُتاری کہ تم لوگوں سے بیان کردو جو ان کی طرف اترا (النحل: ۴۴) ﴾۔

(۵)......غلط بات کی نشان دہی پر اصلاح کرنا جیسا کہ دیہاتی کے مسجد نبوی میں پیشاب کرنا اور صحابہ کرام کو بھی اور دیہاتی کو بھی حسب منصب سمجھانا اور کوتاہیوں سے عار دلانا۔

(۶)......راہ دین میں کافروں سے لڑنا بھی فرض تھا جس کی دلیل ﴿فقاتل فی سبیل اللہ لاتکلف الا نفسک تو اے محبوب اللہ کی راہ میں لڑو تم تکلیف نہ دیئے جاؤ گے مگر اپنے دم کی (النساء: ۸۴) ﴾ میں ہے۔

(۷)......رب تعالی کی نعمتوں کا چرچا کرنا، جیسا کہ فرمان مقدس ہے: ﴿واما بنعمۃ ربک فحدث اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو (الضحی: ۱۱) ﴾۔

(۸)......سائل کو ہونے کی صورت میں عطا کرنا، دلیل یہ ہے ﴿واما السائل فلا تنھر اور منگتا کو نہ جھڑکو (الضحی: ۱۰) ﴾۔

(۹)......چاشت، وتر، مسواک کرنا، قربانی کرنا اور ازواج میں اختیار رہنا بھی آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھا۔

یہاں ان چیزوں کا بیان ہوگا جو سید عالم ﷺ پر حرام یا ممنوع تھیں لیکن آپ کی امت پر حرام یا ممنوع نہ تھیں:

(۱)......زکوۃ لینا آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر حرام ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے صدقے کی کھجور میں سے ایک اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لی تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''چھوڑ و چھوڑ و اسے پھینک دو، کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے اور ایک روایت میں ہے کہ صدقہ ہم پر حرام ہے''۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب: ما یذکر فی الصدقۃ، رقم: ۱۴۹۱، ص ۲۴۲)

(۲)......کچالہسن، پیاز، اور بدبودار چیزیں آپ کے لئے جائز نہ تھیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس آدمی نے کچالہسن یا کچی پیاز کھائی وہ ہماری مساجد سے دور رہیں اور اپنے گھر بیٹھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو سبزیاں لائی گئیں جس کی بو محسوس ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کونسی سبزیاں ہیں؟ آپ کو بتا دیا گیا، فرمایا: "یہ تم اپنے بعض اصحاب کو کھلا دو"۔ جب آپ نے دیکھا کہ وہ اس کے کھانے کو ناپسند کر رہے ہیں تو فرمایا: تم لوگ کھاؤ کیونکہ میں اُن سے کلام کرتا ہوں جن سے تم کلام نہیں کرتے"۔

(صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب: ما جاء فی الثوم، رقم ۸۵۵، ص ۱۳۸)

(۳)......نفلی صدقات بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ممنوع تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر ممنوع ہونے میں اختلاف ہے۔

(۴)...... باطن کے خلاف ظاہر کرنا حرام ہے۔ (۵)......آزاد مکاتبہ اور باندی سے نکاح کرنا حرام ہے۔ (۶)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تکیہ لگا کر کھانا ممنوع ہے، حضرت ابوجحیفہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تکیہ سے ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا"۔

(صحیح البخاری، کتاب الاطعمة، باب: الاکل متکئا، رقم: ۵۳۹۹، ص ۹٦٤)

(۷)......ازواج کو بدلنا۔ (۸)......ایسی عورت سے نکاح کرنا جس سے صحبت کرنا ناپسند کرتے ہوں۔ (۹)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پڑھنا، لکھنا اور اس کی تعلیم دینا حرام ہیں، جس کی دلیل ﴿وما کنت تتلوا من قبله من کتب ولا تخطه بیمینک﴾ اور اس سے پہلے تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے (العنکبوت: ۴۸) ﴾۔ (۱۰)......کفار مشرکین کے مال و متاع کی جانب نظر کرنا جس سے حسرت پیدا ہو، اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿لا تمدن عینیک الی ما متعنا به ازواجا منهم﴾ اپنی آنکھ اٹھا کر اس چیز کو نہ دیکھو جو ہم نے ان کے کچھ جوڑوں کو برتنے کو دی (الحجر: ۸۸) ﴾۔

ان چیزوں کا بیان جو صرف سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حلال ہوئیں، امت کے لئے ممنوع ہیں:

(۱)......مال غنیمت سے پانچواں حصہ، (۲)......صوم وصال، (۳)......چار سے زیادہ نکاح کرنا، (۴)......اپنے نفس کو ہبہ کرنے والی سے بغیر مہر نکاح کرنا، (۵)......بغیر ولی کے اذن کے نکاح کرنا، (۶)......بغیر مہر کے نکاح کرنا، (۷)...... حالت احرام میں نکاح کرنا، (۸)......ازواج کے مابین باری رکھنے یا نہ رکھنے کے معاملات، (۹)......کسی باندی کو آزاد کرنے اور اس آزادی کو مہر قرار دینے کا مسئلہ، بی بی صفیہ کو آزاد کیا اور ان کی آزادی ہی مہر قرار پائی۔ (۱۰)......بغیر احرام کے حرم پاک مکہ مکرمہ میں داخل ہونا، اگرچہ اس میں اختلاف ہے، (۱۱)......مکہ مکرمہ میں قتال کرنا، (۱۲)......کسی کو مالی وارث نہ بنانا، (۱۳)......وفات ظاہری کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا آپ کی زوجیت پر برقرار رہنا، (۱۴)......آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلقہ سے دوسروں کا نکاح حرام ہونا، (۱۵)......بھوک و پیاس کی حالت میں کھانے اور پینے کی جانب التفات کرنا اگرچہ دیگر لوگوں پر اپنے نفوس کی ہلاکت کا خوف ہی ہو، اللہ کا فرمان ﴿النبی اولی بالمومنین من انفسهم﴾ یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے (الاحزاب: ٦) ﴾۔

دیگر انبیائے کرام کے مقابلے میں زیادتی شان درباب خصائص مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

(۱)......ناپسندیدہ امور سے خود کو بچانا، (۲)...... مال غنیمت کا حلال ہونا، (۳)......تمام روئے زمین کا پاک ہونا، (۴)......دیگر انبیائے کرام کے لئے مساجد کے علاوہ نماز کی ادائیگی جائز نہ ہونا، (۵)......ایک مہینے کی راہ سے دشمن پر رعب طاری ہو جانا، (۶)...... قیامت تک کے تمام لوگوں کے لئے آپ کا رسول ہونا، جب کہ انبیائے سابقہ کسی ایک علاقے یا بستی کے لئے مبعوث ہوتے تھے، (۷)......تمام سابقہ انبیائے کرام کے معجزات سے بڑھ کر معجزات کی نوازش ہونا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا کا معجزہ ملا اور یہی کہ پتھر سے پانی کے چشمے جاری ہونا جب کہ انگلی مبارک سے پانی جاری ہونا یا چاند کے ٹکڑے ہو جانا، (۸)......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مُردوں کو

زندہ کرتے، مادرزاد اندھوں اور برص والوں کو ٹھیک کرتے جب کہ سید عالم ﷺ کے ہاتھ میں پتھر کلمہ پڑھتے، حکم پانے پر درخت کا تنہ اپنی جگہ چھوڑ دیتا اور یہ زیادہ بڑا معجزہ ہے، (۹)......قرآن کو آپ ﷺ کا معجزہ قرار دیا گیا جو کہ قیامت تک باقی رہنے والا ہے، (۱۰)......آپ کی نبوت منسوخ ہونے والی نہیں بلکہ قیامت تک باقی رہے گی۔ (القرطبی ،الجزء:۲۲، ص۱۸۷ وغیرہ)

نوٹ: ہم نے کوشش کر کے تمام خصوصیات جو علامہ قرطبی نے بیان کی ہیں ذکر کر دی ہیں، اور اس مقام پر ہم نے فقط قبلہ قرطبی علیہ الرحمۃ کے بیان کردہ مواد کو بیان کرنا مناسب خیال کیا ہے، چونکہ یہ تفسیر خاص طور پر علماء وطلباء کی سہولت کے لئے ہے لہذا دشواری نہیں ہونی چاہیے۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ازواج کی باری سے متعلق اختیارات:

۸......سوال یہ ہے کہ سید عالم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی کو باری سے خارج کیا تھا یا نہیں؟ بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے کسی کو باری سے خارج نہیں کیا تھا بلکہ اللہ کی طرف سے تفویض کردہ تمام اختیارات ہونے کے باوجود سید عالم ﷺ نے ان کے درمیان باری تقسیم کی تھی اور اس میں مساوات اختیار فرمائی۔ مگر "بی بی سودہ" بذات خود اپنا حق چھوڑنے پر راضی ہوگئیں اور آپ ﷺ نے ان کی باری کا دن بی بی عائشہ صدیقہ کو دے دیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سید عالم ﷺ نے بعض کو اپنے قریب رکھا اور بعض کو دور فرمایا، تاہم جنہیں اپنے قریب رکھا وہ یہ ہیں: بی بی عائشہ صدیقہ، بی بی حفصہ، بی بی زینب، بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہن، اور جنہیں دور فرمایا وہ یہ ہیں: بی بی ام حبیبہ، بی بی سودہ، بی بی صفیہ، بی بی میمونہ، بی بی جویریہ رضی اللہ عنہن۔ (المظھری، ج۵، ص۵۴۷)

عام لوگوں کے لئے بغیر مہر مقرر کئے نکاح کے مسائل:

۹......مہر کی دو قسمیں ہیں: مہر معجل وہ مہر یا پارہ مہر کا ہے جس کا ادا کرنا فوراً قرار پایا ہو، خواہ از روئے شرط کہ نفس عقد نکاح میں تعجیل مذکور ہو یا عقد کے بعد شرط تعجیل ٹھہری، خواہ از روئے عرف جبکہ وہ شرط صحیح کے مخالف نہ واقع ہو یہ مہر فوراً واجب الادا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے ادا سے پہلے شوہر عورت کو بے اس کی رضا کے ہاتھ نہیں لگا سکتا بلکہ رخصت نہیں کرا سکتا، اور مؤجل وہ جس کے لئے کوئی میعاد معین قرار دی گئی ہو مثلاً ایک سال، دس سال، یا جس قدر ٹھہرائیں، یہ اس وقت واجب الادا ہوگا جب وعدے کا وقت آجائے اس سے پہلے عورت اس کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ (الفتاوی الرضویۃ تخریج شدہ، ج۱۲، ص۱۴۲)

بغیر مہر کا ذکر کیے بھی نکاح درست ہے اور مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے (یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی یا اس کی رقم مہر واجب ہے)، پھر اگر کوئی شخص دس درہم سے کم مہر ذکر کرے تو اسے دس درہم ہی مہر دیا جائے گا اور اگر دس درہم سے زیادہ مہر ذکر کیا جائے تو جتنا ذکر کیا گیا اتنا ہی دے جبکہ شوہر نے اس سے دخول کر لیا ہو یا فوت ہو جائے اور اگر دخول اور خلوت سے پہلے ہی طلاق دیدی تو ذکر کردہ مہر کا نصف دے گا اور اگر اسطرح نکاح کیا کہ مہر ہی ذکر نہ کیا یا یہ کہا کہ کوئی مہر عورت کو نہ دیا جائے گا تو عورت کیلئے مہر مثل ہوگا جبکہ عورت کیساتھ دخول کیا یا مر گیا اور اگر دخول اور خلوت سے قبل ہی طلاق دے ڈالی تو تین کپڑے قمیص اور دو چادریں دے گا۔ (المختصر للقدوری، کتاب النکاح، ص۱۵۵)

نکاح سے قبل دیکھنے کی اجازت:

۱۰......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک انصاری نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم نے اس عورت کو دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، آپ نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس عورت کو دیکھ لیں۔

(سنن النسائی، کتاب النکاح، باب: اباحۃ النظر قبل التزویج، رقم: ۳۲۳۱، ص۷۷۶)

☆......بکر بن عبد اللہ المزنی کہتے ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اس کو دیکھ

تو تمہارے درمیان دائمی رفاقت کے لئے یہ زیادہ مناسب ہے"۔ (المرجع السابق،رقم: ۳۲۳۲)

یہ امر استحباب ہے کہ عورت کو نکاح سے پہلے دیکھ لیا جائے تاکہ بقیہ زندگی میں مفاسد کا دروازہ نہ کھلنے پائے، تاہم یہ ضرور ہے کہ عورت کی رضا سے اس کے چہرے کو دیکھا جائے اور ایسا بھی نہیں کہ بالکل دیکھتا ہی چلا جائے بلکہ یہ ضرورت کے تحت اجازت ہے واجب نہیں۔ اگر عورت ناپسند کرے تو اس کی غفلت میں یا خفیہ طور پر کسی طرح سے ایک نظر دیکھ لے۔ سیدنا ابوذر غفاری بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس نے اجازت ملنے سے پہلے ہی پردہ ہٹا کر مکان کے اندر نظر کی اور گھر والوں کے ستر کو دیکھا اس نے ایسا کام کیا جو اس کے لئے حلال نہ تھا اور اگر کسی نے اُس کی آنکھ پھوڑ دی تو اُس (آنکھ پھوڑنے والے) پر کچھ گناہ نہیں اور اگر اندر جھانکتے وقت سامنے سے کوئی اس کی آنکھیں پھوڑ دیتا تو میں اس پر غیرت نہ کھاتا کسی ایسے دروازے پر گیا جس پر پردہ نہیں اور اس کی نظر (بلاقصد) گھر والے کی عورت پر پڑ گئی تو اس کی خطا نہیں بلکہ خطا گھر والوں کی ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الاستئذان، باب: ما جاء فی الاستئذان، رقم ۲۷۱۶،ص۷۷۶)

اغراض:

ای یستغفرون لکم: یعنی وہ معزز فرشتے تمہارے لئے اللہ کی پاک بارگاہ سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔

لیدیم اخراجه ایاکم: یہاں ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے، اعتراض یہ ہے کہ کسی کو ہدایت کی طرف لانے میں فقط ایمان کا پایا جانا شرط ہوتا ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مراد ایمان پر دوام کا پایا جانا ہے، کیونکہ جب بندے پر خالق کی بارگاہ سے غفلت پائی جائے تو بسا اوقات ایمان کا نور نکل جاتا ہے، العیاذ باللہ۔

منه تعالی: اللہ کی پاک بارگاہ سے تحیت کا صدور ہونا، مومنین پر اللہ کی عنایت وقدر وتعظیم کی زیادتی کی بناء پر ہوتا ہے۔

بلسان الملائکة: وارد ہوتا ہے کہ جب ملک الموت مومن کی روح قبض کرنے آتا ہے تو کہتا ہے، تیرا رب تجھے سلام کہتا ہے، اور حقیقت میں اہل ایمان اللہ، فرشتوں اور دیگر مخلوق کی جانب سے سلام سنتے ہیں، اللہ کا فرمان: ﴿سلام قولا من رب رحیم(یس:۵۸)﴾ ﴿والملائکة یدخلون علیهم من کل باب سلام علیکم بما صبرتم (الرعد:۲۳تا۲۴)﴾ ﴿لا یسمعون فیها لغوا ولا تاثیما الاقیلا سلاما سلاما(الواقعة:۲۶)﴾۔

علی من ارسلت الیهم: یعنی آپ ﷺ ان کے احوال جانتے ہیں، جو اعمال صالحہ وقبیحہ رونما ہوئے ہیں سب دیکھ چکے ہوتے ہیں، اور آپ ﷺ پر زندہ ومُردہ سب کے اعمال پیش بھی کئے جاتے ہیں اور ایک قول یہ بھی صحیح ہے کہ سید عالم ﷺ قیامت کے دن مومنین وکافرین کے اعمال کے شاہد ہونگے، اور مراد دعوی کی قبولیت ہے کہ سید عالم ﷺ امت پر شاہد ہیں، اور سید عالم ﷺ اپنے دعوی میں کسی کے محتاج نہیں ہیں، اور وہ دیگر حضرات انبیائے کرام کی رسالت کی تبلیغ پر بھی شاہد ہونگے کہ ان کی امت نے انہیں مانا یا نہیں مانا۔

بامره: اس جملے سے اس وہم کا دور کرنا مقصود ہے جو اذن کا حصول ﴿ارسلناک﴾ کے ضمن میں مانتے ہیں، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ الاذن بمعنی الامر ہے، اور الاذن کی حکمت یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کی ذات بالاصفات کے لئے تبلیغ کے منصب کو ادا کرنے کے لئے آسانی فراہم کردی جائے، کیونکہ کسی چیز میں بغیر اذن کے دخول متعذر رہتا ہے، اور جب اذن ہو تو آسان ہو جاتا ہے، اور اس مقام پر شیوخ نے مریدین کے لئے اجازت کا اذن لینا مراد لیا ہے کہ شیخ کسی کو علم وارشاد میں سے کسی چیز کی اجازت دے دے تو اس پر طریقت کی منازل آسان ہو جاتی ہیں۔

علیه الشافعی: اور یہی امام مالک کا بھی قول ہے، پس اگر مطلقہ غیر مدخولہ ہے تو مہر مذکورہ ہونے کی صورت میں متعہ (قمیص، ازار

، چادر وغیرہ کچھ توشہ) اور عدہ نہیں ہے اور اگر مہر مذکور نہیں ہوا تو اس صورت میں متعہ ہے اور عدت اب بھی نہیں ہے، اور یہ صورت امام شافعی کے نزدیک واجب جب کہ امام مالک کے نزدیک مستحب کے درجے میں داخل ہے۔

صفیہ بنت حیی: پھر صفیہ بنت حیی بن اخطب سے نکاح ہوا جو کہ بنو نضیر کے سردار تھے، یہ حضرت ہارون بن عمران کے نسب سے تھیں، یہ نبی کی بیٹی اور نبی کی زوجہ تھیں اور دنیا کی تمام عورتوں میں سب سے زیادہ حسین تھیں، یہ بھی قید ہو کر آئی تھیں، انہیں آزاد کر کے نکاح فرمایا، ۷ھ میں نکاح ہوا، واقدی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ سید عالم ﷺ خیبر سے اس وقت تک روانہ نہ ہوئے جب تک کہ بی بی صفیہ اپنے ایام سے فارغ ہو جائیں اور انہیں اپنے ساتھ لے جائیں، پھر جب خیبر سے سات میل سفر طے کر لیا تو بی بی صاحبہ سے خلوت کی جانب متوجہ ہونے کا ارادہ ہوا اور انہیں اپنے ساتھ رات گزارنے کا شرف بخشا۔ ابو عمر روایت کرتے ہیں کہ بی بی صفیہ عقلمند، بردبار اور فاضلہ تھیں، ہمیں روایت پہنچی کہ بی بی صاحبہ ہفتہ کے دن اور یہود سے میل ملاپ کو اچھا جانتی ہیں تو انہوں نے اپنی خادمہ کے ساتھ لکھ بھیجا کہ اللہ نے ہفتہ کے دن کو جمعۃ المبارک سے بدل دیا ہے اور میری اصل یہود ہے (اسلام لانے سے پہلے میرا تعلق یہود سے تھا)، پھر اپنی خادمہ سے پوچھا تجھے میرے بارے میں یہ باتیں کس نے سکھائیں؟ بولی: شیطان نے، کہا: جاؤ تم آزاد ہو۔ اور واقدی کی تحقیق کے مطابق ۵۶ھ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ (الاصابة، كتاب النساء، باب الصاد المهملة، رقم: ۱۱۴۰۷، ج۸، ص ۲۱۰)

بی بی جُوَیْرِیہ: پھر جویریہ بنت الحارث سے نکاح ہوا، یہ بنو المصطلق کے قیدیوں میں آئی تھیں، انہوں نے آپ ﷺ سے مکاتبت کی رقم کی ادائیگی میں مدد کی درخواست کی تھی، آپ ﷺ نے ان کی طرف سے رقم ادا کی پھر ان سے نکاح فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان سے پانچ یا چھ ہجری میں نکاح کیا جب کہ ان کا انتقال سن ۵۶ھ میں ہوا۔ (الاستیعاب، رقم: ۳۳۱۸)

بخلاف من لم یھاجرن: پس جنہوں نے ہجرت نہ کی وہ عورتیں سید عالم ﷺ کے لئے حلال نہ ہونگی، اور یہ حکم فتح مکہ سے پہلے کا ہے، جس وقت ہجرت کرنا شرط ہوا کرتا تھا اور جب ہجرت کے شرط ہونے کا حکم منسوخ ہوا تو متذکرہ نکاح کی قید لگانے والا حکم بھی منسوخ ہوا۔ **من غیر صداق:** سے مراد بغیر والی اور گواہی کے نکاح کا ہونا مراد ہے۔

بخلاف المجوسیة: باندی اپنے مالک کے لئے بغیر نکاح کے حلال ہوتی ہے اور ایسا معاملہ فقط اہل کتاب تک ہے، مجوسی مذہب میں ایسا ممکن نہیں ہے، یعنی باندی اپنے مالک پر حلال نہیں مگر یہ کہ باندی خود پیش ہو جائے اور یہ سودان، حبشہ وغیرہ کی باندی میں ہوتا تھا کہ انہیں اسلام پر مجبور کیا جاتا۔ پس اسی مناسبت سے کفار کی باندیوں کو خریدنے کے حوالے سے فقہائے کرام نے اجازت نہیں دی۔

متعلق بما قبل ذلک: مراد اللہ کا فرمان: ﴿انا احللنا لک﴾ ہے، معنی یہ ہے کہ ہم نے تمہارے لئے تمہاری ازواج حلال کر دیں، اور تمہاری باندیاں بھی حلال کر دیں، اور موہوبہ (تحفہ میں پیش ہونے والی) بھی حلال کر دیں تا کہ تم پر کوئی تنگی نہ رہے۔

لما یعسر التحرز عنه: یعنی جب تنگی تھی تو اللہ نے آسانی فرما دی۔

بعد ان کان القسم واجبا علیه: یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ابتداء میں باری کا اختیار دیا گیا اور ان پر ایسا کرنا واجب نہ تھا۔

والمیل الی بعضھن: طبعی میلان مراد ہے، پس اکثر اوقات بعض کی جانب میلان ہوا کرتا تھا، اور سید عالم ﷺ اللہ کی بارگاہ میں دعا فرماتے تھے: ''اے اللہ! یہ میرا حصہ جو تو نے مجھ پر متعین کیا، پس مجھ سے اس چیز کا سوال نہ کرنا جس کا مجھے مالک نہیں کیا''۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سید عالم ﷺ ازواج میں باری کے اعتبار سے عدل سے کام لیتے سوائے بی بی سودہ کے، کیونکہ انہوں نے اپنی باری بی بی عائشہ کے لئے ہبہ کر دی تھی۔

عن عقابهم: اللہ عیب و پوشیدہ معاملات جانتا ہے، پس انسان کو افراط و تفریط جائز نہیں ہے کیونکہ حلیم و کریم ذات کا انتقام لینا اور اس کا غضب فرمانا بڑی بات ہے چنانچہ حدیث پاک ہے: ''حلیم رب کے غضب سے بچو''، اس آیت میں ترغیب و ترہیب ہے۔

بعد التسع: سید عالم ﷺ کی نو ازواج کا بیان ہم نے عطائین، ج ۳، ص ۱۱۱ میں مفصل بیان کیا ہے وہیں دیکھ لیں۔

وقد ملک بعدهن مارية: مراد ماریہ قبطیہ ہیں، ملک قبط مقوقس نے آپ کو ہدیہ میں بھیجی تھی، مراد مصر و اسکندریہ ہیں۔ سید عالم ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہ کو مکتوب روانہ کیا جس میں انہیں اسلام کی دعوت دی جس کا مضمون یہ تھا: ''اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا، محمد بن عبداللہ کی جانب سے قوم قبط کے بادشاہ مقوقس کو، اور سلام اُسے جو ہدایت کی راہ قبول کرے، میں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اگر اسلام قبول کریں تو اللہ دوگنا اجر عطا فرمائے گا اور اگر قبول نہ کریں تو بادشاہ پر قوم کے گناہ کا وبال بھی ہوگا''۔

وولدت له ابراهيم: سید عالم ﷺ کے صاحبزادے جو کہ ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے ان کا نام ابراہیم تھا اور وہ سن ۸ ہجری کو ذی الحجۃ الحرام کے مہینے میں پیدا ہوئے اور ستر دن زندہ رہے، ایک قول کے مطابق ایک سال دس ماہ زندہ رہے۔

ومات في حياته: سید عالم ﷺ کی زندگی ہی میں انتقال فرما گئے اور سید عالم ﷺ نے ان کی نماز نہ ادا فرمائی جب کہ دیگر لوگوں کو نماز ادا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ (الصاوی، ج۵، ص ٤٢ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۴

﴿يايها الذين امنوا لا تدخلوا بيوت النبي الا ان يؤذن لكم﴾فِي الدُّخولِ بالدُّعاءِ﴿الى طعام﴾فَتَدْخُلوا﴿غير نظرين﴾مُنتَظِرِينَ﴿انه ﴾نَضْجَهُ مَصدرُ أَنَى يانِي﴿ولكن اذا دعيتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا﴾ولا تَمكُثُوا﴿ولا مستأنسين لحديث ط﴾مِن بَعضِكُم لِبَعضٍ﴿ان ذلكم﴾المَكثُ﴿كان يؤذى النبي فيستحى منكم ز﴾اَن يُخرِجَكُم﴿والله لا يستحى من الحق﴾اَن يُخرِجَكم اى لا يَترُكُ بَيَانَهُ وَقُرِئَ يَستَحِي بِياءٍ وّاحِدَةٍ﴿واذا سالتموهن﴾اَى اَزوَاجَ النبيّ﴿متاعا فسئلوهن من وراء حجاب ط﴾سِتْرٍ﴿ذلكم اطهر لقلوبكم و قلوبهن ط﴾مِنَ الخَواطِرِ المُرِيبَةِ﴿وما كان لكم ان تؤذوا رسول الله﴾بِشَيءٍ﴿ولا ان تنكحوا ازواجه من بعده ابدا ط ان ذلكم عند الله﴾ذَنبًا﴿عظيما (۵۳)ان تبدوا شيئا اوتخفوه﴾مِنْ نِكاحِهِنَّ بَعدَهُ﴿فان الله كان بكل شيء عليما (۵۴)﴾فَيُجازِيكُمْ عَلَيهِ﴿لا جناح عليهن في ابائهن ولا ابنائهن ولا اخوانهن ولا ابناء اخوانهن ولا ابناء اخواتهن ولا نسائهن﴾اَي المُومِناتِ﴿ولا ما ملكت ايمانهن ج﴾مِنَ الإمَاءِ والعَبِيدِ اَن يَّرَوهُنَّ وَيُكَلِّمُوهُنَّ مِن غَيرِ حِجابٍ﴿واتقين الله ط﴾فِيما اُمِرْتُنَّ بهِ﴿ان الله كان على كل شيء شهيدا (۵۵)﴾لا يَخفى عَلَيهِ شَيءٌ﴿ان الله وملئكته يصلون على النبي﴾مُحمدٍ ﷺ﴿يايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما (۵۶)﴾اَى قُولُوا اللّٰهُمَّ صلِّ على محمَّدٍ وسلِّمْ﴿ان الذين يؤذون الله و رسوله﴾وَهُمُ الكُفّارُ يَصِفُونَ اللهَ بما هُوَ مُنَزَّهٌ مِنَ الوَلَدِ والشَّرِيكِ وَيُكَذِّبُونَ رُسُلَهُ﴿لعنهم الله في الدنيا والاخرة﴾اَبعَدَهُم﴿واعد لهم عذابا مهينا (۵۷)﴾ذا اِهَانَةٍ

وَھُوالنارُ﴿والذین یؤذون المومنین والمومنت بغیر مااکتسبوا ﴾یَرْمُونَھم بِغَیرِ مَا عَمِلُوا﴿فقد احتملوا بھتانا﴾تَحَمَّلُوا کِذْبا﴿واثما مبینا(۵۸)﴾بَیّنا.

﴿ترجمہ﴾

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ......ا......(گھر میں داخل ہونا، مثلاً تمہیں بلایا جائے) کھانے کے لیے (تو اس صورت میں تم داخل ہو جاؤ) نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کا انتظار کرو (نظرین بمعنی منتظرین ہے، اِنٰہ اِنَی یانِی کا مصدر ہے بمعنی نضع پکنا) ہاں جب بلائے جاؤ تو حاضر ہو اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ نہ (ٹھہرے رہو) کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ (ایک دوسرے کی باتوں سے) بیشک اس (تمہارے ٹھہرنے میں) نبی کو ایذاء ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے (کہ تمہیں گھر سے از خود نہیں نکالتے تھے) اور اللہ حق فرمانے میں نہیں شرماتا (حق سے مراد تمہیں نبی ﷺ کے مکان عالیشان سے نکلنے کا کہنے سے نہیں شرماتا یعنی اس بات کو بیان فرمانا ترک نہیں کرتا، یستحیی کو یستحی ایک یاء کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور جب تم ان سے (یعنی نبی ﷺ کی ازواج مطہرات......۲......سے) برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر مانگو (حجاب کے معنی پردہ ہے) اس میں زیادہ ستھرائی ہے تمہارے دلوں کی اور ان کے دلوں کی (شک میں ڈالے والے خیالات سے) اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ رسول اللہ کو (کچھ) ایذاء دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بی بیوں سے نکاح کرو بیشک یہ اللہ کے نزدیک بڑا سخت (گناہ) ہے اگر تم کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ (حضور ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد ازواج مطہرات سے نکاح کے بارے میں) تو بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے (وہ تمہیں اس کا بدلہ دے گا) ان پر مضایقہ نہیں ان کے باپ اور بیٹوں اور بھائیوں اور بھتیجوں اور بھانجوں اور اپنی (مسلمان) عورتوں اور اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈی غلاموں میں کہ وہ انہیں دیکھیں اور کلام کریں بغیر پردہ کئے) اور اللہ سے ڈرتی رہو (ان امور میں جن کا اس نے تمہیں حکم فرمایا ہے) بیشک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے (اس پر کوئی بھی سے مخفی نہیں) بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے نبی (یعنی محمد ﷺ) پر اے ایمان والوں ان پر درود اور خوب سلام بھیجو......۳......(یعنی یوں کہو اللھم صل علی محمد وسلم) بیشک جو ایذاء دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو (مراد اس سے کفار ہیں، وہ اللہ ﷻ کو ان اوصاف سے متصف کرتے ہیں جس سے وہ منزہ ہے جیسے اس کے اولاد اور شریک قرار دینا اور وہ رسول ﷺ کو جھٹلاتے ہیں) ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں (دنیا و آخرت میں وہ رحمت خداوندی سے دور ہیں) اور اللہ نے ان کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے (مراد اس سے آگ ہے، مھین بمعنی ذا اھانۃ ہے) اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کے بے کئے ستاتے ہیں (بغیر برے عمل کئے ان کی طرف برے کام کی نسبت کرتے ہیں) انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا (مبینا بمعنی بینا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم الی طعام غیر نظرین انہ﴾.

یایھا الذین امنوا: نداء، لا تدخلوا: فعل نہی واؤ ضمیر ذوالحال، الا: اداۃ حصر، ان: مصدریہ، یوذن لکم: فعل با نائب الفاعل وظرف لغو، الی طعام: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر حال اول، غیر: مضاف، نظرین: اسم فاعل با فاعل، انہ: مفعول، ملکر شبہ جملہ مضاف الیہ، ملکر حال ثانی، ملکر فاعل، بیوت النبی: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ مستانفہ۔

﴿ولکن اذا دعیتم فادخلوا﴾.

و: عاطفہ، لکن: مخففہ للاستدراک، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، دعیتم: فعل با نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ

شرط،ف: جزائیہ،ادخلوا:فعل امر بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیث﴾

ف: عاطفہ،اذا:ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،طعمتم:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ شرط،ف: جزائیہ،انتشروا:فعل امر بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ،و:عاطفہ،لا:نافیہ،مستانسین:اسم فاعل بافاعل،لحدیث:ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ معطوف ہے ماقبل "غیر نظرین انه" پر۔

﴿ان ذلکم کان یوذی النبی فیستحی منکم واللہ لایستحی من الحق﴾.

ان: حرف مشبہ،ذلکم:اسم،کان:فعل ناقص بااسم،یوذی النبی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ف:عاطفہ،یستحی منکم: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:مستانفہ،اللہ:مبتدا،لایستحی من الحق: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا سالتموهن متاعا فسئلوهن من وراء حجاب﴾.

و:عاطفہ،اذا:ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،سالتموهن متاعا:فعل بافاعل ومفعول اول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ شرط،ف: جزائیہ،اسئلوهن:فعل امر بافاعل ومفعول،من وراء حجاب:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ذلکم اطهر لقلوبکم وقلوبهن﴾.

ذلکم: مبتدا،اطهر: اسم تفضیل بافاعل،لام: جار،قلوبکم: معطوف علیہ،و:عاطفہ،قلوبهن:معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما کان لکم ان توذوا رسول اللہ ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا﴾.

و: مستانفہ،ما:نافیہ،کان:فعل ناقص،لکم:ظرف مستقر خبر مقدم،ان:مصدریہ،توذوا رسول اللہ:جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف علیہ،و:عاطفہ،لا:نافیہ،ان:مصدریہ،تنکحوا:فعل واؤضمیر ذوالحال،من بعدہ: ظرف مستقر حال،ملکر فاعل،ازواجہ:مفعول،ابدا:ظرف،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف،ملکر اسم مؤخر،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ان ذلکم کان عند اللہ عظیما٥﴾.

ان ذلکم: حرف مشبہ واسم،کان:فعل ناقص واسم،عند اللہ: ظرف متعلق بحذوف حال مقدم،عظیما: ذوالحال،ملکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان تبدوا شیئا اوتخفوہ فان اللہ کان بکل شیء علیما٥﴾.

ان: شرطیہ،تبدوا شیئا:جملہ فعلیہ معطوف علیہ،او:عاطفہ،تخفوہ:جملہ فعلیہ معطوف،ملکر شرط،ف: جزائیہ،ان اللہ:حرف مشبہ واسم،کان بکل شیء علیما: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿لا جناح علیهن فی اباء هن ولا ابنائهن ولا اخوانهن ولا ابناء اخونهن ولا ابناء اخوتهن ولا نسائهن ولا ما ملکت ایمانهن﴾.

لا: نفی جنس،جناح: ذوالحال،فی: جار،اباء هن:معطوف علیہ،و:عاطفہ،لا:نافیہ،ابنائهن......الی ما ملکت ایمانهن: معطوفات،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر حال،ملکر اسم،علیهن:ظرف مستقر حال خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واتقین اللہ ان اللہ کان علی کل شیء شهیدا٥﴾.

و: عاطفہ معطوف علی محذوف "امتثلن ما امرتن بہ" اتقین اللہ: فعل امر بافاعل ومفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ،ان اللہ: حرف مشبہ واسم ،کان علی کل شیء شھیدا: جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما٥﴾.

ان: حرف مشبہ ،اللہ: معطوف علیہ ،و ملئکتہ: معطوف ،ملکر اسم ،یصلون علی النبی: جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ،یایھا الذین امنوا: نداء ،صلوا علیہ: فعل امر بافاعل وظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،سلموا: فعل امر بافاعل ،تسلیما: مفعول مطلق ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر مقصود بالندا ،ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذابا مھینا٥﴾.

ان: حرف مشبہ ،الذین: موصول ،یؤذون اللہ ورسولہ: جملہ فعلیہ صلہ ،ملکر اسم ،لعنھم اللہ: فعل ومفعول وفاعل ،فی الدنیا والاخرۃ: ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،اعدلھم عذابا مھینا: جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین یؤذون المومنین والمومنت بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا واثما مبینا٥﴾.

و: عاطفہ ،الذین: موصول ،یؤذون: فعل بافاعل ،المومنین والمومنت: مفعول ،بغیر ما اکتسبوا: ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ،ملکر مبتدا ،ف: جزائیہ ،قد: تحقیقیہ ،احتملوا: فعل بافاعل ،بھتانا: معطوف علیہ ،و اثما مبینا: معطوف ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆......یایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی ......☆ جب سید عالم ﷺ نے حضرت زینب سے نکاح کیا اور ولیمہ کی عام دعوت فرمائی تو جماعتیں کی جماعتیں آتی تھیں اور کھانے سے فارغ ہوکر چلی جاتی تھیں، آخر میں تین صاحب ایسے بھی تھے جو کھانے سے فارغ ہوکر بیٹھے رہے اور انہوں نے گفتگو کا طویل سلسلہ شروع کردیا اور بہت دیر تک ٹھہرے رہے مکان تنگ تھا اس سے گھر والوں کو تکلیف ہوئی اور حرج ہوا کہ وہ ان کی وجہ سے اپنا کام کچھ نہ کرسکے، سید عالم ﷺ اٹھے اور ازواج مطہرات کے حجرے میں تشریف لے گئے اور دورہ فرما کر تشریف لائے، اس وقت تک یہ لوگ اپنی باتوں میں لگے ہوئے تھے، سید عالم ﷺ پھر واپس ہوگئے، یہ دیکھ کر وہ لوگ روانہ ہوئے، تب سید عالم ﷺ دولت سرائے اقدس میں داخل ہوئے اور دروازہ پر پردہ ڈال دیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

☆......لا جناح علیھن فی ابائھن ......☆ جب پردے کا حکم نازل ہوا تو عورتوں کے باپ، بیٹوں اور قریب کے رشتے داروں نے سید عالم ﷺ کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ ﷺ کیا ہم اپنی ماؤں بیٹیوں کے ساتھ پردہ کے باہر سے گفتگو کریں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

☆......والذین یؤذون المومنین والمومنت ......☆ یہ آیت اُن منافقین کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایذا دیتے تھے اور ان کے حق میں بدگوئی کرتے تھے، حضرت فضیل نے فرمایا کہ کتے اور سُور کو بھی ناحق ایذا دینا حلال نہیں تو مومن مومنات کو ایذا دینا کس قدر بدترین جرم ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

بغیر اذن حاضری بارگاہ رسالت مآب کی ممانعت:

۱......ہم نے ماقبل (الاحزاب:۳۷) کے تحت بی بی زینب سے ولیمہ کے احوال اور فضائل ولیمہ بیان کردیے ہیں۔ یہاں

مقصود اس ممانعت کا بیان کرنا ہے کہ بغیر اجازت نہ تو سید عالم ﷺ کے گھر میں آنا جائز ہے اور نہ ہی کام مکمل ہو جانے کے بعد غیر ضروری طور پر رکے رہنا باعث عزت و تکریم ہے۔ ماقبل شان نزول کے تحت بھی اس کا بیان ہو چکا ہے۔ تاہم یہی بیان ہوا کہ جو شخص حضور پر نور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں آئے ادب و آداب کو ملحوظ خاطر رکھے۔ آج دنیا میں کہیں سے بھی کوئی بھی، مالدار، سرمایہ دار، صاحب وجاہت و منصب فقط اجازت ہی سے آتا ہے ورنہ ایسے بھی دیکھے گئے ہیں کہ دور ہی سے سبز گنبد کی زیارت کر کے چلے جاتے ہیں۔

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کے پاس نیک اور بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، کاش آپ امہات المومنین کو حجاب میں رہنے کا حکم دیں، اللہ عزوجل نے آیت مقدسہ نازل فرمائی"۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب: ما جاء فی القبلۃ، رقم: ۴۰۲،۴۷۹۰، ص ۷۱)

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا نکاح، اللہ عزوجل نے حضرت زینب بنت جحش سے کر دیا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی دعوت کی، انہوں نے کھانا کھایا پھر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے، اور اس وقت ایسے لگا جیسے آپ جانے لگے ہوں، لیکن مسلمان نہیں اٹھے، جب آپ نے دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے، جب آپ کھڑے ہوئے تو مسلمانوں میں سے بھی بعض کھڑے ہو گئے اور تین شخص بیٹھے رہے، پھر نبی کریم ﷺ حجرے میں داخل ہونے کے لئے آئے اور وہ لوگ اسی طرح بیٹھے رہے، پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے، میں نکل کر گیا اور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو بتایا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں، پھر نبی کریم ﷺ آئے حتی کہ حجرے میں داخل ہو گئے، میں بھی داخل ہونے لگا تو نبی کریم ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور اللہ نے متذکرہ آیت ﴿یایھا الذین امنوا لا تدخلوا ...... الخ اے ایمان والو نبی کے گھر میں داخل نہ ہو (الاحزاب:۵۳)﴾۔

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے نکاح فرمایا، میری ماں ام سلیم نے حیس (کھجور، گھی اور ستو کا بنا ہوا کھانا) بنایا، انہوں نے اس کو ایک تھال میں رکھا، اور کہا اے انس! یہ کھانا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤ اور کہو کہ یہ کھانا میری ماں ام سلیم نے آپ کے پاس بھیجا ہے وہ آپ کو سلام کہہ رہی ہیں یا رسول اللہ! یہ ہماری طرف سے بہت تھوڑا سا کھانا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں اس کھانے کو سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں لے گیا اور بتایا کہ میری ماں آپ کو سلام کہہ رہی ہیں اور کہا ہے کہ یہ ہماری طرف سے تھوڑا سا کھانا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اس کو رکھ دو" پھر فرمایا: "جاؤ اور فلاں، فلاں، فلاں، اور فلاں کو بلا لاؤ، اور جن سے تمہاری ملاقات ہو"، آپ ﷺ نے کئی لوگوں کے نام لئے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے جن جن کے نام لئے تھے میں نے ان کو بلایا اور جن سے ملاقات ہوئی انہیں بھی بلا لیا، ابو عثمان نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم لوگوں کی تعداد کتنی تھی؟ انہوں نے کہا اندازاً تین سو مسلمان تھے، اور مجھ سے سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اے انس! وہ تھال لاؤ"، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر مسلمان آئے یہاں تک کہ صفہ (چبوترہ) اور حجرہ بھر گیا، سید عالم ﷺ نے فرمایا: "دس دس افراد کا حلقہ بنا لو اور ہر شخص اپنے آگے سے کھائے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ان لوگوں نے کھانا کھایا حتی کہ وہ سیر ہو گئے، پھر مسلمانوں کی وہ جماعت چلی گئی اور دوسری جماعت آئی، کہ سب نے کھانا کھایا، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے مجھے فرمایا: "اب کھانا اٹھا لو"، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ جس وقت سید عالم ﷺ نے کھانا رکھا اس وقت کھانا زیادہ تھا کہ اب زیادہ ہے، لوگوں کے کچھ گروہ سید عالم ﷺ کے کاشانہ اقدس کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے رہے اور سید عالم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ دیوار کی جانب منہ کر کے تشریف فرما تھیں، یہ طبیعت مبارکہ پر بوجھ بنے ہوئے تھے، سید عالم ﷺ باہر نکلے، اپنی ازواج کو سلام کیا، پھر لوٹ آئے، جب انہوں نے دیکھا سمجھ گئے کہ وہ طبیعت مبارکہ پر بوجھ بنے ہوئے ہیں، سب دروازے کی جانب لپکے اور سب کے سب گھر سے نکل گئے۔ سید عالم ﷺ اندر

تشریف لائے اور پردہ ڈال دیا، جس وقت آپ ﷺ داخل ہوئے تو میں بیٹھا ہوا تھا، تھوڑی دیر ٹھہرنے پر میرے پاس آئے اور آیت کا نزول ہوا۔ پھر باہر تشریف لاکر لوگوں کے سامنے یہ آیت ﴿یایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی...... الخ اے ایمان والو نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو(الاحزاب:۵۲)﴾ تلاوت فرمائی۔

ازواج مطہرات اور دیگر پاک بی بیوں کے پردے کا اہتمام:

۲......بی بی عائشہ بیان کرتی ہیں کہ حجاب کے احکام نازل ہونے کے بعد بی بی سودہ کسی کام سے باہر تشریف لے گئیں، وہ قد آور اور جسیم خاتون تھیں جس نے ان کو دیکھا ہو وہ ان کو پہچان لیتا تھا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ کر کہا: اے سودہ! اللہ کی قسم! آپ ہم سے مخفی نہیں رہ سکتیں، آپ دیکھ بھال کر گھر سے نکلا کریں، وہ الٹے پیروں واپس ہوئیں اور اس وقت سید عالم ﷺ میرے گھر میں تھے، رات کا کھانا تناول فرما رہے تھے اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک ہڈی تھی۔ بی بی سودہ آئیں اور کہا یارسول اللہ! میں اپنی کسی حاجت کی بناء پر گھر سے باہر نکلی تھی، مجھ سے عمر رضی اللہ عنہ نے اس طرح کہا، حضرت عائشہ نے کہا اس وقت اللہ نے سید عالم ﷺ پر نزول وحی فرمائی اور وحی کی کیفیت ختم ہونے پر آپ نے ہڈی رکھتے ہوئے فرمایا: "تمہیں اپنی حاجتوں کی بناء پر گھر سے نکلنے کی اجازت دے دی گئی ہے"۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: لاتدخلوا بیوت النبی ﷺ رقم: ۴۷۹۵، ۵۲۳۷، ص ۸۴۲)

علامہ عینی کہتے ہیں:

ازواج مطہرات پر جو حجاب فرض تھا وہ عام مسلمان خواتین کے مقابلے میں زیادہ سخت اور موکد تھا، عام مسلم خواتین تو گواہی یا علاج کی ضرورت کے پیش نظر اجنبی مَردوں کے سامنے چہرہ کھول سکتی ہیں لیکن ازواج مطہرات کو اس کی اجازت نہیں۔

(عمدۃ القاری، کتاب التفسیر، باب: لاتدخلوا بیوت النبی ﷺ، رقم: ۴۷۹۵، ۵۲۳۷، ج ۱۳، ص ۲۴۷)

بی بی خاتون جنت کو سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری کا بہت غم تھا لبوں کی مسکراہٹ گویا چھن سی گئی تھی، اپنے وصال سے قبل صرف ایک ہی بار مسکرائیں۔ انہیں یہ تشویش سی ہوگئی تھی کہ عمر بھر تو غیر مَردوں کی نظروں سے خود کو بچائے رکھا ہے اب کہیں بعد وفات میری کفن پوش لاش پر کسی کی نظر نہ پڑ جائے۔ ایک موقع پر بی بی اسماء بنت عمیس سے کہا: "میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ جنازے پر درخت کی شاخیں باندھ کر ڈولی کی سی صورت بنا کر اس پر پردہ ڈال دیتے ہیں"۔ بی بی اسماء نے انہیں کھجور کی شاخیں منگوا کر اس پر کپڑا تان کر ڈولی نما بنا کر دکھایا، آپ بہت خوش ہوئیں اور لبوں پر مسکراہٹ سی آگئی، پس یہی مسکراہٹ تھی جو سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد دیکھی گئی۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب مترجم، ص ۲۳۱)

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا، اے اہل محشر! اپنے سر جھکاؤ، آنکھیں بند کرلو تا کہ فاطمہ بنت محمد صراط سے گزر جائیں"۔ (البدور السافرۃ، باب: لما ورد فی الصراط غیر برقم: ۱۰۴۱، ص ۳۴۵)

درود پاک کی اہمیت، فضیلت، برکات وثمرات کا بیان:

۳......ابن عباس کا قول ہے اللہ عزوجل اپنے نبی پر رحم فرمانا چاہتا ہے، اور فرشتے ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اللہ اپنے نبی پر رحمت فرماتا ہے اور فرشتے استغفار کرتے ہیں اور اللہ کا نبی پاک ﷺ پر درود بھیجنا ان معنوں میں بھی ہے کہ "صلاۃ اللہ ثنائہ علیہ عند الملائکۃ یعنی اللہ اپنے معزز فرشتوں کے سامنے نبی پاک ﷺ کی تعریف وتوصیف بیان فرماتا ہے"۔ اور فرشتوں کی صلوۃ سے مراد دعا ہے۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سید عالم ﷺ پر درود بھیجنا واجب ہے، تاہم اختلاف تعداد کے حوالے سے ہے؟ امام شافعی کا قول یہ ہے کہ ہر نماز میں واجب ہے اور امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے، ایک قول یہ کیا جاتا ہے کہ

جب کبھی سید عالم ﷺ کا ذکر ہو، درود بھیجنا واجب ہے اور یہ امام طحاوی کا امام ابوحنیفہ کے مؤقف سے ماخوذ مختار قول ہے۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ فقط اتنا ''اللھم صلی علی محمد'' کہنا واجب اور اس سے زائد سنت ہے۔ (الخازن، ج۳، ص ۴۳۵)

علامہ آلوسی کہتے ہیں:

سلام بھیجنے والا یوں کہے ''السلام علیک ایھا النبی'' اور اسی قسم کے کلمات کا تلفظ کرے اور یہی اکثر اجلہ علماء کا قول ہے، اور ''السلام علیک'' کے حوالے سے تین اقوال ہیں، (۱)...... السلام علیک سے مراد ہر نقص، آفات سے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ وخادمین کا پاک ہونا مراد ہے، پس السلام مصدر بمعنی السلامۃ ہے، (۲)...... السلام کا لفظ آپ ﷺ کی حفاظت، رعایت، کفالت اور ولایت پر دلالت کرتا ہے اور اس کا معنی ابن فورک وغیرہ نے یوں بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات ہر آفت سے اور ہر قسم کے ذاتی، فعلی اور وصفی نقص سے پاک ہے۔ اور سلام کا قول ہر خیر وبرکت کو شامل ہے اور اللہ کے ناموں میں سے ہے گویا کہ ہم حضور ﷺ پر سلام بھیج کر انکی ذات کو ہر قسم کے مکروہ سے محفوظ مانتے ہیں۔ (۳)...... سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنا سر جھکا دینا، گویا کہ سلام کا صیغہ سلامتی کو لازم اور عدم مخالفت کو مستلزم ہے۔ (روح المعانی، الجزء: ۲۲، ص ۳۴۸ ملخصا)

علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں:

اگر یہ کہا جائے کہ صلاۃ کا حکم کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ میں کہتا ہوں یہ اظہار محبت کی علامت ہے جیسا کہ اللہ ﷻ کی حمد کی جاتی ہے کہ وہ ذاتی طور پر حمد کا مستحق ہے لیکن جہاں تک سید عالم ﷺ پر سلام بھیجنے کا تعلق ہے تو اللہ ﷻ نے انہیں مکروہ (ناپسندیدہ امور) سے پاک رکھا ہے، یہی قول علامہ قہستانی کا ہے۔ ''الفتوحات'' میں ہے کہ سلام کا صیغہ زندوں کے ساتھ خاص ہے جب کہ سید عالم ﷺ پردہ فرما چکے ہیں؟ میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ مومن درحقیقت مرتا ہی نہیں، بلکہ اس کے جسم سے فقط روح ہی نکل جاتی ہے اور سید عالم ﷺ کا جسم اقدس ناکارہ ہونے سے محفوظ پیدا کیا گیا ہے اور ان کے جسم نازنین میں برزخی حیات موجود ہے جس کی دلیل سید عالم ﷺ کے فرمان: ''ان للہ ملائکۃ سیاحین یبلغوننی عن امتی السلام یعنی اللہ کے مقرب فرشتے روئے زمین پر سیاحت کرتے ہیں اور میرے امتیوں کے بھیجے جانے والے سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں''۔ (سنن النسائی، کتاب السھو، باب: التسلیم الاسلام علی النبی ﷺ، رقم: ۱۲۷۸، ص ۲۲۱)۔ اور ایک حدیث کا مضمون یوں ہے: ''ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام یعنی کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ جس نے مجھ پر سلام بھیجا ہو بلکہ اللہ میری روح مجھے لوٹا دیتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں''۔ (سنن ابوداؤد، کتاب المناسک، باب: زیارۃ القبور، رقم: ۲۰۴۱، ص ۳۷۸، روح البیان، ج۷، ص ۲۶۲ وغیرہ)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

یہ آیت اللہ ﷻ نے سید عالم ﷺ کی حیات وممات کے شرف ومنزلت کے لئے نازل فرمائی ہے، اور اسی بناء پر آپ ﷺ کی ذات پاک کو اس آیت کے ضمن میں ہر برے فعل وبری سوچ سے بچا رکھا ہے۔ اللہ ﷻ نے اپنے بندوں کو سید عالم ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے نہ اپنے دیگر انبیائے کرام کو اور ایسا ان کے شرف ومقام کی وجہ سے ہوا ہے اور اس میں کوئی قائل خلاف بات نہیں ہے کہ آپ ﷺ پر عمر بھر میں ایک مرتبہ درود بھیجنا فرض ہے، اور ہر وقت اس کے واجب یا سنت مؤکدہ ہونے میں اختلاف ہے کہ معلوم ہونے کے باوجود جو اسے ترک کرے یا اس میں غفلت اختیار کرے اس کے لئے کوئی خیر نہیں۔ امام زمخشری کہتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ درود بھیجنا واجب ہے یا مستحب؟ تو میں واجب کہوں گا، لیکن اس کے حالت وجوب میں اختلاف ہے۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''من ذکرت عندہ فلم یصلی علی فدخل النار فابعدہ اللہ یعنی جس کے سامنے میرا ذکر خیر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ

پڑھے تو اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا اور مجھ سے دور کردے گا"۔(صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب: الادعیۃ، ذکر رجاء الدخول الجنان المصلی، رقم: ۹۰۷، ج ۳، ص ۱۸۸)، (القرطبی، الجزء ۲۲، ص ۲۰۵ وغیرہ)

صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں:

درود شریف اللہ عزوجل کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی تکریم ہے، علماء نے "اللھم صل علی محمد" کے یہ معنی بیان کئے ہیں یارب! محمد مصطفیٰ کو عظمت عطا فرما، دنیا میں ان کا دین بلند اور ان کی دعوت غالب فرما کر اور ان کی شریعت کو بقاء عنایت کرکے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر اور ان کا ثواب زیادہ کرکے اور اولین و آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور انبیائے کرام و مرسلین و ملائکہ اور تمام خلق پر ان کی شان بلند کرکے ان کی عظمت ظاہر فرما۔ (کنزالایمان، حاشیہ نمبر ۱۴۶)

مفتی محمد شفیع معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

احادیث و آثار سے درود و سلام کا جواز ملتا ہے، چنانچہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ پر سلام بھیجنا تو ہم نے جان لیا، پس آپ ﷺ پر درود کس طرح پڑھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم اس طرح پڑھو اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم انک حمید مجید "۔ایک روایت میں یوں ہے:"کما صلیت علی ابراھیم وبارک علی محمد وآل محمد کما بارکت علی ابراھیم وآل ابراھیم"۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: قولہ: ان اللہ وملئکتہ، رقم: ۴۷۹۷، ۴۷۹۸، ص ۸۴۳)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے مجھ پر ایک بار درود بھیجا اللہ عزوجل اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے"۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب: فی الاستغفار، رقم: ۱۵۳۰، ص ۲۸۵)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا......"۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: قول رسول اللہ رغم الانف، رقم: ۳۵۵۶، ص ۱۰۱۷)

☆...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن لوگوں میں میرے زیادہ نزدیک وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجتا ہوگا"۔ (سنن الترمذی، کتاب الوتر، باب: ما جاء فی فضل الصلوۃ، رقم: ۴۸۴، ص ۱۶۴)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور تم میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود پڑھو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے چاہے تم کہیں بھی ہو"۔

(سنن ابوداؤد، کتاب المناسک، باب: زیارۃ القبور، رقم: ۲۰۴۲، ص ۳۲۸)

☆...... حضرت اوس بن اوس سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعۃ المبارک ہے، اس دن میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن میں ان کی روح قبض ہوئی، اسی دن میں صور پھونکا جائے گا، اسی دن بے ہوشی ہوگی، تم اس دم میں مجھ پر بہ کثرت درود پڑھو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا حالانکہ آپ ﷺ کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا، فرمایا: "اللہ نے زمینوں پر حرام کیا ہے کہ وہ حضرات انبیائے کرام کے جسموں کو کھائے"۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب: فضل یوم الجمعۃ، رقم: ۱۰۴۷، ص ۲۰۰)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس نے اپنی کتاب میں مجھ پر درود (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا جب تک وہ درود اس کتاب میں رہے گا، فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے"۔ (کنزالعمال، کتاب الاذکار، باب: الباب

السادس:فی الصلوۃ علیه وعلی، رقم: ۲۲۴۰، ج۱،ص۲۵٤)

درود پڑھنے کے بارے میں فقہائے کرام کے احکام:

امام اعظم اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ پوری عمر میں صرف ایک بار نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا فرض ہے، ہر چند کہ آیت ﴿ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی...... الخ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے نبی پر ......الخ(الاحزاب:۵٦)﴾، میں آپ پر صلوۃ وسلام پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے لیکن امر کسی کام کو بار بار کرنے کا تقاضا نہیں کرتا۔ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ تشہد اخیر میں پیارے مصطفیٰ پر درود بھیجنا واجب ہے۔ امام احمد کے دو اقوال ہیں، ایک قول امام اعظم اور دوسرا قول امام شافعی کے ساتھ ہے۔ امام طحاوی کہتے ہیں کہ جب بھی نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا جائے درود پڑھنا واجب ہے اور صحیح یہ ہے کہ ایک مجلس میں آپ ﷺ کا متعدد بار ذکر آیا ہے تو ایک بار درود بھیجنا واجب ہے اور ہر بار مستحب ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلوۃ،باب: صفة الصلوۃ،مطلب:فی التبلیغ خلف الامام ،ج۲،ص۲۲٦)

کن کن مواقع پر درود پڑھا جائے:

جب کوئی مانع ہو تو ہر وقت صلوۃ وسلام پڑھنا مستحب ہے، اور فقہائے اسلام نے حسب ذیل مواقع بیان کئے ہیں: جمعہ کے دن اور جمعہ کی شب، اور ہفتہ اور اتوار اور جمعرات کے دن بھی کیونکہ ان تین دنوں کے متعلق احادیث میں وارد ہے، صفا و مروہ کے پاس، خطبہ جمعہ میں اور موذن کی اذان کے کلمات کے جواب دینے کے بعد، اور اقامت کے بعد، اور دعا کے اول، اوسط اور آخر میں، دعائے قنوت کے بعد، تلبیہ لبیک اللھم لبیک کے بعد، لوگوں کے ساتھ جمع ہونے، ان سے الگ ہونے کے وقت میں، وضو کے وقت میں، کان میں بھنبھناہٹ کے وقت میں، کسی چیز کے بھولنے کے وقت، ہر تصنیف، درس اور خطبہ کے وقت، منگنی، نکاح کے وقت، رسائل میں اور ہر اہم کام میں، نبی پاک ﷺ کا اسم مبارک ذکر کرتے وقت، آپ ﷺ کا اسم سنتے وقت اور آپ کا اسم لکھتے وقت اور اس کی تفصیل علامہ فاسی نے دلائل الخیرات میں لکھی کی شرح میں لکھی ہے۔ (المرجع السابق)

اغراض:

فتدخلوا: کی تقدیر کے ساتھ کلام غیر مناسب ہے، اس لئے کہ دخول کا تعلق اذن سے ہوا کرتا ہے، لہذا کھانے کے پکنے کا انتظار کرنا اس میں داخل نہیں ہے، پس مناسب یہ ہے کہ اس تقدیری جملے کے ساتھ کچھ حذف بھی مان لیا جائے اور یہ بھی کہ متذکرہ آیت پاک ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو بغیر اذن کے سید عالم ﷺ کے دولت خانے میں داخل ہو گئے تھے، اور کھانا پکنے کا انتظار کرتے رہے اور اللہ نے انہیں ان دونوں ہی کاموں سے منع فرما دیا، پس ثابت ہوا کہ اس آیت ﴿یایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت﴾ کا نزول متعدد وجوہات کی بناء پر ہوا ہے، جو کہ یہ ہیں: بعض لوگ سید عالم ﷺ کے دولت خانے میں بغیر اجازت کے داخل ہوئے اور کھانا پکنے کا انتظار کرنے لگے، بعض لوگ دعوت ملنے پر آئے تھے لیکن باتوں میں پڑے رہنے کی وجہ سے پیچھے رہ گئے، ازواج کی موجودگی میں اجنبیوں کا سید عالم ﷺ کے دولت سرائے اقدس پر کھانا، پس آیت حجاب نازل ہوئی اور ان تمام باتوں سے منع کر دیا گیا اور یہ آیت خاص سید عالم ﷺ کی ازواج کے لئے نازل ہوئی لیکن اس کا حکم عام ہے جیسا کہ سورۃ النور میں گزر چکا ہے۔

من الخواطر المریبة: شک وتہمت دور کرنے میں زیادہ معاون ہے، اس جملے میں یہ دلیل ہے کہ کسی کے لئے تنہائی میں بھی اپنے نفس پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہے، مزید یہ کہ اس کے لئے غیر کے ساتھ تنہائی کرنا حلال بھی نہیں۔

فیجازیکم علیه: جواب شرط ہے، اللہ کا فرمان: ﴿فان اللہ کان بکل شیء علیما﴾ جواب کے لئے تعلیل ہے اور یہ بمعنی

فرمان مقدس نشان: ﴿ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ﴾ کے ہے۔
ای المومنات: مضاف کیلئے تفسیر ہے، اور اس کا مفہوم کافرہ عورتیں ہیں کہ نہ تو کافرہ عورتوں کے لئے ازواج نبی ﷺ کی جانب توجہ کرنا جائز ہے اور نہ ہی ازواج نبی کے لئے ان کافرہ عورتوں کی جانب توجہ کرنا (مائل ہونا) جائز ہے بلکہ اس حکم میں تمام ہی امت مسلمہ کی خواتین داخل ہیں کہ وہ کافرہ عورتوں کے ساتھ کچھ التفات نہ کریں اور نہ ہی کچھ ان پر ظاہر کریں۔
لا یخفی علیہ شیء: یعنی فرمانبرداری و نافرمانی، ظاہری و پوشیدہ کسی بھی قسم کی مراد ہو سکتی ہے۔
ای قولوا اللھم صلی علی محمد وسلم: یعنی صلوۃ وسلام دونوں کو جمع کر دو، اور درود پڑھنے کے صیغے متعدد ہیں جن کا احاطہ نہیں ہو سکتا، اور افضل آل واصحاب کے ساتھ ذکر کرنے کے ساتھ پڑھنا ہے اور جو ان میں سے کسی صیغے کے ساتھ بھی وابستگی کر لے اس کے لئے بڑا اجر ہے۔ وھم الکفار: مراد یہود و نصاریٰ و مشرکین ہیں۔
ابعدھم: یعنی اللہ ﷻ کی رحمت سے دور ہونا۔ (الصاوی، ج۵، ص۸۴ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۵

﴿یایھا النبی قل لازواجک وبنتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن﴾ جَمعُ جِلبَابٍ وھِیَ المُلحَفَةُ الَّتِی تَشتَمِلُ بِھَا المَرأَۃُ ای یُرخِینَ بَعضَھَا علی الوُجُوہِ اذا خَرَجنَ لِحَاجَتِھِنَّ اِلَّا عَینًا وَّاحِدَۃً﴿ذلک ادنیٰ﴾ اَقرَبُ اِلیٰ ﴿ان یعرفن﴾ بِاَنَّھُنَّ حَرَائِرُ ﴿فلا یؤذین ط﴾ بِالتَّعَرُّضِ لَھُنَّ بِخِلَافِ الْاِمَاءِ فَلَا یُغَطِّینَ وُجُوھَھُنَّ وکَانَ المُنَافِقُونَ یَتَعَرَّضُونَ لَھُنَّ ﴿وکان اللہ غفورا﴾ لِمَا سَلَفَ مِنھُنَّ مِن تَرکِ السَّترِ ﴿رحیما (۵۹)﴾ بِھِنَّ اِذَا سَتَرھُنَّ ﴿لئن﴾ لَامُ قَسَمٍ ﴿لم ینتہ المنفقون﴾ عن نِفَاقِھِم ﴿والذین فی قلوبھم مرض﴾ بِالزِّنَا ﴿والمرجفون فی المدینۃ﴾ المُومِنِینَ بِقَولِھِم قَد اَتَاکُم العَدُوُّ وَسَرَایَا ﴿لنغرینک بھم﴾ لَنُسَلِّطَنَّکَ عَلَیھِم ﴿ثم لایجاورونک﴾ یُسَاکِنُونَکَ ﴿فیھا الا قلیلا (۶۰)﴾ ثُمَّ یُخرَجُونَ ﴿ملعونین ج﴾ مُبعَدِینَ عَنِ الرَّحمَۃِ ﴿اینما ثقفوا﴾ وُجِدُوا ﴿اخذوا وقتلوا تقتیلا (۶۱)﴾ اَی الحُکمُ فِیھِم ھٰذَا علٰی جِھَۃِ الْاَمرِ بِہٖ ﴿سنۃ اللہ﴾ اَی سَنَّ اللہُ ذٰلِکَ ﴿فی الذین خلوا من قبل ج﴾ مِنَ الْاُمَمِ المَاضِیَۃِ فی مُنَافِقِیھِم المُرجِفِینَ المُومِنِینَ ﴿ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا (۶۲)﴾ منہ ﴿یسئلک الناس﴾ اَی اَھلُ مَکَّۃَ ﴿عن الساعۃ﴾ مَتٰی تَکُونُ ﴿قل انما علمھا عند اللہ ط وما یدریک﴾ یُعلِمُکَ بِھَا اَی اَنتَ لَا تَعلَمُھَا ﴿لعل الساعۃ تکون﴾ تُوجَدُ ﴿قریبا (۶۳) ان اللہ لعن الکفرین﴾ اَبعَدَھُم ﴿واعدلھم سعیرا (۶۴)﴾ نَارًا شَدِیدَۃً یَدخُلُونَھَا ﴿خلدین﴾ مُقَدَّرًا خُلُودُھُم ﴿فیھا ابدا ج لا یجدون ولیا﴾ یَحفَظُھُم عنھا ﴿ولا نصیرا (۶۵)﴾ یَدفَعُھَا عَنھُم ﴿یوم تقلب وجوھھم فی النار یقولون﴾ یَا لِلتَّنبِیہِ ﴿یلیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسولا (۶۶) وقالوا﴾ اَی الْاَتبَاعُ مِنھُم ﴿ربنا انا اطعنا سادتنا﴾ وَفِی قِرَاءَۃٍ سَادَاتِنَا جَمعُ الجَمعِ ﴿وکبراءنا فاضلونا السبیلا (۶۷)﴾ طَرِیقَ الھُدٰی ﴿ربنا اٰتھم ضعفین من العذاب﴾ اَی مِثلَی عَذَابِنَا ﴿والعنھم﴾ عَذِّبھُم ﴿لعنا کبیرا (۶۸)﴾ عَدَدُہٗ وَفِی قِرَاءَۃٍ بِالمُوَحَّدَۃِ اَی عَظِیمًا۔

﴿ترجمہ﴾

اے نبی ! اپنی بی بیوں اور صاحبزادیوں اور مسلمان کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے مونھ پر ڈالے رہیں......(یعنی سوائے ایک آنکھ کے اپنے بقیہ چہرے پر پردہ ڈال رکھیں، جبکہ کسی حاجت سے وہ گھر سے باہر نکلیں، "جلابیب" جلباب کی جمع ہے بمعنی چادر جس کے ذریعے عورت پردہ کیا کرتی ہے) یہ اس سے نزدیک تر ہے (ادنی بمعنی اقرب ہے) کہ پہچانی جائیں (کہ وہ آزاد عورتیں ہیں) تو ستائی نہ جائیں (ان کی ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کی جاسکیں بخلاف لونڈیوں کے وہ اپنے چہروں کو نہیں چھپایا کرتی تھیں، منافقین ان لونڈیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کیا کرتے تھے) اور اللہ بخشنے والا ہے (پہلے جو بے پردگی کا معاملہ ان سے صادر ہو چکا ہے، اسے) رحم فرمانے والا ہے (ان پر کہ اس نے انہیں پردہ عطا کردیا) اگر (لئن میں لام قسمیہ ہے) باز نہ آئے منافق (اپنے نفاق سے) اور جن کے دلوں میں روگ ہے (یعنی مرض زنا ہے) اور مدینہ میں جھوٹ اڑانے والے مومنین کے سامنے یہ کہ دشمن نے تم پر حملہ کردیا ہے اور تمہارے لشکر کو شہید کردیا گیا ہے یا تمہارے لشکر جنگ میں ہزیمت کا شکار ہوگئے ہیں) تو ضرور ہم تمہیں ان پر شہ دیں گے (لنغرینک بھم بمعنی لنسلطنک علیھم ہے) پھر وہ تمہارے پاس نہ رہیں گے (لایجاورونک بمعنی یساکنونک ہے) مگر تھوڑے دن (پھر ان لوگوں کو نکال دیا جائیگا) دھتکارے ہوئے (اللہ کی رحمت سے دور) جہاں کہیں ملیں (ثقفوا بمعنی وجدوا ہے) پکڑے جائیں اور گن گن کر قتل کئے جائیں (ان کے بارے میں یہ حکم بطور امر ہے یعنی جملہ خبر بمعنی امر ہے) اللہ کا دستور چلا رہا ہے (سنۃ اللہ سے قبل فعل فاعل "سن اللہ" محذوف ہے) ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے (گزشتہ امتوں میں سے وہ منافقین جو جھوٹ اڑایا کرتے تھے) اور تم اللہ کا دستور ہر گز بدلتا نہ پاؤ گے ("منہ" تبدیلا کے بعد محذوف ہے) لوگ (یعنی کفار مکہ) تم سے قیامت کا پوچھتے ہیں تم فرماؤ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور تم کہاں جانو (یعنی تم قیامت کا علم نہیں رکھتے ہو) شائد قیامت پاس ہی ہو (تکون فعل تام بمعنی توجد ہے) بیشک اللہ نے کافروں پر لعنت فرمائی (انہیں اپنی رحمت سے دور فرمادیا) اور ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے (جس میں وہ لوگ داخل ہونگے، سعیر کے معنی بھڑکتی آگ ہے) اس میں ہمیشہ رہیں گے (ان کے لیے اس میں ہمیشہ رہنا مقدر ہے) اور اس میں کوئی حمایتی نہ پائیں گے (جو اس آگ سے ان کی حفاظت کر سکے) اور نہ مددگار (جو ان سے اس آگ کو دور کرسکے) جس دن ان کے مونھ الٹ الٹ کر آگ میں تلے جائیں گے اور کہتے ہوں گے ہائے کسی طرح (یلیتنا میں یا تنبیہ کے لیے ہے) ہم نے اللہ کا حکم مانا ہوتا اور رسول کا حکم مانا ہوتا اور کہیں گے (کفار میں سے جو پیرو کار رہتے) اے ہمارے رب ہم اپنے سرداروں (سادتنا کو ایک قرائت میں ساداتنا بطور جمع الجمع پڑھا گیا ہے) اور اپنے بڑوں کے کہنے پر چلے تو انہوں نے ہمیں راہ (یعنی ہدایت کے راستے) سے بہکا دیا اے ہمارے رب انہیں آگ کا دونا عذاب دے (یعنی ہمارے عذاب کا دگنا عذاب دے) اور ان پر بڑی لعنت کر (انہیں عذاب دے جس کی تعداد بہت زیادہ ہو اور ایک قرائت میں لعنا کبیرا کی جگہ فقط کبیرا آیا ہے اس قرائت کے مطابق کبیرا بمعنی عظیما ہوگا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھا النبی قل لا زواجک وبنتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلا بیبھن﴾.

یایھا النبی: نداء، قل: فعل امر با فاعل، لازواجک وبنتک ونساء المومنین: متعلق، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، یدنین: بمعنی، لیدنین: فعل امر غائب با فاعل، علیھن: ظرف لغو اول، من جلا بیبھن: ظرف لغو، ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مقصود بالنداء، ملک جملہ ندائیہ۔

﴿ذلک ادنی ان یعرفن فلا یؤذین و کان اللہ غفورا رحیماo﴾.

ذلک: مبتدا، ادنی: اسم تفضیل با فاعل، ان: مصدریہ، یعرفن: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، لا یوذین: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر بتقدیر "الی" جار مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، کان اللہ: فعل ناقص واسم، غفورا رحیما: خبران، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لئن لم ینتہ المنفقون والذین فی قلوبہم مرض والمرجفون فی المدینۃ لنغرینک بہم ثم لا یجاورونک فیہا الا قلیلا o ملعونین﴾.

لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، لم ینتہ: فعل، المنفقون: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الذین فی قلوبہم مرض: موصول صلہ، ملکر معطوف اول، و: عاطفہ، المرجفون فی المدینۃ: شبہ جملہ معطوف ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، لام: تاکیدیہ، نغرینک بہم: فعل با فاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، لا یجاورونک: فعل نفی واؤ ضمیر ذوالحال، ملعونین: حال، ملکر فاعل، ک: ضمیر مفعول، الا: اداۃ حصر، قلیلا: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب قسم، قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "واللہ" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿اینما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتیلاo﴾.

اینما: اسم شرط ظرف مقدم، ثقفوا: فعل با نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، اخذوا: فعل با نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، قتلوا تقتیلا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاo﴾.

سنۃ اللہ: ذوالحال، فی: جار، الذین: موصول، خلوا من قبل: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر فعل محذوف "سن اللہ" کیلئے مفعول مطلق "ای سن اللہ فی الذین ینافقون ان یقتلون حیثما ثقفوا" ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لن تجد: فعل نفی با فاعل، لسنۃ اللہ تبدیلا: شبہ جملہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یسئلک الناس عن الساعۃ قل انما علمہا عند اللہ﴾.

یسئلک الناس: فعل ومفعول وفاعل، عن الساعۃ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، قل: قول، انما: حرف مشبہ وما کافہ، علمہا: مبتدا، عند اللہ: ظرف متعلق بمحذوف خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وما یدریک لعل الساعۃ تکون قریباo﴾.

و: عاطفہ، ما: استفہامیہ للانکار مبتدا، یدریک: فعل با فاعل ومفعول، لعل الساعۃ: حرف مشبہ واسم، تکون قریبا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان اللہ لعن الکفرین واعدلہم سعیرا o خلدین فیہا ابدا لا یجدون ولیا ولا نصیراo﴾.

ان اللہ: حرف مشبہ واسم، لعن: فعل با فاعل، الکفرین: ذوالحال، خلدین فیہا ابدا: شبہ جملہ حال اول، لا یجدون: فعل نفی با فاعل، ولیا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، نصیرا: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اعدلہم سعیرا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یوم تقلب وجوہہم فی النار یقولون یلیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسولاo﴾.

یوم: مضاف، تقلب: فعل مجہول، وجوہ: مضاف، ہم: ضمیر ذوالحال، یقولون: قول، یلیتنا: حرف نداء للتنبیہ حرف مشبہ واسم، اطعنا اللہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اطعنا الرسولا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر نائب الفاعل، فی النار: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا و کبراء نا فاضلونا السبیلا۝﴾۔

و: مستانفہ، قالوا: قول، ربنا: نداء، انا: حرف مشبہ واسم، اطعنا: فعل بافاعل، سادتنا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، کبراء نا: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، اضلونا السبیلا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ۔

﴿ربنا اتھم ضعفین من العذاب والعنھم لعنا کبیرا۝﴾۔

ربنا: نداء، اتہم: فعل امر بافاعل ومفعول، ضعفین: موصوف، من العذاب: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، العنہم: فعل امر بافاعل ومفعول، لعنا کبیرا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

عند الشرع چہرے کے پردے کے احکام:

۱......جلباب اُس بڑی چادر کو کہتے ہیں جس سے تمام جسم کو ڈھانپ لیا جائے۔ (المفردات، ص ۱۰۲)

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

جلباب وہ چادر ہے جس کو عورت کمبل کی طرح اوپر سے اوڑھی جاتی ہے، ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ ازہری نے یہ بیان کیا ہے کہ ابن الاعرابی نے جو یہ کہا کہ جلباب سے مراد ازار (تہبند) ہے۔ اس سے مراد وہ چادر نہیں ہے جو کمر پر باندھی جاتی ہے بلکہ اس سے مراد وہ چادر ہے جس سے تمام جسم کو ڈھانپ لیا جاتا ہے۔ (لسان العرب، ج۲، ص۳۱۷)

☆......امام ابن جریر، حضرت ابن عباس سے اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ اللہ ﷻ نے مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت کی بناء پر اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنی چادروں سے سر کو اور چہرے کو اس طرح ڈھانپ لیں کہ فقط ایک آنکھ کھلی رہے۔ (جامع البیان، الجزء: ۲۲، ص ۵۵)

چونکہ زمانہ جاہلیت میں عورتیں چہرہ کھول کر باہر نکلتی تھیں اور فاسق وفاجر لوگ ان کے پیچھے دوڑتے تھے، لہذا اللہ نے انہیں ایسا ہی حکم دیا اور اللہ نے اس موقع پر وہی کلام فرمایا جو انسانی عقل کے مطابق ہو چنانچہ فرمایا ﴿ذلک ادنی ان یعرفن فلا یؤذین یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں (الاحزاب: ۵۹)﴾۔ کیونکہ انسان کی شناخت عموماً چہرے سے ہی ہوا کرتی ہے۔ (ہم نے ماقبل رکوع نمبر۴، حاشیہ نمبر۲ کے تحت بیان کردیا کہ ضرورت کے تحت ازواج مطہرات کا گھروں سے باہر نکلنا ثابت ہے)۔ تاہم مفسرین نے ﴿وکان اللہ غفورا﴾ سے لما سلف مراد لیا ہے۔ اس سے ہرگز یہ مراد نہیں ہے کہ نزول آیت سے پہلے پردے کے معاملات میں جو کمی رہ گئی وہ معاف ہے کیونکہ جب تک کسی چیز کا حکم نازل نہ ہو سابقہ دور میں ہونے والی کمی کو ذنب (گناہ) نہیں کہا جاتا بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ ﷻ جو چاہے احکامات نازل کرے اور سابقہ ادوار میں ہونے والی کوتاہیوں کو معاف فرمانے والا ہے چہ جائے کہ وہ کوتاہیاں کسی بھی امر سے متعلق ہوں۔ (حاشیۃ الشہاب، المعروف عنایۃ القاضی، ج۷، ص۵۱۲)

نوٹ: ہم نے سورۃ النور کے تحت، عطائین، ج۳، میں یہ عنوانات قائم کیے ہیں، چونکہ یہاں ہم ان عنوانات پر دوبارہ کلام کرنا نہیں

چاہتے اس لئے قارئین کی سہولت کو پیش نظر رکھتے ہوئے تمام عنوانات جو سورۃ النور میں قائم کئے ہیں ان کے نام وصفحہ نمبر درج کردیتے ہیں۔(۱)...... پردے کے احکام، صفحہ نمبر ۷۸۱،(۲)...... چہرے اور ہتھیلیوں کے پردے سے متعلق صفحہ نمبر ۷۹۷،(۳)...... مَردوں کے پردے سے متعلق صفحہ نمبر ۷۹۶،(۴)...... غلام باندی کے پردے کے احکامات، صفحہ نمبر ۷۹۸،(۵)...... بوڑھی عورتوں کے پردے سے متعلق صفحہ نمبر ۸۲۵۔

اغراض:

التی تشتمل بها: یعنی عورت ڈوپٹے وچادر وغیرہ کے ذریعے اپنا پردہ اختیار کرے۔

فلا یغطین وجوههن: یعنی اپنا چہرہ نہ چھپائیں، اور یہ حکم سابق میں تھا جب کہ آج کے دور میں آزاد اور باندی پر فتنہ کے خوف کے باعث چہرے کا پردہ لازم ہے۔

لما سلف منهن من ترک الستر: وارد ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک باندی کو پردہ اٹھائے بلند آواز سے کلام کرتے ہوئے دیکھا تو اپنے درے سے اسے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا: کیا تو آزاد عورتوں یا بیوقوف گھٹیا باندی کی طرح ہے، اپنا پردہ کرلے"۔

لنسلطنک علیهم: یعنی تم انہیں اپنی مجلس سے نکال دوگے اور انہیں قتل کردوگے، اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے ساتھ ایسا ہی فرمایا، پس جب آیت برائت نازل ہوئی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو جمع کیا اور منبر پر جلوہ فرما ہو کر فرمایا: "اے فلاں بن فلاں نکل جا کہ تو منافق ہے، اور اے فلاں اٹھ جا، پس مسلمان صحابہ اٹھے اور انہیں مسجد سے باہر نکال پھینکا"۔

ای الحکم فیهم هذا: یعنی انہیں پکڑنا اور قتل کرنا مراد ہے۔ **علی جهة الامر به:** یعنی آیت خبر بمعنی امر ہے۔

ای سن الله ذلک: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿سنة﴾ مصدر مؤکد ہے اور اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین خاطر ہے یعنی آپ اپنی قوم میں منافقین کے ہونے پر ملال نہ فرمائیں کیونکہ ایسا سابق اقوام میں بھی ہوتا رہا ہے جیسا کہ قوم موسیٰ میں سامری اور اس کے پیروکار بھی اسی صفت سے متصف تھے اور قارون اور اس کے پیروکار بھی اسی زمرے میں داخل تھے۔

اهل مكة: یعنی یہود مراد ہیں۔ **ابعدهم:** یعنی اللہ کی رحمت سے دور ہونا مراد ہے۔ **مقدرا خلودهم:** میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿خالدین﴾ حال مقدرہ ہے۔ **جمع الجمع:** ساداتنا سیدیا سائد کی جمع الجمع ہے جب کہ اس کی جمع سادۃ ہے۔

ای مثلی عذابنا: یعنی خود بھی گمراہ ہوئے اور دیگر لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔ (الصاوی، ج۵، ص ۱۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۶

﴿یایها الذین امنوا لا تکونوا﴾ مَعَ نَبِيِّكُمْ ﴿كالذین اذوا موسی﴾ بِقَولِهِم مَثَلًا مَا يَمْنَعُهُ اَنْ يَغْتَسِلَ مَعَنَا اِلَّا اَنَّهُ آدَرُ ﴿فبراه الله مما قالوا ط﴾ بِاَنْ وَضَعَ ثَوبَهُ عَلٰى حَجَرٍ لِيَغْتَسِلَ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِهِ حَتّٰى وَقَفَ بَيْنَ مَلَاءٍ مِنْ بَنِي اِسْرَائِيلَ فَاَدْرَكَهُ مُوسٰى فَاَخَذَ ثَوبَهُ وَاسْتَتَرَ بِهِ فَرَاَوهُ لَا اُدْرَةَ بِهِ وَهِيَ نَفْخَةٌ فِي الْخُصْيَةِ ﴿و كان عند الله وجیها (۶۹)﴾ ذَا جَاهٍ وَمِمَّا اُوذِيَ بِهِ نَبِيُّنَا صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهُ قَسَمَ قَسْمًا فَقَالَ رَجُلٌ هٰذِهِ قِسْمَةٌ مَا اُرِيدَ بِهَا وَجْهُ اللّٰهِ فَغَضِبَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مِن ذٰلِكَ وَقَالَ يَرْحَمُ اللّٰهُ مُوسٰى لَقَد اُوذِيَ بِاَكْثَرَ مِن هٰذَا فَصَبَرَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ﴿یایها الذین امنوا اتقوا الله و قولوا قولا سدیدا (۷۰)﴾ صَوَابًا ﴿یصلح لکم اعمالکم﴾ يَتَقَبَّلُهَا ﴿و یغفر لکم ذنوبکم ط ومن یطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظیما (۷۱)﴾ نَالَ غَايَةَ مَطْلُوبِهِ ﴿انا

عرضنا الامانۃ﴾الصَّلواتِ وَغَیرِھا مِمَّا فی فِعْلِھا مِنَ الثَّوابِ وَتَرْکِھا مِنَ العِقابِ﴿ علی السمٰوت والارض والجبال﴾بِاَنْ خَلَقَ فِیھِما فَھْماً وَنُطْقاً﴿فابین ان یحملنھا واشفقن﴾خِفْنَ﴿منھا وحملھا الانسان﴾آدَمُ بَعْدَ عَرْضِھا عَلَیْہِ﴿انہ کان ظلوما﴾لِنَفْسِہٖ بِما حَمَلَہٗ﴿جھولا (۷۲)﴾بِہٖ﴿لیعذب اللہ﴾اللَّامُ مُتَعَلِّقَۃٌ بِعَرَضْنا المُتَرَتَّبُ عَلَیْہِ حَمْلُ آدَمَ﴿المنفقین والمنفقت والمشرکین والمشرکت﴾الْمُضَیِّعِیْنَ الْاَمانَۃَ﴿ویتوب اللہ علی المؤمنین والمؤمنت﴾المُؤَدِّیْنَ الْاَمانَۃَ﴿وکان اللہ غفورا﴾لِلْمُؤْمِنِیْنَ﴿رحیما(۷۳)﴾بِھِمْ۔

﴿ترجمہ﴾

اے ایمان والوں! (اپنے نبی ﷺ کے حقوق کے معاملے میں) ان جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا (جیسے یہ کہہ کر ان کو ہمارے ساتھ غسل کرنے سے باز اسی چیز نے رکھا ہے کہ "معاذ اللہ" یہ......۱......) تو اللہ نے اسے بری فرمادیا اس بات سے جو انہوں نے کہی (یوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غسل کرنے کے لیے اپنا لباس مبارک ایک پتھر پر رکھ دیا وہ پتھر آپ علیہ السلام کے لباس مبارک کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا حتی کہ وہ پتھر بنی اسرائیل کے ایک مجمع کے سامنے رک گیا، موسیٰ علیہ السلام اس پتھر تک پہنچ گئے اپنے کپڑے لے کر آپ علیہ السلام نے اس کے ذریعے ستر فرمالیا، ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کو برہنہ دیکھ لیا کہ آپ علیہ السلام خصیہ کی بیماری میں مبتلا نہیں، ادرۃ ایک بیماری ہے جس میں خصیوں میں ہوا بھر جاتی ہے) اور موسیٰ اللہ کے یہاں آبرو والا ہے (وجیھا بمعنی ذا جاہ ہے، اور جن امور کے ذریعے ہمارے نبی ﷺ کو ایذاء دی گئی من جملہ ان میں یہ واقعہ ہے حضور ﷺ نے مال غنیمت تقسیم فرمایا ایک شخص نے کہا اس تقسیم سے رضا الٰہی کا ارادہ نہیں کیا گیا، اس کی بات سے حضور ﷺ جلال میں آگئے اور ارشاد فرمایا: "اللہ میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں اس سے زیادہ ایذ دی گئی پھر بھی آپ علیہ السلام نے صبر سے کام لیا" اس حدیث پاک کو بخاری نے روایت کیا......۲......) اے ایمان والوں! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو (سدیدا بمعنی صوابا ہے) تمہارے لیے تمہارے اعمال سنوار دے گا (یعنی تمہارے اعمال کو وہ قبول فرمائیگا) اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی (یعنی اس نے اپنے انتہائی مطلوب کو پالیا) بیشک ہم نے امانت......۳......(یعنی نماز وغیرہ تکالیف شرعیہ......۴...... جن کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے ہمیں عقاب ہے) پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر (یوں کہ ان اشیاء میں فہم اور قوت گویائی کو پیدا فرمادیا) تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے (اشفقن بمعنی خفن ہے) اور انسان نے (یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے اس امانت کی پیشگی کے بعد اسے) اٹھا لیا بیشک (وہ اپنی جان کو) مشقت میں ڈالنے والا ہے (اس امانت کو اٹھا کر) بڑا نادان ہے......۵......(اس امانت سے جسے اٹھایا ہے) تاکہ اللہ عذاب دے (لیعذب کا لام یہ عرضنا فعل سے متعلق ہے جس پر حضرت آدم علیہ السلام کا امانت کو اٹھانا مرتب ہوا ہے) منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مرد اور مشرک عورتوں کو (جو کہ امانت کو ضائع کرنے والے ہیں) اور اللہ توبہ قبول فرمائے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی (جس نے اس امانت کو ادا کیا) اور اللہ بخشنے والا ہے (امانت کی ادائیگی کرنیوالوں کو) اور مہربانی کرنے والا ہے (ان پر)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھا الذین امنوا لا تکونوا کالذین اذوا موسی فبراہ اللہ مما قالوا﴾۔

یایھا الذین امنوا: نداء، لا تکونوا: فعل ناقص نہی با اسم، کاف: جار، الذین: موصول، اذوا موسی: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر

مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء،ملکر جملہ ندائیہ ،ف:عاطفہ،برا ہ اللہ:فعل ومفعول وفاعل،ممـا قالوا:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وکان عنداللہ وجیھاo یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیداo﴾.

و:عاطفہ،کان:فعل ناقص و"ھم"ضمیر مستتر اسم،عنداللہ وجیھا:شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ،یایھا الذین امنوا:نداء،اتقوا اللہ:فعل امر با فاعل ومفعول ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،قولوا:فعل امر با فاعل،قولا سدیدا:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر مقصود بالنداء،ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم﴾.

یصلح لکم:فعل با فاعل وظرف لغو،اعمالکم:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،یغفر لکم ذنوبکم:فعل با فاعل،وظرف لغو ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جواب امر واقع ہے۔

﴿ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزا عظیماo﴾.

و:مستانفہ،من:شرطیہ مبتدا،یطع:فعل با فاعل،اللہ:معطوف علیہ،و:عاطفہ،رسولہ:معطوف،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط،ف:جزائیہ،قد:تحقیقیہ،فاز فوزا عظیما:جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿انا عرضنا الامانۃ علی السموت والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا﴾.

انا:حرف مشبہ واسم،عرضنا الامانۃ:فعل با فاعل ومفعول،علی:جار،السموت:معطوف علیہ،والارض:معطوف اول،والجبال:معطوف ثانی،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ف:عاطفہ،ابین ان یحملنا:جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،اشفقن منھا:فعل با فاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا﴾.

و:عاطفہ،حملھا الانسان:فعل ومفعول وفاعل،ملکر جملہ فعلیہ،انہ:حرف مشبہ واسم،کان ظلوما جھولا:جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لیعذب اللہ المنفقین والمنفقت والمشرکین والمشرکت ویتوب اللہ علی المومنین والمومنت﴾.

لام:جار،یعذب اللہ:فعل وفاعل،المنفقین:معطوف علیہ،و:عاطفہ،المنفقت:...... الی والمشرکت:معطوفات،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،یتوب اللہ:فعل با فاعل،علی المومنین والمومنت:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر بتقدیر ان مجرور،ملکر ظرف لغو ماقبل فعل "عرضنا حملھا" کیلئے،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وکان اللہ غفورا رحیماo﴾.

و:عاطفہ،کان اللہ:فعل ناقص واسم،غفورا رحیما:خبران،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت موسی علیہ السلام کی پاکدامنی پر الزام لگانا:

[۱]......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بنی اسرائیل برہنہ ہوکر ایک دوسرے کے سامنے نہاتے تھے،حضرت موسی علیہ السلام تنہا نہاتے تھے،بعض لوگ کہتے کہ حضرت موسی علیہ السلام ہمارے ساتھ نہیں نہاتے ہوسکتا ہے کہ انہیں کوئی مرض (برص،خصیین کی کوئی بیماری) ہو،ایک دن حضرت موسی علیہ السلام نہانے کے لئے تنہائی اختیار فرماتے ہیں اور اپنے کپڑے کسی پتھر پر

رکھ دیتے ہیں، پتھر وہ کپڑے لے کر دوڑتا ہے، حضرت موسی علیہ السلام پتھر کے پیچھے میرے کپڑے، میرے کپڑے کہتے ہوئے دوڑتے جاتے ہیں یہاں تک کہ بنی اسرائیل کے پاس سے گزرتے ہیں، بنی اسرائیل کی نظر حضرت موسی علیہ السلام کے جسم مبارک پر پڑتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ان کے جسم پر تو کوئی بیماری نہیں ہے، پس حجر رکتا ہے، حضرت موسی علیہ السلام نے کپڑے زیب تن فرمائے اور پھر اپنے عصاء سے پتھر کو مارنا شروع کر دیا، قسم بخدا!، آپ علیہ السلام کے مارنے کے سبب پتھر پر تین، چار یا پانچ ضربوں کے نشان باقی رہے"۔

(صحیح البخاری، کتاب الغسل، باب من اغتسل عریانا وحدہ، رقم: ۲۷۸، ۳۴۰۴، ص ۴۹)

اللہ عزوجل نے فرمایا کہ حضرت موسی علیہ السلام عظیم شخصیت کے مالک تھے، روایت کی جاتی ہے کہ "حضرت موسی علیہ السلام جب کسی چیز کا سوال کرتے اللہ انہیں عطا فرما دیتا"۔ "وجیھا" کا ایک معنی یہ ہے کہ اللہ نے ان سے کلام فرمایا۔ (القرطبی، الجزء: ۲۲، ص ۲۲۵)

صاحب عدل پر تقسیم غنیمت میں الزام لگانا:

۲..... اللہ عزوجل نے آیت کے آغاز ہی میں فرما دیا کہ اے لوگوں ان کی مانند نہ ہونا جنہوں نے حضرت موسی علیہ السلام پر عیب لگائے، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم فرمایا تو ایک آدمی نے کہا کہ یہ تقسیم ایسی نہیں جس سے اللہ کی رضا کا ارادہ کیا گیا ہو، پس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے مطلع کر دیا، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے غضبناک ہوئے کہ میں نے چہرہ اقدس پر غضب کے آثار دیکھ لئے، پھر آپ نے فرمایا: "اللہ عزوجل موسی علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں اس سے کہیں زیادہ ستایا گیا لیکن انہوں نے صبر کیا"۔ (صحیح البخاری، باب الخمس ۱۹، احادیث الانبیاء، باب ۲۷، المغازی، باب: ۵۶، الادب، باب: ۵۳، ۷۱، الاستیذان، باب: ۷۱، ۵۳)

آیت متذکرہ میں امانت سے کیا مراد ہے؟

۳..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ امانت سے مراد طاعت وفرائض ہیں، جو اللہ عزوجل نے اپنے بندوں پر فرض کئے ہیں۔ اللہ عزوجل نے وہی فرائض واقعتاً آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر خطاب لفظی کے ساتھ پیش فرمائے کہ اگر تم انہیں ادا کرو گے تو اللہ ثواب عطا فرمائے گا اور اگر انہیں ضائع کرو گے تو عذاب ہوگا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امانت سے مراد نماز اور زکوۃ ادا کرنا اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا، بیت اللہ شریف کا حج کرنا، بات کرتے وقت سچ بولنا، ناپ تول میں انصاف کرنا، اور اپنی امانتوں کی حفاظت کرنا ہے۔ مجاہد کا قول ہے کہ امانت سے مراد فرائض کی ادائیگی اور دین کی حفاظت ہے۔ ابوالعالیہ نے کہا کہ امانت سے مراد امر ونواہی ہیں۔ زید بن اسلم نے کہا کہ امانت سے مراد روزہ، غسل جنابت، اور شریعت کے مخفی امور ہیں اور ان سے مراد وہ امور ہیں جن میں کوئی ریاکاری کا دخل نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ نے انسانی اعضاء میں سب سے پہلے شرمگاہ بنائی اور فرمایا یہ امانت ہے، میں اسے بطور ودیعت تیرے حوالے کرتا ہوں۔ پس شرمگاہ امانت ہے، کان امانت ہیں، آنکھ امانت ہے، پاؤں امانت ہیں اور جو امانت کی حفاظت نہ کرے اس کا ایمان نہیں۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ امانت سے مراد لوگوں کی امانتیں ہیں اور وعدہ کو پورا کرنا ہے۔ لہذا مومن پر لازم ہے کہ وہ دوسرے مومن اور ایسے آدمی سے دھوکہ نہ کرے جس سے اس نے کوئی معاہدہ کر رکھا ہو، چاہے وہ قلیل چیز کے بارے میں ہو یا کثیر کے بارے میں، یہی قول ضحاک نے ابن عباس نے نقل کیا ہے۔

مذکورہ تمام اقوال کا نتیجہ یہی ہے کہ امانت سے مراد احکام شرعیہ ہیں، جن کا انسان پابند ہوتا ہے، چاہے وہ اوامر ہوں یا نواہی، اور آسمان وزمین سے مراد واقعتاً آسمان وزمین ہیں۔ علامہ بغوی کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے آسمانوں اور زمین سے ارشاد فرمایا کہ کیا تم اس امانت کو اس کے جمیع لوازمات سمیت اٹھا سکتے ہو؟ انہوں نے عرض کی اس کے لوازمات کیا ہیں؟ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اگر تم اطاعت

وفرمانبرداری کرتے ہوئے نیکی کروگے تو تمہیں اس پر جزا دی جائے گی اور اگر نافرمانی کروگے تو تمہیں اس کی سزا دی جائے گی۔ انہوں نے عرض کی ہم ایسا نہیں کر سکتے اے پروردگار۔ ہم تو فقط تیرے حکم کے تابع ہیں، نہ ہم اجر وثواب کے خواہشمند ہیں اور نہ سزا برداشت کر سکتے ہیں۔ آسمان وزمین نے یہ قول نافرمانی کرتے ہوئے نہیں بلکہ اللہ ﷻ کے خوف کی وجہ سے کہا تھا اور دین اسلام کی تعظیم کی خاطر کہ وہ اس کی تکریم نہ کرسکیں گے اور یہ بھی کہ اللہ نے انہیں اختیار دیا چاہیں تو قبول کریں اور چاہیں تو قبول نہ کریں۔

(المظھری، ج۵، ص۵۶۰)

اصول فقه کی رو سے مکلف ہونے یا نہ ہونے کا بیان:

ہے۔۔۔ ماقبل ہم نے ثابت کیا ہے کہ امانت سے مراد فرائض ودیگر احکامات شرعیہ ہیں، تاہم یہاں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ بندوں پر اللہ کی جانب سے جو احکامات نافذ ہوتے ہیں جنہیں حقوق اللہ بھی کہا جاتا ہے، ان کا اجمالی خاکہ قدرے وضاحت کے ساتھ پیش کر دیا جائے تاکہ موضوع میں تشنگی نہ رہے اور مکمل بحث سمجھ میں آجائے۔ حقوق اللہ کی آٹھ قسمیں ہیں جو کہ ہم ترتیب وار تعریفات وامثلہ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ (۱) عبادات خالصہ جیسے ایمان اور اس کی فروعات مثلاً نماز، روزہ، زکوۃ، حج، جہاد، اور ایمان کی یہ تمام فروعات ایمان لانے کے بعد ہی درست قرار پائیں گی ایمان لانے سے پہلے ان کا درست ہونا نہیں پایا جاسکتا۔ (۲) عقوبات کاملة: جیسے حدود مثلاً حد زنا، حد شرب خمر، حد قذف اور حد سرقہ۔ (۳) عقوبات قاصرة: جیسے میراث سے محروم ہو جانا مثلاً قاتل مقتول کے مال کا وارث نہیں بن سکتا حالانکہ مقتول کو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ اس کے مال کا وارث اس کا قاتل ہوا یا کوئی اور، اس لیے اسے عقوبات قاصرہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ (۴) حقوق دائرۃ بین الامرین: جو عبادات اور عقوبت کے درمیان دائر ہوں جیسے کفارات کہ یہ عبادات میں فعل حرام صادر ہونے پر واجب ہوتے ہیں۔ (۵) عبادۃ فیھا معنی المؤنۃ: ایسی عبادت جس میں مؤنت کا معنی پایا جائے یہی وجہ ہے کہ عبادت کی بجا آوری کے لیے کمال اہلیت کا پایا جانا ضروری نہیں جیسا کہ صدقہ فطر۔ (۶) مؤنۃ فیھا معنی القربۃ: ایسی مؤنت جس میں عبادت کا معنی پایا جائے، فی نفسہ یہ مؤنت زمین میں پائی جاتی ہے جس میں زراعت کی جاتی ہے اور اگر زراعت کے لیے منع کر دیا جائے تو زمین کو خالص سلطان کے لیے مختص کر دیا جائے گا اس لیے کہ یہاں اصل کے اعتبار سے مؤنت ہے مراد زمین ہے اور وصف کے اعتبار سے نمو ہے مراد عبادت ہے۔ (۷) مؤنۃ فیھا معنی العقوبۃ: ایسی مؤنت جس میں عقوبت پائی جائے یہاں اصل کے اعتبار سے مؤنت ہے مراد زمین ہے اور وصف کے اعتبار سے عقوبت ہے مراد خراج ہے۔ (۸) حق قائم بنفسہ: ایسا حق جو بذات خود قائم ہو یعنی ایسا حق جو اپنی ذات سے قائم ہو کسی اور بندے کے ذمہ اس کا کوئی تعلق نہ ہو کہ بندے پر اس کا ادا کرنا واجب قرار دیا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُس حق کو اپنے لیے باقی رکھا ہو اور دنیا میں خلیفہ یعنی حاکم وقت کو اسے حاصل کرنے اور تقسیم کرنے کا ذمہ دار کر دیا ہو مثلاً غنیموں اور معدنیات کا خمس

(حسامی مع النامی، بحث حقوق اللہ، ص۲۴۵)

انسان کے امانت اٹھانے کا بیان:

ہے۔۔۔ امانت اتنی عظیم الشان ہیں کہ اگر ان بڑے بڑے عظیم اجسام کو بھی باشعور اور ذی عقل فرض کر لیا جائے تو اسے اٹھانے کی طاقت نہیں رہتی بلکہ انسان نے اپنے نحیف وکمزور جسم کے باوجود اسے اٹھایا ہے۔ پس جو امانت کے حقوق ادا کرے گا وہ دونوں جہاں کی بھلائیاں اور منافع حاصل کرلے گا۔ اس وضاحت کے بعد آپ کے نزدیک ظلوما کا مفہوم یہ ہے کہ انسان نے امانت ادا کرنے کا وعدہ پورا نہیں کیا اور اس کے حقوق کو ادا نہیں کیا (اس اعتبار سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے) اور جھول اس اعتبار سے ہے کہ یہ امانت ادا نہ کرنے کے انجام کی حقیقت وکنہ سے ناواقف ہے لہٰذا یہ دونوں جنس انسان کے وصف ہیں لیکن اس اعتبار سے اعم

واکثر افراد کا ہے (تمام افراد کا نہیں ہے کیونکہ بعض افراد مثلاً حضرات انبیائے کرام اور متقی مومنین نے تو امانت کا وعدہ وفا کر دیا ہے)۔
(المظھری، ج۵، ص۵۶۷)

اغراض:

ما یمنعہ ان یغتسل معنا: روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل برہنہ نہایا کرتے تھے اور ایک دوسرے کے ستر دیکھا کرتے تھے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہا نہایا کرتے تھے تو انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ خدا کی قسم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوئی مرض ضرور ہے جس کی وجہ سے تو ہمارے ساتھ نہیں نہاتے، پس ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام نے غسل کے لئے تنہائی اختیار فرمائی اور اپنی شان کے لائق کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے۔ پتھر آپ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پتھر کے پیچھے پیچھے دوڑے اور یہ کہتے جا رہے تھے کہ میرے کپڑے اور پتھر، میرے کپڑے اور پتھر یہاں تک کہ بنی اسرائیل کی جانب سے گزرے اور انہوں نے کہا: خدا کی قسم! موسیٰ علیہ السلام میں کوئی عیب نہیں ہے، پس پتھر رک گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے زیب تن فرمالئے اور پتھر پر ضرب ماری، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "اللہ کی قسم! حضرت موسیٰ علیہ السلام پتھر کے پیچھے پیچھے دوڑے اور انہوں نے پتھر پر چھ یا سات ضربیں لگائیں"۔ **یتقبلھا:** یعنی وہ اس پر ثواب دیتا ہے۔ **وھی نفخۃ فی الخصیۃ:** یعنی خصیین میں گندا پانی یا ہوا بھرنے کی وجہ سے عیب ہونا مراد ہے (اگرچہ ایسا ہرگز نہ تھا)۔

من الثواب: لما کا بیان ہے، یعنی ہم نے امانت کو ثواب وعقاب کے ساتھ آسمانوں پر پیش کیا۔

بان خلق فیھا فھما: حتی کہ آسمان وزمین اور پہاڑ نے خطاب فرمایا۔

بعد عرضھا علیہ: روایت میں آتا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: ہم نے آسمان وزمین اور پہاڑ کو امانت سپرد کی لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا اور تم نے سب کچھ لے لیا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب ارشاد فرمایا: اے رب ان میں کیا کچھ ہے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا: اگر تو احسان کرے تو جزا پائے اور اگر برائی اختیار کرے تو سزا کا مستحق ہو، پس آدم علیہ السلام نے اپنے کانوں اور کاندھوں پر سب بوجھ لے لیا، پس اللہ عزوجل نے فرمایا: پس جب تو نے سب امانتیں لی ہیں تو اپنی آنکھوں کی حفاظت کر، اپنی نگاہ کی حفاظت کرنے کو (حسبِ منشاء) پردہ اختیار کر، اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کر اور لباس کا اہتمام کر، پس جس کو چھپانے کا حکم ہے اسے ظاہر نہ کر، مجاہد کہتے ہیں کہ بوجھ اٹھانے اور جنت سے نکالے جانے کے مابین وقت اتنا تھا جتنا ظہر سے عصر کے درمیان کا وقت ہوا کرتا ہے۔
(الصاوی، ج۵، ص ۵۳ وغیرہ)

ایک اہم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

توبہ کے بغیر بھی گناہ معاف ہوتے ہیں:

امام رازی فرماتے ہیں کہ اہل ایمان کے حق میں اللہ بغیر توبہ کی شرط کے بھی گناہ معاف فرما دیتا ہے، دلیل ﴿یدعوکم لیغفر لکم من ذنوبکم﴾ ہے، اس آیت میں اللہ عزوجل نے بعض گناہوں کو بغیر توبہ کیے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، پس واجب ہے کہ بعض گناہ بغیر توبہ کئے معاف ہو جائیں اور ان بعض گناہوں میں کفر داخل نہیں ہے اس لئے کہ کفر کے بارے میں علماء کا اجماع ہے کہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہو سکتا۔
(الرازی، ج۷، ص ۷۲)

بغیر توبہ کے گناہ بخشے جانے کی مثالیں: ﴿قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم﴾ یعنی تم فرماؤ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا (ال عمران: ۳۱) ﴿یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم﴾ یعنی اللہ تمہارے اعمال کو درست کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا (الاحزاب: ۷۱) ﴿ان ربکم لذو مغفرۃ للناس علی ظلمھم﴾ بیشک تمہارا رب لوگوں کے ظلم کے باوجود ان کی مغفرت فرما دیتا ہے (الرعد: ۶)۔

سورۂ رعد کی آیت کے تحت امام رازی فرماتے ہیں کہ اللہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو بھی بغیر توبہ کے بخش دیتا ہے۔ امام بیضاوی فرماتے ہیں کہ آیت مقدسہ کفار کو ایمان لانے کی دعوت اور مومنین کو مزید فرمانبرداری بجالانے اور نافرمانی سے اجتناب کرنے پر دلیل ہے، اور اسی میں لوگوں پر ظلم کرنے سے بچنا بھی داخل ہے۔

سورة السبا مكية الا (ويرى الذين اوتوا العلم الاية) وهى اربع او خمس و خمسون آية

سورۃ السبا مکی ہے سوائے (ویری الذین اوتوا العلم ......الخ) کے، اس میں ۵۴یا۵۵ آیات ہیں

تعارف سورة السبا

اس سورت میں چھ رکوع، ۸۳۳ کلمات، ۱۵۱۲ حروف ہیں۔ ابتدائی طور پر توحید کا درس دیا گیا ہے اور اللہ کے علم وصفات کا بیان ہے۔ کائنات کے ذرے ذرے پر اللہ کے علم کے انحصار کو بیان کیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ جو اللہ کی راہ میں کوششیں کرتا ہے اس کے لئے تو انعام ہے لیکن جو مخالفت کرے اور اس کی کوششیں مخالفت والی ہوں تو دردناک عذاب اس کا منتظر ہے۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کا ذکر خیر اور آپ کے کارناموں کا بیان بھی اللہ نے مفصل انداز میں فرمایا اور ساتھ ہی ان کی ذریت میں حضرت سلیمان علیہ السلام جو کہ سیدنا داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں ان کے کمالات کا بھی بخوبی ذکر کیا۔ ابلیس لعین کی مکاریوں کا بیان بھی فرمایا اور ساتھ ہی موت کے وقت کے اٹل ہونے کا مفصل ذکر فرمادیا۔ کائنات کے بننے میں جو حکمتیں ہیں اور بگڑنے کا وقت طے ہو چکا ہے اس میں تقدم وتاخر کا نہ ہونا بھی اٹل ہے الغرض مختلف پیرایوں میں وعظ ونصیحت کا اہتمام فرمایا گیا تا کہ کہیں دشواری نہ رہے اور لوگوں کو آسان انداز میں نصیحت ہو جائے تاہم نصیحت سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو دل سے اللہ کو مانتے ہیں اور جنہیں ہدایت نہیں ملتی انہیں کوئی نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔

رکوع نمبر:۷

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

﴿الحمد﴾حَمِدَ اللهُ تعالى نفسَهُ بِذالِكَ المُرادُ بِهِ الثَّناءُ بِمَضْمُونِهِ مِن ثُبُوتِ الحمدِ وَهُوَالوَصْفُ بِالجَمِيلِ ﴿لله الذى له ما فى السموت وما فى الارض﴾مِلْكًا وَّخَلْقًا وَّعَبِيدًا ﴿وله الحمد فى الاخرة﴾كَالدُّنيا يَحْمَدُهُ اَولِياؤُهُ اِذا دَخَلوا الجَنَّةَ ﴿وهو الحكيم﴾فِى فِعلِهِ﴿الخبير (۱)﴾بِخَلقِهِ ﴿يعلم ما يلج﴾يَدخُلُ ﴿فى الارض﴾ كَمَاءٍ وَغيرِهِ﴿وما يخرج منها﴾كَنَباتٍ وَغَيرِهِ﴿وما ينزل من السماء﴾مِن رِّزقٍ وَغَيرِهِ﴿وما يعرج﴾يَصعَدُ﴿فيها﴾مِنْ عَمَلٍ وَغَيرِهِ﴿وهو الرحيم﴾بِاَولِيائِهِ﴿الغفور (۲)﴾ لَهم﴿وقال الذين كفروا لا تأتينا الساعة﴾القِيامَةُ﴿قل﴾لهم ﴿بلى وربى لتأتينكم علم الغيب﴾بالجَرِّ صِفَةٌ والرَّفعِ خبرٌ مُبتَداءٍ و فِى قِرائَةٍ عَلّامِ بالجَرِّ ﴿لا يعزب﴾يَغِيبُ﴿عنه مثقال﴾وَزنُ﴿ذرة﴾اَصْغَرُ نَملَةٍ﴿فى السموت ولا فى الارض ولا اصغر من ذلك ولا اكبر الا فى كتب مبين (۳)﴾بَيِّنٍ هوَ اللَّوحُ المَحفُوظُ﴿ليجزى﴾فيها﴿الذين امنوا وعملوا الصلحت اولئك لهم مغفرة ورزق كريم (۴)﴾حَسَنٌ فِى الجَنةِ﴿والذين سعو فى﴾اَبْطالِ﴿ ايتنا﴾القرآنِ﴿معجزين﴾وَفِى قِرائَةٍ هنا وَفِيما يَاتِى مُعاجِزِينَ اَى مُقَدِّرِينَ عِجزَنا اَومُسابِقِينَ لَنا فَيَفُوتُونا لِظَنِّهِم اَن لا بَعثَ ولا عِقابَ﴿اولئك لهم عذاب من رجز﴾سَيِّى ءِ العَذابِ﴿اليم (۵)﴾مُولِمٌ بِالجَرِّ والرَّفعِ صِفَةٌ لِرِجزٍ اَو عَذابٍ ﴿ويرى﴾يَعلَمُ﴿الذين اوتوا العلم﴾مُؤمِنُوا اَهلَ الكِتٰبِ كَعَبدِ اللهِ بنِ سلامٍ واَصحابِهِ﴿الذى انزل اليك من ربك﴾اَى القرانَ﴿هو﴾فصلٌ﴿الحق ويهدى الى صراط﴾طَرِيقِ﴿العزيز الحميد (۶)﴾اَىِ اللهِ ذِى العِزَّةِ

المَخموقَةِ﴿وقال الذين كفروا﴾اى قال بَعضُهم على جهةِ التَّعجُبِ لِبَعضٍ ﴿هل ندلكم على رجل﴾هو محمدٌ﴿ينبئكم﴾يُخبِرُكم اِنَّكم﴿اذا مزقتم﴾قُطِّعتم ﴿كل ممزق لا﴾بِمَعنٰى تمزيقٍ﴿انكم لفى خلق جديد(۷) افترى﴾بِفَتحِ الهَمزَةِ لِلاستِفهامِ واستُغنِىَ بها عن هَمزَةِ الوَصلِ﴿على الله كذبا﴾فِى ذلكَ ﴿ام به جنة ط﴾جُنونٌ تَخَيَّلَ بِهٖ ذٰلِكَ قَالَ تَعالٰى﴿بل الذين لايومنون بالاخرة﴾المُشتَمِلَةِ على البَعثِ والحِسَابِ ﴿فى العذاب﴾فِيهَا﴿والضلل البعيد(۸)﴾مِنَ الحقِّ فى الدنيا﴿افلم يروا﴾يَنظُروا﴿الى ما بين ايديهم وما خلفهم﴾مَا فَوقَهم وَماتَحتَهم﴿من السماء والارض ط ان نشأ نخسف بهم الارض او نسقط عليهم كسفا﴾بِسُكونِ السِّينَ وَفَتحِها قِطعَةً ﴿من السماء ط﴾وَفِى قِرَائَةٍ فِى الاَفعَالِ الثَّلٰثةِ بالياءِ﴿ان فى ذلك﴾المَرئِى﴿لاية لكل عبد منيب (۹)﴾راجعٍ الى ربهٖ تَدلُّ قُدرةِ الله تعالى قُدرةِ اللهِ تَعالٰى علَى البَعثِ ومَا يَشاءِ.

﴿ترجمہ﴾

سب خوبیاں اللہ کو (اللہ ﷻ نے ان کلمات سے اپنی تعریف وتوصیف فرمائی ہے اور حمد......ا...... سے مراد اسی حمد کے مضمون کے ساتھ ثـنـاء یعنی حمد کو ثابت کرنا ہے اور حمد کا معنی اللہ کو وصف جمیل کے ساتھ متصف ماننا ہے) کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (مملوک ومخلوق ہونے کے اعتبار سے) اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے (جیسا کہ دنیا میں ہے، اس کے اولیاء جب جنت میں داخل ہونگے تو اس کی حمد کریں گے......۲......) اور وہی ہے حکمت والا (اپنے فعل میں) اور خبر رکھنے والا (اپنی مخلوق کی) جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے (جیسے پانی وغیرہ ، یـلـج بمعنی یدخل ہے) اور جو زمین سے نکلتا ہے (نباتات وغیرہ) اور جو آسمان سے اترتا ہے (رزق وغیرہ) اور جو اس میں چڑھتا ہے (اعمال وغیرہ، یعرج بمعنی یصعد ہے) اور وہی ہے رحم کرنے والا (اپنے اولیاء کرام پر) بخشنے والا ہے (ان لوگوں کو) اور کافر بولے ہم پر قیامت نہیں آئیگی (الساعۃ کے معنی قیامت ہے) تم فرماؤ (ان لوگوں سے) کیوں نہیں میرے رب کی قسم! بیشک ضرور تم پر آئے گی غیب جاننے والا (عالم الغیب حالت جری میں صفت ہوگا اور حالت رفعی میں یہ مبتدا کی خبر ہوگا اور ایک قرائت میں علـم کی جگہ علام ہے اسے مجرور پڑھا گیا ہے) اس سے غیب نہیں (یعزب بمعنی یغیب ہے) ذرہ کے وزن برابر کوئی شے (ذرة کا معنی چھوٹی سی چیونٹی ہے اور مثقال کے معنی وزن ہے) آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ بڑی مگر ایک صاف بتانے والی کتاب میں ہے......۳......(یعنی لوح محفوظ میں، مبیـن بمعنی بیـن ہے) تاکہ صلہ دے (اس میں) انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے یہ ہیں جن کے لیے بخشش ہے اور اچھا رزق (جنت میں، کـریـم بمعنی حسن ہے) اور جنہوں نے ہماری آیتوں (کو باطل کرنے) میں ہرانے کی کوشش کی (یعنی قرآن پاک کو، ایک قرائت میں اس مقام اور ما بعد مقام میں معاجزین پڑھا گیا ہے یعنی ہمارے عجز کو مقدر سمجھے ہوئے یا ہم پر مسابقت کرتے ہوئے اپنے اس گمان کی وجہ سے کہ کوئی حشر ونشر نہیں ہونا اس گمان کے سبب ہم سے بچ جائیں گے) ان کے لیے سخت دردناک عذاب میں سے عذاب ہے (عــذاب مــن رجز کے معنی انتہائی بڑا عذاب ہے اور الیم بمعنی مؤلم ہے، "الیم" بحالت جری رجز کی یا بحالت کی رفعی عذاب کی صفت ہے) اور جانتے ہیں (یری بمعنی یعلم ہے) جنہیں علم ملا (یعنی مومنین اہل کتاب جیسے عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب) کہ جو (یعنی قرآن

پاک) تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا وہی حق ہے (هو الحق میں هو ضمیر فصل کے لیے ہے) اور عزت والے سب خوبیاں سراہا ہے کی راہ بتاتا ہے (یعنی اللہ عزوجل کی راہ بتاتا ہے جو عزت والا سب خوبیاں سراہا ہے، صراط بمعنی طریق ہے) اور کافر بولے (یعنی کفار بطور تعجب ایک دوسرے سے کہنے لگے) کیا ہم تمہیں ایسا مرد بتادیں (ان کی اس سے مراد محمد ﷺ کی ذات تھی) جو تمہیں خبر (ینبئکم بمعنی یخبر کم انکم ہے) جب تم پرزے ہوکر بالکل ریزہ ریزہ ہوجاؤ (مذقتم بمعنی قطعتم اور ممزق بمعنی تمزیق ہے) تو پھر تمہیں نیا بننا ہے کیا اللہ پر اس نے جھوٹ باندھا......ہے.....(افتراء ہمزہ استفہامیہ والے ہمزہ کی وجہ سے منصوب ہے اور اس ہمزہ کے سبب فعل ہمزہ الوصل سے مستغنی ہوگیا) یا اسے سودا ہے (یعنی جنون ہے جس کے سبب انہوں نے یہ خیالات قائم کر لیے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے) بلکہ وہ جو (اس) آخرت پر ایمان نہیں لاتے (جو حشر نشر اور عذاب پر مشتمل ہے، وہ) عذاب اور (دنیا میں حق سے) دور کی گمراہی میں ہیں تو کیا انہوں نے نہ دیکھا (یروا بمعنی ینظروا ہے) جو ان کے اوپر اور ان کے نیچے ہے (ما بین ایدیهم بمعنی مافوقهم اور ماخلفهم بمعنی ماتحتهم ہے) آسمان اور زمین ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کا ٹکڑا گرادیں (کسفا سین ساکنہ اور مفتوحہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے بمعنی قطعة، ایک قرائت تینوں افعال علامت مضارع یاء کے ساتھ پڑھے گئے ہیں) بیشک اس میں (جو زمین آسمان میں دکھائی دے رہا ہے) نشانی ہے ہر رجوع (الی الله) کرنے والے بندے کے لیے (یہ نشانیاں حشر و نشر اور اللہ عزوجل کے ہر چاہے پر قدرت رکھنے پر دلالت کرتی ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الحمدلله الذی له ما فی السموت وما فی الارض وله الحمد فی الاخرة﴾.

الحمد: مبتدا، لام: جار، الله موصوف، الذی: موصول، له: ظرف مستقر خبر مقدم مافی السموت: معطوف علیہ، وما فی الارض: معطوف، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، له ظرف مستقر خبر مقدم، الحمد: ذوالحال، فی الاخرة: ظرف مستقر حال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وهو الحکیم الخبیرo یعلم ما یلج فی الارض وما یخرج منها وما ینزل من السماء وما یعرج فیها﴾.

و: عاطفہ، هو مبتدا، الحکیم الخبیر: خبران، ملکر جملہ اسمیہ، یعلم: فعل با فاعل، مایلج فی الارض: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما یخرج منها: موصول صلہ، ملکر معطوف اول، و: عاطفہ، ما ینزل من السماء: موصولہ صلہ، ملکر معطوف ثانی، و: عاطفہ، ما یعرج فیها موصول صلہ، ملکر معطوف ثالث، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وهو الرحیم الغفورo وقال الذین کفروا لاتاتینا الساعة﴾.

و: عاطفہ، هو مبتدا، الرحیم الغفور: خبران، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، قال الذین کفروا: جملہ فعلیہ قول، لاتاتینا الساعة: فعل نفی و مفعول و فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل بلی وربی لتاتینکم علم الغیب لایعزب عنه مثقال ذرة فی السموت ولا فی الارض ولا اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی کتب مبینo﴾.

قل: قول، بلی: حرف اثبات، و: قسمیہ جار، ربی: مبدل منہ، علم الغیب: بدل، ملکر ذوالحال، لایعزب عنه: فعل نفی و ظرف لغو، مثقال ذرة: ذوالحال، فی السموت: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، فی الارض: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر معطوف علیہ، ولا: نافیہ، اصغر: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، اکبر: معطوف، ملکر موصوف، من ذلک: ظرف مستقر

صفت،ملکر ذوالحال،الا:اداۃ حصر،فی کتب مبین:ظرف مستقر حال،ملکر معطوف،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر "اقسم"فعل محذوف کیلئے،ملکر جملہ قسمیہ،لام:تاکیدیہ،تاتینکم:جملہ فعلیہ جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿لیجزی الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک لھم مغفرۃ ورزق کریم۝﴾.

لام:جار،یجزی:فعل بافاعل،الذین امنوا وعملوا الصلحت:موصول صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور،ملکر ماقبل"تاتینکم"کیلئے ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،اولئک:مبتدا،لھم:ظرف مستقر خبر مقدم،مغفرۃ:معطوف علیہ،و:عاطفہ،رزق کریم:معطوف،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین سعو فی ایتنا معجزین اولئک لھم عذاب من رجز الیم۝﴾.

و:مستانفہ،الذین:موصول،سعوا:فعل واؤ ضمیر ذوالحال،معجزین:حال،ملکر فاعل،فی ایتنا:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مبتدا،اولئک:مبتدا،لھم:ظرف مستقر خبر مقدم،عذاب:موصوف،من رجز:ظرف مستقر صفت،الیم:صفت ثانی،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ویری الذین اوتوا العلم الذی انزل الیک من ربک ھو الحق ویھدی الی صراط العزیز الحمید۝﴾.

و:عاطفہ،یری:فعل،الذین اوتوا العلم:موصول صلہ،ملکر فاعل،الذی:موصول،انزل الیک من ربک:جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مفعول،ھو:ضمیر فصل،الحق:مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ،و:مستانفہ،یھدی:فعل بافاعل،الی صراط العزیز الحمید:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وقال الذین کفروا ھل ندلکم علی رجل ینبئکم اذا مزقتم کل ممزق﴾.

و:مستانفہ،قال الذین کفروا:قول،ھل:حرف استفہام،ندلکم:فعل بافاعل ومفعول،علی:جار،رجل:موصوف،ینبئکم:فعل بافاعل ومفعول،اذا:مضاف،مزقتم:فعل بافاعل،کل ممزق:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر فعل محذوف "تبعثون"کیلئے ظرف،ملکر جملہ فعلیہ مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ملکر جملہ قولیہ مستانفہ۔

﴿انکم لفی خلق جدید ۝ افتری علی اللہ کذبا ام بہ جنۃ﴾.

انکم:حرف مشبہ واسم،لام:تاکیدیہ،فی خلق جدید:ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ھمزہ:استفہام،افتری:فعل بافاعل،علی اللہ:ظرف لغو،کذبا:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ام:عاطفہ معادلہ لھمزہ استفہام،بہ:ظرف مستقر خبر مقدم،جنۃ:مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿بل الذین لا یومنون بالاخرۃ فی العذاب والضلل البعید۝﴾.

بل:عاطفہ،الذین لایومنون بالاخرۃ:موصول صلہ،ملکر مبتدا،فی:جار،العذاب:معطوف علیہ،و:عاطفہ،الضلل البعید:معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿افلم یروا الی ما بین ایدیھم وما خلفھم من السماء والارض﴾.

ھمزہ:حرف استفہام،ف:عاطفہ معطوف علی محذوف "اعلموا"لم یروا:فعل نفی بافاعل،الی:جار،ما:موصولہ،بین ایدیھم:صلہ،ملکر معطوف علیہ،و:عاطفہ،ما خلفھم:موصول صلہ معطوف،ملکر ذوالحال،من السماء والارض:ظرف مستقر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان نشا نخسف بھم الارض اونسقط علیھم کسفا من السماء﴾.

ان: شرطیہ، نشاء: جملہ فعلیہ شرط، نخسف بھم الارض: فعل با فاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او بحاطفہ، نسقط علیھم: فعل با فاعل وظرف لغو، کسفا: موصوف، من السماء: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان فی ذلک لاية لكل عبد منيب٥﴾۔

ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، ایة: موصوف، لکل عبد منیب: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم، موخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حمد کی تعریف واقسام کا بیان:

لے......نعمت وغیرہ پر تعظیم کی نیت سے توصیف وثناء کرنا حمد کہلاتا ہے۔ (التعریفات، ص۹۷)

قرآن وحدیث کے مطالعے سے حمد کی تین اقسام معلوم ہوتی ہیں اگرچہ مزید اقسام ہونے کا انکار بھی نہیں کرسکتا تاہم جن تین اقسام پر مطلع ہوا ہوں انہیں بیان کرنے کی سعی کررہا ہوں۔:(۱)......حمد قولی: اس سے مراد وہ مبارک کلمات ہیں جن سے اللہ عزوجل نے خود اپنی تعریف کی ہے، مثلاً فرمایا: ﴿تبارک الذی بیدہ الملک بڑی برکت والا ہے وہ جس کے قبضہ میں سارا ملک (الملک:۱)﴾، ﴿هو الله الخالق البارئ المصور له الاسماء الحسنى وہی ہے اللہ بنانے والا پیدا کرنیوالا ہر ایک کو صورت دینے والا اسی کے ہیں سب اچھے نام (الحشر:۲٤)﴾، ﴿له الحمد في السموت والارض اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں (الروم:۱۸)﴾، ﴿الله هو لا اله الا هو اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں (البقرۃ:۲۵۵)﴾، ﴿وهو السميع العليم بیشک وہی سنتا جانتا ہے (الشعراء:۲۲۰)﴾، ﴿وهو السميع البصير بیشک وہ سنتا دیکھتا ہے (الاسراء:۱)﴾، ﴿وهو الغفور الرحيم بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے (یونس:۱۰۷)﴾، ﴿وهو الحكيم الخبير اور وہی حکمت والا خبردار (سبا:۱)﴾، ﴿وكان الله غفورا رحيما اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (الاحزاب:۷۳)﴾ ﴿ان الله على كل شيء شهيدا بیشک اللہ، ہر چیز اللہ کے سامنے ہے (الاحزاب:۵۵)﴾، ﴿و كفى بالله و كيلا اور اللہ بس ہے کارساز (الاحزاب:٤۸)﴾، ﴿و كان الله على كل شيء رقيبا اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے (الاحزاب:۵۲)﴾، ﴿وهو العلي الكبير وہی ہے بلند بڑائی والا (سبا:۲۳)﴾، ﴿وهو العزيز الحكيم وہی ہے اللہ عزت والا حکمت والا (سبا:۲۷)﴾، ﴿وهو الفتاح العليم اور وہی ہے درست فیصلہ کرنے والا اور سب کچھ جانتا (سبا:۲٦)﴾، ﴿وهو خير الرازقين اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا (سبا:۳۹)﴾۔

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کلمات زبان پر ہلکے ہیں لیکن میزان میں بڑے بھاری ہیں وہ یہ ہیں: "سبحان اللہ وبحمدہ سبحان العظیم"۔
(صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب: قراءۃ الفاجر والمنافق، رقم: ۷۵٦۳، ص۱۳۰۵)

☆......حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے: "الحمد لله حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه غير مكفي ولا" (صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب: ما یقول اذا فرغ من طعامہ، رقم: ۵٤۵۸، ص۹۷۲)

(۲)......حمد فعلی: خاص اللہ ہی کی رضا کے لئے عبادت کرے، جیسا اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿الذين هم يراؤن وہ جو دکھاوا کرتے ہیں (الماعون:٦)﴾۔

☆......حضرت یعقوب بن عاصم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابہ سے نقل کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بندہ روح کی گہرائی اور

صدق دل سے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر کہتا ہے اللہ اس پر نظر رحمت فرمانے کے لئے آسمان کو کشادہ فرما دیتا ہے اور جس پر اللہ نظر رحمت فرماتا ہے اس کا حق یہ ہے کہ اللہ اس کی ہر مراد پوری فرمادے"۔ (الترغیب والترھیب، کتاب الدعا والذکر، باب: الترغیب فی قولہ تعالی لا الہ الا اللہ، رقم: ۳، ج ۲، ص ۲۷۰)

(۳)......حمد حالی: یہ ہے کہ بندے میں اللہ عزوجل کے اوصاف کی جھلک نظر آنے لگے، دوسروں پر رحم کرے، بیکسوں کے ساتھ ہمدردی کرے، اور جب اس پر کوئی مصیبت آئے تو ہر حال میں اللہ کا شکر کرے۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿الحمد للہ الذی وھب علی الکبر اسمعیل واسحق سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل واسحٰق دیئے (ابراھیم: ۳۹)﴾۔

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ کے تھوڑے رزق پر راضی ہوگا اللہ اس کے تھوڑے عمل سے راضی ہوگا"۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الرقاق، باب: فضل الفقراء، الفصل الثالث، رقم: ۵۲۶۳، ص ۴۴۹)

آخرت میں اللہ عزوجل کی حمد کے مقامات:

۲......علامہ اسماعیل حقی نے آخرت کے چھ مقامات گنوائے ہیں جن میں مومنین، کاملین وصالحین جنتی اللہ عزوجل کی تعریف وتوصیف کریں گے۔

(۱)......جس وقت اللہ عزوجل کے اس فرمان ﴿وامتازوا الیوم ایھا المجرمون اور آج الگ پھٹ جاؤ مجرموں (یٰس: ۵۹)﴾ کے ذریعے ندا کی جائے گی تو مومنین وکافرین میں تمیز ہو جائے گی، اور مومنین کہیں گے: ﴿الحمد للہ الذی نجانا من القوم الظالمین سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں ان ظالموں سے نجات دی (المؤمنون: ۲۸)﴾ جیسا کہ نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا جب اللہ عزوجل نے انہیں ان کی قوم سے نجات دی تھی۔

(۲)......جب پل صراط سے گزریں گے تو کہیں ﴿الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمارا غم دور کیا (فاطر: ۳۴)﴾۔

(۳)......جب اہل جنت جنتی دروازے کے قریب ہونگے اور انہیں مائے حیات سے غسل دیا جائے گا اور وہ جنت کی جانب دیکھ کر کہیں گے: ﴿الحمد للہ الذی ھدانا لھذا سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی (الاعراف: ۴۳)﴾۔

(۴)......جب جنتی جنت میں داخل ہونگے تو فرشتے ان کا استقبال ان مقدس جملوں سے کریں گے: ﴿الذی احلنا دار المقامۃ وہ جس نے ہمیں آرام کی جگہ اتارا (فاطر: ۳۵)﴾۔

(۵)......جب جنتی اپنے مقام جنت میں ٹھر جائیں گے تو یوں کہیں گے: ﴿الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ واورثنا الارض سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا اور ہمیں زمین کا وارث کیا (الزمر: ۷۴)﴾۔

(۶)......جب کھانے سے فارغ ہونگے تو کہیں گے: ﴿الحمد للہ رب العالمین سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہاں کا (الفاتحۃ: ۱)﴾۔ (روح البیان، ج ۷، ص ۳۰۵ وغیرہ)

ہر چیز کا بیان قرآن میں ہونے کا مطلب:

۳......قرآن بحر عمیق ہے، اس میں جو جتنا غوطہ لگائے گا ہیرے جوہرات نکال لے گا۔ ابن عباس کا مشہور قول ہے: "لو ضل العقال بعیر لی لوجدتہ فی کتاب اللہ یعنی میرے اونٹ کے گردن کی رسی گم ہو جائے اللہ کی قسم میں قرآن سے تلاش کرلوں گا"۔ اب ابن عباس کے اس قول پر ہم کچھ کلام کرتے ہیں کہ دیکھیں اونٹ کے گردن کی رسی کو قرآن سے کیسے تلاش کیا جاسکتا

ہے؟ کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ صحابی غیر عادل نہیں ہوتا۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا "اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم"۔(شرح فقہ الاکبر، بحث فی ان افضل الناس، ص ۱۱۶)۔ اب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فرمان کو ان آیات کے تناظر میں دیکھیں:

(۱)......قرآن مکمل ضابطۂ حیات ہے چنانچہ فرمایا﴿وانزلنا الیک الکتب اور اے محبوب ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری(المائدۃ:۴۸)﴾، ﴿تبیانا لکل شیء قرآن میں ہر چیز کا روشن بیان ہے (النحل:۸۹)﴾۔

(۲)......خیانت حرام ہے: اللہ نے فرمایا﴿وتخونوا امانتکم وانتم تعلمون اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ خیانت کرو(الانفال:۲۷)﴾۔

(۳)......مال مغصوبہ حرام ہے: چنانچہ فرمایا﴿ولاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل اور باہم ناحق طور پر مال نہ کھاؤ(البقرۃ:۱۸۸)﴾۔

(۴)......سچ جھوٹ پر غالب ہے: اللہ نے فرمایا﴿بل نقذف بالحق بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں(الانبیاء:۱۸)﴾۔

(۵)......ظالم کامیاب نہیں: اللہ نے فرمایا﴿انہ لا یفلح الظالمون بیشک ظالم فلاح نہ پائیں گے(الانعام:۲۱)﴾۔

(۶)......چور پر حد بندی کرنا: اللہ نے فرمایا﴿والسارق والسارقۃ فاقطعوا ...... الخ، اور جو مرد یا عورت چور ہو تو اُن کا ہاتھ کاٹو(المائدۃ:۳۸)﴾۔

اب ملاحظہ فرمائیں ایک طرف ابن عباس کا قول ہے اور دوسری جانب قرآن کے متذکرہ چھ اہم اصول، کیا ان اصول کی مدد سے بھی گم شدہ چیز نہیں مل سکتی۔ ہوسکتا ہے کہ اونٹ کے گردن کی رسی خیانت کرتے ہوئے کسی نے لے لی ہو، یا غصب کر لی ہو، یا جھوٹ بول کر رسی کو اپنی جانب منسوب کر دیا ہو، کسی نے ظلماً ہتھیالی ہو، چوری کر لی ہو۔ الغرض جسے قرآن کا علم حاصل ہے وہ ان سب شرعی اصول وقوانین کو بھی جانتا ہے اور جسے قرآن نہیں آتا وہ یہی کہے گا کہ قرآن میں ابن عباس کے اونٹ کے گردن کی رسی کا بیان کہاں موجود ہے......؟۔ ایک عرصے تک میں بھی اسی کشمکش میں رہا کہ ابن عباس کے قول کے کیا معنی ہوسکتے ہیں؟ لیکن مجھے کسی کتاب میں اس بارے میں وضاحت نہ ملی، پھر تقدیر الٰہی نے میرے ذہن کی گرہ کو کھول دیا اور اس آیت کے تحت جب کلام لکھنا شروع کیا تو یہ سب امور ذہن میں القاء ہوتے گئے گویا شاید انہی بزرگ صحابی کا فیضان ہو۔ اگر حضرت ابن عباس کا اشارہ اسی جانب تھا تو میں اس فیضان پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اگر کسی اور جانب اشارہ تھا تو مزید ان کی بارگاہ سے توجہ خاص کی التجاء ہے کہ ابھی مزید تقریباً آٹھ پاروں کا کام عطائین کے تحت کرنا باقی ہے۔

اللہ ﷻ نے ایک مقام پر مزید فرمایا:﴿والبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ والذی خبث لا یخرج الا نکدا کذلک نصرف الایت لقوم یشکرون اور جو پاک زمین ہے اسکا سبزہ نکلتا ہے اللہ کے حکم سے اور جو خراب ہے اس میں نہیں نکلتا مگر تھوڑا یوں ہی ہم بیان کرتے ہیں آیتیں ان کے لئے جو احسان مانیں(الاعراف:۵۸)﴾۔ اب اس آیت کے تحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کلام سنیں اور دیکھیں کہ انہیں قرآن پر کتنا عبور تھا؟

اللہ ﷻ نے فرمایا کہ جو زمین اچھی ہے اس کا سبزہ اللہ ﷻ کے حکم سے نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں نہیں نکلتا مگر تھوڑا، اچھی زمین سے مراد مومنین ہیں اور اس کے سبزہ سے ان کا عمل مراد ہے۔ مومنین کے قلب پر نزول قرآن کی مثال ایسی ہے جیسے پاک زمین پر بارش، جب مومن پر قرآن پڑھا جائے تو وہ اس سے نفع اٹھاتے ہیں اور ان سے اس قرآن کے نتیجے میں طاعات، عبادات اور

اخلاق حمیدہ کا صدور ہوتا ہے۔ اور کافر کی مثال اس ردی اور بنجر زمین کی طرح ہے کہ جس سے بارش ہونے پر فائدہ نہ اٹھایا جائے، یہی وجہ ہے کہ جب کافر قرآن کو سنتا ہے تو اس سے اس کے کفر اور سرکشی میں زیادتی ہی ہوتی ہے اور وہ قرآن سے نفع نہیں اٹھاتا۔ (الجمل، ج۳، ص٤٥)۔ یہاں موضوع کی مناسبت سے ایک واقعہ ذکر کرنا چاہوں گا جسے میں نے معتبر علماء سے سنا ہے لیکن (تادم بیان کہیں کسی کتاب پڑھا نہیں ہے) ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے ان کی گھنی داڑھی کے بارے میں پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی داڑھی گھنی ہے اور میری داڑھی (یعنی سائل کی) مختصر ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برجستہ جواب دیا کہ "اے شخص کیا تو نے قرآن کی یہ آیت نہیں پڑھی کہ جو زمین اچھی ہوتی ہے وہ زیادہ اگاتی ہے اور جو پلید ہوتی ہے وہ کم اگاتی ہے، تیری زمین پلید ہے اس لئے اس نے کم اگایا اور میری زمین اچھی ہے اس لئے اس نے زیادہ اگایا"۔ یہاں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی علمی استطاعت کا بخوبی پتہ چل گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو قرآن پر کتنا عبور حاصل تھا۔ (عطائین، ج۲، ص ۲۷۹)

کذب باری کے رد میں چند دلائل :

☆...... اللہ عزوجل کی ذات ہر عیب سے پاک ہے، اور پاک ذات کے کلام میں کذب محال ہے اور صدق واجب ہے کیونکہ صدق اللہ کی صفت ہے، چنانچہ اللہ فرماتا ہے: ﴿ومن اصدق من اللہ حدیثا اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی(النساء:۸۷)﴾، ﴿ومن اصدق من اللہ قیلا اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی (النساء: ۱۲۲)﴾۔

علمائے سوء کا عقیدہ ہے کہ اللہ جھوٹ بول سکتا ہے، اور ان کی دلیل ﴿ان اللہ علی کل شیء قدیر﴾ ہے، لیکن ہم اہلسنت و جماعت کے نزدیک کذب کی نسب اللہ عزوجل کی جانب کرنا منع ہے کہ کیونکہ اللہ عزوجل کے لئے جھوٹ بولنا محال ہے، وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔ جس کی دلیل ماقبل دو آیات ہیں اگرچہ اور بھی دلائل ہیں۔ جھوٹ بولنا بالا جماع علماء محال ہے اور محال کی نسبت اللہ عزوجل کی جانب کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ عیب ہوتا ہے۔

اغراض:

المراد به: جر کے ساتھ، اسم اشارہ کی صفت ہے۔

الثناء بمضمونه: مراد وصف جمیل کے ساتھ ثناء کی ابتدا کرنا ہے، اور یہاں یہ مراد نہیں کہ وصفِ جمال کے مضمون کے ساتھ تعریف کا آغاز کیا جائے، کیونکہ اللہ کی تعریف و توصیف تو ازل ہی سے ثابت ہے اور ہم اللہ کی عبادت کرتے ہیں اس کی حمد کو بجالاتے ہوئے اور ساتھ ہی اس کی ازلی حمد کے ساتھ جدید حمد و شان کو ملاتے ہوئے اور قول کی دلیل علماء کے اس فرمان سے ہوتی ہے: الحمد میں الف لام عہدی ہے کیونکہ اللہ اپنی مخلوق کے عجز کو جانتا ہے لہذا اس نے اپنی شان کے لائق تعریف و توصیف ازل ہی سے فرمائی ہے اور اسی حمد کے موافق اللہ نے اپنی مخلوق کو حمد بیان کرنے کا حکم بھی دیا ہے، پس ثابت ہوا کہ وصفِ جمیل کے ساتھ اللہ کی حمد ازل ہی سے ثابت ہے اور اللہ نئی حمد جو کہ مخلوق کے کرنے کے ساتھ قائم ہے مخلوق کے ختم ہونے پر ختم ہو جاتی ہے۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ "الحمد" مدح ہے اور مخلوق کے مابین "مدح النفس" مذموم ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اللہ کے جملہ اوصاف کو اوصافِ بعید کے ساتھ قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ کی ذات عظیم و کبیر صفات کے ساتھ متصف ہے، اور مخلوق میں یہ صفت نہیں ہوتی یا نقص کے ساتھ پائی جاتی ہے، اور اللہ کی ذات میں کمال درجہ تک ان صفات کا موجود ہونا پایا جاتا ہے، پس اس جواب سے معتزلہ کا بھی رد ہو جاتا ہے وہ یہ کہ: اگر ساری ہی اچھی عقل و دانش کو اللہ کی ذات کے ساتھ متصف اور ساری ہی بُری صفات کو اللہ کی ذات سے منزہ مان لیا جائے تو امور فاسدہ میں سے وجوب صلح و درستگی وغیرہ واجب ہو جائیں گے۔

ملکا و علقا: یعنی آسمان وزمین میں موجود ہر ایک اللہ کے دستِ قدرت میں خادم ومخلوق کی حیثیت سے ہیں۔
یحمدہ اولیاؤہ: اس سے مومنین مراد ہیں۔ کماء وغیرہ: جیسا کہ خزانے اور مردے جو زمین میں ہوتے ہیں۔
اذا دخلوا الجنۃ: یعنی جنتی جنت میں داخل ہونے پر یہ کہیں گے: ''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو ہم سے غم وملال لے گیا اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچ کردکھایا''۔ من رزق وغیرہ: یعنی برکات، فرشتے اور آسمانی آوازیں۔
کنبات وغیرہ: جیسا کہ خزانے اور مُردے جب قبروں سے نکالے جائیں گے۔ من عمل وغیرہ: جیسا کہ ملائکہ اعمال لے کر آسمانوں کی جانب بلند ہوتے ہیں اور اللہ کی ذات اپنی شان کے لائق ہر مخلوق پر محیط ہے۔
لھم: اللہ اپنے اولیاء کو بخشنے والا ہے یعنی جب ان سے کچھ نافرمانی اور مخلوق کے حقوق میں کوتاہی ہوجائے، اور اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کی رحمت اور مغفرت جنت میں داخل ہونے والوں کے ساتھ خاص ہونا اُخروی اعتبار سے ہے جب کہ دنیا میں اللہ کی رحمت ہر چیز پر وسعت رکھتی ہے۔ حسن فی الجنۃ: یعنی اچھا انجام مراد ہے، اور سب سے اچھا انعام اللہ کی رویت ہے۔
مقدرین عجزنا: یعنی وہ ہمارے رسولوں کے مقابل عاجز ہیں، کیونکہ قرآن کے حوالے سے ان کی کوششیں باطل ہوئی ہیں۔
او مسابقین لنا: یعنی وہ قرآن پر طعن کرنے کے حوالے سے ہم پر غالب ہونگے اور یہ گمان کریں گے کہ ان کا یہ غلبہ انہیں عذابِ الٰہی سے بچالیگا اور قرآن میں مرنے کے بعد اٹھائے جانے اور کافروں کے لئے عذاب کا وعدہ ہوچکا ہے پھر بھی وہ اس میں طعن کرتے اور اسے باطل قرار دینے کا ارادہ کرتے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ ان کا باطل قرار دینا انہیں نفع دے گا، پس وہ اپنے اعتقاد کے مطابق عذاب سے بچ کر دکھادیں۔
مومنوا اھل الکتاب: یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد اصحاب رسول ﷺ ہیں اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ تمام ہی مسلمان مراد ہیں۔
ھو محمد: یعنی سید عالم کا انکار اور مذاق اڑاتے ہوئے کہا، جیسا کہ سید عالم ﷺ کو پہچانتے ہی نہیں جبھی تو رجل کا لفظ کہہ رہے ہیں، جب کہ سید عالم ﷺ کی شان ان میں دن میں چمکنے والے سورج کی مانند روشن ہے۔
فی ذلک: سے مراد دوبارہ اٹھائے جانے کی خبریں ہیں۔
فی افعال الثلاثۃ: سے مراد ماقبل آیت میں مذکور تین امور ﴿ان نشاء نخسف بھم الارض او نسقط...... الخ (سبا:۹)﴾ میں موجود نشاء، نخسف اور نسقط ہیں۔ (الصاوی، ج۵، ص۵۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۸

﴿ولقد اتینا داود منا فضلا﴾ نُبُوَّةً وَّكِتَابًا وَّقُلْنَا ﴿یجبال اوبی﴾ رَجِّعِي ﴿معه﴾ بِالتَّسْبِيحِ ﴿والطیر﴾ بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلٰى مَحَلِّ الْجِبَالِ اَیْ وَدَعَوْنَاهَا لِلتَّسْبِيحِ مَعَهُ ﴿والنا له الحدید (۱۰)﴾ فَكَانَ فِي يَدِهِ كَالْعَجِينِ وَقُلْنَا ﴿ان اعمل﴾ مِنْهُ ﴿سبغت﴾ دُرُوعًا كَوَامِلَ يَجُرُّهَا لَابِسُهَا عَلَى الْاَرْضِ ﴿وقدر فی السرد﴾ اَیْ نَسْجِ الدُّرُوعِ قِيلَ لِصَانِعِهَا سَرَّادًا اَیْ اِجْعَلْهُ بِحَيْثُ يَتَنَاسَبُ حَلَقُهُ ﴿واعملوا﴾ اَیْ آلُ دَاوٗدَ مَعَهُ ﴿صالحا انی بما تعملون بصیر (۱۱)﴾ فَاُجَازِيْكُمْ بِهٖ ﴿و﴾ سَخَّرْنَا ﴿لسلیمن الریح﴾ وَفِي قِرَاءَةٍ بِالرَّفْعِ بِتَقْدِيرِ تَسْخِيرٌ ﴿غدوها﴾ سَيْرُهَا مِنَ الْغُدْوَةِ بِمَعْنَى الصَّبَاحِ اِلَى الزَّوَالِ ﴿شهر ورواحها﴾ سَيْرُهَا مِنَ الزَّوَالِ اِلَى الْغُرُوبِ ﴿شهر﴾ اَیْ

مَسِيرَتَهُ ﴿واسلنا﴾ أذَبْنَا ﴿له عين القطر﴾ أي النُّحَاسِ فَأُجْرِيتْ ثَلْثَةَ أَيَّامٍ بِلَيَالِيهِنَّ كَجَرِى الماءِ وعَمِلَ النَّاسُ إلَى الْيَوْمِ مِمَّا أُعْطِيَ سُلَيْمَانُ ﴿ومن الجن من يعمل بين يديه باذن﴾ بِأَمْرِ ﴿ربه ط ومن يزغ﴾ يَعْدِلْ ﴿منهم عن امرنا﴾ لَهُ بِطَاعَتِهِ ﴿نذقه من عذاب السعير (۱۲)﴾ النَّارِ فِي الْآخِرَةِ قِيلَ فِي الدُّنيا بِأَن يَّضْرِبَهُ مَلَكٌ بِسَوْطٍ مِنهَا ضَرْبَةً تَحرِقُهُ ﴿يعملون له ما يشاء من محاريب﴾ أَبْنِيَةٌ مُرتَفِعَةٌ يُصْعَدُ إِلَيْهَا بِدُرَجٍ ﴿وتماثيل﴾ جَمعُ تِمْثَالٍ وَهوَ كُلُّ شَيءٍ مَثَّلْتَهُ بِشَيءٍ أى صُوَرٌ مِن نُحاسٍ وَزُجَاجٍ وَرُخامٍ ولم تكن اِتِّخَاذُ الصُّوَرِ حَرَامًا فِي شَرِيعَتِهِ ﴿وجفان﴾ جَمعُ جَفنَةٍ ﴿كالجواب﴾ جَمعُ جَابِيَةٍ وهِيَ حَوضٌ كَبِيرٌ يَجْتَمِعُ عَلَى الجَفْنَةِ اَلفُ رَجُلٍ يَاكُلُونَ مِنهَا ﴿وقدور رسيت﴾ ثَابِتَاتٍ لَهَا قَوَائِمُ لَا تَتَحَرَّكُ عَنْ اَمَاكِنِهَا تُتَّخَذُ مِنَ الْجِبَالِ بِالْيَمَنِ يُصعِدُ اِلَيْهَا السَّلَالِمِ وَقُلْنَا ﴿اعملوا﴾ يَا ﴿ال داود﴾ بِطَاعَةِ اللهِ ﴿شكرا ط﴾ لَهُ عَلَى مَا آتَاكُمْ ﴿وقليل من عبادى الشكور (۱۳)﴾ العَامِلُ بِطَاعَتِي شُكرًا لِنِعْمَتِي ﴿فلما قضينا عليه﴾ عَلَى سُلَيْمَانَ ﴿الموت﴾ أى مَاتَ وَمَكَثَ قَائِمًا عَلَى عَصَاهُ حَولًا مَيِّتًا والجِنُّ تَعْمَلُ تِلكَ الْاَعْمَالِ الشَّاقَّةِ عَلَى عَادَتِهَا لَا تَشْعُرُ بِمَوتِهِ حتّٰى اَكَلَتِ الْاَرَضَةُ عَصَاهُ فَخَرَّ مَيِّتًا ﴿ما دلهم على موته الا دابة الارض﴾ مَصدَرٌ أُرِضَتِ الخَشَبَةُ بِالبِنَاءِ لِلْمَفعُولِ اَكَلَتهَا الْاَرَضَةُ ﴿تاكل منساته﴾ بِالْهَمزَةِ وَتَرْكِهِ بِالْفِ عَصَاهُ لِأَنَّهَا يُنْسَاءَ يَطْرُدُ وَيُزْجِرُبِهَا ﴿فلما خر﴾ مَيِّتًا ﴿تبينت الجن﴾ اِنْكَشَفَ لَهُم ﴿ان﴾ مُخَفَّفَةٌ أى أنَّهم ﴿لو كانوا يعلمون الغيب﴾ وَمِنْهُ مَا غَابَ عَنْهُم مِن مَوتِ سُلَيْمَانَ ﴿ما لبثوا فى العذاب المهين (۱۴)﴾ العَمَلِ الشَّاقِ لَهم لِظَنِّهِم حَيَاته خَلافَ ظَنِّهِم عِلمَ الغَيبِ وَعُلِمَ كَونُهُ سَنَةً بِحِسَابِ مَا اَكَلَتْهُ الْاَرَضَةُ مِنَ العَصَا بَعدَ مَوتِهِ يَومًا وَلَيْلَةً مَثَلًا ﴿لقد كان لسبا﴾ بِالصَّرفِ وَعَدْمِهِ قَبِلَيَةٌ سُمِّيتْ بِاسمِ جَدٍّ لَهُم مِنَ الْعَرَبِ ﴿فى مسكنهم﴾ بِالْيَمَنِ ﴿اية﴾ دَالَّةٌ عَلى قُدرَةِ اللهِ ﴿جنتن﴾ بَدَلٌ ﴿عن يمين و شمال﴾ عَن يَّمِينِ وادِيْهِم وَشِمَالِهِ وَقِيلَ لَهُم ﴿كلوا من رزق ربكم واشكروا له﴾ على مَا رَزَقَكُمْ مِنَ النِّعْمَةِ فِي اَرضِ سَبَا ﴿بلدة طيبة﴾ لَيسَ بِهَا سَبَّاخٌ وَلَا بَعُوضَةٌ ولا ذُبَابَةٌ ولا بَرغُوثٌ ولا عقربٌ ولا حَيَّةٌ وَيَمُرُّ الغَرِيبُ بِهَا وفى ثِيَابِهِ قُمَّلٌ فَيَمُوتُ لِطِيبِ هوائِهَا ﴿و﴾ اللهُ ﴿رب غفور (۱۵) فاعرضوا﴾ عَن شُكرِهِ وَكُفرِهِ ﴿فارسلنا عليهم سيل العرم﴾ جَمعُ عِرْمَةٍ وهوَ مَا يُمسِكُ الماءُ مِن بِنَاءٍ وَّغَيرِهِ اِلَى وَقتِ حَاجَتِهِ اى سَيلَ وادِيْهِم المَمْسُوكِ بِمَا ذُكِرَ فَأَغْرَقَ جَنَّتَيْهِم واَمْوَالَهُمْ ﴿وبدلنهم بجنتيهم وجنتين ذواتى﴾ تَثْنِيَةُ ذَوَاتِ مُفرَدٍ عَلَى الْاَصْلِ ﴿اكل خمط﴾ مُرٍّ بَشِعٍ بِاِضَافَةِ اُكُلٍ بِمَعنٰى مَاكُولٍ وَتَرْكُهَا وَيُعطَفُ عَلَيهِ ﴿واثل و شىء من سدر قليل (۱۶) ذلك﴾ التَّبدِيلُ ﴿جزينهم بما كفروا﴾ بِكُفرِهِم ﴿وهل نجازى الاالكفور (۱۷)﴾ بِاليَاءِ والنُّونِ مع كَسرِ الزَّاى ونَصَبِ الكَفُورِ اى مَا يُنَاقِشُ اِلَّا هوَ ﴿وجعلنا بينهم﴾ بَينَ سَبَا وهُم بِاليَمَنِ ﴿وبين القرى التى بر كنا فيها﴾ بِالْمَاءِ والشَّجَرِ وَهِيَ قُرَى الشَّامِ الَّتِي يَسِيرُونَ اِلَيهَا لِلتِّجَارَةِ ﴿قرى ظاهرة﴾ مُتَوَاصِلَةً مِنَ اليَمَنِ اِلى الشَّامِ ﴿وقدرنا فيها السير ط﴾ بَحَيثُ

يَقِيلُونَ فِي وَاحِدَةٍ وَيَبِيتُونَ فِي أُخرىٰ إِلَى اِنتِهاءِ سَفَرِهِم ولا يَحتَاجُونَ فِيهِ إِلَى حَملِ زادٍ وماءٍ وَقُلنَا﴿ سيروا فيها ليالي واياما امنين (۱۸)﴾ لا تَخافُونَ فِي ليلٍ ولا نَهارٍ ﴿فقالوا ربنا بعد﴾ وَفِي قِراءَةٍ بَاعِدْ ﴿بين اسفارنا﴾ الى الشَّامِ اِجعَلْهَا مَفاوِزَ لِيَتَطاوَلُوا علَى الفُقَراءِ بِرُكُوبِ الرَّواحِلِ وَحَملِ الزَّادِ والمَاءِ فَبَطِرُوا النِّعمَةَ ﴿وظلموا انفسهم﴾ بِالكُفرِ ﴿فجعلنهم احاديث﴾ لِمَن بَعدَهُم فِي ذٰلِكَ ﴿ومزقنهم كل ممزق﴾ فَرَّقنَاهُم بِالبِلادِ كُلَّ التَّفرِيقِ ﴿ان فى ذلك﴾ المَذكُورِ ﴿لايت﴾ عِبَرًا ﴿لكل صبار﴾ عَنِ المَعَاصِي ﴿شكور (۱۹)﴾ عَلَى النِّعَمِ ﴿ولقد صدق﴾ بِالتَّخفِيفِ والتَّشدِيدِ ﴿عليهم﴾ اَيِ الكُفَّارِ مِنهُم سَبا ﴿ابليس ظنه﴾ اَنَّهُم بِاِغوائِهِ يَتَّبِعُونَهُ ﴿فاتبعوه﴾ فَصَدَقَ بِالتَّخفِيفِ فِي ظَنِّهِ او صَدَّقَ بِالتَّشدِيدِ ظَنَّهُ اَى وَجَدَهُ صَادِقًا ﴿الا﴾ بِمَعنَى لٰكِنْ ﴿فريقا من المومنين (۲۰)﴾ لِلبَيَانِ اَى هُمُ المُومِنُونَ لَم يَتَّبِعُوهُ ﴿وما كان له عليهم من سلطن﴾ تَسلِيطٍ ﴿الا لنعلم﴾ عَلمَ ظُهُورٍ ﴿من يومن بالاخرة ممن هو منها في شك﴾ فَنُجَازِي كُلًّا مِّنهُمَا ﴿وربك على كل شيء حفيظ (۲۱)﴾ رَقِيبٌ.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے داؤد کو اپنا بڑا فضل دیا (نبوت و کتاب عطا فرمائی اور ہم نے فرمایا......۱......) اے پہاڑوں اس کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو (تسبیح کرو، اوبی بمعنی رجعی ہے) اور اے پرندوں (والطیر منصوب ہے، یہ الجبال کے محل پر معطوف ہے، یعنی ہم نے انہیں بھی پکارا کہ داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کریں) اور ہم نے اس کے لیے لوہا نرم کیا (لوہا آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں یوں ہو جاتا جیسا کہ گندھا ہوا آٹا) کہ (ہم نے ان سے کہا) وسیع زرہیں بنا......۲...... (اس لوہے سے، "دروعا موصوف محذوف ہے" جنہیں پہنے والا شخص اسے زمین پر گھسیٹتا ہو) اور بنانے میں اندازے کا لحاظ رکھ (یعنی زرہوں میں باہمی مناسبت کا خیال رکھ، "سراد" زرہ بنانے والے کو کہا جاتا ہے یعنی زرہ اس طرح بناؤ کہ اس کے حلقوں کے مابین تناسب درست رہے) اور تم سب (ان کے ساتھ اے آل داؤد علیہ السلام) نیکی کرو بیشک میں تمہارے کام دیکھ رہا ہوں (میں تمہیں اس کا بدلہ دونگا) اور (اور ہم نے مسخر کردیا) سلیمان کے لیے ہوا کو (ایک قرائت میں "ریح" کو مصدر مقدر تسخیر کی وجہ سے مرفوع پڑھا گیا ہے) اس کی صبح کی منزل ایک مہینہ کی راہ (غدوها کے معنی ہوا کی صبح کی منزل ہے یعنی صبح سے لے کر زوال تک کی منزل ایک ماہ کی راہ ہے) اور شام کی منزل ایک مہینے کی راہ (یعنی بوقت زوال سے غروب آفتاب تک کی منزل ایک ماہ کی راہ ہے......۳......) اور ہم نے بہایا (اسلنا بمعنی اذبنا ہے) اس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ (قطر کے معنی تانبا ہے یہ تین دن تین رات جاری رہا جیسا کہ پانی جاری ہوتا ہے لوگوں نے پورا دن اس میں کام کیے جو حضرت سلیمان علیہ السلام انہیں دیتے تھے) اور جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے تھے اس کے رب کے حکم سے (اذن بمعنی حکم ہے) اور جو ان میں ہمارے حکم سے پھرے (جو حکم ہم نے دیا ہے اس کو ماننے سے اعراض برتے) ہم اسے بھڑکتی آگ کا عذاب چکھائیں (یعنی آخرت میں جہنم کا اور کہا گیا ہے کہ دنیا میں یوں کہ ایک فرشتہ آگ سے بنے کوڑے سے نافرمان جنات کو مارتا جو مار جن کو جلا کر رکھ دیتی) اس کے لیے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل (محاریب کا معنی ایسی بلند و بالا عمارات ہیں جن پر سیڑھیوں کی مدد سے چڑھا جائے) اور تصویریں (تماثیل یہ تمثال کی جمع ہے تمثال اس شے کو کہتے ہیں جو دوسری شے کے مشابہ ہو یعنی تانبے شیشے، سفید پتھر سے بنی تصویریں، شریعت سلیمان علیہ السلام میں تصویریں بنانا حرام نہیں تھا) اور لگن ("جفان" جفنة کی جمع ہے) بڑے

حوضوں کے برابر (''جواب'' جابیۃ کی جمع ہے بمعنی بڑا حوض، اس ایک لگن پر ہزار آدمی جمع ہوتے اور اس میں سے کھایا کرتے تھے) اور لنگر دار دیگیں (راسیات بمعنی ثابتات ہے، ان دیگوں کے پائے بھی تھے انہیں ان کی جگہوں سے حرکت نہیں دی جاسکتی تھی، یہ دیگیں یمن کے پہاڑوں سے بنائی گئی تھیں اور ان دیگوں پر سیڑھیوں کے ذریعے چڑھا جاتا تھا، ہم نے فرمایا) اے داؤد والو! (اللہ ﷻ کی فرمانبرداری کرکے) شکر کرو (اس کا ان نعمتوں پر جو اس نے تم پر فرمائی ہیں......؎......) اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے (جو میری طاقت کے مطابق عمل کرکے میری نعمتوں کا شکر کرنے والے ہوں) پر جب ہم نے اس پر (یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام پر) موت کا حکم بھیجا......۵......(یعنی وہ وصال فرما گئے اور ایک سال تک اسی حالت میں اپنے عصا کے سہارے کھڑے رہے اور جنات حسب عادت وہی دشوار کن امور انجام دیتے رہے انہیں آپ علیہ السلام کی وفات کا شعور اس وقت ہوا جب دیمک آپ علیہ السلام کے عصا مبارک کو کھا گئی اور آپ علیہ السلام زمین پر تشریف لے آئے) جنوں کو اس کی موت نہ بتائی مگر زمین کی دیمک نے (''الارض'' ارضت الخشبۃ کا مصدر ہے یہ مبنی للمفعول ہے یعنی ان کے عصا کو دیمک کھا گئی) کہ اس کا عصا کھاتی تھی (منساتہ اسے ہمزہ کے ساتھ اور بغیر ہمزہ کے الف کے ساتھ پڑھا گیا ہے بمعنی عصا، اسے منساۃ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے ذریعے وہ اشیاء کو دور کرتے اور اس کے ذریعے نافرمانوں کو سزا دیتے) پھر جب سلیمان (وصال سے متصف ہوکر) زمین پر آیا جنوں پر حقیقت کھل گئے (لوگوں پر یہ بات کھل گئی، ان مخففہ ہے بمعنی انھم) اگر غیب جانتے ہوتے (من جملہ غیوب میں ان پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا ان کے لیے غیب ہونا ہے) تو اس خواری کے عذاب میں نہ ہوتے (یعنی ان کاموں میں نہ لگے رہتے جو ان پر شاق تھے ان کاموں میں لگے رہنے کی وجہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حیاتی کا یقین رکھنا تھا جو ان کے علم غیب جاننے کے گمان کے برخلاف تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات ہوئے سال ہونے کی مدت آپ علیہ السلام کی وفات کی خبر مل جانے کے بعد ایک دن ورات میں عصا کی جو مقدار دیمک نے کھائی تھی اس کے حساب سے معلوم ہوئی) بیشک سبا کے لیے......٦......(''سبا'' منصرف وغیر منصرف دونوں طرح پڑھا گیا ہے، یہ قبیلے کا نام ہے جو اہل عرب کے کسی جد اعلیٰ کے نام پر رکھا گیا تھا) یمن (میں موجود) ان کی آبادی میں نشانی تھی (اللہ ﷻ کی قدرت پر دلالت کرنے والی) دو باغ دہنے اور بائیں (''جنتان'' آیۃ سے بدل ہے یعنی باغ ان کی وادی کے دائیں اور دوسرا بائیں سمت تھا، اور ان سے کہا گیا) اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر کرو (ان نعمتوں پر جو اس نے سرزمین سبا میں تم کو عطا فرمائی ہیں) پاکیزہ شہر (جس میں نہ بنجر زمین ہے، نہ مکھی مچھر، نہ پسو اور نہ سانپ بچھو اور نہ جوئیں، اگر مسافر اس شہر میں سے گزرتا اور اس کے لباس میں جوئیں وغیرہ ہوتی تو اس شہر کی صاف ستھری آب و ہوا کی وجہ سے وہ ہلاک ہوجائیں) اور (اللہ ﷻ) بخشنے والا رب تو انہوں نے منہ پھیرا (اللہ ﷻ کا شکر کرنے سے اور کفر اختیار کیا) تو ہم نے ان پر زور کا سیلاب بھیجا (''عرم'' جمع ہے ''عرمۃ'' کی، عرمۃ اس عمارت کو کہتے ہیں جو بوقت حاجت انکے لیے پانی کو روک رکھنے کے لیے بنائے جاتے ہیں یعنی اسے جمع کردہ پانی کا جس کا ذکر ہوا ان کی وادی میں بہاؤ پھوٹ نکلا تو اس میں ان کے دونوں باغات غرق ہوگئے) اور ان کے باغوں کے عوض دو باغ انہیں بدل دیئے جن میں بدمزہ میوں (خمط کا معنی کانٹے دار درخت ہے، اکل بمعنی ماکول کاف کے ضمہ اور بغیر ضمہ کے اسے ساکن بھی پڑھا گیا ہے اور اکل خمط پر کلمات واثل ......الخ معطوف ہے) اور جھاؤ اور کچھ تھوڑی سی بیریاں یہ (تبدیل کرنا) بدلہ دیا ہم نے انہیں ان کی ناشکری کا (بما کفروا بمعنی بکفرھم ہے) اور ہم کسے سزا دیتے ہیں اسی کو جو ناشکرا ہے (یجازی کو علامت مضارع یاء کے ساتھ مجہول اور علامت مضارع نون کے ساتھ معروف اور ''کفور'' کو منصوب پڑھا گیا ہے یعنی سزا ایسے ہی شخص کو دی جائے گی) اور ہم نے کئے تھے ان میں (یعنی ملک سبا کے درمیان اور وہ یمن میں تھا) اور ان شہروں میں جن میں ہم نے برکت رکھی (پانی اور درختوں کی صورت میں اور

مراد اس سے شام کی بستیاں ہیں جن کی طرف وہ لوگ بغرض تجارت سفر کیا کرتے تھے) سر راہ کتنے شہر (یعنی یمن سے لے کر شام تک کے بعد دیگرے بہت سے شہر) اور انہیں منزل کے اندازے پر رکھا (یوں کہ ایک شہر میں قیلولہ کرتے اور انتہاء سفر پر دوسرے شہر میں رات بسر کیا کرتے اور یوں انہیں زادِ راہ اور پانی کا بوجھ اٹھانے کی ضرورت نہ ہوئی، ہم نے فرمایا) ان میں چلو راتوں اور دنوں میں امن وامان سے (نہ رات میں کچھ خوف کرو اور نہ دن میں ڈرو) تو بولے: اے ہمارے رب ہمیں سفر میں دوری ڈال (ان سفروں میں جو ہم شام کے شہر کی طرف کرتے تو ان شہروں کی جنگل بنادے تا کہ وہ سواریوں پر سوار ہو کر زادِ راہ اور پانی اٹھا کر فقراء پر فخر و بڑائی جتائیں، پس ان لوگوں نے نعمت خداوندی کی ناقدری کی) انہوں نے (کفر کر کے) خود ہی اپنا نقصان کیا تو ہم نے انہیں (اس معاملے میں بعد والوں کے لیے) کہانیاں کر دیا اور انہیں پوری پریشانی سے پراگندہ کر دیا (یعنی ہم نے انہیں بری طرح مختلف شہروں میں بکھیر دیا) بیشک اس میں (مذکورہ بیان میں) ضرور نشانیاں ہیں (یعنی سامانِ عبرت ہے) ہر بڑے صبر کرنے والے (گناہوں سے) ہر بڑے شکر کرنے والے کے لیے (نعمتوں پر) اور بیشک سچ کر دکھایا (''صـــــــدق'' مخفف و مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) انہیں (یعنی کفار کو جن میں سے سبا والے بھی ہیں) اپنا گمان ابلیس نے (وہ لوگ اغوائے شیطان کے سبب اس کی پیروی کرنے لگے) تو وہ اس کے پیچھے ہو لیے (''صدق'' مخفف ہو تو ''ظنه'' ''فی ظنه'' کے معنی میں ہے اور مشدد کی صورت میں ظنه مفعول ہے بمعنی وجده صادقا) لیکن (الا بمعنی لکن ہے) ایک گروہ کے مسلمان تھا (من المومنین میں من بیانیہ ہے، یعنی جو مسلمان تھے انہوں نے شیطان کی پیروی نہیں کی) اور شیطان کا ان پر کچھ قابو نہ تھا (یعنی شیطان کا ان پر کچھ تسلط نہ تھا) مگر اس لیے کہ ہم دیں (یعنی اس بات کو ظاہر فرما دیں) کہ کون آخرت پر ایمان لاتا ہے اور کون اس سے شک میں ہے (پھر ہم دونوں کا بدلہ دیں) اور تمہارا رب ہر چیز پر نگہبان ہے (حفیظ بمعنی رقیب ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد اتینا داود منا فضلا یجبال اوبی معه والطیر﴾۔

و: عاطفہ، لام قسمیہ، قد تحقیقیہ، اتینا: فعل بافاعل، داود: مفعول، منا: ظرف لغو، فضلا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف ''نقسم'' کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، یا: حرف نداء، جبال: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الطیر: معطوف ملکر منادی، ملکر جملہ ندائیہ، اوبی معه: فعل امر بافاعل وظرف، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿والنا له الحدید ان اعمل سبغت وقدر فی السرد﴾۔

و: عاطفہ، النا له: فعل بافاعل وظرف لغو، الحدید: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان: مصدریہ، اعمل سبغت: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، قدر فی السرد: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر ''امرناہ'' فعل محذوف کا مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واعملوا صالحا انی بما تعملون بصیرo﴾۔

و: عاطفہ، اعملوا: فعل امر بافاعل، صالحا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انی: حرف مشبہ واسم، بما تعملون بصیر: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولسلیمن الریح غدوها شهر﴾۔

و: عاطفہ، لسلیمن: ظرف مستقر فعل محذوف ''سخرنا'' کیلئے، سخرنا: فعل بافاعل، الریح: ذوالحال، غدوها: مبتدا، شهر: خبر، ملکر

جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، رواحها شهر: جملہ اسمیہ معطوف، ملکر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واسلنا له عين القطر ومن الجن من يعمل بين يديه باذن ربه﴾.

و: عاطفہ، اسلنا له: فعل بافاعل وظرف لغو، عين القطر: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "سخرنا" مقدم پر معطوف ہے، و: عاطفہ، من الجن: ظرف مستقر خبر مقدم، من: موصولہ، يعمل: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، باذن ربه: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، بين يديه: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن يزغ منهم عن امرنا نذقه من عذاب السعير٥﴾.

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، يزغ: فعل "هو" ضمیر مستتر ذوالحال، منهم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، عن امرنا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، نذقه من عذاب السعير: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿يعملون له مايشاء من محاريب وتماثيل وجفان كالجواب وقدور رسيت﴾.

يعملون له: فعل بافاعل وظرف لغو، ما: موصول، يشاء: فعل بافاعل "ه" ضمیر محذوف ذوالحال، من: جار، محاريب: معطوف علیہ، و: عاطفہ، تماثيل: معطوف اول، و: عاطفہ، جفان: موصوف، كالجواب: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف ثانی، وقدور راسيت: معطوف ثالث، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر، حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "يعمل" جملہ سے بدل واقع ہے۔

﴿اعملوا ال داود شكرا وقليل من عبادى الشكور٥﴾.

اعملوا: فعل امر بافاعل واؤ ضمیر ذوالحال، شكرا: حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ال داود: نداء، ملکر جملہ ندائیہ، و: مستانفہ، قليل: موصوف، من عبادى: ظرف مستقر صفت، ملکر خبر مقدم، الشكور: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿فلما قضينا عليه الموت مادلهم على موته الادابة الارض تاكل منساته﴾.

ف: مستانفہ، لما: ظرف فیہ شرطیہ، قضينا عليه الموت: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، مادلهم على موت: فعل نفی مفعول وظرف لغو، الا: اداۃ حصر، دابة الارض: ذوالحال، تاكل منساته: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلما خر تبينت الجن ان لو كانوا يعلمون الغيب مالبثوا فى العذاب المهين٥﴾.

ف: عاطفہ، لما: ظرف فیہ شرطیہ، خر: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، تبينت: فعل، الجن: مبدل منہ، ان: مخففه من الثقيلة با ضمیر شان "هو" محذوف، اس کا اسم، لو: شرطیہ، كانوا يعلمون الغيب: جملہ فعلیہ شرط، مالبثوا: فعل نفی بافاعل، فى العذاب المهين: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ بدل اشتمال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿لقد كان لسبا فى مسكنهم اية جنتن عن يمين وشمال﴾.

لام: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، كان: فعل ناقص، لام: جار، سبا: ذوالحال، فى مسكنهم: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، اية: مبدل منہ، جنتان: موصوف، عن يمين وشمال: ظرف مستقر صفت، ملکر بدل، ملکر اسم موخر، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿كلوا من رزق ربكم واشكروا له بلدة طيبة ورب غفور٥﴾.

کلوا: فعل امر با فاعل، من رزق ربکم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اشکروا لہ: فعل امر با فاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر قول محذوف "قیل لھم بلسان الحال" مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، بلدۃ طیبۃ: مرکب توصیفی "ھذہ" مبتدا محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، رب غفور: مرکب توصیفی "ربکم الذی رزقکم" مبتدا، محذوف کی خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاعرضوا فارسلنا علیھم سیل العرم﴾.

ف: عاطفہ، اعرضوا: فعل ماضی با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ارسلنا علیھم: فعل با فاعل وظرف لغو، سیل العرم: مفعول بہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وبدلنھم بجنتیھم جنتین ذواتی اکل خمط واثل وشیء من سدر قلیلo﴾.

و: عاطفہ، بدلنھم: فعل با فاعل ومفعول، بجنتیھم: ظرف لغو، جنتین: موصوف، ذواتی: مضاف، اکل خمط: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اثل: معطوف، و: عاطفہ، شیء: موصوف، من سدر: ظرف مستقر صفت اول، قلیل: صفت ثانی، ملکر معطوف ثانی، ملکر مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ذلک جزینھم بما کفروا وھل نجزی الا الکفورo﴾.

ذلک: مفعول مقدم، جزینھم: فعل با فاعل ومفعول، بما کفروا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ھل: استفہامیہ بمعنی نفی، نجزی: فعل با فاعل، الا: اداۃ حصر، الکفور: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجعلنا بینھم وبین القری التی برکنا فیھا قری ظاھرۃ﴾.

و: عاطفہ، جعلنا: فعل با فاعل، بینھم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بین: مضاف، القری: موصوف، التی برکنا فیھا: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر معطوف، ملکر ظرف، قری ظاھرۃ: مرکب توصیفی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقدرنا فیھا السیر سیروا فیھا لیالی وایاما امنینo﴾.

و: عاطفہ، قدرنا فیھا: فعل با فاعل وظرف لغو، السیر: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، سیروا: فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال، امنین: حال، ملکر فاعل، فیھا: ظرف لغو، لیالی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ایاما: معطوف، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فقالوا ربنا بعد بین اسفارنا وظلموا انفسھم فجعلنھم احادیث ومزقنھم کل ممزق﴾.

ف: عاطفہ، قالوا: قول، ربنا: نداء، بعد: فعل امر با فاعل، بین اسفارنا: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ، ظلموا انفسھم: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ "قالوا" پر معطوف ہے، ف: عاطفہ، جعلنھم: فعل با فاعل ومفعول، احادیث: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، مزقنھم: فعل با فاعل ومفعول، کل ممزق: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لایت لکل صبار شکورo﴾.

ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، ایت: موصوف، لکل صبار شکور: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد صدق علیھم ابلیس ظنہ فاتبعوہ الا فریقا من المؤمنینo﴾.

و: مستانفہ، لام قسمیہ، قد تحقیقیہ، صدق علیھم: فعل وظرف لغو، ابلیس: فاعل، ظنہ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ مستانفہ، ف: عاطفہ، اتبعوا: فعل ماضی واؤ ضمیر مستثنی منہ، الا: اداۃ

استثناء، فریقا: موصوف، من المومنین: ظرف مستقر صفت، ملکر مستثنی، ملکر فاعل، ہ: ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما کان لہ علیھم من سلطن الا لنعلم من یومن بالاخرۃ ممن ھو منھا فی شک﴾۔

و: عاطفہ، ما: نافیہ، کان: فعل ناقص، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، علیھم: ظرف مستقر حال مقدم، من: زائد، سلطن: ذوالحال، ملکر اسم مؤخر، الا: اداۃ حصر، لام: جار، نعلم: فعل با فاعل، من یومن بالاخرۃ: موصول صلہ، ملکر مفعول، من: جار، من: موصولہ، ھو: مبتدا، منھا: ظرف مستقر حال مقدم، شک: ذوالحال، ملکر مجرور، فی: جار، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وربک علی کل شیء حفیظ٥﴾۔

و: عاطفہ، ربک: مبتدا، علی کل شیء حفیظ: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت داؤد علیہ السلام پر انعام وفضل:

۱...... حضرت داؤد علیہ السلام پر فضل ہونے میں نُو اقوال ہیں: (۱)...... نبوت عطا فرما کر فضل کیا، (۲)...... زبور مقدس عطا فرمائی، (۳)...... علم عطا فرمایا، اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿ولقد اتینا داؤد وسلیمان علما اور ہم نے داؤد وسلمان کو علم عطا فرمایا (النمل: ۱۵)﴾، (۴)...... قوت عطا فرمائی، اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿واذکر عبدنا داؤد ذا الاید ہمارے بندے داؤد قوت والے کو یاد کرو (ص: ۱۷)﴾، (۵)...... پہاڑوں اور انسانوں کو ان کے لئے مسخر کردیا، اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿یجبال اوبی معہ اے پہاڑوں اس کے ساتھ اللہ کی جانب رجوع کرو (سبا: ۱۰)﴾، (۶)...... توبہ کی قبولیت، فرمان مقدس عزوجل ہے: ﴿فغفرنا لہ ذلک اور رجوع لایا تو ہم نے اسے یہ معاف کردیا (ص: ۲۵)﴾، (۷)...... عدل کرنے والا بنایا، فرمان عزوجل ہے: ﴿یاداؤد انا جعلنک خلیفۃ فی الارض اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا (ص: ۲۶)﴾، (۸)...... لوہے کو نرم کردینا، فرمان مقدس عزوجل ہے ﴿والنا لہ الحدید اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کیا (سبا: ۱۰)﴾، (۹)...... اچھی آواز اور اچھی صورت وشکل، فرمان مقدس عزوجل ہے: ﴿یزید فی الخلق ما یشاء بڑھاتا ہے مخلوق میں جو چاہے (فاطر: ۱)﴾۔ (القرطبی، الجزء: ۲۲، ص ۲۳۵)

حضرت داؤد علیہ السلام کا پیشہ:

۲...... حضرت داؤد علیہ السلام کا پیشہ لوہے کی زرہیں بنانا تھا، لوہا ان کے ہاتھ میں شمع کی مانند تھا، یہ قول ابن عباس کا ہے۔ حسن کہتے ہیں کہ لوہا ان کے ہاتھ میں آٹے کی مانند تھے پس وہ اس پر بغیر آگ سے گرم کئے کام کرلیتے تھے۔ سدی کہتے ہیں ان کے ہاتھ میں لوہا چکنی مٹی، گندھے ہوئے آٹے اور شمع کی مانند تھے اور جیسے چاہتے زرہیں بنالیتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام دن ورات میں زرہیں بناتے اور اس کی قیمت ہزار درہم ہوتی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ لوہا ان کے ساتھ اللہ کی حمد کرتا تھا، اور اس کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام کو بنی اسرائیل کا بادشاہ کیا گیا تو ان سے ایک فرشتہ انسانی شکل میں ملا، حضرت داؤد علیہ السلام رات میں بھیس بدل کر رعایا کی خبر لیتے، آپ علیہ السلام نے فرشتے سے اپنی سیرت وخصلت کے بارے میں پوچھا تو فرشتے نے کہا ویسے تو سب صحیح ہے لیکن یہ شخص بیت المال سے کھاتا ہے، اگر اپنے ہاتھ سے کما کر کھائے تو اس کے لئے بڑی فضیلت کی بات ہوگی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ سے دعا فرمائی کہ اللہ اسے ایسا پیشہ سکھادے جو اس کے لئے آسان بھی ہو، پس انہیں زرہیں بنانے کا علم دیا گیا، جس کا بیان سورۃ الانبیاء میں بھی کیا گیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام دن رات میں ایک زرہ بناتے جس کی قیمت ایک ہزار درہم ہوتی، یہاں تک کہ آپ کی صنعت

خوب ترقی کرگئی اورآپ نے اس سے فقراء ومساکین میں خرچ کرنا شروع کردیا۔پس ایک تہائی مال مسلمانوں کی فلاح وبہبود کے لئے خرچ کرتے۔آپ سب سے پہلے زرہیں بنانے والے تھے۔ (القرطبی، الجزء:۲۲، ص ۲۳۶)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک دن ورات کا سفر:

۳...... سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لئے اللہ نے ہوا کوتابع کردیا تھا،ایک ماہ کی مسافت دن اوراتنی ہی مسافت رات میں طے فرماتے،حسن بصری کہتے ہیں ہواان کے تخت کودمشق سے اصطخر میں کچھ ہی دیر میں پہنچا دیتی اوراسی طرح شام میں اصطخر سے کابل کا سفرطے ہوجاتا۔اسی طرح اللہ نے تانبے کوحضرت سلیمان علیہ السلام کے بس میں کردیالوگ اس کی مدد سے صنعتی کام میں مشغول رہتے، جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے عمارات بنانے کے امور میں مصروف ہوتے اور یہ سب امور حضرت سلیمان کی مرضی سے ہوتےاورجنات میں سے کام چوری کرنے والاآگ کےعذاب میں مبتلا کردیا جاتا۔ (الخازن، ج۳، ص ۴۴۳)

روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب تخت پر بیٹھتے تھےتوان کے اردگرد چارسوکرسیاں ہوتی تھیں،جن پرآگے معزز انسان بیٹھتے تھےاوران کے پیچھے عام انسان بیٹھتے تھے،اوران کے بعد جنات کے سردار ہوتے تھے،بعدمیں عام جنات،ہرکرسی پرایک پرندہ ہوتا تھاجس کے سپردکوئی کام ہوتا تھا،ہواتخت کواٹھاتی اور پرندے ان پرسایہ کرتے تھے،صبح کووہ بیت المقدس سے اصطخر (شیراز سے بارہ فرسخ دورایک اہم شہر) کی طرف جاتے تھے،ابن زید نے کہاوہ شام عراق کی طرف جاتے تھے،اوربھی روایات ہیں۔

(القرطبی، الجزء:۲۲، ۲۳۸)

☆...... جس طرح ہواحضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر کردی گئی اسی طرح سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روئے زمین کودیکھنا مسخر کردیا گیا جب آپ کسی چیز کودیکھنا چاہتے تووہ چیز آپ کے سامنے آجاتی تھی جیسا کہ جب مشرکین نے آپ سے مسجد اقصی کے متعلق سوالات کرنا شروع کئے تواللہ نے بیت المقدس آپ کے سامنے کردیا۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: اسری بعبده، رقم: ۴۷۱۰، ص ۸۱۴)

حضرت سلیمان علیہ السلام وداؤد علیہ السلام کے فضائل کا تقابلی جائزہ:

۴...... جاننا چاہیے کہ اللہ نے حضرت داؤدوسلیمان علیہما السلام کے حق میں تین تین فضائل کاذکرکیا،(۱)......پس پہاڑکوحضرت داؤد علیہ السلام کے لئے مسخر کردیااورہواکوحضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہواکومسخر کردیا،اوریہ اس لئے کہ بھاری پرہلکی چیزکومسخر کردیا کیونکہ جب حرکت ہوتوبھاری چیز اپنی جگہ قائم رہےاورہلکی چیز حرکت کرجائے۔لیکن پہاڑآدمی سےاورآدمی ہواسے بھاری ہوتا ہے پس اللہ نے بھاری کوہلکی کے ساتھ کردیا یعنی پہاڑکوداؤد کے ساتھ کردیا جیسا کہ ہم نے فرمایا:﴿اوبی﴾یعنی پہاڑحضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ رجوع (سیر) کرتے اورسلیمان علیہ السلام اوران کالشکر ہواؤں کے ساتھ سیر کرتے۔(۲)...... پرندے اورجنات،یہ دونوں انسان کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتے،پس پرندے انسانوں سےاورانسان جنات سے دوربھاگتے ہیں،اورانسان جنات کی جگہوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں،اورجن ہمیشہ انسان کوشکارکرنے کی کوشش کرتے ہیں اورانسان پرندوں کوشکارکرنے کی کوشش کرتے ہیں اوراللہ نے پرندوں کوحضرت داؤد علیہ السلام سے مانوس کردیا کہ پرندے ان سے دورنہیں بھاگتے تھےاوراسی طرح جن حضرت سلیمان علیہ السلام سے دور نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کی خدمت میں لگے رہتے تھے۔(۳)......حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تانبااورحضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا قابومیں کردیا۔ (الرازی، ج۹،ص ۱۹۸)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات:

۵...... قضاء:حکم،فصل،موت سارے ہی قوت حساسیہ کے زوال کوکہتے ہیں،یعنی جب ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی

موت کا فیصلہ کیا تو ہم نے انہیں دنیا سے دور کر دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام تخت پر عصاء کے ذریعے ٹیک لگائے جلوہ فرما تھے، جنات مختلف مشکل و کٹھن کاموں میں مصروف بیت المقدس کی تعمیر میں لگے ہوئے تھے، اگر انہیں غیب کا علم ہوتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا علم ضرور ہو جاتا اور ایک سال گزر جانے پر بھی انہیں معلوم نہ ہوا تا ہم دیمک نے لکڑی کو کھانا شروع کر دیا جس کے باعث لکڑی کھوکھلی ہوگئی اور ان کا جسم مبارک زمین پر تشریف لے آیا۔ جنات کو علم اسی وقت ہوا جب ان کا جسم اقدس زمین پر تشریف لے آیا۔

(روح البیان، ج۷، ص ۳۲۸ وغیرہ)

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے فرزند ارجمند ہیں، انہیں بھی نبوت و مملکت عطا ہوئی، مال وراثت نہ ملا کیونکہ حضرات انبیائے کرام کی وراثت مال نہیں ہوتی، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''ہم مال وراثت میں نہیں چھوڑتے ہم جو بھی چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے''۔ ایک حدیث میں یوں بھی ہے کہ: ''ہم حضرات انبیائے کرام مالی وراثت نہیں چھوڑتے''، صادق و امین آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جس طرح لوگ مال و دولت چھوڑ جاتے ہیں ہم حضرات انبیائے کرام ایسا نہیں کرتے، ہمارا مال فقراء اور محتاجوں کا ہوتا ہے خاص اقرباء کے لئے نہیں ہوتا، کیونکہ حضرات انبیائے کرام کے لئے دنیا تنگ اور حقیر ہوتی ہے جیسا کہ انہیں وصف نبوت و فضیلت کے ساتھ خاص کر کے بھیجا جاتا ہے''۔ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولیاں جان لیتے تھے، اللہ عزوجل نے حضرت سلیمان علیہ السلام پر بہت نوازشات کیں، انہیں نبوت، بادشاہت، آلات حرب، کثرت احباء، لشکر، قافلے، جنات و انسان کی جماعتیں، پرندے، وحشی جانور، علم و فہم، بولنے اور نہ بولنے والے جانوروں کی بولیاں سکھادیں۔ زہری کے مطابق آپ علیہ السلام نے باون سال زندگی گزاری اور چالیس سال حکومت کی، جب کہ ابن عباس نے آپ علیہ السلام کی حکومت کی مدت بیس سال بیان کی ہے۔

(البدایة والنہایة، قصة سلیمان بن داؤد، الجزء الثانی، ج۱، ص ۳۸۹ وغیرہ)

مفسرین کرام و تمام تاریخ دانوں نے لکھا ہے کہ ایک سال تک جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے وفات پا جانے کا علم ہی نہ ہوا، ثابت ہوا کہ جنات علم غیب نہیں جانتے۔ دوسرے یہ کہ ایک سال تک حضرت سلیمان علیہ السلام وفات پا جانے کے بعد بھی اپنے تخت/مسند پر تشریف فرما رہے لیکن ان کے جسم مبارک میں کوئی تغیر نہ ہوا۔ پتہ چلا کہ نبی اور اللہ کے دیگر برگزیدہ کے اجسام کو اللہ گلنے سڑنے سے محفوظ رکھتا ہے۔

قوم سبا کا تاریخی و جغرافیائی پس منظر:

۵......اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿لقد کان لسبا فی مسکنهم اية جنتن عن يمين و شمال بیشک سبا کے لئے ان کی آبادی میں نشانی تھی دو باغ داہنے اور بائیں (سبا: ۱۵)﴾۔ اس آیت کی شرح میں مفتی نعیم الدین مراد آبادی فرماتے ہیں کہ سبا عرب کا ایک قبیلہ ہے جو کہ اپنے جد کے نام سے مشہور ہے اور وہ جد سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان ہے، اور حدودِ یمن میں واقع علاقہ ہے۔ (خزائن العرفان، حاشیہ نمبر ۴۰، ۴۱)

اب ہم موضوع کی طرف آتے ہیں کیونکہ پہلے ہم نے معتبر تفسیر سے واضح کر دیا کہ قوم سبا کے علاقے کو موجودہ دور میں یمن کا علاقہ کہا جاتا ہے۔ تاہم تاریخی نقطۂ نگاہ سے لکھنے والوں نے لکھا ہے کہ اگر ہم جغرافیائی اعتبار سے جزیرۂ عرب کے جنوب مغربی حصے کی طرف نگاہ ڈالیں تو آخر میں ایک علاقہ مثلث شکل میں نظر آتا ہے۔ جس کے مشرقی ضلع میں بحیرۂ عرب کا ساحل اور مغربی ضلع میں بحیرۂ احمر کا ساحل ہے۔ اور ظہران جو کہ (مغرب) میں واقع ہے سے حضر موت (جو کہ مشرق میں واقع ہے) تک کھچے جانے والے خط کو مثلث کا تیسرا ضلع قرار دیا جاتا ہے۔ ان حدود میں جو علاقہ ہے اُسے قدیم زمانے سے یمن کہا جاتا ہے۔ اس علاقے میں پانی کی

فراوانی اور مسلسل بارش کی وجہ سے کاشتکاری اچھی اور آبادی زیادہ رہی ہے۔ اس وجہ سے یہ علاقہ شمالی اور مرکزی جزیرۂ عرب سے قابل قیاس نہیں ہے۔ جیسا کہ معلوم ہے کہ ایک بڑی آبادی کے لئے جائے سکونت کی ضرورت پڑتی ہے اور اسی وجہ سے قصبے اور شہر بنتے ہیں۔ جو حکومتیں ان علاقوں میں بنی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱)......حکومت معین: یہ حکومت ۸۵۰ ق م سے ۴۰۰ ق م تک رہی اور حکومت سبا کے تسلط پر ختم ہوئی۔

(۲)......حکومت حضرموت: جو ۶۵ ق م عیسوی سے قبل شروع ہوئی اور ۲۰ء کے بعد تک باقی رہی اور حکومت سبا کے مسلط ہونے کے بعد ختم ہوئی۔ (۳)......حکومت سبا: ۱۱۵ ق م سے لے کر ۸۵۰ ق م تک برسر اقتدار رہی اور حمیری سبا وریدان کے برسر اقتدار آنے تک بکھر گئی۔

(۴)......حکومت قتبان: ۵۴۰ ق م سے لے کر ۸۶۵ ق م تک برقرار رہی اور حکومت سبا کے آتے ہی نابود ہوگئی۔ (۵)......حکومت سبا وریدان: حضرموت اور اطراف یمن کے جن بادشاہوں کے سلسلہ کو ''تبع'' کہا گیا ہے، ان کی حکومت سال ۱۱۵ ق م سے پہلے شروع ہوئی ۵۲۳ء تک برقرار رہی اور اس کی راجدھانی ''ظفار'' تھی۔ (یہ مواد انٹرنیٹ سے حاصل کیا گیا ہے)

اغراض:

وکتابا: سے مراد زبور شریف ہے۔ **فکان فی یدہ کالعجین:** یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہوتا بغیر کسی آگ یا دیگر دھات کے استعمال کے۔

فاجازیکم علیہ: یعنی خیر کے کاموں کا اجر خیر کے ساتھ اور شر کے کاموں کا اجر شر کے ساتھ مراد ہے۔

سخرنا: اللہ کے فرمان: ﴿وسخرنا لہ الریح تجری بامرہ﴾ کی تصریح کا ارادہ کرتے ہوئے مفسر نے سخرنا فرمایا۔

فاجریت ثلاثۃ ایام: یعنی تانبا تین دن ورات میں ایک ہی مرتبہ جاری ہوا، یا ہر ماہ میں تین دن جاری ہوا۔

مما اعطی سلیمان: یعنی سلیمان لوگوں کے لئے تانبے کو بطور کرامت استعمال فرماتے، ان سے پہلے تانبا کسی کے لئے آگ یا کسی اور چیز سے نرم نہ ہوا تھا۔ **بان یضربہ ملک:** اللہ نے جنات کے سردار کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے موکل کر دیا تھا، جس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہوا کرتا تھا اور جو بھی شخص حضرت سلیمان علیہ السلام کی بات نہ مانتا تو وہ جن سردار اسے وہ کوڑا مارتا جس سے وہ جل کر مرجاتا۔ **ابنیۃ مرتفعۃ:** یعنی مساجد وغیرہا، اس کا نام محاریب اس لئے رکھا کہ اس میں رہنے والا مدمقابل سے اسی کی وجہ سے حمایت حاصل کرتا ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ محاریب سے مخصوص قسم کی مساجد کے محراب مراد ہیں، لیکن زیادہ نزدیک ترین قول اول ہی ہے جو مفسر نے بیان کیا ہے، اور یہاں وہ طاق مراد نہیں ہیں جس میں امام کھڑا ہوا کرتا ہے اور یہ طاق تو زمانہ نبوی کے بعد ناپید ہو چکے ہیں اور انہیں محاریب کا نام اس لئے بھی دیا گیا کہ بلند ہوا کرتے ہیں اور خاص ائمہ کے لئے ہوا کرتے ہیں۔

ولم یکن اتخاذ الصور حراما: اس اعتراض کا جواب ہے کہ اتخاذ صوری حرام ہے؟ اگر واقعی ایسا ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ایسا کرنا کیسے ثابت ہوا؟ جان لیں کہ ابتدائے اسلام میں اتخاذ صوری اچھے مقصد کے لئے کیا جاتا تھا پھر جب بُرا مقصد شامل ہونے لگا اور اللہ کو چھوڑ دوسرے کی بندگی اس میں شامل ہونے لگی تو اللہ نے بندوں پر حرام فرما دیا۔

وھی حوض کبیر: اسے جابیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں بہت سا پانی جمع ہوتا تھا۔

حتی اکلت الارضۃ عصاہ: یعنی جنات کو جب معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور یہ خبر انہیں زمینی کیڑے (دیمک) کے عصا مبارک چاٹ لینے سے ہوئی تو خوش ہوئے اور شکر کا سانس لیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے خوف سے انتہائی جانفشانی سے بیت المقدس کی تعمیر میں مصروف تھے پس وہ پانی اور مٹی سخاوت دکھاتے ہوئے لائے اور بولے: اگر تم پانی اور کھانا

کھالوتو ہم (اور بھی) تمہارے پاس لائیں گے۔
بحساب: پس جنات نے آپ کی موت کا حساب لگانا چاہا، پس اسی غرض سے انہوں نے ایک لکڑی زمین پر رکھی جو ایک دن رات میں کھالی گئی، پس انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے موت کے وقت کو گمان کرلیا اور وہ آپ کے وصال کے سن کو جان گئے۔
سمیت باسم جد لھم: مراد سبا بن حوشب جیم مضمومہ کے ساتھ یعرب بن قحطان کا بیٹا، روایت ہے کہ ایک شخص نے سید عالم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں سوال کیا: سبا کیا ہے؟ زمینی جگہ کا نام یا کسی عورت کا نام؟ فرمایا: ''نہ تو کسی زمینی علاقے کا نام ہے اور نہ ہی کسی عورت کا نام ہے بلکہ ایک آدمی ہے جس نے عرب میں دس سال گزارے، چھ سال یمن میں رہا اور لوگ بھی اس سے امن میں رہے اور چار سال شام میں رہائش پذیر ہوا اور لوگ اس سے بُرا شگون لیتے تھے، اور وہ اُسے سُست، جذامی، گہری سوچ والا گمان کرکے شگون لیتے اور جس وقت وہ چھ سال یمن میں رہا اس وقت ازد، اشعری، حمیر، کندہ، مذحج اور انمار (اس سے) امن میں رہے، پوچھا یا رسول اللہ انمار سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: ''جو شیر دل ہوا کرتے تھے''۔ اس قصے سے امتِ محمدیہ کو نصیحت حاصل کرنا مقصود ہے کہ وہ غور وخوض کریں اور اللہ کی نعمتوں کا شکر بجالائیں کہ ان کے لئے وہ کچھ حلال ہوا جو ان سے پہلے والوں کے لئے حلال نہ ہوا تھا۔
بالیمن: یعنی یمن وسبا کے مابین تین دن کی راہ تھی۔ وقیل لھم: یعنی حضرات انبیائے کی بزبان، کیونکہ اللہ نے اس قوم پر (مختلف ادوار میں) تیرہ نبی بھیجے، جو انہیں توحید کی دعوت اور اللہ کی نعمتوں کا شکر یاد دلاتے رہے، اور یہ اجازت واباحت پر مبنی حکم تھا۔
عن شکرہ: یعنی اللہ کا شکر اور رسول کی اطاعت نہ کی، روایت میں ہے کہ اللہ نے تیرہ رسل بھیجے جنہوں نے انہیں توحید اور نعمتوں کے شکر ادا کرنے کی دعوت دی اور عذاب سے ڈرایا، پس لوگوں نے جھٹلایا اور بولے: ہم اللہ کی نعمتوں کا ادراک نہیں رکھتے، پس اگر چاہیں تو ان نعمتوں کو ہم سے روک دیں اور قوم کا سردار حمار کے لقب سے مشہور تھا، جس کا بیٹا مرچکا تھا، اس نے کفر کرتے ہوئے آسمان کی جانب سر اٹھا کر تھوکا، اور وہ زمین کے ہر خطے پر کفر کرتا گیا اور اس کا انجام قتل کے ذریعے موت ہوئی۔
وھو ما یمسک الماء من بناء وغیرہ: مراد وہ وادی ہے جو زمین سے اوپر بلندی پر مثل پہاڑ کے تھی، پس بلقیس نے وادی کو چٹان وغیرہ سے روک لگادی تھی، اور تین دروازے بھی بنائے گئے تھے جن میں سے ہر ایک دوسرے سے بلند تھا، پانی پہاڑ کی چوٹیوں سے ہر جانب سے رِس کر یہیں آتا، پس پہلے وادی کا بالائی، پھر متوسط اور پھر نچلا درجہ سیراب ہوتا، پس ﴿العرم﴾ سے مراد یہی آڑ ہے۔
مفرد علی الاصل: ذواتی کی اصل ذویۃ ہے، پس یاء متحرک ماقبل فتح دے کر الف لائے تو ذوات ہوگیا، پھر واو کو تخفیف کی وجہ سے حذف کردیا گیا، پس اس کی تثنیہ دو وجوہ کی بناء پر ہوسکتی ہے یا تو اصل کے اعتبار سے مثلاً ذواتان یا عارض کی وجہ سے جیسے ذاتان
مر بشع: مراد کانٹے دار درخت ہے۔
ای ما یناقش الی ھو: یعنی سزا دینے، دقت سے حساب لینے اور ہر گناہ کا مواخذہ کرنے پر حصر کیا گیا ہے، پس مطلق دیکھا جائے تو مومن وکافر سب ہی کو جزا دی جائے گی تاہم مومن کے ساتھ فضل اور کافر کے ساتھ عدل کا معاملہ کیا جائے گا۔
ولا یحتاجون فیہ الی حمل زاد وماء: یعنی یمن اور وادی سبا کے مابین بھوک، پیاس اور خوف کے خیال سے بے پرواہ ہوکر سفر کرتے ہیں، چار ماہ کے سفر کے بعد بھی جب کوئی اپنے باپ کے قاتل سے ملتا ہے تو حق ادا کرنے سے باز نہیں رہتا۔
علم ظھور: ﴿لنعلم﴾ میں لام عاقبت کا ہے نہ کہ تعلیل کا، آیت کا معنی یہ ہے کہ شیطان پر گمراہی کی ایجاد کا وبال نہیں ہے بلکہ ہم (اللہ وحدہ لاشریک لہ) ہدایت وگمراہی کی ایجاد کرنے والے ہیں، اور ہماری حکمت شیطان پر گمراہی مسلط کرنے کے ذریعے ہے تاکہ ہمارے بندوں میں (نیک وبد ہونے کا) فرق ہوجائے اور کفر وایمان واضح ہوجائے جس کے خالق ہم ہی ہیں، پس جو جس کی پیروی

کرے، پس اس میں اس بات پر علامت ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہے، پس غور کرو۔
رقیب: یعنی اللہ ابلیس کو لوگوں کو گمراہ کرنے سے روکنے پر قادر ہے، وہ ابلیس کے ہر وار کو جانتا ہے جو وہ اُسکے بندوں پر کرتا ہے۔
(الصاوی، ج۵،ص۵۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۹

﴿قل﴾یا مُحمدُ لِکُفّارِ مَکةَ﴿ادعوا الذین زعمتم﴾اَی زَعمتُموھُم آلِھةً﴿من دون الله ج﴾اَی غیرِہٖ لِیَنفَعُوکم بزَعمِکُم قالَ تعالی فِیهِم﴿لا یملکون مثقال﴾وَزنَ﴿ذرۃ ﴾مِن خَیرٍ اَو شَرٍ ﴿فی السموت ولا فی الارض وما لھم فیھما من شرک﴾شِرکَۃٍ ﴿وما له﴾تعالی﴿منھم﴾مِنَ الْاٰلِھَۃِ﴿من ظھیر (۲۲)﴾مُعِینٍ﴿ولا تنفع الشفاعۃ عندہ﴾تعالی رَدًّا لِقَولِھِم اَنَّ آلِھَتَھُم تُشفِعُ عِندَہٗ﴿الا لمن اذن﴾بِفتحِ الھَمزَۃِ وَضَمِّھا﴿لہ﴾فِیھا﴿حتی اذا فزع﴾بِالبِناءِ لِلفَاعِلِ ولِلمَفعُولِ ﴿عن قلوبھم ﴾کُشِفَ عَنھَا الفَزَعُ بِالْاِذْنِ فِیھا﴿قالوا﴾قَالَ بَعضُھُم لِبَعضٍ اِستِبشَارًا﴿ماذا قال ربکم﴾فِیھا﴿قالوا ﴾القَولَ ﴿الحق﴾اَی قَد اَذِنَ فِیھا﴿وھو العلی﴾فَوقَ خَلقِہٖ بِالقَھرِ ﴿الکبیر (۲۳)﴾العَظِیمِ﴿قل من یرزقکم من السموت﴾المَطَرِ﴿والارض﴾النَّبَاتِ﴿قل الله لا﴾اِن لَم یَقُولُوہُ لَا جَوابَ غَیرُہٗ﴿وانا او ایاکم﴾اَی اَحَدِ الفَرِیقَینِ﴿لعلی ھدی او فی ضلل مبین (۲۴)﴾بَیِّنٍ فِی الْاِبْھامِ تَلَطُّفٌ بِھِم دَاعٍ اِلَی الْاِیْمانِ اِذَا وُفِّقُوا﴿قل لا تسئلون عما اجرمنا﴾اَذْنَبْنَا﴿ولا نسئل عما تعملون (۲۵)﴾لِاَنَّا بَرِیئُونَ مِنکُم ﴿قل یجمع بیننا ربنا﴾یَومَ القِیامَۃِ﴿ثم یفتح﴾یَحکُمُ﴿بیننا بالحق ط﴾فَیُدخِلُ المُحِقِّینَ الجَنۃَ والمُبطِلِینَ النارَ ﴿وھو الفتاح﴾الحَاکِمُ﴿العلیم (۲۶)﴾بِمَا یَحکُمُ بِہٖ﴿قل ارونی﴾اَعلِمُونِی﴿الذین الحقتم بہ شرکاء﴾فِی العِبَادَۃِ ﴿کلا ط﴾رَدعٌ لَھُم عَنْ اِعتِقَادِ شَرِیکٍ لَہٗ﴿بل ھو الله العزیز﴾الغَالِبُ عَلٰی اَمرِہٖ﴿الحکیم (۲۷)﴾فِی تَدبِیرِہٖ لِخَلقِہٖ فَلَا یَکُونُ لَہٗ شَرِیکٌ فِی مُلکِہٖ﴿وما ارسلنک الا کافۃ﴾حَالٌ مِنَ النَّاسِ قُدِّمَ لِلاِھتِمَامِ بِہٖ ﴿للناس بشیرا﴾مُبَشِّرًا لِلمُومِنِینَ﴿ونذیرا﴾مُنذِرًا لِّلکَافِرِینَ بِالعَذَابِ ﴿ولکن اکثر الناس﴾اَی کُفَّارُ مَکۃَ﴿لا یعلمون (۲۸)﴾ذلک﴿ویقولون متی ھذا الوعد﴾بِالعَذَابِ﴿ان کنتم صدقین (۲۹)﴾فِیہِ﴿قل لکم میعاد یوم لا تستأخرون عنہ ساعۃ ولا تستقدمون النصف (۳۰)﴾عَلَیہِ وھوَ یَومُ القِیٰمۃِ.

﴿ترجمہ﴾

تم فرماؤ (اے حبیب ﷺ کفار مکہ سے) پکارو انہیں جنہیں اللہ کے سوا (دون بمعنی غیر ہے) سمجھے بیٹھے ہو (کہ وہ تمہیں تمہارے گمان کے مطابق نفع پہنچا سکیں (زعمتم کا مفعول بہ ھم ضمیر محذوف ہے، دراصل زعمتموھم ہے، اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے) وہ تو ذرہ بھر (مثقال کے معنی وزن ہے، برائی اور بھلائی) کے مالک نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ان کا ان دونوں میں کچھ حصہ (شرک بمعنی شرکۃ ہے) اور نہ اس کا (یعنی اللہ ﷻ کا) ان میں سے (ان باطل خداؤں میں سے) کوئی مددگار (ظھیر بمعنی معین ہے

)اوراس کے(یعنی اللہ ﷻ کے)پاس شفاعت کام نہیں دیتی(یہ کفار کے اس قول کے رد کے لیے ہے کہ ان کے خدا ان کی شفاعت کرسکیں......۱......)مگر جس کے لیے وہ اذن فرمائے(اذن کو معروف ومجہول دونوں طرح پڑھا گیا ہے)یہاں تک کہ جب اذن دیکر ان کے دلوں کی گھبراہٹ دور کردی جاتی ہے......۲......(یعنی شفاعت کی اجازت دیکر ان کے دلوں سے گھبراہٹ وخوف دور کردیا جائے گا،فـزع معروف ومجہول دونوں طرح پڑھا گیا ہے)کہتے ہیں(خوشخبری سناتے ہوئے ایک دوسرے کو)تمہارے رب نے کیا بات فرمائی ہے(شفاعت کے بارے میں)وہ کہتے ہیں حق(بات)فرمائی اس نے شفاعت کرنے کی اجازت دے دی ہے اور وہی بلندائی(مخلوق پر غلبہ رکھنے والا)عظمت والا(کبیــر بمعنی عــظــیــم ہے)تم فرماؤ:کون ہے جو تمہیں روزی دیتا ہے آسمانوں سے(بصورت بارش)اور زمین سے(بصورت نباتات)تم خود ہی فرماؤ اللہ(اگر کفار اس کا جواب نہ دیں،کیونکہ اس بات کا فقط یہی جواب ہے)اور بیشک ہم یا تم(یعنی ہم میں سے ایک فریق تھا)یا تو ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں(مبین بمعنی بین ہے،یہاں بصورت ابہام کلام کو ذکر کرنے میں ان پر لطف ومہربانی ہے جو ایمان کی دائی ہیں جب کہ وہ اس پر واقف ہونگے)تم فرماؤ ہم نے تمہارے گمان میں اگر کوئی جرم کیا ہمارے جرم کی تم سے پوچھ کچھ نہیں(اجـرمـنـا بمعنی اذنبنـا ہے)نہ تمہارے کرتوتوں کا ہم سے سوال(کیونکہ ہم اس سے بری ہیں)تم فرماؤ(بروز قیامت)ہمارا رب ہم سب کو جمع فرمائے گا پھر ہم میں سچا فیصلہ فرمادے گا(اھل حق کو جنت اور اھل باطل کو دوزخ میں داخل فرماکر،یـفـتـح بمعنی یـحـکـم ہے)اور وہی ہے درست فیصلہ کرنے والا(الـفـتـاح بمعنی الحاکم ہے)اور علم رکھنے والا(اپنے فیصلے کا)تم فرماؤ مجھے بتاؤ(ارونی بمعنی اعلمونی ہے)وہ شریک جو تم نے اس سے ملائے ہیں ہشت(اللہ ﷻ کا شریک ماننے کے لئے عقیدے کی تردید کے لیے ان کو جھاڑا گیا ہے)بلکہ وہی ہے اللہ غالب(اپنے کاموں پر)اور حکمت والا(اس تدبیر میں جو اپنی مخلوق سے حکم فرماتا ہے پس اس کے ملک میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں ہے)اور اے محبوب ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے......۳......("کـافـة" الـنـاس سے حال ہے،اسکی تمام شان کے لیے مقدم ذکر کیا گیا ہے)خوشخبری دیتا(ایمان لانے والوں کو جنت کی)اور ڈرسناتا(کافروں کو دوزخ کا،بشیـرا بمعنی مبشـرا اور نـذیـرا بمعنی مـنـذر ہے)لیکن بہت لوگ(یعنی کفار مکہ اس کو)نہیں جانتے اور کہتے ہیں یہ(عذاب کا)وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو(اس وعدے میں)تم فرماؤ تمہارے لیے ایک ایسے دن کا وعدہ ہے جس سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکو اور نہ آگے بڑھ سکو(اس سے،اور وہ قیامت کا دن ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل ادعوا الذین زعمتم من دون اللہ﴾.

قل: قول،ادعوا:فعل امر بافاعل،الـذین:موصول،زعـمـتـم:فعل بافاعل "ھم" ضمیر محذوف مفعول اول،من دون اللہ:ظرف مستقر "الھة" محذوف کی صفت،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿لا یملکون مثقال ذرة فی السموت ولا فی الارض﴾.

لایملکون: فعل نفی بافاعل،مثقال ذرة:مفعول،فی السموت: جار مجرور معطوف علیہ،و:عاطفہ،لا:نافیہ،فی الارض:جار مجرور معطوف،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ومالھم فیھما من شرک وماله منھم من ظھیرo﴾.

و: عاطفہ،ما:نافیہ،لھم:ظرف مستقر خبر مقدم،فیھما:ظرف مستقر حال مقدم،من: جار زائد،شرک :ذوالحال،ملکر مبتدا موخر،ملکر

جملہ اسمیہ ہو:عاطفہ،ما:نافیہ،لہ:ظرف مستقر خبر مقدم،منھم :ظرف مستقر حال مقدم،من:زائد،ظھیر:ذوالحال،ملکر مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا تنفع الشفاعة عنده الا لمن اذن له﴾.

و:مستانفہ،لاتنفع الشفاعة:فعل نفی وفاعل،عنده:ظرف،الا:اداۃ حصر،لام:جار،من اذن له:موصول صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿حتى اذا فزع عن قلوبهم قالوا ماذا قال ربكم﴾.

حتی:جار،اذا:ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،فزع عن قلوبھم:فعل با نائب الفاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط،قالوا:قول،ما:استفہامیہ مبتدا،ذا:موصول،قال ربکم:جملہ فعلیہ صلہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مجرور،ملکر فعل محذوف "یتربصون" کیلئے ظرف مستقر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قالوا الحق وهو العلى الكبير٥ قل من يرزقكم من السموت والارض قل الله﴾.

قالوا: فعل با فاعل،الحق:"القول" موصوف محذوف کی صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،ھو مبتدا،العلی الکبیر:خبران،ملکر جملہ اسمیہ،قل:قول،من:استفہامیہ مبتدا،یرزقکم من السموت والارض:فعل با فاعل ومفعول وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،قل:قول،الله:مبتدا محذوف "ھو" کیلئے خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وانا او اياكم لعلى هدى او فى ضلل مبين٥﴾.

و:عاطفہ،انا:حرف مشبہ،"نا" ضمیر معطوف علیہ،او:عاطفہ،ایاکم:ضمیر منفصل معطوف،ملکر اسم،لام:تاکیدیہ،علی ھدی:جار مجرور معطوف علیہ،او:عاطفہ،فی ضلل مبین:جار مجرور معطوف،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل لا تسئلون عما اجرمنا ولا نسئل عما تعملون٥﴾.

قل:قول،لاتسئلون:فعل نفی با نائب الفاعل،عما اجرمنا:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،لانسئل:فعل نفی با نائب الفاعل،عما تعملون:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل يجمع بيننا ربنا ثم يفتح بيننا بالحق وهو الفتاح العليم٥﴾.

قل:قول،یجمع بیننا ربنا:فعل وظرف وفاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،یفتح:فعل "ھو" ضمیر ذوالحال،بالحق:ظرف مستقر حال،ملکر فاعل،بیننا:ظرف،ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول،و:عاطفہ،ھو الفتاح العلیم:جملہ اسمیہ معطوف ثانی،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل اروني الذين الحقتم به شركاء كلا بل هو الله العزيز الحكيم٥﴾

قل:قول،اروني:فعل امر با فاعل ومفعول،الذین:موصول،الحقتم به شرکاء:فعل با فاعل وظرف لغو ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،کلا:حرف ردع وزجر،بل:عاطفہ،ھو:مبتدا،الله:مبتدا ثانی،العزیز الحکیم:خبران،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما ارسلنك الا كافة للناس بشيرا ونذيرا ولكن اكثر الناس لا يعلمون٥﴾

و: مستانفہ، مـا ارسـلـنـا: فعل نفی با فاعل، ک: ذوالحال، الا: اداۃ حصر، کـافـۃ: حال اول، بشیـرا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، نـذیـرا: معطوف، ملکر حال ثانی، ملکر مفعول، لـلـنـاس: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ ، و: عاطفہ، لـکـن: حرف مشبہ، اکثر الناس: اسم، لایعلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صدقین۵﴾.

و: مستانفہ، یـقـولـون: قول، متـی: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، ھـذاالـوعـد: مبدل منہ بدل، ملکر مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ، مقولہ اول، ان: شرطیہ، کـنـتـم صـدقین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فـمـتـی ھـذا الـوعد" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ۔

﴿قل لکم میعاد یوم لا تستاخرون عنہ ساعۃ ولا تستقدمون۵﴾.

قـل: قول، لـکـم: ظرف مستقر خبر مقدم، میـعـاد: مضاف، یـوم: موصوف، لا تـسـتـاخـرون: فعل بافاعل، عـنـہ: ظرف لغو، سـاعـۃ: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا تـسـتـقـدمـون: فعل نفی با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

کافروں کی شفاعت ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ:

لے...... جان لیں کہ شرکیہ عقائد رکھنے والوں کے چار مذاہب ہیں۔(۱)......اللہ آسمان اور اس میں موجود تمام اشیاء، زمین اور اس میں موجود تمام اشیاء، پس جملہ ارضیات میں سیارے اور سماوات میں فرشتے کہ ہم ان کی عبادت کرتے ہیں اور یہ اللہ کی، یعنی اللہ ان کا خدا ہے اور یہ ہمارے معبود ہیں۔ اللہ نے ان کے باطل قول کا رد فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہارے قول کے مطابق زمین اور نہ ہی آسمان میں کوئی معبود ہونے کی حیثیت سے کسی چیز کا مالک نہیں ہے۔(۲)......جو آسمان میں کسی کو اللہ کا (معبود ہونے کی) مثل یا زمین میں کسی کو اللہ کا نظیر مانے، جیسا کہ سیاروں کے واسطے کو معبود ہونے کی حیثیت سے مانا جاتا ہے پس اللہ نے اتصالات (متصل ہونے کے اعتبار سے)، حرکات اور طوالع () سے عناصر و ترکیبات کی تخلیق فرمائی، پس لوگوں نے انہیں زمین و آسمان میں اللہ کا شریک ٹھہراتے ہوئے معبود قرار دے دیا جس کا رد اللہ کے فرمان ﴿ومـا لـھـم فیـھـمـا مـن شـرک اور نہ ان کا ان دونوں میں کچھ حصہ (سبا:۲۲)﴾ میں ہے۔(۳)......بعض یہ کہتے ہیں کہ ترکیبات اور حوادث سب کے سب اللہ کی طرف سے ہیں لیکن اللہ نے ان معاملات کو سیاروں کو سونپ دیا ہے، اور اذن دیئے جانے والے کا فعل اذن دینے والے کی مانند ہوتا ہے اور اذن دیئے جانے کے والے سے اس نعت کا سلب ہونا ثابت ہوتا ہے جس کی مثال اس قول میں ملتی ہے کہ بادشاہ اپنے کسی مشیر کو کہے کہ فلاں کو مارو اور وہ مذکورہ شخص کی پٹائی لگائے تو یوں ہی کہا جائے گا کہ بادشاہ نے فلاں شخص کی پٹائی لگائی، اور عرف کے اعتبار سے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ فلاں نے فلاں کو مارا اور ایسا صرف بادشاہ کے کہنے کے مطابق ہی ہوا ہے اور اسی کی مثل دیگر اشیاء کے مطابق ایمان رکھنا لیکن اللہ نے ان کی تردید فرمادی اور فرمادیا: ﴿وما لہ منھم من ظھیر اور نہ (اللہ) کا ان میں سے کوئی مددگار (سبا:۲۲)﴾۔ بلکہ اللہ ہر چیز کا محافظ و نگہبان ہے۔(۴)......جن لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ ہم بتوں کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہماری شفاعت کریں گے، اللہ نے ان کے قول کا ابطال اس آیت میں فرمایا: ﴿ولا تنفع الشفاعۃ عندہ الا لمن اذن لہ اور اس کے پاس شفاعت کام نہیں دیتی مگر جس کے لئے وہ اذن فرمائے (سبا:۲۳)﴾۔ پس تمہارا اللہ کو چھوڑ کر کسی کی عبادت کرنا روا نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ نے ان میں سے کسی کو شفاعت کا اذن نہیں

دیا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ (الرازی، ج۹،ص ۲۰۳)

کن پر ھیبت طاری ھوئی اور کیوں ؟

۲......اصل تاویل کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ گھبراہٹ کن پر طاری ہوگی اور اس کا سبب کیا ہوگا؟ بعض کہتے ہیں کہ گھبراہٹ فرشتوں پر طاری ہوگی، بعض کہتے ہیں کہ گھبراہٹ ان پر طاری ہوئی جن کے دلوں پر وحی سننے کے باوجود پردے پڑے رہے۔(یعنی سید عالم کی ذات پر نزول وحی کو حق جاننے کے باوجود نہ مانا)۔ (الجامع البیان، الجزء:۲۲،ص ۱۰۸)

☆......ابن مسعود سے روایت ہے کہ جب بھی اللہ وحی کے ذریعے کلام فرماتا ہے تو اہل آسمان اسے گھنٹی کی مثل سنتے ہیں اور از خود رفتہ (بے ہوش) ہو جاتے ہیں اور ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب بھی جبرائیل امین علیہ السلام ان کے پاس کوئی خبر لاتے ہیں تو دیگر آسمانی مخلوق (فرشتے) خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں اے جبرائیل علیہ السلام! ہمارے رب نے کیا ارشاد فرمایا؟ جبرائیل امین علیہ السلام کہتے ہیں حق فرمایا پس وہ بھی کہنے لگتے ہیں الحق، الحق"۔

☆......قتادہ کہتے ہیں کہ جب بھی اللہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پر وحی بھیجتا ہے، فرشتے اس سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں کہ شاید قیامت کے دن سے متعلق کوئی خبر ہے، پھر جب ان کے انہیں معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے وقوع کے حوالے سے کوئی بات نہیں تو ان کے دل اطمنان پا جاتے ہیں"۔

☆......زید بن اسلم کہتے ہیں کہ شیطان کے دل میں خوف ہوتا ہے جب انہیں ان کے جھوٹے فرقے، من گھڑت باتیں اور گمراہی کا علم ہوتا ہے کہتے ہیں ﴿قالوا ما ذا قال ربکم قالوا الحق وهو العلی الکبیر (سبا:۲۳)﴾، اور شیطان کا یہ حال بنی آدم کی موت کے وقت ہوتا ہے اور انہیں ان کے اس اقرار کا کوئی فائدہ نہ ہوگا"۔ (الدر المنثور، ج۵،ص ۴۴۳ وغیرہ)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ جب آسمان میں کسی چیز کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے عاجزی سے اپنے پر مارتے ہیں اور وہ اس کے قول کی آواز اس طرح سنتے ہیں جیسے کسی صاف پتھر پر زنجیر کو مارا جائے، پھر اللہ اپنا فرمان فرشتوں تک پہنچا دیتا ہے، پھر جب فرشتوں کے دلوں سے اللہ کے کلام کی ہیبت نکلتی ہے تو نیچے والے فرشتے اوپر والوں سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا ارشاد فرمایا؟ وہ کہتے ہیں کہ حق فرمایا ہے وہ نہایت بلند و بالا رب ہے، پھر اس کو وہ سنتے ہیں جو سُنی ہوئی باتوں کو چُراتے ہیں اور ایک کے اوپر دوسرے ہیں جیسا کہ راوی سفیان نے اپنی انگلی کے اشارے سے بتایا، پھر ہر ایک سننے والا اپنے نیچے والوں کو بتاتے ہیں، پھر وہ کسی ساحر یا کاہن کو بتا دیتے ہیں اور بعض اوقات کسی کو بتانے سے پہلے آگ کا شعلہ انہیں پکڑ لیتا ہے، اور بعض اوقات شعلہ پکڑنے سے پہلے وہ پہنچانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، پھر ساحر یا کاہن اس میں جھوٹ ملا کر آگے پہنچا دیتے ہیں، پھر ان سے کہا جاتا ہے کہ کیا فلاں بات اس طرح پہنچائی گئی تھی تو وہ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: الا من استرق السمع، رقم: ۴۸۰۰، ۴۷۰۱،ص ۸۱۱)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام ھونے کا مسئلہ:

۳......الکافۃ اپنی اصل کے اعتبار سے الکف بمعنی المنع ہے، اور اس سے عمومی معانی یعنی خروج سے ممانعت مراد لیا گیا ہے، جیسا کہ مجاہد سے منقول ہے کہ اس آیت کا معنی یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام لوگوں کے لئے ہے، یعنی کوئی بھی اس سے خارج نہیں۔ قتادہ کا قول ہے کہ اللہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب و عجم میں مکرم و محترم فرمایا پس سب کے لئے ان کی اطاعت واجب ہے اور ابن عباس کا قول ہے کہ اللہ نے عرب و عجم و تمام امتوں کے لئے ان کی رسالت کو عام کر دیا ہے۔(روح المعانی، الجزء:۲۲،ص ۴۳۱)

☆...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں، (۱)......ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب طاری کر دیا گیا، (۲)......میرے لئے تمام روئے زمین سجدہ گاہ، قابل تیمم بنادی گئی میرا امتی جب جہاں چاہے نماز ادا کر لے، (۳)......میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا، (۴)......میں تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں جبکہ پہلے نبی ایک مخصوص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، (۵)......مجھے (اذن) شفاعت دی گئی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلوة، باب: قول النبی ﷺ جعلت لی، رقم:۴۳۸، ص ۷۶)

☆...... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ مکۃ المکرمہ کے کسی راستے سے تشریف لے جارہے تھے راستے سے کوئی بھی پہاڑ یا درخت آتا آپ ﷺ کو کہتا ''السلام علیک یا رسول اللہ''۔(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: ۶/۸، رقم:۳۶۴۶، ص ۱۰۳۹)

☆......حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''میں مکۃ المکرمہ میں ایک پتھر کو اب بھی پہچانتا ہوں جو میرے مبعوث ہونے سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا''۔(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب: فضل نسب النبی ﷺ، رقم: (۵۸۳۳)/۲۲۷۷، ص ۱۱۴۱)

اغراض:

لیفعوکم: ﴿ادعوا﴾ کے متعلق ہے، یعنی بلاؤ تا کہ تمہارے بت تم سے بھوک کی تکلیف دور کریں، اور تمہارے لئے عیش کا سامان کریں۔معین: یعنی ہر چیز کا خالق، پس اللہ کسی چیز کے ایجاد و منہدم کرنے میں یکتا ہے۔

رد القولہم: یعنی کفار کہا کرتے تھے: ﴿ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی (الزمر:۳)﴾ اس کی وضاحت یوں ہے کہ شفاعت اللہ کی رضا و اجازت ہی سے ہوتی ہے، اور کفار نے اللہ کے ساتھ کفر کر کے اس کے غضب کو دعوت دی ہے، پس اس صورت میں وہ اللہ سے شفاعت کے امیدوار کیسے ہو سکتے ہیں، پس یہ گمان ہی باطل ہے۔

کشف عنھا الفزع: یعنی شافعین اور مشفوع کے دلوں سے خوف دور ہو جائے، کہ اللہ نے بعض کو شفاعت کے اذن دینے کے کلمات کے ساتھ کلام کیا ہے۔

استبشارا: یعنی دلوں سے دکھ، درد اور غم دور ہو جانے پر ایک دوسرے کے ساتھ خوشی کرتے ہوئے کہیں گے کہ اللہ نے کیا ارشاد فرمایا؟ جاننا یہ ہے کہ یہ حکم دنیا میں ہوگا یا آخرت میں؟ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ یہ حکم اُخروی ہے، جس کی تائید میں یہ آیت ﴿یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمن وقال صوابا (النباء:۳۸)﴾، اور اس کلام میں کچھ محذوف ہے، تقدیر کلام یوں ہے: ''لا تنفع الشفاعۃ عندہ یوم القیامۃ، الا لمن اذن لہ'' جب دلوں سے ہیبت نکل جائے گی تو ایک دوسرے سے اس بارے میں سوال کریں گے اور یہ حکم امور دنیا میں سے ہے جس کی تائید سید عالم ﷺ کے فرمان سے ملتی ہے جو کہ یہ ہے: ''جب اللہ کسی امر کی وحی کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو آسمان و زمین کو سختی و شدت کے ساتھ پکڑ فرما کر کلام فرماتا ہے، پس جب آسمان کے رہنے والے اللہ کا کلام سماعت کرتے ہیں تو اس کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں، پس سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام سر اٹھاتے ہیں اور اللہ ان سے وحی کے ذریعے کلام فرماتا ہے اور پھر جبرائیل علیہ السلام سارے آسمانوں میں اپنی شان کے لائق سیر کرتے ہیں اور دیگر فرشتے ان سے پوچھیں کہ اے جبرائیل علیہ السلام! ہمارے رب نے کیا پیغام دیا؟ پس جبرائیل علیہ السلام کہیں گے: ﴿الحق وھو العلی الکبیر (سبا:۲۳)﴾، پس سارے ہی فرشتے یہی کلام تلفظ کریں گے اور یوں حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ کا پیغام فرشتوں تک پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

اعلمونی: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اری میں معنیٰ علمیت ہے اور تین مفاعل کی جانب متعدی ہے اولا: یائے متکلم یعنی

اورنی میں موجود یاء کی طرف، ثانیا: الذین اسم موصول کی طرف، ثالثا: شرکاء کی طرف، یہ بھی درست ہے کہ دومفعول کی جانب متعدی مانا جائے کیونکہ شرکاء اسم موصول میں موجود (ضمیر) عائد سے حال ہے، اوراس جملے کا قصد حجت قائم ہونے کے بعد نہ ماننے پران کی خطاوہٹ دھرمی پر زجر کیا گیا ہے۔

ذلک: مراد سید عالم ﷺ کی عمومی رسالت ہے، کہ آپ ﷺ سب کے لئے بشیر ونذیر ہیں۔ (الصاوی، ج۵، ص ٦٥ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۰

﴿وقال الذین کفروا﴾مِن اَھلِ مَکۃَ﴿لن نؤمن بھذا القرآن ولا بالذی بین یدیہ﴾اَی تَقَدَّمَہٗ کَالتَّورٰاۃِ والْاِنْجِیلِ الدَّالِینَ عَلَی البَعثِ لِاِنکَارِھِمْ لَہٗ قَالَ تَعالٰی فِیھِم ﴿ولو تری﴾یَا مُحمدُ﴿اذ الظلمون﴾الکَافِرُونَ﴿موقوفون عند ربھم صلے ج یرجع بعضھم الی بعض ن القول ج یقول الذین استضعفوا﴾الْاَتبَاعُ﴿للذین استکبروا﴾الرُّؤسَاءِ﴿لولا انتم﴾صَدَدتُّمُونَا عَنِ الْاِیمَانِ﴿لکنا مؤمنین(۳۱)﴾بِالنَّبِیِّ﴿قال الذین استکبروا للذین استضعفوا انحن صددنکم عن الھدی بعد اذ جاء کم بل کنتم مجرمین(۳۲)﴾فِی اَنفُسِکُم ﴿وقال الذین استضعفوا للذین استکبروا بل مکر الیل والنھار﴾اَی مَکرٌ فِیھِمَا مِنکُم بِنَا﴿اذتأمروننا ان نکفرباللہ ونجعل لہ اندادا ط﴾شُرَکَاءَ ﴿واسروا﴾اَی الفَرِیقَانِ﴿الندامۃ﴾عَلٰی تَرکِ الْاِیمَانِ﴿لما راوا العذاب﴾اَی اَخفَاھَا کُلٌّ عَن رَفِیقِہٖ مَخَافَۃَ التَّعیِیرِ﴿وجعلنا الاغلل فی اعناق الذین کفروا ط﴾فِی النَّارِ﴿ھل یجزون الا﴾جَزَاءَ﴿ما کانوا یعملون(۳۳)﴾فِی الدُّنیَا﴿وما ارسلنا فی قریۃ من نذیر الا قال مترفوھا﴾رُؤسَاؤھَا المُتَنَعِّمُونَ﴿انا بما ارسلتم بہ کفرون(۳۴) وقالوا نحن اکثر اموالا و اولادا﴾مِمَّن آمَنَ﴿وما نحن بمعذبین(۳۵) قل ان ربی یبسط الرزق﴾یُوَسِّعُہٗ﴿لمن یشاء﴾اِمتِحَانًا﴿ویقدر﴾یُضَیِّقُہٗ لِمَن یَّشَاءُ اِبتِلَاءً﴿ولکن اکثر الناس﴾اَی کُفَّارُ مَکَّۃَ﴿لایعلمون(۳٦)﴾ذلک.

﴿ترجمہ﴾

اورکافر(یعنی کفار مکہ بولے) ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے اس قرآن پراورنہ ان پر جواس سے آگے (یعنی اس سے مقدم) تھیں(جیسے تورات وانجیل، کہ یہ دونوں بھی حشر ونشر ہونے پر دلالت کرتی ہیں جس کے کفار منکر ہیں......ا......اللہ ﷻ ان لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے) اورکسی طرح تو دیکھے (اے محبوب ﷺ) جب ظالم (یعنی کافر) اپنے رب کے پاس کھڑے کئے جائیں گے ان میں ایک دوسرے پر بات ڈالے گا وہ جو دبے تھے (یعنی پیروکار تھے) ان سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے (یعنی اپنے سرداروں سے) اگرتم نہ ہوتے (یعنی اگرتم ہمیں ایمان لانے سے نہ روکتے) تو ہم ضرور (نبی کریم ﷺ پر) ایمان لے آتے وہ جو بڑے بنے تھے ان سے کہیں گے جو دبے ہوئے تھے کیا ہم نے تمہیں روک دیا ہدایت سے بعداس کے کہ تمہارے پاس آئی (نہیں ایسا نہیں ہے) بلکہ تم تو مجرم تھے (اپنی جانوں کے بارے میں) اورکہیں گے وہ جو دبے ہوئے تھے ان سے جو بڑے بنے تھے بلکہ رات دن کا فریب تھا (یعنی رات ودن میں تم نے ہم سے فریب کیا تھا) جبکہ تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ اللہ کا انکار کریں اوراس کے برابر والے ٹھہرائیں (اندادا بمعنی

شریک ہے) اور (دونوں فریق) دل ہی دل میں پچھتانے لگے (حضور پر ایمان نہ لانے کے سبب) جب عذاب دیکھا (یعنی ہر ایک نے اپنے ساتھی سے ندامت کو عار کے خوف سے سبب چھپالیا) اور ہم نے (دوزخ میں) طوق ڈالے......ان کی گردنوں میں جو منکر تھے وہ نہیں بدلہ پائیں گے (ھل کے معنی ما نافیہ ہے) مگر اسی کا (بدلہ) جو وہ کرتے تھے اور ہم نے جب کسی شہر میں کوئی ڈر سنانے والا بھیجا وہاں کے امیروں نے یہی کہا کہ (متـرفـون کے معنی عیش وعشرت کا سامان رکھنے والا اسردار ہے) تم جو لے کر بھیجے گئے ہم اس کے منکر ہیں اور بولے ہم اور اولاد میں (ان سے) بڑھ کر ہیں (جو ایمان لائے ہیں) اور ہم پر عذاب ہونا نہیں تم فرماؤ بیشک میرا رب رزق وسیع کرتا ہے (یبسط بمعنی یوسع ہے) جس کے لیے چاہے (بطور آزمائش) اور تنگی فرماتا ہے (رزق میں جس کے لیے چاہے بطور امتحان) لیکن بہت لوگ (یعنی کفار مکہ) نہیں جانتے (اس بات کو)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وقال الذین کفروا لن نومن بھذا القران ولا بالذی بین یدیه﴾.

و: عاطفہ، قال الذین کفروا: قول، لن نومن: فعل نفی با فاعل، بھذا القران: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، بالذی بین یدیه: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولو تری اذ الظلمون موقوفون عند ربھم یرجع بعضھم الی بعض القول﴾.

و: عاطفہ، لو: شرطیہ، تری: فعل با فاعل، اذ: مضاف، الظلمون: مبتدا، موقوفون: اسم مفعول واؤ ضمیر ذوالحال، یرجع بعضھم: فعل وفاعل، الی بعض: ظرف لغو، القول: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر نائب الفاعل، عند ربھم: ظرف، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ جزا محذوف "لرایت العجب العجاب" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿یقول الذین استضعفوا للذین استکبروا لولا انتم لکنا مومنین۞﴾.

یقول: فعل، الذین استضعفوا: موصول صلہ ملکر فاعل، للذین استکبروا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قول، لولا: حرف شرط، انتم: "موجود" محذوف خبر کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ شرط، لام: تاکیدیہ، کنا مومنین: جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ما قبل "یرجع" فعل کیلئے مفسر ہے۔

﴿قال الذین استکبروا للذین استضعفوا انحن صددنکم عن الھدی بعد اذ جائکم﴾.

قال الذین استکبروا للذین استضعفوا: قول، ھمزہ: حرف استفہام، نحن: مبتدا، صددنکم: فعل با فاعل ومفعول، عن: جار، الھدی: ذوالحال، بعد اذ جاء کم: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿بل کنتم مجرمین۞﴾. بل: حرف اضراب، کنتم مجرمین: فعل ناقص با اسم خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقال الذین استضعفوا للذین استکبروا بل مکر الیل والنھار اذ تامروننا ان نکفر باللہ ونجعل له اندادا﴾.

و: عاطفہ، قال الذین استضعفوا للذین استکبروا: قول، بل: عاطفہ، مکر: مصدر مضاف با فاعل، الیل والنھار: مضاف الیہ مفعول، اذ: مضاف، تامروننا: فعل با فاعل ومفعول، ان: مصدریہ، نکفر باللہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، نجعل له اندادا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر شبہ جملہ ہو کر مبتدا محذوف "سبب کفرنا" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿واسروا الندامة لما راوا العذاب وجعلنا الاغلل فی اعناق الذین کفروا ھل یجزون الا ما کانوا یعملون۞﴾.

و: مستانفہ، اسروا الندمۃ: فعل بافاعل ومفعول، لما: ظرفیہ مضاف، راوا العذاب: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، جعلنا الا غلل: فعل بافاعل ومفعول، فی: جار، اعناق: مضاف، الذین کفروا: ذوالحال، ھل: حرف استفہام، یجزون: فعل بانائب الفاعل، الا: اداۃ حصر، ما کانوا یعملون: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما ارسلنا فی قریۃ من نذیر الا قال مترفوھا انا بما ارسلتم بہ کفرونo﴾۔

و: مستانفہ، ما ارسلنا: فعل نفی بافاعل، فی: جار، قریۃ: ذوالحال، الا: اداۃ حصر، قال مترفوھا: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ قول، انا: حرف مشبہ واسم، بما ارسلتم بہ: ظرف لغو مقدم، کفرون: اسم فاعل بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، من: جار زائد، نذیر: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وقالوا نحن اکثر اموالا واولادا وما نحن بمعذبینo﴾۔

و: عاطفہ، قالوا قول، نحن: مبتدا، اکثر: اسم تفضیل با"ھو" ضمیر ممیز، اموالا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اولادا: معطوف، ملکر تمیز، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، نحن: اسم، ب: زائد، معذبین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل ان ربی یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر ولکن اکثر الناس لا یعلمونo﴾۔

قل: قول، ان ربی: حرف مشبہ واسم، یبسط الرزق: فعل بافاعل ومفعول، لمن یشاء: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یقدر: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ، لکن: حرف مشبہ، اکثر الناس: اسم، لا یعلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......وما ارسلنا فی قریۃ من نذیر ......☆ دو شخص شریک تجارت تھے، ان میں سے ایک ملک شام کو گیا اور ایک مکہ مکرمہ میں رہا جب نبی کریم ﷺ مبعوث ہوئے اور اس نے ملک شام میں سید عالم ﷺ کی خبر سنی تو اپنے شریک کو خط لکھا اور اس سے سید عالم ﷺ کا مفصل حال دریافت کیا، اس شریک نے جواب میں لکھا کہ محمد مصطفی ﷺ نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا ہے لیکن سوائے چھوٹے درجے کے حقیر وغریب لوگوں کے اور کسی نے ان کا اتباع نہیں کیا، جب یہ خط اس کے پاس پہنچا تو وہ اپنے تجارتی کام چھوڑ کر مکہ مکرمہ میں آیا اور آتے ہی اپنے شریک سے کہا کہ مجھے سید عالم ﷺ کا پتہ بتاؤ اور معلوم کر کے سید عالم ﷺ کی خدمت بالا اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ آپ دنیا کو کیا دعوت دیتے ہیں اور ہم سے کیا چاہتے ہیں، فرمایا بت پرستی چھوڑ کر ایک اللہ کی عبادت کرنا اور آپ نے احکام اسلام بتائے، یہ باتیں اس کے دل میں اثر کر گئیں اور وہ شخص پچھلی کتابوں کا عالم تھا کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بیشک اللہ کے رسول ہیں، سید عالم ﷺ نے فرمایا تم نے یہ کیسے جانا؟ اس نے کہا کہ جب کبھی کوئی نبی بھیجا گیا پہلے چھوٹے درجے کے لوگ ہی تابع ہوئے، یہ سنت الٰہیہ ہمیشہ جاری رہی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

امور ثلاثہ کا انکار کے بعد عام کفر کا بیان:

لے......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وقال الذین کفروا لن نومن بھذا القرآن ولا بالذی بین یدیہ (سبا:۳۱)﴾، جب اللہ

نے امورِ ثلاثہ توحید، رسالت اور حشر کا بیان فرمالیا تو کافروں کے عام کفر کا بیان فرماتے ہوئے فرمایا: ﴿وقال الذین کفروا لن نؤمن بھذا القرآن (سبا:۳۱)﴾، کیونکہ قرآن کا انکار عام طور پر سب ضروریات کے انکار کے مترادف ہے، اور یہ فرمان: ﴿ولا بالذی بین یدیہ﴾ سے مشہور قول توریت وانجیل ہیں، اور اسی بنا پر مشرکین کے انکار سے نبوت وحشر ونشر کا انکار مراد لیا گیا ہے، اور یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ کوئی یوں کہے کہ میں محمد ﷺ کے لائے ہوئے قرآن پر ایمان نہ لاؤں گا اور نہ ہی اس پر جو ان کے سامنے (توریت وانجیل) پر اور نہ ہی ان کی طرف سے دی جانے والی اخبار، مسائل، آیات (نشانیاں)، دلائل (معجزات)، پس مراد عمومی کفر ہے، کیونکہ اہل کتاب نہ تو قرآن مجید پر ایمان لاتے، اور نہ ہی سید عالم ﷺ کی رسالت پر اور حشر ونشر کی باتوں پر ایمان رکھتے تھے، اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت کے مصداق اہل ایمان ہیں جو اللہ کی توحید اور حشر نشر پر ایمان لاتے ہیں، تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ اگر کتاب میں موجود ایک بھی حکم پر ایمان نہ لائے تو ہم کہیں گے کہ کتاب پر کچھ ایمان نہ لائے اور اگر کتاب کے بعض پر ایمان لائے اور بعض پر ایمان نہ لائے تو اس کا بھی کتاب پر ایمان لانا نہ کہلائے گا۔ (الرازی، ج۹، ص ۲۰۷)

الاغلال کے معنی:

ع......الغلل اپنی اصل کے اعتبار سے ذرہ پہننے کو کہتے ہیں اور اس سے ایک معنی الغلل للماء الجاری بین الشجر یعنی درختوں کے درمیان سے پانی کا جاری ہونا بھی ہے۔ اور بھی الغیل اور انغل کے معنی میں بھی پایا جاتا ہے، گویا کہ پانی (یا دیگر کوئی چیز) درختوں کے مابین داخل ہوگیا۔ پس الغل کو کسی چیز کے ذریعے طوق کے معنی میں بھی لیا جاتا ہے اور اس کی جمع الاغلال آتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فلاں نے قید (طوق) کردیا، اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿خذوہ فغلوہ اسے پکڑو پھر اسے طوق ڈالو (الحاقۃ:۳۰)﴾۔ اور ایک مقام پر یہ بھی ہے، اور بخیل کے لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں چنانچہ فرمایا: ﴿ولا تجعل یدک مغلولۃ اور اپنا ہاتھ بندھا ہوا نہ رکھ (الاسراء:۲۹)﴾۔ یعنی کسی کی بخل کی عادت پر مذمت کی گئی۔ (المفردات، ص ۳٦٤ وغیرہ)

اغراض:

الدالین علی البعث: سید عالم ﷺ کی بعثت پر بھی ایمان نہ لائیں گے، کیونکہ قرآن، توریت، انجیل، زبور کے علاوہ سید عالم ﷺ کی رسالت پر بھی انکار کرتے تھے۔

ای اخفاھا کل عن رفیقہ: دنیا میں ہونے والے کفر ومعصیت پر نادم ہوتے ہوئے کہ مبادا کہیں عار نہ دلائے جائیں۔

ذلک: یعنی کفار رزق کے کشادہ وتنگ ہونے کے فلسفے کو نہیں جانتے تھے، کیونکہ رزق کا کشادہ وتنگ ہونا اللہ کی رضا کے تابع ہے۔

(الصاوی، ج۵، ص ٦٨ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۱

﴿وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عندنا زلفی﴾قُربیٰ ای تقریبًا﴿الا﴾لٰکِنْ﴿من امن وعمل صالحا فاولٰئک لھم جزاء الضعف بما عملوا﴾ای جزاءُ العملِ الحَسَنَۃِ مَثلا بَعَشْرٍ فاکثرَ﴿وھم فی الغرفٰت﴾مِنَ الجَنۃِ﴿امنون (۳۷)﴾مِنَ الْمَوتِ وَغَیرِہٖ وَفِی قِرائَۃِ الغُرفَۃُ وھِیَ بِمَعنَی الجَمعِ ﴿والذین یسعون فی ایتنا﴾القرانُ بِالْاِبطالِ﴿معجزین﴾لَنَا مُقَدِّرِینَ عِجزَنَا وَاَنَّھُم یَفُوتُونَنَا ﴿اولٰئک فی العذاب محضرون (۳۸) قل ان ربی یبسط الرزق﴾یُوَسِّعُہٗ﴿لمن یشاء من عبادہ﴾اِمْتِحَانًا﴿ویقدر﴾یُضِیقُہٗ﴿لہ

﴿بعدَ البَسطِ اَو لِمَن يَّشَاءُ اِبتِلاءً ﴿وما انفقتم من شيء ﴾فِي الخَيرِ﴿فهو يخلفه ج وهو خير الرزقين(۳۹) ﴾يُقَالُ كُلُّ اِنسَانٍ يَرزُقُ عَائِلَتَهُ اَى مِن رِزقِ اللهِ﴿و﴾اذكر﴿يوم يحشرهم جميعا﴾المُشرِكِينَ﴿ثم يقول للملئكة اهولاء اياكم﴾بتَحقِيقِ الهَمزَتَينِ وَاِبدَالِ الاُولٰى يَاءً واِسقَاطِهَا﴿كانوا يعبدون(۴۰) قالوا سبحنك﴾تَنزِيهًا لَكَ عَنِ الشَّرِيكِ ﴿انت ولينا من دونهم ج﴾اَى لَا مُوَالَاةَ بَينَنَا وَبَينَهُم مِن جِهَتِنَا ﴿بل ﴾لِلاِنتِقَالِ﴿كانوا يعبدون الجن ج﴾الشَّيَاطِينَ اَى يُطِيعُونَهُم فِي عِبَادَتِهِم اِيَّانَا﴿اكثرهم بهم مؤمنون(۴۱) ﴾مُصَدِّقُونَ فِيمَا يَقُولُونَ لَهُم قال تعالى ﴿فاليوم لايملك بعضكم لبعض﴾اَى بَعضُ المَعبُودِينَ لِبَعضِ العَابِدِينَ﴿نفعا﴾شَفَاعَةً ﴿ولا ضرا﴾تَعذِيبًا﴿ونقول للذين ظلموا﴾كَفَرُوا﴿ذوقوا عذاب النار التي كنتم بها تكذبون (۴۲) وَاِذَا تُتلٰى عَلَيهِم اٰيٰتُنَا﴾مِنَ القُراٰنِ﴿بينت﴾واضِحاتٍ بِلِسَانِ نَبِيِّنَا مُحمدٍ ﴿قالوا ما هذا الا رجل يريد ان يصدكم عما كان يعبد اباؤكم ج﴾مِنَ الاَصنَامِ﴿وقالوا ما هذا﴾اَيِ القُراٰنِ﴿الا افك﴾كِذبٌ﴿مفترى ط﴾علَى اللهِ﴿وقال الذين كفروا للحق﴾القُراٰنِ﴿لما جاء هم ان﴾ما﴿هذا الا سحر مبين(۴۳)﴾بَيِّنٌ قال تعالى ﴿وما اتينهم من كتب يدرسونها وما ارسلنا اليهم قبلك من نذير(۴۴)﴾فَمِن اَينَ كَذَّبُوكَ﴿وكذب الذين من قبلهم وما بلغوا﴾اَى هٰؤُلَاءِ﴿معشار ما اتينهم﴾مِنَ القُوَّةِ وَطُولِ العُمرِ وَكَثرَةِ المَالِ﴿فكذبوا رسلي﴾اِلَيهِم ﴿فكيف كان نكير(۴۵)﴾اِنكَارِى عَلَيهِم بِالعُقُوبَةِ وَالاِهلَاكِ اَى هُوَ وَاقِعٌ مَوقِعَهُ.

﴿ترجمہ﴾

اورتمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قریب تک پہنچائیں......(زلفی کا معنی قربی ہے یہ مصدر تقریبا کے ہم معنی ہے) لیکن(الا بمعنی لکن ہے) وہ جو ایمان لائے اور نیکی کی ان کے لیے دگنا صلہ ہے(ان عمل کی جزا کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے) اور وہ (جنت کے) بالا خانوں میں (موت وغیرہ سے) امن وامان میں ہیں (ایک قرائت میں الغرفة مفرد بمعنی الجمع ہے) اور وہ جو ہماری آیتوں (یعنی قرآن پاک) میں کوشش کرتے ہیں (انہیں باطل کرکے ہمیں) ہرانے کی (ہمیں عاجز کرنا چاہتے ہیں وہ ہم سے بچ نہیں سکتے) وہ عذاب میں لا دھرے جائیں گے تم فرماؤ بیشک میرا رب رزق وسیع فرماتا ہے (یبسط بمعنی یوسع ہے) اپنے بندوں میں سے جس کا چاہے (بطور امتحان) اور تنگی فرماتا ہے اس کے لیے (بعد کشادگی رزق دے کر یا اس کے لیے رزق تنگ فرماتا ہے جس کے لیے چاہے بطور آزمائش) اور جو چیز تم (بھلائی میں) خرچ کرو وہ اس کے بدلے اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا......(کہتے ہیں انسان اپنی آل واولاد کو رزق دیتا ہے یعنی "الله" کے دینے سے) اور (یاد کیجیے) جس دن ان سب کو (یعنی مشرکین کو) اٹھائے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا کیا یہ تمہیں پوجتے تھے (ایاکم یہ دو ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کو یاء کے ساتھ بدل کر اور پہلے ہمزہ کے اسقاط کے ساتھ پڑھا گیا ہے) وہ عرض کریں گے پاکی ہے تجھ کو (تو شریک کے ہونے سے منزہ ہے) تو ہمارا دوست ہے نہ کہ وہ (یعنی ہماری طرف سے توان کے اور ہمارے مابین کوئی دوستی نہیں ہے) بلکہ وہ جنہیں پوجتے تھے (یعنی شیاطین کو یوں کہ مشرکین ہماری پوجا کرنے میں شیطانوں کی اطاعت

کرتے تھے)ان میں اکثر انہیں پر یقین لائے تھے(یعنی ان میں سے اکثر ان کی کہی ہوئی باتوں کی تصدیق کیا کرتے تھے)تو آج تم میں ایک دوسرے کا مالک نہیں(یعنی کوئی جھوٹا معبود اپنے جھوٹے عابد کا مالک نہیں)نہ نفع کا(یعنی شفاعت کا)اور نہ نقصان کا(یعنی عذاب دینے کا)اور ہم فرمائیں گے ظالموں(یعنی کافروں)سے اس آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے اور جب ان پر ہماری(قرآن کی)روشن(یعنی واضح)آیتیں پڑھی جائیں(زبان رسالت مآب ﷺ سے،تو)کہتے ہیں یہ تو نہیں مگر ایک مرد کہ تمہیں روکنا چاہے ان سے جنہیں(ان بتوں سے جنہیں)تمہارے باپ دادا پوجتے تھے اور کہتے ہیں یہ(قرآن پاک)تو نہیں مگر جھوٹ(''افک'' کے معنی جھوٹ ہے اللہ ﷻ پر)جوڑا ہوا اور کافروں نے حق(یعنی قرآن پاک)کو کہا جب وہ ان کے پاس آیا یہ تو نہیں مگر کھلا جادو(ان کے معنی ما نافیہ ہے، مبین بمعنی بین ہے)اور ہم نے انہیں کچھ کتابیں نہ دیں جنہیں پڑھتے ہوں نہ تم سے پہلے ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آیا(تو وہ تمہیں کس طرح جھٹلا رہے ہیں؟)اور ان سے اگلوں نے جھٹلایا اور اس کے دسویں حصے کو بھی نہ پہنچے جو(قوت وطاقت،لمبی عمریں،بکثرت مال)ہم نے انہیں دیا تھا پھر انہوں نے(اپنی طرف بھیجے گئے)میرے رسولوں کو جھٹلایا تو کیسا ہوا میرا انکار کرنا......۳۰......(میرا ان پر عذاب نازل فرما کر اور انہیں ہلاک فرما کر انکار کرنا یعنی یقیناً وہ برمحل ہوا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عندنا زلفی الا من امن وعمل صالحا فاولئک لهم جزاء الضعف بما عملوا وهم فی الغرفت امنون٥﴾۔

و:مستانفہ،ما:مشابہ بلیس،اموالکم:معطوف علیہ،و:عاطفہ،لا:نافیہ،اولادکم:معطوف،ملکر اسم،ب:جار،التی:موصول،تقرب:فعل بافاعل،کم:مستثنی منہ،الا:حرف استثناء،من:موصولہ،امن:جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،عمل صالحا:جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر مبتدا،ف:جزائیہ،اولئک:مبتدا،لهم:ظرف مستقر خبر مقدم،جزاء:مصدر بافاعل مضاف،الضعف:مضاف الیہ،بما عملوا:ظرف لغو،ملکر جملہ شبہ جملہ مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،هم:مبتدا،فی الغرفت:ظرف لغو مقدم،امنون:اسم فاعل بافاعل،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستثنی،ملکر مفعول،عندنا:ظرف،زلفی:''قربة''موصوف محذوف کی صفت،ملکر مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿والذین یسعون فی ایتنا معجزین اولئک فی العذاب محضرون٥﴾۔

و:عاطفہ،الذین:موصول،یسعون:فعل واؤ ضمیر ذوالحال،معجزین:حال،ملکر فاعل،فی ایتنا:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مبتدا،اولئک:مبتدا،فی العذاب محضرون:شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل ان ربی یبسط الرزق لمن یشاء من عبادہ ویقدر له﴾۔

قل:قول،ان ربی:حرف مشبہ واسم،یبسط الرزق:فعل بافاعل ومفعول،لام:جار،من یشاء:موصول صلہ،ملکر ذوالحال،من عبادہ:ظرف مستقر حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،یقدر له:جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وما انفقتم من شیء فهو یخلفه وهو خیر الرزقین٥﴾۔

و:عاطفہ،ما:شرطیہ ذوالحال،من شیء:ظرف مستقر حال،ملکر مفعول مقدم،انفقتم:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ شرط،ف:جزائیہ،هو:مبتدا،یخلفه:جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ،و:عاطفہ،هو:مبتدا،خیر الرزقین:خبر،ملکر

جملہ اسمیہ۔

﴿ویوم یحشرھم جمیعا ثم یقول للملئکۃ اھولاء ایاکم کانوا یعبدون٥﴾.

و: مستانفہ ،یوم: مضاف ،یحشر: فعل بافاعل ،ھم: ذوالحال ،جمیعا: حال ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ثم :عاطفہ ،یقول للملئکۃ: جملہ فعلیہ قول ،ھمزہ: حرف استفہام ،ھولاء: مبتدا ،ایاکم: ضمیر منصوب مفعول مقدم ،یعبدون: فعل بافاعل ،ملکر جملہ فعلیہ خبر ، کانوا: فعل ناقص واسم ،ملکر جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ معطوف ،ملکر مضاف الیہ ،ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف ،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿قالوا سبحنک انت ولینا من دونھم بل کانوا یعبدون الجن اکثرھم بھم مومنون٥﴾.

قالوا: قول ،سبحنک: فعل محذوف "سبح" کیلئے مفعول مطلق ،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ اول ،انت: مبتدا ،ولینا: ذوالحال ،من دونھم: ظرف مستقر حال ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ ،بل: عاطفہ ، کانوا: فعل ناقص واسم ،یعبدون الجن: جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ فعلیہ مبدل منہ ،اکثرھم: مبتدا ،بھم مومنون: شبہ جملہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ بدل ،ملکر معطوف ،ملکر مقولہ ثانی ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فالیوم لایملک بعضکم لبعض نفعا ولا ضرا﴾.

ف: مستانفہ ،الیوم: ظرف مقدم ،لایملک: فعل نفی ،بعضکم: فاعل ،لبعض: ظرف لغو ،نفعا: معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،لا: نافیہ ،ضرا: معطوف ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ونقول للذین ظلموا ذوقوا عذاب النار التی کنتم بھا تکذبون٥﴾.

و: عاطفہ ،نقول للذین ظلموا: جملہ فعلیہ قول ،ذوقوا: فعل امر بافاعل ،عذاب النار: موصوف ،التی کنتم بھا تکذبون: موصول صلہ ،ملکر صفت ،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿واذا تتلی علیھم ایتنا بینت قالوا ماھذا الا رجل یرید ان یصدکم عما کان یعبد اباوکم وقالوا ما ھذا الا افک مفتری﴾.

و: عاطفہ ،اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم ،تتلی علیھم: فعل مجہول وظرف لغو ،ایاتنا: ذوالحال ،بینت: حال ،ملکر نائب الفاعل ،ملکر جملہ فعلیہ شرط ،قالوا: قول ،ما: نافیہ ،ھذا: مبتدا ،الا: اداۃ حصر ،رجل: موصوف ،یرید: فعل بافاعل ،ان: مصدریہ ،یصدکم: فعل بافاعل ومفعول ،عما کانوا یعبدابا کم: ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ صفت ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ معطوف علیہ ، و: عاطفہ ،قالوا قول ،ما: نافیہ ،ھذا: مبتدا ،الا: اداۃ حصر ،افک مفتری: خبر ،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ معطوف ،ملکر جزا ،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وقال الذین کفروا للحق لما جاء ھم ان ھذا الا سحر مبین٥﴾.

و: عاطفہ ،قال الذین کفروا: فعل وفاعل ،للحق: ظرف لغو ،لما جاء ھم: ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ قول ،ان: نافیہ ،ھذا: مبتدا ،الا: اداۃ حصر ،سحر مبین: خبر ،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وما اتینھم من کتب یدرسونھا وما ارسلنا الیھم قبلک من نذیر٥﴾.

و: عاطفہ ،ما اتینھم: فعل نفی بافاعل ومفعول ،من: زائد ، کتب: موصوف ،یدرسونھا: جملہ فعلیہ صفت ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ،و: عاطفہ ،ما ارسلنا: فعل نفی بافاعل ،الیھم: ظرف لغو ،قبلک: ظرف ،من: زائد ،نذیر: مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وکذب الذین من قبلھم وما بلغوا معشار ما اتینھم فکذبوا ارسلی﴾.

و: عاطفہ، کذب: فعل، الذین من قبلھم: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، و: حالیہ، ما بلغوا: فعل نفی با فاعل، معشار: مضاف، ما اتینھم: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، کذبوا ارسلی: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فکیف کان نکیرo﴾.

ف: عاطفہ، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، نکیر: اسم بمعنی انکار، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

بارگاہِ الٰھی میں مقرب کون؟

۱...... اللہ کی بارگاہ تک پہچانے والی چیز نہ تو مال ہے اور نہ ہی اولاد بلکہ یوں کہا جائے کہ مال واولاد کی وجہ سے انسان بسا اوقات اللہ سے دور ہو جاتا ہے، ہاں تقوی کا دامن مل جائے تو خوف خدا، معرفت الٰہی مل سکتی ہے۔ ہمارے اسلاف اپنی اولاد کی تربیت فرماتے، مال کو راہ خدا میں خرچ کرتے اور اپنے لئے تقوی کی دولت محفوظ کر لیتے۔

☆...... حضرت سیدنا ابن حبیب بن ضمرہ سے مروی ہے کہ امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا اپنے مرض الموت میں بار بار تکیے کی جانب دیکھ رہا تھا، جب اس کا انتقال ہوا تو لوگوں نے امیر المومنین کی خدمت میں عرض کی کہ ہم نے آپ کے بیٹے کو دیکھا کہ وہ بار بار تکیے کی جانب دیکھ رہا تھا، جب لوگوں نے تکیے کو اٹھایا تو اس کے نیچے پانچ یا چھ دینار پڑے تھے، یہ دیکھ کر امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور پڑھا انا للہ وانا الیہ راجعون، مزید فرمایا میں نہیں سمجھتا کہ تیری جلد اس کی سزا برداشت کر سکے گی۔

(الزھد للامام احمد بن حنبل، زھد ابی بکر صدیق، رقم: ۵۸۹، ص۱۴۲)

☆...... حضرت حسن سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں خطبہ دیا اور اس وقت آپ نے جو چادر پہنی ہوئی تھی اس میں بارہ جگہ پیوند لگے ہوئے تھے"۔ (الزھد للامام احمد، زھد عمر فاروق، برقم: ۶۵۸، ص۱۵۲)

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیشک اللہ تمہاری صورتوں کی طرف دیکھتا ہے نہ تمہارے مال کی جانب، اللہ تمہارے دلوں اور اعمال کی جانب دیکھتا ہے"۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب: القناعۃ، رقم: ۴۱۴۳، ص۶۸۹)

☆...... سیدنا ابو عمر بن علاء اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مولی علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: "اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تمہارے دیئے ہوئے اموال میں سے میرے پاس اس کے سوا کچھ نہیں ہے یہ کہہ کر اپنی آستین سے ایک بوتل نکالی اور فرمایا کہ یہ مجھے میرے غلام نے تحفہ دی تھی"۔ (الزھد للامام احمد، زھد امیر المومنین علی، رقم: ۶۹۵، ص۱۵۷)

رضائے الٰھی کے لئے خرچ کرنے کی اھمیت:

۲...... زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو صدقہ دینے کا حکم دیا، اتفاق سے میرے پاس اس وقت مال موجود تھا، میں نے دل میں خیال کیا اگر میں کسی دن امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بڑھ سکتا ہوں تو وہ آج ہی کا دن ہے، آپ فرماتے ہیں میں اپنا آدھا مال لے کر بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے، میں نے عرض کی: آدھا مال ان کے لئے چھوڑ آیا ہوں، اتنے میں صدیق اکبر آئے اور اپنا سارا مال بارگاہ اقدس میں ڈھیر کر دیا، پوچھا گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ آئے، عرض کی: ان کے لئے اللہ اور

اس کا رسول کافی ہیں۔ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا: میں کبھی کسی معاملے میں ان سے نہیں بڑھ سکتا"۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الزکوۃ، باب: الرخصۃ فی ذلک، رقم:۱۶۷۸، ص۳۱٤)

☆......سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی حباب سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر لوگوں کو راہ خدا میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دلائی تو امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "میں نے سو ۱۰۰ اونٹ ساز و سامان کے ساتھ راہ خدا میں دیئے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ترغیب دلائی تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پھر کہا: "میں نے سو اونٹ مزید راہ خدا میں دیئے"۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید ترغیب دلائی تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کی: "میں نے مزید سو ۱۰۰ اراہ خدا میں پیش کئے"۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "آج کے بعد عثمان کو کوئی عمل نقصان نہیں دیگا"۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث عبدالرحمن بن خباب السلمی، رقم:۱٦٦۹٦، ج٥، ص٦٠٤)

نبوت اور وحی کا انکار کرنا عذاب کو دعوت دینا ہے!

مسئلہ......وحی نبوت، انبیائے کرام کے لئے خاص ہے، جو اسے کسی غیر نبی کے لئے مانے کافر ہے، نبی کو خواب میں جو چیز بتائی جائے وہ بھی وحی ہے، اُس کے جھوٹے ہونے کا احتمال نہیں، ولی کے دل میں بعض وقت سوتے یا جاگتے میں کوئی بات اِلقاء ہوتی ہے، اس کو الہام کہتے ہیں، اور وحی شیطانی کہ اِلقاء من جانب الشیطان، یہ کاہن، ساحر، اور دیگر کفار و فساق کے لئے ہوتی ہے۔

(بہار شریعت مخرجہ، نبوت کا بیان، حصہ اول، ج۱، ص۳۵ وغیرہ)

اغراض:

قربیٰ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿زلفی﴾ مصدر بمعنی فعل ہے۔

لکن: ﴿من امن﴾ میں اس جانب اشارہ ہے کہ مراد استثناء منقطع ہے، اور یہ خطاب کفار کی جانب محمول کیا گیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ استثناء متصل ہو اور خطاب عام ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ مراد یہ ہو کہ مال و اولاد اُسی کو فائدہ دے گی جو مومن و صالح ہو اور اپنا مال راہ خدا میں خرچ کرنے والا ہو کیونکہ اگلا کلام الٰہی کے مطابق ﴿فاولئک﴾ سے ہو رہا ہے۔

مقدرین عجزنا: یعنی ہماری آیات میں خرابی کی کوشش کرنے والے سمجھتے ہیں کہ وہ ہمیں عاجز کر دیں گے اور ہم ان پر قابو نہ پا سکیں گے۔ یقال کل انسان: اس جملے سے معلوم ہوا کہ اللہ ہی رزاق ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں جمع ﴿الرازقین﴾ کا صیغہ باعتبار جمع صوری کے ہے، پس اللہ رزق کا خالق ہے اور بندے اس کے اسباب و ذرائع ہیں۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ اشکال پیدا ہو کہ اس جواب سے مفضل و مفضل علیہ کے مابین مشارکت پیدا ہو گی؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ الرزاق کا اطلاق رزق پہنچانے اور رزق پیدا کرنے دونوں پر ہوتا ہے، پس اللہ رزق کا پیدا کرنے والا ہے اور اپنے بندوں کے ذریعے دیگر لوگوں تک اس رزق کو پہنچانے کا اہتمام بھی فرماتا ہے گویا بندے وسیلہ و ذریعہ ہیں۔

یرزق عالتہ: یعنی عیالہ ہے، یعنی انسان اپنے اہل و عیال کی کفالت کرتا ہے، یہی یہاں بھی مراد ہے۔

ای یطیعونھم: یعنی جن کی عبادت کرنے سے مراد یہ ہے کہ جنات کے وسوسوں پر عمل کرتے ہیں، اور انہیں فرشتے جانتے ہیں جیسا کہ خزاعہ نامی جماعت جنات کی عبادت کرتی تھی اور گمان کرتی تھی کہ جن اللہ کے مقرب فرشتے اور بیٹیاں ہوتے ہیں۔

ای بعض المعبودین: سے مراد ملائکہ ہیں۔ لبعض العابدین: سے مراد کفار ہیں۔

من القوۃ: یعنی نہ تو جسمانی طاقت، لمبی عمر اور مال کثیر، کچھ بھی نہیں پس ہلاکت سے بچانے والی کوئی چیز ان کے پاس نہیں کیونکہ مذکورہ

چیزیں بھی اللہ کی ہلاکت سے نہیں بچاسکتیں۔

واقع موقعہ: مراد غایت درجے کا عدل ہے، جو ظلم وزیادتی کی نفی کرتا ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص۶۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۲

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ج﴾ھِیَ ﴿اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ﴾ای لِاَجْلِهٖ ﴿مَثْنٰی﴾ای اِثْنَینِ اِثْنَینِ ﴿وَفُرَادٰی﴾ای واحِدًا واحِدًا ﴿ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا قف﴾فَتَعْلَمُوا ﴿مَا بِصَاحِبِكُمْ﴾مُحَمَّدٌ ﴿مِّنْ جِنَّةٍ ط﴾جُنُونٍ ﴿اِنْ﴾ما ﴿هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ﴾ای قَبلَ ﴿عَذَابٍ شَدِيْدٍ (۴۶)﴾فِی الْاٰخِرَةِ اِنْ عَصَيْتُمُوهُ ﴿قُلْ﴾لَهُم ﴿مَاسَاَلْتُكُمْ﴾عَلَی الْاِنْذَارِ وَالتَّبْلِیغِ ﴿من اجر فهو لكم ط﴾ای لَا اَسْاَلُكُم عَلَيْهِ اجرا ﴿ان اجری﴾مَا ثَوَابِی ﴿الا على الله وهو على كل شيء شهيد (۴۷)﴾مُطَّلِعٌ يَعْلَمُ صِدْقِي ﴿قل ان ربی یقذف بالحق ج﴾يُلْقِيهِ اِلٰی اَنْبِيَائِهٖ ﴿علام الغيوب (۴۸)﴾مَا غَابَ عَنْ خَلْقِهٖ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ ﴿قل جاء الحق﴾الْاِسْلَامُ ﴿وما يبدى الباطل﴾الْكُفْرُ ﴿وما يعيد (۴۹)﴾ای لَمْ يَبْقَ لَهٗ اَثَرٌ ﴿قل ان ضللت﴾عَنِ الْحَقِّ ﴿فانما اضل على نفسى ج﴾ای اِثْمُ ضَلَالِي عَلَيْهَا ﴿وان اهتديت فبما يوحى الى ربى ط﴾مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْحِكْمَةِ ﴿انه سميع﴾لِلدُّعَاءِ ﴿قريب (۵۰) ولو ترى﴾يَامُحَمَّدُ ﴿اذ فزعوا﴾عِنْدَ الْبَعْثِ لَرَاَيْتَ اَمْرًا عَظِيمًا ﴿فلا فوت﴾لَهُمْ مِنَّا ای لَا يَفُوتُونَنَا ﴿واخذوا من مكان قريب (۵۱)﴾ای الْقُبُورِ ﴿وقالوا امنا به ج﴾ای بِمُحَمَّدٍ اَوِ الْقُرْاٰنِ ﴿وانى لهم التناوش﴾بِالْوَاوِ بِالْهَمْزَةِ بَدَلَهَا ای تَنَاوُلَ الْاِيْمَانَ ﴿من مكان م بعيد (۵۲)﴾عَنْ مَحَلِّهٖ اِذْهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَمَحَلُّهُ الدُّنْيَا ﴿وقد كفروا به من قبل﴾فِي الدُّنْيَا ﴿ويقذفون﴾يَرْمُونَ ﴿بالغيب من مكان بعيد (۵۳)﴾ای بِمَا غَابَ عِلْمُهٗ عَنْهُمْ غَيْبَةً بَعِيْدَةً حَيْثُ قَالُوا فِي النَّبِيِّ سَاحِرٌ شَاعِرٌ كَاهِنٌ وَفِي الْقُرْاٰنِ سِحْرٌ شِعْرٌ كَهَانَةٌ ﴿وحيل بينهم وبين ما يشتهون﴾مِنَ الْاِيْمَانِ ای قُبُوْلِهٖ ﴿كما فعل باشياعهم﴾اَشْبَاهِهِمْ فِي الْكُفْرِ ﴿من قبل﴾ای قَبْلَهُمْ ﴿انهم كانوا فى شك مريب (۵۴)﴾مُوْقِعُ الرِّيبَةِ لَهُمْ فِيمَا اٰمَنُوا بِهِ الْاٰنَ وَلَمْ يَعْتَدُّوا بِدَلَائِلِهٖ فِي الدُّنْيَا.

﴿ترجمہ﴾

تم فرماؤ میں تمہیں ایک نصیحت کرتا ہوں (اور وہ نصیحت یہ ہے) کہ اللہ کے لیے کھڑے رہو دو دو (مثنی بمعنی اثنین اثنین) اور اکیلے اکیلے (فردی بمعنی واحدا واحدا ہے) پھر سوچو......تو (تتفکروا بمعنی فتعلموا ہے) کہ تمہارے ان صاحب (یعنی محمد ﷺ) میں جنون کی کوئی بات نہیں (جنۃ کے معنی جنون ہے) وہ تو نہیں (ان کے معنی ما نافیہ ہے) مگر تمہیں ڈر سنانے والے ایک سخت عذاب کے آگے (یعنی سخت عذاب کے آنے سے پہلے جو آخرت میں ملے گا اگر تم ان کی نافرمانی کرو گے تو) تم (ان لوگوں سے) فرماؤ میں نے (اس انذار و تبلیغ پر) تم سے کچھ اجر مانگا ہو تو وہ تمہیں کو (یعنی میں تم سے اس پر کچھ اجرت نہیں مانگتا) میرا اجر (یعنی میرا ثواب) نہیں (ان کے معنی ما نافیہ ہے) مگر اللہ پر اور وہ ہر چیز پر مطلع ہے (وہ میری صداقت کو جانتا ہے، شہید بمعنی مطلع ہے) تم

فرماؤ بیشک میرا رب حق القاء فرماتا ہے (اپنے انبیائے کرام کو حق القاء فرماتا ہے) بہت جاننے والا سب غیبوں کا (زمین و آسمان میں موجود کوئی شے اس سے غائب نہیں ہے) تم فرماؤ حق (یعنی اسلام ......۲) آیا اور باطل (یعنی کفر) نہ پہل کرے اور پھر کر نہ آئے (یعنی اس کا کچھ اثر باقی نہ رہا) تم فرماؤ اگر میں (حق سے) بہکا تو اپنے ہی برے کو بہکا......۳ (میرے بہکنے کا گناہ مجھی پر ہے) اور اگر میں نے راہ پائی تو اس کے سبب جو میرا رب میری طرف وحی فرماتا ہے (یعنی قرآن پاک اور حکمت کے سبب) بیشک وہ سننے والا ہے (دعاؤں کا) اور نزدیک ہے اور کسی طرح (اے حبیب ﷺ) تو دیکھے جب وہ (اٹھائے جانے کے وقت) گھبراہٹ میں ڈالے جائیں گے (تو آپ ﷺ ایک امر عظیم ملاحظہ کریں گے) پھر بچ نہ پائیں گے (یعنی وہ ہم سے بچ کر نہ نکل سکیں گے یعنی ہم سے بچ نہ سکیں گے) اور ایک قریب جگہ (یعنی قبروں) سے پکڑ لیے جائیں گے ہم اس پر (یعنی محمد ﷺ یا قرآن پاک پر) ایمان لائے اور اب وہ اسے کیسے پائیں (یعنی ایمان کو، تنا وش کو واؤ کے ساتھ اور واؤ کے بجائے ہمزہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے) اتنی دور جگہ سے (جو ایمان لانے کے محل سے دور ہے کیونکہ کفر آخرت میں ہونگے اور ایمان لانے کی جگہ دنیا ہے) کہ پہلے تو (دنیا میں) اس سے کفر کر چکے اور بے دیکھے پھینک مارتے ہیں (یقذفون بمعنی یرمون ہے) دور مکان سے (یعنی ایسی باتیں کرتے ہیں جس کا علم خود انہیں نہیں ہوتا وہ باتیں حقیقت سے دور ہوتی ہیں جیسے نبی پاک ﷺ کے بارے میں کفار بکواس کرتے، کہتے کہ معاذ اللہ ساحر ہیں، شاعر، کاھن، ہیں اور قرآن کے بارے میں کہنا کہ یہ جادو ہے، شعر ہے، کہانت ہے) اور روک کردی گئی ان میں اور اس میں جسے چاہتے (یعنی ایمان میں یعنی قبولیت ایمان میں) جیسے ان کے پہلے گروہوں کے ساتھ کیا گیا تھا (جو کفر میں ان لوگوں کے مشابہ تھے، قبل کا مضاف الیہ ھم ضمیر محذوف ہے) بیشک وہ دھوکا ڈالنے والے شک میں تھے (یعنی ایسے شک میں مبتلا تھے جو خود ان کو دھوکے میں ڈالنے والا تھا اس ذات کے بارے میں جس پر اب وہ ایمان لائے ہیں حالانکہ دنیا میں اس کے دلائل سے ہدایت نہیں پاتے تھے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل انما اعظکم بواحدۃ تقوموا للہ مثنی وفرادی ثم تتفکروا﴾۔

قل: قول، انما: حرف مشبہ وما کافہ، اعظکم: فعل بافاعل ومفعول، ب: جار، واحدۃ: مبدل منہ، ان: مصدریہ، تقوموا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، مثنی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، فرادی: معطوف، ملکر فاعل، للہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، تتفکروا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر بدل، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ما بصاحبکم من جنۃ ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید٥﴾

ما: نافیہ، بصاحبکم: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، جنۃ: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، ان: نافیہ، ھو: مبتدا، الا: اداۃ حصر، نذیر لکم: شبہ جملہ موصوف، بین: مضاف، یدی عذاب شدید: مضاف الیہ، ملکر ظرف متعلق بحذوف صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل ما سالتکم من اجر فھو لکم﴾۔

قل: قول، ما: شرطیہ ذوالحال، من اجر: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول ثانی، سالتکم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ھو: مبتدا، لکم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ان اجری الا علی اللہ وھو علی کل شیء شھید٥﴾۔

ان: نافیہ، اجری: مبتدا، الا: اداۃ حصر، علی اللہ: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ھو: مبتدا، علی کل شیء شھید: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل ان ربی یقذف بالحق علام الغیوب٥﴾.
قل: قول، ان ربی: حرف مشبہ واسم، یقذف بالحق: جملہ فعلیہ خبر اول، علام الغیوب: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل جاء الحق وما یبدئ الباطل وما یعید٥﴾.
قل: قول، جاء الحق: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، مایبدئ: فعل نفی، الباطل: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، ما یعید: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل ان ضللت فانما اضل علی نفسی وان اھتدیت فبما یوحی الی ربی﴾.
قل: قول، ان: شرطیہ، ضللت: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انما: حرف مشبہ وما کافہ، اضل علی نفسی: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ان: شرطیہ، اھتدیت: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ب: جار، ما: موصولہ، یوحی الی ربی: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر فعل محذوف "اھتدی" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿انہ سمیع قریب٥ ولو تری اذ فزعوا﴾.
انہ: حرف مشبہ واسم، سمیع قریب: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، لو: شرطیہ، تری: فعل بافاعل، اذ: مضاف، فزعوا: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر جملہ فعلیہ جزا محذوف "لرایت امرا عظیما" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلا فوت واخذوا من مکان قریب٥﴾.
ف: مستانفہ، لا: نفی جنس، فوت: اسم "لھم" ظرف مستقر خبر محذوف، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اخذوا: فعل مجہول بانائب الفاعل، من مکان قریب: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقالوا امنا بہ وانی لھم التناوش من مکان بعید٥﴾.
و: عاطفہ، قالوا: قول، امنا بہ: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ، انی: اسم استفہام خبر مقدم، لھم: ظرف مستقر حال مقدم، التناوش من مکان بعید: شبہ جملہ ذوالحال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقد کفروا بہ من قبل ویقذفون بالغیب من مکان بعید٥﴾.
و: حالیہ، قد: تحقیقیہ، کفروا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، من قبل: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، بہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یقذفون: فعل بافاعل، بالغیب: ظرف لغو، من مکان بعید: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر ماقبل "لھم" کی "ھم" سے حال ہے۔

﴿وحیل بینھم وبین ما یشتھون﴾.
و: عاطفہ، حیل: فعل مجہول بانائب الفاعل، بینھم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بین: مضاف، ما یشتھون: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر معطوف، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کما فعل باشیاعھم من قبل انھم کانوا فی شک مریب٥﴾.
کاف: جار، ما: موصول، فعل: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، من قبل: ظرف مستقر حال، ملکر نائب الفاعل، باشیاعھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "فعلا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر فعل محذوف "فعل بھم" کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ "ای

فعل بھم فعلا کما باشیاعھم من قبل "انھم: حرف مشبہ واسم، کانوا فی شک مریب: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

تنہا غوروفکر کرنے کی توجیہ:

۱......تنہا غوروفکر کرنے یا دو دو احباب کا غوروفکر کرنے کی اہمیت کی جانب توجہ دلانا مقصود ہے کہ تنہا شخص عموما انصاف کی جانب مائل ہوکر ھدایت کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے جب دو دو افراد بھی نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں، جبکہ کئی احباب کا کسی معاملہ میں ہم خیال ہونے کے امکانات کم ہی ہوا کرتے ہیں اگر چہ دینی معاملے میں ہمیں اپنی عقل پر اعتماد ہی نہ کرنا چاہئے بلکہ ہمیں اللہ پر بھروسہ چاہیے لیکن جہاں کفر کی تاریکیاں مسلط رہی ہوں وہاں طرح طرح سے دعوت حق دی جانی چاہیے کہ زہے نصیب کسی بات کی جانب دل ٹھک جائے اور ایمان نصیب ہوجائے۔ (روح البیان، ج۷، ص۳٦۱ ملخصا و ملتقطا بتغیر قلیل)

حق بمعنی اسلام یا کچھ اور؟

۲......سعید قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس سے مراد قرآن ہے، نحاس کہتے ہیں کہ یہاں کچھ محذوف ہے، تقدیر کلام یوں ہے: "جاء صاحب الحق"۔یعنی وہ کتاب جس میں دلائل و براہین ہیں۔اور باطل سے مراد شیطان ہے۔(القرطبی، الجزء۲۲، ص۲۷٤)

علامہ آلوسی کہتے ہیں: حق سے مراد اسلام، توحید اور قرآن ہے، ایک قول کے مطابق حق سے مراد تلوار ہے کہ جس کے ذریعے فیصلہ ہوتا ہے۔اور باطل سے مراد کفروشرک ہے۔ (روح المعانی، الجزء:۲۲، ص٤۵۰)

☆......حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے، آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی آپ اس کو ان میں چبھو کر فرماتے: ﴿جاء الحق وزھق الباطل حق آیا اور باطل مٹ گیا(الاسراء:۸۱)﴾۔

(صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب:ھل تکسر الدنان التی، رقم:۲٤۷۸، ص٤۰۰)

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی جانب بھٹکنے کی نسبت کرنا:

۳......مختلف مترجمین نے اس آیت کا ترجمہ کن الفاظ میں کیا، درج ذیل نقل کیا جاتا ہے:

اعلی حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

"تم فرماؤ اگر میں بہکا تو اپنے ہی بُرے کو بہکا"۔

سید احمد سعید کاظمی صاحب لکھتے ہیں:

"فرمادیجئے! اگر میں بہک جاؤں تو اپنے ہی ضرر کو بہکوں گا"۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری کہتے ہیں:

"فرمایئے! (تمہارے گمان کے مطابق) اگر میں بہک گیا تو اس کا وبال میری جان پر ہوگا"۔

سید محمد محدث کچھوچھوی لکھتے ہیں:

"کہہ دو کہ اگر میں گمراہ ہوتا تو بھٹکتا اپنے بُرے کو"۔

علامہ رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

"آپ کہیے میں (بالفرض) گم راہ ہوں تو میری گم راہی کا ضرر صرف مجھ پر ہی ہوگا"۔

اغراض:

هـي: یہاں قیام حقیقی مراد نہیں ہے کیونکہ وہ تو قدموں پر کھڑے ہونے کا نام ہے، یہاں ہمت صرف کرنا، مشغول ہونا اور محمد ﷺ کے معاملے میں تفکر کرنا اور جو کچھ آپ ﷺ لائے اس میں بھی غور وفکر کرنا شامل ہے کیونکہ یہ ہر مکلف پر سب سے پہلا واجب ہے، کہ اس واجب کی ادائیگی میں نظر کرے۔

فتعلموا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ غور وفکر اور علم کا نتیجہ جان لینا ہے، اور **تتفکروا** کا معمول محذوف ہے، تقدیر عبارت یہ ہے: "**فتفکروا فی احوال محمد** یعنی محمد ﷺ کے احوال میں غور کرو" تمہیں علم حاصل ہو جائے گا اور وہ علم یہ کہ تمہارے صاحب میں کوئی جنون اور نقص نہیں ہے۔

ای لا اسالکم علیه اجرا: معنی یہ ہے کہ میں تم سے اجر نہیں مانگتا تا کہ نفع میری جانب ہی لوٹے، جیسا کہ اللہ کے فرامین میں اس بات کا اشارہ یوں ملتا ہے: ﴿**قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربی**﴾ (شوریٰ:۲۳)، ﴿**ما اسئلکم علیه من اجر الا من شاء ان یتخذ الی ربه سبیلا**﴾ (الفرقان:۵۷)۔

ما غاب عن خلقه: مخلوق کی جانب نسبت کرنے کے لئے غیب کا لفظ استعمال فرمایا، ورنہ ہر شہادت اللہ ہی کی جانب سے ہوا کرتی ہے۔ **عند البعث:** وقت فزع (خوف) کے بارے میں ایک قول یہی ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ بدر کے دن خوف محسوس ہوا جب فرشتوں کے ذریعے گردنیں ماری گئیں اور انہیں توبہ کرنے کی مہلت نہ ملی، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہ آیت اُن آٹھ ہزار کے بارے میں نازل ہوئی جو آخری زمانے میں ہونگے اور کعبہ معظمہ میں خرابی کریں گے، پھر جب بیداء (علاقے کا نام ہے) میں داخل ہونگے تو ان کے ساتھ زمین میں دھنس جائیں گے مراد قریب کے مکان میں دھنس جانا ہے۔

لرایت امرا عظیما: میں اس جانب اشارہ ہے کہ "**لو**" کا جواب محذوف ہے۔

ای القبور: یعنی دنیا میں ان کے ٹھکانوں کے قریب ترین، یا یہ مراد ہے کہ ان کی روحیں ان کے مکانوں ہی میں قبض کر لی گئیں اور انہیں جائے فرار نہ مل سکی، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مکان قریب سے مراد جہنمیوں کی قبریں ہیں اور وہ اپنی قبروں سے جہنم میں داخل کرنے کے لئے نکالے جائیں گے۔

ای قبوله: یعنی خاص من چاہی آخرت کے لئے روک دی گئی ہے۔

ای قبلهم: مراد سابقہ دنیاوی زمانہ ہے نہ کہ اُخروی، کیونکہ قیامت کا زمانہ تو متحد ہوگا اس میں سابق ولاحق کچھ نہ ہوگا۔

امنوا: یعنی آخرت میں ایمان لانا، جب کہ دنیا میں سید عالم ﷺ کے دلائل پر اعتماد رکھ کر ایمان نہ لائے تھے۔

(الصاوی، ج۵، ص۷۱ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی الله علی محمد

سورة فاطر مكية وهى خمس او ستون واربعون آية

سورۃ فاطر مکی ہے اور اس میں ۴۵ یا ۴۶ آیات ہیں

تعارف سورۃ فاطر

اس سورت میں پانچ رکوع، ۹۷۰ کلمات، ۳۱۳۰ حروف ہیں۔ اس سورت میں بنیادی طور پر عقیدۂ توحید کو ثابت کرنے کے لئے اللہ ﷻ کی عظمتوں اور اس کی شانِ کبریائی کو بیان کیا گیا ہے اور اس کے پہلو بہ پہلو وہ معبودانِ باطل جن کی پرستش مکہ بلکہ دنیا بھر کے مشرک کیا کرتے تھے اس کا بھی ذکر ہوا۔ یوں سمجھ لیجئے کہ انسانیت بالکل دم توڑ چکی تھی اگرچہ اس طرح کے مضامین قرآن میں متعدد بار دہرائے گئے ہیں جس کا مقصد یہ تھا کہ قاری ذہن نشین کرلیں اور عبرت حاصل کریں۔ سید عالم ﷺ سراپا رحمت بن کر جلوہ فرما ہوئے اور یہ وہ ہستی ہیں جن کے دل میں انسانیت کی ہمدردی موجزن ہے، انسان تو انسان جانور تک دامن شفقت سے نفع پاتے ہیں۔ جس ذات کی دلی کیفیات ایسی ہوں ان کا خلق خدا پر احسان کس قدر ہوتا ہوگا؟ نامصاعب حالات میں بھی دامن تبلیغ نہ چھوڑا بلکہ لوگوں کی ہدایت کے لئے کوشاں ہی رہے۔ اس سورت میں ان لوگوں کا بھی بیان باخوبی کیا گیا ہے جو ہدایت کو چھوڑ کر کجروی اختیار کرتے ہیں ،صاف ستھری پاکیزہ زندگی کے بجائے فسق وفجور سے آلودہ غلیظ زندگی گزارنا پسند کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں دو اسباب پیش خدمت ہیں: (۱)...... دنیاوی مال واسباب کی چمک دمک انہیں ایسا کرنے پر مجبور کردیتی ہے، اہل دنیا جس جاہ وجلال سے اپنی گزر بسر کرتے ہیں انہیں دیکھ کر ریس پیدا ہوتی ہے اور عین اُنہی جیسا بننے کے لئے ناجائز ذرائع اختیار کرکے مال حاصل کرلیا جاتا ہے اور اُخروی سکون کو داؤ پر لگا دیا جاتا ہے۔ (۲)...... اگرچہ فطرت گناہوں کو ناپسند کرتی ہے لیکن شیطان ان غلط کاریوں کو انسان کے سامنے اس طرح بنا سنوار کر پیش کرتا ہے کہ انسان کا دل اس میں پھنس جاتا ہے اور پھر جو کچھ اختیار کرلیتا ہے اس کا ذکر آیت نمبر ۵ اور ۶ میں بخوبی کردیا گیا ہے۔ تاہم پستی میں گرنے کے باوجود ہدایت کا دروازہ کھلا ہے۔ ہر ممکن کوشش کرکے انسان اپنی زندگی کو بہتر بنائے اور وقت کی قدر کرتے ہوئے اُخروی زندگی کو بہتر بنانے کی سعی کرے۔

رکوع نمبر: ۱۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

﴿الحمد لله﴾ حَمِدَ تعالى نفسه بذلک كَمَا بُيِّنَ فى اَوَّلِ سَبَا ﴿فاطر السموت والارض﴾ خَالِقِهِمَا على غيرِ مِثَالٍ سَبَقَ ﴿جاعل الملئكة رسلا﴾ اِلَى الْاَنبِيَاءِ ﴿اولى اجنحة مثنى وثلث وربع ط يزيد فى الخلق﴾ فِى المَلائِكَةِ وَغَيرِهَا ﴿ما يشاء ط ان الله على كل شئ قدير (۱) ما يفتح الله الناس من رحمة﴾ كَرِزقٍ ومَطَرٍ ﴿فلا ممسک لها ج وما يمسک﴾ مِن ذٰلک ﴿فلا مرسل له من بعده ط﴾ اَى بَعدَ اِمسَاكِه ﴿وهو العزيز﴾ الغَالِبُ على اَمرِهٖ ﴿الحكيم (۲)﴾ فِى فِعلِهٖ ﴿يايها الناس﴾ اَى اَهلَ مَكَّةَ ﴿اذكروا نعمت الله عليكم ط﴾ بِاِسكَانِكُم الحَرَمَ وَمَنعِ الغَارَاتِ عَنكُم ﴿هل من خالق﴾ مِن زَائِدَةٌ وَّخَالِقُ مُبتَدَاءٌ ﴿غير الله﴾ بِالرَّفعِ والجَرِّ نَعتٌ لِخَالِقٍ لَفظًا ومَحَلًّا وَخَبرُ المُبتَدَاءِ ﴿يرزقكم من السماء﴾ المَطَرِ ﴿و﴾ مِن ﴿الارض ط﴾ النَّبَاتِ والْاِستِفهَامُ لِلتَّقرِيرِ اَى لَا خَالِقَ رَازِقَ غَيرُهٗ ﴿لا اله الا

هو صلے فانی تؤفکون (۳)﴾مِن اَینَ تُصرِفُونَ عَن تَوحِیدِہٖ مع اِقرَارِکم بِاَنَّہٗ الخَالِقُ الرازِقُ ﴿وان یکذبوک﴾یَا مُحمدُ فی مَجِیئکَ بِالتَّوحِیدِ والبَعثِ والحِسَابِ والعِقَابِ﴿فقد کذبت رسل من قبلک ط﴾فی ذلکَ فَاصبِر کَما صَبَروا﴿والی اللہ ترجع الامور (۴)﴾فِی الْاٰخِرۃِ فَیُجَازِی المُکَذِّبِینَ وَیَنصُرُ المُرسَلِینَ﴿یایھا الناس ان وعد اللہ﴾بِالبَعثِ وَغَیرِہٖ﴿حق فلا تغرنکم الحیوۃ الدنیا وقفۃ﴾عنِ الْاِیمَانِ بِذلکَ﴿ولا یغرنکم باللہ﴾فی حَملِہٖ وامھالِہٖ﴿الغرور (۵)﴾الشَیطانُ﴿ان الشیطن لکم عدو فاتخذوہ عدوا ط﴾بِطَاعَۃِ اللہِ وَلا تُطِیعُوہُ﴿انما یدعوا حزبہ﴾اَتبَاعَہٗ فِی الکُفرِ﴿لیکونوا من اصحب السعیر(۶)﴾النَّارِ الشَّدِیدَۃِ﴿الذین کفروا لھم عذاب شدید ط والذین امنوا وعملوا الصلحت لھم مغفرۃ واجر کبیر(۷)﴾فَھٰذا بَیانٌ ما لِموافِقِی الشَّیطَانِ وَما لِمُخَالِفِیہِ .

﴿ترجمہ﴾

سب خوبیاں اللہ کو (ان کلمات کے ذریعے اللہ ﷻ نے خود اپنی ذات کی حمد فرمائی ہے جیسا کہ سورۂ سبا کی ابتدا میں اس بات کو بیان کر دیا گیا ہے) جو آسمانوں اور زمین کو بنانے والا (فاطر السموت والارض کا معنی ہے بغیر کسی سابقہ نمونے کے زمین وآسمان کو بنانے والا ہے) فرشتوں کو بھیجنے والا قاصد بنا کر (انبیائے کرام کی طرف) جن کے دو دو تین تین چار چار پر ہیں بڑھاتا ہے (فرشتوں وغیرہ کی......۱......) پیدائش میں جو چاہے بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ جو رحمت لوگوں کے لیے کھولے (جیسے رزق وبارش) اس کا کوئی روکنے والا نہیں اور جو کچھ روک لے (اس رحمت کو) تو اس کے بعد (یعنی اس کی روک کے بعد) اس کا کوئی چھوڑنے والا نہیں اور وہی ہے غالب (اپنے امر پر غالب ہے) حکمت والا ہے (اپنے فعل میں) اے لوگوں (یعنی اے اہل مکہ) اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو (کہ اس نے تمہیں حرم میں سکونت دی اور قتل وغارتگری کرنے والوں کو تم سے روک دیا......۲......) کیا اللہ کے سوا اور بھی کوئی خالق ہے کہ (من خالق میں من زائدہ ہے اور خالق مبتدا بن رہا ہے غیر مرفوع ومجرور دونوں صورتوں میں لفظا اور محلا خالق کی صفت ہے اور مبتدا کی خبر یرزقکم...... الخ ہے) آسمان سے (بصورت بارش) اور زمین سے (بصورت نباتات) تمہیں روزی دے (یہ استفہام تقریری ہے معنی یہ ہے کہ اللہ ﷻ کے سوا کوئی خالق ورازق نہیں ہے) اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم کہاں اوندھے جاتے ہو (انی بمعنی این ہے یعنی اللہ ﷻ کے خالق ورازق ہونے کا اعتقاد رکھنے کے باوجود اس کی توحید سے کہاں اوندھے جاتے ہو؟) اور (اے حبیب ﷺ) اگر یہ تمہیں جھٹلائیں (عقیدہ توحید وقیامت اور حساب وعقاب کے سبب، جو آپ ﷺ لے کر آتے ہیں) تو بیشک (اس باب میں) تم سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے (تو جس طرح انہوں نے صبر کیا آپ ﷺ بھی صبر کریں) اور سب کام (آخرت میں) اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں (پس وہ جھٹلانے والوں کو بدلہ دیگا اور مسلمانوں کی مدد فرمائے گا) اے لوگوں! بیشک اللہ کا وعدہ (مرنے کے بعد اٹھانے جانے وغیرہ کا) سچا ہے تو ہرگز تمہیں (اس پر ایمان لانے سے) دھوکہ نہ دے دنیا کی زندگی تو ہرگز تمہیں اللہ کے حکم پر فریب نہ دے (اس کے حکم فرمانے اور مہلت دینے کے بارے میں) وہ بڑا فریبی (یعنی شیطان......۳......) بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اس کو دشمن سمجھو (اس کی اطاعت نہ کرو اور اللہ ﷻ کی فرمانبرداری کرتے رہو) وہ تو اپنے گروہ کو (کفر میں اپنی پیروی کرنے والوں کو) اسی لئے بلاتا ہے کہ دوزخیوں میں ہوں (سعیر کے معنی شدید آگ

ہے) کافروں کے لیے سخت عذاب ہے اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے (یہ بیان شیطان کے موافقین اور اس کے مخالفین کی حالتوں کا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الحمد لله فاطر السموت والارض جاعل الملئكة رسلا اولى اجنحه مثنى وثلث وربع﴾.

الحمد: مبتدا، لام: جار، الله: موصوف، فاطر: اسم فاعل بافاعل مضاف، السموت والارض: مفعول مضاف الیہ، ملکر صفت اول، جاعل: اسم فاعل بافاعل مضاف، الملئكة: مضاف الیہ مفعول اول، رسلا: موصوف، اولى: مضاف، اجنحه: موصوف، مثنى: معطوف علیہ، وثلث وربع: معطوفان، ملکر صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر شبہ جملہ صفت ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿يزيد فى الخلق ما يشاء ان الله على كل شىء قديرo﴾.

يزيد: فعل بافاعل، فى الخلق: ظرف لغو، ما يشاء: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ان الله: حرف مشبہ واسم، على كل شىء قدير: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ما يفتح الله للناس من رحمة فلا ممسک لها﴾.

ما: شرطیہ ذوالحال، من رحمة: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول مقدم، يفتح الله للناس: فعل وفاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لا نفی جنس، ممسک: اسم، لها: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما يمسک فلا مرسل له من بعده وهو العزيز الحكيمo﴾.

و: عاطفہ، ما شرطیہ مبتدا، يمسک: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لا نفی جنس، مرسل: ذوالحال، من بعده: ظرف مستقر حال، ملکر اسم، له: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، هو مبتدا، العزيز الحكيم: خبران، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿يايها الناس اذكروا نعمت الله عليكم هل من خالق غير الله يرزقكم من السماء والارض﴾.

يايها الناس: نداء، اذكروا: فعل امر بافاعل، نعمت الله عليكم: شبہ جملہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ، هل: حرف استفہام، من: زائد، خالق: موصوف، غير الله: صفت، ملکر مبتدا، يرزقكم من السماء والارض: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لا اله الا هو فانى توفكونo﴾.

لا: نفی جنس، اله: موصوف، الا: بمعنی غیر مضاف، هو: مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر اسم "موجود" محذوف خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، ف: مستانفہ، انى: اسم استفہام، حال مقدم، توفكون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان يكذبوک فقد كذبت رسل من قبلک والى الله ترجع الامورo﴾.

و: مستانفہ، ان: شرطیہ، يكذبوک: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قد: تحقیقیہ، كذبت: فعل مجہول، رسل: موصوف، من قبلک: ظرف مستقر صفت، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، الى الله: ظرف لغو مقدم، ترجع الامور: فعل بانائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یایھا الناس ان وعداللہ حق فلا تغرنکم الحیوۃ الدنیا ولا یغرنکم باللہ الغرورo﴾۔
یایھا الناس: نداء،ان وعداللہ: حرف مشبہ واسم ،حق :خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء،ملکر جملہ ندائیہ ،ف فصیحیہ ،لا تغرنکم الحیوۃ الدنیا: فعل نفی ومفعول فاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،لایغرنکم باللہ: فعل نفی ومفعول ظرف لغو،الغرور:فاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان الشیطن لکم عدو فاتخذوہ عدوا﴾۔
ان الشیطن: حرف مشبہ واسم،لکم:ظرف مستقر حال مقدم،عدو: ذوالحال،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ف فصیحیہ،اتخذوہ: فعل امر بافاعل ومفعول،عدوا:مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انما یدعوا حزبہ لیکونوا من اصحب السعیرo﴾۔
انما: حرف مشبہ وما کافہ،یدعوا حزبہ:فعل بافاعل ومفعول،لام: جار،یکونوا:فعل ناقص بااسم،من اصحب السعیر: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الذین کفروا لھم عذاب شدید والذین امنوا وعملوا الصلحت لھم مغفرۃ واجر کبیرo﴾۔
الذین کفروا: موصول صلہ،ملکر مبتدا،لھم: ظرف مستقر خبر مقدم،عذاب شدید:مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،الذین امنوا وعملوا الصلحت:موصول صلہ،ملکر مبتدا،لھم: ظرف مستقر خبر مقدم،مغفرۃ:معطوف علیہ،و:عاطفہ،اجر کبیر:معطوف،ملکر مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

فرشتوں کے پَروں کا بیان :

۱......چار فرشتے منصب رسالت پر فائز ہوئے،حضرت جبرائیل علیہ السلام،میکائیل علیہ السلام،اسرافیل علیہ السلام وعزرائیل علیہ السلام۔ قتادہ کہتے ہیں کہ بعض فرشتوں کے دو پَر ہوتے ہیں،بعض کے تین اور بعض کے چار جیسا کہ آیت میں بیان کیا گیا ہے۔فرشتے ان پَروں کی مدد سے آسمان سے زمین تک نزول فرماتے ہیں اور پھر انہی کی مدد سے زمین سے آسمان کی جانب بلند ہوتے ہیں اور یہ سفر ایک ہی وقت میں ہوجاتا ہے۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل امین علیہ السلام کے چھ سو پَر دیکھے(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب:فکان قاب قوسین، رقم:٤٨٥٦، ص ٨٦٠) ۔زہری کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض خدمت کی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم !اگر آپ اسرافیل علیہ السلام کو دیکھ لیں تو ان کے بارہ ہزار پَر ہیں،جو کہ مشرق مغرب اور عرش کے نیچے اسے تھامے ہوئے ہیں اور(اللہ کی قدرت سے ان پَروں سے عرش کو اٹھانا اتنا ہلکا)جیسا کہ مولا،"الوصع" چھوٹی چڑیا نما پرندے کو کہتے ہیں اور یہ سب اللہ کی عظمت وشان کی وجہ سے ہے۔ (القرطبی، الجزء ٢٢، ص ٢٨٠)

علامہ آلوسی کہتے ہیں:

فرشتوں کے پَر حسب مراتب مختلف ہوتے ہیں لہذا فرشتے ان کی مدد سے نزول وعروج کرتے اور اللہ عزوجل کے دیئے ہوئے حکم کو بجالانے میں جلدی کرتے ہیں،اور یہ بھی جائز ہے کہ فرشتوں کو سب یا بعض پَر ان کی زینت کے باعث دیئے گئے ہوں، جیسا کہ اللہ عزوجل سے حیاء کرنے کی غرض سے اپنے چہرے کو چھپانا وغیرہ امور کے لئے،اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمام فرشتوں کو دو ہی پَر دیئے گئے ہوں یا سب ہی کو تین پَر یا چار پَر دیئے گئے ہوں،اور آیت مقدسہ چار سے زائد پَر ہونے کی نفی پر دلالت نہیں کرتی بلکہ بعض

محققین کہتے ہیں کہ پَروں کی تعداد کا ذکر کثرت وتفاوت کی وجہ سے مذکور ہے نہ کہ تعیین اور دو سے زائد کی نفی کے لئے۔ زمخشری کہتے ہیں کہ میری نظر سے بعض کتب گزریں کہ فرشتوں کو چھ پَر عطا کئے گئے جن میں سے دو سے اپنے جسم کو ڈھانپتے ہیں، باقی دو سے اللہ ﷻ کے امر (حکم) کو پورا کرنے کے لئے اڑتے ہیں اور باقی دو سے اپنے چہروں کو اللہ ﷻ سے حیاء کرتے ہوئے چھپاتے ہیں۔

(روح المعانی، الجزء ۲۲، ص ۴۶۰ وغیرہ ملتقطاً)

ادائیگی شکر کے لئے روزانہ پڑھی جانے والی دعا:

۲......نعمت پر شکر کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے تا کہ مزید انعام ہو اور موجودہ نعمتیں باقی رہیں۔ دن بھر میں ہونے والی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا انمول تحفہ سید عالم ﷺ کے فرمان کے مطابق یہ ہے کہ ہر شخص درج ذیل دعا روزانہ پڑھے: ''اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِعْمَۃٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ فَلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ''۔ شام میں یہ دعا پڑھیں تو مَااَصْبَحَ کی بجائے مَااَمْسٰی کہے۔

ابلیس کے دھوکہ دینے کا بیان:

۳......اس باب کے تحت ہم ''امام ابن جوزی'' کی کتاب ''تلبیس ابلیس'' سے اختصاراً تمام ابواب سے تلخیص بیان کریں گے کہ شیطان کس طرح کن کن امور میں دھوکے کے ذریعے بنی نوع انسان کے لئے نقصان کا سامان کرتا ہے۔

باب اول: سنت و جماعت کے لازم ہونے کے بارے میں:

حضرت عبداللہ بن دینار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے جو جنت کو محبوب رکھتا ہے وہ جماعت کو لازم کرلے کیونکہ شیطان تنہا کے ساتھ ہوتا ہے اور جماعت سے مراد دو سے زائد ہیں''۔

☆......حضرت وائل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے زمین پر مبارک انگلی سے خط کھینچا پھر فرمایا: ''یہ سیدھا راستہ ہے''، پھر دائیں اور بائیں جانب یونہی خط کھینچا اور فرمایا: ''یہ راستہ ہے کہ اس کے علاوہ راستے پر شیطان دعوت دیتا ہے''۔

☆......حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے سنا، نبی پاک ﷺ فرماتے ہیں: ''اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے، جو جماعت سے الگ ہوا گویا اس پر شیطان کا حملہ ہوا جیسا کہ بھیڑیا اسی بکری پر حملہ آور ہوتا ہے جو اپنے ریوڑ سے الگ ہوتی ہے''۔

دوسرا باب: بدعت اور بدعتیوں کی مذمت کے بارے میں:

☆......بی بی عائشہ روایت کرتی ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد جو ہمارے دین میں کوئی نیا کام نکالے جس کی اصل نہ ہو وہ مردود ہے''۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب: اذا اصلحوا علی، رقم: ۲۶۹۷، ص ۴۴۰)

☆......بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ آقائے دو جہاں ﷺ نے فرمایا: ''من فعل امرا لیس علیہ امرنا فھو رد یعنی کوئی (نیا) کام کرے جس کی نظیر ہمارے کام میں نہ ملتی ہو تو وہ مردود ہے''۔ (انظر الحدیث السابق)

اور بدعت نئے کام کو کہتے ہیں، اور غالب اوقات میں بدعت سے وہ کام مراد لئے جاتے ہیں جو اپنی اصل کے اعتبار سے شریعت مطہرہ کے مخالف ہوں، اور زیادتی ونقصان کے ساتھ اس میں مشغول ہونے کو واجب قرار دیا جائے اور یہ نیا کام وہ بھی ہوتا ہے جو شریعت کے مخالف نہ ہو اور جس پر مشغول ہونا واجب بھی نہ ہو جیسا کہ جمہور سلف اس کے قائل ہیں کہ ہر وہ نیا کام جس (کی اصل شریعت میں نہ ہو) اُسے مکروہ اور ناپسندیدہ جانتے ہیں اور جو شریعت میں محبوب ومطلوب ہو جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قرآن مجید کو لغت قریش پر جمع کرنا جس کے بارے میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کلمات موجود ہے: ''کیف تفعلُ شیئا لم یفعلہ رسولُ اللہِ یعنی وہ

بدعت (نیا کام) ہے جسے اللہ کے رسول نے نہیں کیا"۔ (صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب: جمع القرآن، رقم: ٤٩٨٦،ص ٨٩٤)

تیسرا باب: ابلیس کے فتنے اور مکر کے بارے میں:

اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿انما یامرکم بالسوء والفحشاء وان تقولوا علی اللہ مالا تعلمون وہ تو تمہیں یہی حکم دے گا بدی اور بے حیائی کا اور یہ کہ اللہ پر وہ بات جوڑو جس کی تمہیں خبر نہیں (البقرۃ:١٦٩)﴾۔

☆......عیاض بن حمار کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے لوگوں! اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وہ باتیں بتاؤں جو تمہیں نہیں معلوم اور مجھے آج ہی کے دن معلوم ہوئیں ہیں، ہر وہ مال جو میں نے اپنے بندے کو دیا ہے وہ اس کے لئے حلال ہے، اور میں نے اپنے بندے کو دین حنیفہ دیا اور ہر ایک کے پاس شیطان آکر دین کے بارے میں گمراہ کرتا ہے اور اللہ عزوجل زمین والوں کو دیکھتا ہے کہ عرب وعجم میں لوگ ایک دوسرے سے بغض رکھتے ہیں تاوقت یہ کہ روئے زمین پر اہل کتاب باقی رہ جائیں"۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفتها ونعیمها، باب: صفات التی یعرف بها فی الدنیا، رقم: (٧١٠١)/٢٨٦٥،ص ١٤٠٣)

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا: "بیشک ابلیس اس بات سے مایوس ہوگیا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے ہاں وہ لوگوں میں فتنہ ڈال دیتا ہے"۔ (صحیح مسلم، کتاب: صفة القیامة، باب: تحریش الشیطان، رقم: (٦٩٩٩)/ ٢٨١٢،ص ١٣٨٤)

چوتھا باب: ابلیس کی ملمع سازی اور دھوکے کے بارے میں:

مصنف کہتے ہیں کہ ابلیس کی تلبیس یہ ہے کہ وہ ناحق کو حق کی صورت وشکل میں پیش کرے۔ اور غرور جہالت کی قسم ہے جو عقیدے میں فساد لاتی ہے کہ صحیح بات کو فاسد اور رَدّی کو جید کہتے ہیں، اور اس بارے میں شبہات پیدا کردیتا ہے، اور ابلیس لوگوں میں گھس کر ان کی نیند کو کم ظاہر کرتا، غفلت وجہالت بڑھاتا اور علم میں کمی لانے والے اسباب پیدا کرتا ہے۔

☆......حماد بن شعیب اعمش سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے ایک شخص سے سنا جو کہ جن سے مخاطب تھا، جن کہتے ہیں: "ہم متبع سنت کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، ہاں جو خواہشات کے پیروکار ہوتے ہیں ہم ان سے خوب کھیلتے ہیں"۔

پانچواں باب: عقائد و دیانات کے بارے میں سوفسطائیہ پر ابلیس کی ملمع سازی:

مختلف مذاہب کے ماننے والوں پر ابلیس نے اپنے مکروفریب کے ذریعے کوشش کرکے دھوکے میں مبتلا کردیا، گمراہ کیا، پس کوئی گروہ فرشتوں کو اللہ عزوجل کی بیٹیاں تصور کرکے گمراہ کیا، بعض کو جانور کی عبادت پر لگا کر گمراہ کیا جیسا کہ سامری جادوگر کو بچھڑے کی عبادت پر لگادیا، کسی کو بتوں کی عبادت پر لگادیا، کسی کو دھریہ مذہب کا پیشوا بنادیا، کہیں سائبہ، بحیرہ، وصیلة اور حام جیسے باطل عقائد کے ذریعے گمراہ کردیا، کسی کو نبوت کا دعویٰ کرانے کے ذریعے ورغلایا، غیر شرعی ذبیحہ کے ذریعے گمراہ کیا، یہود ونصاری کو حضرت عزیر علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور عقیدہ تثلیث جیسے گمراہ کن کارناموں کی بھینٹ چڑھایا، کسی کو سورج، چاند، ستاروں کی عبادت پر مسلط کرکے گمراہ کردیا۔

چھٹا باب: علمائے فنون پر ابلیس کی ملمع سازی کے اثرات:

قرائت قرآن کے حوالے سے ابلیس نے بعض لوگوں کو مشغول قرائت شاذہ میں مشغول کردیا، بعض اپنی زندگی کا بیشتر حصہ علم قرائت میں صرف کرگئے، اور تلاوت قرآن کے فرائض وواجبات سیکھے۔ لوگوں کی ایک بڑی جماعت نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ سماع حدیث، جمع طرق، طلب اسانید، متون، غرائب کی چھان پھٹک میں گزاری ہیں، پس جن حضرات نے صحیح حدیث کی معرفت وحفظ میں زندگیاں گزاریں یقیناً ہم ان کے مشکور ہیں لیکن ان میں بعض ایسے بھی ہوئے کہ جنہوں نے اسے فرض عین جانا، خود پر

واجب کرلیا اور حدیث کے میدان میں فقاہت کو لازم کرلیا جیسے یحیٰی بن معین، ابن مدینی، امام بخاری و مسلم وغیرہ کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات علماء کو حسد، ریا، تکبر، طلب ریاست، جاہ منصب کی لالچ میں لگا کر ثواب سے دور کردیتا ہے۔

ساتواں باب: امراء وسلاطین پر ابلیس کا زور چلنا:

اولیاء وسلاطین کو یہ چکر دیتا ہے کہ مال غصب کو صدقہ کردیا جائے، اور اسے عنداللہ معاف ہونے پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک درہم صدقہ دس گنا مال غصب کی بُرائی کو مٹاتا ہے۔ حالانکہ مال غصب کا گناہ باقی رہے گا اور مال مغصوبہ کا صدقہ بھی قبول نہیں ہوتا اور مال حلال ہی سے صدقہ کیا جائے لیکن ایسا صدقہ غصب کے گناہ کو نہیں مٹائے گا۔

آٹھواں باب: عبادات کے معاملے میں ابلیس کا بندوں کو گمراہ کرنا:

ابلیس عبادات کے معاملے میں بھی لوگوں کی جہالت کی وجہ سے داخل ہوجاتا ہے، مثلاً وضو کے معاملے میں لوگ اسراف کا شکار ہوتے دیکھے گئے ہیں کہ شیطان انہیں وسوسے میں مبتلا رکھتا ہے کہ مباداں وضو صحیح نہ ہونے پر نماز صحیح نہ ہوگی حالانکہ پانی ضائع کرنے کے گناہ میں پڑرہا ہے۔

☆...... نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''شیطان انسان کو وضوء کے معاملے میں بوکھلا دیتا ہے تو اس کے شر سے پناہ مانگو''۔

نواں باب: زاہدوں اور عبادت گزاروں کے لئے ابلیس کی چالبازی:

عبادت گزاروں اور زاہدوں کو ترک دنیا، پہاڑوں میں جا کر اللہ ﷻ کی رضا چاہنے، جمعہ کی عبادات، جماعت، علم وغیرہ پر امید دلاتا ہے، کہ گویا اسے اللہ ﷻ کی رضا جوئی کی سند مل گئی ہے۔ ریاکاری میں مبتلا کردیتا ہے۔ چہرے کا زرد پڑ جانا، بالوں کا بکھرا ہونا، زہد ہونے کی دلیل بنتا ہے اسی طرح آواز کا ہلکا ہونا، اظہار خشوع، نماز و صدقات میں ریاکاری کا پایا جانا وغیرہ اعمال کی بربادی کا سبب بنتے ہیں۔

دسواں باب: حضرات صوفیائے کو ابلیس کا دھوکہ دینا:

سید عالم ﷺ کے زمانے میں دو نام ایمان اور اسلام جنہیں مسلم و مومن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے مشہور تھے، پھر زاہد و عابد کا نام لیا جانے لگا، مشائخ کی ایک جماعت ایسی گزری ہے جو شبہات سے بچنے کے لئے مال کو تقسیم کردیتی تھی پھر ایسے بھی ہوئے جنہوں نے حرص کی وجہ سے مال جمع کرنا شروع کردیا اور یہ دعویٰ زہدان کے حال کے متضاد ہے، اور بعض وہ بھی ہوئے جنہوں نے مال جمع کرنے کے باوجود خود کو فقیر پر ہونا ظاہر کیا اور ایسے بھی ہوئے جنہوں نے زکوۃ لینے کی غرض سے خود کو فقیر رکھا، اور ایسا کرنا ان کے لئے جائز نہیں، جیسا کہ شیخ ابوالحسن بسطامی نے شیخ رباط بن الجیان کے بارے میں لکھا کہ وہ ہر موسم میں اونی لباس پہنتے اور لوگوں میں اسے صدقہ کردیتے تا کہ لوگ اس سے برکت حاصل کریں، جب ان کا انتقال ہوا تو انہوں نے چار ہزار دینار چھوڑے۔

گیارھواں باب: بناوٹی کرامتوں کے ذریعے ابلیس کا گمراہ کرنا:

مصنف کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں ہم نے دیکھا ہے کہ فرشتوں کی جانب اشارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کے مکرم مہمان ہیں اور اس سے یہ وہم دیتے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے پاس آیا کرو، اور ہمارے زمانے میں ایک شخص ایسا بھی ہے کہ حالت سفر میں شہد پیتا ہے اور جب اس کے پاس نہر سے پانی لایا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اسے پلاتے ہیں تو وہ اس پانی میں شہد کا ذائقہ پاتا ہے اور ان میں کوئی عارف باللہ نہیں ہوتا اور اللہ کی ملامت سے خوف نہیں رکھتا، اللہ ایسے گمراہوں سے پناہ عطا فرمائے۔

بارھواں باب: عوام پر ابلیس کا چالیں چلنا:

☆......بی بی عائشہ روایت کرتی ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "شیطان تم میں سے کسی پر آتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھے کس نے پیدا کیا، بندہ کہتا ہے اللہ نے، وہ کہتا ہے کہ آسمان و زمین کس نے بنائے؟ بندہ کہتا ہے اللہ نے، وہ کہتا ہے کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ پس اگر بندہ کسی قسم کا (علم دین) رکھتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ میں ایمان لایا اللہ اور اس کے رسول پر"۔

مالداروں پر ابلیس چار طریقے سے حملہ آور ہوتا ہے: (۱)......اس کے کسب مال کے ذریعے، پس وہ حلال و حرام میں تمیز نہیں کرتا، (۲)......بخل کے ذریعے، پس مالدار زکوۃ کی ادائیگی کا خیال نہیں کرتے، (۳)......خود پسندی کے ذریعے، پس فقیروں پر برتری جتاتے ہیں، (۴)......خرچ کرنے میں، پس بے جا اسراف کی لت میں پڑتے ہیں۔

تیرھواں باب: لوگوں کو لمبی امیدیں دلا کر ابلیس کا دھوکہ دینا:

تمام بنی نوع انسان کو ابلیس لمبی امیدیں دلا کر دین سے دور کرتا ہے، عمل کرنے دیتا ہے تو اپنی پسند کے مطابق اور جو عمل نفس پر گراں گزرتا ہوا اس میں حیلے بہانے سکھا دیتا ہے۔ (تلبیس ابلیس، من کل باب محلصا و ملتقطا)

اغراض:

حمد الله تعالى نفسه: اپنی ذات کی تعظیم و تکریم اور اپنی مخلوق کی تعلیم و تربیت کے لئے جو اللہ ﷻ کی شان کے لائق ہے حمد فرمائی، ایک قول کے مطابق "الحمد" میں موجود الف لام استغراقی ہے یا جنس کا ہے، اور الف لام عہد کا نہیں ہو سکتا کیونکہ اس جملے سے شے معہود غیر حاصل ہوگی اور بندوں کے کلام کے مطابق اَولیٰ یہ ہے کہ الف لام عہد خارجی کا ہو اور شے معہود سے مراد حمد ہو جو کہ اللہ کی اپنی ذات سے صادر ہوئی ہے۔

كما بين في اول سورة سبا: اور نے اس مناسبت سے سورۃ سبا میں کلام کیا ہے کہ حمد سے مراد وصفِ جمیل ہے، اور یہ بھی جان لیں کہ چار سورتیں ایسی ہیں جو کہ حمد کے ساتھ شروع ہوئی ہیں: الانعام، الکھف، سبا اور فاطر، اور اس میں حکمت یہ ہے کہ ان سورتوں میں دینی و دنیاوی نعمتوں کی تفصیل ہے، جن کا احاطہ سورۃ الفاتحہ میں بھی کیا گیا ہے۔

على غير مثال ذلك: اگر ان دونوں (زمین و آسمان) کے لئے مادہ ہوتا جیسا کہ نور محمدی کا بیان ہے، تو مثال سابق کی نفی ہو جاتی۔

الى الانبياء: یعنی وحی کے ذریعے، یہاں بعض حضرات انبیائے کرام مراد ہیں نہ کہ کل، اور بیضاوی کی عبارت اس مقام پر زیادہ واضح اور اَولیٰ ہے، اور نص یہ آیت: ﴿جاعل الملائكة رسلا﴾ ہے جو کہ بندوں اور رب کے درمیان وسیلہ ہیں، اور حضرات انبیائے کرام اور صالحین کے مابین، یہ فرشتے وحی، الہام، رؤیا صالحہ کے ذریعے یا وسیلے واسطے کے دیگر ذرائع سے اللہ ﷻ کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ **في الملائكة:** زمخشری کہتے ہیں کہ میں نے بعض کتب میں دیکھا کہ فرشتوں کے چھ پر ہوتے ہیں، دو پر اپنے جسم کو چھپانے کے لئے، دو پر اللہ کے امر کو پہنچانے کی غرض سے (اپنی شان کے لائق) اڑنے کے لئے، دو پَر اللہ سے حیا کرتے ہوئے اپنے چہروں کو چھپانے کی غرض کے لئے، حدیث میں ہے: "میں (محمد ﷺ) نے جبرائیل علیہ السلام کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا، ان کے چھ سو پَر تھے، گویا وہ اپنے سر سے موتی اور یاقوت بکھیر رہے ہیں"۔ روایت میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا مجھے اپنی اصل شکل دکھاؤ، جبرائیل نے جواباً فرمایا کہ آپ نہ دیکھ سکیں گے، پیہم اصرار پر جب لیلۃ مقررہ میں دکھایا تو سید عالم ﷺ از خود رفتہ (بے ہوش) ہو گئے پس جب افاقہ ہوا تو جبرائیل امین علیہ السلام مسند پر موجود تھے اور ان کا ایک ہاتھ (اپنی شان کے لائق) سید عالم ﷺ کے مبارک سینے اور دوسرا کندھے کے مابین تھا، سید عالم ﷺ نے فرمایا: اللہ ﷻ پاک ہے میں نے ایسی عظیم مخلوق نہیں دیکھی تھی۔ جبرائیل

امین علیہ السلام نے استفسار فرمایا آپ ﷺ اسرافیل علیہ السلام کو کیسے دیکھیں گے کیونکہ ان کے بارہ ہزار پر ہیں، جو کہ مشرق ومغرب میں پھیلے ہوئے ہیں، المختصر۔

وغیـــرھـــا: یعنی تمام مخلوق، جیسا کہ طویل القامت مخلوق، معتدل شکل وصورت والی مخلوق، تمام اعضاء والی مخلوق، طاقتور، اچھی شکل وصورت، بال والی، وغیرہا جو اللہ نے اپنی مخلوق کو دیں ہیں۔

کرزق: جیسا کہ دینی ودنیاوی رزق، رحمت کو فتح سے تعبیر کیا جس سے اس جانب اشارہ ملتا ہے کہ فتح بڑی عظیم چیز ہے، اور یہ تمام دینی ودنیاوی رحمتوں کو شامل ہے۔

ای اھل مکہ: سببِ نزول کی وجہ سے ''للناس'' کی تفسیر اہل مکہ سے کی گئی جب کہ عمومی اعتبار سے سب ہی کے لئے عبرت کا سامان ہے۔باسکانکم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ النعمۃ بمعنی الانعام ہے، اور یہ بھی درست ہے کہ النعمۃ بمعنی المنعم ہو۔

ای لا خالق رازق غیرہ: یعنی اللہ ﷻ کے سوا کوئی تمہارا خالق نہیں اور وہی رازق ہے۔

من این تصرفون عن توحیدہ: یعنی وہ کیسے اللہ ﷻ کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے ہیں جب کہ کوئی دوسرا اللہ ﷻ کے مثل اوصاف سے متصف ہی نہیں ہوسکتا۔وغیرہ: یعنی حساب وعقاب۔

وینصر المرسلین: یعنی اللہ حضرات انبیائے کرام کی سفارش قبول فرمائے گا اور انہیں دارِ کرامت میں داخل فرمائے گا۔

فی حلمہ: بمعنی فی سببہ ہے، یعنی تم اللہ کی دی ہوئی مہلت کو شیطان کی پیروی کرنے کا سبب نہ بناؤ۔

ھذا: یعنی اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿الذین کفروا...... الخ﴾ کا معنی یہ ہے کہ جو اول سے لے کر آخر زمانے تک کفر کرے گا اس کے لئے سخت عذاب ہے اور جو اول ایمان لا کر آخر تک اسے نبھائے گا اور اس کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔(الصاوی، ج۵، ص ۷۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۴

وَنَزَلَ فِی اَبِی جَھلٍ وَغَیرِہٖ﴿افمن زین له سوء عمله﴾بِالتَّموِیهِ﴿فراه حسنا ط﴾مِنْ مُبتَداءٌ خَبرُهٗ کَمَنْ هَداهُ اللهُ لَادَلَّ عَلَیهِ﴿فان الله یضل من یشاء ویهدی من یشاء صلے ز فلا تذهب نفسک علیهم﴾علی المُزَیَّنِ لَهُم﴿حسرت ط﴾بِاِغْتِمَامِکَ اَنْ لَّا یُومِنُوا﴿ان الله علیم ط بما یصنعون(۸)﴾فَیُجَازِیهِمْ عَلَیهِ﴿والله الذی ارسل الریح﴾وَفِی قِرَائَةِ الرِّیحُ﴿فتثیر سحابا﴾المُضارِعُ لِحَکَایةِ الحَالِ المَاضِیَةِ اَی تُزعِجُهُ﴿فسقنه﴾فِیهِ اِلتِفَاتٌ عنِ الغَیبَةِ﴿الی بلد میت﴾بِالتَّشدِیدِ والتَّخفِیفِ لَا نَباتَ بِهَا﴿فاحیینا به الارض﴾مِنَ البَلَدِ﴿بعد موتها ط﴾یُبسِهَا ای اَنْبَتْنَابِهِ الزَّرْعَ والْکَلاءَ﴿کذلک النشور(۹)﴾اَیِ البَعثُ والْاِحْیاءُ﴿من کان یرید العزة فلله العزة جمیعا ط الیه﴾اَی فِی الدُّنیا والْاٰخِرَةِ فلا تُنَالُ مِنهُ اِلا بِطاعَتِهٖ فَلْیُطِعْهُ﴿یصعد الکلم الطیب﴾یَعلَمُهُ وهو لا اِلٰهَ اِلاَّاللهُ وَنَحوهَا﴿والعمل الصالح یرفعه﴾یَقبَلُهُ﴿والذین یمکرون﴾المَکَرَاتِ﴿السیات﴾بِالنَّبِیِّ فی دارِ النَّدْوَةِ مِن تَقیِیدِهٖ اَو قَتلِهٖ اَو اِخرَاجِهٖ کما ذُکِرَ فی الْاَنفالِ﴿لهم عذاب شدید ط ومکر اولئک هو یبور(۱۰)﴾یَهلِکُ﴿والله خلقکم من تراب﴾بِخَلقِ اَبِیکُم آدمَ مِنهُ﴿ثم من نطفة﴾اَی مَنِیٍّ بِخَلقِ ذُرِّیَّتِهٖ منها﴿ثم جعلکم ازواجا ط﴾ذُکُورًا و اِنَاثًا﴿وما

تحمل من انثى ولا تضع الا بعلمه ط﴾حَالٌ اَى مَعْلُومةٍ لَهٗ﴿وما يعمر من معمر﴾اَى مَا يُزادُ فِي عُمُرِ طَوِيلِ العُمرِ﴿ولا ينقص من عمره﴾اَى مِن ذٰلك المُعَمَّرُ اومُعَمِّرٍ آخرَ﴿الا في كتب ط﴾هُو اللَّوحُ المَحفُوظُ﴿ان ذلک على الله يسير (۱۱)﴾هَيِّنٌ﴿وما يستوى البحرن صلے ق هذا عذب فرات﴾شَدِيدُ العَذُوبَةِ﴿سائغ شرابه﴾شُربُهٗ﴿وهذا ملح اجاج ط﴾شَدِيدُ المُلُوحَةِ﴿ومن كل﴾مِنهُما﴿تأكلون لحما طريا﴾هوَ السَّمكُ﴿وتستخرجون﴾مِنَ المِلحِ وَقِيلَ مِنهُما﴿حلية تلبسونها ج﴾هِيَ اللُّولُوُّ والمَرجَانُ﴿وترى﴾تَبصُرُ﴿الفلک﴾السُّفُنَ﴿فيه﴾في كُلِّ مِنهُما﴿مواخر﴾تَمخُرُ المَاءُ اَى تَشُقُّهُ بِجَرِيهَا فيهِ مُقبِلَةً ومُدبِرةً بِرِيحٍ واحدَةٍ﴿لتبتغوا﴾تَطلُبُوا﴿من فضله﴾تعالى بِالتِّجَارةِ﴿ولعلكم تشكرون (۱۲)﴾اللهَ على ذلک﴿يولج﴾يُدخِلُ اللهُ﴿اليل في النهار﴾فَيَزِيدُ﴿ويولج النهار﴾يُدخِلُهُ﴿في اليل لا﴾فَيَزِيدُ﴿وسخر الشمس والقمر صلے ز كل﴾مِنهُما﴿يجرى﴾في فَلَكِهِ﴿لاجل مسمى ط﴾يَومَ القِيٰمةِ﴿ذلكم الله ربكم له الملک ط والذين تدعون﴾تَعبُدُونَ﴿من دونه﴾اَى غَيرِهٖ وهُمُ الاَصنَامُ﴿ما يملكون من قطمير (۱۳)﴾لِفَافَةَ النَّوَاةِ﴿ان تدعوهم لا يسمعوا دعاء كم ج ولو سمعوا﴾فَرضًا﴿ما استجابوا لكم ط﴾اَجَابُوكُمْ﴿ويوم القيمة يكفرون بشرككم ط﴾بِاِشرَاكِكُم اِيَّاهُم مع اللهِ اَى يَتَبَرَّوُنَ مِنكم مِن عِبَادَتِكم اِيَّاهم﴿ولا ينبئک﴾بِاَحوَالِ الدَّارَينِ﴿مثل خبير (۱۴)﴾عَالِمٍ وهوَاللّٰهُ تعالى.

﴿ترجمه﴾

(اگلی آیت مبارکہ ابوجہل وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی) تو کیا وہ جس کی نگاہ میں اس کا برا کام آراستہ کیا گیا (یوں کہ وہ برے کو بھلا اور بھلے کا برا سمجھنے لگا......ا......) کہ اس نے اسے بھلا سمجھا (افمن میں من مبتداء ہے اور اس کی خبر کمن هداه الله محذوف ہے جس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان: ﴿فان الله ...... الخ﴾ دلالت کر رہا ہے) اس لیے اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور راہ دیتا ہے جسے چاہے تو تمہاری جان ان پر (ان لوگوں پر جن کے لیے برے کاموں کو آراستہ کیا گیا ہے) حسرتوں میں نہ جائے (یوں کہ تم ان کے ایمان لانے پر غمگین ہو جاؤ) اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں (اس پر اللہ انہیں بدلہ دے گا) اور اللہ ہے جس نے بھیجی ہوائیں (ایک قرائت میں ریاح کی جگہ ریح ہے) کہ بادل ابھارتی ہیں (حال ماضی کو بیان کرنے کے لیے، تثیر صیغہ مضارع ذکر کیا گیا ہے، تثیر کے معنی ابھارنا ہے) پھر ہم اسے رواں کرتے ہیں (اس کلام میں صیغہ غائب سے متکلم کی طرف التفات ہے) کسی مردہ شہر کی طرف (یعنی ایسے شہر کی طرف جس میں کچھ نباتات ہو، میت کو مخفف و مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے) تو اس کے ذریعے ہم (اس شہر کی) زمین کو زندہ کرتے ہیں اس کے مرے پیچھے (یعنی بعد اس کے خشک ہونے کے یعنی ہم نے اس میں کھیتی اور گھاس کو اگا دیا) یونہی حشر میں اٹھنا ہے (مرنے کے بعد اسے اٹھایا جانا اور زندہ کیا جانا ہے) جسے عزت کی چاہ ہو تو عزت سب (دنیا اور آخرت میں) اللہ کے ہاتھ ہے......۲...... (اس عزت کو اس کی فرمانبرداری کر کے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے تو اس کی فرمانبرداری کرنی چاہیے) اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام (وہ

اسے جانتا ہے کلم الطیب سے مراد لا الہ الا اللہ وغیرہ ہے......۳......)اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے(یعنی اسے قبول فرماتا ہے)اور وہ جو برے(داؤں) کرتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور انہیں کا مکر برباد ہوگا(یبور بمعنی یھلک ہے،سید عالم کے قتل،قید یا جلا وطن کیے جانے کا مشورہ دار الندوہ میں کرتے ہیں......۴......جیسا کہ الانفال میں گزر چکا ہے)اور اللہ نے تمہیں بنایا مٹی سے(تمہارے باپ سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرماکر)پھر پانی کی بوند سے(منی سے ان کی اولاد کو پیدا فرماکر)پھر تمہیں کیا جوڑے جوڑے(بصورت نر و مادہ......۵......)اور کسی مادہ کو پیٹ نہیں رہتا اور نہ وہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے(بعلمہ حال ہے یعنی یہ تمام مراد سے معلوم ہوتا ہے)اور جس بڑی عمر والے کو عمر دی جائے(یعنی جس لمبی عمر والے کی عمر میں اضافہ کیا جاتا ہے)یا جس کسی کی عمر میں کمی رکھی جائے(خواہ وہ وہی لمبی عمر والا ہو یا کوئی دوسرا......۶......)یہ سب ایک کتاب(یعنی لوح محفوظ)میں ہے بیشک یہ اللہ کو آسان ہے(یسیر بمعنی ھین ہے)اور دونوں سمندر ایک سے نہیں یہ میٹھا ہے خوب میٹھا(فرات کے معنی خوب میٹھا ہے)پینا خوشگوار(شرابہ بمعنی شراب ہے)اور یہ کھاری ہے تلخ(اجاج کے معنی سخت کھاری ہے)اور(ان میں سے)سب سے تم کھاتے ہو تازہ گوشت(یعنی مچھلی......۷......)اور نکالتے ہو(کھاری سمندر سے اور کہا گیا ہے دونوں سمندر سے)پہننے کا زیور(مراد اس سے موتی اور مرجان ہیں)اور تو دیکھے(تری بمعنی تبصر ہے)کشتیوں کو(الفلک کے معنی کشتیاں ہے)اس میں(یعنی دونوں سمندروں میں)چیرنے والیاں(پانی کو چیرنے والیاں،ایک ہی ہوا کی موجودگی میں آگے بڑھتے پیچھے ہوتے سمندر کی لہروں کا چکر کاٹتی ہیں)تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو(تجارت کرکے،تبتغوا بمعنی تطلبوا ہے)اور کسی طرح(اس پر اللہ تعالیٰ کا)شکر کرو،وہ(یعنی اللہ تعالیٰ)داخل کرتا ہے رات دن کے حصے میں(تو یوں رات بڑھ جاتی ہے،یولج بمعنی یدخل ہے)سورج اور چاند(دونوں میں سے)ہر ایک ایک مقرر میعاد تک(یعنی روز قیامت تک)چلتا ہے(اپنی مدار میں......۸......)یہ ہے اللہ تمہارا رب اسی کی بادشاہی ہے اور اس کے سوا جنہیں تم پوجتے ہو(یعنی بتوں کو،من دونہ سے مراد بت ہیں اور دون بمعنی غیر ہے،تدعون بمعنی تعبدون ہے)وہ دانہ خرما کے چھلکے تک کے مالک نہیں(قطمیر کے معنی کھجور کی گٹھلی کا چھلکا ہے)تم انہیں پکارو تو تمہاری پکار نہ سنیں اور(بالفرض)سن بھی لیں تو تمہاری حاجت روانہ کرسکیں(مااستجابوا لکم بمعنی مااجابوا لکم ہے)اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے منکر ہوں گے(یعنی تمہارے ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانے سے منکر ہوں گے اور وہ تم سے اور تمہاری ان کی عبادت کرنے سے بیزاری ظاہر کریں گے)اور تجھے کوئی نہ بتائے گا(اور آخرت کے احوال کے بارے میں)اس عالم کی طرح(خبیر بمعنی عالم ہے،اور مراد اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿افمن زین لہ سوء عملہ فراٰہ حسنا﴾.

ھمزہ: حرف استفہام،ف: عاطفہ،من: موصولہ،زین لہ: فعل مجہول وظرف لغو،سوء عملہ: نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ف: عاطفہ،راٰہ: فعل بافاعل ومفعول اول،حسنا: مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر محذوف "کمن ھداہ اللہ" کیلئے مبتدا،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فان اللہ یضل من یشاء ویھدی من یشاء﴾.

ف: مستانفہ،ان اللہ: حرف مشبہ واسم،یضل من یشاء: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،یھدی من یشاء: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فلا تذهب نفسك عليهم حسرت ان الله عليم بما يصنعون۝﴾.

ف: فصیحیہ،لاتذھب:فعل نہی،نفسک: فاعل،علیھم:ظرف لغو،حسرات:مفعول لہ،ملکر جملہ فعلیہ،ان الله:حرف مشبہ واسم،علیم بما یصنعون:شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والله الذى ارسل الريح فتثير سحابا فسقنه الى بلد ميت فاحيينا به الارض بعد موتها﴾.

و: عاطفہ،الله:مبتدا،الذی: موصول،ارسل الریح: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ف:عاطفہ،تثیر:فعل بافاعل،سحابا:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول،ف: عاطفہ،سقنہ:فعل بافاعل ومفعول،الی بلد میت: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی،ف: عاطفہ،احیینابہ:فعل بافاعل وظرف لغو،الارض :ذوالحال،بعد موتھا: ظرف متعلق بحذوف حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثالث،ملکر صلہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿كذلك النشور۝ من كان يريد العزة فلله العزة جميعا﴾.

کذلک: ظرف مستقر خبر مقدم،النشور:مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ،من:شرطیہ مبتدا،کان:فعل ناقص بااسم،یرید العزۃ: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ شرط،ف: جزائیہ،لله:ظرف مستقر خبر مقدم،العزۃ:ذوالحال،جمیعا: حال،ملکر مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه﴾.

الیہ: ظرف لغو مقدم،یصعد:فعل،الکلم الطیب: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،العمل الصالح:مبتدا،یرفعہ: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذين يمكرون السيات لهم عذاب شديد ومكر اولئك هو يبور۝﴾.

و: عاطفہ،الذین:موصول،یمکرون:فعل بافاعل،السیات:"المکرات"محذوف کی صفت،ملکر مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ،ملکر مبتدا،لھم: ظرف مستقر خبر مقدم،عذاب شدید: مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،مکر اولئک:مرکب اضافی مبتدا،ھو یبور: جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والله خلقكم من تراب ثم من نطفة ثم جعلكم ازواجا﴾.

و: مستانفہ،الله:مبتدا،خلقکم:فعل بافاعل ومفعول،من تراب: معطوف علیہ،ثم:عاطفہ،من نطفۃ:معطوف،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،معطوف علیہ،ثم:عاطفہ،جعلکم:فعل بافاعل ومفعول،ازواجا:مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما تحمل من انثى ولا تضع الا بعلمه﴾.

و: عاطفہ،ما تحمل:فعل نفی،من: زائد،انثی:فاعل،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،لاتضع:فعل نفی و"ھی"ضمیر ذوالحال،الا:اداۃ حصر،بعلمہ:ظرف مستقر حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما يعمر من معمر ولا ينقص من عمره الا فى كتب﴾.

و: عاطفہ،ما یعمر:فعل نفی مجہول،من: زائد،معمر:نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،لا ینقص:فعل نفی"ھو"ضمیر مستتر ذوالحال،الا:اداۃ حصر،فی کتب:ظرف مستقر حال،ملکر نائب الفاعل،من عمرہ:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان ذلك على الله يسير۝﴾

ان: حرف مشبہ بالفعل، ذلک :اسم اشارہ اس کا اسم، علی الله یسیر :خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما یستوی البحرن هذا عذب فرات سائغ شرابه وهذا ملح اجاج﴾.

و: مستانفہ، مایستوی:فعل نفی، البحرن: ذوالحال، هذا: مبتدا، عذب: موصوف، فرات:صفت اول، سائغ:اسم فاعل، شرابه: فاعل،ملکر شبہ جملہ صفت ثانی،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، هذا:مبتدا، ملح اجاج: مرکب توصیفی خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف،ملکر حال،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن کل تاکلون لحما طریا وتستخرجون حلیة تلبسونها﴾.

و: مستانفہ، من کل :ظرف مقدم، تاکلون:فعل با فاعل، لحما طریا: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، تستخرجون:فعل بافاعل، حلیة:موصوف، تلبسونها: جملہ فعلیہ صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وتری الفلک فیه مواخر لتبتغوا من فضله ولعلکم تشکرونo﴾.

و: عاطفہ، تری:فعل "انت"ضمیر فاعل، الفلک: ذوالحال، مواخر: جمع آلۃ بافاعل، لام: جار، تبتغوا من فضله: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ حال،ملکر مفعول، فیه: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لعلکم: حرف مشبہ واسم، تشکرون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ما قبل فعل "لتبتغوا" کی ضمیر فاعل سے حال واقع ہے۔

﴿یولج الیل فی النهار ویولج النهار فی الیل وسخر الشمس والقمر﴾.

یولج الیل: فعل بافاعل ومفعول، فی النهار: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، یولج النهار:فعل بافاعل ومفعول، فی الیل: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، سخر الشمس والقمر:فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کل یجری لاجل مسمی ذلکم الله ربکم له الملک﴾.

کل: مبتدا، یجری:فعل بافاعل، لام: جار، اجل مسمی: مرکب توصیفی مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ، ذلکم:مبتدا، الله: خبر اول، ربکم: خبر ثانی، له: ظرف مستقر خبر مقدم، الملک: مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ خبر ثالث،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والذین تدعون من دونه ما یملکون من قطمیرo﴾.

و: مستانفہ، الذین تدعون: موصول صلہ،ملکر ذوالحال، من دونه: ظرف مستقر حال،ملکر مبتدا، ما یملکون: فعل نفی بافاعل، من: زائد، قطمیر: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ان تدعوهم لا یسمعوا دعاء کم ولو سمعوا ما استجابوا لکم﴾.

ان: شرطیہ، تدعوهم: جملہ فعلیہ شرط، لا یسمعوا: فعل نفی بافاعل، دعاء کم: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ، سمعوا: جملہ فعلیہ شرط، مااستجابوا: فعل نفی بافاعل، لکم: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ویوم القیمة یکفرون بشرککم ولا ینبئک مثل خبیرo﴾.

و: عاطفہ، یوم القیمة: ظرف مقدم، یکفرون: فعل بافاعل، بشرککم: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا ینبئک: فعل نفی ومفعول، مثل خبیر: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

بُرائی کو بھلائی سمجھنے یا برعکس جاننے کا بیان:

۱......اللہ عزوجل کا فرمان ہے:﴿لیس علیک ھداھم ولکن اللہ یھدی من یشاء انہیں راہ دینا تمہارے ذمہ نہیں ہاں اللہ راہ دیتا ہے جسے چاہتا ہے(البقرۃ: ۲۷۲)﴾۔ہمیں ہر وقت اللہ عزوجل سے ھدایت کی دعا اور اس کی خفیہ تدبیر سے ڈرنا چاہیے۔ ساتھ ہی ساتھ ضروری علمِ دین بھی حاصل کرنا چاہیے۔ایک بالغ عاقل شخص پر نماز فرض ہوتی تو اس کے لئے نماز کے احکامات سیکھنا فرض ہیں، اسی طرح زندگی کے ہر ہر معاملے میں ہمیں فرائض وواجبات سیکھنا ضروری ہیں۔کاروبار کرنے والے کے لئے تجارت کے اصول وقوانین، مسائل اجارہ سیکھنا ضروری ہے اور نا سمجھی، دین سے دوری، علماء تک رسائی نہ ہونے کے باعث اکثر لوگ بُرائی، حرام، ناجائز، مالِ خبیث، رشوت، سود، جُوا وغیرہ کو بُرا نہیں سمجھتے اور اس کی بنیادی وجہ دین سے دوری، پاکیزہ مذہبی ماحول کی عدم دستیابی، مذہبی دیندار لوگوں سے کتراتا، علماء کی عزت وتوقیر نہ کرنا، علماء سوء واہلِ حق میں فرق نہ کرنا الغرض کئی وجوہات ایسی ہیں جن کے باعث آج مسلمان کہلانے والے اسلام کے زریں اصولوں کو پامال کرتے نظر آرہے ہیں اور اس میں سراسر کوتاہی کا شکار ہیں۔یاد رکھیں سود، جُوا، رشوت حرام قطعی ہیں لیکن سود کو منافع، جُوا کو انعام، رشوت کو تحفے کا نام دینے والے کس قدر اپنی اور دیگر مسلمانوں کی قبروں کی تاریکی کا سبب بن رہے ہیں۔گانے باجے، فلمیں، ڈرامے، وغیرہ امور میں آج مسلمان اپنے نام کمانے، مال کمانے، اور اپنے تئیں ملک کی خدمت کرنے کا راگ الاپنے والے بھی کسی سے پوشیدہ نہیں لیکن انہیں کون سمجھائے کہ وہ خود بھی حرام کمائی کھا رہا ہے، اپنے بیوی بچوں اور دیگر اہلِ خانہ کو بھی حرام کھلا رہے ہیں اور کثیر امت کے گناہ میں پڑنے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔چوروں، لٹیروں، بھتہ خوروں، بدمعاشوں، اغواہ کاروں، ڈاکوؤں کی پشت پناہی کرنے والوں کی کمی اس معاشرے میں نہیں جنہیں یہ حِس ہی نہیں کہ اپنی عاقبت داؤ پر لگا رہے ہیں۔الغرض جرم کو جرم نہ سمجھنا ہی سب سے بڑی بُرائی معلوم ہوتی ہے لیکن افسوس کہ ہمارے معاشرے میں آج اس کا چلن ایسا عام ہو چکا ہے کہ سمجھانے، راستہ دکھانے، راہِ راست پر لانے کی بظاہر کوئی سبیل نظر ہی نہیں آتی۔الامان والحفیظ۔

ساری عزتیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں:

۲......جو شخص یہ چاہتا ہے کہ عزت کس کے لئے ہے تو جان لے کہ ساری عزت اللہ کے لئے ہے، ایک قول یہ ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اسے عزت ملے تو اسے چاہیے کہ اللہ کی عبادت کے ذریعے عزت حاصل کرے، کیونکہ اللہ کی فرمانبرداری کرنے والے کی تکریم ہوتی ہے، اسی معنی پر یہ بھی جان لیں کہ کفارِ مکہ بتوں کی پوجا کرتے تھے اور اس کے ذریعے عزت کے خواہاں رہتے تھے، پس اللہ نے بیان فرمادیا کہ عزت تو ساری اللہ کے لئے، اس کے رسول، اس کے اولیاء اور مومنین کے لئے ہے۔(الخازن، ج۳، ص ۴۵۳)

کلمہ طیب واعمال صالحہ کا بلند ہونا:

۳......صعود کے معنی اوپر کی جانب حرکت کرنا ہے، مراد اوپر کی جانب عروج کرنا ہے۔اور کسی کلام میں بلندی کے معنی کا تصور نہیں کیا جاسکتا لیکن کلمات کا بلند ہونا قبولیت کی بناء پر ہوتا ہے، یہ بھی وجہ ہوسکتی ہے کہ ثواب کا تعلق بلند ہونے اور عذاب کا نیچا ہونے سے ہے، زجاج کہتے ہیں مقدمہ قاضی کے پاس پیش کردیا گیا یعنی قاضی کے علم میں لایا گیا، خاص طور پر کلام کو طیب کے ساتھ ذکر کرنے کا معنی یہ ہے کہ اس کلام پر ثواب ملے گا، ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ آسمان کی جانب کلام بلند ہوتا ہے جو کہ اس ربِ کائنات کے سوا کسی اور کے حکم سے نہیں ہوسکتا، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ کتاب جس میں بندوں کی طاعتیں مذکور ہوتی ہیں انہیں آسمان کی جانب بلند کیا جاتا ہے، ایک قول کے مطابق "الکلم الطیب" سے مراد کلمہ توحید ہے جو پاک عقیدے کا شاخسانہ ہے، ایک قول کے مطابق پاک کلمے سے مراد اللہ عزوجل کی تمجید وتحمید ہے۔اعمالِ صالحہ بھی بلند ہوتے ہیں۔سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کوئی ایسا قول قبول نہیں فرماتا جو عمل سے خالی ہو، کوئی قول وعمل نیت کے بغیر قبول نہیں کی جاتی، کوئی قول، عمل اور نیت سنت ہونے کے سبب ہی سے کارگر ہوتے

ہیں"۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ بندہ جب اللہ عزوجل کی یاد کرتا ہے اور اس کی بارگاہ میں پاکیزہ کلام تلفظ کرتا ہے اور اس کے فرائض کی ادائیگی کرتا ہے تو اس کے اعمال بلند ہوتے ہیں اور اگر فرائض کی ادائیگی نہیں کرتا تو اسکے قول وعمل رد کر دیئے جاتے ہیں۔ ابن عطیہ کہتے ہیں کہ یہ قول اہل سنت کا عقیدہ ہے جب کہ ابن عباس سے منقول ہونا صحیح نہیں ہے اور حق یہ ہے کہ فرائض کو ترک کرنے والا جب اللہ کی یاد کرتا ہے، اور اس کی بارگاہ میں پاکیزہ کلام تلفظ کرتا ہے تو اس کا عمل لکھ لیا جاتا ہے اور قبول ہو جاتا ہے، اور اس شخص کے لئے نیکیاں ہوتی ہیں اور اس کے گناہ بخش دیتا ہے جب کہ شرک سے بچتا رہے۔ ابن عربی کہتے ہیں کہ کسی شخص کا بغیر اعمال صالحہ کے اللہ کی یاد کرنا اسے نفع نہ دیگا، کیونکہ جو شخص اپنے قول وفعل میں مختلف ہو جائیگا تو اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ (القرطبی ،الجزء:۲۲،ص۲۸۸ وغیرہ)

دارالندوہ کی سازش ناکام :

☆..... حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ذکر فرمایا کہ کفار قریش دارالندوہ یعنی دار قصیؔ بن کلاب میں جمع ہوئے اور قریش کے سارے ہی فیصلے اس میں ہوتے تھے، یہاں وہ سید عالم ﷺ کی نسبت مشورہ کرنے جمع ہوئے اس دن کو یوم الزحمة کا نام دیا گیا ہے۔ اس مشاورت میں قریش کے معزز لوگ شریک ہوئے تھے جن میں بنی عبد شمس سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، (جو کہ بعد میں اسلام لے آئے)، بنی نوفل بن عبد مناف سے طعیمہ بن عدی، جبیر بن مطعم (یہ بھی بعد میں اسلام لے آئے)، بنی عبدالدار بن قصی سے نضر بن حرث بن کلدۃ، بنی اسد بن عبدالعزی سے ابوبختری بن ہشام، زمعہ بن الاسود (یہ بعد میں اسلام لے آئے)، حکیم بن حزام (یہ بھی بعد میں اسلام لے آئے)، بنی مخزوم سے ابوجہل بن ہشام، بنی سہم سے نبیہ اور منبہ حجاج کے بیٹے، بنی جمح سے امیہ بن خلف اس کے علاوہ اور بھی بہت سے تھے کہ جن کو قریش میں شمار نہیں کیا جاتا اور ابلیس لعین ایک بڈھے کی صورت میں آیا اور کہنے لگا کہ میں شیخ نجدی ہوں مجھے تمہارے اس اجتماع کی اطلاع ہوئی تو میں آیا مجھ سے تم کچھ نہ چھپانا میں تمہارا رفیق ہوں اور اس معاملہ میں بہتر رائے سے تمہاری مدد کروں گا انہوں نے اس کو شامل کر لیا اور سید عالم ﷺ کے متعلق رائے زنی شروع ہوئی ابوالبختری نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ محمد ﷺ کو پکڑ کر ایک مکان میں قید کر دیا جائے اور مضبوط بندشوں سے باندھ دیا جائے دروازہ بند کر کے صرف ایک سوراخ چھوڑ دو جس سے کبھی کبھی کھانا پانی دیا جائے اور وہیں وہ ہلاک ہو کر رہ جائیں، اس پر شیطان لعین جو شیخ نجدی بنا ہوا تھا بہت ناخوش ہوا اور بولا بہت ناقص رائے ہے یہ خبر مشہور ہوگی اور ان کے اصحاب ﷺ آئیں گے اور تم سے مقابلہ کریں گے اور ان کو تمہارے ہاتھ سے چھڑا لیں گے، لوگوں نے کہا شیخ نجدی ٹھیک کہتا ہے پھر ہشام بن عمرو کھڑا ہوا اس نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ان کو یعنی محمد ﷺ کو اونٹ پر سوار کر کے اپنے شہر سے نکال دو پھر وہ جو کچھ بھی کریں اس سے تمہیں کچھ ضرر نہیں ابلیس نے اس رائے کو بھی ناپسند کیا اور کہا جس شخص نے تمہارے ہوش اڑا دیئے اور تمہارے دانشمندوں کو حیران بنا دیا اس کو تم دوسروں کی طرف بھیجتے ہو تم نے اس کی شیریں کلامی سیف زبانی دل کشی نہیں دیکھی ہے؟ اگر تم نے ایسا کیا تو وہ دوسری قوم کے قلوب تسخیر کر کے ان لوگوں کے ساتھ تم پر چڑھائی کریں گے، اہل مجمع نے کہا کہ شیخ نجدی کی رائے ٹھیک ہے اس پر ابوجہل کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ میرے پاس ایک رائے ہے، لوگوں نے کہا اے ابوالحکم کیا؟ اس نے کہا کہ قریش کے ہر ہر خاندان سے ایک ایک عالی جوان منتخب کیا جائے اور ان کو تیز تلواریں دیں جائیں وہ سب یک بارگی حضرت (محمد ﷺ) پر حملہ آور ہو کر قتل کر دیں (معاذاللہ) تو بنی ہاشم قریش کے تمام قبیلوں سے نہ لڑسکیں گے غایت یہ کہ خون کا معاوضہ دینا پڑے وہ دے دیا جائے گا، ابلیس لعین نے اس تجویز کو پسند کیا اور ابوجہل کی بہت تعریف کی اور اسی پر سب کا اتفاق ہو گیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ گوش گزار کیا اور عرض کی کہ حضور ﷺ اپنی خواب گاہ میں شب کو نہ رہیں اللہ تعالیٰ نے اذن دیا ہے کہ مدینہ طیبہ کا عزم فرمائیں، حضور ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شب میں اپنی خواب گاہ

میں رہنے کا حکم فرمایا: ''ہماری چادر شریف اوڑھو تمہیں کوئی ناگوار بات پیش نہ آئے گی''، اور حضور ﷺ دولت سرائے اقدس سے باہر تشریف لائے اور مشت خاک دست مبارک میں لی اور آیت ﴿انا جعلنا فی اعناقھم اغلالا﴾ پڑھ کر محاصرہ کرنے والوں پر ماری سب کی آنکھوں اور سروں پر پہنچی سب اندھے ہو گئے اور حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکے۔ سید عالم ﷺ مع ابو بکر ﷛ کے غار ثور میں تشریف لے گئے اور حضرت علی ﷛ کو لوگوں کی امانتیں پہنچانے کے لئے مکہ مکرمہ میں چھوڑا، مشرکین رات بھر سید عالم ﷺ کی دولت سرائے اقدس کا پہرہ دیتے رہے صبح جب قتل کے ارادے سے حملہ آور ہوئے تو دیکھا کہ حضرت علی ﷛ ہیں، ان سے حضور ﷺ کو دریافت کیا کہ کہاں ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہمیں معلوم نہیں تو تلاش کے لئے نکلے جب غار پر پہنچے تو مکڑی کے جالے دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر اس میں ہوتے تو یہ جالے باقی نہ رہتے۔ حضور اس غار میں تین دن ٹھہرے پھر مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔

(سبل الھدی والرشاد، باب الثانی فی سبب ھجرۃ النبی ﷺ، ج٤، ص ٢٣١ وغیرہ ملخصاً و ملتقطاً)

دلائل آفاقی ودلائلِ نفس کا مختصر بیان:

۵......ہم نے متعدد بار دلائل سے اس موضوع پر کلام کیا ہے تاہم دلائل کی بھی دو اقسام ہیں، دلائل الآفاق اور دلائل الانفس، جیسا کہ فرمان باری ﷻ ہے: ﴿سنریھم ایاتنا فی الافاق وفی انفسھم ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں (فصلت:٥٣)﴾۔ (١)......آفاقی دلائل: کا تعلق آسمان، فرشتوں، زمین پر آسمانی نعمتیں، ہواؤں سے ہے، اور (٢)......دلائلِ نفس: کی تفسیر بھی ہم نے متعدد بار کر دی ہے جیسا کہ فرمان مقدس ہے: ﴿من تراب﴾ سے حضرت آدم ﷤ کی تخلیق کی جانب اشارہ ملتا ہے، پھر ﴿ثم من نطفۃ﴾ سے اولاد آدم کی تخلیق کی جانب، اور ہم نے یہ بھی متعدد بار بیان کر دیا ہے کہ کلام باری کسی چیز کا محتاج نہیں ہے بلکہ فرمایا: ﴿خلقکم﴾ میں انسانوں سے خطاب ہے مراد حضرت آدم ﷤ کی ساری اولاد ہے جو کہ مٹی سے، پھر نطفے سے پیدا ہوئی ہے، اور نطفہ غذا سے بنتا ہے، اور غذا کا انحصار پانی و مٹی سے قائم ودائم ہے، پس ثابت یہی ہوتا ہے کہ انسان مٹی اور نطفے سے بنتا ہے۔ (الرازی، ج٩، ص ٢٢٧)

عمر میں کمی بیشی ہونے کے محامل:

٦......یعنی اللہ ﷻ نے (جسم میں) خرابی کے بعد بھی طویل عمر عطا فرمائی جس کی (مَصلحت) وہی جانتا ہے، اور یہ اس کے پاس کتاب میں مکتوب ہے، ﴿ولا ینقص من عمرہ﴾ میں ضمیر عائد جنس کی جانب لوٹتی ہے نہ کہ عین کی جانب، کیونکہ عین تو طویل عمر کے بارے میں ہے جو کہ لوح محفوظ میں مکتوب ہے اور اللہ ﷻ کے علم میں کہ عمر میں کمی نہ ہونا ہے لہذا ضمیر عائد الی الجنس مراد ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اس کی مثال یوں ہے کہ کوئی کہے: ''عندی ثوب و نصفہ یعنی میرے پاس کپڑا اور اس کا نصف ہے'' یعنی الگ سے نصف موجود ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿ومایعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب ان ذلک علی اللہ یسیر اور جس بڑی عمر والے کو عمر دی جائے اور کسی کی عمر کم کی جائے یہ سب ایک کتاب میں ہے بیشک یہ اللہ کو آسان ہے (فاطر:١١)﴾ ہر شخص اپنی وہی عمر پوری کرتا ہے جو اللہ نے اس کے لئے لکھ دی ہے اور جو اللہ نے کتاب (لوح محفوظ) میں لکھ دی ہے اس سے زیادہ نہیں ہو سکتی اور اسی طرح ہر شخص اتنی ہی عمر پوری کرے گا جو اللہ نے اس کے لئے لکھ دی ہے اور کتاب میں لکھی ہوئی عمر سے کم نہ ہوگی، اور یہی قول ضحاک بن مزاحم کا ہے۔ عبدالرحمن بن اسلم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کیا لوگ نہیں دیکھتے کہ بعض انسان سو سال زندگی گزارتے ہیں اور بعض انسان پیدا ہونے کے بعد ہی مر جاتے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ جن کی عمر کم ہوتی ہے وہ ساٹھ سال سے پہلے ہی مر جاتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں ﴿ومایعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب﴾ یعنی انسان کی عمر اس

کی ماں کے پیٹ ہی میں لکھ دی جاتی ہے، لوگوں کی عمر ایک جیسی نہیں ہوا کرتی، بلکہ بعض کی عمر بعض سے کم (یا زیادہ) ہوا کرتی ہے اور یہ سب کچھ لوح محفوظ میں مکتوب ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل سب کچھ جانتا ہے چنانچہ سال بہ سال، مہینے کے مہینے، جمعہ سے جمعہ، ایک دن سے دوسرے دن تک، ایک گھڑی سے دوسری گھڑی تک، سب کچھ اللہ عزوجل کی کتاب میں موجود ہے۔

(ابن کثیر، ج۲، ص ۶۶۹)

اگرچہ لوح محفوظ میں عمر لکھ دی گئی ہے تاہم کسی اسباب کی وجہ سے عمر میں کمی وزیادتی ہونا قرار پاتا ہے جیسا کہ وارد ہوتا ہے: "الصدقة تزيد في العمر یعنی صدقہ کرنا عمر میں اضافے کا باعث بنتا ہے"۔ پس تقدیر کی دو اقسام ہیں کہ تقدیر معلق میں کسی کی دعا یا نیکی کے باعث تبدیلی ہوتی ہے اور یہ اللہ عزوجل کے علم ازلی میں ہوتا ہے، جب کہ تقدیر مبرم میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی، جیسا کہ سلف وخلف کا فرمان ہے۔

(روح المعانی، الجزء ۲۲، ص ۴۷۹ ملخصاً)

مچھلی کھانے کے طبی فوائد:

یہ..... مچھلی کا گوشت زود ہضم اور مقوی ہوتا ہے۔ اس میں غذائیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ مچھلی ہمیشہ دریا، ندی یا بہتے ہوئے پانی سے پکڑ کر کھانی چاہیے۔ تازہ مچھلی کے ڈھیلے ابھرے ہوئے ہوتے ہیں اور اس کے گلپھڑے شوخ اور گلابی رنگ کے ہوتے ہیں اور اس کا گوشت لچک دار ہوتا ہے۔ باسی مچھلی کے ڈھیلے بیٹھ جاتے ہیں۔ گلپھڑوں کا رنگ بدل جاتا ہے جو عموماً سیاہی مائل ہو جاتا ہے اور اس کا گوشت پلپلا اور ریشہ دار ہوتا ہے۔ مچھلی ہمیشہ اچھی کھانی چاہیے جس میں کانٹے کم ہوں۔

مچھلی بغیر مارے اپنے آپ مر کر پانی کی سطح پر الٹی تیرنے لگی حرام ہے، مچھلی کو مارا اور مر کر پانی کی سطح پر الٹی ہو گئی اب حرام نہیں۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الذبائح، ج۹، ص ۴۴۴)

حکایات:

ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید نے اپنا فضائی باز اڑایا پس وہ اڑتے اڑتے نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور کچھ دیر بعد اپنے پنجے میں ایک فضائی مچھلی دبوچے لے آیا، خلیفہ کو بڑی حیرت ہوئی اور انہوں نے زبردست عالم دین سیدنا مقاتل کی خدمت میں مسئلہ دریافت کیا، اور فرمایا کہ آپ کے جد امجد ابن عباس کہتے ہیں کہ فضاؤں میں ہر طرح کی مخلوق رہتی ہے جن میں بعض سفید رنگ کے جانور ہوتے ہیں جو مچھلی جیسے بچے جنتے ہیں جن کے بازو تو ہوتے ہیں مگر پر نہیں ہوتے، اس کے بعد سیدنا مقاتل نے اس جانور کو کھانے کی اجازت دی تو اس کا احترام کیا گیا۔

(حیاۃ الحیوان الکبری، ج۱، ص ۱۷۵)

"رسالہ قشیریہ" میں ہے سیدنا ابوالخیر عسقلانی کئی سال مچھلی کھانے کی خواہش کرتے رہے، بہرحال حلال طریقے سے یہ میسر آ گئی، مگر جوں ہی کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو مچھلی کا کانٹا ہاتھ میں چبھ گیا، زخم اس قدر بڑھا کہ آپ کا ہاتھ ہی ضائع ہو گیا، اس پر بارگاہ خداوندی میں عرض کی: "یا اللہ! یہ تو اس شخص کا حال ہے جس نے ایک حلال چیز کھانے کی خواہش کی اور اس کی جانب ہاتھ بھی بڑھایا، اس شخص کا کیا بنے گا جو حرام کی خواہش کرے اور اس کی جانب ہاتھ بڑھائے"۔

امام برھان الدین ابراہیم زرنوجی کہتے ہیں کہ حکیم جالینوس کا قول ہے کہ انار میں کثیر منافع ہیں جب کہ مچھلی میں کثیر نقصانات، مگر تھوڑی سی مچھلی کھانا کثیر انار سے بہتر ہے۔

(تعلیم المتعلم طریق التعلم، ص ۴۲)

سورج، چاند سے دنوں کا تعین:

۸..... تقویم: وہ نظام جس کے ذریعے وقت کا ریکارڈ رکھا جا سکے تقویم (calender) کہلاتا ہے، گویا تقویم کے ذریعے

دن، ہفتہ، ماہ اور سال وغیرہ کا حساب لگایا جاتا ہے۔
شمسی تقویم: اس تقویم کی بنیاد چاند کے سائز اور اس کے طلوع وغروب ہونے پر ہے، تقویم کا یہ طریقہ سب سے پرانا اور آسان ہے، چنانچہ پہلے زمانے کے لوگ چاند کو دیکھ کر دن گنا کرتے تھے اور چونکہ چاند کا سائز ہر روز بدلتا رہتا ہے اس لئے اس کے ذریعے حساب لگانا بھی آسان ہے۔
اس تقویم کے مطابق مہینہ کبھی انتیس دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس دن کا، ہر پہلی رات کے چاند سے مہینے کا آغاز ہوتا ہے، جب انتیس دنوں کے بعد چاند نظر آئے تو مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے ورنہ تیس دن کا۔ سائنس کے مطابق زمین سورج کے گرد چکر کاٹتی ہے (اگرچہ یہ نظریہ اسلامی اصول کے خلاف ہے)، یہ عرصہ ۳۶۵ دن، ۵ گھنٹے، ۴۰ منٹ، ۴۶۲۴ اعشاریہ ۴۷ سیکنڈ کے برابر ہوتا ہے ۔ہم صرف سال کو پورے ۳۶۵ دن شمار کرتے ہیں اس لئے ہمارا سال اصل سال سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اور یہ کمی سال بہ سال زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ سال بہ سال وہی مہینے دیگر موسموں میں آنے لگیں گے جس سے ہمارے نظام زندگی میں گڑبڑ پیدا ہوجائے گی۔ اور وقت کا بھی کوئی صحیح اندازہ نہیں ہوسکے گا۔ اس دقت کو ختم کرنے کے لئے (Jolais seize) بادشاہ روم نے ہر چوتھے سال میں ایک دن کا اضافہ کر کے ہر چوتھا منٹ ۱۴ سیکنڈ بڑھا دیتے تھے چونکہ یہ زیادتی ہر ۱۰۰ سال میں جمع ہو کر ایک دن کے قریب ہوجاتی تھی اس لئے ہر صدی کا لیپ سال سادہ شمار کر کے زیادتی کے برابر کر دیا گیا۔ اس لئے ۱۰۰ء اگرچہ لیپ کا سال ہے تاہم اس کے ۳۶۵ دن ہی شمار ہونگے۔ اسی طرح ۲۰۰، ۳۰۰ء لیپ کے سال شمار نہ ہونگے۔ اس طرح چار سو سال کے بعد پھر ایک سال کی کمی واقع ہوجاتی تھی، اس لئے ۴۰۰ اور ہر ایک صدی کے سال کو جو ۴ سے تقسیم ہوجائے لیپ کا سال شمار کرلیا گیا ہے۔ عملی طور پر جو سال ۴ پر تقسیم ہوجائے وہ لیپ کا ہے اور اس میں کا سب سے چھوٹا مہینہ فروری ۲۸ کے بجائے ۲۹ کا ہوتا ہے۔

اغراض:

ونزل فی ابی جھل وغیرہ: کا بیان شان نزول میں دیکھیں۔ **بالتموبہ:** یعنی ظاہری تحسین، کہ اس کا وہم اس کی عقل پر غالب آجائے، پس وہ حق کو باطل گمان کرے اور باطل کو حق جانے، اور جسے اللہ ہدایت سے نوازے تو وہ حق کو حق کی نظر سے دیکھتا اور اس حق پر عمل کرتا ہے اور باطل کو باطل کی نظر سے دیکھ کر اس سے اجتناب کرتا ہے۔
دل علیہ: تقدیر حذف پر دلیل ہے، معنی یہ ہے کہ خبر کے حذف ہونے کی دلیل یہ آیت: ﴿فان اللہ یضل من یشاء﴾ ہے اور اس آیت میں معتزلہ کا رد بھی ہے کہ ان کا گمان ہے بندہ اپنے اعمال خود تخلیق کرتا ہے، اور جب ایسا ہی ہے تو گمراہی اور ھدایت کی نسبت اللہ کی جانب نہیں ہونی چاہیے۔ **فیجازیھم علیہ:** پس اللہ خیر کے امور پر اچھی جزا اور شر کے امور پر بُری جزا سے نوازے گا۔
لحکایۃ الحال الماضیۃ: یعنی وہ صورت عجیبہ کا مستحضر ہونا جو کہ اللہ کی کمال قدرت پر دلیل ہو۔
لا نبات بھا: پس موت نبات وجانوروں کی چراگاہوں کے عدم وجود کا نام ہے اور حیات ان کے وجود کا نام ہے۔
فلیطعہ: اللہ کا فرمان: ﴿فللہ العزۃ﴾ جواب کے لئے تعلیل ہے، اس آیت میں اختلاف ہے پس ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ جو شخص عزت چاہے وہ کس سے حصول عزت کا سوال کرے؟ تو اس سے کہا جائے گا ﴿للہ العزۃ جمیعا﴾، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جو اپنی ذات کے لئے عزت کا خواستگار ہو اُسے چاہیے کہ اللہ سے اس بارے میں سوال کرے کیونکہ اللہ کے سوا کسی کے پاس اس کا اختیار نہیں ہے، اور اس کی طلب بارگاہِ الٰہی کی طاعت بجالانے اور اس کی بارگاہ میں التجاء کرنے سے ہونی چاہیے، اور اس کی بارگاہِ صمدیت پر ڈٹ جانے کی صورت میں جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: ''جو دارین کی عزت چاہے تو اللہ کی فرمانبرداری اختیار کرے اور جو اللہ کے

سوا کسی اور سے عزت کے حصول کا متمنی ہے وہ ذلت ہی اٹھائے گا"۔حدیث پاک میں کسی من وصفہ کے الفاظ ہیں جس کے معنی محدثین نے ذلت لئے ہیں یعنی بندے کا وصف ذلت اور اللہ کا وصف پاک عزت ہے پس جب بندے سے کچھ چاہیے گا تو اُسے وہی ملے گا جو اس کے پاس ہے اور اللہ کی بارگاہ سے چاہے گا تو اُسے وہی ملے گا جس کا مختار ہے۔جیسا کہ وارد ہوتا ہے:"جو کسی قوم سے عزت چاہے گا اللہ اُسے ذلیل کر دے گا"۔

یعلمه: میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مجاز ہے،اور مجازی نسبت سے مراد یہاں علم ہے،جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ معاملہ قاضی کے پاس لایا گیا یعنی قاضی کو معاملے کا علم دیا گیا اور اسی علم کو صعود سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کی نسبت اعمال کے قبول ورد ہونے کی طرف بھی کی جاتی ہے کیونکہ ثواب وعذاب ملنے کا تعلق عالم بالا وزیریں سے ہے اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اعمال آسمان کی جانب بلند ہوتے ہیں اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جس کتاب میں بندوں کے اعمال درج ہیں وہ کتاب آسمانوں میں ہے۔

ونحوها: یعنی اذکار،تسبیحات وتلاوت قرآن مجید۔**المكرات:** سے سیئات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے،اور مراد محذوف موصوف مفعول مطلق یمکرون کی صفت ہے کیونکہ مکر فعل لازم ہے اور اس کا مفعول ہی نہیں ہوتا اور مکر سے مراد حیلہ یا دھوکہ ہے۔

في دار الندوة: سے مراد وہ جگہ ہے جو قصی بن کلاب نے بات چیت اور مشاورت کے لئے بنائی تھی۔

بخلق ابيكم آدم منه: صحیح یہ ہے کہ ﴿خلقكم من تراب﴾ سے مراد وہ نطفہ لیا جائے جو غذا سے بنتا ہے اور غذا مٹی سے بنتی ہے۔

شربه: شراب کی تفسیر شرب سے کی،کیونکہ شراب سے مراد مشروب ہے،پس لازم ہے کہ کسی چیز کی اضافت اس کی اپنی ذات کی جانب کی جائے۔**وقيل منهما:** سمندر میں نمک ہونے کی وجہ سے پانی اور نمک کے امتزاج سے موتی بن جاتے ہیں۔

هو السمك: مراد تمام دریائی جانور ہیں،پس دریائی جانور کھانا حلال ہے(جنہیں فقہ حنفی نے ہمارے لئے حلال رکھا)۔

والمرجان: مراد سرخ عرق ہے،جو کہ سمندر سے اس طرح نکلتا ہے جیسا کہ انگلی سے خون نکلتا ہے،ایک قول کے مطابق چھوٹا موتی مرجان کہلاتا ہے۔**بالتجارة:** وغیرہا جیسا کہ غزوات اور حج کے ایام میں۔

لفافة النواة: سے مراد گٹھلی کے ساتھ لگی ہوئی باریک جھلی،اور جانو کہ گٹھلی میں چار چیزیں پائی جاتی ہیں:(۱)......**الفتيل:** وہ چیز ہے جو گٹھلی توڑنے پر اندرونی ساخت کہلاتی ہے،(۲)......**القطمير:** گٹھلی کا لفافہ،(۳)......**النقير:** مراد گٹھلی کا ظاہری حصہ،(۴)......**الثفروق:** کھجور کے نیچے کی پینڈی اور گٹھلی کے درمیان کا حصہ۔ (الصاوی، ج۵،ص ۷۸وغیرہ)

رکوع نمبر ۱۵

﴿يايها الناس انتم الفقراء الى الله ج﴾ بِكُلِّ حالٍ ﴿والله هو الغنى﴾ عَن خَلْقِهِ ﴿الحميد (۱۵)﴾ المَحمُودُ فى صُنعِهِ بِهِم ﴿ان يشأ يذهبكم ويأت بخلق جديد (۱٦)﴾ بَدَلكم ﴿وما ذلك على الله بعزيز (۱۷)﴾ شَدِيدٍ ﴿ولا تزر﴾ نَفسٌ ﴿وازرة﴾ آثِمَةٌ اى لا تَحمِلُ ﴿وزر﴾ نفسَ ﴿اخرى ط وان تدع﴾ نَفسٌ ﴿مثقلة﴾ بِالوِزرِ ﴿الى حملها﴾ مِنهُ اَحَدا لِيَحمِلَ بَعضَهُ ﴿لا يحمل منه شىء ولو كان﴾ المَدعُوُّ ﴿ذا قربى﴾ قَرابَةٍ كَالاَبِ والاِبنِ وَعَدمِ الحملِ فِى الشِّقَّينِ حُكمٌ مِنَ اللهِ ﴿انما تنذر الذين يخشون ربهم بالغيب﴾ اى يَخافُونَهُ وَمارَاَوهُ لِاَنَّهُمُ المُنتَفِعُونَ بِالاِنذَارِ ﴿واقاموا الصلوة ط﴾ اَدَامُوهَا ﴿ومن تزكى﴾ تَطَهَّرَ مِنَ الشِّركِ وَغَيرِهِ ﴿فانما يتزكى لنفسه ط﴾ فَصَلاحُهُ مُختَصّ

بِہٖ﴿والی اللہ المصیر(۱۸)﴾المُرجَعُ فَیُجزٰی بِالعَمَلِ فِی الاٰخِرَۃِ﴿ومایستوی الاعمی والبصیر(۱۹)﴾الکافِرُ والمُومِنُ﴿ولا الظلمت﴾الکُفرُ﴿ولا النور(۲۰)﴾الاِیمَانُ﴿ولا الظل ولا الحرور(۲۱)﴾الجَنۃُ والنَّارُ﴿وما یستوی الاحیاء ولا الاموات﴾المُومِنُونَ والکُفارُ وَزِیَادَۃُ لا فِی الثَّلٰثَۃِ تَاکیدٌ﴿ان اللہ یسمع من یشاء ج﴾ھِدَایتَہٗ فَیُجِیبُہٗ بِالاِیْمانِ﴿وما انت بمسمع من فی القبور(۲۲)﴾اَیِ الکُفَّارُ شَبَّھَھُم بِالمَوتٰی فَلا یُجِیبُونَ﴿ان﴾ما﴿انت الا نذیر(۲۳)﴾مُنذِرٌلھم﴿انا ارسلنک بالحق﴾بِالھُدٰی﴿بشیرا﴾مَن اَجابَ اِلَیہِ﴿ونذیرا ط﴾مَن لَم یَجِبُ اِلَیہِ﴿وان﴾ما﴿من امۃ الا خلا﴾سَلفَ﴿فیھا نذیر(۲۴)﴾نَبِیٌّ یُنذِرُھا﴿وان یکذبوک﴾اَی اَھلُ مکۃَ﴿فقد کذب الذین من قبلھم ج جاءتھم رسلھم بالبینت﴾المُعجِزَاتِ﴿وبالزبر﴾صُحُفِ ابراھیمَ﴿وبالکتب المنیر(۲۵)﴾ھوَ التورَاۃُ والاِنجِیلُ فَاصبِر کمَا صَبَرُوا﴿ثم اخذت الذین کفروا﴾بِتَکذِیبِھِمْ﴿فکیف کان نکیر(۲۶)﴾اِنکَارِی عَلَیھِم بِالعُقُوبَۃِ والاِھلاکِ اَی ھو واقِعٌ مَوقَعَہٗ.

﴿ترجمہ﴾

اے لوگوں! تم سب اللہ کے محتاج ہو(ہر حال میں) اور اللہ ہی بے نیاز ہے(اپنی مخلوق سے) سب خوبیاں سراہا(اپنی صنعت میں جو وہ مخلوق کے ساتھ فرماتا ہے، حمید بمعنی محمود ہے) وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے(تمہارے بدلے) اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں اور کوئی(جان) بوجھ اٹھانے والی(یعنی گناہگار، لاتزر بمعنی لاتحمل ہے) دوسری(جان) کا بوجھ نہ اٹھائے گی اور اگر(کوئی جان) بوجھ اٹھانے والی(گناہ کا) اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے(کسی کو) بلائے(تاکہ وہ اس کے کچھ بوجھ کو اٹھالے) تو اس کے بوجھ میں کوئی کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ وہ(جس کو بلایا جارہا ہے) قریب رشتہ دار ہو(قربی بمعنی قربۃ ہے، جیسے باپ بیٹا وغیرہ اور دونوں صورتوں میں دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھانا، اللہ ﷻ کے حکم سے ہوگا) اے محبوب تمہارا ڈر سنانا تو انہیں کو کام دیتا ہے جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں(یعنی وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں حالانکہ انہوں نے اسے دیکھا نہیں ہے، اور یہی لوگ ڈر سنائے جانے سے فائدہ اٹھاتے ہیں......۱......) اور نماز قائم رکھتے ہیں(یعنی ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں) اور جو ستھرا ہوا(جو شرک وغیرہ گناہوں سے پاک ہوا) تو اپنے ہی بھلے کو ستھرا ہوا(تو اس کا اچھا ہونے کا نفع اس کے ساتھ خاص ہے) اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے(وہ آخرت میں اعمال کی جزاء دے گا، المصیر بمعنی المرجع ہے) اور برابر نہیں اندھا(یعنی کافر) اور انکھیارا(یعنی مسلمان) اور نہ اندھیریاں(یعنی کفر) اور اجالا(یعنی اسلام) اور نہ سایہ(یعنی جنت) اور نہ گرمی(یعنی دوزخ) اور برابر نہیں زندے(یعنی مسلمان) اور مردے(یعنی کفار، تینوں مذکورہ مقامات میں لام زائدہ بطور تاکید ہے) بیشک اللہ سناتا ہے جس کو(ہدایت دینا) چاہتا ہے(پس اسے ایمان عطا فرما کر حیاتی دے دیتا ہے) اور تم نہیں سنانے والے انہیں جو قبروں میں پڑے ہیں(یعنی کافروں کو، کفار کو مردوں سے تشبیہ اس لیے دی کہ یہ بھی ان کی طرح جواب نہیں دیتے......۲......) تم تو یہی(ان لوگوں کو) ڈر سنانے والے ہو(ان بمعنی ما نافیہ ہے) اے محبوب بیشک ہم نے تم کو حق(یعنی ہدایت) کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا(انہیں جو تمہاری دعوت قبول کرلیں) اور ڈر سناتا(انہیں جو اسے قبول نہ کریں) اور انہیں کوئی گروہ(ان بمعنی ما نافیہ ہے) مگر سب میں ایک ڈر سنانے والا گزرا ہے(یعنی نبی

گزرے ہیں جو لوگوں کو ڈراتے تھے اللہ ﷻ سے، خـلا بمعنی سـلـف ہے) اور اگر (اہل مکہ) تمہیں جھٹلائیں تو ان سے اگلے بھی جھٹلا چکے ہیں ان کے پاس ان کے رسول آئے معجزات......سے.....لے کر (البینات بمعنی المعجزات ہے) اور صحیفے (جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے) اور چمکتی کتاب (مراد اس سے تورات وانجیل ہے تو جس طرح انہوں نے صبر کیا، آپ ﷺ بھی صبر کیجئے) پھر میں نے کافروں کو (ان کے جھٹلانے کے سبب) پکڑا تو کیسا ہوا میرا انکار (میرا ان کو سزا دے کر انہیں ہلاک کر کے ان پر انکار کرنا کیسا ہوا؟، یعنی یہ معاملہ بالکل برمحل ہوا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یایھاالناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمیدo﴾.

یـایھـاالنـاس: نداء، انتم: مبتدا، الـفـقـراء: جمع فقیر صفت مشبہ بافاعل، الـی اللہ: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ، و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، ھو الغنی الحمید: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان یشا یذھبکم ویات بخلق جدیدo﴾.

ان: شرطیہ، یشاء: جملہ فعلیہ شرط، یـذھبکم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یات: فعل بافاعل، بـخلق جدید: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما ذلک علی اللہ بعزیزo ولا تزروازرۃ وزر اخری﴾.

و: عاطفہ، مـا بمشابہ لیس، ذلـک: اسم، عـلـی اللہ: ظرف لغو مقدم، ب: زائد، عـزیـز بمعنی صفت مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہا سمیہ، و: عاطفہ، لاتزروازرۃ: فعل نفی بافاعل، وزراخری: مرکب اضافی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان تدع مثقلۃ الی حملھا لا یحمل منہ شیء ولو کان ذا قربی﴾.

و: عاطفہ، ان: شرط، تدع: فعل، مثقلۃ: "نفس" محذوف کی صفت، ملکر فاعل "ای نـفـس مـثـقـلـۃ بالذنوب" الی حملھا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، لایـحـمـل: فعل نفی مجہول، مـنـہ: ظرف مستقر حال مقدم، شـیء: ذوالحال، و: حالیہ، لـو: جملیہ، کـان ذاقربی: جملہ فعلیہ حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انما تنذر الذین یخشون ربھم بالغیب واقاموا الصلوۃ﴾.

انـمـا: حرف مشبہ وما کافہ، تـنـذر: فعل بافاعل، الـذین: موصول، یـخشون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، بـالـغیب: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ربھم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اقامواالصلوۃ: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن تزکی فانما یتزکی لنفسہ والی اللہ المصیرo﴾.

و: اعتراضیہ، من: شرطیہ مبتدا، تزکی: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، انما: حرف مشبہ وما کافہ، یـتـزکـی لنفسہ: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معترضہ، و: عاطفہ، الـی الـلـہ: ظرف مستقر خبر مقدم، الـمـصـیـر: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما یستوی الاعمی والبصیرo ولا الظلمت ولا النورo ولا الظل ولا الحرورo﴾.

و: مستانفہ، مـا یستوی: فعل نفی، الاعـمـی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الـبـصـیـر: معطوف اول، و: عاطفہ، لا: نافیہ زائدہ لتاکید، الظلمت:......الی الحرور: معطوفات، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وما یستوی الاحیاء ولا الاموات ان اللہ یسمع من یشاء﴾.

و: عاطفہ، مایستوی: فعل نفی، الاحیاء: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، الاموات: معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، یسمع: فعل بافاعل، من یشاء: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما انت بمسمع من فی القبور٥ ان انت الا نذیر٥﴾.

و: عاطفہ، ما مشابہ بلیس، انت: اسم، ب: زائدہ، مسمع: اسم فاعل بافاعل، من فی القبور: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان: نافیہ، انت مبتدا، الا: اداۃ حصر، نذیر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انا ارسلنک بالحق بشیرا ونذیرا وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر٥﴾.

انا: حرف مشبہ واسم، ارسلنا: فعل بافاعل، ک: ضمیر ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال اول، بشیرا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، نذیرا: معطوف، ملکر حال ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ان: نافیہ، من: جار زائدہ، امۃ: مبتدا، الا: اداۃ حصر، خلا فیھا: فعل وظرف لغو، نذیر: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان یکذبوک فقد کذب الذین من قبلھم جاء تھم رسلھم بالبینت وبالزبر وبالکتب المنیر٥﴾.

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، یکذبوک: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قد: تحقیقیہ، کذب: فعل، الذین من قبلھم: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، جاء تھم رسلھم: فعل وفاعل ومفعول، بالبینت: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، بالزبر: معطوف اول، و: عاطفہ، بالکتب المنیر: معطوف ثانی، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ثم اخذت الذین کفروا فکیف کان نکیر٥﴾.

ثم: عاطفہ، اخذت: فعل بافاعل، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: مستانفہ، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، نکیر: صلہ "نکیری" بمعنی انکار، اسم، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

خوف خدا رکھنے والوں کا حال:

۱......مطلقاً خوف سے مراد وہ قلبی کیفیت ہے جو کسی ناپسندیدہ امر کے پیش آنے کی توقع کے سبب پیدا ہو، مثلاً پانی بھرتے ہوئے کنویں میں گر جانے کا خوف......اللہ عزوجل سے خوف ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس کی بے نیازی، گرفت، ناراضگی اور سزاؤں کا سن کر انسان کا دل گھبراہٹ میں مبتلا ہو جائے۔ (احیاء العلوم الدین، کتاب الخوف والرجاء، ج٤، ص١٨٩)

اللہ عزوجل نے اپنے خوف کے بارے میں جگہ جگہ ارشاد فرمایا ہے، چنانچہ درج ذیل میں اس مضمون سے متعلق قرآنی آیات پیش کی جاتی ہیں:

(۱)......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو(الاحزاب:۷۰)﴾۔

(۲)......﴿ولقد وصینا الذین اوتوا الکتب من قبلکم وایاکم ان اتقوا اللہ اور بیشک ہم نے تاکید فرمادی ہے انہیں جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے اور تمہیں بھی کہ اللہ سے ڈرو(النساء:۱۳۱)﴾

(۳)......﴿یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ اے لوگوں اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان

سے پیدا کیا(النساء:۱)﴾۔

(۴)......﴿یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون اے ایمان والوں اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان(ال عمران:۱۰۲)﴾۔

(۵)......﴿وخافون ان کنتم مومنین اور مجھ سے ڈرو اگر مومن ہو(ال عمران:۱۷۵)﴾۔

(۶)......﴿وایای فارھبون اور خاص میرا ہی ڈر رکھو(البقرۃ:۴۰)﴾۔

(۷)......﴿ویحذرکم اللہ نفسہ اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے(ال عمران:۲۸)﴾۔

(۸)......﴿واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ڈرو اس دن سے جس میں تم اللہ کی جانب لوٹو گے (البقرۃ:۲۸۱)﴾۔

اب ہم احادیث پاک سے خوف خدا کے بارے میں فرامین مصطفیٰ ﷺ بیان کرتے ہیں:

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”گناہ سے (خوف خدا) رکھتے ہوئے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں“

(کنز العمال، کتاب التوبۃ، الفصل الاول فی فضلھا والترغیب فیھا، رقم:۱۰۲۴۵، ج۲، ص۹۲)

☆......قال النبی ﷺ: ”راس الحکمۃ مخافۃ اللہ یعنی حکمت کا سرچشمہ اللہ کا خوف ہے“۔

(کنز العمال، کتاب الاخلاق، الحرف الحاء، الخوف والرجاء، رقم:۵۸۷۳، ج۲، ص۶۰)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”دوزخ میں صرف بدنصیب شخص داخل ہوگا“، عرض کی گئی کہ بدنصیب کون ہے؟ فرمایا: ”وہ جس نے اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لئے اس کی اطاعت نہیں کی اور اللہ کی اطاعت کے لئے گناہ نہیں چھوڑے“۔

(مشکوۃ المصابیح، باب:صفۃ النار واھلھا، رقم:۵۶۹۳، ص۸۰۸)

☆......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”اگر اس زرد پانی کا ایک ڈول جو دوزخیوں کے زخموں سے جاری ہوگا دنیا میں ڈال دیا جائے تو دنیا والے اس کی بدبو سے بدبودار ہو جائیں“۔

(سنن الترمذی، باب:صفۃ الجھنم باب:ما جاء فی صفۃ شراب، رقم۲۵۹۴، ص۷۴۴)

☆......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم سید عالم ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں شامل تھے، آپ ﷺ قبر کے کنارے تشریف لے گئے اور بیٹھ گئے اور اتنا روئے کہ زمین کی مٹی بھیگ گئی، پھر فرمایا: ”بھائیو! اس قبر کی تیاری کرو“۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب:الحزن والبکاء، رقم:۴۱۹۵، ص۶۹۶)

حضرت سیدنا حسن بصری فرماتے ہیں کہ ایک فاحشہ عورت کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ دنیا کا تہائی حسن اس کے پاس ہے، وہ اپنا آپ کسی کو سونپنے کا معاوضہ سو دینار لیتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک عابد کی اس پر نگاہ پڑی اور وہ اس کا قرب پانے کے لئے بے چین ہو کر سو دینار جمع کرنے میں مشغول ہو گیا۔ جب مطلوبہ رقم جمع کر لی تو اس کے پاس پہنچا اور کہا تیرے حسن نے مجھے دیوانہ کر دیا ہے اور تجھے حاصل کرنے کے لئے میں نے اپنی محنت سے یہ سو دینار جمع کئے ہیں۔ اس فاحشہ نے کہا یہ میرے وکیل کو دے دو تا کہ وہ پرکھ لے۔ جب وکیل نے پرکھ لئے تو عابد کو اندر جانے کی اجازت دے دی۔ جب وہ گناہ کے ارادے سے نزدیک ہوا تو اس پر خوف طاری ہوا اور تھر تھر کانپنے لگا اور ساری شہوت جاتی رہی۔ عابد نے فاحشہ سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں واپس جانا چاہتا ہوں اور یہ سو دینار بھی تم ہی رکھ لو۔ عورت نے پس و پیش کی تو عابد نے کہا مجھ پر اللہ عزوجل کا خوف غالب ہے اور میری ساری خواہش جاتی رہی ہے۔ طوائف یہ بات سن کر بہت متاثر ہوئی اور کہا کہ اگر میں نکاح کروں گی تو تجھ ہی سے کروں گی۔ عابد نے کہا مجھے چھوڑ دے میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں

لیکن عورت نے کہا کہ اسی شرط پر کہ تو مجھ سے شادی کرلے۔ عابد نے کہا کہ جب تک میں یہاں سے نکل نہ جاؤں ایسا ممکن نہیں ہے۔ عورت نے کہا ٹھیک ہے اگر میں بعد میں تیرے پاس آؤں تو نکاح کرلے گا، عابد نے اثبات میں جواب دیا اور رخصت ہوا۔ عورت نے بعد میں توبہ کرلی اور عابد کے شہر میں ڈھونڈتے ہوئے جا پہنچی۔ اسے دیکھ کر عابد نے ایک زوردار چیخ ماری اور اس کا دم نکل گیا۔ عورت نے پوچھا کہ کیا اس کا کوئی قریبی رشتے دار ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک بھائی ہے جو بہت غریب ہے، عورت اس کے پاس گئی اور کہا کہ میں تیرے بھائی کی محبت میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ عورت نے اس سے نکاح کرلیا اور سات بیٹے ہوئے جو سب کے سب نیک وصالح ہوئے۔ (کتاب التوابین، ص ۷٤)

سماع موتی کا بیان:

۲.....اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے رسالہ: ''حیات الموات فی بیان سماع الاموات یعنی بے جان کی زندگی، مُردوں کی سماعت کے بیان میں'' میں لکھتے ہیں:

کیا بات سُننے کے لئے صورت دیکھنی بھی ضرور، جب تو واجب کہ تمام اندھے بہرے ہوں اور فرشتہ مذکور آپ کے طور پر بصیر علی الاطلاق بلکہ اس سے بھی کچھ زائد ورنہ فقط خطاب کرنے سے بصیر ماننا کیونکر مفہوم ہوا، عموم واطلاق تو بالائے طاق۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''العبد اذا وضع فی قبره وتولی وذهب اصحابه حتی انه لیسمع قرع نعالهم بیشک مُردہ جوتیوں کی پہچل سنتا ہے جب لوگ اسے قبر میں رکھ کر پھرتے ہیں''۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب: المیت یسمع خفق النعال، رقم: ۱۳۳۸، ص ۲۱۳)

امام سبکی ''شفاء السقام'' میں لکھتے ہیں:

النفس باقیة بعد موت البدن عالمة باتفاق المسلمین بل غیر المسلمین من الفلاسفة وغیرهم ممن یقول ببقاء النفوس یقولون بالعلم بعد الموت ولم یخالف فی بقاء النفوس الا من لا یعتد به یعنی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ روح بعد مرگ باقی اور علم وادراک رکھتی ہے، بلکہ فلاسفہ وغیرھم کفار بھی جو بقائے ارواح کے قائل ہیں وہ بھی موت کے بعد علم مانتے ہیں اور بقائے روح میں کسی نے خلاف نہ کیا مگر ایسوں نے جو کسی گنتی شمار میں نہیں۔ (شفاء السقام، الفصل الثانی فی الشهداء، ص ۲۱۰)

علامہ تورپشتی فرماتے ہیں:

الروح الانسانیة متمیزة مخصوصة بالادراکات بعد مفارقة البدن یعنی فراق بدن کے بعد بھی روح انسانی متمیز ومخصوص بہ ادراکات ہے۔ (التیسیر شرح جامع صغیر بحوالہ توربشتی، تحت حدیث :ان ارواح الشهداء الخ، ج۱، ص ۳۱۰)

''کفایة المعتقد'' میں ہے:

ہمیں بعض دوستوں نے یہ بھی خبر دی کہ اللہ کے کچھ نیک بندے ایسے بھی ہیں جو بعض اوقات اپنے والد کے مزار پر آتے ہیں اور ان سے گفتگو کرتے ہیں۔ (شرح الصدور، باب:زیارة القبور......الخ، ص ۲۰۹)

حضرت سیدنا امام لالکائی کتاب ''السنة'' میں نقل کرتے ہیں:

حضرت یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''مجھے ایک گورکن نے بتایا کہ میں نے اس قبرستان میں نہایت ہی عجیب وغریب بات دیکھی کہ ایک دن جب مؤذن اذان دے رہا تھا تو ایک قبر والا اس کا جواب دے رہا تھا''۔
(شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعت، رقم؛ ۲۱۵۳، ج۲، ص ۹۷۳)

معجزات کا بیان:

سے......وہ خرق عادت کام جو خیر وسعادت کی دعوت پر مبنی ہو اور اس خرق عادت کام کا دعوی کرنے والا وصف نبوت سے متصف ہو اور اس دعوے کے اظہار سے اس کا مقصد یہ ہو کہ وہ اللہ عزوجل کا رسول ہے۔ (التعریفات، ص ۲۱۷)

☆......عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ نَبِیٌّ اِلَّا اُعْطِیَ مَا مِثْلُهُ اٰمَنَ عَلَیْهِ الْبَشَرُ وَاِنَّمَا كَانَ الَّذِی اُوتِیتُ وَحْیًا اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلَیَّ فَاَرْجُو اَنْ اَكُونَ اَكْثَرَهُمْ تَابِعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "حضرات انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کوئی نبی ایسا نہیں ہے کہ جسے اس قدر معجزات نہ دیئے گئے ہوں کہ اس کی وجہ سے کوئی بشر اس پر ایمان لے آئے اور مجھے اللہ عزوجل نے وحی (یعنی قرآن مجید) عطا فرمایا اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے متبعین کی تعداد دیگر نبیوں کے پیروکار سے زیادہ ہوگی۔ (صحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی، رقم: ٤٩٨١، ص ٨٩٣)۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ مجھے قرآن بطور معجزہ دیا گیا ہے اس لئے کہ اللہ عزوجل نے ہر نبی کو خاص معجزہ عطا فرمایا اور اس معجزہ جیسا بعینہ کمال کسی اور کو نہ دیا اور یہ اسلئے کیا تا کہ قوم اس معجزہ کے ذریعے نبی کے تابع ہو جائے۔ اور ہر نبی کا معجزہ اس کی قوم کی حسب حالت ہوا کرتا تھا جیسا کہ فرعون کے دور سلطنت میں جادو کا دور دورہ تھا لہذا موسی علیہ السلام کو عصاء والا معجزہ دیا گیا، جس نے فرعونیوں کی تمام بناوٹیں نگل لیں اور ایسا کسی جادوگر سے نہ ہو پایا، اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام نے مردے زندہ کئے، مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو درست کیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دور میں طب اپنے عروج پر تھی اسی لئے حضرت عیسی علیہ السلام کو اسی مناسبت سے معجزہ دیا گیا کہ ان جیسی قدرت کسی طبیب میں نہ پائی جاتی تھی، اسی طرح جس زمانے میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں مبعوث ہوئے اس وقت عرب کے لوگ بلاغت میں غایت درجے کا کمال رکھتے تھے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن (بطور معجزہ) دیا گیا اور انہیں چیلنج کیا گیا کہ اس کی مثل کوئی ایک سورت لائیں مگر وہ نہ لا سکے، قرآن مجید کی عظمت کے حوالے سے ایک قول یہ بھی ہے کہ قرآن کا مثل کچھ بھی نہیں ہو سکتا نہ صورتا اور نہ ہی حقیقتا بخلاف دیگر معجزات کے کہ وہ (کسی نہ کسی اعتبار سے) مثل ہونے سے خالی نہیں ہیں، ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ ہر نبی کو جو معجزات دیئے گئے اس کی مثل ان سے پہلے کہیں نہ کہیں صورتا یا حقیقتا ضرور موجود تھی لیکن قرآن کے مثل کسی کو پہلے کبھی نہ دیا گیا اسی لئے یہ کہا گیا کہ "میں امید کرتا ہوں کہ بروز قیامت میرے متبعین کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی"۔ (فتح الباری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی، رقم: ٤٩٨١، ج ٩، ص ٨)

علامہ احمد بن محمد قسطلانی معجزہ کی شرائط ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں (۱) معجزہ وہ کام ہوتا ہے جو عادتاً محال ہو جیسے کسی کا چاند کے دو ٹکڑے کرنا، انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا، لاٹھی کا اژدھا بن جانا اور پتھر سے اونٹنی کا نکالنا، اس قید سے وہ کام خارج ہو گئے جو عادت کے مطابق ہوں۔ (۲) اس فعل کے معارضہ اور مقابلہ کو پیش کیا جائے اور بعض کا کہنا یہ بھی ہے کہ اس فعل کے ساتھ رسالت کا دعوی مقرون ہو۔ (۳) رسالت کا دعوی کرنے والے نے جس فعل کو صادر کیا ہے کوئی اور شخص اس فعل کی مثل نہ لا سکے، بعض نے یہ بھی کہا کہ معارضہ سے مامون ہونے کی ساتھ دعوی رسالت کا ہونا بھی شرط ہے۔ اس قید سے وہ امور نکل گئے جو خلاف عادت ہوں اور دعویٔ نبوت سے پہلے ہوئے ہوں جیسے اعلان نبوت سے پہلے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بادل کا سایہ کرنا اور شق صدر وغیرہ ان کو ارہاص کہتے ہیں اس طرح اس قید سے اولیاء اللہ کی کرامات بھی خارج ہو گئیں کیونکہ ان کے ساتھ بھی دعویٔ نبوت مقرون نہیں ہوتا۔ قاضی ابو بکر باقلانی کہتے ہیں کہ معجزہ کی تعریف میں جو تحدی کی شرط لگائی گئی ہے یعنی اس فعل کے معارضہ اور مقابلہ کو طلب کیا جانا، اس کی دلیل نہ تو کہیں کتاب میں ہے اور نہ ہی کہیں حدیث میں اور نہ ہی اس پر اجماع ہے اور بے شمار معجزات ایسے ہیں جن کے صدور پزیر ہونے میں نہ تو معارضہ کی طلب ہوئی اور نہ ہی مقابلہ کی مثلاً کنکریوں کا کلمہ پڑھنا، انگلیوں سے پانی کا پھوٹ پڑنا، ایک صاع (چار کلو

گرام) کھانا دوسو آدمیوں کو پیٹ بھر کر کھلا دینا، آنکھ میں لعاب دھن ڈالنا، بکری کے گوشت کا کلام کرنا، اونٹ کا بارگاہ رسالت میں شکایت کرنا، اور یہ تحقیق ہے کہ سوائے قرآن مجید کے اور کسی معجزہ میں تحدی نہ کی گئی۔ (۴) ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ فعل مدعی نبوت کے دعوی کے موافق ہو اگر وہ خلاف عادت فعل مدعی نبوت کے دعوی کے خلاف ہو تو اسے معجزہ نہیں بلکہ اہانت کہتے ہیں۔

(شرح زرقانی، کتاب فی المعجزات والخصائص، باب المقصد الرابع، ج۶، ص۴۰۶ وغیرہ، ملخصاً)

ہم طلباء کی سہولت کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ بات بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید میں لفظ معجزہ کہیں نہیں ذکر ہوا بلکہ اس کے بجائے برھان، آیۃ اور بینہ کے لفظ ذکر کئے گئے ہیں۔ المواھب اللدنیہ کی متذکرہ عبارت سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ خرق عادت کام اگر نبی سے اعلان نبوت سے پہلے صادر ہو تو اسے ارھاص اور اگر اعلان نبوت کے بعد صادر ہو تو معجزہ اور غیر نبی (یعنی ولی اللہ) سے ایسا فعل جو عادتاً محال ہوتا ہے صادر ہو تو اسے کرامت اور کافر سے خرق عادت کا صدور اس کے کفر میں اضافے کا باعث ہوتا ہے اور اس کے اس فعل کو استدراج کہا جاتا ہے اور اگر کوئی خلاف عادت فعل کسی نبی سے اس کے دعویٔ نبوت کے خلاف صادر ہو تو اسے اہانت کہیں گے۔

ہمارے اس پرفتن دور میں جہاں اور دینی اور شرعی معاملات میں اختلاف ہو چلا اور بدمذہبوں نے بھولے بھالے مسلمانو کی دین سے متعلق عدم توجہی اور کم علمی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے غلط نظریات وعقائد کو عوام میں پھیلانا شروع کیا، وہاں اس بارے میں بھی کہ معجزہ نبی کے اختیار سے نہیں ہوتا اور نبی کو اس کے صدور پر کوئی اختیار نہیں ہے وغیرہ باتیں عوام میں پھیلانا شروع کر دیں اور آج حال یہ ہے کہ مسلمان کو اس طرح کے مسائل میں اتنا الجھا دیا گیا کہ بسا اوقات بھولا بھالا مسلمان حقائق کو خواہ مخواہ ہی رد کرتا جاتا ہے۔ ہم نے مناسب خیال کیا کہ لگے ہاتھوں اس حقیقت کو بھی آشکارا کر دیا جائے تا کہ نہ صرف ہمارے طلباء بلکہ ہر پڑھنے والا شخص اس مسئلے کی حقیقت سے بخوبی واقف ہو جائے اللہ ﷻ اپنے پاک کلام کی برکت سے حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

☆...... حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ "مسجد (نبوی) کی چھت کھجور کے پتوں سے بنائی گئی تھی سید عالم ﷺ ان میں سے ایک تنے پر ٹیک لگائے خطبہ فرماتے تھے پھر جب منبر بنا دیا گیا تو حضور ﷺ اس پر تشریف فرما ہو کر خطبہ فرماتے ہم نے سنا کہ اس لکڑی کے سوکھے تنے سے رونے کی ایسی آواز آئی جیسے کوئی اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے حتی کہ سید عالم نبی محتشم ﷺ نے اس سوکھے تنے پر اپنا دست شفقت پھیرا تو اس کا رونا بند ہو گیا۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة، رقم: ۳۵۸۶، ص۶۰۲)

☆...... حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ تبوک کے لئے تشریف لے جا رہے تھے کہ دوران سفر ایک شخص سفید کپڑوں میں ملبوس ریگستان سے آتا دکھائی دیا، نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ "کن ابا خیثمة" یعنی اے پیچھے آنے والے ابو خیثمہ ہو جا تا! وہ ابو خیثمہ انصاری ہو گیا۔ (صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالك، رقم: ۲۷۶۹/۶۹۱۰، ص۱۳۵۷)

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ قاضی عیاض نے فرمایا کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کن تحقیق اور وجود کے لئے آتا ہے اور نبی پاک ﷺ نے اس آنے والے شخص سے یہ فرمایا کہ اے شخص تو حقیقتاً ابا خیثمة ہو جا! قاضی عیاض نے جو کچھ کہا ہے یہی صحیح ہے اور یہاں حضور ﷺ کے فرمان کے معنی کو سمجھنے کے لئے تقدیر عبارت یوں ہوگی کہ اللھم اجعله ابا او ابو خیثمة یعنی اے اللہ ﷻ تو اسے ابو خیثمہ کر دے!۔ (شرح نووی علی مسلم، کتاب التوبة، باب حدیث توبة کعب بن مالك، رقم: ۶۹۱۰، ص ۱۶۱۹)

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب اسی حدیث مذکورہ کے تحت شرح صحیح مسلم جلد نمبر ۷ صفحہ ۵۴۶ پر فرماتے ہیں کہ شیخ انور شاہ کاشمیری نے فیض الباری شرح بخاری میں لکھا شیخ عبدالغنی نابلسی نے عارف جامی سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے عارف جامی

کی دعوت کی اور عمداً مردہ مرغی پکادی، عارف جامی نے کہا "اللہ کے اذن سے زندہ ہو" وہ مرغی زندہ ہوگئی، اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی کے وعظ میں ایک چیل نے شور مچا کر خلل ڈالا، آپ نے فرمایا "اللہ تیری گردن کاٹ دے، وہ اسی وقت مر کر زمین پر گر گئی، وعظ کے بعد آپ نے فرمایا "اللہ کے اذن سے اٹھ جا" وہ اٹھ گئی۔

شیخ بنوری کا کہنا ہے کہ: میں نے شیخ بدر عالم میرٹھی سے سنا ہے کہ ایک طالب علم جو کی روٹی کھا رہا تھا اور شیخ عبدالقادر جیلانی بھنی ہوئی مرغی کھا رہے تھے، طالب علم کی ماں اس سے ملنے آئی تو اس کہا آپ مرغی کھا رہے ہیں اور میرا بیٹا جو کی روٹی کھا رہا ہے! حضرت شیخ نے مرغی کی طرف اشارہ کر کے کہا "اللہ کے اذن سے کھڑی ہو جا" وہ زندہ ہوگئی، شیخ نے فرمایا: جب تیرا بیٹا اس مقام پر پہنچے گا تو وہ بھی مرغی کھالے گا۔ (فیض الباری، ج ۲، ص ٦١، مطبوعه مجلس علمی سورت هند مع حاشیه شیخ محمد یوسف بنوری)

مولانا رشید احمد گنگوہی اور دیگر علمائے دیوبند کا نظریہ اس بارے میں جدا ہے۔ چنانچہ ہم مناسب خیال کرتے ہیں کہ یہاں فتاوی رشیدیه کامل کی عبارت نقل کریں تا کہ ان کے نظریے کی مزید وضاحت ہو جائے "بعض اولیاء کو اللہ ﷻ آلہ تکمیل اور ارشاد خلق بناتا ہے کہ اس کے ذریعے سے باذن اللہ مطالب برآمد ہوتے ہیں نہ کہ اولیاء خود متصرف و مستقل بنتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جب وہ آلہ ٹھہرے تو اگر چہ حاجت روائی تو بذریعہ آلہ ہوتی ہے مگر خود آلہ سے بھی دعا و استعانت طلب کرنا شرک ہے، پس ایسی صورت میں متصرف حقیقی کو چھوڑ کر آلہ سے طلب کرنا بھی خالی از مشابہت شرک نہیں۔ (فتاوی رشیدیه کامل، ص ۲۰۳)

مولانا صاحب کی عبارت سے یہ بات سامنے آئی کہ حضرات اولیائے کرام و (انبیائے کرام) سے معجزات و کرامات کا صدور ہونا محض اللہ ﷻ کی مرضی و اختیار سے ممکن ہے، ان حضرات کو خود کوئی اختیار نہیں ہے اور ان کی حیثیت قدرت الٰہی کے سامنے ایک آلہ کی سی ہے اور بس، ہمارا کہنا یہ ہے کہ اگر ان کی مان لی جائے تو ان تمام روایات اور اختیارات کا انکار لازم آئے گا جو ان حضرات کے حوالے سے ہم نے بھی ذکر کئے اور دیگر کتب صحیحہ میں پائے جاتے ہیں۔ اور علامہ عینی نے عمدة القاری اور نووی نے شرح نووی میں حدیث جریج کے حوالے سے لکھا کہ بعض اوقات حضرات اولیاء کرام سے کرامات ان کی اپنی طلب اور اختیار سے واقع ہوتی ہیں۔

اغراض:

بکل حال: یعنی حالت فقر، حالت غنا، ضعف، قوت، ذلت، عزت وغیرہ حالتیں، پس بندہ ہر حالت میں اپنے رب کا محتاج ہوتا ہے۔

نفس: معنی یہ ہے کہ کوئی نفس دوسری کسی نفس کا بوجھ نہیں اٹھائے گی، اور جو گناہگار نہ ہو اس کا معاملہ یہ کہ وہ گناہگار کے گناہوں کو (باذن اللہ) بخشوائے گا اور ایسا نہیں کہ کسی کے گناہ کو دوسرے کے سر پر ڈال دیا جائے۔ اور اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ دونوں آیات: ﴿ولا تزر وازرة وزر أخرى﴾، ﴿وليحملن اثقالهم﴾ کو کیسے جمع کیا جائے گا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ آیت متذکرہ: ﴿وليحملن اثقالهم﴾ اس شخص پر محمول کی جاتی ہے جو گمراہی اختیار کرے، اور دوسرے کی گمراہی کا سبب بنے، تو ایسے شخص پر اپنی گمراہی اور دوسرے کی گمراہی کے سبب بننے کا بوجھ بھی ہوگا، کیونکہ وہ دوسرے کے گناہ کرنے کا سبب بنا ہے پس ایسا شخص صرف اپنے ہی گناہ کا بوجھ اٹھائے گا پس اس صورت میں حکم یہ ہوگا کہ انسان اصلاً کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا بلکہ ہر انسان اپنے کئے کا بوجھ اٹھائے گا۔ فی الشقین: یعنی انسان کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا نہ تو جبراً اور نہ ہی اختیار سے۔

حکم من الله تعالی: یعنی اللہ کا حکم حکمتِ عظیمہ سے خالی نہیں ہے۔

وما راوه: جنہوں نے اللہ کو نہیں دیکھا، اور وہ اللہ کی صفات جلالیہ سے چھپا ہوا ہے، اور جب اللہ کی صفات جمالیہ دیکھے گا اور ایسا اہل ایمان کے ساتھ آخرت میں ہوگا اور سید الخلق (سید الانبیاء ﷺ) کے ساتھ دنیا میں ہوا، اور اللہ اپنی قوت جمالیہ دلوں پر ڈالتا ہے تو

گویا دنیا ہی میں اُسے دیکھ لیا جاتا ہے، اس سے مراد جنت معجلہ ہے جو کہ مقربین الی اللہ کے لئے ہوتی ہے۔

لانهم المنتفعون بالانذار: الانذار کو اہلِ خشیعت کے ساتھ کیوں خاص کیا جاتا ہے جب کہ ڈرنا تو ہر مکلف کے لئے ضروری ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اہلِ خشیعت ہی اس انذار کا فائدہ اٹھاتے ہیں، جیسا کہ کہا گیا: ''اہلِ خشیعت ہی آپ کے ڈرانے سے فائدہ اٹھاتے ہیں''۔

ایذاموها: یعنی نماز کو اس کے ارکان، شرائط اور آداب کے ساتھ بجالائے، اور ایک نسخہ میں اداموها کے بجائے ادوها ہے۔

فصلاحه مختص به: یعنی وہ اپنے ہی بھلے کو اچھا ہوا ہے نہ کہ کسی اور کے، پس اس کے اچھے یا بُرے عمل کا بدلہ اسے آخرت میں ملے گا۔

وزيادة لا فى الثلاثة: جن تین مقامات پر ''لا'' تاکید کے لئے ہے وہ یہ ہیں: ﴿ولا الظلمات ولا النور﴾، ﴿ولا الظل ولا الحرور﴾، ﴿وما يستوى الاحياء ولا الاموات﴾۔

شبههم بالموتى: کیونکہ کافروں کو بھی سید عالم ﷺ کی دعوت کا اثر نہیں ہوتا۔

نبى ينذرها: یعنی قوم کو اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈرانے والا نبی مراد ہے، اور اپنی شریعت کو اتمام تک پہنچاتے، اور دو رسولوں کے مابین اہل فطرت سے مراد اہل جنت ناجی ہیں، اور اگر لوگ دین کو بدلیں اور غیر اللہ کی عبادت کریں جس کا بیان اللہ کے اس فرمان میں ہے: ﴿وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا﴾ اور اہل فطرت کو عذاب دیئے جانے کے بارے میں بھی وارد ہوا ہے جیسا کہ عمور بن لحی، امراؤ قیس، حاتم طائی، اور تحقیق یہ ہے کہ یہ خبر واحد ہے جو کہ نصِ قطعی کے معارض نہیں ہو سکتی اور ماقبل کلام گزر چکا کہ ﴿وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا﴾۔

كصحف ابراهيم: حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تین صحف، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت سے قبل دس صحف، حضرت شیث علیہ السلام کو ساٹھ صحف، پس کل سو صحف اور چار کتب نازل ہوئیں۔ فاصبر كما صبروا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ جواب شرط محذوف ہے۔

اى هو واقع موقعه: میں استفہام تقریری کی جانب اشارہ ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص ۸۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۶

﴿ألم تر﴾ تعلمُ ﴿ان الله انزل من السماء ماء ج فاخرجنا﴾ فِيه اِلتِفاتٌ عنِ الغَيبةِ ﴿به ثمرت مختلفا الوانها ط﴾ كَاَخضَرَ واَحمَرَ واَصفَرَ وَغَيرِها ﴿ومن الجبال جددٌ﴾ جَمعُ جُدَّةٍ طَرِيقٍ فى الجَبَلِ وَغَيرِه ﴿بيض وحمر﴾ وَصُفرٌ ﴿مختلف الوانها﴾ بِالشِدَّةِ والضُعفِ ﴿وغرابيب سود (۲۷)﴾ عَطفٌ على جُدَدٌ اى صُخُورٌ شَدِيدَةُ السَّوادِ يُقالُ كَثِيرا اَسوَدُ غِربِيبٌ وقَلِيلًا غِربِيبُ اَسوَدُ ﴿ومن الناس والدواب والانعام مختلف الوانه كذلك ط﴾ كَاخِتِلافِ الثِمارِ والجِبالِ ﴿انما يخشى الله من عباده العلمؤا ط﴾ بِخِلافِ الجُهَّالِ كَكُفَّارِ مكةَ ﴿ان الله عزيز﴾ فِى مُلكِه ﴿غفور (۲۸)﴾ لِذُنُوبِ عِبادِهِ المُومِنِينَ ﴿ان الذين يتلون﴾ يَقرَؤُنَ ﴿كتب الله واقاموا الصلوة﴾ اَدامُوهَا ﴿وانفقوا مما رزقنهم سرا وعلانية﴾ زَكوةً وَغَيرَها ﴿يرجون تجارة لن تبور (۲۹)﴾ تَهلِكَ ﴿ليوفيهم اجورهم﴾ ثَوابَ اَعمَالِهِمُ المَذكُورَةِ ﴿ويزيدهم من فضله ط انه غفور﴾ لِذُنوبِهِم ﴿شكور (۳۰)﴾ لِطاعَتِهِم ﴿والذى اوحينا اليك من

الکتب﴾القُرانِ﴿هو الحق مصدقا لما بين يديه ط﴾تَقْدِيمُهُ مِنَ الكُتُبِ﴿ان الله بعباده لخبير ۴ بصير (۳۱)﴾عَالِمٌ بِالبَوَاطِنِ وَالظَّوَاهِرِ﴿ثم اورثنا﴾اَعْطَيْنَا ﴿الكتب﴾القُرآنَ﴿الذين اصطفينا من عبادنا ج﴾وَهُمْ اُمَّتُكَ﴿فمنهم ظالم لنفسه ج﴾بِالتَّقْصِيرِ فِى العَمَلِ به ﴿ومنهم مقتصد ج﴾يَعْمَلُ به فى اَغْلَبِ الاَوْقَاتِ﴿ومنهم سابق ۴ بالخيرت﴾يَضُمُّ الى العملِ به التَّعْلِيمَ وَالاِرْشَادَ اِلَى العَمَلِ﴿باذن الله﴾بِاِرَادَتِهِ﴿ذلك﴾اَى اِيْرَاثُهُم الكِتَابَ﴿هو الفضل الكبير (۳۲) جنت عدن﴾اِقَامَةٍ﴿يدخلونها﴾اَى الثَّلاثَةُ بِالبِنَاءِ لِلفَاعِلِ وَلِلمَفْعُولِ خَبَرُ جَنَّاتِ المُبتَداءُ﴿يحلون ﴾خَبَرٌ ثَانٍ﴿فيها من﴾بَعْضِ﴿اساور من ذهب ولؤلؤا ج﴾مُرَصَّعٌ بِالذَّهَبِ﴿ولباسهم فيها حرير (۳۳) وقالوا الحمد لله الذى اذهب عنا الحزن ط﴾جَمِيعَهُ ﴿ان ربنا لغفور﴾لِلذُّنُوبِ﴿شكور (۳۴)﴾لِلطَّاعَاتِ﴿الذى احلنا دار المقامة﴾اَىِ الاِقَامَةِ﴿من فضله ج لايمسنا فيها نصب﴾تَعَبٌ﴿ولايمسنا فيها لغوب (۳۵)﴾اِعْيَاءٌ مِنَ التَّعَبِ لِعَدَمِ التَّكْلِيفِ فِيهَا وَذِكْرُ الثَّانِى التَّابِعُ لِلاَوَّلِ لِلتَّصْرِيحِ بِنَفْيِهِ﴿والذين كفروا لهم نارجهنم ج لايقضى عليهم﴾بِالمَوتِ﴿فيموتوا﴾يَسْتَرِيحُوا﴿ولا يخفف عنهم من عذابها ط﴾طَرْفَةَ عينٍ﴿كذلك﴾كماجَزَيْنَاهم﴿نجزى كل كفور (۳۶)﴾كَافِرٍ بِاليَاءِ وَالنُّونِ المَفْتُوحَةِ مع كَسْرِ الزَّاءِ وَنَصَبِ كُلٌّ﴿وهم يصطرخون فيها ج﴾يَسْتَغِيثُونَ بِشِدَّةٍ وَعَوِيلٍ يَقُولُونَ﴿ربنا اخرجنا﴾مِنهَا﴿نعمل صالحا غير الذى كنا نعمل ط﴾فَيُقَالُ لَهم﴿اولم نعمركم ما﴾وَقْتًا﴿يتذكر فيه من تذكر وجاء كم النذير ط﴾الرَّسُولُ فَمَا اَجَبْتُم﴿فذوقوا فما للظلمين﴾الكَافِرِينَ﴿من نصير (۳۷)﴾يَدْفَعُ العَذَابَ عَنهُم.

﴿ترجمہ﴾

کیا تو نے نہ جانا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو ہم نے نکالے (تر بمعنی تعلم ہے، اخرجنا کو اختیار کر کے صیغہ غائب سے صیغہ متکلم کی طرف التفات کیا گیا ہے) اس سے رنگ برنگے پھل (جیسے سبز، سرخ، زرد، وغیرہ) اور پہاڑوں میں راستے ("جدد" جدۃ کی جمع ہے بمعنی پہاڑ وغیرہ میں موجود رستہ) سفید اور سرخ (اور زرد) رنگ رنگ کے (کہ بعض کا رنگ شدید اور بعض کا ہلکا ہے) اور کچھ کالے بھجنگ (غرابیب سود کا عطف جدد پر ہو رہا ہے یہ بمعنی سخت سیاہ پہاڑ کے ہے، بہت بار کہا جاتا ہے اسود غربیب اور کبھی یوں کیا جاتا ہے غربیب اسود) اور آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں کے رنگ یونہی طرح طرح کے ہیں (جیسا کہ پھلوں اور پہاڑوں کا حال ہے......۱......) اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں......۲......(بخلاف جاہلوں کے، جیسا کہ کفار مکہ) بیشک اللہ غالب ہے (اپنے ملک میں) اور بخشنے والا ہے (اپنے ایمان دار بندوں کے گناہوں کو) بیشک وہ جو پڑھتے ہیں (یتلون بمعنی یقرء ون ہے) اللہ کی کتاب......۳......اور نماز قائم رکھتے (یعنی ہمیشہ نماز پڑھتے ہیں) اور ہمارے دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں پوشیدہ اور ظاہر (زکوۃ وغیرہ دیتے ہیں) وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جس میں ہرگز نقصان

نہیں.....۴.....(تبور بمعنی تھلک ہے) تاکہ ان کے ثواب بھرپور دے (یعنی انہیں ان کے مذکورہ اعمال کا ثواب دے) اور اپنے فضل سے اور زیادہ کرے بیشک وہ بخشنے والا ہے (مسلمانوں کے گناہوں کو) اور قدر فرمانے والا ہے (مسلمانوں کی نیکیوں کی) اور وہ کتاب (یعنی قرآن پاک) جو ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی وہی حق ہے اپنے سے اگلی (یعنی اپنے سے اگلی کتابوں) کی تصدیق فرماتی ہوئی (بین یدی بمعنی تقدم ہے) بیشک اللہ اپنے بندوں سے خبردار دیکھنے والا ہے (یعنی باطن اور ظاہر کو جاننے والا ہے) پھر ہم نے عطا کی کتاب (یعنی قرآن پاک، اورثنا بمعنی اعطینا ہے) اپنے چنے ہوئے بندوں کو (مراد آپ ﷺ کی امت ہے.....۵.....) تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے (اس کتاب پر عمل کرنے میں کوتاہی کرکے) اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے (غالب اوقات میں اس کے مطابق عمل کرتا ہے) اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے گیا (اس کتاب پر عمل کرنے کے لیے دوسروں کو بھی اس کتاب پر عمل کی تعلیم دیتا اور اس کی طرف رہنمائی کرتا ہے.....۶.....) یہ (یعنی انہیں کتاب کا وارث بنایا جانا) بڑا فضل ہے بسنے کے باغوں میں (اذن اللہ میں اذن کے معنی ارادہ ہے) داخل ہونگے وہ (یعنی سابقہ تینوں گروہ سے متعلق لوگ، یدخلون فعل معروف ومجہول دونوں طرح پڑھا گیا ہے، جنت عدن مبتدا ہے یدخلونھا خبر اول اور یحلونھا..... الخ، خبر ثانی ہے) ان میں انہیں کچھ سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے (جو سونے سے مرصع ومزین ہوں گے) اور وہاں ان کی پوشاک ریشمی ہے.....ے.....اور کہیں گے سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمارے (تمام) غم دور کردیئے بیشک ہمارا رب (گناہوں کو) بخشنے والا (نیکیوں کی) قدر فرمانے والا ہے وہ جس نے ہمیں اقامت کی جگہ اتارا (المقامۃ بمعنی الاقامۃ ہے) اپنے فضل سے اور نہ ہمیں اس میں نہ کوئی تکلیف پہنچے (نصب بمعنی تعب ہے) اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکان لاحق ہو (مشقت کی وجہ سے کہ جنت میں کوئی تکلیف نہ ہوگی، "لغوب" نصب کے تابع ہے اس کے باوجود یہاں اسے تکلیف وتھکان کی صراحتا نفی کرنے کے لیے ذکر فرمایا گیا ہے) اور جنہوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے نہ ان کے خلاف فیصلہ کیا جائے (موت کا) کہ مرجائیں (اور راحت وسکون پالیں) اور نہ ان پر اس کا عذاب کچھ ہلکا کیا جائے (پلک جھپکنے کی مقدار بھی) اسی طرح (جیسا کہ ہم نے انہیں سزا دی) ہم سزا دیتے ہیں ہر بڑے ناشکرے کو (کفور کے معنی کافر ہے، یجزی کو علامت مضارع یاء کے ساتھ مجہول اور علامت مضارع نون کے ساتھ معروف از باب افعال پڑھا گیا ہے اس میں لفظ کل منصوب ہوگا) اور وہ اس میں چلاتے ہوں گے (شدت کے ساتھ اور تیز آواز سے روتے ہوئے مدد مانگتے ہوئے کہتے ہوں گے) اے ہمارے رب! ہمیں (اس سے) نکال دے کہ ہم اچھے کام کریں اس کے خلاف جو پہلے کرتے تھے (تو ان سے کہا جائے گا) کیا ہم نے تمہیں عمر نہ دی تھی ایک وقت تک (ما بمعنی وقتا ہے) جس میں سمجھ لیتا جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانے والا (رسول ﷺ) تمہارے پاس آیا (تو تم نے انہیں کیا جواب دیا؟) تو اب چکھو کہ ظالموں (یعنی کافروں) کا کوئی مددگار نہیں (جو ان سے عذاب کو دور کرسکے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الم تران اللہ انزل من السماء ماء فاخرجنا بہ ثمرت مختلفا الوانھا﴾۔

ھمزہ: حرف استفہام، لم تر: فعل بافاعل، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، انزل من السماء ماء: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، اخرجنا: فعل بافاعل، بہ: ظرف لغو، ثمرت: موصوف، مختلفا: اسم فاعل، الوانھا: فاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن الجبال جدد بیض وحمر مختلف الوانھا وغرابیب سود۵۵﴾۔

و: مستانفہ ،مـن الـجـبـال: ظرف مستقر خبر مقدم ،جـدد: موصوف ،بـیـض :معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،حـمـر :معطوف ،ملکر صفت اول ،مـخـتـلـف الوانھا: شبہ جملہ صفت ثانی ،ملکر معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،غرابیب :مبدل منہ ،سود: بدل ،ملکر معطوف ،ملکر مبتدا مؤخر ،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿ومن الناس والدواب والانعام مختلف الوانہ کذلک﴾.

و: عاطفہ ،من: جار ،الـنـاس :معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،الدواب :معطوف اول ،و الانـعـام :معطوف ثانی ،ملکر مجرور ،ملکر ظرف مستقر خبر مقدم ،مختلف: اسم فاعل ،الوانہ: فاعل ،کذلک :ظرف مستقر "اختلافا" مصدر محذوف کی صفت ،ملکر مفعول مطلق ،ملکر شبہ جملہ ہوکر "صنف" محذوف کی صفت ،ملکر مبتدا مؤخر ،ملکر جملہ اسمیہ "ای من الناس صنف مختلف الوانہ"۔

﴿انما یخشی اللہ من عبادہ العلموا ان اللہ عزیز غفور٥﴾.

انـمـا: حرف مشبہ وما کافہ ،یـخـشـی اللہ :فعل ومفعول ،من عبادہ: ظرف مستقر حال مقدم ،الـعـلـمـاء: ذوالحال ،ملکر فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ،ان اللہ :حرف مشبہ واسم ،عـزیـز غفور :خبران ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الـذین یتلون کتب اللہ واقاموا الصلوۃ وانفقوا مما رزقنھم سرا وعلا نیۃ یرجون تجارۃ لن تبور٥ لیوفیھم اجورھم ویزید ھم من فضلہ﴾.

ان: حرف مشبہ ،الـذیـن :موصول ،یـتـلـون کـتـب الـلـہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،اقـامـوا الـصـلـوۃ: جملہ فعلیہ معطوف ،و: عاطفہ ،انفقوا :فعل واؤ ضمیر ذوالحال ،سرا :معطوف علیہ ،و علا نیۃ :معطوف ،ملکر حال ،ملکر فاعل ،مـمـا رزقنھم :ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی ،ملکر صلہ ،ملکر اسم ،یرجون :فعل با فاعل ،تجارۃ :موصوف ، لن تبور :فعل نفی با فاعل ،لام: جار ،یوفیھم اجورھم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،یزید ھم من فضلہ: جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر بتقدیر ان مجرور ،ملکر ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ صفت ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انہ غفور شکور٥ والذی اوحینا الیک من الکتب ھو الحق مصدقا لما بین یدیہ﴾.

انـہ: حرف مشبہ واسم ،غـفـور شـکـور :خبران ،ملکر جملہ اسمیہ ،و: عاطفہ ،الـذی اوحـیـنـا الیـک :موصول صلہ ،ملکر ذوالحال ،من الکتب: ظرف مستقر حال ،ملکر مبتدا ،ھو: مبتدا ،الحق: ذوالحال ،مـصـدقـا لما بین یدیہ: شبہ جملہ حال ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان اللہ بعبادہ لخبیر بصیر٥ ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا﴾.

ان الـلـہ: حرف مشبہ واسم ،بـعـبـادہ :ظرف لغو مقدم ،لام: تاکیدیہ ،خبیر :صفت مشبہ با فاعل ،ملکر شبہ جملہ خبر اول ،بصیر :خبر ثانی ،ملکر جملہ اسمیہ ،ثم :عاطفہ ،اورثنا :فعل با فاعل ،الکتب :مفعول ثانی ،الـذین اصطفینا : موصول صلہ ،ملکر ذوالحال ،من عبادنا :ظرف مستقر حال ملکر مفعول اول ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرت باذن اللہ﴾.

ف: عاطفہ تفریعیہ ،منھم :ظرف مستقر خبر مقدم ،ظـلـم لنفسہ: شبہ جملہ مبتدا مؤخر ،ملکر جملہ اسمیہ ،و: عاطفہ ،منھم :ظرف مستقر خبر مقدم ،مـقـتـصـد :مبتدا مؤخر ،ملکر جملہ اسمیہ ،و: عاطفہ ،منھم :ظرف مستقر خبر مقدم ،سـابـق بالخیرت : اسم فاعل با فاعل وظرف لغو اول ،باذن اللہ :ظرف لغو ثانی ،ملکر شبہ جملہ مبتدا مؤخر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلک ھو الفضل الکبیر ○ جنت عدن ید خلونھا یحلون فیھا من اساور من ذھب ولولوا﴾۔
ذلک: مبتدا،ھو: مبتدا ثانی،الفضل الکبیر: خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،جنت عدن:مبتدا،یدخلونھا: جملہ فعلیہ خبر اول،یحلون: فعل بافاعل،من:تبعیض یہ جار،اساور:موصوف،من ذھب:ظرف مستقر صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر معطوف علیہ:عاطفہ،لولوا:معطوف،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر ثانی،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولباسھم فیھا حریر وقالوا الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن﴾۔
و:عاطفہ،لباسھم:ذوالحال،فیھا:ظرف مستقر حال،ملکر مبتدا،حریر:خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،قالوا:قول،الحمد:مبتدا،لام: جار،اللہ:موصوف،الذی:موصول،اذھب عنا الحزن: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ان ربنا لغفور شکور الذی احلنا دارالمقامۃ من فضلہ لا یمسنا فیھا نصب ولا یمسنا فیھا لغوب﴾۔
ان ربنا: حرف مشبہ واسم،لام:تاکیدیہ،غفور شکور:خبران،ملکر جملہ اسمیہ،الذی:موصول،احلنا:فعل بافاعل و"نا"ضمیر ذوالحال،لایمسنا فیھا نصب: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،لایمسنا فیھا لغوب:جملہ فعلیہ معطوف،ملکر حال،ملکر مفعول اول،دارالمقامۃ:مفعول ثانی،من فضلہ: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر ماقبل "الذی اذھب" سے بدل واقع ہے۔

﴿والذین کفروا لھم نار جھنم لا یقضی علیھم فیموتوا ولا یخفف عنھم عذابھا﴾۔
و:عاطفہ،الذین کفروا:موصول صلہ،ملکر مبتدا،لھم نار جھنم: جملہ اسمیہ خبر اول، لا یقضی علیھم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،لا یخفف:فعل نفی مجہول،عنھم:ظرف لغو،من عذابھا: قائم مقام نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر سبب،ف:سببیہ،یموتوا: جملہ فعلیہ سبب،ملکر خبر ثانی،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کذلک نجزی کل کفور﴾۔
کذلک: ظرف مستقر"جزاء"مصدر محذوف کی صفت،ملکر مفعول مطلق مقدم،نجزی:فعل بافاعل،کل کفور: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وھم یصطرخون فیھا اخرجنا نعمل صالحا غیر الذی کنا نعمل﴾۔
و: عاطفہ،ھم مبتدا،یصطرخون:فعل واؤ ضمیر ذوالحال،ربنا:نداء،اخرجنا:فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ،نعمل:فعل با فاعل،صالحا:"عملا"موصوف کی صفت،ملکر مفعول مطلق،غیر:مضاف،الذی کنا نعمل: موصول صلہ،ملکر مضاف الیہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ جواب امر مقصود بالنداء،ملکر "قائلین"قول محذوف کیلئے مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر حال،ملکر فاعل،فیھا:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاء کم النذیر﴾۔
ھمزہ: حرف استفہام،و:عاطفہ معطوف علی محذوف "لم نمھلکم"لم نعمرکم:فعل نفی بافاعل ومفعول،ما:نکرہ بمعنی"تعمیرا"موصوف،یتذکر فیہ:فعل وظرف لغو،من تذکر:موصول صلہ،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،جاء کم النذیر:جملہ فعلیہ معطوف،ملکر قول محذوف "فیقال لھم"کیلئے مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فذوقوا فما للظلمین من نصیر ○﴾۔

ف: فصیحیہ، ذوقوا:فعل امر با فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ،ف بستانفہ تعلیلیہ ،ما: نافیہ،لـلـظـلـمیـن:ظرف مستقر خبر مقدم،من: زائد،نصیر :مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

انسان، چوپائے اور پہاڑوں کے رنگ کا بیان:

۱...... بزار نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر خدمت ہوا، سرکار ﷺ نے فرمایا: ''کیا تجھے تیرے رب نے رنگ دیا''؟ اس نے جواب دیا: ہاں! ایسا رنگ دیا جو کبھی نہ چھوٹے، سفید، سرخ اور زرد۔ ابن عباس ہی سے ایک روایت یوں بھی ہے کہ جس طرح پہاڑوں کے مختلف رنگ ہوتے ہیں ایسے ہی انسانوں، جانوروں، چوپایوں کے سرخ، سفید اور سیاہ اور زرد رنگ ہوتے ہیں۔

☆...... سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ مختلف رنگ سے مراد خوف خدا، طاعت گزاری اور ایمان ہوتا ہے۔(الدرالمنثور، ج۵،ص ٤٦٨ وغیرہ)

قرآن وحدیث کی رو سے اہل علم پر خوف خدا کے سبب انعام:

۲...... قرآن وحدیث میں جا بجا علم والوں کے لئے خوف خدا کے سبب انعام واکرام کا تذکرہ ملتا ہے جن میں سے نمونتاً چند مقامات درج ذیل ہیں:

(۱)......﴿ولمن خاف مقام ربه جنتان اور جو اللہ سے خوف رکھتا ہے اس کے لئے دو جنتیں ہیں(الرحمن:٤٦)﴾۔

(۲)......﴿والاخرة عند ربک للمتقین اور تمہارے رب کے پاس آخرت پرہیزگاروں کے لئے ہے(زخرف:٣٥)﴾۔

(۳)......﴿ان المتقین فی جنت وعیون بیشک پرہیزگاروں کے لئے باغات وچشمے ہیں (الحجر:٤٥)﴾۔

(۴)......﴿ان المتقین فی مقام امین بیشک پرہیزگار امن کی جگہ ہونگے(الدخان:٥١)﴾۔

(۵)......﴿ان الله مع الذین اتقوا والذین هم محسنون بیشک اللہ انکے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں(النحل:١٢٨)﴾۔

(۶)......﴿ان الله مع المتقین بیشک اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے(البقرۃ:١٩٤)﴾۔

(۷)......﴿والله ولی المتقین بیشک اللہ پرہیزگاروں کا دوست ہے(الجاثیہ:١٩)﴾۔

(۸)......﴿ان الله یحب المتقین بیشک پرہیزگار اللہ کو خوش آتے ہیں(توبہ:٧)﴾۔

(۹)......﴿انما یتقبل الله من المتقین بیشک اللہ پرہیزگاروں ہی سے قبول کرتا ہے(المائدہ:٢٧)﴾۔

(۱۰)......﴿ان اکرمکم عند الله اتقاکم بیشک تم میں اللہ کے نزدیک مکرم وہ ہے جو پرہیزگار ہے (الحجرات:١٣)﴾۔

(۱۱)......﴿الذین امنوا وکانوا یتقون لهم البشری فی الحیوة الدنیا وفی الاخرة وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کی ان کے لئے دنیا وآخرت میں خوشخبری ہے(یونس:٦٣،٦٤)﴾۔

(۱۲)......﴿ویتقه فاولئک هم الفائزون جو اللہ سے ڈرے وہی کامیاب ہیں(نور:٥٢)﴾۔

(۱۳)......﴿ثم ننجی الذین اتقوا پھر ہم ڈر والوں کو بچالیں گے(مریم:٧٢)﴾۔

(۱۴)......﴿وسیجنبها الاتقی اور بہت جلد اس سے دور رکھا جائے گا جو زیادہ پرہیزگار ہیں(اللیل:١٧)﴾۔

(۱۵)......﴿ومن یتق الله یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب اور جو اللہ سے ڈرے اس کے لئے اللہ نجات کی

راہیں کھول دیتا ہے اور اسے وہاں سے روزی دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو (الطلاق:۲،۳)﴾۔

☆......سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: ''گزشتہ زمانے کے تین آدمی تھے، رات گزارنے کے لئے انہیں کسی غار کا سہارا لینا پڑا، جونہی غار میں داخل ہوئے تو پہاڑ کے اوپر سے ایک چٹان ٹوٹ کر غار کے منہ پر گر پڑی۔ جس سے غار کا منہ بند ہوگیا، انہوں نے سوچا کہ اس مشکل سے چھٹکارا پانے کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم اپنے اپنے نیک اعمال کا وسیلہ اللہ کے حضور پیش کریں، ان میں سے ایک نے والدین کی خدمت کو وسیلہ بنا کر پیش کیا تو چٹان تھوڑی سی سرک گئی، لیکن وہ ابھی باہر نہ ہو سکتے تھے، پھر دوسرے نے عرض کی اے اللہ! میری چچازاد بہن تھی جو مجھے بہت پسند تھی، میں نے کئی مرتبہ اس سے بُری خواہش کا اظہار کیا لیکن اس نے انکار کر دیا، یہاں تک کہ وہ قحط سالی میں مبتلا ہوئی اور مدد حاصل کرنے میرے پاس آئی، میں نے اسے سو دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ میرے ساتھ تنہائی میں جائے، وہ مجبوراً اس پر تیار ہوگئی جب ہم تنہائی میں پہنچے اور میں نے خواہش پوری کرنا چاہی تو اس نے کہا کہ ''اللہ سے ڈر اور یہ گناہ نہ کر''۔ یہ سن کر میں رک گیا اور سو دینار بھی اسے دے دیئے، اے اللہ اگر میرا یہ عمل تیری رضا کے لئے تھا تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دے، چٹان مزید سرک گئی لیکن وہ باہر نہ نکل سکے۔ تیسرے نے ایک مزدور کو اس کی امانت لوٹا دینے کو وسیلہ بنایا اور عرض کی اے اللہ! اگر میرا یہ عمل تیری رضا کے لئے تھا تو ہمیں اس پریشانی سے نجات دے دے، چٹان بالکل ہٹ گئی اور وہ باہر نکل آئے''۔

(صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب: قصۃ اصحاب الغار الثلاثہ، رقم: (۶۸۴۳)/۲۷۴۳، ص ۱۳۴۳)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

یعنی علماء اللہ کے خوف سے لرزاں رہتے ہیں، پس جو عالم ہے وہ جانتا ہے کہ نافرمانی پر اللہ کی گرفت ہو سکتی ہے، جیسا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے اسی آیت ﴿انما یخشی اللهَ من عباده العلماء﴾ کے تحت فرمایا کہ علم والے جانتے ہیں کہ اللہ ہر چاہے پر قادر ہے۔ ربیع بن انس سے روایت ہے کہ جو اللہ ﷻ سے خوف نہیں کرتا وہ عالم نہیں ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ عالم ہی اللہ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عالم کے لئے اللہ کا خوف اور جاہل سے احتراز لازم ہے۔ سعد بن ابراہیم سے پوچھا گیا کہ اہل مدینہ میں بڑا فقیہ کون ہے؟ فرمایا کہ جو اللہ سے ڈرنے والا ہے۔ مجاہد سے منقول ہے کہ فقیہ وہ ہے جو اللہ سے ڈرنے والا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرے، اور اللہ کی نافرمانی سے بے خوف نہ کرے اور اللہ کے عذاب سے بے خوف نہ کردے، قرآن کے علاوہ کسی اور جانب رغبت نہ دلائے، بغیر علم کے عبادت کارگر نہیں ہوا کرتی، اور بغیر فقہ کے جانے علم نہیں آتا، اور کوئی قرائت بغیر تدبر کے کارگر نہیں ہوا کرتی۔ (القرطبی، الجزء:۲۲، ص۲۹۹)

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

علماء کی تین اقسام ہوتی ہیں عالم باللہ، عالم بامر اللہ، عالم باللہ لیس بعالم بامر اللہ، وعالم بامر اللہ لیس بعالم باللہ۔

(۱)......عالم باللہ: وہ ہوتا ہے جو اللہ سے خوف رکھتا ہے، حدود و فرائض کا علم رکھتا ہے، اور (۲)......عالم باللہ لیس بعالم بامر اللہ: وہ ہوتا ہے جو اللہ سے خوف کرے لیکن حدود و فرائض کا پاس نہ رکھے، (۳)......عالم بامر اللہ لیس بعالم باللہ: وہ ہوتا ہے جو حدود و فرائض کا جاننے والا ہو لیکن اللہ ﷻ سے خوف نہ رکھتا ہو۔ (الدر المنثور، ج۵، ص ۴۶۹ وغیرہ)

قرآن دوست قبروں میں بھی قرآن پڑھتے ہیں!

۳......حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کے ایک صحابی نے بے خیالی میں ایک قبر پر خیمہ نصب کر دیا، انہیں معلوم نہ تھا کہ یہ قبر ہے، انہوں نے دیکھا کہ اُس قبر میں ایک شخص سورۂ ملک کی تلاوت کر رہا ہے یہاں تک کہ اس نے

سورت کی تلاوت مکمل کر لی، وہ صحابی سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”یہ سورت روکنے والی اور نجات دینے والی ہے جو عذاب قبر سے نجات دے گی“۔

(سنن الترمذی، ابواب فضائل قرآن، باب:ماجاء فی فضل سورة ملك، رقم: ۲۸۹۹، ص ۸۲۰)

☆...... حضرت سیدنا ابراہیم بن صمہ مُھَلَّبی فرماتے ہیں: ”سحری کے وقت قلعہ کے پاس سے گزرنے والوں نے مجھے بتایا کہ جب ہم حضرت ثابت بنانی کی قبر پر سے گزرے تو ہمیں قرآن پڑھنے کی آواز آتی ہے“۔(حلیة الاولیاء، ثابت بنانی برقم ۲۰۸۳، ج۲،ص ۳٦٥)

☆...... حضرت سیدنا سَلَمَہ بن شُعَیب فرماتے ہیں میں نے ایک پرہیزگار گورکن حضرت سیدنا حماد کو فرماتے سنا: ”میں جمعۃ المبارک کے دن دوپہر کے وقت قبرستان میں گیا، جس قبر کے قریب سے گزرتا اس سے قرآن پاک کی آواز آتی“۔

(شرح الصدور، باب:احوال الموتی فی قبورهم، ص ۱۸۸)

راہ خدا کا تاجر نقصان نہیں اٹھاتا:

☆...... سید عالم ﷺ کا فرمان ہے: ”جس نے حلال کمائی سے کھجور کے برابر صدقہ کیا اور چونکہ اللہ حلال ہی قبول فرماتا ہے لہٰذا اللہ اسے بھی برکت کے ساتھ قبول فرماتا ہے اور صدقہ کرنے والے کے لئے اس کی اسی طرح نشوونما فرماتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کی مثل ہوجاتا ہے“۔

(صحیح البخاری، کتاب الزکوة، باب: الصدقة من کسب طیب، رقم: ۱٤۱۰، ص ۲۲۷)

☆...... سید عالم ﷺ نے فرمایا: ”صدقہ مال میں کمی نہیں لاتا، اللہ عفو کے بدلے بندے کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے اور جو اللہ کے لئے عاجزی کرتا ہے اللہ اسے بلندی عطا فرماتا ہے“۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب:استحباب العفو والتواضع، رقم:(٦٤٨٧)/٦٥٨٨، ص ۱۲۷۹)

کہا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص کے بارے میں اس وقت کے نبی کو وحی کی گئی کہ فلاں شخص کی زندگی میں دو ادوار آئیں گے، ایک دور انتہائی تنگی و مالی دشواری کا اور دوسرا دور فراخی و کشائش کا، اب اسے اختیار ہے کہ کونسا وقت پہلے منتخب کرتا ہے۔ اس وقت کے نبی نے اس کے سامنے معاملہ رکھا تو اس نے کہا میں اپنی اہلیہ سے مشورہ کر کے بتاؤں گا۔ چنانچہ جب اس نے اپنی اہلیہ سے مشورہ کر لیا تو اپنے دور کے نبی کو بتایا کہ ”میں پہلے فراخی و کشائش کا وقت چاہتا ہوں“۔ چنانچہ اس کی خواہش کے مطابق اللہ نے اس کے مال میں فراخی عطا فرمادی، اس شخص نے مال کو اللہ کی راہ میں تقسیم کرنا شروع کر دیا، جو مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے اس میں کمی نہیں آیا کرتی لہٰذا ایسا ہی ہوا کہ وہ شخص جس نے پہلے کشادگی کی زندگی چاہی اور مال کو راہ خدا میں خرچ کرتا گیا جس کی وجہ سے برکت ہوتی گئی اور مال بڑھتا ہی گیا، اس پر کبھی وہ وقت نہ آیا کہ تنگی ہو جائے۔

امت مسلمہ قرآن کی وارث ہے:

۵...... اہل تاویل کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کونسی کتاب کا اللہ نے اپنے بندوں کو وارث بنایا، بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ کتاب ہے جو فرقان (قرآن) سے پہلے نازل ہوئی، اور جنہیں وارث بنایا وہ امت محمد ﷺ ہیں، اور ان میں بعض اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔

☆...... ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اللہ ﷻ کے فرمان ﴿ثم اورثنا الکتب﴾ سے مراد امت محمد یہ ہیں، اور اللہ ﷻ نے انہیں اپنی ہر کتاب کا وارث بنایا اور جو اس پاک کلام میں (کسی وجہ سے کوتاہی کر گیا) تو اسے بخش دیا، اور میانہ روی سے کام لینے والے

کا حساب آسان کر دیا، اور باقی ماندہ کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دیا۔

☆......ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ نے اس امت میں تین گروہوں کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا، پس تہائی کو بغیر حساب کے داخل جنت کرے گا، تہائی کا حساب آسان کر کے لے گا، تہائی اپنے گناہوں کے ساتھ آئیں گے حتی کہ اللہ (سب کچھ جاننے کے باوجود) پوچھے گا یہ کون ہیں؟ کہا جائے گا کہ اللہ جانتا ہے، فرشتے کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو گناہوں کے ساتھ آئے ہیں مگر ان میں سے کسی نے تیرا شریک نہیں ٹھہرایا، اللہ فرمائے گا کہ انہیں میری رحمت میں داخل کر دو، اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا﴾۔

☆......حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے، میانہ روی اختیار کرنے والے اور نیکیوں میں سبقت کرنے والے جنت میں ہونگے، کیا تم نے نہیں دیکھا ﴿ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا﴾۔

☆......ایک قول یہ بھی ہے کہ جس کتاب کا اس قوم کو وارث بنایا گیا، اس سے مراد کلمہ طیبہ کی گواہی دینا ہے، اور چنے ہوئے لوگوں سے مراد امت محمدیہ ہیں اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے منافق ہیں، جو کہ آگ میں ہونگے اور میانہ روی اختیار کرنے والے، اور نیکیوں پر سبقت کرنے والے جنت میں ہونگے۔ (الطبری، الجزء:۲۲، ص ۱۵۸)

تین قسم کے لوگوں کا بیان :

۶......ماقبل تین قسم کے لوگ بیان ہوئے، اس بارے میں مزید یہ کہ جنہیں ہم نے اپنی طاعت کے لئے اختیار فرمایا اور منتخب فرمایا، ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں گناہ کر کے، نافرمانی اختیار کر کے اور فحاشی کا بازار گرم کر کے، دوسرے وہ ہیں جو اپنے رب کی عبادت میں مبالغہ نہیں کرتے، اور اپنی کوششوں میں بہت زیادہ جستجو نہیں کر پاتے بلکہ اعتدال میں رہتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو نیکیوں پر سبقت کر جاتے ہیں بہت زیادہ جستجو کرنے والے، اپنے فرائض کو ادا کرنے والے، اعمال صالحہ کے ذریعے سبقت کرنے والے، اور یہ سب اللہ کی توفیق سے ہوتا ہے۔

☆......سفیان اعمش سے روایت کرتے ہیں کہ ابو ثابت مسجد میں داخل ہوئے اور ابو درداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھ گئے، اور فرمایا اے اللہ مجھ سے وحشت دور فرما اور خوف میں رحم فرما، میرے ساتھی کو نیک کر دے، ابو درداء نے کہا کہ اگر تو سچا ہے تو میں تجھے سید عالم ﷺ کی ایک ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جو تجھ سے پہلے کسی نے نہ کی ہوگی، پھر آیت پاک ﴿ثم اورثنا الکتب الذین...... الخ پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو (فاطر:۳۲)﴾ تلاوت فرمائی، پس جو نیکیوں میں سبقت کر جائے وہ بغیر حساب کے داخل جنت ہوگا، اور میانہ روی اختیار کرنے والوں کا حساب آسانی سے ہوگا اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کو غم پہنچے گا پھر اللہ ان سے غم لے جائے گا جس کی دلیل یہ آیت: ﴿الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمارا غم دور کیا (فاطر:۳۴)﴾ ہے۔

(الطبری، الجزء:۲۲، ص ۱۶۲)

زیورات وریشمی لباس اہل جنت کے لئے :

۷......جنتی جنت میں سونے، چاندی اور موتیوں کے کنگن پہنیں گے جس کا بیان اللہ عزوجل نے فرمایا ہے، چنانچہ ﴿جنت عدن یدخلونھا یحلون فیھا من اساور من ذھب ولؤلؤا بسنے کے باغوں میں داخل ہونگے وہ ان میں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے (فاطر:۳۳)﴾ میں فرمایا اور چاندی کے کنگن کا بیان ﴿وحلوا اساور من فضۃ اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے گئے (الدھر:۲۱)﴾ میں فرمایا، بعض کہتے ہیں کہ سونے چاندی کے زیورات اکٹھے پہنے جائیں گے اور بعض کا قول ہے کہ چاندی

کے کنگن پہننے والے مقربین ہونگے جب کہ سونے کے کنگن پہننے والے ابرار ہونگے۔ اور موتیوں کے کنگن ایسے ہونگے کہ سونے کے ساتھ موتی کسی مخصوص انداز میں جڑے ہونگے، مَردوں پر ریشم حرام ہے جب کہ عورتیں پہن سکتی ہیں تاہم جنت میں مَرد بھی ریشمی لباس پہنیں گے۔ (روح البیان، ج۷، ص ۴۱۳ ملخصاً وملتقطاً)

اغراض:

فیه التفات: یعنی آسمان سے پانی نکالنا اور پہچانا، اور یہ سب کچھ اللہ کی قدرت عظیمہ پر دلیل ہے۔

یقال کثیرا: متذکرہ مقام پر موصوف کو صفت پر مقدم کیا اور یہی کلام عرب میں اصل ہے۔

وقلیلا: متذکرہ مقام پر صفت کو موصوف پر مقدم کیا اور یہ کلام عرب میں اصل کے خلاف ہے، اور ایسا مبالغہ کے لئے کیا گیا ہے۔

زکوۃ وغیرھا: یعنی انفاق فی سبیل اللہ جس طریقے سے آسانی ہو کیا جائے۔ **اعطینا:** اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ **توریث** بمعنی **اِعطاء** ہے، اور اسے میراث کہنے کی وجہ یہ ہے کہ میراث انسان کو بغیر کسی مشقت و تکلیف کے حاصل ہو جائے، اسی طرح کتاب کا ملنا بھی بغیر کسی مشقت و تکلیف کے ہوا کرتا ہے۔

وھم امتک: مراد امتِ اجابت ہے، چہ جائے کہ کل یا بعض کتاب حفظ کریں یا کچھ بھی حفظ نہ کریں، اور یہاں کتاب کو حفظ کے لئے دیا جانا مراد نہیں ہے بلکہ کتاب کو ھدایت اور اقتداء کا ذریعہ بنایا جانا مقصود ہے۔

مرصع بالذھب: اس بارے میں دو اقوال گزر چکے ہیں، کہ جنتی سونے، چاندی یا موتیوں کے کنگن پہنیں گے۔

جمیعه: جیسا کہ مرض کا خوف، فقر، موت، زوالِ نعمت کا خوف اور اس کے علاوہ آفات دنیا اور اس کے عوامل۔

تعب: یعنی جنت میں محنت و مشقت نہ ہونے کی وجہ سے نیند نہ ہوگی۔

اعیاء من التعب: جنتی کے لئے من مانی چیزیں ہونگی، وہ سیر کرے گا، دیکھے گا، تمام چیزیں جو اللہ نے اسے جنت میں دیں ہیں مثلا حور، قصور و غلمان سے نفع اٹھائے گا، اور یہ سب کچھ دنیا کی کم تر زندگی رضائے الٰہی کے مطابق گزارنے پر اُسے مل جائے گا، اور اس کے حصول کے لئے اُسے جنت میں کوئی تگ و دو نہ کرنی پڑے گی اور جنت کے جملہ احوال کو احوالِ دنیا پر قیاس نہیں کیا جا سکتا اور اس آیت مین امتِ محمدیہ کے لئے عظیم ترین بشارت ہے۔

وذکر الثانی: اس بات کا جواب ہے جو کہی جاتی ہے: لغوب کی نفی کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ کیونکہ جب تکلیف کی نفی کر دی گئی ہے تو پھر لغوب کی بھی نفی ہو جائے گی کیونکہ سبب کا نفی کرنا مسبب کی نفی کو مستلزم ہوتا ہے۔

فیقال لھم: ﴿اولم نعمر کم ما...... الخ﴾ کلام زجر و توبیخ کے لئے کیا گیا ہے۔

الرسول: یہ کلام اول زمانے سے آخر زمانے تک کے تمام کافروں کے لئے بالعموم شامل ہے۔

فما اجبتم: سے اس وہم کو دور کرنا مقصود ہے جو آیت کے ظاہر سے ہوتا ہے کہ عذاب کا چکھنا رسول کے آنے کے ساتھ مرتب ہوتا ہے حالانکہ ایسا نہیں (بلکہ رسول کی نافرمانی کے باعث مرتب ہوتا ہے)۔ (الصاوی، ج۵، ص ۸۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۷

﴿ان اللہ علم غیب السموت والارض ؕ انه علیم ۢ بذات الصدور (۳۸)﴾ بِمَا فِی القُلُوبِ فَعِلمُهُ بِغَیرِهٖ اَولٰی بِالنَّظرِ اِلٰی حَالِ النَّاسِ ﴿ھو الذی جعلکم خلٰئف فی الارض ؕ﴾ جَمعُ خَلِیفَةٍ اَی یَخلُفُ بَعضُکم

بَعضًا﴿فمن كفر﴾مِنكُمْ﴿فعليه كفره ط﴾اَى وَبالَ كُفرِهِ﴿ولا يزيد الكفرين كفرهم عند ربهم الا مقتا﴾غَضَبا﴿ولا يزيد الكفرين كفرهم الا خسارا (۳۹)﴾لِلاٰخرةِ﴿قل ارايتم شركاء كم الذين تدعون﴾تَعبُدُونَ﴿من دون الله ط﴾اَى غَيرِهِ وَهُمُ الْاَصنَامُ الَّذِينَ زَعَمتُم اَنَّهم شُرَكاءُ اللهِ تعالى﴿اروني﴾اَخبِرُونِي﴿ماذا خلقوا من الارض ام لهم شرك﴾شِرکَةٌ مع اللهِ﴿في﴾خَلقِ﴿السموت ج ام اتينهم كتبا فهم على بينت﴾حُجَّةٍ﴿منه﴾بِاَنَّ لهم مَعِی شِرکَةٌ لا شَیءَ مِن ذلک﴿بل ان﴾ما﴿يعد الظلمون﴾الكافِرُونَ﴿بعضهم بعضا الا غرورا (۴۰)﴾بَاطِلا بِقولِهِم اَلْاَصنَامُ تَشفَعُ لهم﴿اِن الله يمسک السموت والارض ان تزولا ج﴾اَى يَمنَعُهُما مِنَ الزَّوَالِ﴿ولئن﴾لام قسم﴿زالتا ان﴾ما﴿امسكهما﴾يُمسِكُهُما﴿من احد من م بعده ط﴾اَى سِواهُ﴿انه كان حليما غفورا (۴۱)﴾فِی تَاخِيرِ عِقابِ الكُفَّارِ﴿واقسموا﴾اَی کُفارُ مکةَ﴿بالله جهد ايمانهم﴾اَی غايَةَ اِجتِهَادِهم فِيها﴿لئن جاء هم نذير﴾رَسولٌ﴿ليكونن اهدى من احدى الامم ج﴾اليَهودِ والنَّصارٰی وَغَيرِهِما اَی اَیَّ وَاحِدةٍ مِنهُما لَما رَاَو مِن تَكذِيبِ بَعضِها بَعضا اذْ قَالتِ اليَّهودُ لَيستِ النَّصارٰی علی شَیءٍ وقالتِ النَّصارٰی ليستِ اليَهودُ علٰی شَیءٍ﴿فلما جاء هم نذير﴾مُحمدٌ ﷺ﴿ما زادهم﴾مَجيئُهُ﴿الا نفورا (۴۲)﴾تَباعُدًا عَنِ الهُدٰی﴿استكبارا في الارض﴾عَنِ الْاِيمانِ مَفعُولٌ لَهُ﴿ومكر﴾العَمَلَ﴿السيىء﴾مِنَ الشِّركِ وَغَيرِهِ﴿ولا يحيق﴾يُحِيطُ﴿المكر السيئ الا باهله﴾وَهُوَ المَاكِرُ وَوَصفُ المَكرِ بِالسَّيِّءِ اَصلٌ واِضافَتُهُ اِلَيهِ قَبلَ اِستِعمالِ آخرُ قُدِّرَ فِيهِ مُضافٌ حَذرا مِنَ الْاِضافَةِ اِلَی الصِّفةِ﴿فهل ينظرون﴾يَنتَظِرُونَ﴿الا سنت الاولين ج﴾سُنَّةِ اللهِ فِيهِم مِن تَعذِيبِهِم بِتكذِيبِهِم رُسُلَهم﴿فلن تجد لسنت الله تبديلا ج ولن تجد لسنت الله تحويلا (۴۳)﴾اَی لَا تُبدَلُ بِالعَذابِ غَيرُهُ ولا يُحَوَّلُ اِلٰی غَيرِ مُستَحِقِّهِ﴿اولم يسيروا في الارض فينظروا كيف كان عاقبة الذين من قبلهم وكانوا اشد منهم قوة ط﴾فَاَهلَكَهُمُ اللهُ بِتَكذِيبِهِم رُسُلَهُم﴿وما كان الله ليعجزه من شيء﴾يَسبِقُهُ وَيَفُوتُهُ﴿في السموت ولا في الارض ط انه كان عليما﴾بِالْاَشياءِ كُلِّهَا﴿قديرا (۴۴)﴾عَلَيهَا﴿ولو يؤاخذ الله الناس بما كسبوا﴾مِنَ المَعَاصِی﴿ما ترک على ظهرها﴾اَیِ الْاَرضُ﴿من دابة﴾نَسمَةٍ تَدُبُّ عليها﴿ولكن يؤخرهم الى اجل مسمى ج﴾اَی يَومِ القِيٰمةِ﴿فاذا جاء اجلهم فان الله كان بعباده بصيرا (۴۵)﴾ فَيُجَازِيهم علٰی اَعمَالِهِم بِاَثَابَةِ المُومِنينَ وَعِقابِ الكَافِرِينَ.

﴿ترجمہ﴾

بیشک اللہ جاننے والا ہے آسمان اور زمین کی ہر چھپی بات کا بیشک وہ سینوں کی (یعنی دلوں میں موجود) بات کو جانتا ہے (تو لوگوں کے حال کو دیکھتے ہوئے دیگر امور کا علم تو اسے بدرجہ اولی ہوگا) وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں دوسروں کا جانشین کیا (یعنی تم میں سے بعض کو بعض کا جانشین کیا، "خلائف" خلیفة کی جمع ہے) تو جو (تم میں سے) کفر کرے اس کا کفر (یعنی اس کے کفر کا وبال) اسی پر پڑے اور کافروں کو ان کا کفران کے رب کے یہاں نہ بڑھائے گا مگر غضب......۱......(مقتا بمعنی غضب ہے) اور کافروں کو ان کا کفر نہ بڑھائے گا مگر (آخرت کا) نقصان تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اپنے وہ شریک جنہیں پوجتے ہو (تدعون بمعنی تعبدون ہے) اللہ کے سوا (دون بمعنی غیر ہے، یعنی وہ بت جنہیں تم نے اللہ ﷻ کا شریک گمان کر رکھا ہے) مجھے خبر دو (اروني بمعنی اخبروني ہے) انہوں نے زمین سے کونسا حصہ بنایا یا ان کا ساجھا ہے (اللہ ﷻ کے ساتھ، شرک بمعنی شركة ہے) آسمانوں (کی پیدائش) میں یا ہم نے انہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ اس کی روشن دلیلوں پر ہیں (بينت بمعنی دلیل ہے، ان کے پاس کوئی دلیل ہے کہ ان بتوں کے لیے میرے ساتھ کوئی شرکت ہے نہیں ایسا کچھ نہیں) بلکہ ظالم (یعنی کافر) اپنے آپ میں ایک دوسرے کو وعدہ نہیں دیتے (ان بمعنی ما نافیہ ہے) مگر فریب کا (یعنی باطل اور جھوٹا وعدہ دیتے ہیں) بیشک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کریں......۲......(یعنی اللہ ﷻ نے دونوں کو زائل ہونے سے روک رکھا ہے) اور اگر (لئن میں لام قسمیہ ہے) وہ ہٹ جائیں تو انہیں کون روکے اللہ کے سوا؟ (ان بمعنی ما، امسكهما بمعنی يمسكهما، بعده بمعنی سواه ہے) بیشک وہ حلم والا بخشنے والا ہے (کفار سے عذاب کو موخر فرمانے میں حلیم ہے) اور انہوں (یعنی کفار مکہ نے) اللہ کی قسم کھائی اپنی قسموں میں حد کی کوشش سے (یعنی قسم کے معاملے انتہائی کوشش سے کام لیا) کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا (رسول) آیا تو وہ ضرور کسی نہ کسی گروہ سے زیادہ راہ ہونگے (یعنی یہود و نصاری وغیرہ سے جب کفار مکہ نے یہود و نصاری کو باہم ایک دوسرے کو جھٹلاتے دیکھا تو کہنے لگے ہم ان میں سے کسی نہ کسی سے زیادہ ہدایت پر ہوں گے کیونکہ یہود و نصاری یوں ایک دوسرے کو جھٹلایا کرتے تھے ﴿وقالت اليهود ليست النصرى على شيء وقالت النصارى ليست اليهود على شيء﴾ (سورۃالبقرۃ:۱۱۳) پھر جب ان کے پاس ڈر سنانے والا (یعنی حضرت محمد ﷺ) تشریف لایا تو اس نے (یعنی ان کی تشریف آوری نے) انہیں نہ بڑھایا مگر نفرت کرنا (ہدایت سے دوری اختیار کرنا) اپنی جان کو زمین میں (ایمان لانے سے) اونچا و بڑا سمجھنا (استكبارا مفعول لہ ہے) اور برے (عمل) کا داؤ (یعنی شرک وغیرہ کا) اور برا فریب اپنے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے (یعنی مکر کرنے والے ہی پر پڑتا ہے اور بالسیء کے ذریعے مکر کی صفت لگانا اصل ہے اور ماقبل "المكر" بالسيء کی طرف مضاف کرنا دوسرا احتمال ہے، اس احتمال کی صورت میں مضاف کو مقدر مانا گیا ہے، موصوف کی اضافت صفت کی طرف کرنے سے احتراز برتتے ہوئے) تو کاہے کے انتظار میں ہیں مگر اسی کے جو اگلوں کا دستور ہوا (اگلوں کے بارے میں اللہ ﷻ کا دستور یہ رہا کہ اس نے رسولوں کو جھٹلانے والوں کو عذاب میں مبتلا فرمادیا) تو تم ہرگز اللہ کے دستور کو بدلتا نہ پاؤ اور ہرگز اللہ کے قانون کو ٹلتا نہ پاؤ گے (یعنی ان جھٹلانے والوں کو عذاب کے علاوہ اور کچھ نہ ملے گا اور نہ وہ غیر مستحق کی طرف پھرے گا) اور کیا انہوں نے زمین میں سفر کیا کہ دیکھتے ان سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا اور وہ ان سے زور میں سخت تھے (اللہ ﷻ نے انہیں اپنے رسولوں کو جھٹلانے کے سبب ہلاک فرمادیا......۳......) اور اللہ وہ نہیں جس کے قابو سے نکل سکے کوئی شے (جس پر کوئی شے سبقت لے جاسکے یا جس کی گرفت سے کوئی شے نکل سکے) آسمانوں اور نہ زمین میں بیشک وہ علم رکھنے والا ہے (تمام ہی اشیاء کا) اور قدرت رکھنے والا ہے (تمام ہی اشیاء پر) اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے کیے (گناہوں پر) پکڑتا تو اس کی (یعنی زمین کی) پیٹھ پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا (یعنی زمین پر چلنے والا کوئی ذی روح نہ چھوڑتا) لیکن ایک مقررہ میعاد تک (یعنی روز قیامت تک) انہیں ڈھیل دیتا ہے پھر جب ان کا وعدہ آئے گا تو بیشک سب بندے اس کی نگاہ میں ہیں (وہ انہیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

مومنوں کوثواب اور کافروں کو عذاب دیکر)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ان اللہ علم غیب السموت والارض انہ علیم بذات الصدورo﴾۔

ان اللہ: حرف مشبہ واسم،علم:مضاف،غیب السموت والارض: مرکب اضافی مضاف الیہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،انہ حرف مشبہ واسم،علیم بذات الصدور:شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ہو الذی جعلکم خلئف فی الارض فمن کفرفعلیہ کفرہ﴾۔

ہو: مبتدا،الذی: موصول،جعلکم:فعل بافاعل ومفعول،خلئف:موصوف،فی الارض:ظرف مستقر صفت،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ف:فصیحیہ،من: شرطیہ مبتدا،کفر: جملہ فعلیہ شرط،ف: جزائیہ،علیہ ظرف مستقر خبر مقدم،کفرہ:مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا یزید الکفرین کفرہم عند ربہم الا مقتا ولا یزید الکفرین کفرہم الا خساراo﴾۔

و: عاطفہ،لایزید:فعل نفی،الکفرین: ذوالحال،عند ربہم:ظرف متعلق محذوف حال،ملکر مفعول اول،کفرہم: فاعل،الا: اداۃ حصر،مقتا:مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،لایزید الکفرین:فعل نفی ومفعول اول،کفرہم: فاعل،الا: اداۃ حصر،خسارا:مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل ارء یتم شرکاء کم الذین تدعون من دون اللہ ارونی ماذا خلقوا من الارض﴾۔

قل: قول،ھمزہ:حرف استفہام،رء یتم:فعل بافاعل،شرکاء کم:موصوف،الذین:موصول،تدعون:فعل بافاعل،من دون اللہ: ظرف مستقر "الھۃ"محذوف کیلئے حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر صفت،ملکر مفعول اول،ارونی:فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معترضہ،ما مبتدا،ذا: موصولہ،خلقوا من الارض: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ہوکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ام لہم شرک فی السموت ام اتینہم کتبا فہم علی بینت منہ﴾۔

ام: منقطعہ عاطفہ،لہم ظرف مستقر خبر مقدم،شرک فی السموت:شبہ جملہ مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،ام:عاطفہ،اتینہم:فعل بافاعل ومفعول،کتبا:مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،ھم مبتدا،علی: جار،بینت:موصوف،منہ:ظرف مستقر مضاف،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿بل ان یعد الظلمون بعضہم بعضا الا غرورا﴾۔

بل: عاطفہ،ان:نافیہ،یعد:فعل مضارع،الظلمون: مبدل منہ،بعضہم:بدل،ملکر فاعل،بعضا:مفعول،الا: اداۃ حصر،غرورا:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان اللہ یمسک السموت والارض ان تزولا﴾۔

ان اللہ: حرف مشبہ واسم،یمسک السموت والارض:فعل بافاعل ومفعول،ان:مصدریہ،تزولا:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر "عن"جار محذوف کیلئے مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولئن زالتا ان مسکہما من احد من بعدہ انہ کان حلیما غفوراo﴾۔

و: عاطفہ، لام قسمیہ، ان شرطیہ، زالتا: جملہ فعلیہ شرط، ان: نافیہ، امسکھما: فعل ومفعول، من: جارزائد، احد: موصوف، من بعدہ: ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم، قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، کان حلیما غفورا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واقسموا باللہ جھد ایمانھم لئن جاء ھم نذیر لیکونن اھدی من احدی الامم﴾۔

و: عاطفہ، اقسموا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، جھد ایمانھم: حال، ملکر فاعل، باللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ انشائیہ، لام قسمیہ تاکید یہ، ان شرطیہ، جاء ھم نذیر: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، یکونن: فعل ناقص واؤ ضمیر محذوف اسم، اھدی من احدی الامم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم قائم مقام جواب شرط، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فلما جاء ھم نذیر ما زادھم الا نفوراo استکبارا فی الارض ومکر السیئی ولا یحیق المکر السیئی الا باھلہ﴾۔

ف: عاطفہ، لما: شرطیہ، جاء ھم نذیر: جملہ فعلیہ شرط، ما زادھم: فعل نفی با فاعل ومفعول، الا: اداۃ حصر، نفورا: مفعول ثانی، استکبارا فی الارض: شبہ جملہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، مکر السیئی: ذوالحال، و: حالیہ، لا یحیق المکر السیئی: فعل نفی وفاعل، الا: اداۃ حصر، باھلہ: ظرف لغو، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر معطوف، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فھل ینظرون الا سنت الاولین فلن تجد لسنت اللہ تبدیلا ولن تجد لسنت اللہ تحویلاo﴾۔

ف: عاطفہ، ھل: استفہام، ینظرون: فعل با فاعل، الا: اداۃ حصر، سنۃ الاولین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، لن تجد: فعل نفی با فاعل، لسنۃ اللہ تبدیلا: شبہ جملہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لن تجد: فعل نفی با فاعل، لسنۃ اللہ تحویلا: شبہ جملہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم و کانوا اشد منھم قوۃ﴾۔

ھمزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "الزموا مساکنھم" لم یسیروا فی الارض: فعل نفی با فاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ینظروا: فعل با فاعل، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، عاقبۃ: مضاف، الذین من قبلھم: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، و: حالیہ، کانوا: فعل ناقص با اسم، اشد: اسم تفضیل "ھو" ضمیر ممیز، قوۃ: تمیز، ملکر فاعل، منھم: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر اسم، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما کان اللہ لیعجزہ من شیء فی السموت ولا فی الارض انہ کان علیما قدیراo﴾۔

و: عاطفہ، ما: نافیہ، کان اللہ: فعل ناقص با اسم، لام: جو، یعجزہ: فعل با فاعل ومفعول، من: زائد، شیء: موصوف، فی السموت: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، فی الارض: معطوف، ملکر ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ بتقدیر ان خبر، ملکر جملہ فعلیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، کان علیما قدیرا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولو یواخذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علی ظھرھا من دابۃ﴾۔

و: عاطفہ، لو: شرطیہ، یواخذ اللہ: فعل وفاعل، الناس: مفعول، بما کسبوا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، ماترک علی ظھرھا: فعل نفی با فاعل، وظرف لغو، من: زائد، دابۃ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولکن یوخرھم الی اجل مسمی فاذا جاء اجلھم فان اللہ کان بعبادہ بصیراo﴾۔

و: عاطفہ، لکن: مخففہ للاستدراک، یوخرھم: فعل با فاعل ومفعول، الی اجل مسمی: ظرف لغو، ملکر جملہ

فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء اجلھم: فعل وفاعل، ملکر فعلیہ جملہ شرط، ف: جزائیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، کان بعبادہ بصیرا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

مختصر وقت کا کفر اور دائمی عذاب!

١..... اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وجزؤا سيئة سيئة مثلها اور بُرائی کا بدلہ اسی کی مثل بُرائی (الشوریٰ: ٤٠)﴾۔ اب غور کریں کہ کافروں نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی، کفر اختیار کیا لیکن ایک محدود زندگی میں جو کہ موجودہ دور کے اعتبار سے اوسطا ساٹھ سال بنتی ہے، جب کہ عذاب دائمی ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ سینوں کی بات جانتا ہے چنانچہ فرمایا: ﴿ان اللہ علیم بذات الصدور بیشک وہ دلوں کی بات جانتا ہے (فاطر: ٣٨)﴾ اگر اللہ ان کافروں کو دوبارہ دنیا میں بھیج دے پھر بھی یہ کفر ہی کریں گے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه وانهم لكذبون اور اگر واپس بھیجے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے منع کیے گئے تھے اور بیشک وہ ضرور جھوٹے ہیں (الانعام: ٢٨)﴾۔ اگر یہ کافر لامحدود زمانہ پاتے پھر بھی کفر ہی اختیار کرتے لہذا عذاب بھی دائمی ہونا چاہیے۔

زمین وآسمان کے ساکن ہونے کا بیان:

٢..... اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وان كان مكرهم لتزول منه الجبال اور ان کا داؤں کچھ ایسا نہ تھا جس سے یہ پہاڑ ٹل جائیں (ابراھیم: ٤٦)﴾۔

زوال کے اصل معنی سرکنا، ہٹنا، جانا، حرکت کرنا، بدلنا ہیں۔

قاموس میں ہے:

"الزوال الذهاب والاستحالة زوال کا معنی ہے جانا اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا۔

اسی میں ہے:

"كل ما تحول فقد حال واستحال یعنی ہر وہ جس نے جگہ بدلی تو بیشک اس نے حال بدلا اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہوا"۔

پس ماقبل مذکورہ آیت ہی ہماری مؤید ہے، ہر عاقل جانتا ہے کہ پہاڑ ثابت ساکن ومستقر ایک جگہ جمے ہوئے ہیں جن کو اصلا جنبش نہیں، قرآن مجید میں ان کو رواسی کہا گیا، "رواسی" ایک جگہ جما ہوا پہاڑ، اگر ایک انگل بھی سرک جائیگا قطعا "زوال الجبل" صادق آئے گا نہ یہ کہ تمام دنیا میں لڑھکتا پھرے۔ اور "زوال الجبل" نہ کہا جائے ثبات وقرار ثابت رہے کہ ابھی دنیا سے آخرت کی طرف گیا ہی نہیں زوال کیسے ہوگیا۔ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ﴿لن ترانی ولكن انظر الى الجبل فان استقر مكانه فسوف ترانی تم ہرگز مجھے نہ دیکھو گے ہاں پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو عنقریب تم مجھے دیکھ لوگے (الاعراف: ١٤٣)﴾، ﴿فلما تجلى ربه للجبل جعله دكا وخر موسى صعقا جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی اسے ٹکڑے کردیا اور موسیٰ ازخود رفتہ ہوگئے (الاعراف: ١٤٣)﴾۔

قاموس میں ہے:

"قر بالمكان ثبت وسكن كاستقر یعنی قر بالمکان کا معنی ٹھہرنا اور ساکن ہونا جیسا کہ استقر کا معنی بھی یہی ہے"۔

☆..... حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حضور حاضر ہوئے فرمایا: کہاں سے آئے؟ عرض کی: شام سے،

فرمایا: وہاں کس سے ملے؟ عرض کی: کعب سے، فرمایا: کعب نے تم سے کیا بات کی؟ عرض کی: یہ کہا کہ آسمان ایک فرشتے کے شانے پر گھومتے ہیں، فرمایا: تم نے اس میں کعب کی تصدیق کی یا تکذیب؟ عرض کی: کچھ نہیں، (یعنی جس طرح حکم ہے کہ جب تک اپنی کتاب کریم کا حکم نہ معلوم ہو اہل کتاب کی باتوں کو سچ نہ جانو نہ جھوٹ)، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کاش! تم اپنا سفر اونٹ اور اس کا کجاوہ سب اپنے اس سفر سے چھٹکارے کو دے دیتے، کعب نے جھوٹ کہا، اللہ فرماتا ہے: بیشک اللہ آسمانوں اور زمینوں کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ ہٹیں تو اللہ کے سوا انہیں کون تھامے، ابن جریر کے غیر نے یہ اضافہ کیا کہ گھومنا اُن کے سرک جانے کو بہت ہے۔

☆......عبد بن حمید نے قتادہ شاگرد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: **ان کعبا کان یقول ان السماء تدور علی نصب مثل نصب الرحال فقال حذیفة بن الیمان رضی الله عنهما کذب کعب ان الله یمسک السموت والارض ان تزولا** کعب کہا کرتے کہ آسمان ایک کیلی پر دورہ کرتا ہے جیسے چکی کی کیلی، اس پر حذیفہ الیمان نے فرمایا: کعب نے جھوٹ کہا، بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ جنبش نہ کریں۔

دیکھو ان اجلہ صحابہ کرام نے مطلق حرکت کو زوال مانا اور اس پر انکار فرمایا اور قائل کی تکذیب کی اور اسے بقایائے خیالات یہودیت سے بتایا، کیا وہ اتنا نہ سمجھ سکتے تھے کہ ہم کعب کی ناحق تکذیب کیوں فرمائیں، آیت میں تو زوال کی نفی فرمائی ہے اور اُن کا یہ پھرنا چلنا اپنے اماکن میں ہے جہاں تک احسن الخالقین نے اُن کو حرکت کا امکان دیا ہے وہاں تک اُن کا حرکت کرنا ان کا زوال نہ ہوگا، مگر ان کا ذہن مبارک اس معنی باطل کی طرف نہ گیا نہ جاسکتا تھا بلکہ اُس کے ابطال ہی کی طرف گیا اور جانا ضرور تھا کہ اللہ نے مطلقاً زوال کی نفی فرمائی ہے نہ کہ خاص زوال عن المدار کی تو انہوں نے روانہ رکھا کہ کلام الٰہی میں اپنی طرف سے یہ پیوند لگائیں، لاجرم اُس پر رد فرمایا اور اس قدر شدید و اشد فرمایا واللہ الحمد۔ (الفتاوی الرضویہ مخرجہ، رسالہ: نزول ایات فرقان بسکون زمین و آسمان، ج۲۷، ص ۱۹۵ وغیرہ)

سابقہ اقوام کے جھٹلانے کا انجام:

سے......قرآن رہتی دنیا تک کے لوگوں کے لئے ہدایت ہے، ہر چیز کا روشن بیان اسی پاک کلام میں ہے۔ سیدنا آدم صفی اللہ علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کی اقوام کا تذکرہ، وعظ و نصیحت کے انداز، فرمانبرداروں پر انعامات خداوندی اور نافرمانوں پر عذاب کے تذکرے بھی جگہ جگہ بیان کئے گئے ہیں۔ آخرت میں اپنے پیارے محبوب کو نبی بنا کر بھیجا اور اب قیام قیامت تک انہی کے نام لیوا اس روئے زمین پر آباد ہونگے۔ شرق سے غرب تک، دنیا کے کونے کونے کو جہاں سے بھی دیکھ لیں، اسی احمد مجتبیٰ کے ماننے والے پائے جائیں گے۔ سابقہ امتوں کے حال محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب میں بیان کردیئے گئے۔ گویا سب اقوام کے حال اس امت نے قرآن میں پڑھ کر اور روئے زمین کے کونے کونے میں سیر کر کے ملاحظہ کیے کہیں قوم ثمود کی بربادی، کہیں مصر میں فرعون کے عجائبات و عبرتیں، کہیں بیت المقدس کے حالات دیکھ کر تو کہیں قوم عاد کی تباہی دیکھ کر، کہیں قوم صالح پر نزول عذاب، تو کہیں قوم لوط کی اُجڑی بستیاں الغرض مزید اللہ کا فرمان: ﴿**اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلهم**﴾ (فاطر: ۴۴)، الغرض جاننے، آنکھوں سے دیکھ لینے، دل میں جگہ دے لینے کے بعد بھی قرآن کا حکم اپنی جگہ مسلم ہے تاکہ عبرت حاصل ہوجائے۔

اغراض:

بالنظر الی حال الناس: اس اعتراض کا جواب ہے کہ اللہ کے علم میں کوئی تفاوت نہیں ہے، بلکہ اللہ کا علم تمام ہی اشیاء کو برابر محیط

ہے، آسمان وزمین میں اللہ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں لوگوں کی عادت کے اعتبار سے کلام کیا گیا حالانکہ اللہ جب بظاہر مخفی اشیاء کا علم رکھتا ہے تو ظاہر کا علم بدرجہ اُولی رکھے گا۔

جمع خلیفة: جیسا کہ بعض نسخوں میں تاء کے ساتھ آیا ہے، اور بعض نسخوں میں بغیر تاء کے بھی آیا ہے، لیکن اول صورت ہی اُولی ہے کیونکہ اس کی جمع خلفاء ہے اور خلیفۃ کی جمع خلائف ہے۔ **ای وبال کفرہ:** یعنی کفر کا وبال اُسی کے سر پر ہے۔

ای یمنعھما من الزوال: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ الامساک بمعنی المنع ہے۔

ای کفار مکة: سید عالم ﷺ کے بھیجے جانے سے پہلے جب اہل کتاب نے رسولوں کو جھٹلایا، پس جنہوں نے نبی کی تکذیب کی ان پر لعنت کی گئی اور انہوں نے قسمیں اٹھائیں کہ اگر ان کے پاس ڈرانے والے نبی آئے تو ﴿لیکونن اھدی من احدی الامم﴾۔

ای ای واحدة منھا: واضح کلام یہ ہے کہ یوں کہا جائے: "ای کل واحدة منھا یعنی ان میں سے ہر ایک"۔

مفعول لہ: استکبارا کو مفعول لہ بنایا جائے، یا نفورا سے بدل بنایا جائے، یا زادھم کی ضمیر سے حال بنایا جائے یعنی ان کی حالت تکبر کرنے والوں کی سی ہے۔

سنة اللہ فیھم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کا فرمان: ﴿سنة الاولین﴾ مصدر مضاف للمفعول ہے، عنقریب اس کی اضافت للفاعل اللہ کے فرمان: ﴿سنة اللہ﴾ میں آئے گی۔

فیجازیھم: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ جواب شرط محذوف ہے اور ﴿فان اللہ﴾ اس کی تعلیل کے لئے ہے۔

نسمة: سے مراد تنفس یعنی ذی روح ہونا ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص ۸۷ وغیرہ)

ایک اہم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

قربانی کے جانور کی تعظیم

قربانی کا اصل مقصد تقرب الی اللہ ﷻ ہے، لیکن آج کل ایسا نظر نہیں آتا، نمود ونمائش نے انسانی فطرت میں خرابی پیدا کردی ہے خواہ مخواہ ہوس کا شکار مسلمان اپنے مال کو خرچ کرنے کے باوجود ثواب جیسے عظیم منافع کو چھوڑ کر خرافات میں پڑ جاتا ہے۔ ہر کس وناکس کو قیمت بتلا کر، جانور کو محلے کی ہر ہر گلی میں گھما پھرا کر، خواہی ناخواہی جانور کی قیمت زیادہ بتلا کر، مزید یہ بھی کہ چھوٹے چھوٹے ناسمجھ بچوں کے ہاتھ میں جانور کی رسی تھمادی جاتی ہے اور پھر حال جو ہوتا ہے وہ کسی قسم کے تبصرے کا محتاج نہیں۔ جانور کو بے جا تکلیف دینا، بھگانا، ستانا، اس کی دُم کھینچنا، بچے تو خیر بڑے بھی یہ ناشائستہ حرکات کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ بعض لوگوں کی منطق عجیب ہوتی ہے کہ منع کیا جائے تو ناراض ہوتے ہیں بلکہ بے باکی کے ساتھ یوں کہتے ہیں کہ جناب چند دن کی خوشی ہے پھر انہوں نے ذبح ہو جانا ہے۔ یہی نہیں بعض ناسمجھ بلکہ اکثریت کا یہی حال ہے جب جانور کٹنے کے قریب ہوتا ہے تو خواہ مخواہ مزہ لینے کو گھیرا بنائے لیتے ہیں، ہونا تو یہ چاہیے کہ سوچے جس طرح یہ جانور اپنے رب ﷻ کے حضور اپنی جان پیش کر رہا ہے ہم انسان اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے وقت آنے پر اپنی جان کی قربانی پیش کرنے کو تیار ہیں یا نہیں؟ خوب غور کرنے کا مقام ہے، اگر خدانہ خواستہ قصائی کی بے خیالی، کم ہمتی یا بدمعری کی وجہ سے جانور آدھا گلا کٹے اٹھ کھڑا ہوتا ہے جس سے بعض لوگ ہنستے شور مچاتے ہیں۔ خدا ﷻ کے بندوں کو اتنا ترس نہیں آتا کہ بے زبان جانور کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی۔ نیم قصائی جنہوں نے کبھی مرغی نہ کاٹی ہو ہمارے ہاں عید قرباں میں قصائی بنے نظر آتے ہیں، ایک تو قصائی اناڑی دوسرے تماشائی دین سے بے بہرہ، اور بے زبان جانور جس اذیت کا شکار دکھائی دیتا ہے، جس کے سینے میں دل ہو وہ خون کے آنسو رودے، آہ! کیسی بے بسی ہوتی ہے جانور تڑپ رہا ہوتا ہے اور اپنا وقت بچانے کے لیے اسے ٹھنڈہ ہونے سے پہلے ہی ٹھنڈہ کرنے کی جستجو میں قصاب کٹے گلے میں چھرا گھونپے جا رہے ہوتے ہیں لیکن دین سے دوری دیکھئے کہ کوئی سمجھانے والا نہیں ہوتا۔ اللہ ﷻ کا فرمان کہ قربانی کے جانور کی تعظیم کی جائے کہ یہ شعائر اللہ ہیں اور ہوتا بالکل برعکس ہے۔ الامان والحفیظ۔

سورة يس مكية الا قوله واذا قيل لهم انفقوا ...... الاية، او مدنية وهى ثلث وثمانون اية

سورۂ یٰس مکی ہے سوائے (واذا قیل لهم انفقوا ...... الخ) جو کہ مدنی ہے، اس میں ۸۳ آیات ہیں

تعارف وفضائل سورۃ یٰس

اس سورت میں پانچ رکوع، ۷۲۹ کلمات اور ۳۰۰۰ حروف ہیں۔ مضامین پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب اہل مکہ بڑی شدت اور پوری قوت سے اسلام کی تعلیمات سے انکار کرنے لگے تھے اور اسلامی دعوت اپنے فطری حسن وجمال کے باعث سعادتمند رُوحوں کو اپنی طرف تیزی سے کھینچنے لگی تھی، اسلام کی روز افزوں مقبولیت سے مُشرکین گھبرا گئے تھے۔ اس سورت میں اسلامی دعوت کے تین بنیادی اصولوں پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے یعنی توحید، رسالت اور قیامت، چنانچہ ان تینوں اصول کا بے حد و بے شمار پرچار اس سورت میں کیا گیا، تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ عقیدہ درست نہ ہو تو دین اسلام کی راہ پائی نہیں ملتی۔ عقیدۂ توحید درست ہو تو پھر دیگر اصول یعنی رسالت اور قیامت کا علم بھی سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ سوچنا یہ ہے کہ انسان کی تخلیق کا مبدء کیا ہے؟ ایک قطرۂ ناپاک جس سے اس کی زندگی معرض وجود میں آئی لیکن یہی قطرۂ ناپاک کس قدر فساد پھیلاتا ہے، گھر، محلہ، بستی، علاقہ، شہر، ملک اور ممالک تک اس کے فساد کی زد میں آجاتے ہیں۔

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور سورۂ یٰس قرآن کا دل ہے، جس نے سورۂ یٰس پڑھی اللہ اس کو دس بار قرآن پڑھنے کا ثواب دے گا۔ (سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب: ما جاء فی فضل یس، رقم: ۲۸۸۷، ص ۸۱۹)

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس نے سورۂ یٰس شب جمعہ پڑھی صبح تک اس کی مغفرت کر دی جائے گی"۔ (صحیح ابن حبان، کتاب الصلوة، فصل فی قیام اللیل، ذکر استحباب قراءة سورة یس، رقم: ۲۵۷٤، ج ٦، ص ۳۱۲)

☆...... ام درداء نے نبی پاک ﷺ سے روایت کی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اپنے مُردوں پر سورۂ یٰس پڑھو"۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب: القراءة علی المیت، رقم: ۳۱۲۱، ص ۵۹۸)

☆...... ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوئی مرنے والا ایسا نہیں کہ اُس پر سورہ یٰس پڑھی جائے اور اس کی مغفرت نہ ہو جائے"۔

☆...... جو قبرستان میں جا کر سورۂ یٰس پڑھے اللہ اس دن کیلئے تخفیف فرمادے گا، اور پڑھنے والے کے لئے ہر حرف کے بدلے نیکیاں ہونگی"۔ (القرطبی، الجزء: ۲۲، ص ۸)

☆...... امام سعید بن منصور اور امام بیہقی نے حسان بن عطیہ سے روایت کیا ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: تورات میں اس کا نام معمہ تھا اور اسکے پڑھنے والے کو دنیا و آخرت دونوں میں خیر ملتی ہے اور اس کا ایک نام المدافعہ اور القاضیہ بھی ہے کیونکہ یہ اپنے پڑھنے والوں سے عیب دور کرتی ہے، اور ہر نیک حاجت پوری کرتی ہے۔ (روح المعانی، الجزء: ۲۲، ص ۵۲۳)

☆...... "یٰس" اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور اللہ نے اس نام کے ساتھ قسم کھائی ہے۔ (جامع البیان، الجزء: ۲۲، ص ۱۷۵)

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے اللہ کی رضا جوئی کے لئے رات میں سورۂ یٰس پڑھی اس کی اس رات میں مغفرت کر دی جائے گی"۔

☆...... عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جس نے دن کے ابتدائی حصے میں یٰس پڑھی اس کی حاجت پوری ہو جائے گی"۔

☆...... شہر بن حوشب روایت کرتے ہیں کہ جس نے صبح کے وقت میں یٰس پڑھی شام تک اس کے لئے آسانی ہے اور جس نے شام (رات) کے وقت میں یٰس پڑھی اس کے لئے صبح تک آسانی کردی جائے گی۔

(سنن الدارمی، کتاب فضائل القرآن، باب: فی فضل یس، رقم: ۳۴۱۹، ج۲، ص۵۴۹)

رکوع نمبر: ۱۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

﴿یس (۱)﴾اَللّٰهُ اَعلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذَالِکَ﴿والقرآن الحکیم (۲)﴾اَلمُحكَمِ بِعَجِيبِ النَّظمِ وَبَدِيعِ المَعَانِي﴿انک﴾یا محمدُ ﷺ﴿لمن المرسلین (۳) علی﴾مُتَعَلِّقٌ بما قَبلَهٗ ﴿صراط مستقیم (۴)﴾ای طَرِيقِ الاَنبِيَاءِ قَبلَکَ التَّوحِيدِ والهُدٰی والتَّاكِيدُ بالقَسمِ وَغَيرِهٖ رَدٌّ لِقَولِ الكُفَّارِ له لَستَ مُرسَلًا﴿تنزیل العزیز﴾فِي مِلكِهٖ﴿الرحیم (۵)﴾بِخَلقِهٖ خَبرُ مُبتَداءٍ مُقَدَّرٍ اَي القُرانُ ﴿لتنذر﴾بِهٖ﴿قوما﴾مُتَعَلِّقٌ بِتَنزِيلِ ﴿ماانذراباؤهم﴾ای لم يُنذَرُوا فِي زَمَنِ الفَترَةِ ﴿فهم﴾اَي القَومُ﴿غفلون (۶)﴾عَنِ الاِيمَانِ والرُّشدِ﴿لقد حق القول﴾وَجَبَ﴿علی اکثرهم فهم لا یؤمنون (۷)﴾ای الاَكثَرُ﴿انا جعلنا فی اعناقهم اغللا﴾بِاَن تَضُمَّ اِلَيهَا الاَيدِی لِاَنَّ الغُلَّ يَجمَعُ اليَدَ اِلَی العُنُقِ﴿فهی﴾اَيِ الاَيدِ مَجمُوعَةٌ ﴿الی الاذقان﴾جَمعُ ذَقَنٍ وَهُوَ مُجتَمَعُ لِلَّحيَينِ﴿فهم مقمحون (۸)﴾رافِعُونَ رُؤُسَهم لَا يَستَطِيعُونَ خَفضَهَا وهٰذا تَمثِيلٌ والمُرادُ انَّهم لَا يُذعِنُونَ لِلاِيمَانِ ولا يُخفِضُونَ رُءُوسَهم لهٗ﴿وجعلنا من ۢ بین ایدیهم سدا ومن خلفهم سدا﴾بِفَتحِ السِّينِ وَضَمِّهَا فِی المَوضَعَينِ﴿فاغشینهم فهم لا یبصرون (۹)﴾تَمثِيلٌ اَيضًا لِسَدِّ طُرقِ الاِيمَانِ عَلَيهِم﴿وسواء علیهم ء انذرتهم﴾بِتَحقِيقِ الهَمزَتَينِ وإبدَالِ الثَّانِيَةِ اَلِفًا وَتَسهِيلِهَا وَادخَالِ الِفٍ بَينَ المُسهِلَةِ الاُخرٰی وَتَركُهٗ﴿ام لم تنذرهم﴾فهم﴿لا یومنون (۱۰) انما تنذر﴾يَنفَعُ اِنذَارُکَ﴿من اتبع الذکر﴾القُرانَ﴿وخشی الرحمن بالغیب ج﴾خَافَهٗ ولم يَرَهٗ﴿فبشره بمغفرة واجر کریم (۱۱)﴾هُوَ الجَنَّةُ﴿انا نحن نحی الموتی﴾لِلبَعثِ ﴿ونکتب﴾فِي اللَّوحِ المَحفُوظِ ﴿ما قدموا﴾فی حَيٰوتِهِم مِن خَيرٍ وَشَرٍّ لِيُجَازُوا عَلَيهِ﴿واثارهم﴾مَا استُنَّ بِهٖ بَعدَهُم﴿وکل شیء﴾نَصَبَهٗ بِفِعلٍ يُفَسِّرُهٗ ﴿احصینه﴾ضَبَطنَاهُ ﴿فی امام مبین (۱۲)﴾كِتَابٍ بَيِّنٍ هُوَ اللَّوحُ المَحفُوظُ.

﴿ترجمہ﴾

یٰس......۱......(اس کی جو مراد ہے اللہ ﷻ با خوبی جانتا ہے) قرآن حکیم کی قسم (حکیم بمعنی محکم ہے، یعنی قرآن پاک اپنی معجز نظم اور بدیع المعانی کے سبب محکم ہے) بیشک تم (اے حبیب ﷺ) سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو (یعنی اپنے سے پہلے انبیائے کرام کے رستے یعنی توحید و ہدایت پر بھیجے گئے ہو......۲......علی ماقبل سے متعلق ہے قسم وغیرہ کے ذریعے تاکید بیان کرنا کفار کے رد کے لیے ہے کہ وہ کہتے تھے لست مرسلا العیاذ باللہ، اپنے ملک میں) غلبہ رکھنے والے (اپنی مخلوق پر) مہربانی کرنے والے کا اتارا ہوا (تنزیل مرفوع ہونے کی صورت میں مبتدا محذوف القرآن کی خبر ہے) تا کہ تم (اس کے ذریعے سے) اس قوم کو ڈر سناؤ (یہ تنزیل سے متعلق

ہے) جس کے باپ دادا نہ ڈرائے گئے (یعنی جنہیں زمانہ فترت میں ڈرایا نہیں گیا) تو وہ (لوگ) بے خبر ہیں (ایمان اور رشد و ہدایت سے) بیشک ان میں اکثر پر (عذاب آنے کی) بات ثابت ہوچکی ہے تو وہ ایمان نہ لائیں گے (یعنی اکثر ایمان نہ لائیں گے) ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیئے ہیں (یوں کہ ان کے ہاتھوں کو گردنوں کے ساتھ ملا دیا، کیونکہ غل کہتے ہیں ہاتھوں کو گردن کے ساتھ جمع کر دینے کو) کہ وہ (یعنی وہ ہاتھ جنہیں گردنوں کے ساتھ جمع کیا گیا ہے) ٹھوڑیوں تک ہیں ("الاذقان" ذقن کی جمع ہے بمعنی مجتمع اللحیین) تو یہ اوپر کو منہ اٹھائے رہ گئے (یعنی اپنے سروں کو اوپر اٹھائے ہوئے ہیں انہیں نیچا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے یہ تمثیل ہے، نہ تو یہ لوگ ایمان لانے کا اقرار کریں گے اور نہ اس کے لئے اپنے سروں کو جھکائیں گے) اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنادی اور ان کے پیچھے ایک دیوار (دونوں مقامات میں......سدّ......سد کو سین مفتوحہ و مضمومہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سوجھتا (یہ بھی تمثیل ہے اس حقیقت کو بیان کرنے کے لیے کہ ان پر ایمان کا رستہ بند ہے) اور انہیں ایک سا ہے تم انہیں ڈراؤ (ء انذرتھم دو ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ ہے اور دوسرے ہمزہ کو الف کے ساتھ تبدیل کر کے اور ہمزہ کی تسہیل کے ساتھ ہے اور تسہیل والی اور دوسری والی ہمزہ کے درمیان الف داخل کرنے کے ساتھ اور اس کے ترک کے ساتھ ہے) یا نہ ڈراؤ وہ ایمان لانے کے نہیں تم تو اسی کو ڈر سناتے ہو (یعنی تمہارا ڈر سنانا اسی کو نفع دیتا ہے) جو ذکر (یعنی قرآن پاک کے احکام) پر چلے اور رحمٰن سے بے دیکھے ڈرے......(بالغیب حال ہے بمعنی خافہ ولم یرہ) تو اسے بخشش اور عزت کے ثواب (یعنی جنت) کی بشارت بیشک ہم (بعث کے لیے) مردوں کو جلائیں گے اور ہم (لوح محفوظ میں) لکھ رہے جو انہوں نے (بھلائی وبرائی اپنی حیاتی میں) آگے کو بھیجا (تاکہ اس پر انہیں جزا دیا جائے) اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے (اپنے بعد جس شے کو بطور نشانی چھوڑ آئے) اور ہر چیز (کل شیء یہ مابعد فعل مفرد کی وجہ سے منصوب ہے) ہم نے گن رکھی ہے (احصیناہ بمعنی ضبطناہ ہے) ایک بتانے والی کتاب میں (امام بمعنی کتب، اور مبین بمعنی بین ہے، مراد اس سے لوح محفوظ ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿یسٓO والقران الحکیم O انک لمن المرسلینO علی صراط مستقیمO﴾.

یس: "ھذہ" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: قسمیہ جار، القران الحکیم: مرکب توصیفی مجرور، ملکر ظرف مستقر "نقسم" فعل محذوف کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ انشائیہ، انک: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، من المرسلین: ظرف مستقر خبر اول، علی صراط مستقیم: ظرف مستقر خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿تنزیل العزیز الرحیم O لتنذر قوما ما انذر اباوھم فھم غفلونO﴾.

تنزیل: مصدر مضاف، العزیز الرحیم: مضاف الیہ فاعل، لام: جار، تنذر: فعل بافاعل، قوما: موصوف، ما انذر: فعل نفی مجہول، اباوھم: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر فعل محذوف "نزل القران" کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ تعلیلیہ للنفی، ھم: مبتدا، غفلون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لقد حق القول علی اکثرھم فھم لا یومنونO﴾.

لام: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، حق القول: فعل وفاعل، علی اکثرھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، ف: عاطفہ، ھم: مبتدا، لا یومنون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انا جعلنا فی اعناقھم اغللا فھی الی الاذقان فھم مقمحونO﴾.

انا: حرف مشبہ واسم، جعلنا: فعل بافاعل، فی اعناقھم: ظرف مستقر مفعول ثانی، اغللا: مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ تعقیبیہ، ھم: مبتدا، الی الاذقان: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، تعقیبیہ، ھم مبتدا، مقمحون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وجعلنا من بین ایدیھم سدا ومن خلفھم سدا فاغشینھم فھم لا یبصرون۝﴾۔

و: عاطفہ، جعلنا: فعل بافاعل، من بین ایدیھم: ظرف مستقر مفعول ثانی، سدا: مفعول اول، و: عاطفہ، من خلفھم سدا: معطوف ہے "من بین ایدیھم سدا" پر، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اغشینھم: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: تعلیلیہ، ھم: مبتدا، لا یبصرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وسواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون۝﴾۔

و: مستانفہ، سواء علیھم: شبہ جملہ خبر مقدم، ھمزہ: حرف استفہام وھمزہ تسویۃ، انذرت: فعل بافاعل، ھم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ام: عاطفہ، لم تنذرھم: فعل نفی بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، لا یومنون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿انما تنذر من اتبع الذکر وخشی الرحمن بالغیب﴾۔

انما: حرف مشبہ وما کافہ، تنذر: فعل بافاعل، من: موصولہ، اتبع الذکر: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، خشی: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، بالغیب: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، الرحمن: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فبشرہ بمغفرۃ واجر کریم ۝ انا نحن نحی الموتی ونکتب ما قدموا واثارھم﴾۔

ف: فصیحیہ، بشر: فعل امر بافاعل، ہ: مفعول، ب: جار، مغفرۃ: معطوف علیہ، و اجر کریم: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، انا: حرف مشبہ واسم، نحن: مبتدا، نحی الموتی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، نکتب: فعل بافاعل، ماقدموا: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اثارھم: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وکل شیء احصینہ فی امام مبین۝﴾۔

و: عاطفہ، کل شیء: فعل محذوف "احصینا" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، احصینہ: فعل بافاعل ومفعول، فی امام مبین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆...... لقد حق القول علی اکثرھم...... ☆ یہ آیت ابوجہل اوراس کے دومخزومی دوستوں کے حق میں نازل ہوئی، ابوجہل نے قسم کھائی تھی کہ اگر وہ سید عالم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھے گا تو پتھر سے سرکچل ڈالے گا جب اس نے سید عالم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تو وہ اسی ارادہ فاسدہ سے ایک بھاری پتھر لے کر آیا جب اس پتھر کو اٹھایا تو اس کے ہاتھ گردن میں چپکے رہ گئے اور پتھر ہاتھ کو لپٹ گیا، یہ حال دیکھ کر اپنے دوستوں کی طرف واپس ہوا اوران سے واقعہ بیان کیا تو اس کے دوست ولید بن مغیرہ نے کہا یہ کام میں کروں گا اوران کا سر کچل کر ہی آؤں گا چنانچہ وہ پتھر لے آیا، سید عالم ﷺ ابھی نماز ہی پڑھ رہے تھے جب یہ قریب پہنچا، اللہ نے اس کی بینائی سلب کرلی ، سید عالم ﷺ کی آواز سنتا تھا آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا تھا، یہ بھی پریشان ہو کر اپنے دوستوں کی طرف لوٹا وہ بھی نظر نہ آئے، انہوں نے ہی اسے پکارا اوراس نے کہا کہ تونے کیا کیا؟ کہنے لگا میں نے ان کی آواز تو سنی مگر وہ نظر ہی نہیں آئے، اب ابوجہل کے تیسرے دوست

نے دعویٰ کیا کہ وہ اس کام کو انجام دے گا اور بڑے دعوے کے ساتھ وہ سید عالم ﷺ کی طرف چلا تھا کہ الٹے پاؤں ایسا بدحواس ہو کر بھاگا کہ اوندھے منہ گر گیا، اس کے دوستوں نے حال پوچھا تو کہنے لگا کہ میرا حال بہت سخت ہے، میں نے ایک بہت بڑا سانڈ دیکھا جو میرے اور سید عالم ﷺ کے درمیان حائل ہو گیا، لات وعزیٰ کی قسم! اگر میں ذرا بھی آگے بڑھتا تو مجھے کھا ہی جاتا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

☆......**وکل شیء احصینہ فی امام مبین**......☆بنی سلمہ مدینہ کے کنارے پر رہتے تھے، انہوں نے چاہا کہ مسجد شریف کے قریب آبسیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے قدم لکھے جاتے ہیں، تم مکان تبدیل نہیں کرو یعنی جتنی دور سے آؤ گے اتنے ہی قدم زیادہ پڑیں گے اور اجر وثواب زیادہ ہوگا۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

یس میں کیا راز پوشیدہ ہیں؟

لے......قرآن مجید میں پانچ اقسام کے مقطعات ہیں: (۱)......بعض وہ جو ابتداء سورت میں فقط ایک حرف کے ساتھ ہوتے جیسا کہ ﴿ن﴾، ﴿ق﴾ اور ﴿ص﴾۔ (۲)...... بعض وہ ہیں جو دو حرف پر مشتمل ہوتے ہیں جیسے ﴿یس﴾، ﴿حم﴾، ﴿طس﴾ اور ﴿طہ﴾ ہیں۔ (۳)......بعض وہ ہیں جو تین حروف سے بنتے ہیں جیسے ﴿الم﴾، ﴿طسم﴾ اور ﴿الر﴾ ہیں۔ (۴)......بعض چار حروف کا مجموعہ ہوتے ہیں جیسے ﴿المر﴾ اور ﴿المص﴾۔ (۵)......بعض پانچ حرفی ہوتے ہیں جیسے ﴿حم عسق﴾، ﴿کھیعص﴾۔ (الرازی، ج۹، ص۲۵۰)

☆......ابن مردویہ نے ابن عباس کے طرق سے روایت کیا ہے کہ یس بمعنی محمد ﷺ یا بمعنی یا محمد ﷺ ہے۔

☆......ابن شیبہ، ابن منذر اور بیہقی نے محمد بن حنفیہ سے روایت کی ہے کہ یس کے معنی یا محمد ہے۔

☆......ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے نقل کی ہے کہ یس بمعنی یا انسان ہے۔ (الدر المنثور، ج۵، ص۴۸۴)

☆......حسین بن واقد، یزید، عکرمہ نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یس کے معنی حبشی لغت میں یا انسان ہے۔

☆......بعض کہتے ہیں کہ یس کلام کی کنجی ہے اور اللہ نے اس سے کلام کی ابتداء فرمائی ہے۔

☆......بعض کہتے ہیں کہ یس قرآن کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

☆......ابن عباس سے منقول ہے کہ یس کے معنی لغت طی میں یا انسان ہے، مراد اس سے سید عالم ﷺ کی ذات بالا صفات ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا اس کی اصل یا انیسین ہو جو انسان کی تصغیر ہے اور مقصود اس میں بڑائی بیان کرنا ہے کیونکہ صیغۂ تصغیر عطف اور تعظیم کے لئے ہوتا ہے۔ (الطبری، الجزء:۲۲، ص۱۷۵ وغیرہ)

یس کو حدیث میں قلب فرمایا گیا اور قلب پورے جسم کا سردار یعنی امیر ہوتا ہے، پس اللہ نے یس کو بھی تمام سورتوں کی سرداری عطا فرمادی ہے اور ابو محمد مکی نے سید عالم ﷺ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میرے رب کے نزدیک میرے دس نام ہیں اور ان میں طٰہٰ اور یس بھی ہیں۔

امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ اللہ نے یس سے یا سید کا ارادہ فرمایا ہے، اور اس میں سید عالم ﷺ سے خطاب ہے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ اس کا معنی یا انسان اور اس سے سیدنا محمد ﷺ کا ارادہ ہے، الزجاج کے قول کے مطابق اس سے مراد یا محمد ہے۔
علامہ ماوردی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے قرآن میں میرے سات نام رکھے ہیں

محمد، احمد، طٰه، یٰس، المزمل، المدثر، عبداللہ۔ (النکت والعیون، ج۵، ص۵، القرطبی، الجزء: ۲۲، ص۹ وغیرہ)

رسالت وھدایت کی نسبت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کرنا:

۲..... کفار سید عالم ﷺ کی رسالت کے منکر تھے، حالانکہ حکمت والی کتاب ان کے مابین موجود ہے جو کہ سید عالم ﷺ کی رسالت کی گواہی دیتی ہے اور اس بارے میں جملہ قسمیہ کے ذریعے خبر دیتی ہے کہ ﴿انک لمن المرسلین﴾ لیکن اگر کوئی انکار کرے تو ہم اس کے دو جوابات دیں گے۔(۱)..... قرآن ان کے انکار پر بیّن معجزہ ہے کیونکہ ان سے کہہ دیا گیا ہے کہ انکار کی صورت میں اس کی مثل کوئی ایک ہی سورت لے آؤ اور یہ لانے سے قاصر ہیں۔(۲)..... عاقل اسی چیز کی قسم کھاتا ہے جس کی عظمت کا معتقد ہوتا ہے، کافر جتنا صلیب اور صنم (بتوں) کی تصدیق کرتے تھے اتنی محمد ﷺ کے نام مبارک کی تصدیق نہ کریں گے، اور جتنی اپنے باطل دین کی تصدیق کریں گے اتنی ہمارے دین کی نہ کریں گے، اور ہم جانتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ اور ان کے اصحاب قرآن کی عظمت کے قائل ہیں اور اس کے نام کی قسم اٹھاتے ہیں لہٰذا انہیں قسم کو پورا کرنا ضروری ہے۔

دوسری خبر اس آیت کے بعد ایک اور آیت میں اللہ نے عطا فرمائی وہ یہ ہے کہ سید عالم ﷺ کے ہدایت پر ہونے کا اعلان فرمایا: ﴿علی صراط مستقیم﴾۔ معنی یہ ہے کہ اے محمد ﷺ! آپ کی توجہ اللہ کی جانب ہے اور غیر کی جانب نہیں ہے اور مقصد بھی یہی ہے کہ اللہ کی جانب توجہ ہو اور مقاصد کی طرف توجہ کرنا بھی ہے کہ انسان اللہ کی طرف مائل ہو کر دوسروں سے انحراف کرے۔ ایک مقصد یہ بھی ہے کہ دیگر رسولوں کی طرح سید عالم ﷺ بھی رسالت پر ہیں۔ (الرازی، ج۹، ص۲۵۰ ملخصاً وملتقطاً)

آگے پیچھے مقامات پر دیوار کا ھونا:

۳..... امام فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ان کے سامنے بھی دیوار ہے، پیچھے بھی دیوار ہے، سو وہ کچھ نہیں دیکھتے۔ انسان جس راستے پر چل رہا ہوتا ہے اگر اس راستے میں دیوار آگے آجائے تو وہ دیوار اس کے لئے رکاوٹ بنتی ہے لیکن پیچھے کی دیوار کسی حال میں رکاوٹ نہیں ہوا کرتی؟ ہم اس کے چار جوابات دیں گے جو درج ذیل ہیں:

(۱)..... ہدایت کی دو اقسام ہیں، ہدایت نظریہ اور ہدایت فطریہ، نظریہ یہ ہے کہ کائنات میں غور و فکر کرنے سے ہدایت حاصل ہونا اور فطریہ یہ ہے کہ ہر انسان فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پس کافر اس فطری ہدایت کو اپنے آباؤ اجداد کی تقلید میں ضائع کرتے ہیں اور کائنات میں غور و فکر کر کے انہوں نے ہدایت نظریہ کو حاصل نہیں کیا، پس پیچھے کی ہدایت سے مراد ہدایت فطریہ کو ضائع کرنا ہے۔

(۲)..... انسان کے سامنے دنیا ہے اور پیچھے آخرت، پس چاہیے کہ سامنے کی صلاح کے لئے بھی اللہ کو یاد رکھے اور آخرت کی فلاح کو بھی یاد رکھے اور کافر کا معاملہ انوکھا ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی صلاح کی فکر کرتا ہے لیکن آخرت کی فلاح کی فکر نہیں کرتا، اس لئے فرمایا کہ کافر کے سامنے اس کی ضد و عناد کی دیوار کھڑی ہے اور پیچھے بھی غفلت اور جہالت و انکار کی دیوار ہے۔

(۳)..... انسان کسی جگہ جا رہا ہو تو اگر آگے راستہ نہیں ملتا تو پیچھے ہی لوٹ جاتا ہے، لیکن اگر پیچھے بھی راستہ نہ مل سکے تو وہ اسی جگہ کھڑا رہ جاتا ہے، منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا نہ اپنے مقررہ ٹھکانے تک لوٹ سکتا ہے، پس ناکام و نامراد رہ جاتا ہے، اسی ناکامی و نامرادی کی جانب اشارہ ہے۔

(۴)..... بعض اذہان میں یہ بھی اعتراض ہوتا ہے کہ آگے پیچھے کا ذکر کیا لیکن دائیں بائیں کا ذکر نہ کیا، اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ یہاں ہدایت نظریہ و فطریہ کا بیان مقصود تھا اور نہ عمومی اعتبار سے مناہج مستقیمہ بیان کرتے۔ (الرازی، ج۹، ص۲۵۵ وغیرہ ملخصاً)

بے دیکھے رحمن کا خوف رکھنا:

ع......ایمان کا دارومدار اسی بات پر ہے کہ بے دیکھے کے عذاب سے ڈرا جائے، عذاب سے خوف کرنا درحقیقت اللہ سے خوف کرنے کے معنی میں ہی ہے کہ عذاب دینے کا حق اللہ ہی کو ہے۔ انسان ناجائز طریقے سے مال کماتا ہے، بظاہر یہی ثابت کرتا ہے کہ اسے خوف خدا نہیں ہے بلکہ بسا اوقات لوگ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ جناب جب قبر میں جائیں گے اس وقت دیکھا جائے گا ساری دنیا اسی طرح کما رہی ہے۔ حالانکہ کامل مومن کے لئے یہ بات کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہے۔ سالکین کے حال بہت انوکھے ہوا کرتے تھے چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عیسی سے روایت ہے کہ امیر المومنین عمر فاروق کے چہرہ اقدس پر (خوف خدا کے سبب) بہت زیادہ رونے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں۔ (الزهد للامام احمد بن حنبل، زهد عمر بن خطاب، رقم: ۶۳۸، ص ۱۴۹)

اغراض:

او مدنية: یا یہ مکمل سورت مدنی ہے اور یہ تیسرا قول ہے۔

الله اعلم بمراده به: یہ حروف مقطعات کی تفسیر میں سے ایک قول ہے، جیسا کہ حم اور طس، اور ماقبل میں اس کے کئی معنی گزر چکے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یس کے معنی یا انسان، یا انیسین ہے، مراد یا انسان ہی تھا لیکن کثرت ندا کے باعث یس پر ہی اقتصار کیا گیا، ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ یہ سید عالم ﷺ کا نام نامی اسم گرامی ہے اور ایک قول کے مطابق یہ قرآن کا نام ہے۔

المحكم: بمعنی المتقن ہے، مراد یہاں بلاغت کے اعلیٰ طبقے کا بیان ہے کہ قرآن کی نظم اعلیٰ طبقات بلاغت میں سے ہے۔

متعلق بما قبله: علی کا عطف ماقبل جملے ﴿لمن المرسلين﴾ پر ہے، یعنی اصل میں عبارت یوں ہے: "انک لمن المرسلين انک علی صراط المستقيم"، اور ان کی خبر ثانی بنانا بھی درست ہے۔

ای طريق الانبياء: سید عالم ﷺ کی شریعت تمام سابقہ شرائع کی ناسخ ہے، پس مراد فروعی اعتبار ہے جب کہ اصول کے اعتبار سے تمام شرائع یکساں ہیں جس میں نسخ نام کی کوئی چیز کارفرماں نہیں ہوتی۔ **وغيره:** سے مراد ان، لام اور جملہ اسمیہ ہیں۔

فی زمن الفترة: سے مراد عرب کی نسبت ہے جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام و محمد عربی ﷺ میں تھی اور اس کے علاوہ نسبت جو حضرت عیسی علیہ السلام و محمد عربی ﷺ میں تھی۔

ای القوم: فهم میں موجود ضمیر کی تفسیر ہے، یہ بھی درست ہے کہ ضمیر دو فریقین یعنی "هم" اور "ابائهم" کی طرف راجع ہو۔

مجموعة: سے اس جانب اشارہ ملتا ہے کہ اللہ کا فرمان: ﴿الی الاذقان﴾ محذوف کے متعلق ہے، اگرچہ اس کا مقدر ہونا اٹھا لیا گیا ہو لیکن ظاہر یہی ہے، اور ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے سے بلند ہوتے ہیں، اور ہاتھوں کا ٹھوڑی کے ساتھ جمع کرنے میں ٹھوڑی کے نیچے کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔

وهذا التمثيل: یعنی استعارہ تمثیلیہ بیان ہوا ہے، اور اس میں نزول عذاب کی جانب اشارہ ہے اور یہ عذاب انہیں آخرت میں ملے گا جیسا کہ تم جانتے ہو۔

تمثيل: سے مراد استعارہ تمثیلیہ ہے، مراد ان کی وہ حالت ہے جس کی وجہ سے ان پر ایمان کا رستہ بند ہے گویا انہیں ہدایت سے روک دیا گیا ہو اور ان کا مطمع نظر اور مقصود انہیں ہدایت نہیں پہنچاتا۔

ينفع انذارک: آیت کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ سید عالم ﷺ کی رسالت عام نہیں ہے، بلکہ کسی مخصوص قوم کے لئے ہے مراد ﴿من اتبع الذكر وخشی الرحمن بالغيب﴾ ہیں اور اس سے سابق قول ﴿لتنذر قوما...... الخ﴾ کی مخالفت ہوتی ہے، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں وہ حصر مراد ہے جو قابل نفع ہوتا ہے نہ کہ کل حصر جو قابل نفع نہ ہی ہو۔

فی اللوح المحفوظ: مناسب یہ ہے کہ صحفِ ملائکہ کہا جائے، کیونکہ اس میں بندوں کی حیات کا علم ہے اور یہی صحف ملائکہ ہیں اور لوح میں مخلوق کے وجود سے پہلے ہی لکھ لیا گیا۔

ما استن بہ بعدھم: اپنے بعد جس خیر کو بطورِ نشانی چھوڑ آئے، جیسا کہ علم جسے سیکھے، کتاب جسے لکھے، باغ جس کی آبیاری ہو، وقف جیسے راہ خدا کے لئے روک رکھے، یا دیگر اسی قسم کے خیر کے معاملات۔ اور شر کے امور میں ناجائز ٹیکس کی وصولی، یا گمراہ کرنے والی باتیں وغیرہ۔ (الصاوی، ج۵، ص ۹۰ وغیرہ)

رکوع نمبر ۱۹

﴿واضرب﴾اِجعَلْ﴿لھم مثلا﴾مفعولٌ اَوَّلٌ﴿اصحب﴾مفعولٌ ثانٍ﴿القریۃ وقف لازم﴾اِنطاکیۃ﴿اذ جاء ھا﴾اِلی آخِرِہٖ بَدلُ اِشتِمالٍ مِن اَصحَابِ القَریَۃِ﴿المرسلون (۱۳)﴾اَی رُسُلُ عِیسی﴿اذ ارسلنا الیھم اثنین فکذبوھما﴾اِلی آخِرِہٖ بَدَلٌ مِن اِذْالاُولٰی اِلٰی آخِرِہٖ﴿فعززنا﴾بِالتَّخفِیفِ والتَّشدِیدِ قَوَّینَا الاِثْنَینِ﴿بثالث فقالوا انا الیکم مرسلون (۱۴) قالوا ما انتم الا بشر مثلنا لا وما انزل الرحمن من شیء ان انتم الا تکذبون (۱۵) قالوا ربنا یعلم﴾جارٍ مَجرٰی القَسَمِ وَزِیدَ التَّاکِیدُ بِہٖ وَبِاللَّامِ علٰی مَا قَبلَہٗ لِزِیَادَۃِ الاِنکَارِ فی﴿انا الیکم لمرسلون (۱۶) وما علینا الا البلغ المبین (۱۷)﴾التَّبلِیغُ البَیِّنُ الظَّاھِرُ بِالاَدِلَّۃِ الواضِحَۃِ وھی اِبراءُ الاَکمَہِ والاَبرَصِ والمَرِیضِ واِحیَاءُ المَیِّتِ﴿قالوا انا تطیرنا﴾تَشَاءَمنا﴿بکم﴾لِانقِطاعِ المَطرِعَنَّا بِسَبَبِکُم﴿لئن﴾لامُ قَسمٍ﴿لم تنتھوا لنرجمنکم﴾بالحِجارۃِ﴿ولیمسنکم منا عذاب الیم (۱۸)﴾مُولِمٌ﴿قالوا طائرکم﴾شُومُکم﴿معکم ائن﴾ھَمزَۃُ اِستِفھامٍ دَخَلَت علٰی اِنِ الشَّرطِیَّۃِ وفی ھَمزَتِھَا التَّحقِیقُ والتَّسھِیلُ واِدخَالُ اَلِفٍ بَینَھا بِوَجھَیھا وَبَینَ الاُخرٰی﴿ذکرتم ط﴾وُعِظتُم وَخُوِّفتُم وَجوابُ الشَّرطِ مَحذُوفٌ اَی تَطَیَّرتُم وَکَفَرتُم وھو مَحَلُّ الاِستِفھامِ والمُرادُ بِہٖ التَّوبِیخُ﴿بل انتم قوم مسرفون (۱۹)﴾مُتَجَاوِزُونَ الحَدَّ بِشِرکِکُم﴿وجاء من اقصا المدینۃ رجل﴾ھو حَبِیبُ النَّجَّارِ کَانَ قَد آمَنَ بِالرُّسلِ وَمَنزِلُہٗ بِاَقصَی البَلَدِ﴿یسعی﴾یَشتَدُّ عَدوًا لِمَا سَمِعَ بِتَکذِیبِ القَومِ الرُّسُلَ﴿قال یقوم اتبعوا مرسلین (۲۰)اتبعوا﴾تاکِیدٌ لِلاَوَّلِ﴿من لا یسئلکم اجرا﴾علٰی رِسالتِہٖ﴿وھم مھتدون (۲۱)﴾فقیلَ لھم انتَ علٰی دِینِھِم.

﴿ترجمہ﴾

اور ان سے مثال بیان کرو اس شہر (یعنی انطاکیہ......) والوں کی (اضرب بمعنی اجعل ہے، مثلا مفعول اول، اصحب القریۃ مفعول ثانی، اذجاء ہ...... الخ یہ اصحاب القریۃ سے بدل اشتمال ہے) جب ان کے پاس رسول آئے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے قاصد آئے) جب ہم نے ان کی طرف دو بھیجے پھر انہوں نے ان کو جھٹلایا (اذ ارسلنا...... الخ، یہ پہلے والے اذ سے بدل ہے) تو ہم نے زور دیا (عززنا فعل مخفف و مشدد دونوں طرح پڑھا گیا ہے یعنی ہم نے انہیں قوت دی) تیسرے سے...... اب ان سب نے کہا کہ بیشک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں، بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا تم نہیں ہو مگر

جھوٹے (ان بمعنی مـا نافیہ ہے) وہ بولے ہمارا رب جانتا ہے (یہ طرز کلام قائم مقام قسم کے ہے اور اس کے ذریعے اور ماقبل لام کے ذریعے کفار کے زیادتی انکار کے جواب میں تاکید کا اضافہ کیا گیا ہے) کہ بیشک ضرور ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمے نہیں مگر صاف پہنچا دینا (یعنی دلائل جیسے اندھے، کوڑھی اور بیمار کو صحتمند کر دینے کے ذریعے واضح اور ظاہر تبلیغ دین کر دینا) بولے ہم تو بد شگونی لیتے ہیں (تـطیرنا بمعنی تشاء منا ہے) تم سے (کہ تمہارے سبب سے ہم پر بارش آنا رک گئی ہے) بیشک اگر (لئن میں لام قسمیہ ہے) تم باز نہ آئے تو ضرور ہم تمہیں (پتھروں سے) سنگسار کریں گے اور بیشک ہمارے ہاتھوں تم پر دکھ کی مار پڑے گی (الیـم بمعنی مؤلم ہے) انہوں نے فرمایا: تمہاری نحوست (تمہارے کفر کی وجہ سے) تو تمہارے ساتھ ہے (طائر کم بمعنی شئو مکم ہے) کیا اگر (ہمزہ استفہامہ کو ان شرطیہ پر داخل کیا گیا ہے اور اس کے ہمزہ میں تحقیق تسہیل ادخال الف بھی ہے، تحقیق تسہیل دو وجوں کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کے درمیان ہے) تمہیں نصیحت کی گئی (یعنی تمہیں نصیحت کی گئی اور تمہیں ڈرایا گیا اس کا جواب شرط محذوف ہے، تـطیـر تم و کفو تم یہ محل استفہام ہے اور اس سے مراد ان لوگوں کو زجر و توبیخ کرنا ہے) بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک مرد دوڑتا آیا (یعنی حبیب نجار......۳۔۔۔۔۔۔علیہ الرحمۃ جو ان رسولوں پر ایمان لا چکے اور ان کے گھر شہر کے کنارے پر تھا، آپ نے جب قوم کے ان رسولوں کو جھٹلانے کا حال سنا تو انتہائی تیزی سے چلتے ہوئے ان کی طرف آئے اور) بولا: اے میری قوم بھیجے ہوؤں کی پیروی کرو ایسوں کی پیروی کرو (''اتبعوا'' ثانی ''اتبعوا'' اول کی تاکید ہے) جو تم سے (اسی رسالت پر) کچھ اجر نہیں مانگتے اور راہ پر ہیں (ان سے کہا گیا تم اپنے دین پر رہو)۔

﴿ترکیب﴾

﴿واضرب لهم مثلا اصحب القرية اذجاء ها المرسلونo اذ ارسلنا اليهم اثنين﴾.

و: عاطفہ، اضـرب: فعل امر بافاعل، لهـم: ظرف مستقر حال مقدم، مثلا: ذوالحال، ملکر مفعول ثانی، اصـحـب القـرية: مبدل منہ، اذ: مضاف، جـاء هـا الـمرسلون: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر مبدل منہ، اذ: مضاف، ارسلنا اليهم: فعل بافاعل وظرف لغو، اثنين: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر پھر بدل، ملکر مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فكذبوهما فعززنا بثالث فقالوا انا اليكم مرسلونo﴾.

ف: عاطفہ، کـذبـوهـمـا: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، عـززنـا: فعل بافاعل، بثـالـث: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، قالوا: قول، انا: حرف مشبہ واسم، اليكم مرسلون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا ما انتم الا بشر مثلنا وما انزل الرحمن من شيء ان انتم الا تكذبونo﴾.

قالوا: قول، مـا: نافیہ، انتم: مبتدا، الا: اداۃ حصر، بشـر مثـلنـا: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، مـا انزل الـرحـمـن: فعل نفی وفاعل، مـن: زائد، شـيء: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ اول، ان: نافیہ، انتم: مبتدا، الا: اداۃ حصر، تكذبون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا ربنا يعلم انا اليكم لمرسلونo وما علينا الا البلغ المبينo﴾.

قالوا: قول، ربنا: نداء، يعلم: فعل بافاعل، انا: حرف مشبہ واسم، اليكم: ظرف لغو مقدم، لام: تاکیدیہ، مرسلون: اسم مفعول بانائب الفاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، مـا: نافیہ، عـلـيـنـا: ظرف مستقر خبر مقدم، الا: اداۃ حصر، البلغ

المبین: مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا انا تطیرنا بکم لئن لم تنتهوا لنرجمنکم ولیمسنکم منا عذاب الیم۝﴾۔

قالوا: قول،انا:حرف مشبہ واسم ،تطیرنا بکم:فعل بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول،لام:قسمیہ،ان:شرطیہ،لم تنتهوا:فعل نفی بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ شرط ،لام: تاکید،نرجمنکم:جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،لام:تاکیدیہ،یمسنکم:فعل ومفعول،منا:ظرف لغو،عذاب الیم: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جواب قسم،قائم مقام جواب شرط،ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ مقولہ ثانی،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا طائرکم معکم ائن ذکرتم بل انتم قوم مسرفون۝﴾۔

قالوا: قول،طائرکم:مبتدا،معکم: ظرف متعلق بمحذوف خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول،همزہ،حرف استفهام،ان:شرطیہ،ذکرتم:جملہ فعلیہ جزا محذوف "تطیروا بالجزنا" کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ مقولہ ثانی،ملکر جملہ قولیہ،بل:عاطفہ،انتم:مبتدا،قوم مسرفون: خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وجاء من اقصا المدینة رجل یسعی قال یقوم اتبعوا المرسلین۝﴾۔

و: عاطفہ،جاء:فعل،من اقصا المدینة:ظرف لغو،رجل:موصوف،یسعی:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ صفت،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ،قال:قول،یقوم:نداء،اتبعوا:فعل امر بافاعل،المرسلین:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اتبعوا من لا یسئلکم اجرا وهم مهتدون﴾۔

اتبعوا: فعل امر بافاعل،من:موصولہ،لایسئلکم:فعل نفی وفاعل ومفعول،اجرا:مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر ذوالحال،و:حالیہ،هم:مبتدا،مهتدون: خبر،ملکر جملہ اسمیہ حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "اتبعوا المرسلین" سے بدل واقع ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

شہر انطاکیہ کے خدوخال:

ا.....انطاکیہ فتح،کسرہ اور نون کے سکون کے ساتھ اور کاف کی کسرہ اور یاء مفتوحہ کی تخفیف کے ساتھ ہے،مراد روم کا ایک شہر ہے۔ عظیم ترین چٹانوں اور پانچ پہاڑوں کے مابین یہ شہر ہے۔جو کہ رقبے کے لحاظ سے بارہ میل تک پھیلا ہوا ہے۔(الصاوی،ج۵،ص ۹۳)

ترکی کے جنوب مشرقی صوبے حطائے (Hatay) کا صدر مقام ہے جو بحیرۂ روم سے ۲۰ میل دور دریائے آسی کے کنارے واقع ہے ۲۰۰۰ء کی مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی ۱۴۴۱۹۰ ہے۔یہ شہر چار صدی قبل مسیح میں سکندر اعظم کے ایک جرنیل نے قائم کیا تھا۔ ۶۳۸ء میں بازنطینی شہنشاہ کے دور حکومت میں مسلمانوں نے اسے فتح کیا لیکن وہ اناطولیہ میں زیادہ آگے نہ جاسکے اور انطاکیہ کی حیثیت دو عظیم طاقتوں کے درمیان سرحدی علاقے کے ایک قصبے کی ہوگئی جو اگلے ۳۵۰ سالوں دونوں سلطنتوں کے ٹکراؤ کا نشانہ بنتا رہا۔ ۱۰۸۴ء میں سلجوقیوں سے اس شہر کو فتح کیا،لیکن یہ صرف ۱۴ سال ان کے قبضے میں رہا اور صلیبی جنگیں شروع ہو گئیں۔اگلی دو صدیوں تک یہ عیسائیوں کے قبضے میں رہا۔بالآخر ۱۲۶۸ء میں مملوک سلطان رکن الدین نے انطاکیہ کو فتح کر کے صلیبیوں کا خاتمہ کر دیا۔بعد ازاں یہ شہر سلطنت عثمانیہ کا حصہ بنا۔جنگ عظیم اول اور ترک جنگ آزادی کے بعد،ترک جمہوریہ قائم ہوئی،اس وقت یہ شہر فرانس کے زیر انتظام شام میں شامل ہوا۔ ۱۹۳۹ء کو یہ شہر ترکی میں شامل ہوئے۔انطاکیہ کا نام بدل

کر حطائے (Hatay) کر دیا گیا لیکن یہ آج بھی انطاکیہ کے نام سے مشہور ہے (مواد انٹرنیٹ سے لیا گیا ہے)۔

حضرت عیسی علیہ السلام کے حواری بھیجنے یا نہ بھیجنے کا بیان:

۲۔۔۔۔۔وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ انطاکیہ (شام کے مغربی علاقے کا ساحلی شہر) میں انطیخس بن انطیخس نامی بادشاہ بتوں کا پجاری تھا، اللہ نے اس کی جانب تین رسول بنام صادق، مصدوق اور سلوم بھیجے۔ پہلے پہل دو رسول (بمعنی قاصد) آئے، پھر تیسرے سلوم نامی آئے لیکن سب جھٹلائے گئے۔ اور کہا کہ ہم تمہیں بدفال سمجھتے ہیں اور اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں سنگسار کر دیں گے اور تمہیں دردناک عذاب پہنچے گا۔

(الطبری، الجزء۲۲، ص ۱۸٤)

امام بغوی کہتے ہیں کہ مؤرخین فرماتے ہیں کہ عیسی علیہ السلام نے اپنے دو حواری انطاکیہ شہر کی جانب بھیجے، جب وہ شہر کے قریب پہنچے تو ایک بوڑھے شخص سے ملے جو بکریاں چرا رہا تھا، اسکا نام حبیب تھا اور یہ حضرت عیسی علیہ السلام کا ساتھی تھا، جب ان دونوں حواریوں نے اس شخص پر سلام پیش کیا تو اس نے پوچھا تم دونوں کون ہو؟ حواری نے کہا اللہ کا رسول تمہیں بتوں کی عبادت چھوڑ کر رحمٰن کی عبادت کی طرف بلاتا ہے۔ بوڑھے نے پوچھا تمہارے پاس کوئی نشانی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں ہمارے پاس بڑی واضح نشانی ہے ہم اللہ کے اذن سے مریض کو شفایاب کرتے ہیں، مادرزاد اندھے کو بینا کرتے ہیں اور کوڑھی کے مریض کو درست کرتے ہیں۔ بوڑھے نے کہا میرا ایک بیٹا کئی سال سے مریض ہے۔ قاصدوں نے کہا ہمیں ساتھ لے چل ہم اس کی حالت دیکھتے ہیں۔ بوڑھا انہیں گھر لے آیا ،انہوں نے اس کے بیٹے پر ہاتھ پھیرا تو وہ اسی وقت اللہ کے اذن سے صحتیاب ہو گیا۔ یہ خبر پورے شہر میں پھیل گئی، اس کے علاوہ کئی مریضوں کو اللہ نے ان کے ہاتھوں سے شفا بخشی۔ اس شہر کا ایک بادشاہ تھا، وہب نے اس کا نام انطفس بیان کیا۔ وہ روم کے بادشاہوں سے تھا اور بت پرست تھا۔ جب اس کو یہ خبر ہوئی تو اس نے دونوں قاصدوں کو بلوایا اور پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم حضرت عیسی علیہ السلام کے قاصد ہیں۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم کیسے آئے ہو؟ بولے ہم تجھے دین کی دعوت دینے آئے ہیں کہ ان بتوں کی عبادت چھوڑ دو جو نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں، اور اس کی عبادت کرو جو سنتا دیکھتا ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کیا تمہارا ہمارے خدا کے علاوہ بھی کوئی خدا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں ہمارا خدا وہ ہے جس نے تجھے اور تیرے خداؤں کو پیدا کیا ہے، بادشاہ نے کہا تم دونوں چلے جاؤ، میں تمہارے معاملے میں غور و فکر کروں گا، پس لوگ ان قاصدوں کے درپے ہوئے اور انہیں پکڑ کر سر راہ مارا پیٹا۔

وہب لکھتے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے ان دو آدمیوں کو انطاکیہ بھیجا، وہ انطاکیہ پہنچے، لیکن بادشاہ تک نہ پہنچ سکے۔ وہ طویل مدت ٹھہرے رہے، ایک دن بادشاہ اپنے محل سے باہر نکلا تو انہوں نے تکبیر کہی اور اللہ کا ذکر کیا۔ بادشاہ کو ان پر غصہ آیا، اس نے دونوں کو قید کرنے کا حکم دیا، نیز ہر ایک کو سو سو کوڑے لگانے کا بھی فیصلہ سنایا۔ جب ان قاصدوں کو جھٹلایا گیا تو انہیں مارا پیٹا گیا تو حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنے حواریوں کے سردار شمعون الصفا کو ان کے پیچھے بھیجا تا کہ ان کی معاونت کریں۔ شمعون غیر معروف طریقے پر شہر میں داخل ہوا اور بادشاہ کے حاشیہ نشینوں سے تعلقات استوار کرنے شروع کر دیئے حتی کہ وہ اس سے مانوس ہو گئے۔ بادشاہ نے اسے اپنے پاس بلایا اور بڑے حسن سلوک کا مظاہرہ کیا اور عزت و احترام کیا۔ ایک دن شمعون نے بادشاہ سے کہا کہ اے بادشاہ! میں نے سنا ہے کہ آپ نے دو آدمیوں کو قید کر رکھا ہے اور جب انہوں نے تیرے دین کے علاوہ کسی دین کی تجھے دعوت دی تو تو نے انہیں مارا پیٹا، کیا تو نے ان کی کوئی بات سنی تھی؟ بادشاہ نے کہا مجھے انتہائی غصہ تھا اس لئے میں نے ان کی کوئی بات نہ سنی تھی۔ شمعون نے کہا کہ اگر بادشاہ سلامت پسند فرمائیں تو انہیں بلا بھیجیں تا کہ ہم ان کے حالات اور دین پر آگاہی حاصل کریں۔ بادشاہ نے ان دونوں کو بلایا تو شمعون

نے پوچھا تمہیں یہاں کس نے بھیجا ہے؟ بولے اللہ اس کا حکم فرماتا ہے، تمہارے پاس اپنے حق وصادق ہونے کی کیا دلیل ہے؟، بولے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ شمعون نے کہا: آپ اللہ کی صفات بیان کرو، انہوں نے کہا کہ وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، انہوں نے کہا تم جو چاہو ہم دکھا سکتے ہیں، بادشاہ نے ایک لڑکا بلایا جس کی دونوں آنکھیں بالکل ختم ہو چکی تھیں بلکہ آنکھوں کی جگہ بھی پیشانی کی مانند برابر تھی۔ وہ اللہ سے اس کی شفا کی دعا مانگتے رہے حتیٰ کہ آنکھ کی جگہ کھل گئی۔ ان دونوں نے مٹی کے دو ڈھیلے لے کر اس کی آنکھوں میں رکھ دیئے۔ پس وہ دونوں آنکھ کے ڈھیلے کی طرح ہو گئے اور وہ لڑکا دیکھنے لگا۔ بادشاہ کو اس پر بڑی حیرت ہوئی۔ شمعون نے بادشاہ سے کہا اگر تو اپنے خدا سے ایسی قدرت دکھانے کا سوال کرے اور وہ اس طرح اپنی کرشمہ سازی دکھادے تو تیرا اشرف بڑھ جائے گا۔ بادشاہ سے کہا جناب! ہم سے کچھ مخفی نہیں کہ ہمارا خدا جس کی ہم پرستش کرتے ہیں وہ نفع نقصان پر قادر نہیں ہے، نہ وہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے۔ شمعون کی یہ عادت تھی کہ بادشاہ جب بتوں کے پاس جاتا تو شمعون کثرت سے نماز پڑھتا اور خوب آہ وزاری کرتا حتی کہ لوگ سمجھتے کہ وہ ہمارے دین پر ہے۔ بادشاہ نے ان پیغام رسانوں کو کہا اگر تمہارا خدا مردہ زندہ کرنے پر قادر ہے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ انہوں نے کہا ہمارا خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ بادشاہ نے کہا یہاں ایک میت ہے جو سات دنوں سے دفن ہے، وہ ایک کسان کا بیٹا تھا، میں نے اسے دفن نہیں کیا کہ اس کا باپ غائب تھا وہ واپس آجائے۔ لوگ وہ میت اٹھا کر لائے تو اس کی بُو بدل چکی تھی۔ ان دونوں نے بلند آواز سے دعا مانگنی شروع کی اور شمعون آہستہ آہستہ اپنے پروردگار کو پکار رہا تھا۔ پس وہ میت کھڑا ہو گیا، اس نے کہا کہ میں شرک میں مرا تھا مجھے آگ کی سات وادیوں میں داخل کیا گیا، میں تمہیں اس بُرے عقیدے سے ڈراتا ہوں اس عقیدہ کے بُرے انجام سے جس پر تم قائم ہو۔ پس تم اللہ پر ایمان لاؤ۔ پھر اس نے کہا آسمان کے دروازے کھل گئے میں نے ایک جوان کو دیکھا جو بڑا خوش شکل تھا، وہ ان تینوں افراد کی سفارش کر رہا تھا۔ بادشاہ نے کہا وہ تین کون ہیں۔ اس نے کہا شمعون اور یہ وہ دو شخص۔ بادشاہ کو بہت تعجب ہوا جب شمعون نے دیکھا کہ اس کی بات بادشاہ پر بہت موثر ہو گئی ہے تو اس نے بادشاہ کو حقیقت حال سے با خبر کیا۔ پھر بادشاہ بھی ایمان لایا اور کچھ لوگ بھی ایمان لے آئے اور کچھ لوگ منکر ہی رہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ بادشاہ کی بیٹی فوت ہو گئی تھی ،اور دفن بھی ہو چکی تھی، شمعون نے بادشاہ کو کہا ان دو آدمیوں سے مطالبہ کر کے تیری بیٹی کو زندہ کریں، بادشاہ نے بیٹی کے زندہ کرنے کا مطالبہ کیا تو وہ دونوں کھڑے ہو گئے اور نماز پڑھنے لگے اور دعا کرنی شروع کر دی، شمعون بھی ان کے ساتھ آہستہ آہستہ دعا مانگ رہا تھا ،اللہ نے اس عورت کو زندہ کر دیا۔ قبر پھٹ گئی، اور وہ باہر نکل آئی۔ اس عورت نے کہا یہ دونوں سچے ہیں لیکن مجھے تو خیال نہیں آتا کہ تم ایمان لے آؤ گے۔ پھر اس لڑکی نے ان دو شخصوں سے کہا کہ مجھے اپنی جگہ واپس لوٹا دیں، انہوں نے اس کے سر پر مٹی ڈالی اور وہ اپنی قبر کی طرف لوٹ گئی جیسا کہ پہلے تھی۔

ابن اسحٰق نے کعب اور وہب سے روایت کیا ہے کہ بادشاہ نے انکار کیا تھا اور بادشاہ اس کی قوم نے ان قاصدوں کو قتل کرنے پر اتفاق کر لیا۔ حبیب نجار کو جب یہ خبر ہوئی جو شہر کے کنارے پر رہتا تھا، دوڑتا ہوا آیا اور انہیں نصیحت کی اور انہیں ان قاصدوں کی اطاعت کی طرف بلایا۔ اور اس کا بیان اللہ نے اگلی آیت میں فرمایا۔ (المظھری، ج٦،ص٨٥وغیرہ)

ابن کثیر نے متذکرہ بالا اقوال کے بارے میں کچھ تحفظات پیش کیے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(ا)......متذکرہ قصہ میں یہ بات ظاہر ہے کہ یہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول تھے (نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری)، جس پر دلیل اللہ کا فرمان: ﴿اذ ارسلنا الیھم اثنین فکذبوھما فعززنا بثالث فقالوا انا الیکم مرسلون﴾ (یس:١٤) ، ﴿ربنا یعلم انا الیکم

لمرسلون وما علینا الا البلاغ المبین(یس:۱۶ تا ۱۷)﴾۔اگر یہ بھیجے جانے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ہوتے تو ان کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جانب ہوتی، واللہ اعلم، ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ہوتے تو یہ نہ فرمایا جاتا ﴿ما انتم الا بشر مثلنا(یس:۱۵)﴾۔

(۲)......جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انطاکیہ کی جانب اپنے حواری بھیجے تھے تو وہ پہلے ہی مرحلے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے، انطاکیہ ان چار شہروں میں سے ہے جس کے باشندے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے، اسکندریہ، رومیہ اور پھر قسطنطنیہ، متعدد کتب معتبرہ میں یونہی ہے، جب یہ ثابت ہوگیا کہ انطاکیہ کے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے تو پھر انطاکیہ اس بستی کا مصداق نہیں ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے، کیونکہ اس بستی کے لوگوں نے تو رسولوں کی تکذیب کی تھی اور ایک زبردست چنگھاڑ نے انہیں ہلاک کردیا ہے۔

(۳)......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اللہ نے توریت کے نازل ہونے کے بعد کسی امت کو ہلاک نہیں کیا حتی کہ اس کے بعد اللہ نے مسلمانوں کو مشرکین سے قتال کرنے کا حکم دیا، اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿ولقد اتینا موسی الکتاب من بعد ما اهلکنا القرون الاولی اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا فرمائی بعد اس کے کہ اگلی سنگتیں ہلاک فرمادیں(القصص:۴۳)﴾۔معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں رسولوں کی تکذیب کرنے کی وجہ سے ہلاکت کا ذکر ہے اس سے انطاکیہ مراد نہیں ہے جیسا کہ بکثرت متقدمین نے اسکی تصریح کی ہے۔ اور اگر انطاکیہ ہی مراد ہے تو پھر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواری بھیجے تھے، بلکہ نزول توریت سے پہلے ہی اس نام کی کوئی دوسری بستی تھی جس کے باشندوں کو اس زمانہ میں ہلاک کردیا گیا تھا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس بستی میں اپنے حواریوں کو بھیجا تھا اس کے باشندے اسی وقت ایمان لے آئے تھے۔معلوم ہوا کہ متذکرہ مقام پر وہ بستی مراد نہیں جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواری بھیجے تھے۔ (ابن کثیر، ج۳، ص ۶۹۲ وغیرہ)

حبیب نجار کی سوانح وحالات:

س......علامہ قرطبی کہتے ہیں: مراد حبیب بن مری بڑھئی تھا، ایک قول یہ ہے کہ موچی تھا، ایک قول کے مطابق دھوبی تھا۔

مجاہد، ابن عباس اور مقاتل کے مطابق حبیب بن اسرائیل نجار مراد ہے اور یہ بتوں کا پجاری تھا، اور ایمان لے آیا تھا، دو نبی یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام و نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین چھ سو سالوں کا فاصلہ ہے، اور سید عالم پر بھی ایمان لایا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا تھا۔

لوگوں نے اس کی پیروی کی جیسا کہ ورقہ بن نوفل وغیرہ، اور اس کا گھر شہر کے آخری دروازے کے پاس تھا، ستر سال سے بتوں کی عبادت کررہا تھا اور لوگوں کو بھی اس کی دعوت دیتا تھا، تاکہ رحم کئے جائیں اور مصیبتیں دور ہوں لیکن ایسا نہ ہوتا تھا، جب اس نے دیکھا کہ رسل ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دیتا ہے تو پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی نشانی ہے؟ بولے: ہاں!، ہم تمہیں اپنے رب کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں جو تجھ سے مصیبت دور کرے گا، اس نے کہا یہ عجیب بات ہے کہ ستر معبود ہم سے مصیبت دور نہ کرسکے تو ایک معبود کیسے دور کرے گا، رسل نے کہا ایسا ہی ہونا ہے، ہمارا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے، وہ کسی کو کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا اور نہ ہی نقصان دیتا ہے۔

پس ایمان لایا اور اپنے رب کو پکارا تو مصیبت دور ہوگئی، جس کی اسے امید ہی نہ تھی، پس اس نے کسب حلال اختیار کیا اور نصف کمائی راہ خدا میں صدقہ کردیتا اور نصف کمائی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا۔ جب اس نے دیکھا کہ قوم رسولوں کے قتل کی درپے ہوئی ہے تو اس نے لوگوں کو منع کیا اور تابعداری کا حکم دیا۔

(القرطبی، الجزء:۲۲، ص۲۰)

حبیب نجار بڑھئی تھا، وہب کہتے ہیں کہ ریشم کا کام کرتا تھا اور بیمار تھا، اسے جذام کا مرض بھی تھا۔ اس کا گھر شہر کے دروازوں میں سے آخری دروازے کے پاس تھا، مومن اور صدقہ دینے والا شخص تھا، دن کو مزدوری کرتا اور شام کو اپنی کمائی کے دو حصے کر کے ایک حصہ راہ خدا میں صدقہ کرتا اور ایک اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا۔ جب اسے اس بات کا علم ہوا کہ اس کی قوم رسولوں کو قتل کرنے کے درپے ہو رہی ہے تو دوڑتا ہوا آیا اور رسول کی اتباع کا حکم دیا۔ (الطبری، الجزء:۲۲، ص ۱۸۷، المظھری، ج۶، ص ۸۰، الخازن، ج٤، ص ٦)

اغراض:

ای رسل عیسی: یہی مشہور ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ بھیجے جانے والی حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے کے بغیر اللہ کی جانب سے متعین تھے اور یہ رسل اس بستی (انطاکیہ) کے لوگوں کے پاس بھیجے گئے تھے۔

جار مجری القسم: جس طرح قسم کا جواب ہوتا ہے اسی طرح اس طرز کلام سے تاکید پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

لانقطاع المطر عنا بسببکم: کہا گیا ہے کہ ان سے تین سال بارش روک لی گئی تو انہوں نے کہا کہ یہ معاذ اللہ آپ کی نحوست ہے۔ **بکفرکم:** میں باء سببیہ ہے، یعنی تمہارے کفر وعناد کی وجہ سے تمہیں یہ نحوست حاصل ہوئی ہے۔

وجواب الشرط محذوف: قاعدہ کے مطابق، اور قاعدہ یہ ہے کہ جب استفہام اور شرط جمع ہو جائیں تو جوابِ استفہام لایا جاتا ہے اور جوابِ شرط حذف کیا جاتا ہے اور یہ مذہب سیبویہ کا ہے جب کہ یونس کے نزدیک برعکس معاملہ کیا جاتا ہے۔

وھو محل الاستفھام: یعنی تمہارے لئے شگون لینا اور کفر اختیار کرنا جائز نہیں ہے بلکہ تم ایمان لاؤ اور فرمانبرداری کرو۔

متجاوزون الحد بشرککم: یعنی معجزات ظہور پزیر ہونے کے بعد، اور اس خطاب کے بعد بھی جو کفر پر قائم رہے تو انہیں حبیب نجار نے رجم کیا اور اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ **ھو حبیب النجار:** کا بیان حاشیہ نمبر۴ میں دیکھ لیں۔

کان قد آمن بالرسل: یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا اور اس کے ایمان لانے کا سبب اس کے بیٹے کے مرض سے شفا پالینا ہوئی، ایک قول کے مطابق اس کا بیٹا جزامی تھا اور حبیب نجار ستر معبودوں کی عبادت کر کے بھی اُسے اس بیماری سے نجات نہیں دلا سکا اور جب رسول نے اُسے ایک خدا کی عبادت کا حکم دیا تو اس نے نشانی طلب کی تو رسول نے کہا کہ ہم جس خدا کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں وہ مصیبتیں دور کرتا ہے پس جب ایسا ہی معاملہ اس کے ساتھ ہوا تو وہ ایمان لے آیا۔

تاکید للاول: یعنی لفظی تاکید، یہاں دوسرا "اتبعوا" پہلے کی تاکید کر رہا ہے یعنی فعل کے ذریعے فعل کی تاکید کی جارہی ہے۔

یشتد عدوا: یعنی اللہ کی مشیت میں کوشش کرتے ہوئے، قوم کی نصیحت پر حریص ہوتے ہوئے اور رسل کرام سے ضرر کو دور کرنے کی غرض سے۔

(الصاوی، ج۵، ص ۹۳ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

رکوع نمبر: ا

﴿ومالی لا اعبد الذی فطرنی﴾خلقنی اَی لَا مَانِعَ لِی مِنْ عِبَادَتِہٖ الْمَوجودُ مُقْتَضِیھَا وَاَنتم کَذٰلک﴿والیہ ترجعون (۲۲)﴾بَعدَ المَوتِ فَیُجازِیکُم کُفرِکُم﴿ء اتخذ﴾فی الھمزتین مِنہُ مَا تَقَدَّمَ فِی ءَاَنْذَرتَھم وَھُوَ اِسْتِفْہَامٌ بِمَعنَی النَّفیِ﴿من دونہ﴾اَی غَیرِہٖ﴿الھۃ﴾اَصْنَاما﴿ان یردن الرحمن بضر لا تغن عنی شفاعتھم﴾الَّتِی زَعَمْتُمُوھَا﴿شیئا ولا ینقذون (۲۳)﴾صِفَۃُ الِھَۃٍ﴿انی اذا﴾اِنْ عَبَدْتُ غَیرَاللّٰہِ﴿لفی ضلل مبین (۲۴)﴾بَیِّنٍ﴿انی امنت بربکم فاسمعون (۲۵)﴾اَی اِسْمَعُوا قَولِی فَرَجَمُوْہُ فَمَاتَ﴿قیل﴾لَہٗ عِندَ مَوتِہٖ﴿ادخل الجنۃ﴾وَقِیلَ دَخَلَھَا حَیًّا﴿قال﴾یَا حَرفُ تَنْبِیہٍ﴿یلیت قومی یعلمون (۲۶) بما غفرلی﴾بِغُفْرَانِہٖ﴿ربی وجعلنی من المکرمین (۲۷) وما﴾نَافِیَۃٌ﴿انزلنا علی قومہ﴾اَی حَبِیبٍ﴿من م بعدہ﴾بَعدَ مَوتِہٖ﴿من جند من السماء﴾اَی مَلَائِکَۃٍ لِاِھْلَاکِھِم﴿وما کنا منزلین (۲۸)﴾مَلَائِکَۃً لِاِھْلَاکِ اَحَدٍ﴿ان﴾مَا﴿کانت﴾عُقُوبَتُھُم﴿الا صیحۃ واحدۃ﴾صَاحَ بِھِم جِبْرَائِیلُ﴿فاذاھم خامدون (۲۹)﴾سَاکِتُونَ مَیِّتُونَ﴿یحسرۃ علی العباد﴾ھٰؤلاءِ وَنَحوُھِم مِمَّنْ کَذَّبُوا الرُّسُلَ فَاُھْلِکُوا وَھِیَ شِدَّۃُ التَّاَلُّمِ وَنِدَائُھَا مَجَازٌ اَی ھٰذَا اَوَانُکِ فَاحْضُرِی﴿ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزء ون (۳۰)﴾مَسُوقٌ لِبَیَانِ سَبَبِھَا لِاِشتِمَالِہٖ عَلٰی اِسْتِھزَائِھِمُ المُؤَدِّی اِلٰی اِھْلَاکِھِم المُسَبَّبُ عَنہُ الحَسْرَۃُ﴿الم یروا﴾اَی اَھلُ مَکَّۃَ القَائِلُونَ لِلنَّبِیِّ لَسْتَ مُرسَلا وَالْاِسْتِفْھَامُ لِلتَّقْرِیرِ اَی عَلِمُوا ﴿کم﴾خَبَرِیَّۃٌ بِمَعنٰی کَثِیرٍ مَعْمُولَۃٌ لِمَا بَعدَھَا مُعَلِّقَۃٌ لِمَا قَبلَھَا عَنِ العَمَلِ وَالمَعنٰی اِنَّا﴿اھلکنا قبلھم﴾ کَثِیرًا﴿من القرون﴾الْاُمَمِ﴿انھم﴾اَیِ المُھْلَکِینَ﴿الیھم﴾اَیِ المُکَیِّینَ﴿لا یرجعون (۳۱)﴾اَفَلا یَعتَبِرُونَ وَاَنَّھُم اِلٰی آخِرِہٖ بَدَلٌ مِمَّا قَبلَہٗ بِرِعَایَۃِ المَعنَی المَذْکُورِ﴿وان﴾نَافِیَۃٌ اَو مُخَفَّفَۃٌ﴿کل﴾اَی کُلُّ الخَلَائِقِ مُبْتَدَاءٌ﴿لما﴾بِالتَّشْدِیدِ بِمَعنٰی اِلا وَبِالتَّخْفِیفِ فَاللَّامُ فَارِقَۃٌ وَمَا مَزِیدَۃٌ﴿جمیع﴾خَبَرُ المُبْتَدَاءِ اَی مَجْمُوعُونَ﴿لدینا﴾عِندَنَا فِی المَوقِفِ بَعدَ بَعثِھِم﴿محضرون (۳۲)﴾لِلْحِسَابِ خَبَرٌ ثَانٍ.

﴿ترجمہ﴾

اور مجھے کیا ہوا کہ اس کی بندگی نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا (فطرنی بمعنی خلقنی ہے، یعنی مجھے اس ذات کی عبادت کرنے سے کوئی مانع نہیں جس کی عبادت کئے جانے کا مقتضی بھی موجود ہے اور خود تم لوگوں کا بھی یہی حال ہے) اور اسی کی طرف تمہیں پلٹنا ہے (مرنے کے بعد)...... پھر وہ تمہیں دیگر لوگوں کی طرح تمہارے کئے کا بدلہ دیگا، اء تخذ یہاں بھی ان دو ہمزوں کے بارے میں وہی بحث ہے جو ء انذرتھم کے بارے میں تھی، یہاں استفہام بمعنی نفی ہے) کیا اللہ کے سوا اور خدا (یعنی بتوں کو خدا) ٹھہرالوں (دون بمعنی غیر ہے) کہ اگر رحمٰن میرا کچھ برا چاہے تو ان کی سفارش میرے کچھ کام نہ آئے (جنہیں تم لوگ کچھ سمجھتے ہو) اور نہ وہ مجھے بچا سکیں ("ینقذون" آلھۃ کی صفت ہے) بیشک جب تو میں (اگر میں غیر اللہ عزوجل کی عبادت کروں تو) کھلی گمراہی میں ہوں (مبین بمعنی بین ہے) میں تمہارے رب پر ایمان لایا تو میری سنو (یعنی میری بات سنو، لوگوں نے حضرت حبیب کو رجم کر دیا، آپ کا انتقال

ہو گیا......۲ ......اس سے اس کی موت کے وقت) فرمایا گیا جنت میں داخل ہو (اور یہ بھی قول ہے کہ آپ بحالت پا کی جنت میں داخل ہو گئے) کہا کسی طرح میری قوم جانتی (یــالیـت میں یا تنبیہ کے لیے ہے) میرے رب کی میری مغفرت کر دینے کو اور مجھے عزت والوں میں بنا دینے کو (لـمـا غـفـر لـي...... الخ، یہ بتاویل مصدر غـفـر الله کے معنی میں ہے) اور ہم نے اس کے بعد (یعنی حضرت حبیب کی شہادت کے بعد) اس کی (یعنی حضرت حبیب کی) قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہ بھیجا (فرشتوں کا ان کو ہلاک کرنے کے لیے) اور نہ ہمیں لشکر اتارنا تھا (فرشتوں کا کسی کو ہلاک کرنے کے لیے......۳......) وہ (یعنی ان کی سزا) تو نہ تھی (ان بمعنی مـا نافیہ ہے) مگر ایک چیخ (جو حضرت جبریل علیہ السلام نے لگائی تھی) جبھی وہ بجھ کر رہ گئے (ساکت اور مردہ) ہائے افسوس (ان) بندوں پر (اور ان کی مثل دیگر بندوں پر جنہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو اس کی پاداش میں ہلاک ہوئے، حسـرة کا لفظ شدید ملامت کے موقع پر استعمال ہوتا ہے اور حسـرة کو بطور منادی ذکر کرنا مجازا ہے، معنی یہ ہے اے حسرت یہ تیرے آنے کا وقت ہے تو حاضر ہو جا......۴......) جب ان کے پاس کوئی رسول آتا تو اس سے ٹھٹھا ہی کرتے ہیں (ان پر حسرت کا سبب بیان کیا جا رہا ہے یہ سبب اس کے استہزاء پر مشتمل ہے جو انہیں اپنی ہلاکت تک لیجانے والا ہے جس کا سبب حســرة ہے) کیا انہوں نے (یعنی اہل مکہ نے) نہ دیکھا (جو نبی پاک ﷺ سے کہتے ہیں "لســت مــرسـلا آپ ﷺ رسول نہیں ہے" یہاں استفہام تقریر کلام کے لیے ہے معنی یہ ہے کہ تم لوگ اس بات کو جان لو کہ) ہم نے ان سے کتنی امتیں ہلاک فرمائیں (کم خبریہ ہے بمعنی کثیرا، یہ اپنے مابعد کا معمول ہے اور اپنے ماقبل عامل کے عمل سے متعلق ہے معنی عبارت یہ ہے "انـا اهـكـلـنـا قبلهم كثيرا من القرون") کہ وہ (جو ہلاک کر دیئے گئے) ان کی (یعنی جھٹلانے والوں کی) طرف پلٹنے والے نہیں (تو کیا تم ان سے عبرت نہیں پکڑتے، انهم...... الخ معنی مذکورہ کی رعایت کرنے کے سبب اپنے ما قبل سے بدل ہے) اور نہیں (وان میں ان نافیہ ہے، یا مخففہ) ہے سب کی سب (مخلوقات، کل یہ مبتدا بن رہا ہے) مگر (لـمـا مشدد ہونے کی صورت میں بمعنی الا ہے اور مخفف ہونے کی صورت میں لام فارقہ اور مـا زائدہ ہوگا) تمام ہی کو (جـمـيـع مبتدا کی خبر بن رہا ہے یہ بمعنی مجموعون ہے) ہمارے حضور (بعثت کے بعد میدان حشر میں، لدینا بمعنی عندنا ہے) حاضر کیا جائیگا (حساب کتاب کے لیے محضرون مبتدا کی خبر ثانی ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ومالي لااعبد الذى فطرني واليه ترجعونo﴾.

و: عاطفہ، مـا: استفہام مبتدا، لام: جار، ی: ضمیر ذوالحال، لااعبد: فعل نفی با فاعل، الـذى: موصول، فـطـرنـي: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اليه ترجعون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ء اتخذ من دونه الهة ان يردن الرحمن بضر لا تغن عني شفاعتهم شيئا ولا ينقذونo﴾.

هـمـزه: حرف استفہام، اتـخـذ: فعل با فاعل، مـن دونـه: ظرف مستقر حال مقدم، الهة: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ان: شرطیہ، يـرد: فعل، ن: وقایہ "ی" ضمیر متکلم محذوف مفعول، الـرحـمـن: فاعل، بـضـر: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، لاتـغـن عنى: فعل نفی و ظرف لغو، شـفـاعـتهم: فاعل، شيئا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لايـنـقـذون: فعل نفی با فاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿اني اذا لفي ضلل مبينo اني امنت بربكم فاسمعونo﴾.

انی: حرف مشبہ واسم، اذا: حرف جزا و جواب، لام: تاکیدیہ، فی ضلل مبین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انی: حرف مشبہ

واسم، امنت بربکم: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، اسمعوا: فعل امر بافاعل، ن: وقایہ "ی" ضمیر متکلم محذوف مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قیل ادخل الجنة قال یلیت قومی یعلمونo بما غفرلی ربی و جعلنی من المکرمینo﴾۔
قیل: فعل مجہول "لہ عند قتلہ" متعلق محذوف، ملکر قول، ادخل الجنة: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، قال: قول، یا: للتنبیہ، لیت: حرف مشبہ، قومی: اسم، یعلمون: فعل بافاعل، ب: جار، ما: موصولہ، غفرلی ربی: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، جعلنی من المکرمین: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وما انزلنا علی قومہ من بعدہ من جند من السماء وما کنا منزلینo﴾۔
و: مستانفہ، ما انزلنا: فعل نفی بافاعل، علی قومہ: ظرف لغو، من بعدہ: ظرف لغو ثانی، من: زائد، جند: موصوف، من السماء: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، کنا: فعل ناقص بااسم، منزلین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان کانت الاصیحة واحدة فاذاھم خامدونo﴾۔
ان: نافیہ، کانت: فعل ناقص بااسم، الا: اداۃ حصر، صیحة واحدة: خبر، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، ھم: مبتدا، خامدون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یحسرة علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزء ونo﴾۔
یا: حرف نداء قائم مقام "ادعوا" فعل اس میں انا ضمیر فاعل، حسرة: موصوف، علی العباد: ظرف مستقر صفت، ملکر منادی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ندائیہ، ما یاتیھم: فعل نفی، وھم: ضمیر ذوالحال، الا: اداۃ حصر، کانوا: فعل ناقص بااسم، بہ یستھزء ون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، من: زائد، رسول: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿الم یرواکم اھلکنا قبلھم من القرون انھم الیھم لا یرجعونo﴾۔
ھمزہ: حرف استفہام، لم یروا: فعل نفی بافاعل، کم: خبریہ ذوالحال، من القرون: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول مقدم، اھلکنا: فعل بافاعل، قبلھم: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انھم: حرف مشبہ واسم، الیھم لا یرجعون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان کل لما جمیع لدینا محضرونo﴾۔
و: عاطفہ، ان: نافیہ، کل: مبتدا، لما: بمعنی الا، جمیع: صفت مشبہ بافاعل، لدینا: ظرف، ملکر شبہ جملہ خبر اول، محضرون: خبر ثانی، ملک جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اپنے لئے فطرنی اور دوسروں کے لئے الیہ ترجعون کہنا:

۱......حبیب نجار نے اپنی قوم کو دعوت حق دینے کا جو طریقہ اختیار کیا وہ بھی نہایت عجیب وغریب وعمدہ ہے۔ چنانچہ امام رازی فرماتے ہیں کہ حبیب نجار کے کلام میں کئی لطائف ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱)......حبیب نجار نے ﴿مالی﴾ فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ میری جانب سے ممانعت نہیں بلکہ حکم احکم الحاکمین کا ہے جو کہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفاء نہیں۔

(۲)......اگر حبیب نجار یوں کہتے کہ تمہیں کیا ہوا کہ اس کی عبادت نہیں کرتے جس نے تمہیں پیدا کیا، تا کہ ان کی قوم فکری اغلاط واعتقادی خطاء وغیرہ پر برقرار نہ ہوجائے، کیونکہ جب کوئی کسی کو گمراہ یا خطا کار کہتا ہے تو عموماً مد مقابل مخالف ہوجاتا ہے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ بات اپنی جانب کرلی کہ مجھے کیا ہوا کہ میں اس مالک کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا۔

(۳)......حبیب نجار نے لوگوں سے کہا کہ میں اس کی عبادت کیوں نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے، معلوم ہوا کہ بندگی کرنے کی علت اللہ کو معبود ماننا ہے۔ اور جو کہا کہ مجھے کیا ہوا کہ میں اللہ کی عبادت نہ کروں اس کا معنی یہ ہے کہ مجھے کوئی مانع اور رکاوٹ نہیں ہے، اور کوئی بھی فعل اس وقت وجود پذیر ہوتا ہے جب اس کے وجود میں آنے کی کوئی رکاوٹ نہ ہو اور اس کے لانے کی علت موجود ہو، اور یہاں علت یہ ہے کہ اللہ مالک ہے اور بندے اس کے مملوک ہیں اور مملوک پر مالک کی تکریم و تعظیم واجب ہے، اللہ نے بندوں کے وجود اور ان کی بقاء کے لئے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے انواع و اقسام کی نعمتیں عطا کی ہیں اور منعم کا اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا واجب ہے۔

(۴)......انسان اپنی ذات کا مختار سب سے پہلے ہوا کرتا ہے لہذا آپ نے اپنی ذات پر پہلے لازم قرار دیا تا کہ دوسرے بھی دیکھ کر سبق حاصل کریں۔ بعض لوگ خوف و امید کی ملی جلی کیفیت میں ہوتے ہیں جس کا بیان ﴿ادعوہ خوفا وطمعا اور اس سے دعا کرو ڈرتے اور طمع کرتے(الاعراف:۵۶)﴾ میں ہے، لوگوں کو ﴿الیہ ترجعون﴾ کے خطاب سے مخاطب ہونے کا مطلب یہی ہے کہ مالک و مولا اچھے اعمال پر جزاء اور بُرے اعمال پر سزا دے گا، بندوں کی تین اقسام ہوتی ہیں، اول قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو فقط اس لئے اپنے مالک کی عبادت کرتے ہیں کہ اللہ مالک ہے اور یہ مملوک اور مملوک پر اپنے مالک کی عبادت کرنا واجب ہے۔ دوسری قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو اللہ کی نعمتوں کے شکر بجالانے کی نیت سے اس کی عبادت کرتے ہیں۔ تیسری قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو سزا کے خوف سے عبادت کرتے ہیں، اس لئے تینوں پیرایوں کو واضح کرنے کے لئے حبیب نجار نے قوم کے لئے ﴿الیہ ترجعون﴾ فرمایا۔

(الرازی، ج۹، ص۲۶۳ وغیرہ ملخصاً و ملتقطاً)

حبیب نجار کا قتل اور دخول جنت کا بیان:

۲......قوم نے انہیں پکڑ کر قتل کر ڈالا، ابن مسعود کہتے ہیں: "انہیں ٹانگوں سے پکڑ کر مار مار کر قتل کر دیا کہ ان کی آنتیں پیچھے کے راستے باہر نکل پڑیں"۔ انہیں کنویں میں ڈال دیا جسے اصحاب الرس کا کنواں کہا جاتا ہے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ تینوں رسل قتل کئے گئے۔ سدی کہتے ہیں کہ قوم نے انہیں پتھر مار مار کر رجم کر دیا، اور یہ قوم کے لئے ھدایت کی دعا ہی کرتے رہے، کلبی کہتے ہیں کہ قوم نے گڑھا کھود کر انہیں زندہ درگور کر دیا، حسن کے قول کے مطابق انہیں جلا دیا گیا اور شہر پناہ انطاکیہ میں دفن کر دیا، ایک قول حسن سے یہ بھی ہے کہ جب قوم نے ان کے قتل کا ارادہ فرمایا تو اللہ نے انہیں آسمان پر اٹھا لیا، پس وہ جنت میں ہیں جس میں فنا نہیں ہے مگر جب کہ اللہ آسمان فنا کر دے اور جنت بھی پھر جب اللہ دوبارہ جنت کا اعادہ فرمائے تو داخل فرمادے۔ ایک قول یہ ہے کہ لوگوں نے انہیں مار ا مگر ان کی روح اس وقت نکلی جب کہ انہیں جنت کا (مژدہ) مل چکا تھا۔ (القرطبی، الجزء:۲۳، ص۲۱)

نزول ہلاکت کے لئے فرشتوں کا اتارنا:

۳......کہا جاتا ہے کہ جب حبیب کا انتقال ہوچکا تو اللہ نے اس پر غضب فرمایا اور جبرائیل علیہ السلام کو حکم ارشاد فرمایا کہ ان میں ایک چیخ بلند کی جائے اور وہ سب مرجائیں اور ایسا ہی ہوا۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اس قتل ناحق کے بعد اس قوم میں کوئی رسول، نبی نہیں آیا اور یہ قتادہ، مجاہد اور حسن کا قول ہے۔ حسن کا قول یہ بھی ہے کہ فرشتوں کا گروہ حضرات انبیائے کرام پر وحی لے کر نازل

ہوتا ہے ، ایک قول یہ ہے کہ مراد ایک چیخ کے ذریعے ہلاک کیا جانا ہے، اور یہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ اللہ کے فرمان: ﴿وما کنا منزلین﴾ میں قوم کی ہلاکت کے حکم کو ہلکا دکھانا مقصود ہے کہ فقط ایک چنگھاڑ سے یہ سب ہلاک ہو جائیں گے، اور ایسا ان کے آسمان پر اٹھا لینے کے بعد ہوگا۔ اللہ کے فرمان ﴿وما کنا منزلین﴾ کے تحت علامہ زمخشری کہتے ہیں کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اللہ عزوجل نے بدر و خندق والے دن فرشتوں کا لشکر کیوں اتارا، ﴿فارسلنا علیھم ریحا و جنودا لم تروھا﴾ تو ہم نے اُن پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تمہیں نظر نہ آئیں (الاحزاب: ۹)﴾، ﴿بثلثة آلاف من الملئکة منزلین بخمسة آلاف من الملائکة مسومین تین ہزار فرشتے اتار کر، پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا (ال عمران: ۱۲۴، ۱۲۵)﴾۔

میں (علامہ زمخشری) کو یہ جواب دونگا کہ ایک ہی فرشتہ مدائن کی قوم لوط کو ہلاک کرنے کے لئے کافی ہوا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پَروں سے بستی الٹ دی، قوم ثمود و قوم صالح کو چنگھاڑ کے ذریعے ہلاک فرمایا، لیکن اللہ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر چیز میں فضل فرمایا، انہیں تمام رسولوں میں مکرم فرمایا، اور وہ انعام و اکرام خاص طور پر فرمائے جو کسی پر نہ ہوئے، اور ان کے لئے آسمانی لشکر کے نزول کی دلیل اللہ کے فرامین ﴿وما انزلنا﴾، ﴿وما کنا منزلین﴾ میں یوں ہے کہ اللہ عزوجل نے ان کے ساتھ لشکر کا معاملہ یوں نہیں فرمایا جو اے محبوب آپ کے ساتھ ہوا ہے اور آپ کے سوا ایسا کسی کے ساتھ نہیں ہونے والا، جیسا کہ فرمان صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ﴿ان کانت الا صیحة واحدة﴾۔

(القرطبی، الجزء: ۲۳، ص ۲۳)

حسرت کے معنی اور اسکے اسباب:

۔۔۔۔۔۔اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿یحسرة علی العباد﴾ جب کسی چیز کے فوت ہونے یا اس کے جاتے رہنے سے غم و افسوس ہو اسے حسرت کہتے ہیں، یونہی کسی غلط کام کرنے پر جو ندامت ہوتی ہے اسے بھی حسرت کہتے ہیں، حسرت کا معنی منکشف ہونا یا تھکنا بھی ہے، گویا اس پر منکشف ہوگیا کہ کس جہالت نے اس کو اس غلطی پر ابھارا تھا، یا کسی غلطی پر غم و افسوس کی وجہ سے اس کے اعضاء مضمحل ہوگئے، اور اس کا جسم نڈھال ہوگیا، یا یوں کہ اس کا تدارک کرنے سے وہ عاجز ہوگیا۔ (المفردات، ص ۱۲۵)

☆...... ابن ابی حاتم نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ (قیامت کے دن) کافروں کو حسرت ہوگی کہ انہوں نے رسولوں کا مذاق اڑایا۔

☆...... قتادہ کہتے ہیں ان پر افسوس ہے جنہوں نے اللہ کے حکم کو ضائع کر دیا اور نافرمانی سے خوش ہوئے۔

☆...... ابن عباس کہتے ہیں کہ قیامت کے دن ان لوگوں کو افسوس اور ندامت ہوگی جنہوں نے رسول کا مذاق اڑایا۔

☆...... ابی بن کعب کہتے ہیں کہ ان لوگوں پر افسوس ہے جن کے پاس رسول آئے اور انہوں نے رسولوں کا مذاق اڑایا۔

(الدر المنثور، ج ۵، ص ۴۹۳)

اغراض:

الموجود مقتضیھا: یعنی اللہ ہی نے اُسے پیدا کیا تخلیق فرمایا تو عبادت بھی اُسی کی ہونی چاہیے۔ **ان عبدت غیر اللہ**: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿اذًا﴾ میں تنوین عوض ہے۔ **ای اسمعوا قولی**: یعنی لوگوں نے حبیب نجار کو ﴿اتبعوا المرسلین﴾ کے قول کی وجہ سے قتل کر دیا۔

فرجموہ فمات: یعنی قوم نے انہیں (حبیب نجار) کو اس کلام: "اللھم اھد قومی یعنی اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے" کی وجہ سے قتل کر دیا، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ قوم نے قتل کرنے کے بعد انہیں جلا دیا اور انہیں شہر میں کسی جگہ پر ڈال دیا اور ان کی قبر انطاکیہ میں ہے، ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ انہیں درمیان سے چیر ڈالا گیا، پس اللہ کی قسم ان کی روح نکل کر جنت ہی میں ہے، اور ایک قول

یہ بھی کیا گیا ہے کہ انہیں تین رسل کے ساتھ قتل کیا گیا اوران سب کو ایک کنویں میں ڈال دیا گیا۔

لہ عند موته: اللہ نے ان کی موت کے وقت انہیں بشارت دی اور یہ تین اقوال میں سے ایک قول ہے اور مفسر نے دو اقوال پر اختصار کیا ہے، جب کہ تیسرا قول یہ ہے کہ یہ قول بشارت دینے کے ذریعے کنایۃ مراد لیا گیا ہے مراد دخول جنت ہے۔

وقیل دخلها حیا: یعنی جب قوم نے حبیب کے قتل کا پکا ارادہ کر لیا، تو اللہ نے انہیں زندہ اٹھالیا اور انعام واکرام کے ساتھ جنت میں داخل فرمادیا، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا کہ انہیں زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا۔

بغفرانه: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ کے کلام ﴿بما﴾ میں موجود ما مصدر یہ ہے، یہ بھی درست ہے کہ ما موصولہ ہو اور ضمیر عائد محذوف ہو، اور اس صورت میں جملہ یوں بنے گا: "بالذی غفره لی"۔ یہ بھی درست ہے کہ ما استفہامیہ ہو اس صورت میں جملہ یوں بنے گا: "بای شیء غفرلی"، یعنی میری مغفرت کے لئے امر عظیم درکار ہے اور وہ میرا توحید قبول کرنا اور حق کی جانب مائل ہونا ہے۔ لاهلاک احد: یعنی سابقہ امم کا ہلاک ہونا مراد ہے۔

میتون: انہیں آگ میں بے حس وحرکت پڑے ہونے سے تشبیہ دی گئی، ہر قسم کا نفع ان سے منقطع ہو چکا۔

لبیان سببها: یعنی بواسطہ سبب بیان کرنا مقصود ہے، پس استہزاء کرنا ان کی ہلاکت کا سبب بنا اور ان کی ہلاکت کا سبب حسرت ہے۔

بدل مما قبله: یعنی بدل اشتمال مراد ہے، اس لئے کہ ان کی ہلاکت ان کے عدم رجوع کو لازم و مشتمل ہے، یا بدل کل مراد ہے یعنی ان کی ہلاکت ان کے رجوع نہ کرنے کی وجہ سے ہوئی۔

برعایة المعنی المذکور: معنی مذکور کی رعایت سے مراد یہاں انا ﴿ اهلکنا ﴾ ہے، معنی یہ ہے کہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ ان سے پہلے بھی کئی قومیں ہلاک ہوئیں پھر بھی یہ کفار مکہ (ہدایت کی جانب) پلٹتے نہیں، پس انہیں غور کرنا چاہیے۔

ای مجموعون: سے ایک وہم دور کرنا مقصود ہے کہ "کل" "جمیع" سے مستغنی کرتا ہے یا نہیں؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ "کل" سے مراد استغراق افراد کی جانب اشارہ ہے اور "جمیع" سے اجتماع کل کی جانب اشارہ مقصود ہے یعنی ایک ہی مقام پر سب اکٹھے کئے جائیں گے۔ (الصاوی، ج۵، ص ۹۶ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲

﴿وایة لهم﴾علی البعث خبرٌ مُقدَّمٌ﴿الارض المیتة﴾بِالتَّخفِیفِ والتَّشدِیدِ ﴿احیینها﴾بِالْماءِ مُبْتَداءٌ ﴿اخرجنا منها حبا﴾ کَالحِنطَةِ﴿فمنه یاکلون (۳۳) وجعلنا فیها جنت﴾بَسَاتِینَ﴿من نخیل واعناب وفجرنا فیها من العیون (۳۴)﴾ای بَعضِها﴿لیاکلوا من ثمره لا﴾بِفَتحَتَینِ وبِضَمَّتَینِ ای ثَمرِ المَذکُورِ مِنَ النَّخِیلِ وَغَیرِہٖ﴿وما عملته ایدیهم ط﴾ای لَمْ تَعمَلِ الثَّمرَ﴿افلا یشکرون (۳۵)﴾اَنعَمَهُ تعالی عَلَیهِم﴿سبحن الذی خلق الازواج﴾الاَصْنافَ﴿کلها مما تنبت الارض﴾مِنَ الحُبُوبِ وَغَیرِها﴿ومن انفسهم﴾مِنَ الذُّکُورِ والاِنَاثِ﴿ومما لا یعلمون (۳۶)﴾مِنَ المَخلُوقَاتِ الغَرِیبَةِ العَجِیبَةِ﴿وایة لهم﴾عَلَی القُدرَةِ العَظِیمَةِ﴿الیل صلے ج نسلخ﴾نَفصِلُ﴿منه النهار فاذاهم مظلمون (۳۷)﴾دَاخِلُونَ فِی الظَّلامِ﴿والشمس تجری﴾الخ مِن جُملَةِ الآیةِ لَهم اَوایَةٌ اُخری والقَمَرَ کَذَالِکَ﴿لمستقر لها﴾ای اِلَیهِ لا یَتَجَاوَزُهُ﴿ذلک﴾جَریُها﴿تقدیر العزیز﴾فِی مُلکِهٖ﴿العلیم (۳۸)﴾بِخَلقِهٖ﴿والقمر﴾بِالرَّفع

والنَّصَبِ وهوَ مَنصُوبٌ بِفعلٍ يُفَسِّرُهُ ما بَعدَهُ﴿قدرنه﴾مِن حَيثُ سَيرُهُ ﴿منازل﴾ثَمانِيَةً وَّعِشرِينَ مَنزِلا فِي ثَمَانٍ وَّعِشرِينَ لَيلَةً مِن كُلِّ شَهرٍ ويَستَتِرُ لَيلَتَينِ اِنْ كانَ الشَّهرُ ثَلثِينَ يَومًا وَّلَيلَةً اِنْ كانَ تِسعَةً وَّعِشرِينَ يَومًا﴿حتى عاد﴾فِي آخِرِمَنازِلِه فِي راىِ العَينِ﴿كالعرجون القديم(۳۹)﴾اَى كَعُودِ الشَّمازِيخِ اِذا عَتَقَ فَاِنَّهُ يَدُقُّ و يَتَقَوَّسُ وَيُصفَرُّ ﴿لا الشمس ينبغى﴾يَسهَلُ وَيُصِحُّ ﴿لها ان تدرك القمر﴾فَتَجتَمِعُ مَعَهُ فِي اللَّيلِ﴿ولا اليل سابق النهار ط﴾فَلا يَاتِي قَبلَ اِنقِضَائِه﴿وكل﴾تَنوِينُهُ عِوَضٌ عَنِ المُضافِ اِلَيهِ مِنَ الشَّمسِ والقَمرِ والنُّجُومِ ﴿فى فلك﴾مُستَدِيرٍ ﴿يسبحون (۴۰)﴾يَسِيرُونَ نُزِلُوا مَنزِلَةَ العُقَلاءِ ﴿واية لهم﴾على قُدرَتِنا ﴿انا حملنا ذريتهم﴾وفِي قِرَائَةٍ ذُرِّيَّاتِهِم اَى آبائَهُمُ الاُصُولُ ﴿فى الفلك﴾اَى سَفِينَةَ نُوحٍ﴿المشحون(۴۱)﴾المَملُوءِ﴿وخلقنا لهم من مثله﴾اَى مَثَلَ فُلكِ نُوحٍ وَهوَ ما عَمِلُوهُ عَلى شَكلِه مِنَ السُّفُنِ الصِّغارِ والكُبَّارِ بِتَعلِيمِ اللهِ تَعالى ﴿ما يركبون (۴۲)﴾فِيهِ﴿وان نشأ نغرقهم﴾مَعَ اِيجَادِ السُّفُنِ﴿فلا صريخ﴾مُغِيثَ﴿لهم ولا هم ينقذون(۴۳)﴾يَنجُونَ﴿الا رحمة منا و متاعا الى حين(۴۴)﴾اَى لَا يُنَجِّيهِمُ اِلا رَحمَةٌ مِّنَّا لهم و تَمتِيعُنا اِيَّاهُم بِلَذَّاتِهِم اِلى اِنقِضَاءِ آجالِهِم ﴿واذا قيل لهم اتقوا ما بين ايديكم﴾مِنْ عَذابِ الدنيا كَغَيرِكُم ﴿وما خلفكم﴾مِن عَذَابِ الاٰخِرَةِ﴿لعلكم ترحمون(۴۵)﴾اَعرَضُوا﴿وما تأتيهم من اية من ايت ربهم الا كانوا عنها معرضين(۴۶) واذا قيل﴾اَى قَالَ فُقَرَاءُ الصَّحابَةِ ﴿لهم انفقوا﴾عَلَينَا﴿مما رزقكم الله﴾مِنَ الاَموالِ ﴿قال الذين كفروا للذين امنوا﴾اِستَهزاءً بِهِم ﴿انطعم من لو يشاء الله اطعمه صلے ق﴾فى مُعتَقَدِكم هٰذا﴿ان﴾ما﴿انتم﴾فِي قَولِكم لَنَا ذلكَ مَع مُعتَقَدِكم هذا﴿الا فى ضلل مبين(۴۷)﴾بَيِّنٍ والتَّصرِيحِ بِكُفرِهِم مَوقِعٌ عَظِيمٌ﴿و يقولون متى هذا الوعد﴾بالبَعثِ﴿ان كنتم صدقين(۴۸)﴾فِيهِ قال تعالى ﴿ما ينظرون﴾يَنتَظِرُونَ ﴿الا صيحة واحدة﴾وهِيَ نَفخَةُ اِسرافِيلَ الاُولى﴿تاخذهم وهم يخصمون(۴۹)﴾بالتَّشدِيدِ اَصلُه يَختَصِمُونَ نُقِلَتْ حَركَةُ التَّاءِ اِلَى الخَاءِ واُدغِمَتْ فِي الصَّادِ اَى وَهُم فِي غَفلَةٍ عَنها بِتَخَاصُمٍ وَتَبايُعٍ واَكلٍ وَشُربٍ وَغَيرِ ذلكَ وَفِي قِرائَةٍ يَخصِمُونَ كَيَضرِبُونَ اَى يَخصِمُ بَعضُهُم بَعضا﴿فلا يستطيعون توصية﴾اَى بِاَن يُوصُوا﴿ولا الى اهلهم يرجعون(۵۰)﴾مِن اَسوَاقِهِم واَشغَالِهِم بَل يَمُوتُونَ فِيهَا.

﴿ترجمہ﴾

اوران کے لیےایک نشانی (مرنے کے بعد اٹھائے جانے پر،ایة لهم خبرمقدم ہے) مردہ زمین ہے (المیتة میں یاءکومشدد ومخفف دونوں طرح پڑھا گیا ہے) ہم نے اسے (پانی کے ذریعے) زندہ کیا (الارض المیتة......الخ مبتدا ہے) اور پھراس سے اناج نکالا (جیسا کہ گندم......الخ) تواس میں سے کھاتے ہیں اور ہم نے اس میں باغ بنائے (جنت بمعنی بساتین ہے) کھجوروں اور انگوروں کے اور ہم نے اس میں (کچھ) چشمے بہائے (من العیون میں من تبعیضیہ ہے) کہ اس کے (یعنی مذکورہ کھجوروں وغیرہ کے) پھل سے کھائیں (ثمرة کوتاء اورمیم کے فتح اورضمہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور یہ ان ہاتھ کے بنائے نہیں (یعنی ان پھلوں کوان

کے ہاتھوں نے نہیں بنایا) تو کیا شکر نہ کریں گے (ان نعمتوں پر جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان پر فرمائی ہیں) پاکی ہے اسے جس نے سب جوڑے بنائے (ازواجا بمعنی اصنافا ہے) ان چیزوں سے جنہیں زمین اگاتی ہے (جیسے دانے وغیرہ) اور خود ان سے (نر اور مادہ کی صورت میں) اور ان سے (ان عجیب وغریب مخلوقات سے) جن کی انہیں خبر نہیں اور ان کے لیے ایک نشانی (ہماری قدرت عظیمہ پر......۲) رات ہے ہم اس سے دن کو الگ کر دیتے ہیں (نسلخ بمعنی نفصل ہے) جبھی وہ اندھیروں میں ہیں (یعنی اندھیروں میں داخل ہوتے ہیں) اور سورج چلتا ہے (والشمس تجری...... الخ یہ سابقہ نشانی ہی کا تتمہ ہے یا دوسری نشانی ہے) اپنے ایک ٹھراؤ کے لیے (اسی دائرے میں چلتا ہے یعنی اس سے تجاوز نہیں کرتا......۳) یہ (یعنی یہ سورج کا چلنا) حکم ہے (اپنے ملک میں) غلبہ رکھنے والے (اپنی مخلوق کا) علم رکھنے والے کا اور چاند (والقمر مرفوع ومنصوب دونوں طرح پڑھا گیا ہے، وجہ نصب یہ کہ اس کا مابعد فعل اس کی تفسیر بیان کر رہا ہے) ہم نے مقدر کیں اس کے لیے (اس کے چلنے اور سیر کرنے کے اعتبار سے) منزلیں (ہر مہینے کی اٹھائیس راتوں میں اٹھائیس منزلیں، اگر مہینہ تیس کا ہو تو چاند دو راتوں تک چھپا رہتا ہے اور اگر انتیس دن کا ہو تو ایک دن رات پوشیدہ رہتا ہے......۴) یہاں تک کہ پھر ہوگیا (چاند اپنی آخری منزل میں بظاہر دیکھنے میں) جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی (عرجون کے معنی کھجور کی ٹہنی ہے جب وہ پرانی ہو جاتی ہے تو پتلی بصورت کمان ہو جاتی نیز زرد پڑ جاتی ہے) سورج کو نہیں پہنچتا (اس کے لیے آسان اور صحیح نہیں) کہ چاند کو پکڑ لے (کہ سورج رات میں چاند کے ساتھ جمع ہو جائے) اور نہ رات دن پر سبقت لے جائے (پس رات دن کے اختتام سے قبل نہیں آتی) اور ہر ایک (سورج چاند اور ستاروں میں سے، کل میں تنوین عوضی ہے) گھیرے میں (یعنی فلک مستدیر میں) پیر رہا ہے (یعنی چل رہا ہے سورج چاند وغیرہ کو بمنزلہ عاقل اتارا گیا ہے) اور ان کے لیے (ہماری قدرت) پر ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے سوار کیا ان کی ذریت کو (ذریتھم کو ایک قرائت میں بصیغہ ذریاتھم پڑھا گیا ہے یعنی ہم نے ان کے آباؤ اجداد جو اُن میں موجود لوگوں کی اصل ہیں انہیں سوار کیا) بھری کشتی میں (یعنی سفینہ نوح علیہ السلام میں......۵، المشحون کے معنی بھرا ہوا ہے) اور ان کے لیے اسی کی مثل (یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی مثل کشتیاں) بنائی (یعنی اسی کی شکل وحقیقت کے مطابق، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سکھانے سے انہوں نے چھوٹی بڑی کشتیاں بنائیں) سوار ہوتے ہیں اور ہم چاہیں تو انہیں ڈبو دیں (ان کشتیوں میں سوار ہونے کے باوجود) تو نہ تو کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا ہے (صریخ بمعنی مغیث ہے) اور نہ وہ بچائے جائیں (ینقذون بمعنی ینجون ہے) مگر ہماری طرف کی رحمت اور ایک وقت تک برتنے دینا (یعنی ہم نے ان کو نجات نہ دی مگر ہمارا ان کو نجات دینا ان پر رحمت کرنے کے لیے تھا ہم نے انہیں ان کی لذات سے ان کی دنیاوی زندگی تک کی مہلت دی) اور جب ان سے فرمایا جاتا ہے ڈرو تم اس سے جو تمہارے سامنے ہے (یعنی دیگر لوگوں کی طرح دنیا کا عذاب ہے) اور جو تمہارے پیچھے آنے والا ہے (یعنی آخرت کے عذاب سے) اس امید پر کہ تم پر رحم ہو (لیکن انہوں نے روگردانی کی) اور جب کبھی ان کے رب کی نشانیوں سے کوئی نشانی ان کے پاس آئی ہے تو اس سے منہ ہی پھیر لیتے ہیں اور جب ان سے فرمایا جائے (یعنی فقراء صحابہ ان سے کہتے) اللہ کے دیئے (اموال) میں سے کچھ (ہم پر بھی) خرچ کرو تو کافر مسلمانوں کے لیے (ان سے استہزاء کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ کیا ہم اسے کھلائیں جسے اللہ چاہتا (تمہارے عقیدے کے مطابق) تو کھلا دیتا......۶ تو تم نہیں (ان بمعنی ما نافیہ ہے) مگر کھلی گمراہی میں (اللہ عَزَّوَجَلَّ کے رازق ہونے کا اعتقاد رکھنے کے باوجود ہم سے فقراء مومنین کو کھلانے کا سوال کرنے میں، مبین بمعنی بین ہے، ان کے کفر کی تصریح کر دینا یہ ان لوگوں کے حق میں سخت زجر وتوبیخ ہے) اور کہتے ہیں کب آئیگا (مرنے کے بعد اٹھائے جانے کا) یہ وعدہ اگر تم (اس وعدے میں) سچے ہو (اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے) راہ نہیں دیکھتے (ینظرون بمعنی ینتظرون ہے) مگر ایک چیخ کی (یہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کے نفخہ اولی کی آواز ہوگی) کہ انہیں آلے گی

جبکہ وہ جھگڑے میں پھنسے ہوں گے (یعنی وہ باہم جھگڑنے، خرید وفروخت کرنے اور کھانے پینے وغیرہ میں مشغول ہوں گے۔ یخصمون مشدد ہے اس کی اصل یختصمون تھی، تاء کی حرکت خاء کو دیکر تاء کا صاد میں ادغام کردیا گیا ہے اور ایک قرائت میں یخصمون بروزن یضربون ہے اس صورت میں معنیٰ ہوگا وہ باہم جھگڑ رہے ہونگے) تو نہ وصیت کرسکیں گے (توصیۃ بمعنی ان یوصوا ہے) اور نہ اپنے گھر پلٹ کر جائیں (بازاروں سے، اور اپنی دیگر مصروفیات سے فارغ ہوکر، بلکہ وہ موت کا شکار ہوجائیں گے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وایة لھم الارض المیتة احیینھا واخرجنا منھا حبا فمنه یاکلون٥﴾۔

و: مستانفہ، ایة: موصوف، لھم: ظرف مستقر صفت، ملکر خبر مقدم، الارض: موصوف، المیتة: صفت، ملکر ذوالحال، احیینھا: جملہ فعلیہ معطوف، و: عاطفہ، اخرجنا منھا حبا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر حال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: مستانفہ، منه: ظرف لغو مقدم، یاکلون: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وجعلنا فیھا جنت من نخیل واعناب وفجرنا فیھا من العیون ٥ لیا کلوا من ثمره وما عملته ایدیھم﴾۔

و: عاطفہ، جعلنافیھا: فعل بافاعل وظرف لغو، جنت: موصوف، من نخیل واعناب: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "احیینھا" پر معطوف ہے، و: عاطفہ، فجرنافیھا: فعل بافاعل وظرف لغو، من العیون: ظرف مستقر "ینابیع" موصوف محذوف کی صفت، ملکر مفعول، لام: جار، یا کلوا: فعل بافاعل، من: جار، ثمره: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما: موصولہ، عملته ایدیھم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افلا یشکرون٥﴾۔

ھمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "أیرون ھذه النعیم ویستمتعون بھا" لایشکرون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿سبحن الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومما لا یعلمون٥﴾۔

سبحن: مصدر مضاف، الذی: موصول، خلق: فعل بافاعل، الازواج: مؤکد، کلھا: تاکید، ملکر ذوالحال، مما تنبت الارض: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، من انفسھم: جار مجرور معطوف اول، و: عاطفہ، مما لایعلمون: جار مجرور معطوف ثانی، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مضاف الیہ فاعل، ملکر شبہ جملہ "سبح فعل محذوف کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وایة لھم الیل نسلخ منه النھار فاذاھم مظلمون٥﴾۔

و: عاطفہ، ایة: موصوف، لھم: ظرف مستقر صفت، ملکر خبر مقدم، نسلخ: فعل بافاعل منه: ظرف لغو، النھار: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، ھم: مبتدا، مظلمون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والشمس تجری لمستقرلھا ذلک تقدیر العزیز العلیم٥﴾۔

و: عاطفہ، الشمس: مبتدا، تجری: فعل بافاعل، لام: جار، مستقر: موصوف، لھا: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ذلک: مبتدا، تقدیر العزیز العلیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿والقمر قدرنه منازل حتی عاد کالعرجون القدیم٥﴾۔

و: عاطفہ، القمر: فعل محذوف "قدرنا" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، قدرنہ: فعل با فاعل ومفعول، منازل: ظرف، حتی: جار، عاد: فعل "ھو" ضمیر ذوالحال، کالعرجون القدیم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لاالشمس ینبغی لھاان تدرک القمر ولا الیل سابق النھار﴾۔

لا: نافیہ، الشمس مبتدا، ینبغی: فعل، لھا: ظرف لغو، ان: مصدریہ، تدرک القمر: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، الیل مبتدا، سابق النھار: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وکل فی فلک یسبحونo وایۃ لھم اناحملنا ذریتھم فی الفلک المشحونo﴾۔

و: عاطفہ، کل: مبتدا، فی فلک: ظرف لغو مقدم، یسبحون: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ایۃ: موصوف، لھم: ظرف مستقر صفت، ملکر خبر مقدم، انا: حرف مشبہ واسم، حملناذریتھم: فعل با فاعل ومفعول، فی الفلک المشحون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وخلقنا لھم من مثلہ ما یرکبونo ان نشا نغرقھم﴾۔

و: عاطفہ، خلقنالھم: فعل با فاعل وظرف لغو، من مثلہ: ظرف مستقر حال مقدم، مایرکبون: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ان: شرطیہ، نشا: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، نغرقھم: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فلا صریخ لھم ولا ھم ینقذونo الا رحمۃ منا ومتاعا الی حینo﴾۔

ف: عاطفہ، لا: نفی جنس، صریخ: اسم، لھم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، ھم: مبتدا، ینقذون: فعل با نائب الفاعل، الا: اداۃ حصر، رحمۃ: موصوف، منا: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، متاعا: موصوف، الی حین: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا قیل لھم اتقوا مابین ایدیکم وما خلفکم لعلکم ترحمونo﴾۔

و: مستانفہ، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، قیل لھم: قول، اتقوا: فعل امر با فاعل، مابین ایدیکم: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ماخلفکم: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جزا محذوف "اعرضوا" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرط، ملکر جملہ شرطیہ، لعلکم: حرف مشبہ واسم، ترحمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما تاتیھم من ایۃ من ایت ربھم الا کانوا عنھا معرضینo﴾۔

و: عاطفہ، ماتاتیھم: فعل نفی و"ھم" ضمیر ذوالحال، الا: اداۃ حصر، کانوا: فعل ناقص با اسم، عنھا معرضین: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، من: زائد، ایۃ: موصوف، من ایت ربھم: ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذا قیل لھم انفقوا مما رزقکم اللہ قال الذین کفروا للذین امنوا انطعم من لو یشاء اللہ اطعمہ﴾

و: عاطفہ، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، قیل لھم: قول، انفقوامما رزقکم اللہ: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر شرط، قال الذین کفروا للذین امنوا: قول، ھمزہ: حرف استفہام، نطعم: فعل با فاعل، من: موصولہ، لو: شرطیہ، یشاء اللہ: جملہ فعلیہ شرط، اطعمہ: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان انتم الا فی ضلل مبینo﴾۔

ان: نافیہ، انتم :مبتدا، الا: اداۃ حصر، فی ضلل مبین :ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صدقین۵﴾.

و: مستانفہ، یقولون :قول، متی: ظرف مقدم خبر مقدم، ھذا الوعد :مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول، ان :شرطیہ، کنتم صدقین: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فمتی ھذا الوعد" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ۔

﴿ماینظرون الا صیحۃ واحدۃ تاخذھم وھم یخصمون۵﴾.

ماینظرون: فعل نفی بافاعل، الا: اداۃ حصر، صیحۃ :موصوف، واحدۃ :صفت اول، تاخذ :فعل بافاعل، ھم :ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ھم یخصمون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلا یستطیعون توصیۃ ولا الی اھلھم یرجعون۵﴾.

ف: عاطفہ، لایستطیعون :فعل بافاعل، توصیۃ :مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا :نافیہ، الی اھلھم :ظرف لغو مقدم، یرجعون :فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......واذا قیل لھم انفقوا مما رزقکم اللہ ......☆ یہ آیت کفار قریش کے حق میں نازل ہوئی جن سے مسلمانوں نے کہا تھا کہ تم اپنے مالوں کا وہ حصہ مسکینوں پر خرچ کرو جو تم نے بزعم خود اللہ کے لئے نکالا ہے، اس پر انہوں نے کہا کہ کیا ہم ان کو کھلائیں جنہیں اللہ کھلانا چاہتا تو کھلا دیتا، مطلب یہ تھا کہ خدا ہی کو مسکینوں کا محتاج رکھنا منظور ہے تو انہیں کھانے کو دینا اس کی مشیت کے خلاف ہوگا یہ بات انہوں نے بخیلی اور کنجوسی سے بطور تمسخر کے کہی تھی اور نہایت باطل تھی کیونکہ دنیا دار الامتحان ہے، فقیری اور امیری دونوں آزمائشیں ہیں، فقیر کی آزمائش صبر سے اور غنی کی انفاق فی سبیل اللہ ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں زندیق لوگ تھے جب ان سے کہا جاتا تھا کہ مسکینوں کو صدقہ دو تو کہتے تھے ہرگز نہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جس کو اللہ محتاج کرے ہم کھلائیں۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

گندم کی افادیت کا بیان:

۱......گندم، جو، باجرہ اور دیگر اجناس جو انسانی غذا کا سبب بنتے ہیں، یقیناً اللہ کی بڑی نعمت ہیں۔ کچھ اجناس سے سالن پکائے جاتے ہیں جیسا کہ دالیں اور اس قسم کی دیگر اشیاء، لیکن کچھ اجناس مثلاً گندم، جَو، باجرہ اور دیگر اسی قبیلے کی اجناس روٹی پکانے کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ سالن نہ ہی میسر ہو، فقط روٹی کھا کر پانی پی لینے سے پیٹ بھر سکتا ہے۔ لیکن روٹی دستیاب نہ ہو فقط سالن میسر ہو، اگرچہ گوشت ہی ہو انسان پیٹ بھر نہیں کھا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام چونکہ دین فطرت ہے، فطری تقاضوں سے قریب ترین ہے، انسانی غذا میں گندم کا خاص ذکر کر کے روٹی کی اہمیت کو اجاگر فرمایا۔ سید عالم ﷺ نے بھی روٹی کے اکرام کی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ ذیل میں ہم کچھ احادیث اور بزرگان دین کے واقعات بیان کریں گے، کھانے کے آداب اور کم کھانے کی برکتوں پر بھی گفتگو کی جائیگی۔

☆......حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے تو اپنی انگلیوں کو تین مرتبہ چاٹ لے"، اور فرمایا: "جب تم میں سے کسی شخص کا لقمہ گر جائے تو وہ اس سے گندگی کو صاف کر دے اور اس کو کھا لے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے" اور آپ نے ہمیں یہ حکم دیا کہ ہم برتن کو صاف کر لیا کریں، اور آپ نے فرمایا: "کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے کون سے کھانے میں برکت ہے"۔ (سنن الترمذی، کتاب الاطعمۃ، باب: ما جاء فی اللقمۃ تسقط، رقم: ۱۸۰۹، ص ۵۴۳)

☆......روٹی کی تکریم میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے اوپر کوئی نامناسب چیز نہ رکھی جائے، سفیان ثوری اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں کہ روٹی پیالہ کے نیچے رکھی جائے۔

(سنن الترمذی، کتاب الاطعمة، باب: فی ترك الوضوء، تحت رقم:۱۸۵۴، ص۵۰۳)

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص کھانا کھائے اور اس کا لقمہ گر جائے تو لقمہ پر جس چیز کے لگنے کی وجہ سے اس کو شک ہے اس کو گرا دے، پھر اس کو کھالے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے۔

(سنن الترمذی، کتاب الاطعمة، باب:ما جاء فی اللقمة تسقط، رقم:۱۸۱۰، ص۵۴۳)

☆......حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے یک شخص کی عیادت کی، آپ نے اس سے پوچھا تمہارا کیا کھانے کو دل چاہتا ہے؟ اس نے کہا گندم کی روٹی، سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس شخص کے پاس گندم کی روٹی ہو وہ اپنے بھائی کے پاس بھیج دے"، پھر سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جب تمہارا بیمار کسی چیز کو کھانے کی خواہش کرے تو اس کو وہ چیز کھلا دو"۔

(سنن ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب:ما جاء فی عیادة المریض ،رقم: ۱۴۴۱، ۱۴۴۰، ص۲۵۶)

☆......حضرت ام المنذر بن قیس الانصاریہ بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور آپ کے ساتھ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بیماری کی وجہ سے کمزور تھے اور ہماری پاس پکی کھجوروں کے خوشے لٹکے ہوئے تھے اور نبی کریم ﷺ ان کھجوروں سے کھا رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کھجوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: اے ٹھہرو، ام المنذر کہتی ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے لئے چقندر اور جَو کا کھانا تیار کیا تھا، آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "تم اس سے کھاؤ، یہ تمہارے لئے نفع بخش ہے"۔

(سنن ابن ماجه ،کتاب الطب،باب: الحمیة،رقم:۳۴۴۲،ص ۵۷۶)

☆......حضرت عباس سے روایت ہے کہ: "کھانے میں سید عالم ﷺ کو روٹی اور حیس (کھجور، ستو اور گھی سے بنی ہوئی) ثرید پسند تھی"۔

(شعب الایمان، باب: فی المطاعم والمشارب، رقم:۵۹۰۸، ج۵، ص۲۰۴۵)

☆......ام المومنین بی بی عائشہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے روٹی کا پڑا ہوا ٹکڑا دیکھا تو اسے اٹھا کر پونچھ کر کھالیا اور فرمایا: "اچھی چیز کا احترام کرو کیونکہ جب یہ اچھی چیز (روٹی) کسی قوم سے بھاگی ہے تو لوٹ کر واپس نہیں آئی"۔

(سنن ابن ماجه، کتاب الذبائح، باب: النهی عن القاء الطعام، رقم:۳۳۵۳، ص۵۶۳)

حکایات:

(۱)......"تنبیہ الغافلین" میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے زمین پر روٹی کا گرا ہوا ٹکڑا دیکھا تو غلام سے کہا کہ اسے اٹھا کر رکھ دو، افطار کے وقت جب اس روٹی کے ٹکڑے کو مانگا تو غلام نے عرض کی: میں نے وہ کھالیا ہے، فرمایا: جا تو آزاد ہے، میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "جو روٹی کا پڑا ہوا ٹکڑا اٹھا کر کھالیتا ہے تو اس کے پیٹ میں پہنچنے سے پہلے ہی اللہ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے"۔ اب جو مغفرت کا حقدار ہوا میں اسے غلام کیسے بنائے رکھوں؟

(۲)......حافظ الحدیث حجاج بغدادی جب تحصیل علم کے لئے سفر پر روانہ ہوئے تو والدہ ماجدہ نے سو عدد کلچے یعنی خمیری روٹیاں ایک مٹی کے گھڑے میں رکھ کر ساتھ کر دیں، آپ علیہ الرحمۃ عظیم محدث سیدنا شبابہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر علم دین پڑھنے میں مصروف ہو گئے، روٹیاں تو امی جان نے ساتھ کر دیں تھیں، سالن کا انتظام خود ہی کر لیا اور وہ سالن بھی ایسا کہ برسوں گزرنے کے باوجود تازہ ہی رہا، اور اس کی برکت ایسی کہ کبھی بھی کمی نہ ہوئی۔ وہ انوکھا سالن کونسا تھا؟ دریائے دجلہ کا پانی۔ روزانہ ایک کلچہ دریائے دجلہ کے پانی میں بھگو کر کھالیتے اور رات دن خوب جانفشانی سے سبق پڑھتے رہتے، جب وہ سو کلچے ختم ہوئے تو مجبوراً استاد محترم سے اجازت لینی

پڑی۔

(تذکرۃ الحفاظ، ج۲، ص۱۰۰)

(۳)......"الرسالۃ القشیریہ" میں ہے کہ حضرت سیدنا ابوتراب بخشی فرماتے ہیں کہ دوران سفر میرے نفس نے صرف ایک بار انڈہ روٹی کھانے کی خواہش کی، چنانچہ میں ایک بستی میں پہنچا، وہاں ایک شخص یکا یک مجھ سے چمٹ گیا، اور چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ یہ بھی چوروں کے ساتھ تھا۔ بھیڑ ہوگئی اور لوگوں نے چوروں کا ساتھی سمجھ کر ستر درے مارے۔ اس کے بعد ان میں سے ایک آدمی نے مجھے پہچان لیا، اور کہا یہ چور نہیں بلکہ ابوتراب بخشی ہیں۔ اس کے بعد لوگوں نے بصد ندامت مجھ سے معذرت چاہی۔ ان میں سے ایک صاحب مجھے اپنے گھر لے آئے اور میری ضیافت انڈہ اور روٹی سے کی۔

(۴)......"الرسالۃ القشیریہ" میں ہے کہ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حارث بن اسد محاسبی میرے گھر کے پاس سے گزرے تو میں نے ان میں بھوک کے آثار پائے، اندر بلایا تو تشریف لے آئے۔ گھر میں کچھ نہ تھا سوائے اس کے کہ پڑوس سے شادی کا کھانا آیا ہوا تھا وہی پیش خدمت کر دیا، حضرت نے ایک لقمہ لیا منہ میں کچھ دیر رکھنے کے بعد باہر نکال دیا اور تشریف لے گئے، کافی عرصے بعد جب میری دوبارہ ملاقات ہوئی تو پھر میں نے دعوت پیش اور حضرت نے قبول فرمالی۔ میں نے سوکھی ہوئی روٹی پیش کی جسے حضرت نے تناول فرمالیا اور میرے استفسار پر بتایا کہ میں نے اپنے رب سے عہد کیا ہے کہ وہ شبہ کا کھانا میرے حلق سے نیچے نہ اتارے گا، پس یہی وجہ تھی کہ میں نے نوالہ اُگل دیا تھا۔

گندم بہترین اناج اور دنیا کی نصف آبادی کی غذا ہے، گندم خون اور گوشت پیدا کرتا ہے، ہڈیاں بناتا ہے، قبض دور کرتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے۔ اس میں ۶۰ سے ۹۰ فی صد نشاستہ ہوتا ہے۔ سو گرام گندم جس سے میدہ اور سوجی نہ نکالی گئی ہو، اس میں ۳۱۸ حرارے، ۱۳ء۲ ملی گرام پروٹین، ۲ گرام چکنائی، ۹ء۶ گرام ریشہ، ۳۵ ملی گرام کیلشیم، ۴ ملی گرام فولاد، ۳ ملی گرام جست، ۳۴۰ ملی گرام فاسفورس، ۴۶ء۶ صفر گرام وٹامن بی، ۸ صفر ملی گرام وٹامن بی۲، ۵۰ صفر ملی گرام بی ۶، ایک ملی گرام وٹامن ای ہوتا ہے۔

زمینی پیداوار سے توحید باری پر دلائل:

۲......اللہ ﷻ نے زمین کو کامل حیاتی بخشی ہے کہ اس سے زراعت ہوتی ہے، پس اسی حیثیت سے مُردہ زمین کو زندہ کرنے کا معاملہ ہے کہ، پس اسی زمین میں انسان کے لئے اللہ نے کئی انعام رکھے ہیں، یہی زمین انسان کی جائے مسکن ہے کہ اگر چہ مردہ، بنجر زمین ہی کیوں نہ ہو انسان اس میں جائے مسکن اختیار کئے ہوئے ہے، پس یہ پہلی نعمت ہے۔ پھر اسی مُردہ و بنجر زمین کو قابل کاشت فرما کر کھیتوں کے اگنے کا سامان کر دیا اور یہ دوسری نعمت ہے، پھر اس میں اپنی کامل قدرت سے دانے اگا دیئے یہ تیسری نعمت ہے، پھر اسے ہرے بھرے باغات کی شکل میں کر دیا کہ ہر سال دانے نکلیں، درخت میں پھل لگ جائیں یہ چوتھی نعمت ہے۔ یہی زمین ہے کہ جس میں سے پانی کے چشمے جاری ہوتے ہیں یہ پانچویں نعمت ہے۔ یہ ساری باتیں اللہ کی توحید پر دلیل بنتی ہیں۔ اور ہر ایک نعمت سے اللہ کی قدرت کی جھلک نظر آتی ہے۔

سورج کا اپنی مقررہ منزل میں چلنا:

۳......اس آیت میں مستقر کی حسب ذیل تفسیریں کی گئی ہیں:

(۱)...... یہاں مستقر سے مراد ظرف زمان ہے، اور وہ قیامت کا وقت ہے۔ یعنی قیامت آنے تک سورج مسلسل چلتا رہے گا، اور قیامت کے آنے کے بعد سورج کی حرکت بند ہو جائیگی۔

(۲)......جس خطہ میں سورج چلتا رہے رات وہاں نہیں آتی اور سورج کے چلن بند ہونے پر ہی رات آتی ہے، اور کسی خطۂ زمین میں اس

کی حرکت شروع ہوجاتی ہے، اور یہ صرف ظاہری اعتبار سے ہوتا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سورج کی حرکت قیامت تک منقطع نہیں ہوتی۔

(۳)......سورج ایک سال تک اپنے مستقر پر سفر کرتا ہے، دوسرے سال پھر اس کا نیا سفر شروع ہوجاتا ہے۔

(۴)......اس مستقر سے مراد ظرف زمان نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد ظرف مکان ہے اور اس کی حسب ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:

(۵)......عموماً گرمیوں میں سورج بلندی کی انتہاء پر ہوتا ہے، اور سردیوں میں اس کی بہ نسبت پستی پر ہوتا ہے، پس سورج گرمیوں کے موسم میں موسم گرما کے مستقر تک سفر کرتا ہے اور سردیوں میں موسم سرما کے مستقر میں تیرتا ہے۔

(۶)......سورج کے طلوع کی ہر جگہ ہر روز الگ ہوتی ہے اور وہ سال کے چھ ماہ تک ہر دن درجہ بہ درجہ الگ الگ جگہ پر طلوع ہوتا رہتا ہے اور چھ ماہ بعد ہر روز پرانے مطالع کی طرف درجہ بدرجہ سفر شروع کردیتا ہے۔

(۷)......سورج اپنی گردش میں تیرتا ہے، اللہ نے انتہائی حکمت اور بندوں کی مصلحت کے ساتھ اس کی گردش کا دورانیہ مقرر کیا ہے۔

(۸)......کسی سال کے ابتدائی چھ ماہ میں ہر دن سورج کسی چیز کی سمت سے گزرتا ہے۔ اور اگر ہر دن ایک ہی چیز کی سمت سے گزرے تو ایک ہی جگہ مسلسل حرارت اور تمازت جذب کرنے کی وجہ سے جل جاتی اور اس زمین کے باطن میں جو رطوبتیں ہیں وہ خشک ہوجاتیں، اس لئے اللہ نے زمین کے ہر حصہ کے لئے سورج کے الگ الگ طلوع کی جگہ مقرر کی تاکہ زمین کے باطن میں رطوبتیں جمع ہوتی رہیں اور سبزہ اور درخت برقرار رہیں، پھر بتدریج سورج کی سمت کو ہر روز زمین کے قریب کرتا رہا تاکہ کھیتوں میں غلہ اور باغوں میں پھل پک جائیں، پھر سورج کو اس سمت سے بتدریج دور کرتا رہا تاکہ زمین کی پیداوار اور نباتات جل نہ جائیں اور ظاہر ہے کہ یہ بے حد غالب اور بہت علم والے کا بنایا ہوا نظام ہے۔

(۹)...... ہر دن سورج کے طلوع وغروب کے لئے رکھا گیا ہے تاکہ دن بھی ہو اور رات کا ظہور ہوتا رہے، اور اگر مسلسل رات رہتی اور مستقل اندھیرا ہوتا اور لوگ ہمیشہ بیدار رہتے تو ان کے اعصاب تھک جاتے اور وہ مضمحل ہوجاتے، اور اگر مسلسل رات رہتی اور مستقل اندھیرا رہتا تو کاروبار حیات معطل ہوجاتا اور سورج کے طلوع اور غروب سے دن اور رات کا یہ توارد بہت غالب اور بے حد علم والے کا کا بنایا ہوا نظام ہے۔ (الرازی، ج۹، ص۲۷۶ وغیرہ ملخصاً وملتقطاً)

چاند کی منزلیں:

☆......متذکرہ آیت مقدسہ میں اللہ ﷻ نے ﴿منازل﴾ کا لفظ استعمال فرمایا ہے، جو کہ "منزل" کی جمع ہے اور اس کا معنی ہے نزول کی جگہ۔ مالک کون ومکان نے سورج اور چاند کی رفتار کی خاص حدود مقرر فرمائی ہیں۔ سورج کی تین سو ساٹھ، یا تین سو پینسٹھ منزلیں ہیں اور وہ ایک سال میں ان کو طے کرتا ہے، سورج اپنے محور میں ہی گردش کرتا ہے اور منازل طے کرتا ہے۔ چاند اپنا ہر دورہ ایک ماہ میں طے کرلیتا ہے، لیکن چاند ہر ماہ میں ایک یا دو دن نظر نہیں آتا اس لئے کہ چاند کی اٹھائیس منازل ہیں، زمانہ جاہلیت میں عربوں نے ستاروں کے نام پر ان اٹھائیس منازل کے نام رکھ لئے تھے اور پھر انہیں بارہ برجوں میں منقسم کردیا، چاند کی اٹھائیس منازل کے عربوں نے حسب ذیل نام رکھے تھے۔

سرطان، بطین، ثریا، دبران، ھقعہ، ھنعہ، ذراع، نثرہ، طرف، جبھہ، خراتان، صرفہ، عواء، سماک، غفر، زبنیان، اکلیل، قلب، شولہ، نعائم، بلدہ، سعدالذابح، سعد بلع، سعدالسعود، سعود الاخبیہ، الفرغ المقدم، الفرغ المؤخر، بطن الحوت.

ان اٹھائیس منازل کو چاند اٹھائیس راتوں میں طے کرتا ہے اور آخری منزل میں پہنچنے کے بعد وہ ایک یا دو دن نظر نہیں آتا ، پھر باریک سا ہلال کی شکل میں نظر آتا ہے اور حسب سابق پہلی منزل سے سفر شروع کر دیتا ہے، یہ اٹھائیس منزلیں بارہ برجوں پر تقسیم کر دی گئی ہیں اور ہر برج کے لئے دو اور ایک تہائی منزل ہے، مثلاً برج حمل کیلئے سرطان، بطین ، اور ثریا کا ایک تہائی ہے اور برج ثور کے لئے دو تہائی ثریا، دبران اور دو تہائی ہقعہ ہے۔ وعلیٰ ھذا القیاس۔ (القرطبی، الجزء ۲۳،ص ۳۰)

حضرت نوح علیہ السلام کے سفینے کا بیان:

۵......حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نہیں جانتے تھے کہ کشتی کیسے بنائی جائے؟، اللہ عزوجل نے انہیں وحی فرمائی کے پرندے کے سینے کی مانند کشتی بناؤ۔ (الدرالمنثور، ج۳،ص ۵۹۲)۔

اللہ عزوجل نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی اپنی نگرانی میں بنانے کی تاکید اس لیے کی کہ درستگی کی جانب ھدایت کی جاتی رہے۔

علماء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ اس کشتی میں کتنے افراد سوار تھے؟ چنانچہ مختلف اقوال یوں ملتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مطابق اسی مرد و عورتیں کشتی میں سوار تھے، حضرت کعب الاحبار کے مطابق ۷۲ مرد و عورتیں ، ایک قول کے مطابق دس تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام سال بھر سوائے دو عیدین کے روزے رکھا کرتے تھے۔ ایک قول کے مطابق جس وقت حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے ان کی عمر مبارک ۶۰۰ سال تھی ، اور طوفان کے بعد ۳۵۰ سال زندہ رہے لیکن یہ قول محل نظر ہے اس لیے کہ قرآنی آیات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام طوفان سے پہلے اپنی قوم میں ۹۵۰ سال رہے پھر ان کی قوم کو طوفان نے آلیا، بعد طوفان کے کتنا عرصہ حیات رہے اس بارے میں اللہ عزوجل ہی بہتر جانتا ہے۔ ہاں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے مطابق ۴۸۰ سال طوفان سے پہلے اور بعد طوفان کے ۳۵۰ سال حیات رہے۔ ایک مرسل روایت کے مطابق ان کی قبر انور مسجد حرام میں ہے اور یہ قول کئی متاخرین سے ثابت ترین قول ہے۔ (البدایة والنھایة ،باب قصة النوح ،ج۱، ص ۱۲۵)۔

مشیئت ورضا کا فرق:

۶......قرآن مجید میں اس قسم کی بے شمار آیتیں ہیں جہاں مشیت کا بیان ہے۔ اللہ نے فرمایا: ﴿ولو شاء الله لجمعهم على الهدى اور اللہ چاہتا تو انہیں ہدایت پر اکٹھا کر دیتا (الانعام:۳۵)﴾۔ یہاں چاہنا بمعنی ارادہ کرنا ہے، نہ کہ بمعنی پسند کرنا، پسند کرنے کو رضا کہتے ہیں، خیال رہے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اللہ کے ارادے سے ہو رہا مگر اللہ صرف نیکیوں پر راضی ہے نہ کہ برائیوں سے، لہذا آیت مقدسہ پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ (نورالعرفان، حاشیہ نمبر۶)

ایک مقام پر اللہ نے فرمایا: ﴿ولكن الله يفعل ما يريد مگر اللہ جو چاہے کرے (البقرۃ: ۲۵۳)﴾۔ اس آیت میں دلیل ہے کہ خیر و شر، ایمان و کفر وغیرہ حوادثات اللہ کی مشیت کے تابع ہیں، اور اس میں معتزلہ فرقے کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ امام غزالی اپنی شرح ''الضار النافع'' میں لکھتے ہیں: وہی ہے جس سے خیر و شر، نفع و نقصان، اور ہر چیز اسی رب کائنات کی جانب منسوب کی جاتی ہے، جو کہ فرشتوں، انسانوں، جنوں، جمادات، بواسطہ یا بلا واسطہ منسوب کی جاتی ہیں۔ پس بندے کو گمان نہیں کرنا چاہیے کہ زہر نے قتل کر دیا یا فلاں نے خود کو نقصان پہنچایا اور بیشک کھانا فربہ کرتا ہے اور نفع دیتا ہے اور بیشک فرشتے، انسان، شیطان اور دیگر مخلوقات چہ جائے کہ ستارے ہوں یا دیگر خیر و شکر یا نفع نقصان اپنی جانب سے پہنچاتے ہیں بلکہ ایسا ہے کہ سارے عالم کا ایک نظام ہے جو اللہ کی مشیت پر منحصر ہے اور اسی میں قدرت ازلیہ جیسے قلم کی جانب نسبت کر دی جاتی ہے یا کتاب کی جانب اضافت کر دی جاتی ہے، اسی طرح جب بادشاہ کسی کو عزت دے یا سزا سنائے تو ایسا نہیں کہ قلم نے نفع یا نقصان پہنچایا بلکہ قلم تقدیر نے اس کے لئے یہی لکھا تھا اور اسی کی مثل

سارے واسطے اور اسباب کا حال ہے۔ (روح البیان، ج۱، ص ۴۸۶)

کہا جاتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمان مساکین کو کھانا کھلا رہے تھے تو ابو جہل نے دیکھ کر کہا: اے ابو بکر! کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ انہیں کھانا کھلانے پر قادر ہے؟ بولے: ہاں!، بولا: پھر کیوں نہیں کھلاتا؟ حضرت صدیق اکبر نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے ایک قوم کو فقر اور ایک کو غنی کر دیتا ہے، فقراء کو صبر اور اغنیاء کو خرچ کرنے کی تعلیم فرماتا ہے۔ ابو جہل بولا: خدا کی قسم! تم ہی گمراہی میں ہو۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ اللہ انہیں کھلانے پر قادر ہے اور نہیں کھلاتا اور تم انہیں کھلاتے ہو؟ اس پر یہ آیت ﴿فاما من اعطی واتقی وصدق بالحسنی تو وہ جس نے دیا اور پرہیز گاری کی اور سب سے اچھے کو سچ مانا (اللیل: ۶،۵)﴾۔ (القرطبی، الجزء: ۲۳، ص ۳۶)

اغراض:

ای ثمر المذکور: سے اس وہم کا دور کرنا مقصود ہے کہ ضمیر عائد تثنیہ کی ہونی چاہیے کیونکہ دو چیزوں "نخیل واعنب" کا ذکر ہے، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مذکورہ حکم کے ایک ہونے کے اعتبار سے مفرد ضمیر لائے۔

ای لم تعمل الثمر: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿وما﴾ میں "ما" نافیہ ہے، معنی یہ ہے کہ پھلوں کی ایجاد کا فاعل حقیقی اللہ ہی ہے، جیسا کہ ایک اور مقام پر فرمایا: ﴿ما کان لکم ان تنبتوا شجرھا﴾ یہاں "ما" موصولہ ہونا صحیح ہے یعنی جو ان کے ہاتھوں نے اس حوالے سے عمل کیا، یا "ما" نکرہ موصوفہ یا مصدریہ ہے مراد ان کے ہاتھوں کا کام ہے اور ہاتھوں کے کام سے مراد کسب کرنا ہے۔ **الغریبۃ:** یعنی آسمانی وزمین عجائب وغرائب اور ہر وہ جس کا ہم عادتاً مشاہدہ نہیں کرتے۔

داخلون فی الظلام: نشانیوں کے ظاہر ہونے کے بعد بھی جو اندھیرے میں رہے وہ ظلمت میں رہنے والی قوم ہے اور جو ان نشانیوں سے اجالا حاصل کر لے وہ یقیناً اجالے میں ہیں۔ **ای کعود المشاریخ:** جمع شمراخ ہے، مراد کھجور کے شگوفوں کا لمبا ہونا ہے۔

فانہ یرق ویتقوس ویصفر: کھجور کی ٹہنی ہے جب وہ پرانی ہو جاتی ہے تو پتلی بصورت کمان ہو جاتی نیز زرد پڑ جاتی ہے، اور قمر (چاند) میں بھی تینوں چیزیں پائی جاتی ہیں اسی لئے کھجور کی ٹہنی سے مشابہت دی گئی۔ **والنجوم:** سورج و چاند کے ساتھ ستاروں پر بھی دلالت کرنا مقصود ہے۔

نزلوا منزلۃ العقلاء: جمع کی ضمیر کے ساتھ سب ہی کو بیان کر دیا گیا کیونکہ یہ سب اپنے مدار میں تیرتے ہیں اور ان کی یہ صفت بمنزلہ عاقل ہے۔

المملوء: یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے سفینے کے تین طبقات تھے، نچلے میں درندے، درمیانے میں چوپائے، اور اوپری حصے میں آدمی و پرندے۔ **کفیر کم:** مراد مومنین ہیں۔

وھو ما عملوہ: یہ ﴿مثلہ﴾ کی تفسیر میں بیان کئے جانے والے تین اقوال میں سے ایک قول ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے اونٹ پر سواری کی اور تیسرا قول یہ ہے کہ انہوں نے کسی بھی چوپائے پر سواری کی تھی۔

بتعلیم اللہ: اس وہم کو دور کرنا مقصود ہے جو یہاں پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کی عادت مبارکہ یہ ہے کہ بندوں کی جانب کسی صفت کی اضافت فرماتا ہے حالانکہ ہر چیز کا خالق اللہ ہی ہے لیکن یہاں اپنی جانب نسبت فرمائی کیوں؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ ہدایت و تعلیم اللہ ہی کی جانب سے ملتی ہے اور اس کی اضافت مخلوق کی جانب کر دی جاتی ہے اور اس لئے کہ نوح کا سفینہ اگرچہ کسی بھی قسم کا سفینہ ہو لیکن اللہ کی تعلیم والہام کی وجہ سے بنایا گیا ہے اس لئے اللہ نے نسبت اپنی جانب فرمائی۔

من عذاب الاخرۃ: اس جملے میں ان جانب اشارہ ہے کہ جس طرح "خلف" کا استعمال مطلق ماضی کے لئے ہوتا ہے بالکل اسی

طرح مطلق آنے والے زمانے کے لئے بھی ہوتا ہے پس اس طرح یہ لفظ اپنی ضد کو جمع کرتا ہے، پس اس صورت میں ہم "خلف" کو اس معنی میں لیں گے کہ جو معاملہ ہماری عدم موجودگی میں ہوا۔

اعرضوا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ جواب شرط محذوف ہے جس پر اللہ کا فرمان: ﴿وما تاتیھم من آیۃ﴾ دلالت کر رہا ہے۔

فی معتقدکم: مراد مومنین فقراء ہیں نہ کہ اغنیاء کفار کیونکہ وہ تو صانع حقیقی کا ہی انکار کرتے تھے جیسا کہ تم جانتے ہو۔

فی قولکم لنا ذلک: اس جملے سے اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ متذکرہ کلام کافروں کا مومنین کے لئے ہے، جس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمان مساکین کو کھانا کھلاتے تھے، ابوجہل نے اُن سے کہا: اے ابوبکر! کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ اللہ انہیں کھلانے پر قادر ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں!، ابوجہل نے کہا: تو پھر کیوں نہیں کھلاتا؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ کسی قوم کو فقر میں مبتلا فرماتا ہے، اور کسی کو غنی کرتا ہے، اور فقراء کو روزے رکھنے اور اغنیاء کو صدقہ کرنے کا حکم دیتا ہے، ابو جہل نے کہا: اللہ کی قسم اے ابوبکر تو گمراہی میں ہے معاذ اللہ، کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ ان سب کو کھلانے پر قادر ہے اور وہ کھلاتا نہیں ہے، اور تو انہیں کھلاتا ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یہ کلام مومنین کا کفار کے لئے ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ کلام اللہ کا مقصود کافروں کی تردید کرنا ہے۔ ای یوصوا: سے مراد ان کی اولاد و بال ہیں۔ (الصاوی، ج۵، ص۹۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۳

﴿ونفخ فی الصور﴾ھُوَ قَرنُ النَّفخَۃِ الثَّانِیَۃِ لِلبَعثِ وَبَینَ النَّفخَتَینِ اَربَعُونَ سَنَۃً ﴿فاذاھم﴾ اَلمَقبُورُونَ ﴿من الاجداث الی ربھم ینسلون﴾ یَخرُجُونَ بِسرعَۃٍ ﴿قالوا﴾ اَیِ الکُفَّارُ مِنھم، ﴿ویا﴾ لِلتَّنبِیہِ ﴿یویلنا﴾ ھلاکَنَا وَھُوَ مَصدَرٌ لا فِعلَ لَہ مِن لَفظِہ ﴿من بعثنا من مرقدنا﴾ سکتۃ لِاَنَّھُم کَانُوا بَینَ النَّفخَتَینِ نَائِمِینَ لَم یُعَذَّبُوا ﴿ھذا﴾ اَیِ البَعثُ ﴿ما﴾ اَیِ الَّذِی ﴿وعد﴾ بہ ﴿الرحمن و صدق﴾ فیہ ﴿المرسلون (۵۲)﴾ اَقَرُّوا حِینَ لا یَنفَعُھُمُ الاِقرَارُ وَقِیلَ یُقَالُ لَھم ذلک ﴿ان﴾ ما ﴿کانت الا صیحۃ واحدۃ فاذاھم جمیع لدینا﴾ عِندَنَا ﴿محضرون (۵۳) فالیوم لا تظلم نفس شیئا ولا تجزون الا﴾ جَزَاءَ ﴿ما کنتم تعملون (۵۴) ان اصحب الجنۃ الیوم فی شغل﴾ بِسُکُونِ الغَینِ وَضَمِّھَا عَمَّا فِیہِ اَھلُ النَّارِ مِمَّا یَلتَذُّونَ بِہ کَافتِضَاضِ الاَبکَارِ لا شَغلَ یَتعَبُونَ فِیہِ لِاَنَّ الجَنَّۃَ لا نَصَبَ فِیھَا ﴿فکھون (۵۵)﴾ نَاعِمُونَ خَبَرٌ ثَانٍ لِاَنَّ وَالاَوَّلُ فِی شُغُلٍ ﴿ھم﴾ مُبتَدَاٌ ﴿وازواجھم فی ظلل﴾ جَمعُ ظُلَّۃٍ او ظِلٍّ خَبَرٌ اَی لا تُصِیبُھُمُ الشَّمسُ ﴿علی الارائک﴾ جَمعُ اَرِیکَۃٍ وَھِیَ السَّرِیرُ فِی الحَجَلَۃِ اَوِ الفَرشِ فِیھَا ﴿متکئون (۵۶)﴾ خَبَرٌ ثَانٍ مُتَعَلِّقٌ عَلَی ﴿لھم فیھا فاکھۃ ولھم﴾ فیھا ﴿ما یدعون (۵۷)﴾ یَتَمَنَّونَ ﴿سلم﴾ مُبتَدَاٌ ﴿قولا﴾ اَی بِالقَولِ خَبَرُہ ﴿من رب رحیم (۵۸)﴾ بِھِم اَی یَقُولُ لَھُم سَلامٌ عَلَیکُم ﴿و﴾ یَقُولُ ﴿امتازوا الیوم ایھا المجرمون (۵۹)﴾ اَیِ انفَرِدُوا عَنِ المُؤمِنِینَ عِندَ اختِلاطِھِم بِھِم ﴿الم اعھد الیکم﴾ آمُرکُم ﴿یبنی ادم﴾ عَلٰی لِسَانِ رُسُلِی ﴿ان لا تعبدوا الشیطن﴾ لا تُطِیعُوہُ ﴿انہ لکم عدو مبین (۶۰)﴾ بَیِّنُ العَدَاوَۃِ ﴿و ان اعبدونی﴾ وَحِّدُونِی وَاَطِیعُونِی ﴿ھذا صراط﴾ طَرِیقٌ ﴿مستقیم﴾

(۶۱) ولقد اضل منکم جبلا ﴿خلقا جمع جبیل کقدیم وفی قرائۃ بضم الباء﴾ کثیرا ط افلم تکونوا تعقلون (۶۲) ﴿عداوتہ واضلالہ او ما حل بھم من العذاب فتؤمنون ویقال لھم فی الاخرۃ﴾ ھذہ جھنم التی کنتم توعدون (۶۳) اصلوھا الیوم بما کنتم تکفرون (۶۴) ﴿بھا﴾ الیوم نختم علی افواھھم ﴿ای الکفار لقولھم واللہ ربنا ما کنا مشرکین﴾ وتکلمنا ایدیھم و تشھد ارجلھم ﴿وغیرھا﴾ بما کانوا یکسبون (۶۵) ﴿وکل عضو ینطق بما صدر منہ﴾ ولو نشاء لطمسنا علی اعینھم ﴿لاعمیناھا طمسا﴾ فاستبقوا ﴿ابتدروا﴾ الصراط ﴿الطریق ذاھبین کعادتھم﴾ فانی ﴿فکیف﴾ یبصرون (۶۶) ﴿حینئذ ای لا یبصرون﴾ ولو نشاء لمسخنھم ﴿قردۃ وخنازیر او حجارۃ﴾ علی مکانتھم ﴿وفی قرائۃ مکاناتھم جمع مکانۃ بمعنی مکان ای فی منازلھم﴾ فما استطاعوا مضیا ولا یرجعون (۶۷) ﴿ای لم یقدروا علی ذھاب ولا مجیء﴾.

﴿ترجمہ﴾

اور پھونکا جائے گا صور......۱...... (یہ نفخہ ثانیہ مردوں کے اٹھانے کے لیے ہوگا اور دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا) جبھی وہ (جو قبروں میں ہیں) قبروں سے (الاجداث بمعنی القبور ہے) اپنے رب کی طرف تیزی سے نکلیں گے (ینسلون بمعنی یخرجون بسرعۃ کے ہے، ان میں سے جو کافر ہیں) کہیں گے ہائے ہماری ہلاکت (یا تنبیہ کے لیے ہے، ویلنا بمعنی ھلاکنا ہے ، یہ مصدر ہے اس لفظ سے اس کا فعل نہیں آتا) کس نے ہمیں سوتے سے جگا دیا......۲...... (یہ اس لیے کہیں گے کہ وہ دو نفخوں کی درمیانی مدت میں سوتے رہے ہونگے اور اس مدت میں انہیں عذاب نہیں دیا گیا ہوگا) یہ ہے (مردوں کا اٹھایا جانا) جس کا (ما بمعنی الذی ہے) رحمٰن نے وعدہ دیا تھا (بہ ضمیر مجرور جو کہ ضمیر عائد ہے، محذوف ہے) اور رسولوں نے (اس بارے میں) حق فرمایا (وہ اب اقرار کرلیں گے لیکن اس وقت کا اقرار انہیں کچھ نفع نہ دے گا اور ایک قول یہ ہے کہ ان سے یہ بات کہی جائیگی) وہ تو نہ ہوگی (ان بمعنی ما نافیہ ہے) مگر ایک چنگھاڑ جبھی وہ سب کے سب ہمارے حضور حاضر ہو جائیں گے (لدینا بمعنی عندنا ہے) تو آج کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا اور تمہیں بدلہ نہ ملے گا مگر (بدلہ) تمہارے کئے کا......۳...... بیشک جنت والے آج دل کے بہلاوں میں ہیں (ان تکالیف سے دور ہیں جن میں جہنمی مبتلا ہیں نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں جیسے باکرہ عورتوں کے پاس جانا......۴......اور وہاں کوئی ایسا مشغلہ نہ ہوگا جس سے جنتیوں کو تھکن ہو کیونکہ جنت میں تھکن نہ ہوگی) چین کرتے ہیں (فکھون بمعنی ناعمون ہے، یہ لان کی خبر ثانی ہے جبکہ خبر اول فی شغل ہے) وہ (ھم ضمیر مبتدا ہے) اور ان کی بیبیاں سایوں میں ہیں (فی ظلل خبر ہے، "ظلل" ظلۃ یا ظل کی جمع ہے یعنی جنتیوں کو دھوپ نہیں پہنچے گی) تختوں پر ("ارائک" اریکۃ کی جمع ہے اریکۃ گنبد بر معلق یا زمین لگے تخت کو کہتے ہیں) تکیہ لگائے (یہ مبتدا کی خبر ثانی ہے، اور یہ علی الارائک کے متعلق ہے) ان کے لیے (اس میں) میوہ ہے اور ان کے لیے ہے (اس میں) جو مانگیں (یعنی جس کی وہ تمنا کریں) ان پر سلام ہوگا......۵...... (سلم مبتدا ہے) فرمایا ہوا (قولا حرف یاء کے حذف کی وجہ سے منصوب ہے دراصل بالقول ہے) مہربان کا (ان لوگوں پر، من رب رحیم یہ مبتدا کی خبر ہے معنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل ان سے فرمائیگا تم پر سلامتی ہو) اور (فرمائیگا آج الگ پھٹ اے مجرموں......۶......) ان کے مسلمانوں کے ساتھ مختلط ہونے کے وقت کہا جائیگا تم لوگ مسلمانوں سے الگ ہو جاؤ) اے اولاد آدم ایک میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا (تمہیں حکم نہ دیا تھا اپنے رسولوں کی زبانی) کہ شیطان

کو نہ پوجنا (اس کی فرمانبرداری نہ کرنا......) بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے (اس کی عداوت ظاہر ہے) اور میری بندگی کرنا (مجھے ایک ماننا اور میری اطاعت کرنا) یہ سیدھی راہ ہے (صراط بمعنی طریق ہے) اور بیشک اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو بہکا دیا ("جبلا" جبیل بروزن قدیم کی جمع ہے بمعنی خلقا، اور ایک قرائت میں یہ باء مضمومہ کے ساتھ ہے) تو کیا تم عقل......۸......نہ رکھتے تھے (اس کی دشمنی اور اس کے گمراہ کرنے کی یا ان پر نازل ہونے والے عذاب کی کہ ایمان لے آتے اور آخرت میں ان سے کہا جائیگا) یہ ہے وہ جہنم جس کا تم سے وعدہ تھا (بھا ضمیر عائد مع حرف جر محذوف ہے) آج اسی میں جاؤ بدلہ اپنے کفر کا آج ہم ان کے مونہوں پر (یعنی کفار کے مونھوں پر) مہر کردیں گے (ان کے قول ﴿والله ربنا ما کنا مشرکین اے اللہ ہمارے رب ہم مشرک نہ تھے﴾ کے سبب) اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں (وغیرہ) ان کے کئے کی گواہی دیں گے (پس ہر عضو اس گناہ کی خبر دے گا جو اس سے صادر کیا گیا تھا......۹......) اور اگر ہم ان کی آنکھیں مٹا دیتے (یعنی ان کی آنکھیں مٹا کر اندھا کردیتے) پھر لپک کر رستے کی طرف جاتے (استبقوا بمعنی ابتدوا ہے، الصراط بمعنی الطریق ہے یعنی وہ جس رستے کی طرف جاتے) تو (اس وقت) انہیں کیسے سوجھتا (انی بمعنی کیف ہے) یعنی وہ دیکھ نہیں سکتے اور اگر ہم چاہتے تو انہیں مسخ کردیتے (بندر، خنزیر یا پتھر کی صورت میں) ان کے بیٹھے (علی مکانتھم بمعنی فی متنازلھم ہے، ایک قرائت میں مکانتھم کو مکاناتھم پڑھا گیا ہے یہ مکانۃ کی جمع ہے بمعنی مکان ہے) تو نہ آگے بڑھ سکتے نہ پیچھے لوٹتے (یعنی وہ کہیں آنے جانے کی طاقت نہ پاتے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ونفخ فی الصور فاذاھم من الاجداث الی ربھم ینسلون۝﴾

و: مستانفہ، نفخ فی الصور: فعل با نائب الفاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، ھم: مبتدا، من الاجداث: ظرف لغو اول، الی ربھم: ظرف لغو ثانی، ینسلون: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قالوا یویلنا من بعثنا من مرقدنا ھذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون۝﴾۔

قالوا: قول، یویلنا: نداء، من: استفہامیہ مبتدا، بعثنا: فعل با فاعل، من مرقدنا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ھذا: مبتدا، ما: موصولہ، وعد الرحمن: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، صدق المرسلون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان کانت الا صیحۃ واحدۃ فاذا ھم جمیع لدینا محضرون۝﴾۔

ان: نافیہ، کانت: فعل ناقص با اسم، الا: اداۃ حصر، صیحۃ واحدۃ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، ھم: مبتدا، جمیع: خبر اول، لدینا: ظرف لغو، محضرون: اسم مفعول با نائب الفاعل، ملکر شبہ جملہ خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فالیوم لاتظلم نفس شیئا ولا تجزون الا ماکنتم تعملون۝﴾۔

ف: مستانفہ، الیوم: ظرف مقدم، لاتظلم نفس: فعل نفی مجہول ونائب الفاعل، شیئا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تجزون: فعل نفی مجہول با نائب الفاعل، الا: اداۃ حصر، ماکنتم تعملون: موصول صلہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان اصحب الجنۃ الیوم فی شغل فکھون۝ ھم وازواجھم فی ظلل علی الارائک متکئون۝﴾۔

ان: حرف مشبہ، اصحب الجنۃ: ذوالحال، الیوم: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر اسم، فی شغل: ظرف مستقر خبر اول، فکھون: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ، ھم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ازواجھم: معطوف، ملکر مبتدا، فی ظلل: ظرف مستقر خبر اول، علی الارائک

متکئون: شبہ جملہ خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لھم فیھا فاکھة ولھم ما یدعون٥﴾.

لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، فیھا: ظرف مستقر حال مقدم، فاکھة: ذوالحال، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ۔ و: عاطفہ، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، ما یدعون: موصول صلہ، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿سلم قولا من رب رحیم٥﴾.

سلم: مبتدا، قولا: موصوف، من رب رحیم: ظرف مستقر صفت، ملکر فعل محذوف "یقال لھم" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وامتازوا الیوم ایھا المجرمون٥ الم اعھد الیکم یبنی ادم ان لا تعبدوا الشیطن﴾.

و: عاطفہ، امتازو: فعل امر بافاعل، الیوم: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ایھا المجرمون: نداء، ملکر جملہ ندائیہ ہوکر قول محذوف "یقول اللہ لھم" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ھمزہ حرف استفہام، لم اعھد: فعل نفی بافاعل، الیکم: ظرف لغو، ان: مصدریہ، لا تعبدوا الشیطن: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، یبنی ادم: نداء، ملکر جملہ ندائیہ قول محذوف "یقول اللہ لھم" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿انہ لکم عدو مبین٥ وان اعبدونی ھذا صراط مستقیم٥﴾.

انہ: حرف مشبہ واسم، لکم عدو: شبہ جملہ موصوف، مبین: صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ان: مصدریہ، اعبدونی: جملہ فعلیہ بتاویل ماقبل "ان تعبدوا الشیطن" پر معطوف ہے، ھذا: مبتدا، صراط مستقیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

صور کے اثر سے محفوظ رہنے والے دس مستثنیات:

۱۔۔۔۔۔ہم نے طلباء کی سہولت کے لئے کئی مقامات پر صور پھونکے جانے کے حوالے سے کلام کیا ہے، چنانچہ عطائین جلد ۲، صفحہ نمبر ۱۲۸، عطائین، جلد۳، ص ۲۷۳، ۲۷۴ پر مفصل کلام کر چکے ہیں۔ یہاں حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحقیق کے تحت ان دس مستثنیات کا بیان کرتے ہیں کہ جن کے تحت محدثین ومفسرین ودیگر اہل علم نے دس اقسام کے لوگوں کو صور کے اثر سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ونفخ فی الصور فصعق من فی السموت ومن فی الارض الا من شاء اللہ ثم نفخ فیہ اخری فاذا ھم قیام ینظرون (الزمر:۶۸)﴾۔ صور کتنی بار پھونکا جائے گا اس کا ذکر متذکرہ آیت کے تحت دو مرتبہ ہے۔ جمہور علماء ومحققین کا اس کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے کہ صور کتنی بار پھونکا جائے گا؟ شیخ ابن حزم نے چار مرتبہ کا ذکر کیا ہے لیکن حافظ سیوطی، ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے اس قول کی تردید کی ہے۔

☆۔۔۔۔۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب صور پھونکا جائے گا تو لوگ بے ہوش ہو جائیں گے، پس میں وہ پہلا شخص ہونگا جو اس کے اثر سے محفوظ کھڑا ہونگا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام عرش الٰہی کو تھامے ہوئے ہونگے اور میں نہیں جانتا کہ وہ محفوظ رہے یا نہیں''۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: نفخ فی الصور، رقم:۶۵۱۷، ص۱۱۲۹)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی نے دس مستثنیات ذکر فرمائے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱،۲)۔۔۔۔۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح ہے جس پر بعض نے اشکال پیش کیا ہے، اور امام ہناد نے ''التذکرة'' میں حضرت سعید

بن جبیر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے تحت مراد شہداء ہیں۔ (ماہر فن حدیث کا اس بارے میں کچھ اختلاف ہے، کہ آیا اس حدیث کی سند حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ تک صحیح ہے یا نہیں۔)

(۳)......متذکرہ استثناء سے حضرات انبیائے کرام مراد ہیں، امام بیہقی کا میلان اسی جانب ہے۔ انہوں نے کہا کہ جائز ہے کہ اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوں، انہوں نے کہا کہ میری توجیہ یہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام شہداء کی مانند اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ پس جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو تمام انبیائے کرام اور شہداء بے ہوش ہو جائیں گے اور یہ ان کے حق میں مکمل موت نہیں ہوگی صرف ان کے حواس معطل ہو جائینگے، اور ان کا شعور کام کرنا چھوڑ دیگا۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز قرار دیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیہوش ہونے سے مستثنیٰ رکھا ہو، اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان میں سے بیہوش ہونے سے مستثنیٰ رکھا ہو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ان میں سے ہوں جن کو اللہ عزوجل نے بیہوش ہونے سے مستثنیٰ رکھا ہے تو پھر ان کے حواس اور شعور برقرار رہیں گے، اور طور پر تجلی کے وقت جو وہ بے ہوش ہو گئے تھے اسی بے ہوشی کو اس بے ہوشی کے قائم مقام کر دیا ہو، پھر امام بیہقی نے شہداء کے متعلق سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا اثر ذکر کیا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کون لوگ ہیں جن کو اللہ عزوجل نے بیہوش کرنا نہیں چاہا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اس سے مراد شہداء ہیں، اس حدیث کی سند کو حاکم نے صحیح کہا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور امام جریر طبری نے بھی اس کو راجح قرار دیا ہے۔

(۴)......یحییٰ بن سلام نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جو لوگ آخر میں بچ جائیں گے وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام، اور ملک الموت علیہ السلام ہونگے۔ پھر اول الذکر تین حضرات فوت ہو جائیں گے، پھر اللہ حضرت ملک الموت علیہ السلام سے فرمائے گا کہ تم بھی فوت ہو جاؤ اور وہ بھی فوت ہو جائیں گے، میں کہتا ہوں کہ اس کی مثل حدیث امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور امام ابن مردویہ نے بھی اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے کہ اللہ نے جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، ملک الموت علیہ السلام تین کا استثناء کیا ہے، اس حدیث کی سند ضعیف ہے، اور امام ابن جریر اور امام ابن مردویہ نے اس کو ایک اور سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام ابن جریر نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس سے یحییٰ بن سلام کی مثل روایت کیا ہے اور امام ابن جریر نے اس کو سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے کہ اس مستثنیٰ افراد میں حاملین عرش نہیں ہیں کیونکہ وہ آسمانوں کے اوپر ہیں اور آیت میں زمینوں اور آسمانوں کے لوگوں کا استثناء ہے۔

(۵)......آسمانوں اور زمینوں کے لوگ بیہوش ہونگے اور حاملین عرش ان میں داخل نہیں ہیں، جیسا کہ ماقبل ذکر ہوا۔

(۶)......رسل ملائکہ اربعہ اور حاملین عرش بیہوش نہیں ہونگے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث اس پر شاہد ہے اور معروف و مشہور بھی ہے، اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے، اس حدیث کی سند ضعیف اور مضطرب ہے۔ کعب الاحبار سے بھی اس کی مثل مروی ہے اور انہوں نے کہا وہ بارہ افراد ہیں، اس کو امام بیہقی اور ابن ابی حاتم نے زید بن اسلم سے مقطوعاً روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(۷)......امام ابن جریر نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت انس اور قتادہ سے روایت کیا ہے کہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام مستثنیٰ ہیں اور امام ثعلبی نے اس حدیث کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(۸)......بیہوش ہونے سے جنت کے غلمان اور بڑی آنکھوں والی حوریں مستثنیٰ ہیں۔

(۹)......جنت کے حور و غلمان اور جنت و دوزخ کے خازن اور دوزخ کے سانپ، بچھو مستثنیٰ ہیں، اور اس قول کو امام ثعلبی نے ضحاک بن

مزاحم سے روایت کیا ہے۔

(۱۰)......محمد بن حزم نے الملل والنحل میں جزم کے ساتھ کہا ہے کہ تمام ملائکہ بیہوش ہونے سے محفوظ رہیں گے، انہوں نے کہا کہ ملائکہ خود ارواح ہیں، ان میں اور روحیں داخل نہیں ہیں لہذا ان پر بالکل موت نہیں آئے گی۔

امام ابن جریر نے سند صحیح کے ساتھ قتادہ سے روایت کیا ہے کہ بیہوش ہونے سے صرف اللہ کی ذات مستثنی ہے ورنہ ہر شخص کو اللہ نے موت کا ذائقہ چکھانا ہے، اور اس کو ایک مستقل قول بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔

امام بیہقی نے کہا ہے کہ اہل نظر نے ان اقوال میں سے اکثر کو ضعیف قرار دیا ہے، کیونکہ اس آیت میں بیہوش ہونے سے ان لوگوں کا استثناء فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں رہتے ہیں اور ان میں سے اکثر آسمانوں اور زمینوں کے رہنے والے ہیں کیونکہ عرش آسمان کے اوپر ہے سو حاملین عرش ان میں رہنے والے نہیں، اور حضرت جبرائیل علیہ السلام ومیکائیل علیہ السلام عرش کے گرد صف باندھنے والوں میں سے ہیں، اور جنت آسمانوں کے اوپر ہے اور جنت ودوزخ منفرد عالم ہیں جن کو باقی، قائم ودائم رکھنے کے لئے تخلیق کیا گیا ہے، یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مستثنی لوگ فرشتوں کے غیر ہیں، کیونکہ امام عبداللہ بن احمد نے زوائد مسند میں اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت لقیط بن عامر سے ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں آپ کا ارشاد ہے: "تم زمین پر ٹھہرو گے جب تک ٹھہرو گے، پھر ایک ہولناک چیخ بھیجی جائے گی، سو تمہارے معبود کی قسم! وہ چیخ زمین کے ہر شخص پر موت طاری کردے گی حتی کہ وہ فرشتے بھی مرجائیں گے جو تمہارے رب کے ساتھ ہیں۔ (فتح الباری، کتاب الرقاق، باب: نفخ الصور، رقم: ٦٥١٧، ج ١١، ص ٤٥١)

کافروں کا اپنی خوابگاہوں سے اٹھنا:

۲......اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿قالوا يا ويلنا من بعثنا من مرقدنا...... الخ﴾ کہیں گے ہائے ہماری خرابی کس نے ہمیں سوتے سے جگایا (یس: ٥٢)﴾، یہ قول مشرکین کا ہوگا۔ جب قبروں سے اٹھانے کے لئے صور پھونکا جائے گا تا کہ قیامت قائم کی جائے اور کافروں کی روحیں ان کے جسموں کی جانب پھیر دی جائیں گی، اور یہ مرنے کے بعد طویل نیند ہو جانے پر ہوگا، ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ یہ نیند دو نفخوں کے مابین ہوگی۔

☆......قتادہ کہتے ہیں کہ متذکرہ بالا قول کے قائل گمراہ لوگ ہونگے۔

☆......مجاہد کہتے ہیں کہ قائل کافر ہونگے۔ (الطبری، الجزء: ٢٣، ص ٢١ وغیرہ)

☆......ابن عباس کہتے ہیں کہ کافر یہ قول اس لئے کہیں گے کہ دو نفخوں کے مابین ان سے عذاب دور کر دیا جائے گا، اور دوسرے نفخہ کے بعد جب انہیں اٹھایا جائے گا تو انہیں خوف قیامت دامن گیر ہوگا، پس اسی وجہ سے وہ نالاں ہونگے۔ دو نفخوں کے مابین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق چالیس دن، چالیس ماہ یا چالیس سال کا عرصہ گزرے گا۔ (الخازن، ج ٤، ص ١٠)

اللہ عزوجل کے فضل سے نہ ہونے والی عبادت پر بھی ثواب ملنا:

۳......اللہ عزوجل نے اس مقام پر واضح بیان فرمادیا کہ کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا، نہ مومن پر اور نہ ہی کافر پر، اس طور پر آیت میں عموم پایا جارہا ہے۔ آیت کے دوسرے حصے میں یہ بیان ہے کہ انسان کو صرف اسی عمل کی جزا (ثواب) ملے گا جو اس نے کیا، تاہم مفسرین کرام کہتے ہیں کہ یہ فقط کفار کے ساتھ خاص ہے کیونکہ کفار کو انہی کاموں کی جزا دی جائے گی جو انہوں نے کئے ہیں اور یہی ان کے ساتھ عدل کرنا ہے، جب کہ مومنین پر فضل وانعام فرماتا ہے اور ان کاموں کی بھی جزا دے گا جو انہوں نے نہیں کئے۔

(الرازی، ج ۹، ص ۲۹۳)

ہم کہتے ہیں کہ کافروں کو اللہ ﷻ دنیا ہی میں ان کے اچھے کاموں کا بدلہ دے دیتا ہے، اور مومنین کو اپنے فضل سے اضافہ کر کے بھی دیتا ہے اور بعض ان کاموں کا بھی اجر دیتا ہے جو انہوں نے نہیں کئے ہوتے۔ اللہ ﷻ فرماتا ہے: ﴿من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون جو اچھا کام کرے مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان تو ضرور ہم اسے اچھی زندگی جلائیں گے اور ضرور انہیں ان کا اجر دیں گے جو ان کے سب سے بہتر کام کے لائق ہوں (النحل: ۹۷)﴾۔

☆...... حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جب بندہ بیمار ہوتا ہے یا سفر کرتا ہے تو جو عمل وہ تندرستی اور اقامت میں کرتا ہے وہ عمل بھی اس کے لئے لکھا جاتا ہے"۔ (صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب: ما یکتب للمسافر برقم: ۲۹۹۶، ص ۴۹۰)

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جب کوئی بندہ کسی مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ اس کے محافظ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس کی بُرائی نہ لکھو اور یہ جو نیکی کرے اس کے عوض دس نیکیاں لکھو اور صحت کی حالت میں جو نیکی کرتا تھا اسے بھی لکھو اگرچہ بیماری میں نہیں کر سکا"۔ (مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، باب: ما یجری علی المریض، رقم: ۳۸۱۳، ج ۳، ص ۲۳)

☆...... سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جب میں اپنے کسی مومن بندے کو، کسی مرض میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ میری آزمائش پر میری حمد کرتا ہے تو میں فرشتوں سے کہتا ہوں کہ تم اس کی صحت کے ایام میں اس کا جو اجر لکھتے وہی لکھتے رہو"۔

(المعجم الکبیر، عن شداد بن اوس، رقم: ۷۱۳۶، ج ۷، ص ۲۷۹)

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اللہ جس بندہ کو بھی کسی مرض میں مبتلا کرتا ہے تو اس کے صحیفۂ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اس شخص نے جو بُرا عمل کیا ہے وہ نہ لکھو اور جو نیک کام کیا ہے تو دس گنا لکھدو، اور صحت کے ایام میں یہ شخص جو نیک عمل کرتا تھا اس کو حسب دستور لکھتے رہو، خواہ یہ عمل نہ کرے"۔ (مسند ابی یعلی بشھر بن حوشب عن ابی ھریرۃ، رقم: ۶۶۳۱، ج ۵، ص ۱۲۶)

جنتی انعام وخواتین، حورالعین سے تلذذ:

؏...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اللہ ﷻ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال آیا، اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو: ﴿فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون تو کسی جی کو نہیں معلوم جو آنکھ کی ٹھنڈک ان کے لئے چھپا رکھی ہے صلہ ان کے کاموں کا (السجدۃ: ۱۷)﴾۔

☆...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اہل جنت میں سے ادنیٰ درجہ اس شخص کا ہے جو ایک ہزار سال کی مسافت سے اپنے باغات کی طرف دیکھ رہا ہوگا اور اپنی ازواج کی طرف اور اپنی نعمت کی طرف اور اپنے خادمین کی جانب، اور اپنے مسہریوں کی جانب، اور اہل جنت میں سے اللہ کے نزدیک مکرم ہوگا اور وہ ہر صبح اور شام کو اللہ کے چہرے (بے مثال) کی طرف دیکھے گا، پھر سید عالم ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ﴿وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ کچھ مونھ اس دن تر و تازہ ہونگے اپنے رب کو دیکھتے (القیامۃ: ۲۲، ۲۳)﴾۔ (سنن الترمذی، کتاب صفة الجنة، باب: ما جاء فی رؤیة الرب، رقم: ۲۵۶۲، ص ۷۳۵)

☆...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "بیشک ایک جنتی شخص ستر کنواری حوروں کے ساتھ ایک دن میں لذت مباشرت کرے گا اور اللہ انہیں دوبارہ کنواری حوریں بنادیگا"۔

(کنز العمال، رقم: ، کتاب القیامة، باب: ذکر اهل الجنة ومراتبهم، ۳۹۳۵۱، ج ۷، ص ۲۰۵)

اہل جنت پر سلامتی کے ارشادات:

۵......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فقراء میں سے ایک شخص سید عالم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر خدمت ہوا، اس نے کہا کہ میں فقراء کا ایک قاصد ہوں، سید عالم ﷺ نے فرمایا: "مرحبا، اُس قوم کے نمائندے جو مجھے محبوب ہے"۔ اس نے کہا یا رسول اللہ فقراء کہتے ہیں: امیر لوگ ہر قسم کے خیر کے امور انجام دے لیتے ہیں، وہ حج کرتے ہیں لیکن ہمیں حج کی استطاعت نہیں، وہ صدقہ کرتے ہیں لیکن ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے، وہ غلام آزاد کرتے ہیں لیکن ہمیں اس پر قدرت نہیں، مریضوں کی مال وغیرہ سے مدد کرتے ہیں؛ سید عالم ﷺ نے فرمایا: میری جانب سے فقراء کو یہ پیغام دے دینا اور کہنا کہ جو مجھ سے تین امور میں احتساب کا وعدہ کرے تو امیر لوگ ان سے کچھ آگے نہ ہوں، (۱)......جنت میں سرخ یاقوت کے کمرے ہونگے جنہیں اہل جنت دیکھیں گے جیسا کہ دنیا میں ستاروں کو دیکھا جاتا ہے یہ کمرے فقط فقراء کے لئے ہوں گے، یا شہید یا مومن فقیر کیلئے، (۲)......فقراء جنت میں امیر لوگوں کے مقابلے میں نصف دن پہلے داخل ہونگے اور نصف دن کی مقدار پانچ سو سال ہے، (۳)......جب فقراء یہ کہیں: سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر تو امیر لوگ اس جملے کے کہنے سے فقراء سے آگے نہیں بڑھ سکتے، فقراء کو اس جملے کے ادا کرنے کا دوگنا ثواب ملے گا۔

یہ بھی جاننا چاہیے کہ فرشتوں کے سلام کو دنیا میں سننا اور انہیں دیکھنا خاص بندوں کے ساتھ متعلق ہے جو فرشتوں کے لطایف جوہر کو سننے اور دیکھنے کی طاقت رکھتے ہیں، امام غزالی "المنقذ من الضلال" میں فرماتے ہیں کہ حضرات صوفیاء فرشتوں کو حالت نیند میں دیکھ لیا کرتے تھے، تاکہ ان کے نفوس کو طہارت حاصل ہو اور ان کے دل مزید تزکیہ (پاکیزگی) حاصل کریں، ہر قسم کی نقص وگندگی دور ہو، دنیاوی مال واسباب کی محبتیں ختم ہوں، اللہ کا نام نامی اسم گرامی علمی، عملی، دائمی طور پر بلند ہو، اور فرشتوں کو عالم مثال (خواب) یا عالم نشاۃ (وقت آخر/جنت) کے علاوہ نہیں دیکھا جاسکتا جیسا کہ مخفی نہیں۔ (روح البیان، ج۴، ص ۴۷۱)

مجرمین کا مسلمین سے الگ ہونا:

۶......مقاتل، سدی اور زجاج فرماتے ہیں کہ مجرم اور نافرمان بندوں کو حکم ہوگا کہ میرے نیکوکار بندوں سے جُدا ہو جاؤ یعنی مومنین کو عزت واحترام کے ساتھ جنت کی طرف لے جایا جائے گا اور مجرموں کو دوزخ کی طرف ہانکا جائے گا۔ اس آیت کا عطف سابقہ آیت کے مضمون پر ہے۔ ضحاک فرماتے ہیں کہ ہر کافر کے لئے دوزخ میں ایک کمرہ ہوگا جس میں وہ داخل ہوگا تو اس کا دروازہ آگ کے ساتھ بند کردیا جائے گا پھر وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، نہ وہ کسی کو دیکھ سکے گا اور نہ اسے کوئی دیکھ سکے گا۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ دوزخ میں جب اس شخص کو ڈالا جائے گا جس نے ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے تو ان کے لئے لوہے کے تابوت بنائے جائیں گے جن میں کیل بھی لوہے کے ہونگے، پھر ان تابوتوں کو دوسرے لوہے کے تابوتوں میں بند کردیا جائے گا پھر انہیں جہنم کے نچلے طبقے میں پھینکا جائے گا ان میں کوئی یہ نہیں سوچے گا کہ میرے علاوہ بھی کسی کو عذاب ہو رہا ہے۔ ابو نعیم اور بیہقی نے سوید بن غفلہ سے اسی طرح یہ حدیث نقل کی ہے۔ (المظہری، ج۶، ص ۷۳)

شیطان اور انسان میں عداوت کب، کیسے اور کیوں ہوئی؟

۷......سوال یہ ہے کہ انسان اور شیطان میں عداوت کیسے ہوگئی؟ ہم کہتے ہیں کہ اس عداوت کی ابتداء شیطان کی طرف سے ہوئی ہے اور اس کا سبب یہ بنا کہ اللہ عزوجل نے بنی آدم کی تکریم فرمائی، جب ابلیس نے دیکھا کہ اس کا رب آدم علیہ السلام کی تکریم فرماتا ہے تو اس کے جی میں بغض پیدا ہوا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابلیس کی عداوت کی مثال دیجئے؟ تو ہم کہیں گے کہ جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو مکرم کیا تو

ابلیس عداوت کا شکار ہوا، اور ابلیس نے گمان کیا کہ اللہ عزوجل آدم علیہ السلام کو اس کا مقام و مرتبہ دے گا اور اُسے آدم علیہ السلام کا مقام دے گا، جیسا کہ کسی بادشاہ کے دربار میں عہدے تبدیل ہوا کرتے ہیں، اور اللہ عزوجل دلوں کی بات جانتا ہے اور شیطان نے اپنا مخفی امر ظاہر فرمایا، پس اس کے جی میں جو کچھ تھا ان لفظوں ﴿لاقعدن لهم صراطك المستقيم میں ضرور تیرے سیدھے راستے پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا (الاعراف: ۱۶)﴾ میں ظاہر ہوا۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے تو پھر انسان اس کی مرضی پر کیوں چلتا ہے؟ مثلاً شراب، زنا، اور دیگر مکروہ کام کیوں کرتا ہے؟ ہم کہیں گے کہ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ شیطان کے کارندے انسان کے آس پاس ہوتے ہیں اور انسان اللہ عزوجل کی مدد و نصرت طلب کرنا چھوڑ دیتا ہے، اور انسان اللہ عزوجل کی مدد کو چھوڑ کر اس شہوت کے ذریعے مدد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اللہ عزوجل نے انسان کی کامیابی و بقاء و سربلندی کے لئے رکھی ہے اور اس شہوت کو اللہ عزوجل نے مہلکات کو دور کرنے کے لئے رکھا ہے لیکن اب انسان نے ناجائز خواہش کو پورا کیا اور اب اللہ عزوجل کے غضب سے بچنے کے لئے ان طریقوں کو استعمال کرنا چاہا جو اللہ عزوجل نے مفاسد کو دور کرنے کے لئے پیدا کئے تھے اور نتیجہ یہ نکلا کہ انسان اللہ عزوجل کی جانب سے وبال میں پڑ گیا۔ اور انسان کا نافرمانی کی طرف مائل ہونا ایسا ہے جیسا کہ مریض مرض کی جانب بڑھتا جاتا ہے اور انسان اپنے مزاج کے اعتبار سے اعتدال سے ہٹ جاتا ہے، پس وہ گرم پانی کو ٹھنڈا سمجھتا ہے اور اس طرح اس کا مرض بڑھتا رہتا ہے۔ اور اسی سے معدے میں بھی بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور معدہ کم غذا کو بھی ہضم نہیں کر پاتا اور کثیر غذا کی جانب مائل ہوتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا معدہ مزید خراب ہو جاتا ہے۔ اور جس انسان کا مزاج درست ہو وہ اسی جانب مائل ہوتا ہے جو اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔ (الرازی، ج۹، ص ۳۰۰ ملخصاً)

"التعریفات" کی رو سے عقل کی تعریف واقسام:

۸...... علامہ جرجانی نے عقل کی درج ذیل تعریفات کی ہیں:

(۱)...... عقل ایسا جوہر ہے جو اپنی ذات میں مادہ سے مجرد ہے اور اپنے فعل میں مادہ سے مقارن ہے۔

(۲)...... وہ نفس ناطقہ ہے جس کو ہر شخص "میں" سے تعبیر کرتا ہے۔

(۳)...... عقل ایک جوہر روحانی ہے جس کو اللہ نے بدن سے متعلق کر کے پیدا کیا ہے۔

(۴)...... عقل دل میں ایک نور ہے جو حق و باطل کی معرفت رکھتا ہے۔

(۵)...... عقل ایسا جوہر ہے جو مادہ سے مجرد ہے اور بدن کے ساتھ متعلق ہے اور اس کی تدبیر اور اس میں تصرف کرتا ہے۔

(۶)...... عقل نفس ناطقہ کی قوت کا نام ہے، اور اس میں تصریح ہے کہ قوت عاقلہ نفس ناطقہ کی مغائر ہے اور تحقیق یہ ہے کہ فاعل نفس ہے اور عقل اس کا آلہ ہے، جیسے کاٹنے والے کے ہاتھ میں چھری آلہ ہوتی ہے۔

(۷)...... عقل، نفس، ذہن تینوں ایک چیز کے مختلف نام ہیں، جس حیثیت سے وہ ادراک کرتی ہے اس کو عقل کہتے ہیں اور جس حیثیت سے تصرف کرتی ہے اس کو نفس کہتے ہیں اور جس حیثیت سے وہ ادراک کی صلاحیت رکھتی ہے اس کو ذہن کہتے ہیں، جس چیز سے حقائق اشیاء کا ادراک کیا جائے اس کا محل سَر ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا محل دل ہوتا ہے۔

عقل کی چار قسمیں ہیں:

(۱)...... مستفاد: جس کے سامنے تمام معلومات نظریہ حاضر ہوں اور کوئی چیز غائب نہ ہو (یہ حضرات انبیائے کرام کی عقل ہوتی ہے)۔

(۲)...... بالفعل: قوت عاقلہ میں تمام نظریات مخزون ہوں اور اس میں ان کے حصول کا ملکہ اور مہارت ہو۔

(۳)......بالملکہ: اس کو بدیہیات حاصل ہوں اور اس میں نظریات کو حاصل کرنے کی صلاحیت ہو۔
(۴)......عقل ہیولانی: اس میں معقولات کو حاصل کرنے کی صرف استعداد اور صلاحیت ہو، اور یہ محض ایک قوت ہے جو فعل سے خالی ہو، جیسے بچوں کی عقل ہوتی ہے۔ (التعریفات، ص ١٠٤ وغیرہ)

تمام اعضاء کا گواہی دینا:

و......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ میں کیوں ہنسا؟ ہم نے عرض کی اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا: ''مجھے بندے کی اپنے رب عزوجل کی جانب سے اس بات پر ہنسی آئی کہ بندہ کہے گا: اے میرے رب عزوجل! کیا تونے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی، اللہ عزوجل فرمائے گا کیوں نہیں!، بندہ کہے گا آج میں اپنے خلاف، اپنے سوا کسی اور کو گواہی دینے کی اجازت نہیں دونگا، اللہ عزوجل فرمائے گا آج تمہارے خلاف تمہاری گواہی کافی ہوگی، یا کراما کاتبین کی گواہی کافی ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر اس کے مونھ پر مہر کردی جائیگی اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا کہ تم بتاؤ، پھر اس کے اعضاء کلام کریں گے، پھر اس کے کلام کے درمیان تخلیہ کیا جائے گا اور پھر وہ اپنے اعضاء سے کہے گا، دور ہو، دفع ہو، میں تمہاری طرف سے ہی تو جھگڑ رہا تھا۔

(صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب: الدنیا سجن المومن، رقم: (٧٣٣٣)/٢٩٦٩، ص ١٤٥٦)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دوپہر کے وقت جب بادل نہ ہوں تو کیا سورج کے دیکھنے سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے''؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم کو اپنے رب عزوجل کو دیکھنے سے اتنی ہی تکلیف ہوگی جتنی تمہیں سورج، چاند کو دیکھنے سے ہوتی ہے، پھر اللہ عزوجل بندے سے ملاقات کرے گا اور اس سے فرمائے گا: اے فلاں! کیا میں نے تجھ کو عزت اور سرداری نہیں دی تھی، کیا میں نے تجھ کو زوجہ نہیں دی تھی، کیا میں نے تیرے لئے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کئے تھے، اور کیا میں نے تجھ کو ریاست اور خوشحال زندگی میں نہیں چھوڑا تھا، اللہ عزوجل فرمائے گا کیا تو یہ گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا نہیں، اللہ عزوجل فرمائے گا: میں نے بھی تجھ کو اسی طرح بھلا دیا ہے جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا، پھر اللہ عزوجل دوسرے بندے سے ملاقات کرے گا اور فرمائے گا: کیا میں نے تجھ کو عزت اور سیادت نہیں دی تھی، کیا میں نے تجھ کو زوجہ نہیں دی تھی، کیا میں نے تیرے لئے گھوڑے اور اونٹ نہیں مسخر کئے تھے، اور کیا میں نے تجھے ریاست اور خوشحالی نہیں دی تھی، وہ شخص کہے گا کیوں نہیں، اللہ عزوجل فرمائے گا کیا تیرا گمان تھا کہ تو مجھ سے ملنے والا ہے؟ وہ کہے گا نہیں۔ اللہ عزوجل فرمائیگا میں نے بھی تجھے اسی طرح بھلا دیا ہے جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔ پھر اللہ عزوجل تیسرے بندے کو بلا کر یونہی فرمائے گا وہ کہے گا اے اللہ عزوجل! میں تجھ سے تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا، میں نے نماز پڑھی، روزہ رکھا، صدقہ دیا، اپنی استطاعت کے مطابق نیکیاں کیں، اللہ عزوجل فرمائے گا: ابھی پتہ چل جائے گا ، پھر اس سے کہا جائے گا کہ ہم ابھی تیرے خلاف اپنے گواہ پیش کرتے ہیں، وہ بندہ اپنے دل میں سوچے گا کہ میرے خلاف کون گواہی دیگا؟ پھر اس کے مونھ پر مہر کردی جائے گی اور اس کی ران، اس کے گوشت اور اس کی ہڈیوں سے کہا جائے گا تم بتاؤ! پھر اس کی ران، اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کو بیان کریں گے اور یہ معاملہ اس وجہ سے کیا جائے گا کہ خود اس کی ذات سے اس کے خلاف حجت قائم ہو اور جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے یہ وہ منافق ہوگا جس سے اللہ ناراض ہوگا۔

(صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب: الدنیا سجن المومن، رقم: (٧٣٣٢)/٢٩٦٨، ص ١٤٥٦)

اغراض:

ای المقبورون: یعنی ہرمیت اپنی شان کے لائق قبر میں ہوگی اور اسی قبر میں جسم کا کھایا جانا بھی بحسب مراتب داخل ہے۔
یخرجون بسرعة: اپنے ذاتی اختیار سے نہیں بلکہ اللہ کے قہر وغضب کی وجہ سے اپنے پاؤں پر قبر سے نکل کر میدان حشر کی جانب چلیں گے۔ **ای الکفار:** مراد اس قول کے قائل صرف کفار ہیں نہ کہ کل مخلوق، جب وہ قیامت میں مومنین کو شادمان دیکھیں گے اور دائمی نعمتیں اور رویت باری ﷻ بھی ہوگی۔
للتنبیه: ایک اعتراض دور کرنا مقصود ہے اور وہ یہ ہے کہ متذکرہ نداء ﴿یا﴾ عقلاء کے ساتھ خاص ہے پھر ﴿ویل﴾ کو اس کے ساتھ کیوں شامل کیا گیا جب کہ غیر عقلاء میں سے ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں حصر کے ذریعے تنبیہ کرنا مقصود ہے۔ **لا فعل له من لفظه:** بمعنی **هلک** ہے۔
لانهم کانوا بین النفختین نائمین: یعنی جب اللہ ان سے عذاب اٹھالے گا، پس وہ دوسرے نفخہ سے پہلے سوتے ہونگے اور نیند کا مزہ پائیں گے پھر جب وہ اٹھائے جائیں گے اور اہوال قیامت دیکھیں گے تو ویل کی جانب بلائے جائینگے۔
وقیل یقال لهم ذلک: یعنی مومنین یا ملائکہ یا اللہ کی جانب سے کافروں سے کہا گیا، اور مقصود ان سے سوال کا جواب حاصل کرنا تھا کیونکہ کافروں کی بھی موت تو مقرر ہی تھی اور سوال ان سے بعث بعد الموت ہی کے بارے میں کیا گیا۔
فافتضاض الابکار: روایت میں ہے کہ جب جنتی اپنی ازواج کی جانب رغبت کریں گے تو وہ انہیں باکرہ ہی پائیں گے، اور انہیں بغیر کسی گندگی کے پائے گے۔ **جمع ظلة:** جیسا کہ قباب جمع ہے قبة کی، وزن اور معنی کے اعتبار سے۔
ای لا تصیبهم الشمس: یعنی سورج کے نہ ہونے کیوجہ سے کیونکہ جنت میں سورج نہ ہوگا۔
فی الحجلة: دونوں کے فتح یا جیم کے سکون اور حاء کے فتح وکسرہ کے ساتھ، مراد وہ قبہ ہے جہاں جنتی مزین تخت پر دلہن کی مانند تشریف رکھیں گے۔ **او الفرش فیها:** یعنی حجلہ پر، اس بارے میں دو اقوال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ مراد تخت ہے جو کہ حجلہ پر رکھا ہوا ہوگا یا فرش ہے جس پر حجلہ رکھا ہوگا۔
متعلق علی: ﴿الارائک﴾ کے متعلق ہے، پس حاصل کلام یہ ہوا کہ ﴿هم﴾ مبتداء ہے اور ﴿ازواجهم﴾ کا اس پر عطف ہے، ﴿فی ضلال﴾ خبر اول اور ﴿متکئون﴾ خبر ثانی اور ﴿علی الارائک﴾ متعلق ہے ﴿متکئون﴾ کے، اس کو فاصلے کی رعایت کی وجہ سے مقدم کیا گیا ہے۔
ای بالقول: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿قولا﴾ منصوب بنزع الخافض ہے، اور یہ درست ہے کہ مصدر مؤکد مضمون جملہ کی تاکید کے لئے مانا جائے اور ساتھ ہی مبتداء وخبر کے مابین جملہ معترضہ بھی مانا جاتا ہے۔
ای یقول لهم سلام علیکم: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ جملہ محذوف کے لئے معمول ہے، معنی یہ ہے کہ اللہ اہل جنت پر تجلی فرمائے گا اور انہیں سلام پیش کرے گا۔
عند اختلاطهم بهم: یعنی بائیں جانب کے لوگ، حدیث میں ہے: ''قیامت کے دن منادی ندا کرے گا ہر امت اپنے پیروکار کی پیروی کرے، پس یہی امت محمد یہ رہ جائے گی کہ اس میں منافقین بھی ہونگے وہ کہیں گے: ہمیں تو ہمارے معبود نظر نہیں آتے، پس عرش کے دائیں جانب انہیں ملک نظر آئے گے، اگر ساتوں سمندر اور تمام مخلوق اور اسی کی مثل اور بھی اپنی انگلی کے پورے پر رکھ دے تو انہیں وسیع نظر آئے وہ کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، منافقین کہیں گے: اللہ کی پناہ تو ہمارا رب نہیں ہوسکتا، پھر عرش کے بائیں جانب آئیں

گے اور وہاں بھی ان کے ساتھ یونہی ہوگا وہ کہیں گے اللہ کی پناہ تم ہمارے رب نہیں ہو، پھر اللہ ان پر تجلی فرمائے گا تو وہ اس کے آگے گر جائیں گے اور سجدہ کرنے کا ارادہ کریں گے لیکن سجدہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھیں گے"۔ (الصاوی، ج٥، ص١٠٤وغیرہ)

رکوع نمبر: ۴

﴿ومن نعمره﴾بِإِطَالَةِ اَجَلِهٖ﴿ننكسه﴾وَفِى قِرَائَةٍ بِالتَّشْدِيدِ مِنَ التَّنْكِيسِ﴿فى الخلق ط﴾اَى خَلقَهُ فَيَكُونُ بَعدَ قُوَّتِهٖ وَشَبَابِهٖ ضَعِيفًا وَهَرَمًا﴿افلا يعقلون(٦٨)﴾اِنَّ القَادِرَ على ذٰلِكَ المَعلُومِ عِندَهُم قَادِرٌ عَلى البَعثِ فَيُومِنُونَ وَفِى قِرَائَةٍ بِالتَّاءِ ﴿وما علمنه﴾اَىِ النَّبِيَّ ﷺ﴿الشعر﴾رَدٌّ لِقَولِهِم اِنَّ مَا اَتٰى بِهٖ مِنَ القُرآنِ شِعرٌ ﴿وما ينبغى﴾يَتَسَهَّلُ﴿له ط﴾الشِّعرُ﴿ان هو﴾لَيسَ الَّذِى اَتٰى بِهٖ ﴿الا ذكرٌ﴾عِظَةٌ﴿وقران مبين(٦٩)﴾مُظهِرٌ بِالاَحكَامِ وَغَيرِهَا﴿لينذر﴾بِاليَاءِ وَالتَّاءِ بِهٖ﴿من كان حيا﴾يَعقِلُ مَا يُخَاطِبُ بِهٖ وَهُمُ المُومِنُونَ﴿ويحق القول﴾بِالعَذَابِ﴿على الكافرين(٧٠)﴾وَهُم كَالمَيِّتِينَ لَا يَعقِلُونَ مَا يُخَاطِبُونَ بِهٖ﴿اولم يروا﴾يَعلَمُوا وَالاِستِفهَامُ لِلتَّقرِيرِ وَالوَاوُ الدَّاخِلُ عَلَيهَا لِلعَطفِ ﴿انا خلقنا لهم﴾فِى جُملَةِ النَّاسِ ﴿مما عملت ايدينا ﴾اَى عَمِلنَاهُ بِلَا شَرِيكٍ وَلَا مُعِينٍ ﴿انعاما﴾هِىَ الاِبِلُ وَالبَقَرُ وَالغَنَمُ ﴿فهم لها مالكون(٧١)﴾ضَابِطُونَ ﴿وذللنها﴾سَخَّرنَاهَا ﴿لهم فمنها ركوبهم﴾مَركُوبُهُم ﴿ومنها يأكلون(٧٢) ولهم فيها منافع﴾كَاَصوَافِهَا وَاَدبَارِهَا وَاَشعَارِهَا ﴿ومشارب﴾مِن لَبَنِهَا جَمعُ مَشرَبٍ بِمَعنٰى شُربٍ او مَوضَعَةً ﴿افلا يشكرون(٧٣)﴾المُنعِمُ عَلَيهِم بِهَا فَيُومِنُونَ اَى مَا فَعَلُوا ذٰلِكَ ﴿واتخذوا من دون الله﴾اَى غَيرِهٖ﴿الهة﴾اَصنَامًا يَعبُدُونَهَا﴿لعلهم ينصرون(٧٤)﴾يُمنَعُونَ مِن عَذَابِ اللهِ بِشَفَاعَتِ اٰلِهَتِهِم بِزَعمِهِم ﴿لا يستطيعون﴾اَى آلِهَتُهُم نَزَلُوا مَنزِلَةَ العُقَلاءِ﴿نصرهم وهم﴾اَى آلِهَتُهُم مِنَ الاَصنَامِ ﴿لهم جند﴾بِزَعمِهِم نَصرَهُم ﴿محضرون(٧٥)﴾فِى النَّارِ مَعَهُم ﴿فلا يحزنك قولهم﴾لَكَ لَستَ مُرسَلًا وَغَيرَ ذٰلِكَ﴿وقف لازم انا نعلم ما يسرون ومايعلنون(٧٦)﴾مِن ذٰلِكَ وَغَيرِهٖ فَنُجَازِيهِم عَلَيهِ ﴿اولم ير الانسان﴾يَعلَمُ وَهُوَ العَاصُ بنُ وَائِلٍ ﴿انا خلقنه من نطفة﴾مَنِيٍّ اِلٰى اَن صَيَّرنَا شَدِيدًا قَوِيًّا ﴿فاذاهو خصيم﴾شَدِيدُ الخُصُومَةِ لَنَا﴿مبين(٧٧)﴾بَيِّنُهَا فِى نَفِى البَعثِ ﴿وضرب لنا مثلا﴾فِى ذٰلِكَ ﴿ونسى خلقه﴾مِنَ المَنِيِّ وَهُوَ اَغرَبُ مِن مِّثلِهٖ﴿قال من يحى العظام وهى رميم(٧٨)﴾اَى بَالِيَةٍ وَلَم يَقُل بِالتَّاءِ لِاَنَّهُ اِسمٌ لَا صِفَةٌ رُوِىَ اَنَّهُ اَخَذَ عَظمًا رَمِيمًا فَفَتَّتَهُ وَقَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ اَتَرٰى يُحيِى اللهُ هٰذَا بَعدَ مَا بَلِىَ وَرَمَ فَقَالَ ﷺ نَعَم وَيُدخِلُكَ النَّارَ ﴿قل يحييها الذى انشاها اول مرة ط وهو بكل خلق﴾اَى مَخلُوقٍ ﴿عليم(٧٩)﴾مُجمَلًا وَمُفَصَّلًا قَبلَ خَلقِهٖ وَبَعدَ خَلقِهٖ﴿الذى جعل لكم﴾فِى جُملَةِ النَّاسِ﴿من الشجر الاخضر﴾المَرخِ وَالعَفَارِ اَو كُلِّ شَجَرٍ الا العِنَابِ﴿نارا فاذا انتم منه توقدون(٨٠)﴾تَقدِحُونَ وَهٰذَا دَالٌّ عَلَى القُدرَةِ عَلَى البَعثِ فَاِنَّهُ جَمَعَ فِيهِ بَينَ المَاءِ وَالنَّارِ الخَشَبِ فَلَا المَاءُ يُطفِىءُ النَّارَ وَلَا النَّارُ يُحرِقُ

الخَشَبَ ﴿اولیس الذی خلق السموت والارض﴾مَع عَظمِهِما﴿بقدر علی ان یخلق مثلهم﴾اَی الْاَنَاسِیِّ فِی الصِّغَرِ ﴿بلی﴾اَی هُوَ قَادِرٌ علٰی ذٰلکَ اَجابَ نَفسَهُ﴿وهو الخلق﴾الکَثِیرُ الخَلْقُ ﴿العلیم(۸۱)﴾بِکُلِّ شیءٍ ﴿انما امرہ﴾شَانُهُ﴿اذا اراد شیئا﴾اَی خَلْقَ شَیءٍ ﴿ان یقول له کن فیکون(۸۲)﴾اَی فَهُوَ یَکُونُ وَفِی قِرَائَةٍ بِالنَّصبِ عَطفًا علٰی یَقُولُ﴿فسبحن الذی بیدہ ملکوت﴾ملکُ زِیدَتِ الواوُ والتَّاءُ لِلمُبَالِغَةِ اَیِ القُدرَةُ﴿کل شیء والیه ترجعون(۸۳)﴾تُرَدُّونَ فِی الْاٰخِرَةِ.

﴿ترجمہ﴾

اور جسے ہم بڑی عمر کا کریں (اس کی عمر کو لمبا کر کے......۱......) اسے الٹا پھیریں (ننکسہ کو ایک قرائت میں مشدد باب تفعیل سے پڑھا گیا ہے) پیدائش میں (یعنی اس کی پیدائش میں وہ قوی و توانا ہونے کے بعد ضعیف اور جوان ہونے کے بعد بوڑھا ہوتا ہے ......۲......) تو کیا سمجھتے نہیں (کہ اس بات پر اللہ ﷻ کا قادر ہونا کفار کے نزدیک بھی معلوم ہے تو وہ سمجھتے نہیں کہ اللہ ﷻ مردے زندہ کرنے پر بھی قادر ہے کہ بطور نتیجہ ایمان لے آئیں، یعقلون کو علامت مضارع تاء کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے) اور ہم نے ان کو (یعنی نبی پاک ﷺ کو) شعر کہنا نہ سکھایا (یہ کفار کی اس بات کا رد ہے کہ جو قرآن یہ لے کر آئے ہیں وہ شعر ہے) اور نہ وہ (یعنی شعر ......۳......) ان کے لیے سہل کیا گیا ہے (ینبغی بمعنی یسهل ہے) وہ تو نہیں (یعنی قرآن، جو یہ لے کر آئے) مگر نصیحت (ذکر کے معنی نصیحت ہے) اور روشن کتاب (احکام وغیرہ کو ظاہر کرنے والی کتاب) کہ اسے ڈراتے (اس کے ذریعے، ینذر کو علامت مضارع یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) جو زندہ ہو (اس کتاب کے ذریعے جو خطاب کیا جارہا ہے اسے سمجھتا ہو، مراد اس سے مسلمان ہیں) اور کافروں پر (عذاب آنے کی) کتاب ثابت ہوچکی (اور کفار مردوں کی طرح ہیں کہ قرآن کے ذریعے انہیں جو خطاب کیا جاتا ہے اسے نہیں سمجھتے) اور کیا انہوں نے نہ جانا (یروا بمعنی یعلمون ہے، یہاں استفہام تقریر کلام کے لیے اور واؤ عاطفہ ہے) کہ ہم نے پیدا کئے ان کے لیے (جملہ لوگوں میں) اپنے ہاتھ کے بنائے چوپائے (اونٹ، گائیں، بکریاں، ہم نے انہیں بغیر کسی شریک اور مددگار کے بنایا ہے) تو یہ ان کے مالک ہیں (یہ ان پر مسلط ہیں) اور انہیں ان کے لیے مسخر کردیا (ذللنها بمعنی سخرنها ہے) تو کسی پر سوار ہوتے ہیں (رکوبهم بمعنی مرکوبهم ہے) اور کسی کو کھاتے ہیں اور ان کے لیے ان میں کئی طرح کے نفع (جیسا کہ ان چوپایوں کی اون، کھال اور بال ہیں......۴......) پینے کی چیزیں ہیں (یعنی دودھ، "مشارب" مشرب کی جمع ہے بمعنی شرب، یا اسم ظرف ہے بمعنی شے کی جگہیں) تو کیا شکر نہ کریں گے (ان نعمتوں پر جوان پر کی گئیں، بطور نتیجہ ایمان لے آئیں، یعنی کفار ایسا نہیں کریں گے) اور انہوں نے اللہ کے سوا (دون بمعنی غیر ہے) اور خدا ٹھہرا لیے (بتوں کو خدا بنالیا، اس کی پرستش کرتے ہیں) کہ شاید ان کی مدد ہو (ان خیالی خداؤں کی شفاعت کے سبب، اللہ ﷻ کے عذاب سے بچاسکیں) وہ (یعنی ان کے جھوٹے خدا) ان کی مدد نہیں کرسکتے (لایستطیعون صیغہ ذکر کر کے بتوں کو عقلاء کے مرتبے میں لایا گیا ہے) اور وہ (یعنی ان کے خدا یعنی بت) ان کے لشکر (جن کی طرف سے مدد ملنے کا انہیں گمان ہے) سب (ان کے ساتھ آگ میں) حاضر آئیں گے تو تم ان کی بات کا غم نہ کرو (جو وہ تم سے کرتے ہیں جیسے "لست مرسلا" وغیرہ جیسی ان کی بکواس) بیشک ہم جانتے ہیں جو وہ چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں (یہ بات اور ان کی دیگر باتوں کو ہم اس پر بدلہ دینگے) اور کیا آدمی نے نہ جانا (یر بمعنی یعلم ہے، مراد عاص بن وائل ہے) کہ ہم نے اسے پانی کی بوند (منی) سے پیدا کیا (یہاں تک کہ ہم نے اسے تندرست و طاقتور کردیا) جبھی وہ صریح جھگڑالو ہے......۵......(ہم سے مرنے کے بعد اٹھائے جانے میں جھگڑا کرتا ہے) اور ہمارے لئے کہاوت کہتا ہے (اس بارے میں) اور اپنی پیدائش بھول

گیا (کہ منی سے پیدا ہوا ہے اور اس کی کہاوت سے زیادہ عجیب خود اس کا حال ہے) بولا ایسا کون ہے جو ہڈیوں......کو زندہ کرے جب وہ بالکل گل گئیں (ریزہ ریزہ ہو گئیں، رمیمۃ کے ساتھ ارشاد نہیں فرمایا کیونکہ یہ اسم ہے صفت کا صیغہ نہیں ہے، مروی ہے کہ عاص بن وائل ایک گلی ہوئی ہڈی اٹھا کر اسے ریزہ ریزہ کر کے سید عالم ﷺ کے پاس گیا اور کہا کہ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس ہڈی کے گل جانے اور ریزہ ریزہ ہو جانے پر بھی اللہ اسے زندہ فرمائے گا، تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: ہاں! اور اللہ تجھے بھی مرنے کے بعد اٹھائے گا اور جہنم میں داخل کرے گا) تم فرماؤ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی بار بنایا اور اسے ہر مخلوق کا علم ہے (مخلوق کی پیدائش سے قبل اور بعد سب کا اجمالی و تفصیلی علم ہے، خـلـق بمعنی مخلوق ہے) وہ جس نے (جملہ لوگوں میں سے) ہر پیڑ (جیسے مرخ، عفار نامی درخت یا ہر قسم کے درخت یا انگور علاوہ ہر پیڑ) میں آگ پیدا کی جبھی تم اس سے سلگاتے ہو (یہ امر مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر قدرت رکھنے کی دلیل ہے کہ اس نے لکڑی میں آگ اور پانی کو جمع فرمادیا، نہ تو پانی آگ کو بجھاتا ہے اور نہ ہی آگ لکڑی کو جلاتی ہے، توقدون بمعنی تقدحون سلگانے کے معنی میں ہے) اور کیا وہ جس نے آسمان و زمین بنائے (ان دونوں کے عظیم ہونے کے باوجود) ان جیسے (یعنی بچپن میں انسانوں جیسے) اور نہیں بنا سکتا اور کیوں نہیں (یعنی وہ اس بات پر قادر ہے، خود اللہ ﷻ اس بات کا جواب ارشاد فرماتا ہے) اور وہی بڑا پیدا کرنے والا (خلاق بمعنی کثیر الخلق ہے، سب کچھ) جاننے والا ہے اس کی شان تو یہی ہے (امرہ کے معنی شان ہے) کہ وہ جس چیز کو چاہے (کسی چیز کو پیدا فرمانا چاہے) تو اس سے فرمائے ہو جا وہ فوراً ہو جاتی ہے (فیکون اصل میں فھو یکون ہے، اور ایک قرائت میں فیکون کو یقول پر معطوف ہونے کی وجہ سے منصوب پڑھا گیا ہے) تو پاکی ہے اسے جس کے ہاتھ ہر چیز کا قبضہ (ملکوت اصل میں ملک مبالغہ کے لیے ہے، واؤ اور تاء کا اضافہ کیا گیا ہے یہ بمعنی قدرت ہے......ے) اور اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے (آخرت میں، ترجعون بمعنی تردون ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق افلا یعقلون٥﴾.

و: مستانفہ، من: شرطیہ مبتدا، نعمرہ: جملہ فعلیہ شرط، ننکسہ: فعل با فاعل و مفعول، فی الخلق: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ، ھمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، لا یعقلون: فعل نفی با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما علمنہ الشعر وما ینبغی لہ﴾.

و: مستانفہ، ما علمنہ: فعل نفی با فاعل و مفعول، الشعر: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، ما ینبغی: فعل نفی با فاعل، لہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان ھو الا ذکر وقران مبین٥﴾.

ان: نافیہ، ھو: مبتدا، الا: اداۃ حصر، ذکر: معطوف علیہ، و: عاطفہ، قران مبین: معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکفرین٥﴾.

لام: جار، ینذر: فعل با فاعل، من: موصولہ، کان حیا: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یحق القول: فعل و فاعل، علی الکفرین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف مستقر ہے فعل محذوف "انزل علیہ" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اولم یروا انا خلقنا لھم مما عملت ایدینا انعاما فھم لھا مالکون٥﴾.

ھمزہ: حرف استفہام،و: عاطفہ معطوف علی محذوف "الم یتفکروا" لم یروا: فعل نفی با فاعل، انا: حرف مشبہ واسم، خلقنالھم: فعل بافاعل وظرف لغو، ممّاعملت ایدینا: ظرف مستقر حال مقدم، انعاما: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ھم: مبتدا، لھامالکون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وذللنھا لھم فمنھا رکوبھم ومنھا یاکلون۝﴾۔

و: عاطفہ، ذللنھا: فعل بافاعل ومفعول، لھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، منھا: ظرف مستقر خبر مقدم، رکوبھم: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ سمیہ، و: عاطفہ، منھا: ظرف لغو مقدم، یاکلون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولھم فیھا منافع ومشارب افلا یشکرون۝﴾۔

و: عاطفہ، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، فیھا: ظرف مستقر حال مقدم، منافع: معطوف علیہ، و: عاطفہ، مشارب: معطوف، ملکر ذوالحال، ملکر مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ، ھمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، لایشکرون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واتخذوا من دون اللہ الھۃ لعلھم ینصرون۝﴾۔

و: عاطفہ معطوف علی محذوف "ما فعلوا الشکر" اتخذوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، لعلھم ینصرون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، من دون اللہ: ظرف مستقر مفعول ثانی، الھۃ: مفعول اول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لایستطیعون نصرھم وھم لھم جند محضرون۝﴾۔

لایستطیعون: فعل نفی واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، ھم: مبتدا، لھم: ظرف مستقر حال مقدم، جند: ذوالحال، ملکر خبر اول، محضرون: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، نصرھم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلا یحزنک قولھم انا نعلم ما یسرون وما یعلنون۝﴾۔

ف: فصیحیہ، لایحزنک قولھم: فعل نفی ومفعول وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان علمت ما تقدم" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، انا: حرف مشبہ واسم، نعلم: فعل بافاعل، مایسرون: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، مایعلنون: موصول صلہ ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولم یرالانسان انا خلقنہ من نطفۃ فاذا ھو خصیم مبین۝﴾۔

ھمزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ، لم یر: فعل نفی، الانسان: فاعل، انا: حرف مشبہ واسم، خلقنہ: فعل بافاعل ومفعول، من نطفۃ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، ھو: مبتدا، خصیم مبین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ قال من یحی العظام وھی رمیم۝﴾۔

و: عاطفہ، ضرب لنا: فعل بافاعل وظرف لغو، مثلا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، نسی خلقہ: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، قال: قول، من: استفہامیہ مبتدا، یحی: فعل بافاعل، العظام: ذوالحال، و: حالیہ، ھی رمیم: جملہ اسمیہ حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل یحییھا الذی انشاھا اول مرۃ وھو بکل خلق علیم۝﴾۔

قل: قول، یحییھا: فعل ومفعول، الذی: موصول، انشاھا: فعل بافاعل ومفعول، اول مرۃ: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: مستانفہ، ھو: مبتدا، بکل خلق علیم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا فاذا انتم منه توقدون۝﴾۔
الذی: موصول، جعل لکم: فعل بافاعل وظرف لغو، من الشجر الاخضر: ظرف مستقر حال مقدم، نارا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ماقبل "الذی انشاھا" سے بدل ہے، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، انتم مبتدا، منه توقدون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولیس الذی خلق السموت والارض بقدر علی ان یخلق مثلهم﴾۔
همزه: حرف استفہام، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "الیس الذی انشاھا اول مرۃ" لیس: فعل ناقص، الذی خلق السموت والارض: موصول صلہ، ملکر اسم، ب: زائد، قادر: اسم فاعل بافاعل، علی ان یخلق مثلهم: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بلی وهو الخلق العلیم۝ انما امره اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون۝﴾۔ بلی: حرف جواب لاثبات النفی، و: عاطفہ، هو مبتدا، الخلق العلیم: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ، انما حرف مشبہ وما کافہ، امره مرکب اضافی ذوالحال، اذا: مضاف، اراد شیئا: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر مبتدا، ان: مصدر، یقول له: قول، کن: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ بتاویل مصدر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، یکون فعل ناقص با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ "امره" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فسبحن الذی بیده ملکوت کل شیء والیه ترجعون۝﴾۔
ف: فصیحیہ، سبحن بمصدر مضاف، الذی: موصول، بیده: ظرف مستقر خبر مقدم، ملکوت کل شیء: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، الیه ترجعون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر شبہ جملہ ہوکر "سبح" فعل محذوف کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......وما علمنه الشعر وما ینبغی له...... ☆ کفار قریش نے کہا تھا کہ محمد (ﷺ) شاعر ہیں اور جو فرماتے ہیں یعنی قرآن پاک وہ شعر ہے اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ (معاذ اللہ) یہ کلام کاذب ہے جیسا کہ قرآن میں ان کا مقولہ ہے ﴿بل افتراه بل هو شاعر﴾ اسی کا اس آیت میں رد فرمایا گیا ہے ہم نے اپنے حبیب (ﷺ) کو ایسی باطل گوئی کا ملکہ ہی نہیں دیا اور یہ کتاب اشعار یعنی اکاذیب پر مشتمل نہیں، کفار قریش زبان سے ایسے بدذوق اور نظم عروضی سے ایسے ناواقف نہ تھے کہ نثر کو نظم کہہ دیتے اور کلام پاک کو شعر عروضی بتا بیٹھتے اور کلام کا محض وزن عروضی پر ہونا ایسا بھی نہ تھا کہ اس پر اعتراض کیا جاسکے، اس سے ثابت ہوگیا کہ ان بے دینوں کی مراد شعر سے کلام کاذب تھی

☆...... اولم یر الانسان انا خلقنه ...... ☆ یہ آیت عاص بن وائل یا ابوجہل اور بقول مشہور ابی بن خلف جمحی کے بارے میں نازل ہوئی جو انکار بعث میں یعنی مرنے کے بعد اٹھنے کے انکار میں سید عالم ﷺ سے بحث وتکرار کرنے آیا تھا، اس کے ہاتھ میں ایک گلی ہوئی ہڈی تھی اس کو توڑتا جاتا تھا اور سید عالم ﷺ سے کہتا جاتا تھا کہ کیا آپ کا خیال ہے کہ اس ہڈی کو گل جانے اور ریزہ ریزہ ہوجانے کے بعد بھی اللہ زندہ کرے گا، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ہاں! اور تجھے بھی مرنے کے بعد اٹھائے گا اور جہنم میں داخل کرے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے جہل کا اظہار کیا گیا کہ گلی ہوئی ہڈی کا بکھرنے کے بعد اللہ کی قدرت سے زندگی قبول کرنا اپنی نادانی سے ناممکن سمجھتا ہے کتنا احمق ہے، اپنے آپ کو نہیں دیکھتا کہ ابتدا میں ایک گندہ نطفہ تھا، گلی ہوئی ہڈی سے بھی حقیر تر، اللہ کی قدرت کاملہ نے اس میں جان ڈال دی، انسان بنایا تو ایسا مغرور ومتکبر انسان ہوا کہ اس کی قدرت ہی کا منکر ہوکر جھگڑنے آگیا، اتنا نہیں دیکھتا کہ جو قادر

برحق پانی کی بوند کو قوی و توانا کر کے انسان بنا دیتا ہے، اس کی قدرت سے ہڈی کو دوبارہ زندگی بخش دینا کیا بعید ہے؟۔

﴿تشریح توضیح و اغراض﴾

انسانی عمر کا بیان:

۱......انسان جس نطفہ سے پیدا ہوا ہے وہ گوشت، نباتات (سبزہ)، خون، اور مختلف ادوار و کیفیات سے گزر کر باپ کی پشت سے ماں کے رحم میں داخل ہوا اور عَلَقَه (جما ہوا خون)، مُضْغَه (گوشت کا لوتھڑا)، ہو کر مکمل بچہ تیار ہو گیا جس کو فقہی اصطلاح میں جنین کہتے ہیں۔ یہ جنین جب دنیا میں تشریف لے آئے تو ولید کہلاتا ہے، پھر جب تک ماں کا دودھ پیتا ہے اس وقت تک رَضِیع کہلاتا ہے، جب ٹھوس غذا کھانے لگتا ہے تو فَطِیم کہلاتا ہے، کھیلنے کودنے کی عمر میں صَبِی اور جب آنکھوں کو بھانے لگے تو غلام، جب چہرہ پر رونق دکھائی دے تو مُرَاهِق، جب بلوغت کو پہنچے تو بالغ کہتے ہیں، جوان ہو جائے تو شَاب کہتے ہیں، تیس سال کی عمر والے کو کَهْول جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا گیا، چالیس سال کی عمر والے کو شیخ اور ساٹھ سال والے کو شیخ فانی، اسی طرح جب عمر ساٹھ سے تجاوز کرنے لگے تو اَرذل عمر کہتے ہیں، پھر مرنے پر دوبارہ مٹی کی جانب لوٹ جاتا ہے کہ یہی مٹی اس کے جدِ امجد کی تخلیق کا سبب تھی۔

☆......حضرت عمرو بن میمون بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا: "پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں کے آنے سے پہلے غنیمت جانو، اپنی زندگی کو موت آنے سے پہلے، اپنی فراغت کو مشغولیت سے پہلے، خوشحالی کو تنگدستی سے پہلے، جوانی کو بڑھاپے سے پہلے صحت کو بیماری سے پہلے غنیمت جانو"۔(كنز العمال، كتاب المواعظ والرقاق، الفصل الخامس في خماسيات، رقم: ٤٣٤٩٠، ج٨، ص ٣٧١)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ جس شخص کی عمر اسلام میں چالیس سال تک پہنچا دے، اللہ اس سے کئی قسم کی بلاؤں کو دور فرما دیتا ہے، جذام، برص، شیطان کے غضب ناک کرنے کو، اور اللہ جس کی عمر اسلام میں پچاس سال تک پہنچا دے، اللہ اس کے حساب کو آسان کر دیتا ہے"۔(مجمع الزوائد، كتاب التوبة، باب: فيمن طال عمره، رقم: ١٧٥٦١ ج١٠، ص ٢٤٧)

☆......حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں کے بعد ان چیزوں سے پناہ مانگتے تھے، اے اللہ عزوجل! میں بزدلی سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ! میں اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھے ارذل عمر تک پہنچا دیا جائے اور دنیا میں تیری آزمائش سے پناہ مانگتا ہوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں"۔(صحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير، باب: ما يتعوذ من الجبن، رقم: ٢٨٢٢، ص ٤٦٧)

علامہ عینی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ انسان اس قدر بوڑھا ہو کر کمزور ہو کر اپنی بچپن کی حالت کو لوٹ جائے، اس کی دیکھنے اور سننے کی طاقت کمزور ہو جائے، اس کی عقل کام نہ کرے، سمجھ میں کوئی بات نہ آئے، فرائض کو ادا نہ کر سکیں، ذاتی کام بھی نہ کر سکیں، پاکی و صفائی کا خیال بھی نہ رکھ سکیں، گھر والوں پر بوجھ ہو جائیں، گھر والے اس کے مرنے کی تمنا کریں، اگر ایسے شخص کا گھر بار نہ ہو، بالکل تنہا ہو تو مزید مصیبت ہو جاتی ہے۔ (عمدة القاري، كتاب الجهاد والسير، باب: ما يتعوذ من الجبن، رقم: ٢٨٢٢، ج١٠، ص ١٣٣ وغيره)

نیک صالحین و حضرات انبیائے کرام کی بڑی عمریں:

۲......ماقبل ہم نے عام لوگوں کی بڑھتی ہوئی عمر کا جائزہ لیا، اب ہم علماء، صلحاء اور خصوصاً حضرات انبیائے کرام کی مبارک عمریں اور جسمانی کیفیات کا بیان کریں گے تا کہ فرق واضح ہو جائے۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ملک الموت علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا، جب وہ ان کے پاس پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تھپڑ مارا اور ان کی آنکھ نکال دی، ملک الموت علیہ السلام اپنے رب عزوجل کے پاس واپس ہوئے اور کہا تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو مرنے کا ارادہ ہی نہیں کرتا، اللہ عزوجل نے ان کی آنکھ لوٹا دی اور فرمایا ان کے پاس جا کر کہو کہ اپنے ہاتھ

بیل کی پشت پر رکھ دیں اور جتنے بال ان کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے سال ان کی عمر بڑھادی جائیگی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: اے میرے رب! پھر کیا ہے؟ فرمایا: پھر موت ہے!، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر ابھی سہی، اور اللہ عزوجل سے یہ دعا کی کہ وہ انہیں ارض مقدسہ (بیت المقدس) کے اتنے قریب کردے جتنا پتھر پھینکے جانے کا فاصلہ ہوتا ہے، تب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اس جگہ ہوتا تو میں تم کو سرخ ریت کے ٹیلے کے نیچے راستے کی ایک جانب ان کی قبر دکھاتا۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب: من فضائل موسی علیہ السلام، رقم: ۲۳۷۲، ص۱۱۸۱)

☆......امام بخاری کہتے ہیں کہ پتھر مارنے کا ذکر حدیث میں ہے لیکن آنکھ نکالنے کا نہیں ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: وفاۃ موسی وذکرہ بعد، رقم: ۱۳۳۹، ۳۴۰۷، ص۵۷۲)

شارحین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو بیس سال بتائی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام و یوسف علیہ السلام کے مابین ایک سو چالیس سال کا فاصلہ بتایا جاتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین سات سو سال کا فاصلہ بیان کیا جاتا ہے۔

(الصاوی، ج۲، ص۲۷۷)

☆......حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم دیا، براء کہتے ہیں کہ خندق کی جگہ ایک چٹان نکل آئی جو کدال اور پھاوڑوں سے نہیں ٹوٹ رہی تھی، مسلمانوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، عوف نے کہا کہ سید عالم آئے اور فالتو کپڑے رکھ کر چٹان کی طرف اتر گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال پکڑی اور بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی تو اس چٹان سے تین پتھر ٹوٹ کر گر گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی چابیاں دی گئی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس جگہ سے ملک شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بسم اللہ پڑھ کر ضرب لگائی تو مزید تین پتھر ٹوٹ کر گرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اکبر! مجھے ملک فارس کی چابیاں دی گئی ہیں اور اللہ کی قسم! بیشک میں اس جگہ سے اسکے شہروں کو اور اس کے سفید محلات کو دیکھ رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بسم اللہ پڑھی اور ایک ضرب لگائی اور وہ چٹان مکمل ٹوٹ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یمن کی چابیاں دی گئیں، اور فرمایا میں اس جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں"۔ (مسند ابی یعلی، مسند البراء بن عازب، رقم: ۱۶۸۵، ج۲، ص۸۹)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دن ورات کی ایک ساعت میں تمام ازواج کو عمل زوجیت سے مشرف فرماتے تھے اور اس وقت آپ کے عقد میں گیارہ ازواج تھیں، قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل کی طاقت رکھتے تھے، انس نے کہا کہ ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس جنتی مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔

(صحیح البخاری، کتاب الغسل، باب: اذا جامع ثم عاد، ومن دار، رقم: ۲۶۸، ص۴۸)

اھل اللہ کی شاعری :

۳......ہم نے سورۃ الشعراء کی آیت نمبر۲۲۴ کے تحت شاعری کا شرعی حکم، اور اچھی بُری شاعری کے نمونے پیش کردیئے۔ اہل علم واہل عقل میں سے کوئی بھی اچھے اشعار کا انکار نہیں کرتا اور جلیل القدر صحابہ اور عظیم المراتب ائمہ کرام میں سے ہر ایک نے حکمت والے یا مباح اشعار خود کہے یا بطور نمونہ پیش کئے یا ایسے اشعار سن کر رضا مندر ہے، جس میں فحش گوئی یا کسی مسلمان کے لئے اذیت نہ ہو، حضرت سیدنا عبید اللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مدینے کے دس بڑے فقہاء اور سات بڑے عمدہ شعراء میں سے تھے۔ یہاں ہم صحابہ کی پاکیزہ شاعری جسے احادیث میں مستحسن قرار دیا گیا انہیں درج ذیل ذکر کرتے ہیں:

☆......صحابہ کرام اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم رجز (جنگ میں دشمن کے سامنے بہادری کے اظہار کے لئے کلام موزوں پیش کرنا) پڑھ رہے تھے،

آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱)...... اللھم لا خیر الا خیر الآخرۃ — فاغفر للانصار والمھاجرۃ

اے اللہ ﷻ! آخرت کے سوا اور کوئی خیر نہیں ہے۔ سو تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب:ھل تنبش قبور مشرکی، رقم: ۴۲۸، ص ۷۴)

(۲)......حسن بن ابی الحسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ایک مصرعہ اس طرح پڑھا:

کفی بالاسلام والشیب للمرء ناھیا (اسلام اور بڑھاپا انسان کو بُرے کاموں سے روکنے کے لئے کافی ہیں)۔

تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! شاعر نے اس طرح کہا ہے: "کفی الشیب والاسلام للمرء ناھیا"۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، کیونکہ اللہ ﷻ نے فرمایا ہے ہم نے ان کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ وہ ان کے مناسب ہے۔ اور خلیل بن احمد نے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو کلام میں شعر کہنا بہت پسند تھا لیکن آپ ﷺ کو شعر کہنے کی مہارت نہیں تھی۔ کبھی کسی کلام کا وزن کے موافق ہو جانا اس چیز کو واجب نہیں کرتا کہ وہ کلام شعر ہو جیسے نبی کریم ﷺ غزوہ حنین کے دن فرمایا:

ھل انت الا اصبع دمیت — وفی سبیل اللہ ما لقیت

تو صرف ایک خون آلودہ انگلی ہے — جو کچھ تجھے ملا ہے اللہ کی راہ میں ملا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب:من یکنب او یطعن فی، رقم: ۲۸۰۲، ص ۴۶۴)

☆......ایک مقام پر فرمایا: انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب (میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں)۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب:قول اللہ تعالی ویوم حنین، رقم: ۴۳۱۷، ص ۷۳۰)

☆......حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو قسم دے کر پوچھتے تھے کیا تم نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اے حسان! رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جواب دو؟ اے اللہ ﷻ! اس کی روح القدس سے تائید فرما۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب: الشعر فی المسجد، رقم: ۴۵۳، ص ۷۸)

☆......حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں منبر رکھ دیتے تھے وہ اس پر کھڑے ہو کر ان مشرکین کی ہجو کرتے تھے جو رسول اللہ ﷺ کی شان میں بدگوئی کرتے تھے، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تک حسان رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مدافعت کرتے رہے ہیں، روح القدس ان کی تائید کرتے رہتے ہیں"۔

(سنن الترمذی، کتاب الادب، باب:ما جاء فی انشاد الشعر، رقم: ۲۸۵۵، ص ۸۰۸)

☆......حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ سید عالم ﷺ کسی کے شعر سے استدلال کرتے تھے؟ انہوں نے کہا، ہاں! آپ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے: "ویاتیک بالاخبار من لم تزود"۔

(سنن الترمذی، کتاب الادب، باب:ما جاء فی انشاد الشعر، رقم: ۲۸۵۷، ص ۸۰۸)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عمرۃ القضاء کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے، حضرت کعب بن مالک آپ کے آگے یہ اشعار پڑھتے جا رہے تھے:

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ — الیوم نضربکم علی تنزیلہ

اے کافروں کی اولاد آپ کا راستہ چھوڑ دو — آج ہم قرآن مجید کے حکم سے تم کو ضرب لگائیں گے۔

ضربا یزیل الهام عن مقیله ویذهل الخلیل عن خلیله

ایسی ضرب جو کھوپڑی کو اس کی جگہ سے الگ کر دیگی اور دوست کو دوست سے جدا کر دے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اور اللہ عزوجل کے حرم میں شعر پڑھ رہے ہو!، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عمر رضی اللہ عنہ! ان کو چھوڑو، یہ اشعار ان پر تیروں سے زیادہ تیزی کے ساتھ اثر انداز ہوتے ہیں۔

(سنن الترمذی، کتاب الادب، باب: ما جاء فی انشاد الشعر، رقم: ۲۸۵۶، ص ۸۰۸)

اون، کھال اور بال کی طہارت وعدم طہارت:

۴۔۔۔۔۔اون اور بالوں کے کپڑے انبیائے کرام کی سنت ہے، سب سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ کپڑے پہنے، حدیث میں ہے: "اون کے کپڑے پہن کر اپنے دلوں کو منور کرو کہ یہ دنیا میں مذلت ہے اور آخرت میں نور ہے"۔ اور صوف یعنی اون کے کپڑے اولیائے کرام، بزرگان دین نے پہنے اور ان کو صوفی کہنے کی ایک، وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صوف یعنی اون کے کپڑے پہنتے تھے۔ اگر چہ ان کے جسم پر کالی کملی ہوتی، مگر دل مخزن انوار الٰہی اور معدنِ اسرار نامتناہی ہوتا، مگر اس زمانے میں اون کے کپڑے، بہت بیش قیمت ہوتے ہیں اور ان کا شمار لباسہائے فاخرہ میں ہوتا ہے، یہ چیزیں فقراء وغرباء کو کہاں ملیں، انہیں تو امراء روساء استعمال کرتے ہیں۔

(الفتاوی الهندیة، کتاب الکراهیة، الباب التاسع فی اللبس ما یکره فی ذلك، ج۵، ص ۴۱۰)

مردار کا پٹھا، بال، ہڈی، پر، چونچ، کھر، ناخن، ان سب کو بیچ بھی سکتے ہیں اور کام میں بھی لا سکتے ہیں، ہاتھی کے دانت اور ہڈی کو بیچ بھی سکتے ہیں اور اس کی بنی ہوئی چیزیں استعمال کر سکتے ہیں۔ خنزیر کے بال اور کسی جزء کی بیع باطل ہے اور مُردار کے چمڑے کی بھی بیع باطل ہے جب کہ پکایا نہ ہو اور دباغت کر لی ہو تو بیع جائز ہے اور اس کو کام میں لانا جائز ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب البیوع، باب: البیع الفاسد، مطلب: فی التداوی بلبن البنت فلزمه قولان، ج۷، ص ۲۶۳ وغیرہ)

انسان کے بال کی بیع بوجہ اس کی کرامت کے جائز نہیں، اگر چہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ (المرجع السابق، مطلب: الآدمی مکرم شرعا، ص ۲۴۵)

انسان جھگڑالو کیوں ہے؟

۵۔۔۔۔۔یعنی نُرائی جھگڑے اور باطل معاملات میں مبالغہ کرتا ہے، اللہ عزوجل نے ﴿فاذا هو خصیم مبین﴾ کا عطف منفی جملے ﴿اولم یر الانسان ان خلقنه من نطفة﴾ پر ڈالا تا کہ کافروں کے تعجب اور انکار میں مزید شدت پیدا ہو جائے۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ عزوجل نے یہ اس لئے فرمایا کہ ہم نے اسے خسیس ترین چیز نطفے سے پیدا کیا ہے پھر بھی وہ لڑتا جھگڑتا ہے اور اللہ عزوجل کی وحدانیت کی گواہی نہیں دیتا۔ ایک قول یہ ہے کہ جملہ استفہامیہ کا استعمال اس لئے کیا گیا ہے تا کہ انسان کے لڑنے جھگڑنے کے معاملے میں مزید استقرار واستمرار پیدا ہو جائے۔ اور خفاجی کے حاشیے میں ہے کہ ﴿فاذا﴾ میں فاء فجائیہ ہے اور مقصود خلاف تقاضا کلام پر تعجب مضبوط کرنا ہے۔ آیت مذکورہ میں انسان سے مراد انسانی جنس ہے، اور ﴿الخصیم﴾ میں کافر منکر بعث مراد ہے، جیسا کہ آیت کے شان نزول سے بھی واضح ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق عاص بن وائل جب کہ ابن مردویہ کے قول کے مطابق ابی بن خلف مراد ہے۔ (روح المعانی، الجزء ۲۳، ص ۷۲)

انسانی ہڈیوں اور دیگر اعضاء کی خرید وفروخت کرنا:

۶۔۔۔۔۔سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کسر عظم المیت واذاه ککسره حیا یعنی مُردے کی ہڈی کو توڑنا اور اسے ایذا پہنچانا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی کو توڑنا"۔

کسی نے ابن مسعود سے مُردہ کوتکلیف پہنچانے کے حوالے سے کلام کیا تو فرمایا:''کما اکرہ اذی المومن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ مجھ کو جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے اسی طرح مُردہ کی بھی ناپسند ہے''۔

انہی سے روایت ہے:اذی المومن فی موتہ کما اذاہ فی حیوتہ یعنی مومن کو مرنے کے بعد ایسی ہی تکلیف ہوتی ہے جیسی زندگی میں ہوتی تھی۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

لان المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی یعنی اس لئے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اس سے مُردے بھی ایذا پاتے ہیں۔

(الفتاوی الرضویۃ مخرجہ، رسالہ:اھلاك الوھابیین علی توھین، ج۹،ص ٤٣٤)

مسلمان جتنا زندگی میں محترم ومکرم ہے، بالکل ایسا ہی مرنے کے بعد بھی قابل تعظیم ہے۔ان لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ دنیاوی علوم وفنون کے حصول کے نام پر خواہ مخواہ انسانی اعضاء کی بے حُرمتی کرتے ہیں۔جہاں تک ڈاکٹرز کی ضرورت کا معاملہ ہے اور ڈمی وغیرہ سے ضرورت پوری نہیں ہوتی تو رعایت کا سوچا جاسکتا ہے لیکن در پردہ دیگر مفاسد کے لئے اعضاء انسانی کو مرنے کے بعد توڑ پھوڑ کرنا، دماغ، دل، ہڈیاں، وغیرہ کو بیچنا خریدنا انسان کہلانے کے بعد بھی خود کو جانور کہلانے کے مترادف ہے۔

ملکوت کے معنی:

یہ.....لفظ ملکوت اللہ کی مِلک کے ساتھ خاص ہے، یہ مصدر ہے اور اس میں ''تاء'' کو داخل کردیا گیا ہے جیسے رحموت اور رہبوت میں ہے جیسا کہ فرمایا ﴿وکذلک نُری ابرھیم ملکوت السموت والارض اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی (الانعام:۷۵)﴾، ﴿اولم ینظروا فی ملکوت السموت والارض کیا انہوں نے نگاہ نہ کی آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں (الاعراف:۱۸۵)﴾۔اور ملکوت کا معنی اللہ کی مملکت اور سلطنت ہے یعنی وہ چیزیں جو اللہ کی ملکیت میں داخل ہیں۔ (المفردات، ص ٤٧٥)

اغراض:

ای خلقہ: یعنی انسان کو مضبوط جسم وقوت دیں۔وھو ما:شباب کا مدمقابل ہے، اور یہ معاملہ حضرات انبیائے کرام کے علاوہ لوگوں کا ہے کیونکہ حضرات انبیائے کرام کے اجسام وعقل وخرد میں ضعف نہیں آیا کرتا، اگرچہ بظاہر ان کی عمر زیادہ ہی ہو اور سید عالم ﷺ نے اپنی امت کے لئے نکمی عمر سے پناہ مانگی ہے، اور انبیائے کرام کے ساتھ اس وصف میں حضرات علمائے کرام کو بھی ملحق کیا جاتا ہے اور وہ ڈھیٹ عمر میں بھی کمزور نہیں ہوتے بلکہ وہ نکمی عمر میں مزید اچھے ہونے لگتے ہیں۔

رد لقولھم ان ما اتی بہ من القرآن شعر: جن لوگوں نے قرآن کو شعر کہا اس کا رد کرنا مقصود ہے کہ قرآن شعر نہیں ہے کیونکہ شاعری میں عموما جھوٹ ہوتا ہے اور قصدا مقفی ہوتی ہے اور اس میں خیالات واوہام کا اژدھام بھی ہوتا ہے جب کہ قرآن مجید میں ایسا کہاں ہوتا ہے؟ بلکہ یہ پاک کلام تو بشری کلاموں کی کدورتوں سے محفوظ ہے۔

وھم المومنون: خاص مومنین کا ذکر اس لئے کیا کہ یہی اس (پاک کلام) سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

فی جملۃ الناس: اللہ کی دی ہوئی نعمتیں صرف کافروں کے لئے نہیں بلکہ ہر ایک کے لئے ہیں۔

فیجازیھم علیہ: علانیہ وغیر علانیہ طور پر نیکی وبدی کا ہونا مراد ہے۔

وھو العاص بن وائل: ایک قول یہ ہے کہ آیت مذکور اُبی بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی لیکن عبرت حاصل کرنے کا تعلق خاص

سبب نہیں بلکہ عموم لفظ سے ہوا کرتا ہے۔

فقال علیہ السلام نعم ویدخلک النار: سید عالم ﷺ نے اس سے ہڈی لی، اور (فرمایا) اللہ اس کے کفر کو توڑ کر اسے واصل بہ جہنم کرے گا، اور جواب میں زیادتی کرنے کا مقصود معترض کو سمجھانا نہیں بلکہ تکلیف پہنچانا تھا کیونکہ تکلیف پہنچانے کے ذریعے جزاء کا تعلق انکار کرنے والے کے ساتھ ہوتا ہے تا کہ اسے نہ ماننے کا جواب دیا جائے اور علمائے بلاغت کے نزدیک یہ اسلوب حکیمانہ ہے۔

فی جملۃ الناس: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿الذی جعل لکم﴾ کا تعلق خاص کافروں سے نہیں بلکہ جمیع مخلوق سے کلام کرنا مقصود ہے۔

والعفار: عین مہملہ کے فتح کے ساتھ، فاء مفتوحہ کے بعد الف اور پھر راء، مرخ اور عفار سے مراد وہ درخت ہیں جس سے آگ نکالنے کا کام لیا جاتا ہے اور عفار کو زند (چقماق سے آگ نکالنا) سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور مرخ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ مرخ وعفار کی دو سبز ڈالیاں لی جائیں اور دونوں کو باہم رگڑ دی جائے تو ان سے آگ نکلتی ہے۔ **او کل شجر:** جیسا کہ بریسم کا درخت ہوتا ہے کہ جب اس کے سبز ڈالی ایک دوسرے پر رکھی جائے تو کچھ مدت میں خود کو اور ارد گرد کو جلا ڈالتی ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص ۱۰۷ وغیرہ)

ایک اھم بات

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

ذبح کے مسائل:

۱..... بعض جانور ذبح کیے جا سکتے ہیں اور بعض نہیں، جو شرعاً ذبح کیے جا سکتے ہیں، ان میں یہ دو مچھلی اور ٹڈی بغیر ذبح حلال ہیں اور جو ذبح کیے جا سکتے ہیں وہ بغیر ذکاۃ شرعی حلال نہیں، ذکاۃ شرعی کا مطلب یہ ہے کہ جانور کو اس طرح نحر یا ذبح کیا جائے کہ حلال ہو جائے۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الذبائح، ج۹، ص۴۲۳)

ذکاۃ شرعی دو قسم پر ہے، اختیاری اور اضطراری، ذکاۃ اختیاری کی دو قسمیں ہیں: ذبح اور نحر، ذکاۃ اضطراری یہ ہے کہ جانور کے بدن میں کسی جگہ نیزہ وغیرہ بھونک کر خون نکال دیا جائے اس سے مخصوص صورتوں میں جانور حلال ہوتا ہے۔ حلق کے آخری حصہ میں نیزہ وغیرہ بھونک کر رگیں کاٹ دینے کو نحر کہتے ہیں۔ ذبح کی جگہ حلق اور لبہ کے مابین ہے، لبہ سینہ کے بالائی حصہ کو کہتے ہیں، اونٹ کو نحر کرنا اور گائے بکری وغیرہ کو ذبح کرنا سنت ہے اور اگر اس کا عکس کیا یعنی اونٹ کو ذبح کیا اور گائے کو نحر کیا تو جانور حلال ہو جائے گا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے کہ سنت کے خلاف ہے۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الذبائح، ج۹، ص۴۲۳)

جو رگیں ذبح میں کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں: حلقوم یہ وہ ہے جس میں سانس آتی جاتی ہے، مری اس سے کھانا پینا اترتا ہے، ان دونوں کے اغل بغل اور دو رگیں ہوتی ہیں جن میں خون کی روانی ہے ان کو ودجین کہتے ہیں۔ پورا حلقوم ذبح کی جگہ ہے یعنی اس کے اعلی، اوسط، اسفل جس جگہ بھی ذبح کیا جائے جانور حلال ہوگا، آج کل چونکہ چمڑے کا نرخ زیادہ ہے اور یہ وزن یا ناپ سے فروخت ہوتا ہے اس لیے قصاب اس کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح بھی چمڑے کی مقدار بڑھ جائے اور اس کے لیے یہ ترکیب کرتے ہیں کہ بہت اوپر سے ذبح کرتے ہیں اور اس صورت میں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ذبح فوق العقدہ (گھنڈی یعنی گلے کی ابھری ہوئی ہڈی سے اوپر) ہو جائے اور اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ جانور حلال ہوگا یا نہیں، اس باب میں قول فیصل یہ ہے کہ ذبح فوق العقدہ میں اگر تین رگیں کٹ جائیں تو جانور حلال ہے ورنہ نہیں، علماء کا یہ اختلاف ہے رگوں کے کٹنے میں احتمال دیکھتے ہوئے احتیاط ضروری ہے کہ یہ معاملہ حلت وحرمت کا ہے اور ایسے مقام پر احتیاط لازم ہوتی ہے۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الذبائح، ج۹، ص۴۲٤)

ذبح میں قصداً بسم اللہ نہ کہی جانور حرام ہے، اور اگر بھول کر ایسا ہوا جیسا کہ بعض مرتبہ شکار کے ذبح میں جلدی ہوتی ہے اور جلدی میں بسم اللہ کہنا بھول جاتا ہے اس صورت میں جانور حلال ہے۔ (الھدایۃ مع بدایۃ المبتدی، کتاب الذبائح، ج۷، ص۱۲۹)

خود ذبح کرنے والے پر بسم اللہ کہنا ضرور ہے دوسرے کا کہنا اس کے کہنے کے قائم مقام نہ ہوگا یعنی دوسرے کے بسم اللہ کہنے سے جانور حلال نہ ہوگا جب کہ ذابح (ذبح کرنے والے) نے قصداً ترک کیا ہو اور دو شخصوں نے ذبح کیا تو دونوں کا بسم اللہ کہنا ضروری ہے ایک نے بھی جان بوجھ کر چھوڑ دیا تو جانور حرام ہے۔ (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الذبائح، ج۹، ص۴۳۰)

سورة الصافات مكية وهى مائة واثنتان وثمانون اية

سورۃ الصافات مکی ہے اور اس میں ۱۸۲ آیات ہیں

تعارف سورة الصافات

اس سورت میں پانچ رکوع، ۸۶۰ کلمات اور ۳۸۲۶ حروف ہیں۔ کفار عرب شرک کی بُری لعنت میں گرفتار تھے، جہاں توحید کے منحرف تھے وہیں قیامت کے بارے میں بھی علم نہ رکھتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ یہ کس طرح ممکن ہوسکتا ہے، عقل اسے تسلیم نہیں کرتی، الغرض اسی قسم کے شکوک وشبہات کا جواب اگر چہ ان کے اعتراض کی وجہ سے اُنہیں دیا گیا لیکن جواب میں اللہ ﷻ نے کیا خوب فرمایا: ﴿قل نعم وانتم داخرون یعنی تم فرماؤ ہاں یوں کہ ذلیل ہوگے (الصافات:۱۸)﴾۔ قیامت کے دن جس طرح منکرین قیامت آپس میں الجھیں گے اور ایک دوسرے پر الزام لگائیں گے ان کا ذکر بھی کر دیا گیا۔ سید عالم ﷺ کے جانثار نے بھی بڑے کٹھن حالات برداشت کئے، ان کے لئے گویا زندگی تنگ ہوتی جارہی تھی، تاہم اللہ نے ان کی تسلی کے لئے سابقہ اقوام اور انبیائے کرام کے حالات بیان فرمائے تاکہ انہیں تسلی ہو اور ان کے شکستہ دل دامن ایمان سے جُڑے رہیں۔ اہل مکہ کو تنبیہ فرمادی گئی کہ آج تم جنہیں کمزور سمجھ رہے ہو کل وہ سارے عرب پر اسلام کا پرچم لہرائیں گے اور سارے عالم اسلام کو انہی محمد عربی ﷺ کے دامن کرم میں جگہ ملے گی۔

رکوع نمبر: ۵

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿والصفت صفا (۱)﴾ الـمَـلائِكَةُ تَصِفُ نُفُوسَهَا فِي الْعِبَادَةِ أَوْ أَجْنِحَتَهَا فِي الْهَوَاءِ تَنْتَظِرُ مَا تُؤْمَرُ بِهِ ﴿فالزجرت زجرا (۲)﴾ الـمَـلائِكَةُ تَزجرُ السَّحَابَ أَىْ تَسُوقُهُ ﴿فالتليت﴾ جَمَاعَةُ قُرَّاءِ الْقُرآنِ تَتْلُوهُ ﴿ذكرا (۳)﴾ مَصْدَرٌ مِن مَعنَى التَّالِيَاتِ ﴿ان الهكم لواحد (۴) رب السموت والارض وما بينهما ورب المشارق (۵)﴾ أَىْ والـمَغَارِبِ لِلشَّمْسِ لَهَا كُلَّ يَوْمٍ مَشْرِقٌ وَمَغْرِبٌ ﴿انا زينا السماء الدنيا بزينة ن الكواكب (۶)﴾ أَىْ بِضَوئِهَا أَو بِهَا وَالْإِضَافَةُ لِلْبَيَانِ كَقِرَائَةِ تَنوِينِ زِينَةِ الْمُبَيِّنَةِ بِالْكَوَاكِبِ ﴿وحفظا﴾ مَنصُوبٌ بِفِعْلٍ مُقَدَّرٍ أَىْ حَفِظْنَاهَا بِالشُّهُبِ ﴿من كل﴾ مُتَعَلِّقٌ بِالْمُقَدَّرِ ﴿شيطن مارد (۷)﴾ عَاتٍ خَارِجٍ عَنِ الطَّاعَةِ ﴿لا يسمعون﴾ أَىْ الشَّيَاطِينُ مُستَانِفٌ وَسِمَاعُهُم هوَ فِي الْمَعْنَى الْمَحْفُوظِ عَنهُ ﴿الى الملاء الاعلى﴾ الْمَلائِكَةُ فِي السَّمَاءِ وَعَدَّى السِّمَاعَ بِإِلَى لِتَضَمُّنِهِ مَعْنَى الْإِصْغَاءِ وَفِي قِرَائَةٍ بِتَشْدِيدِ الْمِيمِ وَالسِّينِ أَصْلُهُ يَتَسَمَّعُونَ أُدغِمَتِ التَّاءُ فِي السِّينِ ﴿ويقذفون﴾ أَىْ الشَّيَاطِينُ بِالشُّهُبِ ﴿من كل جانب (۸)﴾ مِن آفَاقِ السَّمَاءِ ﴿دحورا﴾ مَصْدَرٌ دَحَرَهُ أَىْ طَرَدَهُ وَأَبعَدَهُ وهو مَفعُولٌ لَهُ ﴿ولهم﴾ فِي الْآخِرَةِ ﴿عذاب واصب (۹)﴾ دائِمٌ ﴿الا من خطف الخطفة﴾ مَصدَرٌ أَىِ الْمَرَّةَ وَالْإِستِثنَاءُ مِن ضَمِيرِ يَسْمَعُونَ أَىْ لا يَسْمَعُ الا الشَّيطَانُ الَّذِى سَمِعَ الْكَلِمَةَ مِنَ الْمَلائِكَةِ فَأَخَذَهَا بِسُرعَةٍ ﴿فاتبعه شهاب﴾ كَوكَبٌ مُضِيءٌ ﴿ثاقب (۱۰)﴾ يَثقِبُهُ أَوْ يُحرِقُهُ أَو يُخَبِّلُهُ ﴿فاستفتهم﴾ اِستَخبِر كُفَّارَ مَكَّةَ تَقرِيرًا او تَوبِيخًا ﴿اهم اشد خلقا ام من خلقنا ط﴾ مِنَ الْمَلائِكَةِ وَالسَّمواتِ وَالْأَرْضِينَ وَمَا فِيهِمَا وفِى الْإِتيَانِ بِمَن

تَغْلِيبُ الْعُقَلَاءِ ﴿انا خلقنهم﴾ای اَصْلَهم آدمَ﴿من طين لازب (١١)﴾لازمٍ يَلصِقُ باليَدِ المَعْنى اَنَّ خَلقَهم ضَعِيفٌ فَلا يَتَكَبَّرُوا بِاِنْكَارِ النَّبِيّ وَالقُرانِ المُوَدّى اِلَى هِلاكِهِم اليَسِيرِ﴿بل﴾لِلْاِنتِقالِ مِن غَرضٍ اِلى آخَر وَهُو الاَخْبَارُ بِحَالِهِ وَحَالِهِم﴿عجبتَ﴾بِفَتحِ التاءِ خِطَابا بِالنَّبِيّ اَى مِن تَكْذِيبِهِم اِيَّاكَ ﴿و﴾هم﴿يسخرون (١٢)﴾مِن تَعَجُّبِكَ﴿واذا ذكروا﴾وُعِظُوا بِالقُرآنِ﴿لا يذكرون (١٣)﴾لَا يَتَّعِظُونَ﴿واذا راوا اية﴾كَانْشِقَاقِ القَمَرِ﴿يستسخرون (١٤)﴾يَسْتَهْزِءُونَ بِهَا ﴿وقالوا﴾فِيها﴿ان﴾ما﴿هذا الا سحرمبين (١٥)﴾بَيِّنٌ وَقَالُوا مُنكِرِينَ لِلبَعثِ﴿ء اذا متنا وكنا ترابا وعظاماء انا لمبعوثون (١٦)﴾فِي الهَمزَتَينِ فِي المَوضِعَينِ التَّحقِيقُ وَتَسهِيلُ الثَّانِيَةِ وِاِدْخَالُ اَلِفٍ بَينَهما عَلَى الوَجْهَينِ﴿اواباؤنا الاولون (١٧)﴾بِسُكُونِ الواوِ عَطفا بِاَو وَبِفَتحِها والهَمزَةُ لِلْاِستِفهامِ والعَطفُ بِالوَاوِ والمَعطُوفُ عَلَيهِ مَحَلُّ اِنَّ وَاسْمِها اَوِ الضَّمِيرِ فِي لَمَبْعُوثُونَ والفَاصِلُ هَمزَةُ الاِسْتِفهَامِ﴿قل نعم﴾تُبعَثُونَ﴿وانتم داخرون (١٨)﴾صَاغِرُونَ﴿فانما هي﴾ضَمِيرٌ مُبهَمٌ يُفَسِّرُهُ مَابَعدَهُ ﴿زجرة﴾اَى صَيحَةٌ ﴿واحدة فاذاهم﴾اَيِ الخَلائِقِ اَحياءٌ﴿ينظرون (١٩)﴾مَايُفعَلُ بِهِم﴿وقالوا﴾اَى الكُفَّارُ،يا لِلتَّنبِيهِ﴿يويلنا﴾هلاكُنَا وَهوَ مَصدَرٌ لا فِعلَ لَه مِن لَفظِهِ وَتَقُولُ لَهُمُ المَلائِكَةُ﴿هذا يوم الدين (٢٠)﴾اَى الحِسَابِ والجَزَاءِ﴿هذا يوم الفصل﴾بَينَ الخَلائِقِ﴿الذى كنتم به تكذبون (٢١)﴾.

﴿ترجمہ﴾

قسم ان کی ......۱...... کہ باقاعدہ صف باندھیں ......۲...... (یعنی ان فرشتوں کی قسم جو عبادت کے لیے صفیں بنائے ہیں یا صف باندھنے سے مراد انکا اپنے پروں کو فضاء میں پھیلائے حکم الٰہی کا منتظر رہنا ہے) پھر ان کی کہ جھڑک کر چلائیں (یعنی ان فرشتوں کی جو بادلوں کو جھڑک کے یعنی ہانکتے ہیں ......۳......) پھر تلاش کرنے والوں کی (یعنی قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی ......۴...... ذکــــرا یہ مصدر مفعول مطلق ہے، اور) خوب (انا لیات کے ہم معنی ہے) بیشک تمہارا معبود (اے اہل مکہ) ضرور ایک ہے مالک آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور مالک مشرقوں کا (اور مغربوں کا سورج، سورج کے لیے روزآنہ ایک مشرق اور ایک مغرب ہوتا ہے) اور بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو تاروں کے سنگھار سے آراستہ کیا ......۵...... (یعنی تاروں کی روشنی سے یا خود تاروں سے، بزینة الكواكب میں اضافت بیانیہ ہے، گویا کہ "زینة" کو منون پڑھنے والی قرائت کوا کب کو بیان کررہی ہے) اور حفاظت کرنے کو (یعنی ہم نے آسمان کو محفوظ کردیا ہے روشن انگاروں سے، حــفــظــا فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے اصل عبادت یوں ہے حفظناها بالشهب) ہر شیطان سرکش سے (مارد کے معنی سرکش اور نافرمان ہے) وہ (یعنی شیاطین) کان نہیں لگا سکتے (یہ جملہ مستانفہ ہے یعنی شیاطین کے سننے سے آسمان کو محفوظ کر دیا گیا ہے) عالم بالا کی طرف (یعنی آسمان میں موجود فرشتوں کی طرف اور السماع کو حرف جر الی کے ذریعے متعدی کیا گیا ہے کیونکہ یہ اصغاء سر گوشی کے معنی کو متضمن ہے، اور ایک قرائت میں یسمعون میم اور سین مشدد کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ اصل میں یستمعون تھا تاء کو سین میں مدغم کردیا گیا) اور ان پر (یعنی شیاطین پر روشن انگارے ......۶......) پھینکے جاتے ہیں ہر طرف سے (یعنی آسمانوں کے گوشوں سے) انہیں بھگانے کو ("دحورا" دحره بمعنی طرده وابعده کا مصدر ہے، ترکیب کلام میں مفعول لہ بن رہا ہے) اور ان کے لیے (آخرت میں ہمیشہ کا عذاب ہے، واصب بمعنی

دائم ہے) مگر جوایک آدھ بار اوچک لے چلا (الخطفة مصدر ہے بمعنی مرة ، اور یہ استثناء یسمعون کی ضمیر سے ہے معنی یہ ہوگا نہیں سنا تا مگر وہ شیطان جس نے فرشتوں سے ایک بات سنی اور اسے تیزی سے پکڑلیا) تو روشن انگارہ جلا دینے والا (شھاب کے معنی روشن تارہ اور ثاقب کا معنی یہ ہے کہ وہ تارا جس پر برستا ہے اسے ہلاک کردیتا ہے یا جلا دیتا ہے یا پاگل کردیتا ہے) اس کے پیچھے لگا تو ان سے پوچھو (یعنی کفار مکہ سے اس کی خبر لو، تقریر کلام یا انہیں توبیخ کرنے کے لیے ہے) کیا ان کی پیدائش زیادہ مضبوط ہے یا ہماری اور مخلوق (جیسے فرشتے آسمان زمینیں اور ان میں موجود اشیاء، ام من خلقنا میں من کو عقلاء میں غلبہ دینے کے لیے ذکر فرمایا گیا ہے) بیشک ہم نے ان کو (یعنی ان کی اصل حضرت آدم علیہ السلام کو) چپکتی مٹی سے بنایا...... ے...... (جس سے ہاتھ چپک جائیں، معنی یہ ہے کہ انسان کی خلقت ایسی ہے، تو اسے نبی کریم اور قرآن عظیم کا انکار کر کے تکبر نہیں کرنا چاہیے کہ یہ انکار انہیں قریبی ہلاکت کی طرف لے جائے گا) بلکہ (بل ایک غرض سے دوسری کی طرف منتقل ہونے کے لیے ہے، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار کے احوال مختلف کی خبر دینے کے لیے ہے) تمہیں اچھنبا آیا (ان کے تمہیں جھٹلانے سے، یہ خطاب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے) اور (یسخرون سے قبل ھم ضمیر محذوف ہے) وہ ہنسی کرتے ہیں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعجب کرنے سے) اور جب سمجھائے جائیں (قرآن کے ذریعے ان لوگوں کو نصیحت کی جائے) تو نہیں سمجھتے (اس وعظ ونصیحت کو قبول نہیں کرتے) اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں (جیسے چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا) ٹھٹا کرتے ہیں (اس نشانی کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں اور اس نشانی کے بارے میں) کہتے ہیں یہ تو نہیں (ان بمعنی ما نافیہ ہے) مگر کھلا جادو (مبین بمعنی بین ہے، مرنے کے بعد اٹھائے جانے کے منکر کہتے ہیں) کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے کیا ہم ضرور اٹھائے جائیں گے...... ۸...... (ء اذا...... الخ ، ء انا دونوں مقامات میں دونوں ہمزہ کو تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کی تسہیل کے ساتھ اور دونوں ہمزہ کے درمیان الف داخل کرنے کے ساتھ دونوں کے مطابق پڑھا گیا ہے) اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (او یہ واو ساکنہ کے ساتھ ہو تو یہ عطف باؤ ہوگا اور اگر واو مفتوحہ ہو تو ہمزہ حرف استفہام اور واو حرف عطف ہوگا، اور معطوف علیہ ان اور اس اسم کا محل یا لمبعوثون میں موجود ضمیر ہوگی اور ہمزہ استفہام معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان فصل کے لیے آیا ہے) تم فرماؤ ہاں (تم لوگ اٹھائے جاؤ گے) ذلیل ہو کے (داخرون بمعنی صاغرون ہے) تو وہ (ھی ضمیر مبہم ہے اس کی تفسیر مابعد والا کلمہ کر رہا ہے) ایک ہی جھڑک ہے (زجرة بمعنی صیحة ہے) جبھی وہ (یعنی تمام ہی مخلوق زندہ ہو کر) دیکھنے لگیں گے اور (کفار) کہیں گے ہائے ہماری ہلاکت (یا ویلنا میں یاء تنبیہ کے لیے ہے، ویلنا بمعنی ھلاکنا ہے، یہ مصدر ہے اس لفظ سے اس کا کوئی فعل نہیں آتا ، فرشتے ان لوگوں سے کہیں گے) یہ انصاف کا دن ہے (یعنی حساب کتاب اور بدلے کا دن ہے) یہ ہے (مخلوق کے درمیان) فیصلہ کا دن جسے تم جھٹلاتے تھے۔

﴿ترکیب﴾

﴿والصفت صفاo فالزجرت زجراo فالتليت ذكراoان الهكم لواحد o رب السموت والارض وما بينهما ورب المشارقo﴾.

و: قسمیہ جار، الصفت: اسم فاعل با فاعل، صفا: مفعول مطلق، ملکر شبہ جملہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، الزجرت زجرا: شبہ جملہ معطوف اول، ف: عاطفہ، التليت: اسم فاعل با فاعل، ذکرا: مفعول، ملکر شبہ جملہ معطوف ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "اقسم" فعل محذوف کیلئے، ملکر جملہ قسمیہ انشائیہ، ان حرف مشبہ، الهكم: اسم، لام: تاکیدیہ، واحد خبر اول، رب السموت والارض ومابينهما: مرکب اضافی معطوف علیہ، و: عاطفہ، رب المشارق: مرکب اضافی معطوف، ملکر خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿انا زينا السماء الدنيا بزينة الكواكب ○ وحفظا من كل شيطن مارد ○﴾.

انا: حرف مشبہ واسم، زينا: فعل بافاعل، السماء الدنيا: مفعول، ب: جار، زينة: مبدل منہ، الكواكب: بدل، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، حفظا: مصدر موصوف، من كل شيطن مارد: ظرف مستقر صفت، ملکر فعل محذوف "حفظنها" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لايسمعون الى الملا الاعلى ويقذفون من كل جانب ○ دحورا ولهم عذاب واصب ○ الا من خطف الخطفة﴾.

لايسمعون: فعل نفی بافاعل، الى الملا الاعلى: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، يقذفون: فعل مجہول واؤ ضمیر ذوالحال، دحورا: حال، ملکر مستثنی منہ، الا: حرف استثناء، من خطف الخطفة: موصول صلہ، ملکر مستثنی، ملکر نائب الفاعل، من كل جانب: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب واصب: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاتبعه شهاب ثاقب ○﴾.

ف: عاطفہ، اتبعه: فعل ومفعول، شهاب ثاقب: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاستفتهم اهم اشد خلقا ام من خلقنا﴾.

ف: فصیحیہ، استفتهم: فعل امر بافاعل ومفعول، همزه: حرف استفہام، هم: معطوف علیہ، ام: عاطفہ، من خلقنا: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مبتدا، اشد: اسم تفضیل ہو ضمیر، خلقا: تمیز، ملکر فاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط محذوف "ان شئت ان تبكتهم وتردعليهم فى امر اثبات المعاد" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انا خلقنهم من طين لازب ○ بل عجبت ويسخرون ○﴾.

انا: حرف مشبہ واسم، خلقنهم: فعل بافاعل ومفعول، من طين لازب: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، بل: حرف اضراب وعطف، معطوف علی محذوف "هم لا يقرون" عجبت: فعل و"ت" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، يسخرون: جملہ فعلیہ "هم" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر حال، ملکر فاعل، "من قدرة الله على هذه الخلائق العظيمة" متعلق محذوف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذا ذكروا لايذكرون ○ واذا راواية يستسخرون ○﴾.

و: عاطفہ، اذا ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، ذكروا: فعل بانائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، لايذكرون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، اذا ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، راواية: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، يستسخرون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وقالوا ان هذا الا سحر مبين ○ ء اذامتنا وكنا ترابا وعظاماء انا لمبعوثون ○ اواباونا الاولون ○﴾.

و: عاطفہ، قالوا قول، ان: نافیہ، هذا: مبتدا، الا: اداۃ حصر، سحر مبين: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، همزه: حرف استفہام، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، متنا: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، كنا ترابا وعظاما: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، همزه: حرف استفہام، انا: حرف مشبہ واسم، لمبعوثون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، همزه: حرف استفہام لتاکید اولی، و: عاطفہ، اباونا الاولون: مرکب توصیفی "يبعثون" خبر محذوف کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہو کر قول محذوف "قالوا منكرين للبعث" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل نعم وانتم داخرون ○﴾.

قل: قول، نعم: حرف ایجاب، و: حالیہ، انتم: مبتدا، داخرون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر "تبعثون" کی واؤ ضمیر سے حال ہے، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فانما ھی زجرۃ واحدۃ فاذاھم ینظرون۝﴾۔

ف: فصیحیہ، انما: حرف مشبہ و ما کافہ، ھی: مبتدا، زجرۃ واحدۃ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ شرط محذوف "اذا کان ذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔ ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، ھم: مبتدا، ینظرون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقالوا یویلنا ھذا یوم الدین۝ ھذا یوم الفصل الذی کنتم بہ تکذبون۝﴾۔

و: مستانفہ، قالوا: قول، یویلنا: نداء، ھذا: مبتدا، یوم الدین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ، ھذا: مبتدا، یوم الفصل: موصوف، الذی کنتم بہ تکذبون: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

غیر خدا کی قسم معتبر نہیں تو پھر اللہ ﷻ نے کیوں ارشاد فرمائی؟

۱۔۔۔۔۔حضرت سعد بن عبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سنا ایک شخص کہہ رہا تھا: کعبہ کی قسم! تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا غیر اللہ کی قسم نہ کھائی جائے کیونکہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے غیر خدا کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔ (سنن الترمذی، کتاب النذور، باب: ما جاء فی کراھیۃ الحلف، رقم: ۱۵۴۰، ص ۴۷۳)

امام رازی کہتے ہیں کہ غیر اللہ ﷻ کی قسم کھانے میں متعدد درج ذیل اشکالات ہو سکتے ہیں:

(۱)۔۔۔۔۔سید عالم ﷺ نے غیر خدا کی قسم کھانے سے منع فرمایا پھر اللہ کی حکمت کیسے ہوئی کہ فرشتوں کی قسم کھائی گئی؟

(۲)۔۔۔۔۔جس کی قسم کھائی جائے اس کی تعظیم وتکریم مقصود ہوتی ہے اور ایسی تعظیم کسی غیر خدا کی نہیں ہونی چاہیے۔

(۳)۔۔۔۔۔واو کے ذریعہ اللہ ﷻ نے تاکید فرمانے کا قصد فرمایا ہے جیسا کہ بعض سورتوں میں ہے ﴿والسماء وما بناھا والارض وما طحاھا ونفس وما سواھا اور آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم اور زمین اور اس کے پھیلانے والے کی قسم اور جان کی اور اس کی جس نے اُسے ٹھیک بنایا (الشمس: ۵تا۷)﴾۔

ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ ان تمام مقامات پر اگر کچھ محذوف نکال لیا جائے تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے یعنی صف بہ صف کھڑے رہنے والے فرشتوں کے رب ﷻ کی قسم، سختی کے ساتھ بادلوں کو چلانے والوں کے رب ﷻ کی قسم، وعلی ھذا القیاس۔

صف بندی کے احکامات:

۲۔۔۔۔۔نعمان بن بشیر کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ ہماری صفیں تیر کی مانند سیدھی کرتے، یہاں تک کہ خیال فرمایا کہ اب ہم سمجھ گئے، پھر ایک دن تشریف لائے اور کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ تکبیر کہیں کہ ایک شخص کا سینہ صف سے نکلا دیکھا، فرمایا: "اے اللہ کے بندو! صفیں برابر کرو یا اللہ تمہارے درمیان اختلاف ڈال دے گا"۔

(صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب: تسویۃ الصفوف، رقم: (۸۶۴)/۴۳۶، ص ۲۱۴)

☆۔۔۔۔۔ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: "اللہ اور اس کے فرشتے صف اول پر درود بھیجتے ہیں"، لوگوں نے عرض کی اور دوسری پر؟ فرمایا: "اللہ اور اس کے فرشتے صف اول پر درود بھیجتے ہیں"، لوگوں نے عرض اور دوسری پر؟ فرمایا: "دوسری پر اور صفوں کو برابر رکھو اور مونڈھوں کو مقابل کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور کشادگیوں کو بند کرو کہ شیطان بھیڑ کے بچے

کی طرح تمہارے درمیان داخل ہو جاتا ہے"۔ (المسند امام احمد، حدیث ابو امامہ باھلی، رقم: ۲۲۳۲۶، ج۸، ص۶۰۴)

مسئلہ نمبر۱: مرد، بچے، خنثیٰ اور عورتیں جمع ہوں تو ترتیب یہ ہے: پہلے مَردوں کی صف ہو، پھر بچوں کی، پھر خنثیٰ کی اور آخری میں عورتوں کی صف ہونی چاہیے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الصلوۃ، باب الامامۃ، ج۲، ص۳۱۴)

مسئلہ نمبر۲: صفیں مل کر کھڑی ہوں کہ بیچ میں کشادگی نہ رہے اور سب کے مونڈھے برابر ہوں۔ (المرجع السابق)

مسئلہ نمبر۳: صفِ مقدم کا افضل ہونا غیر جنازہ میں ہے، جنازہ میں آخری صف افضل ہے۔ (المرجع السابق)

مسئلہ نمبر۴: پہلی صف میں جگہ ہو اور پچھلی صف بھر گئی ہو تو اس کو چیر کر جائے اور اس خالی جگہ میں کھڑا ہو جائے، اس کے لئے حدیث ہے: "جو صف میں کشادگی دور کرے اس کی مغفرت ہو جائیگی"۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلوۃ، الباب الخامس فی الامامۃ، الفصل الخامس، ج۱، ص۹۸)

جھڑکنے والے فرشتے:

۳......ملائکہ کے ساتھ زجر کا لفظ درج ذیل وجوہات کی بناء پر ہے:

(۱)......ابن عباس کہتے ہیں کہ اللہ عزّوجلّ نے فرشتوں کو بادلوں کا وکیل بنادیا کہ وہ انہیں ایک مقام سے دوسرے جس مقام پر لے جانا چاہیں لے جاسکتے ہیں۔ (۲)......اللہ عزّوجلّ نے بذریعہ الہامات فرشتوں کے دلوں میں بنی آدم کی تاثیر پیدا فرمادی ہے، پس وہ انسانوں کو نافرمانی کرنے پر زجر کرتے ہیں۔ (۳)......ہوسکتا ہے کہ فرشتے شیطانوں کو انسانوں کے بہکانے اور ایذاء دینے کے معاملے میں زجر کرتے ہوں۔ (الرازی، ج۹، ص۳۱۳ وغیرہ)

قرآن کی تلاوت کرنے والوں کی تلاش کرنے والے:

۴......حضرت محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ من بلغه القرآن فکانما رای النبی و کلمه یعنی جسے قرآن پہنچا وہ ایسا ہے جس نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور ان سے کلام کیا۔ (الجمل، ج۲، ص۳۲۸)

علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں:

اللہ عزّوجلّ کے فرمان ﴿فالتالیات ذکرا﴾ میں "ذکرا" مفعول ہے، اور "صفا"، "زجرا" مصدر مؤکد ہیں جو ماقبل بمعنی "صفا بدیعا" اور "زجرا بلیغا" مذکور ہوئے۔ مطلب یہ ہے کہ آیات الٰہیہ اور حضرات انبیائے کرام پر نازل ہونے والی کتب اور دیگر تسبیح، تحمید و تجید وغیرہ کا عظیم الشان ذکر مقصود ہے۔ آیت کا مقصود علماء کی وہ جماعت بھی ہوسکتی ہے جو نماز میں صف بصف کھڑی قرآنی آیات کو وعظ و نصیحت کرنے کے ضمن میں بھی احکام و شرائع پہنچانے کی غرض سے پڑھتے ہوں۔ یا جنگوں میں لڑنے والے مدمقابل گروہ کی صفوں میں کود پڑنا گویا کہ ان سے چمٹ پڑنا، یا جانور کو دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے صف بصف ہانکنا اور دشمنوں سے مزاحمت کرنا اور انہی امور میں مشغولیت کے باعث اللہ عزّوجلّ کی آیات و ذکر و تسبیح میں زیادتی نہ کرسکنا اور یہی ان حضرات کا بارگاہِ الٰہی میں کمال شہود و حضور (یعنی اللہ عزّوجلّ کی یاد میں لگے رہنا) ہے جس کی صراحت حدیث میں بھی مذکور ہے۔ "تین قسم کی آوازوں کو اللہ (اپنی شان کے لائق) فرشتوں کے ذریعے جانتا ہے، اذان، راہِ خدا میں تکبیر بلند کرنے والے اور تلبیہ میں آواز بلند کرنے والے"۔ اور عابدین نماز میں صف بصف ہونے کے لئے شیطان کو دور بھگانے کے لئے "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم" پڑھتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ مراد وہ بچے ہیں جو قرآن کو باآواز بلند تلاوت کرتے ہیں اور بیشک اللہ عزّوجلّ ان لوگوں سے عذاب زائل کرتا ہے جن کی آوازیں ہمیشہ آسمان کی جانب بلند ہوتی ہیں اور وہ چار قسم کے لوگ ہیں، (۱)......اذان دینے والے مؤذنین، (۲)......جہاد میں تکبیریں کہنے والے، (۳)......تلبیہ

کہنے والے، (۴)......وہ بچے جو قرآن باآواز بلند پڑھتے ہیں۔ (روح البیان، ج۷،ص ٥٢٤،روح المعانی، الجزء:۲۳،ص۸۸)

علامہ آلوسی کہتے ہیں:

ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ صف بصف کھڑی ہونے والی جماعت فرشتوں کی ہے جو کہ اللہ ﷻ کے عرش کو تھامے کھڑے ہیں اور یہ اللہ ﷻ کی عبادت میں مصروف ہیں انہیں کروبین کہتے ہیں یا اس سے وہ فرشتے مراد ہیں جس کی جانب علامہ شیخ اکبر نے اشارہ کیا ہے یعنی وہ فرشتے جو اللہ ﷻ کی محبت میں مستغرق ہیں انہیں کسی کی پرواہ نہیں ہے اور انہیں ان کی محبت میں مستغرق رہنے کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدے کا بھی حکم نہیں دیا گیا کیونکہ یہ اللہ ﷻ کی یاد میں فنا ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ زجر کرنے والی فرشتوں کی وہ جماعت ہے جنہیں عالم علیاء وسفلی میں اللہ ﷻ کے امور کی تدبیر (انجام دہی) کے لئے متعین کیا گیا ہے اور یہ ان پر اللہ ﷻ کا فضل ہے اور دیگر خلق خدا کو نفع پہنچانے کی غرض سے ہے اور اللہ ﷻ کی یاد والوں کو گھیرنے والے فرشتے وہ جماعت ہیں جو خاص مخلوق کی تلاوت کے تقاضوں کو جانتے پہچانتے ہیں اور ان کے خلوص کا نفع یہی فرشتوں کا سننا ہے نہ کہ زجر کرنا، اور زجر کرنا تو اللہ کے ناپسندیدہ امور میں سختی کرنا ہے اور یہ تلاوت کرنے والوں کی مجلسوں کو گھیرنے والے گویا کہ خیر کی مہمات کو (عام) کرنے والے ہیں اور شر کی مہمات کو دور کرنے والے ہیں۔ (روح المعانی، الجزء:۲۳،ص ۸۹وغیرہ)

ستاروں سے آسمان دنیا کو مزین کرنا:

۵......یعنی ستاروں کی چمک دمک سے آسمان دنیا کو مزین کرنا مراد ہے، جس طرح آسمان کو ظاہری چمک دمک والے ستاروں سے مزین کردیا اسی طرح اولیائے کرام کے دلوں کو نجوم معارف سے مزین کیا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ نے تین قسم کے ستارے پیدا کئے: شیطانوں کو بھگانے والے، راستہ دکھانے والے اور آسمان کو زینت دینے والے۔

شہاب ثاقب کا بیان:

۶......علامہ راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ جلتی ہوئی آگ کے چمک دار شعلہ کو شہاب کہتے ہیں۔ (المفردات، ص ۲۷۱)۔ شہاب ثاقب کا ٹکڑا جو راکھ ہونے سے پہلے زمین پر پہنچ جاتا ہے، اور دھاکے کے ساتھ پھٹ جاتا ہے، بعض اوقات ایسے شہابیے زمین پر گر پڑتے ہیں جن کا سائز کافی بڑا ہوتا ہے۔ (اردو لغت، ج١٦، ص ٧٥٠)

☆......حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ اپنے اصحاب کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ایک ستارہ ٹوٹ کر گرا اور فضا روشن ہوگئی، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''جب تم زمانہ جاہلیت میں یہ منظر دیکھتے تھے تو اس کے متعلق کیا کہتے تھے؟'' صحابہ کرام نے کہا ہم یہ کہتے تھے کہ کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے یا کوئی بڑا آدمی مرگیا ہے۔ پس سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''آگ کا یہ شعلہ کسی کی موت پر پھینکا جاتا ہے نہ کسی کی حیات پر، لیکن جب ہمارا رب کسی چیز کے متعلق فیصلہ فرماتا ہے تو حاملین عرش سبحان اللہ کہتے ہیں، پھر آسمان والے سبحان اللہ کہتے ہیں، پھر جو ان کے قریب ہیں وہ سبحان اللہ کہتے ہیں، پھر جو ان کے قریب ہیں وہ سبحان اللہ کہتے ہیں، حتی کہ اس آسمان تک آواز پہنچ جاتی ہے پھر چھٹے آسمان والے، ساتویں آسمان والوں سے پوچھتے ہیں: تمہارے رب نے کیا فرمایا پھر وہ ان کو خبر دیتے ہیں، الغرض دنیا تک اسی طرح خبر پہنچتی ہے، شیاطین چوری سے یہ خبر سن لیتے ہیں اور اپنے چیلوں اور دوستوں کو پہنچاتے ہیں، پھر اگر وہ اسی خبر کو بیان کریں تو حق لیکن وہ تحریف کریں اور کچھ باتوں کا اضافہ کردیتے ہیں۔

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: ومن سورة الجن، رقم: ٣٣٢٤، ٣٣٣٥، ص٩٥٨ بتغیر)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ شہاب آگ کے چمکدار شعلے کو کہتے ہیں، علماء نے کہا ہے کہ ہمیں جو ستارہ ٹوٹتے ہوئے دکھائی دیتا ہے وہی

مراد ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ستارہ شیطان کو لگتا ہو تو شعلہ بن جاتا ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ در حقیقت آگ کا شعلہ ہی ہو لیکن ہمیں ستارہ دکھائی دیتا ہو۔ علماء کا اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ شہاب ثاقب کا معاملہ بعثت سے پہلے کا ہے یا بعد کا، اکثر بعثت سے پہلے کا قول مانتے ہیں جب کہ بعض بعد کے قول کے قائل ہیں۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزء ١٤، ص ١٣)

تخلیق آدم علیہ السلام مٹی یا بجتی ہوئی مٹی سے:

۷..... اللہ عزوجل نے اس مقام پر ﴿طین لازب﴾ فرمایا، قتادہ کہتے ہیں مراد وہ مٹی ہے جو ہاتھوں سے چپکتی ہے جب اسے چھوا جائے، طبری کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی، پانی، ہوا اور آگ سے پیدا فرمایا اور جب ان سب کو خلط ملط کیا گیا تو طین لازب بن گیا، ایک جماعت نے لازب بمعنی لازم یعنی باء کو میم سے بدل دیا ہے۔ ابی ابن حاتم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ لازب، حما اور طین تینوں ایک ہی چیزیں ہیں کیونکہ اولا تراب (مٹی) پھر حمأمنتنا (بد بودار گارا)، پھر طینا لازبا (چپکتی مٹی) بن جاتا ہے، پھر اللہ عزوجل نے اس سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ عزوجل نے مخلوق کو طین لازب سے پیدا فرمایا اور اس جملے میں مخلوق کے کمزور اور نرم ہونے کی جانب اشارہ ہے، اس لئے کہ جو طین (مٹی) سے پیدا کیا جاتا ہے اسے سختی اور قوت کی جانب موصوف نہیں کیا جاتا اور لوگوں میں بعث بعد الموت کی احتیاج ہے لہذا اس لئے حضرت آدم علیہ السلام کو طین لازب سے پیدا فرمایا تا کہ دوبارہ پیدا کئے جانے کو مکروہ نہ جانے۔ (روح المعانی، الجزء:۲۳، ص ۱۰۲)

بعث بعد الموت:

۸..... امام جوزی فرماتے ہیں کہ مخلوق کی کثیر تعداد ایسی ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کرتے ہیں اور یہ شبہ انہیں دو وجوہات کی بنا پر ہوتا ہے اول یہ کہ وہ مادہ منویہ کی جانب دیکھتے ہیں اور دوسرے یہ کہ جب انسان زمین میں دفن کر دیا گیا اور کیڑے مکوڑے کی غذا بن گیا تو پھر دوبارہ اسی طرح کیسے بن پائے گا؟ امام جوزی جوابات دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ انسان کی اصل کی جانب دیکھ لیا جائے تو جواب مل جائے، حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے مٹی سے پیدا فرمایا اور اسی آدم علیہ السلام کی پشت اطہر سے دیگر انسان بسبب نطفہ بنائے گئے، اسی مٹی سے سبزہ اور دانہ بنتا ہے اور یہی مٹی کیڑے مکوڑوں کے وجود اور ان سے پیدا ہونے والے انڈوں کا ذریعہ ہے۔ اور اسی طرح سونے یا چاندی کے مختلف ٹکڑے بھٹی میں ڈالے جائیں اور یہ ٹکڑے باریک اجزاء کی شکل اختیار کر لینے کے بعد مٹی میں بکھر جاتے ہیں لیکن جب اللہ اپنی قدرت سے ان باریک ذروں کو سمیٹ کر ہمارے سامنے ایک مناسب شکل وصورت میں کر دیتا ہے تو انسان جب کہ اس کا جسم بھاری ہوا اور اس کے بکھرے ہوئے اعضاء کو دوبارہ سمیٹ کر کھڑا کر دینا اس کی شان سے بعید نہیں جب کہ وہ بچپن سے جوان اور پھر بڑھاپے میں جسم کو لاغر و توانا کرتا رہتا ہے۔ اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اپنے انبیائے کرام کے ہاتھوں پر عصا کو اژدھا اور اژدھے کو عصا کر دیتا ہے اور پہاڑوں سے زندہ اونٹنی برآمد کر دیتا ہے اور حضرت عیسی علیہ السلام کے دست حق پرست سے کئی مردے بھی زندہ کر دکھائے۔ (تلبیس ابلیس، الباب الخامس، ذکر تلبیس ابلیس علی جاحدی البعث، ص ۹۰ وغیرہ)

اغراض:

الملائکۃ تصف نفوسھا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ مفعول محذوف ہے، اگر کوئی یہ کہے کہ ﴿الصافات﴾ اور اس کے بعد میں موجود تاء تانیث کا ہے جب کہ ملائکہ مذکر و مونث سے متصف کئے جانے سے محفوظ ہوتے ہیں۔ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مراد یہاں تاء لفظی ہے جب کہ فرشتے تانیث معنوی سے منزہ ہیں۔

الملائکۃ: یہ ایک قول ہے ﴿الصافات﴾ کی تفسیر میں، ایک قول مجاہدین، نمازی، اڑنے والے پرندوں کا صف بہ صف ہونا بھی مراد

لیا گیا ہے۔فی العبادۃ: مراد مقاماتِ معلومہ ہیں۔واجنحتھا فی الھواء: سے مراد یہ ہے کہ صفوں میں اپنے پر پھیلائے ہوئے تیرتے ہیں۔تنتظر ما تؤمر بہ: یعنی فرشتے آسمان پر چڑھنے اور اُترنے میں حکم کے پابند ہیں۔

الملائکۃ تزجر السحاب: ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ علماء نافرمانوں کو زجر و توبیخ کرتے ہیں۔

مصدر من معنی التالیات: ایک قول یہ بھی ہے کہ ﴿ذکرا﴾ مفعول ہو ﴿التالیات﴾ کا، اور ذکر سے مراد قرآن وغیرہ تسبیح و تحمید ہیں، اور یہاں فرشتوں کے علاوہ بھی ہر ایک ذاکر مراد ہے۔

ای المغارب: میں اس جانب اشارہ ملتا ہے کہ آیت متذکرہ ﴿رب السموت والارض......الخ﴾ میں چاروں حدود پر اکتفاء کیا گیا ہے، سرابیل (وہ اونی کپڑا جو گرمی سے ٹھنڈک کرے یا وہ لوہے کا لباس جو تُھنڈ سے حفاظت کرے) تمہیں گرمی سے بچاتی ہیں، اور صرف مشارق کا ذکر اس لئے کیا کہ اس کا نفع مغارب سے عام طور پر ہوا ہی کرتا ہے، اگر تم یہ کہو کہ اللہ نے یہاں مشارق کو جمع کے صیغے میں استعمال فرمایا اور اس کا مدمقابل حذف فرمایا اور سأل میں مشرق و مغرب دونوں کا ذکر فرمایا، الرحمٰن میں دونوں کی تعریف و توصیف فرمائی، سورۃ المزمل میں دونوں کو الگ الگ بیان فرمایا، پس یہاں کیوں صرف مشارق کا ذکر کیا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مشارق فرما کر ہر دن کے مشرق و مغرب کو بیان فرمادیا، پس شمسی اعتبار سے سال میں تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں جو کہ مشرق و مغرب دونوں ہی ہوا کرتے ہیں کیونکہ ہر دن سورج مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب ہوتا ہے پس انہی قسم کے اعتبارات کا یہاں خیال رکھا گیا ہے۔من آفاق السماء: یعنی آسمانی جہات مراد ہیں۔

بضوئھا: یعنی آسمان کو ستاروں سے منور کیا اور اگر ایسا نہ ہوتا تو سورج غروب ہونے کی صورت میں آسمان پر سخت اندھیرا چھا جاتا۔

اوبھا: یعنی ستارے آسمان دنیا کی زینت کا سامان کرتے ہیں، پس جب انسان اندھیری رات میں آسمان کی جانب نظر کرتا ہے تو سطح آسمان پر ستارے جگمگ کرتے نظر آتے ہیں۔

مستانف: یعنی شیاطین کو آسمانی کلام سننے سے روک دیا گیا ہے، اور انہیں عذاب (الٰہی) سے عار دلائی گئی ہے۔

والاستثناء من ضمیر یسمعون: یعنی ﴿من﴾ محل رفع میں واو سے بدل ہے، یا محل نصب میں استثناء متصل ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ شرطیہ ہو اور جواب شرط ﴿فاتبعه﴾ ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ موصولہ مبتداء ہو اور اس کی خبر ﴿فاتبعه﴾ ہو جائے جو کہ مستثنیٰ منقطع ہو جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿لست علیھم بمسیطر الا من تولی و کفر﴾ میں ہے۔

او یحرقه: بمعنی یموت ہے، مفسر کے کلام میں ''او'' شہاب ثاقب کی نوع بیان کرنے کے لئے ہے، جو کہ شہاب ثاقب کے وصف کی نفی نہیں کرتا جو کہ روشن ہوتا ہے جو کہ اندھیرے کو اجالا کر دیتا ہے جس کا مفسر کو وہم ہوا ہے۔

او یخبله: الخبل باء کے سکون و فتح کے ساتھ ہے، مراد جنون و بلا و آزمائش ہے اور اس کا اطلاق بھی اعضاء کے فاسد (ناکارہ) ہونے پر ہوا کرتا ہے۔یلصق بالید: یعنی وہ مٹی جو اپنی ذات میں مضبوطی نہ رکھتی ہو بلکہ کمزور ہو۔

المعنی ان خلقھم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ مفسر کافروں کے یوم بعث پر تکبر و عناد کی وجہ سے انکار کرنے کے سبب سے زجر و توبیخ کرنا چاہتے ہیں۔

من تعجبک: یعنی محمد ﷺ کے ان پر غضب کرنے اور کفر پر ہونے کی جزاء کا حکم سنانے پر تعجب کرنا مراد ہے۔

(الصاوی، ج۵، ص ۱۱۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ٦

وَيُقَالُ لِلْمَلَائِكَةِ﴿احشروا الذين ظلموا﴾اَنْفُسَهم بِالشِّركِ﴿وازواجهم﴾قُرَنَاءُ هم مِنَ الشَّيَاطِينِ ﴿وما كانوا يعبدون (۲۲) من دون الله﴾اَىْ غَيْرَهُ مِنَ الْاَوْثَانِ ﴿فاهدوهم﴾دُلُّوهم وَسُوقُوهُمْ ﴿الى صراط الجحيم الرابع (۲۳)﴾طَرِيقَ النَّارِ ﴿وَقِفُوهُمْ﴾اِحْبِسُوهُم عِنْدَالصِّرَاطِ﴿انهم مسئولون (۲۴)﴾عَن جَمِيعِ اَقْوَالِهِمْ وافعَالِهِم وَيُقَالُ لَهُم تَوبِيخا﴿ما لكم لا تناصرون (۲۵)﴾لَا يَنْصُرُ بَعْضُكم بَعضًا كَحَالِكُم فِى الدنيا وَيُقَالُ لَهُمْ ﴿بل هم اليوم مستسلمون (۲٦)﴾مُنْقَادُونَ اَذِلَّاءُ ﴿واقبل بعضهم على بعض يتساء لون (۲۷)﴾يَتَلَاوَمُونَ وَيَتَخَاصَمُونَ ﴿قالوا﴾اَىِ الْاِتْبَاعُ مِنهُم لِلْمَتْبُوعِينَ ﴿انكم كنتم تأتوننا عن اليمين (۲۸)﴾عَنِ الْجِهَةِ الَّتِى كُنَّا نَامَنُكُم مِنْهَا بِحَلْفِكُم اِنَّكُم عَلَى الْحَقِّ فَصَدَّقْنَاكُم واتَّبَعْنَاكُم الْمَعْنٰى اَنَّكُم اَضْلَلْتُمُونَا ﴿قالوا﴾اَىِ الْمَتْبُوعُونَ لَهُم ﴿بل لم تكونوا مؤمنين (۲۹)﴾وَاِنَّمَا يَصْدُقُ الْاِضْلَالُ مِنَّا اَنْ لَو كُنْتُم مُؤمِنِينَ فَرَجَعْتُم عَنِ الْاِيْمَانِ اِلَيْنَا ﴿وما كان لنا عليكم من سلطن ج﴾قُوَّةٍ وَّقُدْرَةٍ تَقْهَرُكُم عَلٰى مُتَابِعَتِنَا ﴿بل كنتم قوما طغين (۳۰)﴾ضَالِّينَ مِثْلَنَا ﴿فحق﴾وَجَبَ ﴿علينا﴾جَمِيعًا ﴿قول ربنا صلے﴾بِالْعَذَابِ اَىْ قَوْلُهُ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِينَ ﴿انا﴾جَمِيعًا ﴿لذائقون (۳۱)﴾الْعَذَابَ بِذٰلِكَ الْقَوْلِ وَنَشَاءَ عَنهُ قَوْلُهُم ﴿فاغوينكم﴾الْمُعَلَّلُ بِقَوْلِهِم ﴿انا كنا غوين (۳۲)﴾قَالَ تَعَالٰى ﴿فانهم يومئذ﴾يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴿فى العذاب مشتركون (۳۳)﴾لِاشْتِرَاكِهِم فِى الْغَوَايَةِ ﴿انا كذلك﴾كَمَا نَفْعَلُ بِهٰؤُلَاءِ ﴿نفعل بالمجرمين (۳۴)﴾غَيْرِ هٰؤُلَاءِ اَىْ نُعَذِّبُهُمُ التَّابِعَ مِنهُم وَالْمَتْبُوعَ ﴿انهم﴾اَىْ هٰؤُلَاءِ بِقَرِيْنَةِ مَا بَعدَهُ ﴿كانوا اذا قيل لهم لااله الا الله يستكبرون (۳۵) ويقولون ء انا﴾فِى هَمْزَتَيهِ مَا تَقَدَّمَ ﴿لتاركوا الهتنا لشاعر مجنون (۳٦)﴾اَىْ لِاَجْلِ قَوْلِ مُحَمَّدٍ قَالَ تَعَالٰى ﴿بل جاء بالحق وصدق المرسلين (۳۷)﴾الْجَائِينَ بِهِ وَهُوَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ﴿انكم﴾فِيهِ اِلْتِفَاتٌ ﴿لذائقوا العذاب الاليم (۳۸) وما تجزون الا﴾جَزَاءَ ﴿ما كنتم تعملون (۳۹) الا عباد الله المخلصين (۴۰)﴾اَىِ الْمُوْمِنِينَ اِسْتِثْنَاءٌ مُنقَطِعٌ اَىْ ذُكِرَ جَزَاؤُهُم فِى قَوْلِهِ ﴿اولئك لهم﴾فِى الْجَنَّةِ ﴿رزق معلوم (۴۱)﴾بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿فواكه ج﴾بَدَلٌ اَو بَيَانٌ لِلرِّزقِ وَهِىَ مَا يُوكَلُ تَلَذُّذًا لَا لِحِفظِ صِحَّةٍ لِاَنَّ اَهْلَ الْجَنَّةِ مُسْتَغْنُونَ عَن حِفْظِهَا بِخَلْقِ اَجْسَامِهِم لِلْاَبَدِ ﴿وهم مكرمون (۴۲)﴾بِثَوَابِ اللّٰهِ ﴿فى جنت النعيم (۴۳)﴾عَلٰى سرر متقبلين (۴۴)﴾لَا يَرٰى بَعضُهُم قَفَا بَعضٍ ﴿يطاف عليهم﴾عَلٰى كُلٍّ مِنهُم ﴿بكاس﴾هُوَ الْاِنَاءُ بِشَرَابِهِ ﴿من معين (۴۵)﴾مِنْ خَمْرٍ يَجْرِى عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ كَاَنْهَارِ الْمَاءِ ﴿بيضاء﴾اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ ﴿لذة﴾لَذِيذَةٍ ﴿للشربين (۴٦)﴾بِخِلَافِ خَمرِ الدُّنيَا فَاِنَّهَا كَرِيْهَةٌ عِندَ الشُّربِ ﴿لا فيها غول﴾مَايَغْتَالُ عُقُولَهُم ﴿ولا هم عنها ينزفون (۴۷)﴾بِفَتْحِ الزَّاءِ وَكَسْرِهَا مِنْ نَزَفَ الشَّارِبُ وَاَنْزَفَ اَىْ يَسكَرُونَ بِخِلَافِ خَمرِ

الدُّنیا﴿وعندهم قصرت الطرف﴾حَابِسَاتُ الْاَعْيُنِ علٰى اَزْوَاجِهِنَّ لَا يَنظُرنَ اِلٰى غَيرِهِم لِحُسنِهِم عِندَهُنَّ﴿عين(۴۸)﴾ضِخَامُ الْاَعْيُنِ حِسَانُهَا﴿كانهن﴾فِي اللَّونِ ﴿بيض﴾لِلنِّعامِ﴿مكنون(۴۹)﴾مَسْتُورٌ بِرِيْشِهٖ لَا يَصِلُ اِلَيهِ غُبَارٌ وَلَونُهٗ وَهُوَ البَيَاضُ فِي صُفرَةٍ اَحسَنُ اَلْوَانِ النِّسَاءِ﴿فاقبل بعضهم﴾بَعضُ اَهْلِ الجَنَّةِ﴿علٰى بعض يتساء لون(۵۰)﴾عَمَّا مَرَّبِهِم فِي الدُّنيَا﴿قال قائل منهم انى كان لى قرين(۵۱)﴾صَاحِبٌ يُنكِرُ البَعثَ ﴿يقول﴾لِي تَبْكِيتًا﴿ائنك لمن المصدقين(۵۲)﴾بِالبَعثِ﴿واذامتنا و كنا ترابا وعظاما ءانا﴾فِي الهَمزَتَينِ فِي ثَلٰثَةِ مَوَاضِعَ مَا تَقَدَّمَ﴿لمدينون(۵۳)﴾مَجزِيُّونَ وَمُحَاسَبُونَ اَنكَرَ ذٰلِكَ اَيضًا﴿قال﴾ذالِكَ القَائِلُ لِاِخوَانِهٖ ﴿هل انتم مطلعون(۵۴)﴾مَعِيَ اِلَى النَّارِ لِنَنظُرَ حَالَهٗ فَيَقُولُونَ لَا﴿فاطلع﴾ذالِكَ القَائِلُ مِنْ بَعضِ كُوَى الجَنَّةِ﴿فراه﴾اَى راى قَرِينَهٗ﴿في سواء الجحيم(۵۵)﴾اَى وَسَطِ النَّارِ﴿قال﴾له تَشْمِيتًا﴿تالله ان﴾مُخَفَّفَةٌ مِّنَ الثَّقِيلَةِ﴿كدتَّ﴾قَارَبْتَ﴿لتردين(۵۶)﴾لَتُهلِكُنِي بِاِغْوَائِكَ﴿ولولا نعمة ربى﴾اَى اِنعَامُهٗ عَلَيَّ بِالْاِيمَانِ ﴿لكنت من المحضرين(۵۷)﴾مَعَكَ فِي النَّارِ وَيَقُولُ اَهْلُ الجَنَّةِ﴿افما نحن بميتين(۵۸)الاموتتنا الاولى﴾اَى الَّتِي فِي الدنيا﴿وما نحن بمعذبين(۵۹)﴾هُوَ اِستِفهَامُ تَلَذُّذٍ و تَحَدُّثٌ بِنِعمَةِ اللهِ تَعَالٰى مِن تَابِيدِ الحَيٰوةِ وَعَدمِ التَّعذِيبِ ﴿ان هذا﴾الَّذِى ذُكِرَ لِاَهْلِ الجَنَّةِ﴿لهو الفوز العظيم(۶۰) لمثل هذا فليعمل العملون(۶۱)﴾قِيلَ يُقَالُ لَهُم ذٰلِكَ وَقِيلَ هُم يَقُولُونَهٗ﴿اذلك﴾المَذكُورُ لَهُم﴿خير نزلا﴾وهُوَ مَا يُعَدُّ لِلنَّازِلِ مِن ضَيفٍ وَغَيرِهٖ ﴿ام شجرة الزقوم(۶۲)﴾المُعَدَّةُ لِاَهْلِ النارِ وهِيَ مِن اَخبَثِ الشَّجَرِ المُرِّ بِتِهَامَةَ يُنبِتُهَا اللهُ فِي الجَحِيمِ كَمَا سَيَاتِي ﴿انا جعلنها﴾بِذٰلِكَ ﴿فتنة للظلمين(۶۳)﴾اَيِ الكَافِرِينَ مِن اَهْلِ مَكَّةَ اِذْ قَالُوا النَّارُ تُحرِقُ الشَّجَرَ فَكَيفَ تُنبِتُهٗ ﴿انها شجرة تخرج فى اصل الجحيم(۶۴)﴾قَعْرِ جَهَنَّمَ واَغصَانُهَا تَرتَفِعُ اِلٰى دَرَكَاتِهَا﴿طلعها﴾المُشَبَّهُ بِطَلْعِ النَّخلِ ﴿كانه رء وس الشيطين(۶۵)﴾اَيِ الحَيَاتِ القَبِيحَةُ المُنظَرِ ﴿فانهم﴾اَى الكُفَّارُ﴿لاكلون منها﴾مع قُبحِهَا لِشِدَّةِ جُوعِهِم﴿فمالئون منها البطون(۶۶) ثم ان لهم عليها لشوبا من حميم(۶۷)﴾اَى مَاءٍ حَارٍ يَّشرَبُونَهٗ فَيَختَلِطُ بِالمَاكُولِ مِنهَا فَيَصِيرُ شَوبَالَهٗ﴿ثم ان مرجعهم لا الى الجحيم(۶۸)﴾يُفِيدُ اَنَّهُم يُخرِجُونَ مِنهَا لِشُربِ الحَمِيمِ واِنَّهٗ لَخَارِجُهَا ﴿انهم الفوا﴾ وَجَدُوا ﴿اباءهم ضالين(۶۹) فهم على الرهم يهرعون(۷۰)﴾يُزعَجُونَ اِلٰى اتبَاعِهِم فَيُسرِعُونَ اِلَيهِ ﴿ولقد ضل قبلهم اكثر الاولين(۷۱)﴾مِنَ الْاُمَمِ المَاضِيَةِ﴿ولقد ارسلنا فيهم منذرين(۷۲)﴾مِنَ الرُّسُلِ مُخَوِّفِينَ﴿فانظر كيف كان عاقبة المنذرين(۷۳)﴾الكَافِرِينَ اَى عَاقِبَتُهُمُ العَذَابُ ﴿الا عباد الله المخلصين(۷۴)﴾اَى المُومِنِينَ فَاِنَّهُم نَجَوا مِنَ العَذَابِ لِاِخلَاصِهِم فِي العِبَادَةِ اَو لِاَنَّ اللهَ اَخلَصَهُم لَهَا عَلٰى قِرَاءَةِ فَتحِ اللَّامِ.

﴿ترجمه﴾

(اور فرشتوں سے فرمایا جائے گا) ہانکو ظلم کرنے والوں کو (اپنی جانوں پر ارتکاب شرک کرنے والوں کو) اوران کے جوڑوں کو (ان کے ساتھی شیطانوں کو......۱......) اور جو کچھ وہ پوجتے تھے اللہ کے سوا (یعنی بتوں کو، دون بمعنی غیــر ہے) ان سب کو ہانکو راہ دوزخ کی طرف (ان کی رہنمائی کرو اور انہیں اس کی طرف، صـراط الجحیم بمعنی طـریق النار ہے) اور انہیں ٹھہراؤ (پل صراط کے پاس ......۲......) اور انہیں روک لو) ان سے پوچھنا ہے (ان کے تمام ہی اقوال اور افعال کے بارے میں ان سے بطور زجر و توبیخ کرتے ہوئے کہا جائیگا) تمہیں کیا ہوا ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے (جیسا کہ دنیا میں تمہارا حال تھا کہ ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے اور ان سے کہا جائیگا) بلکہ وہ آج گردن ڈالے ہیں (بحالت ذلت مطیع و فرمانبردار ہیں) اور ان میں ایک نے دوسرے کی طرف موُنھ کیا آپس میں پوچھتے ہوئے (ایک دوسرے کو ملامت کرتے باہم جھگڑتے ہوئے) بولے (کافر پیروکار اپنے سرداروں سے) تم ہمارے دہنی طرف سے آتے تھے......۳......(یعنی تم ہماری طرف اس سمت سے آتے تھے کہ ہم تم پر اعتماد کر بیٹھے، تمہاری قسم کی وجہ سے کہ تم ہی لوگ حق پر ہو ہم نے تمہاری تصدیق کی اور تمہاری پیروی کی، آیت کا معنی یہ ہے کہ تم لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا) جواب دیں گے (کافر سردار اپنے پیروکاروں کو) تم خود ہی ایمان نہ رکھتے تھے (ہماری طرف گمراہ کرنے کی نسبت اس وقت درست ہوگی جبکہ تم مومن ہوتے اور ہمارے بہکانے سے ایمان چھوڑ کر ہماری طرف رجوع کر لیتے) اور ہمارا تم پر کچھ قابو نہ تھا (ہمیں قوت و طاقت نہ تھی کہ تمہیں اپنی پیروی پر مجبور کرتے) بلکہ تم گمراہ لوگ تھے (ہماری ہی طرح، طـاغین بمعنی ضـالین ہے) تو ثابت ہوگئی (حق بمعنی وجب ہے) ہم (سب) پر ہمارے رب کی بات (یعنی اس کا یہ فرمان ﴿ لاملئن جهنم من الجنة والناس اجمعين ﴾......۴......) ہمیں (یعنی ہم سب کو) ضرور چکھنا ہے (عذاب اس فرمان کے سبب، اللہ کے اس فرمان سے انکا یہ قول ہوا کہ) تو ہم نے تمہیں گمراہ کیا (اس اغواء کی علت ان کا یہ قول ہے) کہ ہم خود گمراہ تھے (اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے) تو اس دن (یعنی بروز قیامت) وہ سب کے سب عذاب میں شریک ہیں (کیونکہ وہ سب گمراہی میں بھی شریک تھے) بیشک ہم اسی طرح (جیسا کہ ہم ان کے ساتھ معاملہ کریں گے) مجرموں کے ساتھ کیا کرتے ہیں (یعنی ان کے علاوہ دیگر مجرموں کے ساتھ بھی یہی کرتے ہیں یعنی پیروکاروں اور سرداروں دونوں کو عذاب دیتے ہیں) بیشک (انهم کی هم ضمیر کے معنی اسم اشارہ هـولاء ہے، اس کے مابعد موجود قرینہ کی وجہ سے) جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو تکبر کرتے تھے اور کہتے تھے کیا (ء انا کے دونوں ہمزہ کے بارے وہی بحث ہے جو ماقبل گزری) ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے (یعنی محمد ﷺ کے قول کی وجہ سے، اللہ ﷻ فرماتا ہے) بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے رسولوں کی (جو کہ حق یعنی کلمہ توحید لا الـــه الا الـلــــه لے کر آئے ان کی) تصدیق فرمائی بیشک تمہیں (اس طرز کلام غائب سے خطاب کی طرف التفات کیا گیا ہے) ضرور دکھ کی مار چکھنی ہے تو تمہیں بدلہ نہ ملے گا مگر (بدلہ) تمہارے کئے کا مگر جو اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں (یعنی مومنین ہیں، یہ استثناء منقطع ہے مومنین کو ملنے والی جزاء کا ذکر اللہ ﷻ کے اس فرمان میں ہے ......۵......) ان کے لیے (جنت میں) وہ روزی ہے جو ہمیں معلوم ہے (صبح و شام) میوے ("فواکہ" رزق سے بدل ہے یا اس کا بیان ہے، اور فواکہ ان اشیاء کو کہتے ہیں جو محض حصول لذت کے لیے کھائے جاتے ہیں نہ کہ حفظ صحت کے لیے، کیونکہ جنتیوں کے جسم ہمیشگی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اس لئے وہ اپنے اجسام کی حفاظت سے مستغنی ہونگے) اور ان کی (اللہ ﷻ کی طرف سے ملنے والے ثواب کے سبب) عزت ہوگی چین کے باغات میں تختوں پر ہوں گے آمنے سامنے (ان میں سے ایک دوسرے کی گدی کو نہیں دیکھ سکے گا) ان پر دورہ ہوگا (ان میں سے ہر ایک پر) جام کا (کـاس شراب کے گلاس کو کہتے ہیں) بہتی شراب کے (جو سطح زمین پر دنیاوی نہروں کی طرح جاری ہوگا) سفید رنگ (وہ شراب دودھ سے زیادہ سفید

ہوگی) پینے والوں کے لیے لذیذ (بخلاف دنیاوی شراب کے اس کا ذائقہ پیتے وقت بدمزہ معلوم ہوتا ہے، "لـــذۃ" کے معنی لذیذ ہے) نہ اس میں خمار ہے جو ان کی (عقلوں کو مخدوش کردے) اور نہ اس سے ان کا سر پھرے......٦......(یعنی وہ اس سے نشے میں نہیں آئیں گے بخلاف دنیاوی شراب کے، ینـزفون راء مفتوحہ کے ساتھ باب "نزف" سے اور زاء مکسورہ کے ساتھ باب "انزف" سے ہے) اور ان کے پاس ہیں جو دوسری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گی (یعنی ان کی نظریں اپنے شوہروں پر لگی رہیں گی وہ ان کے غیر کی طرف نہ دیکھیں گی، ان کے شوہر ان کے نزدیک انتہائی حسین ہونگے) خو بصورت اور بری آنکھوں والیاں......ے......("عیـــــن" کا معنی بڑی خوبصورت آنکھوں والی عورتیں ہیں) گویا وہ (سفید رنگت کے معاملے میں) انڈے ہیں (شترمرغ کے......۸......) پوشیدہ رکھے ہوئے (شترمرغ کے پروں میں چھپے ہوئے کہ اس تک گرد وغبار نہیں پہنچ پاتا اور اس انڈے کا رنگ زردی مائل سفید ہوتا ہے جو عورتوں کی بہترین رنگت ہے) تو ان میں سے (یعنی جنتیوں میں سے) ایک نے دوسرے کی طرف مونھ کیا پوچھتے ہوئے (وہ امور جو ان پر دنیا میں گزرے تھے) ان میں سے ایک کہنے والا بولا میرا ایک ہمنشین تھا (یعنی دوست تھا، وہ جو آخرت کا منکر تھا مجھ سے) کہا کرتا کیا تم (مرنے کے بعد اٹھائے جانے کی) تصدیق کرتے ہو کیا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہمیں (ء انک، ائـــذا، ائـــنـــا، تینوں مقامات پر مذکور دو ہمزوں کے بارے میں وہی بحث ہے جو ماقبل گزری) بطور جزاء سزا دی جائیں گی (ہمیں جزاء دیجائیگی، ہمارا محاسبہ کیا جائیگا؟ وہ اس کا بھی منکر تھا) کہا (اس قائل نے اپنے دیگر بھائیوں سے) کیا تم جھانک کر دیکھو گے (میرے ساتھ جہنم میں تا کہ ہم اس کا حال دیکھ سکیں تو وہ انکار میں جواب دیں گے) پھر جھانکا (اسی قائل نے جنت کے بعض گوشوں سے) تو اسے دیکھ لیا (یعنی اپنے دوست کو دیکھ لیا) بیچ بھڑکتی آگ میں......۹......(ســـواء الجحیم بمعنی وسط النار ہے) کہا (اس سے اس کی حالت پر خوش ہوتے ہوئے) خدا کی قسم بیشک (ان مخففہ من الثقلیۃ ہے) قریب تھا (کدت بمعنی قاربت ہے) کہ تو مجھے ہلاک کردے (اپنے بہکانے کے، لتردین بمعنی لتھلکنی ہے) اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا (بصورت ایمان اس کا دنیا میں مجھ پر انعام نہ ہوا ہوتا) تو ضرور میں بھی (جہنم میں تیرے ساتھ) حاضر کیا جاتا (اور جنتی کہیں گے) تو کیا ہمیں مرنا نہیں مگر ہماری پہلی موت (جو دنیا میں ہمیں حق پر ہو چکی ہے) اور ہم پر عذاب نہ ہوگا (یہ استفہام حصول لذت اور اللہ ﷻ کی نعمت جنت میں ہمیشگی رہنا اور عذاب نہ کیے جانے کے چرچے کے لیے ہوگا) بیشک یہ (نعمتیں جنکا جنتیوں کو ملنا مذکور ہوا) بڑی کامیابی ہے ایسی ہی بات کے لیے کامیوں کو کام کرنا چاہیے (ایک قول یہ ہے، ماقبل مذکور دونوں قول ان سے اللہ ﷻ کی طرف سے کہے جائینگے اور ایک قول یہ ہے کہ جنتی یہ باتیں خود کہیں گے) تو یہ (جو جنتیوں کے لیے مذکور ہوا) بھلی مہمانی (نـــزلا ان نعمتوں کو کہتے ہیں جو آنے والے مہمان وغیرہ کے لیے تیار کیے جائیں) تھوہڑ کا پیڑ (جو جہنمیوں کے لیے تیار کیا گیا ہے، زقوم سرزمین تہامہ میں پایا جانے والا سب سے خبیث بدمزہ درخت ہے، اللہ ﷻ نے اسے جہنم میں اگایا ہے......۱۰......جیسا کہ عنقریب آئے گا) بیشک ہم نے اسے (اس بات کی خبر دینے کے سبب) ظالموں (یعنی اہل مکہ میں سے کافروں کی) جانچ کیا ہے (کیونکہ وہ کہا کرتے تھے آگ تو درخت کو جلا دیتی ہے پھر جہنم میں پیڑ تم کس طرح اگاؤ گے؟) بیشک وہ ایک پیڑ ہے کہ جہنم کی اصل (یعنی اس کی تہہ) میں نکلتا ہے (اور اس پیڑ کی شاخیں جہنم کے دیگر طبقات کی طرف بلند ہوتی ہیں) اس کا شگوفہ (کھجور کے شگوفہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے) جیسے دیووں کے سر (بدصورت سانپوں کی طرح) پھر بیشک وہ (یعنی کفار) اس سے پیٹ بھریں گے (اس کے بدترین ہونے کے باوجود شدت بھوک کے سبب) پھر بیشک ان کے لیے اس پر کھولتے پانی کی ملاوٹ ہے (حمیم کے معنی کھولتا پانی ہے، یہ اس پانی کو پی لیں گے، پس جو انہوں نے تھوہڑ کھایا ہوگا وہ اس میں مل جائیگا اور یہ پانی اس کھانے کے لیے ملونی ہوجائے گا) پھر ان کا لوٹنا

بھڑکتی آگ کی طرف ہے (یہ آیت اس بات کا فائدہ دے رہی کہ وہ" مـاء حـمیـم" پینے کے لیے جہنم سے نکلیں گے اور یہ پانی خارج جہنم ہوگا) بیشک انہوں نے اپنے باپ دادا گمراہ پائے (الـفـوا بمعنی وجـدوا ہے) تو وہ انہیں کے نشان قدم پر دوڑے جاتے ہیں (ان کی اتباع کی طرف مائل ہوئے اور اس کی طرف جلدی کرنے لگے) اور بیشک ان سے پہلے بہت سے اگلے (یعنی پچھلی امتیں) گمراہ ہوئے اور بیشک ہم نے ان میں ڈر سنانے والے (یعنی رسول) بھیجے تو دیکھو ڈرائے ہوئے (یعنی کافروں) کا انجام (عذاب ہے) مگر اللہ کے چنے ہوئے بندے (یعنی مومن بندے تھے، انہیں ان کی مخلصانہ عبادت کی وجہ سے عذاب سے نجات دی گئی، مخلصین لام مفتوحہ کے ساتھ ہو تو معنی ہوگا اللہ ﷻ نے انہیں اپنی عبادت کرنے کے لیے چن لیا تھا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿احشروا الذین ظلموا وازواجهم وما كانوا يعبدونo من دون الله﴾.

احشـروا: فعل امر با فاعل، الـذيـن ظـلـمـوا: موصول صلہ ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ازواجهـم: معطوف اول، و: عاطفہ، ما: موصول، كـانـوا يعبدون: جملہ فعلیہ صلہ ملکر ذوالحال، مـن دون الله: ظرف مستقر حال، ملکر معطوف ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاهدوهم الى صراط الجحيمo وقفوهم انهم مسئولونo﴾.

ف: عاطفہ، اهـدوهـم: فعل امر با فاعل ومفعول، الـى صـراط الـجـحيم: ظرف لغو، ملکر جملہ، و: عاطفہ، قـفـوهـم: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انهم: حرف مشبہ واسم، مسئولون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿مالكم لا تناصرونo بل هم اليوم مستسلمونo﴾.

مـا: استفہامیہ مبتدا، لام: جار، کـم: ضمیر ذوالحال، لاتـنـاصـرون: جملہ فعلیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، بل: عاطفہ، هم: مبتدا، اليوم: ظرف مقدم، مستسلمون: اسم فاعل با فاعل، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واقبل بعضهم على بعض يتساء لونo قالوا انكم كنتم تاتوننا عن اليمينo﴾.

و: مستانفہ، اقبـل: فعل، بـعـضـهـم: ذوالحال، يتسـاء لـون: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، عـلـى بـعـض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، قالوا: قول، انكم: حرف مشبہ واسم، كنتم: فعل ناقص با اسم، تاتون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، عن اليمين: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، نا: ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا بل لم تكونوا مومنينo وما كان لنا عليكم من سلطن﴾.

قـالـوا: قول، بـل: حرف اضراب، لـم تـكـونـوا: فعل نفی ناقص واسم، مـومـنـيـن: خبر، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، کان: فعل ناقص، لنا: مستقر خبر مقدم، عليكم: ظرف مستقر حال مقدم، من: جار زائد، سلطن: ذوالحال، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بل كنتم قوما طغينo فحق علينا قول ربنا انا لذائقونo﴾.

بل: عاطفہ، كـنـتـم: فعل ناقص با اسم، قـومـا طغين: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، حق عـلـيـنـا: فعل وظرف لغو، قول ربنا: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، انا: حرف مشبہ واسم، لذائقون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿فاغوينكم انا كنا غوينo فانهم يومئذ فى العذاب مشتركونo﴾.

ف: عاطفہ، اغــوینــکــم: فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،انــا:حرف مشبہ واسم ، کــنــا غــویــن: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ،ف:فصیحیہ ،انھم: حرف مشبہ و"ھم"ضمیر ذوالحال،یو مئذ:ظرف متعلق بحذوف حال،ملکراسم ،فی العذاب مشترکون: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف"ان شئت ان تعرف مصائر الاتباع والرء وساء المبتوعین"کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿انا کذلک نفعل بالمجرمین٥﴾۔

انــا: حرف مشبہ واسم، کــذلک:ظرف مستقر"فـعــلا"مصدرمحذوف کی صفت،ملکر مفعول مطلق مقدم، نــفــعــل:فعل بافاعل،بالمجرمین:ظرف لغو،ملکر جملہ فلعیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انھم کانوا اذا قیل لھم لا الہ الا اللہ یستکبرون٥﴾۔

انھم: حرف مشبہ واسم، کــانوا:فعل ناقص بااسم ،یستکبرون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ ہوکرخبراول ،اذا:ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،قیل لھم: فعل بانائب وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول ،لا:نفی جنس،الہ:موصوف،الا:بمعنی غیر مضاف،اللہ:مضاف الیہ،ملکر صفت،ملکراسم "موجود"خبر،ملکر جملہ اسمیہ قول محذوف "قولوا" کیلئے مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر جزا محذوف "فکانوا یستکبرون"کی شرط،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر ثانی ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویقولون ائنا لتارکوا الھتنا لشاعر مجنون٥﴾۔

و: عاطفہ،یــقــولــون:قول،ھــمــزہ:حرف استفہام،انــا:حرف مشبہ واسم ،لام:تاکیدیہ،تــارکــوا:اسم فاعل بافاعل مضاف،الھتــنــا:مضاف الیہ مفعول،لشــاعــرمــجــنــون:ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ماقبل"یستکبرون"پر معطوف ہے۔

﴿بل جاء بالحق وصدق المرسلین٥ انکم لذائقوا العذاب الالیم٥﴾۔

بل: عاطفہ،جــاء بــالــحق:فعل بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ،و:عاطفہ،صــدق الــمــرســلین:فعل بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ ،انــکــم:حرف مشبہ واسم ،لام:تاکیدیہ،ذائــقــوا:اسم فاعل بافاعل مضاف،الــعــذاب الالیم:مضاف الیہ مفعول،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما تجزون الا ماکنتم تعملون٥الا عباد اللہ المخلصین٥﴾۔

و: عاطفہ،مــاتجزون:فعل نفی واؤ ضمیر مستثنی منہ،الا:حرف استثناء،عباد اللہ:موصوف،الــمخلصین:صفت،ملکر مستثنی،ملکر نائب الفاعل،الا:اداۃ حصر،ماکنتم تعملون:موصول صلہ،ملکر "جزاء"مضاف محذوف کیلئے مضاف الیہ،ملکر مفعول ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اولئک لھم رزق معلوم٥ فواکہ وھم مکرمون٥ فی جنت النعیم ٥ علی سرر متقبلین٥﴾۔

اولــئــک: مبتدا،لھم:ظرف مستقر خبر مقدم،رزق معلوم:مرکب توصیفی مبدل منہ،فواکہ:بدل،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،ھم:مبتدا،مـکرمون:اسم مفعول واؤ ضمیر ذوالحال،عـلـی سرر متقبلین:ظرف مستقر حال،ملکر نائب الفاعل،فی جنت النعیم:ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿یطاف علیھم بکاس من معین٥ بیضاء لذۃ للشربین٥ لا فیھا غول ولاھم عنھا ینزفون٥﴾۔

یــطــاف عــلــیــھــم: فعل مجہول بانائب الفاعل وظرف لغو،ب:جار، کــاس:موصوف،مــن مــعــیــن: ظرف مستقر صفت اول،بیــضــاء:صفت ثانی،لــذۃ لــلــشــربــیــن: شبہ جملہ "ذات"مضاف محذوف کیلئے مضاف الیہ،ملکر صفت

ثالث، لا: نافیہ، غول :مبتدا، فیھا: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، ھم :مبتدا، عنھا ینزفون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر صفت رابع، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، قائم مقام نائب مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وعندھم قصرت الطرف عین ○ کانھن بیض مکنون○﴾۔

و: عاطفہ، عندھم: ظرف متعلق بحذوف خبر مقدم، قصرت :صفت مشبہ مضاف، الطرف :مضاف الیہ فاعل، ملکر شبہ جملہ موصوف، عین :صفت، کانھن :حرف مشبہ واسم، بیض مکنون :مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت ثانی، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاقبل بعضھم علی بعض یتساء لون○ قال قائل منھم انی کان لی قرین○﴾۔

فاقبل: اس آیت مبارکہ کی ترکیب آیت نمبر۲۷، میں گزری، قال: قول، قائل :موصوف، منھم :ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، انی :حرف مشبہ واسم، کان :فعل ناقص، لی :ظرف مستقر خبر مقدم، قرین :اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿یقول ائنک لمن المصدقین○ ء اذا متنا و کنا ترابا وعظاماء انالمدینون○﴾۔

یقول: قول، ھمزہ: استفہام، انک: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، من المصدقین :ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ماقبل "قرین" کی صفت، ھمزہ: حرف استفہام، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، متنا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و :عاطفہ، کنا ترابا وعظا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، ھمزہ: حرف استفہام، انا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، مدینون :خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال ھل انتم مطلعون○ فاطلع فراہ فی سواء الجحیم○﴾۔

قال: قول، ھل :حرف استفہام، انتم :مبتدا، مطلعون: ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ، اطلع :فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، راہ: فعل با فاعل ومفعول، فی سواء الجحیم :ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال تاللہ ان کدت لتردین○﴾۔

قال: قول، تاللہ: جار مجرور "اقسم" فعل محذوف کیلئے ظرف مستقر، ملکر جملہ فعلیہ قسمیہ، ان مخففہ با "ک" ضمیر محذوف اسم، کدت: فعل مقارب باسم، لتردین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب قسم، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولولا نعمۃ ربی لکنت من المحضرین○﴾۔

و: عاطفہ، لولا: شرطیہ، نعمۃ ربی: "موجود" خبر محذوف کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط، لام: تاکیدیہ، کنت: فعل ناقص بااسم، من المحضرین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿افما نحن بمیتین○ الا موتتنا الاولی وما نحن بمعذبین○﴾۔

ھمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "نحن مخلدون منعمون" ما: مشابہ بلیس، نحن: مبتدا، ب: زائد، میتین: اسم فاعل با فاعل، الا: اداۃ حصر، موتتنا :موصوف، الاولی :صفت، ملکر مفعول مطلق، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، نحن: اسم، ب: زائدہ، معذبین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان ھذالھو الفوز العظیم○ لمثل ھذا فلیعمل العملون○﴾۔

ان ھذا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، ھوالفوزالعظیم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لمثل ھذا: ظرف لغو

مقدم،ف:فصیحیہ،لام:لام امر،یعمل العملون:فعل وفاعل،ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان تبین حقیقة حال اهل الجنة" کی جزاء،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اذلک خیر نزلا ام شجرة الزقوم○ انا جعلنها فتنة للظلمین○﴾.

همزه: حرف استفہام،ذلک:مبتدا معطوف علیہ،ام:عاطفہ،شجرة الزقوم:معطوف،ملکر مبتداء،خیر:ممیز،نزلا:تمیز،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،انا:حرف مشبہ واسم،جعلنها:فعل بافاعل ومفعول،فتنة:موصوف،للظلمین:ظرف مستقر صفت،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انها شجرة تخرج فی اصل الجحیم○ طلعها کانه رء وس الشیطین○﴾.

انها: حرف مشبہ واسم،شجرة:موصوف،تخرج فی اصل الجحیم: جملہ فعلیہ صفت،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،طلعها:مبتدا،کانه:حرف مشبہ واسم،رء وس الشیطین:خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فانهم لاکلون منها فمالئون منها البطون○﴾.

ف:عاطفہ،انهم:حرف مشبہ واسم،لام:تاکیدیہ،اکلون منها:شبہ جملہ معطوف علیہ،ف:عاطفہ،مالئون منها:اسم فاعل بافاعل وظرف لغو،البطون:مفعول،ملکر شبہ جملہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ثم ان لهم علیها لشوبا من حمیم○ ثم ان مرجعهم لا الی الجحیم○﴾.

ثم: عاطفہ،ان لهم:حرف مشبہ وظرف مستقر خبر مقدم،علیها:ظرف مستقر حال مقدم،لام:تاکیدیہ،شوبا:موصوف،من حمیم: ظرف مستقر صفت،ملکر ذوالحال،ملکر اسم مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،ثم:عاطفہ،ان:حرف مشبہ،مرجعهم:اسم،لام:تاکیدیہ،الی الجحیم: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انهم الفوا اباء هم ضالین○ فهم علی اثرهم یهرعون○﴾.

انهم: حرف مشبہ واسم،الفوا:فعل بافاعل،اباء هم: مفعول اول،ضالین:مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ف:عاطفہ تعلیلیہ،هم:مبتداء،علی اثرهم یهرعون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد ضل قبلهم اکثر الاولین○ ولقد ارسلنا فیهم منذرین○﴾.

و:عاطفہ،لام قسمیہ،قد تحقیقیہ،ضل: فعل،قبلهم:ظرف متعلق بمحذوف حال مقدم،اکثر الاولین: ذوالحال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ،و:عاطفہ،لام قسمیہ،قد تحقیقیہ،ارسلنا: فعل بافاعل،فیهم:ظرف لغو،منذرین:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فانظر کیف کان عاقبة المنذرین○ الا عباد الله المخلصین○﴾.

ف: فصیحیہ،انظر:فعل امر بافاعل،کیف:اسم استفہام خبر مقدم،کان:فعل ناقص،عاقبة:مضاف،المنذرین: مستثنی منہ،الا:اداۃ حصر استثناء،عباد الله:موصوف،المخلصین:صفت،ملکر مستثنی،ملکر مضاف الیہ،ملکر اسم،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نافرمانوں کے جوڑے سے مراد شیطان یا......!

۱......اللہ عزوجل فرشتوں کو حکم دے گا کہ مشرکوں اوران کے ہم مشربوں اور پیروکاروں اوران کے معبودوں،سب کو میدان

حشر میں حساب کتاب کے لئے جمع کیا جائے۔علامہ بیہقی کہتے ہیں کہ نعمان بن بشیر کے طرق سے روایت ہے کہ :میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ﴿أحشروا الذين ظلموا وازواجهم﴾ سے مراد یہ ہے کہ سودخور سودخوروں کے ساتھ جمع کئے جائیں گے، بدکار بدکاروں کے ساتھ ہونگے، اور شراب خور شرابیوں کے ساتھ ہونگے۔ جنت میں بھی ہم مشرب لوگ اکھٹے ہونگے اور دوزخ میں بھی ، بیہقی نے ابن عباس سے ''ازواجهم بمعنى اشباههم'' مراد لیا ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ ان کے مشابہ لوگ۔ قتادہ اور کلبی کہتے ہیں کہ ازواجهم سے مراد ان کی مثل عمل کرنے والے لوگ ہیں پس شرابی، شرابیوں کا، سودخور، سودخوروں کے ساتھ ہونگے۔ضحاک کہتے ہیں کہ اس سے مراد شیطان دوست ہیں، ہر کافر اپنے شیطان کے ساتھ ایک زنجیر میں جکڑا ہوا ہوگا۔حسن کہتے ہیں کہ '' ازواجهم '' کے معنی ان کی شرک کرنے والی بیویاں ہیں۔ (المظهری، ج٦،ص ٨٨)

پل صراط کے بارے میں احادیث:

۲......ابی بن حاتم نے اشقع بن عبداللہ الکلاعی سے روایت کیا ہے کہ جہنم کے سات پل ہیں، ان پر پل صراط ہے، پہلے پل کے پاس لوگوں کو روکا جائے گا، ان کو ارشاد ہوگا کہ انہیں روک لو، ان سے باز پرس ہوگی۔پس نماز کا سوال سب سے پہلے ہوگا پس جو ہلاک ہوگا وہ ہلاک ہی ہوجائے گا اور جو نجات پائے گا وہ نجات پا جائے گا۔دوسرے پل کے قریب پہنچیں گے تو امانت سے متعلق سوال کیا جائے گا کہ اسے کیسے ادا کیا اور کیسے خیانت کا مرتکب ہوا؟ پس جو ہلاک ہوا وہ ہلاک ہوجائے گا اور جو نجات پائے گا وہ نجات پا جائے گا۔تیسرے پل پر پہنچیں گے تو رشتے داروں کے متعلق سوال ہوگا پس رشتے داری کیسے قائم کی اور کیسے ضائع کی؟ پس جو ہلاک ہونا ہے وہ ہلاک ہوجائے گا اور جو نجات پانے والا ہے نجات پا جائے گا۔اس دن رشتے دار ہوا میں معلق ہوگا اور عرض کرے گا کہ اے اللہ! جس نے مجھے ملائے رکھا تو اسے ملائے رکھ اور جس نے مجھے توڑ دیا تو آج اُسے توڑ دے۔ (المظهری، ج٦،ص ٨٩)

☆......حضرت عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! کیا قیامت کے دن کوئی دوست اپنے دوست کو یاد کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! تین مواقع پر کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا: (۱)......میزان پر حتی کہ وہ بھاری ہوجائے یا ہلکی ہوجائے، (۲)...... جب اعمال نامے دیئے جائیں گے، جس وقت اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے یا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، (۳)...... جب دوزخ سے ایک گردن نکل کر چنگھاڑ رہی ہوگی اور وہ گردن کہے گی میں تین قسم کے آدمیوں کے حوالے کی گئی ہوں (پھر دوسری بار کہے گی) میں تین قسم کے آدمیوں کے حوالے کی گئی ہوں، میں اس شخص کے حوالے کی گئی ہوں جو اللہ کے علاوہ کسی اور شخص کو عبادت کا مستحق قرار دیتا تھا، اور میں اس شخص کے حوالے کی گئی ہوں جو قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتا تھا اور میں ہر متکبر اور معاند کے حوالے کی گئی ہوں، وہ گردن ایسے لوگوں کو اٹھا کر دوزخ کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک دے گی اور دوزخ کا ایک پل ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے، اس پر آنکڑے ہیں اور کانٹے لگے ہوئے ہیں، وہ جس کو چاہیں گے پکڑ لیں گے، بعض لوگ اس پل پر سے پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے اور بعض لوگ بجلی کی طرح تیزی سے گزر جائیں گے اور بعض لوگ تیز رفتار گھوڑے کی طرح گزریں گے اور بعض لوگ اونٹوں کی طرح، اور فرشتے دعا کرتے ہونگے کہ رَبِّ سَلِّمْ، رَبِّ سَلِّمْ، (یعنی اے رب! سلامت رکھنا اے رب! سلامت رکھنا)، کوئی اس پل پر سے سلامتی کے ساتھ نجات پا جائے گا اور کوئی زخمی ہوکر گزر جائے گا اور کوئی مونھ کے بل دوزخ میں گر جائے گا۔ (احمد بن حنبل ،مسند سيدة عائشة برقم:٢٤٨٤٧،ج٩،ص ٤١٥)

تکریم والے کام داھنی جانب سے ھونے چاھئیے:

۳......اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں کہ تکریم کے کاموں کی ابتداء داہنی جانب سے کی جاتی ہے، سید عالم ﷺ کا

معمول بھی یہی رہا۔

☆......حضرت عائشہ صدیقہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جوتی پہننے، کنگھی کرنے، وضو کرنے میں اور تمام کاموں میں داہنی جانب سے ابتداء کرنا پسند فرماتے تھے۔ (صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: التیمن فی الوضوء، رقم: ۱٦٨، ص ٣٤)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے بکری کا دودھ دوھ کرلایا گیا، وہ بکری حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھی، رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک پیالے میں دودھ پیش کیا گیا، آپ ﷺ نے اس میں سے کچھ پیا، حتی کہ اپنا منھ ہٹالیا، اس وقت آپ ﷺ کے بائیں جانب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، اور دائیں جانب سے ایک دیہاتی تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خدشہ ہوا کہ آپ ﷺ اپنا تبرک اس دیہاتی کو دیں گے، انہوں نے جلدی سے کہا: یارسول اللہ ﷺ! ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے پاس بیٹھے ہیں ان کو عطا فرمائیں، آپ نے اپنا تبرک اس اعرابی کو دیا جو آپ کی داہنی جانب تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''دائیں جانب سے ابتداء کرو، اس کے بعد بائیں جانب سے ابتداء کرو''۔ (صحیح البخاری، کتاب المساقاۃ، باب: من رای صدقۃ الماء، رقم: ٢٣٥٢، ص ٣٧٨)

☆......حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ کے پاس ایک مشروب کا پیالہ لایا گیا، آپ ﷺ کی دائیں جانب لوگوں میں ایک کم عمر لڑکا تھا اور بڑی عمر کے لوگ آپ ﷺ کے بائیں جانب تھے، آپ ﷺ نے فرمایا اے لڑکے! کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں اپنا تبرک بڑی عمر والوں کو دے دوں؟''۔ اس نے کہا کہ آپ ﷺ کے بچے ہوئے تبرک کو میں کسی پر ترجیح نہیں دونگا، پھر آپ نے وہ تبرک اس لڑکے کو دے دیا۔ (صحیح البخاری، کتاب المساقاۃ، باب: من رای صدقۃ الماء، رقم: ٢٣٥١، ص ٣٧٨)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص جوتی پہنے تو دائیں جانب سے ابتداء کرے اور جب جوتی اتارے تو بائیں جانب سے ابتداء کرے تاکہ جوتی پہننے کی ابتداء بھی دائیں جانب سے ہو اور انتہاء بھی دائیں جانب سے ہو''۔ (صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب: لا تمشی فی نعل واحدۃ، رقم: ٥٨٥٥، ص ١٠٣١)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم لباس پہنو یا وضو کرو تو دائیں جانب سے ابتداء کرو''۔

(سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، باب: فی الانتعال، رقم: ٤١٤١، ص ٧٦٩)

☆......حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب بیت الخلا میں جائے تو اپنی شرمگاہ کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے''۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب: النھی عن الاستنجاء، رقم: ١٥٣، ص ٣٢)

☆......حضرت عمر بن ابی سلمہ کہتے ہیں کہ میں نوخیز لڑکا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی گود میں بیٹھا تھا، اور میں پلیٹ میں ہر طرف سے لے کر کھا رہا تھا تو سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اے لڑکے! بسم اللہ پڑھو اور دائیں جانب سے کھاؤ اور اپنے قریب سے کھاؤ''، پھر میں ہمیشہ اسی طرح کرتا تھا۔ (صحیح البخاری، کتاب الاطعمۃ، باب: التسمیۃ علی الطعام، رقم: ٥٣٧٦، ص ٩٦٠)

کافروں کے لئے وعیدیں:

۞......کافروں کے لئے طرح طرح کی اذیتیں اور دشواریاں ہیں، پس سردار و غلام، تابع و متبوع سب ہی عذاب میں گرفتار ہونگے۔ بت بنانے والے، پوجنے والے، اس کی رہنمائی کرنے والے، سب ہی جہنم کی غذا بنیں گے۔ جس طرح دنیا میں کفر کے معاملے میں مشترک تھے عقبی میں عذاب کے معاملے میں بھی یونہی مشترک ہونگے۔ جنہوں نے اللہ کے نبی کو شاعر، کاہن، جادوگر کہا، اور جنہوں نے تائید میں سر ہلا دیا، جنہوں نے قرآن کو اگلوں کی داستان کہا، مانا، اور اس کا پرچار کیا سارے ہی جہنمی ہوئے۔ تاہم

اتنا ضرور ہے کہ جس کا جُرم جتنا زیادہ سنگین ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ عذاب کی شدت میں رہے گا کیونکہ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا، ہر ایک اپنے کئے کا بدلہ عذاب کی صورت میں دیکھے گا۔ کیونکہ جس طرح جنتیں بھی کئی اقسام کی ہیں اسی طرح جہنم کے بھی کئی درجات ہیں۔ منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبق میں ہونگے۔

☆......سید عالم ﷺ اس آیت ﴿ویسقی من ماء صدید یتجرعه اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا بمشکل اس کا تھوڑا تھوڑا گھونٹ لے گا(ابراھیم:۱۷)﴾ سے متعلق فرماتے ہیں: جب پانی جہنمی کے قریب کیا جائے گا تو وہ اسے پینے کو ناپسند کرے گا، جب پانی اس کے قریب جائے گا تو اس کے چہرے کی کھال جھلس جائے گی اور سر کی کھال بالوں سمیت اکھڑ جائے گی، جب جہنمی پانی پیئے گا تو اُس کی آنتیں کٹ کٹ کر پیچھے کے راستے باہر ہو جائیں گی۔ ابن عباس سے مروی ہے: "ماء صدید" سے مراد وہ پانی ہے جو کافر کی کھال اور گوشت تک کو ادھیڑ دے گا۔ عکرمہ سے روایت ہے "ویسقی من ماء صدید سے مراد خون اور پیپ ہے"، مجاہد سے مروی ہے "ماء صدید" سے مراد خون و پیپ ہے، حسن سے روایت ہے: اگر جہنم کے پانی کا ڈول بھر کر آسمان دنیا پر ظاہر کر دیا جائے تو زمین والے اس کی بدبو سے فساد میں مبتلا ہو جائیں گے۔ (الدر المنثور، ج٤، ص ١٣٨)

مومنین کے لئے بشارتیں اور جنت کے وجود پزیر ہونے کی دلیل:

۵......اللہ نے جنت کی تین صفات بیان کیں: (۱) اس کے نیچے نہریں بہتی ہیں، (۲) اس کا کھانا دائمی ہے، دنیا کے باغات کے پتے، پھل اور منافع ختم ہو جاتے ہیں لیکن جنت کے پھل دائمی ہیں کبھی ختم نہ ہونگے، (۳) سایہ دائمی ہے، یعنی جنت میں دھوپ، ٹھنڈ، سورج، چاند اور اندھیرا نہیں ہے، اللہ کا فرمان ہے ﴿لایرون فیھا شمسا ولا زمھریرا نہ اس میں دھوپ دیکھیں گے نہ ٹھٹھر (الدھر:۱۳)﴾، جب اللہ نے ان صفات کا بیان کر لیا تو فرمایا کہ آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے ہے یعنی جنت۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ جنت کے پھل دائمی ہیں، اس میں تین مسائل پائے جاتے ہیں: (۱)......جنت کا پھل کبھی فنا نہ ہوگا۔ (۲)......جنتیوں کو جنت میں دائمی سکون میسر ہوگا، یہ قول ابوالھذیل اور ان کے پیروکار ہے۔ (۳)......جنتیوں کے پھل کبھی ختم نہ ہونگے، کیونکہ اللہ نے فرمایا ﴿اکلھا دائم وظلھا (الرعد:۳۵)﴾ یعنی دوبارہ ان پھلوں کی پیداوار نہ ہوگی جیسا کہ دنیا میں ہوتا ہے۔

(الرازی، ج٧، ص ٤٧)

معتزلہ کے نزدیک اس وقت آسمانوں میں بہت سی جنتیں ہیں، جن میں فرشتے اور وہ حضرات انبیائے کرام رہتے ہیں جو ابھی تک زندہ ہیں جیسے حضرت عیسی علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام، لیکن جو جنت اللہ نے جزا و سزا کے لئے بنائی ہے اور جس میں دوام و خلود ہوگا وہ ابھی تک معرض وجود میں آئی ہی نہیں، بوقت ضرورت معرض وجود میں آئی گی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر یہ نہ مانا جائے تو قرآن کی آیات میں تعارض لازم آئے گا کیونکہ جنت کے پھل اور اس کا سایہ دائمی ہے ان میں فنا نہیں ہے، حالانکہ قرآن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت فنا ہونے والی چیز ہے جیسا کہ فرمان رب العباد ہے ﴿کل شیء ھالک الا وجھه یعنی اس کی ذات کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے (القصص:۸۸)﴾، معتزلہ کے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر چیز کے عموم سے جنت کو استثناء حاصل ہے یعنی جنت کے سوا ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے اس لیے کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جنت پرہیزگاروں کے لئے بن چکی ہے ﴿وجنة عرضھا السموات والارض اعدت للمتقین اور ایسی جنت جس کی پہنائی تمام آسمان اور زمینیں ہیں جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے (ال عمران:۱۳۳)﴾۔

غول کا بیان:

۶...... ہر وہ چیز جو ہلاکت کے قریب کرے، اسے غول کہتے ہیں۔ جنت میں پی جانے والی شراب کو غول کہا گیا ہے، جس کا بیان متذکرہ آیت میں ہے: ﴿لا فیھا غول نہ اس (شراب میں) خمار ہے(صفت:۴۷)﴾۔ (التعریفات، ص ۱۶۵ ،المفردات،ص ۳۶۹)

☆...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: ''کوئی مرض خود بخود متعدی نہیں ہوتا، اور نہ بدشگونی کی کوئی حقیقت ہے اور نہ غول کی کوئی تاثیر ہے۔(صحیح مسلم، کتاب الطب،باب:لا عدوی و لا طیرۃ،رقم (۵۶۸۸)/۲۲۲۲،ص۱۱۱۳)

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ اہل عرب یہ گمان کرتے تھے کہ جنگلات میں غول رہتے ہیں اور غول جنات اور شیاطین کی جنس سے ہوتے ہیں اور وہ لوگوں کو مختلف رنگ کی صورتوں میں نظر آتے ہیں اور مسافروں کو راستے سے بہکا کر ہلاک کر دیتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے اپنے فرمان میں ان کے باطل گمان کو بیان کر دیا۔ دوسرے علماء کا یہ کہنا ہے کہ اس حدیث کی منشاء یہ نہیں ہے کہ غول کا کوئی وجود نہیں ہے بلکہ عربوں کا یہ گمان باطل ہے کہ غول رنگ برنگی صورتوں میں دکھائی دیتے ہیں اور لوگوں کو راستے سے بہکا دیتے ہیں ،لیکن جنات میں جادوگر ہوتے ہیں اور وہ لوگوں میں اپنے خیال ڈالتے ہیں اور انہیں شبہات میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

(نووی علی مسلم، کتاب الطب،باب:لا عدوی و لا طیرۃ،رقم (۵۶۸۸)/۲۲۲۲، ج۷،ص ۲۱۶)

جنتی کو جسمانی وروحانی لذتیں:

۷...... جاندار میں دو چیزیں پائی جاتی ہیں: جسمانی غذا کی خواہش وضرورت، روحانی لذت کا حصول جو کہ شہوت کی صورت میں ہر جاندار میں پایا جاتا ہے۔ کسی میں یہ مادہ کم ہوتا ہے اور کسی میں زیادہ ہوتا ہے۔ اللہ نے اس رکوع میں جہاں عذاب کی وعید سنائی وہیں مومنین کو جنت کے انعام واکرام کا مژدہ بھی سنا دیا۔ مزید یہ کہ جس طرح جنت کے پھل، پھول، میوہ جات، بے ضرر مشروبات کا ذکر فرمایا وہیں انسانی فطرت اور خواہش کی تکمیل کا بیان بھی فرمایا، چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وعندھم قصرت الطرف عین کانھن بیض مکنون اوران کے پاس ہیں جو شوہروں کے سوا دوسری جانب نہ دیکھیں گی بڑی آنکھ والیاں گویا وہ انڈے ہیں(الصافات:۴۹)﴾۔ گویا انسانی جسم کو میوہ جات ومشروبات سے خوش کیا گیا ساتھ ہی اس کی روح کی تسکین اور آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے خوبصورت حوریں عطا فرمائی گئیں کہ جن کے قُرب سے خوشی ومسرت کا ساماں ہو سکے لیکن جنت میں دنیاوی اعتبار کی گندگیاں ہرگز نہ ہونگی۔

☆...... حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''تین چیزیں آنکھ کو روشن کرتی ہیں (ایک روایت میں ہے کہ آنکھ کو قوت بخشتی ہیں)، سبزہ کی طرف دیکھنا، جاری پانی کی جانب دیکھنا، حسین چہروں کی جانب دیکھنا''۔

(کنزالعمال، کتاب الطب،الفصل الاول فی الترغیب ، رقم: ۲۸۳۱۰، ج۵،ص ۲۱)

انڈیے کے پاک وحلال ہونے کا بیان:

۸...... انسان کے لئے تمام حلال پرندوں کے انڈے حلال ہیں، بعض اذہان میں شبہ پیدا ہوتا ہے کہ انڈہ چونکہ پرندے کا مادہ منویہ ہوتا ہے اس لئے حلال نہیں ہونا چاہیے۔ ہم کہتے ہیں انڈے کو راہ خدا میں صدقہ کرنے کا ذکر حدیث میں آیا ہے اور اللہ پاک مال کے سوا قبول نہیں فرماتا، اگر انڈہ کھانا حلال نہ ہوتا تو راہ خدا میں صدقہ کرنے کا بیان بھی نہ کیا جاتا۔

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے جمعہ کے دن غسل جنابت کیا پھر وہ جمعہ کی نماز پڑھنے چلا گیا، گویا اس نے ایک اونٹ صدقہ کیا، اور جو دوسری ساعت میں گیا اس نے گویا گائے کو صدقہ کیا اور جو تیسری ساعت میں

گیااس نے گویا سینگوں والے مینڈھے کوصدقہ کیااور جو چوتھی ساعت میں گیااس نے گویا مرغی کوصدقہ کیااور جو پانچویں ساعت میں گیااس نے گویاانڈے کوصدقہ کیا''۔ (صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب: فضل الجمعة، رقم: ۸۸۱، ص ۱٤۲)

☆......ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''انبیائے سابقین میں سے کسی نے اللہ سے کمزوری کی شکایت کی تو اللہ نے انہیں انڈہ کھانے کا حکم دیا''۔ (شعب الایمان، باب: المطاعم والمشارب، رقم: ۵۹۵۰، ج۵، ص ۲۰۵٦)

سوگرام انڈے میں ۷۴حرارے، ۱۲اعشاریہ تین گرام پروٹین، ۱۰اعشاریہ ۹گرام چکنائی، ۱۴۰ملی گرام سوڈیم، ۱۴۰ملی گرام پوٹاشیم، ۵۲ملی گرام کیلشیم، ۲ملی گرام فولاد، ایک اعشاریہ ۵ملی گرام جست، صفر نوملی گرام وٹامن بی، اعشاریہ ۴۷ملی گرام بی۲، اعشاریہ ۶ملی گرام وٹامن ای، ۱۴۰مائکروگرام وٹامن الف، اعشاریہ ۷۵مائکروگرام وٹامن ڈی، اعشاریہ ۷مائکروگرام بی۱۲ہوتے ہیں۔

جنتی کا اپنے دوست کو جہنم میں جھانکنا:

۹......امام جریر طبری کہتے ہیں: دوافراد ایک دوسرے کے ساتھی شریک تھے، ان کے پاس آٹھ ہزار دینار جمع ہوگئے، انہوں نے آپس میں ان دینار کو تقسیم کرلیا پھر وہ ایک دوسرے سے الگ ہوگئے، پھر ان میں سے ایک نے ایک ہزار دینار کا محل خریدلیا، اور دوسرے کو بلا کر اپنا محل دکھایا، دوسرے نے کہا واقعی یہ بہت خوبصورت ہے۔ اور اللہ سے دعا کی: اے اللہ! میرے اس صاحب نے ایک ہزار دینار کا یہ محل خریدا ہے اور میں اپنے ایک ہزار دینار کے عوض تجھ سے جنت کے محل کا سودا کرتا ہوں، پھر اس نے ایک ہزار دینار راہ خدا میں صدقہ کردیئے۔ پھر کچھ عرصے بعد پہلے شخص نے ایک ہزار دینار کے عوض ایک عورت سے شادی کرلی اور اس دوسرے شخص کو اپنی بیوی دکھائی اور اس کے حسن کی داد پائی، اب دوسرا شخص وہاں سے چلا اور اس نے اللہ سے دعا کی، اے اللہ! میرے اس دوست نے ایک ہزار دینار میں حسین عورت سے شادی کی ہے تاکہ اس سے خواہش پوری کرے، میں تجھ سے ایک ہزار دینار کے عوض جنت کی بڑی آنکھوں والی حور کا سوال کرتا ہوں پس اس نے ایک ہزار دینار صدقہ کردیئے، پھر کچھ دنوں بعد اس پہلے شخص نے دو ہزار دینار میں دو باغ لئے اور اپنے دوست کو دکھا کر داد حاصل کی، لیکن دوسرے شخص نے دو ہزار دینار راہ خدا میں صدقہ کرکے اللہ سے جنت کے دو باغات کا سودا کرلیا۔ موت کے فرشتے نے دونوں کی ارواح کو قبض کرلیا اور راہ خدا میں مال صدقہ کرنے والے کو جنت کے محل میں لے جا کر ایک محل دکھایا، پھر ایک حسین وجمیل حور دکھائی اور اس کو جنت کے دو باغ دکھائے اور کہا یہ سب اسی کے ہیں۔ پھر اسے یاد آیا کہ اس نے دنیا میں دعائیں کرکے مال صدقہ کیا تھا اور اس کا ایک ساتھی شریک بھی تھا جس نے اپنے حصے کا مال دنیا میں خرچ کرلیا تھا اور آخرت کے لئے کوئی نیکی نہیں کررکھی تھی اور آخرت کی جزاوسزا کا منکر تھا، جب اس نے اپنے ساتھی دوست کے متعلق فرشتے سے پوچھا تو اس کو دکھایا گیا کہ وہ دوزخ میں جل رہا ہے اور اب یہ جنتی دوزخی کو ملامت کرے گا اور کہے گا کہ قریب ہے کہ تو مجھے بھی ہلاک کردیتا، اگر مجھ پر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو آج میں بھی دوزخ میں ہوتا۔ (الطبری، الجزء: ۲۳، ص ۷۰)

ابی بن حاتم نے اپنی سند کے ساتھ سُدی سے روایت کی ہے کہ بنی اسرائیل میں دو شخص ایک دوسرے کے شریک تھے، ان میں ایک مومن اور دوسرا کافر تھا، ان دونوں کو چھ ہزار دینار مل گئے اور ہر ایک کے حصے میں تین ہزار دینار آئے۔ کچھ عرصے کے بعد دونوں کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرے سے احوال پوچھے، کافر نے بتایا کہ اس نے ایک ہزار دینار میں زمین، باغات اور نہر خریدی، مومن نے رات بیدار ہوکر نماز ادا کی اور ایک ہزار دینار سامنے رکھ کر دعا کی: ''اے اللہ! میں تجھ سے ایک ہزار دینار کے عوض جنت میں زمین، باغات اور نہر خریدتا ہوں''، اس نے صبح کو اٹھ کر ایک ہزار دینار مساکین میں تقسیم کردیئے۔ کچھ عرصے بعد ان کی دوبارہ ملاقات ہوئی تو کافر نے کہا کہ اس نے ایک ہزار دینار میں غلام خرید لئے جو اس کے کاروبار کی دیکھ بھال کرتے ہیں، مومن

نے اس رات بیدار ہو کر نماز ادا کی اور ایک ہزار دینار سامنے رکھ کر دعا کی: ''اے اللہ! میں نے ایک ہزار دینار کے عوض جنت میں غلام خریدے''، صبح ایک ہزار دینار مساکین میں خرچ کر دیئے۔ کچھ عرصے بعد پھر اس کی ملاقات ہوئی کافر نے بتایا کہ اس نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے ایک بیوہ عورت سے شادی کر لی، مومن نے رات بیدار ہو کر نماز ادا کی اور اپنے سامنے ایک ہزار دینار رکھ کر دعا کی: ''اے اللہ! میں ان ایک ہزار دینار کے عوض جنت میں بڑی آنکھوں والی حور سے نکاح کرنا چاہتا ہوں''، صبح اٹھ کر اس نے ایک ہزار دینار مساکین میں خرچ کر دیئے۔

اب حال یہ ہوا کہ تین ہزار دینار راہ خدا میں مساکین پر خرچ کر دیئے اور اپنے پاس کچھ نہیں تو مومن نے صبح ہوتے ہی ایک شخص کے مویشیوں کو چارا ڈالنے اور ان کی دیکھ بھال کرنے پر ملازمت کر لی، ایک دن اس کے مالک نے ایک جانور کو پہلے سے دبلا پایا تو اس پر الزام دیا کہ تم اس کا چارا بیچ کر کھا جاتے ہو اور اس کو ملازمت سے نکال دیا۔ اس نے سوچا کہ میں اپنے سابق شریک کے پاس جاتا ہوں اور اس سے ملازمت کی درخواست کرتا ہوں، اس نے اس سے ملنا چاہا مگر اس کے ملازموں نے اس سے ملاقات نہیں کرائی اور کہا کہ تم یہاں راستے پر بیٹھ جاؤ وہ سواری میں یہیں سے گزرے گا تم ملاقات کر لینا، وہ کافر شخص اپنی سواری پر نکلا تو اس مومن کو دیکھ کر پہچان لیا اور کہا کیا تمہارے پاس میری طرح مال نہیں تھا، پھر تمہارا یہ حال کیوں ہے؟ مومن نے کہا کہ اس بارے میں سوال نہ کرو، کافر نے پوچھا اب تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا تم مجھے دو وقت کی روٹی اور دو کپڑوں کے عوض محنت مزدوری پر ملازم رکھ لو۔ کافر نے کہا میں تمہاری مدد اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک تم مجھے تین ہزار دینار کے متعلق نہ بتا دو۔ مومن نے کہا کہ میں نے وہ کسی کو قرض دے دیئے ہیں، کافر نے پوچھا: کس کو؟ مومن نے کہا کہ ایک وعدہ وفا کرنے والے غنی کو، کافر نے پوچھا وہ کون ہے؟ مومن نے کہا اللہ!، اس وقت مومن کا ہاتھ کافر کے ہاتھ میں مصافحہ کی صورت میں تھا اور اس نے فوراً اپنا ہاتھ چھڑا کر کہا کیا تم قیامت اور آخرت کی تصدیق کرتے ہو؟ کیا جس وقت ہم مر جائیں گے اور مٹی وہڈیاں ہو جائیں گے کیا تم اس وقت ہم کو ہمارے کاموں کی جزا دی جائے گی؟ پھر کافر اسے چھوڑ کر اپنی سواری پر بیٹھ کر چلا گیا۔ وہ مومن کافی عرصے تک تنگی کا وقت گزارتا گیا اور کافر عیش وطرب میں رہا، قیامت کے دن اللہ نے مومن کو جنت میں داخل کیا اور اس کو زمین، باغات، پھل، نہر دکھائیں، اس نے پوچھا یہ کس کی ہیں؟ فرمایا: ''تمہاری ہیں''۔ اس نے کہا: سبحان اللہ! میرے تھوڑے سے عمل کی کیا اتنی جزا ہے! پھر اس کو بے شمار غلام دکھائے، اس نے پوچھا یہ کس کے ہیں؟ فرمایا: ''تمہارے ہیں''۔ اس نے کہا کہ کیا اتنے سے عمل کی اتنی عظیم جزاء ہوتی ہے، پھر اس کو بڑی آنکھوں والی حور دکھائی گئی، اس نے پوچھا یہ کس کی ہے؟ کہا گیا: ''تمہاری ہے''۔ اس نے کہا سبحان اللہ! میرے حقیر عمل کا ثواب یہاں تک پہنچتا ہے، پھر اس کو اپنا کافر شریک یاد آیا اور اس نے کہا کہ دنیا میں میرا ایک ساتھ شریک تھا جو کہتا تھا کہ کیا تم آخرت کی تصدیق کرنے والے ہو؟ کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی وہڈیاں ہو جائیں گے اس وقت ہم کو ہمارے کاموں کا بدلہ دیا جائے گا، پھر اللہ نے اس کو کافر شریک کا حال دکھائے گا جو کہ دوزخ میں جل رہا ہوگا، مومن اس کو دیکھ کر کہے گا: اللہ کی قسم! قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کر دیتا اگر مجھ پر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی دوزخ میں پڑا ہوتا۔ (الدر المنثور، ج ۵، ص ۵۱۹ وغیرہ)

تھوہڑ کا درخت:

۱.....حسن وسدی کا قول ہے کہ یہ درخت جہنم کی گہرائی میں ہوتا ہے، اس کی شاخیں جہنم کے درکات تک بلند ہیں، پھل کو اس کے طلوع وخروج کی وجہ سے طلع کہا جاتا ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ شیاطین سے مراد شیاطین ہی ہیں اور کسی چیز کی قباحت اور بدصورتی بیان کرنے کے لئے شیطانوں کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے کیونکہ لوگ جب کسی چیز کی انتہائی بدصورتی بیان کرنا چاہتے ہیں تو

کہتے: ''کانہ شیطان'' اگرچہ شیطان کو کسی نے دیکھا نہیں ہوتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں ان کی بدصورتی کا تصور موجود ہے۔بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ شیاطین سے مراد بدشکل ہیبت ناک سانپ ہیں جن کی کلغیاں ہوتی ہیں ان کی عجیب شکل کی وجہ سے انہیں شیاطین کہتے ہیں۔بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ ایک بدشکل کڑوا اور بدبودار درخت ہے جو کہ دیہی علاقوں میں پایا جاتا ہے ،اس کو عرب رؤس الشیاطین کہتے ہیں۔

(المظهری، ج٦،ص١٩٣)

☆......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اگر درخت زقوم کا ایک قطرہ بھی دنیا والوں پر گرادیا جائے تو ان کی زندگی فاسد ہوجائیگی تو ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا کھانا ہی زقوم ہوگا''۔

(سنن الترمذی، کتاب صفة جهنم ،باب:ماجاء فی صفة شراب، رقم: ۲٥٩٤،ص٧٤٤)

اغراض:

قرناء هم من الشیاطین: یہ دیگر اقوال میں سے ایک قول ہے،ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ **ازواجهم** سے مراد دین میں ان کی پیروی کرنے والی عورتیں ہیں،ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ انسانوں میں سے ان کے مشابہ اور دوست،اس لئے کہ زوج کا اطلاق مقارب ومجانس کے ہوتا ہے،پس اسی اعتبار سے چھوٹی جماعت مراد ہے جس میں سے ایک زوج بھی شامل ہو۔

من الاوثان: جیسا کہ اصنام (صنم) کی جمع،سورج،چاند۔

عن جمیع اقوالهم وافعالهم: حدیث میں ہے: ''قیامت کے دن بنی آدم کا قدم اس وقت تک نہ ہل سکے گا جب تک کہ چار سوالات نہ کرلئے جائیں:(۱)......جوانی جیسے گزاری،(۲)......عمر کس حال میں صرف کی،(۳)......مال کہاں سے کمایا کہاں خرچ کیا،(۴)......اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا''۔**ویقال عنهم:** یعنی وہ آج کے دن زجر وتوبیخ کئے جائیں گے۔

یتلامون ویتخاصمون: یعنی ایک دوسرے کو ملامت کریں گے،اور باہم جھگڑا کریں گے جیسا کہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا:﴿**کلما دخلت امة لعنت اختها**﴾ بخلاف مومنین کے کہ انہیں جنت میں سوال نہ ہونگے مراد یہ ہے کہ مومنین کے لئے جنت میں اللہ کے شکر وانعام کا صلہ ہوگا۔**ان لو کنتم مومنین:** یعنی اگر تم ایمان سے متصف ہوئے۔

المعنی انکم اضللتمونا: یہ جملہ تمام احتمالات کو شامل ہے نہ کہ فقط اس احتمال کو جو کہ مفسر نے بیان کیا ہے۔

فرجعتم عن الایمان الینا: یعنی ہمیں گمراہ کرنے کے سبب،گویا کہ کافر سرداروں نے پیروکاروں کو کہا: جس کے دل میں ایمان ثابت ہوجائے وہ ہماری پیروی نہیں کرتا،پس اگر تمہیں ایمان مل چکا ہوتا تو تم ہماری پیروی نہ کرتے۔

یوم القیامة: یعنی ایک دوسرے سے گفتگو کرتے اور جھگڑتے۔**غیر هؤلاء:** جیسا کہ نصاری ویہود نے کیا۔

بدل: مراد بدل کل ہے،مراد وہ کھانا ہے جو جنت میں کھایا جائے گا اور یہ فائدہ اٹھانے اور لذت حاصل کرنے کے لئے ہوگا،پس جنت میں ملنے والے رزق ومیوہ جات میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا ہے۔

بخلق اجسادهم للابد: اللہ کی قدرت سے ہمیشہ رہیں گے جس طرح اللہ کو فنا نہیں اسی طرح جنت میں بھی فنا نہیں۔

هو الاناء بشرابه: اگر پیالوں میں پینے کی چیز نہ ہو تو انہیں **قدحا** کہا جاتا ہے،اور شراب کے پیالے کو **الکاس** کہا جاتا ہے جو کہ **تسمیة الشیء باسم محله** یعنی کسی چیز کا نام اس کے موقع محل کے اعتبار سے لیا جائے''۔کے قبیلے سے ہے۔

عما مر بهم فی الدنیا: یعنی اہل جنت کا باہم دنیاوی فضائل ومعارف کے بارے میں سوال کرنا مراد ہے۔

مجزیون: مراد دینی جزاء ہے۔**ایضا:** جیسا کہ منکرین بعث مراد ہیں۔**لاخواله:** یعنی اہل جنت مراد ہیں۔

تشمیتا: جہنمی کی مصیبت پرخوش ہوتے ہوئے، اس لئے کہ اللہ مومنین کے دلوں سے کافروں کی رحم لی نکال دے گا۔
الذی ذکر اھل الجنۃ: مراد اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿اولئک لھم رزق معلوم﴾۔
قیل یقال لھم ذلک: مراد دو جملے ہیں جنہیں اللہ نے قبول فرمالیا ہے۔
وقیل ھم یقولونہ: یعنی بعض دوسرے بعض سے کہیں گے، اور دونوں جملے دونوں احتمالات سے بعید ہیں۔
المذکور لھم: مراد اہلِ جنت ہیں جن کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے: ﴿اولئک لھم رزق معلوم﴾۔
من ضیف وغیرہ: مراد مہمان نوازی ہے، جس کا تعلق محبت والفت کے ساتھ ہوتا ہے اور کبھی اس سے بھی بڑھ کر مہمانی ہوتی ہے۔
اذ قالوا النار تحرق الشجر فکیف تنبتہ: یعنی وہ نہیں جانتے کہ قادر مطلق ذات کو کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔
الی درکاتھا: بمعنی منازلھا ہے، اور یہ اہل جنت کے لئے طوبی درخت کی مثال ہے جو کہ علّیین کے درجات میں پایا جاتا ہے اور جنت میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جس میں طوبی نامی درخت کی شاخیں نہ پائی جائیں۔
ای الحیاۃ القبیحۃ المنظر: شجر زقوم کو شیطان کے ساتھ تشبیہ دینے سے مقصود شیطان کی مثل صفات شنیعہ وباطلہ مُہلکہ مراد ہیں، جس کی جانب مفسرین کرام کے اقوال میں سے ایک قول دلالت کرتا ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ شجر زقوم کی جڑیں حقیقی معنوں میں شیطان کے سر کی مانند ہیں اور اس کے ساتھ تشبیہ دینا اسی کی مثل قبیح وشنیع ہونے کی وجہ سے ہے لیکن مفسر نے اس کے علاوہ غیر معلوم چیز سے تشبیہ دی۔ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اگرچہ شیطان خارج میں غیر معلوم ہے لیکن اذھان وخیالات میں معلوم ہے جیسا کہ غول (جن، جادوگر، سانپ) کی قبیح صورت ہر خیال کرنے والے کے ذہن میں ہوتی ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ شیاطین مبادیات میں مخاطبین کے لئے معروف ترین درخت ہیں۔
لشدۃ رجوعھم: زیادہ سخت عذاب ہونے کی وجہ سے بھوک کی شدت معلوم ہونا مراد ہے۔
یفید انھم یخرجون منھا: یہ دو اقوال میں سے ایک قول ہے، اور دوسرا قول جمہور کا ہے، کہ وہ جہنم سے نکل ہی نہ پائیں گے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿وما ھم بخرجین منھا﴾ پس ان کا عذاب مختلف صورتوں میں ہوگا کبھی بھوک کی صورت میں شجر زقوم کھانے کی وجہ سے، کبھی گرم پانی پینے کے حوالے سے، کبھی زمہریر (سخت سردی) کی وجہ سے، پس حال یہ ہوگا کہ جب یہ شجر زقوم کھاتے ہونگے تو اس درخت کے عذاب سے بچنے کے لئے دوسرے عذاب کی جانب مائل ہونگے، اور حال یہ ہوگا کہ یہ عذاب سے نکل ہی نہ پائیں گے، اور دونوں اقوال میں تطبیق یوں ہوگی کہ اگرچہ وہ عذاب سے نکل نہ پائیں گے لیکن ایک عذاب سے دوسرے عذاب کی جانب ہونگے یعنی شجر زقوم کے عذاب سے نکل کر کھولتے پانی پینے کے عذاب میں مبتلا ہونگے یوں نص صریح کی وجہ سے عذاب سے نکلنا بھی نہ پایا گیا اور دوبارہ گھوم پھر کر پہلے عذاب میں آجانا بھی قرار پا گیا۔ (الصاوی، ج۵، ص ۱۱۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۷

﴿ولقد نادنا نوح﴾ بقولہ رَبِّ اِنّی مَغلُوبٌ فَانتَصِرْ ﴿فلنعم المجیبون (۷۵)﴾ لَہٗ نَحنُ اَی دَعَانَا علی قَومِہٖ فَاَھلَکنَاھم بِالغَرَقِ ﴿ونجینہ واھلہ من الکرب العظیم (۷۶)﴾ اَی الغَرقِ ﴿وجعلنا ذریتہ ھم البقین (۷۷)﴾ فَالنَّاسُ کُلُّھُم مِنْ نَسلِہٖ علیہ السَّلامُ وکَانَ لَہٗ ثَلٰثَۃُ اَولادٍ سامٌ وھوَ اَبوالعَرَبِ وَفارِسَ والرُّومِ وحامٌ وھوَ اَبُوالسُّودَانِ وَیافِثُ اَبُوالتُّرکِ الخَزَرِ وَیَاجُوجُ ومَاجُوجُ وما ھُنَالِکَ ﴿وترکنا﴾ اَبقَینَا ﴿علیہ﴾ ثَنَاءً حَسَنًا ﴿فی الاخرین (۷۸)﴾ مِنَ الاَنبِیَاءِ والاُمَمِ اِلٰی یَومِ القِیٰمَۃِ ﴿سلم﴾ مِنَّا

﴿علی نوح فی العلمین (۷۹) انا کذلک﴾ کما جزیناہ ﴿نجزی المحسنین (۸۰) انہ من عبادنا المومنین (۸۱) ثم اغرقنا الاخرین (۸۲)﴾ کفار قومہ ﴿وان من شیعتہ﴾ ای ممن تابعہ فی اصل الدین ﴿لابراھیم (۸۳)﴾ وان طال الزمان بینھما وھو الفان وستمائۃ واربعون سنۃ وکان بینھما ھود و صالح ﴿اذ جاء﴾ ای تابعہ وقت مجیئہ ﴿ربہ بقلب سلیم (۸۴)﴾ من الشک وغیرہ ﴿اذ قال﴾ فی ھذہ الحالۃ المستمرۃ لہ ﴿لابیہ وقومہ﴾ موبخا ﴿ماذا﴾ ما الذی ﴿تعبدون (۸۵) ائفکا﴾ فی ھمزتیہ ما تقدم ﴿الھۃ دون اللہ تریدون (۸۶)﴾ وافکا مفعول لہ وآلھۃ مفعول بہ لتریدون والافک اسوء الکذب ای اتعبدون غیر اللہ ﴿فما ظنکم برب العلمین (۸۷)﴾ اذ عبدتم غیرہ انہ یترککم بلاعقاب لا وکانوا نجامین فخرجوا الی عید لھم وترکوا طعامھم عند اصنامھم زعموا التبرک علیہ فاذا رجعوا اکلوہ وقالوا لسید ابراھیم اخرج معنا ﴿فنظر نظرۃ فی النجوم (۸۸)﴾ ایھاما لھم انہ یعتمد علیھا لیتبعوہ ﴿فقال انی سقیم (۸۹)﴾ علیل ای ساسقم ﴿فتولوا عنہ﴾ الی عیدھم ﴿مدبرین (۹۰) فراغ﴾ مال فی خفیۃ ﴿الی الھتھم﴾ وھی الاصنام و عندھا الطعام ﴿فقال﴾ استھزاء ﴿الا تاکلون (۹۱)﴾ فلم ینطقوا فقال ﴿ما لکم لا تنطقون (۹۲)﴾ فلم یجب ﴿فراغ علیھم ضربا﴾ بالیمین (۹۳)﴾ بالقوۃ فکسرھا فبلغ قومہ من رآہ ﴿فاقبلوا الیہ یزفون (۹۴)﴾ ای یسرعون المشی فقالوا نحن نعبدھا وانت تکسرھا ﴿قال﴾ لھم موبخا ﴿اتعبدون ما تنحتون (۹۵)﴾ من الحجارۃ وغیرھا اصناما ﴿واللہ خلقکم وما تعملون (۹۶)﴾ من نحتکم ومنحوتکم فاعبدوہ وحدہ وما مصدریۃ وقیل موصولۃ وقیل موصوفۃ ﴿قالوا﴾ بینھم ﴿ابنوا لہ بنیانا﴾ فاملوہ حطبا واضرموہ بالنار فاذا التھب ﴿فالقوہ فی الجحیم (۹۷)﴾ النار الشدیدۃ ﴿فارادوا بہ کیدا﴾ بالقائہ فی النار لتھلکہ ﴿فجعلنھم الاسفلین (۹۸)﴾ المقھورین فخرج من النار سالما ﴿وقال انی ذاھب الی ربی﴾ مھاجرا الیہ من دار الکفر ﴿سیھدین (۹۹)﴾ الی حیث امرنی بالمصیر الیہ وھو الشام فلما وصل الی الارض المقدسۃ قال ﴿رب ھب لی﴾ ولدا ﴿من الصلحین (۱۰۰) فبشرنہ بغلم حلیم (۱۰۱)﴾ ای ذی حلم کثیر ﴿فلما بلغ معہ السعی﴾ ای ان یسعی معہ ویعینہ قیل بلغ سبع سنین وقیل ثلاثۃ عشر سنۃ ﴿قال یبنی انی اری﴾ ای رایت ﴿فی المنام انی اذبحک﴾ ورؤیا الانبیاء حق وافعالھم بامر اللہ تعالی ﴿فانظر ماذا تری ط﴾ من الرای شاورہ لیانس بالذبح وینقاد للامر بہ ﴿قال یابت﴾ التاء عوض عن یاء الاضافۃ ﴿افعل ما تؤمر﴾ بہ ﴿ستجدنی ان شاء اللہ من الصبرین (۱۰۲)﴾ علی ذلک ﴿فلما اسلما﴾ خضعا وانقادا لامر اللہ ﴿وتلہ للجبین (۱۰۳)﴾ صرعہ علیہ ولکل انسان جبینان بینھما الجبھۃ وکان ذلک بمنی وامر السکین علی حلقہ فلم تعمل شیئا بمانع من القدرۃ الالھیۃ ﴿ونادینہ ان یابراھیم (۱۰۴) قد صدقت الرء یا ج﴾ بما اتیت بہ مما امکنک من امر الذبح ای یکفیک ذلک فجملۃ نادینہ جواب لما بزیادۃ الواو ﴿انا کذلک﴾ کما جزیناک ﴿نجزی المحسنین (۱۰۵)﴾ لانفسھم

بِاِمْتِثَالِ الْاَمْرِ بِاِفْرَاجِ الشِّدَّةِ عَنْهُم ﴿ان هذا﴾ الذِّبحَ المَامُورَ به ﴿لهو البلؤا المبين (۱۰۶)﴾ اَی الاِخْتِبَارُ الظَّاهِرُ ﴿وفديناه﴾ اَی الْمَامُورَ بِذَبْحِه وهوَ اِسْمَاعِيلُ او اِسحقُ قولان ﴿بذبح﴾ بِكَبْشٍ ﴿عظيم (۱۰۷)﴾ مِنَ الجَنَّةِ وَهوَ الذى قَرَّبَهُ هَابِيلُ جَاءَ بِه جبرائيلُ عليه السلامُ فَذَبَحَهُ السَّيِّدُ اِبراهيمُ مُكَبِّرًا ﴿وتركنا﴾ اَبْقَيْنَا ﴿عليه في الاخرين (۱۰۸)﴾ ثَنَاءً حَسَنًا ﴿سلم﴾ مِنَّا ﴿على ابراهيم (۱۰۹)﴾ كذلك ﴿كما جَزَيْنَاه ﴿نجزى المحسنين (۱۱۰)﴾ لاَنْفُسِهِم ﴿انه من عبادنا المومنين (۱۱۱) وبشرنه باسحق﴾ اُسْتُدِلَّ بِذلكَ عَلى اَنَّ الذَّبِيحَ غَيرُهُ ﴿نبيا﴾ حالٌ مُقَدَّرَةٌ اَی يُوجَدُ مُقَدَّرًا نُبُوَّتُه ﴿من الصلحين (۱۱۲) وبركنا عليه﴾ بِتَكْثِيرِ ذُرِّيَّتِه ﴿وعلى اسحق﴾ وَلَدِه بِجَعْلِنَا اَكْثَرَ الْاَنْبِيَاءِ مِن نَسْلِه ﴿ومن ذريتهما محسن﴾ مُؤمِنٌ ﴿وظالم لنفسه﴾ كَافِرٌ ﴿مبين (۱۱۳)﴾ بَيِّنُ الكُفْرِ.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہمیں نوح نے پکارا (یوں عرض کر کے ﴿رب انی مغلوب فانتصر﴾......ا......) تو ہم (اس کے لیے، نحن ضمیر مقدر مخصوص بالمدح ہے) کیا ہی اچھے قبول فرمانے والے (یعنی اس نے اپنی قوم کے خلاف ہم سے دعائے ضرر کی تو ہم نے انہیں غرق کر کے ہلاک فرمادیا) اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی تکلیف (یعنی غرق ہونے سے) نجات دی اور ہم نے اسی کی اولاد باقی رکھی (پس تمام ہی لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، آپ علیہ السلام کے تین بیٹے تھے سام یہ عرب فارس اور روم کے باپ ہیں، حام یہ سیاہ فام لوگوں کے باپ ہیں، یافث یہ ترک خزر یاجوج ماجوج کے باپ ہیں، وہ قوم یاجوج ماجوج کے پاس رہتی ہے ــــ۲ــــ) اور ہم نے باقی رکھی (ترکنا بمعنی ابقینا ہے) اس کی تعریف (توصیف) پچھلوں میں (قیامت تک کے لیے پچھلے انبیاء کرام اور ان کی امتوں میں) نوح پر سلام ہو (ہماری جانب سے) جہاں والوں میں بیشک ہم ایسا ہی (جیسا کہ ہم نے ان کو صلہ دیا) صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہیں پھر ہم نے دوسروں کو (یعنی ان کی قوم کے کافروں کو) ڈبو دیا اور بیشک اس کے گروہ سے (یعنی اصل دین میں ان کے پیروکاروں میں سے ......۳......) ابراہیم ہیں (اگرچہ ان دونوں انبیاء کرام کے درمیان دو ہزار چھ سو چالیس سال کی مدت ہے ان دو حضرات کے درمیان ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام بھی گزرے ہیں) جب کہ اپنے رب کے پاس حاضر ہوا (حکم الٰہی آتے وقت اس حکم کی پیروی کی) سلامت دل لے کر جب اس نے فرمایا (آپ اسی قلبی حالت میں) اپنے باپ اور اپنی قوم سے (انہیں زجر و توبیخ کرتے ہوئے) تم کیا پوجتے ہو؟ (ماذا بمعنی الذی ہے) کیا بہتان سے (" ء افکا" کے دو ہمزوں میں وہی بحث ہے جو ماقبل گزری) اللہ کے سوا اور خدا چاہتے ہو ("افکا" اور "الھۃ" دونوں تریدون۔ فعل کے مفعول بہ اور "الافک" کے معنی بدترین جھوٹ ہے، معنی یہ ہے کیا تم غیر اللہ کو پوجتے ہو؟) تو تمہارا کیا گمان ہے رب العالمین پر (جبکہ تم اس کے غیر کو پوجو گے، تو وہ تمہیں بے سزا دیئے چھوڑ دے گا؟ نہیں ایسا نہیں ہوگا، یہ لوگ ستارہ پرست تھے ــــ۴ــــ یہ اپنی عید منانے کو نکلے اور اپنے بتوں کے پاس کھانا چھوڑ آئے اس کھانے پر برکت نازل ہونے کا گمان کیا جب وہ لوٹیں گے تو پھر وہ کھانا کھائیں گے ان لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا آپ علیہ السلام بھی ہمارے ساتھ چلیں) اس نے ایک نگاہ ستاروں کو دیکھا (اس بات کا ابہام ڈالنے کے لیے وہ ان ستاروں پر اعتماد کرتے ہیں تا کہ یہ لوگ آپ علیہ السلام کی بات مان لیں) پھر کہا میں بیمار ہونے والا ہوں (یعنی عنقریب میں بیمار ہو جاؤں گا ــــ۵ــــ) تو وہ اس پر پیٹھ دے کر (اپنے میلے کی طرف) پھر گئے پھر وہ چھپ کر چلا (راغ کے معنی پوشیدگی کے ساتھ چلنا ہے) ان کے خداؤں کی طرف (یعنی ان کے بتوں کے پاس ان کے پاس کھانا رکھا

تھا) تو کہا (بطور استہزاء) کیا تم نہیں کھاتے (انہوں نے کچھ نہیں کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا) تمہیں کیا ہوا کہ بولتے نہیں (اب بھی انھوں نے جواب نہ دیا) تو لوگوں کی نظر بچا کر انہیں قوت سے مارنے لگا (اوران سب بتوں کو توڑ ڈالا......٦......جس نے یہ معاملہ دیکھا تھا اس نے یہ خبر اپنی قوم کو پہنچادی) تو کافر اس کی طرف جلدی چلتے ہوئے آئے (اور کہا ہم انہیں پوجتے ہیں اور تم انہیں توڑتے ہو، یـــــزفـــــون کے معنی تیزی سے چلتے آنا ہے) فرمایا (انہیں زجر وتوبیخ کرتے ہوئے) کیا (پتھر وغیرہ سے) اپنے ہاتھ کے تراشوں (یعنی بتوں) کو پوجتے ہو اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو (یعنی تمہارے اس فعل تراش کو جنھیں تم نے تراشا ہے ان کو بھی اللہ نے پیدا فرمایا، تو تم اسی کی عبادت کرو، مـاتـنـحـتـون میں ما مصدریہ، موصولہ یا موصوفہ ہے، آپس میں) کہنے لگے اس کے لیے ایک عمارت چنو (پھر اس عمارت کو ایندھن سے بھر دو، پھر اس کو آگ سے بھڑکاؤ جب وہ شعلہ فگن ہو تو) پھر اسے بھڑکتی آگ میں ڈال دو (الـــجـــحـــیـــم کے معنی شدید آگ کے ہے) تو انہوں نے اس پر داؤں چلنا چاہا (اس آگ میں ڈالنے کا تاکہ یوں وہ آپ علیہ السلام کو ہلاک کرسکیں) ہم نے انہیں نیچا دکھایا (انہیں مغلوب کردیا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے صحیح سلامت نکل آئے......٧......) اور کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں (دار الکفر سے اس کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں) اب وہ مجھے راہ دے گا (جو میں اس مقام کی طرف ہجرت کر جاؤں گا......٨......جس کی طرف رجوع کا میرے رب نے مجھے حکم فرمایا ہے اور اس مقام سے مراد ملک شام ہے پس جب آپ علیہ السلام ارض مقدسہ میں پہنچے تو عرض کی) الٰہی مجھے لائق (اولاد) دے تو ہم نے اسے خوش خبری سنائی ایک حلم والے لڑکے کی (حلیم یعنی انتہائی بردبار) پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کرنے کے قابل ہو گیا (یعنی اس عمر کو پہنچا کہ آپ علیہ السلام کے ساتھ کام کرسکے آپ علیہ السلام کی مدد کرسکے، ایک قول کے مطابق جب آپ علیہ السلام سات سال، دوسرے کے مطابق جب علیہ السلام آپ تیرہ سال کی عمر کو پہنچ گئے تو) کہا: اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا (اریٰ فعل کے معنی رایت ہے) میں تجھے ذبح کرتا ہوں (انبیاء کرام کے خواب حق ہوتے ہیں اور اس کے افعال اللہ کے امر سے ہوتے ہیں) اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے (تـری مصدر الـــرأی سے ہے، آپ علیہ السلام نے ان سے مشورہ اس لیے مانگا تاکہ وہ بھی ذبح ہونے کے معاملے سے مانوس ہو جائیں اور اس ذبح کے حکم کی بجا آوری کے لیے تیار ہو جائیں) کہا: اے میرے باپ (یـــابـــت تاء ضمیر متکلم مضاف الیہ کی عوض تاء ذکر کی گئی ہے) کیجیے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے (بـــــہ ضمیر عائد مع حرف جر محذوف ہے) خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے (اس فعل پر) صابر پائیں گے تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی (خضوع اختیار کیا اور حکم الٰہی کی بجا آوری کے لیے مطیع وفرمانبردار رہے) پھر اسے پیشانی پر لٹا دیا ہر (انسان کی پیشانی کی دو کروٹیں ہیں اور درمیان میں پیشانی ہوتی ہے، یہ واقعہ منیٰ میں پیش آیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے......٩......کے حلق پر چھری چلادی، قدرت الٰہی مانع ہوئی اور چھری نے کچھ کام نہ کیا......١٠......) اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم! بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا (حکم ذبح کی بجا آوری کے لیے تو بقدر مقدور عمل بجالانے کے ذریعے، یعنی اس حکم کی بجا آوری کے لیے تیری یہی کوشش کافی ہے، نـادیـنـہ جملہ لـمـا کا جواب ہے اور نـادیـنـہ سے قبل واؤ زائدہ ہے) بیشک ہم اس طرح (جیسا کہ ہم نے تمہیں صلہ دیا) صلہ دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو (یعنی حکم الٰہی بجالاکر جو اپنی جانوں پر احسان کرتے ہیں انہیں شدت وتکلیف دور کرکے ہم انہیں صلہ دیتے ہیں) بیشک یہ (ذبح جس کا حکم دیا گیا تھا) روشن جانچ تھی (یعنی ظاہر وباہر آزمائش تھی) اور ہم نے اس کا (جس ذبح کا حکم دیا گیا تھا یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام یا حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبح کا، دونوں اقوال ہیں) فدیہ دیا ذبح عظیم کے ساتھ (یعنی اس جنتی مینڈھے کے ساتھ جسے ھابیل نے بطور قربانی پیش کیا تھا جبریل علیہ السلام اس کو لے کر آئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تکبیر کہتے ہوئے اسے ذبح فرمادیا......١١......) اور ہم نے

پچھلوں میں اس کی (تعریف) باقی رکھی (تر کنا بمعنی ابقینا ہے) سلام ہو (ہماری طرف سے) ابراہیم پر اسی طرح (جیسا کہ ہم نے انہیں صلہ دیا) ہم صلہ دیتے ہیں (اپنی جانوں پر) احسان کرنے والوں کو بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہیں اور ہم نے اسے خوشخبری دی اسحاق کی (اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسحق علیہ السلام نہیں ہیں) کہ غیب کی خبریں بتانے والا نبی (نبیا یہ حال مقدر ہے، یعنی ان کی نبوت مقدر کی جا چکی تھی) ہمارے قرب خاص کے سزاواروں میں اور ہم نے برکت اتاری اس پر (اس کی اولاد میں کثرت فرما کر) اور اسحاق پر (جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے ہیں، اکثر انبیاء کرام ان کی اولاد سے بنا کر) اور ان کی اولاد میں کوئی اچھے کام کرنے والے ہیں (یعنی مسلمان ہیں) اور کوئی اپنی جان پر صریح ظلم کرنے والا ہے (یعنی کافر ہے جس کا کفر کھلا اور ظاہر ہے، مبین بمعنی بین ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد نادنا نوح فلنعم المجیبونo﴾.

و: مستانفہ، لام قسمیہ، قد تحقیقیہ، نادنا: فعل ومفعول، نوح: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ مستانفہ، ف: عاطفہ، لام قسمیہ، نعم: فعل مدح، المجیبون: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ خبر مقدم "نحن" مبتدا، مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ قسم محذوف "واللہ" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ونجینه واهله من الکرب العظیمo وجعلنا ذریته هم البقینo﴾. ﴿ونجینه واهله من الکرب العظیمo وجعلنا ذریته هم البقینo﴾.

و: عاطفہ، نجینا: فعل بافاعل، ہ: ضمیر معطوف علیہ، و: عاطفہ، اهله: معطوف، ملکر مفعول، من الکرب العظیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، جعلنا ذریته: فعل بافاعل ومفعول، هم: ضمیر فصل، البقین: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وترکنا علیه فی الاخرینo سلم علی نوح فی العلمینo﴾.

و: عاطفہ، ترکنا: فعل بافاعل، علیه: ظرف مستقر "ثناء" موصوف محذوف کی صفت، ملکر مفعول بہ، فی الاخرین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، سلم: مبتدا، علی نوح: ظرف مستقر "ثابت" شبہ فعل محذوف کیلئے، فی العلمین: ظرف لغو "ثابت" اسم فاعل بافاعل، اپنے ظرف مستقر وظرف لغو سے، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انا کذلک نجزی المحسنینo انه من عبادنا المومنینo ثم اغرقنا الاخرینo﴾.

انا: حرف مشبہ واسم، کذلک: ظرف مستقر "جزاء" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، نجزی المحسنین: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انه: حرف مشبہ واسم، من عبادنا المومنین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ، ثم: عاطفہ، اغرقنا: فعل بافاعل، الاخرین: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان من شیعته لابراهیمo اذ جاء ربه بقلب سلیمo اذ قال لابیه وقومه ماذا تعبدونo﴾.

و: مستانفہ، ان: حرف مشبہ واسم، من شیعته: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، ابرهیم: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، اذ: مضاف، جاء ربه: فعل بافاعل ومفعول، بقلب سلیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر مبدل، اذ: مضاف، قال لابیه وقومه: قول، ما: اسم استفہام مبتدا، ذا: موصول، تعبدون: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر "اذکر" فعل محذوف کا ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ائفکا الھۃ دون اللہ تریدون٥ فما ظنکم برب العلمین٥﴾۔
ھمزہ: حرف استفہام،افکا:مفعول لہ مقدم،الھۃ:مفعول بہ مقدم،دون اللہ:ظرف مقدم،تریدون:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ، ف:عاطفہ،ما:استفہامیہ مبتدا،ظن: مصدر مضاف،کم:ضمیر مضاف الیہ فاعل،برب العلمین:ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فنظر نظرۃ فی النجوم٥فقال انی سقیم٥ فتولوا عنہ مدبرین٥﴾۔
ف:عاطفہ،نظر نظرۃ:فعل بافاعل ومفعول مطلق،فی النجوم:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،قال قول،انی:حرف مشبہ واسم،سقیم:خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،ف:عاطفہ،تولوا:فعل واؤضمیر ذوالحال،مدبرین:حال،ملکر فاعل،عنہ:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فراغ الی الھتھم فقال الا تاکلون٥﴾۔
ف:عاطفہ،راغ الی الھتم:فعل بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،قال قول،ھمزہ:حرف استفہام،لا تاکلون:فعل نفی بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿مالکم لا تنطقون٥﴾۔
ما: استفہامیہ مبتدا،لام: جار،کم:ضمیر ذوالحال،لا تنطقون: جملہ فعلیہ حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر قول محذوف"قال" کیلئے مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،"ای فلم ینطقوا فقال مالکم لاتنطقون"۔

﴿فراغ علیھم ضربا بالیمین٥ فاقبلوا الیہ یزفون٥ قال اتعبدون ما تنحتون٥﴾۔
ف:عاطفہ،راغ:فعل"ھو"ضمیر ذوالحال،ضربا:مصدر بمعنی فاعل بافاعل،بالیمین:ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ حال،ملکر فاعل،علیھم:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،اقبلوا:فعل واؤضمیر ذوالحال،یزفون: جملہ فعلیہ حال،ملکر فاعل،الیہ:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،قال قول،ھمزہ:حرف استفہام،تعبدون:فعل بافاعل،ما تنحتون: موصول صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔استفہام،تعبدون:فعل بافاعل،ما تنحتون:موصول صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿واللہ خلقکم وما تعملون٥ قالوا ابنوا لہ بنیانا فالقوہ فی الجحیم٥﴾۔
و: مستانفہ،اللہ:مبتدا،خلق:فعل بافاعل،کم:ضمیر معطوف علیہ،و:عاطفہ،ما تعملون:موصول صلہ،ملکر معطوف،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،قالوا قول،ابنوا لہ بنیانا:فعل امر بافاعل وظرف لغو ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ف:عاطفہ،القوہ:فعل امر بافاعل ومفعول،فی الجحیم:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فارادوا بہ کیدا فجعلنھم الاسفلین٥ وقال انی ذاھب الی ربی سیھدین٥﴾۔
ف:عاطفہ،ارادوا بہ:فعل بافاعل وظرف لغو،کیدا:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،جعلنھم:فعل بافاعل ومفعول،الاسفلین:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ معطوف علی محذوف"فخرج من النار سالما"قال:قول،انی:حرف مشبہ واسم،ذاھب:اسم فاعل، بافاعل،الی: جار،ربی:ذوالحال،سیھدین: جملہ فعلیہ حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿رب ھب لی من الصلحین٥ فبشرنہ بغلم حلیم٥﴾۔
رب: نداء،ھب:فعل امر بافاعل،لی:ظرف لغو،من الصلحین:ظرف مستقر"ولدا"موصوف محذوف کی صفت،ملکر مفعول،ملکر

جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فاستجبنالہ" بشرنہ: فعل بافاعل ومفعول، بغلم حلیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلما بلغ معه السعی قال یبنی انی اری فی المنام انی اذبحک﴾.

ف: مستانفہ، لما: ظرفیہ شرطیہ، بلغ: فعل بافاعل، معه: ظرف متعلق بمحذوف حال مقدم، السعی: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، قال: قول، یبنی: نداء، انی: حرف مشبہ واسم، اری فی المنام: فعل بافاعل وظرف لغو، انی اذبحک: جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿فانظر ماذا تری قال یابت افعل ماتومر ستجدونی ان شاء الله من الصبرین٥﴾.

ف: فصیحیہ، انظر: فعل امر بافاعل، ماذا: اسم استفہام مفعول مقدم، تری: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، قال: قول، یابت: نداء، افعل: فعل امر بافاعل، ماتومر: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء اول، ستجدونی: فعل بافاعل ومفعول، من الصبرین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء ثانی، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ان: شرطیہ، شاء الله: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فتجدنی من الصبرین" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ معترضہ۔

﴿فلما اسلما وتله للجبین٥﴾.

ف: عاطفہ، لما: شرطیہ ظرفیہ، اسلما: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تلہ: فعل بافاعل، "ہ" ضمیر ذوالحال، للجبین: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا محذوف "ظهر صبر هما" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ونادینه ان یابرٰهیم٥ قد صدقت الرءیا انا کذلک نجزی المحسنین٥﴾.

و: عاطفہ، نادینه: فعل بافاعل ومفعول، ان: مفسرہ، یابرهیم: نداء، قد: تحقیقیہ، صدقت الرءیا: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر ان مفسرہ سے، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، انا: حرف مشبہ واسم، کذلک: ظرف مستقر "جزاء" کیلئے صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، نجزی المحسنین: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان هذا لهو البلؤا المبین٥ وفدینه بذبح عظیم٥﴾.

ان هذا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، هو: مبتدا، البلوا المبین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، فدینه: فعل بافاعل ومفعول، بذبح عظیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وترکنا علیه فی الاخرین٥ سلم علی ابرهیم٥﴾.

و: عاطفہ، ترکنا: فعل بافاعل، علیه: ظرف مستقر "ثناء" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول، فی الاخرین: ظرف مستقر فی محل نصب مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، سلم: مبتدا، علی ابرهیم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ قول محذوف "یقال له هذا فی الاخرین" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿کذلک نجزی المحسنین٥ انه من عبادنا المومنین٥﴾.

کذلک: ظرف مستقر "جزاء" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، نجزی المحسنین: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انه: حرف شبہ واسم، من: جار، عبادنا: موصوف، المومنین: صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وبشرنه باسحق نبیا من الصلحین٥ وبرکنا علیه وعلی اسحق﴾.

و: عاطفہ، بشرنہ: فعل با فاعل ومفعول، ب: جار، اسحق: ذوالحال، نبیا: حال اول، من الصلحین: ظرف مستقر حال ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، بٰرکنا: فعل با فاعل، علیہ: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، علی اسحق: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن ذریتھما محسن وظالم لنفسہ مبین٥﴾۔

و: عاطفہ، من ذریتھما: ظرف مستقر خبر مقدم، محسن: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ظالم لنفسہ: شبہ جملہ موصوف، مبین: صفت، ملکر معطوف، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت نوح علیہ السلام کا بارگاہ الٰہی میں عرض کرنا:

۱..... حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں اپنی قوم کی ہلاکت کے لئے دعا کی چنانچہ ارشاد فرمایا: ﴿رب انی دعوت قومی لیلا ونھارا فلم یزدھم دعائی الا فرارا﴾ عرض کی اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن بلایا تو میرے بلانے سے انہیں بھاگنا ہی بڑا (نوح:۵تا٦) ﴿رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا﴾ اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ (نوح:٢٦) ﴿فلنعم المجیبون﴾ تو کیا ہی اچھے قبول فرمانے والے (الصافات:۷۵) پس ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اور ہم نے ان کی قوم کو ہلاک کردیا چنانچہ ارشاد فرمایا ﴿فنجیناہ واھلہ اجمعین﴾ تو ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات دی (الشعراء:۱۷۰) یعنی نوح علیہ السلام کے اہل جو کہ ان کی کشتی میں سوار تھے، اور ہم نے ان کی یاد پچھلوں میں کردی اور ان کی تعداد کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

☆..... اللہ عزوجل نے فرمایا ﴿من الکرب العظیم﴾ یعنی نوح کو بُری اور ناپسندیدہ باتوں سے جو کافروں میں پائی جاتی تھیں پناہ دی، اور طوفان کی آزمائش سے بھی نجات دی اور اس طوفان میں غرق ہونے سے نجات دی جو ان کی قوم کو ہلاک کر گیا۔ (الطبری، الجزء:٢٣، ص ٨٠)

علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں:

حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول تھے جنہوں نے اپنی قوم کے ایمان لانے کی امید سے مایوس ہو کر دعا فرمائی پس ہم نے ان کی دشمنوں پر مدد کرنے اور ان کے دشمنوں سے انتقام لینے کے ذریعے مدد فرمائی۔ (روح البیان، ج٧، ص ٥٤٨)

حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد کا بیان:

۲..... حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سام اہل عرب کے باپ، حام ابوالحبش اور یافث ابوالروم ہیں"۔

☆..... ابوہریرہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حضرت نوح کے تین بیٹے ہوئے: سام اہل عرب، روم وفارس کے باپ ہوئے اور ان میں خیر رہی، یافث یاجوج ماجوج، ترک اور صقالبہ کے باپ ہوئے اور ان میں خیر نہ رہی، اور حام قبط، بربر اور سودان کے باپ ہوئے۔

☆..... ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام غسل فرما رہے تھے کہ انہیں ان کے صاحبزادے نے دیکھا، پس حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: تو مجھے غسل کرتے دیکھتا ہے؟ اللہ تیرا رنگ جلادے، پس سیاہ رنگ کے ہوئے جس کے باعث انہیں ابوالسودان کہا گیا۔ (الدر المنثور، ج٥، ص ٥٢٤ وغیرہ)

☆......کہا جاتا ہے کہ کشتی میں جو کوئی سوار تھے سب ہلاک کر دیئے گئے سوائے ان کے بیٹے اور ان کی بیویوں کے، اور انہی کی نسل قیامت تک باقی رہیں گی۔ قتادہ کہتے ہیں: باقی رہنے والی حضرت نوح علیہ السلام کی ذریت تھی جو کہ تین بیٹے کی صورت میں تھے، سام، حام اور یافث۔ پس سام اہل عرب، روم، فارس، یہود ونصاری کے باپ ہوئے، حام مشرق سے مغرب، سند، ہند، نوبہ، زنج، حبشہ، قبط، بربر وغیرہ کے باپ ہوئے اور یافث ترک، خزر، یاجوج ماجوج کے باپ ہوئے۔ (روح البیان، ج۷، ص ۵٤۸)

تمام انسان حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں، ابن عباس کہتے ہیں کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو جو آدمی اور عورتیں ان کے ساتھ کشتی میں تھے سوائے حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد اور ان کی بیویوں کے سب ہلاک ہو گئے۔ (الخازن، ج٤، ص ۲۰)

حضرت ابراهیم علیہ السلام کا حضرت نوح علیہ السلام کے گروہ سے ہونا:

۳......حضرت ابراہیم علیہ السلام ان لوگوں میں سے تھے جو ایمان، اصول دین یا تمام فروع یا اکثر فروع میں حضرت نوح علیہ السلام کے پیروکار تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان دو ہزار چھ سو چالیس سال کی مدت ہے، ان کے مابین حضرت ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام بھی تشریف لائے تھے۔ (المظھری، ج٦، ص ۹۵)

حضرت ابراهیم علیہ السلام کی قوم ستارہ پرست تھی یا!

٤......حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم ایک واحد حقیقی کی عبادت میں شک کرتے ہوئے کئی معبود کی عبادت کرتی تھی، اور بتوں کو اللہ کا شریک جانتی تھی اور ان کی قوم ستاروں کی تعظیم کی بھی قائل تھی اور ان کا یہ اعتقاد تھا کہ مخصوص ستارے بلندی و پستی، خیر و شر کے پہنچانے کے قائل ہیں۔ انہوں نے ہر ستارے جس سے کسی قسم کا انہیں گمان قائم تھا اس کی شکل کا بت تراش لیا تھا جس کی عبادت کرتے تھے اور ان کی ذریت میں بھی یہی سلسلہ چل رہا تھا۔ بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیغام بھیجا کہ کل ہمارا عید کا دن ہے تم میلے میں ضرور حاضر ہونا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارے کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ جب بھی یہ ستارہ طلوع ہوتا ہے میں بیمار ہو جاتا ہوں، پس بادشاہ کے کارندے چلتے بنے۔ (روح المعانی، الجزء:۲۳، ص ۱۳٦، ملخصاً وملتقطاً)

حضرت ابراهیم علیہ السلام کا اپنی جانب بیماری کی نسبت کرنا:

۵......حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیماری کی نسبت اپنی جانب کی، اس کی درج ذیل توجیہات ہو سکتی ہیں:

(۱)......عید کے دن میلے سے رہ جانے کی غرض سے فرمایا اور آپ اس معاملے میں سچے تھے کیونکہ عموماً اسی وقت میں آپ بیمار ہوتے تھے۔ (۲)......حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم علم نجوم پر اعتماد رکھتی تھی اور اسکی تاثیر کا اعتقاد رکھتی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود کو اس بُرائی سے روکنے کی غرض سے بیمار ہونے کا ارشاد فرما دیا۔ (۳)...... سقیم بمعنی میت ہے، یعنی اللہ عزوجل نے قرآن میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا ہے: ﴿انی سقیم میں بیمار ہونے والا ہوں (الصفت:۸۹)﴾، اسی طرح اس آیت کا معنی ہوگا کہ میری روح قبض ہونے والی ہے۔ (۴)...... سقیم بمعنی سقیم القلب یعنی میرا دل اپنے رب کی معرفت نہیں رکھتا، اور یہ بلوغ سے قبل کا معاملہ ہے۔ (۵)......لوگ ایک مخصوص ستارے کی تاثیر کا عقیدہ رکھتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کی وجہ سے بیماری محسوس کرتے تھے لہذا فرمایا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں۔ (٦)......حضرت ابراہیم علیہ السلام نے "سقیم" یعنی دل کا مرض ہونے کا بظاہر اقرار کیا، اور اس کا سبب یہ تھا کہ قوم کفر و شرک پر جمع ہو چکی تھی۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ارشاد فرمایا: ﴿لعلک باخع نفسک کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے (الشعراء:۳)﴾۔ (الرازی، ج۹، ص ۳٤۱ وغیرہ)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کے بظاھر تین جھوٹ:

۶...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین (بہ ظاہر) جھوٹ بولے، ان میں سے دو جھوٹ اللہ کی خاطر تھے، انہوں نے کہا ﴿انی سقیم﴾ اور کہا ﴿بل فعلہ کبیرھم﴾ بلکہ یہ کام ان کے بڑے نے کیا ہے (الانبیاء:۶۳)﴾۔ (درحقیقت آپ علیہ السلام نے خود بت توڑے تھے)۔ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی سارہ سفر کر رہے تھے، ان کا گزر ایک ظالم بادشاہ کے ملک میں ہوا، اس بادشاہ کو بتایا گیا کہ ایک شخص آرہا ہے اور اس کی بیوی سب سے زیادہ خوبصورت ہے، اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلوا کر پوچھا کہ یہ عورت کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ میری بہن ہے، اور کہا اس وقت روئے زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن (جوڑا) نہیں ہے، اس بادشاہ نے مجھ سے تمہارے متعلق پوچھا تھا تو میں نے اس کو بتایا کہ تم میری بہن ہو (یعنی دینی بہن) سو تم مجھ کو جھٹلانا نہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب:قول اللہ تعالی واتخذوا من مقام، رقم:۳۳۵۸، ص ۵۶۰)

تین صورتوں میں جھوٹ بولنا جائز ہے یعنی اس میں گناہ نہیں:

☆...... ام کلثوم بنت عقبہ کہتی ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مواقع پر جھوٹ بولنے کی اجازت عطا فرمائی ہے جو کہ یہ ہیں: ''(۱)...... دو مسلمانوں میں صلح کرانے کی غرض سے صلح کرانے والا جھوٹ بول سکتا ہے، (۲)...... جنگ کے موقع پر مسلمانوں کی بہتری کی خاطر، (۳)...... میاں بیوی میں صلح کرانے کی غرض سے جھوٹ بولا جاسکتا ہے''۔

(المعجم الکبیر، عن ام کلثوم بنت عقبۃ، الحرف المیم، من اسمہ محمد، الجزء:الف، ج۱،ص ۷۰)

فتاوی ھندیہ میں ہے: درج تین مواقع پر جھوٹ بولنا جائز ہے جو کہ یہ ہیں: (۱)...... جنگ کی صورت میں کہ یہاں اپنے مدمقابل کو دھوکہ دینا جائز ہے، اسی طرح جب ظالم ظلم کرنا چاہتا ہو اس کے ظلم سے بچنے کے لئے بھی جائز ہے۔ (۲)...... دو مسلمانوں میں اختلاف ہے اور یہ ان دونوں میں صلح کرانا چاہتا ہے، مثلاً ایک کے سامنے یہ کہہ دے کہ وہ تمہیں اچھا جانتا ہے، تمہاری تعریف کرتا تھا، یا اس نے تمہیں سلام بھیجا ہے، اور دوسرے کے پاس بھی اسی قسم کی باتیں کرے تاکہ دونوں میں عداوت کم ہو جائے اور صلح ہو جائے۔ (۳)...... بی بی کو خوش کرنے کے لئے کوئی بات خلاف واقعہ کہہ دے۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ، الباب السابع عشر فی الغناء، ج۵،ص ۴۳۲)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کے لئے آگ گلزار ھوگئی:

۷...... آسمان، زمین، پہاڑ، فرشتے اللہ کے حضور عرض کرتے ہیں اے اللہ ابراہیم علیہ السلام کو جلایا جارہا ہے، اللہ نے جواباً فرمایا: ''میں جانتا ہوں''، اور تمہاری دعاؤں سے ان کی مدد ہوگی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آسمان کی جانب اپنا سر پاک بلند کیا اور عرض گزار ہوئے: ''اے اللہ، تو ایک ہے اور میں زمین میں ایک ہوں، تیرے سوا زمین میں کسی کی عبادت نہیں ہوتی، تو مجھے کافی ہے اور تو بہتر نگہبان ہے، پس جب انہیں آگ میں ڈال دیا گیا تو ندا ہوئی ''اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجا ہمارے ابراہیم پر''، جبرائیل امین علیہ السلام کہتے ہیں کہ ندا کرنے والا میں تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ بردا کے ساتھ سلاما کا لفظ استعمال نہ کیا جاتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سخت سردی کی وجہ سے انتقال فرماجاتے، اس دن ساری آگ بجھ گئیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایک آدمی جو کہ دراصل سایہ کرنے والا فرشتہ تھا کھڑا تھا جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چہرے انور سے پسینہ پونچنے کے لئے معمور کیا گیا تھا۔ بعض شارحین نے یہ بھی لکھا کہ سوائے رسیوں کے آگ سے کچھ نہ جلا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس دن میں آگ میں تھا اس دن کے سوا کسی دن میں ایسا انعام نہیں ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جس وقت آگ میں ڈالے گئے ان کی عمر سولہ سال تھی۔

(جامع البیان القرآن، الجزء ۱۷، ص ٥٤ وغیرہ)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا دین کی خاطر سفر کرنا:

۸..... اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کئی اقوال اپنے پاک کلام میں منقول فرمائے چنانچہ ایک قول یوں فرمایا:﴿انی ذاھب الی ربی میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں(الصفات:۹۹)﴾اس بارے میں مفسرین کے دو اقوال پائے جاتے ہیں۔(۱)......حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد بستی سے مفارقت کرنا تھا، اور معنی یہ تھا کہ میں اپنے رب کے دین کی جانب ہجرت کرنے والا ہوں۔(۲)......کلبی کہتے ہیں: میں اپنے رب کی عبادت کی غرض سے ہجرت کرنے والا ہوں، پس اسی بناء پر پہلے قول کی مراد یہ ہوگی کہ میں اپنے رب کی جانب تشریف لے جانے سے مراد بستی سے ہجرت کرنا تھی، اور اسی قسم کے فرمان کی اقتداء حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمائی چنانچہ ارشاد فرمایا:﴿کلا ان معی ربی سیھدین یوں ہی بیشک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے راہ دیتا ہے(الشعراء: ۶۲)﴾۔اور دوسرے قول کے معنی احوالِ قلبی کی رعایت کرنے کی غرض سے ہے، مراد یہ ہے کہ اعمال میں سے ہر ایک چیز فقط اللہ کی رضا جوئی کے لئے ہونی چاہیے، جیسا کہ اللہ کا فرمان:﴿انی وجھت وجھی للذی فطر السموت والارض میں نے اپنا مونھ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے(الانعام:۷۹)﴾۔ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اول قول اَوْلیٰ ہے کیونکہ مقصود اس آیت سے شام کی جانب ہجرت کرنا ہے۔اور اسی سے دین کی جانب ہدایت کو محمول کرنا بھی ہے، کیونکہ حقیقی معنوں میں دین کا پرچار اسی وقت ممکن ہے جب کہ اس پر حقیقی معنوں میں ثابت قدم بھی رہا جائے اور ھدایت سے مقصود دینی معاملات میں درجات عالیہ اور مراتب رفعیہ مراد ہیں۔(۳)......اللہ کا فرمان:﴿سیھدین﴾اس بات پر دلیل ہے کہ ھدایت صرف اللہ ہی کی جانب سے ہوتی ہے۔جیسا کہ ہمارے اصحاب نے کہا اور اسی طرح ھدایت کو ادلہ کے وضع کرنے اور اعذار سے ہٹنے کے لئے محمول نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ یہ سب ہی زمانہ ماضی میں حاصل ہونے والی چیزیں ہیں اور اس فرمان﴿سیھدین﴾میں ھدایت کو زمانہ مستقبل کے لئے خاص کیا گیا ہے، پس اس سے یہ لازم آرہا ہے کہ مذکورہ آیت میں ھدایت کو علم و معرفت قلبی سے محمول کرنے پر تحصیل حاصل لازم آئے گا، اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس آیت میں ھدایت کو رب کی جانب سے ہونے کے ساتھ جزم فرمایا ہے، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا نہیں فرمایا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرمان:﴿عسی ربی ان یھدینی سواء السبیل قریب ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ بتائے(القصص: ۲۲)﴾۔دونوں آیات کا فرق بیان کیجئے؟ ہم کہتے ہیں کہ بندے پر اللہ کی تجلیات ہوتی ہیں تو وہ اپنے مقصود کو جزم کرنے کے ساتھ ہی بیان کرتا ہے اور ایسا شخص جو عالمین کے معاملات سے بے پرواہ ہوتا ہے اور وہ اپنی ذات کو حقیر جانتا ہے، تو کسی معاملے میں جزم نہیں کرتا اور وہ امید و رضا ہی کو ظاہر کرتا ہے۔ (الرازی، ج۹، ص ۳٤٤ وغیرہ)

کس بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا؟

۹......علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ کس بیٹے کے ذبح کا حکم دیا گیا؟ اکثر علماء کا یہ مسلک ہے کہ ذبیح حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں، (۱)......ایک روایت کے مطابق ابن عباس بن عبدالمطلب، (۲)......عبداللہ بن عباس، (۳)......حضرت عبداللہ بن مسعود، (۴)......حضرت جابر بن عبداللہ، (۵)......حضرت علی بن ابی طالب، (۶)......حضرت عبداللہ بن عمر، (۷)......حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ۔ان سات صحابہ کا یہ نظریہ ہے کہ ذبیح حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں، اور تابعین میں سے (۱)......حضرت علقمہ، (۲)......سعید بن جبیر، (۳)...... کعب الاحبار، (۴)...... عکرمہ، (۵)...... القاسم بن ابی بزہ، (۶)...... عطاء، (۷)......مقاتل، (۸)...... عبدالرحمٰن بن سابط، (۹)......زہری، (۱۰)......سدی، (۱۱)......عبداللہ بن الھذیل، (۱۲)...... مالک بن انس رضی اللہ عنہ وغیرہم نے کہا

کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام ذبیح ہیں، اہل کتاب یہود ونصاری کا بھی اس پر اتفاق ہے، النحاس اور طبری وغیرہما کا بھی یہی مختار ہے، نبی کریم ﷺ، آپ کے اصحاب اور تابعین سے قوت کے ساتھ یہی مذکور ہے۔

دوسرے علماء جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے کے قائل ہیں ان میں صحابہ کرام میں سے (۱)......حضرت ابو ہریرہ، (۲)......حضرت ابو الطفیل، (۳)......حضرت عامر بن واثلہ، (۴)......حضرت عبداللہ بن عمر، (۵)......حضرت عبداللہ بن عباس کا یہی مختار قول ہے اور تابعین میں سے (۱)......سعید بن مسیب، (۲)......شعبی، (۳)...... یوسف بن مہران، (۴)...... مجاہد، (۵)......ربیع بن انس، (۶)......محمد بن کعب قرظی، (۷)......کلبی، (۸)......علقمہ وغیرہم کا یہی مختار قول ہے۔

اصمعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوعمرو بن العلاء سے پوچھا کہ ذبیح کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: اے اصمعی! تمہاری عقل کہاں چلی گئی، حضرت اسحٰق علیہ السلام مکہ میں کب آئے تھے؟ مکہ میں تو صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے، انہوں نے ہی اپنے والد کے ساتھ مل کر کعبہ معظمہ کی عمارت تعمیر فرمائی اور قربان گاہ بھی مکہ میں ہے، اور سید عالم ﷺ سے روایت ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے کا اس سے استدلال لایا گیا ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ صابرین میں سے ہیں نہ کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی، فرمایا: ﴿واسمعیل وادریس وذالکفل کل من الصبرین اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل وہ سب صبر والے تھے (الانبیاء: ۸۵)﴾، مزید حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صادق الوعد ہونے کی صفت بھی بیان فرمائی چنانچہ فرمایا: ﴿واذکر فی الکتب اسمعیل انه کان صادق الوعد وکان رسولا نبیا اور کتاب میں اسماعیل کو یاد کرو بیشک وہ وعدے کا سچا تھا اور رسول تھا غیب کی خبریں بتاتا (مریم: ۵۴)﴾۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام کو ذبیح کرنے کا قول کیونکر صحیح ہوسکتا ہے جب کہ ان کے بارے میں قرآن شاہد ہے کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کے بعد یعقوب ہونگے، گویا ان کی ذریت پہلے ہی بیان کردی گئی اگر وہ ذبح ہوئے ہیں تو اولاد کا سلسلہ کیسے کارگر ہوسکتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وبشرنه باسحق نبیا من الصلحین اور ہم نے اسے خوشخبری دی اسحاق کی کہ غیب کی خبریں بتانے والا (الصفات، ۱۱۲)﴾، ﴿فبشرنها باسحق ومن وراء اسحق یعقوب تو ہم نے اسے اسحاق کی خوشخبری دی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی (ھود: ۷۱)﴾۔ (القرطبی، الجزء: ۲۳، ص ۸۹ وغیرہ)

ابن کثیر لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس بردبار بیٹے کی بشارت دی گئی وہ حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے ہیں، اور تمام مسلمانوں کا اور تمام اہل کتاب کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام عمر میں حضرت اسحٰق علیہ السلام سے بڑے ہیں، بلکہ اہل کتاب کی کتابوں (مثلاً توریت میں) یہ تصریح ہے کہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک چھیاسی برس تھی اور جس وقت حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک ننانوے سال تھی، اور ان کے نزدیک یہ بات مقرر ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کریں، اس کے باوجود انہوں نے کذب اور بہتان سے کام لیتے ہوئے حضرت اسحٰق علیہ السلام کو ذبیح قرار دیا، اور ان کا یہ قول اس لئے صحیح نہیں ہے کہ یہ خود تورات کی تصریحات کے خلاف ہے، اور انہوں نے حضرت اسحٰق علیہ السلام کو اس لئے ذبیح کہا کہ وہ اسرائیلیوں کے والد ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام عربوں کے والد گرامی ہیں، اس لئے انہوں نے حسد کے باعث تحریف کی، اور انہوں نے اپنے اکلوتے بیٹے کا یہ معنی کیا کہ اس وقت وہ بیٹا باپ کے پاس نہ ہو، کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنی والدہ ماجدہ بی بی ہاجرہ کے ساتھ مکہ میں تھے، حالانکہ اکلوتے بیٹے کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس وقت تک آپ کا صرف ایک ہی بیٹا ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے ان کے

اکلوتے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صرف ایک ہی بیٹے تھے اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے، نیز پہلوٹی کا بیٹا دوسرے بیٹوں کی بہ نسبت زیادہ پیارا ہوتا ہے اس لئے اگر بیٹے کو ذبح کرانے سے باپ کی آزمائش اور امتحان مقصود ہے تو آزمائش کے زیادہ قریب یہ ہے کہ پہلوٹی کے بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا جائے اور چونکہ پہلوٹی کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اس لئے یہی ذبیح بھی ہیں۔ اہل علم کی ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں یہاں تک کہ یہ قول بعض صحابہ وتابعین کا بھی ہے، اس کا ذکر نہ قرآن میں ہے اور نہ ہی سنت میں ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ قول اسرائیلیات سے منقول ہے۔ بعض مسلم علماء نے بغیر کسی دلیل کے اس قول کی تائید کی ہے اور اللہ عزوجل کی کتاب اس بات پر دلیل پیش کرتی ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک بردبار بیٹے کی بشارت ہے اور پھر ان کو ذبح کرنے کا واقعہ ذکر کیا ہے، اور اس کے بعد حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دی ہے اور جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دی تو کہا ہم آپ کو علم والے بیٹے کی بشارت دیتے ہیں۔ (ابن کثیر، ج ٤، ص ١٩)

چھری کا حلق نہ کاٹنا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تھا:

۱۰۔۔۔۔۔ اگر کسی کے ذہن میں اعتراض رونما ہو کہ اللہ کے نبی کے خواب سچے ہوا کرتے ہیں جیسا کہ ماقبل بھی نبی کے خواب سے متعلق بحث مذکور ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب سچ نہ ہوا کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبح نہیں ہوئے؟ ہم کہتے ہیں کہ یقیناً حضرت اسماعیل علیہ السلام چھری سے ذبح نہ ہوئے لیکن اس کام کے لئے راضی تو رہے، صابر تو رہے اور مقصود یہی امتحان لینا تھا جس میں باپ بیٹا دونوں ہی کامیاب رہے یہ الگ بات ہے کہ اللہ عزوجل نے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے خاتم النبیین محبوب رب العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنا تھا۔ گویا کہ ایک طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام کا امتحان لیا دوسری جانب اپنی محبوب کے جد امجد کو صادق الوعد بھی قرار دلوایا۔

☆۔۔۔۔۔ حضرت واثلہ بن اسقع کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیشک اللہ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کنانہ کو منتخب کیا، اور کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم سے مجھ کو چن لیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب: فضل نسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: (٥٨٣٢)/٢٢٧٦، ص ١١٤١)

حضرت ابراھیم علیہ السلام کا مینڈھے کو ذبح کرنا:

۱۱۔۔۔۔۔ روایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آواز سنی تو آسمان کی طرف دیکھا، حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک سیاہ سینگوں والے دنبے کے ساتھ نظر آئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ تمہارے بیٹے کا فدیہ ہے اسے چھوڑ دیجئے اور اسے ذبح فرمایئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تکبیر بلند کی اور مینڈھے نے بھی تکبیر بلند کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی تکبیر بلند کی اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بھی تکبیر بلند کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مینڈھے کو پکڑا اور منی میں مذبح کے اندر چلے گئے پھر وہاں اسے ذبح کیا، فدیہ دینے والے حقیقت میں ابراہیم علیہ السلام تھے لیکن اللہ عزوجل نے فرمایا ہم نے فدیہ کے طور پر ذبیحہ دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عطا کرنے والا اللہ عزوجل تھا اور اس کا حکم کرنے والا بھی اللہ عزوجل تھا، یہ فدیہ میں مجاز یا نسبت میں مجاز کے طور پر ہے۔ (المظھری، ج ٦، ص ١٠٤)

اغراض:

مغلوب: بمعنی مقھور ہے۔ فانتصر: یعنی (اے اللہ!) ان سے انتقام لے۔

فالناس کلھم من نسلہ: اور یہی قابل اعتماد قول ہے، اور ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ حضرت نوح کی اولاد کے سوا جو بھی تھے وہ انہی کی

نسل میں شمار ہوتے ہیں۔

سام الخ: تینوں نام اسباب منع صرف میں سے علیت اور عجمہ ہیں اور فارس بھی علیت وتانیث کوشامل ہے کیونکہ یہ قبیلے کا نام ہے۔

والخزر: خاء اورزاء کی فتح کے ساتھ اوراس کے بعد رائے مہملہ، اور یہی صحیح نسخے میں ہے اور یہی ٹھیک ہے، بعض نسخوں میں خزرج ہے جو کہ فحش ترین تحریف ہے کیونکہ الخزرج عربی جملہ ہے، اور الخزر کے معنی چھوٹی آنکھ والا ہونا ہے۔

وما ھنالک: مراد وہ قوم ہے جو یاجوج ماجوج کے پاس ہونگے، پس جب ان پرسورج طلوع ہوگا تو زمین کے تہہ خانوں میں چلے جائیں گے اور جب سورج چلا جائے گا تو اپنے کسب معاش اور کھیتیوں کی جانب نکل جائیں گے ،ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد برہنہ قوم ہے جو ایک دوسرے کے لئے لحاف بنتے ہیں۔ثناء حسنا: اس جملے میں محذوف مفعول "ترکنا" کی جانب اشارہ ہے۔

ای ممن تبعہ: مراد پیروی کرنے والے لوگ ہیں۔

فی اصل الدین: حضرت نوح وابراہیم کے دین یعنی توحید میں کوئی فرق نہیں اگرچہ فروعی معاملات مثلاً نماز وغیرہ کے احکام ومسائل میں تبدیلی ہوسکتی ہے۔

وھو الفان: یہ دواقوال میں سے ایک قول ہے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ دونوں کے مابین ایک ہزار ایک سو بیالیس سال کا فاصلہ ہے۔

وکان بینھما ھود وصالح: یعنی حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے تین حضرات انبیائے کرام، جیسے ادریس، شیث اور آدم، پس چھ کے چھ حضرات انبیائے کرام حضرت ابرہیم علیہ السلام سے پہلے ہوئے ہیں۔

ای تابعہ مجیئہ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ظرف محذوف "شعیتہ" کے متعلق ہے، اور یہ بھی درست ہے کل جملہ "شیعتہ" کے متعلق ہو، لیکن اس صورت میں ظرف اور متعلق کے مابین اجنبی فصل "ابراھیم" ہونا چاہیے اور یہ بھی لازم ہے کہ اس صورت میں ماقبل وبعد لام ابتدائیہ میں عمل ہو، میں (علامہ صاوی) یہ کہوں گا کہ جس قدر ظرف میں وسعت پائی جاتی ہے بالکل اسی قدر کسی دوسرے میں وسعت نہیں پائی جاتی۔

من الشک وغیرہ: دیگر گندگیوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے دل کا اللہ کی وحدانیت کی گواہی دینے سے رہ جانا۔

فی ھمزیتہ ما تقدم: دو ہمزہ کی تحقیق اور دوسرے ہمزہ کی الف کے ساتھ تسہیل یا ترک کے ساتھ ہونا۔

اذعبدتم غیرہ: یعنی غیر کی عبادت کے وقت میں۔

انہ یترککم بلا عقاب: "ظن" کا معمول ہے، معنی یہ ہے کہ یعنی تمہیں کس وجہ سے یہ گمان ہے کہ اللہ تمہیں غیر خدا کی عبادت کرنے کے باوجود بغیر عذاب کئے چھوڑ دے گا۔

فخرجوا الی عید لھم: وہ لوگ بصرہ وکوفہ کے مابین ایک بستی میں تھے جسے "ھرمز" کہتے ہیں۔

ساسقم: اس قول ﴿انی سقیم﴾ کا جواب ہے جب کہ حال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں یہ صفت نہ پائی جاتی تھی؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دونگا کہ مراد سقیم القلب ہونا ہے یعنی مراد یہ ہے کہ میں بیمار دل نہیں کیونکہ تمہاری عبادت سے نہ تو کچھ فائدہ ہے اور نہ ہی نقصان، اور ایک قول یہ بھی ہے مراد یہاں مخصوص سقیم ہونے کی صفت پایا جانا ہے مراد طاعون کی بیماری ہے ،پس لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے خوفزدہ ہوکر دور بھاگنے لگے یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تنہا رہ گئے۔

وھی الاصنام: بتوں کی کل تعداد بہتر تھی، جن میں سے بعض پتھر، بعض لکڑی، بعض سونے، بعض چاندی، بعض لوہے، بعض پیتل، بعض سیسے، کے تھے اور سب سے بڑا بت سونے وجواہرات سے مرصع تھا اور اس کی آنکھیں یاقوت کی تھیں۔

بالقوۃ: بمعنی بالقدرۃ ہے۔ **اضرموہ بالنار:** یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لئے آگ میں ڈال دو معاذ اللہ۔

فقالوا نحن نعبدھا: جیسا کہ ماقبل حضرات انبیائے کرام کی قوموں میں بتوں کی عبادت کی جاتی تھی۔

موبخا: زجر کرتے ہوئے فرمایا کہ تم خود ہی لکڑی لاکر اس کے نقشے بنا کر معبود سمجھ کر پوجنے لگتے ہو؟ جب کہ بت بنائے جانے سے قبل یہ لکڑی تمہاری معبود نہیں ہوتی جو کہ نہ نفع دے اور نہ ہی نقصان پہنچائے۔

المقهورین: ان کے مکر کو باطل قرار دینے کے لئے، پر ہم نے آگ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی و سلامتی والی کردیا۔

فخرج: معنی یہ ہے کہ جب آگ میں جلنے سے محفوظ رہے، اور قوم میں سے کوئی ہدایت پر نہ آیا، تو اپنے بھتیجے لوط اور بی بی سارہ کے ساتھ ملک شام ہجرت فرمائی اور یہ سب سے پہلے راہ خدا میں ہجرت کرنے والے تھے۔

الی حیث امرنی ربی: یعنی جس جگہ مجھے میرے رب نے ہجرت کرنے کا حکم دیا۔

ای رائت: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ "الرؤیا" فعل کی شکل میں وارد ہوا ہے، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رات کے خواب کو بیان کیا، کہ ان سے ایک کہنے والا کہتا ہے: "اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرو، جب صبح ہوئی تو انہیں فکر لاحق ہوئی کہ اللہ نے ہی یہ حکم دیا ہے، پھر دوسری رات بھی ایسا ہی ہوا اور پھر تیسری رات بھی ایسا ہی ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا ﴿یا بنی﴾ پس تینوں رات یہی حکم دیا گیا، پس ایک رات "الترویة بمعنی تروی"، دوسری رات "عرفة بمعنی عرف" اور تیسری رات "النحر بمعنی نحر" کے الفاظ سنائے گئے۔

شاورہ لیأنس: یعنی اللہ کی راہ میں صبر و عزیمت کی پہچان مراد ہے۔

وامر السکین: یہ دو مشہور اقوال میں سے ایک ہے، جس کا بیان ماقبل حضرت ابن عباس کے حوالے سے ہو چکا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ چھری کو حکم نہ کیا گیا تھا بلکہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو ذبح کرنے کی غرض سے لٹایا اور چھری ان کے گلے پر پھیری تو جس طرح آگ نے ابراہیم علیہ السلام کو نہ جلایا تھا بالکل اسی طرح چھری نے ان کے صاحبزادے کے گلے کو نہ کاٹا۔

فجملة نادیناہ جواب لما: یہ تین وجوہات میں سے ایک وجہ ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں محذوف "ظهر صبرهما بمعنی لهما الاجر" ہے اور ثالث یہ کہ ﴿وتله للجبین﴾ واو کی زیادتی کے ساتھ ہے۔

بافراج الشدة: مناسب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ تکلیف کو دور کرنا، کیونکہ فرج فعل تخفیف و تشدید کے ساتھ آتا ہے اور اس کا مصدر التفریج یا الفرج ہے۔

فذبحه السید ابراهیم: اس کے کچھ باقیات کعبہ پر معلق کئے گئے تھے پھر جب ابن زبیر کے زمانے میں جب کعبہ مشرفہ کو آگ لگ گئی تو اس مینڈھے کے باقیات کو درندے پرندے کھا گئے، کیونکہ جنتی انعام کو آگ نہیں جلاتی۔

مکبرا: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چند کلمات تعلیم فرمائے جو کہ یہ ہیں: الله اکبر، الله اکبر، الله اکبر، لا اله الا الله الله اکبر، پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے الله اکبر ولله الحمد فرمایا اور یہی ان کی سنت ہو گئی۔

استدل بذلک: یہی امام شافعی کا مذہب ہے کہ ذبیح حضرت اسحق علیہ السلام نہیں تھے، جب کہ امام اعظم کا مذہب یہ ہے کہ ﴿وبشرنه باسحق﴾ میں اس قسم کی کوئی دلیل نہیں ہے، اس لئے کہ حضرت اسحق علیہ السلام کے حوالے سے دو مرتبہ بشارت دی گئی ہے ایک مرتبہ وجودی اور دوسری مرتبہ باعتبار نبوت کے بشارت دی گئی۔

(الصاوی، ج۵، ص۱۲۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۸

﴿ولقد مننا علی موسی وھرون (۱۱۴)﴾ بِالنُّبُوَّةِ ﴿ونجینھما وقومھما﴾ بَنِی اِسْرَائِیلَ ﴿من الکرب العظیم (۱۱۵)﴾ اَی اِستِعبَادِ فِرعَونَ اِیَّاھُم ﴿ونصرنھم﴾ علی القِبطِ ﴿فکانوا ھم الغلبین (۱۱۶) واتینھما الکتب المستبین (۱۱۷)﴾ البَلِیغَ البَیَانَ فِیمَا اَتٰی بہ مِنَ الحُدُودِ وَالْاَحْکَامِ وَغَیرِھِمَا وھوَ التَّورَاۃُ ﴿وھدینھما الصراط﴾ الطَّرِیقَ ﴿المستقیم (۱۱۸) وترکنا﴾ اَبقَینَا ﴿علیھما فی الاخرین (۱۱۹)﴾ ثَنَاءً حَسَنًا ﴿سلم﴾ مِنَّا ﴿علی موسی وھرون (۱۲۰) انا کذلک﴾ کَمَا جَزَینَاھُمَا ﴿نجزی المحسنین (۱۲۱) انھما من عبادنا المؤمنین (۱۲۲) وان الیاس﴾ بِالھَمزِ اَوَّلَہٗ وَتَرکُہٗ ﴿لمن المرسلین (۱۲۳)﴾ قِیلَ ھُوَ ابْنُ اَخِی ھَارُونَ اَخِی موسٰی واُرسِلَ اِلٰی قَومٍ بِبَعْلَبَکَّ وَنَوَاحِیھَا ﴿اذ﴾ مَنصُوبٌ بِاُذْکُرْ مُقَدَّرًا ﴿قال لقومہ الا تتقون (۱۲۴)﴾ اللّٰہَ ﴿اتدعون بعلا﴾ اِسمُ صَنَمٍ لَھُم مِن ذَھَبٍ وَبِہٖ سُمِّیَ البَلَدُ مُضَافًا اِلٰی بَکٍّ اَی اَتَعْبُدُونَہٗ ﴿وتذرون﴾ تَتْرُکُونَ ﴿احسن الخالقین (۱۲۵)﴾ فَلَا تَعبُدُونَہٗ ﴿اللّٰہ ربکم ورب ابائکم الاولین (۱۲۶)﴾ بِرَفعِ الثَّلَاثَۃِ عَلٰی اِضمَارِ ھُوَ وَبِنَصبِھَا عَلَی البَدَلِ مِن اَحسَنَ ﴿فکذبوہ فانھم لمحضرون (۱۲۷)﴾ فِی النَّارِ ﴿الاعباد اللّٰہ المخلصین (۱۲۸)﴾ اَیِ المُؤمِنِینَ مِنھُم فَاِنَّھُم نَجَوا مِنھَا ﴿وترکنا علیہ فی الاخرین (۱۲۹)﴾ ثَنَاءً حَسَنًا ﴿سلم﴾ مِنَّا ﴿علی ال یاسین (۱۳۰)﴾ ھُوَ اِلیَاسُ المُتَقَدِّمُ ذِکرُہٗ وَقِیلَ ھُوَ مَن آمَنَ مَعَہٗ فَجُمِعُوا مَعَہٗ تَغلِیبًا کَقَولِھِم لِلمُھَلَّبِ وَقَومِہِ المُھَلَّبُونَ وعلٰی قِرَاءَۃِ آلِ یاسِینَ بِالمَدِّ اَی اَھلِہٖ والمُرَادُ بِہٖ اِلیَاسُ اَیضًا ﴿انا کذلک﴾ کَمَا جَزَینَاہُ ﴿نجزی المحسنین (۱۳۱) انہ من عبادنا المؤمنین (۱۳۲) وان لوطا لمن المرسلین (۱۳۳)﴾ اُذکُرْ ﴿اذ نجینہ و اھلہ اجمعین (۱۳۴) الا عجوزا فی الغبرین (۱۳۵)﴾ البَاقِینَ فِی العَذَابِ ﴿ثم دمرنا﴾ اَھلَکْنَا ﴿الاخرین (۱۳۶)﴾ کُفَّارَ قَومِہٖ ﴿وانکم لتمرون علیھم﴾ اَی عَلٰی آثَارِھِم وَمَنَازِلِھِم فِی اَسفَارِکُم ﴿مصبحین (۱۳۷)﴾ اَی وَقتَ الصَّبَاحِ یَعنِی بِالنَّھَارِ ﴿وبالیل ط افلا تعقلون (۱۳۸)﴾ یَا اَھلَ مَکَّۃَ مَا حَلَّ بِھِم فَتَعتَبِرُونَ بِہٖ.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان فرمایا (انہیں نبوت عطا فرما کر......۱......) اور انہیں اور ان کی قوم (بنی اسرائیل) کو بڑی سختی سے نجات دی (فرعون کے انہیں غلام بنا لینے کے ظلم سے......۲......) اور ان کی ہم نے مدد فرمائی (قبطیوں کے خلاف) تو وہی غالب ہوئے اور ہم نے ان دونوں کو روشن کتاب عطا فرمائی (بلیغ البیان جس میں حدود اور احکام کا بیان تھا، مراد اس سے تورات شریف ہے) اور ان کو سیدھی راہ دکھائی (الصراط بمعنی الطریق ہے) اور باقی رکھی (ترکنا بمعنی ابقینا ہے) پچھلوں میں ان کی (تعریف) سلام ہو (ہماری طرف سے) موسیٰ اور ہارون پر ہم اسی طرح (جیسا کہ ہم نے ان دونوں کو صلہ دیا) ہم صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بیشک وہ دونوں ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہیں اور بیشک الیاس......۳......(الیاس ہمزہ قطعی اور وصلی دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) پیغمبروں سے ہے (ایک قول کے مطابق وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے تھے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ کوئی اور صاحب ہیں جنہیں بعلبک اور اس کے نواحی علاقوں میں رہنے والی قوم کے پاس رسول بنا کر بھیجا گیا تھا، یاد کرو) جب (اذ فعل مقدر اذکر کی وجہ سے منصوب ہے) اس نے اپنی قوم سے فرمایا کیا تم (اللہ عزوجل

سے) ڈرتے نہیں کیا بعل......الخ......کو پوجتے ہو (یہ سونے سے بنے ایک بت کا نام تھا، اس نام کے ساتھ بک لگا کر شہر کا نام بعلبک رکھ دیا گیا یعنی کیا تم اسے پوجتے ہو) اور چھوڑتے ہو (تذرون بمعنی تترکون ہے) سب سے اچھا پیدا کرنے والے اللہ کو (تم اس کی عبادت نہیں کرتے) جو رب ہے تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا (ھو ضمیر کو محذوف ماننے کی صورت میں مذکورہ تینوں مقامات کو مرفوع اور احسن سے بدل قرار دینے کی صورت میں انہیں منصوب پڑھا گیا ہے) پھر انہوں نے اسے جھٹلایا تو وہ ضرور حاضر کیے جائیں گے (آگ میں) مگر اللہ کے مخلص بندے (یعنی ان میں سے جو مسلمان ہیں وہ آگ سے نجات پائیں گے) اور ہم نے باقی رکھی اس کی (تعریف) پچھلوں میں، سلام ہو (ہماری جانب سے) الیاس پر (ایک قول یہ ہے کہ یہ وہی حضرت الیاس ہیں جن کا ماقبل ذکر ہوا، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت الیاس اور آپ پر ایمان لانے والے مراد ہے انہیں آپ علیہ السلام کے ساتھ تغلیباً جمع کر دیا گیا ہے جیسا کہ نحاۃ کا قول مہلب اور اس کی قوم کے لیے مہلبون کا لفظ استعمال کرتے ہیں، ایک قرات میں الف لام یاسین مد کے ساتھ ہے یعنی اہل الیاس اس صورت میں بھی اللہ کی عبادت کرتے ہیں، یا "سین" سے مراد حضرت الیاس ہیں) بیشک ہم اسی طرح (جیسا کہ ہم نے ان کو صلہ دیا) صلہ دیتے ہیں نیکوں کو بیشک وہ ہمارے اعلیٰ درجہ کے کامل الایمان بندوں میں ہے اور بیشک لوط پیغمبروں میں ہے (یاد کرو) جب کہ ہم نے اسے اور اس کے سب گھر والوں کو نجات بخشی مگر ایک بڑھیا کہ (عذاب میں) رہ جانے والوں میں رہی (الغبرین بمعنی الباقین ہے) پھر ہم نے ہلاک فرمادیا (دمرنا بمعنی اھلکنا ہے) دوسروں کو (یعنی ان کی قوم کے کافروں کو) اور بیشک تم ان پر (یعنی ان کے آثار اور ان کے مقامات پر دوران سفر) گزرتے ہو صبح کو (بوقت صبح یعنی دن کو) اور رات میں تو کیا تمہیں (اے اہل مکہ) عقل نہیں (کہ تم ان پر نازل ہونے والے عذاب کو سمجھو اور اس سے عبرت حاصل کرو)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد مننا علی موسی وھرونo﴾۔

و: مستانفہ، ل: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، مننا: فعل با فاعل، علی موسی وھرون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "واللہ" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ونجینھما وقومھما من الکرب العظیمo ونصرنھم فکانوا ھم الغلبینo﴾۔

و: عاطفہ، نجینا: فعل با فاعل، ھما: معطوف علیہ، و: عاطفہ، قومھما: معطوف، ملکر مفعول، من الکرب العظیم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، نصرنھم: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، کانوا: فعل ناقص با اسم، ھم: ضمیر فصل، الغلبین: خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واتینھما الکتب المستبینo وھدینھما الصراط المستقیمo﴾۔

و: عاطفہ، اتینھما: فعل با فاعل ومفعول، الکتب: موصوف، المستبین: صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ھدینھما: فعل با فاعل ومفعول، الصراط المستقیم: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وترکنا علیھما فی الاخرین o سلم علی موسی وھرونo انا کذلک نجزی المحسنینo انھما من عبادنا المومنینo﴾۔

وترکنا......الخ: اس کی ترکیب آیت نمبر ۱۰۸ میں گزری، سلم: مبتدا، علی موسی وھرون: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انا کذلک......الخ: اس آیت کی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۸۰، میں گزری، انھما......الخ: اس کی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۱۱۱، میں

گزری۔

﴿وان الیاس لمن المرسلینo﴾۔

و: عاطفہ، ان الیاس: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، من المرسلین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اذ قال لقومہ الا تتقون اتدعون بعلا وتذرون احسن الخالقینo اللہ ربکم ورب ابائکم الاولینo﴾۔

اذ: مضاف، قال لقومہ: قول، ھمزہ: حرف استفہام، لاتتقون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ اول، ھمزہ: حرف استفہام، تدعون بعلا: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تذرون: فعل بافاعل، احسن الخالقین: مبدل منہ، اللہ: مبدل منہ ثانی، ربکم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، رب ابائکم الاولین: معطوف، ملکر بدل، ملکر پھر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ ثانی، ملکر مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فکذبوہ فانھم لمحضرونo الا عباد اللہ المخلصینo﴾۔

ف: عاطفہ، کذبوا: فعل واؤ ضمیر مستثنی منہ، الا: اداۃ استثناء، عباد اللہ: موصوف، المخلصین: صفت، ملکر مستثنی، ملکر فاعل، ہ: ضمیر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: فصیحیہ، انھم: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، محضرون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وترکنا علیہ فی الاخرینo سلم علی ال یاسینo انا کذلک نجزی المحسنینo انہ من عبادنا المومنینo﴾۔

وترکنا......الخ: اس آیت کی ترکیب نمبر ۱۰۸، میں گزری، سلم: مبتدا، علی ال یاسین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انا کذلک:......الخ: ان دونوں آیت کی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۸۰، ۸۱، میں گزری۔

﴿وان لوطا لمن المرسلینo اذ نجینہ واھلہ اجمعینo الا عجوزا فی الغبرینo﴾۔

و: عاطفہ، ان لوطا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، من المرسلین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، اذ: مضاف، نجینا: فعل بافاعل، ہ: ضمیر مفعول، واھلہ: مؤکد، اجمعین: تاکید، ملکر مستثنی منہ، الا: اداۃ استثناء، عجوزا: موصوف، فی الغبرین: ظرف مستقر صفت، ملکر مستثنی، ملکر مفعول معہ، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم دمرنا الاخرینo وانکم لتمرون علیھم مصبحینo وباللیل﴾۔

ثم: عاطفہ، دمرنا الاخرین: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، انکم: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، تمرون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، مصبحین: معطوف علیہ ملکر فاعل، علیھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، باللیل: ظرف مستقر معطوف، ملکر حال۔

﴿افلا تعقلونo﴾۔

ھمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "تشا ھدون ذلک" لا تعقلون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت موسی علیہ السلام وھارون علیہ السلام پر احسان الٰھی:

۱......احسان سے مراد منافع ملنا ہے، اوراس میں کوئی شک نہیں کہ منافع کی دواقسام ہیں: دینی ودنیاوی منافع، پس دنیاوی منافع سے مراد وجود، حیات، عقل، تربیت، صحت، اور تمام اقسام کی نعمتیں کمال درجے تک پہنچائے۔ اور دینی منافع سے مراد علم اور

طاعت گزاری ہے، اور اعلیٰ درجے کے معجزات باہرہ سے نوازا، اور اللہ نے ان انعام واکرام کی تفصیل کئی سورتوں میں متعدد مقامات پر فرمائی، لہٰذا متذکرہ مقام پر ہم اسی قدر بیان پر اکتفاء کرتے ہیں۔ (الرازی، ج۹، ص ۳۵۲)

فرعون کا بنی اسرائیل پر ظلم وستم کرنا:

۲۔۔۔۔۔حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''بنی اسرائیل فرعون کی خدمت بجالانے کے اعتبار سے کئی اقسام میں منقسم تھے، ان میں سے طاقتور وتوانا افراد کا ایک گروہ پہاڑوں سے پتھر کاٹتا تو دوسرا گروہ فرعون کے محلات کی تعمیر کرنے کے لئے ان پتھروں اور مٹی وغیرہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتا، تیسرا گروہ مٹی سے اینٹیں بنا کر انہیں پختہ بناتا، ایک گروہ بڑھئی کا کام کرتا تو ایک لوہے کا کام سرانجام دیتا۔ پس ان میں سے جو کمزور ہوتے ان پر فرعون نے جزیہ مقرر کر رکھا تھا، نیز بنی اسرائیل کی عورتیں فرعون کے لئے ریشم کات کر اس سے کپڑا بنتی تھیں۔ (الجمل، ج۱، ص ۷۵)

ابن جریر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں: ''کاہنوں نے فرعون کو بتایا تھا کہ ''بنی اسرائیل میں اس سال ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا جو تیری سلطنت کا تختہ الٹ دے گا۔'' پس فرعون نے ہر ہزار عورتوں پر ایک سو آدمی متعین کر دیئے، یعنی ہر سو پر دس اور ہر دس پر ایک مقرر کر کے حکم دیا: ''شہر میں ہر حاملہ عورت کی نگرانی کرتے رہو، جب وہ بچہ جنے تو اگر وہ بچہ مذکر ہو تو اسے قتل کر دو اور اگر مؤنث ہو تو چھوڑ دو۔'' (الدر المنثور، ج۱، ص ۱۳۳)

حضرت الیاس علیہ السلام کی سوانح:

۳۔۔۔۔۔ان کے نسب کے حوالے سے تین اقوال بیان کئے جاتے ہیں جو کہ یہ ہیں: (۱)۔۔۔۔۔ایک قول کے مطابق الیاس تشبی نام ان کے نسب میں مشہور ہے، (۲)۔۔۔۔۔ابن یاسین بن فنحاص بن العیز ار بن ہارون، (۳)۔۔۔۔۔الیاس بن العازر بن العیز ار بن ہارون بن عمران ان کے نسب ہیں۔ یہ بعلبک کے مغربی دمشق کی جانب رسول بنا کر بھیجے گئے۔ انہوں نے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ لوگ بتوں (بعل) کی پوجا نہ کریں، پس یہی وجہ اس علاقے کے بعلبک مشہور ہونے کی ہوئی۔ اور ایک قول کے مطابق ان کی زوجہ کا نام بعل تھا اور یہی اصح قول ہے۔ اللہ نے فرمایا: ﴿الا تتقون اتدعون بعلا وتذرون احسن الخالقین اللہ ربکم ورب ابائکم الاولین﴾ کیا تم ڈرتے نہیں کیا بعل کو پوجتے ہو اور چھوڑتے ہو سب سے اچھا پیدا کرنے والے اللہ کو جو رب ہے تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادا کا (الصفاف: ۱۲۴ تا ۱۲۶) ﴾ لیکن قوم نے ان کو جھٹلایا، مخالفت کی اور قتل کا ارادہ کیا۔ حضرت الیاس نے بیس دن ایک غار کی اوٹ میں پناہ لی، حتی کہ اس علاقے کے بادشاہ کو اللہ نے ہلاک کر دیا اور اس کے مقابلے میں دوسرا شخص بادشاہ بنا۔ (البدایۃ والنہایۃ، الجزء الاول، قصۃ الیاس علیہ السلام، ج۱، ص ۳۷۶)

صحیح یہ ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی ذریت میں سے ہوئے ہیں، اور یہ قول محمد بن اسحٰق کا ہے۔ مراد الیاس بن یاسین بن فنحاص بن معیز ار بن ہارون بن عمران ہیں اور الیاس حضرت یسع کے چچازاد تھے۔ (الصاوی، ج۵، ص ۱۲۷)

بعل کی تحقیق:

۴۔۔۔۔۔زوجین میں سے مذکر کو بعل کہتے ہیں، اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وھذا بعلی شیخا اور یہ ہیں میرے شوہر بوڑھے (ھود: ۷۲) ﴾ اور اس کی جمع بُعُولَۃٌ ہے جیسے فَحْل کی جمع فُحُولَۃ۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے ﴿وبعولتھن احق بردھن اور ان کے شوہروں کو اس مدت کے اندر پھیر لینے کا حق پہنچتا ہے (البقرۃ: ۲۲۸) ﴾۔ اسی طرح مرد کو عورت پر بڑائی دینے کے یہی مادہ استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿الرجال قوامون علی النساء مرد افسر ہیں عورتوں پر (النساء: ۳۴) ﴾۔ اسی طرح اہل عرب

ہر بڑائی والی چیز کو جو اسے اللہ سے قریب کردے اپنے اعتقاد کے مطابق بعل کہتے ہیں جیسا کہ اللہ کا فرمان: ﴿اتدعون بعلا وتذرون احسن الخالقین کیا بعل کو پوجتے ہو اور چھوڑتے ہو سب سے اچھا پیدا کرنے والے کو (الصفت:۱۲۵)﴾۔ اور اہل عرب میں یوں بھی کہا جاتا ہے کہ ہمیں اللہ ﷻ نے جانوروں میں یہ (عمدہ) بعل دیا، اسی طرح زمین میں بھی اچھی زمین کے لئے اسی مادہ سے "الارض المستعلية" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ (المفردات، ص ٦٤)

اغراض:

ای استبعاد فرعون ایاھم: اور فرعون کی بندگی کرنے کا سبب فرعون کا قوم پر بڑائی والی صفت کا ہونا تھا، اور قوم کے آباؤ اجداد حضرت یوسف علیہ السلام کی بادشاہت کے دور میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر میں آئے تھے، اور انہی کے دین پر قائم تھے لیکن جب فرعون کا ظہور ہوا اور اس کا تکبر سر چڑھنے لگا تو اس نے قوم کو اپنا پیروکار اور خادم بنا دیا۔

وغیرھما: یعنی واقعات و نصیحتیں۔

قیل هو ابن اخی هارون: ماقبل حاشیہ نمبر "۳" دیکھیں۔

کما جزیناھما: مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام ہیں، نجات، مدد و نصرت، کتاب کامل جانا، شان و شوکت برقرار رہنا۔

وقیل غیرہ: مراد ادریس علیہ السلام ہیں، اور ایک قول کے مطابق مراد حضرت یسع ہیں علیہ السلام۔

وبه سمی البلد: ثانیا، اولا اس کا نام بک تھا، پھر جب بعل نامی شخص کے توسط سے اس بستی کا نام بعلبک ہو گیا، مزید حاشیہ نمبر "۴" دیکھیں۔

فانھم نجوا منھا: اس جملے میں اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ واو کے ذریعے استثناء کی غرض یہ ہے کہ جن لوگوں نے جھٹلانے سے توبہ کی اور دین میں مخلص ہوئے وہ آگ پر حاضر نہ کئے جائیں گے۔

قیل هو الیاس المتقدم: اِلْیَاسُ مفرد مجرور فتح کے ساتھ ہے، اور اسباب منع صرف میں سے دو سبب علمیت اور عجمہ پایا جا رہا ہے۔

وقیل هو: یعنی یاء کی کسرہ کے ساتھ، اس صورت میں جمع مذکر سالم ہونا قرار پائے گا۔

اذکر: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ظرف ﴿اذ﴾ محذوف کے متعلق ہے، اور اسے ﴿المرسلین﴾ کے متعلق نہیں کیا گیا کیونکہ اس صورت میں یہ وہم ہوتا ہے کہ نجات سے پہلے یہ ﴿لوط﴾ رسول نہ تھے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ نجات سے قبل و بعد رسول تھے۔ (الصاوی، ج۵، ص۱۲۶ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۹

﴿وان یونس لمن المرسلین(۱۳۹) اذ ابق﴾ هَرَبَ ﴿الی الفلک المشحون(۱۴۰)﴾ السَّفِينَةِ الْمَمْلُوَّةِ حِينَ غَاضَبَ قَوْمَهُ لَمَّا لَمْ يَنْزِلْ بِهِمُ الْعَذَابُ الَّذِي وَعَدَهُم بِهِ فَرَكِبَ السَّفِينَةَ فَوَقَفَتْ فِي لُجَّةِ الْبَحْرِ فَقَالَ الْمَلَّاحُونَ هُنَا عَبْدٌ آبِقٌ مِنْ سَيِّدِهِ تُظْهِرُهُ الْقُرْعَةُ ﴿فساهم﴾ قَارَعَ أَهْلَ السَّفِينَةِ ﴿فكان من المدحضین(۱۴۱)﴾ الْمَغْلُوبِينَ بِالْقُرْعَةِ فَأَلْقَوْهُ فِي الْبَحْرِ ﴿فالتقمه الحوت﴾ اِبْتَلَعَهُ ﴿وهو ملیم(۱۴۲)﴾ أَيْ آتٍ بِمَا يُلَامُ عَلَيْهِ مِنْ ذَهَابِهِ إِلَى الْبَحْرِ وَرُكُوبِهِ السَّفِينَةَ بِلَا إِذْنٍ مِنْ رَبِّهِ ﴿فلولا انه کان من المسبحین(۱۴۳)﴾ الذَّاكِرِينَ بِقَوْلِهِ كَثِيرًا فِي بَطْنِ الْحُوتِ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ

الظَّالِمِينَ ﴿للبث في بطنه الى يوم يبعثون النصف (۱۴۴)﴾صَارَ بَطنُ الحُوتِ قَبْرًا لَه اِلَى يَومِ القِيمَةِ﴿فنبذنه﴾اَلقَيْنَاهُ مِن بَطنِ الحُوتِ﴿بالعراء﴾بِوَجهِ الْاَرضِ اى بِالسَّاحِلِ مِنْ يَومِهِ اَو بَعدَ ثَلاثَةٍ او سَبْعَةِ اَيَّامٍ اَوعِشْرِينَ اواَربَعِينَ يَومًا﴿وهو سقيم (۱۴۵)﴾عَلِيلٌ كَالفَرْخِ المُمَعَّطِ ﴿وانبتنا عليه شجرة من يقطين (۱۴۶)﴾وَهُوَ القَرعُ تَظِلُّهُ وهِيَ بِسَاقٍ عَلٰى خِلافِ العَادَةِ فِي القَرْعِ مُعجزَةٌ لَه وَكَانَتْ تَاتِيهِ وَعِلَّةٌ صَبَاحًا وَّمَسَاءً يَشْرَبُ مِن لَّبَنِهَا حَتّٰى قَوِّيَ﴿وارسلنه﴾بَعدَ ذٰلِكَ كَقَبْلِهِ اِلٰى قَومٍ بَنِينُوىٰ مِن اَرْضِ المُوصِلِ ﴿الى مائة الف او﴾بَلْ ﴿يزيدون (۱۴۷)﴾عِشْرِينَ اَو ثَلاثِينَ اَو سَبْعِينَ اَلْفًا﴿فامنوا﴾عِنْدَ مُعَايَنَةِ العَذَابِ المَوعُودِينَ بِه ﴿فمتعنهم﴾اَبقَينَاهُم مُتَمَتِّعِينَ بِمَالِهِم ﴿الى حين (۱۴۸)﴾تَنقَضِي آجَالُهم فِيهِ﴿فاستفتهم﴾اِستَخبِر كُفَّارَ مَكَّةَ تَوبِيخًا لَهُم﴿الربك البنات﴾بِزَعمِهِم اِنَّ المَلائِكَةَ بَنَاتُ اللهِ ﴿ولهم البنون (۱۴۹)﴾فَيَختَصُّونَ بِالْاَبْنَاءِ﴿ام خلقنا الملائكة اناثا وهم شاهدون (۱۵۰)﴾خَلْقَنَا فَيَقُولُونَ ذٰلِكَ﴿الا انهم من افكهم﴾كِذْبِهِم﴿ليقولون (۱۵۱) ولد الله﴾بِقَولِهِمُ المَلٰئِكَةُ بَنَاتُ اللهِ﴿وانهم لكذبون (۱۵۲)﴾فِيهِ﴿اصطفى﴾بِفَتحِ الهَمزَةِ لِلْاِستِفهَامِ واستُغنِيَ بِهَا عَن هَمزَةِ الوَصلِ فَحُذِفَتْ اى اَخْتَارَ﴿البنات على البنين (۱۵۳) ما لكم قف كيف تحكمون (۱۵۴)﴾هَذَا الحُكْمَ الفَاسِدَ﴿افلا تذكرون (۱۵۵)﴾بِاِدْغَامِ التَّاءِ فِي الذَّالِ اِنَّهُ سُبحَانَهُ وتَعَالٰى مُنَزَّهٌ عَنِ الوَلَدِ﴿ام لكم سلطن مبين (۱۵۶)﴾حُجَّةٌ وَاضِحَةٌ اَنَّ لِلّٰهِ وَلَدًا﴿فاتوا بكتبكم﴾التَّورَاةِ فَارُونِي ذٰلِكَ فِيهِ ﴿ان كنتم صدقين (۱۵۷)﴾فِي قَولِكُم ذٰلِكَ﴿وجعلوا﴾اَي المُشرِكُونَ ﴿بينه﴾تعالى ﴿وبين الجنة﴾اَي المَلائِكَةِ لِاِجْتِنَابِهِم عَنِ الْاَبْصَارِ ﴿نسبا ط﴾بِقَولِهِم اَنَّهَا بَنَاتُ اللهِ ﴿ولقد علمت الجنة انهم﴾اى قَائِلِي ذٰلِكَ ﴿لمحضرون (۱۵۸)﴾ النَّارَ يُعَذَّبُونَ فِيهَا﴿سبحن الله﴾تَنزِيهًا لَهُ ﴿عما يصفون (۱۵۹)﴾بِاَنَّ اللهَ وَلَدًا هٰؤلاءِ ﴿الا عباد الله المخلصين (۱۶۰)﴾اَي المُومِنِينَ اِستِثنَاءٌ مُنقَطِعٌ اى فَاِنَّهُم يُنَزِّهُونَ اللهَ عَما يَصِفُهُ هٰؤلاءِ﴿فانكم وما تعبدون (۱۶۱)﴾مِنَ الْاَصْنَامِ ﴿ما انتم عليه﴾اَي عَلٰى مَعبُودِكُم وَعَلَيهِ مُتَعَلِّقٌ بِقَولِهِ ﴿بفاتنين (۱۶۲)﴾اَي اَحَدًا ﴿الا من هو صال الجحيم (۱۶۳)﴾فِي عِلْمِ اللهِ تَعَالٰى قَالَ جِبْرَئِيلُ لِلنَّبِيِّ ﷺ ﴿وما منا﴾مَعشَرُ المَلائِكَةِ اَحَدٌ ﴿الا له مقام معلوم (۱۶۴)﴾فِي السَّمٰوٰتِ يَعبُدُ اللهَ سُبحَانَه وتَعَالٰى فيه لا يَتَجَاوَزُهُ ﴿وانا لنحن الصافون (۱۶۵)﴾اَقدَامَنَا في الصَّلٰوةِ ﴿وانا لنحن المسبحون (۱۶۶)﴾المُنَزِّهُونَ اللهَ عَمَّا لا يَلِيقُ بِه ﴿وان﴾مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيلَةِ﴿كانوا﴾اى كُفَّارُ مَكَّةَ﴿ليقولون (۱۶۷) لو ان عندنا ذكرا﴾كِتَابًا﴿من الاولين (۱۶۸)﴾اَي مِن كُتُبِ الْاُمَمِ المَاضِيِّينَ﴿لكنا عباد الله المخلصين (۱۶۹)﴾العِبَادَةَ لَهُ قَالَ تَعَالٰى ﴿فكفروا به﴾اَي بِالكِتَابِ الَّذِي جَاءَهُم وهو القُرانُ الْاَشْرَفُ مِن تِلكَ الكُتُبِ﴿فسوف يعلمون (۱۷۰)﴾عَاقِبَةَ كُفرِهِم ﴿ولقد سبقت كلمتنا﴾بِالنَّصْرِ﴿لعبادنا المرسلين (۱۷۱)﴾وهِيَ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِي اَو هِيَ قَولُهُ﴿انهم لهم المنصورون (۱۷۲) وان جندنا﴾اَي المُومِنِينَ﴿لهم

الغلبون (۱۷۳)﴾اَلْکُفَّارُ بِالْحُجَّةِ وَالنُّصْرَةِ عَلَيْهِم فِي الدُّنيا وَإِنْ لَم يَنْتَصِر بَعضٌ مِنهُم فِي الدُّنيا فَفِي الْاٰخِرَةِ﴿فتول عنهم﴾اَعْرِضْ عَنْ كُفَّارِ مَكَّةَ﴿حتى حين (۱۷۴)﴾تُؤمَرُ فِيهِ بِقِتَالِهِم ﴿وابصرهم ﴾اِذا نَزَلَ بِهِمُ العَذابَ ﴿فسوف يبصرون (۱۷۵)﴾عَاقِبَةَ كُفرِهِم فَقالُوا اِستِهزَاءً مَتٰى نُزُولُ هذا العَذابِ قَالَ تَعَالٰى تَهدِيدا لَهم ﴿افبعذابنا يستعجلون (۱۷۶) فاذا نزل بساحتهم﴾بِفِنَائِهِم قال الفراءُ العَرَبُ تَكتَفِي بِذِكرِ السَّاحَةِ عَنِ القَومِ ﴿فساء﴾بِئسَ صَبَاحًا﴿صباح المنذرين (۱۷۷)﴾وَفِيهِ اِقَامَةُ الظَّاهِرِ مَقامَ المُضمَرِ﴿وتول عنهم حتى حين (۱۷۸) وابصر فسوف يبصرون (۱۷۹)﴾ كَرَّرَ تَاكِيدًا لِتَهدِيدِهِم وَتَسلِيَةٍ له ﷺ ﴿سبحن ربك رب العزة﴾الغَلَبَةِ﴿عما يصفون (۱۸۰)﴾بِاَنَّ لَهُ وَلَدًا﴿وسلام على المرسلين (۱۸۱)﴾المُبَلِّغِينَ عَنِ اللهِ التَّوحِيدِ وَالشَّرَائِعِ﴿والحمد لله رب العلمين (۱۸۲)﴾عَلٰى نَصرِهِم وَهِلاكِ الكَافِرِينَ.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک یونس......۱......پیغمبروں سے ہے جب کہ نکل گئے (ابق بمعنی ھرب ہے) بھری کشتی کی طرف نکل گیا (الفلک المشحون کے معنی بھری کشتی، جس عذاب کا آپ علیہ السلام نے اپنی قوم کو وعدہ دیا تھا وہ نہ آیا تو آپ علیہ السلام قوم پر غضبناک ہوتے ہوئے ایک کشتی میں سوار ہوگئے کشتی سمندر کی موجوں میں کھڑی رہ گئی یہاں کشتی میں کوئی ایسا غلام ہے جو اپنے آقا سے بھاگ آیا ہے، قرعہ اس کو ظاہر کردیگا) تو قرعہ ڈالا (کشتی والوں نے، ساھم کے معنی قرعہ ڈالنا ہے) تو دھکیلے ہوؤں میں ہوا (قرعہ اندازی کے ذریعے آپ علیہ السلام مغلوب ہوگئے پھر ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کو سمندر کے حوالے کردیا) پھر اسے مچھلی نے نگل لیا (التقم کے معنی نگلنا ہے) اور وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا تھا (وہ حکم الٰہی کے آنے سے پہلے سمندر کی طرف نکلنے اور کشتی میں سوار ہونے کے افعال صادر کرکے اپنے لیے قابل ملامت امور کر بیٹھے) تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا (یعنی مچھلی کے پیٹ میں باکثرت اس کلمہ کا ﴿لا الٰہ الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین﴾ ذکر کرنے والا نہ ہوتا تو) ضرور اس کے پیٹ میں رہتا جس دن تک لوگ اٹھائے جائیں گے (یعنی قیامت کے دن تک کے لیے مچھلی کا پیٹ آپ علیہ السلام کے لیے قبر ہوجاتا) پھر ہم نے اسے ڈال دیا (مچھلی کے پیٹ سے، نبذنہ بمعنی القینہ ہے) میدان پر (سطح زمین یعنی ساحل پر، اسی دن یا تین، سات، بیس، یا چالیس، دن کے بعد......۲......) اور وہ بیمار تھا (آپ علیہ السلام کے جسم اقدس پر بال باقی نہیں رہے تھے) اور ہم نے اس پر کدو......۳......کا پیڑ اگایا (خلاف عادت وہ کدو کا درخت قدآور درختوں کی طرح شاخ رکھتا تھا، اور آپ علیہ السلام کو سایہ فراہم کرتا تھا، یہ آپ علیہ السلام کا معجزہ تھا ایک ہرنی صبح وشام آپ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوتی جس کا دودھ آپ علیہ السلام پی لیتے حتی کہ آپ علیہ السلام تندرست وتوانا ہوگئے) اور ہم نے اسے بھیجا (اس کے بعد پہلے کی طرح سرزمین موصل میں قوم نینوا کی طرف) لاکھ آدمیوں کی طرح بلکہ (اؤ بمعنی بل ہے) زیادہ (مزید بیس، تیس، یا ستر ہزار افراد کی طرف) تو وہ ایمان لے آئے (اس عذاب کو دیکھ کر جس کا انہیں وعدہ دیا گیا ہے......۴......) تو ہم نے انہیں برتنے دیا (یعنی ہم نے انہیں باقی رہنے دیا کہ وہ اس لیے اموال سے متمتع ہوتے رہیں) ایک وقت تک (جب ان کی عمریں اپنے اختتام کو جا پہنچیں) تو ان (کفار مکہ سے، توبیخاً) پوچھو کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں (تمہارے اس گمان کے مطابق کہ فرشتے اللہ عزوجل کی بیٹیاں ہیں) اور ان کے لیے بیٹے (پس وہ اشرف واعلی سے مخلص ہیں) یا ہم نے ملائکہ کو عورتیں پیدا کیا اور وہ حاضر

تھے (ہمارے اس تخلیق کو دیکھ رہے ہیں اس لیے یہ بات کررہے ہیں) سنتے ہو بیشک وہ اپنے جھوٹ سے کہتے ہیں (افکھم بمعنی کذبھم ہے) کہ اللہ کی اولاد ہے (وہ کہا کرتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں) اور وہ ضرور (اس بات میں) جھوٹے ہیں کیا اس نے پسند کیں (اصطفی ہمزہ استفہام کی وجہ سے مفتوح ہے، ہمزہ استفہام کے سبب ہمزہ وصل کی ضرورت نہ رہی اس لیے اسے حذف کردیا گیا ہے یہ بمعنی اختار ہے) بیٹیاں بیٹے چھوڑ کر تمہیں کیا ہوا تم (کیسا) حکم لگاتے ہو (تم کس طرح یہ فاسد حکم لگاتے ہو؟) تو کیا دھیان نہیں کرتے (کہ اللہ ﷻ اولاد سے منزہ ہے، تذکرون میں تاء کا ذال میں ادغام کیا گیا ہے) یا تمہارے لیے کوئی کھلی سند ہے (کوئی واضح سند ہے اس دعوے پر کہ اللہ کے لیے اولاد ہے) تو اپنی کتاب (یعنی تورات شریف) لاؤ (اور مجھے اس میں یہ لکھا دکھا دو) اگر تم (اپنی اس بات میں) سچے ہو، اور ٹھہرایا (مشرکوں نے) اس کے (یعنی اللہ کے) اور فرشتوں کے درمیان رشتہ (فرشتے چونکہ آنکھوں سے پوشیدہ ہیں نظر نہیں آتے اس لیے انہیں ''جنۃ'' کہا گیا، مشرکین اپنے اس قول کے ذریعے جوڑتے ہیں کہ فرشتے اللہ ﷻ کی بیٹیاں ہیں..... ۵......) اور بیشک جنوں کو معلوم ہے کہ وہ (یعنی اس بات کے قائل) ضرور حاضر لائے جائیں گے (جہنم میں انہیں عذاب دیا جائیگا) پاکی ہے اللہ کو (وہ منزہ ہے) ان باتوں سے کہ یہ بتاتے ہیں (کہ اللہ ﷻ کے لیے اولاد ہے) مگر اللہ کے مخلص بندے (یعنی مومنین یہ استثناء منقطع ہے، معنی جن باتوں سے مشرک اللہ کی صفات بیان کرتے ہیں مسلمان ان باتوں سے اللہ ﷻ کو منزہ سمجھتے ہیں) تو تم اور جو (یعنی جن بتوں کو) اللہ کے سوا پوجتے ہو تم اس کے (یعنی اپنے معبود کے) خلاف (''علیہ'' ''فاتنین'' کے متعلق ہے) کسی کو بہکانے والے نہیں مگر اسے جو بھڑکتی آگ میں جانے والا ہے (علم الٰہی میں، جبریل امین علیہ السلام نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا) اور ہم (فرشتوں ......٦...... کے گروہ سے کوئی) نہیں مگر اس کے لیے ایک مقام معلوم ہے (آسمانوں میں جس میں رہ کر وہ اللہ کی عبادت کرتا ہے، اور اس سے تجاوز نہیں کرتا) اور بیشک ہم پھیلانے والے ہیں (اپنے قدم نماز میں) اور بیشک ہم تسبیح کرتے ہیں (جو اشیاء شان الوہیت کے لائق نہیں ہم اللہ ﷻ کے ان سے تنزیہ بیان کرتے ہیں) اور بیشک (ان مخففہ من الثقیلۃ ہے، اصل میں انہ ہے) وہ (یعنی کفار مکہ) کہتے تھے اگر ہمارے پاس اگلوں کی (یعنی پچھلی امتوں کی) کوئی کتاب ہوتی (ذکرا بمعنی کتابا ہے) تو ضرور ہم اللہ کے مخلص بندے ہوتے (اس کی عبادت میں مخلص ہوتے، اللہ ارشاد فرماتا ہے) تو اس کے منکر ہوئے (اس کتاب کے جو حضور ﷺ لے کر آئے تھے یعنی قرآن پاک سے جو دیگر تمام کتابوں سے اشرف و اعلیٰ ہے) تو عنقریب جان لیں گے اپنے کفر کا انجام) اور بیشک ہمارا کلام گزر چکا ہے (مدد فرمانے کا) ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے (اور وہ کلام یا تو یہ ہے ﴿لاغلبن انا ورسلی﴾ یا پھر یہ ہے ﴿انھم لھم المنصورون﴾) اور بیشک ہمارا لشکر (یعنی مسلمان) ہی غالب آئیگا......ے......(کفار پر حجت و دلیل کے ذریعے، نیز دنیا میں کفار کے خلاف ان کی مدد کیے جانے کے ذریعے اور اگر بعض مسلمانوں کی دنیا میں مدد نہیں کی گئی تو آخرت میں تو وہی غالب ہونگے) تو تم ان سے منوہ پھیر لو (یعنی کفار مکہ سے اعراض کرلو) ایک وقت تک (جس وقت میں تمہیں ان کے خلاف قتال کا حکم دیا جائیگا) اور انہیں دیکھو (جب ان پر عذاب نازل ہوگا) کہ عنقریب وہ دیکھیں گے (اپنے کفر کا انجام، کفار بطور استہزاء کہتے تھے یہ عذاب کب نازل ہوگا؟ اللہ ﷻ نے ان کے لیے بطور تہدید فرمایا) تو کیا ہمارے عذاب کی جلدی کرتے ہیں پھر جب اترے گا ان کے آنگن میں (بساحتھم بمعنی بفنائھم ہے، امام فراء فرماتے ہیں اہل عرب نے قوم کو ذکر کرنے کے بجائے فقط آنگن کو ذکر کیا) تو ڈرائے ہوؤں کی کیا ہی بری صبح ہوگی (یہاں ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو رکھ دیا گیا ہے) اور ایک وقت تک ان سے منوہ پھیر لو اور انتظار کرو عنقریب وہ دیکھیں گے (اس کلام کو ان کے لیے بطور تہدید اور حضور ﷺ کے لیے تسلی مکرر ذکر فرمایا ہے) پاکی ہے تمہارے رب کو غلبہ والے رب کو (رب العزۃ میں العزۃ کے معنی غلبہ

ہے)ان کی باتوں سے (کہ اللہ ﷻ کے لیے اولاد ہے)اور سلام ہے پیغمبروں پر (جو توحید الٰہی اور احکام شرعیہ مبلغ ہیں)اور سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہاں کا رب ہے (کفار کے خلاف مسلمانوں کی مدد کرنے اور کافروں کو ہلاک کر دینے پر)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وان یونس لمن المرسلینo﴾.

و: عاطفہ،ان یونس:حرف مشبہ واسم ،لام:تاکیدیہ،من المرسلین:ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اذابق الی الفلک المشحونo﴾.

اذ: مضاف،ابق:فعل بافاعل،الی: جار،الفلک المشحون:مرکب توصیفی مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر فعل محذوف "اذکر"کیلئے ظرف،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فساھم فکان من المدحضینo فالتقمہ الحوت وھو ملیمo﴾.

ف: عاطفہ،ساھم:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،کان:فعل ناقص بااسم،من المدحضین: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،التقم:فعل،ہ:ضمیر ذوالحال،و: حالیہ،ھو ملیم: جملہ اسمیہ حال،ملکر مفعول،الحوت: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فلولا انہ کان من المسبحینo للبث فی بطنہ الی یوم یبعثونo﴾.

ف: عاطفہ،لولا:حرف شرط،انہ:حرف مشبہ واسم،کان من المسبحین: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر "موجود"محذوف خبر کیلئے مبتدا،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط،لام:تاکیدیہ،لبث:فعل بافاعل،فی بطنہ:ظرف لغو اول،الی یوم یبعثون: ظرف لغو ثانی،ملکر جملہ فعلیہ جواب لولا۔

﴿فنبذنہ بالعراء وھو سقیمo وانبتنا علیہ شجرۃ من یقطینo﴾.

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "امرنا الحوت بنبذہ"نبذنا:فعل بافاعل،ہ:ضمیر ذوالحال،و: حال،ھو سقیم: جملہ اسمیہ حال،ملکر مفعول،بالعراء:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،انبتنا علیہ:فعل بافاعل وظرف،شجرۃ:موصوف،من یقطین: ظرف مستقر صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وارسلنہ الی مائۃ الف اویزیدونo فامنوا فمتعنھم الی حینo﴾.

و: عاطفہ،ارسلنا:فعل بافاعل،ہ:ضمیر مفعول،الی مائۃ الف:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،او:بمعنی بل عاطفہ،یزیدون:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ،ف: عاطفہ،امنوا:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ،ف:عاطفہ،متعنھم:فعل بافاعل ومفعول،الی حین:ظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاستفتھم الربک البنات ولھم البنونo﴾.

ف: عاطفہ،استفتھم:فعل امر بافاعل ومفعول،ھمزہ:حرف استفہام خبر مقدم،البنات:مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،لھم:ظرف مستقر خبر مقدم،البنون:مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ام خلقنا الملئکۃ اناثا وھم شاھدونo﴾.

ام: عاطفہ،خلقنا:فعل بافاعل،الملئکۃ:ذوالحال،اناثا: حال اول،و: حالیہ،ھم شاھدون: جملہ اسمیہ حال ثانی،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الا انهم من افكهم ليقولونo ولد الله وانهم لكذبونo﴾.

الا: حرف تنبیہ،انهم:حرف شبہ واسم،من افكهم:ظرف لغومقدم،لام:تاکیدیہ،یقولون:فعل واؤضمیر ذوالحال،و:حالیہ،انهم لكذبون:جملہ اسمیہ حال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکرقول،ولد الله:جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اصطفى البنات على البنينo مالكم كيف تحكمونo﴾.

همزه: حرف استفہام،اصطفى البنات:فعل بافاعل ومفعول،على البنين: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،ما:اسم استفہام مبتدا،لكم:ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،كيف:اسم استفہام حال مقدم،تحكمون:فعل واؤضمیر ذوالحال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿افلا تذكرونo﴾.

همزه: حرف استفہام،ف:عاطفہ معطوف علی محذوف"اعميتم عن الحقائق وضللتم عن الشواهد"لا تذكرون:فعل نفی بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ام لكم سلطن مبينo فاتوا بكتبكم ان كنتم صدقينo﴾.

ام:عاطفہ،لكم:ظرف مستقر خبر مقدم،سلطن مبين: مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،ف:فصیحیہ،اتوا:فعل امر بافاعل،بكتبكم:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،ان:شرطیہ،كنتم صدقين:جملہ فعلیہ جزا محذوف"فاتوا بلتبكم"کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وجعلوا بينه وبين الجنة نسبا ولقد علمت الجنة انهم لمحضرونo﴾.

و:عاطفہ،جعلوا:فعل بافاعل،بينه:معطوف علیہ،و:عاطفہ،بين الجنة:معطوف،ملکر ظرف متعلق بحذوف مفعول ثانی،نسبا:مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،لام قسمیہ،قد:تحقیقیہ،علمت الجنة: فعل بافاعل،انهم لمحضرون: جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف"نقسم"کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿سبحن الله عما يصفونo الا عباد الله المخلصينo﴾.

سبحن: مصدر مضاف،الله:اسم جلالت مضاف الیہ فاعل،عن: جار،ما:موصولہ،يصفون:فعل واؤضمیر مستثنیٰ منہ،الا:اداۃ استثناء،عباد الله:موصوف،المخلصين:صفت،ملکر مستثنیٰ،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ ہوکر فعل محذوف"سبح"کیلئے مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ معترضہ۔

﴿فانكم وما تعبدونo ما انتم عليه بفتنين o الا من هو صال الجحيمo﴾.

ف:عاطفہ تعلیلیہ،ان:حرف مشبہ،كم:ضمیر معطوف علیہ،و:عاطفہ،ما تعبدون:موصول صلہ،ملکر معطوف،ملکر اسم،ما:مشابہ بلیس،انتم:اسم،عليه:ظرف لغو مقدم،ب:زائد،فاتنين:اسم فاعل بافاعل،الا:اداۃ حصر،من:موصولہ،هو صال الجحيم: جملہ اسمیہ صلہ،ملکر مفعول،ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومامنا الا له مقام معلوم o وانا لنحن الصافونo وانا لنحن المسبحونo﴾.

و:مستانفہ،ما:مشابہ بلیس،منا:ظرف مستقر خبر مقدم،الا:اداۃ حصر،له مقام معلوم: جملہ اسمیہ"احد"موصوف محذوف کی صفت،ملکر اسم مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ،و:عاطفہ،انا:حرف مشبہ واسم،لام:تاکیدیہ،نحن الصافون:جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،انا:حرف مشبہ واسم،لام:تاکیدیہ،نحن المسبحون:جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان کانوا لیقولونo لو ان عندنا ذکرا من الاولینo لکنا عباد الله المخلصینo﴾.

و: عاطفہ، ان: مخففہ من الثقیلہ با ضمیر شان محذوف "ھــــم" اسم، کـــــانـــــوا: فعل ناقص با اسم، لام: تاکید یہ، یقولون: قول، لو: شرطیہ، ان: حرف مشبہ، عندنا: ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، ذکرا: موصوف، من الاولین: ظرف مستقر صفت، مل کر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر "ثبت" فعل محذوف کیلئے فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، لام: تاکید یہ، کـنـا: فعل ناقص با اسم، عباد الله: موصوف، المخلصین: صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فکفروا به فسوف یعلمونo ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلینo﴾.

ف: فصیحیہ، کـفـروا بـه: فعل با فاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، سوف: حرف استقبال، یـعـلـمـون: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لام: تاکید یہ لجواب قسم محذوف کیلئے، قد: تحقیقیہ، سبقت کلمتنا: فعل وفاعل، لـعبادنا المرسلین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انهم لهم المنصورونo وان جند نا لهم الغلبونo﴾.

انهم: حرف مشبہ واسم، لام: تاکید یہ، هم: ضمیر فصل، الـمـنـصـورون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ان جـنـدنـا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکید یہ، هم الغلبون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فتول عنهم حتی حینo وابصرهم فسوف یبصرونo﴾.

ف: فصیحیہ، تـول عـنـهـم: فعل با فاعل وظرف لغو، حتی حین: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "ان بینت حقیقة امرهم" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، ابصرهم: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: رابطہ لجواب الطلب، سوف: حرف استقبال، یبصرون: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افبعذابنا یستعجلونo فاذا نزل بساحتهم فساء صباح المنذرینo﴾.

همزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، بعـذابنا: ظرف لغو مقدم، یستعـجـلـون: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ، مفعول فیہ مقدم، نـزل بـسـاحـتـهـم: فعل با فاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، سـاء: فعل ذم، صبـاح المنذرین: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ مبتدا محذوف "صباحهم" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وتول عنهم حتی حینo وابصر فسوف یبصرونo﴾.

وتول عنهم......الخ: ان دونوں آیت مبارکی کی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۱۷۴،۱۷۳ میں گزری۔

﴿سبحن ربک رب العزة عما یصفونo وسلم علی المرسلینo والحمد لله رب العلمینo﴾.

سـبـحـن: مصدر مضاف، ربک: مبدل منہ، رب الـعـزة: بدل، ملکر مضاف الیہ فاعل، عـمـا یـصـفـون: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر "سبح" فعل محذوف کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، سلم مبتدا، علی المرسلین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الحمد مبتدا، لام: جار، الله موصوف، رب العلمین: صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت یونس علیہ السلام کی سوانح:

۱......حضرت یونس علیہ السلام کا نسب یہ ہے: لاوی بن یعقوب بن اسحق بن ابراھیم کے نواسے ہیں، شام کے رہنے والے اور بعلبک کے عمال میں سے تھے، ایک قول کے مطابق یہ بچپن میں فوت ہوگئے تھے ان کی والدہ ماجدہ نے اللہ عزوجل کے نبی حضرت الیاس علیہ السلام سے اس بارے میں عرض کی، ان کی دعا کی برکت سے اللہ عزوجل نے انہیں دوبارہ زندہ کیا۔ یہ اپنی ماں کے اکلوتے فرزند تھے، چالیس سال کی عمر میں آپ علیہ السلام نے اعلان نبوت فرمایا، آپ علیہ السلام بنی اسرائیل کے عبادت گزاروں میں سے تھے اور اپنے دین کو بچانے کے لئے شام چلے گئے اور دجلہ کے کنارے پہنچ گئے، پھر اللہ عزوجل نے ان کو اہل نینوا کی جانب بھیجا جو کہ دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے جہاں موصل نامی شہر ہے وہاں کا ایک قدیم شہر نینوا بھی ہے۔ (مختصر تاریخ دمشق، ج۲۸، ص۱۰۵)

حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی ترک کرنے کی اور توحید پر قائم رہنے کی دعوت دی تو انہوں نے اس دعوت کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے ان کو خبر دی کہ تین دن کے بعد ان پر عذاب آئے گا، جب ان پر آثار ظاہر ہوئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کے مطابق ان کے اور عذاب کے مابین صرف دو تہائی میل کا فاصلہ رہ گیا تھا، مقاتل کے قول کے مطابق ایک میل کا فاصلہ رہ گیا تھا، ابوصالح فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ انہوں نے عذاب کی تپش اپنے کندھوں پر محسوس کی، بعض نے کہا کہ آسمان پر سیاہ رنگ کے بادل نمودار ہوگئے اور بہت سخت دھواں ظاہر ہونے لگا جس نے ان کے شہر کو ڈھانپ لیا، اور ان کے مکانوں کی چھتیں سیاہ پڑگئیں، جب ان کو ہلاکت کا یقین ہوگیا تو انہوں نے ٹاٹ کے کپڑے پہنے اور اپنے سروں پر راکھ ڈالنے لگے، اور تمام لوگ بڑے چھوٹے سب ہی ایک میدان میں جمع ہوگئے اور سب نے با آواز بلند اللہ عزوجل کی بارگاہ صمدیت میں توبہ کی اور صدق دل سے معافی چاہی اور کہا کہ ہم حضرت یونس علیہ السلام کے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے اور اللہ عزوجل نے ان کی توبہ قبول کی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی توبہ ایسی تھی کہ انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ جو زیادتیاں کی تھیں ان کی بھی تلافی کرلی، حتی کہ اگر کسی نے دوسرے کا پتھر دیوار میں لگایا تھا تو وہ بھی اکھاڑ کر واپس کردیا۔ اور ان کے ہاں دستور یہ تھا کہ جو شخص جھوٹا ثابت ہوا اور اس کے پاس اپنی سچائی پر کوئی دلیل نہ ہو اس کو قتل کردیا جاتا تھا، تب حضرت یونس علیہ السلام اپنی قوم کی ناراضگی کے سبب دریا کی جانب چلے گئے اور مچھلی نے انہیں نگل لیا۔ (ابن کثیر، ج۲، ص۵۳۷)

عذاب دیکھ کر ایمان لانا:

۲......عذاب کو دیکھنے کے باوجود قوم یونس کی دعا قبول ہوئی جب کہ فرعون نے عذاب کو دیکھ کر دعا مانگی تو اس کی دعا قبول نہ ہوئی، اس کے کئی جوابات دیئے جاسکتے ہیں چنانچہ علامہ خازن نے اس کے تین جواب ارشاد فرمائے ہیں۔ (۱)......عذاب دیکھ کر دعا کرنا قوم یونس کے ساتھ خاص ہے کیونکہ واللہ یفعل مایشاء ویحکم ما یرید کہ اللہ جو چاہے کرے اور جس کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے۔ (۲)......فرعون اس وقت ایمان کا دعوے دار ہوا جب کہ اسے عذاب کی خبر دی گئی اور نجات کی امید ہی نہ رہی اور قوم یونس سے عذاب دور تھا اور عذاب ان پر نازل نہ ہوا تھا اور انہیں عذاب کی خبر نہ دی گئی پس وہ ان مریض کی مثل تھے جو موت سے خوف کرے اور نجات کی امید رکھے۔ (۳)......اللہ عزوجل نے اپنے علم سے یہ بات جان لی کہ قوم یونس کی دعا سچے دل سے ہے جب کہ فرعون نے سچے دل سے دعا نہ مانگی تھی اسی وجہ سے فرعون کا ایمان لانا ناقابل قبول ہوا۔ (الخازن، ج۲، ص۴۶۶)

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں کتنا دن رہے؟

۲......ایک قول یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں تین دن رہے، شعبی کہتے ہیں کہ چاشت کے وقت مچھلی نے ان کو نگلا تھا اور شام کے وقت اگل دیا، قتادہ نے کہا کہ وہ اس میں تین دن رہے، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ اس میں سات

دن رہے، سعید بن ابوالحسن اور ابو مالک نے کہا کہ وہ اس میں چالیس دن رہے اور اللہ ہی کو علم ہے کہ وہ مچھلی کے پیٹ میں کتنا رہے تاہم ان کا وظیفہ لا الہ الاانت سبحنک انی کنت من الظالمین تھا۔(البدایہ والنهایة،قصة یونس ،الجزء۱، ج۱،ص۲۵۸)

کدو شریف کے فضائل:

۳۔۔۔۔۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک درزی نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی، میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ کھانے میں جو کی روٹی اور شوربا پیش کیا گیا جس میں خشک گوشت کی بوٹیاں اور کدو شریف تھے۔ میں نے دیکھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کے اطراف سے کدو شریف کے ٹکڑے تلاش کر کے کھا رہے تھے، اسی لئے میں اس دن سے کدو سے محبت رکھتا ہوں۔

(صحیح البخاری، کتاب الاطعمة،باب المرق، رقم:۵۴۳٦،ص۹٦۹)

''مرقاۃ '' میں ہے کہ امام اعظم کے شاگرد امام ابو یوسف کے سامنے اس روایت کا ذکر ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو بہت زیادہ پسند تھا، اس مجلس میں کسی نے کہہ دیا: ''انا ما اُحِبُّہ یعنی میں پسند نہیں کرتا''، یہ سن کر امام ابو یوسف نے تلوار نکال لی اور فرمایا: ''جَدِّدِ الْاِسْلَامَ اِلَّا قَتَلْتُکَ یعنی اپنے ایمان کی نئے سرے سے تجدید کرو ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا''۔

طبی فوائد:

۱۰۰ گرام کدو میں رطوبت ۹٦.۱ فیصد، چکنائی ۰.۱ فیصد، کاربوہائیڈریٹس 2.5 فیصد، پروٹین ۰.۲ فیصد، ریشے ۰.٦ فیصد، معدنی اجزاء ۰.۵ فیصد، کیلشیم ۲۰ ملی گرام، فاسفورس ۱۰ ملی گرام، آئرن ۰.۷ ملی گرام، وٹامن بی کمپلیکس قلیل مقدار، غذائی حرارے ۱۲۔

طبی استعمال اور فوائد:

کدو سرد تر ہے۔ جگر کی گرمی اور صفراوی نے چینی اور گھبراہٹ کو دور کرتا ہے۔ قبض، بلڈ پریشر اور خون کی مدت میں نافع ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق کدو کا پانی پرانی بلغم کھانسی اور دمہ کے مریضوں کو پلانے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔ کدو کے پانی کو یرقان (پیلیا) کے مرض میں انتہائی مفید پایا گیا ہے۔ بدن کی گرمی اور خشکی کو زائل کرتا ہے۔ ایک فاضل طبیب کی رائے میں دق میں حفظ ماتقدم کے طور پر کدو کا استعمال فائدہ مند ہے۔ کدو مریضوں کے لئے مفید اور تسکین آور غذا ہے۔ پیشاب کے ذریعے بدن کے فاسد مادے خارج کرتا ہے۔ جوش خون اور صفرا کی حدت کو دور کرتا ہے۔ پاگل پن میں عمدہ غذا ہے۔ بخار، کھانسی، سر درد اور ہزیان میں مفید غذا ہے۔ کدو موسم گرما کی موزوں غذا ہے۔ اس کے کھانے سے نیند خوب آتی ہے۔ خون کے دباؤ میں فائدہ مند ہے۔ تیز بی بواسیر میں نافع ہے۔ دماغی کمزوری اور دل کی کمزوری میں مفید اور بدن میں قوت پیدا کرتا ہے۔ اعصاب اور آنکھوں کے امراض میں موثر ہے۔ کدو کے بیج اعصابی کمزوری اور دماغی کمزوری میں موثر دماغ کا اہم جز و کدو کے بیج ہیں۔ کدو کا جوس تلوں کے تیل میں ملا کر سر پر مالش کرنے سے بے خوابی کی شکایت دور ہو جاتی ہے اور پر سکون گہری نیند آ جاتی ہے۔

ایک پورا کدو کدو کش کر کے اس کا جوس نچوڑ کر ایک گلاس بھر لیں۔ اس جوس میں ایک چمچہ لیموں کا رس ملا کر روزانہ پیتے رہنے سے پیشاب کی جلن دور ہو جاتی ہے جب پیشاب میں تیزابیت بڑھ جاتی ہے تو جلن کا احساس ہوتا ہے جبکہ لیموں اور کدو کے جوس کے کھاری اثرات پیشاب کی تیزابیت کا خاتمہ کر دیتی ہے اور جلن خود بخود جاتی رہتی ہے۔ اگر پیشاب کے اجزاء میں انفیکشن (infection) ہو تو یہی مشروب پیشاب آور الکلائن کا عمل انجام دیتا ہے۔ اس کے بیجوں کا تیل نکال کر سر پر لگانے سے سر کا درد ختم ہو جاتا ہے۔ کدو کا مربہ جسم اور دماغ کو تازگی اور طاقت بخشتا ہے۔ کدو کھانے سے بھوک بڑھتی ہے اور اس کے استعمال سے وزن بڑھتا ہے نیز اس کا استعمال قوت باہ کو بڑھاتا ہے اور جسم کو فربہ کرتا ہے۔

اللہ عزوجل اولاد سے پاک ہے:

۵...... لوقال :لله تعالی شریک او ولد اوزوجة ،...... کفر یعنی جس نے اللہ کے لئے شریک یا اولاد یا بیوی ہونے کا عقیدہ رکھا وہ کافر ہے۔ (التتار خانیہ، کتاب: احکام المرتدین، ج۵،ص۵۱۳)۔

وفی الشفاء: من ادعی له ولدا او صاحبة او والدا او متولد من شیء ...... فذلک کله کفر باجماع المسلمین جس نے اللہ عزوجل کے لئے اولاد، بیوی یا باپ یا کسی سے پیدا شدہ مانا......، یہ سب ہی بالاجماع کفر ہے۔(الشفاء، فصل فی بیان ما هو من المقالات کفر،الجزء الثانی،ص ۱۷۰)

فرشتوں کے بارے میں تحقیق:

۶...... لفظِ ملائکہ قرآنِ پاک میں اڑسٹھ (۶۸) بار آیا ہے جبکہ سورہ آل عمران میں سب سے زیادہ آٹھ مرتبہ آیا ہے۔فرشتوں کی حقیقت کے بارے میں علامہ ابوالفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مایۂ ناز تفسیرِ قرآن روح المعانی میں فرماتے ہیں: ''لوگ اس بات پر تو متفق ہیں کہ فرشتے سمعًا یا عقلاً موجود ہیں لیکن ان کی حقیقت کے بارے میں ان کی آراء مختلف ہیں، اکثر مسلمانوں کا نظریہ یہ ہے کہ وہ نورانی اجسام ہیں جبکہ ایک قول کے مطابق وہ اللہ عزوجل کے اذن سے فضاء میں اڑنے والی مخلوق ہیں جو مختلف شکلیں اختیار کرنے پر بھی قادر ہے۔

(۱)......نصاریٰ: کے نزدیک انسانوں کی اچھے جسموں سے جدا ہونے والی ارواح کو فرشتہ کہتے ہیں اور خبیث جسموں سے جدا ہونے والی ارواح ان کے نزدیک شیاطین ہیں۔

(۲)......فلاسفہ: کہتے ہیں کہ فرشتے اپنی حقیقت میں نفوس ناطقہ کے برعکس محض جوہر ہیں اور ان میں سے بعض نے تصریح کی ہے کہ یہ عقول عشرہ اور ایسے نفوسِ فلکیہ ہیں جو فضاء میں حرکت کرتے رہتے ہیں۔

(۳)......ہمارے نزدیک: فرشتوں کی دو قسمیں ہیں: (۱)......وہ جو صرف معرفتِ حق میں مستغرق ہیں اور کسی دوسری جانب مشغول ہونے سے منزہ ہیں جیسا کہ ان کے بارے میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿یُسَبِّحُوْنَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ (الأنبیاء: ۲۰)﴾ ان سے مراد علیین اور ملائکہ مقربین ہیں۔(۲)......وہ جو آسمان سے لے کر زمین تک کے امور کی تدبیر پر مقرر ہیں جیسا کہ ان کے بارے میں فرمانِ باری عزوجل ہے: ﴿لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (التحریم: ۶)﴾ اور ﴿فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا (النازعات: ۵)﴾ ان میں سے کچھ زمینی ہیں تو کچھ آسمانی، ان کی صحیح تعداد اللہ عزوجل ہی جانتا ہے۔

فرشتے کبھی ایسے بدنوں میں ظاہر ہوتے ہیں جنکو ہر خاص و عام دیکھ سکتا ہے دراں حالیکہ وہ اپنی صورت پر بھی قائم رہتے ہیں، چنانچہ منقول ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوتے تو اسی وقت ''سدرۃ المنتھی'' پر بھی موجود ہوتے۔فرشتوں کے بارے میں یہ تمام بحث ذکر کرنے کے بعد علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ''پس کامل ولی اللہ بھی اسی طرح بیک وقت کئی جگہ پر موجود ہو سکتے ہیں، اگرچہ یہ چیزیں بظاہر عقل سے بعید ہیں لیکن میرا اس پر ایمان ہے۔'' (روح المعانی، الجزء الاول، ص۲۹۶)،(عطائین، ج۱، ص ۶۴ وغیرہ)

فرشتوں کی تعداد کے بارے میں حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سعادۃ الدارین میں فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرشتوں کی تعداد پوچھی جو ایک آدمی پر مقرر ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہر

آدمی کے ساتھ دس فرشتے دن کو اور دس ہی رات کو مقرر ہوتے ہیں، ایک دائیں اور ایک بائیں، دو آگے پیچھے، دو ہونٹوں کے پاس، جو صرف حضور ﷺ پر پڑھا جانے والا درود شریف محفوظ کرتے ہیں اور دو اس کے پہلوؤں پر، ایک اور اس کی پیشانی پکڑے ہوتا ہے اگر عاجزی و انکساری کرے تو بلند کرتا ہے اور تکبر کرے تو نیچا دکھاتا ہے اور دسواں نیند کی حالت میں اس کے منہ میں سانپ داخل ہونے سے بچاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ تین سو ساٹھ فرشتے ہوتے ہیں، اور جہانِ بالا و زیریں کا ایک ایک گوشہ ان فرشتوں سے بھرا پڑا ہے، جو حکمِ خداوندی کی خلاف ورزی نہیں کرتے اور وہی کچھ کرتے ہیں جو انہیں حکم ملتا ہے۔

مستدرک حاکم میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے یہ حدیث موجود ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے دس حصے کئے جن میں نو حصے فرشتے اور ایک حصہ ساری مخلوق، اور حدیثِ معراج کی صحت پر اتفاق ہے میں ہے کہ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں، جب نکلتے ہیں تو دوبارہ نہیں لوٹتے، اور ترمذی ابن ماجہ اور بزار میں حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے: آسمان چرچرایا اور اسے چرچرانے کا حق ہے، اس میں چار انگل جگہ بھی ایسی نہیں جس پر کوئی نہ کوئی فرشتہ سربسجود نہ ہو۔ طبرانی وغیرہ میں حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مرفوع حدیث ہے: ''ساتوں آسمانوں میں ایسی جگہ نہیں، نہ قدم بھر، نہ بالشت بھر، نہ ہاتھ بھر کہ جس میں کوئی نہ کوئی فرشتہ قیام کرنے والا، رکوع کرنے والا اور سجدہ کرنے والا نہ ہو اور معلوم ہے کہ قرآنِ مجید کی رو سے وہ سب جہاں کہیں ہوں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتے ہیں۔'' (سعادۃ الدارین مترجم، ج۱، ص ۱۷۱، ۱۷۲)

امام نسفی اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ صحیح قول کے مطابق فرشتوں کو حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدۂ تعظیمی کرنے کا حکم دیا گیا تھا، کیونکہ اگر یہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا تو ابلیس قطعاً اس سے انکار نہ کرتا، سجدۂ تعظیمی پہلی امتوں میں جائز تھا مگر ہماری شریعت میں جائز نہیں کیونکہ جب حضرت سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کو سجدہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ ﷺ نے انکار فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کرنا چاہئے۔ (المدارک، ج۱، ص ۸۰)

حضرت سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام، پھر میکائیل علیہ السلام، پھر اسرافیل علیہ السلام پھر عزرائیل علیہ السلام اور پھر دیگر فرشتوں نے سجدہ کیا، دن جمعہ کا تھا، وقت زوال سے لیکر عصر تک کا تھا۔ ایک قول کے مطابق ملائکہ سو برس اور دوسرے قول کے مطابق پانچ سو برس تک سجدے میں رہے۔ (الجمل، ج۱، ص۵۹)

یہاں تک تو ہم نے جان لیا کہ فرشتوں نے بحکمِ الٰہی حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا لیکن ہماری شریعت میں کسی کے لئے سجدۂ تعظیمی جائز نہیں ہے چنانچہ مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ام المومنین صدیقہ فرماتی ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ ایک جماعت مہاجرین و انصار میں تشریف فرما تھے کہ ایک اونٹ نے آکر حضور ﷺ کو سجدہ کیا صحابہ کرام نے عرض کی تو ہم تو زیادہ مستحق ہیں کہ حضور کو سجدہ کریں فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور ہماری تعظیم، اگر میں کسی کو کسی کے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔

(الفتاوی الرضویۃ مخرجہ، ج۲۲، ص۴۴۲)

قرآن کی رُو سے غالب کون؟

ے.....حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب گھاٹیوں میں منتشر ہوگئے تو خالد بن ولید نے مشرکین گھڑسوار دستے سے حملہ کیا سید عالم ﷺ نے دعا فرمائی ''اللھم لایعلون علینا اللھم لاقوۃ لنا الابک'' مسلمانوں کی ایک جماعت نے تیراندازی کرتے ہوئے رات گزاری، وہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور مشرکین کے گھڑسوار دستے پر تیراندازی کی یہاں تک کہ انہیں پیچھے دھکیل دیا۔ (المظھری، ج۱، ص۴۵۵)

اگر ایمان صحیح اور پختہ ہو تو تعداد کی کمی بیشی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی جبکہ کافروں کے لشکر کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی، مسلمانوں کے پاس ہتھیار بھی نہ تھے لیکن جذبہ کامل تھا یہی وجہ ہے کہ مسلمان کامیاب ہوئے اللہ تعالی نے اس آیت مبارکہ میں یہی فرمایا ہے کہ مسلمان اپنا ایمان مضبوط رکھے اللہ تعالی پر توکل کرے چاہے تعداد کم ہو، وسائل نہ ہوں، مدمقابل کتنی ہی تعداد میں دشمنان اسلام ہوں مسلمان ہی غالب رہے گا۔ دنیا کا نظام درہم برہم ہو سکتا ہے اللہ تعالی کے فرمان میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

☆......حضرت ابی امامۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے میرے رب نے تمام انبیاء کرام پر فضیلت دی۔'' یا یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے تمام امتوں پر چار فضیلتیں عطا فرمائیں: ﴿أُرْسِلْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً وَجُعِلَتْ الْأَرْضُ كُلُّهَا لِي وَلِأُمَّتِي مَسْجِدًا وَطَهُورًا فَأَيْنَمَا أَدْرَكَتْ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي الصَّلَاةُ فَعِنْدَهُ مَسْجِدُهُ وَعِنْدَهُ طَهُورُهُ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةَ شَهْرٍ يَقْذِفُهُ فِي قُلُوبِ أَعْدَائِي وَأَحَلَّ لَنَا الْغَنَائِمَ﴾ یعنی (۱)......میں تمام لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا (۲)......پوری روئے زمین میرے اور میری امت کیلئے سجدہ گاہ اور پاک بنادی گئی چنانچہ جہاں کہیں میرا امتی نماز کا وقت پائے تو نماز ادا کر لے (۳)......میری ایک مہینہ کی مسافت سے دشمنوں کے دلوں میں رعب پیدا کر کے مدد کی گئی اور (۴)......ہمارے لیے غنیمتیں حلال کر دی گئیں۔

(مسند احمد، کتاب باقی مسند الانصار، باب حدیث ابی امامۃ الباھلی، ج۶، ص ۳۳۰)

کافروں پر ہمیشہ سے مسلمانوں کا رعب رہا ہے یہی وجہ ہے کہ کافر طاقتیں مسلمانوں کو طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے دین سے دور کر کے انہیں عیش پرستی کا گرویدہ بنانے میں مصروف ہیں۔

اغراض:

حین غاضب قومه: فعل کا تعلق باب مفاعلہ سے ہے، جب حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے ان کی بات نہ مانی اور ایمان نہ لائے، تو ان پر غصہ ہوتے ہوئے کشتی کے ذریعے دریائی سفر اختیار فرمایا۔ قارع اهل السفينة: بمعنی غالبهم ہے، مراد ایک یا تین افراد ہیں۔ فركب السفينة: اجتہاد کرتے ہوئے اور گمان کرتے ہوئے کہ اگر ان لوگوں میں رہے تو یہ قتل کر دیں گے کیونکہ ان کا طریقہ یہ تھا کہ جس سے بھی انہیں کوئی بات خلاف واقعہ (یعنی جھوٹ) نظر آتی تو اُسے قتل کر دیتے، پس آپ نے کشتی میں سفر اختیار فرمایا جو کہ صغیرہ وکبیرہ نافرمانی نہ تھی اور مچھلی کے پیٹ میں رہنے کا معاملہ مخالفتِ اَوْلیٰ کی وجہ سے تھا کیونکہ اَوْلیٰ یہ تھا کہ اللہ کی جانب سے اجازت کا انتظار فرماتے، کہ یہی ٹھیک معاملہ تھا اگرچہ اس بارے میں اور بھی اقوال ہیں جس کا اعتقاد کرنا ہمارے عقیدے کے خلاف ہے۔ فقال الملاحون: ان لوگوں کی عادت تھی کہ جب کشتی میں کوئی بھگوڑا یا گناہگار سوار ہوتا تھا تو کشتی نہیں چلتی تھی۔

فی لجة البحر: یعنی دریائے دجلہ۔ ای آت بما یلام علیه: مراد اپنے جی میں ملامت کرنا ہے۔

قبرا له: کہ انہیں وفات آجائے اور مچھلی کا پیٹ ہی ان کی قبر ہو جائے اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ان کی حیاتی باقی رہے۔

الممعط: اول میم کی ضمہ اور ثانی پر فتح وتشدید کے ساتھ، درمیان میں عین مہملہ اور اس کے بعد طاء مہملہ مراد یہ ہے کہ آپ کے جسم پر بال نہ رہے۔ وهی قارع: یعنی کدو کا درخت، جو کہ گرمی میں ٹھنڈی تاثیر رکھتا، ہاضمے کو درست رکھنے والا، بڑے پتوں والا، جس پر مکھی نہ بیٹھے، اور مفسر نے مزید اقوال بھی لکھے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ انجیر کا درخت یا کیلے کا درخت، جو اپنے پتوں میں چھپا ہوا ہوتا ہے اور اپنی ٹہنیوں کو سایہ دیتا ہے۔ وعلة: واو اور عین کی فتح یا واو کی کسرہ اور عین کے سکون کے ساتھ بمعنی غزالة (چاشت کا وقت) ہے۔

بنینوی: نون اُولی کے کسرہ، یاء ساکنہ، نون مضمومہ، اور واو کے بعد الف مقصورہ ہے۔

عند معاينة العذاب: جب انہیں عذاب کی علامات نظر آنے لگیں، اوران کا ایمان لانا قبول ہوا، جب کہ فرعون اوراس کی قوم کا عذاب دیکھ کر ایمان لانا قبول نہ ہوا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خاص حضرت یونس علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ہے اور قوم یونس علیہ السلام اپنے ایمان میں مخلص تھی جب کہ فرعون کا حال یہ نہ تھا، اسی وجہ سے قوم یونس کو قوم فرعون سے خاص کردیا گیا ہے کیونکہ جب موت کی شدت اور وقت غرغرہ ہو تو ایمان لانا قبول نہیں ہوتا۔ بمالهم: یعنی لام کے فتح کے ساتھ، یعنی قوم یونس کے لئے نعمتوں کو باقی وثابت کردیا۔ التوراة: اگرچہ توریت مشرکین کی کتاب نہیں لیکن مخاطبین مشرکین ہی ہیں۔

توبيخا لهم: مراد یہاں پر استفتاء کرنے کی کفار مکہ کی توبیخ کرنا ہے نہ بطور استعلام (خبر دریافت کرنے) وافادہ (فائدہ اٹھانے)۔

واستغنى بها: استفہام زجر وتوبیخ کے لئے ہے۔ لاجتنابهم عن الابصار: میں اجتنابهم بمعنی استتارهم ہے۔

اى على معبودكم: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے ﴿عليه﴾ میں موجود ضمیر ﴿ما﴾ کی جانب عائد ہوتی ہے۔

صال: مرفوع مضمومہ، یائے محذوف التقائے ساکنین ہے، جیسا کہ قاض میں ہے۔

فى علم الله تعالى: اللہ کا علم مراد ہے کہ وہ جہنمی ہیں اور اللہ انہیں اوران کے اہل کو کفر کی جانب مائل کرے گا۔

احد: میں اس جانب اشارہ ہے کہ آیت ﴿ومامنا ...... الخ﴾ میں موصوف محذوف ہے جو کہ ترکیبی اعتبار سے مبتدا ہے اوراس کی خبر جملہ ﴿الا له مقام معلوم﴾ ہے، تقدیر کلام یوں ہے "ما احد الا له مقام معلوم"۔

اقدامنا فى الصلوة: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ مفعول محذوف ہے۔

مخففة من الثقيلة: مراد لام فارقہ ہے، معنی یہ ہے کہ قریش سید عالم ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے کہا کرتے تھے کہ اگر پہلے لوگوں کی مثل کتاب ہوتی تو ہم خالص اللہ کی بندگی ہی کرتے اوراس کی نظیر اس فرمان مقدس نشان: ﴿واقسموا بالله جهد ايمانهم لئن جائهم نذير ليكونن اهدى من احدى الامم﴾ میں ملتی ہے۔ عاقبة كفرهم: یعنی ان کے کفر کا نتیجہ انہیں عذاب کا ملنا ہے۔

وان لم ينتصر بعض منهم: سے ایک اعتراض کا دور کرنا مقصود ہے، اعتراض یہ ہے کہ بعض اوقات بظاہر کفار مومنین پر غالب آجاتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے تو اس اعتراض کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ آخرت میں تو تمام ہی مومنین کی مدد ونصرت ہوتی ہے اور دنیا میں (بربنائے حکمت) بعض کی ہوتی ہے اور مومنین کی ہر حال میں مدد ہی ہوتی ہے (اگرچہ بظاہر نقصان ہی نظر آئے)، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ حضرت انبیائے کرام کو کفار سے جنگ کا حکم دیا گیا اور دنیا میں ان کی مدد بھی کی جاتی ہے اور کبھی بظاہر انہیں ہزیمت بھی اٹھانی پڑتی ہے جیسا کہ غزوۂ اُحد میں ہوا، پس مومنین پر اعتراض کی گنجائش نہیں رہتی کیونکہ وہ تو (ہر حال میں) مدد کئے جاتے ہیں جس کا بیان اللہ نے یوں فرمایا: ﴿ان الذين كفروا ينفقون اموالهم ليصدوا عن سبيل الله (الانفال:۳۶)﴾، پس کفار کے سوا جو دوسرے ہیں یعنی مومنین ہیں ان کی دنیا میں مدد کی جاتی ہے اور کبھی بظاہر ایسا نہیں بھی ہوا کرتا لیکن اُخروی مدد ونصرت تو یقینی ہے۔ تؤمر فيه بقتالهم: کیونکہ مومنین کو اولا کفار کو تبلیغ کرنے اوراس کام کی انجام دہی کے سلسلے میں پیش آنے والی مصیبت پر صبر کا حکم کیا گیا ہے، دوسرا طریقہ ہجرت کرنے کا ہے کہ سید عالم ﷺ کو جہاد کا بھی حکم دیا گیا اور آپ ﷺ نے ستائیس غزوات میں شرکت فرمائی جس میں سے آٹھ غزوات میں بنفسِ نفیس قتال بھی فرمایا جیسا کہ بدر، اُحد، مصطلق، خندق، قریظہ، خیبر، حُنین، طائف میں قتال فرمایا۔ اذا نزل بهم العذاب: مراد قتل وقید کیا جانا ہے، اورامر سے مراد یہ ہے کہ جو قریب زمانے میں مشاہدے سے ثابت ہو چکا ہے۔ بئس الصباحا: میں کچھ محذوفات ہیں، تقدیر عبارت یوں ہے: "بئس صباح المنذرين صباحهم"۔

(الصاوی، ج۵، ص۱۲۹ وغیرہ)

سورة ص مكية وهى ست او ثمان وثمانون آية

سورۂ ص مکی ہے اور اس میں ۸٦ یا۸۸ آیات ہیں

تعارف سورة ص

اس سورت میں ۵ رکوع، ۷۳۲ کلمات اور ۳۰٦۷ حروف ہیں۔ اس کے نزول کے بارے میں ایک قول یہ ملتا ہے کہ جب مکہ مکرمہ کے رؤسا نے دیکھا کہ ابوطالب بوڑھے ہوگئے ہیں کہیں دنیا سے رخصت نہ ہوجائیں، غنیمت جان کر ان سے محمد عربی کی تبلیغ کو روکنے کی شکایت کرتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ چچا کی محبت غالب آجائے اور محمد عربی اس مشن کو ترک کردیں حالانکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ محمد عربی ﷺ اللہ ﷻ کے پیغمبر ہیں اور انہیں کسی مال کی پرواہ نہیں بلکہ یہ تو اللہ ﷻ کی رضا جوئی اور حکم کے مطابق فرائض رسالت انجام دے رہے ہیں، تاہم چند بڑے بڑے سُر ما جن میں ابوجہل، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، اسود بن یغوث اور چند دیگر سردار آئے اور بظاہر مفاہمت کی راہ اختیار کرتے ہوئے کہا: ''آپ ہمارے بڑے ہیں لہٰذا آپ ہمارے اور اپنے بھتیجے کے مابین فیصلہ فرمادیں''۔ حالانکہ اندرونی اعتبار سے ان کی جڑیں کمزور ہورہی تھیں، لوگ ان سے متنفر ہوکر اسلام کے حلقہ میں داخل ہورہے تھے۔ ابوطالب نے سید عالم ﷺ کو بلا بھیجا اور آپ ﷺ تشریف لائے تو ابوطالب نے سرداران مکہ کا مطالبہ ان کے سامنے رکھ دیا، سید عالم ﷺ نے انہیں ایک کلمے کے ماننے کی دعوت دی اور کہا کہ کہو: ''لا الہ الا اللہ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں'' لیکن وہ برہم ہوکر چل دیئے۔ اس سورت کے آخر میں کتاب الٰہی کو ﴿ذكرى للعلمين﴾ بھی کہا گیا یعنی رہتی دنیا تک کے لوگوں کے لئے یہ کتاب نصیحت ہے۔ کسی مخصوص زمانے کے لئے نہیں بلکہ عالم اقوام کے لئے نمونہ ہے اور اس ذکر کو لانے والے رحمۃ اللعالمین ہیں۔

رکوع نمبر: ١٠

﴿ص﴾اَللّٰهُ اَعلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذَالِكَ﴿والقران ذى الذكر ﴿١﴾﴾اَى البَيَان او الشَّرف وَجَوابُ هذَا القَسَمِ مَحذُوفٌ اَى مَا الْاَمرُ كَمَا قَالَ كُفَّارُ مَكَّةَ مِن تَعَدُّدِ الْاٰلِهَةِ﴿بل الذين كفروا﴾مِنْ اَهلِ مَكَّةَ﴿فى عزة﴾حَمِيَّةٍ وَتَكَبُّرٍ عَنِ الْاِيمانِ ﴿وشقاق ﴿٢﴾﴾خَلاف وعَدَاوَة لِلنَّبِى ﷺ ﴿كم﴾اَى كَثِيرًا﴿اهلكنا من قبلهم من قرن﴾اَى اُمَّةٍ مِنَ الْاُمَمِ المَاضِيَةِ﴿فنادوا﴾حِينَ نُزُولِ العَذَابِ بِهِم﴿ولات حين مناص ﴿٣﴾﴾اَى لَيسَ الحِينُ حِينَ فِرَارٍ والتَّاءُ زَائِدَةٌ والجُملَةُ حَالٌ مِن فَاعِلِ نَادَوا اَى اِستَغَاثُوا والحَالُ اَنْ لا مَهرَبَ وَلا مَنجَاءَ وَما اَعتَبَر بِهِم كُفارُمَكَّةَ﴿وعجبوا ان جاء هم منذر منهم﴾رَسُولٌ مِنْ اَنفُسِهِم يُنذِرُهم يُخَوِّفُهم بِالنَّارِ بَعدَ البَعثِ وَهوَ النَّبِىُّ ﷺ﴿وقال الكفرون﴾فِيهِ وَضعُ الظَّاهِرِ مَوضَعَ المُضمَرِ﴿هذا سحر كذاب ﴿٤﴾ اجعل الالهة الها واحدا صلے ج﴾حَيثُ قَالَ لَهُم لَا اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ اَى كَيفَ يَسَعُ الخَلقَ كُلُّهم اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ﴿ان هذا لشیء عجاب ﴿٥﴾﴾عَجِيبٌ﴿وانطلق الملا منهم﴾مِن مَجلِسِ اِجتِمَاعِهِم عِندَ اَبِى طَالِبٍ وَسِمَاعِهِم فِيه مِنَ النبىِّ ﷺ قُولُوا لا اِله الا اللّٰهُ اَنِ امْشُوا اَى يَقُولُ بَعضُهم لِبَعضٍ ﴿ان امشوا واصبروا على الهتكم صلے ج﴾اُثبُتوا عَلىٰ عِبَادَتِهَا﴿ان هذا﴾المَذكُورَ مِنَ التَّوحِيدِ﴿لشیء یراد ﴿٦﴾﴾﴿ما سمعنا بهذا فى الملة الاخرة صلے ج﴾اَى مِلَّةِ عِيسىٰ﴿ان﴾ما﴿هذا الا اختلاق ﴿٧﴾﴾كَذِبٌ﴿ء انزل﴾بِتَحقِيقِ

الهَمْزَتَينِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيَةِ وَاِدْخَالِ اَلِفٍ بَيْنَهُمَا عَلَى الوَجْهَينِ وَتَرْكِهٖ ﴿عليه﴾ على مُحَمدٍ ﴿الذكر﴾ القُرانُ ﴿من؟ بيننا ط﴾ وَلَيسَ بِاَكْبَرِنَا ولااَشْرَفِنَا اى لم يُنزَلْ عَلَيهِ قَال تَعَالى ﴿بل هم فى شك من ذكرى ج﴾ وَحْيِى اَيِ القُرانُ حَيثُ كَذَّبُوا الجَائِي بِهٖ ﴿بل لما﴾ لَمْ ﴿يذوقوا عذاب (۸)﴾ وَلَو ذَا قُوْهُ لَصَدَّقُوا النبِيَّ ﷺ فِيمَا جَاءَ بِهٖ وَلا يَنفَعُهم التَّصدِيقُ حِينَئِذٍ ﴿ام عندهم خزائن رحمة ربك العزيز﴾ الغَالِبِ ﴿الوهاب (۹)﴾ مِنَ النُّبُوَّةِ وَغَيرِهَا فَيُعْطُونَهَا مَن شَاءُ وا ﴿ام لهم ملك السموت والارض وما بينهما قف﴾ اِن زَعَمُوا ذَالِكَ ﴿فليرتقوا فى الاسباب (۱۰)﴾ المُوصِلَةِ اِلَى السَّمَاءِ فَيَاتُوا بِالوَحْيِ فَيَخُصُّوا بِهٖ مَن شَاءُ وا وَاَم فى المَوضِعَينِ بِمَعنٰى هَمزَةِ الْاِنْكَارِ ﴿جند ما﴾ اَى هُم جُندٌ حَقِيرٌ ﴿هنالك﴾ اَى فِى تَكْذِيبِهم لَكَ ﴿مهزوم﴾ صِفَةُ جُندٍ ﴿من الاحزاب (۱۱)﴾ صِفَةُ جُندٍ اَيْضًا اى مِنْ جِنسِ الْاَحْزَابِ المُتَحَزِّبِينَ على الْاَنبِيَاءِ قَبلَكَ وَاُولٰئِكَ قَد قُهِرُوا وَاُهلِكُوا فَكَذَالِكَ يُهلَكُ هٰؤُلاءِ ﴿كذبت قبلهم قوم نوح﴾ تَانِيثُ قَومٍ بِاعتِبَارِ المَعنٰى ﴿وعاد وفرعون ذو الاوتاد (۱۲)﴾ كانَ يَتِدُ لِكُلِّ مَن يَغضَبُ عليهِ اَرْبَعَةَ اَوتَادٍ وَيَشُدُّ اِلَيهَا يَدِيهِ وَرِجْلَيهِ وَيُعَذِّبُهٗ ﴿وثمود وقوم لوط و اصحب لئيكة ط﴾ اَيِ الغَيضَةِ وَهُم قَومُ شُعَيبٍ عليه السلام ﴿اولئك الاحزاب (۱۳) ان﴾ مَا ﴿كل﴾ مِنَ الْاَحْزَابِ ﴿الا كذب الرسل﴾ لِاَنَّهم اِذَا كَذَّبُوا وَاحِدًا مِنهُم فَكَذَّبُوا جَمِيعُهم لِاَنَّ دَعْوَتُهم واحِدَةٌ وهِى دَعوَةُ التَّوحِيدِ ﴿فحق﴾ وَجَبَ ﴿عقاب (۱۴)﴾.

﴿ترجمہ﴾

(اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے) صاد......۱......(اس کی جو مراد ہے اللہ ﷻ باخوبی جانتا ہے) اس ذکر والے قرآن کی قسم! (یعنی بیان والے یا شرف وعزت والے قرآن کی قسم، اس قسم کا جواب قسم محذوف یہ ہے: معاملہ یوں نہیں جیسا کہ کفار کہتے ہیں کہ خدا متعدد ہیں) بلکہ کافر (اہل مکہ میں سے) تکبر (ایمان لانے سے اپنی اکڑ اور تکبر میں) اور خلاف میں ہیں (نبی ﷺ سے اختلاف کرنے اور ان سے عداوت کرنے میں ہیں) اور بہت سی (کم بمعنی کثیر ہے) امتیں (پچھلی امتوں میں سے) ہم نے ان سے پہلے ہلاک فرمائیں تو اب وہ پکاریں (خود پر عذاب کے نازل ہوتے وقت) اور بھاگنے کا وقت نہ تھا (لات حین مناص اصل میں لیس الحین حین فرار ہے، اس میں تاء زائد ہے یہ جملہ "نادوا" کے فاعل سے حال ہے معنی آیت یہ ہے "انہوں نے مدد مانگی اس حال میں کہ نہ تو بھاگنے کی جگہ تھی اور نہ نجات کا راستہ"، کفار مکہ نے ان لوگوں کے حال سے عبرت نہیں پکڑی) اور انہیں اس پر تعجب ہوا کہ اس کے پاس انہیں میں کا ایک ڈر سنانے والا تشریف لایا......۲......(یعنی انہیں میں سے ایک رسول آیا جو انہیں مرنے کے بعد کے اٹھائے جانے، آگ سے ڈرنے اور اس کا خوف دلاتے ہیں، مراد اس سے نبی پاک ﷺ ہیں) اور کافر بولے (یہاں اسم ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو رکھا گیا ہے) یہ جادوگر ہے بڑا جھوٹا، کیا اس نے بہت خداؤں کا ایک خدا کر دیا (یوں کہ لوگوں سے کہتا ہے کہو "لاالہ الااللہ" ایک خدا تمام ہی مخلوق پر کیسے وسعت رکھ سکتا ہے؟) بیشک یہ عجیب بات ہے......۳......(عجاب کے معنی عجیب ہے) اور ان میں کے سردار چلے (اپنے اجتماع کی مجلس سے جو ابو طالب کے ہاں قائم کی تھی اسی مجلس میں انہوں نے نبی پاک ﷺ کو فرماتے سنا: تم سب لاالہ

الا اللہ کہو) کہ اس کے پاس سے چل دو (یعنی کفار ایک دوسرے سے کہنے لگے چلو چلو) اور اپنے خداؤں پر صابر رہو (یعنی ان کی عبادت پر ڈٹے رہو) بیشک یہ (یعنی مذکورہ توحید) تو ہم نے سب سے پچھلے دین (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملت) میں بھی نہ سنی یہ تو نہیں (ان بمعنی ما نافیہ ہے) مگر نرا جھوٹ (اختلاق بمعنی کذب ہے) کیا اتارا گیا (ء انزل دو ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے ہمزہ کی تسہیل اور دونوں ہمزوں کے درمیان الف داخل کرنے کے ساتھ دونوں صورتوں پر ہے، نیز ترک کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے) ان پر (یعنی محمد ﷺ پر) ذکر (یعنی قرآن) ہم سب میں سے (اور وہ نہ ہم میں بڑے ہیں اور نہ ہم سے افضل ......ہے.....یعنی ان پر قرآن کیوں نازل کیا گیا؟ اللہ جل جلالہ فرماتا ہے) بلکہ وہ شک میں ہیں میرے ذکر سے (یعنی میری وحی قرآن پاک سے یوں کہ وہ وحی الٰہی لانے والے کو جھٹلاتے ہیں) بلکہ انہوں نے نہیں چکھی میری مار (اگر چکھ لیتے تو ضرور اس کی تصدیق کرتے جو نبی ﷺ لے کر آئے ہیں لیکن اس وقت انہیں یہ تصدیق کچھ فائدہ نہ دیتی، لــمـــا بمعنی لــم ہے) کیا وہ تمہارے رب کی رحمت کے خزانچی ہیں ......۵......وہ غلبہ والا (العزیز بمعنی الغالب ہے) بہت عطا فرمانے والا (جیسے نبوت وغیرہ، تو کیا وہ نبوت اسے عطا فرمائے گا جس کو یہ لوگ چاہیں گے) کیا ان کے لیے ہے سلطنت زمین وآسمان کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے (اگر یہ اس کا گمان رکھتے ہیں) تو رسیاں لٹکا کر چڑھ جائیں (جو انہیں آسمان تک پہنچانے والی ہوں پھر از خود وحی لا کر جسے چاہے وحی کے ساتھ مختص کر دیں، مذکورہ دونوں مقامات میں ام ہمزہ انکاری کے معنی میں ہے، یہ ایک حقیر) لشکر ہے (جند ما میں ما بمعنی حقیر اور جند ما سے قبل ھو ضمیر محذوف ہے) یہاں (یعنی وہ لوگ آپ ﷺ کو جھٹلانے میں) تو وہیں بھگا دیا جائے گا ("مھزوم" جند کی صفت ہے) گروہوں سے (من الاحزاب یہ بھی جند کی صفت ہے، آپ ﷺ سے پہلے والے انبیاء کرام کو جھٹلانے والے تمام مجتمع گروہوں پر قہر الٰہی نازل ہوا، وہ سب ہلاک ہوگئے پس اس طرح انہیں بھی ہلاک کر دیا جائے گا) ان سے پہلے جھٹلا چکے ہیں نوح کی قوم (قوم باعتبار معنی مونث ہے) اور عاد اور چو میخا کرنے والا فرعون (فرعون جس پر غضبناک ہوتا اس کے دونوں ہاتھوں اور پیروں میں چار کیل ٹھوک دیتا اور پھر اس کو عذاب دیا کرتا تھا......۱۲......) اور ثمود اور لوط کی قوم اور گھنے متعدد درختوں والے (مراد اس سے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہے، الایکۃ کے معنی گھنے درختوں کا جھنڈ ہے......۷......) یہ وہ گروہ نہیں ہے (ان بمعنی ما نافیہ ہے) کوئی بھی (ان گروہوں میں سے) مگر انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا (کیونکہ ایک رسول کو جھٹلانا بمنزلہ تمام رسولوں کو جھٹلانے کے ہے کیونکہ ان سب کی دعوت ایک ہی تھی یعنی دعوت توحید) تو میرا عذاب لازم ہوا (حق بمعنی وجب ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ص والقران ذی الذکر٥﴾

ص: "ھذہ" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: قسمیہ جار، القران: موصوف، ذی الذکر: صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "نقسم" بفعل محذوف کیلئے، ملکر جملہ قسمیہ، جواب قسم محذوف "انہ لمعجز" ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿بل الذین کفروا فی عزۃ وشقاق٥ کم اھلکنا من قبلھم من قرن﴾.

بل: حرف عطف واضراب، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر مبتدا، فی: جار، عزۃ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، شقاق: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، کم: ضمیر، من قرن: ظرف مستقر تمیز، ملکر مفعول مقدم، اھلکنا: فعل با فاعل، من قبلھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فنادوا ولات حین مناص٥﴾.

ف: عاطفہ، نادوا :فعل باواؤضمیر ذوالحال، و: حالیہ، لات :حرف مشبہ مشابہ بلیس "ت" زائد، حین مناص: ظرف متعلق بمحذوف خبر اسم "الحین" محذوف، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وعجبوا انْ جاء هم منذر منهم وقال الكفرون هذا سحر كذاب۝﴾.

و: عاطفہ، عجبوا :فعل بافاعل، ان :مصدریہ، جاء هم :فعل ومفعول، منذر :موصوف، منهم :ظرف مستقر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و :عاطفہ، قال الكفرون قول، هذا :مبتدا، سحر كذاب: خبران، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اجعل الالهة الها واحدا ان هذا لشيء عجاب۝﴾.

همزه: حرف استفہام، جعل :فعل بافاعل، الالهة :مفعول اول، الها واحدا :مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ان هذا :حرف مشبہ واسم، لام :تاکیدیہ، شيء عجاب :خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانطلق الملا منهم ان امشوا واصبروا على الهتكم﴾.

و: مستانفہ، انطلق :فعل، الملا :موصوف، منهم :صفت، ملکر ذوالحال، ان :مصدریہ، امشوا :جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و :عاطفہ، اصبروا على الهتكم :جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتاویل مصدر قول محذوف "قائلين" کیلئے مقولہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان هذا لشيء يراد۝ ما سمعنا بهذا في الملة الاخرة ان هذا الا اختلاق۝﴾.

ان هذا: حرف مشبہ واسم، لام :تاکیدیہ، شيء :موصوف، يراد :جملہ فعلیہ صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ما سمعنا :فعل نفی بافاعل، ب :جار، هذا :ذوالحال، في الملة الاخرة :ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ان :نافیہ، هذا :مبتدا، الا :اداۃ حصر، اختلاق :خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ء انزل عليه الذكر من بيننا بل هم في شك من ذكري بل لما يذوقوا عذاب۝﴾.

همزه: حرف استفہام، انزل عليه :فعل مجہول وظرف لغو، الذكر :ذوالحال، من بيننا :ظرف مستقر حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، بل :حرف اضراب، هم :مبتدا، في :جار، شك :موصوف، من ذكري :ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، بل :حرف اضراب، لما :حرف جازمہ ونفی، يذوقوا عذاب :فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ام عندهم خزائن رحمة ربك العزيز الوهاب۝﴾.

ام: بمعنی بل عاطفہ منقطعہ، عندهم :ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، خزائن :مضاف، رحمة :مضاف، ربك :موصوف، العزيز الوهاب :صفتان، ملکر مضاف الیہ، ملکر پھر، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ام لهم ملك السموت والارض وما بينهما فليرتقوا في الاسباب۝﴾.

ام: عاطفہ منقطعہ، لهم :ظرف مستقر خبر مقدم، ملك السموت والارض وما بينهما :مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، ف :فصیحیہ، ليرتقوا في الاسباب :فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان زعموا ذلك" کیلئے جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿جند ما هنالك مهزوم من الاحزاب۝﴾.

جند: موصوف، ما :نکرہ تامہ صفت اول، هنالك :ظرف متعلق بمحذوف صفت ثانی، مهزوم من الاحزاب :شبہ جملہ صفت ثالث، ملکر "هم" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿كذبت قبلهم قوم نوح وعاد وفرعون ذو الاوتاد۝ وثمود وقوم لوط واصحب لئيكة﴾.

کذبت قبلهم: فعل وظرف، قوم نوح: معطوف علیہ، وعاد: معطوف اول، و: عاطفہ، فرعون: موصوف، ذوالاوتاد: مرکب اضافی صفت، ملکر معطوف ثانی، وثمود: معطوف ثالث، وقوم لوط: معطوف رابع، واصحب لئیکة: معطوف خامس، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿اولئک الاحزاب٥ ان کل الا کذب الرسل فحق عقاب٥﴾

اولئک: مبتدا، الاحزاب: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، ان: نافیہ، کل: مبتدا، الا: اداۃ حصر، کذب الرسل: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، حق عقاب: فعل وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......اجعل الألهة الها واحدا......☆ جب حضرت عمر اسلام لائے تو مسلمانوں کی خوشی ہوئی اور کافروں کو نہایت رنج ہوا، ولید بن مغیرہ نے قریش کے عمائد اور سر برآوردہ پچیس آدمیوں کو جمع کیا اور انہیں ابوطالب کے پاس لایا اور ان سے کہا کہ تم ہمارے سردار ہو اور بزرگ ہو ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ تم ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان فیصلہ کردو ان کی جماعت کے چھوٹے درجے کے لوگوں نے جو شورش برپا کر رکھی ہے وہ تم جانتے ہو، ابوطالب نے سید عالم ﷺ کو بلا کر عرض کیا کہ یہ آپ کی قوم کے لوگ ہیں اور آپ سے صلح چاہتے ہیں آپ ان کی طرف سے یک لخت انحراف نہ کیجئے، سید عالم ﷺ نے فرمایا یہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں، انہوں نے کہا کہ ہم اتنا چاہتے ہیں کہ آپ ہمارا اور ہمارے معبودوں کا ذکر چھوڑ دیجئے، ہم آپ کے اور آپ کے معبودوں کی بدگوئی کے درپے نہ ہونگے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم ایک کلمہ قبول کر سکتے ہو جس سے عرب وعجم کے مالک وفرمانبردار ہوجاؤ''، ابوجہل نے کہا کہ ایک کیا ہم دس کلمے قبول کر سکتے ہیں، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''کہو لا الہ الا اللہ'' اس پر وہ لوگ اٹھے اور کہنے لگے کہ کیا انہوں نے بہت سے خداؤں کا ایک خدا کر دیا، اتنی بہت سی مخلوق کے لئے ایک خدا کیسے کافی ہوسکتا ہے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

صاد کی تحقیق میں اقوالِ مفسرین:

ا......ابتداء میں مقطعات لانے کی درج ذیل وجوہ ہو سکتی ہیں: (۱)......اللہ کے اسماء کے چابیاں ہیں اور سب سے پہلی چابی ''صاد'' ہے، جیسا کہ ہمارے قول: صادق الوعد، صانع المصنوعات، اور صمد ہے۔ (۲)......صدق سے مراد ہر وہ خبر ہے جو محمد ﷺ اللہ کی بارگاہ سے تشریف لائے۔ (۳)......صاد سے کافروں کا دین الٰہی سے روکنا مراد ہے، جیسا کہ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿الذین کفروا وصدوا عن سبیل الله جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا (النحل: ۸۸)﴾۔ (۴)......صاد کا معنی یہ ہے کہ قرآن تمام حروف کا مجموعہ ہے اور تم اس پر قادر ہو لیکن قرآن کے ساتھ معارضہ کرنے پر قادر نہیں ہو اور اس میں دلیل ہے کہ قرآن معجزہ ہے۔

(الرازی، ج۹، ص ۳٦٥)

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں:

(۱)......حسن کا قول ہے کہ ﴿صاد﴾ کے معنی حادث القرآن ہے۔ (۲)......حسن ہی کا ایک قول یہ ہے کہ ﴿صاد﴾ سے مراد اپنے عمل کے ذریعے قرآن کے مقابل معارضہ پیش کرنا۔ (۳)......عبدالوہاب کہتے ہیں کہ اپنے عمل کی نظیر قرآن میں تلاش کرو کہ تمہارا عمل قرآن میں کہاں مذکور ہے۔ (۴)......بعض کے نزدیک ﴿صاد﴾ سے مراد قسم ہے، کہ اللہ ﷻ نے اس کے ذریعے قسم یاد دلائی ہے۔ (۵)......متاخرین کا قول یہ ہے کہ ﴿صاد﴾ اسماء قرآن میں سے ایک اسم ہے جس کے ذریعے اللہ نے قسم یاد دلائی ہے۔

(الطبری، الجزء:۲۳،ص ۱۳۸ وغیرہ)

کفار مکہ کو تبلیغ رسالت مآب پر تعجب:

۲......کفار کو یہ تعجب تھا کہ انہی کی جنس سے یعنی بشر، انہی کی نوع سے یعنی اُمّی (کیونکہ کفار اُمّی مشہور تھے) پس یہی معنی رسول کے اُمّی ہونے کا ہے، مراد یہ ہے کہ انہیں بہت زیادہ تعجب ہوا اور وہ دشمن ہو گئے اور ان کا انکار شدید درجے کا تھا۔

(روح المعانی ،الجزء:۲۳،ص ۲۲۰)

امام رازی کہتے ہیں:

اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿منهم﴾ میں دو صورتیں ہیں:(۱)......محمد ﷺ ہمارے سامنے خلقی اعتبار سے، شکل وصورت اور نسب کے اعتبار سے ہمارے سامنے دیکھے جاتے ہیں، پھر انہیں یہ منصب عالی اور درجات رفیعہ کیسے مل گئے؟۔(۲)......اللہ ﷻ کے فرمان میں ان کے لئے تنبیہ ہے کہ ایک شخص انہی میں سے انہیں توحید کی دعوت دیتا ہے، فرشتوں کی تعظیم اور آخرت کی ترغیب دلاتا ہے، دنیا سے نفرت دلاتا ہے، پھر یہ کہ یہی شخص ان کے اقارب میں سے ہے جو کہ جھوٹ اور تہمت کی گندگی سے کوسوں دور ہے، اور ان میں موجود تمام خصائص کا یہ بخود اعتراف کر چکے ہیں، اور یہ کہ تمام اقوام عالم ان کی حماقتوں پر تعجب میں ہیں جس کی نظیر اس فرمان: ﴿ام لم یعرفوا رسولهم فهم له منکرون یا انہوں نے اپنے رسول کو نہ پہچانا تو وہ اسے بیگانہ سمجھ رہے ہیں (المؤمنون: ۶۹)﴾ میں ملتی ہے ،پس اللہ نے فرمایا: ﴿وعجبوا ان جاء هم منذر منهم اور انہیں اس کا اچنبھا لگا کہ ان کے پاس انہی میں کا ایک ڈر سنانے والا آیا (ص:۴)﴾ کا معنی یہ ہے کہ محمد ﷺ ان کے قبیلے اور رشتے دار میں سے ہیں اور ان کے ساتھ اسباب دنیا سے مستفیض ہونے میں برابری کے حقدار ہیں۔ پس ان کا سید عالم ﷺ کی طاعت سے باز رہنا اور کلفت کی وجہ سے سر جھکانے سے باز ہو جانا اور تعجب کرنا کہ ان میں اللہ کا رسول خاص ہو چکا ہے اور اپنی خاص شرافت عالی کے ساتھ ان میں رسول ممتاز ہو چکا ہے، اور یہ سارا کا سارا تعجب حسد کی وجہ سے تھا۔

(الرازی، ج۹، ص ۳۶۷)

کفار کا پہلا شبہ:

۳......متذکرہ مقام پر کافروں کو تین شبہات ہوئے جو کہ یہ ہیں:(۱)......ایک ہی معبود ہونے کے بارے میں شبہ ،(۲)......سید عالم ﷺ کی نبوت کے بارے میں شبہ،(۳)......دوبارہ جی اٹھنے کے بارے میں شبہ یا جلد موت طلب کرنے کے بارے میں شبہ۔ پس پہلے شبے کا ذکر یوں فرمایا: ﴿اجعل الآلهة الها واحدا ان هذا لشیء عجاب کیا اس نے بہت خداؤں کا ایک خدا کر دیا بیشک یہ عجیب بات ہے (ص:۵)﴾۔روایت کی جاتی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو مسلمانوں میں ایک فرحت کا سماں دکھائی دیا، اور کفار قریش میں ناگواری دیکھنے میں آئی اور پندرہ افراد کی ایک جماعت اکٹھی ہو کر ابو طالب کے پاس آئی اور بولے کہ آپ ہمارے بڑے ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ان بیوقوفوں نے کیا کیا ہے، مراد مسلمان ہیں۔ ہم آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں کہ آپ ہم میں اور اپنے بھتیجے میں فیصلہ فرما دیں۔ پس ابو طالب سید عالم ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے میرے بھتیجے! تیری قوم کے افراد میرے پاس آئے اور تجھ سے سوال کرتے ہیں، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''مجھ سے کیا سوال کرتے ہیں''؟ ابو طالب نے کہا: وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اور ہمارے معبودوں کے ذکر کو چھوڑ دے، سید عالم ﷺ نے کافروں سے جواباً ارشاد فرمایا: ''میں نے تمہارے سوال کے مطابق تمہیں دیا، کیا تم مجھے ایک کلمہ کی ضمانت دو گے جو عرب وعجم میں کفایت کرے''؟ بولے: جی ہاں، ارشاد فرمایا: ''کہو: ''لا الہ الا اللہ''، پس کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ ﴿اجعل الآلهة الها واحدا ان هذا لشیء عجاب کیا اس نے

بہت خداؤں کا ایک خدا کر دیا بیشک یہ عجیب بات ہے (ص:۵)۔ (الرازی، ج۹، ص ۳۶۷ وغیرہ)

کفار کا دوسرا شبہ:

۴……امام رازی فرماتے ہیں کہ دوسرا شبہ یہ تھا کہ نبوت تو عظیم مرتبہ ہے، لہٰذا یہ کسی ایسی بندے کو ملنی چاہیے جو لوگوں میں معزز ترین ہو اور محمد ﷺ میں یہ بات نہیں پائی جاتی (معاذ اللہ)، پس ان کے لئے نبوت نہ مانی جائے گی۔ کفار نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ ان کے گمان کے مطابق عزت فقط مال ہی سے حاصل ہوتی ہے لیکن شریعت کی رو سے یہ باطل ہے۔ پس جان لینا چاہیے کہ مراتب سعادت تین ہیں جس میں سب سے بڑی سعادت مندی نفسانی سعادت ہے، درمیانے درجے کی سعادت بدنی سعادت ہے اور ادنی درجے کی سعادت خارجی سعادت ہے جو کہ مال و دولت سے متعلق ہوتی ہے۔ پس قوم کی پستہ ذہنی دیکھیں کہ انہوں نے ادنی درجے کی سعادت یعنی مال و دولت کو اعلی درجے کی سعادت گمان کر لیا اور اسی گمان کو صحیح جانتے ہوئے شرافت کا معیار بھی قائم کر لیا، پس یہی ان کی فاسد افکار کا شاخسانہ ہے۔ (الرازی، ج۹، ص ۳۶۹)

رحمت کے خزانچی ہونے سے کیا مراد ہے؟

۵……کفار مکہ کیا سمجھتے ہیں کیا یہ اللہ کی رحمت کے خزانچی ہیں؟ اور اس میں حسب حیثیت تصرف کے اختیار رکھتے ہیں، حتی کہ اپنے حسب منشاء تصرف کا اختیار رکھتے ہیں اور جس سے چاہیں روک لیتے ہیں اور اپنی ذاتی رائے سے فیصلہ کرتے ہیں اور اپنے سرداروں میں سے جس کے لئے چاہیں نبوت کا اختیار مان لیں۔ اور متذکرہ آیت ﴿رحمة ربک﴾ میں رب کی اضافت ضمیر خطاب برائے رسالت مآب ﷺ کی طرف ان کی شان و شوکت و عظمت کی وجہ سے کی گئی ہے۔ اور اللہ اپنی مخلوق پر غالب حکمت رکھنے والا ہے اور حسب منشاء عطا فرمانے والا ہے، اور عزت و قہر کا قول نبوت کی شان رفعت کے بیان کرنے کی غرض کے لئے ہے، اور ﴿الوھاب﴾ کا قول کیت کے طریق کو بیان کرنے کے لئے ہے اس لئے کہ حقیقی بنیاد پر دیکھا جائے تو نبوت فقط ایک عطائے واحد کا نام نہیں بلکہ جملہ صفات کے مجموعے کا نام ہے جس میں طریق کیفیت کے تقاضوں کو بھی دخل ہے جس کی جانب اللہ کے فرمان میں ﴿الوھاب﴾ سے اشارہ ملتا ہے اور اس میں یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ نبوت وہبی انعام ہے کسبی نہیں۔ (روح المعانی، الجزء: ۲۳، ۲۲٤)

فرعون کے سزا دینے کا انداز:

۶……اس بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ ﴿ذو اوتاد﴾ سے کیا مراد ہے؟ ابن عباس کہتے ہیں کہ ذو اوتاد بمعنی ذو البناء المحکم ہے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے فرعون بہت زیادہ عمارتیں بنانے والا تھا اور اس کی عمارت کو "اوتاد" کہا گیا۔ اسی طرح ابن عباس، قتادہ اور عطاء کا یہ بھی قول ہے کہ فرعون کے پاس اوتاد (بڑے بڑے آدمی، چومیخیں)، ارسان (جانور کے گلے میں ڈلنے والی رسی)، ملاعب (کارندے) جو کہ فرعون کے حکم کے پابند تھے۔ ضحاک کا بھی یہی قول ہے۔ ایک قول طاقتور اور پکڑنے والا مراد ہے۔ کلبی اور مقاتل کہتے ہیں لوگ چومیخوں کی مدد سے سزا دیئے جاتے تھے، پس فرعون جب کسی پر غضبناک ہوتا تو چاروں ہاتھ پاؤں پر میخیں گاڑ کر زمین دوز کر دیتا اور اس پر بچھو اور سانپ چھوڑے جاتے یہاں تک کہ وہ مر جاتا۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اسے چار سوار کھینچتے، اور ہر ایک اپنی جانب زور دیتا اور اس کے ہاتھ میں لوہے کے گرز ہوتے جس سے مارتا یہاں تک کہ مر جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ فرعون کے کثرت جنود (کثیر لشکر) کو ذو الاوتاد کہا گیا ہے کیونکہ یہ بھی اسی طرح طاقتور ہوتے تھے جیسا کہ وہ گھر جس کی بنیادیں میخوں سے گڑی ہوئی ہوں۔ (القرطبی، الجزء: ۲۳، ص ۱۳۶ وغیرہ)

اصحاب ایکہ :

یے.....ایکہ کا معنی ہے گھنا جنگل، درختوں کا جھنڈ ،تبوک یا مدین کے قریب ایک بستی ہے،اس کو بھی ایکہ کہتے ہیں،اصحاب الایکہ سے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم مراد ہیں،اس قوم کا نام بنومدیان تھا،مدین کے مرکزی شہر کو بھی کہتے ہیں اوران کے پورے علاقے کو بھی، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایکہ تبوک کا قدیم نام تھا،اس کا لغوی معنی گھنا جنگل ہے۔آج کل ایک پہاڑی کا نام ہے جوجبل اللوز سے وادی افل میں آکر گرتا ہے اور یہ علاقہ حجاز سے فلسطین وشام جاتے ہوئے راستے میں پڑتا ہے۔(تبیان القرآن، ج۶، ص ۳۰۷ وغیرہ)

اغراض:

ای البیان: یعنی دینی معاملے کو قرآن کی احتیاج ہوتی ہے۔

او الشرف: یعنی جو قرآن پر ایمان لے آئے،اس کے لئے دنیا میں شرف ہے اور آخرت میں بھی،اللہ کا فرمان ہے:﴿لقد انزلنا الیکم کتابا فیه ذکرکم﴾ یہاں ذکرکم بمعنی شرفکم ہے،اور ذاتی حیثیت سے دیکھا جائے تو بھی قرآن نصیحتوں اوراحکام وغیرہ کواپنے اندر لئے ہوئے ہے،پس اپنی ذات میں شریف اور قاری کومشرف کرنے والا ہے،ایک قول یہ بھی ہے کہ ﴿ذکر﴾ سے مراداللہ کے اسماءاوراس کی بزرگی بیان کرنا ہے،اورایک قول کے مطابق نصیحت کرنا ہے جب کہ اور بھی اقوال ہیں۔

وجواب هذا القسم محذوف: یہ اقوال ہیں جوزیادہ بہتر ہو،تقدیر کلام یوں ہے ﴿انک لمن المرسلین﴾ جیسا کہ سورۃ یٰس میں گزرچکا ہے،ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ﴿کم اهلکنا﴾ میں بھی "لام" حذف ہے اصل عبارت یوں ہے:"لکم اهلکنا" ہے لام کو طوالت کی وجہ سے حذف کیا گیا جس کی مثال اللہ کے اس فرمان:﴿والشمس﴾ کے بعد ﴿قد افلح من زکاها﴾ میں ملتی ہے۔من اهل مكة: اہل مکہ کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ یہی نزول کا سبب تھے جب کہ مرادتمام کافرہی ہیں۔

ای کثیرا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام باری میں ﴿کم﴾ خبریہ بمعنی کثیرا ہے۔

ای لیس الحین: اس جملے میں ﴿لات﴾ کے بارے میں سیبویہ اورخلیل کے مذہب کا بیان کرنا مقصود ہے ،﴿لات﴾ لیس میں عمل کررہا ہے اور لیس کا اسم محذوف ہے جب کہ خبر "الحین" ہے۔

فیه وضع الظاهر: یعنی کافروں پرزیادہ زجرکرنے کی غرض سے ظاہری ضمیر لائی گئی،کیونکہ وہ اپنے کفر میں دلیر تھے۔

عند ابی طالب: روایت میں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو قریش کو بڑا دکھ ہوا،پس پندرہ لوگوں کا ایک دستہ تیار کیا گیا اور ابوطالب کے پاس آیا اور کہنے لگے: آپ ہمارے بڑے ہیں،آپ جانتے ہیں جو یہ بیوقوف کررہے ہیں،آپ ہم میں اوراپنے بھتیجے میں فیصلہ کردیں،پس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا گیا تو وہ حاضر ہوئے اور ابوطالب نے ان سے کہا: یہ تیری قوم تجھ سے برابری وانصاف کا تقاضا کرتی ہے،پس تو اپنی قوم کی جانب مائل ہوجا،پس نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"تم مجھ سے کیا سوال کرنا چاہتے ہو؟"۔بولے :ہمارے اور ہمارے معبودوں کا ذکر چھوڑ دیں،سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اگرتم ایک کلمے کی گواہی دے دوتو عرب وعجم تمہارے پیرو ہوجائیں گے،پس تم کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہہ لو"، پس وہ کھڑے ہوگئے اور کہتے گئے:"چلو چلو اوراپنے معبودوں ہی کی عبادت کرتے رہو"۔ای لم ینزل علیه : میں اس جانب اشارہ ہے کہ استفہام انکاری بمعنی نفی ہے۔

الغالب: یعنی کوئی چیزاس پرغالب نہیں آسکتی بلکہ ہر چیز پر وہی غالب ہے۔

ان زعموا ذلک: عندیہ وملکیہ کے نزدیک، معنی یہ ہے کہ اگر آسمان کی جانب سیڑھی پر چڑھ کر بھی عرش پر جاپہنچیں اور عالم کے امر میں تدبر کریں تو بھی وحی اُسی پر نازل ہوگی جو اللہ کے مختار ہیں۔

ویعذبہ: یعنی اسے موت کے وقت تک چھوڑ دیتا ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ یعنی زندگی میں بھی اس پر سزا کرتا رہتا ہے، ایک قول کے مطابق ﴿اوتـــاد﴾ سے مراد وہ فرشتے ہیں جو ہر انسان پر متعین ہیں یا کثیر فرشتے ہیں جس کے بارے میں متعدد اقوال بیان کئے جاتے ہیں۔ (الصاوی، ج۵، ص ۱۳۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۱

﴿وما ینـظـر﴾یَنْتَظِرُ﴿هولاء﴾اَی کُفارُ مَکَةَ﴿الا صیحة واحدة﴾هِیَ نَفْخَةُ القِیَامَةِ تَحُلُّ بِهِمُ العَذَابُ ﴿مالها من فواق (۱۵)﴾بِفَتحِ الْفَاءِ وَضَمِّهَا رُجُوعٌ ﴿وقالوا﴾لَما نَزَل فَاَمَّا مَن اُوتِیَ کِتَابَهُ بِیَمِینِه الخ......﴿ربنا عجل لنا قطنا﴾اَی کِتَابَ اَعْمَالِنَا﴿قبل یوم الحساب (۱۶)﴾قَالُوا ذَالِکَ اِسْتِهزَاءً قال تعالى ﴿اصبر على ما یقولون واذکر عبدنا داود ذاالاید ج﴾اَی القُوَّةِ فِی العِبَادَةِ کَانَ یَصُومُ یَومًا وَیُفطِرُ یومًا وَیَقُومُ نِصفُ اللیلِ وَیَنامُ ثُلُثَهُ وَیَقُومُ سُدُسَه ﴿انه اواب(۱۷)﴾ رَجاعٌ اِلَی مَرضَاتِ اللهِ﴿انا سخرنا الجبال معه یسبحن﴾بِتَسْبِیحِه﴿بالعشی﴾وَقتَ صلوٰةِ العِشَاءِ﴿والاشراق (۱۸)﴾وَقتَ صلوٰةِ الضُّحٰی وهوَ اَن تَشرِقَ الشَّمْسُ وَیَتَنَاهٰی ضَوءُ هَا وَ سَخَّرْنَا﴿والطیر محشورة ط﴾مَجمُوعَةً اِلَیهِ تُسبِّحُ مَعَهُ﴿کل﴾مِنَ الجِبَالِ والطَّیرِ ﴿له اواب (۱۹)﴾رَجَاعٌ اِلٰی طَاعَتِهٖ بِالتَّسبِیحِ﴿وشددنا ملکه﴾قَوَّیْنَاهُ بِالحَرسِ والجُنُودِ کَانَ یَحرِسُ مِحرَابَهُ کُلَّ لَیلَةٍ ثَلاثُونَ اَلفَ رَجُلٍ ﴿واتینه الحکمة﴾النُّبوَّةَ والْاِصَابَةَ فِی الْاُمُورِ﴿وفصل الخطاب (۲۰)﴾البَیَانَ الشَّافِی فِی کُلِّ قَصْدٍ ﴿وهل﴾مَعْنَی الْاِسْتِفْهَامُ هنا التَّعْجِیبِ والتَّشوِیقِ اِلٰی اِستِمَاعِ مَا بَعْدَهُ﴿اتک﴾یَامُحمدُ﴿نبؤ الخصم وقف لازم اذ تسوروا المحراب (۲۱)﴾مِحرَابَ دَاوٗدَ اَی مَسجِدَهُ حَیثُ مُنِعُوا الدُّخُولَ عَلَیهِ مِنَ البَابِ لِشُغْلِهِ بِالعِبَادَةِ اَی خَبرُهم وَقِصَّتُهم﴿اذ دخلوا على داود ففزع منهم قالوا لا تخف ج﴾نَحْنُ﴿خصمن﴾قِیلَ فَرِیقَانِ لِیُطَابِقَ مَا قَبْلَهُ مِن ضَمِیرِ الجَمْعِ وَقِیلَ اِثْنَانَ و الضَمِیرُ بِمَعنَاهما والخَصْمُ یُطْلَقُ عَلَی الوَاحِدِ اَکثَرَ وهما مَلَکَانَ جَاءَ فِی صُورَةِ خَصْمَینِ وَقَعَ لَهما مَا ذُکِرَ عَلٰی سَبِیلِ الفَرْضِ لِتَنبِیهِ داوٗدَ علیہ السلام على ما وَقَعَ مِنهُ وَکَانَ لَه تِسعٌ وَّ تِسعُونَ اِمرَاَةً وَطَلَبَ اِمرَاَةَ شَخصٍ لَیسَ لَه غیرُها وَتَزَوَّجها وَدَخَلَ بِها﴿بغی بعضنا على بعض فاحکم بیننا بالحق ولا تشطط﴾تَجر﴿واهدنا﴾اَرشِدنَا﴿الی سواء الصراط (۲۲)﴾وَسَطِ الطَّرِیقِ الصَّوَابِ ﴿ان هذا اخی قف﴾اَی عَلٰی دِینِی﴿له تسع وتسعون نعجة﴾یُعَبِّرُبِها عَنِ المَرْاَةِ ﴿ولی نعجة واحدة قف فقال اکفلنیها﴾اِجعَلنِی کَافِلَها﴿وعزنی﴾غَلَبَنِی ﴿فی الخطاب (۲۳)﴾اَیِ الجِدَالِ وَاَقَرَّهُ الْاٰخَرُ عَلٰی ذٰلِکَ﴿قال لقد ظلمک بسؤال نعجتک﴾لِیَضُمَّها﴿الی نعاجه ط وان کثیرا من الخلطاء﴾الشُّرَکَاءِ﴿لیبغی بعضهم على بعض الا الذین امنوا وعملوا الصلحت وقلیل ما هم ط﴾ما لِتَاکِیدِ القِلَّةِ فَقَالَ المَلَکَانِ صَاعِدَینِ فِی صُورَتَیهِما اِلی السَّمَاءِ قَضَی الرَّجُلُ عَلٰی نَفسِه فَتَنَبَّهَ دَاوٗدَ فَقَالَ

تعالٰی﴿وظن﴾اَی اَیقَنَ﴿داود انما فتنٰه﴾اَوقَعنَاهُ فی فِتنَةٍ اَی بَلِیَّةٍ بِمُحَبَّةٍ تلکَ المَراَةِ﴿فاستغفر ربه وخر راکعا﴾اَی سَاجِدا﴿واناب السجدة (۲۴) فغفرنا له ذلکؕ وان له عندنا لزلفی﴾اَی زِیَادَةُ خَیرٍ فی الدنیا﴿وحسن ماٰب (۲۵)﴾مَرجَعٍ فِی الاٰخِرَةِ﴿یداود انا جعلنک خلیفة فی الارض﴾تُدَبِّرُ اَمرَ النَّاسِ ﴿فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الهوی﴾اَی هَوَی النَّفسِ﴿فیضلک عن سبیل الله﴾اَی عَنِ الدَّلَائِلِ الدَّالَةِ علٰی تَوحِیدِهٖ﴿ان الذین یضلون عن سبیل الله﴾اَی عَنِ الاِیمَانِ باللهِ﴿لهم عذاب شدید بما نسوا﴾بِنِسیَانِهِم﴿یوم الحساب (۲۶)﴾المُتَرَتَّبَ عَلیهِ تَرکُهُمُ الاِیمانَ ولو اَیقَنُوا بِیومِ الحِسَابِ لَاٰمَنُوا فی الدنیا.

﴿ترجمہ﴾

یہ راہ نہیں دیکھتے (یعنی کفارمکہ، ینظر بمعنی ینتظر ہے) مگر ایک چیخ کی (مراد اس سے نفخۂ قیامت ہے جس میں ان پر عذاب نازل ہوگا) جسے کوئی پھیر نہیں سکتا (فواق......۱......فاء مفتوحہ و مضمومہ دونوں کے ساتھ ہے، جس کے معنی رجوع ہے) اور بولے (جب "فامامن اوتی کتابه بیمینه" نازل ہوئی) اے ہمارے رب ہمارا حصہ ہمیں جلد دے دے (یعنی ہمیں ہمارا نامہ اعمال جلدی دیدے......۲......) حساب کے دن سے پہلے (یہ بات ان لوگوں نے بطور استہزاء کہی تھی، اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا) تم ان کی باتوں پر صبر کرو اور ہمارے بندے داؤد قوت والے کو یاد کرو (وہ عبادت کی قوت رکھتے تھے، ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے، نصف رات قیام کرتے اور تہائی رات آرام کرتے اور پھر رات کے چھٹے حصہ میں عبادت کرتے......۳......) بیشک وہ بڑا رجوع کرنے والا ہے (رضائے الٰہی کی طرف، اواب کے معنی رجوع کرنے والا ہے) اور بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑ مسخر کردیئے کہ تسبیح کرتے (اس کی تسبیح کے ساتھ) شام کو (عشاء کی نماز کے وقت) اور سورج چمکتے (یعنی چاشت کی نماز کا وقت سورج نکلنے سے خوب چمکنے تک ہے ......۴......) اور (ہم نے مسخر کردیئے) پرندے جمع کئے ہوئے (اس کے حضور کہ اس کے ساتھ تسبیح کرتے......۵......، محشورة بمعنی مجموعة ہے) سب (یعنی پہاڑ اور پرندے) اس کے فرمانبردار تھے (تسبیح کرنے میں اس کی اطاعت کی طرف رجوع کرنے والے تھے) اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا (حفاظت کے ذریعے ہر شب تیس ہزار مردوں کا لشکر آپ علیہ السلام کے محراب کی حفاظت کیا کرتا تھا......۶......، شددنا بمعنی قوینا ہے) اور اسے حکمت (یعنی نبوت اور کاموں میں درستگی......۷......) اور قول فیصل دیا (یعنی ہر مقصد میں کام آنے والا بیان شافی دیا......۸......) اور کیا (یہاں استفہام سے مقصود مابعد کلام کو بغور سننے کا شوق دلانے اور اس معاملے کے تعجب خیز ہونے کو بیان کرنا ہے) تمہیں (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) اس دعوی والوں کی بھی خبر آئی جب وہ دیوار کود کر محراب میں آئے (داؤد علیہ السلام کی محراب یعنی ان کی مسجد میں چونکہ آپ علیہ السلام عبادت میں مشغول تھے اس لیے ان کے حضور ان افراد کو داخل ہونے سے روک دیا گیا......۹......، نبا بمعنی خبر ہے) جب وہ داؤد پر داخل ہوئے تو ان سے گھبرا گیا انہوں نے عرض کیا ڈریئے نہیں (ہم) دو خصم ہیں (کہا گیا ہے کہ خصمان بمعنی فریقان ہے، تا کہ یہ ماقبل مذکور ضمیر جمع کے مطابق ہوجائے اور کہا گیا ہے خصمان تثنیہ ہے اور ضمیر جمع بمعنی تثنیہ ہے، الخصم اس کا اطلاق واحد اور اکثر پر ہوتا ہے، یہ دونوں آنے والے حضرات فرشتے تھے جو دو فریقوں کی صورت میں آئے تھے اور انہوں نے یہ معاملہ فرضی طور پر اس لیے بیان کیا تھا تا کہ جس عمل کا وقوع آپ علیہ السلام سے ہوا تھا اس پر آپ علیہ السلام کو تنبیہ ہو جائے اور وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت داود علیہ السلام کی ننانوے بی بیاں تھیں اور ایک شخص کی فقط ایک بیوی تھی، آپ علیہ السلام نے اس سے اس کی

بیوی کو طلب کیا اور بعد از طلاق وعدت آپ علیہ السلام نے اس سے نکاح فرمالیا اور اس سے صحبت کر لی) تو ہم میں سچا فیصلہ فرمادیجئے اور خلاف حق نہ کیجیے (تشطط بمعنی تجور ہے) اور ہمیں سیدھی راہ بتائیے (سواء الصراط کا معنی درست درمیانی رستہ ہے، بمعنی ارشدنا ہے) بیشک یہ میرا (دینی) بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں (دنبی کہہ کر مراد بیوی لی گئی ہے......ا) اور میرے پاس ایک دنبی اب یہ کہتا ہے وہ بھی مجھے حوالے کر دے (مجھے اس کا کفیل بنادے) اور بات میں (یعنی اس جھگڑے میں) مجھ پر زور ڈالتا ہے (مجھ پر غالب آنا چاہتا ہے دوسرے نے اس کا اقرار کر لیا) فرمایا بے شک یہ تجھ پر زیادتی کرتا ہے تیری دنبی کا سوال کر کے (کہ اس کو ملا کے) اپنی دنبیوں کے ساتھ اور بیشک اکثر شرکاء (الخلطاء بمعنی الشرکاء ہے) ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے اور وہ بہت تھوڑے ہیں (قلیل ما میں تاکید قلت کے لیے ہے، دونوں فرشتے آسمان کی طرف اپنی صورتوں میں یہ کہتے بلند ہوگئے کہ اس بندے نے خود اپنے ہی خلاف فیصلہ سنایا یہ معاملہ دیکھ کر حضرت داود علیہ السلام متحیر ہو گئے، اللہ عزوجل فرماتا ہے) اب داود سمجھا (انہیں یقین ہو گیا) ہم نے اس کی جانچ کی تھی (یعنی اس عورت کی محبت کے ذریعے ہم نے انہیں آزمائش میں مبتلا فرمایا تھا) تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا......ا (راکعا بمعنی ساجدا ہے) اور رجوع لایا تو ہم نے اسے معاف فرمایا ......۱۲ بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب ہے (یعنی دنیا میں مزید بھلائیاں ہیں) اور اچھا ٹھکانہ ہے (آخرت میں مآب بمعنی مرجع ہے) اے داؤد بیشک ہم نے تجھے زمین میں نائب کیا (تو لوگوں کے امور کی تدبیر کرتا ہے) تو لوگوں میں سچا حکم کر اور خواہش (یعنی خواہش نفسانی) کے پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی (یعنی ان دلائل سے بہکا دے گی جو وحدانیت باری تعالیٰ پر دلالت کرتے ہیں) بیشک وہ جو اللہ کی راہ سے بہکتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے سے) ان کے لیے سخت عذاب ہے ان کے بھول جانے کے سبب (بما نسوا بمعنی بنسیانھم ہے) حساب کے دن کو (ان کو ایمان نہ لانا اس دن کو بھول جانے پر مرتب ہوا ہے اگر وہ حساب کے دن پر یقین رکھتے تو ضرور دنیا میں ایمان لے آتے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وما ینظر ھولاء الا صیحۃ واحدۃ مالھا من فواق٥﴾.

و: مستانفہ، ماینظر: فعل نفی، ھولاء: فاعل، الا: اداۃ حصر، صیحۃ: موصوف، واحدۃ: صفت اول، ما: مشابہ بلیس، لھا: ظرف مستقر خبر مقدم، من: جار زائد، فواق: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وقالوا ربنا عجل لنا قطنا قبل یوم الحساب٥﴾.

و: مستانفہ، قالوا اقول، ربنا: نداء، عجل: فعل امر بافاعل، لنا: ظرف لغو، قطنا: مفعول، قبل یوم الحساب: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ۔

﴿اصبر علی مایقولون واذکر عبدنا داود ذا الاید انہ اواب٥﴾.

اصبر: فعل امر بافاعل، علی: جار، مایقولون: موصول صلہ ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اذکر: فعل امر بافاعل، عبدنا: مبدل منہ، داود: موصوف، ذاالاید: صفت، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انہ: حرف مشبہ واسم، اواب: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انا سخرنا الجبال معہ یسبحن بالعشی والاشراق٥ والطیر محشورۃ کل لہ اواب٥﴾.

انا: حرف مشبہ واسم، سخرنا: فعل بافاعل، الجبال: ذوالحال، معہ: ظرف متعلق بمحذوف حال اول، یسبحن بالعشی

والاشراق: جملہ فعلیہ حال ثانی ،ملکر معطوف علیہ ،و:عاطفہ ،الطیر:ذوالحال ،محشورۃ: حال ،ملکر معطوف ،ملکر مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ ،کل:مبتدا ،لہ اواب: شبہ جملہ خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وشددنا ملکہ واتینہ الحکمۃ وفصل الخطاب٥﴾.

و: عاطفہ ،شددنا ملکہ:فعل بافاعل ومفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ،و:عاطفہ ،اتینہ:فعل بافاعل ومفعول اول ،الحکمۃ:معطوف علیہ ،و:عاطفہ ،فصل الخطاب:معطوف ،ملکر مفعول ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وھل اتک نبؤا الخصم اذ تسوروا المحراب٥ اذدخلوا داود ففزع منھم﴾.

و: مستانفہ ،ھل:حرف استفہام ،اتک:فعل ومفعول ،نبوا:مضاف ،الخصم:مضاف الیہ مفعول ،مضاف محذوف "تحاکم" کیلئے "ای نبأ تحاکم الخصم"،"تحاکم": مصدر مضاف بافاعل ،اذ:مضاف ،تسوروا المحراب: جملہ فعلیہ مضاف الیہ ،ملکر مبدل منہ ،اذ مضاف ،دخلوا داود: جملہ الخصم ،"تحاکم" بمصدر مضاف بافاعل ،اذ:مضاف ،تسوروا المحراب: جملہ فعلیہ مضاف الیہ ،ملکر مبدل منہ ،اذ مضاف ،دخلوا داود: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،ف:عاطفہ ،فزع منھم: جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر مضاف الیہ ،ملکر بدل ،ملکر ظرف ،تحاکم الخصم: مصدر مضاف اپنے متعلقات سے ،ملکر شبہ جملہ ہوکر مضاف الیہ ،ملکر فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿قالوا لا تخف خصمن بغی بعضنا علی بعض﴾.

قالوا: قول ،لا تخف:فعل نہی بافاعل ،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ مستانفہ ،خصمن:موصوف ،بغی بعضنا:فعل بافاعل ،علی بعض: ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ صفت ،ملکر مبتدا محذوف "نحن" کیلئے خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاحکم بیننا بالحق ولا تشطط واھدنا الی سواء الصراط٥﴾.

ف: فصیحیہ ،احکم بیننا بالحق:فعل امر بافاعل وظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ ،و:عاطفہ ،لا تشطط:فعل نہی بافاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ،و:عاطفہ ،اھدنا:فعل امر بافاعل ومفعول ،الی سواء الصراط:ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان ھذا اخی لہ تسع وتسعون نعجۃ ولی نعجۃ واحدۃ﴾.

ان: حرف مشبہ ،ھذا:مبدل منہ ،اخی:بدل ،ملکر اسم ،لہ:ظرف مستقر خبر مقدم ،تسع: معطوف علیہ ،و:عاطفہ ،تسعون:معطوف ،ملکر ممیز ،نعجۃ: تمیز ،ملکر مبتدا مؤخر ،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ ،و:عاطفہ ،لی نعجۃ واحدۃ: جملہ اسمیہ معطوف ،ملکر خبر ،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فقال اکفلنیھا وعزنی فی الخطاب٥﴾.

ف: عاطفہ ،قال قول ،اکفلنیھا:فعل ماضی بافاعل ومفعول وثانی ،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ ،و:عاطفہ ،عزنی:فعل بافاعل ومفعول ،فی الخطاب:ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قال لقد ظلمک بسوال نعجتک الی نعاجہ﴾.

قال: قول ،لام:تاکیدیہ ،قد:تحقیقیہ ،ظلمک:فعل بافاعل ومفعول ،بسوال نعجتک: ظرف لغواول ،الی نعاجہ:ظرف مستقر ،فعل محذوف "لیضمھا" کیلئے ،ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور ،ملکر ظرف لغو ثانی ،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف کیلئے جواب قسم ہوکر مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وان كثيرا من الخلطاء ليبغى بعضهم على بعض الا الذين امنوا وعملوا الصلحت وقليل ماهم﴾.
و: عاطفہ، ان: حرف مشبہ، كثيرا: موصوف، من الخلطاء: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم، لام: تاکیدیہ، يبغى: فعل، بعضهم: مستثنیٰ منہ، الا: اداۃ استثناء، الذين امنوا وعملوا الصلحت: موصول صلہ ملکر مستثنیٰ، ملکر ذوالحال، و: حالیہ، قليل: خبر مقدم، ما: زائدہ، هم: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر حال، ملکر فاعل، على بعض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وظن داود انما فتنه فاستغفر ربه وخر راكعا واناب ٥ فغفرنا له ذلك﴾.
و: عاطفہ معطوف علی محذوف "قال الملكان قضى الرجل على نفسه فتنبه" ظن داود: فعل وفاعل، انما: حرف مشبہ وما کافہ، فتنه: جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، استغفر ربه: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، خر: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، راكعا: حال، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اناب: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، غفرنا له ذلك: فعل با فاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان له عندنا لزلفى وحسن ماب ٥﴾.
و: عاطفہ، ان: حرف مشبہ، له: ظرف مستقر خبر مقدم، عندنا: ظرف متعلق حال مقدم، لام: تاکیدیہ، زلفى: معطوف علیہ، و: عاطفہ، حسن ماب: معطوف، ملکر ذوالحال، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿يداود انا جعلنك خليفة فى الارض﴾.
يداود: نداء، انا: حرف مشبہ واسم، جعلنك: فعل با فاعل ومفعول، خليفة: موصوف، فى الارض: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ مستانفہ۔

﴿فاحكم بين الناس بالحق ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله﴾.
ف: فصیحیہ، احكم: فعل امر "انت" ضمیر مستتر ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، بين الناس: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لاتتبع الهوى: فعل نہی با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: سببیہ، يضلك: فعل با فاعل ومفعول، عن سبيل الله: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ جواب نہی واقع ہے۔

﴿ان الذين يضلون عن سبيل الله لهم عذاب شديد بما نسوا يوم الحساب ٥﴾.
ان: حرف مشبہ، الذين يضلون عن سبيل الله: موصول صلہ ملکر اسم، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، عذاب شديد: مرکب توصیفی ذوالحال، بما نسوا يوم الحساب: ظرف مستقر حال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

فواق کے معنی ومطالب کی تحقیق:

۱..... اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿مالها من فواق جسے کوئی پھیرنے والا نہیں (ص:۱۵)﴾۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ جسے کوئی دنیا کی طرف رجوع کرنے والا نہیں۔ اونٹنی کے دومرتبہ دودھ دینے کے درمیانی وقت کو فواق کہتے ہیں، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اونٹنی کو دواوقات دودھ دینے کے درمیانی وقت میں چھوڑ دینا۔ (المفردات، ص ۳۸۹)

☆..... حضرت ابوہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص پہاڑوں کی گھاٹیوں میں سے گزرا جس میں میٹھے پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ تھا، اس پانی کی لذت کی وجہ سے اس کو وہ چشمہ اچھا لگا، اس نے دل میں کہا: کاش! میں لوگوں کے

درمیان سے نکل جاؤں اور اسی گھاٹی میں رہوں اور میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت لئے بغیر ہرگز ایسا نہیں کروں گا، پھر اس نے رسول اللہ ﷺ سے اس بات کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم ایسا نہ کرو، کیونکہ تم میں سے کسی ایک کا اللہ کی راہ میں ٹھہرنا، اپنے گھر میں ستر سال نمازیں پڑھنے سے افضل ہے، کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کردے اور تم کو جنت میں داخل کردے، اللہ کی راہ میں جہاد کرو، جس شخص نے اونٹنی کے فواق (دودھ دوہنے کے وقت) کے برابر بھی اللہ کی راہ میں قتال کیا اس کے لئے جنت واجب ہوجائے گی''۔ (سنن الترمذي، فضائل جهاد، باب: ما جاء في فضل الغدو والروح في سبيل الله، رقم:١٦٥٦، ص٥٠٥)

☆......سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے فواق ناقہ کی مقدار کے مطابق اعتکاف کیا وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے ایک گردن آزاد کروائی''۔ (روح البیان، ج٨، ص١٦، بحوالہ تلخيص الحبير)

موت کی تمنا کرنے کے تحت کفار کے تیسرا شبہے کا بیان:

۳......ماقبل رکوع میں کفار کے دو شبہات بیان کیے ہیں، یہ تیسرا شبہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے امر میں جلدی چاہی۔ عام طور سے مصائب و آلام سے تنگ آکر بعض لوگ موت کی تمنا کرتے ہیں، یونہی بعض دنیاوی ناکامیوں کی وجہ سے بھی موت کی آرزو کرتے ہیں جس کی ممانعت احادیث طیبہ میں موجود ہے۔

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت کی وجہ سے ہرگز موت کی تمنا نہ کرے اور اگر اس نے ضرور دعا کرنی ہو تو وہ یوں کرے: اے اللہ! جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہو تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لئے موت بہتر ہو تو موت عطا کر''۔ (صحيح البخاري، كتاب المرض، باب: تمني المريض الموت، رقم: ٥٦٧١، ص١٠٠٤)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص ہرگز موت کی تمنا نہ کرے، اگر وہ نیک شخص ہے تو ہوسکتا ہے کہ نیکیاں زیادہ کرلے اور بدکار ہے تو ہوسکتا ہے کہ توبہ کرلے''۔

(صحيح البخاري، كتاب التمني، باب: ما يكره من التمني، رقم: ٧٢٣٥، ص١٢٤٦)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے اور نہ موت آنے سے پہلے اس کی دعا کرے، جب تم میں سے کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے اور زندگی مومن کی صرف نیکیوں کو زندہ کرتی ہے''۔ (صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب: كراهة تمني الموت، رقم: (٦٧١٤)/٢٦٨٢، ص١٣٢٠)

بعض مواقع ایسے بھی ہیں کہ جہاں موت کی تمنا کرنا مستحسن ہوتا ہے، مثلاً جب کوئی اللہ عزوجل کی ملاقات کے شوق میں موت کی تمنا کرے یا حصول شہادت کے لئے موت کی آرزو کرے، چنانچہ اس خواہش کے پیش نظر موت کی تمنا کرنا نہ صرف جائز بلکہ باعث ثواب واجر وانعام کا پیش خیمہ ہے۔ ذیل میں اسی موضوع کی مناسبت سے احادیث طیبہ ذکر کی جاتی ہیں:

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا گیا: ''اس ذات پاک کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اگر یہ بات نہ ہوتی کہ مومنوں کو یہ پسند نہیں ہے کہ وہ مجھ سے پیچھے رہ جائیں اور یہ بات نہ ہوتی کہ میں ان کے لئے سواریاں مہیا نہیں کرسکتا تو میں کسی ایسے لشکر کے پیچھے بیٹھا نہ رہتا جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے جاتا اور اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مجھے یہ محبوب ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں''۔ (صحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير، باب: تمني الشهادة، رقم: ٢٧٩٧، ص٤٦٣)

☆......حضرت زید بن اسلم نے اپنے والد گرامی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ بات ارشاد فرمائی: ''اے اللہ! مجھے

اپنے راستے میں موت عطا فرما اور مجھے اپنے رسول کے شہر میں موت عطا کر دے"۔

(صحیح البخاری، کتاب فضائل مدینۃ، باب: کراھیۃ النبی ﷺ، رقم: ۱۸۹۰،ص۳۰۴)

☆......حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جو اللہ سے ملاقات کرنے کو محبوب رکھتا ہے، اللہ بھی اس سے ملاقات کرنے کو پسند فرماتا ہے اور جو اللہ عزوجل سے ملاقات کرنے کو ناپسند کرتا ہے اللہ عزوجل بھی اس کی ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے"۔حضرت عائشہ یا آپ ﷺ کی کسی زوجہ نے کہا: بیشک ہم موت کو ناپسند کرتے ہیں، سید عالم ﷺ نے فرمایا: "یہ بات نہیں ہے، لیکن جب مومن کے پاس موت آتی ہے تو اس کو اللہ عزوجل کی رضا اور اس کی کرامت کی بشارت دی جاتی ہے پھر مومن کو موت کے بعد ملنے والے انعامات سے بڑھ کر کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی، سو وہ اللہ عزوجل سے ملاقات کو پسند کرتا ہے تو اللہ عزوجل بھی اس سے ملاقات کو پسند فرماتا ہے اور کافر کے پاس جب موت آتی ہے تو اس کو اللہ عزوجل کے عذاب اور اس کی سزا کی بشارت دی جاتی ہے اور اس کو موت کے بعد پیش آنے والے امور سے زیادہ کوئی چیز ناپسند اور ناگوار نہیں ہوتی، وہ اللہ عزوجل سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ عزوجل اس سے ملاقات کو ناپسند فرماتا ہے"۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: من احب لقاء اللہ، رقم ۶۵۰۷،ص۱۱۲۸)

حضرت داؤد علیہ السلام کی دس وجوہ سے فضیلت کا بیان:

۳......تم ان کی باتوں پر صبر کرو اور ہمارے بندے داؤد قوت والے کو یاد کرو بیشک وہ بڑا رجوع کرنے والا ہے اور بیشک ہم نے اس کے ساتھ پہاڑ مسخر کر دیئے کہ تسبیح کرتے شام کو اور سورج چمکتے اور پرندے جمع کئے ہوئے سب اس کے فرمانبردار تھے اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا اور اسے حکمت اور قول فیصل دیا۔

وہ دس صفات جو اللہ عزوجل نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام کو عطا فرمائیں، وہ کمال سعادت وکامیابی پر منحصر ہیں: (۱)......اللہ نے سید عالم ﷺ سے فرمایا: ﴿اصبر علی ما یقولون واذکر عبدنا داؤد (ص:۱۷)﴾ یعنی اللہ نے سید عالم ﷺ کو (کافروں کی)اذیتوں پر اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے صبر کی تلقین فرمائی جیسا کہ داؤد علیہ السلام نے کیا، اور اس میں سیدنا داؤد علیہ السلام کے کمال درجے کی تعظیم وشرف کا بیان ہے اور اپنے افضل ترین بندۂ خاص کو مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے سیدنا داؤد علیہ السلام کی اقتداء کرنا لازم ہوگی۔ (۲)......سیدنا داؤد علیہ السلام کے لئے اللہ عزوجل نے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا: ﴿عبدنا داؤد﴾ اور یہ سیدنا داؤد علیہ السلام کی انتہائی تعظیم کی وجہ سے ہوا، کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ معراج کی رات سیدنا محمد ﷺ کی تعظیم کی مثال پائی جاتی ہے جس کے بارے میں قرآن شاہد ہے چنانچہ فرمایا: ﴿سبحن الذی اسری بعبدہ پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندۂ خاص کو (الاسراء:۱)﴾۔(۳)......اللہ کا فرمان: ﴿ذا الاید﴾ یعنی قوت والے ہیں، بندگی کے معاملے میں قوت رکھتے ہیں اور معصیت سے بچتے ہیں، جب اللہ عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام کی مدح فرمائی تو ان کی قوت کا ذکر کرنا بھی لازم قرار پایا اور یہ قوت اسی صورت میں عظیم مدح بنے گی جب کہ حضرت داؤد علیہ السلام وہ اعمال بجالائیں جس کا اللہ عزوجل نے انہیں حکم ارشاد فرمایا اور اس سے باز رہیں جو اللہ نے منع فرمائے اور نبی سے ایسا ہی متصور ہے۔ (۴)......اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿انہ اواب﴾ یعنی حضرت داؤد علیہ السلام نے تمام ہی امور اللہ عزوجل کی جانب سونپ دیتے تھے۔(۵)...... اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿انا سخرنا الجبال معہ یسبحن بالعشی والاشراق (ص:۱۸)﴾ اس فرمان کی دلیل اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿یا جبال اوبی معہ والطیر اے پہاڑو اس کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو اور اے پرندو (سبا:۱۰)﴾ میں ملتی ہے۔ اور پہاڑ و پرندے ان کے ساتھ تسبیحات پڑھتے تھے۔(۶)......اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿والطیر محشورۃ کل لہ اواب (ص:۱۹)﴾ صبح کو پرندے حضرت داؤد علیہ السلام کے گرد جمع ہو جاتے اور ان کے ساتھ تسبیح فرماتے، یہ ابن عباس کا قول ہے۔(۷)......اللہ نے فرمایا: ﴿کل

لـــہ اواب ﴾معنی یہ ہے کہ ہر ایک پہاڑ ہو یا پرند اللہ عزوجل کے حضور حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ مل کر رجوع لانے والے ہوئے۔
(۸)......اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿وشددنا ملکہ (ص: ۲۰) ﴾یعنی قویناہ ہے، دینی و دنیاوی اسباب کو کثرت کے ساتھ حاصل کرنے کے لئے مبالغہ کے طور پر "شددنا" کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ (۹)......اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿واتیناہ الحکمۃ ﴾اللہ عزوجل نے انہیں حکمت (نبوت) عطا فرمائی۔ (۱۰)......اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿وفصل الخطاب ﴾ایسی صفت عطا فرمائی کہ دو فریقین میں مخاصمت ان کے فیصلے سے دور ہو جائے اور اپنا مافی الضمیر واضح طور پر بیان کر سکیں۔ (الرازی، ج۹، ص۳۷۳ وغیرہ ملخصاً وملتقطاً)

☆......حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے تھے، وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور سب سے زیادہ پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز تھی، وہ نصف شب تک سوتے، پھر تہائی شب قیام کرتے، پھر رات کے بقیہ چھٹے حصے میں سو جاتے"۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: احب الصلوۃ الی اللہ، رقم: ۳۴۲۰، ص۵۷۵)

نماز چاشت واشراق کے فضائل وبرکات کا بیان:

☆......حضرت داؤد علیہ السلام جس طرح رات میں قیام وتسبیحات کا اہتمام فرماتے بالکل اسی طرح سورج چمکتے وقت بھی اہتمام فرماتے، احناف کے نزدیک نماز چاشت کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوال تک یعنی نصف نہار شرعی تک ہے، اور بہتر یہ ہے کہ چوتھائی دن چڑھے پڑھے۔ نماز اشراق کے فوراً بعد بھی اگر چاہیں تو پڑھ سکتے ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ چہارم، باب: سنن و نوافل کا بیان، ج۱، ص۶۷۶)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی، پھر وہ طلوع آفتاب تک بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا رہا، پھر اس نے دو رکعت نماز پڑھی تو اس کو حج وعمرہ کا پورا پورا ثواب ملے گا"۔

(سنن الترمذی، کتاب الصلوۃ، باب: لا صلوۃ بعد طلوع الفجر الا رکعتین، رقم: ۴۱۹، ص۱۴۵)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے چاشت کی نماز کی بارہ رکعات پڑھیں، اللہ اس کے لئے جنت میں سونے کا محل بنا دے گا"۔ (سنن الترمذی، کتاب الوتر، باب: ما جاء فی صلوۃ الضحی، رقم: ۴۷۲، ص۱۶۰)

☆......حضرت ام ہانی بیان کرتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لے گئیں، اس وقت آپ غسل فرما رہے تھے اور حضرت فاطمہ نے آپ کو پردے سے چھپایا ہوا تھا، حضرت ام ہانی نے کہا: میں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے کہا: میں ام ہانی بن ابی طالب، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ام ہانی کو خوش آمدید ہو"، فارغ ہو کر آپ نے آٹھ رکعات ادا فرمائیں، امام مسلم کہتے ہیں کہ یہ چاشت کی نماز تھی۔ (صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، باب: الصلوۃ فی الثوب الواحد، رقم: ۳۵۷، ص۶۳)

☆......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے ارشاد فرمایا: "اے ابن آدم! میرے لئے دن کے شروع میں چار رکعات نماز پڑھو، میں دن کے آخر میں تمہارے لئے کافی ہوں گا"۔

(سنن الترمذی، کتاب الصلوۃ، باب: الصلوۃ فی الثوب الواحد، رقم: ۴۷۴، ص۱۶۰)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے چاشت کی دو رکعت کی حفاظت کی اس کے گناہوں کو بخش دیا جائے گا چاہے سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں"۔ (سنن الترمذی، کتاب الصلوۃ، باب: ماجاء فی صلوۃ الضحی، رقم: ۴۷۵، ص ۱۶۰)

☆......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز ادا فرماتے تھے حتی کہ ہم کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کو (کبھی) ترک نہ کریں گے اور آپ اس نماز کو ترک کر دیتے تھے حتی کہ ہم کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی) اس نماز کو نہیں پڑھیں گے

،یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب الصلوۃ،باب: الصلوۃ فی الثوب الواحد، رقم: ٤٧٧،ص ١٦١)

پہاڑوں اور پرندوں کا تسبیحات پڑھنا:

۵......امام قرطبی فرماتے ہیں: متذکرہ مقام پر اللہ عزوجل نے حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزات کا بیان فرمایا کہ ان کے ساتھ پہاڑ تسبیح کرتے، مقاتل کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کثرت سے ذکر کرنے والے بندے تھے اور ان کے ساتھ پہاڑ بھی ذکر کرنے میں شامل ہوجاتے تھے، اور یہ پہاڑوں کے ذکر کو سمجھتے بھی تھے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ متذکرہ مقام پر"یسبحن بمعنی یصلین" ہے۔ یہ معجزہ لوگوں کو دکھاتے اور انہیں (اپنی) پہچان کراتے، محمد بن اسحق کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اچھی آواز عطا کی گئی تھی یہی وجہ ہے کہ پہاڑ آپ علیہ السلام کی آواز سن کر شاملِ ذکر ہوجاتے اور پرندے بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ ذکر کرتے۔ اللہ نے ان کی تسبیحات کو کائنات میں مسخر فرمادیا اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ مخلوق کے شبہات سے پاک ہے۔ (القرطبی، الجزء:٢٣،ص ١٤٠)

سیدنا داؤد علیہ السلام کی ہیبت وحفاظت کا بیان:

۶......حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام زمینی بادشاہوں میں سب سے زیادہ اقتدار والے تھے۔ آپ کی عبادت گاہ کے ہر رات چھتیس ہزار افراد نگہبان اور محافظ ہوتے تھے۔

☆......حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے آپ علیہ السلام کے ایک بڑے آدمی پر کوئی زیادتی کی، پھر وہ دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش ہوئے، جس نے زیادتی کی تھی اس نے اپنے فریق مخالف کے متعلق کہا: اس شخص نے میری ایک گائے غصب کرلی ہے، حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے پوچھا تو اس نے اس بات کا انکار کیا، پھر آپ علیہ السلام نے مدعی سے کہا: "تم گواہ لاؤ"، اس کے پاس کوئی گواہ نہیں تھا، پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے ان دونوں سے کہا: "ابھی تم چلے جاؤ میں تمہارے معاملے میں غور کروں گا"، وہ دونوں چلے گئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ نے خواب میں یہ وحی فرمائی کہ جس شخص کے خلاف دعوی کیا گیا ہے، آپ اس کو قتل کردیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے سوچا یہ خواب ہے، میں اس معاملے میں جلدی نہیں کروں گا۔ اللہ عزوجل نے دوبارہ ان کو خواب میں وحی فرمائی کہ اس شخص کو قتل کردیں، پھر تیسری بار بھی یہی حکم ہوا ورنہ اللہ کی طرف سے ان پر عتاب ہوگا۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے انہیں بلواکر فرمایا کہ اللہ نے مجھ پر یہ وحی کی ہے کہ میں تجھ کو قتل کردوں۔ اس شخص نے کہا: آپ مجھے بغیر گواہ اور بغیر کسی ثبوت کے قتل کردیں گے؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: ہاں!، میں اللہ کے حکم پر عمل کروں گا، جب اس شخص کو یقین ہوگیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام اسے قتل کردیں گے تب اس نے کہا: آپ عجلت نہ کریں یہاں تک کہ میں آپ کو اصل واقعہ کی خبر دے دوں، بیشک اللہ کی قسم! میں نے اس معاملہ میں کوئی جرم نہیں کیا اور نہ اس وجہ سے میں گرفت میں آیا ہوں، بلکہ میں نے اس شخص کے والد کو دھوکے سے قتل کیا تھا، اس وجہ سے مجھے قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے حکم سے اسے قتل کردیا گیا۔ (الطبری، الجزء:٢٣،ص ١٦٣، المظھری، ج٦،ص ١٢٧)

حکمت کے معانی ومطالب:

۷......حکمت کی کئی تعریفیں کی جاتی ہیں، ہم ذیل میں کچھ تعریفات ذکر کرتے ہیں:

(۱)......وہ علم جس میں اشیاء کی حقیقتوں پر بشری طاقت کے اعتبار سے بحث کی جائے، حکمت کہلاتا ہے۔ یہ علم نظری ہوتا ہے اور یہ کسی دوسرے علم کا آلہ نہیں ہوتا۔

(۲)......حکمت کی تعریف میں یہ قول بھی کیا جاتا ہے کہ مراد وہ قوت عقلیہ عملیہ ہے جو جربزہ اور بلادت کے درمیان ہوا کرتی ہے، اسی قوت کے افراط کو جربزہ اور تفریط کو بلادہ کہتے ہیں۔

(۳)......ابن عباس کے قول کے مطابق قرآن کی حکمت یہ ہے کہ حلال وحرام کی پہچان ہو۔
(۴)......لغوی اعتبار سے حکمت کے معنی علم وعمل ہے۔
(۵)......انسان کا اپنی طاقت کے اعتبار سے نفس الامر میں واقع کے مطابق کسی چیز کا حاصل کرنا حکمت کہلاتا ہے۔
(۶)...... ہر وہ کلام جو حکمت کے موافق ہو وہ حکمت ہے۔
(۷)...... ہر وہ کلام جو فضولیات سے مبرا ہو وہ حکمت ہے۔
(۸)......وہ علم جس میں موجودات خارجیہ کے حوالے سے بحث کی جاتی ہے، جو مادہ سے مجرد ہوں اور ہماری قدرت واختیار میں نہ ہوں، حکمت الٰہیہ کہلاتے ہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اشیاء کی حقیقت کے مطابق علم اور پھر عمل ہونا حکمت ہے۔(التعریفات، ص ٦١)

☆......حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم قیدی باندیوں کے پاس گئے تو ایک قیدی عورت اپنا پستان نچوڑ کر ایک بچے کو دودھ پلا رہی تھی، پھر اس نے اپنے بچے کو قیدیوں میں دیکھا تو اس کو اٹھالیا اور اپنے پیٹ کے ساتھ چمٹالیا اور اس کو دودھ پلایا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا: ''تمہارا کیا خیال ہے، کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے گی''؟ ہم نے کہا: نہیں، بشرط یہ کہ اس کو آگ میں نہ ڈالنے پر قدرت ہو، آپ نے فرمایا: ''اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے جتنا یہ اپنے بچوں پر رحم کرنے والی ہے''۔ (صحیح البخاری، کتاب الادب، باب: رحمة الولد وتقبیله، رقم: ٥٩٩٩، ص ١٠٥٠)

خطابِ فصل کی تفسیر میں مفسرین کرام کے اقوال:

۸......اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿وفصل الخطاب﴾ جاننا چاہیے کہ اس عالم میں اجسام کی تین اقسام ہیں۔(۱)......وہ اجسام جو ادراک وشعور سے خالی ہوتے ہیں مثلاً جمادات ونباتات۔(۲)......وہ اجسام جو ادراک وشعور رکھتے ہیں لیکن انہیں دوسروں کے احوال کو پہچاننے کا شعور نہیں ہوا کرتا اور اس میں حیوانات شمار کئے جاتے ہیں، سوائے انسان کے۔(۳)......وہ اجسام جو ادراک وشعور بھی رکھتے ہیں اور دوسروں کے احوال وکردار کو جاننے پہچاننے کا ادراک بھی انہیں ہوتا ہے، مراد اس قسم سے انسان ہیں جو کہ بولنے اور خطاب کرنے کی قدرت کے پیش نظر دوسروں کے احوال کا پتہ چلا لیتے ہیں، پھر لوگوں میں بھی کئی قسم کے لوگ ہوتے ہیں تاہم بعض تو ایسے ہوتے ہیں کہ اپنا مافی الضمیر بیان نہیں کر پاتے بلکہ پریشان حال رہتے ہیں، بعض وہ ہوتے ہیں جو اپنا مافی الضمیر کچھ نہ کچھ بیان کر سکتے ہیں، اور بعض وہ ہوتے ہیں جو غایت درجے کے کمال کے حامل ہوتے ہیں۔ پس ﴿و فصل الخطاب﴾ کا قول اس لئے کیا کہ دو چیزوں کا آپس میں اختلاط کرنا مقصود نہیں بلکہ ہر ایک خطاب دوسرے سے ممتاز ہے اور یہی وہ آخری کلام ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کی صفات کے حوالے سے بیان ہوا ہے۔ (الرازی، ج۹، ص ٣٧٦ وغیرہ)

حجرۂ داؤد علیہ السلام کو پھاند کر آنے والے انسان یا فرشتے:

۹......مفسرین کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی عبادت گاہ میں دیوار پھاند کر آنے والے انسان تھے یا فرشتے؟ بعض نے کہا کہ انسان تھے اور کسی معاملے میں ایک دوسرے کے مخالف بھی تھے جب کہ بعض نے کہا کہ انسان نہیں تھے بلکہ دو فرشتے تھے جو حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویوں کے باوجود مزید ایک نکاح کرنے کی ضرورت پر متنبہ کرنے آئے تھے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں دو اقوال ہیں: (۱)......وہ دو فرشتے تھے جو آسمان سے نازل ہوئے تھے اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اس پر تنبیہ کریں کہ جب ان کے عقد میں پہلے ہی ننانوے بیویاں موجود ہیں تو پھر ان کا کسی سے یہ کہنا نامناسب

ہے کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو تا کہ میں اس سے نکاح کرلوں۔(۲)......وہ دونوں انسان تھے اور دونوں بُری نیت سے حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس ان کی محراب میں چلے گئے، اور ان کا ارادہ حضرت داؤد علیہ السلام کو قتل کرنے کا تھا، ان کا یہ گمان تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام تنہا ہونگے تو قتل کرنے میں آسانی ہوجائے گی لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس لوگوں کی جماعت بیٹھی ہوئی ہے تو انہوں نے جان لیا کہ اب وہ اپنے مذموم مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتے، پس انہوں نے جان چھڑانے کے لئے فی الفور یہ بات گھڑلی کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے فریق مخالف ہیں اور حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس فیصلہ کرانے کے لئے آئے ہیں اور یہ کہا کہ ان میں سے ایک کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور دوسرے کے پاس صرف ایک دنبی ہے، اس کے باوجود ننانوے دنبیوں والا شخص دوسرے سے کہہ رہا ہے کہ تمہارے پاس جو ایک دنبی ہے وہ بھی مجھے دے دو۔ جو مفسرین اس بات کے قائل ہیں کہ آنے والے فرشتے نہیں بلکہ انسان تھے ان کی طرف سے دلیل یہ ہے کہ اگر وہ فرشتے ہوتے تو ان کا یہ قول جھوٹ ہوتا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے خصم ہیں کیونکہ فرشتوں کی آپس میں مخاصمت نہیں ہوا کرتی، اسی طرح ان دونوں نے کہا کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے، اگر وہ فرشتے تھے تو ان کا یہ قول بھی جھوٹا تھا کیونکہ فرشتے کسی پر زیادتی نہیں کرتے نہ کسی کے خلاف بغاوت کرتے ہیں، اسی طرح انہوں نے یہ کہا: ''بیشک یہ میرا بھائی ہے، اس کے پاس ننانوے دنبیاں اور میرے پاس ایک دنبی ہے، اور اب یہ کہتا کہ ایک دنبی بھی مجھے دے دے اور مجھ پر دباؤ ڈال رہا ہے''۔ اگر فرشتے تھے تو فرشتوں کے پاس دنبیاں نہیں تھیں، نہ ننانوے دنبیوں والا کسی سے ایک دنبی مانگ رہا تھا، لہٰذا اگر دیوار پھاندنے والے فرشتے تسلیم کرلئے جائیں تو فرشتوں کے لئے جھوٹ بولنا لازم آئے گا اور ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ فرشتے معصیت نہیں کرتے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿علیھا ملائکۃ غلاظ شداد لایعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون اس پر طاقتور فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں(التحریم:٦)﴾، ﴿یخافون ربھم من فوقھم ویفعلون ما یؤمرون اپنے اوپر اپنے رب کا خوف کرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم ہو(النحل:٥٠)﴾، ﴿لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون بات میں اس سے سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے حکم پر کاربند رہتے ہیں(الانبیاء:٢٧)﴾۔

(الرازی، ج٩، ص٣٨٢ وغیرہ ملخصاً وملتقطاً)

نسبت مجازی کا استعمال کیوں؟

۱......قرآن مجید میں ان آیات کو اس معنی پر محمول کرنا کہ فرشتوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے ایک فرضی صورت پیش کرکے صورت مسئلہ کا جواب جاننا چاہا تھا، یہ ان آیات کو مجاز پر محمول کرنا ہے اور جب ان آیات کو حقیقت پر محمول کرکے ان کا صحیح معنی ہوسکتا ہے تو پھر مجاز پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ (المرجع السابق)

مقام مذکورہ میں سجدے کے حکم کا بیان:

۱۱......احناف کے نزدیک سورۂ ص کے تحت آیت سجدہ تلاوت کرنے پر سجدہ کیا جائے گا جب کہ امام شافعی وامام احمد بن حنبل کے یہ سجدہ شکر ہے۔ ہمارے پاس اس موضوع کے متعلق کئی دلائل ہیں جو ہم درج ذیل ذکر کرتے ہیں:

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ ص کا سجدہ کیا تھا۔

(دار القطنی، کتاب الصلوۃ، باب:سجود القرآن، رقم:١٤٩٨، ج١، ص٥٣٨)

☆......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا، آپ نے سورۂ ص کی تلاوت کی، جب آپ آیت سجدہ پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر سے نیچے تشریف لے جا کر سجدہ کیا، اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا، پھر آپ نے

ایک مرتبہ اوراسی آیت کی تلاوت فرمائی، جب آپ اس مقام پر پہنچے تو ہم سب سجدے کے لئے تیار ہوئے، جب آپ نے ہمیں دیکھا تو فرمایا: ''یہ ایک نبی کی توبہ ہے، لیکن میں نے دیکھا کہ تم سجدہ کے لئے تیار ہوئے''، پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لائے اور سجدہ کیا اور ہم نے بھی سجدہ کیا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الصلوۃ، باب: السجود فی صاد، رقم: ۱٤۱۰، ص ۲٦٦)

☆......حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر سورۂ ص کی تلاوت کی اور پھر منبر سے نیچے اتر کر سجدہ تلاوت کیا اور پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے۔

(سنن دارالقطنی، کتاب الصلوۃ، باب: سجود القرآن، رقم: ۱۵۰۲، ج۱، ص ۵۳۹)

☆......سائب بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے منبر پر سورۂ ص کی تلاوت فرمائی اور نیچے اتر کر سجدۂ تلاوت کیا۔

(المرجع السابق)

☆......ایک صحابی نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے خواب میں دیکھا کہ سورۂ ص لکھ رہا ہوں، جب میں سجدہ کے مقام پر پہنچا تو قلم ودوات نے سجدہ کیا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم قلم ودوات کی بہ نسبت زیادہ سجدہ کرنے کے حقدار ہیں''، پھر آپ نے اسے مسجد میں سورۂ ص پڑھنے کا حکم دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے آیت سجدہ کی تلاوت پر سجدہ کیا، اس حدیث کو امام ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس حدیث میں دوات وقلم کی جگہ درخت کا ذکر ہے اور اس میں درخت کی اس دعا کا ذکر ہے: ''اے اللہ! مجھ سے اس سجدہ کو اس طرح قبول فرما جس طرح تو نے اس سجدہ کو اپنے بندہ داؤد سے قبول کیا۔

(سنن الترمذی، کتاب السفر، باب: فی سجود القرآن، رقم: ۵۷۹، ص ۱۹۲، بتغیر قلیل)

سیدنا داؤد علیہ السلام کے استغفار کی توجیہات:

۱۲......حضرت داؤد علیہ السلام کی استغفار کی درج ذیل وجوہات ہوسکتی ہیں:

(۱)......دو انسان دیوار پھاند کر آپ علیہ السلام کی عبادت گاہ میں آپ علیہ السلام کو قتل کرنے کی غرض سے آئے، آپ علیہ السلام قوی بادشاہ تھے اور ان دونوں کو سزا دینے پر ہر طریقے سے قدرت رکھتے تھے لیکن آپ علیہ السلام نے درگزر فرمایا، ہوسکتا ہے کہ آپ علیہ السلام کے دل میں اپنی اس نیکی پر عجب وفخر پیدا ہوا ہو اسی لئے آپ علیہ السلام نے رب عزوجل کے حضور استغفار فرمایا اور اللہ عزوجل کی جانب رجوع لائے اور اعتراف کیا کہ انہیں اللہ عزوجل کی عطا سے نیکی کی توفیق ہوئی ہے، پس اللہ عزوجل نے انہیں معاف فرمایا اور ان کے ساتھ درگزر والا معاملہ فرمایا۔

(۲)......آپ علیہ السلام کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آنے والوں کو سخت سزا دیں، پھر یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کے سامنے کوئی ایسی دلیل قطعی قائم نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ آپ علیہ السلام کو قتل کرنے کے ارادے سے آئے تھے یا کسی اور شرارت کے ارادے سے آئے تھے لہٰذا ان کو معاف کر دیا اور بلا دلیل سزا دینے کے خیال آنے پر اللہ عزوجل کے حضور استغفار فرمایا۔

(۳)......دو انسانوں نے اللہ عزوجل کے حضور توبہ کی ہو اور حضرت داؤد علیہ السلام سے کہا ہو کہ وہ بھی ان کے لئے مغفرت وشفاعت کے سوالی ہوں، پس حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے لئے استغفار کیا اور اللہ عزوجل نے انہیں معاف فرما دیا۔ امام رازی کہتے ہیں کہ متذکرہ تینوں وجوہ ہوسکتی ہیں اور قرآن میں بہت سی مثالیں ایسی ہیں جب ان آیات کو صحیح معانی پر محمول کیا جاسکتا ہے اور ان اسرائیلی روایات کے حق میں کوئی دلیل قائم نہیں ہے جن میں حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف یا ان کو قتل کرانے، اور اس کی بیوی کے ساتھ آپ علیہ السلام کے زنا کی نسبت کی گئی ہے تو بلا دلیل ایسی فحش اور منکر روایات کی اللہ عزوجل کے برگزیدہ نبی کی طرف نسبت کرنا اور یہ کہنا کہ آپ علیہ السلام نے ان فحش کاموں کی وجہ سے اللہ عزوجل سے استغفار فرمایا یقیناً ناجائز اور نادرست ہے۔

(الرازی، ج۹، ص ۳۸۵)

اغراض:

هي نفخة القيامة: سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے۔ **لما نزل:** کا بیان شانِ نزول میں دیکھ لیں۔
اى كتاب اعمالنا: مراد اعمال نامے کا وہ ورق ہے جو غیر کے اعمال درج ہونے سے پاک ہو۔
كان يصوم يوما ويفطر يوما: مراد نفس کے خلاف جہاد کرنا ہے، اس جملے حضرت داؤد علیہ السلام کی قوت وطاقت پر دلیل ہے، کیونکہ نفس بچے کی مانند ہوا کرتا ہے پس اُسے ایک دن روزے وایک دن افطار کرنے سے زیر کرنا یقیناً عظیم جہاد ہے۔
ويقوم نصف الليل: یہ بعض نسخوں مثلاً قرطبی، بیضاوی اور ابو مسعود کی روایات کے موافق ہے، اور بعض نسخوں میں یوں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پہلے نصف رات آرام کرتے اور پھر باقی نصف میں تہائی رات قیام اور سدس رات آرام کرتے، اور یہی روایت صحیحین کے موافق ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک پسندیدہ روزوں میں سے صومِ داؤدی ہے اور پسندیدہ نمازوں میں سے صلوۃ داؤدی ہے کیونکہ وہ ایک دن افطار کرتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور اسی طرح نصف رات آرام کرتے اور بقیہ نصف میں سے ایک تہائی قیام اور باقی سدس آرام کرتے ہیں"۔ **الى مرضاة الله:** مرضاة بمعنی الرضا۔
وقت صلاة العشاء: مراد عشاء کا وقت ہے کیونکہ جہاں تک مغرب کی بات ہے تو حضرت داؤد علیہ السلام طلوعِ شمس وغروب میں نمازوں سے متصل اوقات میں اللہ عزوجل کی یاد فرماتے تھے۔
ثلاثون الف رجل: ابن عباس کے قول کے مطابق تین ہزار سے چھ اور پر مَردوں کا لشکر حضرت داؤد علیہ السلام کے محراب کی حفاظت کرتا تھا۔ **التعجيب:** مخاطب کو تعجب میں مبتلا کرنا مقصود ہے۔
النبوة والاصابة فى الامور: یہ حکمت کی تفسیر میں سے ایک قول ہے، مراد کتاب اللہ کا علم ہے، ایک قول کے مطابق علمِ فقہ ہے اور ایک قول کے مطابق علمِ سنت ہے۔
الى استماع ما بعده: کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مابعد کلام عجیب وغریب ہوگا، اُس دن کیا ہوا آپ جانتے ہیں؟ پھر ہونے والا واقعہ ذکر فرمایا۔ **اى مسجده:** مراد وہ جگہ ہے جہاں حضرت داؤد علیہ السلام اللہ عزوجل کی عبادت وطاعت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔
حيث منعوا الدخول عليه من الباب: مراد وہ دن ہیں جس میں حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کی عبادت کرتے تھے اور حارسین کو دروازے میں داخل ہونا منع تھا۔
قيل فريقان: اس جملے کا مبنی اس جانب اشارہ کرتا ہے کہ داخل ہونے والے دو سے زیادہ تھے، پس اس میں جھگڑنے والے، گواہ اور تصفیہ وتزکیہ کی صورت بیان کرنے والے شامل تھے۔
وقيل اثنان: اس جملے کا مبنی یہ ہے کہ فقط دو مدعی داخل ہوئے تھے۔ **وهما ملكان:** مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ومیکائیل علیہ السلام ہیں۔
على سبيل العرض: بمعنی تعریض ہے، اس اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے کہ حضرات انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں پھر ان سے سرکشی وجھوٹ کیسے متصور ہوسکتا ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مقصود یہاں مخاطب پر تعریض کرنا ہے جس میں نہ تو بغاوت کا شائبہ ہے اور نہ ہی جھوٹ کا۔ **لتنبيه داؤد:** یعنی حضرت داؤد علیہ السلام سے (نکاح) کے حوالے سے جو معاملہ رونما ہوا۔
وطلب امرأة شخص: مراد حضرت داؤد علیہ السلام کا وزیر اوریا ابن حان تھا، پس اوریا کی زوجہ کی طلاق کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے اس خاتون سے نکاح کیا جو کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ماں تھیں۔
وتزوجها ودخل بها: حضرت داؤد علیہ السلام نے اوریا کے طلاق دینے کے بعد اس کی زوجہ سے نکاح کیا، دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اوریا کو جہاد پر بھیجا اور ان کی شہادت کے بعد ان کی بیوہ سے نکاح کیا، تیسرا قول یہ ہے کہ اوریا نے اس عورت سے

نکاح ہی نہیں کیا تھا فقط پیغام بھیجا تھا اور اسی قدر حضرت داود علیہ السلام نے بھی اُسی عورت کو پیغام بھیجا اور اس عورت نے حضرت داود علیہ السلام سے نکاح کیا۔ ای ساجدا: یعنی رکوع بھی کیا کیونکہ رکوع وسجدہ دونوں ہی تحیت کے لئے (سابقہ ادوار) میں مشروع تھے۔
ای علی دینی: مراد نسبی رشتہ نہیں ہے، کیونکہ حضرات ملائکہ میں تولیدی معاملہ نہیں پایا جاتا اور نہ ہی ان میں مذکر ومونث ہوتا ہے۔
یعبر بھا عن المراۃ: فرشتوں کو ''المراۃ'' ان کے سکون وعجز کی وجہ سے کہا ہے، جیسا کہ بقرۃ وناقۃ کہا جاتا ہے۔
الشرکاء: مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے مال خلط کر دیئے، اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ داود علیہ السلام ان کے ظاہری دعوی کے مطابق ساتھ چلے۔ فتنبیہ داود: میں اس جانب اشارہ ہے کہ دونوں حضرت داود علیہ السلام پر اس معاملے میں اعتراض کرنا چاہتے تھے۔ تدبر امر الناس: حضرت داود علیہ السلام کی ذات میں بیک وقت بادشاہی اور نبوت کے جمع ہونے کا بیان مقصود ہے، پس وہ بادشاہ ہونے کی حیثیت سے اسی طرح فیصلے کرتے تھے جس طرح ایک نبی فیصلہ کرتا ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص۱۳۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۲

﴿وما خلقنا السماء والارض وما بینھما باطلا ط﴾ای عَبَثًا﴿ذلک﴾ای خلقُ ما ذُکِرَ لا لِشَیءٍ﴿ظن الذین کفروا﴾مِن اَھلِ مَکۃَ﴿فویل﴾وادٍ﴿للذین کفروا من النار (۲۷) ام نجعل الذین امنوا وعملوا الصلحت کالمفسدین فی الارض ز ام نجعل المتقین کالفجار (۲۸)﴾نَزَلَ لَمَّا قَالَ کُفارُ مَکۃَ لِلمُومِنِینَ اِنَّا نُعطِی فِی الاٰخِرَۃِ مِثلَ مَا تُعطَونَ واَم بِمَعنٰی ھَمزَۃِ الاِنکارِ﴿کتب﴾خبرُ مُبتَداءٍ مَحذُوفٍ اَی ھٰذا﴿انزلنہ الیک مبرک لیدبروا﴾واَصلُہٗ یَتَدَبَّرُوا اُدغِمَتِ التَّاءُ فِی الدَّالِ﴿ایتہ﴾یَنظُرُوا فی مَعَانِیھا فَیُومِنُوا﴿ولیتذکر﴾یَتَّعِظَ﴿اولوا الالباب (۲۹)﴾اَصحَابُ العُقُولِ﴿ووھبنا لداود سلیمن﴾اِبنَہٗ﴿نعم العبد ط﴾اَی سُلَیمَانُ﴿انہ اواب (۳۰)﴾رَجَّاعٌ فِی التَّسبِیحِ والذِّکرِ فی جَمِیعِ الاَوقَاتِ﴿اذ عرض علیہ بالعشی﴾ھوَ مَا بَعدَ الزَّوَالِ﴿الصفنت﴾الخَیلُ جَمعُ صَافِنَۃٍ وَھِیَ القَائِمَۃُ علٰی ثَلاثٍ وإقَامَۃَ الاُخرٰی علٰی طَرفِ الحَافِرِ وھِیَ مِنْ صَفَنَ یَصفِنُ صُفُونًا﴿الجیاد (۳۱)﴾جمعُ جَوادٍ وھو السَّابِقُ المَعْنٰی انھا اِن اِستُوقِفَتْ سَکَنَتْ وان رُکِضَتْ سَبَقَتْ وکانت اَلفُ فَرسٍ عُرِضَتْ عَلیہ بَعدَ اَن صَلَّی الظُّھرَ لاِرادَتِہِ الجِھادَ عَلَیھا لِعَدُوٍّ فَعِندَ بُلُوغِ العَرضِ تِسعَ مِائَۃٍ مِنھا غربَتِ الشَّمسُ وَلَم یَکُن صَلَّی العَصرَ فَاغْتَمَّ﴿فقال انی احببت﴾اَی اَرَدْتُّ﴿حب الخیر﴾اَی الخَیلِ﴿عن ذکر ربی ج﴾اَی صَلٰوۃِ العَصرِ﴿حتی توارت﴾اَیِ الشَّمسُ﴿بالحجاب (۳۲)﴾اَی اِستَتَرَتْ بِھا یَحجُبُھا عَنِ الاَبصَارِ﴿ردوھا علی﴾اَی الخَیلَ المَعرُوضَۃِ فَرَدُّوھا﴿فطفق مسحا م﴾بِالسَّیفِ﴿بالسوق﴾جَمعُ سَاقٍ﴿والاعناق (۳۳)﴾ اَی ذَبَحَھا وَقَطَعَ اَرجُلَھا تَقَرُّبًا اِلَی اللہِ تَعَالٰی حَیثُ اِشتَغَلَ بِھا عَنِ الصَّلٰوۃِ وَتَصَدَّقَ بِلَحمِھا فَعَوَّضَہُ اللہُ خَیرا مِنھَا وَاَسرَعَ وھِیَ الرِّیحُ تَجرِی بِاَمرِہٖ کَیفَ شَاءَ﴿ولقد فتنا سلیمن﴾اِبتَلَینَاہُ بِسَلبِ مُلکِہٖ وَذٰلکَ لِتَزَوُّجِہٖ بِاِمرَاَۃٍ ھَوِیَھاوَ کَانَتْ تَعبُدُ الصَّنَمَ فی دَارِہٖ من غَیرِ عِلمِہٖ وکَانَ مُلکُہٗ فی خَاتَمِہٖ فَنَزَعَہ مَرَّۃً عِندَ اِرادَۃِ الخَلاءِ وَوَضَعَہٗ عِندَ اِمرَاَتِہِ المُسَمَّاۃِ بِالاَمِینَۃِ عَلٰی عَادَتِہٖ

فَجَائَها جِنّیٌ فِی صُورَةِ سُلَیمَانَ فَاَخذَہُ مِنھَا﴿والقینا علی کرسیه جسدا﴾ھُو ذَالکَ الجِنّی وھو صَخرٌ اوغَیرُہٗ جَلسَ علٰی کُرسِیِّ سُلَیمَانَ وَعَکَفَتْ عَلَیه الطَّیرُ وَغَیرَھَا فَخرجَ سُلَیمَانُ فی غَیرِ ھَیئَتِهٖ فَرَاٰہُ عَلی کُرسِیّهٖ وَقالَ لِلنَّاسِ اَنَا سُلَیمانُ فَاَنکَرُوہُ﴿ثم اناب(۳۴)﴾رَجعَ سُلَیمَانُ اِلی مُلکِهٖ بَعدَ اَیَّام بِاَنْ وَصَلَ اِلٰی الخَاتَمِ فَلَبِسهُ وَجَلَسَ عَلٰی کُرُسِیّهٖ ﴿قال رب اغفرلی وھب لی ملکا لا ینبغی﴾لَا یَکونُ﴿لاحد من بعدی﴾اَی سِوایَ نَحوَفَمنْ یُّھدِیهِ من بَعدِ اللهِ اَی سِوَی اللهِ﴿انک انت الوھاب(۳۵) فسخرنا له الریح تجری بامرہ رخاء﴾لِینَةً﴿حیث اصاب (۳۶)﴾اَرادَ﴿والشیطین کل بناء﴾یَبنِیْ الْاَبْنِیَةِ الْعَجِیبَةَ ﴿وغواص (۳۷)﴾فی البَحرِ لِیَستَخرِجَ الْوٌلُوْ﴿واخرین﴾منھُنَّ ﴿مقرنین﴾مَشدُودِینَ﴿فی الاصفاد(۳۸)﴾القُیُودُ بِجَمعِ اَیدِیُھم اِلٰی اَعْنَاقِھم وَقُلنَا له ﴿ھذا عطاؤنا فامنن﴾اَعْطِ مِنهُ مَنْ شِئتَ﴿او امسک﴾عَنِ الْاَعْطَاءِ﴿بغیرحساب (۳۹)﴾اَی لا حِسَابَ عَلَیکَ فی ذالکَ﴿وان له عندنا لزلفی و حسن ماب(۴۰)﴾تَقَدَّمَ مِثْلُهٗ.

﴿ترجمہ﴾

اورہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے بیکار نہ بنائے (باطلا بمعنی عبثا ہے) یہ (یعنی مذکوراشیاء کو بنانا کچھ نہیں، یہ) کافروں (یعنی اہل مکہ) کا گمان ہے تو ویل ہے (ویل ایک وادی کا نام ہے) کافروں کے لیے جہنم کی کیا ہم انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان جیسا کردیں جو زمین میں فساد پھیلاتے یا ہم پرہیزگاروں کو شریر بے حکموں کے برابر ٹھہرادیں (یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کفار مکہ نے مومنین سے کہا ہمیں بھی تمہاری مثل آخرت میں نعمتیں دی جائیگی، آیت مبارکہ میں ام ہمزہ انکاری کے معنی میں ہے، یہ) ایک کتاب ہے (کتاب سے پہلے مبتدا محذوف ھذا موجود ہے) کہ ہم نے تمہاری طرف اُتاری برکت والی تاکہ وہ سوچیں......۱...... (لیدبروا کی اصل یتدبروا ہے، تاء کا دال میں ادغام کردیا گیا ہے) اس کی آیتوں کو (کہ وہ اس کے معانی میں غور وخوض کریں اور نتیجے کے طور پر ایمان لے آئیں) اور عقلمند نصیحت مانیں (یتذکر بمعنی یتعظ اور اولو الالباب بمعنی اصحاب العقول ہے) اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطافرمایا (جو آپ علیہ السلام کے بیٹے ہیں) کیا اچھا بندہ (سلیمان علیہ السلام) بیشک وہ بہت رجوع لانے والا (تمام ہی اوقات تسبیح اور ذکراللہ عزوجل کرنے والا تھا) جبکہ اس پر پیش کئے گئے تیسرے پہر کو (یعنی بعد زوال) تین پاؤں پر کھڑے چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگائے (گھوڑے......۲......، "صافنات" صافنة کی جمع ہے، صافنة اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو تین پاؤں پر کھڑا ہو کر چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگاتا ہے، یہ صفت یصفن صفونا سے مشتق ہے) سبک رفتار ("جیاد" جواد کی جمع ہے بمعنی سبک رفتار، معنی آیت یہ ہے کہ وہ گھوڑے ایسے تھے کہ جب انہیں روکا جائے تو ساکن ہوجائیں اور اگر بھگایا جائے تو انتہائی سبک رفتاری کا مظاہرہ کریں، نیز ہزار گھوڑے تھے جو آپ علیہ السلام کے نماز ظہر پڑھ لینے کے بعد آپ علیہ السلام کے سامنے پیش کئے گئے آپ ان پر سوار ہو کر دشمنوں کے خلاف جہاد کرنے کا ارادہ رکھتے تھے ابھی ان میں سے نوسو گھوڑے آپ علیہ السلام کے سامنے پیش کئے گئے سورج غروب ہو گیا آپ علیہ السلام نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی یہ معاملہ دیکھ کر آپ علیہ السلام سخت غمگین ہوگئے) تو فرمایا میں نے ارادہ کیا (احببت بمعنی اردت ہے) خیر (یعنی گھوڑوں) کی محبت کا اپنے رب کے ذکر (یعنی نماز عصر سے) حتی کہ وہ (یعنی سورج) چھپ گیا پردے میں (جس شے کے سبب وہ آنکھ سے اوجھل ہوتا ہے اس میں چھپ گیا) انہیں مجھ پر پیش کرو (یعنی جو گھوڑے مجھے پیش کئے

گئے تھے دوبارہ میرے سامنے پیش کرو) تو وہ مسح کرنے لگا (تلوار کے ذریعے) ان کی کدیوں اور گردنوں پر (یعنی قرب الٰہی حاصل کرنے کے لیے جس چیز نے آپ علیہ السلام کو نماز سے مشغول کیا تھا آپ علیہ السلام نے اسے ذبح کردیا اور ان کے پاؤں کاٹ دیئے اور ان کا گوشت صدقہ کردیا، اللہ عزوجل نے ان کے عوض آپ علیہ السلام کو ان گھوڑوں سے زیادہ اچھے اور زیادہ تیز چیز یعنی ہوا عطا فرمادی کہ وہ آپ علیہ السلام کے حکم کے مطابق جہاں آپ علیہ السلام چاہتے وہاں چلتی) اور بیشک ہم نے سلیمان کو جانچا (اس کی بادشاہت اس سے لے کر انہیں آزمائش میں مبتلا فرمایا......۳۴......اور معاملہ اس لیے پیش آیا کہ آپ علیہ السلام نے "ھـواھا" نامی ایک عورت سے شادی کرلی، وہ آپ علیہ السلام کے گھر میں بت کی پوجا کیا کرتی تھی، آپ علیہ السلام کو اس کا علم نہیں تھا آپ علیہ السلام کی بادشاہت انگوٹھی پہننے پر مرتب تھی، ایک مرتبہ رفع حاجت کے لیے جاتے وقت آپ علیہ السلام نے وہ انگوٹھی اتاری اور اسے اپنی بیوی امینہ کے پاس رکھوادی پھر ایک جن حضرت سلیمان علیہ السلام کی صورت میں اس کے پاس آیا اور وہ انگوٹھی اس سے حاصل کرلی) اور اس کے تخت پر ایک بدن ڈال دیا (یہ وہی جن تھا اس کا نام صخر یا کچھ اور تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر بیٹھا، پرندے وغیرہ اس کے گرد جمع ہوگئے حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی معروف ہیئت کے برخلاف حالت پر وہاں سے نکلے تو آپ علیہ السلام نے اس جن کو اپنی کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا آپ علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا: میں سلیمان علیہ السلام ہوں تو لوگوں نے نہ مانا) پھر رجوع لایا......۳۴......(پھر کچھ دنوں کے بعد سلیمان علیہ السلام نے اپنے ملک کی طرف رجوع کیا یوں کہ آپ علیہ السلام اپنی انگوٹھی تک پہنچ گئے اور اسے پہن کر اپنی کرسی پر بیٹھ گئے) عرض کی اے میرے رب مجھے بخش دے اور مجھے اپنی سلطنت عطا کر کہ وہ نہ ہو (لا ینبغی بمعنی لا یکون ہے) میرے بعد کسی کے لیے (یعنی میرے سوا کسی اور کے لیے ایسی سلطنت نہ ہو بعدی بمعنی سوای جسے کہ ﴿فمن یھدیہ من بعد اللہ﴾ میں بعد بمعنی سوی ہے) بیشک تو بڑی دین والا ہے تو ہم نے ہوا اس کے بس میں کردی کہ اس کے حکم سے نرم نرم چلتی (رخاء بمعنی لین ہے) جہاں وہ چاہتا......۳۶......(اصاب کے معنی ارادہ کے ہیں) اور دیو بس میں کردیئے ہر معمار (جو بڑی بڑی عمارتیں بناتے) اور غوطہ لگانے والے (سمندر میں سمندر سے موتی نکالنے کے لیے اور ان میں سے) دوسرے بیڑیوں میں جکڑے ہوئے (یوں کہ ان کے ہاتھ گردنوں کے ساتھ بندھے ہوتے......۳۸......مقرنین بمعنی مشدودین ہے اور الاصفاد کے معنی بیڑیاں ہیں اور ہم نے ان سے فرمایا) یہ ہماری عطا ہے تو احسان کرو (اس میں سے جس پر چاہو عطا کرو) یا روک رکھ (عطا کرنے سے) بے حساب کے (یعنی تجھ پر اس بارے میں کچھ حساب نہیں ہے) اور بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانہ ہے (اس کی مثل آیت مبارکہ ماقبل گزرچکی ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وما خلقنا السماء والارض وما بینھما باطلا ذلک ظن الذین کفروا﴾۔

و: مستانفہ، ماخلقنا: فعل نفی و "نا" ضمیر ذوالحال، باطلا: حال، ملکر فاعل، السماء: معطوف علیہ، والارض: معطوف اول، وما بینھما: معطوف ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ذلک: مبتدا، ظن: مضاف، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فویل للذین کفروا من النار o ام نجعل الذین امنوا وعملوا الصلحت کالمفسدین فی الارض﴾۔

ف: عاطفہ، ویل: موصوف، من النار: ظرف مستقر صفت، ملکر مبتدا، للذین کفروا: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ام: عاطفہ، منقطعہ، نجعل: فعل بافاعل، الذین امنوا وعملوا الصلحت: مفعول اول، کالمفسدین فی الارض: ظرف مستقر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ام نجعل المتقین کالفجار○ کتب انزلنه الیک مبرک لیدبروا ایته ولیتذکر اولوا الالباب○﴾۔

ام: عاطفہ، نجعل المتقین: فعل بافاعل ومفعول، کالفجار: ظرف مستقر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، کتب: موصوف، انزلنه: فعل بافاعل ومفعول، الیک: ظرف لغو اول، لام: جار، یدبروا ایته: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، لام: جار، یتذکر اولوا الالباب: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر معطوف، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صفت، ملکر خبر اول مبتدا محذوف "ھذا" کیلئے، مبارک: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ووھبنا لداود سلیمن نعم العبد انه اواب○﴾۔

و: مستانفہ، وھبنالداود: فعل بافاعل وظرف لغو، سلیمن: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، نعم: فعل مدح، العبد: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر مبتدا محذوف "ھو" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انه: حرف مشبہ واسم، اواب: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اذ عرض علیه بالعشی الصفنت الجیاد○﴾۔

اذ: مضاف، عرض علیه: فعل مجہول وظرف لغو، بالعشی: ظرف مستقر حال مقدم، الصفنت الجیاد: ذوالحال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر "اذکر" فعل محذوف کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فقال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب○﴾۔

ف: عاطفہ، قال: قول، انی: حرف مشبہ واسم، احببت حب الخیر: فعل بافاعل ومفعول، عن ذکر ربی: ظرف لغو، حتی: جار، توارت بالحجاب: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ردوھا علی فطفق مسحا بالسوق والاعناق○﴾۔

ردوھا: فعل امر بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول محذوف "قال" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ، طفق: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ فعل محذوف، "ردوھا" پر معطوف ہے، مسحا: مصدر بافاعل، بالسوق والاعناق: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر فعل محذوف "یمسح" کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولقد فتنا سلیمن والقینا علی کرسیه جسدا ثم اناب○﴾۔

و: مستانفہ، لام قسمیہ، قد تحقیقیہ، فتنا سلیمن: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، القینا علی کرسیه جسدا: جملہ فعلیہ معطوف اول، ثم: عاطفہ، اناب: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ مستانفہ۔

﴿قال رب اغفرلی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی﴾۔

قال: قول، رب: نداء، اغفرلی: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ھب لی: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکا: موصوف، لاینبغی: فعل نفی بافاعل، لام: جار، احد: موصوف، من بعدی: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، ملکر مقول، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿انک انت الوھاب○﴾۔

انک: حرف مشبہ واسم، انت الوھاب: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فسخرنا له الریح تجری بامره رخاء حیث اصاب ○ والشیطین کل بناء وغواص ○ واخرین مقرنین فی الاصفاد○﴾۔

ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "فاستجبنا له دعاء" سخرنا لہ: فعل بافاعل وظرف لغو، الریح: ذوالحال، تجری: فعل "ھی" ضمیر ذوالحال، رخاء: حال، ملکر فاعل، حیث اصاب: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الشیطین: مبدل منہ، کل بناء وغواص: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اخرین: موصوف، مقرنین فی الاصفاد: شبہ جملہ صفت، ملکر معطوف، ملکر صفت، ملکر بدل، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ھذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب٥﴾

ھذا: مبتدا، عطاؤنا: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر قول محذوف "قلنا له" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔ ف: فصیحیہ، امنن: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، امسک: فعل امر انت ضمیر ذوالحال، بغیر حساب: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وان له عند نا لزلفی وحسن ماب٥﴾ . وان له......الخ: اسکی ترکیب ماقبل آیت، نمبر ۲۵، میں گزری۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

قرآن میں غور وفکر کرنے کے محامل:

۱......نزول قرآن کا مقصد انسان کی فلاح و بہبود ہے، اور فلاح و بہبود اسی کو حاصل ہوگی جو اس پاک کلام میں غور وفکر کرے گا۔ سید عالم ﷺ نے اپنی ظاہری حیات میں قرآن کا پیغام پہنچایا، سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد صحابہ کرام نے قرآن میں غور وفکر کر کے جاذبیت پیدا کی، ان کے بعد امت کے علماء مشائخ مفسرین کرام نے اس پاک کلام میں جاذبیت پیدا کرنے کی غرض سے اس کے دقیق مقامات کو حل کیا، ناسخ و منسوخ کو پہچانا، مسائل کا استنباط کیا، الغرض یہ سب کچھ اور مزید بہت کچھ بغیر تدبر کے یقیناً نہیں ہوا، آج بھی انسان اپنی فلاح و کامرانی کا خواہاں ہے تو اُسے قرآن میں تدبر سے کام لینا ہوگا، اپنی ہمت، کوشش، جہد مسلسل کے ذریعے اس پاک کلام کے پیغام کو دیگر مسلمانوں میں عام کرنے کے لئے اپنی ہمت کو مزید بیدار کرنا ہوگا۔

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "اے حاملین قرآن! قرآن پر عمل کرو، کیونکہ عالم وہ ہے جو علم کے تقاضوں پر عمل کرے اور اس کا عمل ان کے علم کے موافق ہو اور عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو علم حاصل کریں گے لیکن علم ان کے گلوں کے نیچے سے نہیں اُترے گا، ان کی خلوت ان کی جلوت کے خلاف ہوگی، ان کا عمل ان کے علم کے خلاف ہوگا، وہ مختلف حلقوں میں بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر کریں گے حتی کہ ان میں سے کوئی شخص اپنے ساتھی پر اس لئے غضبناک ہوگا کہ وہ دوسرے کے پاس کیوں بیٹھا ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے اعمال ان کی مجالس سے اللہ کی پاک بارگاہ تک نہیں پہنچیں گے"۔ (کنز العمال، کتاب العلم، باب: التحزیر من علماء السوء، رقم: ۲۹۴۰۵، ج۵، ص۱۲۰)

☆......حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ اس بات پر خوف ہے کہ وہ قرآن کے صحیح محمل کے خلاف تاویل کریں گے"۔ (کنز العمال، کتاب العلم، باب: التحزیر من علماء السوء رقم: ۲۹۳۹۹، ج۵، ص۱۱۹)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کی تعداد وغیرہ کا بیان:

۲......حضرت ابراہیم تیمی کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بیس گھوڑے پَروں والے تھے۔

(الطبری، الجزء: ۲۳، ص ۱۸۱)

☆......مقاتل کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے والد گرامی کی جانب سے ایک ہزار گھوڑوں کے وارث ہوئے تھے، کسی کے ذہن

میں یہ سوال آسکتا ہے کہ حضرات انبیائے کرام کسی کو مالی وارث نہیں بناتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت سلیمان ایک ہزار گھوڑوں کے انتظامی متولی تھے۔ایک قول کے مطابق آپ کے پاس سو پَر والے گھوڑے تھے۔ (القرطبی، الجزء:۲۳، ص ۱۷۲)

☆۔۔۔کلبی کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اہل دمشق اور نصیبین سے جنگ کی تھی اور وہاں سے انہیں ہزار گھوڑے ملے تھے۔ مقاتل کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اپنے والد گرامی کی میراث سے ایک ہزار گھوڑے ملے تھے،لیکن اس قول کو سید عالم ﷺ کی حدیث:"نحن معشر الانبیاء لا نُورِثُ ما ترکنا صدقةٌ یعنی ہم حضرات انبیائے کرام کا گروہ کوئی میراث نہیں چھوڑتا،ہم جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے"، رد کرتی ہے۔ابن جریر،ابن ابی حاتم نے ابراہیم تیمی سے روایت کیا ہے کہ بیس ہزار پروں والے گھوڑے تھے جن کی حضرت سلیمان علیہ السلام نے کونچیں کاٹ ڈالی تھیں۔عبد بن حمید اور ابن المنذر نے عوف عن الحسن کے سلسلہ سے روایت کیا ہے کہ جن گھوڑوں کی حضرت سلیمان علیہ السلام نے کونچیں کاٹی تھیں وہ پَروں والے تھے اور آپ علیہ السلام کے لئے وہ سمندر سے نکالے گئے تھے۔آپ علیہ السلام سے پہلے اور آپ علیہ السلام کے بعد کسی کے پاس ایسے گھوڑے نہ تھے۔علامہ بغوی نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ وہ بیس ہزار پَروں والے گھوڑے تھے۔علماء نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے نماز ظہر پڑھائی اور پھر اپنی کرسی پر تشریف فرما ہو گئے اور وہ گھوڑے آپ علیہ السلام پر پیش کئے جانے لگے۔آپ علیہ السلام پر نو سو گھوڑے پیش کئے گئے تو آپ علیہ السلام کو نماز عصر یاد آئی لیکن اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا اور نماز کا وقت گزر چکا تھا لیکن آپ علیہ السلام کے رعب و ہیبت کے سبب کسی نے آپ علیہ السلام کو نماز کے بارے میں آگاہ نہ کیا،آپ کو نماز کا وقت فوت ہو جانے کا بہت صدمہ ہوا۔ (المظهری، ج٦،ص ١٣٨)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک گول میدان تھا جس میں وہ گھوڑوں کا مقابلہ کرایا کرتے تھے،حتی کہ جب وہ گھوڑے دور نکل کر ان کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے اور اس کا معنی یہ نہیں کہ سورج غائب ہو گیا اور ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا،کیونکہ اس آیت پاک میں پہلے سورج کا ذکر نہیں ہے کہ اس کی طرف ضمیر لوٹائی جائے البتہ گھوڑوں کا ذکر ہے،اس لئے اس کا معنی یہ ہے کہ وہ گھوڑے ان کی نظر سے غائب و اوجھل ہو گئے اور نحاس کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نماز ادا کر رہے تھے تو ان کے پاس مال غنیمت سے حاصل شدہ گھوڑے لائے گئے تاکہ وہ ان کا معائنہ کریں،حضرت سلیمان علیہ السلام اس وقت نماز میں مشغول تھے،انہوں نے اشارہ کیا کہ ان گھوڑوں کو ان کے اصطبل میں پہنچا دیا جائے،حتی کہ وہ گھوڑے ان کی نظر سے اوجھل ہو گئے اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام نماز سے فارغ ہوئے تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:"ان گھوڑوں کو دوبارہ لاؤ" پھر آپ ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور آپ علیہ السلام کا ان کی گردنوں پر ہاتھ پھیرنا ان کے اکرام کے لئے تھا تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اگر کوئی بڑا اور باوقار شخص گھوڑے کی گردن اور پنڈلی پر ہاتھ پھیرے تو یہ اس کے مقام و وقار کے خلاف بات نہیں ہوتی۔

امام قشیری کہتے ہیں جس وقت میں حضرت سلیمان علیہ السلام گھوڑوں میں مشغول ہوئے تھے وہ وقت نہ تو نماز ظہر کا تھا اور نہ ہی نماز عصر کا تھا بلکہ وہ گھوڑوں میں مشغول ہونے کی وجہ سے نفلی نماز ادا کرنے سے رہ گئے۔اور حضرت سلیمان علیہ السلام معزز شخص تھے،اور انہوں نے فرض یا نفل کے بھول جانے کا ذکر کسی سے نہیں کیا بلکہ تاخیر نماز کو مباح خیال فرمایا،اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس فوت شدہ نماز کو یاد کر کے افسوس فرمایا اور یوں بارگاہ اقدس میں عرض گزار ہوئے:"انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی"۔(سید عالم ﷺ کی حدیث میں بھی گھوڑے کو خیر فرمایا گیا ہے،درج ذیل روایت نقل کی جاتی ہے)۔ (القرطبی، الجزء:۲۳،ص ۱۷۳)

☆۔۔۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:"گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر ہے"۔

(صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب:۲۸، رقم: ٣٦٤٤، ص ٦١١)

سیدنا سلیمان علیہ السلام کی آزمائش ہونا:

س…..قرآن مجید میں کہیں نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کس آزمائش میں مبتلا کیا، وہ آزمائش کیا تھی؟ اور آپ علیہ السلام کس طرح آزمائش سے باہر ہوئے؟ ہاں اتنا ضرور ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی جانب رجوع لائے، اس بارے میں کئی اسرائیلی روایات ہیں جس کے بارے میں تفاسیر بھری پڑی ہیں، کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک دن کہا کہ آج رات میں اپنی تمام ازواج (ستر، نوے، ننانوے یا سو) کے پاس جاؤں گا اور ان کے حمل سے جہاد میں لڑنے والا مجاہد پیدا ہوگا، اور آپ علیہ السلام نے اپنے کلام کے ساتھ ان شاء اللہ نہ فرمایا، کہا جاتا ہے کہ فقط ایک نامکمل بچہ پیدا ہوا جس کی ایک آنکھ، ایک ہاتھ، ایک پاؤں تھا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کا راز ان کی مبارک انگوٹھی میں تھا، ایک مرتبہ آصف بن برخیا نامی جن سے مذاکرہ ہوا وہ کس طرح لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں؟ جن نے کہا کہ حضرت (علیہ السلام) اُسے اپنی انگوٹھی دیں تو بتائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُسے اپنی انگوٹھی عطا فرمادی اور جن نے انگوٹھی سمندر میں پھینک دی جس سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت جاتی رہی۔

قتادہ نے ایک واقعہ یوں لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ وہ بیت المقدس کی تعمیر کرائیں اور اس طرح کہ لوہے کی آواز تک نہ سنائی دے، آپ علیہ السلام نے اس طرح بنانے کی کئی تدابیر کیں لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوسکی، پھر آپ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ سمندر میں صخر نامی ایک شیطان ہے وہ کسی ترکیب سے بیت المقدس کی اس طرح تعمیر کرا سکتا ہے، اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی دی گئی یا اس کے کندھوں کے درمیان اس انگوٹھی کی مہر لگادی گئی جس سے وہ بے بس ہوگیا، حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت بھی اسی انگوٹھی کی وجہ سے تھی، آپ علیہ السلام نے صخر کو اس طرح بیت المقدس کی تعمیر کرنے کا حکم دیا اور اس نے اس کی تعمیر شروع کردی، حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت الخلاء یا حمام میں جاتے تو انگوٹھی اتار کر جاتے تھے، ایک دن آپ علیہ السلام حمام میں جارہے تھے کہ صخر نامی جن آپ علیہ السلام کے ساتھ تھا، اس وقت آپ علیہ السلام فرض غسل کرنے جارہے تھے، آپ علیہ السلام نے وہ انگوٹھی اتار کر اسے دی اور خود غسل کرنے چلے گئے، اس نے وہ انگوٹھی سمندر میں پھینک دی اور اس شیطان پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکل وصورت ڈال دی گئی اور آپ علیہ السلام سے تخت وتاج چھین لیا گیا اور ماسوائے آپ علیہ السلام کی ازواج کے ان سب چیزوں پر شیطان پلید نے قبضہ کرلیا۔ ادھر اس شیطان سے بہت سی ایسی باتیں ظاہر ہونے لگیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے معمولات کے خلاف تھیں، اس زمانے میں بھی ایک صاحب فراست اور صاحب الہام شخص تھے جیسے ہماری امت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، انہوں نے سوچا کہ یہ شخص حضرت سلیمان علیہ السلام معلوم نہیں ہوتا، انہوں نے اس سے سوالات کیے: ''اگر کوئی شخص رات کو جنبی ہوجائے اور سردی کی وجہ سے طلوع آفتاب تک غسل نہ کرسکے تو کوئی حرج تو نہیں''؟، اس نے کہا: ''کوئی حرج نہیں''۔ صخر چالیس دن تک حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر بیٹھا حکومت کرتا رہا، پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے وہ انگوٹھی مل گئی، اس انگوٹھی کو پہنتے ہی آپ علیہ السلام پھر تمام چیزوں پر قابض اور متصرف ہوگئے۔ (روح البیان، ج۸، ص ۴۵)

اسرائیلی روایات کا رد علامہ زمخشری، علامہ رازی، ابوالحیان اندلسی، اسماعیل حقی، اور علامہ آلوسی نے کیا ہے جو کہ ہماری نظر سے گزرا۔ ہم علامہ آلوسی اور امام رازی کی تفسیر سے چند نکات درج ذیل ذکر کرتے ہیں:

علامہ ابوالحیان کہتے ہیں کہ اس قسم کے مقالے کو بعض بے دین وگمراہ یہود نے اپنی من مانی گھڑ لیا ہے اور کسی صاحب عقل کے لئے اس کے صحیح ہونے کا اعتقاد رکھنا جائز نہیں ہے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ شیطان نبی کی صورت میں آجائے حتیٰ کہ لوگ اس کو دیکھ کر

یہ سمجھیں کہ یہ نبی ہے اور اگر ایسا ہونا ممکن ہوتا تو کسی نبی پر اعتماد نہ ہوتا اور سب سے قبیح بات یہ ہے کہ ان میں سے بعض روایات میں یہاں تک مذکور ہے کہ شیطان نے نبی کی ازواج سے حالت حیض مباشرت کی ،اللہ اکبر! یہ بہتان عظیم ہے اور اس حدیث کی حضرت ابن عباس کی جانب نسبت کرنا درست نہیں ہے ،اور خواص وعوام میں یہ مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت اس انگوٹھی کی وجہ سے تھی اور یہ بات بہت بعید ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو ملک عطا کیا تھا اس کی عطا ایک انگوٹھی کے ساتھ مربوط تھی اور اگر اللہ کی یہ عطا اس انگوٹھی کے ساتھ مربوط ہوتی تو اللہ عزوجل اس کا ذکر قرآن میں ضرور فرماتا۔ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سخت بیمار ہو گئے اور وہ جس حال میں اس تخت پر پڑے ہوئے تھے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بے روح جسم تخت پر پڑا ہوا ہے اور اللہ عزوجل نے انہیں دوبارہ صحت وتوانائی عطا فرمائی۔ (روح المعانی ملخصاً،ج۲۳،ص ۲٦٤)

امام رازی کہتے ہیں: درج ذیل نکات سے اسرائیلی روایات کا رد کیا جاتا ہے:

(۱)......اگر یہ مان لیا جائے کہ شیطان کسی نبی کی صورت میں متشکل ہو سکتا ہے تو پھر شریعت پر کوئی اعتماد ہی نہیں رہتا، کیونکہ لوگوں نے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ،حضرت عیسیٰ روح اللہ ،حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو دیکھا، ہو سکتا ہے کہ وہ حضرات انبیائے کرام نہ ہوں بلکہ شیطان ہی ہوں کہ شیطان نے ان کی صورت بنالی ہو، اور ایسا ماننے کی صورت میں دین کا نقشہ بالکل بگڑ کر رہ جائے گا۔

(۲)......اگر شیطان حضرت انبیائے کرام کی شکل میں متشکل ہو کر ایسے کام کر سکتا ہے تو پھر عام عابدوں اور زاہدوں کا کیا حال ہو گا، اب شیطان کو اتنی طاقت مل گئی ہے تو پھر اسے چاہیے کہ علماء کو قتل کر دے، ان کی کتب کو دریا برد کر دے یا جلا دے، ان کے گھروں کو منہدم کر دے، لیکن جب عام علماء کے ساتھ یہ کاروائی باطل ہے تو پھر دیگر لوگوں کے ساتھ بدرجہا اولی باطل ہونی چاہیے۔

(۳)......یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ شیطان نبی کی ازواج کے ساتھ بُرا فعل اختیار کر لے۔

(۴)......حضرت سلیمان علیہ السلام کی بیوی جرادہ نے اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کی اجازت سے بت کی پوجا کی تھی تو یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا کفر ہو گا اور اگر بغیر اجازت سے ایسا ہوا تو یہ گناہ ہے اور اس کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس فتنہ میں مبتلا کیا گیا۔

(الرازی، ج۹، ص ۳۹۳ وغیرہ)

سیدنا سلیمان علیہ السلام کی توبہ کا بیان:

۴......جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے کوئی خطا ضرور ہوئی ہے اسی لئے آپ علیہ السلام نے استغفار کیا، امام رازی اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ مانا کہ انسان کا ظاہری حال اس بات سے خالی نہیں کہ اس سے کوئی خلاف اولیٰ یا افضل کام رہ جائے اور اس کی وجہ سے وہ اللہ سے مغفرت طلب کرے کیونکہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے نزدیک برائیوں کے درجے میں ہوا کرتی ہیں۔ (الرازی، ج۹،ص ۳۹٤)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہواؤں کو مسخر کردینا:

۵......اس آیت میں حضرت سلیمان علیہ السلام پر ہونے والے متعدد انعامات کا ذکر کیا گیا ہے، ہوا سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر کردی گئی ہے، سخت تیز ہوائیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے سرزمین شام کی جانب چلتی ہیں۔وہب کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بن داؤد علیہ السلام کی مجلسوں میں پرندے، جنات، انسان سب ہی حاضر خدمت ہوتے تھے جنات وانسان تخت پر تشریف فرما ہوتے جب کہ پرندے ارد گرد منڈلاتے، مزید اگلی آیت میں شیاطین کا حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم کا پابند ہونا بھی بیان کیا گیا ہے۔ان میں سے بعض جنات سمندروں میں غوطہ زن ہوتے اور ہیرے جواہرات نکال نکال کر لاتے اور اس کے علاوہ بھی اعمال شاقہ بجالاتے، شہر

محلات بناتے، پانی کی تہہ میں جا کر موتی نکال لاتے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے اعمال کی حفاظت کرتے یعنی مملکت سلیمانیہ کے امور بجالانے میں معاون و مددگار ہوتے۔ (القرطبی، الجزء: ۱۷، ص ۲۸۱)

حضرت سلیمان علیہ السلام وسید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنات پر حکومت:

۷......حضرات انبیائے کرام میں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو خاص طور پر جنات پر حکومت عطا فرمائی گئی، جب کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جنات پر تصرف کا اختیار رکھتے تھے، بیت المقدس کی تعمیر انہی جنات نے کی ہے اگر ایسا ممکن نہ مانا جائے تو پھر قرآنی آیات کا خلاف لازم آئے گا۔ اللہ نے فرمایا: ﴿یعملون له مایشاء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب وقدور رسیت اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کے برابر لگن اور لنگردار دیگیں (سبا: ۱۳)﴾، ﴿ومن الشیطین من یغوصون له ویعملون عملا دون ذلک وکنا له حفظین اور شیطانوں میں سے وہ جو اس کے لئے غوطہ لگاتے اور اس کے سوا اور کام کرتے اور ہم انہیں روکے ہوئے تھے (الانبیاء: ۸۲)﴾۔ اسی طرح سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جنات پر تصرف کا اختیار تھا چنانچہ وارد ہوتا ہے:

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''گزشتہ رات ایک بہت بڑا جن مجھ پر حملہ آور ہوا، تاکہ وہ میری نماز کو فاسد کردے، پس اللہ نے مجھے اس پر قادر کیا، پس میں نے ارادہ کیا کہ میں اس کو مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں، حتی کہ تم صبح کو اٹھو تو تم سب اس کی طرف دیکھ رہے ہو، پھر مجھے اپنے بھائی سلیمان کی یہ دعا یاد آئی: ''اے میرے رب! مجھے ایسی سلطنت عطا فرما جو میرے بعد اور کسی کے لائق نہ ہو''، پھر میں نے اسے چھوڑ دیا''۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلوة، باب: الاسیر او الغریم یربط، رقم: ٤٦١، ص ٨٠)

علامہ عینی لکھتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات شیطان کو دیکھا اور چونکہ شیطان ایک جسم ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر قدرت دی گئی، کیونکہ تمام جسموں پر قدرت ممکن ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں یہ بات ڈال دی گئی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو چیز دی گئی ہے اس کو ان کے ساتھ مخصوص کیا جائے، اس لئے ہر چند کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو گرفتار کرنے پر قادر تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نہیں پکڑا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی یہ خاصیت حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہی خاص رہے اور اس بات پر بھی حریص تھے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا کا قبول ہونا بھی برقرار رہے۔ (عمدة القاری، کتاب الصلوة، باب: الاسیر او الغریم یربط، رقم: ٤٦١، ج٣، ص ٥١٢)

نوٹ: ہم نے (سورۂ سبا: ۳۹) کے تحت اسی موضوع پر کچھ کلام کیا ہے، ماقبل ملاحظہ فرمالیں۔

اغراض:

ینظروا فی معانیها: یعنی قرآن کی آیات میں تأمل کریں، جس سے معرفت و نور میں حسبِ منصب اضافہ ہوگا، اور قرآن کی تلاوت بھی حسبِ مراتب ہونی چاہیے، پس عام لوگ اس کی قرائت حسبِ مقدور اس کے معانی میں غور و فکر کرنے کے ذریعے کریں، خاص لوگ اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ اللہ کے حضور پیش ہیں اور کلام پاک پڑھ رہے ہیں، اور خاص الخاص لوگ اپنی ذات کو فنا کر کے فقط اللہ کے فرامین کو اپنی زبان پر ادا کرتے ہوئے پڑھیں کہ اللہ جن سے راضی ہے ہم بھی اُنہی میں ہو جائیں۔

وهو من صفن: الصفنت ماخوذ ہے صفن سے، مراد وہ آدمی ہیں جن کے پاؤں باہم بندھے ہوئے ہوں، اور اس کی جمع صفون ہے۔ **وهی القائمة:** مراد تین پاؤں پر کھڑا ہونے والا گھوڑا ہے۔

جمع جواد: ایک قول کے مطابق جمع جید ہے جو کہ مذکر و مونث ہر ایک پر بولی جاتی ہے، جو کہ الجودة یا الجید سے ماخوذ ہے ،مراد العنق (گردن) ہے، یعنی لمبی گردن والا ماہر زیرک شخص۔ صعو: مراد ابن عمیر المارد ہے۔
وکانت الف فرس: روایت میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اہل دمشق و نصیبین میں جہاد کیا اور انہیں ایک ہزار گھوڑے پیش کئے گئے، جب کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے عمالقہ میں جہاد کیا اور انہیں بیت المال سے (مال پیش کیا گیا)، ایک قول کے مطابق ان کے لئے سمندری راستے بھی کھول دیئے گئے۔
ای الخیل: اسے خیر بھی کہتے ہیں کیونکہ حدیث میں گھوڑے کو خیر کہا گیا ہے: ''قیامت تک کے لئے گھوڑے کی پیشانی میں خیر رکھ دی گئی ہے'' ۔لتزوجه بامراة: حضرت سلیمان علیہ السلام کی زوجہ کا نام جرادة ہے۔
ای ذبحها وقطع ارجلها: یعنی ان کے لئے گھوڑے مباح تھے، اسی وجہ سے اللہ نے گھوڑوں میں مشغول ہونے کے معاملے میں مواخذہ نہیں فرمایا، اور یہی قول ابن عباس اور اکثر مفسرین کا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ضمیر ﴿ردوھا﴾ کی الشمس کی جانب لوٹتی ہے اور اس خطاب سے مقصود موکل فرشتے ہیں، پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے وقت کے اندر ہی نماز عصر ادا فرمائی۔
وکانت تعبد الصنم: حضرت سلیمان علیہ السلام کی زوجہ اپنے والد کی صورت میں متشکل بت کی چالیس دن تک عبادت کرتی رہیں۔
وکان ملکه فی خاتمه: حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہی انگوٹھی پہننے پر منحصر تھی، پس جب انگوٹھی پہنے رہتے تو ان کیلئے ہوائیں مسخر ہو جاتیں، جنات اور شیاطین تابع ہوتے، اور جب انگوٹھی اتارتے جو سارا معاملہ ختم ہو جاتا، اور یہ وہی انگوٹھی تھی جو سیدنا آدم جنت سے لائے تھے۔ووضعه عند امراته: مراد آپ کی زوجہ ارمینیہ ہیں۔
هو ذلک الجنی: مراد جسد ہے، جس میں سلیمان علیہ السلام کی روح نہ تھی، اور اگر اس جسد میں روح ہوتی تو مراد جسد نہیں بلکہ جسم ہوتا۔
فی غیر هیئته: یعنی اپنے سابقہ طور طریقوں سے ہٹ کر نکلے جس سے لوگوں نے انہیں نہ پہچانا کیونکہ جن آپ کی شکل میں آپ کے تخت پر بیٹھ چکا تھا۔
بعد ایام: یعنی چالیس دن بعد، حاشیہ نمبر ''۳'' میں ہم نے اس موضوع سے متعلق تفصیلی کلام کیا ہے کہ آیا جنات کا حضرات انبیائے کرام کی شکل میں متشکل ہونا ممکن ہے یا نہیں، وہیں ملاحظہ فرمالیں۔
لینة: بمعنی غیر عاصفة ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص۱۴۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۳

﴿واذکر عبدنا ایوب وقف لازم اذ نادی ربه انی﴾ای بِاَنِّی﴿مسنی الشیطن بنصب﴾بِضُرٍّ﴿وعذاب(۴۱)﴾اَلَمٍ وَنَسَبَ ذَالِکَ اِلَی الشَّیْطَانِ وَاِنْ کَانَتِ الْاَشْیَاءُ کُلُّهَا مِنَ اللهِ تَاَدُّبًا مَعَهُ تَعَالٰی وَقِیلَ لَهُ ﴿ارکض﴾اِضْرِبْ﴿برجلک﴾الْاَرْضَ فَضَرَبَ فَنَبَعَتْ عَیْنُ مَاءٍ فَقِیلَ ﴿هذا مغتسل﴾اَیْ مَا یُغْتَسَلُ بِهٖ﴿بارد وشراب(۴۲)﴾تَشْرَبُ مِنْهُ فَاغْتَسَلَ وَشَرِبَ فَذَهَبَ عَنْهُ کُلُّ دَاءٍ کَانَ بِظَاهِرِهٖ وَبَاطِنِهٖ﴿ووهبنا له اهله ومثلهم معهم﴾اَیْ اَحْیَی اللهُ لَهُ مَنْ مَاتَ مِنْ اَوْلَادِهٖ وَرَزَقَهُ مِثْلَهُمْ﴿رحمة﴾نِعْمَةً﴿منا وذکری﴾عِظَةً﴿لاولی الالباب(۴۳)﴾لِاَصْحَابِ الْعُقُوْلِ﴿وخذ بیدک ضغثا﴾هُوَ حُزْمَةٌ من حَشِیْشٍ او قُضْبَانٍ ﴿فاضرب به﴾زَوْجَتَکَ وقد کَانَ حَلَفَ لَیَضْرِبَنَّهَا مِائَةَ ضَرْبَةٍ

لِابْطَلَائِهَا عَلَيهِ يَوْمًا ﴿ولا تحنث ط﴾بِتَرکِ ضَربِها فَاَخَذَ مِائَةَ عُودٍ مِن الْاِذْخَرِ اَوْغَيرِه فَضَربَها بِه ضَربَةً واحِدَةً﴿انا وجدنه صابرا ط نعم العبد﴾اَيُّوبُ﴿انه اواب (۴۴)﴾رَجَّاعٌ اِلَى اللهِ تَعَالٰى﴿واذكر عبدنا ابراهيم واسحق ويعقوب اولى الايدى﴾اَصْحَابَ القُوٰى فِي العِبَادَةِ﴿والابصار (۴۵)﴾البَصَائِرِ فِي الدينِ وَفِي قِرَائَةٍ عَبدَنَا وَاِبراهِيمَ بَيانٌ لَهُ وما بَعدَهُ عَطفٌ علٰى عَبدِنَا﴿انا اخلصنهم بخالصة﴾هِيَ﴿ذكرى الدار (۴۶)﴾الْاٰخِرَةِ اَى ذِكْرُهَا والعَمَلُ لَها وَفِي قِرَائَةٍ بِالْاِضَافَةِ وَهِيَ لِلبَيَانِ﴿وانهم عندنا لمن المصطفين﴾المُخْتَارِينَ﴿الاخيار (۴۷)﴾جَمعُ خُيِّرٍ بِالتَّشدِيدِ ﴿واذكر اسمعيل واليسع﴾هو نَبِيٌّ واللامُ زَائِدَةٌ﴿وذاالكفل ط﴾اُختُلِفَ فِي نُبُوَّتِهٖ قِيلَ كَفَّلَ مِائَةَ نَبِيٍّ فَرُّوا اِلَيهِ مِنَ القَتلِ﴿وكل﴾اَى كُلُّهم ﴿من الاخيار (۴۸)﴾جَمعُ خَيِّرٍ بِالتَّثقِيلِ﴿هذا ذكر ط﴾لهم بِالثَّنَاءِ الجَمِيلِ هنا﴿وان للمتقين﴾الشَّامِلِينَ لهم﴿لحسن ماب (۴۹)﴾مَرجَع فِي الْاٰخِرَةِ﴿جنت عدن﴾بَدَلٌ اَو عَطفُ بَيَانٍ لَحُسنَ ماب ﴿مفتحة لهم الابواب (۵۰)﴾منها﴿متكئين فيها﴾على الْاَرَائِكِ﴿يدعون فيها بفاكهة كثيرة وشراب (۵۱) وعندهم قصرت الطرف﴾حابِسَاتِ العَينِ عَلى اَزْوَاجِهِنَّ ﴿اتراب (۵۲)﴾اَسْنَانُهُنَّ واحِدةٌ وهُنَّ بَنَاتٌ ثَلاثٍ وثَلاثِينَ سِنَةً جمعُ تُربٍ﴿هذا﴾المَذكُورُ﴿ما توعدون﴾بِالغَيبَةِ وبِالخِطَابِ اِلتِفَاتًا﴿ليوم الحساب الثلثة (۵۳)﴾اَى لِاَجلِه﴿ان هذا لرزقنا ماله من نفاد (۵۴)﴾اَى اِنقِطَاعٍ والجُملَةُ حالٌ من رِزقِنا اَو خَبرٌ ثَانٍ لِاَنَّ اَى دَائِمًا اَوْ دَائِمٌ ﴿هذا﴾المَذكُورُ لِلمُومِنِينَ﴿وان للطغين﴾مُستَانَفٌ﴿لشر ماب (۵۵) جهنم يصلونها ج﴾يَدخُلُونَها﴿فبئس المهاد (۵۶)﴾الفِرَاشُ﴿هذا لا﴾اَى العَذَابُ المَفهُومُ مِمَّا بَعدَهُ﴿فليذوقوه حميم﴾اَى ماءٌ حارٌّ مُحرِقٌ﴿وغساق (۵۷)﴾بِالتَّخفِيفِ والتَّشدِيدِ ماسِيلَ مِن صَدِيدِ اَهلِ النارِ﴿واخر﴾بِالجَمعِ والْاِفرادِ ﴿من شكله﴾اَى مِثلُ المَذكُورِ مِنَ الحَمِيمِ الغَسَّاقِ ﴿ازواج (۵۸)﴾اَصنَافٌ اَى عَذَابُهم من اَنوَاعٍ مُختَلِفَةٍ ويُقَالُ لَهم عِندَ دُخُولِهِمُ النارَ بِاَتبَاعِهِم﴿هذا فوج﴾جمعٌ﴿مقتحم﴾داخِلٌ ﴿معكم﴾النارَ بِشِدَّةٍ فَيَقُولُ المَتبُوعُونَ﴿لامرحبا م بهم﴾اَى لا سَعَةَ عَلَيهِمْ ﴿انهم صالوا النار (۵۹) قالوا﴾اَى الْاِتبَاعُ ﴿بل انتم قف لا مرحبا م بكم انتم قدمتموه﴾اَي الكُفرَ﴿لنا فبئس القرار (۶۰)﴾لنا ولكم النارُ﴿قالوا﴾اَيضا﴿ربنامن قدم لنا هذا فزده عذابا ضعفا﴾اَى مِثلَ عَذَابِه علٰى كُفرِهٖ ﴿فى النار (۶۱) وقالوا﴾اَى كُفارُ مَكةَ وهم فى النارِ﴿ما لنا لا نرى رجالا كنا نعدهم﴾فى الدنيا ﴿من الاشرار (۶۲) اتخذنهم سخريا﴾بِضَمِّ السِّينِ وَكَسرِهَا اَىْ كُنّا نَسخَرُبِهِم فى الدُّنيَا والياءُ لِلنِّسبَةِ اى اَمَفقُودُونَ هُم ﴿ام زاغت﴾مالَتْ﴿عنهم الابصار (۶۳)﴾فَلَم نرَهُم وَهُم فُقَرَاءُ المُسلِمِينَ كَعَمَّارٍ وَبِلالٍ وَصُهَيبٍ وسَلْمَانَ﴿ان ذلك لحق﴾وَاجِبٌ وُقُوعُهُ وَهُوَ﴿تخاصم اهل

النار(۶۴)﴾ كَمَا تَقَدَّمَ.

﴿ترجمہ﴾

اور یاد کرو میرے بندے ایوب......۱......کو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے (انّی اصل میں بانّی ہے) شیطان نے تکلیف (نصب کے معنی تکلیف ہے) اور ایذاء (عذاب بمعنی الم ہے) لگادی (اگرچہ تمام ہی اشیا اللہ ﷻ کی طرف سے ہوتی ہیں لیکن بارگاہ الٰہی کا ادب بجالاتے ہوئے آپ علیہ السلام نے اسے شیطان کی طرف منسوب کردیا، ان سے کہا گیا زمین پر) اپنا پاؤں مارو (حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ علیہ السلام نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا ایک چشمہ پھوٹ پڑا، پھر آپ علیہ السلام سے فرمایا گیا) یہ ہے چشمہ نہانے کو (یہ پانی ہے تم اس سے غسل کرو) اور پینے کو (تم اس میں سے پیو حکم الٰہی کے مطابق، آپ علیہ السلام نے اس سے غسل کیا اور پانی پیا تو اس سے آپ علیہ السلام کی ظاہری اور باطنی بیماریاں دور ہوگئیں......۲......) اور ہم نے اسے اس کے گھر والے اور ان کے برابر اور عطا فرمادیئے (یعنی ان کی جو اولاد انتقال کرچکی تھی انہیں اللہ ﷻ نے زندہ فرمادیا اور ان کی مثل اللہ ﷻ نے آپ علیہ السلام کو مزید عطا فرمائے ......۳......) اپنی رحمت کرنے (یعنی اپنی نعمت فرمانے) اور عقلمندوں کی نصیحت کو (ذکری کے معنی نصیحت ہے اولوا الالباب بمعنی اصحاب العقول ہے) اور اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے (تنکوں یا شاخوں سے بنی ہوئی) اس سے ماردے (اپنی بیوی کو، ایک روز دیر سے حاضر ہونے کے باعث آپ علیہ السلام نے سو ضربیں مارنے کی قسم کھائی تھی) اور قسم نہ توڑ (ضربیں نہ مارکر، آپ علیہ السلام نے اذخر وغیرہ کے سو تنکے لے کر ان سے اپنی زوجہ محترمہ کو ایک ضرب لگادی......۴......) بیشک ہم نے اسے صابر پایا......۵......کیا اچھا بندہ (ایوب علیہ السلام) بیشک وہ بہت رجوع لانے والا ہے (اللہ کے حضور رجوع لانے والا ہے بمعنی بہت رجوع کرنے والا ہے......۶......) اور یاد کرو ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب قوت والوں (یہ تمام ہی حضرات عبادت کے معاملے میں قوت رکھنے والے تھے) اور علم والوں کو (یعنی دینی بصیرت رکھنے والوں کو، ایک قراءت میں عبدنا مفرد آیا ہے اس صورت میں ''ابراهیم'' ماقبل کا بیان ہوگا اور اس کے مابعد آنے والے اسماء کا عطف ''عبدنا'' پر ہوگا) بیشک ہم نے انہیں ایک کھری بات سے امتیاز بخشا (وہ کھری بات آخرت کے) گھر کی یاد ہے (یعنی وہ اسے یاد رکھتے تھے اور اس کے لیے عمل کرتے تھے اور ایک قراءت میں ''ذکری'' کو اضافت کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور اس صورت میں یہ اضافت بیانیہ ہوگی) اور بیشک وہ ہمارے نزدیک چنے ہوئے (المصطفین بمعنی المختارین ہے) پسندیدہ ہیں (الاخیار ''خیر'' مشدد کی جمع ہے) اور یاد کرو اسماعیل اور یسع (یسع علیہ السلام بھی ایک نبی ہیں ،الیسع میں لام زائدہ ہے) اور ذوالکفل کو (حضرت ذوالکفل کی نبوت کے بارے میں اختلاف ہے کہتے ہیں آپ علیہ السلام کو ذوالکفل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ سو انبیاء کرام قتل سے بچنے کے لیے آپ علیہ السلام کے پاس آئے آپ علیہ السلام نے ان کی کفایت کی......۷......) اور سب (یعنی وہ سب کے سب) اچھے ہیں (اخیار ''خیر'' مشدد کی جمع ہے) یہ ذکر ہے (ثنائے جمیل کے ذریعے ان لوگوں کا یہاں ذکر کیا) اور بیشک پرہیزگاروں (لفظ المتقین انبیاء کرام کو بھی شامل ہے) کا ٹھکانہ (آخرت میں) بھلا (ماب بمعنی مرجع ہے) بسنے کے باغ (جنت عدن ......۸......یہ حسن ماب کے لیے بدل یا عطف بیان ہے) ان کے لیے (اس کے) سب دروازے کھلے ہوئے ہیں ان میں ٹیک لگائے (تکیوں پر) ان میں بہت سے میوے اور شراب مانگتے ہیں اور ان کے پاس وہ بیویاں ہیں جن کی آنکھیں شوہر پر لگی رہتی ہیں (قصرت الطرف کا معنی یہ ہے کہ ان بیویوں کی آنکھیں اپنے شوہروں پر ہی لگی رہتی ہیں) ایک عمر کی (یعنی ان سب کی عمریں یکساں ہیں سب کی سب تینتیس سال کی ہیں) وہ ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے (یوعدون کو صیغہ غائب ومخاطب دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور دونوں قراءت کے مطابق اس طرز کلام میں التفات ہے) بیشک یہ ہمارا رزق ہے کہ کبھی ختم نہ

ہوگا(یعنی کبھی منقطع نہ ہوگا، یہ جملہ رزقنا سے حال ہے یا پھر ان کی خبر ثانی ہے اس صورت میں دائم مرفوع یعنی دائم ہے)یہ(جو مذکور ہوا مومنین کے لیے ہے)اور بیشک سرکشوں کا بڑا ٹھکانہ(وہ)جہنم ہے کہ اس میں داخل ہونگے (یصلونھا بمعنی یدخلونھا ہے) تو کیا ہی برا بچھونا(المھاد بمعنی الفرش ہے)یہ(عذاب جو مابعد کلام سے مفہوم ہو رہا ہے) تو اسے چکھیں کھولتا پانی (حمیمک کھولتے جلا دینے والے پانی کو کہتے ہیں)اور پیپ......۹......(غساق کو سین مشددہ اور مخففہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، یہ وہ پانی ہوگا جو دوزخیوں کے زخموں سے بہتا ہوگا)اور دیگر(اخر کو صیغہ مفرد اور جمع دونوں طرح پڑھا گیا ہے)اسی شکل(یعنی مذکورہ حمیم اور غساق کی مثل)کے جوڑے(یعنی کئی قسمیں......۱۰......ان کا عذاب مختلف قسموں کا ہوگا، ان سے اپنے سرداروں کے ساتھ جہنم میں داخل کئے جانے کے وقت کہا جائیگا)یہ ایک فوج(یعنی مجمع)ہے جو داخل(مقتحم بمعنی داخل ہے)تمہارے ساتھ(آگ میں تکلیف والم کے ساتھ ان کے مقرر سرداروں مقرر کہیں گے......۱۱......)بلکہ تمہیں کھلی جگہ نہ ہو(یعنی تم پر کچھ کشادگی نہ ہو)آگ میں تو ان کو جانا ہی ہے(تابع)بولے تمہیں کھلی جگہ نہ ملے یہ(کفر)تم ہمارے آگے لائے تو کیا برا ٹھکانہ(ہمارا تمہارا دوزخ میں)وہ(بھی)بولے اے ہمارے رب یہ جو مصیبت ہمارے آگے لایا اسے آگ میں دونا عذاب بڑھا(اس کے کفر پر جو عذاب اسے دیا جا رہا ہے اس عذاب کی مثل اور عذاب دے)اور بولے(کفار مکہ اس حال میں کہ وہ دوزخ میں ہیں)ہمیں کیا ہوا ہم ان مردوں کو نہیں دیکھتے جنہیں(دنیا میں)برا سمجھتے تھے کیا ہم نے انہیں ہنسی بنالیا(سخریا سین مضمومہ اور مکسورہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، یعنی ہم دنیا میں ان لوگوں کے ساتھ تمسخر کیا کرتے تھے، سخریا میں یاء نسبتی ہے معنی کلام یہ ہے کیا وہ مفقود ہوگئے)یا آنکھیں ان کی طرف سے پھر گئیں(کہ ہم نے نہیں دیکھا، زاغت بمعنی مالت ہے اور مراد اس سے فقراء مسلمین ہیں جیسے حضرت عمار، بلال، صہیب، سلیمان ﷺ)بیشک یہ ضرور حق ہے(اس کا وقوع پزیر ہونا لازم ہے اور وہ امر)دوزخیوں کا باہم جھگڑا(ہے جیسا کہ پہلے بھی اس کا بیان گزر چکا)۔

﴿ترکیب﴾

﴿واذکر عبدنا ایوب اذ نادی ربہ انی مسنی الشیطن بنصب وعذاب٥﴾.

و: عاطفہ، اذکر: فعل امر بافاعل، عبدنا: مبین، ایوب: مبدل منہ، اذ: مضاف، نادی ربہ: فعل بافاعل ومفعول، انی: حرف مشبہ واسم، مسنی الشیطن: فعل ومفعول وفاعل، بنصب وعذاب: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر بتقدیر "ب" جار مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر عطف بیان، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ارکض برجلک ھذا مغتسل بارد وشراب٥﴾.

ارکض: فعل امر بافاعل، برجلک: ظرف لغو "الارض" مفعول محذوف، ملکر جملہ فعلیہ، ھذا: مبتدا، مغتسل: موصوف، بارد: صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، شراب: معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ووھبنا لہ اھلہ ومثلھم معھم رحمۃ منا وذکری لاولی الالباب٥﴾.

و: عاطفہ، وھبنا: فعل بافاعل، لہ: ظرف لغو، اھلہ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، مثلھم: ذوالحال، معھم: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر معطوف، ملکر مفعول، رحمۃ: موصوف، منا: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ذکری: موصوف، لاولی الالباب: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وخذ بیدک ضغثا فاضرب بہ ولا تحنث﴾.

و: عاطفہ، خذ: فعل امر بافاعل، بیدک: ظرف لغو، ضغثا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اضرب بہ: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا تحنث: فعل نہی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انا وجدنه صابرا نعم العبد انه اواب۝﴾.

انا: حرف مشبہ واسم، وجدنه صابرا: فعل بافاعل ومفعول اول وثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، نعم: فعل مدح، العبد: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ خبر، "ھو" مبتدا محذوف کیلئے، ملکر جملہ اسمیہ، انه: حرف مشبہ واسم، اواب: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذكر عبدنا ابرهيم واسحق ويعقوب اولى الايدى والابصار۝﴾.

و: عاطفہ، اذكر: فعل امر بافاعل، عبدنا: مبدل منہ، ابرهيم: معطوف علیہ، واسحق ويعقوب: معطوفان، ملکر موصوف، اولی: مضاف، الايدى والابصار: مضاف الیہ، ملکر "اصحاب" مضاف محذوف کیلئے مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انا اخلصنهم بخالصة ذكرى الدار۝﴾.

انا: حرف مشبہ واسم، اخلصنهم: فعل بافاعل ومفعول، ب: جار، خالصة: مبدل منہ، ذكرى الدار: بدل، ملکر "خصلة" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانهم عندنا لمن المصطفين الاخيار۝ واذكر اسمعيل واليسع وذاالكفل وكل من الاخيار۝﴾.

و: عاطفہ، انهم: حرف مشبہ واسم "ھم" ضمیر ذوالحال، عندنا: ظرف متعلق محذوف حال، ملکر اسم، لام: تاکیدیہ، من المصطفين الاخيار: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اذكر: فعل امر بافاعل، اسمعيل: معطوف علیہ، واليسع وذاالكفل: معطوفان، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، كل: مبتدا، من الاخيار: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿هذا ذكر وان للمتقين لحسن ماب ۝ جنت عدن مفتحة لهم الابواب۝ متكئين فيها﴾.

هذا: مبتدا، ذكر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و: مستانفہ، ان: حرف مشبہ، للمتقين: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، حسن ماب: مبدل منہ، جنت عدن: ذوالحال، مفتحة: اسم مفعول، لام: جار، هم: ضمیر ذوالحال، متكئين فيها: شبہ جملہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، الابواب: نائب الفاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر حال، ملکر بدل، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿يدعون فيها بفاكهة كثيرة وشراب۝ وعندهم قصرت الطرف اتراب۝﴾.

يدعون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، فيها: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ب: جار، فاكهة كثيرة: معطوف علیہ، و: عاطفہ، شراب: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، عندهم: ظرف متعلق خبر مقدم، قصرت الطرف: موصوف، اتراب: صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿هذا ما توعدون ليوم الحساب۝﴾.

هذا: مبتدا، ما: موصول، توعدن ليوم الحساب: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان هذا لرزقنا ماله من نفاد۝﴾.

ان هذا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، رزقنا: موصوف، ما: مشابہ بلیس، له: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، نفاد: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ صفت، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿هذا وان للطغين لشر مابo جهنم يصلونها﴾.

هذا: خبر محذوف "ذكر" کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ان: حرف مشبہ، للطغين: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، شر ماب: مبدل منہ، جهنم: ذوالحال، يصلونها: جملہ فعلیہ حال، ملکر بدل، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فبئس المهادo هذا فليذوقوه حميم وغساقo﴾.

ف: فصیحیہ، بئس: فعل ذم، المهاد: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر، "جهنم" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط محذوف "ان اردت ان تعلم حقيقة جهنم" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، هذا: مبتدا، حميم وغساق: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: معترضہ، ليذوقوه: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معترضہ۔

﴿واخر من شكله ازواجo هذا فوج مقتحم معكم لا مرحبا بهم﴾.

و: عاطفہ، اخر: موصوف، من شكله: ظرف مستقر صفت، ملکر ما قبل "حميم" پر معطوف ہے، ازواج: "هذا" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، هذا: مبتدا، فوج: موصوف، مقتحم: صفت اول، معكم: ظرف متعلق بمحذوف صفت ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لا: نافیہ، مرحبا بهم: شبہ جملہ منصوب علی مصدر مفعول، فعل محذوف "يرحب" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انهم صالوا النارo قالوا بل انتم لا مرحبا بكم﴾.

انهم: حرف مشبہ واسم، صالوا النار: خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ، قالوا: قول، بل: حرف اضراب، انتم: مبتدا، لا: نافیہ، مرحبا بكم: شبہ جملہ قول محذوف "يقال لكم" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہے۔

﴿انتم قدمتموه لنا فبئس القرار﴾.

انتم: مبتدا، قدمتموه لنا: فعل با فاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، بئس: فعل ذم، القرار: فاعل، ملکر جملہ انشائیہ ہوکر "النار" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قالوا ربنا من قدم لنا هذا فزده عذابا ضعفا في النارo﴾.

قالوا: قول، ربنا: نداء، من: موصولہ، قدم لنا هذا: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، ف: جزائیہ، زده: فعل امر با فاعل ومفعول، عذابا ضعفا: مفعول ثانی، في النار: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وقالوا ما لنا لا نرى رجالا كنا نعدهم من الاشرارo﴾.

و: عاطفہ، قالوا: قول، ما: اسم استفہام مبتدا، لام: جار، نا: ضمیر ذوالحال، لا نرى: فعل نفی با فاعل، رجالا: موصوف، كنا: فعل ناقص با اسم، نعدهم من الاشرار: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿اتخذنهم سخريا ام زاغت عنهم الابصارo ان ذلك لحق تخاصم اهل النار o﴾.

همزه: حرف استفہام، اتخذنهم: فعل با فاعل ومفعول، سخريا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، ام: عاطفہ، زاغت عنهم: فعل وظرف لغو، الابصار: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ان ذلك: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، حق: مبدل منہ، تخاصم اهل النار: بدل، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت ایوب علیہ السلام کا نسب:

۱۔۔۔شہر روم کے رہنے والے ایوب بن موص بن زراح بن العیص بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ، بعض مورخین نے یوں بیان کیا: ایوب بن موص بن رعویل بن العیص بن اسحاق بن یعقوب۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت لوط علیہ السلام کی بہن تھیں، ایک قول یہ کیا جاتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے والد اس دن ایمان سے مشرف ہوئے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اور آگ نے انہیں نقصان نہ پہنچایا۔ اور مشہور یہ ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں سے ہوئے جس کی جانب کلام پاک کی آیت ﴿ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسی وھارون اوران کی ذریت میں داؤد، سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون ہوئے (الانعام: ۸٤)﴾ دلالت کرتی ہے۔ ابن عساکر سے منقول ہے کہ سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام، پھر نوح علیہ السلام، پھر ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، اسحٰق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام، یوسف علیہ السلام، لوط علیہ السلام، ھود علیہ السلام، صالح علیہ السلام، شعیب علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، ھارون علیہ السلام، الیاس علیہ السلام، یسع علیہ السلام، عرفی بن سوتلح بن افرائیم بن یوسف بن یعقوب علیہ السلام، پھر یونس بن متی علیہ السلام، ایوب علیہ السلام، اور بعض روایات کے مطابق حضرت ھود علیہ السلام، صالح علیہ السلام کی تشریف آوری حضرت نوح علیہ السلام کے بعد اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہوئی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی ظاہری بیماری وعلاج:

۲۔۔۔۔کہا جاتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام بہت مال والے تھے، مال ومویشی، زمینیں، لونڈی غلام، وغیرہ بہت کچھ تھا۔ ان کی اولاد اور اہل خانہ بھی بہت تھے، ان کے جسم میں بیماری پھوٹ پڑی، سوائے دل اور زبان کے جسم کا کوئی حصہ درست نہ رہا۔ زبان ودل سے اللہ عزوجل کا ذکر خیر کرتے، رات دن، صبح شام اللہ عزوجل کی یاد کرتے رہتے، جب مرض بڑھ گیا تو لوگوں نے ان کے ساتھ بیٹھنا چھوڑ دیا، مونس وغم خوار کم ہوتے گئے، انہیں شہر سے باہر کر دیا گیا، لوگوں نے کلام کرنا بند کر دیا، سوائے زوجہ محترمہ کے کوئی بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ نہ رہا۔ مال بھی ختم ہونے لگا تو لوگوں کے ہاں بطور اجرت کام کرتیں اور آپ کی خدمت کرتیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سب سے زیادہ حضرات انبیائے کرام آزمائے گئے، پھر نیک صالحین، پھر اسی طرح اور بھی، پس دینی حیثیت کے اعتبار سے لوگ آزمائے جاتے ہیں، پس جس کے دین میں قدم مضبوط ہوتے ہیں وہ زیادہ آزمایا جاتا ہے''۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام صبر وشکر، احتساب وحمد بجالاتے رہے، وہب کے قول کے مطابق تین سال، انس کے قول کے مطابق سات سال تک جسم میں زخم کی بیماری میں مبتلا رہے۔ وہب بن منبہ سے منقول ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت ایوب علیہ السلام کو الہام کیا کہ اللہ آپ کو مال، اولاد اور صحیح سلامت جسم لوٹا دیگا، (اپنا پاؤں زمین پر ماریں اور جاری ہونے والے) پانی سے غسل کریں، کہ اس میں شفا ہوگی، اور ایسا ہی ہوا۔ ابن جریر کے قول کے مطابق وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک ۹۳ سال تھی۔ (البدایۃ والنھایۃ، قصۃ ایوب، ج۱، الجزء الاول، ص ۲٤٤ وغیرہ ملتقطا وملخصا)

☆۔۔۔۔قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنا پاؤں زمین پر مارا جس سے دو چشمے بہہ نکلے، پس ایک سے پانی نوش فرمایا اور دوسرے سے غسل فرمایا۔

☆۔۔۔۔ابن اسحٰق اور بعض اہل علم کہتے ہیں حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم خداوندی ہوا: ﴿ارکض برجلک ھذا مغتسل بارد وشراب (ص: ٤٢)﴾ پس انہوں نے اپنے پاؤں کو زمین پر مارا جس سے ایک چشمہ بہہ نکلا، آپ علیہ السلام اس میں داخل ہوئے اور غسل فرمایا، پس اللہ عزوجل نے آپ علیہ السلام کی تمام بیماری دور فرمادی۔

☆۔۔۔۔حسن سے مروی ایک قول یہ ہے کہ اللہ عزوجل کا فرمان ﴿ارکض برجلک﴾ کے مطابق حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنا پاؤں

زمین پر مارا جس سے ایک چشمہ جاری ہوا اور آپ علیہ السلام نے اس سے غسل فرمایا، پھر چالیس ہاتھ چلنے کے بعد دوبارہ زمین پر پاؤں مارا جس سے ایک چشمہ نمودار ہوا، پس اس کا پانی نوش فرمایا۔ (الطبری، الجزء:۲۳، ص ۱۹۵ وغیرہ)

☆......کہا جاتا ہے کہ پاؤں مارنے کی برکت سے دو چشمے بہہ نکلے، گرم سے غسل فرمایا اور ٹھنڈے سے نوش فرمایا۔

(حاشیۃ الشھاب، ج۸، ص۱۰٦)

علامہ اسماعیل حقی کہتے ہیں:

حضرت ایوب علیہ السلام نے اس پانی سے غسل بھی فرمایا اور نوش جاں بھی فرمایا جس کی برکت سے ان کی تمام ظاہری و باطنی بیماریاں دور ہوگئیں، بیشک جب اللہ عزوجل اپنے بندے پر نظرِ رحمت فرماتا ہے تو اس کا مرض شفاء میں، سختی نرمی میں، جفا وفا میں بدل جاتی ہے اور بندہ صحیح سالم تندرست ہو جاتا ہے اور اس کی جسمانی تازگی و حسن لوٹ آتا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام بیماری کی حالت میں سات سال، سات ماہ، سات دن، سات گھڑیاں رہے لیکن کبھی بھی ایک پہلو سے دوسرے پہلو نہ ہو سکے اور تکلیف مسلسل برداشت کرتے رہے۔ (روح البیان، ج۸، ص ۵۸)

حضرت ایوب علیہ السلام پر مزید انعام ہونے کے معانی:

۳......اللہ عزوجل نے ان پر مزید کیا انعامات کئے، اگرچہ ان کی ظاہری بیماری دور فرمادی، جمہور کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے حضرت ایوب علیہ السلام کے لئے ان کے قرابت داروں میں سے فوت شدگان کو دوبارہ زندہ فرمادیا اور مریضوں کو شفا عطا فرمادی اور جدا ہو جانے والوں کو پھر سے ملا دیا۔ ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ان کے میلانِ قلب کو دیکھتے ہوئے بیماروں کو ٹھیک کر دیا اور انہیں آسودہ حال فرمایا یہاں تک کہ ان کی اولاد پہلے کے مقابلے میں زیادہ ہوئی۔ (روح المعانی، الجزء:۲۳، ص ۲۷٤)

اللہ نے انہیں صحت، مال، اور قوت عطا فرمائی یہاں تک کہ ان کی نسل بڑھی، حسن کہتے ہیں کہ ان کے اہل میں سے جو وفات پاچکے تھے انہیں دوبارہ زندہ کر دیا گیا۔ (الرازی، ج۹، ص ۳۹۹)

حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت ایوب علیہ السلام کو تندرست کر کے انکا حسن و شباب واپس لوٹا دیا اور ان کے ہاں چھبیس بیٹے پیدا ہوئے، حضرت ایوب علیہ السلام اس کے بعد ستر سال مزید زندہ رہے، تاہم اس کے خلاف مؤرخین کا یہ قول ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی تو ان کی عمر پاک ۹۳ سال تھی۔ (البدایۃ والنھایۃ، قصص ایوب، ج۱، الجزء الاول، ص ۲٤٤، مخلصا، ملتقطا)۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی قسم پوری کرنے کا حیلہ:

۴......حضرت ایوب علیہ السلام نے قسم کھائی کہ اپنی زوجہ کو سو کوڑے ماریں گے، پس اللہ عزوجل نے ان کے لئے اس امر کو آسان کیا اور حیلہ تعلیم فرمایا کہ سو تنکوں کی ایک جھاڑو لو اور اس سے بیک وقت ایک ہی مرتبہ ضرب لگاؤ جس سے تمہاری قسم پوری ہو جائے گی، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ حکم خاص حضرت ایوب علیہ السلام کو تھا یا عام حکم تھا؟ اس بارے میں مفسرین کے دو اقوال ہیں ایک قول کے مطابق یہ حکم عام تھا جب کہ دوسرے کے مطابق خاص۔ مجاہد کہتے ہیں کہ فقہاء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا ایک ہی ضرب میں سو تنکوں والی مار مارنے سے قسم پوری ہو جائے گی یا نہیں۔ امام مالک، لیث بن سعد اور امام احمد کہتے ہیں کہ قسم ادا نہیں ہوگی۔ جب کہ امام ابو حنیفہ، امام شافعی کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ یہاں عموم ہے۔ (الخازن، ج٤، ص٤٤)

☆......حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے گھروں میں ایک شخص رہتا تھا، جس کی خلقت ناقص تھی، وہ اپنے گھر کی ایک باندی سے زنا کرتا تھا، یہ قصہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس کو سو کوڑے

مارو"، مسلمانوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! یہ تو اس کے مقابلے میں بہت کمزور ہے، اگر ہم نے اس کو سو کوڑے مارے تو یہ مرجائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر اس کے لئے سو تنکوں کی ایک جھاڑو لواور وہ جھاڑو اس کو ایک مرتبہ مار دو"۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الحدود، باب: الكبير والمريض يجب، رقم: ٢٥٧٤، ص ٤٣٨)

حضرات انبیائے کرام کا صابر وشاکر ہونا:

۵...... حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لوگوں میں سب سے زیادہ مصائب میں حضرات انبیائے کرام ہوتے ہیں، پھر صالحین، پھر جو ان کے بعد قریب ترین ہوں اور جو ان کے قریب ہوں، انسان اپنی دینداری کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوتا ہے اگر وہ اپنے دین میں سخت ہو تو اس پر مصائب بھی سخت آتے ہیں"۔

(سنن الترمذي، كتاب الزهد، باب: ما جاء في الصبر على البلاء، رقم: ٢٤٠٦، ص ٦٩٤)

حضرت ایوب علیہ السلام کا سات سال سے زائد کا عرصہ جسمانی بیماری میں مبتلا رہنا اور اللہ عزوجل کی رضا پر راضی رہنا اعلیٰ درجے کی صبر کی مثال قائم کی ہے، کسی کے ذہن میں وسوسہ آ سکتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے دعا فرمائی: ﴿اذ نادى ربه انى مسنى الشيطن بنصب وعذاب جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے تکلیف اور ایذا پہنچائی (ص: ۴۱)﴾ لہذا یہ صبر کے منافی ہے۔ ہم یہ کہیں گے کہ دعا کرنا صبر کرنے کے منافی نہیں کیونکہ اللہ کی جانب سے مصائب کا لوگوں سے شکایت کرنا صبر کے منافی ہوا کرتا ہے۔

مکروہ تنزیھی وخلاف اُولیٰ کا گناہ ہونایا......:

۶...... اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں: مکروہ تنزیہی میں کوئی گناہ نہیں ہے، وہ صرف خلاف اَولیٰ ہے، سید عالم ﷺ نے بیان جواز کے لئے قصداً ایسا کیا اور نبی قصداً گناہ کرنے سے معصوم ہوتا ہے۔ (الفتاوى الرضويه مخرجه، ج٩، ص ٥٤٩)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

نیکوں کے نیک کام مقربوں کے حق میں گناہ ہیں، وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

پھر کراہت تنزیہ کا حاصل صرف اس قدر کہ ترک اولیٰ ہے نہ کہ فعل ناجائز ہو، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ یہ کراہت جامع جواز واباحت ہے، جانب ترک میں اس کا وہ رتبہ ہے جو جہت فعل میں مستحب کا، کہ مستحب کیجئے تو بہتر اور نہ کیجئے تو گناہ نہیں۔ مکروہ تنزیہی نہ کیجئے تو بہتر، کیجئے تو گناہ نہیں، پس مکروہ تنزیہی کو داخل دائرہ اباحت مان کر گناہ صغیرہ اور اعتیاد کو کبیرہ قرار دینا جیسا کہ فاضل لکھنوی سے صادر ہوا، پھر سید مشہدی، پھر کردی اس کے تابع ہوئے، سخت لغزش وخطائے فاسد ہے، یارب! مکروہ گناہ ہے کون ساجو شرعاً مباح ہو اور وہ مباح کیسا جو شرعاً گناہ ہو۔ فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اس خطائے شدید کے رد میں ایک مستقل رسالہ مسمی بہ: "جمل مجيلة ان المكروه تنزيها ليس بمعصية" تحریر کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

جس چیز پر ہمیں کامل یقین اور اعتماد ہو وہ یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی بالکل گناہ نہیں ہے، نہ کبیرہ نہ صغیرہ اور اس کے ارتکاب سے بندہ کسی قسم کی سزا کا مستحق نہیں ہوتا، نہ ہلکی نہ بھاری اور یہی خالص حق ہے، جس سے انحراف کی کوئی صورت نہیں، بہ کثرت علماء نے اس کی تصریح کی ہے، ردالمحتار کے حظر واباحت کی بحث میں علامہ شامی نے تلویح کے حوالے سے لکھا ہے: "رہا مکروہ تنزیہی تو وہ اتفاقا

جواز کے زیادہ قریب ہے، اس معنی میں کہ مکروہ تنزیہی کے مرتکب کو اصلا سزا نہیں دی جائے گی۔ البتہ اس کے ترک کرنے والے کو کچھ ثواب ملے گا اور علامہ ابو سعود کے حوالے سے لکھا ہے کہ مکروہ تنزیہی اباحت کے ساتھ جمع ہوتا ہے۔

(انظر رسالة جمل محيلة ان المكروه تنزيها ليس بمعصية)

ذوالکفل کی نبوت میں اختلاف کا بیان:

ے......ذوالکفل کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں، بعض نے ان کی نبوت کے بارے میں بھی تردد کیا ہے کہ یہ نبی نہیں بلکہ نیک و پارسا عادل شخص تھے۔ حضرات انبیائے کرام کی قوم کی کفالت کرتے تھے، ان کے معاملات میں فیصلہ کیا کرتے تھے اس لئے انہیں ذوالکفل کہا گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ نبی نہیں تھے، روزانہ سو رکعت نماز (نفل) ادا کرتے تھے اور ان سو رکعات کی حفاظت کرتے تھے اسی لئے انہیں ذوالکفل کہا گیا۔ ان کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا، ایک عورت نے ساٹھ دینار دے کر ان سے بُرائی کا قصد کیا، جب دونوں قریب ہوئے تو عورت رونے لگی اور آپ نے اسے اس کے دینار واپس کردیئے اور خود پر ملامت کرتے ہوئے کہا کہ اللہ ذوالکفل کو کبھی نہیں بخشے گا، رات کو ان کا انتقال ہوا اور صبح کو دروازے پر ایک خط ملا جس پر یہ تحریر کندہ تھی کہ اللہ عزوجل نے ذوالکفل کو بخش دیا۔ (البداية والنهاية، قصة ذو الكفل، ج۱، الجزء الاول، ص۲۴۹ وغيره ملتقطا و ملخصا)

جنت عدن کے بارے میں احادیث:

۸......اصل میں عدن کا لغوی معنی اقامت ہے، پھر غلبے کی وجہ سے اس کا معنی علم ہوگیا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عزوجل نے جنت عدن کو اپنے بے مثل ہاتھوں سے بنایا اور اس کی ایک اینٹ سونے کی، ایک چاندی کی، اس کی لپائی کا گارا مشک کا ہے اور اس کی مٹی زعفران کی ہے اور اس کی بجری یاقوت کی ہے۔

(روح البيان، ج۸، ص ۶۷، سنن الترمذي، كتاب صفة الجنة، باب: ما جاء في صفة الجنة، رقم: ۲۵۳۴، ص ۷۲۷، بتغير قليل)

☆......قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب سے پوچھا کہ عدن کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اے امیر المومنین وہ جنت میں سونے کے محل ہیں، جن میں انبیائے کرام، صدیقین، شہداء اور ائمہ عدل رہیں گے۔ (الطبري، الجزء: ۲۳، ص ۲۰۳)

☆......ابو موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگ جنتِ عدن میں اپنے رب کو دیکھیں گے یوں کہ ردائے کبریائی اللہ کے بے مثل و بے مثال چہرے پر ہوگی''۔ (البدور السافرة في احوال الآخرة، باب: عدد الجنان و اسمائها، رقم: ۱۶۹۹، ص ۴۹۴)

غساق (پیپ) کے بارے میں تفسیری نکات:

۹......غساق کے بارے میں درج ذیل اقوال منقول ہیں:

(۱)......قتادہ کا قول ہے کہ جہنمیوں کی کھال اور ان کے گوشت کے مابین بہنے والا پانی غساق ہے۔

(۲)......سُدی کہتے ہیں کہ جہنمیوں کی آنکھوں سے جو آنسو بہتے ہیں وہ غساق ہے۔

(۳)......ابن زید نے کہا کہ جہنمیوں کی پیپ کو گرم کر کے ایک حوض میں جمع کردیا جائے تو اس کو غساق کہتے ہیں۔

(۴)......حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا وہ بہت گاڑھی پیپ ہے، اگر اس کا ایک قطرہ مغرب میں ڈال دیا جائے تو اس سے پورا مشرق بدبودار ہو جائے گا اور اس کا ایک قطرہ مشرق میں ڈال دیا جائے تو پورا مغرب بدبودار ہو جائے گا۔

(۵)......مجاہد کہتے ہیں کہ وہ اتنا زیادہ ٹھنڈا پانی ہے کہ وہ ٹھنڈک کی وجہ سے پیا نہیں جاسکتا۔

(۶)......عبداللہ بن بریرہ کہتے ہیں کہ وہ سخت بدبودار پانی ہے۔

(۷)......کعب نے کہا کہ وہ ہر زہریلے جانور مثلاً سانپ، بچھو کا پسینہ ہے، یہ زہریلا پسینہ ایک چشمہ میں بہتا ہوا آئے گا۔

(الطبری، الجزء: ۲۳، ص ۲۰۶ وغیرہ)

"من شکلہ ازواج" سے کیا مراد ہے؟

۱۰......من شکلہ ازواج سے مراد زمہریر یعنی سخت ٹھنڈک والا طبقہ ہے۔ ابن زید کہتے ہیں کہ شکل کے معنی شبیہ ہے، یعنی اس کے مشابہ عذاب، جس کا نام اللہ عزوجل نے ازواج رکھا ہے اور اس کا الگ نام نہیں رکھا۔ حسن بصری کہتے ہیں "من شکلہ ازواج کا معنی ہے رنگا رنگ کے عذاب"۔ مختلف اقسام کے عذاب، قتادہ کہتے ہیں کہ اس کا معنی یہ ہے کہ عذاب کے جوڑے، ابن زید کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ دوزخ کے عذاب کے جوڑے۔ (المرجع السابق، ص ۲۰۹)

دوزخ میں پیروکار وسردار کا حال:

۱۱......قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس قسم کے خطاب ہیں جہاں پیروکار اپنے سرداروں کو تلاش کریں گے، ان کے لئے دوگنے عذاب کے دعویدار ہونگے اور انہیں مزید ذلیل ورسوا کئے جانے کے خواہاں ہونگے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿قال ادخلوا فی امم قد خلت من قبلکم من الجن والانس فی النار کلما دخلت امة لعنت اختها حتی اذا ادارکوا فیها جمیعا قالت اخرٰهم لاولٰهم ربنا هؤلاء اضلونا فاٰتهم عذابا ضعفا من النار قال لکل ضعف ولکن لا تعلمون﴾ اللہ ان سے فرماتا ہے کہ تم سے پہلے جو اور جماعتیں جن اور آدمیوں کی آگ میں گئیں انہیں میں جاؤ جب ایک گروہ داخل ہوتا ہے دوسرے پر لعنت کرتا ہے یہاں تک کہ جب سب اس میں جا پڑے تو پچھلے پہلوں کو کہیں گے اے ہمارے رب! انہوں نے ہم کو بہکایا تھا تو انہیں آگ کا دُونا عذاب دے فرمائے گا سب کو دُونا ہے مگر تمہیں خبر نہیں (الاعراف: ۳۸)۔

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جس نے اسلام میں کسی نئے نیک طریقے کو ایجاد کیا اس کو اس کا اجر ملے گا اور جو اس نیک طریقے پر عمل کرے گا اس کی نیکی کا بھی اجر ملے گا اور ان کی نیکیوں میں سے کوئی کمی نہ کی جائیگی اور جس نے اسلام میں کسی بُرے طریقے کو ایجاد کیا خود اس کو بھی اس بُرے طریقے کا گناہ ہوگا اور جو بعد میں اس بُرے طریقے پر عمل کریں گے ان کی بُرائی کا بھی اس کو گناہ ہوگا اور ان کے گناہوں میں سے کوئی کمی نہ کی جائے گی"۔

(سنن ابن ماجه، کتاب اتباع السنة، باب: من سن سنة حسنة، رقم: ۲۰۳، ص ۵۳)

اہل جہنم میں باہم مناظرہ ہوگا کافروں کے سرداروں اور ان کے پیروکاروں میں مناظرہ ہوگا، سرداروں نے پیروکاروں کے متعلق کہا: ان کو خوش آمدید نہ ہو اور پیروکاروں نے سرداروں کے متعلق کہا: بلکہ تمہیں خوش آمدید نہ ہو۔ لہذا دین میں اچھے کام کی بنیاد ڈالنا فائدہ مند ہے۔

اغراض:

تادبا معه تعالی: کیونکہ شیطان اس بیماری کا سبب تھا، کیونکہ شیطان نے حضرت ایوب علیہ السلام کی ناک میں پھونکا تھا، پس حضرت ایوب علیہ السلام ظاہری وباطنی مرض میں مبتلا ہوگئے، جب کہ قلب وزبان سلامت رہی۔

وقیل له: یعنی جس وقت انہیں شفاء نصیب ہوئی رجوع فرمایا۔

فنبعت عین ماء: ظاہری قول کے مطابق ظاہری وباطنی مرض سے شفاء کے حصول کے لئے ایک ہی چشمہ میں غوطہ زن ہوئے ، دوسرے قول کے مطابق ایک چشمہ سرزمین شام کی جابیہ نامی مقام پر ہے جہاں غسل فرمانے سے ظاہری بیماری اور دوسرے کسی مقام

پر تشریف لے جاکر پانی نوش فرمانے سے باطنی بیماری دور ہوئی، ایک قول کے مطابق ایک چشمہ گرم اور دوسرا ٹھنڈا تھا، پس گرم چشمے سے غسل فرمایا اور ٹھنڈے سے پانی نوش فرمایا۔

من مات من اولادہ: حضرت ایوب علیہ السلام کی مرنے والی اولاد میں تین مرد اور تین عورتیں ہیں، ایک قول کے مطابق سات اصناف ہیں۔ **ای مثل المذکور:** یعنی ایسا گرم پانی جو آنتیں جلادے۔

ورزقہ مثلھم: یعنی ان کی زوجہ مراد ہیں، اور ان کی جوانی میں اضافہ بھی فرمایا، ایک قول کے مطابق ان کا نام رحمۃ بنت افرائیم بن یوسف، یالیا بنت یعقوب تھا۔

لاہطالھا علیہ یوما: کس وجہ سے حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی زوجہ کو مارنے کی قسم کھائی اس بارے میں اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ ایک دن شیطان کسی حکیم کی صورت میں حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ کے سامنے یوں ہوا کہ جب زوجہ محترمہ اس راستے سے گزریں تو دیکھا کہ لوگ کسی جانب جھکے ہوئے ہیں، بولیں میرے پاس ایک مریض ہے: شیطان بولا: مجھے اور کچھ نہیں چاہیے بس مجھے وہ شفا دینے والا کہہ دے، زوجہ بولیں: ٹھیک ہے، اور حضرت ایوب علیہ السلام کو اس کا ذکر کیا تو انہوں نے سو ضربیں مارنے کی قسم کھائی۔ (عربی جملے: فقال: اداویہ علی انہ اذا برئ، قال انت شفیتنی، لا ارید جزاء سواہ، قالت: نعم، فاشارت علی ایوب بذلک فحلف لیضربنھا)

اختلف فی نبوتہ: روایت میں ہے کہ اللہ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے بعد ان کے صاحبزادے ذوالکفل کو بھیجا، جن کے نبی ہونے میں اختلاف ہے، اور صحیح یہ ہے کہ نبی تھے، اور ان کا نام ذوالکفل تھا جیسا کہ بشر بن ایوب بھی بیان کیا جاتا ہے، یہ دن کو روزہ رکھتے اور رات کو قیام کرتے اسی وجہ سے انہیں ذوالکفل کہا گیا، اور لوگوں کے مابین فیصلہ کرتے ان پر غصہ نہ کرتے۔

ای کلھم: مراد متقدمین ہیں، یعنی حضرت داؤد علیہ السلام سے لے کر ذوالکفل تک کے تمام مراد ہیں۔

حابسات الاعین: یعنی نظروں کی حفاظت کرنا کہ غیر کی شہوت اور مائل ہونے والی نظر نہ پڑے۔

لاجلہ: یعنی جس دن حساب قائم ہوگا، یعنی حساب کا دن قائم ہونا اور جزا دیا جانا دنیا میں تکمیل وعدہ کی علت کے لئے ہے۔

المذکور: خاص متقین و مجرمین کے مقام کو بیان کیا اور یہاں ﴿ھذا﴾ بمعنی اما بعد کے ہے۔

محرق: یعنی آنتوں کا جل جانا مراد ہے، جس کا بیان اللہ ﷻ کے اس فرمان میں بھی ملتا ہے: ﴿وسقوا ماء حمیما فقطع امعاء ھم(محمد:۱۵)﴾۔ **الفراش:** بمعنی الغطاء والوطاء ہے۔ **الشاملین لھم:** مراد متقی ہیں۔

من انواع مختلفۃ: جیسا کہ زندگی، سزا، مار، زمہریر (سردی کا عذاب)، یعنی مختلف قسم کے عذاب، اللہ ہمیں ان سے بچائے آمین۔

فیقول المتبعون: داروغہ جہنم سے کہیں گے: کیا ہم کثرت اتباع پر حسد کرتے تھے؟ جب کہ ہم بھی اور ہمارے پیروکار بھی جہنمی ہی ہیں۔ **ای کفار مکۃ:** مراد ابوجہل، اُبی بن خلف وغیرہ ہیں۔

وسلمان: بہتر یہ ہے کہ اس مقام پر ان کا ذکر نہ ہو کیونکہ یہاں اہل مکہ کے بارے میں کلام کیا جارہا ہے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے مدینے میں ایمان لائے ہیں۔ (الصاوی، ج۵، ص ۱٤۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۴

﴿قل﴾یامُحمدُ لِکُفَّارِ مَکۃَ﴿انما انا منذر صلے ق﴾مُخَوِّفٌ بِالنَّارِ﴿وما من الٰہ الا اللہ الواحد القھار (۶۵)﴾لِخَلْقِہٖ﴿رب السمٰوٰت والارض وما بینھما العزیز﴾الغَالِبُ عَلٰی اَمرِہٖ﴿الغفار (۶۶)﴾لِاَوْلِیَائِہٖ﴿قل﴾لھم﴿ھو نبؤا عظیم (۶۷) انتم عنہ معرضون (۶۸)﴾اَیِ القُرآنِ الَّذِی

أَبْنَاتُكُم بِهٖ جِئْتُكُم فِيهِ بِمَا لَا يَعْلَمُ إِلَّا بِوَحْيٍ وَهُوَ قَوْلُهٗ﴿ما كان لى من علم؀ بالملا الاعلى﴾اَى الْمَلَائِكَةِ﴿اذ يختصمون (۶۹)﴾فِي شَانِ آدمَ حِينَ قَالَ اللهُ اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيفَةً﴿ان﴾ما﴿يوحى الى الاانماانا﴾اى اِنِّي﴿نذير مبين (۷۰)﴾بَيِّنُ الْاِنْذَارِ اُذْكُر﴿اذ قال ربك للملئكة انى خالق بشرا من طين (۷۱)﴾هُوَ آدمُ﴿فاذا سويته﴾اَتْمَمْتُهٗ ﴿ونفخت﴾اَجْرَيْتُ ﴿فيه من روحى﴾فَصَارَ حَيًّا وَاِضَافَةُ الرُّوحِ اِلَيْهِ تَشْرِيفٌ لِاٰدَمَ وَالرُّوحُ جِسْمٌ لَطِيفٌ يُحْيِي بِهِ الْاِنْسَانُ بِنُفُوذِهٖ فِيهِ﴿فقعوا له سجدين (۷۲)﴾سُجُودَ تَحِيَّةٍ بِالْاِنْحِنَاءِ﴿فسجد الملئكة كلهم اجمعون (۷۳)﴾فيه تاكيد اِنَّس﴿الا ابليس﴾هو ابُو الجِنِّ كَانَ بَيْنَ الْمَلَائِكَةِ ﴿استكبر وكان من الكفرين (۷۴)﴾فِي عِلْمِ اللهِ تَعَالٰى ﴿قال يابليس ما منعك ان تسجد لما خلقت بيدى ط﴾اَى تَوَلَّيْتُ خَلْقَهٗ وَهٰذَا تَشْرِيفٌ لِاٰدَمَ فَاِنَّ كُلَّ مَخْلُوقٍ تَوَلَّى اللهُ خَلْقَهٗ ﴿استكبرت﴾اَلْاٰنَ عَنِ السُّجُودِ اِسْتِفْهَامُ تَوْبِيخٍ ﴿ام كنت من العالين (۷۵)﴾الْمُتَكَبِّرِينَ فَتَكَبَّرْتَ عَنِ السُّجُودِ لِكَوْنِكَ مِنْهُمْ﴿قال انا خير منه ط خلقتنى من نار وخلقته من طين (۷۶)﴿قال فاخرج منها﴾اَى مِنَ الْجَنَّةِ وَقِيلَ مِنَ السَّمٰوٰتِ ﴿ فانك رجيم (۷۷)﴾مَطْرُودٌ﴿وان عليك لعنتى الى يوم الدين (۷۸)﴾الْجَزَاءِ﴿قال رب فانظرنى الى يوم يبعثون (۷۹)﴾اَى النَّاسِ﴿قال فانك من المنظرين (۸۰)الى يوم الوقت المعلوم (۸۱)﴾وَقْتَ النَّفْخَةِ الْاُولٰى ﴿قال فبعزتك لاغوينهم اجمعين (۸۲)الاعبادك منهم المخلصين (۸۳)﴾اَى الْمُؤْمِنِينَ ﴿قال فالحق والحق اقول (۸۴)﴾بِنَصْبِهِمَا وَرَفْعِ الْاَوَّلِ وَنَصْبَ الثَّانِي فَنَصَبُهٗ بِالْفِعْلِ بَعْدَهٗ وَنَصْبُ الْاَوَّلِ قِيلَ بِالْفِعْلِ الْمَذْكُورِ وَقِيلَ عَلَى الْمَصْدَرِ اَى اُحِقُّ الْحَقَّ وَقِيلَ عَلٰى نَزْعِ حَرْفِ الْقَسَمِ وَرَفْعُهٗ عَلٰى اَنَّهٗ مُبْتَدَاءٌ مَحْذُوفُ الْخَبَرِ اَى فَالْحَقُّ مِنِّي وَقِيلَ فَالْحَقُّ قَسَمِي وَجَوَابُ الْقَسَمِ﴿لاملئن جهنم منك﴾بِذُرِّيَّتِكَ﴿وممن تبعك منهم﴾مِنَ النَّاسِ﴿اجمعين (۸۵) قل ما اسئلكم عليه﴾على تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ ﴿من اجر﴾جُعْلٍ ﴿وما انا من المتكلفين (۸۶)﴾الْمُتَقَوِّلِينَ الْقُرْاٰنَ مِنْ تِلْقَائِي نَفْسِي ﴿ان هو﴾اَى مَا الْقُرْاٰنُ ﴿الا ذكر﴾عِظَةٌ﴿للعلمين (۸۷)﴾لِلْاِنْسِ وَالْجِنِّ الْعُقَلَاءِ دُونَ الْمَلَائِكَةِ﴿ولتعلمن﴾يا كُفَّارَ مَكَّةَ﴿نباه﴾خَبَرَ صِدْقِهٖ﴿بعد حين (۸۸)﴾اَى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلِمَ بِمَعْنٰى عَرَفَ وَاللَّامُ قَبْلَهَا لَامُ قَسَمٍ مُقَدَّرٍ اَى وَاللهِ.

﴿ترجمہ﴾

تم فرماؤ (اے حبیب کفار مکہ سے) میں (آگ کا) ڈر سنانے والا ہی ہوں (منذر بمعنی مخوف ہے) اور معبود کوئی نہیں مگر ایک اللہ غالب رکھنے والا (اپنی مخلوق پر) مالک آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے غلبہ رکھنے والا (اپنے امر پر) بڑا بخشنے والا......۱......(اپنے اولیاء کو) تم (ان لوگوں سے) فرماؤ بڑی خبر ہے تم اس سے غفلت میں ہو (یعنی قرآن پاک سے جس کی خبر میں نے تمہیں دی اور میں اسے تمہارے پاس لے کر آیا ہوں اس میں وہ باتیں ہیں جو بغیر وحی کے جانی نہیں جاسکتیں اور وہ فرمان ہے) مجھے ملاء اعلیٰ (یعنی فرشتوں) کی کیا خبر تھی وہ جھگڑتے تھے (حضرت آدم علیہ السلام کے معاملے میں......۲......، جب اللہ عزوجل نے ارشاد فرماتا تھا (انی

جاعل فی الارض خلیفۃ (البقرۃ: ۳۰)﴾) مجھے وحی نہیں ہوتی (ان بمعنی ما نافیہ ہے) مگر یہی میں تو روشن ڈر سنانے والا ہوں (انما میں انا بمعنی انی ہے، اور مبین بمعنی بین ہے) یاد کرو) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان (یعنی آدم علیہ السلام کو) بناؤں گا پھر جب میں اسے ٹھیک بنالوں (اس کو مکمل کردوں) اور پھونکو (یعنی جاری کردوں) اس میں اپنی طرف کی روح (اور وہ زندہ ہو جائے اللہ نے اپنی ذات کی طرف روح کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی عزت افزائی کے لیے فرمائی ہے......۳......، روح یہ ایک جسم لطیف ہے جس کے جسم انسانی میں نفوذ کرنے سے انسان زندہ ہوتا ہے) تو تم اس کے لیے سجدے میں گرنا (جھک کر اس کے لیے سجدہ تعظیمی بجالانا) تو سب فرشتوں نے سجدہ کیا ایک ایک نے کوئی باقی نہ رہا......۴......(اس کلام میں دو تاکیدیں ہیں) مگر ابلیس نے (یہ ابوالجن تھا، فرشتوں کے درمیان رہا کرتا تھا......۵......) اس نے غرور کیا اور وہ (علم الٰہی عزوجل میں) تھا ہی کافروں میں فرمایا ابلیس تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس کے لیے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے......۶......(یعنی جسے بن ماں باپ کے میں نے خود پیدا فرمایا، یہ بات حضرت آدم علیہ السلام کی عزت افزائی کے لیے فرمائی ورنہ ہر مخلوق کو بنانے والا اللہ عزوجل ہی ہے) تجھے غرور آگیا (ابھی اس کو سجدہ کرنے سے، یہ استفہام توبیخ ہے) یا تو تھا ہی مغروروں میں (اور مغروروں میں سے ہونے کی وجہ سے تونے تکبر کیا، عالین بمعنی متکبرین ہے) بولا میں اس سے بہتر ہوں تونے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے پیدا کیا فرمایا تو اس سے (یعنی جنت سے) نکل جا کہ (ایک قول کے مطابق اسے آسمانوں سے نکل جانے کا حکم دیا گیا تھا) تو لعنت کیا گیا ہے (دھتکارا ہوا ہے) اور بیشک تجھ پر میری لعنت ہے یوم الدین (یعنی یوم جزاء) تک بولا اے میرے رب ایسا ہے تو مجھے مہلت دے اس دن تک کہ وہ (یعنی لوگ) اٹھائیں جائیں فرمایا تو مہلت والوں میں ہے اس جانے ہوئے وقت کے دن تک (یعنی نفخۂ اولی کے وقت تک) بولا تیری عزت کی قسم! ضرور میں ان سب کو گمراہ کردونگا مگر ان میں جو تیرے مخلص بندے ہیں (یعنی مومنین ہیں) فرمایا تو یہ سچ ہے اور میں سچ ہی فرماتا ہوں ......۷......(مذکورہ دونوں "الحق" کو منصوب نیز پہلے کو مرفوع اور دوسرے کو منصوب پڑھا گیا ہے، دوسرے والے "الحق" کا منصوب ہونا مابعد فعل کے سبب ہے اور پہلے والے "الحق" کا منصوب ہونا کہا گیا، یہ فعل مذکور کے سبب ہے اور ایک قول کے مطابق یہ مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب ہے یعنی اصل میں "احق الحق" ہے نیز ایک قول مطابق یہ حرف قسم کے حذف کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا مرفوع ہونا مبتدا ہونے کی وجہ سے ہے اس مبتدا کی خبر محذوف ہے یعنی اصل کلام یوں ہے "فالحق منی" اور کہا گیا ہے اصل میں کلام یوں ہے "فالحق قسمی" اور اس کا جواب قسم ﴿لاملئن جھنم ......الخ ہے﴾) بیشک میں ضرور جہنم بھردونگا تجھ سے (تیری ذریت کے ساتھ) اور (لوگوں میں سے) جتنے تیری پیروی کریں گے سب سے تم فرماؤ میں اس پر (یعنی تبلیغ رسالت پر) تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا (اجر کے معنی اجرت ہے) اور میں بناوٹ والوں سے نہیں (یعنی اپنی طرف سے قرآن بنانے والوں میں سے نہیں) وہ تو نہیں (یعنی قرآن پاک تو نہیں) مگر ذکر (یعنی نصیحت) سارے جہان کے لیے (انسانوں اور جنوں کے لیے نہ کہ فرشتوں کے لیے ......۸......) اور ضرور تم جانو گے (اے کفار مکہ) اس کی خبر (اس کے سچے ہونے کی خبر) ایک وقت کے بعد (یعنی بروز قیامت، یہاں علم بمعنی عرف ہے اور اس کے ماقبل لام قسمیہ ہے ہو اللہ اس سے پہلے مقدر ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل انما انا منذر وما من الہ الا اللہ الوحد القھار○ رب السموت والارض وما بینھما العزیز الغفار○﴾

قل: قول، انما: حرف مشبہ وما کافہ، انا: مبتدا، منذر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، من: زائد، الہ: مبتدا، الا: اداۃ حصر، اللہ: موصوف، الوحد القھار: صفتان، رب السموت والارض

وما بینهما: صفت ثالث، العزیز الغفار: صفت رابع وخامس، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل هو نبؤا عظیمo انتم عنه معرضونo﴾۔

قل: قول، هو: مبتدا، نبوا عظیم: مرکب توصیفی خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، انتم: مبتدا، عنه معرضون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔ ﴿ماکان لی من علم بالملا الاعلی اذ یختصمونo﴾۔

ما: نافیہ، کان: فعل ناقص، لی: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، علم: مصدر بافاعل، ب: جار، الملا الاعلی: مرکب توصیفی "انباء" مضاف محذوف کیلئے مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، اذ: مضاف، یختصمون: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر شبہ جملہ ہوکر اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ان یوحی الی الا انما انا نذیر مبینo اذ قال ربک للملئکة انی خالق بشرا من طینo﴾۔

ان: نافیہ، یوحی: فعل مجہول، الی: ظرف لغو، الا: اداۃ حصر، انما: حرف مشبہ وما کافہ، انا: مبتدا، نذیر مبین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، اذ: مضاف، قال ربک للملئکة: قول، انی: حرف مشبہ واسم، خالق: اسم فاعل بافاعل، بشرا: موصوف، من طین: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاذا سویته ونفخت فیه من روحی فقعوا له سجدینo﴾۔

ف: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، سویته: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، نفخت فیه: فعل بافاعل وظرف لغو، من روحی: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط، ف: جزائیہ، قعوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، سجدین: حال، ملکر فاعل، له: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فسجد الملئکة کلهم اجمعونo الا ابلیس استکبر وکان من الکفرینo﴾۔

ف: عاطفہ، سجد: فعل، الملئکة: مؤکد، کلهم: تاکید اول، اجمعون: تاکید ثانی، ملکر مستثنی منہ، الا: اداۃ استثناء، ابلیس: مستثنی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، استکبر: فعل بافاعل، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، کان من الکفرین: فعل ناقص بااسم وظرف مستقر خبر، ملکر معطوف، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿قال یابلیس ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی﴾۔

قال: قول، یابلیس: نداء، ما: استفہامیہ مبتدا، منعک: فعل بافاعل ومفعول اول، ان: مصدریہ، تسجد: فعل بافاعل، لما خلقت بیدی: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿استکبرت ام کنت من العالینo قال انا خیر منه﴾۔

همزہ: حرف استفہام، استکبرت: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ام: عاطفہ متصلہ، کنت: فعل ناقص بااسم، من العالین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ، قال: قول، انا: مبتدا، خیر منه: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿خلقتنی من نار وخلقته من طین قال فاخرج منها فانک رجیمo﴾۔

خلقتنی من نار: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، خلقته: فعل بافاعل ومفعول، من طین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، قال: قول، ف: فصیحیہ، اخرج منها: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ

تعلیلیہ،انک:حرف مشبہ واسم ،رجیم:خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان علیک لعنتی الی یوم الدین٥﴾۔

و:عاطفہ،ان:حرف مشبہ،علیک:ظرف مستقرخبر مقدم،لعنتی:ذوالحال،الی یوم الدین:ظرف مستقر حال،ملکراسم مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال رب فانظرنی الی یوم یبعثون٥ قال فانک من المنظرین٥ الی یوم الوقت المعلوم٥﴾۔

قال: قول،رب:نداء،ف:فصیحیہ،انظرنی:فعل امر بافاعل ومفعول،الی یوم یبعثون:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا جعلتنی رجیما" کی جزاء،ملکر جملہ شرطیہ مقصود بالنداء،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔قال:قول،ف:فصیحیہ،انک: حرف مشبہ واسم،من: جار،المنظرین الی یوم الوقت المعلوم:شبہ جملہ مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال فبعزتک لاغوینھم اجمعین٥ الا عبادک منھم المخلصین٥﴾۔

قال: قول،ف: عاطفہ،بعزتک:ظرف مستقر"اقسم"فعل محذوف کیلئے،ملکر جملہ فعلیہ قسم ،لام:تاکیدیہ،اغوین:فعل بافاعل،ھم:مؤکد،اجمعین:تاکید،ملکر مستثنیٰ منہ،الا:اداۃ استثناء،عبادک:ذوالحال،منھم:ظرف مستقر حال،ملکر موصوف،المخلصین:صفت،ملکر مستثنیٰ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ جواب قسم،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قال فالحق والحق اقول٥﴾۔

قال: قول،ف:مستانفہ،الحق:"قسمی"خبر محذوف کیلئے مبتدا،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،الحق:مفعول مقدم،اقول:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿لاملئن جھنم منک وممن تبعک منھم اجمعین٥﴾۔

لام: تاکیدیہ،املئن:فعل بافاعل،جھنم:مفعول،منک: جارمجرور معطوف علیہ،و:عاطفہ،من:جار،من تبعک:موصول صلہ ذوالحال،من: جار،ھم:مؤکد،اجمعین:تاکید،ملکر مجرور،ملکر حال،ملکر مجرور،ملکر معطوف،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "اقسم" کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿قل مااسئلکم علیہ من اجروما انا من المتکلفین٥﴾۔

قل: قول،مااسئلکم:فعل نفی بافاعل ومفعول،علیہ:ظرف مستقر حال مقدم،من:زائد،اجر:ذوالحال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،ما:مشابہ بلیس،انا:اسم،من المتکلفین:ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ان ھو الا ذکر للعلمین٥ ولتعلمن نباہ بعدحین٥﴾۔

ان: نافیہ،ھو:مبتدا،الا: اداۃ حصر،ذکر للعلمین:موصوف وظرف مستقر صفت،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و: عاطفہ،لام:تاکیدیہ،تعلمن:فعل بافاعل،نباہ:مفعول،بعدحین:ظرف،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

بار بار گناہ کے باوجود بخشش کی امید ہونا:

۱؎...... حال عاصی کا بے حد برا ہے   تیری رحمت کا بس آسرا ہے
عفو جرم وقصور وخطا کی   میرے مولا تو خیرات دے دے

امید ہے کہ لاکھ گناہ کے باوجود بندھی ہوئی ہے،بار بار توبہ کرنے کے باوجود نہ تو گناہ سے رک پاتے ہیں اور نہ ہی اُس کریم

کی رحمت سے نظر اٹھتی ہے۔ ہر آن، ہر لمحہ، ہر پل، ہر گھڑی، ہر دن بلکہ کوئی دن ایسا نہیں کہ جرم نہ ہوتا ہو، انسان جرائم کی دنیا میں درندوں سے بھی زیادہ درندہ ہونے لگا ہے۔ دیگر مخلوق تو کیا امن پائی گی اپنی ذات بھی محفوظ نہیں، خود کو نقصان پہنچانے کے درپے ہونے والے جگہ جگہ منشیات کی لت میں پڑ کر اپنی زندگی اجیرن بنائے جا رہے ہیں، موت کے منھ میں ہاتھ ڈالنے والے گلیوں، بازاروں، تفریح گاہوں، مختلف عوامی جگہوں پر غیر اخلاقی کارستانیوں میں مصروف آئے دن لوگوں سے پٹتے ہیں اور اگر اپنے مضموم عزائم میں کامیاب بھی ہو جائیں تو سکون کہاں ملے گا؟ رب کی یاد سے کوسوں دور مسلمان اکثریت کہاں نجات کے راستے پر گامزن ہوگی؟ کونسا ایسا کرشمہ ہوگا کہ انسان جہالت کی پستی سے نکل کر علم کے نور سے منور ہوگی۔ ساری گفتگو کا ایک ہی مقصد، ایک ہی فلسفہ، ایک ہی سوچ ہے کہ ہم بنی نو انسان اگرچہ گناہ سے پاک نہیں ہیں لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہیں ہیں۔ مغفرت پانے کے لیے فقط دل سے دعا کرنا درکار ہے، شرمندگی اور ندامت کا ہونا ضروری ہے اور جہاں ایسا ہے وہاں انعام و اکرام کتنے اس کا اندازہ ذیل میں موجود احادیث و شروحِ احادیث سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ وسوسہ آئے کہ بارہا ایسا ہوا کہ ایک ہی گناہ سے کئی بار توبہ کی لیکن پھر گناہ کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ جس طرح بار بار گناہ ہو جانے سے بیزار نہیں ہوتے اسی طرح بار بار توبہ کرنے سے بھی دلبرداشتہ نہ ہوں ہو سکتا ہے کہ کوئی وقت ایسا ہو کہ اللہ ہمارے دل پھیر دے۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بیشک ایک بندہ گناہ کر لیتا ہے، پھر دعا کرتا ہے کہ اے میرے رب! مجھ سے گناہ ہو گیا تو میرا گناہ معاف فرما، (اللہ ارشاد فرماتا ہے) کیا میرے بندے کو علم ہے کہ اس کا رب ہے جو اس کی مغفرت بھی کرتا ہے اور اس کے گناہ پر مواخذہ بھی کرتا ہے، میں نے اپنے بندے کو بخش دیا پھر وہ بندہ دوبارہ گناہ کرتا ہے اور پھر دعا کرتا ہے کہ اے میرے رب! مجھ سے گناہ سرزد ہو گیا تو مجھ کو معاف فرما، اللہ فرماتا ہے کہ کیا میرے بندہ کو علم ہے کہ اس کا رب ہے جو اس کے گناہ کو معاف بھی کرتا ہے اور اس کے مواخذہ بھی فرماتا ہے، میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا، پھر جتنا وقت اللہ چاہتا ہے وہ بندہ گزارتا ہے، پھر گناہ کر لیتا ہے، پھر دعا کرتا ہے کہ مجھ سے گناہ ہو گیا تو میرے گناہ کو بخش دے۔ پھر اللہ فرماتا ہے: کیا میرے بندے کو علم ہے کہ اس کا رب ہے جو اس کے گناہ کو معاف بھی کرتا ہے اور اس کے گناہ پر مواخذہ بھی فرماتا ہے، میں نے اپنے بندے کو تین مرتبہ معاف کر دیا، وہ جو چاہے عمل کرے"۔ (صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب: قول اللہ تعالی یریدون ان یبدلوا، رقم: ۷۵۰۷، ص ۱۲۹۲)

اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن بطال مالکی نے اس حدیث کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص گناہوں پر اصرار کرتا ہے یعنی بغیر توبہ کے بار بار گناہ کرتا ہے اس کی مغفرت اللہ کی مشیت پر موقوف ہے، اگر چاہے تو اس کو عذاب دے اور اگر چاہے تو اس کو بخش دے، اس کی نیکی کو غلبہ دیتے ہوئے اور اس بندہ کا یہ اعتقاد ہے کہ اس کا رب ہے جو خالق ہے، وہ عذاب بھی دیتا ہے اور بخشتا بھی ہے اور اس کا اللہ سے استغفار کرنا اس کے اس عقیدہ پر دلالت کرتا ہے، اس حدیث میں یہ دلیل نہیں ہے کہ جس گناہ کی وہ مغفرت طلب کر رہا ہے اس کی توبہ کر چکا ہے، کیونکہ توبہ کی تعریف یہ ہے کہ وہ گناہ سے رجوع کرے اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم کرے اور اس گناہ کا تدارک اور تلافی بھی کرے اور فقط گناہ پر استغفار کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس نے اس معنی میں توبہ بھی کی ہے اور بعض علماء نے توبہ کی تعریف میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ اس کو اپنے فعل پر ندامت ہو اور بعض نے یہ کہا ہے کہ توبہ کے لئے صرف ندامت کافی ہے کیونکہ گناہ کا تدارک اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم ندامت سے ہی پیدا ہوتا ہے اور حدیث میں ہے کہ "ندامت توبہ ہے"۔ (فتح الباری، کتاب التوحید، باب: قول اللہ تعالی یریدون ان یبدلوا، رقم: ۷۵۰۷، ج ۱۳، ص ۵۷۰)(سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب: ذکر التوبۃ، رقم: ۴۲۵۲، ص ۷۰۴)

علامہ ابوالعباس قرطبی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ حدیث اللہ کے عظیم فضل اوراس کی وسیع رحمت پر دلالت کرتی ہے لیکن اس حدیث میں جس استغفار کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دل سے استغفار کرے، حتی کہ اس سے اصرار کی گرہ کھل جائے اوراس کو ندامت ہواور ایسا استغفار اس کی توبہ کا ترجمان ہے اوراس کی تائید اس حدیث سے ہوتی: حضرت نعمان بن سعد بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو فتنہ میں پڑنے کے بعد توبہ کریں''۔(شعب الایمان، باب: فی معالجة کل ذنب بالتوبة، رقم: ۷۱۲۰، ج۵، ص۲۴۲۰) اوراس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جو بار بار گناہ کرے اور بار بار توبہ کرے، پس جب اس سے گناہ سرزد ہوگیا تو وہ توبہ کرے گا اوراس سے مراد ایسا شخص نہیں ہے جو زبان سے تو استغفار کررہا ہواوراس کا دل گناہ پر مصر ہواور یہ ایسا استغفار ہے کہ اس استغفار سے بھی استغفار کی ضرورت ہے۔ حضرت ابن عباس نے مرفوعا روایت کی ہے: ''گناہ کرنے والا اس شخص کی مثل ہے جس نے گناہ نہ کیا ہواور جو شخص اس حال میں استغفار کرے کہ وہ گناہ پر قائم ہو، وہ اس شخص کی مثل ہے جو اپنے رب سے مذاق کررہا ہو''۔ (شعب الایمان، باب: فی معالجة کل ذنب بالتوبة، رقم: ۷۱۷۸، ج۵، ص۲۴۳۸)

میں نے جو پہلے ذکر کیا کہ استغفار توبہ کا غیر ہوتی ہے اور مغفرت طلب کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ بندہ اس گناہ سے توبہ کررہا ہو، یہ محض لفظی اعتبار سے ہے لیکن اکثر لوگوں کی استغفر اللہ سے مراد توبہ کرنا ہوتی ہے، پس جو شخص کسی گناہ پر استغفار کرتا ہے وہ اس گناہ سے لازماً توبہ بھی کرتا ہے۔ (المفہم، ج۷، ص ۸۴ وغیرہ)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم خطا کرتے رہو، حتی کہ تمہاری خطائیں آسمان تک پہنچ جائیں، پھر تم توبہ کرو تو اللہ تمہاری توبہ قبول فرمالے گا''۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب: ذکر التوبة، رقم: ۴۲۴۸، ص۷۰۴)

☆......حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اللہ رات کو اپنا (بے مثل) ہاتھ پھیلاتا ہے کہ دن میں گناہ کرنے والے کی توبہ قبول فرمالے اور دن میں اپنا (بے مثل) ہاتھ پھیلاتا ہے کہ رات میں گناہ کرنے والے کی توبہ قبول فرمالے، حتی کہ سورج طلوع ہوجائے'' (صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب: قبول التوبة من الذنوب، رقم: (۶۸۸۳)/۲۷۵۹، ص۱۳۵۲)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''جب تک بندہ کی روح نکلتے وقت اس کے حلقوم تک نہ پہنچ چکی ہو اللہ اس کی توبہ قبول فرماتا رہتا ہے''۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: ۹۸/۱۰۴، رقم: ۳۵۳۸، ص۱۰۱۵)

☆......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے استغفار کو لازم کرلیا، اللہ اس کی ہر مشکل کا ایک حل اور ہر مصیبت سے ایک نجات کا راستہ پیدا کردیتا ہے اوراس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا''۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الصلوة، باب: فی الاستغفار، رقم: ۱۵۱۸، ص ۲۸۳)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جب مومن بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے اور اگر وہ توبہ کرلے اوراس گناہ کو اتار دے اور استغفار کرے تو اس کا دل صاف کردیا جاتا ہے اور اگر وہ زیادہ گناہ کرے تو وہ نکتے زیادہ ہوجاتے ہیں حتی کہ اس کے پورے دل کو ڈھانپ لیتے ہیں اور یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ نے قرآن میں ذکر فرمایا: ﴿کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون کوئی نہیں بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا گیا ہے ان کی کمائیوں نے (المطففین: ۱۴)﴾۔

☆......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے ننانوے قتل کیے، پھر اس نے زمین والوں سے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اسے ایک بڑا راہب (عیسائیوں کا تارک دنیا) کا پتہ بتایا گیا، وہ

شخص اس راہب کے پاس گیا اور یہ کہا کہ اس نے ننانوے قتل کیے ہیں، کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں! اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر کے سو کی گنتی پوری کر لی، پھر اس نے سوال کیا کہ روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے؟ اس کو ایک عالم کا پتہ دیا گیا، اس شخص نے کہا کہ اس نے سو قتل کئے ہیں کیا اس کی توبہ کی صورت ہو سکتی ہے؟ عالم نے کہا: ہاں! توبہ کی قبولیت میں کیا چیز حائل ہو سکتی ہے، جاؤ فلاں، فلاں جگہ کچھ لوگ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں، تم بھی ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کرو اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ جاؤ کیونکہ وہ بُری جگہ ہے، وہ شخص روانہ ہوا، جب وہ آدھے راستے پر پہنچا تو اس کو موت نے آلیا اور اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہوا، رحمت کے فرشتوں نے کہا: ''یہ شخص توبہ کرتا ہوا دل میں اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوا آیا تھا''۔ عذاب کے فرشتوں نے کہا: ''اس نے بالکل کوئی نیک عمل نہیں کیا''، پھر ان کے پاس آدمی کی صورت میں ایک فرشتہ آیا، انہوں نے اس کو اپنے درمیان حَکَم بنایا، اس نے کہا: ''دونوں زمینوں کی پیائش کرو، جس زمین کے زیادہ قریب ہو اسی کے مطابق اس کا حکم ہوگا''، جب انہوں نے پیائش کی تو وہ اس زمین کے زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا، پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا، حسن نے بیان کیا ہے: ''جب اس پر موت آئی تو اس نے اپنا سینہ پہلی جگہ سے دور کر لیا تھا''۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب:٥٤، رقم: ٣٤٧٠، ص ٥٨٥)

ملاء اعلی سے مراد کون ھیں؟

۲......ملاء اعلی سے مراد فرشتے ہیں، بعض مفسرین نے کہا کہ فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کی شان کے متعلق جھگڑ رہے تھے، جب اللہ نے فرمایا:﴿انی جاعل فی الارض خلیفة قالوا اتجعل فیها من یفسد فیها ویسفک الدماء﴾ میں زمین میں نائب بنانے والا ہوں بولے ایسے کو نائب بنائے گا جو فساد پھیلائے اور خونریزی کرے(البقرة:۳۰)۔ انہیں ملاء اعلی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ فرشتے اس وقت جب کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے متعلق کلام کیا جا رہا تھا، گفت وشنید میں آسمان پر موجود تھے۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آئے کہ اللہ کے ساتھ مخاصمہ (جھگڑنا) تو کفر ہے اور فرشتے معصوم ہوتے ہیں لہذا ایسا کیوں ہوا اور ان کے ایمان پر کیا دلیل باقی رہی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس مقام پر مخاصمہ بمعنی مناظرہ ومقاولہ ہے۔(المظھری، ج٦،ص ١٥٠،روح البیان، ج٨،ص٧٨)

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے اپنے رب کو انتہائی حسین صورت میں دیکھا، اللہ نے پوچھا اے محمد! یہ فرشتے کس بات میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کی اے میرے رب تو بہتر جانتا ہے، سید عالم نے فرمایا کہ اللہ نے اپنی بے مثل ہتھیلی میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دی جس کی ٹھنڈک کو میں نے اپنے سینے میں پایا، پس میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کچھ جان گیا، پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:﴿وکذلک نری ابراهیم ملکوت السموت والارض ولیکون من الموقنین﴾ اور اسی طرح ہم دکھاتے ہیں ابراہیم کو بادشاہی سارے آسمانوں اور زمین کی اور اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے(الانعام:۷۵)۔ پھر اللہ نے استفسار فرمایا: ''اے محمد! آسمان کے فرشتے کس چیز کے بارے میں جھگڑ رہے تھے''؟ میں نے کہا: ''کفارات کی بحث کر رہے تھے''، پوچھا گیا: ''کفارات کیا ہیں''؟ میں نے جواب پیش کیا: ''جماعت کی طرف پیدل چل کر جانا، نمازوں کے بعد مساجد میں دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھنا، تکلیف کی جگہوں میں مکمل وضو کرنا، فرمایا جو ایسا کرے گا خیر کے ساتھ زندہ رہے گا اور خیر کے ساتھ مرے گا اور اس کے گناہ اس طرح ختم ہو نگے جیسے اس دن میں کہ ماں نے اُسے جنا تھا''، اور اللہ نے فرمایا: ''اے محمد! جب تم نماز ادا کرو تو یہ پڑھو: اے اللہ میں تجھ سے نیکیوں کے کرنے اور بُرائیوں کے ترک کرنے اور مساکین سے محبت کرنے کا سوال کرتا ہوں اور جب تو اپنے بندوں کو آزمائش میں مبتلا کرنے کا ارادہ کرے تو میری روح کو اپنی طرف اس حال میں قبض کرنا کہ وہ

فتنہ میں مبتلانہ ہو" اور فرمایا: بلند درجات ان کاموں سے حاصل ہوتے ہیں: "سلام کو پھیلانا، کھانا کھلانا، رات کو اٹھ کر اس وقت نماز پڑھنا جب لوگ سوئے ہوئے ہوں"۔(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن،باب: ومن سورة ص ،رقم: ۳۲۴۴،ص۹۲۸)

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق میں اللہ کی روح پھوکنا:

سوال......ہم نے عطائین، ج۳،ص۳۸۱ پر آیت ﴿یسئلونک عن الروح اورتم سے روح کو پوچھتے ہیں(بنی اسرائیل:۸۵)﴾ کے تحت کچھ کلام کیا ہے، یہاں مزید "روح" سے متعلق شافی کافی بیان کرنا چاہتے ہیں اور عنوانات بھی قائم کریں گے اور تقریبا تمام بیان فتاوی رضویہ سے ہوگا، آخر میں یہ بھی بیان ہوگا کہ روح کی نسبت اللہ ﷻ کی جانب کیوں کی گئی ہے۔

(۱)......روحیں کب پیدا ہوئیں: اعلی حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں کہ روحیں ازل میں پیدا نہ ہوئیں، ہاں جسم سے دو ہزار سال پہلے بنیں، (ولد الحرام کا اپنا قصور نہیں مگر جب کہ وہ حرام سے پیدا ہوا، ولد الحرام ہونے میں کیا شک ہے) ، نہ اس سے اس کی روح کی ناپاکی لازم، روح کفر وضلالت سے پاک ہوتی ہے۔ بددین کی روح ناپاک ہے اگرچہ ولد الحلال ہو۔ اور دیندار کی روح پاک ہے اگرچہ اس کی ولادت حرام سے ہو، روح کے پاک ہونے سے جسم کا نطفہ حرام سے بننا کیونکر مٹ گیا، بے علم کو ایسی جہالتوں اور ایسی باتوں میں خوض سے فائدہ نہیں ہوتا سوا اس کے کہ شیطان کسی گھاٹی میں راہ مار کر ہلاک کردے۔ واللہ تعالی اعلم

(۲)......روح اصل میں پاک ہے: خلقی اعتبار سے روح پاک ہے، پھر اگر بداعتقاد بداعمال اختیار کرے تو ان سے ناپاک ہوجاتی ہے جس کے سبب مستحق عذاب ہوتی ہے۔

(۳)......روح انسانی متجزی نہیں: آدمی روح انسانی سے آدمی ہے اور اسی کے مرکب کا نام قلب ہے اور روح انسانی متجزی نہیں کہ آدھی ایک دل میں رہے اور آدھی دوسرے دل میں، تو جس سے وہ اصالۃ متعلق ہوگی تو وہی قلب ہے اور دوسرا سلب ہے، اور آیت پاک ﴿ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء وہی ہے کہ تمہاری تصویریں بناتا ہے ماؤں کے پیٹ میں جیسی چاہے(ال عمران:۶)﴾ فرمایا ہے کہ ماں کے پیٹ میں تمہاری تصویر بناتا ہے جیسی وہ چاہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ کیف تشاؤن وبتخیلاتکم تخترعون جیسی تم چاہو اور اپنے خیالات میں گھڑو ویسی ہی تصویر بنادے، یہ محض باطل ہے، اور اس نے اپنی مشیت بتادی کہ کسی کے جوف میں میں نے دو دل نہ رکھے تو اس کے خلاف تصویر نہ ہوگی۔

(۴)......روح نہیں مرتی: انسان کے مرنے کے بعد سوال روح سے ہوتا ہے، اور روح کبھی نہیں مرتی، رہا یہ کہ روح بدن میں اعادہ کرتی ہے یا نصف بدن میں آتی ہے یا بدن وکفن کے درمیان رکھی جاتی ہے، اس کی تفصیل قطعیات سے نہیں نہ تفتیش کی حاجت۔

(الفتاوی الرضویہ مخرجہ، ج۲۹،ص۲۸۵،۳۲۷،۷۷،۲۷۳)

(۵)......مومنین کی روحیں گھر آتی ہیں: غرائب اور خزانہ میں منقول ہے کہ مومنین کی روحیں ہر شب جمعہ، روز عید، روز عاشوراء، شب برائت کو اپنے گھر آکر باہر کھڑی رہتی ہیں اور ہر روح غمناک بلند آواز سے ندا کرتی ہے کہ اے میرے گھر والو! اے میری اولاد! اے میرے قرابت دارو! صدقہ کرکے ہم پر مہربانی کرو۔

(۶)......روحیں کہاں ہوتی ہیں؟: بیشک مسلمانوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں اور جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں، اور کافر کی روحیں سجین میں مقید ہیں۔

☆......اولیائے کرام کی روحیں زمین، آسمان، بہشت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔

☆......ارواح مومنین برزخ میں اجسام مثالی ہیں، جیسے شہداء کے لئے حواصل طیور خضر فرمایا سبز پرندوں کے بھیس میں، اوران کے مقام حسب مراتب مختلف ہیں، قبور پر یا چاہِ زمزم میں یا فضائے آسمان میں یا کسی آسمان پر یا عرش کے نیچے نور کی قندیلوں میں، جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں لکھا۔

(۷)......روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے: موت فنائے روح نہیں، بلکہ وہ جسم سے روح کا جدا ہونا ہے، روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے، حدیث پاک میں ہے: ''انما خلقتم للابد ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے بنائے گئے ہیں''۔ تو جیسے تعلقات حیات دنیوی میں تھے اب بھی رہتے ہیں، حدیث پاک میں ہے: ''ہر جمعہ کو ماں باپ پر اولاد کے ایک ہفتہ کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں، بُرائیوں پر رنجیدہ ہوتے ہیں، تو اپنے گزرے ہوؤں کو رنجیدہ نہ کرو، اے اللہ کے بندو!''۔

(۸)......کیا روح وجسم دونوں خاک ہوجاتے ہیں؟: انسان کبھی خاک نہیں ہوتا بدن خاک ہوجاتا ہے، اور وہ بھی کُل نہیں، کچھ اجزائے اصلیہ دقیقہ جن کو عجب الذنب کہتے ہیں وہ نہ جلتے ہیں نہ گلتے ہیں ہمیشہ باقی رہتے ہیں، انہیں پر روز قیامت ترکیب جسم ہوگی، عذاب وثواب روح وجسم دونوں کے لئے ہے، جو فقط روح کے لئے مانتے ہیں گمراہ ہیں، روح بھی باقی اور جسم کے اجزائے اصلیہ بھی باقی، اور جو خاک ہوگئے وہ بھی فنائے مطلق نہ ہوئے، بلکہ تفرق اتصال ہوا اور تغیر ہیئات، پھر استحالہ کیا ہے، حدیث میں روح وجسم دونوں کے معذب ہونے کی یہ مثال ارشاد فرمائی کہ ایک باغ ہے اس کے پھل کھانے کی ممانعت ہے، ایک لنجھا ہے کہ پاؤں نہیں رکھتا اور آنکھیں ہیں، وہ اس باغ کے باہر پڑا ہوا ہے، پھلوں کو دیکھتا ہے مگر اُن تک جا نہیں سکتا۔ اتنے میں ایک اندھا آیا اُس لنجھے نے اُس سے کہا: تو مجھے اپنی گردن پر بٹھا کر لے چل، میں تجھے سیدھا راستہ بتاؤں گا، اس باغ کا میوہ ہم تم دونوں کھائیں گے، یوں وہ اندھا اس لنجھے کو لے گیا اور میوے کھائے اور دونوں میں کون سزا کا مستحق ہے؟ دونوں ہی مستحق ہیں، اندھا اُسے نہ لے جاتا تو وہ نہ جاسکتا، اور لنجھا اُسے نہ بتاتا تو وہ نہ دیکھ سکتا، وہ لنجھا روح ہے کہ ادراک رکھتی ہے اور افعالِ جوارح نہیں کرسکتی، اور وہ یوں اندھا بدن ہے کہ افعال کرسکتا ہے ادراک نہیں رکھتا، دونوں کے اجتماع سے معصیت ہوئی دونوں ہی مستحق سزا ہیں۔

(۹)......روح کیا ہے؟: روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے، اور تمہیں علم نہ دیا گیا مگر تھوڑا، مرنے کے بعد روح کے ادراکات علم وسمع وبصر باقی رہتے، بلکہ پہلے سے بھی زائد ہوجاتے ہیں۔

☆......روح ایک جوہر لطیف نورانی ہے کہ علم، سمع وبصر وغیرہا تمام ادراکات رکھتی ہے، کھانے پینے سے بے نیاز، گھلنے بڑھنے سے بری ہے، اسی لئے فنائے بدن کے بعد باقی رہتی ہے کہ اُسے بدن کی طرف اصلا احتیاج نہیں، ایسا جوہر عالم آب وگل سے نہیں ہوتا بلکہ عالم ملکوت سے، تو اس کی شان یہ ہے کہ بدن کا خلل پذیر ہونا اُسے کچھ نقصان نہ پہنچائے، جو بات موافق ہو اُس سے لذت پائے، جو مخالف ہو اس سے دور پہنچے، اور اس پر دلیل ارشاد رب ہے: ﴿ولا تقولوا لمن یقتل......الخ اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو﴾ (البقرۃ: ۱۵۴) اور نبی کریم ﷺ کا فرمان: ''جب مُردہ نعش پر رکھا جاتا ہے اس کی روح بالائے نعش پر افشاں رہتی ہے اور کہتی ہے کہ اے میرے گھر والو، اے میرے بچو''۔

(۱۰)......انسان روح متعلق بالبدن کا نام ہے: آدمی دو چیزوں سے مرکب ہے، جان اور بدن۔ جزء اعظم جان ہے جس میں تبدل وتغیر کو راہ نہیں۔ اور بدن بمنزلہ لباس ہے کہ اس میں بہت تبدیلی ہوا کرتی ہے۔ پھر روح کا بدن سے چار قسم کا تعلق ہے۔ ایک تعلق دنیوی بحالِ بیداری، دوسرا بحالِ خواب کہ من وجہ متعلق من وجہ مفارق، تیسرا برزخی، اور چوتھا اُخروی۔ شرح الصدور میں ''ابن

قیم" کے حوالے سے پانچ قسم قرار دی ہیں۔عبارت یہ ہے: "اول شکم مادر، دوسرا ولادت، تیسرا حالت خواب میں کہ ایک طرح سے روح بدن سے متعلق ہے اور دوسری طرح سے جُدا، چوتھا برزخ میں کہ روح موت کے باعث اگرچہ بدن سے جُدا ہو چکی ہے مگر بالکل جدا نہیں ہوئی کہ بدن کی طرف اُسے کوئی التفات نہ رہ گیا ہو، پانچواں روزِ بعث کا تعلق، وہ سب سے زیادہ کامل تعلق ہے، جس سے ماقبل کے تعلقات کو کوئی نسبت نہیں، اس لئے کہ اس تعلق کے ساتھ بدن، موت، خواب، اور فساد وتغیر قبول نہیں کرتا۔

(الفتاوی الرضویه مخرجه برساله: اتیان الارواح لدیارهم بعدالرواح، ج۹،ص ۶۵۰، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۷، ۶۵۸، ۸۶۴، ۸۸۹)

(۱۱)......اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿ونفخت فیه من روحی﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جس روح کا میں (اللہ عزوجل) مالک ہوں اور میرے سوا کوئی مالک نہیں۔اور یہ اضافت حضرت آدم کی شان وتعظیم ومرتبہ کے لئے ہے۔اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ انسان دو امر کا مرکب ہے ایک امرالتسویہ یعنی ٹھیک بنالینا، دوسرا نفخ، روح جس کی جانب نفخت سے اشارہ ملتا ہے، پس انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے۔جاننا چاہیے کہ جوہر نفس تین چیزوں کا مرکب ہے، (۱)......شفاف نورانیہ، (۲)......علوِ عنصریہ، (۳)......قدسیہ جوہر، اور یہ بدن میں ایسے تیرتی ہے جیسے روشنی ہوا میں، آگ کوئلے میں، اور حقیقی معنوں میں اس کی کیفیت اللہ کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔ (الرازی، ج۹، ص ۴۱۰)

حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے میں فرشتوں کی ترتیب:

☆......بعض محققین نے ذکر کیا ہے کہ فرشتوں کو ہم نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تا کہ وہ اس حکم سے عدول نہ کریں اور یہ حکم سجدہ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل کیا گیا تھا اور اس بات پر اللہ عزوجل کا کلام شاہد ہے ﴿فاذا سویته و نفخت فیه من روحی فقعوا له ساجدین (الحجر:۲۹)﴾ اور اس کا وقوع بعد میں ہوا ﴿اسجدوا لآدم﴾ اور یہ فرمان اس بات پر بین دلیل ہے کہ فرشتوں کو اس بات کا حکم پہلے ہی دے دیا گیا تھا۔حاصل کلام یہ کہ فرشتوں کو پہلے ہی سجدے کا حکم دے دیا گیا تھا لیکن یہ حکم معلق تھا پھر دوبارہ سابق حکم کی مطابقت کے لئے فرشتوں کو ﴿اسجدوا لآدم﴾ کے خطاب سے نوازا گیا۔ (روح المعانی، الجزء الثامن، ص ۴۵۶)

فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا آدم علیہ السلام کے دخول جنت سے پہلے تھا اور سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام پھر میکائیل علیہ السلام پھر اسرافیل علیہ السلام اور آخر میں عزرائیل علیہ السلام نے سجدہ کیا اسکے بعد دیگر مقرب فرشتوں نے سجدہ کیا۔اور فرشتوں کی مدت سجدہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ کتنی دیر تک سجدے میں رہے اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ سو سال تک سجدہ میں رہے اور دوسرا قول پانچ سو سال کا ہے اور اسکے علاوہ اور بھی اقوال پائے جاتے ہیں اور یہ سجدہ تعظیمی تھا۔ (الصاوی، ج ۲، ص ۲۴۵)

حسن کا قول ہے کہ ابلیس فرشتوں میں سے نہ تھا کیونکہ وہ آگ سے پیدا ہوا اور فرشتے نور سے اور اس کا استثناء فرشتوں سے اس لئے کر دیا گیا کہ وہ بھی آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے میں فرشتوں کے ساتھ شامل تھا، پھر جب اس نے سجدہ نہ کیا تو اللہ عزوجل نے فرمایا کہ ﴿لم یکن من الساجدین (الاعراف:۱۱)﴾ یہی وجہ ابلیس کو فرشتوں سے مستثنیٰ کرنے کی تھی۔ (الخازن، ج ۲، ص ۱۸۴)

ابو نعیم نے حلیہ میں اور دیلمی نے جعفر بن محمد سے اور انہوں نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "دین کے بارے میں سب سے پہلے اپنی رائے سے قیاس کرنے والا ابلیس تھا اللہ عزوجل نے حکم فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو اس نے جواب میں کہا ﴿انا خیر منه خلقتنی من نار وخلقته من طین (ص:۷۶)﴾ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ جس نے دین کے معاملے میں اپنی رائے سے قیاس کیا اللہ عزوجل قیامت کے دن اسے ابلیس کے ساتھ کر دے گا کیونکہ اس نے ابلیس کی پیروی کی۔ (الدر المنثور، ج ۳، ص ۱۳۴)

جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام میں روح پھونک دی اور فرشتوں کو سجدے کا حکم فرمایا تو ابلیس میں حسد نے جوش مارا اور سجدے کا انکاری ہوا کہ مجھے آگ سے بنایا اور یہ مٹی کی پیداوار ہے، پس اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور اپنے رب پر اعتراض

کیا اور اپنے رب کے فرمان سے روگردانی کی اور اپنے رب کی رحمت سے دور ہوا، اور عبادت کرنے کے باوجود اپنے مرتبے سے نیچے اُتر گیا، ابلیس فرشتوں کی جنس سے نہیں بلکہ فرشتے نوری ہیں اور یہ ناری یعنی آگ سے پیدا ہوا ہے۔

(البداية والنهاية، باب :خلق الجان وقصة ابليس، ج۱، ص ٦٢)

ابلیس کے جن ہونے کی تحقیق!

۵......لوگوں کے لیے اس بارے میں کہ ابلیس جِنّوں میں سے تھا، تین اقوال ہیں: (۱)......ابلیس فرشتوں میں سے تھا اور فرشتوں میں سے ہونا اس بات کی نفی نہیں کرتا کہ جن نہ ہو اس کی کئی دلیلیں ہیں جیسا کہ فرشتوں کے قبیلوں کے بارے میں بھی یوں ہی فرمایا ﴿وجعلوا بينه وبين الجنة نسبا اور اس میں اور جنوں میں رشتہ ٹھہرایا(الصفت:۱۵۸)﴾، ﴿وجعلوا لله شركاء الجن اور اللہ کا شریک ٹھہرایا جنوں کو(الانعام:۱۰۰)﴾، دوسری دلیل یہ ہے کہ جن کو جن اسلئے کہتے ہیں کہ چھپا ہوا ہوتا ہے اگر دیکھا جائے تو فرشتے کے اوصاف بھی یہی ہیں یعنی فرشتے بھی چھپے ہوئے ہوتے ہیں .تیسری دلیل یہ ہے کہ ابلیس جنت کا خازن تھا۔ (۲)......ابلیس جن تھا، اور جنات آگ سے بنائے گئے ہیں اور ابلیس ابوالجن کو کہتے ہیں۔ (۳)......ابلیس کو فرشتہ کہنے کا قول صحیح نہیں ہے، فرشتوں کی ذریت اور نسل نہیں ہوتی جب کہ جن کے لیے ذریت متذکرہ آیت میں بیان کی گئی ہے۔ اور یہ بھی کہ جب اللہ نے فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا تو ابلیس نے کیوں انکار کیا، اگر فرشتہ تھا تو انکار کرنے کی جرات کیوں کی؟ (الرازی، ج۷، ص ٤٧٢ ملخصا)

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے اپنے بے مثل ھاتھ سے بنایا:

۶......اللہ نے ﴿لما خلقت بيدى﴾ میں سیدنا آدم علیہ السلام کی تکریم کے لئے ''بیدی'' کا جملہ ارشاد فرمایا، جب کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ نے روح کی نسبت اپنی جانب کر کے فرمایا: ﴿ونفخت فيه من روحى﴾، یا کعبہ مشرفہ کو بیت اللہ فرمایا، یا مساجد کو اپنا گھر فرمایا۔ پس مخاطب ان معاملات کو سمجھ لے، پس اللہ کا یہ کلام سیدنا آدم علیہ السلام کی نہایت تکریم و تعظیم کی وجہ سے ہے، اور یہاں ''الید'' بمعنیٰ'' هذا '' ہے۔ مجاہد کہتے ہیں: ''الید'' کے معنی تاکید وصلہ کے لئے ہیں، جیسا کہ مجازی معنی ﴿ويبقى وجه ربك﴾ میں لئے جاتے ہیں کہ (اللہ ظاہری اعضاء جسمانی سے پاک ہے)، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ کی تخلیق میں ''الید'' کا ذکر کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ یہاں نسبت نعمت، قدرت اور قوت کی طرف نہیں بلکہ یہ دونوں (وجه ،الید) اللہ کی ذاتی صفات ہیں۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ الید سے مراد قدرت ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ کام میرے ہاتھ کا نہیں یا یہ میرے ہاتھوں کے بس کی بات نہیں، اجماع امت اس پر ہے کہ تخلیق آدم اللہ کی قدرت کا شاخسانہ ہے۔ (القرطبی، الجزء:۲۳، ص ۲۰۰)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿خلقت بيدى﴾ میں تاکید ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام اللہ کی (معزز) مخلوق ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں، اور ابلیس نے سجدہ نہ کیا اس لئے کہ اُسے یہ شبہ تھا کہ وہ مخلوق کو کیوں سجدہ کرے؟ اور ابلیس کو یہ بھی شبہ تھا کہ وہ مٹی سے بنائی جانے والی مخلوق کو کیوں سجدہ کرے؟ جب کہ وہ خود ناری مخلوق ہے اور اللہ نے اسے (اس کے اس خیال وتفکرات کے باعث) ذلیل کیا، کیونکہ اللہ نے ابلیس کو اُس پاک ذات کو سجدے کا حکم دیا جو اس سے مقرب ومعزز تھی اور اس حکم میں فرشتے بھی ابلیس کے ساتھ شامل تھے جنھوں نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی اور اس حکم کی تعمیل میں خالق کے حکم کی بجا آوری اور مخلوق (سیدنا آدم علیہ السلام) کی تکریم تھی۔

(روح المعانی، الجزء:۲۳، ص ۲۹۸)

کیا دنیا میں سب کچھ اللہ کی مرضی سے ھورھا ھے؟

ہے...... یہ وہ دقیق مقام ہے کہ جس کی تفصیلی تفسیر مجھے نہ خازن میں ملی اور نہ ہی جامع البیان، روح المعانی، روح البیان، تفسیر اندلسی، الغرض زیر مطالعہ تفاسیر میں سے کسی تفسیر میں اس پیرائے کے متعلق کوئی خاص کلام نہ ملا جو مجھے ذکر کرنا ہے۔اللہ کڑوڑوں رحمتیں نازل فرمائے امام رازی پر کہ انہوں نے اس مقام پر کچھ نکات بیان فرمائے تاہم ان سے کچھ تسامح ہوا ہے۔سب سے پہلے امام رازی کے نکات درج ذیل ہیں:

(۱)......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿قال فاخرج منها فانك رجيم وان عليك لعنتي الى يوم الدين فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو راندھا گیا اور بیشک تجھ پر میری لعنت ہے قیامت تک (ص:۷۷،۷۸) ﴾۔متذکرہ آیت میں اللہ نے ابلیس کے ایمان نہ لانے کی خبر دی ہے،اور اگر ابلیس ایمان لے آئے تو اللہ کی خبرِ صادق خبرِ کاذب بن جائے گی اور اللہ کے کلام میں کذب محال ہے،پس ابلیس کا ایمان لانا محال ہے، حالانکہ اللہ نے اس کو ایمان لانے کا حکم دیا ہے(معلوم ہوا کہ ابلیس کا ایمان نہ لانا اللہ کی قضاء وحکم سے ہے)۔

(۲)......ابلیس نے کہا: ﴿قال فبعزتك لاغوينهم اجمعين بولا تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کردوں گا(ص:۸۲) ﴾ یہ ابلیس کا دعوی تھا اور اللہ کو اس کا علم تھا کہ ابلیس اس کے بندوں کو گمراہ کرے گا لیکن پھر بھی اللہ نے اسے منع نہیں کیا،پس ثابت ہوا کہ اللہ اس کے کام سے راضی ہے۔(مطلب یہ کہ اللہ ابلیس کے لوگوں کو گمراہ کرنے سے راضی ہے)۔

(۳)......اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿لاملئن جهنم منك وممن تبعك منهم اجمعين بیشک میں ضرور جہنم بھردوں گا تجھ سے اور ان میں سے جتنے تیری پیروی کریں(ص:۸۵) ﴾۔اگر لوگ کفر نہ کریں تو اللہ عزوجل کے کلام کا صدق کذب میں بدل جائے گا اور اللہ عزوجل کا علم جہل سے بدل جائے گا اور یہ محال ہے(پس لوگوں کا کفر کرنا اللہ کے حکم اور اس کی رضا سے ہے)۔

(۴)......اگر اللہ عزوجل کا ارادہ یہ ہوتا کہ لوگ کفر نہ کریں تو ایسی صورت میں واجب تھا کہ دنیا میں انبیاء وصالحین ہی رہتے اور ابلیس وشیطان سارے مرجاتے لیکن ایسا تو نہیں ہوا لہذا ثابت ہوا کہ اللہ عزوجل کا ارادہ یہی ہے کہ لوگ کفر کریں۔

(۵)......اگر کافر مکلف مانے جائیں تو لازم آئے گا کہ وہ آیات بھی مانیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ نہ ایمان لائیں،پس اس صورت میں یہ ایمان لانے اور نہ لانے دونوں کا مکلف ہونا لازم آئے گا اور یہ تکلیف مالایطاق ہے یعنی انسان کو اسی چیز کا مکلف کرنا ہے جس کی اس میں طاقت ہے۔ (الرازی، ج۹،ص۴۱٦)

یہ وہ نکات تھے جو امام رازی نے ان آیات کے تحت بیان کئے،ہم نے عطائین کے کام کا آغاز کیا اور علماء ومشائخ کی کتابوں کو کھنگالنا شروع کیا تو تفسیر رازی کا ایک نمایاں مقام ملاحظہ کیا،چنانچہ عطائین کی تیاری میں تفسیر"رازی"کو نمایاں جگہ دی۔ انسان بہت جلد مانوس ہوجاتا ہے تاہم عرصہ چھ سال سے عطائین کی تیاری میں مسلسل کوششیں جاری ہیں اور آج (۲۰۱۳-۲-۱۱،بروز پیر بمطابق ۲۹ ربیع النور ۱۴۳۴ھ) کو اس آیت کی تفسیر میں یہ نکات لکھے جنہیں پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ امام رازی سے کوئی ذہنی تسامح ہوا،ہوسکتا ہے کہ انکی افکار کہیں اور مصروف ہوں اور حضرت نے قلم سے ان آیات کے تحت نکات لکھ دیئے ہوں یعنی حضرت کی توجہ خاص نہ رہی ہو۔بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کسی ذہنی کشمکش میں ہوتا ہے اور اُسے صحیح سمت نظر نہیں آرہی ہوتی اور اسی اثناء میں روزمرہ کے امور میں کمی ہوتی رہتی ہے کیونکہ اس قسم کے نظریات دھریہ وزندیق لوگوں کے ہوتے ہیں۔تاہم دین کے ادنی طالب علم کی حیثیت سے کچھ کوشش کررہاہوں تاکہ اہل سنت کا مذہب واضح ہوجائے۔

(۱)......جان لیں کہ فی نفسہ ہر ایک کا ایمان لانا ممکن ہے لہذا ابلیس کا بھی ایمان لانا ممکن ہے،اب اللہ عزوجل کے علم ازلی میں یہ بات ہے کہ مخلوق میں سے کون ایمان لائے گا اور کون ایمان نہیں لائے گا،مثلاً ابو جہل کا ایمان نہ لانا اللہ عزوجل کے علم میں تھا،اب اگر وہ ایمان

لے آتا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا علم جہل میں بدل جاتا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کا جہل محال ہے، بالکل اسی طرح ابلیس کا ایمان نہ لانا اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم ازلی میں تھا ،پس اگر وہ ایمان لے آتا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا علم جہل سے بدل جاتا، پس ابلیس یا کوئی اور، ہر ایک کا ایمان لانا فی نفسہ ممکن ہے اور اس سے قطع نظر کہ اللہ نے اس کے ایمان لانے کی خبر دی ہے یا ایمان نہ لانے کی۔

(۲)......امام رازی نے ابلیس کے قول کو ذکر کیا: ﴿قال فبعزتک لاغوینھم اجمعین بولا تیری عزت کی قسم ضرور میں ان سب کو گمراہ کردوں گا(ص:۸۲)﴾ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جواباً ارشاد فرمایا: ﴿لاملئن جھنم منک وممن تبعک منھم اجمعین بیشک میں ضرور جہنم بھردوں گا تجھ سے اور ان میں سے جتنے تیری پیروی کریں(ص:۸۰)﴾، یعنی ابلیس کو اس کے بُرے ارادے سے منع نہ کیا، پس ثابت ہوا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ابلیس کے ارادے سے راضی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حکمت یہ ہے کہ جس طرح اس کے انبیاء لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہیں بالکل اسی طرح ابلیس کو بھی مہلت دی گئی ہے اور وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اب ہر ایک شخص جانتا ہے کہ اُسے نیکی کر کے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی جنت کا حقدار بننا چاہیے یا بُرائی کر کے جہنم کا، کیا ماقبل آیت سے روکنا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ انسان خوف کی وجہ سے بھی گناہ اور نافرمانی سے رکتا ہے، پس اس نظریے میں کوئی اشکال نہیں۔

(۳)......اللہ نے فرمایا: ﴿لاملئن جھنم منک وممن تبعک منھم اجمعین بیشک میں ضرور جہنم بھردوں گا تجھ سے اور ان میں سے جتنے تیری پیروی کریں(ص:۸۰)﴾، پس لوگوں کا کفر کرنا ضروری امر ٹھہرا کیونکہ اگر لوگ کفر نہ کرتے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کا صدق کذب میں اور علم جہل میں بدل جاتا اور یہ محال ہے۔ ہم اس کا جواب یہ دیں گے لوگوں کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ایمان لانے کا مکلف ٹھہرایا ہے، اب اس ایمان لانے کے متعلق اللہ عَزَّوَجَلَّ کا علم کیا ہے، یہ یکسر دوسری بحث ہے۔

(۴)......امام رازی کا چوتھا نکتہ یہ ہے کہ اگر کوئی کفر نہ کرے تو پھر اس دنیا میں فقط انبیاء اور صلحاء ہی ہونے چاہیے، ابلیس وشیطان کی ضرورت نہیں، اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر لوگوں کے کفر پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ارادہ ماننا پڑے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا مقصود کسی کو جبراً مومن یا کافر بنانا نہیں بلکہ دونوں راستے واضح ہیں جس نے جو کرنا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم ازلی میں وہ تمام باتیں ہیں لہٰذا اس صورت میں بھی اشکال کی گنجائش نہیں۔

(۵)......اگر یہ کہا جائے کہ کافر ایمان لانے کے مکلف ہیں تو لازم آئے گا کہ ان آیات پر بھی ایمان لائیں جن کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں، پس اس وقت یہ لازم آئے گا کہ وہ ایمان لانے اور نہ لانے دونوں کے مکلف ہوں اور یہ تکلیف مالایطاق ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کے بارے میں اللہ کا علم کیا ہے؟ نہ ہی ہم یہ جانتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمارے ایمان لانے کے بارے میں کسی کو کوئی خبر دی ہے یا نہیں؟ اسی طرح کفار کو بھی ایمان لانے کا مکلف کیا ہے لیکن ان کے بارے میں بھی کوئی نہیں جانتا کہ اللہ کا علم کیا ہے؟ تاہم یہ الگ بحث ہے کہ کس کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کا علم ازلی کیا ہے؟ پس یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ اگر کفار ایمان لانے کے مکلف ہوں تو ضروری ہوگا کہ وہ ایمان لانے یا نہ لانے دونوں کے مکلف ہوں اور یہ تکلیف مالایطاق ہے۔

بحمداللہ تعالیٰ، علماء معبرین کی کتب سے خوشہ چینی کرتے ہوئے ہم نے مسئلہ واضح کردیا، اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے فضل سے امام رازی پر رحمتیں نازل فرمائے، آمین۔

قرآن کن کے لئے نصیحت ہے؟

۸......امام جریر طبری کہتے ہیں کہ اس آیت میں ﴿العالمین﴾ سے مراد جن اور انس ہیں، یعنی قرآن مکلفین کے لئے نصیحت ہے، پس جو شخص عذاب سے نجات چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ قرآن کی نصیحت پر عمل کرے اور اے گروہِ قریش! عنقریب تم یہ

حقیقت جان لوگے کہ قرآن کریم نے نیک کام پر بشارت اور بُرے کاموں پر وعید سنائی ہے، اور آخرت میں تم مومنین کو ثواب اور منکرین کو عذاب ہوتا دیکھو گے۔

☆......اس بارے میں بہتر قول یہ ہے کہ مشرکین ومکذبین کو اس قرآن کے ذریعے خبر دی جارہی ہے کہ عنقریب ان پر قرآن مجید کی وعد ووعید کا صدق ظاہر ہوجائے گا، کب ہوگا اس کا تعین نہیں ہے، پس بعض مشرکین معرکۂ بدر میں مارے گئے اور بعض کو جب ان کی موت کا وقت ہوگا اور حالت نزع طاری ہوگی اس وقت علم ہوگا، بعض کو اس کا علم آخرت میں ہوگا۔(الطبری، الجزء:۲۳، ص ۲۲۰ وغیرہ)

اغراض:

بما یعلم: مراد واقعات وخبریں وغیرہ ہیں۔ **وھو :** وہ امر جو بغیر وحی کے نہ جانا جائے۔

ای الملائکۃ: مراد ابلیس ہے جس کے بارے ملاء اعلیٰ کے بارے میں علم ہونے کی بات کی جارہی ہے۔

والروح جسم لطیف: یہ جمہور کا ایک قول ہے کہ روح جسمِ لطیف ہوتی ہے اور یہی صحیح ہے، ایک قول روح کے عرض ہونے کا بھی ہے یعنی مراد وہ حیات ہے جو جسم میں پائی جائے تو جسم حس وحرکت میں ہوتا ہے ورنہ نہیں، ایک قول کے مطابق نہ تو جسمِ لطیف ہے اور نہ ہی عرض بلکہ ایک جوہر ہے جو کہ کسی نفس کے ساتھ قائم ودائم ہے جس کا تعلق بدن کے حس وحرکت کرنے کے ساتھ ہوتا ہے، نہ تو یہ جوہر جسم میں داخل ہوتا ہے اور نہ ہی خارج ہوتا ہے اور یہ بعض فلاسفہ کا قول ہے۔

سجود تحیۃ بالانحناء: اللہ ﷻ کے سوا کسی کو سجدہ کرنا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ ہم نے اس کا ماقبل جواب دے دیا ہے کہ مراد حقیقی پیشانی رکھنے والا سجدہ ہے اور اگر کسی قسم کے سجدے کا حکم اللہ ﷻ کی جانب سے ہو تو گویا اللہ ﷻ کے حکم پر عمل کرنا ہوا اور ایسا کرنا یقیناً قابل گرفت نہیں ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ درحقیقت سجدہ اللہ ہی کو تھا بس آدم علیہ السلام قبلے کی مثل تھے۔

کان بین الملائکۃ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿الا ابلیس﴾ میں استثناء منقطع ہے۔

فی علم اللہ: یعنی اللہ ﷻ کے علم میں ازلی میں یہ بات موجود تھی کہ ابلیس سجدہ نہ کرے گا۔

ای تولیت خلقہ: یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے وسیلے کے ذاتی قدرت سے پیدا فرمایا، اور الید کا قول اپنے کمال کے اظہار کے لئے فرمایا ہے۔

ای من الجنۃ: اس بارے میں بیان کرنا مقصود ہے کہ فرشتوں کو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم جنت میں رہتے ہوئے دیا تھا یا جنت سے نکالے جانے پر دیا تھا۔

او من السماوات: یعنی میری عظیم تخلیق آسمان سے نکل جا جہاں تو ابتداء تھا، روایت میں ہے جب ابلیس نے اپنی تخلیق پر تکبر کیا تو اللہ ﷻ نے اسے سیاہ فام کردیا جب کہ ابتداء وہ سفید فام تھا، اُسے بدنما کردیا جب کہ پہلے وہ خوش شکل تھا، سیاہ کردیا جب کہ پہلے وہ اجالا تھا۔ روایت میں یہ بھی ہے کہ ابلیس بارہ ہزار فرشتوں میں معلم تھا، اس کے دوپَر تھے جو کہ سبز زمرد کے تھے، پھر جب اس نے تکبر کیا تو اللہ نے اس کی شکل وصورت کو بدل دیا اور اسے خنزیر جیسا کردیا، اس کا چہرہ بندر نما، جیسا کہ سخت بوڑھا بندر، اس کی داڑھی میں فقط سات بال، جیسا کہ گھوڑے کے چند بال ہوتے ہیں اور اس کی آنکھیں بھیانک، دانت خنزیر کی طرح باہر نکلے ہوئے، اونٹ کی طرح سر، بڑے اونٹ کی طرح سینہ، بیل کی طرح کے ہونٹ، نتھنے بڑے بڑے کھلے ہوئے جیسا کہ حجام کا اوزار۔ (الصاوی، ج۵، ص ۱۷۵۲ وغیرہ)

سورۃ الزمر مکیۃ الا ﴿قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم﴾ الایۃ فمدنیۃ، وھی خمس و سبعون آیۃ

سورۃ الزمر مکی ہے سوائے ﴿قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم﴾ جو کہ مدنی ہے، اس میں ۷۵ آیات ہیں

تعارف سورۃ الزمر

اس سورت میں ۸ رکوع، ۱۱۷۲ کلمات اور ۴۹۰۸ حروف ہیں۔ یہ سورت اس وقت نازل ہوئی جب مسلمانوں اور اسلام کے خلاف ظلم وستم کی انتہاء ہوگئی اور مکہ مکرمہ کی فضاء میں اطمنان کی سانس لینا بھی دشوار ہوگیا۔ اور اللہ ﷻ نے ہجرت کے بارے میں حکم ارشاد فرمایا کہ اللہ ﷻ کی زمین وسیع ہے چنانچہ ارشاد باری ﷻ ہوا: ﴿وارض اللہ واسعۃ﴾، چنانچہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حبشہ تشریف لے گئے۔ کفار اپنے دل میں سوچا کرتے تھے کہ ہم سید عالم ﷺ اور ان کے ماننے والوں کو اپنے جیسا بنالیں گے لہذا اللہ ﷻ نے ان کی خام خیالی کو دور کرنے کے لئے اپنے حبیب ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ اے محبوب ﷺ آپ فرمادیں: ﴿قل افغیر اللہ تامرونی اعبد ایھا الجاھلون یعنی اے جاہلو! کیا تم مجھے حکم کرتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں (الزمر:٦٤)﴾۔ یہ وہ دور تھا جہاں کوئی کل بھی سیدھے نہ تھی بلکہ ہر طرف بگاڑ ہی بگاڑ تھا، ایک طرف غیر مسلم طاقتیں اور دوسری جانب اسلام کا آغاز اور مسلمانوں کی پستہ حالی لیکن دینی غیرت ایسی کہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر محض اپنا دین محفوظ کرنے کو اپنا آبائی وطن چھوڑ دیا آج بھی ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہر طرف بگاڑ ہے لیکن اگر کامیابی کی آرزو ہے تو فقط اسلام کے دائرے میں سمانا ہوگا۔ مزید یہ بھی فرمادیا کہ: ﴿لا تقنطوا من رحمۃ اللہ یعنی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو (الزمر:٥٣)﴾ تا کہ پُر امید ہو کر دین اسلام کے کاروان کو آگے بڑھایا جائے۔

رکوع نمبر: ۱۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿تنزیل الکتب﴾القرانِ مُبتَداءٌ﴿من اللہ﴾خبرُہٗ﴿العزیز﴾فی مِلکِہٖ ﴿الحکیم (۱)﴾فی صُنعِہٖ﴿انا انزلنا الیک﴾یامُحمدُ﴿الکتب بالحق﴾مُتَعَلِّقٌ بِاَنزَلنَا﴿فاعبد اللہ مخلصا لہ الدین (۲)﴾مِنَ الشِّرکِ اَی مُوَحِّدا لَّہُ﴿الا للہ الدین الخالص ط﴾لَا یَستَحِقُّہٗ غَیرُہٗ ﴿والذین اتخذوا من دونہ﴾اَلاَصنَامِ﴿اولیاء وقف لازم﴾وھم کُفَّارُ مَکَّۃَ قَالُوا﴿ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی ط﴾قُربٰی مَصدَرٌ بِمَعنٰی قَرِیبًا ﴿ان اللہ یحکم بینھم﴾وبَینَ المُسلِمِینَ﴿فی ماھم فیہ یختلفون ط﴾مِن اَمرِ الدِّینِ فَیُدخِلُ المُومِنِینَ الجَنۃَ والکافِرِینَ النارَ﴿ان اللہ لا یھدی من ھو کذب﴾فی نِسبَۃِ الوَلَدِ اِلَیہِ﴿کفار (۳)﴾بِعِبَادَۃِ غَیرِ اللہِ﴿لو اراد اللہ ان یتخذ ولدا﴾کَمَا قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحمٰنُ وَلَدًا﴿لاصطفی مما یخلق ما یشاء﴾واتَّخَذَہٗ ولدا غَیرَ مَن قالوا مِنَ المَلَائِکَۃِ بَنَاتُ اللہِ وَعُزَیرٌ بنُ اللہِ والمَسِیحُ بنُ اللہِ ﴿سبحنہ ط﴾تنزیھا لہٗ عَن اِتِّخاذِ الوَلَدِ﴿ھو اللہ الواحد القھار (۴)﴾لِخَلقِہٖ﴿خلق السموت والارض بالحق ج﴾مُتَعَلِّقٌ بِخَلَقِ﴿یکور﴾یُدخِلُ﴿الیل

على النهار﴿فيزيد﴾ويكور النهار﴿يدخله ﴿على اليل﴾فيزيد﴾وسخر الشمس والقمر ط كل يجرى﴿في فلكه﴾لاجل مسمى ط﴿ليوم القيمة﴾الاهو العزيز﴿الغالب على امره المنتقم من اعدائه ﴿الغفار(۵)﴿لاوليائه ﴿خلقكم من نفس واحدة﴾اى آدم ﴿ثم جعل منها زوجها﴾حوا﴿وانزل لكم من الانعام﴿الابل والبقر والغنم الضان والمعز﴿ثمنية ازواج ط﴿من كل زوجان ذكر وانثى كما بين في سورة الانعام﴿يخلقكم في بطون امهتكم خلقا من م بعدى﴿اى نطفا ثم علقا ثم مضغا﴿في ظلمت ثلث ط﴿هي ظلمة البطن وظلمة الرحم وظلمة المشيمة ﴿ذلكم الله ربكم له الملك ط لا اله الاهو فانى تصرفون(۶)﴿عن عبادته الى عبادة غيره﴿ان تكفروا فان الله غنى عنكم قف ولا يرضى لعباده الكفر﴿وان اراده من بعضهم﴿وان تشكروا﴾الله فتؤمنوا﴿يرضه﴾بسكون الهاء وضمها مع اشباع دونه اى الشكر﴿لكم ط ولا تزر﴿نفس﴿وازرة وزر﴿نفس﴿اخرى﴾اى لا تحمله ﴿ثم الى ربكم مرجعكم فينبئكم بما كنتم تعملون ط انه عليم م بذات الصدور(۷)﴿بما في القلوب ﴿واذا مس الانسان﴿اى الكافر﴿ضر دعاربه﴾تضرع﴿منيبا﴾راجعا ﴿اليه ثم اذا خوله نعمة﴾اعطاه انعاما﴿منه نسى﴾ترك﴿ما كان يدعوا﴾يتضرع﴿اليه من قبل﴾وهو الله فما في موضع من﴿وجعل لله اندادا﴾شركاء﴿ليضل﴾بفتح الياء وضمها﴿عن سبيله ط﴾دين الاسلام ﴿قل تمتع بكفرك قليلا﴿بقية اجلك﴿انك من اصحب النار(۸) امن﴿بتخفيف الميم ﴿هو قانت﴾قائم بوظائف الطاعات﴿اناء اليل﴾ساعاته﴿ساجدا وقائما﴾في الصلوة﴿يحذر الاخرة﴾اى يخاف عذابها﴿ويرجوا رحمة﴾جنة﴿ربه ط﴾كمن هو عاص بالكفر اوغيره وفي قرائة ام من قام بمعنى بل والهمزة ﴿قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون ط﴾اى لا يستويان كما لا يستوى العالم والجاهل﴿انما يتذكر﴾يتعظ﴿اولوا الالباب(۹)﴾اصحاب العقول.

﴿ترجمہ﴾

کتاب (یعنی قرآن پاک) اتارنا ہے (اپنے ملک میں) غلبہ رکھنے والے (اپنی صنعت میں) حکمت والے اللہ کی طرف سے (تنزیل الکتب مبتدا ہے، من اللہ...... الخ خبر ہے، اے حبیب ﷺ) بیشک ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری ("بالحق" انزل کے متعلق ہے) تو اللہ کو پوجو اس کے لیے دین کو (شرک سے) خالص کرتے ......لہ...... یعنی (شرک سے بچتے ہوئے، یعنی اس کو ایک مانتے ہوئے) ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے (اس کا غیر بندگی کا مستحق نہیں ہے) اور وہ جنہوں نے اس کے سوا (بتوں کو) والی بنالیا (مراد اس سے کفار مکہ ہیں، وہ کہتے تھے) ہم تو انہیں صرف اتنی بات کے لیے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے نزدیک کردیں (زلفی مصدر بمعنی تقریبا ہے) اللہ ان کے (اور مسلمانوں کے) درمیان فیصلہ کردے گا اس کا جس میں (یعنی دین کے معاملہ میں) وہ

اختلاف کررہے ہیں (پس وہ مسلمانوں کو جنت اور کافروں کو دوزخ میں داخل فرمائیگا) بیشک اللہ راہ نہیں دیتا (اسے) جو جھوٹا ہے (اللہ کی طرف اولاد منصوب کرنے کے دعوی میں) بڑا کافر ہے (غیر اللہ کی بندگی کرنے کے سبب) اللہ نے اپنے لئے بچہ بنایا (جیسا کہ کفار کہتے ہیں ﴿اتخذ الرحمن ولدا (مریم:۸۸)﴾) تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا (اور اسے اپنا بچہ بنالیتا، ان مخلوقات کے علاوہ جنہیں کفار بطور اولاد اللہ ﷻ کی طرف منصوب کرتے ہیں کفار بولے: فرشتے اللہ ﷻ کی بیٹیاں ہیں: عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور مسیح اللہ کا بیٹا ہے) پاکی ہے اسے (اللہ اپنے لیے اولاد بنانے سے منزہ ہے) وہی ہے ایک اللہ (اپنی مخلوق پر) غالب اس نے آسمان اور زمین حق بنائے (بالحق یہ خلق کے متعلق ہے) رات کو داخل کرتا ہے (یکور بمعنی ید خل ہے) دن میں (تو دن بڑھ جاتا ہے) اور دن کو داخل کرتا ہے (یکور بمعنی یدخل ہے) رات میں (تو رات طویل ہوجاتی ہے......۲......) اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگایا ہر ایک ایک ٹھہرائی مدت تک (یعنی روز قیامت تک) چلتا ہے (اپنے مدار میں) سنتا ہے وہی عزیز ہے (اپنے امر میں غالب ہے اپنے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے) بخشنے والا ہے (اپنے اولیاء کو) اس نے تمہیں ایک جان (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) سے بنایا پھر اسی سے اس کا جوڑا (یعنی حضرت حوا کو) بنایا اور تمہارے لیے چوپایوں میں سے (اونٹ، گائے، بکریوں، اور بھیڑ سے) آٹھ جوڑے اتارے (اور جوڑوں سے مراد نر اور مادہ ہے، جیسا کہ سورۃ الانعام میں اس کا بیان ہے) تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں بناتا ہے ایک طرح کے بعد دوسری طرح (یعنی نطفہ پھر جما خون پھر پارۂ گوشت) تین اندھیریوں میں (اس سے مراد پیٹ کی اندھیری، رحم کی اندھیری اور بچہ دانی کی اندھیری ہے) یہ ہے اللہ تمہارا رب اسی کی بادشاہی اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں پھر اس (کی عبادت سے غیر کی عبادت کی طرف) کہاں پھیرے جاتے ہو اگر تم ناشکری کرو تو بیشک اللہ بے نیاز ہے......۳......تم سے اور اپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں (اگر چہ بعض بندوں سے وہ اس کا ارادہ فرماتا ہے......۴......) اور اگر شکر ادا کرو (اللہ ﷻ کا اور نتیجے کے طور پر ایمان لے آؤ) تو اسے (یعنی شکر کو) تمہارے لیے پسند فرماتا ہے (یــرضــه کو ھاء ساکنہ مضمومہ اشباع اور بغیر اشباع کے پڑھا گیا ہے، بمعنی شکر) اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اٹھائیگی (لاتزر بمعنی لاتحمل ہے) پھر تمہیں اپنے رب ہی کی طرف پھرنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو تم کرتے تھے بیشک وہ دلوں کی بات جانتا ہے (یعنی تمہارے دلوں کی بات جانتا ہے) اور جب آدمی کو (یعنی کافر کو) کوئی تکلیف پہنچتی ہے اپنے رب کو پکارتا ہے (آہ وزاری کرتے ہوئے) اسی طرف رجوع لاتا (منیبا بمعنی راجعا ہے) پھر جب اللہ نے اسے اپنے پاس سے انعام دیا......۵......(خولنه بمعنی اعطیناه، اور نعمة کے معنی انعاما ہے) تو بھول جاتا ہے (یعنی چھوڑ دیتا ہے) اسے جسے پہلے پکارا تھا (جس کے حضور پہلے گڑگڑایا تھا یعنی اللہ ﷻ کو، یہاں "ما" موصولہ بمعنی من ہے) اور اللہ کے لیے برابر والے ٹھہرانے لگتا ہے (اندادا بمعنی شرکاء ہے) تاکہ بہکادے (لیضل کو یاء مفتوحہ ومضمومہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اس کی راہ (یعنی دین اسلام) سے تم فرماؤ تھوڑے دن (اپنی باقی ماندہ زندگی) اپنے کفر کی ساتھ برت لو بیشک تو دوزخیوں میں ہے کیا وہ جو (امن میم مخفف کے ساتھ پڑھا گیا ہے) فرمانبردار ہے (وظیفۂ طاعت بجالانے والا ہے) رات کی گھڑیوں میں (اس کی ساعتوں میں......۶......) سجود میں اور قیام (بحالت نماز) آخرت سے ڈرتا (یعنی اس کے عذاب سے، یحذر بمعنی یخاف ہے) اور اپنے رب کی رحمت (یعنی جنت) کی آس لگائے (کیا وہ ارتکاب کفر وغیرہ کرنے والے نافرمانوں جیسا ہوجائیگا، ایک قرائت میں ام من هو قانت آیا ہے ام بمعنی بل اور ہمزہ استفہامیہ کے لئے ہے) تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان (یعنی دونوں برابر نہیں جیسا کہ عالم اور جاہل برابر نہیں) نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں (یتذکر بمعنی یتعظ اور اولوا الالباب بمعنی اصحاب العقول ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿تنزیل الکتب من اللہ العزیز الحکیم۝﴾۔

تنزیل الکتب: مبتدا، من: جار، اللہ: موصوف، العزیز الحکیم: صفتان، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انا انزلنا الیک الکتب بالحق فاعبداللہ مخلصا لہ الدین۝﴾۔

انا: حرف مشبہ واسم، انزلنا: فعل "نا" ضمیر ذوالحال "بالحق: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، الیک: ظرف لغو، الکتب: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، اعبد: فعل امر انت ضمیر مستتر ذوالحال، مخلصا لہ الدین: شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، اللہ: اسم جلالت مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الا للہ الدین الخالص والذین اتخذوا من دون اولیاء مانعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی﴾۔

الا: حرف تنبیہ، للہ: ظرف مستقر خبر مقدم، الدین الخالص: مرکب توصیفی مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، الذین: موصول، اتخذوا: فعل بافاعل، من دون: ظرف مستقر حال مقدم، اولیاء: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، مانعبدھم: فعل نفی بافاعل ومفعول، الا: اداۃ حصر، لام: جار، یقربونا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، زلفی: حال، ملکر فاعل "نا" ضمیر مفعول، الی اللہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قول محذوف "یقولون" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ مستانفہ۔

﴿ان اللہ یحکم بینھم فی ماھم فیہ یختلفون﴾۔

ان اللہ: حرف مشبہ واسم، یحکم بینھم: فعل بافاعل وظرف، فی: جار، ما: موصولہ، ھم: فیہ یختلفون: جملہ اسمیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ ﴿ان اللہ لایھدی من ھو کذب کفار۝﴾۔

ان اللہ: حرف مشبہ واسم، لایھدی: فعل بافاعل، من: موصولہ، ھو: مبتدا، کاذب کفار: خبران، ملکر جملہ اسمیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لو اراد اللہ ان یتخذ ولدا لاصطفی مما یخلق ما یشاء﴾۔

لو: شرطیہ، اراد اللہ: فعل وفاعل، ان: مصدریہ، یتخذ ولدا: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، لام: تاکیدیہ، اصطفی: فعل بافاعل، ممایخلق: ظرف لغو، مایشاء: موصولہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿سبحنہ ھو اللہ الوحد القھار۝ خلق السموت والارض بالحق﴾۔

سبحنہ: مصدر فعل محذوف "سبح" کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، ھو: مبتدا، اللہ: موصوف، الوحد القھار: صفتان، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، خلق: فعل "ھو" ضمیر مستتر ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، السموت والارض: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یکور الیل علی النھار ویکور النھار علی الیل وسخر الشمس والقمر کل یجری لا جل مسمی الا ھو العزیز الغفار۝﴾۔

یکور الیل: فعل بافاعل ومفعول، علی النھار: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، و: عاطفہ، یکور النھار علی الیل: فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، سخر: فعل بافاعل، الشمس: معطوف علیہ، و القمر: معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، کل: مبتدا، یجری: فعل بافاعل، لاجل مسمی: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، الا: حرف

تنبیہ،ھو العزیز الغفار خبران،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿خلقکم من نفس واحدۃ ثم جعل منھا زوجھا وانزل لکم من الانعام ثمنیۃ ازواج﴾

خلقکم: فعل بافاعل ومفعول،من نفس واحدۃ: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،ثم:عاطفہ،جعل منھا:فعل بافاعل وظرف لغو،زوجھا:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،انزل لکم:فعل بافاعل وظرف لغو،من الانعام:ظرف مستقر حال مقدم،ثمنیۃ ازواج: ذوالحال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یخلقکم فی بطون امھتکم خلقا من بعد خلق فی ظلمت ثلث﴾

یخلقکم: فعل بافاعل ومفعول،فی بطون امھتکم: ظرف لغو،خلقا:موصوف،من: جار،بعد:مضاف،خلق:مصدر بافاعل،فی ظلمت ثلث: ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ مضاف الیہ،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر صفت،ملکر مفعول مطلق،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ذلکم اللہ ربکم لہ الملک لا الہ الا ھو فانی تصرفونo﴾

ذلکم: مبتدا،اللہ:خبر اول،ربکم:خبر ثانی،لہ الملک: جملہ اسمیہ خبر ثالث،لا:نفی جنس،الہ:موصوف،الا:بمعنی غیر مضاف،ھو:مضاف الیہ صفت،ملکر اسم "موجود"خبر محذوف،ملکر جملہ اسمیہ خبر رابع،ملکر جملہ اسمیہ،ف:مستانفہ،انی:اسم استفہام متعلق بمحذوف حال مقدم،تصرفون:فعل واؤ ضمیر ذوالحال،ملکر نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿ان تکفروا فان اللہ غنی عنکم ولا یرضی لعبادہ الکفر﴾

ان: شرطیہ،تکفروا:جملہ فعلیہ شرط،ف: جزائیہ،ان اللہ:حرف مشبہ واسم،غنی عنکم: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،لایرضی لعبادہ:فعل نفی بافاعل وظرف لغو،الکفر:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وان تشکروا یرضہ لکم ولا تزروازرۃ وزراخری﴾

و: عاطفہ،ان:شرطیہ،تشکروا:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط،یرضہ لکم:فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ،و:عاطفہ،لا تزر:فعل نفی،وازرۃ:فعل،وزراخری:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم الی ربکم مرجعکم فینبئکم بما کنتم تعملون انہ علیم بذات الصدورo﴾. ثم: عاطفہ،الی ربکم:ظرف مستقر خبر مقدم،مرجعکم:مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،ف: عاطفہ،ینبئکم:فعل بافاعل ومفعول،بما کنتم تعملون: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،انہ:حرف مشبہ واسم،علیم بذات الصدور:شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واذا مس الانسان ضردعا ربہ منیبا الیہ﴾

و: عاطفہ،اذا:ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،مس الانسان:فعل ومفعول،ضر: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط،دعا:فعل "ھو"ضمیر مستتر ذوالحال،منیبا الیہ:شبہ جملہ حال،ملکر فاعل،ربہ:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ثم اذا خولہ نعمۃ منہ نسی ما کان یدعوا الیہ من قبل وجعل للہ اندادا لیضل عن سبیلہ﴾

ثم: عاطفہ،اذا:ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،خولہ:فعل بافاعل ومفعول،نعمۃ:موصوف،منہ:ظرف مستقر صفت،ملکر مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط،نسی:فعل بافاعل،ما:موصولہ،کان:فعل ناقص بااسم،یدعوا الیہ من قبل: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،جعل:فعل بافاعل،للہ:ظرف مستقر مفعول اول،اندادا:مفعول ثانی،لیضل عن سبیلہ: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قل تمتع بکفرک قلیلا انک من اصحٰب النار۝﴾۔

قل: قول، تمتع بکفر: فعل امر با فاعل وظرف لغو، قلیلا: ظرف زمان، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، انک: حرف مشبہ واسم، من اصحٰب النار: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿امن ھو قانت اٰناء الیل ساجدا وقائما یحذر الاٰخرۃ ویرجوا رحمۃ ربہ﴾۔

ام: منقطعہ بمعنی بل، من: موصول، ھو: مبتدا، قانت: اسم فاعل با "ھو" ضمیر ذوالحال، ساجدا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، قائما: معطوف، ملکر حال اول، یحذر الاٰخرۃ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ویرجوا رحمۃ ربہ: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر حال، ملکر فاعل، اٰناء الیل: ظرف، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر صلہ، ملکر "خیر" خبر محذوف کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالبٰب۝﴾۔

قل: قول، ھل: حرف استفہام للنفی، یستوی: فعل، الذین یعلمون: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، الذین لا یعلمون: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ قولیہ، ملکر جملہ قولیہ، انما: حرف مشبہ وما کافہ، یتذکر: فعل، اولوا الالباب: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆...... امن ھو قانت اٰناء اللیل ساجدا ......☆ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق وعمر رضی اللہ عنہما کی شان میں نازل ہوئی اور حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت عمار اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہم کے حق میں نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اخلاص کا بیان:

[۱]...... الخالص بمعنی الصافی ہے، مطلب یہ ہے کہ کسی چیز سے ملاوٹ کو دور کرنا اس چیز کے خالص ہونے کی دلیل ہے، اور صافی یہ ہے کہ اس میں کوئی ملاوٹ والی چیز ہی نہ ہو، جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ میں نے اسے خالص کیا تو وہ خالص ہوگئی۔ اور اسی سے اللہ کے فرمان: ﴿ونحن لہ مخلصون (البقرۃ:۱۳۹)﴾، ﴿انہ من عبادنا المخلصین (یوسف:۲٤)﴾ ہے کیونکہ اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے ماسوا سے برائت حاصل ہوجائے۔ (المفردات، ص ١٦١)

☆...... سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی وہ نیت کرے تو جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوگی تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہی ہے اور جس کی ہجرت دنیا پانے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے، جس کی طرف اس نے ہجرت کی''۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب: ما جاء انما الاعمال ......، رقم: ٥٤، ص ١٣)

☆...... سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسلمانوں کا ایک گروہ جہاد کرتے ہوئے جب ایک بیابان علاقے میں پہنچے گا تو اس گروہ کے اگلے پچھلے لوگ زمین میں دھنس جائیں گے''۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کے اگلوں اور ان پچھلوں کو زمین میں کیسے دھنسایا جائے گا حالانکہ ان کے ساتھ ان کے مویشی اور ایسے لوگ بھی ہونگے جو ان میں سے نہیں ہونگے؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان کے اولین وآخرین کو زمین میں دھنسایا جائے گا پھر انہیں ان کی نیتوں پر اٹھایا جائے گا''۔

(صحيح البخاری، كتاب البيوع، باب:ما ذكر في الاسواق، رقم:۲۱۱۸،ص ۳۴۰)

☆......رسول مقبول بی بی آمنہ کے گلشن کے مہکتے پھول ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ایسے لوگوں کے بارے میں دریافت کیا گیا جو بہادری جتلاتے، حمیت اور ریاکاری کے لئے جہاد کرتے ہیں کہ ان میں سے کون راہ خدا کا مجاہد ہے؟ سید عالم ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا: ''جو اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے لڑے وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہے''، ایک نسخہ میں ہے: ''وہی راہ خدا کا مجاہد ہے''۔

(صحيح مسلم، كتاب الامارة، باب:من قاتل لتكون كلمة الله، رقم: (۴۸۱۵)/۱۹۰۴،ص ۲۳۲)

☆......سید المبلغین رحمۃ للعالمین ﷺ کا فرمان عالیشان ہے: ''اللہ آخرت کی نیت پر دنیا عطا فرمادیتا ہے لیکن دنیا کی نیت پر آخرت عطا فرمانے سے انکار فرمادیتا ہے''۔ (كنز العمال، كتاب الاخلاق، قسم الاول، حرف الزاي، باب الزهد، رقم:۶۰۵۳،ج۲،ص ۷۵)

☆......دوجہاں کے تاجور سلطان بحر و بر ﷺ کا فرمان منفرد نشان ہے: ''اللہ کی رضا کے لئے اعمال میں اخلاص پیدا کرو کیونکہ اللہ وہی عمل قبول کرتا ہے جو اس کے لئے اخلاص کے ساتھ کیا جائے'' (سنن دار القطني، كتاب الطهارات، باب النية، رقم: ۱۳۰،ج۱ص ۷۳)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! اللہ کے لئے اخلاص کے ساتھ عمل کرو کیونکہ اللہ وہی اعمال قبول فرماتا ہے جو اس کے لئے اخلاص کے ساتھ کئے جاتے ہیں اور یہ مت کہا کرو کہ میں نے یہ کام اللہ اور رشتے داری کی وجہ سے کیا ہے''۔(المرجع السابق)

☆......سید عالم نور مجسم ﷺ کا فرمان ہے: ''اعمال ایک برتن کی مانند ہوتے ہیں یعنی جب برتن کا پیندہ اچھا ہوگا تو اس کا بالائی حصہ بھی اچھا ہوگا''۔

(سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب التوقي على العمل، رقم:۴۱۹۹،ص ۶۹۷)

☆......شہنشاہ خوش خصال، پیکر حسن و جمال ﷺ کا فرمان مبارک نشان ہے: ''اللہ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال پر نظر نہیں فرماتا بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال پر نظر رکھتا ہے''۔

(صحيح مسلم، كتاب الادب، باب:تحريم ظلم المسلم، رقم:(۶۴۳۷)/۲۵۶۴،ص ۱۲۷۰)

☆......اللہ کے محبوب دانائے غیوب ﷺ فرماتے ہیں: ''اللہ وہی عمل پسند فرماتا ہے جو اخلاص کے ساتھ اس کی رضا جوئی کے لئے کیا جائے''۔

(سنن النسائي، كتاب الجهاد، باب :من غزا يلتمس ،رقم: ۳۱۳۹،ص ۷۴۷)

☆......دافع رنج و بلا ﷺ کا فرمان ہے: ''بندہ جب اعلانیہ طور پر نماز پڑھے جو اچھی طرح سے ادا کرے اور جب پوشیدہ طور پر پڑھے تو بھی اچھی طرح سے پڑھے تو اللہ فرماتا ہے: ''یہی میرا بندہ ہے''۔

(سنن ابن ماجه ،ابواب الزهد، باب التوقي على العمل، رقم : ۴۲۰۰،ص ۶۹۷)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جب الحزن سے پناہ مانگو''، مسلمانوں نے پوچھا: جب الحزن کیا ہے؟ فرمایا: ''وہ جہنم کی ایک وادی ہے جس سے جہنم بھی ہر روز سو مرتبہ پناہ طلب کرتا ہے''؟ ہم نے عرض کی: یارسول اللہ! اس میں کون داخل ہوگا؟ فرمایا: ''وہ قاری جو دکھانے کے لئے عمل کرتا ہے''۔ (سنن الترمذي ،كتاب الزهد،باب: ماجاء في الرياء والسمعة، رقم : ۲۳۹۰،ص ۶۹۰)

آسمان، زمین، دن اور رات کا سِتر کرنا:

ع......اللہ ﷻ نے بنی نوع انسان پر کئی احسانات کئے ہیں جس میں سے ایک احسان یہ ہے کہ اس نے سر چھپانے کو آسمان دیا کہ یہی آسمان ہم پر ستر کا کام دیتا ہے، رہنے کے لئے زمین دی کہ یہی زمین ہمیں ستر کا کام دیتی ہے، رات کی نعمت عطا کی جس میں بعض وہ معاملات بھی ہوتے ہیں جو عموماً دن کے اجالے میں نہیں ہوتے گویا رات ستر کا کام دے رہی ہے، دن کی نعمت عطا فرمائی جو رات کی سیاہی کو چھپا لیتا ہے۔ ہم ستر کے معنی کو اس لئے بیان کر رہے ہیں کہ الغفار کا ایک معنی ستر بھی ہوتا ہے، ہم نے اسی عنوان کے

تحت کلام کرنا ہے، الغرض کئی اعتبار سے ستر کے معاملات ہوتے ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱)......ایک ستر ظاہری ہے اور ایک ستر باطنی۔ انسان کا ستر ظاہری کپڑوں سے ڈھانپا جاتا ہے، جس کا حکم بھی ہے، باطنی ستر یہ کہ انسان کے وجود میں خون کی شریانیں، پھیپھڑے، دل، گردے، مثانے، آنتیں، معدہ سب کو اللہ نے باطنی ستر کر دیا، انسان اپنے پیٹ میں غلاظت لئے پھرتا ہے لیکن جب شرعی اصولوں کے مطابق طہارت کا اہتمام کر لے تو اللہ عزوجل کے گھر میں داخل ہو سکتا ہے۔

(۲)......کہا جاتا ہے کہ خالی ذہن شیطان کی آماجگاہ ہوا کرتا ہے، کتنے وساوس آتے ہیں، بُرے بُرے خیالات و تفکرات جنم لیتے ہیں اور بسا اوقات یہی خیالات و تفکرات انسانی ذہن کی تباہی کا سبب بھی بنتے ہیں، کسی کے ذہن میں چوری کرنے کا خیال آتا ہے تو کوئی زنا کا ذہن بناتا ہے، کسی کے ذہن میں جُوئے کا پروگرام بن رہا ہے تو کسی کے ذہن میں اغواء برائے تاوان کی خیال بندی ہو رہی ہے، لیکن قدرت کتنی مہربان ہے کہ ان تمام تفکرات کی موجودگی میں بھی ستر کر دیا ہے کہ جب تک انسان اپنی حرکات سکنات یا قیل وقال سے دوسرے انسان کو آگاہ نہ کرے، ستر قائم رہتا ہے۔

(۳)......ماقبل ذہن کے گناہ کی ایک صورت بیان ہوئی اب جوارح کے گناہ کو بھی دیکھ لیں کسی نے کسی انسان کو نقصان پہنچایا جب تک شرعی تقاضے پورے نہ ہو لیں اس وقت تک نہ چور کو سزا ہوتی ہے نہ ہی جرمانہ قائم کیا جاتا ہے۔ الغرض یہاں بھی ستر کی صورت پائی جارہی ہے کہ ہو سکتا ہے جس کے ساتھ زیادتی کی گئی ہے وہ معاف ہی کر دے، گویا اللہ نے اُسے معاف کرنے کی توفیق دے کر دیگر لوگوں کے سامنے گناہ کھلنے سے ستر کا اہتمام فرمایا۔

(۴)......دن میں کھلے آسمان کے تلے کی جانے والی غیبتیں، عیب دریاں، چغلیاں، بہتان بازیاں ایسے گناہ ہیں کہ جب تک جس کے بارے میں کی گئی ہیں انہیں پتہ نہ چل جائے معافی مانگنا واجب نہیں کرتیں، ورنہ جس کی غیبت یا چغلی کی ہے اس سے معافی بھی مانگنی پڑے گی اور توبہ بھی کرنا ہوگی، گویا ایک حد تک اس میں بھی ستر کرنے کا سامان ہے لہٰذا انسان کو بچنا چاہیے۔

☆......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہ کرے اور نہ اس کو بے عزت کرے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے اللہ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان سے مصیبت دور کرتا ہے اللہ اس سے قیامت کے دن کی مصیبت دور کرے گا، اور جو کسی مسلمان کا ستر رکھتا ہے قیامت کے دن اللہ اس کا ستر رکھے گا“۔ (صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب: لا یظلم المسلم المسلم، رقم: ۲٤٤۲، ص ۳۹٤)

☆......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن مومن اپنے رب کے نزدیک ہوگا حتیٰ کہ اللہ اس کے اوپر اپنی حفاظت کا بازو رکھ دیگا، پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور اس سے پوچھے گا: تو فلاں گناہ کو پہچانتا ہے؟ وہ کہے گا: اے میرے رب! میں پہچانتا ہوں، اللہ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تجھ پر ستر کیا اور آج میں تجھے بخش دیتا ہوں، پھر اس کی نیکیوں کا صحیفہ لپیٹ دیا جائے گا اور رہے کفار تو تمام لوگوں کے سامنے ان کو ندا کی جائے گی یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کو جھٹلایا“۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: قوله تعالی والی مدین اخاهم شعیبا، رقم: ٤٦٨٥، ص ۸۰٦)

اللہ عزوجل کا بے نیاز ہونا:

۳۔......اللہ عزوجل کسی مکلف کو اپنی ذات کے لئے حاصل ہونے والے نفع کی طرف اور نہ ہی نقصان کی جانب مجبور نہیں کرتا، کیونکہ اللہ علی الاطلاق غنی ہے، اور اس کے غنی ہونے کی درج ذیل وجوہ ہو سکتی ہیں:

(۱)......اللہ عزوجل اپنی ذات وصفات میں واجب الوجود ہے، اور جو ایسا ہو وہ سب سے علی الاطلاق بے نیاز ہوتا ہے۔

(۲)......اگر اللہ عَزَّوَجَلَّ محتاج ہو تو یہ احتیاج یا تو قدیم ہوگی یا حادث، اول صورت تو باطل ہے اس لئے کہ ازل میں جو تخلیق ہوئی اس کی طرف اللہ کا محتاج ہونا محال ہے، اس لئے بھی کہ المخلق اور الازل میں باہم تناقض (تضاد) ہے، اور ثانی اس لئے محال ہے کہ حاجت نقصان ہے اور حکیم (دانا) اپنی ذات کے نقصان والے پہلو کی جانب کسی کو نہیں بلاتا۔

(۳)......بدیہی طور پر ہم جانتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ زمین وآسمان کے پیدا کرنے پر قادر ہے، اسی طرح سورج، چاند، ستارے، عرش، کرسی، عناصر اربعہ، موالید ثلاثہ کے پیدا کرنے پر بھی قادر ہے، اور جو ایسا ہو اسے اسی کے بندوں کی نماز، روزہ سے فائدہ یا نہ پڑھنے کی صورت میں نقصان پہنچتا ہو، پس ثابت ہوا کہ تمام عالمین کی نفع ونقصان والی ہر چیز سے اللہ بے نیاز ہے۔(الرازی، ج۹، ص ٤٢٥)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ارشاد فرماتا ہے: ''تم لوگوں پر خرچ کرو، میں تم پر خرچ کروں گا اور آپ نے فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کا (بے مثل) ہاتھ بھرا ہوا ہے خرچ کرنے سے اس میں کوئی کمی نہیں آتی، رات اور دن کا مسلسل خرچ اس میں کمی نہیں کرسکتا، یہ بتاؤ کہ جب سے اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے وہ جب سے خرچ کر رہا ہے اور اس کے (بے مثل) ہاتھ میں کوئی کمی نہیں آئی، اس کا عرش پانی پر تھا اور اس کے ہاتھ میں ترازو ہے، جس (کے پلڑوں) کو وہ پست کرتا اور بلند کرتا ہے''۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: و کان عرشه علی الماء، رقم: ٤٦٨٤، ص ٨٠٦)

رضا بالقدر کا بیان اور معتزلہ کا رد:

☆......اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان: ﴿ولا یرضی لعبادہ الکفر اور اپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں(الزمر:۷)﴾۔ اس آیت کے تحت معتزلہ کے اعتراض ہیں جن کے جوابات امام رازی نے دیئے ہیں، ہم معتزلہ کے اعتراض و امام رازی کے جوابات لکھتے ہیں:

اس آیت سے ثابت ہوا کہ کفر اور ناشکری کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیدا نہیں کیا، بلکہ ان افعال کو بندے خود پیدا کرتے ہیں، کیونکہ اگر کفر اور ناشکری کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیدا کیا ہوتا تو یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قضاء وقدر سے ہوتے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قضاء وقدر سے راضی ہونا واجب ہے، تو پھر کفر سے بھی راضی ہونا واجب ہوتا، حالانکہ کفر سے راضی ہونا خود کفر ہی ہے۔

(۱)......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿ولا یرضی لعبادہ الکفر اور اپنے بندوں کی ناشکری اسے پسند نہیں(الزمر:۷)﴾، یہاں بندوں سے مراد مومنین ہیں، اور قرآن مجید کا یہ اسلوب ہے کہ وہ عباد سے مومنین مراد لیتا ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض هونا اور رحمٰن کے وہ بندے جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں (الفرقان:٦٣)﴾، ﴿ان عبادی لیس لک علیهم سلطٰن بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں (الحجر:٤٢)﴾۔

(۲)......ہم کہتے ہیں امام رازی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ مومنوں کے کفر اور ان کی ناشکری سے راضی نہیں ہوتا اور کافروں کے کفر اور ان کی ناشکری سے راضی ہوتا ہے، حالانکہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کفر اور ناشکری سے مطلق ناراض ہوتا ہے چہ جائے کہ اس کا صدور مومن سے ہو یا کافر سے۔

(۳)......ہمارا کہنا یہ ہے کہ کفر اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ارادہ سے ہے، اس کی رضا سے نہیں، رضا کا معنی ہے کسی کام کی مدح کرنا اور اس کی تعریف وتحسین کرنا، جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمان: ﴿لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے(الفتح:١٨)﴾، اللہ کفر وناشکری کی داد وتحسین نہیں فرماتا کیونکہ وہ ان سے راضی نہیں ہے۔

(۴)......امام رازی کا قول ہے کہ ان کے استاد اور والد ضیاء الدین عمر اس اعتراض کا جواب یہ دیتے ہیں کہ کسی فعل پر ملامت نہ کرنا اور

اعتراض نہ کرنا اور رضا کا معنی ارادہ کرنا نہیں ہے، اللہ نے کافروں میں کفروناشکری پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا ہے، وہ ان افعال سے راضی نہیں ہے کیونکہ اس نے کفروناشکری کی مذمت کی ہے۔

(۵)......رضا و ارادہ ایک ہی ہو تو آیت کا معنی یہ بنے گا کہ اللہ اپنے تمام بندوں کے لئے کفر کا ارادہ نہیں کرتا، لیکن اس عموم سے کفار کو خاص کرلیا گیا ہے اور اللہ کافروں کے کفر کا ارادہ کرتا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے ﴿وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ اور تم کیا چاہو مگر یہ کہ اللہ چاہے (الدھر: ۳۰)﴾۔ (الرازی، ج۹، ص ۴۲۵ وغیرہ)

شرعی نقطہ نگاہ سے جزاوسزا کا اعتبار:

۵......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ولا تزر وازرۃ وزر اخری ثم الی ربکم مرجعکم فینبئکم بما کنتم تعملون انہ علیم بذات الصدور واذا مس الانسان ضر دعا ربہ منیبا الیہ ثم اذا خولہ نعمۃ منہ نسی ما کان یدعوا الیہ اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائیگی پھر تمہیں اپنے رب ہی کی طرف پھرنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو تم کرتے تھے بیشک وہ دلوں کی بات جانتا ہے اور جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اپنے رب کو پکارتا ہے اسی طرف جھکا ہوا پھر جب اللہ نے اسے اپنے پاس سے کوئی نعمت دی تو بھول جاتا ہے جس لئے پہلے پکارا تھا (الزمر: ۷تا۸)﴾

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کے فضل کا سوال کرو کیونکہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے اور افضل عبادت مصیبت پر صبر کرنا ہے''۔

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: فی انتظار الفرج، رقم: ۳۵۸۲، ص ۱۰۲۴)

☆......حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ شہنشاہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ سے عافیت کا سوال کرو''۔

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: فی العفو والعافیۃ، رقم: ۳۶۰۵، ص ۱۰۲۹)

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص بھی قتل کیا جائے گا اس کے گناہوں میں سے ایک حصہ پہلے ابن آدم پر ہوگا''۔ (صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب: ومن احیاھا، رقم: ۶۸۶۷، ص ۱۱۸۳)

☆......حضرت جریر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اسلام میں کسی نیک طریقہ کو شروع کیا اس کو اپنے فعل کا بھی اجر ملے گا اور اس کے بعد جو لوگ اس طریقے پر عمل کریں گے ان کا بھی اجر ملے گا اور بعد والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی، اور جس نے اسلام میں کسی برے طریقے کو شروع کیا اسے اپنے فعل کا بھی گناہ ملے گا اور اس کے بعد جو لوگ بھی اس طریقے پر عمل کریں گے ان کے عمل کا بھی اس کو گناہ ہوگا اور بعد والوں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی''۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب اتباع السنۃ، باب: من سن سنۃ، رقم: ۲۰۳، ص ۵۳)

جہاں تک متذکرہ بالا آیت کے مضمون کا تعلق ہے کہ کوئی جان کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ کل قیامت میں انسان اپنے گناہوں کے بوجھ میں دبا ہوا ہوگا، ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ انسان گناہ کرنے سے پہلے اس کی شامت خیزی پر غور وفکر کرلے۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: ﴿یحملون اوزارھم علی ظھورھم یعنی اپنی پیٹھوں پر گناہوں کا بوجھ اٹھاتے ہونگے (الانعام: ۳۱)﴾۔ پیش نظر آیت میں ''وزر'' کو'' وازر'' پر محمول کیا گیا ہے، اس سے مراد وہ حاکم وقت ہے جو اپنی رعایا (پر ہونے والے مظالم کا) بوجھ اٹھائے گا۔ قیامت کے دن بیٹا اپنی ماں سے ملاقات کرے گا، ماں کہے گی اے میرے لخت جگر! کیا میری گود تیرے لئے آرام گاہ نہیں تھی، میرا دودھ تیرے لیے خوراک نہیں تھا، میرا پیٹ تیرے لیے جائے مسکن نہیں تھا، بیٹا کہے گا کیوں نہیں والدہ محترمہ، ایسا

ہی تھا۔ ماں کہے گی میرے گناہوں کا بوجھ بڑا بھاری ہے تو اس میں سے ایک گناہ کا بوجھ اٹھالے، بیٹا کہے گا: ''ماں آج کے دن میں اپنے بوجھ اٹھانے میں مشغول ہوں''۔ اس آیت اور ذیل میں دی گئی احادیث سے بی بی عائشہ نے استدلال کیا ہے کہ زندہ لوگوں کے میت پر رونے کی وجہ سے میت کو عذاب نہیں ہوتا۔ (الجامع الاحکام القرآن، الجزء١٥، ص ٢٠٢)

احادیث طیبہ سے نماز تہجد کے فضائل وبرکات:

۶.....سید عالم ﷺ تہجد کا اہتمام فرمایا کرتے تھے، اور اس کی ترغیب احادیث طیبہ میں بھی ملتی ہے درج ذیل ہم اسی موضوع پر احادیث ذکر کرتے ہیں:

☆.....اسود بیان کرتے ہیں کہ بی بی عائشہ سے سوال کیا گیا کہ سید عالم ﷺ رات میں کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ بی بی عائشہ نے جواب دیا: سید عالم ﷺ رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے، آپ ﷺ چار رکعات پڑھتے، تم اس کے حسن وطول کو نہ پوچھو، پھر چار پڑھتے، تم ان کے حسن وطول کو نہ پوچھو، پھر تین رکعات (وتر) ادا فرماتے، بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ وتر پڑھنے سے پہلے ہی سو جاتے ہیں؟ فرمایا: ''اے عائشہ! میری آنکھ سوتی دل نہیں سوتا''۔

(صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب: قیام النبی ﷺ باللیل، رقم: ١١٤٧، ص ١٨٣)

☆.....حضرت بی بی عائشہ بیان کرتی ہیں کہ نبی پاک ﷺ رات کو نماز میں اتنا قیام کرتے تھے کہ آپ کے دونوں پاؤں مبارک متورم ہو جاتے، بی بی عائشہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ اس قدر مشقت کیوں کرتے ہیں؟ حالانکہ اللہ نے آپ کے صدقے آپ کے اگلے پچھلوں کے گناہ بخش دیئے، آپ نے فرمایا: ''کیا میں اس کو پسند نہ کروں کہ میں اللہ کا شکر گزار بندہ ہو جاؤں، پھر جب آپ ﷺ کا جسم بھاری ہو گیا تو آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے کھڑے ہو جاتے، پھر رکوع کرتے''۔

(صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: قوله لیغفر لك الله ما تقدم، رقم: ٤٨٣٧، ص ٨٥٦)

☆.....حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ نماز حضرت داؤد کی نماز ہے، اور سب سے پسندیدہ روزے بھی حضرت داؤد کے ہیں، وہ نصف رات سوتے اور تہائی رات نماز میں قیام کرتے، پھر رات کے چھٹے حصے میں سوتے تھے (یعنی اگر چھ گھنٹے ہیں تو تین گھنٹے سوتے، پھر دو گھنٹے نماز ادا فرماتے اور ایک گھنٹہ سوتے تھے علی ہذا القیاس) اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے''۔ (صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب: من نام عند السحر، رقم: ١١٣١، ص ١٨١)

☆.....حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص جب سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر یہ پڑھ کر تین گرہیں لگا دیتا ہے: تمہاری رات بہت لمبی ہے سو جاؤ، جب وہ بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جو وہ وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور جب وہ نماز پڑھتا ہے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے، پھر صبح کو وہ تر و تازہ اور خوشگوار حال میں اٹھتا ہے ورنہ سستی کا مارا ہوا نحوست کے ساتھ اٹھتا ہے''۔ (صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب: عقد الشیطان علی، رقم: ١١٤٢، ص ١٨٣)

☆.....حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ سلطان با قرینہ ﷺ فرماتے ہیں: ''ہمارا رب ہر رات کو جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو فرماتا ہے کہ کوئی جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کر لوں، کوئی ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اس کو عطا کر دوں، کوئی ہے جو مجھ سے بخشش مانگے تو میں اس کو بخش دوں''۔ (صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب: الدعاء والصلوة من آخر اللیل، رقم: ١١٤٥، ص ١٨٣)

☆.....حضرت عمر بن العاص ﷛ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''اے عبد اللہ! تم فلاں شخص کی مثل نہ ہو جانا، وہ پہلے رات کو نماز میں قیام کرتا تھا پھر اس نے رات کو قیام کرنا چھوڑ دیا''۔ (صحیح البخاری، کتاب التهجد، باب: ما یکره من ترك قیام،

رقم: ۱۱۵۲، ص ۱۸٤)

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ شہنشاہ کائنات ﷺ نے فرمایا: ''رات میں ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ جس میں اللہ بندے سے قریب ہوتا ہے پس اگر تجھے استطاعت ہوتو اس گھڑی میں اللہ کی یاد بجالاتا کہ اس کا فضل تجھے مل جائے''۔

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: ۱۱۸/ ۱۲۷، رقم: ۳۵۹۰، ص ۱۰۲٦)

☆......حضرت بلال رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تم رات کی نماز کے قیام کو لازم پکڑلو کیونکہ یہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور رات کے قیام سے اللہ کا قُرب حاصل ہوتا ہے اور رات کا قیام گناہوں کو روکتا ہے اور گناہوں کا کفارہ ہے اور جسمانی بیماریوں کو دور کرتا ہے''۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: ۱۰۱/ ۱۱۳، رقم: ۳۵٦۰، ص ۱۰۱۸)

☆......حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے: ''ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة اے اللہ! تو ہمیں دنیا میں اور آخرت میں بھلائی عطا فرما''۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: ۷۲/ ۷۳ رقم: ۳٤۹۹، ص ۱۰۰۳)

اغراض:

الا قل یا عبادی: سورۃ الزمر مکی ہے سوائے متذکرہ آیت ﴿قل یا عبادی﴾ کے، جو کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ قاتل امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے بارے نازل ہوئی، کیونکہ یہ مدینہ منورہ میں اسلام لائے تھے اور ظاہر یہی ہے کہ فقط یہی ایک آیت مدنی ہے اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ کل سات آیات مدنی ہیں اور یہ آیت چھ کے بعد والی ہے، ایک قول کے مطابق دو آیات مدنی ہیں اور یہ دوسری آیت ﴿اللہ نزل احسن الحدیث﴾ ہے، پس اس صورت میں تین اقوال ہوئے چنانچہ ایک قول ایک آیت کے مدنی ہونے کا، دوسرا دو آیات کے مدنی ہونے کا اور تیسرا سات آیات کے مدنی ہونے کا ہے۔

متعلق بانزل: باء سببیہ ہے، معنی یہ ہے کہ وہ حق جس کے ثابت کرنے اور اظہار کرنے کے لئے آپ تشریف لائے ہیں۔

ای موحدا له: بمعنی مفردا له ہے، عبادت واخلاص اختیار کرنے کے اعتبار سے، کیونکہ نہ تو عمل اور نہ ہی نیت غیر خدا کے لئے ہونی چاہیے۔ **وبین المسلمین:** میں اس جانب اشارہ ہے کہ مقابل محذوف ہے۔

فیدخل المومنین الجنة: حکم کے ذریعے فریق آخر سے مومنین کو ممتاز کردیا گیا۔

غیر من قالوا: یعنی فرشتوں کو اللہ ﷻ کی بیٹیاں کہنے کے سوا دوسری بات یہود نے کی اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے عزیر کو اللہ کا بیٹا کہا۔

تنزیها له عن اتخاذ الولد: یہ بات عقلی ونقلی دونوں طرح سے ناممکن ہے، عقلی اعتبار سے اس لئے کہ اولاد والدین کی جنس سے ہوا کرتی ہے اور ایسا ہونا باطل ہے، نقلی اس طور پر کہ آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور کتب سماویہ اس بات پر دلیل ہیں کہ اللہ اولاد سے پاک ہے۔ **فیزید:** اس پر کلام ہوچکا کہ زیادتی کی انتہاء چودہ گھنٹے اور کمی کی انتہاء دس گھنٹے ہیں، پس زیادتی چار گھنٹے کی ہے جو کہ کبھی دن میں ہوجاتی ہے اور کبھی رات میں ہوجاتی ہے۔

لیوم القیامة: پس سورج و چاند کا نظام دنیا کے اختتام پر ختم ہوجائے گا، کیونکہ یہ دنیا کی مصلحتوں کی وجہ سے کام کررہے ہیں، پس جب عالم ختم ہوجائے گا تو ان کا نظام بھی ختم ہوجائے گا۔

ای نطفا: اس میں کچھ ترتیب ہے، پہلے نطفہ، پھر علقہ اور بعد میں مضغہ، پس مناسب یہ ہے کہ یوں کہا جائے: یعنی ہم نے حیوان کو ٹھیک بنایا کہ ہڈیوں پر گوشت پہنایا، اور یہ ہڈیاں مضغہ بننے پر ہوئیں اس سے پہلے حیوان علقہ کی صورت میں تھا اور ابتدائی مراحل میں یہ نطفہ کی صورت میں ماں کے رحم میں تھا۔

المشیمۃ: بروزن کریمۃ ہے،اس کی اصل مشیمۃ شین کے سکون اور یاء کے کسرہ کے ساتھ ہے، پھر یاء کی کسرہ کو ماقبل کے اعتبار سے ساکن کر دیا، غلاف اور کیس (جیب) کے معنی میں آتا ہے اور یہ بھی مراد ہے کہ بغیر اولاد کے انسان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔وان ارادہ من بعضھم: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ رضا اور ارادہ دو علیحدہ چیزیں ہیں، کیونکہ کبھی رضا ہوتی ہے لیکن ارادہ نہیں پایا جاتا اور کبھی اس کے برعکس بھی ہوا کرتا ہے اور امر و رضا کے مابین تلازم لازم ہوتا ہے اور معتزلہ کا مسلک جدا ہے ان کے نزدیک رضا اور ارادہ میں تلازم ضروری ہے اور انہوں نے اس پر امور فاسدہ کی بنیاد رکھی ہے، علماء کہتے ہیں کہ یہاں چار امور پائے جاتے ہیں: کبھی حکم وارادہ پایا جاتا ہے مراد مومنین کا ایمان ہے، اور کبھی نہ تو حکم ہوتا ہے اور نہ ہی ارادہ پایا جاتا ہے جیسا کہ کفر، کبھی حکم ہوتا ہے لیکن ارادہ نہیں پایا جاتا جیسا کہ کافروں میں سے کسی کا ایمان لانا، اور کبھی ارادہ پایا جاتا ہے لیکن حکم نہیں ہوتا جیسا کہ کافروں میں سے کسی کا کفر۔ای الکافر: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿الانسان﴾ میں الف لام عہد خارجی کا ہے۔

اعطاہ انعاما: یعنی انعام واحسان کے طور پر عطا فرمانا، پس "انعاما" مفعول ہے "لاجلہ" کا، کیونکہ بغیر کسی تقاضے کے کسی چیز کا مالک بنانا فضل واحسان کی بنا پر ہوا کرتا ہے۔

ساعاتہ: یعنی اول، اوسط اور آخر گھڑیاں مراد ہیں، اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ قیام لیل باعث فضیلت ہے، حدیث میں ہے: "ہمیشہ جبرائیل مجھے رات کے قیام کی وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے لگا کہ میری امت کو اختیار ہے کہ وہ نہ سوئے"۔

ھو اللہ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿ما کان یدعوا﴾ میں "ما" موصولہ ہے، اور اس سے اللہ عزوجل کی ذات مراد ہے اور یہ بھی درست ہے کہ اس سے "الضر" مراد لیا جائے یعنی اس تکلیف کو بھلا دینا جس کے دور کرنے کے لئے دعا کی جائے اور یہ بھی صحیح ہے کہ "ما" مصدریہ ہو معنی یہ ہے کہ نعمتوں کا مالک بنائے جانے سے پہلے اللہ کی بارگاہ میں تضرع کرنے کو بھول جائے لیکن ظاہر قول یہی ہے جو مفسر نے کیا ہے۔ (الصاوی، ج۵،ص۱۰۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۶

﴿قل یعباد الذین امنوا اتقوا ربکم ط﴾ای عَذَابَہ بِاَنْ تُطِیْعُوْہُ﴿للذین احسنوا فی ھذہ الدنیا﴾بِالطَّاعَۃِ﴿حسنۃ﴾ھِیَ الجَنَّۃُ﴿وارض اللہ واسعۃ ط﴾فَھَاجِرُوا اِلَیْھَا مِن بَیْنِ الکُفَّارِ وَمُشَاھَدَۃِ المُنْکَرَاتِ﴿انما یوفی الصبرون﴾عَلَی الطَّاعَاتِ وما یُبْتَلُوْنَ بہ ﴿اجرھم بغیر حساب (۱۰)﴾بِغَیْرِ مِکْیَالٍ ولا مِیْزَانٍ ﴿قل انی امرت ان اعبد اللہ مخلصا لہ الدین (۱۱)﴾مِنَ الشِّرْکِ﴿وامرت لان﴾اَی بِاَنْ﴿اکون اول المسلمین (۱۲)﴾مِن ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ﴿قل انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم (۱۳) قل اللہ اعبد مخلصا لہ دینی (۱۴)﴾مِنَ الشِّرْکِ﴿فاعبدوا ماشئتم من دونہ ط﴾غَیْرِہٖ فِیْہِ تَھْدِیْدٌ لَّھُم وَاِیْذَانٌ بِاَنَّھُم لَا یَعْبُدُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی ﴿قل ان الخسرین الذین خسروا انفسھم واھلیھم یوم القیمۃ ط﴾بِتَخْلِیْدِ الْاَنْفُسِ فِی النَّارِ وَبِعَدَمِ وُصُوْلِھِم اِلَی الحُوْرِ المُعَدَّۃِ لَھُم فِی الجَنَّۃِ لو آمنوا﴿الا ذلک ھو الخسران المبین (۱۵)﴾البَیِّنُ﴿لھم من فوقھم ظلل﴾طِبَاقٌ﴿من النار ومن تحتھم ظلل ط﴾مِنَ النَّارِ﴿ذلک یخوف اللہ بہ عبادہ ط﴾اَیِ المُوْمِنِیْنَ لِیَتَّقُوْہُ یَدُلُّ عَلَیْہِ﴿یعباد فاتقون (۱۶) والذین اجتنبوا

الطاغوت﴾الاوثان﴿ان یعبدوها وانابوا﴾اقبلوا﴿الی الله لهم البشری ج﴾بالجنة﴿فبشر عباد (۱۷) الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه ط﴾وَهوَ مَافیهِ فَلَاحُهُم﴿اولئک الذین هدهم الله واولئک هم اولوا الالباب (۱۸)﴾اَصحَابُ العُقُولِ﴿افمن حق علیه کلمة العذاب ط﴾اَی لَاَملَئَنَّ جَهنَّم الْاٰیَة﴿ افانت تنقذ﴾تُخرِجُ﴿من فی النار (۱۹)﴾جَوابُ الشَّرطِ وَاُقِیمَ فِیهِ الظَّاهِرُ مَقَامَ المُضمَرِ والهَمزَةُ لِلاِنکَارِ و المَعنیٰ لَا تَقدِرُ عَلٰی هِدَایَتِه فَتُنقِذُهُ مِن النارِ﴿لکن الذین اتقوا ربهم﴾بِاَن اَطَاعُوهُ﴿لهم غرف من فوقها غرف مبنیة تجری من تحتها الانهر ط﴾اَی مِن تَحتِ الغُرَفِ الفَوقَانِیةِ والتَّحتَانِیةِ﴿وعدالله ط﴾مَنصُوبٌ بِفِعلِهِ المُقَدَّرِ﴿لایخلف الله المیعاد (۲۰)﴾وَعدَهٗ﴿الم تر﴾تَعلَمُ﴿ان الله انزل من السماء ماء فسلکه ینابیع﴾اَدخَلَهُ اَمکِنَةَ نَبعٍ﴿فی الارض ثم یخرج به زرعا مختلفا الوانه ثم یهیج﴾یَیبَسُ﴿فتره﴾بَعدَ الخَضرَةِ مَثَلًا﴿مصفرا ثم یجعله حطاما ط﴾فُتَاتًا﴿ان فی ذلک لذکری﴾تَذکِیرًا﴿لاولی الالباب (۲۱)﴾یَتَذَکَّرُونَ بِه لِدَلَالَتِهِ عَلٰی وَحدَانِیةِ اللهِ تعالی وَقُدرَتِه۔

﴿ترجمہ﴾

تم فرماؤ اے میرے بندوں جو ایمان لائے اپنے رب (یعنی اس کے عذاب) سے ڈرو (اس کی فرمانبرداری کر کے) جنہوں نے بھلائی کی اس دنیا میں (فرمانبرداری کر کے) ان کے لیے حسنہ (یعنی جنت......۱......) ہے اور اللہ کی زمین وسیع ہے (تو کفار کے درمیان سے اور برائیوں کے ہوتے دیکھ کر وہاں سے کسی اور جگہ ہجرت کرلو......۲......) صابروں ہی کو بھرپور دیا جائیگا (جو طاعت پر اور آزمائشوں پر صبر کرنے والے ہیں) ان کا ثواب بے گنتی (بغیر کسی پیمانے اور بغیر میزان کے......۳......) تم فرماؤ مجھے حکم ہے کہ اللہ کو پوجوں اپنی عبادت کو (شرک سے) خالص کر کے اور مجھے حکم ہے کہ میں سب سے پہلے گردن رکھوں (اس امت میں سے......۴......) تم فرماؤ بالفرض اگر مجھ سے نافرمانی ہو جائے تو مجھے بھی اپنے رب سے ایک بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے تم فرماؤ میں اللہ ہی کو پوجتا ہوں اس کے لیے عبادت کو (شرک سے) خالص کر کے تو تم اس کے سوا جسے چاہو پوجو (دونہ بمعنی غیرہ ہے، اس امر میں تھدید اور ان کے لیے تنبیہ ہے کہ وہ اللہ ﷻ کو نہیں پوج رہے) تم فرماؤ پوری ہار انہیں جو اپنی جان اور اپنے گھر والے قیامت کے دن ہار بیٹھے (ہمیشگی کے لیے اپنی جانوں کو جہنم میں ڈال کر جنت میں ایمان لانے کی صورت میں جو حوریں ان کے لیے تیار تھیں ان تک رسائی نہ پاسکے) ہاں ہاں یہی کھلی ہار ہے (المبین بمعنی البین ہے) ان کے اوپر بڑے بڑے ٹکڑے ہیں (ظلل بمعنی طباق ہے) آگ کے اور ان کے نیچے (آگ کے) بڑے بڑے ٹکڑے اس سے اللہ ڈراتا ہے اپنے (مومن) بندوں کو (تاکہ وہ اس سے ڈریں......۵......، اس تعبیر پر اگلی آیت مبارکہ دلالت کر رہی ہے) اے میرے بندوں! تم مجھ سے ڈرو اور وہ جو بتوں کی پوجا سے بچے (الطاغوت کے معنی بت ہیں) اور اللہ کی طرف رجوع ہوئے (اس کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوئے) انہی کے لیے (جنت کی) خوشخبری ہے تو خوشی سناؤ......۶...... میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں (اس بات پر جس میں ان کی فلاح ہو) یہ ہیں وہ جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی اور یہ ہیں جو عقل والے ہیں......۷......(اولوا الالباب بمعنی اصحاب العقول ہے) تو کیا وہ جس پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی (یعنی یہ بات ﴿لاملئن جهنم...... الخ﴾) تو کیا تم نکال لوگے (تنقذ بمعنی

تخرج ہے) اسے جو آگ میں ہے (یہ جواب شرط ہے یہاں اسم ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو رکھا گیا ہے اور یہاں ہمزہ انکار کے لیے ہے معنی آیت یہ ہے تم از خود ان کو ہدایت دینے کی قدرت نہیں رکھتے کہ ان کو آگ سے بچالو) لیکن جو اپنے رب سے ڈرے (یوں کہ اس کی فرمانبرداری کرے) ان کے لیے بالا خانے ہیں ان پر بالا خانہ بنے ان کے نیچے (یعنی ان کے اوپر اور نیچے والے بالاخوانوں کے نیچے) نہریں بہیں......٨......اللہ کا وعدہ (وعد اللہ فعل مقدر کی وجہ منصوب ہے) اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا (المیعاد کے معنی وعدہ ہے) کیا تو نے نہ جانا (الم تر بمعنی الم تعلم ہے) کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اسے زمین میں چشموں کی جگہوں میں داخل فرمادیا (یعنی اس پانی کا چشموں میں داخل ہونا ممکن فرمادیا ہے) پھر اس سے کھیتی نکالتا ہے کئی رنگت پھر سوکھ جاتی ہے (یھیج بمعنی یبس ہے) تو تو دیکھے کہ وہ (سرسبز ہونے کے بعد) پیلی پڑگئی پھر اسے ریزہ ریزہ کردیتا ہے (حطاما کے معنی ریزہ ریزہ ہونا) بیشک اس میں نصیحت دلاتا ہے (ذکری بمعنی تذکیرا ہے) عقل مندوں کو (جو اس سے نصیحت لیتے ہیں، اس میں اللہ ﷻ کی وحدانیت اور اس کی قدرت پر دلالت کرنے کی وجہ سے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل یعباد الذین امنوا اتقوا ربکم﴾.

قل: قول، یا: حرف نداء قائم مقام ادعوا فعل انا ضمیر فاعل، عبادی: موصوف، الذین امنوا: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر منادی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ندا، اتقوا: فعل امر با فاعل، ربکم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿للذین احسنوا فی هذه الدنیا حسنة وارض الله واسعة﴾.

لام: جار، الذین: موصول، احسنوا فی هذه الدنیا: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، حسنة: مبتدا، مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ارض الله: مبتدا، واسعة: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انما یوفی الصبرون اجرهم بغیر حساب ٥ قل انی امرت ان اعبد الله مخلصا له الدین٥ وامرت لان اکون اول المسلمین٥﴾

انما: حرف مشبہ و ما کافہ، یوفی الصبرون: فعل مجہول و نائب الفاعل، اجرهم: ذوالحال، بغیر حساب: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، قل: قول، انی: حرف مشبہ واسم، امرت: فعل با نائب الفاعل، ان: مصدر، اعبد: فعل "انا" ضمیر ذوالحال، مخلصا له الدین: شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، الله: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، امرت: فعل با نائب الفاعل، لام: جار، ان اکون اول المسلمین: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل انی اخاف ان عصیت ربی عذاب یوم عظیم٥﴾.

قل: قول، انی: حرف مشبہ واسم، اخاف: فعل با فاعل، ان: شرطیہ، عصیت ربی: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فانی اخاف" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ معترضہ، عذاب یوم عظیم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قل الله اعبد مخلصا له دینی٥ فاعبدوا ما شئتم من دونه﴾.

قل: قول، الله: مفعول مقدم، اعبد: فعل "انا" ضمیر ذوالحال، مخلصا له دینی: شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: فصیحیہ، اعبدوا: فعل امر با فاعل، ما شئتم: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من دونه: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل ان الخسرین الذین خسروا انفسهم واهلیهم یوم القیمة الا ذلک هو الخسران المبین o﴾.

قل: قول، ان الخسرین: حرف مشبہ واسم، الذین: موصول، خسروا: فعل بافاعل، انفسهم: معطوف علیہ، و اهلیهم: معطوف، ملکر مفعول، یوم القیمة: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، الا: حرف تنبیہ، ذلک: مبتدا، هو الخسران المبین: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لهم من فوقهم ظلل من النار ومن تحتهم ظلل﴾.

لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، من فوقهم: ظرف مستقر حال مقدم، ظلل: موصوف، من النار: ظرف مستقر صفت، ملکر ذوالحال، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من تحتهم: ظرف مستقر حال مقدم، ظلل: ذوالحال ملکر معطوف، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلک یخوف الله به عباده یعباد فاتقون o﴾.

ذلک: مبتدا، یخوف الله: فعل بافاعل، به: ظرف لغو، عباده: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، یعباد: نداء، ف: فصیحیہ، اتقون: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿والذین اجتنبوا الطاغوت ان یعبدوها وانابوا الی الله لهم البشری﴾.

و: عاطفہ، الذین: موصول، اجتنبوا: فعل بافاعل، الطاغوت: مبدل منہ، ان یعبدوها: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، انابوا الی الله: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، لهم البشری: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فبشر عباد o الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه﴾.

ف: فصیحیہ، بشر: فعل امر بافاعل، عباد: موصوف، الذین: موصول، یستمعون القول: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، یتبعون احسنه: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اولئک الذین هدهم الله واولئک هم اولوا الالباب o﴾.

اولئک: مبتدا، الذین: موصول، هدهم الله: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، اولئک: مبتدا، هم: ضمیر فصل، اولوا الالباب: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿افمن حق علیه کلمة العذاب افانت تنقذ من فی النار o﴾.

همزه: حرف استفهام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "اانت مالک امرهم" من: شرطیہ مبتدا، حق علیه کلمة العذاب: جملہ فعلیہ ہوکر شرط، همزه: حرف استفهام، ف: جزائیہ، انت: مبتدا، تنقذ: فعل بافاعل، من فی النار: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لکن الذین اتقوا ربهم لهم غرف من فوقها غرف مبنیة تجری من تحتها الانهر﴾.

لکن: حرف استدراک، الذین اتقوا ربهم: موصول صلہ، ملکر مبتدا، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، غرف: موصوف، من فوقها: ظرف مستقر خبر مقدم، غرف: موصوف، مبنیة: صفت اول، تجری من تحتها الانهر: جملہ فعلیہ صفت ثانی، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر صفت، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وعدالله لا يخلف الله الميعاد٥﴾.

وعدالله: مصدر فعل محذوف "وعدهم الله ذلك" کا مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، لا یخلف الله: فعل نفی وفاعل، الميعاد: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الم تر ان الله انزل من السماء ماء فسلكه ينابيع في الارض﴾.

همزه: حرف استفہام، لم تر: فعل نفی بافاعل، ان الله: حرف مشبہ واسم، انزل من السماء ماء: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، سلک: فعل بافاعل، ٥: ممیز، ينابيع: موصوف، في الارض: ظرف مستقر صفت، ملکر تمیز، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم يخرج به زرعا مختلفا الوانه ثم يهيج فتره مصفرا ثم يجعله حطاما﴾.

ثم: عاطفہ، يخرج به: فعل بافاعل وظرف لغو، زرعا: موصوف، مختلفا: اسم فاعل، الوانه: فاعل، ملکر شبہ جملہ صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، يهيج: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ترى: فعل بافاعل، ٥: ضمیر ذوالحال، مصفرا: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، يجعله: فعل بافاعل ومفعول، حطاما: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان في ذلك لذكرى لاولي الالباب٥﴾.

ان: حرف مشبہ، في ذلك: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، ذكرى: موصوف، لاولي الالباب: ظرف مستقر، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......وارض الله واسعة...... ☆ یہ آیت مہاجرین حبشہ کے حق میں نازل ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب اوران کے ہمراہیوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مصیبتوں اور بلاؤں پر صبر کیا اور ہجرت کی اور اپنے دین پر قائم رہے، اس کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔

☆...... قل الله اعبد مخلصا له ديني ...... ☆ کفار قریش نے نبی کریم ﷺ سے کہا تھا کہ آپ اپنی قوم کے سرداروں اور اپنے رشتہ داروں کو نہیں دیکھتے جولات وعزی کی پرستش کرتے ہیں، ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔

☆......الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه...... ☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق ایمان لائے تو آپ کے پاس حضرت عثمان اور عبدالرحمٰن بن عوف اور طلحہ وزبیر وسعد بن ابی وقاص وسعید بن زید آئے اور ان سے حال دریافت کیا، انہوں نے اپنے ایمان کی خبر دی، یہ حضرات بھی سن کر ایمان لے آئے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی "فبشر عبادى"۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اعمال صالحه پر ملنے والی جزاکا تعلق فقط دنیا سے هے یا:

۱......دنیا میں بھلائی وفرمانبرداری پر ملنے والا نیکی کا تعلق دنیا ہی سے ہے یا آخرت میں بھی کچھ ملے گا؟ ہم میں سے ہر ایک شخص جانتا ہے کہ قرآن میں جگہ جگہ جنت کے انعام واکرام کا ذکر ہے، جس کا مفصل بیان ہم نے اس رکوع کے حاشیہ نمبر ۸ میں بھی کرنا ہے، کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ سارا بیان فرضی ہے؟ یقیناً نہیں، بلکہ یہ انعام واکرام اسی وقت ہوگا جب اس دنیا میں بھلائی وفرمانبرداری

کریں گے اوراس کا صلہ آخرت میں جنت کی ابدی نعمتوں وغیرہ کی صورت میں ملے گا۔اگر یوں کہا جائے کہ ٹھیک ہے دنیا میں بھلائی وفرمانبرداری کرواوراجر آخرت میں جنت وغیرہ انعام کی صورت میں پاؤ۔ہم کہتے ہیں ایسا نہیں بلکہ دنیا میں بھلائی وفرمانبرداری کرواور اس کا اجر دنیا وآخرت دونوں میں پاؤ۔اور ہمارا یہ کہنا خود ساختہ اوراپنی ذاتی اختراع نہیں بلکہ مفسرین کے اقوال درج ذیل ذکر کرتے ہیں:

(۱)......علامہ آلوسی کہتے ہیں: علامہ زمخشری نے کا قول ہے کہ دنیا میں بھلائی وفرمانبرداری کرنے پر صحت وعافیت دنیاوی اوراُخروی عافیت ملتی ہے۔سُدی کا قول ہے دنیا میں بھلائی ملتی ہے،اس کی اچھی یاد کی جاتی ہے، اُسے لوگ اچھے کام سے یاد کرتے ہیں، اُسے صحت وسلامتی دی جاتی ہے، دشمنوں سے امن وراحت ملتی ہے۔ابومسلم کہتے ہیں: اللہ ﷻ نے مومنین کوتقوی کا حکم دیا اور متقیوں کے لئے جنت کی ہمیشگی کا مژدہ سنایا۔ (روح المعانی، الجزء:۲۳، ص۳۲۸ملخصاً وملتقطاً)

(۲)......امام جریر طبری اقوال نقل کرتے ہیں: اہل تاویل کا اس میں اختلاف ہے،بعض کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے لئے جو دنیا میں اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہیں ان کے لئے بھلائی ہے اور یہ بھلائی دنیا میں صحت اور عافیت کی صورت میں ملتی ہے۔(الطبری، الجزء:۲۳،ص۲۳۷)

(۳)......علامہ خازن نے بھی یہی قول ذکر کیا جو امام جریر طبری نے ذکر کیا ہے۔

ہجرت کے تناظر میں زمین کی وسعت کا بیان :

☆......حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر لیثی کے ساتھ حضرت عائشہ کی زیارت کی اور آپ سے ہجرت کے حکم سے متعلق سوال کیا، حضرت عائشہ نے فرمایا: اب ہجرت (فرض) نہیں ہے، مسلمان اپنے دین کو بچانے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی پناہ کی طرف اس خطرہ سے بھاگتے تھے کہ وہ کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہوجائیں، اب اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا فرما دیا ہے اور مسلمان جہاں چاہیں اللہ کی عبادت کر سکتے ہیں، لیکن جہاد اور نیت باقی ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب: هجرت النبی ﷺ واصحابه الی المدینة، رقم: ۳۹۰۰، ص۶۵۵)

☆......حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سید عالم ﷺ کی وفات ظاہری کے بعد ہجرت (فرض) نہیں ہے۔

(سنن النسائی، کتاب البیعة، باب: ذکر الاختلاف فی انقطاع الهجرة، رقم: ۴۱۷۷، ص ۹۹۳)

☆......حضرت صفوان بن امیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! لوگ کہتے ہیں کہ جنت میں مہاجر کے سوا اور کوئی داخل نہیں ہوگا، آپ نے فرمایا: ''فتح مکہ کے بعد ہجرت (فرض) نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت ہے، جب تم کو جہاد کے لئے بلایا جائے تو چلے آؤ''۔

(سنن النسائی، کتاب البیعة، باب: ذکر الاختلاف فی انقطاع، رقم: ۴۱۷۵، ص ۹۹۳)

☆......حضرت عبداللہ بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یارسول اللہ ﷺ! کون سی ہجرت افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم ان کاموں سے ہجرت کرلو (یعنی ان کاموں کو چھوڑ دو) جو تمہارے رب کو ناپسند ہیں''۔

(سنن النسائی، کتاب البیعة، باب: باب الهجرة البادی، رقم: ۴۱۷۱، ص۹۹۲)

ابتدائی اسلام میں چونکہ مسلمانوں کو عبادت کے معاملات میں دشواری ہوا کرتی تھی اور مسلمان کھل کر بندگی نہیں کر سکتے تھے لہذا اسی مقصد کے لئے ہجرت کی جاتی تھی اور ایک وقت وہ بھی تھا کہ ہجرت کرنا فرض قرار پائی لیکن بعد میں جب اسلام کو فروغ حاصل ہوا تو فرضیت منسوخ ہوگئی، ہاں یہ ضرور ہے کہ ہجرت کرنے والا روئے زمین پر جہاں اپنے مذہب کے مطابق آسانی سے عمل پیرا ہوسکتا ہو وہاں جائے کہ اللہ کی زمین وسیع ہے۔آج بھی اگر کوئی ایسا ہو کہ دنیا کے کسی خطے میں مذہبی آزادی نہیں مثلاً یورپ، امریکہ اور

اسی طرح کے دیگر غیر اسلامی ممالک اگرچہ وہاں مسلمانوں کی اکثریت آباد ہے، ہوسکتا ہے کہ مساجد بھی ہوں لیکن پھر بھی اگر کوئی پاکستان فقط اس لئے ہجرت کرے کہ یہاں مذہبی آزادی ہے، جگہ جگہ مساجد ہیں اور کھل کر عبادات انجام دی جاسکتی ہے تو اس کے لئے بہتر ہے۔ لیکن یہ باتیں فقط سننے سنانے اور لکھنے لکھانے کی حد تک ہیں، آج کا مسلمان ایسا کہاں ۔۔۔؟

صابرین کو بے گنتی ثواب دینے سے کیا مراد ہے؟

ج...... وہ لوگ جو اپنے دین پر صبر کرتے ہیں اور اذیت ودشواری کے باعث دین کو چھوڑتے نہیں اور اللہ کی حدود کا پاس رکھتے ہیں، اور مصائب وآلام میں اللہ کے حقوق کی بجاآوری میں کوتاہی نہیں کرتے یہاں تک کہ ضرورت ہونے پر ہجرت بھی کر جاتے ہیں اور اپنے وطن کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ بے حساب اجر عطا فرماتا ہے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ قیامت کے دن نمازیوں، صدقات دینے والوں، حج ادا کرنے والوں کے لئے میزان قائم کرے گا اور انہیں ان کے اعمال کا اجر دیا جائے گا، اور مصیبت پر صبر کرنے والوں کے لئے میزان نہیں قائم ہوگا بلکہ اللہ انہیں بے حساب اجر دے گا یہاں تک کہ دنیا میں معاف کردیئے جانے والے تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ہمارے جسم قینچیوں سے کاٹے جاتے لیکن ہمیں مصائب سے عافیت نہ ملتی''۔ حضرت سفیان کہتے ہیں جب ﴿من جاء بالحسنة فله عشر امثالها جو ایک نیکی لائے تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں (الانعام: ۱۶۰)﴾ نازل ہوئی تو سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے اللہ مزید اضافہ فرما''، پس یہ آیت ﴿مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة ان کی کہاوت جو وہ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح جس نے اگائیں سات بالیں ہر بال میں سو دانے (البقرة: ۲۶۱)﴾ نازل ہوئی تو سرکار تو عالم ﷺ نے فرمایا: ''رب زد لامتی اے میرے رب میری امت کے لئے اضافہ فرما''، پس یہ آیت نازل ہوئی: ﴿انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب صابروں ہی کو ان کا اجر بھرپور دیا جائے گا بے گنتی (الزمر: ۱۰)﴾ پس سید عالم ﷺ نے مزید اضافہ کا سوال نہ فرمایا۔ سید عالم ﷺ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے زیادہ مصیبت والا کون ہے؟ فرمایا: ''حضرات انبیائے کرام، پھر جو اُن کے قریب ہو، پھر جو اُن کے قریب ہو اپنے دینی مراتب کے اعتبار سے''۔ (روح البیان، ج۸، ص ۱۱۶ وغیرہ)

☆...... حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! لوگوں میں سب سے زیادہ مصائب میں کون مبتلا ہوتا ہے؟ فرمایا: ''انبیائے کرام، پھر جو اُن کے قریب ہو، پھر جو اُن کے قریب ہو، ہر شخص اپنے دین کی مقدار کے اعتبار سے مصائب میں مبتلا ہوتا ہے، اگر وہ اپنے دین میں سخت ہوتا ہے تو اس کی مصیبت سخت ہوتی ہے اور اگر وہ اپنے دین میں نرم ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی اس کے اعتبار سے ہوتی ہے، بندے پر اسی طرح مصائب آتے رہتے ہیں حتی کہ وہ اس حال میں زمین پر چلتا ہے کہ اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہوتا''۔ (سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب: الصبر علی البلاء، رقم: ۴۰۲۳، ص ۶۶۵)

☆...... ابراہیم بن مہدی اپنے والد اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''جب اللہ کے نزدیک کسی بندہ کا مرتبہ اس قدر بلند ہوتا ہے کہ وہ اپنے عمل سے اس مرتبے تک نہیں پہنچ سکتا تو اللہ اس کو اس کے جسم میں یا اس کے مال میں یا اس کی اولاد کے مصائب میں مبتلا کردیتا ہے''۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب: الامراض المکفرة للذنوب، رقم: ۳۰۹۰، ص ۵۹۲)

☆...... حضرت ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جس مسلمان پر بھی کوئی مصیبت آئے اور وہ کہے: ﴿انا للہ وانا الیه راجعون ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا (البقرة: ۱۵۶)﴾ اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منھا اے اللہ! مجھے اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور مجھے اس سے بہتر بدل عطا فرما'' اللہ اس کو اس فوت شدہ چیز سے

بہتر عطا فرمائے گا، سو جب (میرے شوہر) ابو سلمہ فوت ہو گئے تو میں نے سوچا کہ مسلمانوں میں ابو سلمہ سے بہتر کون ہوگا؟ انہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی تھی، پھر اللہ نے ان کے بدلے میں سید عالم ﷺ سے میرا نکاح کر دیا اور سید عالم ﷺ نے حضرت حاتم بن ابی بلتعہ کے ذریعے سے نکاح کا پیغام بھیجا، میں نے عرض کی: میری ایک بیٹی بھی ہے اور میں بہت غیرت مند ہوں، آپ نے فرمایا: رہی تمہاری بیٹی تو ہم اللہ سے دعا کریں گے کہ وہ اس سے مستغنی کر دے اور رہی تمہاری غیرت تو میں اللہ سے دعا کروں گا کہ وہ تمہاری غیرت کو دور کر دے۔" (صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب: مایقال عند المصیبۃ، رقم: (۲۰۱۲)/۹۱۸، ص ۴۱۸)

☆...... حضرت خباب بن ارت ﷺ روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کو کعبہ مشرفہ کے سائے میں چادر سے تکیہ لگائے ہوئے دیکھا، ہم نے آپ ﷺ سے شکایت کرتے ہوئے کہا: کیا آپ ﷺ ہمارے لئے مدد طلب نہیں کریں گے؟ کیا آپ ہمارے لئے دعا نہیں کریں گے؟، آپ نے فرمایا: "تم سے پہلی امتوں میں ایک شخص پکڑ لیا جاتا تھا، پھر اس کے لئے زمین کھودی جاتی تھی اور اس کو اس میں گاڑ دیا جاتا تھا، پھر اس کے سر پر آری رکھ کر اس کو چیز کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے اور لوہے کی کنگھی سے اس کے بدن کو چھیل کر اس کے گوشت اور خون سے کاٹ کر گزارا جاتا تھا اور یہ ظلم بھی ان کو ان کے دین سے برگشتہ نہیں کرتا تھا اور اللہ کی قسم! اللہ ضرور اپنے اس دین کو مکمل فرمائے گا حتی کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک کا سفر کرے گا اور اس کو اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا اور بھیڑیا بکریوں کی حفاظت کرے گا لیکن تم لوگ عجلت کرتے ہو"۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب: علامات النبوۃ فی الاسلام، رقم: ۳۶۱۲، ص ۶۰۶)

☆...... یحیی بن وثاب سید عالم ﷺ کے ایک معمر صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جو مسلمان لوگوں سے مل جل کر رہتا ہو اور ان کی پہنچائی ہوئی اذیتوں پر صبر کرتا ہو وہ اس مسلمان سے بہتر ہے جو لوگوں سے مل جل کر نہیں رہتا اور ان کی دی ہوئی اذیتوں پر صبر نہیں کرتا"۔ (سنن الترمذی، کتاب صفۃ القیامۃ، باب: ۵۵/۱۲۵، رقم: ۲۵۱۵، ص ۷۲۲)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلے ایمان لانا:

☆...... مجھے اخلاص کا حکم دیا گیا ہے تاکہ میں دنیا میں اور آخرت میں تمام سے آگے بڑھ جاؤں کیونکہ سبقت کا انحصار اخلاص پر ہی ہوتا ہے یا پھر اس لئے اخلاص کا حکم دیا گیا تاکہ میں قریش اور ان جیسا دین رکھنے والوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہو جاؤں۔ ماقبل آیت ﴿قل انی امرت...... الخ﴾ اور متذکرہ آیت: ﴿وامرت لان اکون﴾ کے مابین حرف عطف مغائرت کے لئے ہے چونکہ دوسرا "امرت" علت کے ساتھ مقید ہے اس لئے وہ پہلے کا مغائر ہے کیونکہ پہلا امر تو اسی عبادت کا ہے جو اخلاص کے ساتھ مقترن ہو (یعنی پہلی آیت میں اخلاص کے ساتھ عبادت کرنے کا حکم ہے) چونکہ عبادت کا حکم دیا گیا ہے اس لئے وہ ذاتی طور پر اس کا تقاضا کرتی ہے کہ اس میں اخلاص پایا جائے اور عبادت اس لئے بھی اخلاص کا تقاضا کرتی ہے تاکہ سبقت دینی حاصل ہو جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ لان اکون میں لام زائد ہو جیسا کہ اردت لان افعل (میں نے ایسا کرنے کا ارادہ کیا) میں ہے، تو اس صورت میں امر سب سے اول خود اسلام قبول کرنے کے لئے ہوگا تاکہ اسلام کی دعوت دینے کے امر کے بعد اس دعوت کا آغاز اپنی ذات سے ہو کیونکہ آپ ﷺ کو لوگوں کو دعوت اسلام دینے کے لئے بھیجا گیا ہے اس لئے یہ تقاضا کرتا ہے کہ آپ ﷺ سب سے پہلے مسلمان ہوں کیونکہ کسی غیر کو دعوت دینا اپنی ذات کو اس دعوت کے ساتھ متصف کرنے کی فرع ہے، اس اسلوب بیان میں دوسروں کو اسلام کی طرف مائل کرنا مقصود ہے، یعنی میں تمہیں ایسی چیز کی طرف ہی دعوت دے رہا ہوں جو تمہارے لئے انتہائی نفع بخش اور بہتر ہے کیونکہ اگر وہ مفید اور بہتر نہ ہوتی تو میں ذاتی طور پر اسے کبھی اختیار نہ کرتا حالانکہ سب سے پہلے میں نے اسے اختیار کیا ہے۔ (المظہری، ج ۶، ص ۱۶۰)

عذاب نار سے مومنین کو خوف دلانا:

۵......ایک نیک بزرگ کے ساتھ ایک واقعہ پیش آیا، ہوا یوں کہ کسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے قریب ہی ایک چراغ جل رہا تھا، اچانک ان کے دل میں گناہ کا خیال آیا تو اپنے نفس سے کہنے لگے: ''میں اپنی انگلی اس چراغ کی بتی پر رکھتا ہوں اگر اے نفس! تو نے صبر کرلیا تو میں اس گناہ کو کرنے میں تیری بات مان لوں گا''، پھر جب انہوں نے اس بتی پر اپنی انگلی رکھی تو بے قرار ہو کر چیختے ہوئے کہنے لگے: ''اے دشمن خدا! جب تو دنیا کی اس آگ پر صبر نہیں کرسکتا جسے ستر مرتبہ بجھایا گیا ہے تو جہنم کی آگ پر کیسے صبر کرسکے گا''۔

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا کعب الاحبار سے ارشاد فرمایا: ''اے کعب! ہمیں ڈر والی کچھ باتیں سنائیں''۔ تو حضرت کعب نے عرض کی: ''اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! اگر آپ قیامت کے دن ستر حضرات انبیائے کرام کے اعمال لے کر آئیں تو بھی قیامت کے احوال دیکھ کر انہیں حقیر جاننے لگیں گے''۔ اس پر امیر المومنین نے کچھ دیر سر جھکایا اور پھر جب افاقہ ہوا تو ارشاد فرمایا: ''اے کعب مزید سنائیں''۔ انہوں نے عرض کی: ''اے امیر المومنین! اگر جہنم میں سے بیل کے ناک جتنا حصہ مشرق میں کھول دیا جائے تو مغرب میں موجود شخص کا دماغ اس کی گرمی کی وجہ سے اُبل کر بہہ جائے''۔ اس پر امیر المومنین نے کچھ دیر سر جھکالیا پھر جب افاقہ ہوا تو فرمایا: ''اے کعب مزید سنائیں''، انہوں نے کہا: ''اے امیر المومنین! قیامت کے دن جہنم اس طرح بھڑکے گا کہ کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل ایسا نہ ہوگا جو گھٹنوں کے بل گر کر یہ نہ کہے: رب نفسی نفسی''۔

☆......سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص اپنی جان پر گناہوں کے ذریعے ظلم کیا کرتا تھا، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا: جب میں مرجاؤں تو مجھے جلا دینا، پھر میری راکھ پیس کر ہوا میں اڑا دینا، اللہ عزوجل کی قسم! اگر اللہ عزوجل نے مجھے عذاب دینا چاہا تو ایسا عذاب دے گا کہ جو اس نے کسی کو نہ دیا ہوگا، پس جب اس کا انتقال ہوا تو وصیت کے مطابق عمل کیا گیا، پھر اللہ نے زمین کو حکم دیا: ''اس کے جو اجزاء تجھ پر ہیں ان کو جمع کردے''، زمین نے حکم کی تعمیل کی اور وہ بندہ کھڑا ہوگیا، اللہ نے اس سے پوچھا: ''تجھے ایسا کرنے پر کس چیز نے اُبھارا تھا؟ اس نے عرض کی: ''یارب! تیرے خوف نے''، اس کو بخش دیا گیا''۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب:٥٤، رقم: ٣٤٨١، ص٥٨٧)

رجوع الی اللہ والوں کو خوشخبری کب سنائی جائیگی؟

۶......اللہ عزوجل کی جانب رجوع کرنے والوں کو بشارت دی جائے گی، لیکن کب؟، اور یہ بشارت دینے والا کون ہوگا؟ کس کو دی جائے گی؟ یہ سارے سوالات یقیناً ہمارے ذہن میں آتے ہیں بلکہ ہر قرآن پڑھنے والے کے ذہن میں بھی آتے ہیں۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ یہ بشارت دنیا ہی میں ابدی جنت کی صورت میں ملے گی۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر ''المظھری'' میں فرماتے ہیں: جو لوگ اللہ عزوجل کے سوا ہر چیز کو چھوڑ کر اللہ عزوجل کی جانب جھکتے ہیں ان کے لئے اجر و ثواب کی بشارت ہے۔ دنیا میں حضرات انبیائے کرام کی بزبان، اور موت کے وقت آنے والے فرشتوں کی زبان سے ان کے لئے خوشخبری ہے۔ یعنی وہ اس کے مستحق ہیں کہ انہیں بشارت دی جائے، انہیں مژدہ سنایا جائے، اسی وجہ سے فرمایا: ﴿فبشر عباد﴾ اے محمد! میرے بندوں کو خوشخبری سنادو۔ ایک مقام پر اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون نحن اولیاؤکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون نزلا من غفور رحیم﴾ بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور تمہارے لئے ہے اس میں

جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے اس میں جو مانگو مہمانی بخشنے والے مہربان کی طرف سے(حم سجدۃ: ۳۰تا۳۲)﴾۔

اعمال وافعال میں حسن یا احسن پر چلنا:

۷......شرعی احکام میں بعض اعمال وافعال حسن ہوتے ہیں اور بعض احسن ،اور حسن کے مقابلے میں احسن کی اتباع کرنا زیادہ بہتر ہوتی ہے، مثلاً کسی نے ظہار کا کفارہ دینا ہو تو ساٹھ روزے پے درپے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو صبح شام کھانا کھلائے یا ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع کھجور یا جو دے دے۔ اب احسن یہ ہے کہ پے درپے ساٹھ روزے رکھے اور حسن یہ ہے مسکین کو کھانا کھلادے یا متذکرہ بیان کردہ مال کی قیمت ہر مسکین کو دے۔ اللہ کا فرمان:﴿فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل ان يتماسا فمن لم يستطع فاطعام ستين مسكينا ......الخ پھر جسے بُردہ نہ ملے لگا تار دو مہینے کے روزے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جس سے روزے بھی نہ ہو سکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ بھرنا(المجادلۃ: ٤)﴾۔ انسان اپنے مدمقابل سے ہونے والے ظلم کو اسی قدر بدلہ لے سکتا ہے لیکن معاف کرنا زیادہ محبوب ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے:﴿وجزؤا سيئة سيئة مثلها فمن عفا واصلح فاجره على الله انه لا يحب الظلمين اور بُرائی کا بدلہ اسی کی برابر بُرائی ہے تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے بیشک وہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو(شوریٰ: ٤٠)﴾۔

☆......سید عالم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: "سنو! جو شخص بھی زیادتی کرتا ہے وہ اپنے ہی نفس پر زیادتی کرتا ہے، کوئی شخص اپنی اولاد پر زیادتی نہ کرے اور نہ کوئی اپنے والد پر زیادتی کرے، سنو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور کسی مسلمان کے لئے اپنے بھائی کی کوئی چیز حلال نہیں ہے، سوا اس چیز کے جس کو اس نے خود حلال کردیا ہو، سنو! زمانہ جاہلیت کا ہر سود ساقط کردیا گیا ہے، تمہیں اپنے اصل زر کو لینے کا حق ہے، نہ تم ظلم کرنا اور نہ تم پر ظلم کیا جائے گا، ماسوا عباس بن عبدالمطلب کے سود کے، وہ سارے کا سارا ساقط کردیا گیا ہے اور سنو! زمانہ جاہلیت کے ہر خون کو ساقط کردیا گیا ہے اور سب سے پہلے میں جس خون کو معاف کرتا ہوں وہ حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے، وہ بنو لیث میں دودھ پیتے تھے، ان کو ہذیل نے قتل کیا تھا"۔(سنن الترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب:ومن سورة التوبة،رقم: ۳۰۹۸،ص ۸۷۹)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کو ایک معین عمر کا اونٹ قرض دیا تھا، وہ آپ کے پاس اپنے اونٹ کا تقاضا کرنے آیا، آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: "اس کو اونٹ دے دو"، صحابہ نے اس اونٹ کی عمر کا اونٹ تلاش کیا تو نہیں ملا ،البتہ اس سے افضل اونٹ تھا جو دے دیا گیا، اس قرض خواہ نے کہا: آپ نے مجھے پورا پورا قرض دیا ہے، اللہ آپ کو پورا پورا اجر دے گا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اچھی طرح قرض ادا کریں"۔

(صحيح البخاري، كتاب الاستقراض،باب:حسن القضاء، رقم: ۲۳۹۳،ص ۳۸٤)

☆......ہجرت کی رات سراقہ نامی شخص نے سو اونٹوں کے انعام کی لالچ میں آپ ﷺ کا تعاقب کیا، اس کی گھوڑی کے دونوں اگلے پیر زمین میں دھنس گئے، نبی کریم ﷺ کی دعا سے اس کو نجات ملی، اس نے معافی چاہی تو آپ ﷺ نے اس کو معاف کردیا اور ایک چمڑے کے ٹکڑے پر اس کا امان لکھ دی۔(صحيح البخاري، كتاب مناقب الانصار،باب:هجرة النبي ﷺ واصحابه، رقم: ۳۹۰۵،ص ٦٥٦)

جنتی نعمتوں کا احادیث کے تناظر میں بیان:

۸......ابن عباس سے مروی ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اللہ نے جنت کو جہنم سے پہلے اور اپنی رحمت کو غضب سے پہلے پیدا کیا"۔

☆......ابن عباس سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اللہ نے جنت عدن اپنے بے مثل ہاتھوں سے تخلیق فرمائی اور اس میں

پھل پیدا کئے اور نہریں جاری فرمائیں''، پھر فرمایا:'' قد افلح المومنون یعنی مومن فلاح پاگئے''، اور میرے رب کی عزت وجلال کی قسم! اس میں کوئی بخیل نہیں جائے گا''۔

☆......ابن عمر کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:'' چار چیزیں اللہ نے اپنے دست بے مثال سے تخلیق فرمائیں: عرش، جنتِ عدن، قلم اور تخلیق آدم علیہ السلام، پھر فرمایا ہو جا تو وہ ہو گئیں''۔

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا:''جب اللہ نے جنت تخلیق فرمائی تو جنت نے عرض کی اے اللہ! تو نے مجھے کس کے لئے پیدا کیا؟ اللہ نے فرمایا: اس کے لئے جو میرے خوف سے دنیا سے رخصت ہوا''۔

(البدور السافرة في احوال الآخرة، باب:صفة اهل الجنة نسال الله اياها من فضله،رقم: ۱۶۷۰،۱۶۷۵،۱۶۸۲،۱۶۸۳،ص ۴۸۸وغیرہ)

☆......ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:'' دوجنتوں کے مابین چالیس سال کا فاصلہ ہے''۔

☆......ابن مبارک حسن سے روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:''جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور دو دروازوں کے مابین چالیس سال کا فاصلہ ہے''۔

☆......حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا:''جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں''۔

(البدور السافرة، باب: سعة ابواب الجنة، رقم: ۱۷۷۰،۱۷۷۵،۱۷۷۸،ص ۵۰۸وغیرہ)

اغراض:

بان تطیعوہ: اوامر بجالاتے اور نواہی سے بچتے ہوئے، اور یہ ﴿اتقوا﴾ کی تفسیر ہے جو کہ بندے اور عذاب کے مابین ایک آڑ بن جاتی ہے۔ **هي الجنة:** مراد تمام قائم ودائم رہنے والی نعمتیں ہیں، اور یہی اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿للذين احسنوا الحسنى وزيادة (یونس:۲۶)﴾ کے معنی یہی معنی ہیں۔

فيها جروا اليها: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿الارض﴾ سے مراد دنیاوی زمین ہے، معنی یہ ہے کہ جس کسی کے لئے بندگی کے حوالے سے زمین تنگ ہو جائے تو اُسے اجازت ہے کہ کہیں اور مقام پر اپنا ٹھکانہ بنالے، فتح مکہ سے قبل ہجرت شرط تھی پھر جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو یہ شرط منسوخ کر دی گئی، اور احکام میں تبدیلی آئی اور کبھی ہجرت کرنا واجب بھی ہوئی جب کہ کسی کو اپنے دین کو باقی رکھنے میں ہجرت کرنا آسان ہو تو اُسے ہجرت کرنا واجب ہے تاکہ وہ دین سیکھ سکے اور شعائر اسلام پر قائم رہ سکے، اور کبھی ہجرت کرنا مستحب بھی ہوتا ہے جیسا کہ ایسی جگہ رہتا ہے جہاں کوئی خیر ہی نہیں اور مدمقابل ایسی جگہ ہے جہاں خیر ہی خیر ہے تو ہجرت کرنا مستحب ہے اور کبھی ہجرت کرنا مکروہ بھی ہوتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ جہاں اہل علم، نیک صالح لوگ ہوں تو ایسی زمین سے ہجرت کر کے دوسری جگہ جانا کہ جہاں علم وعمل کا کوئی خیال نہ رہتا ہو تو ایسی زمین سے ہجرت کرنا مکروہ ہے اور کبھی ہجرت کرنا حرام بھی ہوتا ہے جیسا کہ ایسی زمین میں ہجرت کرنا جس میں دین کے اعتبار سے امن کا معاملہ ہو تو اس کے مدمقابل ایسی زمین میں ہجرت کرنا جہاں ایسا امن نہیں ہے وہاں ہجرت کرنا جائز نہیں ہے۔ **بتخليد الانفس:** کا مرجع اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿انفسهم﴾ ہے۔

وما يتلون: اس جملے میں مفارقة الوطن کے مامور بہا ہونے کا بیان ہے جس کی جانب اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿وارض الله واسعة (الزمر:۱۰)﴾ بھی اشارہ کرتا ہے۔

من هذه الامة: ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے جو یہ ہے کہ سید عالم ﷺ مطلقا اول مسلمان نہیں ہیں، میں (علامہ صاوی) اس کا

جواب یہ دوں گا کہ یہاں اَوَّلِیَّت کا تعلق دعوت دینے کے اعتبار سے ہے۔ یدل علیه: وصف مقدر ''المومنین'' مراد ہے۔

الاوثان: یہ مفسر کی تفسیر میں سے ایک قول ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد شیطان ہیں، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مراد ہر وہ شخص ہے جو اللہ کے سوا بندگی کرتا ہے، اور اس کے علاوہ بھی اقوال مراد ہیں۔

والمعنى لا تقدر على هدايته: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿افانت تنقذ من فی النار (الزمر:۱۹)﴾ میں مجاز مرسل کا استعمال کیا گیا ہے، یعنی سبب کا ارادہ کر کے مسبب مراد لیا گیا ہے، کیونکہ آگ میں داخل کئے جانے کا سبب ھدایت کو ترک کرنا اور گمراہی میں جا پڑنا ہے، جیسا کہ کسی نے کہا: تو ہدایت پر ان لوگوں سے جنہیں اللہ ﷻ نے گمراہ کیا، اور آگ میں ڈالا جانا گمراہی کے سبب سے ہے، اسی کو امام سمرقندی نے اپنے رسالے کے حاشیے پر بطور کنایہ تحریر فرمایا ہے کیونکہ ان کے عذاب نار کے حقدار ہونے کا سبب یہی گمراہی ہے۔ بفعله المقدر: تقدیر کلام ''وعدهم الله وعدا'' ہے۔

ادخله امكنة نبع: یعنی اللہ آسمان سے نازل ہونے والے پانی کو لوگوں کے منافع کے لئے کر دیتا ہے، اس طرح کہ وہ پانی زمین میں لوگوں کے لئے قریب یہ استعمال ہوتا ہے، اور یہ بھی کہ ﴿ینابیع﴾ کا استعمال زمین میں موجود جاری پانی پر ہوتا ہے، اور یہ سارے اقوال اس فرمان کے تحت درست ہیں۔ فتاتا: بمعنی متفتتا ومتمزقا ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص ۱۶۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۷

﴿افمن شرح الله صدره للاسلام﴾ فَهْتَدٰى ﴿فهو على نور من ربه ط﴾ كَمَن طُبِعَ عَلٰى قَلْبِهٖ دَلَّ عَلٰى هٰذَا ﴿فويل﴾ كَلِمَةُ عَذَابٍ ﴿للقسية قلوبهم من ذكر الله ط﴾ اَىْ عَنْ قُبُولِ الْقُرآنِ ﴿اولئک فی ضلل مبين (۲۲)﴾ بَيِّنٌ ﴿الله نزل احسن الحديث كتبا﴾ بَدَلٌ مِن اَحْسَنَ اَى قُرانا ﴿متشابها﴾ اَىْ يَشْبَهُ بَعضه بَعضًا فِى النَّظْمِ وَغَيرِهٖ ﴿مثانى صلے ق﴾ ثُنِّىَ فِيهِ الْوَعدَ والْوَعِيدَ وَغيرِهما ﴿تقشعر منه﴾ تَرتَعِدُ عَندَ ذِكرِ وَعِيدِهٖ ﴿جلود الذين يخشون﴾ يَخَافُوْنَ ﴿ربهم ج ثم تلين﴾ تَطْمَئِنُّ ﴿جلودهم وقلوبهم الى ذكر الله﴾ اَى عِندَ ذِكرِ وَعدِهٖ ﴿ذلک﴾ الكِتَابُ ﴿هدى الله يهدى به من يشاء ط ومن يضلل الله فما له من هاد (۲۳) افمن يتقى بوجهه سوء العذاب يوم القيمة﴾ اَى اَشَدَّهٗ بِاَنْ يُلْقٰى فِى النَّارِ مَغْلُولَةً يَدَاهُ اِلٰى عُنُقِهٖ كَمَن آمَنَ مِنهُ بِدُخُولِ الجَنةِ ﴿وقيل للظلمين﴾ اَى كُفارِ مكةَ ﴿ذوقوا ما كنتم تكسبون (۲۴)﴾ اَى جَزائَه ﴿كذب الذين من قبلهم﴾ رُسُلَهم فِى اِتيَانِ العَذَابِ ﴿فاتهم العذاب من حيث لا يشعرون (۲۵)﴾ مِنْ جِهَةٍ لَا يَخطِرُ بِبَالِهِم ﴿فاذاقهم الله الخزى﴾ الذُّلَّ والهَوانَ مِنَ المَسْخِ والقَتلِ وَغَيرِهما ﴿فى الحيوة الدنيا ج ولعذاب الاخرة اكبر وقف لازم لو كانوا﴾ اَىِ المُكَذِّبُونَ ﴿يعلمون (۲۶)﴾ عَذَابَها مَا كَذَّبُوا ﴿ولقد ضربنا﴾ جعلنا ﴿للناس فى هذا القرآن من كل مثل لعلهم يتذكرون (۲۷)﴾ يَتَّعِظُونَ ﴿قرآنا عربيا﴾ حَالٌ مُوَكِّدَةٌ ﴿غير ذى عوج﴾ اَى لَبسٍ واخْتِلافٍ ﴿لعلهم يتقون (۲۸)﴾ الكُفرُ ﴿ضرب الله﴾ لِلْمُشرِكِ والمُوَحِّدِ ﴿مثلا رجلا﴾ بَدَلٌ مِن مَثَلًا ﴿فيه شركاء

متشاكسون﴾مُتَنازِعُونَ سَيِّئَةٌ أخلاقُهم ﴿ورجلا سلما﴾خَالِصا﴿لرجل ط هل يستوين مثلا﴾تَمييزٌ اى لا يَستَوِى العَبدُ لِجَمَاعَةٍ والعَبدُ لِوَاحِدٍ فإنَّ الأوّلَ إذاطَلب مِنهُ كُلٌّ مِن مَالِكِيهِ خِدمَةً فِي وَقتٍ واحِدٍ تَحَيَّرَ مَن يَّخدِمُهُ مِنهم وهذا مَثَلٌ لِلمُشرِكِ والثّانِى لِلمُوحِّدِ﴿الحمد لله ج﴾وَحدَهُ﴿بل اكثرهم﴾اَهلُ مكةَ ﴿لا يعلمون(۲۹)﴾مَايَصِيرُونَ اِلَيهِ مِنَ العَذابِ فَيُشرِكُونَ﴿انك﴾خِطابٌ لِلنبيِّ ﴿ميت وانهم ميتون(۳۰)﴾سَتَمُوتُ وَيَموتُونَ فَلا شَماتَةَ بِالمَوتِ نَزَلَتْ لَما استبطَاؤا موته ﷺ﴿ثم انكم﴾أيُّها النّاسُ فِيمَا بَينَكم مِنَ المَظَالِمِ﴿يوم القيمة عند ربكم تختصمون(۳۱)﴾.

﴿ترجمه﴾

توکیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا (تو وہ ہدایت یافتہ ہوگیا) تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے......۱......(اس جیسا ہوجائیگا جس کے دل پر مہر کردی گئی ہے، اس تعبیر پر اگلا کلام دلالت کررہا ہے) تو خرابی ہے (ویل کلمہ عذاب ہے) ان کی جن کے دل یادکی طرف سے (یعنی قبول قرآن سے) سخت ہوگئے وہ کھلی گمراہی میں ہیں (مبین بمعنی بین ہے) اللہ نے اتاری سب سے اچھی کتاب (کتابا کے معنی قرآن ہے، یہ احسن سے بدل بن رہا ہے) متشابہ ہے (یعنی نظم وغیرہ میں یہ کلام ایک دوسرے کے مشابہ ہے) دوہرے بیان والی (اس میں وعدہ وعید وغیرہ دونوں ساتھ ساتھ ہیں) اس سے (یعنی اس کے وعدے کے ذکر کے وقت) بال کھڑے ہوتے ہیں (کانپنے لگتے ہیں) ان کے بدن جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں (یخشون بمعنی یخافون ہے) پھر نرم ہوجاتی ہیں (مطمئن ہو جاتی ہیں) ان کی کھالیں اور دل یاد خدا کی طرف (یعنی اس کے وعدے کے ذکر کے وقت......۲......) یہ (کتاب) اللہ کی ہدایت ہے راہ دکھائے اس سے جسے چاہے اور جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں توکیا وہ جسے ڈال دیا جائے گا (یتقی بمعنی یلقی ہے) قیامت کے دن مونھ کے بل برے عذاب میں (یعنی سخت ترین عذاب میں یوں کہ اسے جہنم میں اس حالت میں ڈالا جائیگا کہ اس کے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوں گے ایسا شخص اس کی طرح ہوجائے گا جو ان سے امان پاکر جنت میں داخل ہوگا) اور ظالموں (یعنی کفار مکہ) سے کہا جائے گا اپنے کمائے گئے کو چکھو (یعنی اس کا بدلہ چکھو) ان سے اگلوں نے (عذاب آنے کے قول کے بارے میں رسولوں کو) جھٹلایا تو انہیں جہاں انہیں خبر نہ تھی (یعنی اسی جگہ سے جہاں سے عذاب آنے کا خیال ان کے دلوں میں نہ آیا تھا) اور اللہ نے انہیں رسوائی کا مزہ چکھایا (ذلت رسوائی جیسے مسخ وقتل وغیرہ کا) دنیا کی زندگی میں اور بیشک آخرت کا عذاب سب سے بڑا اگر وہ (یعنی جھٹلانے والے) جانتے (اس عذاب کو تو اس کی تکذیب نہ کرتے) اور بیشک ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر قسم کی کہاوت بیان فرمائی کہ کسی طرح وہ نصیحت حاصل کریں (ضربنا بمعنی جعلنا ہے، یتذکرون بمعنی یتعظون ہے) عربی زبان کا قرآن (عربیا حال موکدہ ہے) جس میں اصلا کجی نہیں......۳......(یعنی التباس واختلاف نہیں) کہ کہیں وہ بچیں (کفر سے) اللہ ایک مثال بیان فرماتا ہے (مشرک اور موحد کی) ایک غلام ("رجلا" "مثلا" سے بدل ہے) میں کئی بدخواہ آقا شریک (بداخلاق ہیں، اس کے معاملے میں باہم جھگڑتے ہیں) اور ایک فقط ایک مولی کا (سلما بمعنی خالصا ہے) کیا ان دونوں کا حال ایک سا ہے (مثلا تمیز ہے یعنی ایک جماعت اور فقط ایک شخص کا غلام برابر نہیں ہے کیونکہ پہلے غلام سے ایک ہی وقت میں جب تمام ہی آقا اپنی خدمت کا اس سے مطالبہ کریں گے تو وہ متحیر ہوجائیگا کہ ان میں سے کس کی خدمت بجالائے، یہ مشرک کی مثال ہے اور دوسری موحد کی مثال ہے) سب خوبیاں (ایک) اللہ ﷻ کو بلکہ ان کے (یعنی اہل مکہ کے) اکثر نہیں جانتے

(جس عذاب کی طرف وہ جا رہے ہیں پس اسی سبب سے وہ شرک کر رہے ہیں) بیشک تمہیں (یہ خطاب نبی ﷺ سے ہے) انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے......۔ (یعنی عنقریب آپ ﷺ کا وصال ہو جائیگا اور وہ لوگ بھی مر جائیں گے تو موت پر خوشی نہیں کرنی چاہئے یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کفار حضور ﷺ کے وصال کا انتظار کرنے لگے تھے) پھر بیشک تم (اے لوگوں! اپنے آپس کے مظالم کے سبب) اپنے رب کے پاس جھگڑو گے۔

﴿ترکیب﴾

﴿افمن شرح الله صدره للاسلام فهو علىٰ نور من ربه فويل للقسية قلوبهم من ذكر الله﴾.

همزه: حرف استفہام، ف: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، شرح الله صدره للاسلام: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، هو: مبتدا، علىٰ: جار، نور: موصوف، من ربه: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر شرط، ف: جزائیہ، ویل: مبتدا، لام: جار، قسية: اسم فاعل مضاف، قلوبهم: فاعل مضاف الیہ، من ذكر الله: ظرف لغو، ملکر جملہ مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولئك في ضلل مبين○ الله نزل احسن الحديث كتبا متشابها مثاني تقشعر منه جلود الذين يخشون ربهم﴾.

اولئك: مبتدا، في ضلل مبين: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، الله: مبتدا، نزل: فعل بافاعل، احسن الحديث: مبدل منہ، كتبا: موصوف، متشابها: صفت اول، مثاني: صفت ثانی، تقشعر: فعل، منه: ظرف لغو، جلود الذين يخشون ربهم: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صفت ثالث، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ثم تلين جلودهم وقلوبهم الى ذكر الله ذلك هدى الله يهدي به من يشاء﴾.

ثم: عاطفہ، تلين جلودهم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، قلوبهم: معطوف، ملکر فاعل، الى ذكر الله: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ذلك: مبتدا، هدى الله: ذوالحال، يهدي به: فعل بافاعل و ظرف لغو، من يشاء: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن يضلل الله فماله من هاد○﴾.

و: مستانفہ، من: شرطیہ مفعول بہ مقدم، يضلل الله: فعل و فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، ف: جزائیہ، ما: نافیہ، له: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائدہ، هاد: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿افمن يتقي بوجهه سوء العذاب يوم القيمة وقيل للظلمين ذوقوا ما كنتم تكسبون○﴾.

همزه: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علیٰ مقدر "اكل الناس سواء" من: موصولہ، يتقي: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، قيل للظلمين: قول، ذوقوا: فعل امر بافاعل، ما كنتم تكسبون: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ حال، ملکر فاعل، بوجهه: ظرف لغو، سوء العذاب: مفعول، يوم القيمة: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر محذوف "كمن امن من العذاب" کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿كذب الذين من قبلهم فاتهم العذاب من حيث لا يشعرون○﴾.

كذب: فعل، الذين من قبلهم: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ف: عاطفہ، اتهم: فعل ومفعول، العذاب: فاعل، من: جار، حيث: مضاف، لا يشعرون: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاذاقهم الله الخزی فی الحیوة الدنیا ولعذاب الاخرة اکبر لو کانوا یعلمونO﴾.
ف: عاطفہ، اذاقھم الـلـہ: فعل ومفعول وفاعل، الـخـزی: مفعول ثانی، فـی الـحـیـوة الـدنـیـا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو۔ و: عاطفہ، لام: تاکیدیہ، عـذاب الاخـرة: مبتدا، اکبـر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لو: شرطیہ، کـانـوا یـعـلـمـون: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فلعذاب الاخرة اکبر" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ولقد ضربنا للناس فی هذاالقران من کل مثل لعلهم یتذکرونO قرانا عربیا غیر ذی عوج لعلهم یتقونO﴾
و: عاطفہ، لام: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، ضربنا: فعل بافاعل، لام: جار، للناس: ذوالحال، لعلھم: حرف مشبہ واسم، یتذکرون: فعل واؤضمیر ذوالحال، لعلھم یتقون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، قرانا: موصوف، عربیا: صفت اول، غیر ذی عوج: صفت ثانی، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر حال، ملکر مجزور، ملکر ظرف لغواول، فـی هـذاالـقـران: ظرف لغوثانی، مـن کـل مـثـل: ظرف مستقر "مثلا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول، یہ سب، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿ضرب الله مثلا رجلا فیه شرکاء متشکسون ورجلا سلما لرجل﴾.
ضـــرب الـــلـــــه: فعل وفاعل، مثـــل: مبدل منہ، رجـــلا: موصوف، فیـــــه: ظرف مستقر خبر مقدم، شـــرکـــاء: موصوف، متشـــکـــســـون: صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر صفت، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، رجلا: موصوف، سلما: مصدر بافاعل، لرجل: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر صفت، ملکر معطوف، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿هل یستوین مثلا الحمد لله بل اکثرهم لایعلمونO﴾.
هل: حرف استفہام للنفی، یستـوین: فعل والف تعبیہ ضمیر ممیز، مثلا: تمیز، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، الـحـمـد: مبتدا، لـلـه: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معترضہ، بل: حرف اضراب وعطف، اکثرهم: مبتدا، لایعلمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انک میت وانهم میتونO﴾.
انک: حرف مشبہ واسم، میت: خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، انهم: حرف مشبہ واسم، میتون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ثم انکم یوم القیمة عند ربکم تختصمونO﴾.
ثم: عاطفہ، انـکـم: حرف مشبہ وکم ضمیر ذوالحال، یـوم الـقـیـمـة: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر اسم، عـنـد ربـکـم: ظرف مقدم، تختصمون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

انسانی قلب نورِ الٰهی سے کیسے منور ہوتا ہے؟

۱......اس بارے میں ہم نے جن نکات کا مطالعہ کیا ہے، انہیں درج ذیل نمبر وار ذکر کرتے ہیں جس سے ان شاءاللہ قارئین کو اس موضوع پر شافی کافی بیان حاصل ہوجائے گا۔

(۱)......قاضی ثناءاللہ پانی پتی لکھتے ہیں: شرح صدر سے مراد یہ ہے کہ اللہ ﷻ اپنے بندے کے دل میں ایک نور ڈال دیتا ہے جس کی روشنی اور چمک دمک سے وہ حق کو حق اور باطل کو باطل پہچان لیتا ہے، اور جو دین سید عالم ﷺ لے کر آئے بلاشک وشبہ کامل طور پر اسے اس کے بارے میں یقین آجاتا ہے کیونکہ سینہ دل وروح کا محل ہے اور دل ہی اسلام کو قبول کرتا ہے تو جب اس کا دل احکام اسلام کو قبول

کر لیتا ہے تو وہ اس ظرف کی طرح ہو گیا جو مظروف کے لئے مکمل ہو جائے اور وسیع ہو جائے حتیٰ کہ مظروف مکمل طور پر اس میں سما جائے۔ پس جس بھی شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کشادہ فرما دیا تو وہ شخص اپنے رب کی طرف سے دیئے ہوئے نور پر ہے، نور سے مراد بصیرت اور دل کی بینائی ہے۔ (المظهری، ج٦،ص١٦٣)

(۲)...... قاضی شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی فرماتے ہیں: اللہ عزوجل کی جانب سے بندہ عدل پر ہوتا ہے، یا اس کے لئے نور ظاہری ہوتا ہے، جس کے باعث وہ (حق و سچ) پر قائم و دائم ہوتا ہے، اور نور ھدایت و معرفت کے بیان کے لئے بطور استعارہ مراد لیا گیا جس کی ضد ظلمت ہوتی ہے اور نور سے مراد ھدایت، یقین، اور اس سے رجوع (الی اللہ عزوجل) کے میلان کی طرف مجازی طور پر ارادہ کیا گیا ہے تا کہ تباعد (دوری) کا ثبوت ہو جائے۔ (حاشية الشهاب، المعروف عناية القاضي، ج٨،ص١٩٤)

(۳)...... علامہ آلوسی کہتے ہیں: انشراح صدر انسان کے حسبِ فطرت و خلق ہوتا ہے اور اس حیثیت سے بھی ہوتا ہے کہ انشراح صدر کے باعث جو طاقت اللہ عزوجل کے خصوصی فیض و لطف و کرم کی وجہ سے ہوئی ہے اس میں کسی قسم کی (دل میں موجود کسی کثافت کے باعث) خلل نہ ہو جائے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ بندہ کا شرح صدر کس طرح ہوتا ہے؟ ارشاد فرمایا: "جب بندے کے دل میں اللہ عزوجل کا نور داخل ہوتا ہے تو اس کا شرح صدر ہو جاتا ہے"، ہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس کی علامت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ دار الخلد یعنی آخرت کی جانب رجوع کرنے والا، دار الغرور یعنی دنیا سے بھاگنے والا اور موت آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنے والا ہوتا ہے"۔ (روح المعاني، الجزء:٢٣،ص٣٣٨)

☆...... حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سب سے زیادہ خطرناک چیز وہ ہے جس کا مجھے اپنی امت پر خطرہ ہے: (۱)...... پیٹ کا بڑھنا، (۲)...... ہمیشہ سوتے رہنا، (۳)...... سُستی، (۴)...... یقین کا کمزور ہونا"۔

(كنز العمال، كتاب الاخلاق، الحرف الياء، رقم: ٧٣٢٨، ج٢،ص١٧٦ بتغير قليل)

یہ وہ چار اسباب ہیں جو انسان کے دل کو سخت کر دیتے ہیں، زیادہ کھانا پیٹ بڑھاتا ہے اور جب پیٹ بڑھتا ہے تو سُستی پیدا ہوتی ہے اور سُستی انسان کو راہ سلوک سے دور کرتی ہے۔ ہمارے اسلاف اسی لئے کم کھاتے بلکہ کئی کئی دن بغیر کچھ کھائے عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے۔

تلاوت قرآن سے خوف طاری ہوجانا:

☆...... سعید بن عبد الرحمٰن الجمحی نے کہا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس اہل قرآن میں سے ایک شخص گزرا اور گر گیا، ابن عمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا: اس کو کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا: جب اس کے سامنے قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اور یہ اللہ کا ذکر سنتا ہے تو گر جاتا ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم بھی اللہ عزوجل سے ڈرتے ہیں لیکن ہم تو نہیں گرتے، پھر آپ نے فرمایا: ان میں سے کسی ایک کے پیٹ میں شیطان داخل ہو جاتا ہے، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا یہ طریقہ نہیں تھا۔

عمر بن عبد العزیز بیان کرتے ہیں کہ سیدنا محمد بن سیرین کے نزدیک ان لوگوں کا ذکر کیا گیا جن کے سامنے قرآن مجید پڑھا جاتا ہے تو وہ بے ہوش ہو کر گر جاتے ہیں، انہوں نے کہا: وہ ہمارے سامنے چھت کے اوپر ٹانگیں لٹکا کر بیٹھیں، پھر ان کے سامنے اول سے لے کر آخر تک قرآن پڑھا جائے، پھر اگر انہوں نے اپنے آپ کو چھت سے گرا دیا تو ہم مان لیں گے۔

ابو عمران الجونی نے بتایا کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو وعظ کیا تو ایک آدمی نے اپنی قمیص پھاڑ لی، اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اس قمیص والے سے کہئے کہ میں ان ڈرنے والوں کو پسند نہیں کرتا جو مجھے اپنا دل کھول

کردکھاتے ہیں۔

☆...... جب مومن بندے کے رونگٹے اللہ عزوجل کے خوف سے کھڑے ہوجاتے ہیں تو اس کی خطائیں ایسی گرتی ہیں جیسا کہ درختوں کے پتے گرتے ہیں، ابن عباس کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ عزوجل کے خوف سے جب بندۂ مومن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں تو اللہ اس پر جہنم کی آگ حرام کردیتا ہے''۔ (القرطبی، الجزء:۲۳، ص۲۱۹)

☆...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ زور سے ہوا چلی تو اس درخت کے بوسیدہ پتے گر گئے اور سرسبز پتے قائم رہے، تب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا: ''اس درخت کی کیا مثال ہے''؟ صحابہ نے کہا: ''اللہ اور اس کے رسول کو ہی علم ہے، آپ نے فرمایا: ''یہ درخت مومن کی مثال ہے، جب خوف خدا سے اس کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تو اس کے گناہ ساقط ہوجاتے ہیں اور نیکیاں باقی رہتی ہیں''۔ (المرجع السابق بتغیر قلیل)

قرآن کی تین صفات کا بیان:

اللہ عزوجل نے متذکرہ مقام پر قرآن کی تین صفات بین فرمائی ہیں:

(۱)...... اس پاک کلام کی سب سے زیادہ قرائت کی جاتی ہے۔

(۲)...... یہ عربی زبان میں ہے اور اس کی عربی کے آگے بڑے بڑے فصحاء عرب بھی حیران و ششدر ہیں، اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھدائکم من دون اللہ اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلالو اگر تم سچے ہو (البقرۃ:۲۳)﴾۔

(۳)...... اس پاک کلام میں کوئی کجی نہیں ہے، انسان جب طویل کلام کرے تو اس کے منہ سے کوئی نہ کوئی کمزور یا ناپسندیدہ بات ضرور نکل جاتی ہے لیکن اللہ کا کلام فصیح و بلیغ ہے اس میں ایسی کوئی بات نہیں چنانچہ اللہ نے فرمایا: ﴿ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے (النساء:۸۲)﴾۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت اور کفار کی موت ایک جیسی نہیں!

☆...... متذکرہ آیت پاک میں دو مرتبہ موت کا ذکر ہے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے حوالے سے فرمایا: ﴿انک میت﴾ میت نکرہ ہے، اور کفار کی موت کے بارے میں فرمایا: ﴿انھم میتون﴾ یہاں بھی میت نکرہ ہے۔ فقہ کا اصول ہے: ''واذا اعیدت نکرۃ کانت الثانیۃ غیر الاولی یعنی جب نکرہ کا دوبارہ ذکر کیا جائے تو دوسرا نکرہ پہلے کا غیر ہوتا ہے'' (نور الانوار، مبحث العام، ص۸۱)۔ لہذا کفار کی موت اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ظاہری ایک جیسی نہیں ہیں۔

☆...... حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فراق قریب آیا تو ہم سب حضرت عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ کے حجرہ میں جمع ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم کو خوش آمدید ہو، اللہ عزوجل تم کو زندہ رکھے اور تم پر رحم فرمائے، میں تم کو اللہ عزوجل سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں، اب فراق قریب آگیا ہے اور یہ وقت اللہ عزوجل کی طرف لوٹنے اور سدرۃ المنتہی اور جنت الماوی کی طرف جانے کا وقت ہے۔ میرے گھر کے لوگ مجھے غسل دیں گے اور مجھے کفن ان کپڑوں میں پہنائیں گے اگر وہ چاہیں یا حلہ یمانیہ میں، پس جب تم مجھے غسل دے چکو اور کفن پہنا چکو تو مجھے میرے اس تخت پر میرے حجرے میں رکھ دینا، میری لحد کے کنارے پر، پھر کچھ دیر کے لئے میرے اس حجرے سے نکل

جانا، سب سے پہلے میرے حبیب جبرائیل علیہ السلام میری نماز پڑھیں گے، پھر حضرت میکائیل علیہ السلام، پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام اور پھر ملک الموت علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ میری نماز پڑھیں گے۔ پھر تم گروہ گروہ آکر میری نماز پڑھنا"۔ مسلمانوں نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کا سنا تو وہ رونے لگے اور کہنے لگے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے رب عزوجل کے رسول ہیں اور ہماری جماعت کی شمع ہیں اور ہمارے معاملات کی برہان ہیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے جائیں گے تو ہم اپنے معاملات میں کس کی جانب رجوع کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے تم کو صاف وشفاف راستے میں چھوڑا ہے، جس کی رات بھی اپنے ظہور میں دن کی طرح ہے اور اس رہنمائی کے بعد وہی شخص گمراہ ہوگا جو ہلاک ہونے والا ہے اور میں نے تمہارے لئے دو نصیحت کرنے والے چھوڑ دیئے ہیں، ایک ناطق ہے اور دوسرا ساکت ہے، رہا ناطق تو وہ قرآن مجید ہے اور ساکت تو وہ موت ہے۔ پس جب تم کو کوئی مشکل پیش آئے تو تم قرآن مجید اور سنت رسول کی طرف رجوع کرنا اور جب تمہارے دل سخت ہو جائیں تو تم مُردوں کے احوال پر غور کرنا"۔ پھر اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دردِ سر کا عارضہ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھارہ روز تک بیمار رہے اور مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کرتے رہے، پھر پیر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تھی، پھر حضرت علی اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا اور بدھ کی شب نصف گزر چکی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بی بی عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ کے حجرے میں دفن کر دیا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ منگل کی شب آپ کو دفن کیا گیا۔ (روح البیان، ج۸، ص۱٤۲ وغیرہ)

مولانا قاسم نانوتوی لکھتا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی موت میں بھی مثل حیات فرق ہے، ہاں فرق ذاتیت اور عرضیت متصور نہیں، وجہ اس فرق کی وہی تفاوت حیات ہے، یعنی حیات نبوی بوجہ ذاتیت قابل زوال نہیں اور حیات مومنین بوجہ عرضیت قابل زوال ہے، اس لئے بوقت موت حیات نبوی زائل نہ ہوگی، ہاں مستور ہو جائے گی اور حیات مومنین ساری یا آدھی زائل ہو جائے گی۔ سو در صورت تقابل عدم وملکہ اس استتار حیات میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مثل آفتاب سمجھئے کہ وقت کسوف قمر بے اوٹ میں حسب مزعوم حکماء اس کا نور مستور ہو جاتا ہے، زائل نہیں ہوتا، یا مثل شمع چراغ خیال فرمایئے کہ جب اس کو کسی ہنڈیا یا مٹکے میں رکھ کر اوپر سے سرپوش رکھئے تو اس کا نور بالبداہت مستور ہو جاتا ہے، زائل نہیں ہو جاتا اور دوبارہ زوال حیات مومنین کو مثل قمر خیال فرمایئے کہ وقت خسوف کا نور زائل ہو جاتا ہے یا مثل چراغ سمجھئے کہ گل ہو جانے کے بعد اس میں نور بالکل نہیں رہتا۔ (آب حیات، ص۱۸٤ وغیرہ)

☆......ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے کہ ثابت بنانی نے حمید الطویل سے پوچھا: "کیا تمہیں یہ علم ہے کہ حضرات انبیائے کرام کے سوا بھی کوئی اپنی قبروں میں نماز پڑھتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں"۔ (حلیۃ الاولیاء، ثابت بنانی، رقم: ۲۵٦۷، ج۲، ص۳٦۲)

☆......حضرت اوس بن اوس ثقفی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے تمام دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے، تم اس دن میں مجھ پر کثرت سے صلوۃ پڑھو، کیونکہ تمہاری صلوۃ مجھ پر پیش کی جاتی ہے"، صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! آپ پر ہماری صلوۃ کیسے پیش کی جائے گی حالانکہ آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہونگی؟ فرمایا: "اللہ عزوجل نے زمین پر حرام کیا ہے کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے"۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الصلوۃ، باب: تفریع ابواب الجمعۃ، رقم: ۱۰٤۷، ص ۲۰۰)

اغراض:

کمن طبع: یہ آیت اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿انما یتذکر اولو الالباب (الرعد:۱۹)﴾ پر مرتب ہوتی ہے۔

کلمۃ العذاب: یعنی مخاطب کو اس کلمے کے ذریعے عذاب میں مقید کرنا مقصود ہے۔

ای عن قبول القرآن: اس جملے میں اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ﴿من﴾ بمعنی عن ہے، کلام میں مضاف محذوف ہے اور یہ بھی درست ہے کہ ﴿من﴾ کو اپنے معنی پر ہی رکھا جائے تا کہ تعلیل کی صورت برقرار رہے یعنی ان کے دل کے ذکر (نہ کرنے کی وجہ سے) سخت ہو گئے اور فساد ونقصان کا شکار ہوئے، اور معلوم ومشاہدہ یہ ہے اللہ ﷻ کے پاک کلام سے دل تازگی پاتے ہیں اور بعض بیماریاں بھی دور ہو جاتی ہیں اور یہاں بعض عارفین کا یہ بھی کہنا ہے: اللہ ﷻ کی یاد سے گناہوں میں اضافہ نہیں ہوتا اور بصارت وبصیرت جلا پاتی ہیں۔ وغیرھما: جیسا کہ قصص واحکام۔ تطمئن: بمعنی تسکن وتستقر ہے۔

فی النظم وغیرہ: میں نظم سے مراد لفظ ہے، اور غیرہ سے مراد بلاغت اور منافع پر دلالت کرنا ہے۔ اس آیت میں اس جانب اشارہ ہے کہ قرآن متشابہ ومحکم پر محیط ہے یعنی بعض محکم اور بعض متشابہ ہیں اور متشابہ کا معنی یہ ہے کہ آیت مقدسہ میں بعض اختصار ہو۔

ای عند ذکر وعدہ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿الی﴾ بمعنی عند ہے، پس حرف کو دوسرے معنی کے لئے متضمن کرنے یہ ایک وجہ ہے اور دوسری وجہ ﴿تلین﴾ بمعنی تسکن ہے، پس مفسر نے دونوں صورتوں کو جمع کیا اور حاصل یہ ہوا کہ اللہ سماع قرآن کے وقت میں مومن کے حال کو بیان کرتا ہے اور جب وعید کو سنتا ہے تو مومن خوف کھا جاتا ہے اور جب وعدہ کا ذکر سماعت کرتا ہے تو اس پر امید کا غلبہ ہو جاتا ہے اور اس کا سینہ کشادہ ہو جاتا ہے اور اس کا نفس مطمئن ہو جاتا ہے کیونکہ خوف وامید بندے کے لئے ایسے ہیں جیسے پرندے کے لئے پر ہوتے ہیں کہ جب ان میں سے کوئی پَر کٹ جائے تو پرندہ زمین پر آ جاتا ہے۔

ای الکتاب: جو کہ متذکرہ صفات پر متصف ہوگی۔ ای کفار مکۃ: واضح قول یہ ہے کہ مراد اس امت کے کفار ہیں۔

ای جزاۂ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ یہاں مضاف حذف ہے۔

لا تخطر ببالھم: مراد سبب جہت بیان کرنا ہے، یعنی انہیں جس جگہ سے عذاب آئے گا انہیں اس جہت کا شعور بھی نہ ہوگا، جیسا کہ قوم لوط پر عذاب آیا اور انہیں اس کا شعور ہی نہ تھا۔

حال مؤکدۃ: یعنی لفظ قرآن حال مؤکدہ ہے۔ ای لبس واختلاف: بمعنی لا لبس ولا تناقض ہے۔

ای لا یستوی العبد لجماعۃ: یہ مثال ان کی جو اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور مفسر کا قول ''لجماعۃ'' میں مشرکین کے بُرے اخلاق کی جانب اشارہ ہے، اور مفسر کے قول ''والعبد لواحد'' میں اس بندۂ مومن کی جانب اشارہ کرنا مقصود ہے جو فقط ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ فلا شماتۃ بالموت: میں دشمن کے خوش ہونے کی جانب اشارہ ہے۔

نزلت لما استبطؤوا موتہ: کا بیان شانِ نزول میں دیکھ لیں۔ (الصاوی، ج۵، ص ۱۶۳ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

رکوع نمبر: ۱

﴿فمن﴾ای لا احد ﴿اظلم ممن کذب علی اللہ﴾بِنِسبَۃِ الشَّرِیکِ والوَلَدِ اِلَیہِ﴿وکذب بالصدق﴾بِالقُراٰنِ﴿اذ جاءہ ط الیس فی جھنم مثوی﴾ماوٰی﴿للکٰفرین(۳۲)﴾بلٰی﴿والذی جاء بالصدق﴾ھو النبیُّ ﷺ﴿وصدق بہ﴾ھُم المومنون فَالَّذِی بِمَعنَی الَّذِینَ﴿اولٰئک ھم المتقون (۳۳)﴾الشِّرکَ﴿لھم ما یشاءون عند ربھم ط ذلک جزٰؤا المحسنین(۳۴)﴾لِاَنفُسِھِم بِاِیمَانِھِم ﴿لیکفر اللہ عنھم اسوا الذی عملوا ویجزیھم اجرھم باحسن الذی کانوا یعملون(۳۵)﴾اَسوَءَ واَحسَنَ بِمَعنَی السَّیِّءِ والحَسَنِ﴿الیس اللہ بکاف عبدہ ط﴾اَیِ النَّبِیّ ﷺ بَلٰی﴿ویخوفونک﴾الخِطَابُ لَہ ﴿بالذین من دونہ ط﴾ای الاَصنَامِ اِن تَقتُلَہُ اَو تَخبُلُہُ﴿ومن یضلل اللہ فما لہ من ھاد(۳۶) ومن یھد اللہ فما لہ من مضل الیس اللہ بعزیز﴾غَالِبٍ عَلٰی اَمرِہٖ﴿ذی انتقام(۳۷)﴾مِن اَعدَائِہٖ بلٰی﴿ولئن﴾لامُ قَسمٍ ﴿سالتھم من خلق السمٰوٰت والارض لیقولن اللہ ط قل افرء یتم ما تدعون﴾تَعبُدُونَ﴿من دون اللہ﴾اَیِ الاَصنَامِ﴿ان ارادنی اللہ بضر ھل ھن کشفٰت ضرہ﴾لا﴿او ارادنی برحمۃ ھل ھن ممسکٰت رحمتہ﴾لا وَفِی قِرَاءَۃٍ بِالاِضَافَۃِ فِیھِمَا﴿قل حسبی اللہ ط علیہ یتوکل المتوکلون(۳۸)﴾یَثِقُ الوَاثِقُونَ﴿قل یٰقوم اعملوا علی مکانتکم﴾حَالَتِکُم﴿انی عامل ج﴾علٰی حَالَتِی﴿فسوف تعلمون(۳۹)من﴾مَوصُولَۃٌ مَفعُولُ العِلمِ﴿یاتیہ عذاب یخزیہ ویحل﴾یَنزِلُ﴿علیہ عذاب مقیم(۴۰)﴾دَائِمٌ ھو عَذَابُ النَّارِ وَقَد اَخزَاھُمُ اللہُ بِبَدرٍ﴿انا انزلنا علیک الکتٰب للناس بالحق ج﴾مُتَعَلِّقٌ بِاَنزَلَ﴿فمن اھتدی فلنفسہ﴾اِھتِدَاؤُہٗ﴿ومن ضل فانما یضل علیھا ج وما انت علیھم بوکیل(۴۱)﴾فَتُجبِرُھُم عَلَی الھُدٰی.

﴿ترجمہ﴾

تو اس سے بڑھ کر ظالم کون (یعنی کوئی بھی نہیں) جو اللہ پر جھوٹ باندھے (اس کی طرف شریک اور اولاد کی نسبت کر کے) اور حق (یعنی قرآن پاک) کو جھٹلائے جب اس کے پاس آئے کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانہ نہیں (کیوں نہیں ضرور ہے، مثوی بمعنی ماوی ہے) اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے (یعنی نبی پاک ﷺ ......۱......) اور وہ جنہوں نے اس کی تصدیق کی (یعنی مسلمان ......۲...... ، یہاں الذی بمعنی الذین ہے) یہی بچنے والے ہیں (شرک سے) ان کے لیے ہے جو وہ چاہیں اپنے رب کے پاس یہ (ایمان لا کر اپنی جانوں پر) احسان کرنے والوں کا صلہ ہے تا کہ اللہ ان سے اتار دے برا کام جو انہوں نے کیا اور انہیں ان کے ثواب کا صلہ دے اچھے کام پر ......۳...... (اسوا اور احسن بمعنی السیئی اور الحسن ہے) کیا اللہ اپنے بندے (یعنی نبی پاک ﷺ) کو کافی نہیں (کیوں نہیں ضرور ہے) اور تمہیں ڈراتے ہیں (یہاں خطاب حضور ﷺ سے ہے) اس کے سوا اوروں سے (یعنی بتوں سے کہ یہ

بت آپ ﷺ کو مارڈالیں گے اور آپ ﷺ کی عقل زائل کریں گے)اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کی کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی بہکانے والا نہیں کیا اللہ (اپنے امر پر) غالب (اپنے دشمنوں سے) انتقام لینے والا نہیں (کیوں نہیں ضرور ہے)اور اگر (لـئـن میں لام قسمیہ ہے) تم ان سے پوچھو آسمان اور زمین کس نے بنائے؟ تو ضرور کہیں گے اللہ نے تم فرماؤ: بھلا بتاؤ جنہیں (یعنی جن بتوں کو) تم اللہ کے سوا پوجتے ہو (تدعون بمعنی تعبدون ہے) اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہچانا چاہے تو کیا وہ اس کی بھیجی ہوئی تکلیف ٹال دیں گے (نہیں ایسا نہیں کرسکتے) یا وہ مجھ پر رحم فرمانا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روک رکھیں گے (نہیں وہ ایسا نہیں کرسکتے، ایک قراءت میں دونوں جانب اضافت ہے) تم فرماؤ: اللہ مجھے بس ہے بھروسے والے اس پر بھروسہ کریں......ع...... (یتوکل المتوکلون بمعنی یثق الواثقون ہے) تم فرماؤ: اے میری قوم! اپنی جگہ (اپنی اسی حالت پر) کام کئے جاؤ میں اپنا کام کرتا ہوں......۵......تو آگے جان جاؤ گے کس پر (من موصولہ تعلمون کا مفعول بن رہا ہے) آتا ہے وہ عذاب کہ اسے رسوا کرے گا اور کس پر اترتا ہے عذاب ہیشگی کا (مراد اس سے عذاب جہنم ہے اور بیشک اللہ ﷻ نے انہیں بدر میں رسوا کر دیا، یحل بمعنی ینزل اور مقیم بمعنی دائم ہے) بیشک ہم نے تم پر یہ کتاب لوگوں کی ہدایت کو حق کے ساتھ اتاری (''بالحق'' انزل کے متعلق ہے) تو جس نے راہ پائی (تو اس کا راہ پانا) اس کے اپنے بھلے کو اور جو بہکا اپنے ہی برے کو بہکا اور تم کچھ ان کے ذمہ دار نہیں (کہ تم انہیں ہدایت پر آنے پر مجبور کرو)۔

﴿ترکیب﴾

﴿فمن اظلم ممن کذب علی اللہ و کذب بالصدق اذجاءہ﴾.

ف: عاطفہ، مـن: استفہامیہ، اظـلـم: اسم تفضیل با فاعل، مـن: جار، من: موصولہ، کـذب عـلـی الـلـہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کـذب بـالـصـدق: فعل با فاعل و ظرف لغو، اذجاءہ: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الیس فی جھنم مثوی للکفرینo والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقونo﴾.

ھـمـزہ: حرف استفہام، لیـس: فعل ناقص، فـی جـھـنـم: ظرف مستقر خبر مقدم، مثـوی لـلـکـفـریـن: شبہ جملہ اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ، و: مستانفہ، الذی: موصول، جاء بـالـصـدق: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، صـدق بـہ: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مبتدا، اولئک: مبتدا، ھم المتقون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لھم مایشاء ون عند ربھم ذلک جزوا المحسنینo﴾.

لھـم: ظرف مستقر خبر مقدم، مـا: موصولہ، یشـاء ون: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، عـنـد ربـھـم: ظرف متعلق بمحذوف حال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر ماقبل ''الذی جاء بالصدق'' کی خبر ثانی ہے، ذلک: مبتدا، جزوا المحسنین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿لیکفر اللہ عنھم اسوا الذی عملوا ویجزیھم اجرھم باحسن الذی کانوا یعملونo﴾.

لام: جار، یـکـفـر اللہ عنھم: فعل و فاعل و ظرف لغو، اسوا: مضاف، الذی عملوا: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یـجـزیـھـم اجـرھـم: فعل با فاعل و مفعول و ثانی، بـاحـسـن الـذی کـانـوا یعملون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف مستقر فعل محذوف ''یسر لھم ذلک'' کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الیس اللہ بکاف عبدہ ویخوفونک بالذین من دونہ﴾.

ھــمــزہ: حرف استفہام،لیــس الــلــہ: ناقص واسم،ب: جارزائد،کــاف:اسم فاعل بافاعل،عبـدہ:مفعول،ملکرخبر،ملکر جملہ فعلیہ،و:مستانفہ،یخوفونک:فعل بافاعل ومفعول،ب: جار،الذین من دونہ:موصول صلہ،ملکرمجرور،ملکرظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ومن یضلل اللہ فما لہ من ھادo﴾.

و:عاطفہ،مــن:موصولہ،یــضــلــل الــلــہ: جملہ فعلیہ صلہ،ملکرمبتدا،ف: جزائیہ،مــا مشابہ بلیس،لــہ:ظرف مستقرخبر مقدم،من:زائد،ھاد:اسم مؤخر،ملکرجملہ اسمیہ ہوکرخبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن یھد اللہ فما لہ من مضل الیس اللہ بعزیز ذی انتقامo﴾.

و:عاطفہ،من یھد اللہ:موصول صلہ،ملکرمبتدا،ف: جزائیہ،ما:مشابہ بلیس،لہ:ظرف مستقرخبرمقدم،من:زائد،مضل:اسم موخر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکرخبر،ملکر جملہ اسمیہ،ھمزہ:استفہامیہ،لیس اللہ:فعل ناقص واسم،ب:زائد،عزیز:موصوف،ذی انتقام:صفت،ملکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولئن سالتھم من خلق السموت والارض لیقولن اللہ﴾.

و:عاطفہ،لام قسمیہ،ان شرطیہ،سالتھم:فعل بافاعل ومفعول،من:استفہامیہ مبتدا،خلق السموت والارض: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکرمفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکرشرط،لام:تاکیدیہ،یقولن:قول،اللہ:"ھو"مبتدامحذوف کیلئے خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ،ملکرجواب قسم،ملکرقسم محذوف"نقسم"کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿قل افرء یتم ما تدعون من دون اللہ ان ارادنی اللہ بضر ھل ھن کشفت ضرہ﴾.قل: قول،ھمزہ:حرف استفہام،ف:عاطفہ،رایتم:فعل بافاعل،مــاتــدعــون:موصول صلہ،ملکرذوالحال،مـن دون الــلــہ:ظرف مستقرحال،ملکرمفعول اول،ھل:حرف استفہام،ھن:مبتدا،کشفت ضرہ: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکرمفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ ہوکرمقولہ،ملکر جملہ قولیہ،ان:شرطیہ،ارادنی اللہ بضر: جملہ فعلیہ جزامحذوف"فعل ھن کشفت ضرہ"کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ معترضہ۔

﴿اوارادنی برحمۃ ھل ھن ممسکت رحمۃ﴾.

او:عاطفہ،ارادنــی بــرحــمــۃ:فعل بافاعل ومفعول وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ماقبل"ارادنــی الــلــہ" پر،ھـل:حرف استفہام،ھن:مبتدا،ممسکت رحمۃ: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل حسبی اللہ علیہ یتوکل المتوکلونo﴾.

قل: قول،حسبی:مبتدا،الــلــہ:خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکرمقولہ،ملکر جملہ قولیہ،عــلیہ:ظرف لغومقدم،یتوکل المتوکلون:فعل وفاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل یقوم اعملواعلی مکانتکم انی عامل فسوف تعلمونo﴾.

قل: قول،یقوم:نداء،اعــمــلــوا:فعل امرواؤضمیرذوالحال،عــلــی مــکــانتکم:ظرف مستقرحال،ملکرفاعل،ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء،ملکرمقولہ،ملکر جملہ قولیہ،انی:حرف مشبہ واسم،عــامل:خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ف:عاطفہ،سوف:حرف استقبال،تــعلمون:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿من یاتیہ عذاب یخزیہ ویحل علیہ عذاب مقیمo﴾.

من: موصولہ،یــاتــیــہ:فعل ومفعول،عذاب:موصوف،یــخــزیــہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،یــحــل علیہ عذاب مقیم: جملہ

فعلیہ معطوف، ملکر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ماقبل "تعلمون" کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انا انزلنا علیک الکتب للناس بالحق فمن اهتدی فلنفسه﴾۔

انا: حرف مشبہ واسم، انزلنا علیک: فعل بافاعل وظرف لغو، الکتب: ذوالحال، بالحق: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول، للناس: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، اهتدی: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لنفسه ظرف مستقر مبتدا محذوف "هدایته" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن ضل فانما یضل علیها وما انت علیهم بوکیل٥﴾۔

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، ضل: فعل بافاعل، ملکر شرط، ف: جزائیہ، انما: حرف مشبہ واسم وما کافہ، یضل علیها: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، انت: اسم، علیهم: ظرف لغو مقدم، ب: زائد، وکیل بمعنی مشبہ بافاعل، ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیا سچ لائے؟

۱.....سید عالم جس سچ کو لائے اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: (۱)..... مراد اس سے قرآن مجید ہے جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، (۲)..... اللہ عزوجل نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا جس کی لوگوں نے مخالفت کی، (۳)..... ایک قول یہ ہے کہ لوگوں نے کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ" کا انکار کیا۔ (الطبری، الجزء: ۲٤، ٦)

علامہ آلوسی کہتے ہیں:

ظاہر یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو جھٹلایا گیا جب کہ جھٹلانے والے جانتے تھے کہ یہ اللہ عزوجل کی پاک بارگاہ سے ایسے معجزات لائے ہیں، پس ان کا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو جھٹلانا مطلق تکذیب کے زمرے میں نہیں آتا (یعنی انہوں اللہ اور اس کے رسول دونوں کو جھٹلایا)۔ (روح المعانی، الجزء: ٢٤، ص ٣٥٢)

کس سچے نے سچ کی تصدیق کی؟

۲.....ابن عساکر نے اُسید بن صفوان کے طرق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ﴿والذی جاء بالحق﴾ سے مراد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بالاصفات ہے اور ﴿وصدق به﴾ سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ذات مبارکہ ہے اور یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہے۔

☆.....ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ﴿والذی جاء بالصدق﴾ سے مراد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور ﴿وصدق به﴾ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔

☆.....ابن جریر اور اُبی بن حاتم نے سُدی سے روایت کی ہے کہ ﴿والذی جاء بالصدق﴾ سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور ﴿وصدق به﴾ سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

☆.....ابن منذر نے مختلف طرق سے مجاہد سے روایت کی ہے کہ وہ متذکرہ آیت پڑھ رہے تھے اور فرمایا ﴿والذی جاء بالصدق وصدق به﴾ سے مراد اہل قرآن ہیں جن کا حشر کل بروز قیامت قرآن کے ساتھ ہوگا اور وہ کہیں گے: "یہ وہ پاک کلام ہے جس کی ہم نے پیروی کی اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہوئے"۔ (الدر المنثور، ج۵، ص ٦١٥)

امام رازی لکھتے ہیں: اس بارے میں کچھ مسائل ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

پہلا مسئلہ: اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿والذی جاء بالصدق و صدق به﴾ کے بارے میں دو اقوال ہیں:
(۱)......سچ لانے والی ذات سید عالم ﷺ کی ہے اور جس سچے نے اس کی تصدیق کی وہ ذات سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے، اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور کئی مفسرین کا قول ہے۔ (۲)......ہر نبی سچ ہی لایا اور تصدیق کرنے والے ان کے پیروکار تھے۔

دوسرا مسئلہ: رسالت کا تعلق چار ارکان کے ساتھ ہوتا ہے: المرسِل، المرسَل، الرسالۃ اور المرسل الیہ، اور رسول کا بھیجنا اس لئے ہے کہ قبول وتصدیق کے معاملے میں جس کی جانب بھیجا گیا ہے وہ اس کی پیروی کریں، پس پہلا شخص جس نے آنے والی دعوت کی تصدیق کی وہ بھیجے جانے والے کے منصب رسالت کو مکمل کر گیا اور باقی لوگوں نے انہیں دیکھ کر مان لیا، جیسا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "ابوبکر کی ذات ہے جو پیغام نبوت کی تکمیل میں سہارا بنی"۔ (الرازی، ج۹، ص ۴۵۲)

متصدقین کی جزاء کا بیان:

۳......متصدقین کے بارے میں اللہ عزوجل کا وعدہ ہے، فرمایا: ﴿لهم ما يشاؤن عند ربهم ذلك جزاء المحسنين ()﴾، یہ وعدہ ہر اُس شخص کے لئے ہے جو دین اسلام کا مکلف ہے، اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمام کمال اللہ عزوجل کی ذات کے ساتھ محبوب ومرغوب ہے، اور جنتی عقلاء کے درجے میں داخل ہیں، پس جب وہ حضرات انبیائے کرام، اکابرین عظام اور اولیائے کرام کے بلند درجات کو دیکھیں گے تو جان لیں گے کہ یہی وہ خیرات عالیہ، درجات کاملہ ہیں، اور کسی چیز کا کمال کی حیثیت سے علم ہونا، اور خیر میں جس کی طرف رغبت کی جائے، وہ ایسی ہی ہوتی ہیں کہ لوگ اس کی چاہت کرتے ہیں اور یہی اس آیت کا ماخذ ہے، اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ معاملہ برعکس ہو کہ نیک لوگ بجائے انعام واکرام کے غم وغصہ اور وحشت قلبی کا شکار ہوں تو پھر میں یہ کہوں کہ اللہ عزوجل کی شان یہ ہے کہ وہ آخرت میں کینہ وحسد کو لوگوں کے دلوں سے دور فرما دیتا ہے، پس ثابت ہوتا ہے کہ دنیاوی امور کے معاملے میں اُخروی امور مختلف ہوتے ہیں۔ (الرازی، ج۹، ص ۴۵۳)

کیا اسباب اختیار کرنا توکل کے منافی ہے؟

۴......امور دنیا اور آخرت کے حوالے سے مصائب کے دور ہونے اور خواہشوں کے پورے ہونے میں دل کا اللہ کے حضور مکمل طور پر جم جانا توکل کہلاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اگر تم اس طرح اللہ پر بھروسہ کرو جیسا کہ اُس پر بھروسہ کرنے کا حق ہے تو تمہیں بھی ایسے ہی رزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے کہ صبح اپنے گھونسلے سے بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر واپس آتے ہیں"۔ (الترمذی، کتاب الزهد، باب فی التوکل علی الله، رقم: ۲۳۵۱، ص ۶۸۰)۔ تحقیق یہ ہے کہ توکل اسباب اختیار کرنے کے منافی نہیں ہے، حضرت سہل فرماتے ہیں کہ جس نے کوشش اور کسب کرنے پر لعن طعن کیا اس نے سنت پر لعن طعن کیا اور جس نے توکل کرنے پر لعن طعن کیا اس نے ایمان پر لعن طعن کیا، پس توکل نبی پاک ﷺ کا حال ہے اور کسب سید عالم ﷺ کی سنت، پس جو سید عالم ﷺ کے حال پر عمل کرے تو وہ سنت کو کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ (تزکیۃ النفوس، ص ۹۱ وغیرہ)

سید عالم ﷺ نے کامل طور پر پیغام تبلیغ فرمایا:

۵......رسالت کا منصب ایک عظیم منصب ہے، اور اس عظیم منصب پر فائز ہونے والے رسل بھی عظیم ہی ہیں، اور انہوں نے اس منصب کی بجا آوری بھی عظیم ہی طریقے سے کی ہے، جس پر قرآن بھی شاہد ہے۔ چنانچہ فرامین رب العباد ہیں: ﴿فلعلك باخع نفسك على اثارهم ان لم يؤمنوا بهذا الحديث اسفا﴾ تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے پیچھے اگر وہ اس

بات پر ایمان نہ لائیں غم سے(الکہف:۶) ﴾، ﴿لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے غم میں کہ وہ ایمان نہ لائیں گے(الشعراء:۳) ﴾، ﴿فلا تذهب نفسک علیهم حسرات تو تمہاری جان ان پر حسرتوں میں نہ جائے(فاطر:۸) ﴾۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''میری اور لوگوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی، پھر حشرات الارض اور پروانے اس آگ میں گرنے لگے، سو میں تم کو کمر سے پکڑ کر آگ میں گرنے سے روک رہا ہوں اور لوگ اس آگ میں دھڑا دھڑ گر رہے ہیں''۔(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: الانتهاء عن المعاصی، رقم: ٦٤٨٣، ص١١٢٤)

☆......حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل نے جس علم وہدایت کے ساتھ مجھے مبعوث کیا ہے، اس کی مثال اس بادل کی طرح ہے جو زمین پر برسا، زمین کا کچھ حصہ اچھا تھا جس نے اس پانی کو جذب کر لیا اور اس نے چارا اور بہت سبزہ اگایا اور زمین کا بعض حصہ سخت تھا، اس نے پانی کو روک لیا، جسے اللہ نے لوگوں کو نفع پہنچایا، لوگوں نے وہ پانی خود پیا اور جانوروں کو پلایا اور ان کو (سبزے سے) چرایا اور زمین کا بعض حصہ چٹیل میدان تھا، جس پر جب بارش ہوئی تو زمین کے اس حصہ نے پانی روکا اور جمع کیا اور نہ اس میں سبزہ اور گھاس اگائی، یہ مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اللہ کے دین کو سمجھا اور اس کا فیض پہنچایا اور اللہ نے جس ہدایت کے ساتھ مجھے مبعوث کیا ہے اس کا علم حاصل کیا اور وہ علم آگے پہنچایا اور یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے اس علم کی طرف سر اٹھا کر نہیں دیکھا اور نہ اس ہدایت کی طرف دیکھا جس کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا ہے اور اس کو قبول نہیں کیا''۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب: فضل مَن عَلِمَ وعَلَّمَ، رقم: ٧٩، ص١٩)

اغراض:

بلیٰ: میں اس جانب اشارہ ہے کہ مراد استفہام تقریری ہے، معنیٰ یہ ہے کہ ﴿فی جهنم مثوی للکافرین(العنکبوت:٦٨) ﴾ ہے، یعنی ''بلیٰ'' کے ذریعے اللہ کا شریک بنانے والوں کے عذاب کو ثابت کرنا مقصود ہے۔

لانفسهم: کا متعلق ﴿المحسنین﴾ ہے، اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ انسان کے پرہیزگاری کرنے میں اپنی ذات پر احسان ہے، اور اس کے ثمرات اُسی کو ملنے ہیں اور کسی نیک بندے کے نفع ونقصان کا محتاج نہیں اللہ مخلوق کی جانب سے کسی نفع ونقصان سے بلند وبالا ہے، اور نفس کا اپنی ذات پر احسان کرنا اللہ کی بندگی کرنے اور اس کی بارگاہ میں امید کرنا ہے اور خالق کی محبت میں مخلوق کی محبت سے کنارہ کرنا ہے اور اسی لئے جو اپنے نفس کو (تقویٰ سے) معزز کرتا ہے اللہ اُسے معزز کرتا ہے اور اس کا برعکس بھی ہوتا ہے۔

بمعنی السیء والحسن: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ فعل تفضیل اس باب سے نہیں آتا، پس الاسوا بمعنی السیء اور الاحسن بمعنی الحسن ہے، یعنی اللہ ہر اچھے عمل اور برے عمل پر (چاہے تو) جزا دیتا ہے۔

متعلق بانزل: یہ بھی درست ہے محذوف حال کی جانب متعلق ہو، چہ جائے کہ وہ انزل کا فاعل ہو یا مفعول ہو۔

یتق والقون: مراد اعتماد کرنے والوں کا اعتماد کرنا ہے۔ حالتکم: مراد کفر وعناد ہے، اور یہ حال کی مکان کے ذریعے تشبیہ بیان کرنا ہے یعنی حالت کفر وعناد کے ثابت ومستقیم ہونے کا بیان مقصود ہے۔ (الصاوی، ج٥، ص١٦٥ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲

﴿الله یتوفی الانفس حین موتها﴾ وَیَتوفّی ﴿والتی لم تمت فی منامها﴾ اَی یَتوفّاها وَقتَ النَّومِ ﴿فیمسک التی قضی علیها ویرسل الاخری الی اجل مسمی ط﴾ اَی وَقتُ مَوتِهَا والمُرسَلَةُ نَفسُ

التَّمییزِ تَبقِی بِدُونِهَا نَفسُ الحَیٰوۃِ بِخِلافِ العَکسِ﴿ان فی ذلک﴾المَذکُورِ﴿لایٰت﴾دَلالاتٍ﴿لقوم یتفکرون(۴۲)﴾فَیَعلَمُونَ اَنَّ القَادِرَ علٰی ذلک قَادِرٌ علَی البَعثِ وَقُرَیشٌ لَم یَتَفَکَّرُوا فی ذٰلک﴿ام﴾بل ﴿اتخذوا من دون اللہ﴾اَیِ الاَصنَامِ آلِهَۃً﴿شفعاء ط﴾عِندَاللہِ بِزَعمِهِم﴿قل﴾لهم ﴿ا﴾یَشفَعُونَ﴿ولو کانوا لا یملکون شیئا﴾مِنَ الشَّفَاعَۃِ وَغَیرِها﴿ولا یعقلون(۴۳)﴾اَنَّکم تَعبُدُونَهم ولا غَیرَ ذلک﴿قل للہ الشفاعۃ جمیعا ط﴾اَی هُوَ مُختَصٌّ بِها فَلا یَشفَعُ اَحَدٌ اِلا بِاِذنِہٖ﴿له ملک السموت والارض ط ثم الیہ ترجعون(۴۴) واذا ذکر اللہ وحدہ﴾اَی دُونَ آلِهَتِهِم﴿اشمازت﴾نَفَرَت وانقَبَضَت﴿قلوب الذین لا یؤمنون بالاخرۃ ج واذا ذکر الذین من دونہ﴾اَیِ الاَصنَامِ﴿اذا هم یستبشرون(۴۵) قل اللّٰهم﴾بِمَعنٰی یَااللہُ ﴿فاطر السموت والارض﴾مُبدِعُهما﴿علم الغیب والشهادۃ﴾مَاغَابَ وَما شُوهِدَ﴿انت تحکم بین عبادک فی ما کانوا فیہ یختلفون(۴۶)﴾مِن اَمرِ الدِّینِ اِهدِنی لِما اختُلِفُوا فیهِ مِنَ الحَقِّ﴿ولو ان للذین ظلموا ما فی الارض جمیعا ومثله معه لافتدوا به من سوء العذاب یوم القیمۃ ط وبدا﴾ظَهَرَ﴿لهم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون(۴۷)﴾یَظُنُّونَ﴿وبدالهم سیات ما کسبوا وحاق﴾نَزَلَ﴿بهم ما کانوا به یستهزءون(۴۸)﴾اَیِ العَذَابِ﴿فاذا مس الانسان﴾الجِنسَ ﴿ضر دعانا ثم اذا خولنه﴾اَعطَینَاہُ﴿نعمۃ﴾اِنعاما﴿منا قال انما اوتیته علی علم﴾مِنَ اللہِ بِاَنِّی له اَهلٌ﴿بل هی﴾اَی القَولۃُ﴿فتنۃ﴾بَلِیَّۃٌ یُبتَلٰی بِها العَبدُ﴿ولکن اکثرهم لا یعلمون(۴۹)﴾اَنَّ التَّخوِیلَ اِستِدرَاجٌ وامتِحانٌ ﴿قد قالها الذین من قبلهم﴾مِنَ الاُمَمِ کَقَارُونَ وَقَومُهٗ الرَّاضِینَ بِها﴿فمااغنی عنهم ما کانوا یکسبون(۵۰) فاصابهم سیات ما کسبوا والذین ظلموا من هؤلاء سیصیبهم سیات ما کسبوا وما هم بمعجزین(۵۱)﴾بِفَائِتِینَ عَذَابَنا فَقُحِطُوا سَبعَ سِنِینَ ثُمَّ وُسِّعَ عَلَیهِم﴿اولم یعلموا ان اللہ یبسط الرزق﴾یُوَسِّعُهٗ﴿لمن یشاء﴾اِمتِحانا﴿ویقدر ط﴾یُضَیِّقُهٗ لمن یَّشاءُ اِبتِلاءً﴿ان فی ذلک لایت لقوم یؤمنون(۵۲)﴾.

﴿ترجمہ﴾

اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور (وفات دیتا ہے) انہیں جو نہ مریں انہیں ان کے سوتے میں (یعنی انہیں ان کے سوتے وقت وفات دیتا ہے......۱......) پھر جس پر موت کا حکم فرمادیا اسے روک رکھتا ہے اور دوسرے ایک میعاد مقرر (اس کی موت آنے کے وقت) تک چھوڑ دیتا ہے (نفس......۲...... جسے چھوڑا جاتا ہے یہ نفس تمیز ہوتا ہے جس کے بغیر حیات بھی باقی رہتی ہے لیکن اس کے برخلاف نہیں ہوتا) بیشک اس میں (جو مذکور ہوا) ضرور نشانیاں ہیں (رہنمائی کرنے والی اشیاء ہیں) سوچنے والوں کے لیے (وہ سوچ کر یہ بات جان لیں گے جو ذات ان امور پر قادر ہے وہ مرنے کے بعد اٹھانے پر بھی قادر ہے کفار قریش نے اس میں غور و فکر نہیں کیا) بلکہ (یہاں ام بمعنی بل ہے) انہوں نے اللہ کے مقابل بنا رکھے ہیں (بتوں کو بطور خدا) سفارشی (کہ وہ ان کے گمان کے مطابق اللہ کے حضور ان کی شفاعت کریں گے) تم (ان لوگوں سے) فرماؤ کیا (وہ شفاعت کریں گے) اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک

نہ ہوں (شفاعت وغیرہ کسی چیز کے) اور نہ عقل رکھیں (اس کی کہ تم انہیں پوجتے ہو اور نہ کسی اور بات کی نہیں یہ ایسا نہیں کر سکتے) فرماؤ کیا شفاعت تو سب اللہ کے ہاتھ میں ہے (وہی اس کے ساتھ مختص ہے بے اس کے اذن کے کوئی شفاعت نہیں کر سکتا) اسی کے لیے ہے آسمان اور زمین کی بادشاہی پھر تمہیں اسی کی طرف پلٹنا ہے اور جب ایک اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے (کفار کے خداؤں کا ذکر نہیں کیا جاتا تو) دل سمٹ جاتے ہیں (اشمازت کے معنی دل کا بیزار ہونا سٹ جانا ہے) ان کے جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور جب اس کے سوا اوروں کا (یعنی بتوں کا) ذکر ہوتا ہے جبھی وہ خوشیاں مناتے ہیں تم عرض کرو: اے اللہ (اللھم بمعنی یااللہ ہے) آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے (فاطر بمعنی مبدع ہے) نہاں اور عیاں کے جاننے والے (جو غائب ہے لوگوں سے اور جو لوگوں پر ظاہر ہے سب کے جاننے والے) کو اپنے فیصلہ فرمائے گا جس میں (جس دینی امر میں) وہ اختلاف کرتے ہیں (جب لوگ حق کے بارے میں اختلاف کریں تو تو مجھے بدستور ہدایت پر قائم رکھنا) اور اگر ظالموں کے لیے ہوتا جو کچھ زمین میں ہے سب اور اس کے ساتھ جیسا تو یہ سب چھڑانے میں دیتے روز قیامت کے بڑے عذاب سے اور انہیں ظاہر ہوئی (بدا بمعنی ظھر ہے) اللہ کی طرف سے وہ بات جو ان کے خیال میں نہ تھی (یحتسبون بمعنی یظنون ہے) اور ان پر اپنی کمائی ہوئی برائیاں کھل گئیں اور ان پر آپڑا (حاق بمعنی نزل ہے) وہ (عذاب) جس کی ہنسی بناتے تھے......۳......پھر جب انسان (یعنی جنس انسان) کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں بلاتا ہے پھر جب ہمیں اسے اپنے پاس سے انعام عطا فرمائیں (خولنہ بمعنی اعطیناہ اور نعمۃ بمعنی انعاما ہے) کہتا ہے یہ تو مجھے ایک علم کی بدولت ملی ہے (یعنی مجھے اللہ ﷻ کی طرف سے، اس کا علم ہے کہ میں اس نعمت کا اہل ہوں......ہے......) بلکہ وہ (یعنی یہ بات) تو آزمائش ہے (جس میں بندے کو مبتلا کیا گیا ہے) مگر ان میں بہتوں کو علم نہیں (کہ عطائے نعمت استدراج اور آزمائش ہوتی ہے) ان سے اگلے (یعنی پچھلی امتیں جیسے قارون اور اس کے اعمال سے راضی افراد) بھی ایسے ہی کہہ چکے تو ان کا کمایا ان کے کچھ کام نہ آیا تو ان پر اتر گئیں ان کی کمائیوں کی برائیاں (یعنی ان برائیوں کا بدلہ) اور وہ جو ان میں ظالم ہیں (یعنی کفار قریش) عنقریب ان پر پڑیں گی ان کی کمائیوں کی برائیاں اور وہ قابو سے نہیں نکل سکتے (ہمارے عذاب سے بچ نہیں سکتے چنانچہ یہ لوگ سات سال قحط سالی کا شکار رہے پھر ان پر کشادگی کی گئی، معجزین بمعنی فائتین ہے) کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ روزی کشادہ کرتا ہے (یبسط بمعنی یوسع ہے) جس کے لیے چاہے (بطور امتحان) اور تنگ فرماتا ہے (جس کے لیے چاہے بطور آزمائش، یقدر بمعنی یضیق ہے) اور بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو (اس پر) ایمان رکھتے ہیں۔

﴿ترکیب﴾

﴿اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا﴾.

اللہ: مبتدا، یتوفی: فعل بافاعل، الانفس: معطوف علیہ، و: عاطفہ، التی لم تمت: موصول صلہ ملکر معطوف، ملکر مفعول، حین موتھا: ظرف، فی منامھا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی﴾.

ف: عاطفہ، یمسک: فعل بافاعل، التی: موصول، قضی علیھا الموت: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، یرسل: فعل بافاعل، الاخری: مفعول، الی اجل مسمی: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لایت لقوم یتفکرون ۝ ام اتخذوا من دون اللہ شفعاء﴾.

ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، ایت: موصوف، لقوم یتفکرون: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم

مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ ،ام:عاطفہ منقطعہ بمعنی بل ،اتخذوا:فعل بافاعل،من دون اللہ: ظرف مستقر مفعول ثانی،شفعاء: مفعول اول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿قل اولو کانوا لا یملکون شیئا ولا یعقلون۞﴾.

قل: قول،ھمزہ:استفہام،و:حالیہ،لو:شرطیہ،کانوا:فعل ناقص بااسم،لایملکون شیئا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،لایعقلون:جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ فعلیہ جزامحذوف "تتخذونھم" کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ ہوکر فعل محذوف "یشفعون" کیلئے فاعل سے حال ہے،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ ،"ای ایشفعون ولو کانوا......الخ"۔

﴿قل للہ الشفاعۃ جمیعا لہ ملک السموت والارض ثم الیہ ترجعون۞﴾.

قل: قول،للہ:ظرف مستقر خبر مقدم،الشفاعۃ:ذوالحال،جمیعا: حال،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،لہ ظرف مستقر خبر مقدم،ملک السموت والارض:مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،ثم:عاطفہ،الیہ ترجعون:جملہ فعلیہ۔

﴿واذا ذکر اللہ وحدہ اشمازت قلوب الذین لا یومنون بالاخرۃ﴾.

و: عاطفہ،اذا ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،ذکر:فعل مجہول،اللہ: ذوالحال،وحدہ: حال،ملکر نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط،اشمازت:فعل،قلوب:مضاف، الذین لایومنون بالاخرۃ:موصول صلہ،ملکر مضاف الیہ،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿واذا ذکر الذین من دونہ اذا ھم یستبشرون۞﴾.

و: عاطفہ،اذا ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،ذکر:فعل مجہول،الذین من دونہ: موصول صلہ،ملکر نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط،اذا: فجائیہ ،ھم مبتدا،یستبشرون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قل اللھم فاطر السموت والارض علم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادک فی ما کانوا فیہ یختلفون۞﴾.

قل: قول،اللھم:موصوف،فاطر السموت والارض: صفت اول،علم الغیب والشھادۃ:صفت ثانی،ملکر منادی،م: میم مشددہ قائم مقام حرف نداء "یا"،ملکر جملہ ندائیہ،انت مبتدا،تحکم:فعل بافاعل،بین عبادک: ظرف،فی ما کانوا فیہ یختلفون: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ولو ان للذین ظلموا ما فی الارض جیمعا ومثلہ معہ لافتدوا بہ من سوء العذاب یوم القیمۃ﴾.

و: مستانفہ،لو:شرطیہ،ان:حرف مشبہ،للذین ظلموا: ظرف مستقر خبر مقدم،ما فی الارض: موصول صلہ،ملکر ذوالحال،جیمعا: حال،ملکر معطوف علیہ،و:عاطفہ،مثلہ:ذوالحال،معہ:ظرف متعلق بمحذوف حال،ملکر معطوف،ملکر اسم مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر "ثبت" فعل محذوف کا فاعل،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط ،لام: تاکیدیہ،افتدوا بہ:فعل بافاعل وظرف لغو،من سوء العذاب: ظرف لغو ثانی،یوم القیمۃ: ظرف،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وبدالھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون۞﴾.

و: عاطفہ،بدا:فعل،لھم:ظرف لغو،من اللہ:ظرف مستقر حال مقدم،ما:موصولہ،لم یکونوا:فعل ناقص نفی بااسم،یحتسبون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ،ملکر ذوالحال،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وبدالھم سیات ما کسبوا وحاق بھم ما کانوا بہ یستھزء ونo﴾.

و: عاطفہ، بدالھم: فعل وظرف لغو، سیات ما کسبوا: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، حاق: فعل، بھم: ظرف لغو، ما کانوا بہ یستھزء ون: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاذا مس الانسان ضر دعانا ثم اذا خولنہ نعمۃ منا قال انما اوتیتہ علی علم﴾.

ف: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، مس الانسان ضر: جملہ فعلیہ شرط، دعانا: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ثم: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، خولنہ: فعل با فاعل ومفعول، نعمۃ: موصوف، منا: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، قال: قول، انما: حرف مشبہ وما کافہ، اوتیت: فعل مجہول و "ت" ضمیر ذوالحال، علی علم: ظرف مستقر حال، ملکر نائب الفاعل، ہ: ضمیر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿بل ھی فتنۃ ولکن اکثرھم لایعلمونo﴾.

بل: عاطفہ، ھی: مبتدا، فتنۃ: ذوالحال، و: حالیہ، لکن اکثرھم لایعلمون: جملہ اسمیہ حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قد قالھا الذین من قبلھم فما اغنی عنھم ما کانوا یکسبونo فاصابھم سیات ما کسبوا﴾.

قد: تحقیقیہ، قالھا: فعل ومفعول، الذین من قبلھم: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ما اغنی: فعل نفی، عنھم: ظرف لغو، ما کانوا یکسبون: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اصابھم: فعل ومفعول، سیات ما کسبوا: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿والذین ظلموا من ھولاء سیصیبھم سیات ما کسبوا وما ھم بمعجزینo﴾.

و: عاطفہ، الذین ظلموا: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من ھولاء: ظرف مستقر حال، ملکر مبتدا، سیصیبھم: فعل ومفعول، سیات ما کسبوا: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، ھم: اسم، ب: زائد، معجزین: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولم یعلموا ان اللہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر﴾.

ھمزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "اقالوھا ولم یعلموا" لم یعلموا: فعل نفی با فاعل، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، یبسط الرزق: فعل با فاعل ومفعول، لام: جار، من: موصولہ، یشاء: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یقدر: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان فی ذلک لایت لقوم یومنونo﴾.

ان: حرف مشبہ، فی ذلک: ظرف مستقر خبر مقدم، لام: تاکیدیہ، ایت: موصوف، لقوم یومنون: ظرف مستقر صفت، ملکر اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نیند موت کی بہن ہے!

ا......فرماتا ہے وہی ہے جو تمہیں وفات دیتا ہے نیند کو وفات (موت) کہا کیونکہ نیند موت کی ایک قسم ہے اور توفی کی اصل کسی چیز کو پورا اٹھالینے کے ہے اور یہاں نیند کے لیے لفظ توفی بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ (المظھری، ج ۲، ص ۴۵۹)

☆......حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "ہر انسان کے ساتھ فرشتہ ہے جب انسان سوتا ہے تو فرشتہ اس کی روح کو پکڑ لیتا ہے پھر جب اللہ ﷻ سے حکم دیتا ہے تو وہ اسکی روح قبض کر لیتا ہے ورنہ اسے اس کی طرف پھیر

دیتا ہے۔اللہ ﷻ کے فرمان ﴿یتوفاکم باللیل﴾ کا یہی معنی ہے۔ (الدر المنثور، ج۳، ص ۲۹)

☆......حضرت جابر ﷛ سے روایت ہے کہ شہنشاہ کون ومکان ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کیا اہل جنت کو نیند آئے گی؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نیند موت کا بھائی ہے اور اہل جنت کو نیند نہیں آئے گی۔(المعجم الاوسط، من اسمه احمد، ج ۱، رقم ۹۱۹، ص۲۶٦)

☆......سید عالم ﷺ نے ابوہریرہ سے فرمایا: ''ہم کو صبح کی نماز کے وقت جگا دینا''، حضرت بلال ﷛ پر نیند غالب آئی، سورج نکلنے کے بعد سب ہی اٹھ گئے، آپ ﷺ نے حضرت بلال ﷛ سے استفسار فرمایا تو انہوں نے کہا: میرے نفس کو اسی چیز نے پکڑ لیا تھا جس نے آپ کے نفس کو پکڑ لیا تھا''۔

☆......دوسری حدیث میں اس موقع پر آپ ﷺ فرمایا: اے لوگوں اللہ ہماری روحوں کو قبض کر لیتا ہے، اگر وہ چاہتا تو وہ اس وقت کے سوا ہماری روحوں کو لوٹا دیتا''۔ (موطا امام مالك، كتاب وقت الصلوة، باب النوم عن الصلوة، رقم: ۲٦، ص۱۷)

نفس وروح ایک ھی ھیں یا جُدا :

ع......علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ نفس وروح ایک ہی چیز ہیں یا جُدا جُدا، علماء کی ایک جماعت نفس وروح کو ایک ہی مانتی ہے چنانچہ پہلے انہی دلائل کو پیش خدمت کرتے ہیں جنہوں نے نفس وروح کو ایک ہی مانا ہے، ان علماء کی ایک دلیل تو یہی آیت پاک ہے۔

☆......حضرت ابوہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ جب انسان مرتا ہے تو اس کی نظر اوپر اٹھی ہوئی ہوتی ہے''، صحابہ نے کہا: کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب اس کی نظر اس کے نفس کو دیکھ رہی ہوتی ہے''۔ (صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب: في شخوص بصر الميت، رقم: (۲۰۱٦)/۹۲۱۹، ص۴۱۹)

☆......حضرت ابوہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں نبی پاک ﷺ نے فرمایا: میت کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں جب مرنے والا شخص نیک ہو تو اس سے کہتے ہیں: اے پاکیزہ نفس! باہر نکلو، جو پاک جسم میں تھی''۔(سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب: ذكر الموت، رقم: ۴۲٦۲، ص۷۰٦)

☆......حضرت ابوہریرہ ﷛ نے فرمایا: ''جب مومن کی روح نکلتی ہے تو اس سے دو فرشتے ملاقات کرتے ہیں جو اس کو لے کر اوپر چڑھتے ہیں''۔ (صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة، باب: عرض مقعد الميت، رقم: (۷۱۱۵)/ ۲۸۷۲، ص۱۴۰٦)

☆......حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ سید عالم ﷺ حضرت ابوسلمہ کے پاس گئے، ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، آپ نے ان کی آنکھیں بند کردیں، پھر فرمایا: ''جب روح قبض کر لی جاتی ہے تو آنکھیں اُسے دیکھتی ہیں''۔

(صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب: في اغماض الميت والدعاء، رقم: (۲۰۱۴)/۹۲۰، ص ۴۱۹)

اب ان علماء کے دلائل جو نفس کو روح کا غیر مانتے ہیں: ان علماء کی قرآنی دلیل تو یہی آیت پاک ﴿یـایتها النفس المطمئنه ارجعی الی ربک راضیة مرضیة...الخ اے اطمنان والی جان اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ(الفجر: ۲۷،۲۸)﴾ ہے۔

متذکرہ بالا خطاب میں روح کو نہ خطاب کیا گیا اور نہ اس کو قرآن مجید میں کسی چیز سے منع کیا گیا اور نہ کسی کام پر اس کی مذمت کی گئی ہے، آدمیوں کا نفس چوپایوں کے نفس کی طرح ہے، وہ جنسی عمل کی خواہش کرتا ہے اور بُرے کام کی تحریک کرتا ہے اور نفس کا مسکن پیٹ ہے، مگر انسان کو روح کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے اور اس کا مسکن دماغ ہے، اسی کی وجہ سے انسان بُرے کاموں سے حیاء کرتا ہے اور روح اس کو نیک کاموں کی دعوت دیتی ہے۔

عبدالرحمٰن بن قاسم نے اسی آیت کی تفسیر میں کہا کہ نفس ایک مجسم چیز ہے اور روح اس پانی کی طرح ہے جو جاری ہو، جب انسان سو جاتا ہے تو اللہ اس کے نفس کو قبض کر لیتا ہے اور اس کی روح اوپر اور نیچے جاری ہوتی ہے اور نفس ہر وادی میں چڑھ رہا ہوتا ہے اور ان چیزوں کو دیکھتا ہے جن کو انسان خواب میں دیکھتا ہے، پھر جب اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کو جسم میں لوٹنے کی اجازت دیتا ہے تو وہ جسم میں لوٹ جاتا ہے اور اس کے لوٹنے سے جسم کے تمام اعضاء بیدار ہو جاتے ہیں اور وہ سننے اور دیکھنے لگتا ہے۔

حافظ ابو عمر عبدالبر لکھتے ہیں کہ علماء کے اس مسئلے میں متعدد اقوال ہیں اور اللہ ہی کو علم ہے کہ ان میں صحیح کیا چیز ہے؟ اور قوم نے جو لکھا ہے وہ واضح نہیں ہے اور نہ ان دلائل کی صحت یقینی ہے اور نہ کوئی ایسی صحیح حدیث ہے جس سے عذر اٹھ جائیں اور حجت واجب ہو جائے اور نہ قیاس سے اس کو مستنبط کیا جا سکتا ہے، بلکہ عقول اس مسئلہ میں سوچ و بچار کر کے تھک جاتی ہیں اور اس کے علم سے عاجز ہیں۔ (التمهيد، ج۲،ص ۸۷وغیرہ)،(تبیان القرآن، ج ۱۰،ص ۲۷۲)

کفار کے لئے اُخروی عذاب کا بیان:

۳۔۔۔۔۔قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جگہ جگہ کافروں کے عذاب کی مذمت بیان کی ہے، اسی طرح سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی احادیث طیبہ میں اس بابت بے شمار روایات بیان کیں ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

☆۔۔۔۔۔حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں کیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں دعا کے لئے ہاتھ بلند فرماتے تو نماز کے شروع میں یہ دعا کرتے: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام اور اسرافیل علیہ السلام کے رب! آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے والے! غیب اور شہادت کے جاننے والے! تیرے بندے جس چیز میں اختلاف کرتے ہیں تو ان میں فیصلہ فرمائے گا، اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جس چیز میں حق بات سے اختلاف کیا گیا ہے تو اس میں مجھ کو ہدایت دے، بیشک تو جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت فرماتا ہے"۔

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: ما جاء فی الدعاء عند افتتاح، رقم: ۳۴۳۱،ص۹۸۵)

☆۔۔۔۔۔حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر غساق (دوزخیوں کی پیپ) کا ایک ڈول دنیا میں الٹ دیا جائے تو تمام دنیا بدبودار ہو جائے"۔ (سنن الترمذی، کتاب صفة جهنم، باب: ما جاء فی صفة شراب، رقم: ۲۵۹۳،۷۴۳)

مصیبت وراحت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد کرنا:

۴۔۔۔۔۔انسان ہر وقت چاہے خوشی کا موقع ہو یا غمی کا، تکلیف ہو یا سکھ، بیماری ہو یا صحت، ہر حال میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد کو اپنے سینے سے لگائے رکھے، دل کا سکون بھی اللہ کی یاد ہی میں ہوتا ہے لہٰذا قلبی اطمنان کے ساتھ ساتھ روحانی سکون وآرام بھی پائے گا۔ اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جہاں تکلیف یا مصیبت یا بیماری کا معاملہ ہوا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی یاد میں منہمک، نماز تو کیا قضاء ہوگی ہر وقت وظائف سے زبان تر ہوتی ہے، یقیناً اچھی بات ہے کہ مسلمان زبان سے خیر ہی تلفظ کرے لیکن جیسے ہی تکلیف یا بیماری یا مصیبت ٹلتی ہے، وہی گھاٹ کے تین پاٹ کی طرح زبان سے بکواسات ولغویات اور نماز کا ٹھکانہ ہی نہیں، الامان والحفیظ۔

☆۔۔۔۔۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کو یہ پسند ہو کہ مصائب اور شدائد میں اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی دعا قبول کرے اس کو چاہیے کہ وہ راحت کے ایام میں اللہ سے بہ کثرت دعا کرے"۔

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: ما جاء ان دعوة المسلم، رقم: ۳۳۹۳،ص۹۷۶)

اغراض:

نفس تمییز: یعنی احسان مراد ہے۔ المذکور: یعنی موت دینا، روکنا اور بھیجنا مراد ہے۔
بخلاف العکس: جب کسی نفس سے حیات ختم ہو جاتی ہے تو تمیز اور احساس بھی باقی نہیں رہتا، اور جان لینا چاہیے کہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ انسان میں مختلف اوصاف کے پیش نظر ایک ہی روح ہوتی ہے یا متعدد روح ہوتی ہیں، یہ مسئلہ تحقیق طلب ہے، یا دو روحیں ہوتی ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ ایک روح جاگنے کی حالت میں ہوتی ہے جیسا کہ اللہ ﷻ کی عادت کریمہ ہے کہ یہ روح انسان کے جاگنے کی حالت میں اس کے جسم میں رہتی ہے، اور جب یہ روح انسان کے جسم سے نکل جائے تو جان لو کہ انسان سو گیا ہے اور اب یہ روح خوابوں میں نظر آتی ہے، اور دوسری قسم یہ ہے کہ جب روح انسان کے جسم میں ہوتی ہے انسان زندہ کہلاتا ہے اور جب روح جسم سے نکل جاتی ہے تو انسان مُردہ کہلاتا ہے اور پھر جب (قبر میں) اسی کی روح دوبارہ لوٹائی جاتی ہے تو (باعتبار برزخ) زندہ کہلاتا ہے، اور مفسر کا کلام دونوں احتمال کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔
وقریش لم یتفکروا: کو مقدر مانا تاکہ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿ام اتخذوا﴾ سے (کافروں کا) اعراض کرنا ثابت ہو جائے۔
یشفعون: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿أ﴾ محذوف پر داخل ہے، اور اس پر واو عاطفہ ہے۔
ای ھو مختص بھا: اس آیت کا تقاضا تو یہی ہے کہ اللہ ﷻ کے سوا کسی کی شفاعت قابل قبول نہ ہو، مگر اس کے برعکس احادیث میں یوں ہے: "حضرات انبیائے کرام، علمائے کرام اور شہدائے کرام کے لئے شفاعت کا اختیار رکھا گیا ہے"، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اللہ ﷻ کے سوا کسی کے شفاعت کا مالک نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ تمام شفاعتیں اللہ ﷻ کے اذن و رضا پر منحصر ہیں، جس پر اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿ولا یشفعون الا لمن ارتضی (الانبیاء:۲۸)﴾ دلالت کر رہا ہے۔
ای یا اللہ: یہاں ﴿اللھم﴾ میں یاء حرف ندا حذف کر دیا گیا ہے، اور اس کی جگہ میم مشدد لائے ہیں، تاکہ دونوں حروف کا مُعوّض بن جائے۔ ای الاصنام: مفعول اول کا بیان ہے۔ انعاما: یعنی فضل و احسان مراد ہے۔
اھدنی: کو دعا کی غرض سے لائے، اور سید عالم ﷺ کی تمام دعوت اسی مقصد کے لئے تھی جیسا کہ وارد ہوا: "تو مجھے اپنی پاک بارگاہ سے ہدایت کی رہنمائی فرما جس میں یہ لوگ اختلاف کرتے ہیں، بیشک تو جسے چاہے سیدھے راستے کی ہدایت فرماتا ہے۔
الجنس: سے مراد انسان ہے اور اس میں وہی باتیں داخل ہیں جو انسان کی غالب اکثریت میں پائی جاتی ہیں۔
القولۃ: معنی یہ ہے کہ نعمت فتنہ ہوتی ہے یعنی امتحان ہوتی ہے کہ انسان اس پر شکر ادا کرتا ہے یا اس کی ناشکری کرتا ہے۔
ان التخویل: یعنی فضل و احسان برتتے ہوئے نعمت عطا کرنا مراد ہے۔
الراضین بھا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ سید عالم ﷺ کی قوم نے بالفعل ایسا نہیں کہا تھا، ان کی جانب اس جملے ﴿قد قالھا الذین من قبلھم...... الخ (الزمر:۵۰)﴾ کی نسبت ان کے رضامندی کے طرز عمل کی وجہ سے ہے۔
فقحطوا سبع سنین: یعنی ہجرت کے ابتدائی سال مراد ہیں، جس میں انہوں نے (قحط کی وجہ سے) مُردار اور جلی ہوئی ہڈیاں کھائیں۔ ثم وسع علیھم: ان کے لئے ڈھیل دینا مراد ہے، یعنی وہ راضی نہ ہونگے۔ (الصاوی، ج۵، ص ۱۶۷ وغیرہ)

رکوع نمبر:۳

﴿قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا﴾ بِکَسرِ النُّونِ وَفَتحِھا وَقُرِیَٔ بِضَمِّھا تَیئَاسُوا ﴿من رحمۃ اللہ ط ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا ط﴾ لِمَن تَابَ مِنَ الشِّرکِ ای ﴿انہ ھو الغفور الرحیم (۵۳) وانیبوا﴾ اِرجِعُوا ﴿الی ربکم واسلموا﴾ اَخلِصُوا العَمَلَ ﴿لہ من قبل ان یاتیکم العذاب ثم لا

تنصرون (۵۴)﴾بِمَنْعِهٖ اِن لَمْ تَتُوبوا﴿واتبعوا احسن ما انزل اليكم من ربكم﴾هوَ القُراٰنُ﴿من قبل ان يأتيكم العذاب بغتة وانتم لا تشعرون (۵۵)﴾قَبلَ اِتيَانِهٖ بِوَقْتِهٖ فَبادِرُوا اِلَيهِ قبلَ﴿ان تقول نفس يحسرتى﴾اَصلُه يَاحَسرَتِى اَى نَدَامَتِى ﴿على ما فرطت فى جنب الله﴾اَى طَاعَتِهٖ ﴿وان﴾مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيلَةِ اى وانّى ﴿كنت لمن الساخرين (۵۶)﴾بِدِينِهٖ و كِتابِهٖ﴿او تقول لو ان الله هدنى﴾بِالطَّاعةِ اَى فَاهْتَدَيتُ﴿لكنت من المتقين (۵۷)﴾عَذَابَهٗ﴿او تقول حين ترى العذاب لو ان لى كرة﴾رَجعةً الى الدنيا﴿فاكون من المحسنين (۵۸)﴾المُومِنِينَ فَيُقالُ لَهٗ مِن قِبَلِ اللهِ ﴿بلى قد جاء تك ايتى﴾القُراٰنُ وهو سَبَبُ الهِدَايةِ﴿فكذبت بها واستكبرت﴾تكَبَّرتَ عنِ الاِيمَانِ بها﴿و كنت من الكفرين (۵۹) ويوم القيمة ترى الذين كذبوا على الله﴾بِنِسبَةِ الشَّرِيكِ والوَلدِ اِلَيهِ﴿وجوههم مسودة اليس فى جهنم مثوى﴾ماوىً﴿للمتكبرين (۶۰)﴾عنِ الاِيمَانِ بَلٰى﴿وينجى الله﴾مِن جَهنَّم ﴿الذين اتقوا﴾الشِّركَ﴿بمفازتهم﴾اَى بِمكَانِ فَوزِهم مِنَ الجَنةِ بِاَن يُجعَلُوا فِيهِ﴿لا يمسهم السوء ولاهم يحزنون (۶۱) الله خالق كل شىء وهو على كل شىء وكيل (۶۲)﴾مُتَصَرِّفٌ فِيهِ كَيفَ يَشاءُ لَه ﴿له مقاليد السموت والارض ط﴾اَى مَفَاتِيحُ خَزائِنِهِما مِنَ المَطرِ والنَّبَاتِ وغَيرِهما﴿والذين كفروا بايت الله﴾القراٰنَ﴿اولئك هم الخسرون (۶۳)﴾مُتَّصِلٌ بِقَولِهٖ(وينجى الله الذين اتقوا)وما بينَهما اِعتِرَاضٌ.

﴿ترجمہ﴾

تم فرماؤ: اے میرے وہ بندوں جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو......۱...... (لاتقنطوا کونون مکسورہ، مفتوحہ اور مضمومہ تینوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ بمعنی لا تیاسوا ہے) بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے (اس کے جو شرک سے تائب ہو جائے......۲......) بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے اور رجوع لاؤ (انیبوا بمعنی ارجعوا ہے) اپنے رب کی طرف اور اس کے حضور گردن رکھو (اپنے عمل کو اس کے لیے خالص کرلو) قبل اس کے کہ تم پر عذاب آئے پھر (عذاب کو روک کر) تمہاری مدد نہ ہو (اگر تم نے توبہ نہ کی تو) اور اس کی پیروی کرو جو اچھی سے اچھی تمہارے رب سے تمہاری طرف اتاری گئی (یعنی قرآن مجید کی) قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آئے اور تمہیں (اس کے آنے سے قبل اس کے وقت کی) خبر نہ ہو (پس تم جلدی کرو قبل اس کے کہ) کوئی جان یہ کہے ہائے افسوس! (حسرتی کی اصل یاحسرتی ہے یہ بمعنی ندامتی ہے) ان تقصیروں پر جو میں نے اللہ کے بارے میں کیں (یعنی اس کی فرمانبرداری کے بارے میں کیں) اور بیشک میں (ان مخففہ من الثقیلہ ہے، اصل میں وانی ہے، اس کے دین اور اس کی کتاب کی) ہنسی بنایا کرتا تھا یا کہے اگر اللہ مجھے راہ دکھاتا (فرمانبرداری کی تو میں راہ یاب ہو جاتا) تو میں (اس کے عذاب سے) ڈرنے والوں میں ہوتا یا کہے جب عذاب دیکھے کسی طرح مجھے واپسی ملے (دنیا کی طرف، کرۃ کے معنی لوٹنا ہے) کہ میں نیکوں (یعنی مومنوں) میں سے ہو جاؤں (اللہ ﷻ کی طرف سے کہا جائے گا) ہاں کیوں نہیں بیشک تیرے پاس میری آیتیں آئیں (یعنی قرآن پاک آیا جو سبب ہدایت ہے) تو تو نے انہیں جھٹلایا اور تکبر کیا (اس پر ایمان لانے سے) اور تو کافر تھا اور قیامت کے دن تم دیکھو گے انہیں جنہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا (اس کے ساتھ شریک اور اولاد کی نسبت کرکے) کہ ان کے منہ کالے ہیں کیا (ایمان لانے سے) تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم نہیں (کیوں نہیں! ضرور ہے، مثوی بمعنی ماوی ہے) اور اللہ بچائے گا (جہنم سے شرک سے) بچنے والوں کو ان کی

نجات کی جگہ (یعنی ان کی کامیابی کی جگہ جنت سے یوں کہ وہ انہیں جنت میں داخل فرمادے گا) نہ انہیں عذاب چھوئے اور نہ انہیں غم ہو اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے......۔ اور وہ ہر چیز کا مختار ہے (وہ ان اشیاء میں جس طرح چاہے تصرف فرماتا ہے) اور اسی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں......۔ (یعنی آسمانوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں جیسے بارش نباتات وغیرہ کی) اور جنہوں نے اللہ کی آیتوں (یعنی قرآن پاک) کا انکار کیا وہی نقصان میں ہیں (یہ اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿ونجی الله الذین اتقوا۔۔۔ الخ﴾ سے متصل ہے ان دونوں کے درمیان آنے والا جملہ معترضہ ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمة الله﴾۔

قل: قول، یا: حرف نداء قائم مقام "ادعوا" فعل اسمیہ انا ضمیر فاعل، عبادی: موصوف، الذین اسرفوا علی انفسھم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر منادی مفعول، ملکر جملہ فعلیہ نداء، لا تقنطوا: فعل نہی با فاعل، من رحمة الله: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ان الله یغفر الذنوب جمیعا انه هو الغفور الرحیم﴾۔

ان الله: حرف مشبہ واسم، لا یغفر: فعل نفی با فاعل، الذنوب: ذوالحال، جمیعا: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انه: حرف مشبہ واسم، هو الغفور الرحیم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانیبوا الی ربکم واسلموا له من قبل ان یاتیکم العذاب ثم لا تنصرون٥﴾۔

و: عاطفہ، انیبوا: فعل امر با فاعل، الی ربکم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو: عاطفہ، اسلموا: فعل امر واو ضمیر ذوالحال، من: جار، قبل: مضاف، ان یاتیکم العذاب: مصدر مؤول مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، له: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، لا تنصرون: فعل نفی با نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم من قبل ان یاتیکم العذاب بغتة﴾۔

و: عاطفہ، اتبعوا: فعل امر با "واو" ضمیر ذوالحال، من قبل ان یاتیکم العذاب بغتة: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، احسن: مضاف، ما: موصولہ، انزل الیکم من ربکم: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، انتم: مبتدا، لا تشعرون: فعل نفی با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان تقول نفس یحسرتی علی ما فرطت فی جنب الله﴾۔

ان: مصدریہ، تقول نفس: فعل وفاعل، یا: حرف نداء، حسرتی: مصدر مضاف، ی: ضمیر مضاف الیہ فاعل، علی: جار، ما: مصدریہ، فرطت فی جنب الله: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ منادی، ملکر نداء ہو کر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر "کراهة" مصدر محذوف کا مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "انذرناکم" کیلئے مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان کنت لمن السٰخرین٥﴾۔

و: حالیہ، ان: مخففہ من الثقیلہ "ی" ضمیر محذوف اسم، کنت: فعل ناقص با اسم، لام: تاکیدیہ، من السخرین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ حال ہے ماقبل "فرطت" کی "ت" ضمیر فاعل سے۔

﴿اوتقول لوان الله هدٰنی لکنت من المتقین٥﴾۔

او: عاطفہ، تقول قول، لو: شرطیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، ھدٰنی: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ "ثبت" فعل محذوف کیلئے فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، لام: تاکیدیہ، کنت: فعل ناقص بااسم، من المتقین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر ماقبل "ان تقول نفس" پر معطوف ہے۔

﴿اوتقول حین تری العذاب لو ان لی کرۃ فاکون من المحسنینo﴾۔

او: عاطفہ، تقول: فعل "ھی" ضمیر فاعل، حین تری العذاب: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، لو: شرطیہ، ان لی: حرف مشبہ وظرف مستقر خبر مقدم، کرۃ: اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر "ثبت" فعل محذوف کیلئے فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزاء محذوف "لکنت من المحسنین" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ان تقول نفس" پر معطوف ہے، ف: عاطفہ، اکون: فعل ناقص بااسم، من المحسنین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿بلی قدجاء تک ایتی فکذبت بھا واستکبرت و کنت من الکفرینo﴾۔

بلی: حرف جواب، قد: تحقیقیہ، جاء تک ایتی: فعل ومفعول وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، کذبت بھا: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، استکبرت: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کنت: فعل ناقص بااسم، من الکفرین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ویوم القیمۃ تری الذین کذبوا علی اللہ وجوھھم مسودۃ﴾۔

و: مستانفہ، یوم القیمۃ: ظرف مقدم، تری: فعل بافاعل، الذین کذبوا علی اللہ: موصول صلہ، ملکر مفعول اول، وجوھھم: مبتدا، مسودۃ: خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿الیس فی جھنم مثوی للمتکبرینo وینجی اللہ الذین اتقوا بمفازتھم﴾۔

ھمزہ: حرف استفہام، لیس: فعل ناقص، فی جھنم: ظرف مستقر خبر مقدم، مثوی للمتکبرین: شبہ جملہ اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ینجی اللہ: فعل وفاعل، الذین اتقوا: موصول صلہ، ملکر مفعول، بمفازتھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿لایمسھم السوء ولا ھم یحزنونo اللہ خالق کل شیء وھو علی کل شیء وکیلo﴾۔

لایمسھم السوء: فعل نفی ومفعول وفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، ھم: مبتدا، یحزنون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، اللہ: مبتدا، خالق کل شیء: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ھو: مبتدا، علی کل شیء وکیل: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لہ مقالید السموت والارض والذین کفروا بایت اللہ اولئک ھم الخسرونo﴾۔ لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، مقالید: مضاف، السموت والارض: مضاف الیہ، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الذین کفروا بایت اللہ: موصول صلہ، ملکر مبتدا، اولئک: مبتدا، ھم الخسرون: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

اللہ عزوجل کی رحمت سے مایوسی نہ ہونا چاہیے:

۱.....القنوط کے معنی خیر سے مایوس ہونے کے ہیں، جیسا کہ کہا جاتا ہے: قَنَطَ یَقْنِطُ قُنُوطًا وَقَنِطَ یَقْنَطُ، اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿فلا تکن من القنطین﴾ آپ ناامید نہ ہوں (الحجر:۵۵)، ﴿ومن یقنط من رحمۃ ربہ الا الضالون﴾ اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہو وہی جو گمراہ ہوئے (الحجر:۵۶)، ﴿قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من

رحمة الله تم فرماؤاے میرے وہ بندوجنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو(الزمر:۵۳)﴾، ﴿وان مسه الشر فيؤس قنوط اور کوئی بُرائی پہنچے تو ناامید آس ٹوٹا(حم سجدہ:۴۹)﴾۔ (المفردات، ص ٤١٤)

☆......حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! جب کوئی مغفرت طلب کرے تو سب کی مغفرت کردینا، تیرا وہ کون ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو''۔

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی المالکی فرماتے ہیں:

(۱)......سید عالم ﷺ کا یہ فرمان ہر چند کہ موزوں ہے شعر نہیں ہے۔

(۲)......سید عالم ﷺ نے فرمایا: وہ تیرا کون سا بندہ ہے جس نے کوئی چھوٹا گناہ نہ کیا ہو، اس کی شرح میں ابوہریرہ نے فرمایا: سید عالم ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ نے ابن آدم کا زنا سے حصہ لکھ دیا ہے، جس کو وہ لامحالہ پائے گا، پس آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا نامحرم کو دیکھنا ہے، زبان زنا کرتی ہے اور اس کا زنا فحش کلامی ہے، نفس بُری خواہش کی تمنا کرتا ہے، شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔

(صحيح البخاري، كتاب القدر، باب: وحرم على قرية، رقم: ٦٦١٢، ص١١٤٣)

(۳)......اللہ نے ابن آدم پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا ہے، اس سے حضرات انبیائے کرام مستثنیٰ ہیں، ان کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے کیونکہ وہ معصوم ہیں۔

(۴)......شرمگاہ کے علاوہ جو زنا ہے وہ عبادات سے معاف ہوجائے گا اور شرمگاہ کا زنا توبہ سے یا زیادہ عبادت سے یا محض اللہ کے فضل سے یا کچھ عرصہ کے بعد دوزخ سے نکال کر معاف کردیا جائے گا، یا محض اللہ کے فضل سے معاف کردیا جائے گا اور انسان کا چھوٹے چھوٹے گناہوں میں مبتلا ہوئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے کیونکہ یہ عادت بشری اور خلقت جبلی ہے۔(عارضة الاحوذی، ج۱۲، ص ۱۲۵)

اللہ ﷻ کی رحمت بڑی وسیع ہے، مومن کو رحمت الٰہی سے بچانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔اس آیت میں اللہ ﷻ نے اپنے بندوں کو اپنی رحمت کا آسرا لینے کا سبق دیا ہے کہ انسان لاکھ گنہگار و کوتاہی کرنے والا ہو، رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہو اور توبہ و استغفار کا دامن پکڑے رہے، درج ذیل میں اسی مناسبت سے حدیثیں پیش کی جارہی ہیں:

☆......حضرت ابوسعید ﷛ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے قتل کرکے ایک راہب سے توبہ کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا کہ نہیں، اس کی توبہ قبول نہیں ہوسکتی، اس سائل نے راہب کو بھی قتل کردیا، پھر کسی نے اُسے ایسی بستی کا نام بتایا جہاں اللہ کے نیک بندے عبادت میں مصروف تھے، پس راستے ہی میں اس کا انتقال ہوگیا اور رحمت وعذاب کے فرشتے باہم مکالمہ کرتے رہے اور وحی الٰہی نے فیصلہ فرمایا کہ جس جگہ کے قریب ہو اُسی کے مطابق فیصلہ کردیا جائے چنانچہ وہ شخص اللہ کے نیک بندوں کے قریب ہونے کی وجہ سے بخش دیا گیا''۔ (صحيح البخاري، كتاب احاديث الانبياء، باب: ٥٤، رقم: ٣٤٧٠، ص ٥٨٥ ملخصاً)

☆......حرب بن شریح روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین سے کہا: میں آپ پر فدا کیا جاؤں، یہ بتائیے کہ یہ شفاعت جس کا اہل عراق ذکر کرتے ہیں آیا یہ حق ہے یا نہیں؟ امام نے پوچھا: کس کی شفاعت؟ میں نے کہا: سیدنا محمد ﷺ کی، امام نے کہا: ہاں اللہ کی قسم! مجھے میرے چچا محمد بن حنفیہ نے حضرت علی ﷛ سے روایت کیا ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''میں اپنی امت کے لئے شفاعت کروں گا، حتیٰ کہ میرا رب فرمائے گا: اے محمد! کیا آپ راضی ہوگئے، میں کہوں گا: ہاں! اے میرے رب! میں راضی ہوگیا، پھر امام نے مجھ سے کہا: اے اہل عراق کی جماعت! تم یہ کہتے ہو کہ قرآن مجید میں سب سے امید افزاء آیت یہ ہے ﴿یعبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا تم فرماؤاے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی

جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے(الزمر:۵۳)﴾۔اور میں کہتا ہوں یہ آیت بھی ہے لیکن ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ امید افزاء یہ آیت ہے:﴿ولسوف یعطیک ربک فترضی اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے(الضحی:۵)﴾۔اور یہ شفاعت کی آیت ہے۔

(کنز العمال، کتاب القیامۃ، باب الشفاعۃ، رقم:۳۹۷۵۱، ج۷، ص۲۶۹)

☆......حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمائے گا:"اے جبرائیل! محمد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے متعلق راضی کر دیں گے اور رنجیدہ ہونے نہیں دیں گے"۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: دعا النبی ﷺ لامتہ، رقم:(۳۸۷)/۲۰۲، ص۱۲۶)

بغیر توبہ گناہ معاف ہونے کے متعلق امام رازی کا نظریہ:

۲......امام رازی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک توبہ کرنا واجب ہے اور توبہ کے حکم سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ عزوجل نے مغفرت فرمانے کا جو وعدہ فرمایا ہے اس پر طعن کیا جائے اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب اللہ عزوجل نے مغفرت فرمادی تو پھر توبہ کرنے کی ضرورت کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہر چند کہ گناہوں کو معاف فرمانا اور مغفرت کرنا قطعی ہے مگر یہ عفو و مغفرت دو طرح کی ہوتی ہے،ایک یہ کہ کچھ عرصہ دوزخ میں رکھنے کے بعد اللہ عزوجل ان کو معاف کر کے دوزخ سے نکال لے،دوسرا یہ کہ اللہ عزوجل ابتداً معاف فرمادے اور بالکل سزا نہ دے اور توبہ کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل بالکل عذاب نہ دے۔(الرازی، ج۹، ص۴۶۵ وغیرہ)

ناپسندیدہ چیزوں کی تخلیق کی نسبت اللہ کی جانب کرنا:

۳......علامہ تفتازانی "شرح المقاصد" فرماتے ہیں: ہر چیز کا خالق اللہ عزوجل ہے،کیا بُری چیزیں بھی اللہ نے تخلیق کی ہیں؟ کیا بُرائی کی نسبت اللہ کی جانب ہو سکتی ہے؟ یہ ایسے سوالات ہیں جو عموماً لوگوں کے اذہان میں پیدا ہوتے ہیں۔علامہ تفتازانی فرماتے ہیں:"یقال انہ خالق الکل ولا یقال خالق القاذورات والقردۃ والخنازیر یہ کہا جائے کہ اللہ عزوجل ہر چیز کا خالق ہے اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ گندگیوں، بندروں اور خنزیروں کا خالق ہے"۔

شرح عقائد میں ہے:"ما نستقبحہ من الافعال ای ما نحسبہ من الافعال قبیحاً،فی خلقہ مصالح وفوائد،فالخلق حسن وکسبہ قبیح یعنی اللہ عزوجل نے قبیح افعال کا قصد نہیں فرمایا،اس کی تخلیق میں مصالح وفوائد جانتے ہوئے پس حسن کی تخلیق فرمائی اور قبیح کا کسب فرمایا"۔ (شرح عقائد، الافعال العباد کلھا بارادتہ تعالی،یثابون بھا ویعاقبون علیھا،ص۲۱۳)

امام رازی کہتے ہیں:

اللہ خالق الاجسام ہے لیکن اس کو کیڑے مکوڑوں اور بندروں کا خالق کہنا جائز نہیں ہے، بلکہ اس قسم کے الفاظ سے اس کی تنزیہ واجب ہے۔ (الرازی، ج۵، ص۴۱۷)

"مقالید" کے بارے میں اقوال مفسرین:

۴......اللہ عزوجل زمین و آسمان کے خزانوں کی چابیوں کا مالک ہے اور بطور کنایہ حافظ بمعنی خازن لیا گیا ہے اور اللہ عزوجل اپنے امر میں تدبیر فرماتا ہے اور اللہ عزوجل ان مقالید (چابیوں) کا بھی مالک ہے،ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ مقالید السموت سے مراد رحمت ،رزق، بارش اور زمینی نباتات کے خزانے ہیں۔ (الخازن، ج٤، ص٦٣)

علامہ آلوسی کہتے ہیں:

مقالید بمعنی مفاتیح ہے جیسا کہ ابن عباس، حسن، قتادہ وغیرہ کا قول ہے، ایک قول یہ ہے کہ مقالید کی جمع ہے اور اس لفظ کی واحد نہیں آتی، ایک قول یہ ہے کہ اس کی جمع ''مقلید'' ہے، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اس کی جمع ''مقلاد'' ہے جو کہ تقلید سے ہے جس کے معنی لازم کرنا ہے، اسی سے تقلید القضاء یعنی اللہ عزّوجلّ کا اپنے امور میں نظر فرمانا ہے، اسی سے گردن میں پہننے والا ہار مراد لیا گیا ہے جو گردن میں پڑا رہتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ یہ اسم آلہ ''الزام بمعنی الحفظ'' ہے۔ اس کے علاوہ بھی صرفی ونحوی اعتبار سے اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ عزّوجلّ اپنے امور کا مالک ومختار ومتصرف بالذات ہے، اور بطور کنایہ قدرت وحفاظت کا معنی بھی استعمال کیا گیا ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ عزّوجلّ کے امور میں کوئی (اپنی ذاتی مرضی) سے تصرف نہیں کرسکتا اور نہ ہی زمین وآسمان میں کسی چیز کا مالک ہے۔ امام بیضاوی کہتے ہیں کہ مقالید کا لفظ بطور کنایہ اللہ کی قدرت، حفاظت، استقلال (اکیلا ہونا، کسی کو شریک نہ کرنا) واستبداد (اپنی ذات میں ترجیحی بنیاد پر ہونا) سے ماخوذ ہے۔ امام راغب کہتے ہیں کہ مقالید السموت والارض کے معنی آسمان وزمین میں موجود خزانے اور اس کی چابیاں ہیں۔ (روح المعانی، الجزء: ۲۴، ص ۳۷۷)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ''مقالید السموات والارض'' کے متعلق استفسار فرمایا تو آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے علی رضی اللہ عنہ! تو مجھ سے عظیم ''مقالید'' کے بارے میں سوال کرتا ہے تو میں تجھے صبح وشام کے دس ایسے عظیم مقالید بیان کرتا ہوں جو تجھے کام آئیں گے جو کہ یہ ہیں: (۱)...... لاالٰہ الا اللہ، (۲)...... واللہ اکبر، (۳)...... سبحن اللہ، (۴)...... والحمدللہ، (۵)...... استغفر اللہ، (۶)...... لا قوۃ الا باللہ الاول، (۷)...... الآخر، (۸)...... الظاھر، (۹)...... الباطن لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر (۱۰)...... وھو علی کل شیء قدیر صبح وشام دس دس بار پڑھ لے تو اللہ اسے چھ خصلتیں عطا فرمائے گا جو کہ یہ ہیں: (۱)...... اللہ اس کی شیطان اور اس کے لشکر سے حفاظت فرما دیگا اور شیطان واس کے لشکر کو اس بندے پر کوئی قابو نہ رہے گا، (۲)...... اسے جنت میں ڈھیروں (انعام واکرام بطور اجر) دیا جائے گا جو کہ وزن میں اُحد پہاڑ سے بھی بھاری ہوگا، (۳)...... اسے وہ درجہ ملے گا جو صرف ابرار (نیکوں) کو ملتا ہے، (۴)...... اللہ اس شخص کا نکاح حور العین (بڑی آنکھوں والی حور) سے کردے گا، (۵)...... بروز قیامت بارہ ہزار فرشتے اس کے (اعمال صالحہ) پر گواہی دیں گے، (۶)...... اس کے لئے ایسا اجر ہوگا جیسا کہ توریت، انجیل، زبور اور قرآن مجید پڑھنے والوں کو ہوتا ہے اور جیسا کہ مقبول حج وعمرہ کرنے والوں کو ہوتا ہے، اور جس دن یا رات یا مہینے میں مرے گا شہیدوں میں لکھا جائے گا''۔ (القرطبی، الجزء: ۲۴، ص ۲۴۱)

لیکن اللہ عزّوجلّ نے اپنی خاص عطا سے اپنے پیارے حبیب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جہانوں کے خزانے کی چابیاں عطا فرمائی ہیں

☆...... حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ نے شہداء اُحد پر وہ نماز پڑھی جو میت پر پڑھی جاتی ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر واپس آئے اور فرمایا: ''میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تمہارا گواہ ہوں اور بیشک میں اللہ کی قسم! ضرور اپنے حوض کوثر کو اب بھی دیکھ رہا ہوں اور مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں'' یا فرمایا: ''مجھے روئے زمین کی چابیاں دی گئی ہیں اور بیشک مجھے یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کروگے بلکہ اس بات کا خوف ہے کہ تم دنیا کے مال میں رغبت کرو گے''۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب: الصلوۃ علی الشھید، رقم: ۱۳۴۴، ص ۲۱۴)

اغراض:

لمن تاب من الشرک: خاص طور پر شرک کا ذکر کیا اس لئے کہ شرک کی توبہ یقینی قطعی طور پر قابل قبول ہے، دلیل اللہ عزّوجلّ کا

فرمان: ﴿قل للذین کفروا ان ینتھوا یغفر لھم ما قد سلف﴾ تم کافروں سے فرماؤ اگر وہ باز رہے تو جو ہو گزرا وہ انہیں معاف فرمادیا جائے گا(الانفال:۳۸)﴾، جب کہ دیگر افعال کی توبہ کے قبول ہونے میں دو اقوال ہیں: ایک قول قبولیتِ ظنی کا ہے اور دوسرا قول قبولیت قطعی کا ہے، فرق یہ ہے کہ مسلمان نافرمان کو عذاب دینے میں اس کی تطہیر ہے جب کہ کافر کو عذاب دینے میں اس پر غضب فرمانا ہے، مسلمان نافرمان عذاب کے بعد جنت میں جائے گا اگر چہ مدت دراز تک آگ میں رہا ہو کیونکہ مسلمان نافرمان کا معاملہ اللہ کے فضل واحسان پر مرتب ہوتا ہے جب کہ کافر کا یہ معاملہ نہیں ہے، کافر کے ساتھ عدل کا معاملہ ہوا کرتا ہے۔

القرآن: احسن کی تفسیر ہے، مراد یہ ہے کہ ہم پر جو بھی کتب کثیرہ نازل ہوئیں ان میں قرآن مجید احسن ہے، اور یہی مفسر کے فہم کا شاخسانہ ہے، اور ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ ﴿احسن ما انزل الیکم ...... الخ (الزمر:۵۵)﴾ سے مراد قرآن مجید کے اوامر ونواہی ہیں اور قرآن مجید کی عزیمت ورخصت، ناسخ ومنسوخ، عموم وخصوص کے اعتبار سے خطاب ہیں۔

اصلہ یا حسرتی: یعنی یاء کو الف سے بدل دیا، یہ جملہ محل جر میں ہے اور نفس کو ندا کرنا نسبتِ مجازی ہے۔

ای طاعتہ: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ بالجنب الطاعۃ (طاعت میں کوتاہی) مجاز کے طور پر ذکر کیا کیونکہ "الجنب" اپنی اصل کے اعتبار سے جہتِ محسوسہ کو کہتے ہیں اور اس سے مراد جانب (سمت) لیا جاتا ہے اور طاعت کو جہت کے ساتھ ملا نا تشبیہ دینے کے لئے مجازی طور پر ہی ہوسکتا ہے کیونکہ نفس کے لئے طاعت کا تعلق اللہ عزوجل کے ساتھ اور جہت کا تعلق اس کے صاحب کے ساتھ ہوتا ہے۔

بالطاعۃ: اور ایک نسخے میں "بالطافہ" بمعنی باسعافہ (حاجت روائی کرنے کے معنی مستعمل ہے)، اور اگر یہ کہا جائے کہ اللہ عزوجل کی آیات سے ہدایت ملی تو یہ زیادہ ظاہر ہے۔

بنسبۃ الشریک: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ جھوٹ کفر کی طرف لے جاتا ہے، اور آیت کا ظاہر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ہر قسم کے جھوٹ بولنے کا عام ہے، اور اس جملے میں ان لوگوں کے لئے تنبیہ اور خوف دلانا ہے جو اللہ عزوجل کی ذات پر جھوٹ کا اطلاق کرتے ہے جیسا کہ بغیر کسی شرعی رہنمائی کے افتاء، اور جھوٹی حدیث روایت کرنا۔

ای بمکان فوزھم: ان کے مقصود کے مطابق نجات کی جگہ، اللہ عزوجل پرہیزگاروں کو جنت میں داخلے کے ذریعے نجات دے گا جو کہ ان کے لئے مقصود کے مطابق کامیابی کی جگہ ہے۔

متصل بقولہ وینجی: واوحرف عطف کے ذریعے دونوں اقوال ﴿والذین کفروا ...... الخ﴾، ﴿وینجی اللہ ...... الخ﴾ کو متصل بیان کردیا گیا، اس میں یہ بھی بیان کرنا مقصود ہے کہ جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر ہوجانے میں کوئی قباحت نہیں۔

(الصاوی، ج۵، ص ۱۶۹ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۴

﴿قل افغیر اللہ تأمرونی اعبد ایھا الجھلون(۶۴)﴾غَیرَ مَنصُوبٌ بِاَعبُدُ المَعمُولِ لِتامُرُونی بِتَقدِیرِ ان بِنُونِ واحِدَۃٍ وَبِنُونَینِ وِاِدْغَامٍ وفَکٍّ ﴿ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک ج﴾واللہِ﴿لئن اشرکت﴾یَامُحمدُ فرضًا﴿لیحبطن عملک ولتکونن من الخسرین(۶۵) بل اللہ﴾وَحدَہُ﴿فاعبد وکن من الشکرین(۶۶)﴾اِنعَامَہ عَلَیکَ ﴿وما قدروا اللہ حق قدرہ صلے ق﴾ما عَرَفُوہ حَقَّ مَعرِفَتِہٖ اَوْمَا عَظَّمُوہُ

حَقَّ عَظْمَتِهٖ حِينَ اَشْرَكُوا بِهٖ غَيْرَهٗ ﴿والارض جميعا﴾ حَالٌ اَیِ السَّبْعَ ﴿قبضته﴾ اَیْ مَقْبُوضَةٌ لَهٗ فِي مِلْكِهٖ وَتَصَرُّفِهٖ ﴿يوم القيمة والسموت مطويت﴾ مَجْمُوعَاتٌ ﴿بيمينه﴾ بِقُدْرَتِهٖ ﴿سبحنه وتعالى عما يشركون (۶۷)﴾ معه ﴿ونفخ في الصور﴾ النَّفْخَةُ الْاُوْلٰى ﴿فصعق﴾ مات ﴿من في السموت ومن في الارض الا من شاء الله﴾ مِنَ الْحُوْرِ وَالْوِلْدَانِ وَغَيْرِهِمَا ﴿ثم نفخ فيه اخرى فاذاهم﴾ اَیْ جَمِيعُ الْخَلَائِقِ الْمَوْتٰى ﴿قيام ينظرون (۶۸)﴾ يَنْتَظِرُوْنَ مَا يُفْعَلُ بِهِمْ ﴿واشرقت الارض﴾ اَضَائَتْ ﴿بنور ربها﴾ حِيْنَ يَتَجَلّٰى لِفَصْلِ الْقَضَاءِ ﴿ووضع الكتب﴾ كِتَابُ الْاَعْمَالِ لِلْحِسَابِ ﴿وجایء بالنبين والشهداء﴾ اَیْ بِمُحَمَّدٍ ﷺ وَاُمَّتِهٖ يَشْهَدُوْنَ الْمُرْسَلَ بِالْبَلَاغِ ﴿وقضى بينهم بالحق﴾ اَیِ الْعَدْلِ ﴿وهم لا يظلمون (۶۹)﴾ شَيْئًا ﴿ووفيت كل نفس ما عملت﴾ اَیْ جَزَائُهٗ ﴿وهو اعلم بما يفعلون (۷۰)﴾ فَلَا يَحْتَاجُ اِلٰى شَاهِدٍ .

﴿ترجمہ﴾

تم فرماؤ: تو کیا اللہ کے سوا دوسرے کے پوجنے کو مجھ سے کہتے ہوا ے جاہلوں! (''غیرہ'' اعبد کی وجہ سے منصوب ہے خود ''اعبد'' تامرونی کا معمول ہے، تامرونی کو ایک نون اور دونوں کے ساتھ بطور ادغام اور ان مقدرہ کے سبب بغیر ادغام بھی پڑھا گیا ہے) اور بیشک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف (واللہ، بالفرض اے محبوب ﷺ!) تم نے اللہ کا شریک کیا......۱......تو ضرور تیرا سب کیا دھرا اکارت جائیگا اور ضرور تو ہار میں رہے گا بلکہ اللہ (وحدہ) ہی کی بندگی کر اور (اس کے جو تجھ پر انعامات ہیں ان پر) شکر کرنے والوں سے ہو انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ اس کا حق تھا (یعنی انہوں نے اللہ ﷻ کی معرفت حاصل نہ کی جیسا کہ اس کی معرفت کا حق تھا یا یہ معنی ہے کہ انہوں نے اللہ ﷻ کی عظمت کو نہ جانا جیسا کہ اس کی عظمت کا حق تھا کہ غیر اللہ کو اس کا شریک کر بیٹھے) اور سب زمینوں کو (یعنی ساتوں زمینیں، جمیعا حال بن رہا ہے) سمیٹ دے گا......۲......(یعنی سب اس کے قبضہ ہی میں ہونگی یعنی اسی کی ملک واختیار میں ہونگیں) قیامت کے دن اور اس کی قدرت سے (بیمینہ بمعنی بقدرتہ ہے) سب آسمان لپیٹ دیئے جائیں گے (سب کو جمع کرلیا جائے گا) پاکی ہے اسے وہ برتر ہے اس سے جسے وہ (اس کے ساتھ) شریک ٹھہراتے ہیں اور صور پھونکا جائے گا (نفخۂ اولی کے لیے) تو مر جائیں گے (صعق بمعنی مات ہے) جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں مگر جسے اللہ چاہے (وہ زندہ رہیں گے جیسے حور ولدان وغیرہ) پھر وہ دوبارہ پھونکا جائے گا جبھی وہ (یعنی فوت شدہ تمام ہی مخلوق) دیکھتے ہوئے کھڑے ہوجائیں گے......۳......(وہ دیکھتے ہونگے کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائیگا) اور زمین جگمگا اٹھے گی (اشرقت بمعنی اضائت ہے) اپنے رب کے نور......۴......سے (جب اللہ ﷻ لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمانے کے لیے تجلی فرمائیگا) اور رکھی جائے گی کتاب (یعنی حساب کتاب کے لیے نامۂ اعمال) اور لائے جائیں گے انبیاء اور گواہ (یعنی امت محمدی جو رسول ﷺ کے حق میں تبلیغ احکام الٰہیہ پہنچادینے کی گواہی دیگی) اور لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمادیا جائے گا (بالحق بمعنی بالعدل ہے) اور ان پر (کچھ) ظلم نہ ہوگا اور ہر جان کو اس کا کیا (یعنی اس کے کئے کا بدلہ) بھرپور دیا جائے گا اور وہ جانتا ہے جو کرتے ہیں (اسے گواہوں کی احتیاج نہیں ہے، اعلم بمعنی عالم ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿قل افغیر اللہ تامرونی اعبد ایھا الجھلون٥﴾.

قل: قول، ھمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ، غیر اللہ: مفعول مقدم، اعبد: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ایھا الجھلون: نداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، تامرونی: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معترضہ۔

﴿ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخسرین٥﴾.

و: عاطفہ، لام قسمیہ، قد تحقیقیہ، اوحی: فعل مجہول، الیک: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، الی الذین من قبلک: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو قائم مقام نائب الفاعل، لام: قسمیہ، ان: شرطیہ، اشرکت: جملہ فعلیہ شرط، لام: تاکیدیہ، یحبطن عملک: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لتکونن من الخسرین: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب قسم قائم مقام جواب شرط، ملکر قسم محذوف "واللہ" کیلئے جواب قسم، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿بل اللہ فاعبد وکن من الشکرین٥﴾.

بل: عاطفہ، اللہ: منصوب مفعول فعل محذوف "اعبد" کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ "ای اعبد اللہ"، ف: فصیحیہ، اعبد: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، کن: فعل ناقص بااسم، من الشکرین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "ان کنت عاقلا" کیلئے جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما قدروا اللہ حق قدرہ والارض جمیعا قبضتہ یوم القیمۃ والسموت مطویت بیمینہ﴾.

و: مستانفہ، ماقدروا: فعل نفی بافاعل، اللہ: ذوالحال، و: حالیہ، الارض: ذوالحال، جمیعا: حال، ملکر مبتدا، قبضتہ: ذوالحال، یوم القیمۃ: ظرف متعلق بحذوف حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، السموت: مبتدا، مطویت بیمینہ: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر حال، ملکر مفعول، حق قدرہ: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿سبحنہ وتعلی عما یشرکون٥ ونفخ فی الصور فصعق من فی السموت ومن فی الارض الا من شاء اللہ﴾.

سبحنہ: فعل محذوف "سبح" کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، تعلی: فعل بافاعل، عما یشرکون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، نفخ الصور: فعل مجہول بانائب الفاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، صعق: فعل، من فی السموت: معطوف علیہ، ومن فی الارض: معطوف، ملکر مستثنی منہ، الا: اداۃ استثناء، من شاء اللہ: موصول صلہ مستثنی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم نفخ فیہ اخری فاذاھم قیام ینظرون٥﴾.

ثم: عاطفہ، نفخ: فعل مجہول، فیہ: ، اخری: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اذا: فجائیہ، ھم: مبتدا، قیام: خبر اول، ینظرون: جملہ فعلیہ خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واشرقت الارض بنورربھا ووضع الکتب وجایء بالنبین والشھداء﴾.

و: عاطفہ، اشرقت الارض: فعل وفاعل، بنورربھا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، وضع الکتب: فعل نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، جایء: فعل مجہول بانائب الفاعل، بالنبین والشھداء: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقضی بینھم بالحق وھم لا یظلمون٥﴾.

و: عاطفہ، قضی: فعل مجہول نائب الفاعل محذوف "القضاء" بین: مضاف، ھم: ذوالحال، و: حالیہ، ھم لا یظلمون: جملہ اسمیہ حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر ظرف، بالحق: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ووفیت کل نفس ما عملت وھو اعلم بما یفعلون۝﴾۔
و: عاطفہ، وفیت کل نفس: فعل مجہول با نائب الفاعل، ما عملت: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ہو: عاطفہ، ھو: مبتدا، اعلم بمایفعلون: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

سید عالم ﷺ کی جانب شرک کی نسبت اور اعمال کا مردود ہونا:

۱...... یہ خطاب خاص سید عالم ﷺ سے ہے، ایک قول یہ ہے کہ خطاب آقائے دو جہاں ﷺ سے ہے اور مراد امتِ محمدیہ ہے کیونکہ اللہ کے علم ازلی میں ہے کہ سید عالم ﷺ نہ تو شرک کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی ذات سے اس قسم کا کوئی فعل صادر ہو سکتا ہے، اور ایسا ہونا ان سے حبط، باطل و فاسد ہے۔ (القرطبی، الجزء: ۲۴، ص ۲۴۲)

احناف کے نزدیک ارتداد سے مطلقا سابقہ اعمال برباد ہو جاتے ہیں، اور اسلام کی طرف دوبارہ لوٹنے کی صورت میں فقط حج ہی کا اعادہ کرنا ہوتا ہے باقی اعمال کی گنتی نئے سرے سے ہوگی۔ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ ارتداد کے بعد سابقہ اعمال مردود نہیں ہوتے جب تک کہ مرتد شخص اسی ارتداد کی حالت میں موت کا شکار نہ ہو جائے، اور اس قید کو امام شافعی نے قرآن کی اس آیت سے دلیل بنایا ہے: ﴿ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والآخرۃ واولئک اصحاب النار ھم فیھا خلدون اورتم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا دنیا میں اور آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں اس میں رہنا (البقرۃ: ۲۱۷)﴾۔ بعض احناف اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ متذکرہ آیت پاک زجر و توبیخ پر مبنی ہے کہ جو اسلام چھوڑ کر کفر کی طرف جائے اور اسی حالت میں اسے موت آجائے تو اس کے اعمال اکارت کر دیئے جائیں گے اور اس آیت کو زجر و توبیخ پر محمول کرنے کی دلیل ﴿واولئک اصحب النار﴾ ہے، اور اس صورت میں مقید کو مطلق پر محمول کرنا بھی نہ پایا جائے گا۔ (روح المعانی، الجزء: ۲۴، ص ۳۸۱)

اللہ ﷻ کے جسمانی اعضاء نہ ہونے پر دلائل:

۲...... امام فخر الدین رازی کہتے ہیں: قرآن مجید میں جو مٹھی اور دائیں ہاتھ اور حدیث میں انگلی کا ذکر ہے اس سے ہماری طرح کے ظاہری اعضاء مراد نہیں ہیں، ہمیں فقط ان الفاظ پر ایمان رکھنا چاہیے اور حقیقتا اس سے جو مراد ہوا سے اللہ ﷻ کی ذات کے سپرد کر دینا چاہیے کہ حقیقی معنی اللہ ﷻ ہی جانے اور تاویلات نہیں کرنی چاہیے، یہی سلف کا مسلک ہے جو تاویلات سے اعراض کرتے تھے۔ (الرازی، ج ۹، ص ۴۷۳ وغیرہ)

علامہ قرطبی کہتے ہیں:

اللہ ہر قسم کے اعضاء سے منزہ ہے کہ وہ ان چیزوں سے پاک ہے اور برتر ہے جن کو وہ اس کا شریک قرار دیتے ہیں اور مٹھی سے مراد یہ ہے کہ اللہ ﷻ نے اپنی تمام مخلوقات کا احاطہ کیا ہوا ہے اور سب چیزیں اس کی قدرت میں ہیں کیونکہ جب لوگ کسی چیز پر اپنی ملکیت اور قدرت کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں: فلاں چیز میری مٹھی میں ہے اور میرے دائیں ہاتھ میں ہے۔ (القرطبی، الجزء: ۲۴، ص ۲۴۴)

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی سید عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں آیا اور کہنے لگا: "اے محمد! اللہ اپنی (بے مثل) انگلی پر آسمانوں اور مخلوق کو روکتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں بادشاہ (حقیقی) ہوں، سید عالم ﷺ مسکرائے یہاں تک کہ دندان مبارک سے نور پھوٹنے لگا پھر فرمایا: ﴿وما قدروا اللہ حق قدرہ﴾ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب: قول اللہ

تعالی ان الله بمسك، رقم: ۷۴۱۵، ۷۴۵۱، ص۱۲۸۴)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کل بروزِ قیامت زمین وآسمان کو لپیٹ لے گا اور فرمائے گا کہ میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں زمین کے بسنے والے بادشاہ''۔ (القرطبی، الجزء: ۲۴، ص۲۴۳)

☆......حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ علماء یہود میں سے ایک شخص سید عالم ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا اے محمد! ہم یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ اللہ تمام آسمانوں کو ایک (بے مثل) انگلی پر رکھے گا اور تمام زمینوں کو ایک (بے مثل) انگلی پر رکھے گا اور درختوں کو ایک (بے مثل) انگلی پر رکھے گا اور پانی وکیچڑ کو ایک (بے مثل) انگلی پر رکھے گا اور تمام مخلوق کو ایک (بے مثل) انگلی پر رکھے گا، پھر فرمائے گا: میں بادشاہ ہوں، سید عالم ﷺ مسکرائے اور آپ ﷺ کی داڑھیں ظاہر ہوگئیں، آپ ﷺ کا ہنسنا اس یہودی کی تصدیق کے لئے تھا، پھر سید عالم ﷺ نے یہی آیت ﴿وما قدروا الله حق قدره﴾ پڑھی۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: وما قدروا الله حق، رقم: ۴۸۱۱، ص ۸۴۸)

شارحین کہتے ہیں: علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ انگلی یا اس قسم کے دیگر اعضاء کا اطلاق اللہ عزوجل کی جانب نہ کیا جائے، سوائے اس کے ان اعضاء کا ذکر قرآن مجید میں ہو یا کسی حدیث قطعی میں ہو اور اگر ان میں کسی عضو کا ذکر نہ ہو تو پھر اللہ عزوجل پر ان اعضاء کے اطلاق کرنے سے توقف کرنا واجب ہے اور انگلیوں کا ذکر نہ قرآن مجید میں ہے نہ سنت قطعیہ میں ہے اور جن آیات واحادیث میں ''یـد'' کا لفظ ہے اس سے مراد انسان کا عضو نہیں ہے، حتی کہ اس کے ثبوت سے انگلیوں کا ثبوت لازم آئے۔ بخاری کی متذکرہ حدیث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اکثر اصحاب سے مروی ہے اور اس حدیث میں اس یہودی عالم کے قول کی تصدیق نہیں ہے اور یہ حدیث ثابت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''اہل کتاب تم کو جو حدیث بیان کریں تم اس کی تصدیق کرو نہ تکذیب کرو''۔ (سنن ابو داؤد، کتاب العلم، باب: الحدیث عن بنی اسرائیل، رقم: ۳۶۶۳، ص ۶۸۷ بتغیر) اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس حدیث میں نبی پاک ﷺ نے کوئی ایسا لفظ نہیں فرمایا جس سے یہود کے اس قول کی تصدیق یا تکذیب ہو، البتہ اس حدیث میں آپ ﷺ کے ہنسنے کا ذکر ہے، جس میں اس قول پر آپ ﷺ کی رضا کا بھی اشارہ ہوسکتا ہے اور ان کے اس قول پر تعجب اور انکار کا اشارہ بھی ہوسکتا ہے اور ایسی صورت میں انگلیوں کے اثبات پر استدلال کرنا جائز نہیں ہے اور اگر یہ حدیث صحیح ہو تو انگلیوں کو مجاز پر محمول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے اور کبھی ایسا ہوتا کہ کوئی کام جو بہت مشکل سمجھا جاتا ہو اور کسی آدمی کے نزدیک وہ بہت آسان ہو تو وہ کہتا ہے کہ اس کام کو تو میں ایک انگلی سے کرسکتا ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث میں یہودی عالم کی تحریف کا ذکر ہے اور اس پر نبی ﷺ کا ہنسنا اس پر تعجب اور انکار کی وجہ سے تھا۔ (عمدۃ القاری، کتاب التفسیر، باب: وما قدروا الله حق، رقم: ۴۸۱۱، ج۳، ص ۲۷۴)

احادیث کی روشنی میں امورِ قیامت کا بیان:

س......مختلف احادیث سے قیامت کے مختلف امور کا بیان ملتا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو صور پھونکے جانے کے درمیان چالیس (سال) کا فاصلہ ہوگا۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب: ونفخ فی الصور، رقم: ۴۸۱۴، ص ۸۴۸)

☆......حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے بندوں کے درمیان جس مقدمہ کا فیصلہ کیا جائے گا وہ قتل ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب: قول الله تعالی ومن یقتل، رقم: ۶۸۶۴، ص ۱۱۸۳)

☆......حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بندے سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اور جس مقدمہ کا فیصلہ ہوگا وہ قتل ہے۔ (سنن النسائی، کتاب تحریم الدم، باب: تعظیم الدم، رقم: ۳۹۹۷، ص ۹۵۶)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''بندے سے سب سے پہلے اس کی نعمتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا، اس سے کہا جائے گا کیا ہم نے تیرے جسم کو صحت مند نہیں بنایا تھا اور تجھے پانی نہیں پلایا تھا''۔

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الهكم التكاثر، رقم: ۳۳۶۹، ص ۹۶۹)

☆......حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''سب سے پہلے زمین مجھ پر شق ہوگی اور مجھے اس پر فخر نہیں''۔

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: ومن سورة بنی اسرائیل، رقم: ۳۱۵۹، ص ۸۹۸)

رب عزوجل کے نور کے متعلق مفسرین کے اقوال:

۱......نور سے مراد وہ روشنی ہے جس کا آنکھیں معائنہ کرتی ہیں اس کی دو قسمیں ہیں ایک دُنیوی اور دوسری اخروی۔ پس دنیوی کی بھی دو اقسام ہیں ایک نورِ عقلی اور دوسری نورِ حسی۔ نورِ عقلی وہ ہوتی ہے جس کا بصیرت وعقل سے ادراک کیا جاسکتا ہے جیسے نورِ عقل اور نورِ قرآن۔ جیسے فرمایا: ﴿قد جاء کم من الله نور و کتب مبین بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب (المائدۃ:۱۰)﴾، ﴿وجعلنا له نورا یمشی به فی الناس کمن مثله فی الظلمت لیس بخارج منها اور اس کے لئے ایک نور کردیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے وہ اس جیسا ہوجائے گا جو اندھیروں میں ہے اُن سے نکلنے والا نہیں (الانعام:۱۲۲)﴾، ﴿ما کنت تدری ماالکتب ولا الایمان ولکن جعلنه نورا نهدی به من نشاء من عبادنا اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے نہ احکام شرع کی تفصیل ہاں ہم نے اسے نور کیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جس سے چاہتے ہیں (الشوریٰ:۵۲)﴾، ﴿افمن شرح الله صدره للاسلام فهو علی نور من ربه تو کیا وہ جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے (الزمر:۲۲)﴾، ﴿نور علی نور یهدی الله لنوره من یشاء نور پر نور ہے اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے (النور:۳۵)﴾ اور نورِ حسی وہ ہوتا ہے جو روشن اجسام مثلاً سورج، چاند، ستارے سے حاصل ہوتا ہے مثلاً ﴿هو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا وہی ہے جس نے سورج کو جگمگاتا بنایا اور چاند چمکتا (یونس:۵)﴾، ﴿وقمرا منیرا اور چمکتا چاند (الفرقان:۶۱)﴾۔ دوسری قسم نورِ اُخروی کی ہے جیسے اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿یوم یقول المنفقون والمنفقت للذین امنوا انظرونا نقتبس من نورکم فالتمسوا نورا جس دن منافق مرد اور عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمیں ایک نگاہ دیکھو ہم تمہارے نور سے حصہ لیں (الحدید:۱۳)﴾، ﴿الله نور السموت والارض اللہ آسمان وزمین کا نور ہے (النور:۳۵)﴾، کفار کے لئے اُخروی عذاب کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿افرئیتم النار التی تورون تو بھلا بتاؤ تو وہ آگ جو تم روشن کرتے ہو (الواقعۃ:۷۱)﴾، ﴿مثلهم کمثل الذی استوقد نارا ان کی کہاوت ان کی طرح جس نے آگ روشن کی (البقرۃ:۱۷)﴾، ﴿فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں (البقرۃ:۲۴)﴾، ﴿کلما اوقدوا نارا للحرب جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں (المائدۃ:۶۴)﴾۔ (المفردات، ص ۵۱۰)

علامہ آلوسی کہتے ہیں:

حسن سُدی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ رب کے نور سے مراد عدل ہے، اور اسے بطور استعارہ نور کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن میں موجود دلائل کہ زمین اللہ عزوجل کے عدل سے جگمگا اٹھے گی، اور اس میں حق، عدل، حساب کتاب کے اعتبار سے عدل کیا جائے گا۔ اسی قول کو علامہ زمخشری نے بھی اختیار فرمایا ہے اور اس استعارہ کو قرآن کریم کی تعظیم میں صحیح قرآن کریم کی تعظیم میں صحیح قرار دیا ہے۔ اور ثانیاً اس کی اضافت اسم باری کی جانب کرنے سے مزید تحقیق ہو چکی ہے کہ اللہ عزوجل ہی کی ذات

عدل فرمانے والی ہے ثالثا یہ رب کی جانب نسبت میں یہ بھی شان جھلکتی ہے کہ رب کی ذات ہی زمین میں عدل وانصاف کرے گی اور زمین عدل وانصاف سے مزین ہوگی، رابعا یہ کہ اشراقِ ارض کو وضع الکتب پر معطوف کردیا گیا ہے اور حضرات انبیائے کرام وشہدائے عظام اور قضاء بالحق سب کی عدالت کو شامل ہوجائے۔ خامسا یہ کہ عام لوگوں کے اذہان کے اعتبار سے بھی فرمادیا جیسا کہ لوگ کہتے ہیں: ''فلاں کے عدل وانصاف سے زمین منور ہوگئی''، سادسا: سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا''۔ (صحیح البخاری، کتاب المظالم، باب: الظلم ظلمات یوم، رقم: ۲۴۴۷، ص ۳۹۵)، کیونکہ سید عالم ﷺ کا حق فیصلہ صادر فرمانا ان کے لئے اللہ ﷻ کے نور سے ممکن تھا، سابعا یہ کہ آیت کا ابتداء رب کے نور کو عدل کہہ کر اور اختتام ظلم وستم کی نفی کے ذریعے فرمادی۔

(روح المعانی، الجزء: ۳۸۸ وغیرہ)

اغراض:

المعمول لتامرونی: اصل میں ''اتامرونني'' ہے، یعنی میں غیر اللہ کی عبادت کروں۔

فرضا: یہاں ایک سوال مقدر کا جواب دینا مقصود ہے، سوال یہ ہے کہ حضرات انبیائے کرام سے معصوم ہونے کے باوجود شرک کیسے متصور ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مقصود ان کی امت کو عصمت انبیاء کی خبر دینا تھی، اگر کوئی یہ کہے کہ امت ہی مراد ہوتی تو جمع کا صیغہ استعمال فرماتے یعنی یوں کہتے: ''لئن اشرکتم'' مفرد صیغے سے کیوں خطاب کیا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا: معنی یہ ہے کہ ''اوحی الی'' میں ہر وہ شخص شامل ہے جو میرے ساتھ (تبلیغ میں) شریک ہے، جیسا کہ کہا جاتا ہے امیر نے حلہ پہنا، یعنی ہم میں سے ہر ایک نے حلہ پہنا۔ **او ما عظموہ حق عظمتہ:** یعنی انہوں نے اللہ ﷻ کی تعظیم کا حق ادا نہ کیا، جب کہ یہ اس بات کے معترف ہیں کہ اللہ ﷻ بڑا ہے اور ہر چیز کا خالق ہے۔

ای فی ملکہ وتصرفہ: اس جملے میں اس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے کہ روئے زمین پر اللہ ﷻ کی قدرت اور بادشاہت ہے، ظاہری وباطنی اعتبار سے، بخلاف امور دنیا کے کیونکہ مخلوق کے لئے اس دنیاوی معاملات میں ظاہری تصرفات ہوا کرتے ہیں، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ امور دنیا کے ظاہری اعتبار سے نیست ہونے کے لئے بطور کنایہ استعمال کیا گیا ہے۔

النفخة الاولی: ظاہر یہ ہے کہ نفخات دو مرتبہ ہونگے، نفخة الصعق اور نفخة البعث، اور یہ آیت کا ظاہر ہے، جب کہ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ تین مرتبہ صور پھونکے جائیں گے، (۱)...... زلزلہ، پہاڑوں کا چلنا، سورج کی روشنی کا ختم ہوجانا، ستاروں کا بکھر جانا، دریاؤں کا مسخر کرنا، زندہ لوگ اس کی جانب دیکھ کر خوف زدہ ہونگے، اور حاملہ عورتیں اپنا حمل گرادیں گی، دودھ پلانے والی کا دودھ خشک ہوجائے گا، لوگ نشے کی حالت میں معلوم ہونگے حالانکہ وہ نشے میں نہ ہونگے اس کی دلیل اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿ان زلزلة الساعة شیء عظیم﴾ (الحج: ۱) بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے﴾ میں ملتی ہے۔ (۲)...... دوسری نفخہ کو صعق کہتے ہیں، اس وقت زمین پر جتنے جاندار ہونگے سب ہلاک ہوجائیں گے اور جو برزخی حیات میں ہونگے ان پر پردہ ہی رہے گا، (۳)...... مراد نفخة القیام ہے، دونوں میں چالیس سال کا فرق ہوگا۔ **مات:** جو دنیا میں زندہ تھا سب مرجائیں گے، اور جو پہلے ہی مرچکے ہونگے ان پر پردہ رہے گا لیکن وہ اپنی قبروں میں زندہ ہونگے جیسا کہ حضرات انبیائے کرام اور شہدائے عظام۔ **من الحور:** حوریں مستثنیات میں سے ہیں، یہ موت سے محفوظ رہیں گی، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی خوف ودہشت سے محفوظ رہیں گے کیونکہ پہاڑ والے قصے میں انہیں بیہوشی ہوچکی ہے لہذا اب انہیں یہ معاملہ نہ ہوگا۔

وغیرھما: یعنی حضرت جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت، یہ پہلے نفخہ پر موت کا شکار نہ ہونگے یہ دو نفخات کے مابین موت کا

شکار ہونگے۔ ما یفعل بھم: حساب، صراط پر سے گزرنا، جنت یا دوزخ میں داخل ہونا مراد ہے۔

حسن یتجلی : اللہ عزوجل مخلوق سے پردے کو دور فرمادے گا پس لوگ اپنے رب کو دیکھیں گے، حدیث میں ہے: ''عنقریب تم اپنے رب کو دیکھو گے اور یہ دیکھنا تم میں کوئی فساد نہ لائے گا جس طرح بغیر بادل کے دن میں سورج کا چمکنا نقصان نہیں دیتا''۔ پس سورج کو اللہ عزوجل نے اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے جو کہ زمین کو روشن کرتا ہے اور خاص مومنین اللہ عزوجل کے نور سے قیامت میں فیضیاب ہونگے جس کی مثال سورج اور چاند میں نہیں ملتی۔ ای العدل: یعنی عدل کا معاملہ کافروں کے ساتھ اور فضل کا معاملہ مومنین کے ساتھ ہوگا۔

فلا یحتاج الی شاھد: اللہ عزوجل لوگوں کے افعال و کیفیات و تقادیر کو جانتا ہے، شہادت دینا اور اعمال لکھنا اس کی عظمت کے لئے ہیں ، اسی میں یہ بھی ہے کہ حجت قائم ہو جائے، اسی کی جانب صاحب الجوہرۃ النیرۃ لکھتے ہیں:

والعرش والکرسی ثم القلم .... والکاتبون اللوح کل حکم

لا لاحتیاج وبھا الایمان .... یجب علیک ایھا الانسان (الصاوی، ج۵، ص۱۷۲ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۵

﴿وسیق الذین کفروا﴾ بِعُنفٍ ﴿الی جھنم زمرا ط﴾ جَماعَاتٍ مُتَفَرِّقَةٍ ﴿حتی اذا جاء وھا فتحت ابوابھا﴾ جَوابُ اِذا ﴿وقال لھم خزنتھا الم یاتکم رسل منکم یتلون علیکم ایت ربکم﴾ القُرانِ وَغَیرِہٖ ﴿وینذرونکم لقاء یومکم ھذا ط قالوا بلی ولکن حقت کلمة العذاب﴾ ای لَاَملَئَنَّ جَھَنَّمَ اَلْاٰیَةِ ﴿علی الکفرین (۷۱) قیل ادخلوا ابواب جھنم خلدین﴾ مُقَدِّرِینَ الْخُلُودَ ﴿فیھا ج فبئس مثوی﴾ ماوٰی ﴿المتکبرین (۷۲)﴾ جھنَّمَ ﴿وسیق الذین اتقوا ربھم﴾ بِلُطفٍ ﴿الی الجنة زمرا حتی اذا جاء وھا وفتحت ابوابھا﴾ اَلواوُ فِیهِ لِلْحَالِ بِتَقدِیرِ قَدْ ﴿وقال لھم خزنتھا سلم علیکم طبتم﴾ حَالًا ﴿فادخلوھا خلدین (۷۳)﴾ مُقَدِّرِینَ الخُلودَ فِیھا وَجَوابُ اِذا مُقَدَّرٌ ای دَخَلُوھا وَسُوقُھم وَفَتحُ الْاَبْوَابِ قَبلَ مَجِیئِھِم تَکرِمةٌ لھم وَسوقُ الکُفارِ وَفتحُ ابوابِ جَھنمَ عند مَجِیئِھم لِیَبقٰی حَرُّھا اِلَیھم اِھَانَةٌ لھم ﴿وقالوا﴾ عَطفٌ علی دَخَلُوھا المُقَدَّرِ ﴿الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ﴾ بِالجَنةِ ﴿واورثنا الارض﴾ ای اَرضَ الجَنةِ ﴿نتبوا﴾ نُنزِلُ ﴿من الجنة حیث نشاء ج﴾ لِاَنَّھا کُلُّھا لَا یُختَارُ فِیھا مکانٌ علی مکانٍ ﴿فنعم اجر العملین (۷۴)﴾ الجَنةُ ﴿وتری الملئکة حافین﴾ حَالٌ ﴿من حول العرش﴾ مِن کُلِّ جانِبٍ مِنهُ ﴿یسبحون﴾ حَالٌ من ضَمِیرِ حَافِینَ ﴿بحمد ربھم ط﴾ مُلابِسِینَ لِلحَمدِ ای یَقُولونَ سُبحَانَ اللہِ وَبِحَمدِہٖ ﴿وقضی بینھم﴾ بینَ جَمِیعِ الخَلائِقِ ﴿بالحق﴾ ای العَدلِ فَیَدخُلُ المُومِنُونَ الجَنةَ والکَافِرونَ النارَ ﴿وقیل الحمد للہ رب العلمین الربع (۷۵)﴾ خُتِمَ اِستِقرارُ الفَرِیقَینِ بِالحَمدِ مِنَ المَلائِکَةِ.

﴿ترجمہ﴾

اور کافر (سختی کے ساتھ) جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے گروہ در گروہ .... (متفرق جماعتوں کی صورت میں) یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے (اگلا جملہ اذا حرف شرط کا جواب بن رہا ہے) اور اس کے داروغان سے کہیں

گے کیا تمہارے پاس میں سے وہ رسول نہ آئے تھے جو تم پر تمہارے رب کی آیتیں (یعنی قرآن پاک وغیرہ) پڑھتے تھے اور تمہیں اس دن کے ملنے سے ڈراتے کہیں گے: کیوں نہیں! مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اترا (اس قول سے مراد یہ فرمان ہے: ﴿لاملئن جهنم...... الخ﴾) فرمایا جائیگا جاؤ جہنم کے دروازوں میں اس میں ہمیشہ رہنے کو (تمہارے لیے ہیشگی کو مقدر کر دیا گیا ہے) تو کیا ہی برا ٹھکانہ متکبروں کا (جہنم ،مثوی بمعنی ماوی ہے) اور جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کی سواریاں (عزت وکرامت کے ساتھ) گروہ در گروہ جنت کی طرف چلائے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے (وفتحت میں واؤ حالیہ ہے، یہاں قد مقدر ہے) اور اس کے داروغہ ان سے کہیں گے سلام تم پر خوب رہے (طبتم یہ جملہ بھی حال بن رہا ہے) تو جنت میں جاؤ ہمیشہ رہنے (یعنی جنت میں تمہارے لیے ہیشگی کو مقدر کر دیا گیا ہے، اذا کا جواب شرط دخلوها محذوف ہے، جنتیوں کے آنے سے قبل جنت کے دروازوں کو کھول دیا جانا ان کی عزت افزائی کے لیے ہوگا اور کفار کو ہانکنا اور ان کے آنے سے قبل ہی جہنم کے دروازوں کو کھولنا اس لیے ہوگا تا کہ اس کی گرمی انہیں پہنچے اور یہ انکی اہانت کے لئے ہوگا) اور وہ کہیں گے (قالوا کا عطف دخلوها مقدر پر ہے) سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنا وعدہ (جنت عطا فرمانے کا) ہم سے سچا کیا اور ہمیں اس زمین (یعنی سر زمین جنت) کا وارث کیا کہ ہم جنت میں رہیں (نتبوا بمعنی تنزل ہے) جہاں چاہیں (کیونکہ جنتی جنت میں یکے بعد دیگرے مکانات اختیار کرتے رہیں گے) تو کیا اچھا ثواب کام کرنیوالوں کا (بصورت جنت) اور تم فرشتوں کو دیکھو گے حلقہ کئے (حافین ......یہ حال بن رہا ہے) عرش کے گرد (عرش کی ہر جانب سے اسے گھیرے ہوں گے) پاکی بولتے ہیں ("یسبحون" حافین کی ضمیر سے حال بن رہا ہے) اپنے رب کی تعریف کے ساتھ (تسبیح حمد کے ساتھ ملاتے ہوئے یوں کہتے ہونگے: سبحان الله وبحمده یعنی پاکی ہے اللہ کو حمد کے ساتھ) اور ان میں (یعنی مخلوق کے درمیان) عدل کے ساتھ فیصلہ فرما دیا جائے گا (مومنین جنت میں داخل ہوں گے اور کافر جہنم میں، بالحق بمعنی بالعدل ہے) اور کہا جائے گا سب خوبیاں اللہ کو سارے جہاں کا رب (دونوں فریقین کے اپنے اپنے مقام میں مستقر ہو جانے کا اختتام فرشتوں کی حمد پر کیا گیا ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وسیق الذین کفروا الی جهنم زمرا حتی اذا جاء وها فتحت ابوابها﴾.

و: عاطفہ، سیق: فعل مجہول، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، زمرا: حال، ملکر نائب الفاعل، الی جهنم: ظرف لغو، حتی: جار، اذا ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، جاء وها: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، فتحت ابوابها: فعل با نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوکر مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقال لهم خزنتها الم یاتکم رسل منکم یتلون علیکم ایت ربکم وینذرونکم لقاء یومکم هذا﴾.

و: عاطفہ، قال لهم خزنتها: جملہ فعلیہ قول، همزه: حرف استفہام، لم یاتکم: فعل نفی ومفعول، رسل: موصوف، منکم: ظرف مستقر صفت اول، یتلون علیکم ایت ربکم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ینذرونکم: فعل با فاعل ومفعول، لقاء: مضاف، یومکم: مبدل منہ، هذا: بدل، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صفت ثانی، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا بلی ولکن حقت کلمة العذاب علی الکفرین٥﴾.

قالوا: قول، ......علی حرف ایجاب، و: عاطفہ، لکن: حرف استدراک، حقت کلمة العذاب: فعل وفاعل، علی الکفرین: ظرف

لغو،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قیل ادخلوا ابواب جهنم خلدين فيها فبئس مثوى المتكبرين٥﴾.

قیل: قول،ادخلوا: فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال،خلدین فیها: شبہ جملہ حال،ملکر فاعل،ابواب جهنم: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ مستانفہ،ف بمستانفہ،بئس: فعل ذم،مثوی المتکبرین: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر مبتدا محذوف "هي" کیلئے خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وسيق الذين اتقوا ربهم الى الجنة زمرا حتى اذا جاء وها وفتحت ابوابها﴾.

و: عاطفہ،سیق: فعل مجہول،الذین اتقوا ربهم: موصول صلہ،ملکر ذوالحال،زمرا: حال،ملکر نائب الفاعل،الی الجنة: ظرف لغو،حتی: جار،اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،جاء وها: فعل بافاعل مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،فتحت ابوابها: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جزا محذوف "سعدوا" کیلئے شرط،ملکر جملہ شرطیہ مجرور،ملکر ظرف لغو ثانی،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقال لهم خزنتها سلم عليكم طبتم فادخلوها خلدين٥﴾.

و: عاطفہ،قال لهم خزنتها قول،سلم: مبتدا،علیکم: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول،طبتم: فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ثانی،ملکر جملہ قولیہ،ف تعلیلیہ،ادخلو: فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال،خلدین: حال،ملکر فاعل،ها: ضمیر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقالوا الحمد لله الذى صدقنا وعده واورثنا الارض نتبوا من الجنة حيث نشاء﴾.

و: عاطفہ،قالوا قول،الحمد: مبتدا،لام: جار،الله موصوف،الذی: موصول،صدقنا وعده: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،اورثنا فعل بافاعل،الارض: ذوالحال،نتبوا من الجنة: فعل بافاعل وظرف لغو،حيث نشاء: ظرف،ملکر جملہ فعلیہ حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر صفت،ملکر مجرور،ملکر مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فنعم اجر العملين٥ وترى الملئكة حافين من حول العرش يسبحون بحمد ربهم﴾.

ف: مستانفہ،نعم: فعل مدح،اجر العملین: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر مبتدا محذوف "الاجر" کیلئے خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و: مستانفہ،تری: فعل بافاعل،الملئکة: ذوالحال،حافین من حول العرش: شبہ جملہ حال اول،یسبحون بحمد ربهم: جملہ فعلیہ حال ثانی،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔

﴿وقضى بينهم بالحق وقيل الحمد لله رب العلمين٥﴾.

و: قضی بینهم بالحق: اسکی ترکیب ماقبل آیت نمبر ۶۹ میں فرمائیں،و: عاطفہ،قیل قول،الحمد: مبتدا،لام: جار،الله موصوف،رب العلمین: صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

"زمر" کے بارے میں تحقیق:

۱۔۔۔۔۔اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿وسيق الذين كفروا الى جهنم زمرا﴾ اور کافر جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے گروہ گروہ (الزمر: ۷۱) جمع زمرة ہے، مراد چھوٹی جماعت ہے، اسی سے "شاة زمرة" یعنی وہ بکری جو کم بالوں والی ہو" یا "رجل زمر" یاوہ مرد جو کم بالوں والا ہو"، اور الزمارة بطور کنایہ فاجرہ عورت کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ (المفردات، ص ۲۲۰)

حافین کے بارے میں تحقیق:

۲.....اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وترى الملائكة حافين من حول العرش اورتم فرشتوں کو دیکھو گے عرش کے آس پاس حلقہ کئے (الزمر: ۷۵)﴾، اسی سے سید عالم ﷺ کا فرمان مبارک ہے: "تحفه الملائكة باجنحتها یعنی فرشتوں نے عرش کو اپنے پروں سے گھیر لیا ہے"۔ اس کی جمع "اجحفة" ہے، اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿وحففنهما بنخل﴾ اسی سے یہ بھی منقول ہے نو فلان فی حفف من العيش ای فی ضیق یعنی فلاں شخص تنگی کی زندگی میں گھرا ہوا ہے۔ (المفردات، ص ۱۳۰)

اغراض:

بعنف: بمعنی شدة ہے، یعنی پیچھے سے انہیں آنکس (لکڑی یا لوہے کی کوئی چیز جس سے) ہانکا جائے گا، اور قوم کے سرگرم پیشوا اور سرداروں کو زنجیروں سے جکڑا جائے گا۔ جماعات متفرقة: یعنی فوج در فوج، جیسا کہ آیت میں ہے: ﴿كلما القى فيها فوج﴾ مراد یہ ہے کہ ہر امت اپنی علیحدہ حد پر پیش کی جائے گی۔ القرآن: کی نسبت امتِ محمدیہ کی جانب کی گئی ہے۔ وغیرہ: سے بقیہ امتوں کی جانب نسبت کرنا مراد ہے۔ بلطف: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ہانکنا دو طرح کا ہوا کرتا ہے، ایک کافروں کا ہانکا جانا کہ اس میں اہانت ورسوائی اور انتقام ہوا کرتا ہے اور مومنین کا ہانکے جانا کہ اس میں ان کی تعظیم وتکریم کا پہلو ہوا کرتا ہے، اور یہ بھی کہ مومنین کو سواری پر بٹھا کر لے جایا جائے گا اور وہ فضل ورضا وکرامت کی جانب جلدی کریں گے، پس ایک ہی کلمہ دو متضاد معنوں میں استعمال ہوا ہے کہ کافر اسی ہانکے جانے سے ذلت ورسوائی کا سامنا کریں گے جب کہ مومنین کے لئے تکریم ورضا کا معاملہ ہوگا۔

الواو فيه للحال: آیت مقدسہ میں واو کا زیادہ استعمال کرنا جب کہ ماقبل ایسا نہیں ہوا ہے، ابواب السجن (قید خانے کے دروازے) تالے لگے ہوئے ہیں، یہاں تک کہ مجرم آئے اور اس کے لئے دروازہ کھولا جائے، پس مناسب معلوم ہوا کہ بغیر واو کے کلام ہو لیکن جب کہ ابواب السرور والفرح (خوشیوں ومسرتوں کے دروازے) منتظر ہوتے ہیں کہ کون ان میں داخل ہوتا ہے۔

وجواب اذا مقدر: یہ تین اقوال میں سے ایک قول ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ "اذا" کا جواب اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿وفتحت﴾ ہے اور واو زائدہ ہے، اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جواب اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿وقال لهم خزنتها﴾ ہے اور واو زائدہ ہے۔ وسوقهم: مبتداء اور اس کی خبر "تكرمة" ہے، یا اس کے مابعد۔

لا يختار فيها مكان على مكان: یعنی ہر انسان جنت میں اپنے مکان کو دیکھ لے گا، اس حیثیت سے اگر مطلق اختیار دیا مانا جائے تو جب تک کسی دل سے کینہ وحسد نہ نکل جائے اُسے غیر پر اختیار نہیں ہوسکتا، اور یہ اس قول کا جواب ہے جو بطور اعتراض کیا جاتا ہے، اعتراض یہ ہے کہ ہر انسان کا ایک ٹھکانہ معین ہے جس کی طرف کسی دوسرے کو راہ نہیں ہونی چاہیے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں اختیار کا معنی من چاہی منازل کا اختیار ہونا مراد ہے، جیسا کہ وارد ہوتا ہے: "ہر ایک کے لئے جنت میں ایک وسعت وحسن ہے، پس اُسے چاہیے کہ جس طرح چاہے اپنا ٹھکانہ جنت میں بنا لے اور کسی دوسرے کے عمل دخل کا خیال ہی نہ کرے"۔

ای يقولون سبحان الله وبحمده: یعنی تلذذ اختیار کرتے ہوئے، یعنی ان کے درجات کی انتہا اللہ عزوجل کی تسبیح وتقدیس بجالانا ہے۔

ختم استقرار الفريقين: جیسا کہ مخلوق کے ذکر کی ابتداء اللہ عزوجل کے فرمان: ﴿الحمد لله الذى خلق السموت والارض﴾ سے ہوئی، اس میں تنبیہ ہے کہ ہر امر ونہی میں اللہ کے حکم کی پیروی کی جائے۔

من الملائكة: مراد تمام مخلوق ہیں، تمام اہل جنت اللہ عزوجل کی اس عظیم نعمت پر اس کی حمد کرتے ہیں، اور اس نعمت کی مزید لذت اس وقت پائیں گے جب اللہ عزوجل کی بے حجاب زیارت کریں گے۔ (الصاوی، ج ۵، ص ۱۷۵ وغیرہ)

سورۃ غافر (مومن) مکیۃ الا (الذین یجادلون) الایتین، خمس و ثمانون آیۃ

سورۂ غافر (مومن) مکیہ ہے سوائے ﴿ان الذین یجادلون﴾ ۵۶، ۵۷ کے جو کہ مدنیہ ہیں، اس میں ۸۵ آیات ہیں

تعارف سورۃ غافر (مومن)

اس سورت میں ۹ رکوع، ۱۱۹۹ کلمات اور ۴۹۶۰ حروف ہیں، اس سورت میں بڑا بارعب طریقہ اختیار کیا گیا تا کہ قاری متاثر ہو جائے، اور قرآن کی محبت اپنے دل میں بسا کر اس کے مطابق زندگی گزارنے کی سعی کرے۔ اس سورت میں دو امور کی جانب خاص توجہ دلائی گئی ہے: (۱)...... کفار مکہ سید عالم ﷺ سے ہر بات میں جھگڑتے اور تکرار کرتے تھے، جس سے خاطر اقدس میں گرانی آتی تھی، اللہ ﷻ نے اپنے حبیب ﷺ کو تسلی ارشاد فرمائی اور گزشتہ اقوام کے کفار کا رویہ بھی اپنے رسولوں کے ساتھ اسی نوعیت کا تھا۔ وہ بات بات پر جھگڑا کرتے تھے لیکن انجام یہ ہوا کہ اللہ ﷻ کی جانب سے عذاب نے انہیں برباد کر دیا۔ ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا کہ اگر یہ کافر نہیں مانتے تو اپنے لئے برا کرتے ہیں جب کہ تیرے رب ﷻ کی شان یہ ہے کہ کائنات کے ذرے ذرے پر اس کی حکمرانی ہے، آسمانوں میں موجود فرشتے اس کی بارگاہ میں تسبیح تہلیل و تمجید میں مصروف ہیں۔ (۲)...... اس سورت میں خاص طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے مدمقابل جو معاملات تھے اور بظاہر فرعون کے بڑے بڑے ماننے والے جن میں ہامان اور دیگر بھی شامل تھے اور لاکھ کوششوں کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نقصان پہنچانے میں کامیاب نہ ہو سکے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دفاع ایک معمولی قبطی نے کیا اور فرعون کے منصوبوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آگاہ کرتا رہا، بتانا یہ ہے کہ ایک طرف بڑی بڑی طاقتیں ہوں اور دوسری جانب معمولی لوگ لیکن دین پر قائم ہوں اور اللہ ﷻ کی مدد ان کے شامل حال ہو جائے تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔

رکوع نمبر: ۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿حم (۱)﴾ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذٰلِكَ ﴿تنزیل الکتب﴾ القُرانِ مُبتَدَاءٌ ﴿من اللہ العزیز﴾ فِی مِلکِهٖ ﴿العلیم (۲)﴾ بِخَلقِهٖ ﴿غافر الذنب﴾ لِلمُؤمِنِینَ ﴿وقابل التوب﴾ لَهُم مَصدَرٌ ﴿شدید العقاب﴾ لِلکَافِرِینَ اَی مُشَدِّدَةٌ ﴿ذی الطول﴾ اَی الاَنعَامِ وَالوَاسِعِ وَهُوَ مَوصُوفٌ عَلَی الدَّوَامِ بِکُلٍّ مِن هٰذِهِ الصِّفَاتِ فَاِضَافَةُ المُشتَقِّ مِنهَا لِلتَّعرِیفِ کَالاَخِیرَةِ ﴿لا الٰہ الا ھو ط الیہ المصیر (۳)﴾ المَرجِعُ ﴿ما یجادل فی ایت اللہ﴾ القُرانِ ﴿الا الذین کفروا﴾ مِن اَهلِ مَکَّةَ ﴿فلا یغررک تقلبهم فی البلاد (۴)﴾ لِلمَعَاشِ سَالِمِینَ فَاِنَّ عَاقِبَتَهُمُ النَّارُ ﴿کذبت قبلهم قوم نوح والاحزاب﴾ کَعَادٍ وَثَمُودَ وَغَیرِهِمَا ﴿من م بعدهم وهمت کل امة م برسولهم لیاخذوه﴾ یَقتُلُوهُ ﴿وجدلوا بالباطل لیدحضوا﴾ یُزِیلُوا ﴿به الحق فاخذتهم قف﴾ بِالعِقَابِ ﴿فکیف کان عقاب (۵)﴾ لَهُم اَی هُوَ وَاقِعٌ مَوقِعَهٗ

﴿وکذلک حقت کلمت ربک﴾ای لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ الأیة ﴿علی الذین کفروا انھم اصحب النار وقف لازم(۶)﴾بَدلٌ مِنْ کَلِمَةُ﴿الذین یحملون العرش﴾مُبْتَداءٌ﴿ومن حوله﴾عَطفٌ عَلَیه﴿یسبحون﴾خَبرُهُ﴿بحمد ربھم﴾مُلابِسِینَ لِلحَمدِ ای یَقُولُونَ سُبحانَ اللهِ وَبِحَمدِہٖ﴿ویؤمنون به﴾تعالی بِبَصَائِرِهم ای یُصَدِّقُونَ بِوَحدانِیتِه تعالی ﴿ویستغفرون للذین امنوا ج﴾یقولونَ﴿ربنا وسعت کل شیء رحمة وعلما﴾اَی وَسِعَ رَحمَتکَ کُلَّ شَیءٍ عِلمُکَ کُلَّ شَیءٍ ﴿فاغفر للذین تابوا﴾مِنَ الشِّرکِ﴿واتبعوا سبیلک﴾دِینَ الْاِسْلَامِ﴿وقھم عذاب الجحیم (۷)﴾النَّارِ ﴿ربنا وادخلھم جنت عدن نِ﴾اِقَامَةً﴿التی وعدتھم ومن صلح﴾عَطفٌ علی ھم فِی اَدخِلهُم اَو فِی وَعدْتَّهم﴿من اباء ھم وازواجھم وذریتھم ط انک انت العزیز الحکیم (۸)﴾فِی صُنعِهٖ ﴿وقھم السیات ط﴾اَی عَذَابَهَا﴿ومن تق السیات یومئذ﴾یَومَ القِیمةِ﴿فقد رحمته ط وذلک ھو الفوز العظیم (۹)﴾.

﴿ترجمه﴾

حم (اس کی جو مراد ہے اللہ ﷻ باخوبی جانتا ہے......۱......) کتاب (یعنی قرآن پاک) اتارنا ہے (تنزیل الکتاب مبتدا بن رہا ہے) اللہ کی طرف سے (من اللہ...... الخ مبتدا کی خبر ہے) جو غلبہ رکھنے والا ہے (اپنے ملک میں) علم رکھنے والا (اپنی مخلوق کا) گناہ بخشنے والا ہے (مسلمانوں کے) اور توبہ قبول کرنے والا ہے (مسلمانوں کی "التوبة" مصدر ہے) سخت عذاب کرنے والا ہے (کافروں کو، شدید بمعنی مشدد ہے) بڑے انعام والا (یعنی وسیع انعام والا، اللہ ﷻ ان تمام صفات سے علی الدوام موصوف ہے......۲......، ان صفات مشتقہ کی اضافت معرفہ بنانے کے لیے ہے جیسا کہ آخری صفت ہے) اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف پھرنا ہے (المصیر بمعنی المرجع ہے) اللہ کی آیتوں (یعنی قرآن پاک) میں جھگڑا نہیں کرتے......۳......مگر (اہل مکہ میں سے) کافر تو اے سننے والے تجھے دھوکا نہ دے انکا شہروں میں اہلے گہلے پھرنا (صحیح سلامت حصول معاش کے لیے کیونکہ ان کا انجام کار آگ ہے) ان سے پہلے نوح کی قوم اور ان کے بعد کے گروہ (جیسا کہ عاد و ثمود وغیرہ) نے جھٹلایا اور ہر امت نے یہ قصد کیا کہ اپنے رسول کو پکڑ لیں (یعنی اس کو شہید کر دیں) اور باطل کے ساتھ جھگڑے کہ زائل کر دیں (یدحضوا بمعنی یزھلوا ہے) اس سے حق کو تو میں نے انہیں (عذاب کے ساتھ) پکڑا پھر کیسا ہوا میرے عذاب (ان پر یعنی میرا عذاب برمحل واقع ہوا) اور یونہی تمہارے رب کی بات (یہ فرمان: ﴿لاملئن جھنم ......الخ﴾) کافروں پر ثابت ہو چکی ہے کہ وہ دوزخی ہیں (انھم اصحب النار یہ کلمة سے بدل ہے) وہ جو عرش اٹھاتے ہیں......۴......(الذین یحملون العرش مبتدا بن رہا ہے) اور جو اس کے گرد ہیں (من حولھم معطوف علیہ ہے) اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے ہیں (یسبحون مبتدا کی خبر بن رہا ہے یعنی اللہ ﷻ کی پاکی حمد کے ساتھ ملاتے یعنی یوں کہتے ہیں: سبحان اللہ وبحمدہ) اور اس پر (یعنی اللہ ﷻ پر) ایمان لاتے ہیں (اپنے دلوں سے یعنی اس کی وحدانیت کی تصدیق کرتے ہیں) اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں (بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں) اے رب ہمارے! تیرے رحمت و علم میں ہر چیز کی سمائی ہے (یعنی تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو محیط ہے) تو انہیں بخش جنہوں نے (شرک سے) توبہ کی اور تیری راہ (یعنی دین اسلام) پر چلے اور انہیں جحیم (یعنی آگ) کے عذاب سے بچا لے اے ہمارے رب اور انہیں بسنے کے باغوں میں

داخل کر (عدن بمعنی اقامۃ ہے) جن کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے اور ان کو جو نیک ہوں (ومن صلح کا عطف ادخلھم کی ھم ضمیر پر یا پھر وعدتھم کی ھم ضمیر پر ہے) ان کے باپ دادا اور بی بیوں اور اولاد میں بیشک تو ہی عزت والا ہے حکمت والا ہے (اپنی صنعت میں) اور انہیں گناہوں (یعنی گناہوں کے عذاب) سے بچالے اور جسے تو اس دن (یعنی بروز قیامت) گناہوں کی شامت سے بچائے تو بیشک تو نے اس پر رحم فرمایا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

﴿ترکیب﴾

﴿حمٓo تنزیل الکتب من اللہ العزیز العلیمo غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول﴾.

حم: "ھذہ" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، تنزیل الکتب: مبتدا، من: جار، اللہ: موصوف، العزیز العلیم: صفتان، غافر الذنب: معطوف علیہ، و: عاطفہ، قابل التوب: معطوف، ملکر صفت ثالث، شدید العقاب: صفت رابع، ذی الطول: صفت خامس، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لاالہ الاھو الیہ المصیرo﴾.

لا: نفی جنس، الٰـہ: موصوف، الا: بمعنی غیر مضاف، ھو: مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر اسم، "موجود" محذوف خبر، ملکر جملہ اسمیہ، الیہ ظرف مستقر خبر مقدم، المصیر: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ما یجدل فی ایت اللہ الا الذین کفروا فلا یغررک تقلبھم فی البلادo﴾.

مایجدل: فعل نفی، فی ایت اللہ: ظرف لغو، الا: اداۃ حصر، الذین کفروا: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ف: فصیحیہ، لایغررک: فعل نہی ومفعول، تقلب: مصدر مضاف، ھم: ضمیر مضاف الیہ فاعل، فی البلاد: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہوکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "اذا ثبت عندک ان المجادلین فی ایت اللہ کفار" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿کذبت قبلھم قوم نوح والاحزاب من بعد ھم وھمت کل امۃ برسولھم لیاخذوہ﴾.

کذبت: فعل، قبلھم: ظرف متعلق بحذوف حال مقدم، قوم نوح: معطوف، و: عاطفہ، الاحزاب: ذوالحال، من بعد ھم: ظرف مستقر حال، ملکر معطوف، ملکر ذوالحال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ھمت کل امۃ: فعل وفاعل، برسولھم: ظرف لغو، لیاخذوہ ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وجادلوا بالباطل لید حضوا بہ الحق فاخذتھم﴾.

و: عاطفہ، جادلوا: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، بالباطل: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، لام: جار، ید حضوا بہ الحق: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "ھمت" پر معطوف ہے، ف: عاطفہ، اخذتھم: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "جدلوا" پر معطوف ہے۔

﴿فکیف کان عقابo وکذلک حقت کلمت ربک علی الذین کفروا انھم اصحب النارo﴾.

ف: عاطفہ، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، عقاب: بتقدیر "ی" ضمیر مضاف الیہ مرکب اضافی اسم، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، کذلک ظرف مستقر "حقا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، حقت: فعل، کلمت ربک: مبدل منہ، انھم اصحب النار: جملہ اسمیہ بدل، ملکر فاعل، علی الذین کفروا: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویومنون بہ یستغفرون للذین امنوا﴾.

الذین: موصول، یحملون العرش: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، من حولہ: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مبتدا، یسبحون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، بحمد ربھم: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، یؤمنون بہ: جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، یستغفرون للذین امنوا: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ربنا وسعت کل شیء رحمۃ وعلما﴾.

ربنا: نداء، وسعت: فعل "ت" ضمیر ممیز، رحمۃ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، علما: معطوف، ملکر تمیز، ملکر فاعل، کل شیء: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ ہوکر قول محذوف "قائلین" کیلئے مقولہ، ملکر شبہ جملہ ہوکر ماقبل "یستغفرون" کے فاعل سے حال ہے۔

﴿فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقھم عذاب الجحیم٥﴾.

ف: فصیحیہ، اغفر: فعل امر با فاعل، لام: جار، الذین: موصول، تابوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اتبعوا سبیلک: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ق: فعل امر با فاعل، ھم: ضمیر مفعول، عذاب الجحیم: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ربنا وادخلھم جنت عدن التی وعدتھم ومن صلح من ابائھم وازواجھم وذریتھم﴾.

ربنا: نداء، و: عاطفہ، ادخل: فعل امر با فاعل، ھم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، من صلح: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من: جار، ابائھم وازواجھم وذریتھم: مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر معطوف، ملکر مفعول، جنت عدن: موصوف، التی وعدتھم: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انک انت العزیز الحکیم٥ وقھم السیات ومن تق السیات یومئذ فقد رحمتہ﴾.

انک: حرف مشبہ واسم، انت العزیز الحکیم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، قھم السیات: فعل امر با فاعل ومفعول اول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، تق السیات: فعل با فاعل ومفعول، یومئذ: ظرف ملکر جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قد رحمتہ: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وذلک ھو الفوز العظیم٥﴾.

و: عاطفہ، ذلک: مبتدا، ھو الفوز العظیم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

"حم" کے بارے میں مفسرین کے اقوال:

۱.....علماءِ مفسرین کے آیت کے تحت معنی ومطالب میں اختلاف ہے، عکرمہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "حم" اللہ کے نام میں سے ایک نام ہے اور اس سے مراد محبوب دوعالم ﷺ کے رب کے خزانے کی چابیاں ہیں"۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ "حم" سے مراد اسم اعظم ہے۔ اور اسم اعظم میں دیگر مقطعات مثلاً "الر، حم، ن" بھی داخل ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ "حم" سے اللہ نے قسم ارشاد فرمانے کا اہتمام کیا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ "حم" قرآن کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ "حم" سے سورت کا آغاز کرنا مراد ہے۔ علامہ عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ "حم" میں حاء سے مراد حمید، حنان، حلیم اور حکیم ہے اور میم سے مراد ملک، مجید، منان، متکبر، مصور ہے، اس کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ملتی ہے کہ ایک دیہاتی نے سید عالم ﷺ سے سوال کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ! حم کے کیا معانی ہیں ہم اسے اپنی زبان میں نہیں پہچانتے؟ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "اس سے مراد سورتوں کو آغاز کرنا

ہے"۔ضحاک اور کسائی کہتے ہیں کہ حٰم کے معنی یہ ہے کہ اس میں موجود معنی کا فیصلہ کیا جائے (یعنی اس میں موجود معنی کے ذریعے فیصلہ کیا جائے)۔ایک قول یہ بھی ہے کہ "حٰم" کے معنی اللہ کا اَمر ہے۔ (القرطبی، الجزء:۲٤،ص ۲٥٤)

☆......مہلب بن ابی صفرہ ایسے شخص سے روایت کرتے ہیں جس نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "اگر دشمن تم پر شب خون مارے تو تم یہ کہو: "حم لا ینصرون یعنی حم اللہ کے دشمن مدد نہ کئے جائے"۔

(سنن الترمذی، کتاب الجھاد،باب:ما جاء فی الشعار،رقم: ۱٦۸۲،ص ٥۱۲)

اللہ ﷻ کی چار صفات کا بیان:

۲......اللہ ﷻ کی صفات بہت ہیں لیکن اس مقام پر اللہ ﷻ کی چار صفات کا بیان موجود ہے،چنانچہ فرمایا: "گناہ بخشنے والا ہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے،سخت عذاب کرنے والا ہے،بڑے انعام والا"۔

امام رازی فرماتے ہیں:

﴿غافر الذنب﴾ کے بارے میں امام جبائی نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ ﷻ گناہ کو بخشنے والا ہے اور یہ بخشش کبھی توبہ کے ذریعے تو کبھی بڑی عظیم طاعت کے ذریعے ہوتی ہے،یہ آیت درج ذیل وجوہات کی بناء پر بیان کی محتاج ہے:

(۱)......کبیرہ کی بخشش توبہ کے بعد اور صغیرہ کی بخشش بندوں پر واجب ہونے والے امور کی ادائیگی سے ہوتی ہے اور تمام حضرات انبیائے کرام،اولیائے کرام وصالحین اور عام لوگ واجبات کی ادائیگی میں مشترک ہوتے ہیں،اور اگر ہم ﴿غافر الذنب﴾ کے معنی کو اسی طرح محمول کرلیں تو اللہ اور عام اطاعت گزار بندوں کے مابین ایک فرق پیدا ہوجائے گا اور یہ باطل ہے لہذا ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کبیرہ گناہوں کو توبہ سے پہلے بھی (اپنی رحمت سے) معاف کردیتا ہے اور یہاں یہی مطلوب ہے۔

(۲)...... غفران بمعنی ستر ہے،اور یہ کسی چیز کو چھپادینے کا نام ہے کہ چیز کی حقیقت موجود ہونے کے باوجود وہ نظروں سے اوجھل ہو،اور صغیرہ گناہ نیکیوں کے کثیر ہونے کی وجہ سے حبط کردیے جاتے ہیں،اور اس صورت میں "المغفر" کو غیر معقول مانتے ہوئے ﴿غافر الذنب﴾ کو توبہ کے بعد کبیرہ کے معاف ہونے پر محمول نہیں کیا جاسکتا،کیونکہ اللہ ﷻ توبہ قبول کرنے ہے لیکن اس قسم کا معاملہ نہیں فرماتا،اور اگر ایسے ہی مان لیا جائے تو تکرار لازم آئے گی اور تکرار باطل ہے،پس ثابت ہوا کہ اللہ ﷻ گناہ معاف فرمانے والا ہے اور (یہاں) کبیرہ گناہ توبہ سے پہلے معاف ہونا مراد ہیں۔

(۳)......اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿قابل التوب﴾ میں دو ابحاث ہیں: ابوعبیدہ کے قول کے مطابق التوب مصدر ہے،اور اخفش کے قول کے مطابق "جماعۃ التوبۃ" مراد ہے،مبرد کہتے ہیں: التوب کو مصدر کہنا درست ہے یعنی تاب یتوب توباً وتوبۃ جس طرح قال یقول قولاً وقولۃ ۔۔ہمارے اصحاب کا مذہب یہ ہے کہ جس بندے کی اللہ ﷻ توبہ قبول فرماتا ہے یہ اس کے فضل سے ہوا کرتا ہے،اور ایسا کرنا اللہ ﷻ پر واجب نہیں ہوتا،اور معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ پر توبہ قبول کرنا واجب ہے،اور ہمارے اصحاب کے مطابق توبہ قبول کرنا مدح وثناء کے لئے ہے اور اگر اسے اللہ ﷻ پر واجب مان لیا جائے تو مدح کا عنصر انتہائی کم رہ جاتا ہے،اور مراد صالحین واجبات کی ادائیگی اور محظورات سے بچنے میں حد درجے کوششیں کرنے کی طرح ہوجائے گی۔

(۴)......اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿شدید العقاب﴾،اس بارے میں کوئی جھگڑا نہیں ہے کہ ﴿غافر الذنب وقابل التوب﴾ دونوں حسین صفات ہیں اور ان دونوں صفات میں دوام واستمرار (ہمیشگی ہونے) کا معنی پایا جاتا ہے،بالکل اسی طرح ﴿شدید العقاب﴾ کے معنی میں بھی دوام واستمرار پایا جاتا ہے،کیونکہ اللہ ﷻ کی صفات میں حدوث وتجدد نہیں ہوتا،پس ﴿شدید العقاب﴾ کا معنی یہ

ہوگا کہ اللہ عزوجل سخت حساب لینے والا ہے، اور (اسی حیثیت سے) یہ معنی ہمیشہ رہے گا۔

(۵)...... جب اللہ عزوجل گناہ بخشنے، توبہ قبول فرمانے والا ہے تو یہ صفات عظیم نعمت کے حصول کا منبع ہوتی ہیں، اسی لئے فرمایا: ﴿ذی الطول﴾ یعنی جہاں سخت حساب لینے والا ہے وہیں رحم وکرم فرمانے میں بھی عظیم حیثیت کا مالک ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ﴿ذی الطول﴾ کا معنی یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ہم پر بڑا عظیم فضل وکرم فرمایا، اور اسی کے پاک کلام میں یہ بھی ہے: ﴿اولوا الطول منهم(التوبۃ:۸٦)﴾، اور یہ بھی ﴿ومن لم يستطع منكم طولا (النساء: ۲۵)﴾۔ (الرازی، ج۹،ص ۴۸۳ وغیرہ)

جدال کے معنی ومطالب کی تحقیق:

ع...... حجت، شبہ اور درستگی کلام کے ذریعے خود سے فساد کو دور کرنا، جدال کہلاتا ہے اور یہی حقیقی خصومت کہلاتی ہے۔

(التعریفات، ص ۷۹)

جب مذاکرہ ومباحثہ سنجیدگی اور دلائل سے باہر نکل کر جھگڑے کی صورت اختیار کر جائے اسے جدال کہتے ہیں، اللہ عزوجل کی ذات وصفات اور آیات قرآن میں جدال کرنا کفر ہے۔ قرآن کے مطالعے سے ہم جانتے ہیں کہ کفار کبھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کرنے، کبھی کھانے پینے اور زندگی کے مختلف شعبوں کے متعلق، کبھی اللہ عزوجل کے مثالیں قائم کرنے مثلاً مکھی، مچھر اور مکڑی کا ذکر ہے اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل ان مثالوں سے کیا بیان کرنا چاہتا ہے؟۔ جنت، دوزخ، اور قرآن کو بھی مذاق بنایا اور اس پر حد درجہ جھگڑے کئے۔

☆...... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جدال فی القرآن کفر یعنی قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے''۔ (مسند ابی یعلی، مسند ابی هريرة، رقم: ۵۸۹۰، ج٤، ص ۴۰۱)

☆...... حضرت عمر بن العاص نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم روایت بیان کی فرمایا: '' لا تماروا فی القرآن فان مراء فيه كفر یعنی قرآن مجید میں بحث نہ کرو کیونکہ قرآن مجید میں جھگڑا کرنا کفر ہے''۔ (کنز العمال، کتاب الاذکار، باب: فرع فی محظورات، رقم: ۲۸٦۰، ج۱، ص ۳۰۸)

بعض قسم کے جدال جائز ہوتے ہیں اور بعض اوقات واجب بھی ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿وجادلهم بالتی هی احسن اوران سے اس طریقے پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو (النحل: ۱۲۵)﴾۔ یعنی جس طرح سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعے اللہ عزوجل کی جانب بلانے کا حکم دیا ساتھ ہی نہ ماننے والوں سے اچھے طریقے سے جدال کا حکم بھی دیا تا کہ نہ ماننے والے یہ نہ سمجھیں کہ وہ جو چاہے کریں انہیں کوئی روک ٹوک نہیں سکتا۔

حاملین عرش کی کیفیات وصفات کا بیان:

ع...... روایت کی جاتی ہے کہ حاملین عرش کے پیر (جو ان کی شان کے لائق ہیں) زمین کی سب سے نچلی تہہ میں اور سر (جو ان کی شان کے لائق ہیں) عرش سے اوپر ہیں اور ان کے خشوع کا حال یہ ہے کہ وہ اپنی نگاہیں اُٹھا نہیں پاتے، اور یہ فرشتوں میں معزز ترین اور افضل ترین مخلوق ہیں، چنانچہ حدیث میں ہے:

☆...... ''اللہ عزوجل نے تمام فرشتوں کو حکم ارشاد فرمایا کہ وہ صبح وشام حاملین فرشتوں عرش پر سلام پیش کریں اور اس سلام پیش کئے جانے میں ان فرشتوں کا تمام دیگر فرشتوں پر فضیلت بیان کرنا ہے''۔

اور کہا جاتا ہے کہ اللہ عزوجل نے عرش کو سبز قسم کے مادہ سے تخلیق فرمایا، اور اس کے پائے کے مابین پرندہ ایک پائے سے دوسرے پائے تک پہنچنے میں آٹھ ہزار سال میں پہنچے۔ ایک قول یہ ہے عرش کے گرد ستر ہزار فرشتوں کی صفیں ہیں اور یہ قیام کی حالت

میں ہیں، اوران کی مبارک آوازیں تہلیل وتکبیر میں بلند ہوتی ہیں، اوران کے پیچھے ایک لاکھ فرشتوں کی جماعت ہے، اوران میں سے ہرایک کی تسبیح دوسرے کی تسبیح سے مختلف ہے، اوراللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ویستغفرون للذین امنوا﴾ یعنی یہ مقرب فرشتے اللہ عزوجل کی پاک بارگاہ سے ایمان والوں کے لئے بخشش کا سوال کرتے ہیں۔ اہل تفسیر کہتے ہیں کہ عرش ایک تخت کا نام ہے اورایک مجسم جسم ہے جسے اللہ عزوجل نے تخلیق کیا ہے، اورفرشتوں کواس کے اٹھانے کا حکم دیا ہے، اورفرشتے اللہ عزوجل کے حکم سے اس کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں اوراس کے اردگردطواف بھی کرتے ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کوزمین میں ایک کعبہ بنانے کا حکم دیا کہ جس کے اردگرد لوگ طواف کا فریضہ انجام دیں اوراسے نماز کا قبلہ بھی بنائیں۔ (القرطبی، الجزء: ۲۴، ص۲۰۸)

☆......حضرت عباس بن عبدالمطلب کہتے ہیں کہ میں وادی بطحاء میں تھا، اوروہاں ایک جماعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے، ناگاہ ایک بادل گزرا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کرپوچھا: تم اس کوکیا کہتے ہو؟ مسلمانوں نے کہا: سحاب، آپ نے فرمایا: اور مزن بھی کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں، مزن بھی کہتے ہیں، فرمایا: اور عنان بھی کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! ہم عنان بھی کہتے ہیں، آپ نے کہا: کیاتم جانتے ہوکہ آسمان وزمین میں کتنا فاصلہ ہے؟ انہوں نے کہا: ہم نہیں جانتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے درمیان اکہتر، بہتر یاتہتر سال کا فاصلہ ہے، پھراس آسمان کے اوپر جودوسرا آسمان ہے، ان کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات آسمان گنوائے، پھرساتویں آسمان کے اوپرایک سمندر ہے، اس کی اوپری سطح اوراس کی گہرائی کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے، پھراس کے اوپر آٹھ فرشتے پہاڑی بکروں کی صورت میں ہیں (حاملین عرش) کے کھروں سے ان کے گھٹنوں تک کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے اورانکی پیٹھوں کے اوپرعرش ہے، اس کی اوپری سطح اورنچلی سطح کے درمیان بھی اتنا فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ ہے، پھرعرش کے اوپراللہ عزوجل (اپنی شان کے لائق) موجود ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: ومن سورۃ الحاقۃ، رقم: ۳۳۳۱، ص ۹۵۷)

اغراض:

فمدنیتان: پس سوائے دوآیات ﴿الا الذین یجادلون...... الخ﴾، ﴿لخلق السموت والارض﴾ مدنی ہیں باقی مکمل سورت مکی ہے۔ للکافرین: اورنافرمان کہ جب انہیں سزادی جائے تو اللہ عزوجل ان کا معاملہ سختی کے ساتھ نہیں فرماتا۔

ای الانعام الواسع: ایک قول ﴿الطول﴾ بمعنی المن ہے، اوریہ بھی کہا گیا ہے مراد غنااوروسعت ہے۔

ھو موصوف علی الدوام: یہ عبارت ایک قول کے جواب میں ہے، کہا جاتا ہے کہ تینوں صفات ''غافر، قابل اورشدید'' مشتقات میں سے ہیں اورمشتقات کی اضافت تعریف کا فائدہ نہیں دیتی، پھرلفظ جلالہ میں معرفہ کی صفات کیسے واقع ہونگی؟ میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ اس مقام پرمشتق دوام کا قصد نہیں کیا گیا مگر یہ کہ قرآن میں اس قسم کی اوربھی مثال ہے: ﴿مالک یوم الدین﴾، ایک جواب اس کا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمام مذکورہ صفات ابدال کے زمرے میں ہیں جس کا مقصد تعریف کا شرط کرنا نہیں ہوتا۔

ای ھو واقع موقعہ: یہ عذاب کا ان پرمسلط کرنا اللہ عزوجل کا ان کے ساتھ عدل کرنا ہوگا۔

ای یقولون سبحان اللہ وبحمدہ: حاملین عرش آٹھ ہیں، ان میں سے چار کا قول: ''سبحان اللہ وبحمدک لک الحمد علی علمک وحلمک'' ہوگا اورباقی چار کا قول: ''سبحانک اللھم وبحمدک لک الحمد علی عفوک بعد قدرتک'' ہوگا۔

بصائرھم: تسبیح والے وصف کا ذکر کرنا ایمان والے وصف سے مستغنی کرتا ہے، اس کا کیا فائدہ ہوا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ تسبیح کرنا زبان سے کئے جانے والے وظائف میں سے ہے اورایمان لانا دل سے کئے جانے والے وظائف میں

سے ہیں، پس اس صورت میں مذکورہ اعتراض کا سد باب ہوگیا، پس اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنی شان کے لائق کلام کا اہتمام فرمایا۔
ویقولون: مومنین کے لئے استغفار کی کیفیت بیان کرنا مقصود ہے، اور یہ جملہ مقدر ہے جو کہ ترکیب کلام میں ﴿یستغفرون﴾ کی ضمیر سے حال بن رہا ہے۔ من الشرک: جب کہ ان پر کسی گناہ کا بوجھ ہو۔
فی وادخلھم: اَوْلیٰ صورت یہی ہے کہ ﴿ومن صلح﴾ کا عطف ''وادخلھم'' کی ضمیر پر ہے، کیونکہ دعا کی قبولیت کے معاملے میں ﴿وادخلھم﴾ صریح دلیل بنتی ہے اور اس کے مقابلے میں ﴿وعدتھم﴾ ضمنی دلیل بنتی ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص۱۷۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۷

﴿ان الذین کفروا ینادون﴾ من قِبَلِ المَلائِکةِ وھم یَمقُتونَ اَنفُسھم عِندَ دُخولِھِم النارَ ﴿لمقت اللہ﴾ اِیاکم ﴿اکبر من مقتکم انفسکم اذ تدعون﴾ فی الدنیا ﴿الی الایمان فتکفرون (۱۰) قالوا ربنا امتنا اثنتین﴾ اِماتَتَینِ ﴿واحییتنا اثنتین﴾ اِحیائَینِ لِاَنَّھم کانُوا نُطَفا اَمْوَاتًا فَاُحْیُوا ثُم اُمِیتوا ثم اُحْیُوا لِلبَعثِ ﴿فاعترفنا بذنوبنا﴾ بِکُفرِنا بِالبَعثِ ﴿فھل الی خروج﴾ مِنَ النارِ والرُّجُوعِ اِلَی الدنیا لِنُطِیعَ رَبَّنا ﴿من سبیل (۱۱)﴾ طَرِیقٍ وَجوابُھُم لا ﴿ذلکم﴾ اَیِ العَذابُ الذِی اَنتُم فِیہِ ﴿بانہ﴾ اَی بِسَبَبِ اَنَّہٗ فی الدنیا ﴿اذا دعی اللہ وحدہ کفرتم ۚ﴾ بِتَوحِیدِہٖ ﴿وان یشرک بہ﴾ یُجعَلْ لَہٗ شَرِیکٌ ﴿تؤمنوا ۭ﴾ تُصَدِّقوا بِالْاِشراکِ ﴿فالحکم﴾ فی تَعذِیبِکم ﴿للہ العلی﴾ علی خَلقِہٖ ﴿الکبیر (۱۲)﴾ العَظِیمِ ﴿ھو الذی یریکم ایتہ﴾ دَلائِلَ تَوحِیدِہٖ ﴿وینزل لکم من السماء رزقا ۭ﴾ بالمَطَرِ ﴿وما یتذکر﴾ یَتَّعِظُ ﴿الا من ینیب (۱۳)﴾ یَرجِعُ عَنِ الشِّرکِ ﴿فادعوا اللہ﴾ اُعبُدُوہُ ﴿مخلصین لہ الدین﴾ مِنَ الشِّرکِ ﴿ولو کرہ الکفرون (۱۴)﴾ اِخلاصَکم مِنہُ ﴿رفیع الدرجات﴾ اَی اللہُ عَظِیمُ الصِّفاتِ او رَافِعُ دَرجاتِ المُومِنِینَ فی الجَنةِ ﴿ذوالعرش﴾ خَالِقُہٗ ﴿یلقی الروح﴾ الوَحیَ ﴿من امرہ﴾ اَی قولِہٖ ﴿علی من یشاء من عبادہ لینذر﴾ یُخَوِّفَ المُلقٰی عَلیہِ الناسَ ﴿یوم التلاق (۱۵)﴾ بِحَذفِ الیاءِ واِثْبَاتِھا یومَ القِیمةِ لِتَلاقِی اَھلِ السَّمَاءِ والارضِ والعَابِدِ والمَعبُودِ والظَّالِمِ والمَظْلومِ فِیہِ ﴿یوم ھم بارزون﴾ خَارِجُونَ من قُبورِھم ﴿لا یخفی علی اللہ منھم شیء ۭ لمن الملک الیوم ۭ﴾ یَقُولُہٗ تعالی وَیُجِیبُ نَفسَہٗ ﴿للہ الواحد القھار (۱۶)﴾ اَی لِخَلقِہٖ ﴿الیوم تجزی کل نفس بما کسبت لا ظلم الیوم ۭ ان اللہ سریع الحساب (۱۷)﴾ یُحَاسِبُ جَمِیعَ الخَلقِ فی نِصفِ نَھارٍ مِن اَیامِ الدنیا لِحَدِیثٍ بِذٰلِکَ ﴿وانذرھم یوم الازفة﴾ یومَ القِیمةِ مِن اَزِفَ الرَّحِیلُ قَرُبَ ﴿اذ القلوب﴾ تَرتَفِعُ خوفا ﴿لدی﴾ عِندَ ﴿الحناجر کظمین﴾ مُمتَلِئِینَ غَمًّا حَالٌ مِنَ القُلُوبِ عُومِلَتْ بِالجَمعِ بِالیاءِ والنُّونِ مَعامَلَةَ اَصحَابِھا ﴿ما للظلمین من حمیم﴾ مُحِبٍّ ﴿ولا شفیع یطاع (۱۸)﴾ لا مَفھومَ لِلوَصفِ اِذ لا شَفِیعٌ لَھم اَصلا فَما لَنا مِن شَافِعِینَ اَوْلَہٗ مَفْھُومٌ بِنَاءً عَلیٰ زَعمِھم اَنَّ لَھم شُفَعاءَ اَی لو شَفَعُوا فَرضا لَم یُقبَلُوا ﴿یعلم﴾ اَی اللہُ ﴿خائنة

الاعین﴾بِمُسَارِقَتِهَا النَّظْرَ اِلٰی محرّمٍ﴿وما تخفی الصدور (۱۹)﴾القُلُوبُ﴿والله یقضی بالحق ط والذین یدعون﴾یَعْبُدُونَ ای کُفَّارُ مکة بِالیاءِ والتَّاءِ﴿من دونه﴾وهُمُ الْاَصْنَامُ﴿لا یقضون بشیء ط﴾فَکَیْفَ یَکُونُونَ شُرَکَاءَ لِلّٰهِ﴿ان الله هو السمیع﴾لِاَقْوَالِهِم﴿البصیر (۲۰)﴾بِاَفْعَالِهِم.

﴿ترجمہ﴾

بیشک جنہوں نے کفر کیا انہیں ندا کی جائے گی (فرشتوں کی طرف سے وہ جہنم میں داخلے کے وقت خود اپنی جانوں سے بیزار ہوں گے) کہ ضرور (تم سے) اللہ کی بیزاری اس سے بہت زیادہ ہے جیسے تم اپنی جان سے بیزار ہو......۱...... جب (دنیا میں) ایمان کی طرف بلائے جاتے تو تم کفر کرتے کہیں گے: اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو موتیں دیں (اثنتین کا موصوف اماتتین محذوف ہے) اور دو بار زندہ کیا (اثنتین کا موصوف احیاء تین محذوف ہے، پہلے یہ لوگ نطفوں کی صورت میں مردہ تھے تو انہیں زندہ کیا گیا پھر انہیں موت دی گی پھر دوبارہ حساب کتاب کے لیے انہیں زندہ کیا گیا......۲......) اب ہم اپنے سے گناہوں (یعنی حشر ونشر کا انکار کرنے) پر مقر ہوئے تو (آگ سے) نکلنے کی (دوبارہ دنیا کی طرف لوٹنے کی) بھی کوئی راہ ہے (اوران کے لیے جواب یہ ہوگا نہیں، سبیل بمعنی طریق ہے) یہ (یعنی یہ عذاب جس میں تم مبتلا ہو) اس سبب ہوا (بانه بمعنی بسبب انه ہے) کہ جب (دنیا میں) ایک اللہ کو پکارا جاتا تو تم (اس کی توحید کے ساتھ) کفر کرتے اور اس کا شریک ٹھہرایا جاتا (یعنی اس کے لیے شریک بنایا جاتا) تو تم مان لیتے (اس شرک کی تم تصدیق کر لیتے) تو حکم (تمہیں عذاب دینے کے بارے میں) اللہ کا ہے......۳...... جو غلبہ رکھنے والا ہے (اپنی مخلوق پر) اور عظمت والا ہے (الکبیر بمعنی العظیم ہے) وہی ہے کہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے (اپنی توحید کے دلائل دکھاتا ہے) اور تمہارے لیے (بارش کے ذریعے) آسمان سے روزی اتارتا ہے اور نصیحت نہیں مانتا (یتذکر بمعنی یتعظ ہے) مگر جو (شرک سے) رجوع کرلے (ینیب بمعنی یرجع ہے) تو اللہ کی بندگی کرو (ادعوا بمعنی اعبدوا ہے) اپنی عبادت کو (شرک سے) خالص کرتے پڑے برا مانیں کافر (تمہاری عبادت کے اخلاص سے) رفیع الدرجات (اس کا معنی یا تو یہ ہے کہ اللہ عظیم صفات والا ہے یا پھر یہ ہے کہ اللہ ﷻ جنت میں مسلمانوں کے درجات کو بلند فرمانے والا ہے......۴......) عرش کا خالق (ذوالعرش بمعنی خالق العرش ہے) روح ڈالتا ہے اپنے امر سے (یعنی اپنے فرمان سے، الروح بمعنی الوحی ہے......۵......) اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے کہ وہ (جس پر وحی ڈالی گئی ہے) ڈرائے (لوگوں کو، وہ جس پر وحی ڈالی گئی، ینذر بمعنی یخوف ہے) ملنے کے دن سے (یوم التلاق حذف یاء اور اثبات یاء التلاقی پڑھا گیا ہے، یوم التلاق سے مراد روز قیامت ہے، قیامت کے دن کو یوم التلاق اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن زمین اور آسمان والے عابد اور معبود ظالم ومظلوم مل جائیں گے) جس دن وہ بالکل ظاہر ہو جائیں گے (اپنی قبروں سے نکل آئیں گے) اللہ پر ان کا کچھ حال چھپا نہ ہوگا......۶...... آج کس کی بادشاہی ہے؟ (یہ بات اللہ ﷻ فرمائیگا پھر خود ہی جواب دیگا) ایک اللہ کی جو (اپنی مخلوق پر) غلبہ رکھنے والا ہے آج ہر جان اپنے کئے کا بدلہ پائے گی آج کسی پر زیادتی نہیں بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے (وہ تمام ہی مخلوق کا حساب دنیاوی دنوں کے اعتبار سے نصف النھار کی مقدار میں لے گا اس بارے میں حدیث پاک وارد ہے) انہیں ڈراؤ اس نزدیک آنے والے دن سے (یعنی بروز قیامت سے، "ازفة" ازف الرحیل سے ہے بمعنی قرب ہے......۷......) جب دل (خوف کے سبب سے بلند ہو جائیں گے) گلوں کے پاس غم میں بھرے (کاظمین کے معنی غم میں بھرے......۸......، لدی بمعنی عند ہے، "کاظمین" "قلوب" سے حال ہے، اصحاب قلوب کے قلوب کے لیے بھی یہاں

جمع مذکر سالم ذکر کیا گیا ہے) اور ظالموں کا نہ کوئی دوست (حمیم بمعنی محب ہے) نہ کوئی سفارشی جس کا کہا مانا جائے (جس کی شفاعت قبول کی جائے، یہاں بمطاع جو کہ صفت بن رہا ہے اس کا کچھ مفہوم نہیں کیونکہ کفار کا اصلاً کوئی سفارشی نہ ہوگا اس پر دلیل یہ قول ہے: ﴿فمالنا من شافعین﴾ یا اس صفت کا مفہوم اس طور پر ہے کہ خود کفار کے گمان کے مطابق ان کے لیے سفارشی ہوں گے تو اس صورت میں معنی یہ ہوگا: اگر بالفرض کفار کے سفارشی ان کے حق میں سفارش کر بھی دیں تب بھی ان کی سفارش قبول نہ کی جائیگی) وہ (یعنی اللہ ﷻ) جانتا ہے چوری چھپے کی نگاہ (محارم کی طرف چوری چھپے نگاہ ڈالنے کو) اور جو کچھ سینوں (یعنی دلوں) میں چھپا ہے اور اللہ سچا فیصلہ فرماتا ہے اور جو پوجتے ہیں (یعنی کفار مکہ، یدعون علامت مضارع تا اور یا دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ بمعنی یعبدون ہے) اس کے ماسوا کو (یعنی بتوں کو) وہ کچھ فیصلہ نہیں کرتے (پھر وہ اللہ ﷻ کے شریک کیسے ہو سکتے ہیں؟) بیشک اللہ وہی سننے والا ہے (ان کی باتوں کو) اور دیکھنے والا ہے (ان کے افعال)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ان الذین کفروا ینادون لمقت اللہ اکبر من مقتکم اذ تدعون الی الایمان﴾۔

ان: حرف مشبہ، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر اسم، ینادون: فعل بافاعل، لام: تاکیدیہ، مقت: مصدر مضاف، اللہ: اسم جلالت مضاف الیہ، اذ: مضاف، تدعون الی الایمان: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر شبہ جملہ مبتدا، اکبر من مقتکم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فتکفرون○ قالوا ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین فاعترفنا بذنوبنا فھل الی خروج من سبیل○﴾

ف: عاطفہ، تکفرون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ، قالوا: قول، ربنا: ندا، امتنا: فعل بافاعل و مفعول، اثنتین: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، احییتنا: فعل بافاعل و مفعول، اثنتین: مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، ف: عاطفہ، اعترفنا بذنوبنا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ ثانی، ف: عاطفہ، ھل: حرف استفہام، الی خروج: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، سبیل: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف ثالث، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿ذلکم بانہ اذا دعی اللہ وحدہ کفرتم﴾۔

ذلکم: مبتدا، ب: جار، انہ: حرف مشبہ و اسم، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، دعی: فعل مجہول، اللہ: ذوالحال، وحدہ: حال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط، کفرتم: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وان یشرک بہ تومنوا فالحکم للہ العلی الکبیر○﴾۔

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، یشرک بہ: جملہ فعلیہ شرط، تومنوا: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ف: عاطفہ، الحکم: مبتدا، لام: جار، اللہ: موصوف، العلی الکبیر: صفتان، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ھو الذی یریکم ایتہ وینزل لکم من السماء رزقا وما یتذکر الا من ینیب○﴾۔

ھو: مبتدا، الذی: موصول، یریکم ایتہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ینزل لکم: فعل بافاعل و ظرف لغو، من السماء: ظرف لغو ثانی، رزقا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، ما یتذکر: فعل نفی، الا: اداۃ حصر، من ینیب: موصول صلہ، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فادعو اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکفرون○﴾۔

ف: فصیحیہ، ادعوا: فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال، مخلصین: اسم فاعل بافاعل، لہ: ظرف لغو، الدین: ذوالحال، و: حالیہ، لو: وصلیہ، کرہ الکفرون: جملہ فعلیہ حال، ملکر مفعول، ملکر شبہ جملہ ہوکر حال، ملکر فاعل، اللہ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "اذا کان الامر کما ذکر" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿رفیع الدرجت ذوالعرش یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاقo یوم ھم بارزون لا یخفی علی اللہ منھم شیء﴾۔

رفیع الدرجت: مبتدا محذوف "اللہ" کیلئے خبر اول، ذوالعرش: خبر ثانی، یلقی الروح: فعل بافاعل ومفعول، من امرہ: ظرف لغو، علی: جار، من یشاء: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من عبادہ: ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، لام: جار، ینذر: فعل بافاعل، یوم التلاق: مبدل منہ، یوم: مضاف، ھم: مبتدا، بارزون: خبر اول، لا یخفی علی اللہ: فعل وظرف لغو، منھم: ظرف مستقر حال مقدم، شیء: ذوالحال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر ثالث، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لمن الملک الیوم للہ الوحد القھارo﴾۔

لمن: ظرف مستقر خبر مقدم، الملک الیوم: شبہ جملہ مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر قول محذوف "یقول تعالی" کیلئے مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ، لام: جار، اللہ: موصوف، الوحد القھار: صفتان، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر مبتدا محذوف "الملک" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿الیوم تجزی کل نفس بما کسبت لا ظلم الیوم ان اللہ سریع الحسابo﴾۔

الیوم: ظرف مقدم، تجزی کل نفس: فعل مجہول بانائب الفاعل، بما کسبت: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، لا: نفی، ظلم: اسم، الیوم: ظرف متعلق بمحذوف خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، سریع الحساب: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وانذرھم یوم الازفۃ اذ القلوب لدی الحناجر کظمین ما للظلمین من حمیم ولا شفیع یطاعo﴾۔

و: عاطفہ، انذرھم: فعل بافاعل ومفعول، یوم الازفۃ: مبدل منہ، اذ: مضاف، القلوب: ذوالحال، کاظمین: حال اول، ما: نافیہ، لظلمین: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، حمیم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، شفیع: موصوف، یطاع: جملہ فعلیہ صفت، ملکر معطوف، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر مبتدا، لدی الحناجر: ظرف خبر، ملکر جملہ اسمیہ مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدورo واللہ یقضی بالحق والذین یدعون من دونہ لا یقضون بشیء﴾۔

یعلم: فعل بافاعل، خائنۃ الاعین: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ما تخفی الصدور: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اللہ: مبتدا، یقضی بالحق: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الذین: موصول، یدعون من دونہ: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، لا یقضون بشیء: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان اللہ ھو السمیع البصیرo﴾۔

ان اللہ: حرف مشبہ واسم، ھو: مبتدا، السمیع البصیر: خبران، ملکر جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

کافروں کا اپنی جان سے بیزار ہونا:

۱......بیشک کفر والوں کو قیامت کے دن جہنم کے پہرے دار ندادیں گے اس حال میں کہ وہ کفار جہنم میں پڑیں ہونگے اور اپنے نفوس کے گناہوں کے سبب وہ اپنے آپ سے بیزار ہونگے کیونکہ اس وقت ان کے گناہ پر پیش کئے جائینگے اور وہ ان کا بدلہ اور سزا کا معائنہ کر چکے ہونگے تو اس وقت انہیں کہا جائے گا کہ اللہ کی تم سے بیزاری بہت زیادہ ہے جو تمہیں اپنے آپ سے ہے۔ تمہیں یاد ہے جب تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے۔ اِذْ تُدْعَوْنَ یہ اس فعل کی ظرف ہے جس پر "لمقت اللہ" دلالت کرتا ہے۔ "مقت اللہ" کی ظرف نہیں کیونکہ مقت مصدر ہے جو کہ مبتداء بن رہا ہے۔ کیونکہ جب مصدر کی خبر ذکر کر دی گئی تو پھر اس سے کسی ایسی چیز کا تعلق جائز نہیں جو صلہ میں واقع ہو کیونکہ خبر کا مذکور ہونا جملہ کے تام ہونے پر دلالت کرتا ہے اور صلہ میں کسی چیز کا مصدر کے متعلق ہونا جملہ کے ناقص ہونے پر دلالت کرتا ہے اور "اِذْ تُدْعَوْنَ" "مقتکم" کی ظرف بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ انہیں تو اپنے نفسوں سے بیزاری عذاب میں واقع ہونے کے بعد ہوگی۔ یا پھر اذ برائے ظرف نہیں بلکہ حکم کی علت بیان کرنے کے لئے ہے۔ (اذ تعلیلیہ ہے) البتہ دونوں بیزاریوں یعنی "مقت اللہ" اور "مقتکم انفسکم" کا وقت ایک ہی ہے۔ (المظہری، ج۶، ص۱۹۶)

دو اموات اور دو حیات کے بارے میں مفسرین کی آراء:

۲......ہم درج ذیل میں مفسرین کے اقوال ذکر کرتے ہیں:

(۱)......قتادہ کہتے ہیں: ﴿امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین﴾ سے مراد یہ ہے کہ لوگ اپنے باپوں کی پشت میں مُردہ تھے انہیں دنیا میں اللہ نے زندہ کر کے بھیجا، پھر دنیا میں روح کے جسم خاکی سے جدا کرنے پر مُردہ کر دیا اور انہیں دوبارہ قیامت کے دن اٹھائے گا، پس یہی دو اموات اور دو حیات کا نظریہ ہے۔ (الطبری، الجزء:۲٤، ص٥٦)

(۲)......پہلی حیات جو مُردہ نطفہ کی تشکیل سے انسان کی صورت میں روح کے ساتھ دنیا میں آنے کے بعد موت آنے کے بعد ختم ہوئی جو موت کی صورت میں معروف ہے اور دوسری مرتبہ زندہ کر کے اٹھائے جانے کی صورت میں ہوگی۔ (حاشیة الشہاب، ج۸، ص۲٤٥)

(۳)......حضرت ابن عباس کہتے ہیں: لوگ اپنے باپ کی صلب میں تھے تو اللہ نے انہیں زندہ کر کے دنیا میں بھیجا پھر انہیں موت دی اور پھر انہیں قیامت کے دن زندہ کر کے اٹھائے گا پس یہی دو حیات اور دو ممات کا نظریہ ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ انہیں دنیا میں مُردہ کیا اور قبر میں زندہ کیا تا کہ سوال جواب ہو سکیں، پھر انہیں قبر ہی میں مُردہ کر دے گا اور پھر آخرت میں دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا۔

(الخازن، ج٤، ص٧٠)

"حکم اللہ ﷻ کا ہے" کے مصادیق خوارج ہیں:

۳......اہل خوارج اس آیت "حکم اللہ کا ہے" کے تحت کہتے ہیں کہ اللہ ﷻ کے علاوہ کوئی فیصلہ یا حکم کرے تو وہ کافر ہے۔ خارجی گروہ کوفہ کے زاہدوں کا تھا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت سے اس وقت باہر ہو گئے جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین (حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے) فیصلہ کیا، اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ و امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین محاربہ ہوا تو دونوں فریقین اس پر متفق ہو گئے کہ خلافت کس کا حق ہے؟ اور دونوں فریق ان کے فیصلے پر راضی ہو نگے، خارجی گروہ نے اس موقع پر یہی آیت: ﴿فالحکم للہ﴾ کہا، جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے ارشاد فرمایا: کہ بات صحیح ہے لیکن اس کا معنی جو یہ لوگ کر رہے ہیں باطل ہے، یہ گروہ بارہ ہزار کی تعداد میں تھا جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کیا اور مخالفت پر ڈٹ گئے اور لوگوں کا خون بہانا اور لوٹ مار کرنا شروع کر دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے فیصلے سے رجوع کرنے کا حکم ارشاد فرمایا لیکن یہ لوگ سوائے جنگ کے کسی فیصلے پر آمادہ نہ ہوئے۔ پس ان سے بغداد کے قریب نہروان نامی علاقے میں قتال ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان میں سے اکثر کو

قتل کردیا اور آخر میں بہت تھوڑے لوگ بچے۔ (روح البیان، ج۸، ص ۲۲۱)

☆......سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''آخری وقت میں میری امت سے ایک ایسا گروہ نکلے گا کہ تم ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو، ان کے روزے کے مقابلے میں اپنے روزوں کو حقیر جانو گے لیکن ایمان ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا''۔

(صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب: علامة النبوة فی الاسلام رقم: ۳۶۱۰، ص۶۰۵ بتغیر قلیل)

☆......حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے سید عالم ﷺ سے یہ حدیث پاک سنی تھی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان (خوارج) سے جنگ کی تھی، اس وقت میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو تلاش کرنے کا حکم دیا جس کو رسول اللہ ﷺ نے اس گروہ کی علامت کے طور پر بیان فرمایا تھا، اس کو تلاش کیا گیا، پھر وہ لایا گیا، میں نے اس کو دیکھا تو اس کا پورا حلیہ سید عالم ﷺ کے بیان کردہ اوصاف کے مطابق تھا''۔ (المرجع السابق)

☆......حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خوارج کا ذکر کر کے فرمایا: ''ان میں ایک ایسا شخص ہے جس کا ہاتھ ناقص ہے یا کٹا ہوا ہے اور اگر تم اس خوشی میں نیک اعمال کو ترک نہ کرو تو میں تمہیں وہ حدیث بیان کروں جس میں اللہ عزوجل نے سید عالم ﷺ کی زبان سے ان لوگوں سے وعدہ فرمایا ہے، جو خوارج سے قتال کریں گے، میں نے پوچھا: کیا آپ نے خود سید عالم ﷺ کی زبان سے اس حدیث کو سنا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ فرمایا: ہاں، رب کعبہ کی قسم''۔

(سنن ابن ماجه، کتاب اتباع السنة، باب: فی ذکر الخوارج، رقم: ۱۶۷، ص۴۵)

☆......حضرت عبداللہ بن ابی اوفی بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''خوارج جہنم کے کتے ہیں''۔

(سنن ابن ماجه، کتاب اتباع السنة، باب: فی ذکر الخوارج، رقم: ۱۷۳، ص۴۶)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''آخر زمانہ میں یا اس امت میں سے ایک قوم نکلے گی، وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا، ان کی علامت سر (یا مونچھیں) منڈانا ہے، جب تم ان کو دیکھو تو تم ان کو قتل کردو''۔ (سنن ابن ماجه، کتاب اتباع السنة، باب: فی ذکر الخوارج، رقم: ۱۷۵، ص ۴۷)

''رفیع الدرجات'' کے متعلق قرآن وحدیث کی نشاندھی:

ع......اللہ عزوجل کن کے درجات بلند فرماتا ہے، ہم درج ذیل میں آیات قرآنی واحادیث طیبہ ذکر کرتے ہیں:

(۱)......حضرات انبیائے کرام کے درجات کس طرح بلند ہوتے ہیں؟

اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض منهم من کلم الله ورفع بعضهم درجت﴾ یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام کیا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا (البقرة: ۲۵۳)

(۲)......سید عالم ﷺ کے درجات کس طرح بلند ہوئے؟

اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ورفعنا لک ذکرک﴾ اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کردیا (الم نشرح: ۲)

اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وللآخرة خیر لک من الاولی﴾ اور بیشک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے (الضحیٰ: ۴)

اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ورفع بعضهم درجت﴾ اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا (البقرة: ۲۵۳)

(۳)......علماء کے درجت کس طرح بلند ہوتے ہیں؟

رب کریم عزوجل نے فرمایا: ﴿یرفع الله الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت﴾ اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور کے جن

کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا(المجادلۃ: ۱۱)﴾۔

(۳)......اولیائے کرام وصالحین مقربین کے درجات کس طرح بلند فرمائے؟

اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿وھو الذی جعلکم خلٰئف الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجٰت لیبلوکم فی ما اتٰکم﴾ اور وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی کہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی(الانعام: ۱۶۵)﴾

☆......حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ ﷻ ارشاد فرماتا ہے: ''جو لوگ میرے جلال ذات سے محبت کرتے ہیں ان کے لئے نور کے ایسے منبر ہونگے جن پر انبیاء و شہداء رشک کریں گے''۔

(سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب: ما جاء فی الحب فی اللہ، رقم: ۲۳۹۷، ص ۶۹۲)

روح بمعنی وحی:

۵......اور جان لو کہ عالم ظہور میں ظاہری حالت کے اعتبار سے کسی کو روحانیت سے مشرف کیا جاتا ہے تو وہ سلسلۂ وحی ہے ، اور وحی کا پایا جانا پانچ ارکان کے ساتھ ہوسکتا ہے۔(۱)......رسول بنا کر بھیجنے والی ذات اللہ ﷻ کی ہے، پس اسی بناء پر وحی بھیجنے کی نسبت اللہ ﷻ کی طرف کی جاتی ہے، پس اللہ ﷻ نے فرمایا ﴿یلقی الروح﴾۔(۲)...... الارسال (بھیجنا) اور الوحی (وحی) سے اللہ ﷻ نے روح مراد لی ہے۔(۳)......اللہ ﷻ کی جانب سے حضرات انبیائے کرام تک وحی کا بھیجا جانا فرشتوں کے ذریعے ممکن ہوسکتا تھا، اور آیت مقدسہ ﴿من امرہ﴾ میں اسی جانب اشارہ ہے، اور روحانی رکن کا نام ''امرا'' رکھا جیسا کہ فرمایا: ﴿واوحی فی کل سماء امرھا(فصلت: ۱۲)﴾ اور فرمایا: ﴿الا لہ الخلق والامر﴾ سنو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا(الاعراف: ۵۴)﴾۔(۴)......حضرات انبیائے کی جانب اللہ وحی بھیجتا ہے، جس کی جانب ﴿علی من یشاء من عبادہ(البقرۃ: ۹۰)﴾ سے اشارہ کیا گیا ہے۔(۵)......غرض متعین کرنے اور مقصود اصلی یعنی وحی کو حضرات انبیائے کرام کی جناب میں پہنچانے کے لئے ، اور یہ اس بناء پر کہ حضرات انبیائے کرام عالم دنیا سے عالم خلق کی جانب مخلوقِ (خدا) میں تصرف کرتے ہیں، اور جسمانی وروحانی اعتبار سے ان پر بوجھ ڈالتے ہیں اور اسی کی جانب ﴿لینذر یوم التلاق یوم ھم بارزون(مومن: ۱۵ تا ۱۶)﴾ میں اشارہ ہے اور یہ عجیب وغریب ترتیب ہے جو کہ مکاشفات الٰہیہ کے (ظاہر ہونے) پر دلالت کرتی ہے۔ (الرازی، ج۹، ص ۴۹۹)

بروز قیامت مستور چیزوں کے منکشف ہونے کی وجوہ:

۶......اس بارے میں علامہ آلوسی نے چند اقوال ذکر کئے گئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱)......مقاتل کہتے ہیں کہ خالق ومخلوق کے ملنے کی وجہ سے تمام چیزیں منکشف ہوجائیں گی۔

(۲)......قیامت میں تمام مخلوق اللہ کے حضور پیش ہونے کی وجہ سے کچھ مخفی نہ رہے گا۔

(۳)......سُدی کہتے ہیں کہ آسمانی وزمینی مخلوق کے التقاء کی وجہ سے سب کچھ منکشف ہوجائے گا۔

(۴)......میمون بن مہران کہتے ہیں کہ ظالم ومظلوم کے مل جانے کی وجہ سب کچھ ظاہر ہوجائے گا۔

(۵)......ثعلبی کا قول ہے کہ ہر شخص کا عمل اس دن واضح ہوجائے گا۔ (روح المعانی، الجزء: ۲۴، ص ۴۲۳)

☆......قتادہ کہتے ہیں: ﴿یوم ھم بارزون لا یخفی علی اللہ منھم شیء(مومن: ۱۶)﴾ یعنی اللہ پر ان کا سب کچھ ظاہر ہوجائے گا، اس دن وہ کسی پہاڑ یا عمارت میں بھی نہ چھپ سکیں گے۔ (الطبری، الجزء: ۲۴، ص ۶۱)

آزفة کی لغوی تحقیق:

ے......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ازفت الآزفة﴾ یعنی قیامت کا نزدیک ہونا، اور ازف و افد دونوں قریب متضاد معنی میں مستعمل ہیں، لیکن "ازف" کو وقت کی تنگی کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے، اور وقت کی تنگی کو بھی کہا جاتا ہے کسی چیز کے قریب ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور اسی بناء پر قیامت کے قریب ہونے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿اتی امر اللہ﴾ یہاں بھی ماضی کے ساتھ تعبیر کرنے کی وجہ یہی ہے کہ وقت کم ہے اور اللہ کا فیصلہ آنے والا ہے، اور اسی طرح فرمایا: ﴿وانذرھم یوم الآزفة﴾۔ (المفردات، ص ٢٦)

کاظمین کی لغوی تحقیق:

۸...... کظم کے معنی روح کا نکالنا، اسی سے کظوم ہے، جس کا معنی سانس روکنا، یا خاموشی اختیار کرنا بھی ہے۔ کُظِمَ فلان یعنی فلان نے سانس روک لی اور غصہ روک لینا جیسا کہ فرمایا: ﴿والکظمین الغیظ﴾ اسی سے کظم الرجل یعنی آدمی خاموش ہوگیا، اور کظم النھر یعنی پانی کا مونھ بند ہوگیا۔ (المفردات، ص ٤٣٤)

اغراض:

وھم یمقتون انفسھم: اپنی جانوں پر غضبناک ہونگے، گویا کہ اپنی جانوں پر گواہی کا اظہار یوں کریں گے: "اے میرے نفس تجھ سے بیزاری ہے"، جب کافر آگ میں ہونگے فرشتے کہیں گے: اللہ تمہیں بیزار کرے، تم دنیا میں تھے اور اللہ ﷻ نے تم پر رسول بھیجے لیکن تم ایمان نہ لائے، تمہاری اپنی بیزاری آج کے دن سخت ترین ہے"۔

لانھم نطفا اموات: جیسا کہ بعض نسخوں میں ہے کہ "نطفا" بربنائے حال منصوب ہے، مناسب یہ ہے کہ یوں کہا جائے: "لانھم کانوا او خلقوا نطفا"، کیونکہ موت حیات کو ختم کردیتی ہے چہ جائے کہ یہ حیاتی پیدا ہوتے ہی ختم ہوجائے یا کچھ عرصے بعد ختم ہو۔

بالمطر: بمعنی بسببہ ہے، اس لئے کہ پانی تمام ارزاق (رزق کی جمع ارزاق ہے، بارش کو بھی کہتے ہیں) کا سبب حیات ہے، جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ من الشرک: چہ جائے کہ مراد شرک اصغر ہو یا اکبر، شرک اکبر سے مراد کفر اور اصغر سے مراد ریاء ہے۔

ای اللہ عظیم الصفات: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿رفیع﴾ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جس کی خبر محذوف ہے، مراد یہ ہے کہ اللہ کی ذات پاک ہر قسم کے نقص سے پاک ہے۔

او رافع: میں اس جانب اشارہ ہے کہ فعیل اسم مبالغہ کا صیغہ ہے جو کہ اسم فاعل سے محول ہے۔

الملقی علیہ: مراد الانذار کا فاعل ہے، جو کہ موصول ﴿علی من یشاء﴾ سے کنایہ ہے، اور مفعول اول محذوف ہے جس کی جانب مفسر نے "الناس" سے اشارہ کیا ہے، اور مفعول ثانی اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿یوم التلاق﴾ ہے۔

خارجون من قبورھم: یعنی ظاہر ہیں کسی چیز سے چھپے ہوئے نہیں، تا کہ زمین ہموار ہوجائے، سید عالم ﷺ نے فرمایا: "لوگ قیامت کے دن ننگے پاؤں، برہنہ اور غیر مختون شدہ اٹھیں گے"۔

یقول اللہ تعالی: کہا جاتا ہے کہ حدیث میں ہے: "قیامت کے دن لوگ چاندی کی مثل سفید زمین پر اکھٹے کیے جائیں گے، اس زمین پر اللہ کی کوئی نافرمانی نہ کرے گا، منادی کو ندا کا حکم کیا جائے گا ﴿لمن الملک الیوم﴾ پس مومن و کافر سب کہیں گے: ﴿للہ الملک الیوم﴾ پس اللہ ﷻ اپنے مومن و کافر بندے کو فرمائے گا: ﴿للہ الواحد القھار﴾ پس یہ جواب مومن کے لئے باعث سرور و لذت ہوگا اور کافر کے لئے غم اور دہشت کا باعث ہوگا، اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ دونوں نفخات کے مابین جب کہ تمام مخلوق

فنا ہوجائے گی اور فقط اللہ عزوجل کی ذات باقی ہوگی اور اس کے سوا کوئی نفس نہ دیکھی جائے گی اللہ عزوجل فرمائے گا: ﴿لمن الملک الیوم﴾ تو اللہ اپنی ذات بالاصفات کو چالیس سال بعد جواب دے گا: ﴿للہ الواحد القھار﴾ کیونکہ اللہ کی ذات قہر وغضب فرمانے کو باقی ہے۔فی قدر نصف النھار: یعنی کوئی کسی کے حساب میں مشغول نہ ہوگا بلکہ ہر انسان اللہ عزوجل کو محاسب دیکھے گا۔

بمسارقتھا النظر الی محرم: یعنی جب کوئی کسی عورت پر نظر کرتا ہے، پس پھر جب اس عورت کے گھر والوں میں سے کوئی اسے دیکھ لے تو وہ اپنی نظر پھیر لیتا ہے اور پھر گھر والوں کی نظر سے بچ کر دوبارہ اس کی جانب دیکھتا ہے۔(الصاوی، ج۵، ص۱۸۱ وغیرہ)

رکوع نمبر:۸

﴿اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین کانوا من قبلھم ط کانوا ھم اشد منھم قوة﴾وَفِی قِرَائَةٍ مِنکُمْ﴿واثارا فی الارض﴾مِن مَصانِعَ وَقُصُورٍ﴿فاخذھم اللہ﴾اَھْلَکَھُم﴿بذنوبھم ط وما کان لھم من اللہ من واق (۲۱)﴾عَذَابَهُ﴿ذلک بانھم کانت تأتیھم رسلھم بالبینت﴾بِالْمُعجِزَاتِ الظَّاھِرَاتِ﴿فکفروا فاخذھم اللہ ط انہ قوی شدید العقاب (۲۲) ولقد ارسلنا موسی باٰیٰتنا وسلطن مبین (۲۳)﴾ بُرھَانٍ بَیِّنٍ ظَاھِرٍ﴿الی فرعون وھامن وقارون فقالوا سحر کذاب (۲۴) فلما جاء ھم بالحق﴾بِالصِّدقِ﴿من عندنا قالوا اقتلوا ابناء الذین امنوا معہ واستحیوا﴾اِستَبْقُوا ﴿نساء ھم ط وما کید الکفرین الا فی ضلل (۲۵)﴾ھَلاکٍ ﴿وقال فرعون ذرونی اقتل موسی﴾لِاَنَّھُم کانوا یَکُفُّونَهُ عن قَتْلِهٖ ﴿ولیدع ربہ ط﴾لِیَمنَعَهُ مِنِّی ﴿انی اخاف ان یبدل دینکم﴾مِن عِبادَتِکم اِیایَ فَتَتَّبِعُونَهُ﴿او ان یظھر فی الارض الفساد (۲۶)﴾مِن قَتْلٍ وَغَیرِہٖ وَفِی قِرَائَةٍ بِالواوِ وَفِی اُخریٰ بِفَتحِ الیاءِ والھَاءِ وَضَمِّ الدَّالِ﴿وقال موسی﴾لِقَومِهٖ وَقَد سَمِعَ ذلکَ﴿انی عذت بربی وربکم من کل متکبر لا یومن بیوم الحساب (۲۷)﴾۔

﴿ترجمہ﴾

کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے کیسا انجام ہوا ان سے اگلوں کا ان کی قوت اور زمین میں (ایک قرائت میں منھم کی جگہ منکم ہے) جو نشانیاں چھوڑ گئے ان سے زائد (جیسے مختلف بناوٹیں اور محلات) تو اللہ نے انہیں پکڑ لیا (یعنی انہیں ہلاک فرمادیا) ان کے گناہوں کے سبب اور اللہ سے ان کو کوئی (اس کے عذاب سے) بچانے والا نہ ہوا یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن نشانیاں (یعنی ظاہر معجزات) لے کر آئے پھر وہ کفر کرتے تو اللہ نے انہیں پکڑا بیشک اللہ زبردست عذاب والا ہے اور بیشک ہم نے موسیٰ کو نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ بھیجا (واضح اور ظاہر برھان کے ساتھ بھیجا.......۱) فرعون اور ھامان اور قارون کی طرف تو وہ بولے (یہ) جادوگر ہے بڑا جھوٹا پھر جب وہ ان کے پاس حق (یعنی سچ) لایا ہمارے پاس سے بولے جو اس پر ایمان لائے ان کے بیٹے کو قتل کرواور عورتیں زندہ رکھو (استحیوا بمعنی استبقوا ہے) اور کافروں کا داؤ نہیں مگر ہلاکت میں (ضلل بمعنی ھلاک ہے) اور فرعون بولا مجھے چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کروں (یہ اس نے اس لیے کہا تھا کہ یہ لوگ اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے سے روکتے تھے.......۲) اور وہ اپنے رب کو پکارے (کہ اس کا رب اسے مجھ سے بچالے) میں ڈرتا ہوں کہیں وہ تمہارا دین بدل دے

(تمہیں میری عبادت کرنے سے پھیر دے پھر تم اس کی پیروی کرنے لگو) یا زمین میں فساد چمکائے (قتل و غارتگری کرکے، ایک قرائت میں وان یظھر میں واؤ کی جگہ او ہے اور ایک میں یظھر یاء اور ھاء کے فتحہ اور الفساد کی دال مضمومہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور موسیٰ نے (اپنی قوم سے) کہا (آپ علیہ السلام نے فرعون کی یہ بات سن لی تھی) میں تمہارے اور اپنے رب کو پناہ لیتا ہوں ہر متکبر سے کہ حساب کے دن یقین نہیں لاتا۔

﴿ترکیب﴾

﴿اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبة الذین کانوا من قبلھم﴾.

ھمزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "اغفلوا" لم یسیروا: فعل نفی با فاعل، فی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، ینظروا: فعل با فاعل، کیف: اسم استفہام خبر مقدم، کان: فعل ناقص، عاقبة الذین کانوا من قبلھم: اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿کانوا ھم اشد منھم قوۃ واثارا فی الارض فاخذھم اللہ بذنوبھم وما کان لھم من اللہ من واق۝﴾.

کانوا: فعل ناقص با اسم، ھم: ضمیر فصل، اشد: اسم تفضیل "ھو" ضمیر ممیز، قوۃ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، اثارا: موصوف، فی الارض: ظرف مستقر صفت، ملکر معطوف، ملکر تمیز، ملکر فاعل، منھم: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، اخذھم اللہ: فعل و مفعول و فاعل، بذنوبھم: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، ما کان: فعل نفی ناقص، لھم: ظرف مستقر خبر مقدم، من اللہ: ظرف لغو مقدم، من: زائد، واق: اسم فاعل، ملکر شبہ جملہ اسم مؤخر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ذلک بانھم کانت تاتیھم رسلھم بالبینت فکفروا فاخذھم اللہ﴾.

ذلک: مبتدا، ب: جار، انھم: حرف مشبہ و اسم، کانت: فعل ناقص با اسم، تاتیھم رسلھم بالبینت: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، کفروا: جملہ فعلیہ معطوف اول، ف: عاطفہ، اخذھم اللہ: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿انہ قوی شدید العقاب ۝ ولقد ارسلنا موسی بایتنا وسلطن مبین۝ الی فرعون وھامن وقارون﴾.

انہ: حرف مشبہ و اسم، قوی: خبر اول، شدید العقاب: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، لام: قسمیہ، ارسلنا موسی: فعل و مفعول، ب: جار، ایتنا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، سلطن مبین: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو اول، الی: جار، فرعون وھامن وقارون: مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ مستانفہ۔

﴿فقالوا سحر کذاب۝ فلما جاء ھم بالحق من عندنا قالوا اقتلوا ابناء الذین امنوا معہ واستحیوا نساء ھم﴾.

ف: عاطفہ، قالوا اقول، سحر کذاب: خبران، مبتدا محذوف "ھو" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: مستانفہ، لما: شرطیہ ظرفیہ، جاء: فعل "ھو" ضمیر مستتر ذوالحال، من عندنا: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، ھم: مفعول، بالحق: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ شرط، قالوا: قول، اقتلوا: فعل امر با فاعل، ابناء: مضاف، الذین: موصول، امنوا معہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، استحیوا نساء ھم: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما کید الکفرین الا فی ضلل۝ وقال فرعون ذرونی اقتل موسی ولیدع ربہ﴾.

و: مستانفہ، ما: نافیہ، کید الکفرین: مبتدا، الا: اداۃ حصر، فی ضلل: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، و: عاطفہ، قال

فرعون: قول، ذرونی: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، اقتل موسی: فعل بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لیدع: فعل امر بافاعل، ربہ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جواب، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿انی اخاف ان یبدل دینکم اوان یظھر فی الارض الفساد٥﴾.

انی: حرف مشبہ واسم، اخاف: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، یبدل دینکم: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف علیہ، او: عاطفہ، ان: مصدریہ، یظھر فی الارض الفساد: جملہ فعلیہ بتاویل مصدر معطوف ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقال موسی انی عذت بربی وربکم من کل متکبر لا یومن بیوم الحساب٥﴾.

و: عاطفہ، قال موسی: قول، انی: حرف مشبہ واسم، عذت: فعل بافاعل، بربی وربکم: ظرف لغو، من: جار، کل: مضاف، متکبر: موصوف، لا یومن بیوم الحساب: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حضرت موسی علیہ السلام کی نشانیاں:

۱۔۔۔۔۔اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو معجزات عطا فرمائے چنانچہ وہ نو معجزات یہ ہیں عصاء، ید بیضاء، قحط سالی، طوفان ٹڈی، جوں، مینڈک، خون، مال کی بربادی۔ یہ تمام معجزات کا ذکر اسی سورۃ مبارکہ میں ہے سوائے ایک معجزہ کے اور وہ فرعونیوں کے مال کی بربادی ہے کہ اللہ عزوجل نے اس کا ذکر سورۃ یونس کی آیت نمبر ۸۸ میں فرمایا۔ (الصاوی، ج ۲، ص ۲۷۷)

☆۔۔۔۔۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء مبارک بادام کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ عبد بن حمید اور ابو شیخ نے قتادہ سے روایت کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا عصاء مبارک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت دیا گیا جب وہ مدین کی جانب تشریف لے جانے لگے، وہ عصاء حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے رات کے وقت میں روشن ہو جاتا تھا اور دن کے وقت میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے زمین پر مارتے تو زمین سے رزق نمودار ہوتا، اور اس عصاء کی مدد سے آپ علیہ السلام جانوروں کے لئے پتے جھاڑنے کا کام بھی کرتے۔ اس بارے میں مشہور قول یہ ہے کہ یہ جنتی عصاء تھا جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے تھا پھر حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس سے ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت یہ ہے کہ اس عصاء کا نام ماشا تھا۔

☆۔۔۔۔۔روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی پھینکی تو وہ زرد رنگ کا ایک بال والا اژدھا بن گیا اس کے دونوں جبڑوں کے مابین اسی ذراع (یعنی ایک سو بیس فٹ) کا فاصلہ تھا اور وہ اپنی دم پر کھڑا ہو کر زمین سے ایک میل بلند تھا اژدھا اتنا بڑا تھا کہ اس کا ایک جبڑا زمین پر تھا اور دوسرا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا وہ فرعون کے پکڑنے کیلئے دوڑا فرعون اپنی جان بچانے کو تخت چھوڑ کر بھاگا اس حالت میں اس کے دست لگ گئے، ایک روایت میں یہ بھی ملتا ہے کہ اس ایک دن میں اس کے چار سو دست جاری ہوئے، اور بعض روایتوں میں یہاں تک ہے کہ اس کے پیٹ میں ایک ایسی بیماری جاری ہوگئی جو تادم مرگ دور نہ ہوسکی، ایک روایت کے مطابق اژدھے نے فرعون کا جبہ اپنی داڑھ میں پکڑ لیا اور لوگوں پر حملہ کیا جس سے بھگدڑ مچی اور اس بھگدڑ میں پچیس ہزار کی تعداد ماری گئی، بالآخر فرعون نے چیخ کر کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام میں تمہیں اس ذات پاک کی قسم دیتا ہوں جس نے تمہیں بھیجا ہے تم اس اژدھے کو پکڑ لو میں تم پر ایمان لے آؤں گا اور تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دوں گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اژدھے کو پکڑا تو مثل سابق لاٹھی بن گیا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی کو پکڑ لیا فرعون نے پھر سے نافرمانی کی اور پرانی روش پر ہی قائم رہا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضاء کا معجزہ بھی دیا گیا تھا ایسا سفید نورانی ہاتھ جو کہ خرق عادت فعل تھا جسے دیکھنے والوں کا مجمع جمع ہو جاتا، ایک روایت یہ ہے اس نور کی روشنی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے زمین وآسمان کو روشن کر دیا۔

(روح المعانی، الحزء التاسع، ص ۳۰ وغیرہ)، (عطائین، ج۲، ص ۳۱۹ وغیرہ)

فرعون کو حضرت موسی علیہ السلام کے قتل سے روکنے والے کون تھے؟

ع......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وقال فرعون ذروني اقتل موسى﴾ (مومن:۲۶) جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تو اسے اس کے چیلوں نے یہ کہہ کر روک دیا: ''(تمہیں) اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ تم سے کمزور ہے، مگر وہ جادوگر ہے کہیں وہ جادو کے معاملے میں تیرے برابر کھڑا ہو جائے گا اور اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو لوگوں کو شبہ ہو جائے گا کہ تو اس کے ظاہری معجزات سے مرعوب ہو گیا ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ فرعون پر اللہ عزوجل کی لعنت ہو، اس کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ عزوجل کے نبی ہیں لیکن اس پر خبط سوار تھا اور وہ جہالت سے خون بہانے کو آسان جانتا تھا کہ کہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کا تخت نہ الٹ دیں اور اس کی سلطنت کے زوال کا سبب بنیں لیکن اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کر کے انہیں ہلاک کرنے کے معاملے میں جلدی کرنا چاہی۔ مفسرین یہ بھی کہتے ہیں کہ ﴿ذروني......الخ﴾ کے ذریعے فرعون نے اپنی قوم کو وہم دینا چاہا تا کہ قوم اُسے اس سے منع کرے جب کہ حقیقت میں فرعون کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خوف تھا۔ (روح المعانی، الحزء: ۲٤، ص ٤٣١ وغیرہ)

اغراض:

من مصانع: یعنی زمین میں عمدہ ٹھکانے، جیسا کہ بڑے بڑے پانی کے حوض۔ **عذابہ:** اور اللہ کا عذاب مستقل ہوتا رہے گا، یعنی ان کے لئے اُس عذاب سے جائے پناہ نہیں ہے۔ **استبقوا:** بمعنی استحیوا ہے، یعنی اپنی بیٹیوں کو خدمت کے لئے زندہ رکھیں۔

ھلاک: یعنی ضائع کرنا اور انہیں سوائے ہلاکت کے کچھ بھی نہ ملے۔

لانھم کانوا یکفونه عن قتله: یعنی انہیں لڑکوں کو قتل کرنے سے منع کرنے کی حکمت بیان کی گئیں: (۱)......آنے والے مومن آدمی نے (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو قتل کرنے سے منع کیا جیسا کہ فرعون کا رازدار جس نے اُسے باز رہنے کا مشورہ دیا، (۲)......حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حقیر جانتے ہوئے اِن کے قتل کرنے سے منع کیا، فرعونی کہتے: ''یہ کمزور جادوگر ہے، اگر تم اُسے قتل کرو گے تو لوگ یہ کہیں گے کہ فرعونی گروہ نے عاجز ہو کر اُسے (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو قتل کر دیا اور انہیں معارضہ کی تاب نہ تھی، (۳)......لوگوں کو فرعون پر خوف تھا کہ اگر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوئی بُرائی کی تو انہیں (بُری) کمائی کرنا پڑے گی، (۴)......فرعونی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جھگڑنے لگے، کیونکہ یہی بادشاہوں کا حال ہوتا ہے کہ جب ان سے کچھ نہیں بنتا تو رعایا پر برس پڑتے ہیں۔

(الصاوی، ج۵، ص ۱۸٤ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۹

﴿وقال رجل مؤمن ملے ق من ال فرعون﴾ قِيلَ هُوَ ابنُ عَمِّهِ ﴿يكتم ايمانه اتقتلون رجلا ان﴾ بِأَنْ ﴿يقول ربى الله وقد جاء كم بالبينت﴾ بِالمُعجِزاتِ الظَّاهِراتِ ﴿من ربكم وان يك كاذبا فعليه كذبه ج﴾ اَی ضَرَرَ كَذِبِهِ ﴿وان يك صادقا يصبكم بعض الذى يعدكم﴾ بِهِ مِنَ العَذابِ عاجِلًا ﴿ان الله لا يهدى من هو مسرف﴾ مُشرِكٌ ﴿كذاب (۲۸)﴾ مُفتَرٍ ﴿يقوم لكم الملك اليوم ظاهرين﴾ غَالِبِينَ حَالٌ ﴿فى

الارض﴾اَرض مِصرَ﴿فمن ینصرنا من باس اللہ﴾عَذابِہٖ اِن قَتَلتُم اَولِیائَہ﴿ان جاء نا ط﴾اَی لا نَاصِرَ لَنا﴿قال فرعون ما اریکم الا ما اری﴾اَی مَا اُشِیرُ عَلیکُم اِلّا بِما اُشِیرُ بِہٖ علٰی نَفسِی وھو قَتلُ موسٰی ﴿وما اھدیکم الا سبیل الرشاد (۲۹)﴾طَرِیقَ الصَّوابِ﴿وقال الذی امن یقوم انی اخاف علیکم مثل یوم الاحزاب(۳۰)﴾اَی یَومَ حِزبٍ بَعدَ حِزبٍ﴿مثل داب قوم نوح وعاد وثمود والذین من بعدھم﴾مِثلَ قَبلَہٗ اَی مِثلَ جَزاءِ عادَۃِ مَن کَفَرَ قَبلَکُم مِن تَعذِیبِھِم فِی الدنیا﴿وما اللہ یرید ظلما للعباد (۳۱) ویقوم انی اخاف علیکم یوم التناد (۳۲)﴾بِحَذفِ الیاءِ واِثباتِھا اَی یَومَ القِیمۃِ یَکثُرُ فیہِ نِداءُ اَصحابِ الجَنۃِ اَصحابَ النارِ وَبِالعَکسِ والنِّداءُ بِالسَّعادَۃِ لِاَھلِھا والشَّقاوۃِ لِاَھلِھا وَغَیرُ ذٰلکَ﴿یوم تولون مدبرین ج﴾عَن مَوقِفِ الحِسابِ اِلَی النارِ﴿مالکم من اللہ﴾مِن عَذابِہٖ﴿من عاصم﴾مانِعٍ﴿ومن یضلل اللہ فما لہ من ھاد(۳۳) ولقد جاء کم یوسف من قبل﴾اَی قَبلُ موسی وھو یُوسفُ بنُ یَعقوبَ فی قولٍ عُمِّرَ اِلی زمانِ موسی او یُوسفُ بنُ اِبراھیمَ بنِ یوسُفَ بنُ یعقُوبَ فی قولٍ﴿بالبینت﴾بالمُعجزاتِ الظَّاھِراتِ﴿فما زلتم فی شک مما جاء کم بہ حتی اذا ھلک قلتم﴾مِن غَیرِ بُرھانٍ﴿لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا﴾اَی فَلَنْ تَزالُوا کافِرِینَ بِیوسُفَ وَغَیرِہٖ﴿کذلک﴾اَی مِثلَ اَضلالِکُم﴿یضل اللہ من ھو مسرف﴾مُشرِکٌ﴿مرتاب(۳۴)﴾شاکٌّ فیما شَھِدَتْ بِہِ البَیِّنٰتُ﴿الذین یجادلون فی ایت اللہ﴾مُعجِزاتِہٖ مُبتَداءٌ﴿بغیر سلطن﴾بُرھانٍ﴿اتھم کبر﴾جِدالُھم خَبرُ المُبتَداءِ﴿مقتا عند اللہ وعند الذین امنوا ط کذلک﴾اَی مِثلَ اِضلالِھِم﴿یطبع﴾یَختِمُ﴿اللہ﴾بِالضَّلالِ﴿علی کل قلب متکبر جبار(۳۵)﴾بِتَنوِینِ قَلبٍ وَدُونِہٖ وَمَتی تَکَبَّرَ القَلبُ تَکَبَّرَ صاحِبُہٗ وَبِالعَکسِ وَکُلٌّ علی القِراءَتَینِ لِعُمومِ الضَّلالِ جَمِیعَ القَلبِ لا لِعُمومِ القُلوبِ﴿وقال فرعون یھامن ابن لی صرحا﴾بِناءً عالِیًا﴿لعلی ابلغ الاسباب(۳۶)اسباب السموت﴾طُرُقَھا المُوصِلَۃَ اِلَیھا﴿فاطلع﴾بِالرَّفعِ عَطفًا علی اَبلُغُ وبالنَّصبِ جوابًا لِاَبنِ﴿الی الہ موسی وانی لاظنہ﴾اَی موسٰی﴿کاذبا﴾فِی اَنَّ لہ اِلٰھًا غَیرِی وقالَ فِرعونَ ذالکَ تَموِیھًا﴿وکذلک زین لفرعون سوء عملہ وصد عن السبیل﴾طَرِیقِ الھُدٰی بِفَتحِ الصَّادِ وَضَمِّھا﴿وما کید فرعون الا فی تباب(۳۷)﴾خَسارٍ۔

﴿ترجمہ﴾

اور بولا فرعون والوں میں سے ایک مرد مسلمان (کہا گیا ہے کہ وہ آپ علیہ السلام کا پھوپھی زاد بھائی تھا......۱......) کہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا کیا ایک مرد کو اس پر مارے ڈالتے ہو کہ (ان اصل میں لان ہے) وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور بیشک وہ روشن نشانیاں (یعنی ظاہر معجزات) تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے لائے......۲......اور اگر بالفرض وہ غلط کہتے ہیں تو ان کی غلط گوئی (یعنی ان کی غلط

کوئی کا وبال) ان پر اور اگر وہ سچے ہیں تو تمہیں پہنچے گا کچھ وہ (یعنی عذاب) جس کا تمہیں وعدہ دیتے ہیں......۳...... (جلدی، بہ ضمیر عائد الی الموصول محذوف ہے) بیشک اللہ راہ نہیں دیتا اسے جو حد سے بڑھنے والا (یعنی مشرک) بڑا جھوٹا ہو (بات گھڑنے والا ہو) اے میری قوم! آج بادشاہی تمہاری ہے اس زمین (یعنی سرزمین مصر) میں غلبہ رکھتے ہو (ظهرین بمعنی غالبین حال بن رہا ہے) تو اللہ کے عذاب سے ہمیں کون بچالے گا (اگر تم نے اس کے اولیاء کو شہید کر دیا، بـاس بمعنی عذاب ہے) اگر ہم پر آئے (یعنی اس صورت میں ہمارا کوئی مددگار نہ ہوگا) فرعون بولا میں تو تمہیں وہی سمجھاتا ہوں جو میں سمجھا ہوں (یعنی میں تمہیں اس کا مشورہ دے رہا ہوں جس کا مشورہ میں نے خود اپنے نفس کو دیا ہے اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شہید کر دینا ہے) اور میں تمہیں وہی بتاتا ہوں جو بھلائی (یعنی درستگی) کی راہ ہے......۴...... اور وہ ایمان والا بولا اے میری قوم! مجھے تم پر اگلے گروہوں کے دن کا سا خوف ہے ......۵...... (یکے بعد دیگرے گروہوں پر آنے والے دن کا خوف ہے) جیسا دستور گزرا نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد اوروں کا (تم سے پہلے کے کافروں کے لئے کئے گئے بدلے کی مثل کا کہ تمہیں بھی ان کی طرح دنیا میں مبتلا کر دیا جائیگا، یہ مثل مذکورا قبل مثل سے بدل ہے) اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں چاہتا اور اے میری قوم! میں تم پر یوم التناد (یعنی روز قیامت) کا خوف کرتا ہوں (التناد یاء کے حذف اور اثبات دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے قیامت کے دن کو یوم التناد اس لیے کہا گیا ہے کہ اس دن طرح طرح کی پکاریں مچی ہونگی جنتی دوزخیوں کو اور دوزخی جنتیوں کو پکاریں گے سعادت مندروں کے لیے سعادت کی اور شقی لوگوں کے لیے شقاوت کی ندائیں کی جائینگی وغیرہ) جس دن پیٹھ دے کر بھاگو گے (میدان حساب سے آگ کی طرف) تمہیں اللہ سے (یعنی اس کے عذاب سے) کوئی بچانے والا نہیں (عاصم بمعنی مانع ہے) اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کا کوئی راہ دکھانے والا نہیں اور بیشک اس سے پہلے (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پہلے) تمہارے پاس یوسف آیا (ایک قول کے مطابق اس سے مراد حضرت یوسف بن یعقوب علیہ السلام ہیں، انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک عمر مبارک پائی، اور ایک قول کے مطابق اس سے مراد حضرت یوسف بن ابراہیم بن یوسف بن یعقوب علیہ السلام ہیں) روشن نشانیاں لے کر (یعنی ظاہر معجزات لے کر) تو تم ان کے لائے ہوئے سے شک ہی میں رہے یہاں تک کہ جب انہوں نے انتقال فرمایا......۶...... تم بولے (بے کسی دلیل کے) ہرگز اب اللہ کوئی رسول نہ بھیجے گا (یعنی حضرت یوسف علیہ السلام وغیرہ انبیاء کرام کا انکار ہی کرتے رہے) اسی طرح (تمہیں گمراہ کرنے کی مثل) اللہ گمراہ کرتا ہے اسے جو حد سے بڑھنے والا ہو (یعنی مشرک ہو) شک لانے والا ہو (یعنی جس امر پر دلائل شاہد ہیں اس میں شک کرنے والا ہو) وہ جو اللہ کی آیتوں (یعنی اس کے معجزات) میں جھگڑتے ہیں (الذین یجادلون فی ایت اللہ مبتدا ہے) بے کسی دلیل کے (سلطان بمعنی برھان ہے) کہ انہیں ملی ہو (ان کا یہ جھگڑنا) کس قدر سخت بیزاری کی بات ہے اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک اسی طرح (انہیں گمراہ کرنے کی مثل) اللہ مہر کر دیتا ہے (گمراہی کی، یطبع بمعنی یختم ہے) متکبر سرکش کے سارے دل پر (قلب کو منون اور بغیر تنوین دونوں طرح پڑھا گیا ہے جب دل تکبر کرتا ہے تو صاحب دل متکبر ہو جاتا ہے اور یونہی بالعکس میں ہوتا ہے اور دونوں قرأتوں کے مطابق لفظ کل یہ عموماً ضلال کے لیے آیا ہے کہ گمراہی کی مہر سارے دل پر ہوتی ہے یہ عموم قلب کے لیے نہیں آیا) اور فرعون بولا اے ہامان! میرے لیے اونچا محل بنا (صرحا کے معنی بلند عمارت ہے) شاید میں پہنچ جاؤں راستوں تک آسمانوں کے راستے تک (یعنی آسمان تک پہنچنے والے دروازوں تک) تو جھانک کر دیکھوں (''اطلع'' ابلغ پر معطوف ہونے کی صورت میں مرفوع اور ابن کا جواب ہونے کی صورت میں منصوب ہے) موسیٰ کے خدا کو......۷...... اور بیشک میرے گمان میں تو وہ (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام) جھوٹا ہے (اس بات میں کہ میرے سوا اس کا کوئی خدا ہے، فرعون نے یہ بات اپنی قوم کو گمراہ کرنے کے لیے کہی تھی) اور یونہی فرعون کی نگاہ میں اس کا برا کام بھلا کر

دکھایا گیا اور وہ راستے سے (یعنی راہ ہدایت سے) روکا گیا (صد کو صاد مفتوحہ و مضمومہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور فرعون کا داؤ ہلاک ہونے ہی کو تھا (تباب بمعنی خسار ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وقال رجل مومن من ال فرعون یکتم ایمانه اتقتلون رجلا ان یقول ربی الله وقد جاء کم بالبینت من ربکم﴾.

و: عاطفہ، قال: فعل، رجل: موصوف، مومن: صفت اول، من ال فرعون: ظرف مستقر صفت ثانی، یکتم ایمانه: جملہ فعلیہ صفت ثالث، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ قول، همزه: حرف استفہام، تقتلون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، قد: تحقیقیہ، جاء کم بالبینت من ربکم: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، رجلا: مفعول، ان: مصدریہ، یقول ربی الله: جملہ قولیہ بتاویل مصدر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وان یک کاذبا فعلیه کذبه وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم﴾.

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، یک کاذبا: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، علیه: ظرف مستقر خبر مقدم، کذبه: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، و: عاطفہ، ان: شرطیہ، یک صادقا: جملہ فعلیہ شرط، یصبکم: فعل ومفعول، بعض الذی یعدکم: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان الله لا یهدی من هو مسرف کذاب o یقوم لکم الملک الیوم ظاهرین فی الارض﴾.

ان الله: حرف مشبہ واسم، لایهدی: فعل نفی بافاعل، من: موصولہ، هو مسرف کذاب: جملہ اسمیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، یقوم: نداء، لام: جار، کم: ضمیر ذوالحال، ظهرین فی الارض: شبہ جملہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "ثابت" اسم فاعل کیلئے، الیوم: ظرف "ثابت" اسم فاعل بافاعل وظرف مستقر وظرف سے ملکر شبہ جملہ خبر مقدم، الملک: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿فمن ینصرنا من باس الله ان جاء نا﴾.

ف: فصیحیہ، من: استفہامیہ مبتدا، ینصرنا من باس الله: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، ان: شرط، جاء نا: جملہ فعلیہ جزاء محذوف "فمن ینصرنا من باس الله" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿قال فرعون ما اریکم الا ما اری وما اهدیکم الا سبیل الرشادo﴾.

قال فرعون: قول، ما اریکم: فعل نفی بافاعل ومفعول، الا: اداۃ حصر، ما اری: موصول صلہ، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، مااهدیکم: فعل نفی بافاعل ومفعول، الا: اداۃ حصر، سبیل الرشاد: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وقال الذی امن یقوم انی اخاف علیکم مثل یوم الاحزاب o مثل داب قوم نوح وعاد وثمود والذین من بعد هم﴾.

و: عاطفہ، قال الذی امن: قول، یقوم: نداء، انی: حرف مشبہ واسم، اخاف علیکم: فعل بافاعل وظرف لغو، مثل یوم الاحزاب: مبدل منہ، مثل: مضاف، داب: مضاف، قوم: مضاف، نوح: معطوف علیہ، وعاد وثمود......الخ بمعطوفات، ملکر مضاف الیہ، پھر مضاف الیہ، ملکر پھر مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وماالله یرید ظلما للعبادo ویقوم انی اخاف علیکم یوم التنادo﴾.

و: عاطفہ، ما: مشابہ بلیس، الله: اسم، یرید: فعل بافاعل، ظلما: موصوف، للعباد: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر

جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، یقوم: نداء، انی: حرف مشبہ واسم، اخاف علیکم: فعل با فاعل وظرف لغو، یوم التناد: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء، ملکر جملہ ندائیہ۔

﴿یوم تولون مدبرین مالکم من اللہ من عاصم﴾.

یوم: مضاف، تولون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، مدبرین: حال اول، ما: مشابہ بلیس، لکم: ظرف لغو مقدم، من اللہ: ظرف لغو مقدم، من: زائد، عاصم: اسم فاعل با فاعل، ملکر شبہ جملہ اسم مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ حال ثانی، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ماقبل "یوم" سے بدل ہے۔

﴿ومن یضلل اللہ فما لہ من ھادo﴾.

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، یضلل اللہ: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ما: نافیہ، لہ: ظرف مستقر خبر مقدم، من: زائد، ھاد: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولقد جاء کم یوسف من قبل بالبینت فمازلتم فی شک مما جاء کم بہ﴾.

و: عاطفہ، لام قسمیہ، قد: تحقیقیہ، جاء کم: فعل ومفعول، یوسف: ذوالحال، من قبل: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، بالبینت: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ، ف: عاطفہ، مازلتم: فعل ناقص و "تم" ضمیر اسم، فی: جار، شک: موصوف، مما جاء کم بہ: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر ہوکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿حتی اذا ھلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا﴾.

حتی: للغایۃ لقولہ "مازلتم" اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، ھلک: فعل با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، قلتم: قول، لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا: جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ ہوکر جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿کذلک یضل اللہ من ھو مسرف مرتابo﴾.

کذلک: ظرف مستقر "تفصیلا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، یضل اللہ: فعل وفاعل، من: موصولہ، ھو مسرف مرتاب: جملہ اسمیہ صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الذین یجادلون فی ایت اللہ بغیر سلطن اتھم کبر مقتا عنداللہ وعند الذین امنوا﴾.

الذین: موصول، یجادلون فی ایت اللہ: فعل با فاعل وظرف لغو، ب: جار، غیر: مضاف، سلطن: موصوف، اتھم: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مبتدا، کبر: فعل "ھو" ضمیر ممیز، مقتا: ملکر فاعل، عنداللہ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، عند الذین امنوا: معطوف، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبارo﴾.

کذلک: ظرف مستقر "طبعا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، یطبع اللہ: فعل وفاعل، علی: جار، کل: مضاف، قلب: مضاف، متکبر: موصوف، جبار: صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر پھر، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقال فرعون یھامن ابن لی صرحا لعلی ابلغ الاسبابo اسباب السموت﴾.

و: عاطفہ، قال فرعون: قول، یھامن: نداء، ابن: فعل امر با فاعل، لام: جار، ی: ضمیر ذوالحال، لعلی: حرف مشبہ واسم، ابلغ: فعل

بافاعل، الاسباب: مبدل منہ، اسباب السمٰوت: بدل، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فاطلع الی الہ موسی وانی لاظنہ کاذبا﴾.

ف: سببیہ، اطلع: فعل بافاعل، الی الہ موسی: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر واقع ہے، و: عاطفہ، انی: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، اظنہ: فعل بافاعل ومفعول، کاذبا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وکذلک زین لفرعون سوء عملہ وصد عن السبیل﴾.

و: عاطفہ، کذلک: ظرف مستقر "تزیین" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، زین لفرعون: فعل مجہول، ظرف لغو، سوء عملہ: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، صد: فعل مجہول با نائب الفاعل، عن السبیل: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما کید فرعون الا فی تباب٥﴾.

و: عاطفہ، ما: نافیہ، کید فرعون: اسم، الا: اداۃ حصر، فی تباب: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

قوم فرعون کا مسلمان مرد کون تھا؟

۱۔۔۔۔۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ عزوجل سے پناہ چاہی اور اس کے فضل ورحمت پر اعتماد فرمایا، تاریخ طبری میں ہے کہ اس شخص کا نام "جبر" یا "حبیب نجار" تھا، یہی وہ شخص ہے جس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لئے بچپن میں تابوت بنایا تھا جس میں انہیں رکھ کر دریا میں ڈالا جانا تھا، ایک قول کے مطابق حبیب نجار کے علاوہ کوئی شخص تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ "خربیل بن نوحائیل" یا "حزقیل" تھا اور اس پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان دلیل بنتا ہے: "تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے کبھی کفر نہیں کیا، حزقیل نامی شخص آل فرعون میں سے، حبیب نجار نامی شخص آل لیس میں سے اور علی کرم اللہ وجہہ"۔ ابن شیخ نے اپنے حواشی میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا ہے: "تین سچے لوگوں میں ایک حبیب نجار ہوا جو کہ آل لیس سے مومن تھا، اور ایک آل فرعون میں سے جس پر دلیل ﴿اتقتلون رجلا ان یقول: ربی اللہ کیا ایک مرد کو اس پر مارے ڈالتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے (مومن:۲۸)﴾ ہے، اور تیسرے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں"۔

میں (اسماعیل حقی) کہتا ہوں کہ ماقبل مذکورہ روایات میں اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صفتِ صدیق کی فضیلت کا بیان ہے، اور یہ کہ جن سے اپنی سابق زندگی میں کبھی ایک لحہ کو بھی کفر سرزد نہ ہوا، اور ان دونوں کی فضیلت دوسری جہت سے ہے، اور ان دونوں روایتوں میں دلیل ہے کہ متذکرہ مومن شخص قبطی تھا اور فرعون اس مومن شخص کے کلام سنتا تھا اور اس کی جانب متوجہ ہوتا تھا اور اگر وہ شخص اسرائیلی ہوتا تو فرعون اس کا دشمن ہوتا اور نہ ہی اسکے کلام کی جانب کان لگاتا۔

ایک قول یہ ہے کہ اگر کسی کے ذہن میں یہ اشکال آئے کہ "آل" کا لفظ غیر قرابت کے لئے ہوتا ہے جس کی دلیل ﴿ادخلوا آل فرعون اشد العذاب حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو (مومن:۴۶)﴾ میں ہے۔ اور جو فرعون کے دین وقرابت میں سے ہوا سے نہیں پھیرا گیا۔ میں (اسماعیل حقی) یہ جواب دونگا کہ متذکرہ شخص فرعون کے دین میں سے نہ تھا اور مومن تھا، اور جب وہ اس کے دین میں سے نہ تھا تو پھر اس وصف پر بھی باقی نہ رہا کہ اُسے اس کا آل تصور کیا جائے مگر یہ کہ وہ اس کے رشتے داروں میں سے تھا۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ متذکرہ بالا شخص اسرائیلی تھا، قارون کا چچازاد بھائی تھا، یا مذکورہ شخص کا باپ فرعونی گروہ سے اور ماں بنی اسرائیل کے گروہ سے تھی اور وہ اپنا ایمان فرعونیوں سے چھپاتا تھا اور اس لئے نہیں چھپاتا تھا کہ اُسے فرعون سے کوئی خوف تھا بلکہ اس لئے چھپاتا تھا تاکہ مناسب وقت پر ظاہر کرے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا اور سو سال تک چھپائے رہا لیکن جب اُسے فرعون کے ناپاک عزائم کا علم ہوا تو اس نے کہا: ﴿اتقتلون رجلا......الخ(مومن:۲۸)﴾۔ (روح البیان، ج۸، ص۲۳۹ وغیرہ)

دعویٔ نبوت والے کو قتل کرنے یا نہ کرنے کا بیان:

۲...... یہاں ایک اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ اللہ عزوجل نے اس مردِ مومن کا کلام نقل نہیں فرمایا کہ اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال صرف اُسی پر ہوگا یعنی اس کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس آیت کے مطابق اگر کوئی جھوٹا نبی اپنے باطل دین کی تبلیغ کررہا ہو تو اس کو چھوڑ دیا جائے حالانکہ جھوٹے نبی اور زندیق کو قتل کرنا واجب ہے جیسا کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے ساتھ کیا۔

امام فخر الدین رازی کہتے ہیں:

اس بارے میں تین اشکالات ہیں جن کے جوابات بھی درج ذیل پیش خدمت کئے جاتے ہیں:

(۱)...... ہم یہ نہیں مانتے کہ اس کے جھوٹ کا ضرر فقط اُسی کی حد تک محدود رہے گا اور وہ لوگوں کو باطل دین کی دعوت دے رہا ہے اور لوگ اس کے باطل دین کو مان لیں گے اور محض بیکار فاسد خیالات کو اپنائیں گے اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ فتنہ وفساد پیدا ہوگا، اس لئے اس فتنہ کا سدباب کرنے کے لئے علماء نے اس پر اجماع کیا ہے کہ جو زندیق لوگوں کو اپنے باطل دین کی دعوت دے اس کو قتل کرنا واجب ہے، (۲)...... اگر ایسا نہ کیا گیا تو ہر زندیق اور باطل کو اپنے نئے دین کی تبلیغ کی کھلی اجازت مل جائے گی، (۳)...... اور اس طرح کفار سے قتال بھی ضروری نہیں رہے گا کیونکہ اگر اس کا کفر جھوٹ پر مبنی ہے تو اس کا وبال فقط اُسی پر ہے۔ امام رازی نے جوابات دیتے ہوئے لکھا (۱)...... مومن مرد نے کہا کہ اگر تمہارے گمان کے مطابق موسیٰ علیہ السلام جھوٹے ہیں تو تمہیں انہیں قتل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ تم انہیں تبلیغ کرنے سے روک دو۔ (۲)...... اگر یہ جھوٹے ہیں تو اس جھوٹ کا ضرر انہی پر ہے اور سچے ہیں تو تم ان کے سچ سے نفع اٹھاؤ۔ (۳)...... خلاصہ یہ ہے کہ تمہیں انہیں قتل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کے جھوٹے ہونے کی صورت میں ان کو تبلیغ سے روک دینا ہی کافی ہے۔ (الرازی، ج۹، ص۵۰۹ وغیرہ)

بعض عذاب ہونے کا کیا معنی ہے؟

۳...... بعض بمعنی کُل ہے، کیونکہ جب کسی کو عذاب پہنچے تو گویا کُل عذاب پہنچا تاکہ وہ شخص وعید کے زمرے میں داخل ہوجائے، اور یہ کلام وعظ کے زمرے میں ہے۔ ماوردی کہتے ہیں کہ کبھی خطاب کی جانب تلطف کرنے یا کلام میں وسعت پیدا کرنے کے لئے ''البعض بمعنی الکل'' مستعمل ہوتا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ''البعض'' کا جملہ اس لئے استعمال ہوا کہ عذاب کی کوئی بھی قسم ہو وہ ہلاک کرنے والی ہی ہے، کیونکہ کفار ونا ہنجار کو جو کچھ بھی ملے گا انہیں ہلاک ہی کرے گا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے دنیا وآخرت میں کفر پر ہونے کی صورت میں عذاب کا وعدہ دیا، پس معنی یہ ہوا کہ تمہیں دونوں میں سے کسی بھی قسم کا عذاب ہوگا۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ تمہیں دنیا میں کچھ عذاب پہنچے گا اور باقی حصہ آخرت میں پہنچے گا۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ تمہیں کفر کی وجہ سے عذاب اور ایمان کی وجہ سے ثواب ملے گا، پس جب کفر کیا تو جو کچھ وعدہ ہوا ہے اس میں سے کچھ پہنچے گا۔

(القرطبی، الجزء:۲۴، ص ۲۶۹)

مرد مومن کا حضرت موسی علیہ السلام کو بچانے کی سعی کرنا:

۴...... مومن مرد نے بار بار ایسا معاملہ کیا جس سے حضرت موسی علیہ السلام کو بچالیا جائے، سچ ہے اللہ عزوجل جس سے چاہے اپنے نبی کی عصمت کا تحفظ کرالیا کرتا ہے۔ جو اللہ عزوجل کو اپنا رب بنائے وہ قتل نہیں کیا جاتا اور حضرت موسی علیہ السلام تو ظاہری معجزات بھی دکھا چکے ہیں، ان کی اپنی تربیت فرعون کے گھر میں ہوئی ہے۔ مزید یہ کہ نبی کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کی تعظیم وتوقیر کی جائے نہ کہ اُسے رسوا وقتل کیا جائے۔ اور جو نبی کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرے تو اُسے خود اپنی ذات پر بُرائی پہنچنے سے ڈرنا چاہیے اور جسے اللہ عزوجل ہدایت دینا چاہے اُسے نصیحت کارگر ہوجاتی ہے۔ اور اگر تم ایسا کروتو تم اپنے لئے عذاب اِلٰہی کو دعوت دوگے۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ تم ایسا کام نہ کرو جس سے زمین میں فساد پھیلے اور حضرت موسی علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کرتے ہوئے انجام الٰہی سے اعراض نہ کرو کیونکہ اگر وہ آجائے تو کوئی اُسے روک نہیں سکتا۔ (روح المعانی، الجزء:٢٤، ص٤٣٤ وغیرہ ملخصاً وملتقطاً)

مردِ مومن کا فرعونیوں کو بار بار نصیحت کرنا:

۵...... مردِ مومن نے ہر ہر زاویے سے سمجھانے کا اہتمام کیا اور قیامت تک کے لئے ہمارے لئے دلیل بنادی کہ کسی کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرلینی چاہیے کیونکہ کبھی کوئی جملہ ایسا نکلتا ہے جو مدمقابل کے دل میں جگہ کرجاتا ہے، گویا کہ تاثیر کا ایسا تیر بن کرنکلتا ہے جو مدمقابل کے دل میں پیوست ہوجاتا ہے۔ مومن مَرد نے فرعون اور آلِ فرعون کو کہا: اے قوم! میں تم پر خوفزدہ ہوں کہ اگر تم نے حضرت موسی علیہ السلام کو قتل کیا تو کہیں تمہیں عذاب نہ آجائے جس طرح قومِ نوح علیہ السلام، ھود علیہ السلام، صالح علیہ السلام کو ہلاک ہونا پڑا۔ اسی طرح مومن شخص نے ﴿ویقوم انی اخاف علیکم یوم التناد اوراے میری قوم میں تم پراس دن سے ڈرتا ہوں جس دن پکار مچے گی (مومن:۳۲)﴾ کے ذریعے مزید اتمام حجت قائم کردی اور اپنی نصیحت میں مزید پختگی پیدا کردی، مزید خوف دلانے میں اضافہ کردیا، اور اپنے ایمان کو مزید فصیح الفاظ میں بیان کردیا، ہوسکے تو فرمانبردار ہوتے ہوئے خود کو قتل ہونے پر میدان جنگ میں پیش نہ کرے، یا اس مقصد سے کہا کہ فرعون اس بات پر عہد کرلے کہ حضرت موسی علیہ السلام پر کسی قسم کی بُرائی کا ارادہ نہ کرے گا اور اللہ عزوجل نے حضرت موسی علیہ السلام کو فرعون اور اس کے رفقاء کے شر سے ﴿فوقه الله سیئات مامکروا تو اللہ نے اسے بچالیا اس کے مکر کی برائیوں سے (مومن:۴۰)﴾ کے قول کے ذریعے بچالیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کا بیان:

۶...... سعید بن عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام پر وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنے بھائیوں کو بلا کر کہا، اے میرے بھائیو! میں نے دنیا میں کسی سے بھی اپنے اوپر کئے جانے والے ظلم کا بدلہ نہیں لیا اور مجھے ناپسند تھا کہ میں لوگوں کی نیکیاں ظاہر کروں اور گناہ چھپاؤں اور دنیا سے میرا یہی زادِ راہ ہے، اے میرے بھائیو! میں نے اپنے باپ دادا جیسے عمل کئے ہیں تو تم مجھے ان کی قبروں کے ساتھ ملادینا اور ان سے اس بات کا پکا وعدہ لیا۔ لیکن انہوں نے اپنے وعدے کو پورا نہیں کیا، حتی کہ اللہ نے حضرت موسی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق معلومات کیں کہ ان کا صندوق کہاں دفن ہے؟، صرف ایک عورت کو اس کا معلوم تھا جس کا نام شارح بنت شیرین یعقوب تھا، اس نے حضرت موسی علیہ السلام سے کہا میں ایک شرط پر تم کو اس کا پتہ دوں گی، اس نے کہا کہ شرط یہ ہے کہ میں بوڑھی ہوں جوان ہوجاؤں، حضرت موسی علیہ السلام نے کہا مجھے منظور ہے، اس نے کہا کہ دوسری شرط یہ ہے کہ میں جنت میں آپ کے درجے میں آپ کے ساتھ رہوں، حضرت موسی علیہ السلام اس سے گریز کررہے تھے کہ وحی نازل ہوئی اور کہا گیا کہ اس شرط کو بھی مان لیجئے، آپ نے مان لیا پھر جب بُڑھیا کی رہنمائی سے صندوق کو نکالا۔ جب بوڑھی عورت کی عمر ۵۶ سال کو پہنچی تو ۳۲ سال کی

ہوگئی،اس نے ۹۰۰ یا ۱۴۰۰ سال عمر پائی اور حضرت سلیمان بن داؤد نے اُن سے نکاح کیا۔ (الدرالمنثور، ج٤، ص ٧٤)

☆...... حسن بصری نے لکھا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا گیا تو ان کی عمر ۱۷ سال تھی اور وہ ۸۰ سال اپنے باپ سے غائب رہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے ملاقات کے بعد ۲۳ سال زندہ رہے اور ۱۲۰ سال کی عمر میں وفات پائی، ان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ (معالم التنزیل، ج٢، ص ٣٧٩)

جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یہوذا کو وصیت کی اور فوت ہوگئے، ان کی تدفین میں لوگوں کا نزاع ہوا، برکت کے حصول کے لئے ہر ایک چاہتا تھا کہ اس کے محلہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دفن کیا جائے، پھر انہوں نے اس پر اتفاق کرلیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دریائے نیل میں دفن کردیا جائے تاکہ ان پر سے پانی گزر کر سب تک پہنچ جائے، پھر انہوں نے لکڑی کا ایک صندوق بنا کر اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دفن کردیا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس صندوق کو مصر سے کنعان لے گئے اور وہیں دفن کردیا۔ جس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کا انتقال ہوا حسن بصری کے قول کے مطابق عمر مبارک ۱۲۰ سال تھی۔ (زادالمسير، ج٤، ص ٢٩٢)

فرعون کے بلند عمارت بنانے کی توجیہ:

یے...... فرعون نے اپنے وزیر ہامان سے کہا میرے لئے اونچا اور بلند محل بنادے جو کسی دور سے دیکھنے والے پر بھی مخفی نہ ہو، اسی اعتبار سے تصریح بمعنی اظہار ہے (اس پر چڑھ کر) میں آسمانوں کی راہوں تک پہنچ جاؤں۔ ''اسباب السموت'' سے مراد وہ راہیں اور دروازے ہیں جو ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف جاتے ہیں۔ ہر وہ چیز جو کسی دوسری چیز تک پہنچانے کا ذریعہ ہو وہ سبب کہلاتی ہے مثلاً رسی اور ڈول پانی تک پہنچنے کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے پانی کا سبب کہلاتے ہیں۔ دوسرے اسباب پہلے کے لئے بیان ہے، پہلے اسباب کو مبہم ذکر کیا، پھر اس کی وضاحت فرمائی تاکہ اس کی فخیم شان کا بیان ہوسکے اور اس لئے بھی کہ سامع کو اس کی معرفت اور پہچان کا شوق دلایا جائے۔ ''فاطلع'' کو حفص نے ''لعل'' کا جواب ہونے کی وجہ سے ''فاء'' کے ساتھ منصوب پڑھا ہے اور باقیوں نے ''ابلغ'' پر عطف کرتے ہوئے اسے مرفوع پڑھا ہے، معنی یہ ہے کہ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو جھانک کر دیکھوں، اس میں ظاہر یہی ہے کہ فرعون نے بھی غرور کرتے ہوئے محل بنانے کا حکم دیا۔

علامہ بیضاوی نے کہتے ہیں:

شاید اس نے کسی بلند مقام پر ایک رصدگاہ تعمیر کرنے کا حکم دیا ہو جس سے وہ ان ستاروں کے احوال کا مشاہدہ کرسکے جو کہ اسباب سماویہ ہیں اور زمینی حوادث پر دلالت کرتے ہیں اور وہ یہ دیکھنا چاہتا ہو کہ یہ اسباب سماویہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی طرف بھیجا، یا پھر اس سے وہ لوگوں کو یہ دکھانا چاہتا ہو کہ موسیٰ علیہ السلام کا قول غلط ہے کیونکہ آسمان کے اِلہ ہونے کی جانب خبر دینا اس پر اطلاع پانے اور اس تک پہنچنے پر موقوف ہے۔ اور اس تک پہنچنا آسمان پر چڑھے بغیر ممکن نہیں اور انسان آسمان کی بلندیوں میں چڑھنے کی قوت وقدرت نہیں رکھتا۔ لیکن فرعون کی یہ ساری گفتگو اور مکر جہالت پر مبنی تھی کیونکہ نہ تو وہ اللہ کی عظمت وشان سے واقف تھا اور نہ اسے یہ علم تھا کہ اللہ کسی کو نبی کیسے بناتا ہے۔ (المظهری، ج٦، ص ٢٠٥، البيضاوی، ج٣، ص ٢٠٩)

اغراض:

قيل هو ابن عمه: اور ایک قول یہ بھی کیا جاتا ہے کہ مراد وہ شخص ہے جو فرعون کی قوم میں سے مومن تھا اور اپنا ایمان چھپاتا تھا۔

ای ما اشير عليكم بما اشير به على نفسی: یعنی تم پر میرے حکم قتل کے سوا کچھ ظاہر نہیں ہے۔

ای يوم حزب بعد حزب: میں اس جانب اشارہ ہے کہ اللہ ﷻ کے فرمان ﴿يوم الاحزاب﴾ مفرد بمعنی جمع ہے، یعنی غزوہ

احزاب کے دن مراد ہیں۔عادۃ: ﴿داب﴾ کی تفسیر ہے، معنی یہ ہے کہ وہ جزا ہے جو اُنکے لئے تیار کی گئی ہے اور وہ انہیں ہمیشہ ملے گی ،مراد ان (قومِ فرعون کا) کفر ہے۔

وغیرہ ذالک: مراد وہ جملہ ہے جس کے ذریعے منادی ندا کرتا ہے:''خبردار! فلاں کے لئے سعادتمندی ہے، اب کبھی اس کے بعد شقاوت نہ ہوگی، اور فلاں کے لئے بدبختی ہے، اب کبھی اس کے بعد سعادتمندی نہ ہوگی''، اور یہ کہ جب موت کو ذبح کر دیا جائے گا منادی ندا کرے گا:''اے جنتی جنت میں داخل ہو جاؤ بغیر موت کے، اور اے جہنمی جہنم میں داخل ہو جاؤ بغیر موت کے''، اور مومن کو ندا کی جائے گی:''اے وہ لوگوں جو کتاب پڑھتے تھے''، اور کافر کو ندا ہوگی:''اے کاش! مجھے کتاب دی جاتی''، اور بعض اپنے بعض ظالمین کو ندا کریں گے ہلاکت ہے، اور یہ سارے ہی معاملات قیامت تک واقع ہوتے رہیں گے۔

عمر الی زمن موسی: یہ وہ قول ہے جس میں مفسر کے موافق کوئی اور نہیں، کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام وموسی علیہ السلام کے مابین ایک سو چالیس سال کا فاصلہ ہے، بہتر قول یہ ہے کہ یوں کہا جائے:''حضرت موسیٰ کو فرعون کے زمانے تک عمر دی گئی اور فرعون نے حضرت موسی علیہ السلام کے زمانے کو پالیا، اور عمر بروزن فرح ، باب نصر، ضرب ہے جو کہ لازم کا صیغہ ہے، اسے متعدی ماننے میں ضعیف قول ہے۔او یوسف بن ابراهیم: مراد یوسف بن یعقوب کی ذریت ہے، جسے اللہ عزوجل نے قوم قبط میں بھیجا اور وہ ان میں بیس سال نبی بن کر رہے۔

فلن تزالوا کافرین بیوسف وغیرہ: یعنی یوسف علیہ السلام پر ایمان لائے اور ان کی جدائی پر نادم ہوئے، (پھر) ان کا انکار بھی کر دیا اور حضرت یوسف علیہ السلام پر ایمان لانے کی وجہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حملہ آور ہونے کا خوف تھا اور دنیاوی مقاصد بھی تھے۔

مثل اضلالھم: مناسب یہ ہے کہ یوں کہا جائے: کہ یہ انہوں نے اپنی طبیعت کی وجہ سے کیا تھا۔

ومتی تکبر القلب: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ قلب (دل) کو تکبر کے ساتھ متصف کرنا یونہی ہے کہ کسی شخص کو تکبر کے ساتھ متصف کیا جائے کیونکہ قلب تمام اعضاء کا سردار ہے اور جب یہ فساد کرتا ہے تو تمام جسم فساد میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

لعموم الضلال جمیع القلب: یعنی دل کے تمام اجزاء، پس اس میں ہدایت قبول کرنے کے نام کی کوئی چیز نہ رہے گی، اور یہ بات''کل'' کے قاعدہ کلیہ کے خلاف ہے کیونکہ جب''کل'' کسی نکرہ مفردہ یا مجموعہ یا معرفہ مجموعہ پر داخل ہوتا ہے تو تمام افراد مراد ہوتے ہیں اور جب معرفہ مفردہ پر داخل ہو تو بھی تمام اجزا مراد ہوتے ہیں، اور یہاں نکرہ مفردہ پر داخل ہوا ہے تو قاعدہ کی رو سے حق تو یہی تھا کہ عموم افراد پر دلالت کرے اور صرف یہی (ایک) معنی مراد لینا قاعدہ کے مخالف ہے اور دلوں کے گمراہی میں پڑنے اور اسی پر تمکن رہنے پر مبالغہ ہے۔بناء عالیا: یعنی طویل عمارت بنانا مراد ہے جس کا بیان سورۃ القصص میں ہو چکا ہے۔

طرقھا: یعنی آسمان تک پہنچنے کیلئے دروازے، اور تکرار کی حکمت یہ ہے کہ اسباب (طرق) کی تفخیم و تعظیم ہے کیونکہ جب کوئی چیز مبہم ہو اور پھر اس کی وضاحت کر دی جائے تو اس کی شان میں اضافہ ہونا مقصود ہوتا ہے۔

تمویھا: فرعون نے یہ بات ﴿لاظنه کذبا﴾ اس لئے کہی تھی کہ لوگوں کو شبہ میں ڈالنا چاہتا تھا، جب کہ درحقیقت یہ جانتا تھا کہ موسی علیہ السلام اپنے ہر قول میں سچے ہیں۔ (الصاوی، ج۵، ص۱۸۵ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۰

﴿وقال الذی امن یقوم اتبعون﴾ بِاِثْبَاتِ الیاءِ وَحَذْفِهَا ﴿اهدکم سبیل الرشاد(۳۸)﴾ تَقَدَّمَ ﴿یقوم انما هذه

الحیوة الدنیا متاع ﴿تَمَتُّعٌ یَزُولُ﴾وان الاخرة هی دار القرار (۳۹) من عمل سیئة فلا یجزی الا مثلها ج

ومن عمل صالحا من ذکر او انثی وهو مؤمن فاولئک یدخلون الجنة ﴿بِضَمِّ الیاءِ وَفَتْحِ الخَاءِ وبِالعَکسِ﴾یرزقون فیها بغیر حساب (۴۰) ﴿رزقا واسعا بلا تَبِعةٍ﴾ویقوم ما لی ادعوکم الی النجوة وتدعوننی الی النار (۴۱) تدعوننی لاکفر بالله واشرک به ما لیس لی به علم وانا ادعوکم الی العزیز ﴿الغَالِبِ علی اَمرِهٖ﴾الغفار (۴۲) ﴿لِمَن تابَ﴾لا جرم ﴿حَقًّا﴾انما تدعوننی الیه ﴿لِاَعبُدَهٗ﴾لیس له دعوة فی الدنیا ﴿اَی اِستِجابَةُ دَعوَةٍ﴾ولا فی الاخرة وان مردنا ﴿مَرجِعُنا﴾الی الله وان المسرفین ﴿الکافِرِینَ﴾هم اصحب النار (۴۳) فستذکرون ﴿اِذا عَایَنتُمُ العَذابَ﴾ما اقول لکم وافوض امری الی الله ط ان الله بصیر م بالعباد (۴۴) ﴿قال ذلک لِما تُوعِدُوهُ بِمُخَالِفَتِهٖ دِینِهِم﴾فوقه الله سیات ما مکروا ﴿بِهٖ مِنَ القَتلِ﴾وحاق ﴿نَزَلَ﴾بال فرعون ﴿قَومِهٖ معهٗ﴾سوء العذاب (۴۵) ﴿الغَرقُ ثُمَّ﴾النار یعرضون علیها ﴿یُحرقونَ بها﴾غدوا وعشیا ﴿صَباحا ومَساءً﴾ویوم تقوم الساعة قف ﴿یُقالُ﴾ادخلوا ﴿یا﴾ال فرعون ﴿وَفِی قِرائَةٍ بِفَتحِ الهَمزَةِ وَکَسرِ الْخَاءِ اَمرٌ لِلمَلٰٓئِکَةِ﴾اشد العذاب (۴۶) ﴿عَذابَ جَهنَّمَ﴾و ﴿اذکُر﴾اذ یتحاجون ﴿یَتَخاصَمُ الکُفَّارُ﴾فی النار فیقول الضعفؤا للذین استکبروا انا کنا لکم تبعا ﴿جَمعُ تَابِعٍ﴾فهل انتم مغنون ﴿دافِعونَ﴾عنا نصیبا ﴿جُزءً﴾من النار (۴۷) قال الذین استکبروا انا کل فیها ان الله قد حکم بین العباد (۴۸) ﴿فَادخَلَ المُومِنِینَ الجَنّةَ والکَافِرِینَ النارَ﴾وقال الذین فی النار لخزنة جهنم ادعوا ربکم یخفف عنا یوما ﴿اَی قَدرَ یومٍ﴾من العذاب (۴۹) قالوا ﴿اَیِ الخَزَنَةُ تَهَکُّما﴾اولم تک تأتیکم رسلکم بالبینت ط ﴿المُعجِزاتِ الظَّاهِراتِ﴾قالوا بلی ﴿اَی فَکَفَرنا بِهِم﴾قالوا فادعوا ج ﴿اَنتُم فَاِنَّا لا نَشفَعُ لِکافِرٍ قال تعالی﴾وما دعوا الکفرین الا فی ضلل (۵۰) ﴿اِنعِدامٍ﴾.

﴿ترجمہ﴾

اور وہ ایمان والا بولا اے میری قوم! میرے پیچھے چلو (اتبعون یاء کے اثبات وحذف کے ساتھ ہے) میں تمہیں بھلائی کی راہ بتاؤں (سبیل الرشاد کی وضاحت گزر چکی) اے میری قوم! یہ دنیا کا جینا تو کچھ برتنا ہی ہے (پھر یہ زائل ہو جائیگا، متاع بمعنی تمتع ہے) اور بیشک وہ پچھلا ہمیشہ رہنے کا گھر ہے جو برا کام کرے اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اتنا ہی اور جو اچھا کام کرے مرد خواہ عورت اور ہو مسلمان تو وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے (یدخلون کو یاء مضمومہ وخاء مفتوحہ کے ساتھ اور اس کے برعکس بھی پڑھا گیا ہے) وہاں بے گنتی رزق پائیں گے (یعنی بے مشقت وسیع رزق انہیں ملے گا) اے میری قوم! مجھے کیا ہوا میں تمہیں بلاتا ہوں نجات کی طرف اور تم مجھے بلاتے ہو دوزخ کی طرف مجھے اس طرف بلاتے ہو کہ اللہ کا انکار کروں اور ایسے کو اس کا شریک کروں جو

میرے علم میں نہیں اور میں تمہیں (اپنے امر پر) غلبہ رکھنے والے (توبہ کرنے والوں کو) بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں حق ہے (لاجرم بمعنی حقا ہے) کہ جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہوں (جس کی عبادت کی طرف تم مجھے بلاتے ہو) اسے بلانا کہیں کام کا نہیں نہ دنیا میں (یعنی یہ دنیا میں ان کا بدلہ کچھ مفید) اور نہ آخرت میں اور یہ ہمارا پھرنا اللہ کی طرف ہے (مردنا بمعنی مرجعنا ہے) اور یہ کہ حد سے گزرنے والے (یعنی کفر کرنے والے) ہی دوزخی ہیں تو عنقریب تم یاد کروگے (جب تم عذاب دیکھوگے) جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں......١...... بیشک اللہ بندوں کو دیکھتا ہے (آپ علیہ السلام کی ان کے دین کی مخالفت کرنے کے سبب جب انہوں نے آپ علیہ السلام کو دھمکی دی تو آپ علیہ السلام نے فرمایا اس وقت یہ) تو اللہ نے اسے بچالیا ان کے مکر کی برائیوں (یعنی قتل کیے جانے) سے اور نازل ہوا (حاق بمعنی نزل ہے) فرعون والوں پر (فرعون کے ساتھ اس کی قوم پر) برا عذاب (یعنی غرق ہونے کا عذاب) آگ جس پر صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں (یعنی انہیں آگ میں جلایا جاتا ہے......٢...... غدوا و عشیا کے معنی صبح وشام ہے) اور جس دن قیامت قائم ہوگی (ان سے کہا جائیگا) داخل ہوجاؤ (اے) فرعون والوں! (ایک قرائت میں ادخلوا ہمزہ مفتوحہ اور خاء مکسورہ کے ساتھ ہے، یہ حکم فرشتوں کے لیے ہوگا) سخت تر عذاب میں (یعنی عذاب جہنم میں......٣......) اور (یاد کرو) جب وہ (یعنی کفار) باہم جھگڑیں گے (یتحاجون بمعنی یتخاصم ہے) آگ میں تو کمزور ان سے کہیں گے جو بڑے بنتے تھے ہم تمہارے تابع تھے ("تبعا" تابع کی جمع ہے) تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ گھٹالو گے (مغنون بمعنی دافعون اور نصیبا بمعنی جزاء ہے) وہ تکبر والے بولے: ہم سب آگ میں ہیں بیشک اللہ بندوں میں فیصلہ فرماچکا (پس اس نے مسلمانوں کو جنت میں اور کافروں کو جہنم میں داخل فرمادیا) اور جو آگ میں ہیں اس کے داروغوں سے بولے اپنے رب سے دعا کرو ہم پر عذاب کا ایک دن (یعنی ایک دن کی مقدار) ہلکا کردے انہوں نے (جہنم کے داروغوں نے بطور تہکم ان سے) کہا کیا تمہارے پاس تمہارے رسول نشانیاں (یعنی ظاہر معجزات) نہ لاتے تھے؟ بولے کیوں نہیں (پس انہوں نے ان کے ساتھ کفر کیا) بولے تو تمہیں دعا کرو (ہم کافروں کی شفاعت نہیں کرتے، انتم ضمیر محذوف ہے، اللہ فرماتا ہے) اور کافروں کی دعا نہیں مگر معدوم (ضلل بمعنی انعدام ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وقال الذی امن یقوم اتبعون اهدکم سبیل الرشاد٥﴾.

و: عاطفہ، قال الذی امن: قول، یقوم: نداء، اتبعون: فعل امر با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، اهدکم: فعل با فاعل ومفعول، سبیل الرشاد: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر، ملکر مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿یقوم انما هذه الحیوة الدنیا متاع وان الاخرة هی دار القرار٥﴾.

یقوم: نداء، انما: حرف مشبہ وما کافہ، هذه: مبدل منہ، الحیوة الدنیا: بدل، ملکر مبتدا، متاع: خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ان الاخرة: حرف مشبہ واسم، هی دار القرار: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ معطوف، ملکر مقصود بالنداء، ملکر جملہ نداء۔

﴿من عمل سیئة فلا یجزی الا مثلها﴾.

من: شرطیہ مبتدا، عمل سیئة: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لا یجزی: فعل نفی مجہول نائب الفاعل، الا: اداۃ حصر، مثلها: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن عمل صلحا من ذکر او انثی وهو مومن فاولئک یدخلون الجنة یرزقون فیها بغیر حساب٥﴾.

و: عاطفہ، من: شرطیہ مبتدا، عمل: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، من: جار، ذکر: معطوف علیہ، او: عاطفہ، انثی: معطوف، ملکر مجرور، ملکر

ظرف مستقر حال اول،و: حالیہ،هو مبتدا،مومن: خبر،ملکر جملہ اسمیہ حال ثانی،ملکر فاعل،صلحا: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط،ف: جزائیہ،اولئک مبتدا،یدخلون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال،یرزقون فیھا: فعل مجہول ونائب الفاعل وظرف لغو،بغیر حساب: ظرف مستقر"رزقا"محذوف کی صفت،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ حال،ملکر فاعل،الجنة: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ویقوم ما لی ادعوکم الی النجوة وتدعوننی الی النار٥﴾.

و: عاطفہ،یقوم: نداء،ما: استفہامیہ مبتدا،لام: جار،ی: ضمیر ذوالحال،ادعوکم الی النجوة: جملہ فعلیہ حال،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقصود بالنداء،ملکر جملہ ندائیہ،و: عاطفہ،تدعوننی: فعل بافاعل ومفعول،الی النار: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل"ادعوکم"پر معطوف ہے۔

﴿تدعوننی لاکفر باللہ واشرک بہ ما لیس لی بہ علم﴾.

تدعوننی: فعل بافاعل ومفعول،لام: جار،اکفر باللہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،اشرک بہ: فعل بافاعل وظرف لغو،ما: موصولہ،لیس: فعل ناقص،بہ: ظرف مستقر خبر مقدم،علم: اسم مؤخر،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وانا ادعوکم الی العزیز الغفار٥﴾.

و: عاطفہ،انا مبتدا،ادعوکم: فعل بافاعل ومفعول،الی العزیز الغفار: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لاجرم انما تدعوننی الیہ لیس لہ دعوة فی الدنیا ولافی الاخرة﴾.

لا: نافیہ،جرم: فعل،ان: حرف مشبہ،ما: موصولہ،تدعوننی الیہ: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر اسم،لیس: فعل ناقص،لہ: ظرف مستقر خبر مقدم،دعوة: موصوف،فی الدنیا: جار مجرور معطوف علیہ،و: عاطفہ،لا: نافیہ،فی الاخرة: جار مجرور معطوف،ملکر ظرف مستقر صفت،ملکر اسم مؤخر،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وان مردنا الی اللہ وان المسرفین اصحب النار٥﴾. و: عاطفہ،ان: حرف مشبہ،مردنا: اسم،الی اللہ: ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،ان المسرفین: حرف مشبہ واسم،ھم اصحب النار: جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف،ملکر ماقبل"انما تدعوننی"پر معطوف ہے۔

﴿فستذکرون ما اقول لکم وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد٥﴾.

ف: فصیحیہ،ستذکرون: فعل بافاعل،ما: موصولہ،اقول لکم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،افوض امری الی اللہ: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،ان اللہ: حرف مشبہ واسم،بصیر بالعباد: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فوقہ اللہ سیات ما مکروا وحاق بال فرعون سوء العذاب٥﴾.

ف: عاطفہ،وقہ اللہ: فعل ومفعول وفاعل،سیات ما مکروا: مفعول ثانی،ملکر جملہ فعلیہ،و: عاطفہ،حاق: فعل،بال فرعون: ظرف لغو،سوء العذاب: فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿النار یعرضون علیھا غدوا وعشیا﴾.

النار: مبتدا،یعرضون علیھا: فعل مجہول بانائب الفاعل وظرف لغو،غدوا: معطوف علیہ،و: عاطفہ،عشیا: معطوف،ملکر ظرف،ملکر

جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ویوم تقوم الساعة ادخلوا ال فرعون اشد العذابo﴾.

و: عاطفہ، یوم: مضاف، تقوم الساعة: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف مقدم، ادخلوا: فعل امر بافاعل، ال فرعون: مفعول اول، اشد العذاب: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واذ یتحاجون فی النار فیقول الضعفوا للذین استکبروا انا کنا لکم تبعا﴾.

و: مستانفہ، اذ: مضاف، یتحاجون فی النار: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ، ف: عاطفہ تفریعیہ، یقول الضعفوا: فعل وفاعل، للذین استکبروا: متعلق، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر قول، انا: حرف مشبہ واسم، کنا: فعل ناقص بااسم، لکم: ظرف مستقر حال مقدم، تبعا: ذوالحال، ملکر خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فهل انتم مغنون عنا نصیبا من النارo﴾.

ف: عاطفہ، ھل: حرف استفہام، انتم: مبتدا، مغنون: اسم فاعل بافاعل، عنا: ظرف لغو، نصیبا: موصوف، من النار: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر شبہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قال الذین استکبروا انا کل فیها ان الله قد حکم بین العبادo﴾.

قال الذین استکبروا: قول، انا: حرف مشبہ واسم، کل فیها: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول، ان الله: حرف مشبہ واسم، قد حکم بین العباد: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿وقال الذین فی النار لخزنة جهنم ادعوا ربکم یخفف عنا یوما من العذابo﴾.

و: عاطفہ، قال: فعل، الذین فی النار: موصول صلہ، ملکر فاعل، لخزنة جهنم: متعلق، ملکر جملہ فعلیہ قول، ادعوا ربکم: فعل امر بافاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ، یخفف عنا یوما: فعل بافاعل وظرف لغو وظرف، من العذاب: ظرف مستقر "شیئا" موصوف محذوف کی صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا اولم تک تاتیکم رسلکم بالبینت﴾.

قالوا: قول، ھمزہ: حرف استفہام، و: عاطفہ معطوف علی محذوف "الم تنتموا عن هذا" لم تک: فعل ناقص نفی بااسم، تاتیکم: فعل ومفعول، رسلکم: فاعل، بالبینت: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا بلی قالوا فادعوا ومادعوا الکفرین الا فی ضللo﴾.

قالوا: فعل بافاعل، بلی: حرف جواب مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، قالوا: قول، ف: فصیحیہ، ادعوا: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ، ما: نافیہ، دعوا الکفرین: مبتدا، الا: اداۃ حصر، فی ضلل: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

تفویض الی اللہ عزوجل کے معنی و مشمولات:

۱......امام راغب اصفہانی کہتے ہیں فــوض کے معنی ہیں: ''جس کی جانب ارادہ کیا جائے یا جس کی جانب کام کو پھیرا جائے''۔اسی سے شرکت مفاوضہ ہے۔اس کی صورت یہ ہے کہ دو شخص باہم یہ کہیں کہ ہم نے شرکت مفاوضہ کی اور ہم کو اختیار ہے کہ

یکجائی خرید وفروخت کریں، یا علیحدہ علیحدہ، نقد بیچیں یا ادھار، اور ہر ایک اپنی رائے سے عمل کرے گا اور جو کچھ نفع نقصان ہوگا اُس میں دونوں برابر شریک ہونگے۔ (بہار شریعت مخرجہ، شرکت کا باب، حصہ: دھم، ج۲، ص ۴۹۱ وغیرہ)(المفردات، ص ۳۸۹)

علامہ قرطبی کہتے ہیں:

یعنی میں اُسی پر توکل کرتا ہوں اور اپنے کام اسی کی جانب سپرد کردیتا ہوں، ایک قول یہ کیا گیا کہ اس قول میں دلیل ہے کہ قوم فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ مقاتل کہتے ہیں: مومن شخص قوم فرعون سے بچ کر پہاڑ کی جانب بھاگا اور ان کے قابو میں نہ آیا۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس قول کے قائل حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ظاہر قول یہ ہے کہ اس قول کا قائل آل فرعون میں سے مومن شخص ہے اور یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ (القرطبی، الجزء: ۲٤، ص ۲۷۸)

☆......ضمضم بن جوس الیمانی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے یمانی! کسی شخص سے یہ ہرگز نہ کہنا کہ اللہ عزوجل کی قسم! تجھے اللہ نہیں بخشے گا اور نہ یہ کہنا کہ اللہ عزوجل تجھے کبھی جنت میں داخل نہیں کرے گا، میں نے کہا: اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ! ہمارا ایک ساتھی جب اپنے بھائی پر غضب ناک ہوتا ہے تو اس سے یہ کہتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نہ کہنا، کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو شخص تھے، ان میں سے ایک عبادت میں بہت کوشش کرتا تھا اور دوسرا اپنے نفس پر بہت زیادتی کرتا تھا، عبادت میں کوشش کرنے والا اپنے بھائی کو ہمیشہ گناہوں پر ملامت کرتا رہتا تھا اور کہتا تھا کہ تم گناہ کم کیا کرو اور وہ کہتا تھا کہ تم مجھے میرے رب کے ساتھ چھوڑ دو، کیا تم میرے نگہبان مقرر کیے گئے ہو؟ ایک دن اس عبادت گزار نے اپنے بھائی کو ایک گناہ کرتے ہوئے دیکھا جو اس کے نزدیک بہت بڑا گناہ تھا، اس نے اپنے بھائی سے کہا: تم پر افسوس ہے، گناہ کم کرو، اس کے بھائی نے کہا: مجھے میرے رب کے ساتھ چھوڑ دو، کیا تم میرے ذمہ دار ہو؟ اس عبادت گزار نے کہا: اللہ کی قسم! تجھے اللہ نہیں بخشے گا، یا کہا: اللہ تجھے کبھی جنت میں داخل نہیں کرے گا، پھر اللہ نے ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا جس نے دونوں کی روحوں کو قبض کرلیا، وہ دونوں رب العالمین کے سامنے حاضر ہوئے، اللہ نے اس عابد سے فرمایا: کیا تجھ کو میرے فیصلے کا علم تھا یا میرے قبضہ اور تصرف میں جو کچھ ہے تو اس پر قادر تھا اور اس گناہگار سے فرمایا: جا میری رحمت سے جنت میں داخل ہوجا اور اس دوسرے شخص کے متعلق فرمایا: اس کو دوزخ میں لے جاؤ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اس عابد نے ایسی بات کہی تھی جس سے اس نے اپنی دنیا اور آخرت دونوں برباد کرلی۔ (سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب: فی النهی عن البغی، رقم: ٤٩٠١، ص ٩١٧)

فرعونیوں کے لئے عذاب قبر کا بیان:

☆......ھذیل بن شرحبیل نے کہا: آل فرعون کی روحیں کالے پرندے کے پوٹوں میں صبح وشام دوزخ میں پیش کی جاتی ہیں، اسی طرح شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں سیر کرتی ہیں اور مسلمانوں کے بچوں کی روحیں جو بالغ نہ ہوئے ہوں چڑیوں کے پیٹوں میں جنت میں سیر کرتے اور چارا چگتے ہیں۔

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دن ورات میں دو مرتبہ فریادی فریاد کرتے ہیں، اور آل فرعون کو آگ پر پیش کیا جاتا جس میں نہ تو کوئی ان کی آواز سن سکتا ہے سوائے اس کے کہ اللہ عزوجل کی پناہ مانگے۔

☆......ابن ابی دنیا نے اپنی کتاب ''من عاش بعد الموت'' میں اپنے اور ابن جریر نے اوزاعی سے روایت کی ہے، ان سے ایک شخص نے سوال کیا: اے ابو عمرو میں سیاہ پرندے کو دیکھتا ہوں جو کہ سمندر سے فوج در فوج نکلتے ہیں جس کی گنتی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جب رات ہوتی ہے تو اسی کی مثل سفید پرندے نکلتے ہیں؟ ابو عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم اس کا ادراک رکھتے ہو؟ اُس نے کہا: ہاں!، ابو

عمرو نے کہا: ان پرندوں میں آلِ فرعون کی روحیں بند ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿یعرضون علیھا غدوا وعشیا(مومن:۴۶)﴾ پس وہ پرندے اپنے گھونسلے میں لوٹ جاتے ہیں اوران کے پر جل کر سیاہ ہوجاتے ہیں اور پھر ان پر نئے سفید پر اُگ جاتے ہیں اور پھر اُسی طرح سیاہ ہوجاتے ہیں، پھر یہ پرندے آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور پھر اپنے گھونسلوں میں لوٹتے ہیں، پس جب قیامت کا دن ہوگا توان سے کہا جائے گا: ﴿ادخلوا آل فرعون اشد العذاب﴾۔ (الدرالمنثور، ج۵، ص۶۵۹ وغیرہ)

عذاب قبر کے برحق ہونے پر قرآن وحدیث واقوالِ علماءِ علمِ کلام:

☆......متذکرہ آیت پاک سے ہمارے علماء ومشائخ نے عذاب قبر برحق ہونے پر استدلال کیا ہے، کیونکہ آیت متذکرہ میں صبح وشام کی صراحت ہے جو کہ دن کے دو اطراف ہیں، پس ثابت ہوا کہ عذاب قبر دائمی ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ممّا خطیئٰتھم اُغرقوا فادخلوا نارا اپنی کیسی خطاؤں پر ڈبوئے گئے پھر آگ میں داخل کئے گئے(نوح:۲۵)﴾۔ مفسرین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ جو عذاب قومِ نوح کو غرق ہونے کے بعد ہوگا وہی عذابِ قبر ہے اور قبر کے معاملے کو عالم برزخ کہتے ہیں لہٰذا یہاں مراد ہے کیونکہ قیامت کے عذاب کا معاملہ تو بہت بعد کا ہے جو کہ یہاں مراد نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں(ابراہیم:۲۷)﴾۔ سید عالم ﷺ نے اس آیت کو بھی عذاب قبر سے متعلق بیان کیا ہے۔

☆......سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ یہود کی بوڑھی عورتوں میں سے دو عورتیں میرے پاس آئیں، وہ کہنے لگیں کہ قبر والوں کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے، میں نے ان کی تکذیب کی اوران کی تصدیق کرنے کو اچھا نہیں جانا، وہ چلی گئیں اور سید عالم ﷺ تشریف لائے، میں نے آپ سے آنے والی بوڑھی عورتوں کے بارے میں عرض کیا، سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''ان دونوں نے سچ کہا، قبر والوں کو اتنا عذاب دیا جائے گا کہ اس کو تمام جانور سُنیں گے''، پھر میں نے دیکھا کہ آپ جب بھی نماز پڑھتے تو عذابِ قبر سے پناہ مانگتے۔ (صحیح البخاری، کتاب الکسوف، باب:التعوذ من عذاب القبر، رقم: ۱۰۴۹، ۶۳۶۶، ص۱۶۹)

امام ابن حجر عسقلانی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس سے پہلے سید عالم ﷺ کو معلوم نہیں تھا کہ مومنین کو بھی عذاب قبر ہوگا، صرف یہود کے لئے عذاب قبر کی وحی آئی تھی۔ بعد میں سید عالم ﷺ کو مزید بذریعہ وحی اطلاع دی گئی، پس آپ نے عذاب قبر سے پناہ مانگی۔

(فتح الباری، کتاب الکسوف، باب:التعوذ من عذاب القبر، رقم ۱۰۴۹، ج۲، ص۶۸۳)

☆......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آقائے دوجہاں سید عالم ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے: ''اے اللہ! میں عاجزی سے، سُستی سے، بزدلی سے، بڑھاپے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور زندگی وموت کے فتنہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں''۔ (صحیح البخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب:ما یتعوذ من الجبن، رقم: ۲۸۲۳، ۶۳۶۷، ص۴۶۸)

☆......حضرت ام خالد بنت خالد بیان کرتی ہیں کہ میں نے سُنا نبی کریم ﷺ عذاب قبر سے پناہ طلب کررہے تھے۔

(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب:التعوذ من عذاب القبر، رقم: ۶۳۶۴، ص۱۱۰۶)

☆......حضرت سعد پانچ کلمات پڑھنے کا حکم دیتے تھے اوران پانچ کلمات کو سید عالم ﷺ سے روایت کرتے تھے جو کہ یہ ہیں: (۱)...... اے اللہ! میں بخل سے تیری پناہ میں آتا ہوں، (۲)......اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، (۳)......اے اللہ! میں ارزل عمر (ڈھیٹ بڑھاپے) سے تیری پناہ مانگتا ہوں، (۴)......اے اللہ! میں فتنۂ دجال سے تیری پناہ مانگتا ہوں، (۵)......اے اللہ!

میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ (صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب: ما یتعوذ من الجبن، رقم: ۲۸۲۲، ص ٤٦٧)

☆...... حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب بندہ کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ پھیر کر چلے جاتے ہیں تو وہ لوگوں کے جوتوں کی آواز سنتا ہے، اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھا دیتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ تم اس شخص (سید عالم ﷺ) کے متعلق کیا کہتے تھے؟ وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، پھر اس سے کہا جاتا ہے: دیکھو اپنے دوزخ کے ٹھکانے کو، اللہ نے اس کو تمہارے لئے جنت کے ٹھکانے سے تبدیل کر دیا ہے'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''وہ اپنے دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا اور رہا کافر یا منافق تو وہ کہتا ہے: میں نہیں جانتا، میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، اس سے کہا جائے گا: تم نے نہ کچھ جانا نہ کہا، پھر اس کو دو کانوں کے درمیان ہتھوڑے سے ضرب لگائی جاتی ہے جس سے وہ چیخ مارتا ہے اور جن وانس کے علاوہ سب اس کی چیخ سنتے ہیں''۔ (صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب: المیت یسمع خفق النعال، رقم: ۱۳۳۸، ص ۲۱۳)

☆...... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''﴿یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں (ابراھیم: ۲۷)﴾ عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی، اس سے پوچھا جائے گا: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا رب اللہ عزوجل ہے اور میرے نبی سید عالم ﷺ ہیں''۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها، رقم: (۷۱۱۳)/۲۸۷۱، ص ۱٤۰٦)

☆...... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سید عالم ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں گئے، ہم قبر تک پہنچے، جب لحد بنائی گئی تو سید عالم ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں، آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی جس کے ساتھ آپ ﷺ زمین کرید رہے تھے، آپ نے اپنا سر اقدس اٹھا کر دو یا تین بار فرمایا: ''عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو'' اور فرمایا: ''جب لوگ پیٹھ پھیر کر جائیں گے تو یہ ضرور ان کی جوتیوں کی آواز سنے گا، جب اس سے یہ کہا جائے گا: اے شخص! تیرا رب کون ہے؟ اور تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ ہناد نے کہا: اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے اور اس کو بٹھا دیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے: وہ کہے گا: میرا رب اللہ ہے، پھر وہ کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: میرا دین اسلام ہے، پھر وہ کہیں گے: وہ شخص کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: وہ رسول اللہ ﷺ ہیں، پھر وہ کہیں گے: تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہے گا: میں نے کتاب پڑھی، میں اس پر ایمان لایا اور میں نے اس کی تصدیق کی اور یہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے مطابق ہے: ﴿یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں (ابراھیم: ۲۷)﴾۔ پھر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا، اس کے لئے جنت سے فرش بچھا دو اور جنت سے لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو، پھر اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور جنت کی خوشبو آئے گی اور اس کی منتہائے بصر تک اس کی قبر کھول دی جائے گی، پھر آپ ﷺ نے کافر کی موت کا ذکر کیا اور فرمایا: اس کے جسم میں اس کی روح لوٹائی جائے گی اور اس کے پاس دو فرشتے آ کر اس کو بٹھائیں گے اور اس سے کہیں گے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: افسوس میں نہیں جانتا، پھر وہ اس سے کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: افسوس میں نہیں جانتا، پھر یہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: افسوس میں نہیں جانتا، پھر آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا: اس نے جھوٹ بولا، اس کے لئے دوزخ سے فرش بچھا دو اور اس کو دوزخ کی گرم ہوائیں آئیں گی اور اس پر اس کی قبر تنگ کر دی جائے گی حتی کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں ٹوٹ پھوٹ کر دوسری جانب مل جائیں گی، پھر اس پر ایک اندھا اور گونگا مسلط کر دیا جائے گا جس کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہوگا جس کی ضرب اگر پہاڑ پر لگائی جائے تو وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے، پھر وہ گرز اس پر مارے گا جس سے وہ

کا فرچیخ مارے گا جس کو جن وانس کے سواسب سنیں گے اور وہ کا فرمٹی ہو جائے گا اور اس میں دوبارہ روح ڈال دی جائے گی"۔

(سنن ابوداؤد، کتاب السنة،باب: فی المسألة فی القبر وعذاب القبر، رقم:۴۷۵۳،ص ۸۹۰)

☆......حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب میت دفن کر کے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ اس کی قبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: اس کے لئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ اب اس سے سوال کیا جائے گا"۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الجنائز،باب: الاستغفار عند القبر للمیت، رقم:۳۲۲۱،ص ۶۱۴)

☆......حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آزاد کردہ غلام ہانی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگ جاتی، آپ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اور قبر کو یاد کر کے روتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: "قبر آخرت کی منازل میں سے سب سے پہلی منزل ہے، اگر انسان کو اس منزل سے نجات مل جائے تو اس کے بعد کی منازل آسان ہوتی ہیں اور اگر اس منزل میں نجات نہ ہو تو بعد کی منازل دشوار ہوتی ہیں"۔ اور میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "میں نے قبر سے زیادہ ڈراؤنا اور وحشت ناک منظر اور کوئی نہیں دیکھا"، یہ حدیث حسن ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب الزھد،باب: ماجاء ذکر الموت، رقم:۲۳۱۵،ص ۶۷۲)

☆......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رو نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں، وہ کہیں گے کہ تم اس شخص کے متعلق کیا کہتے تھے؟ پس وہ شخص کہے گا: جو وہ زندگی میں کہتا تھا، وہ اللہ ﷻ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، وہ فرشتے کہیں گے کہ ہم کو معلوم تھا کہ تم یہی کہو گے، پھر اس کی قبر میں ستر ہاتھ در ستر ہاتھ وسعت کر دی جائے گی، پھر اس کی قبر منور کر دی جائے گی، پھر اس سے کہا جائے گا: سو جاؤ، وہ کہے گا: میں اپنے گھر جا کر گھر والوں کو اس کی خبر دوں، فرشتے کہیں گے: تم اس دلہن کی طرح سو جاؤ جس کو وہی شخص بیدار کرتا ہے جو اس کو گھر والوں میں سب سے زیادہ محبوب ہوتا ہے حتی کہ اللہ ﷻ اُسے اُس کی قبر سے اُٹھائے گا اور اگر وہ منافق ہو تو وہ کہے گا: میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے ہوئے سنا تو میں نے بھی اس کی مثل کہہ دیا، مجھے کچھ علم نہیں، فرشتے کہیں گے: ہم کو معلوم تھا کہ تم یہی کہو گے، پھر زمین سے کہا جائے گا: اس کو دباؤ، زمین اس کو دبائے گی تو اس کی پسلیاں ایک دوسرے کی طرف نکل جائیں گی، پھر اس کو مسلسل عذاب ہوتا رہے گا حتی کہ اللہ ﷻ اس کو اس کی قبر سے اٹھائے گا"۔

(سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب: ما جاء فی عذاب القبر، رقم: ۱۰۷۳، ص ۳۲۵)

النبراس میں ہے:

(وعذاب القبر) سے مراد وہ عذاب ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے سے پہلے ہوگا، چاہے کہ میت قبر میں مدفون ہو یا نہیں، عذاب کی اضافت قبر کی طرف غلبہ کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ (للکافرین) صحیح یہ ہے کہ کافروں کا عذاب قیامت تک منقطع نہیں ہوگا جیسا کہ احادیث اس پر شاہد ہیں اور امام نسفی نے "بحر الکلام" میں لکھا ہے کہ شب جمعہ و روز جمعہ اور ماہِ رمضان میں کافروں سے عذاب کو اٹھا لیا جائے گا۔ (ولبعض عصاة المومنین) امام نسفی نے "بحر الکلام" میں لکھا ہے کہ گناہگار مومن کو اس کی قبر میں عذاب دیا جائے گا لیکن روزِ جمعہ و شب جمعہ اُسے عذاب نہ دیا جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ سید عالم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام سے خواب میں دکھائے جانے والے اس شخص کے بارے میں سوال کیا "جس کا سر پتھر سے زخمی کیا جا رہا تھا"، ان دونوں مبارک فرشتوں نے جواب دیا کہ "یہ وہ شخص تھا جو قرآن تو پڑھتا تھا لیکن نمازِ فرض میں سویا رہتا تھا" پس اس کے ساتھ قیامت تک

یہی ہوتا رہے گا،اس حدیث کوامام بخاری نے روایت کیا ہے۔(محص البعض منهم من لا يريد الله تعذيبه فلا يعذب)ان میں شہداء شامل ہیں،پس مقداد بن معد یکرب سے روایت ہے کہ سید عالمﷺ نے فرمایا:''شہداء کے لئے اللہ کی پاک بارگاہ سے چھ خصلتیں ہیں:اس کی مغفرت خون بہتے ہی کردی جائے گی،وہ اپنا ٹھکانہ جنت میں دیکھ لے گا،اُسے عذاب قبر سے نجات دی جائے گی......''،اس حدیث کوامام ترمذی نے نقل کیا ہے۔خالد بن عرفطہ سے مرفوع روایت ہے کہ جوشخص پیٹ کے مرض کی وجہ سے مرجائے اُسے عذاب قبر نہ دیا جائے گا''،اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:''جو شخص جمعہ کے دن مرجائے وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا''اسے ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:''جس نے روزانہ رات سورۂ ملک کی تلاوت کی اس سے عذاب قبر روک دیا جائے گا''اسے امام نسائی نے روایت کیا ہے۔ (النبراس، مبحث :عذاب القبر، ص ۲۰۵)

اغراض:

تمتع يزول: یعنی دنیا کا نفع تھوڑی دیر کا ہے جس میں بقا نہیں۔**بلا تبعة**: یعنی جنتیوں کو بغیر مال لئے رزق بے بہا دیا جائے گا،اور وہ بغیر کسی تنگی کے نعمتوں سے مستفیض ہوتے رہیں گے،وہ نعمتیں کدورتوں سے پاک ہونگی جسے اللہ نے جنتیوں کے لئے اپنے خاص احسان وکرامت کی وجہ سے بنایا ہے۔

ای استجابة دعوة: یعنی دنیا وآخرت میں کوئی سفارشی نہ ہو،اور ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ مجھے میرے رب نے بتوں کی عبادت کی دعوت نہیں دی اس لئے کہ بُت نہ تو اپنے رب ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور نہ ہی اس بات کا کہ اِنکو پوجا جائے اور آخرت میں اپنی عبادت کرنے والوں سے بیزار بھی ہونگے۔**توعدوه**:پس حضرت موسی علیہ السلام پہاڑ کی جانب بھاگے،فرعون بھی ایک ہزار کے لشکر کے ساتھ قتل کرنے کے ارادے سے پیچھے ہوا،پس اُس نے حضرت موسی علیہ السلام کو نماز کی حالت میں دیکھ لیا اور وحشی (درندے) ان کے گرد صف بصف کھڑے تھے،بعض درندوں نے فرعونی لشکر کو کھالیا اور بعض فرعونی بھاگ نکلے،پس فرعون نے انہیں قتل کردیا۔

ای قدر يوم: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ کافر کے لئے جہنم میں دن ورات کچھ نہ ہوگی۔

فانا لا نشفع لكافر: یعنی ان کا جہنم میں ہمیشہ رہنا،کیونکہ ان کے حق میں کوئی سفارش قابل قبول نہیں۔

(الصاوی، ج۵، ص۱۸۸ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۱

﴿انا لننصر رسلنا والذين امنوا في الحيوة الدنيا ويوم يقوم الاشهاد (۵۱)﴾جَمعُ شَاهِدٍ وَهُمُ المَلائِكَةُ يَشهَدونَ لِلرُّسُلِ بِالبَلاغِ وعلى الكُفارِ بِالتَّكذِيبِ ﴿يوم لا ينفع﴾بالتاءِ والياءِ﴿الظلمين معذرتهم﴾عُذرُهم لَو اِعتَذَرُوا ﴿ولهم اللعنة﴾اَى البُعدُ مِنَ الرَّحمةِ ﴿ولهم سوء الدار (۵۲)﴾الْاٰخِرةِ اَى شِدَّةُ عَذابِها ﴿ولقد اتينا موسى الهدى﴾التَوراةِ والمُعجِزاتِ﴿واورثنا بني اسرائيل﴾مِن بَعدِ موسى﴿الكتب (۵۳)﴾التَّوراةَ﴿هدى﴾هادِيا﴿وذكرى لاولي الالباب (۵۴)﴾تَذكِرَةً لِاَصحابِ العُقولِ﴿فاصبر﴾يامُحمدُ﴿ان وعد الله﴾بِنَصرِ اَولِيائِه﴿حق﴾وانتَ وَمَن تَبِعَكَ مِنهم﴿واستغفر لذنبك﴾لِيُستَنَّ بِكَ﴿وسبح﴾صَلِّ مُتَلَبِّسا﴿بحمد ربك بالعشي﴾هُوَ مِن بَعدِ الزَّوالِ﴿والابكار (۵۵)﴾الصَّلَواتِ الخَمسِ﴿ان الذين يجادلون في ايت الله﴾القرانَ﴿بغير

سلطن﴿بُرھانٍ﴿اتھم ان﴿ما﴿فی صدورھم الا کبر﴿تکبُّرٌ وطمعٌ اَن یَعلُوا علیکَ﴿ما ھم ببالغیہ ج فاستعذ باللہ﴿مِن شَرِّھم﴿انہ ھو السمیع﴿لاقوالِھم﴿البصیر (۵۶)﴿باحوالِھم وَنَزل فی مُنکِری البَعثِ﴿لخلق السموت والارض﴿اِبتِداءً﴿اکبر من خلق الناس﴿مَرَّۃً ثانیۃً وھی الاِعَادَۃُ﴿ولکن اکثر الناس﴿اَی الکُفارِ﴿لا یعلمون (۵۷)﴿ذالکَ فَھم کَالاَعمٰی ومَن یَعلَمُہٗ کَالبَصِیرِ﴿وما یستوی الاعمی والبصیر﴿لا﴿والذین امنوا وعملوا الصلحت﴿ھُوَ المُحسِنُ﴿ولا المسیءُ ط﴿فیہِ زِیادَۃُ لا﴿قلیلا ما تتذکرون (۵۸)﴿یَتَّعِظُونَ بِالیاءِ والتاءِ اَی تَذَکُّرُھم قَلیلٌ جِدا﴿ان الساعۃ لاتیۃ لاریب﴿شکَّ﴿فیھا ولکن اکثر الناس لا یومنون (۵۹)﴿بھا﴿وقال ربکم ادعونی استجب لکم ط﴿اَی اُعبُدُونِی اُثِبکُم بِقَرِینَۃِ مَا بَعدَہٗ﴿ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون﴿بفَتحِ الیاءِ وَضَمِّ الخَاءِ وَبِالعَکسِ﴿جھنم داخرین (۶۰)﴿صَاغِرِینَ.

﴿ترجمہ﴾

بیشک ضرور ہم اپنے رسولوں کی مدد کریں گے اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے......۱......("اشھاد" شاھد کی جمع ہے یہاں مراد اس سے فرشتے ہیں جو رسولوں کے حق میں احکامِ الٰہیہ پہنچا دینے اور کفار کے خلاف تکذیبِ انبیاء کی گواہی دیں گے) جس دن کچھ کام نہ دیں گے (ینفع علامت مضارع تاء اور یاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) کافروں کو ان کے بہانے (اگر وہ عذر کریں تب بھی، معذرتھم بمعنی عذرھم ہے) اور ان کے لیے لعنت ہے......۲...... (یعنی رحمت خداوندی سے دوری ہے) اور ان کے لیے (آخرت کا) برا گھر (یعنی آخرت کا شدید عذاب ہے) اور بیشک ہم نے موسیٰ کو رہنمائی عطا فرمائی (یعنی تورات اور معجزات) اور (موسیٰ علیہ السلام کے بعد) نبی اسرائیل کو کتاب کا وارث کیا (یعنی توریت کا) ہدایت دینے والی (ھدی بمعنی ھادیا ہے) اور نصیحت عقلمندوں کے لیے (ذکری بمعنی تذکیر اور اولوا الالباب بمعنی اصحاب العقول ہے، اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ (اپنے اولیاء کی مدد فرمانے کا) سچا ہے (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین بھی اللہ کے دوستوں میں سے ہیں......۳......) اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو (تا کہ اس امر میں تمہاری اقتداء کی جا سکے......۴......) اور پاکی بولو (یعنی نماز پڑھو، سبح بمعنی صلی ہے) اپنے رب کی حمد کے ساتھ صبح (یعنی زوال کے بعد معنی یہ ہے کہ نماز پڑھو اپنے رب تعالیٰ کی حمد کی ساتھ) اور شام، وہ جو اللہ کی آیتوں (یعنی قرآن پاک) میں جھگڑا کرتے ہیں بے کسی سند کے جو انہیں ملی ہو (سلطان بمعنی دلیل ہے) نہیں (ان بمعنی ما نافیہ ہے) ان کے دلوں میں مگر ایک بڑائی (یعنی تکبر اور طمع کہ کسی طرح وہ تم پر فوقیت حاصل کرلیں) جسے نہ پہنچیں گے تو تم پناہ مانگو (ان کے شر سے......۵......) اللہ کی بیشک وہی سننے والا ہے (ان کے اقوال کو) اور دیکھنے والا ہے (ان کے اقوال کو، اگلی آیت منکرین حشر ونشر کے بارے میں نازل ہوئی ہے) بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش (یعنی انہیں ابتداء بنانا) آدمیوں کی پیدائش سے بہت بڑی ہے (یعنی آدمیوں کو دوسری بار بنانا یعنی انہیں دوبارہ زندہ کرنے سے بڑا معاملہ ہے تمہارے گمان کے مطابق) لیکن بہت لوگ (یعنی کفار مکہ) نہیں جانتے (اس بات کو تو یہ لوگ اندھوں کی طرح ہیں اور جو اس بات کو جانتے ہیں گویا کہ وہ انکھیارے ہیں) اور اندھا اور انکھیارا برابر نہیں اور (نہ) وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور بدکار (ولا المسیء میں لا زائدہ ہے) کتنا کم دھیان کرتے ہو (یعنی تمہارا دھیان کرنا کتنا کم ہے، یتذکرون بمعنی تیعظون ہے، یہ علامت مضارع یاء

اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) بیشک قیامت ضرور آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں (ریب کے معنی شک ہے) لیکن بہت لوگ (اس پر) ایمان نہیں لاتے اور تمہارے رب نے فرمایا: مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا (یعنی میری عبادت کرو میں تمہیں ثواب دونگا اس کے معنی پر مابعد قرینہ دلالت کر رہا ہے) بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب جائیں گے (یدخلون کو یاء مفتوحہ اور خاء مضمومہ کے ساتھ اور بالعکس بھی پڑھا گیا ہے) جہنم میں ذلیل ہوکر (داخرین بمعنی صاغرین ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد ٥ یوم لا ینفع الظلمین معذرتھم﴾.

انا: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، ننصر فعل بافاعل، رسلنا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، الذین امنوا: موصول صلہ ملکر معطوف، ملکر مفعول، فی الحیوۃ الدنیا: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، یوم یقوم الاشھاد: مرکب اضافی مبدل منہ، یوم: مضاف، لاینفع الظلمین معذرتھم: جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر بدل، ملکر معطوف، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولھم اللعنۃ ولھم سوء الدار ٥ ولقد اتینا موسی الھدی واورثنا بنی اسراءیل الکتب ٥ ھدی وذکری لاولی الالباب ٥﴾.

و: عاطفہ، لھم ظرف مستقر خبر مقدم، اللعنۃ: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لھم ظرف مستقر خبر مقدم، سوء الدار: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: مستانفہ، لام قسمیہ، قد تحقیقیہ، اتینا: فعل بافاعل، موسی: مفعول اول، الھدی: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، اورثنا فعل بافاعل، بنی اسراءیل: مفعول اول، الکتب: مفعول ثانی، ھدی: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ذکری لاولی الالباب: شبہ جملہ معطوف، ملکر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿فاصبر ان وعد اللہ حق واستغفر لذنبک﴾.

ف: فصیحیہ، اصبر: فعل امر بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، استغفر لذنبک: فعل امر بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "ان عرفت ھذہ الحقیقۃ الثابتۃ" کی جزاء، ملکر جملہ شرطیہ، ان وعد اللہ: حرف مشبہ واسم، حق خبر، ملکر جملہ اسمیہ معترضہ۔

﴿وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار ٥﴾.

و: عاطفہ، سبح: فعل امر انت ضمیر مستتر ذوالحال، بحمد ربک: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، بالعشی والابکار: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "اصبر" پر معطوف ہے۔

﴿ان الذین یجادلون فی ایت اللہ بغیر سلطن اتھم ان فی صدورھم الا کبر ما ھم ببالغیہ﴾.

ان: حرف مشبہ، الذین: موصول، یجادلون: فعل بافاعل، فی: جار، ایت اللہ: ذوالحال، ب: جار، غیر: مضاف، سلطن: موصوف، اتھم: جملہ فعلیہ صفت، ملکر مضاف الیہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر اسم، ان: نافیہ، فی صدورھم ظرف مستقر خبر مقدم، الا: اداۃ حصر، کبر: موصوف، ما: مشابہ بلیس، ھم: اسم، ب: زائد، بالغیہ: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر صفت، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاستعذ باللہ انہ ھو السمیع البصیر ٥﴾.

ف: فصیحیہ، استعذباللہ:فعل امر بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ، انہ:حرف مشبہ واسم، ھوالسمیع البصیر: جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لخلق السموت والارض اکبر من خلق الناس ولکن اکثر الناس لا یعلمون۝﴾.

لام: تاکیدیہ،خلق السموت والارض: مبتدا،اکبر من خلق الناس: شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،لکن:حرف مشبہ،اکثر الناس:اسم،لایعلمون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما یستوی الاعمی والبصیر والذین امنوا وعملوا الصلحت ولا المسیء قلیلا ما تتذکرون۝﴾.

و:عاطفہ،ما یستوی:فعل نفی،الاعمی:معطوف علیہ،و:عاطفہ،البصیر:معطوف اول،و:عاطفہ،الذین امنوا وعملوا الصلحت: موصول صلہ،ملکر معطوف ثانی،و:عاطفہ،لا:نافیہ،المسیء:معطوف ثالث،ملکر فاعل،ملکر جملہ فعلیہ،قلیلا:مفعول مطلق مقدم،ما:زائدہ،تتذکرون:فعل بافاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ان الساعة لاتیة لاریب فیھا ولکن اکثر الناس لا یومنون۝﴾.

ان الساعة: حرف مشبہ واسم،لام:تاکیدیہ،اتیة:خبر اول،لا:نفی جنس،ریب:اسم،فیھا:ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ خبر ثانی،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،لکن اکثر الناس:حرف مشبہ واسم،لایومنون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین۝﴾.

و: مستانفہ،قال ربکم:قول،ادعونی:فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ،استجب لکم:فعل بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ جواب امر،ملکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،ان:حرف مشبہ،الذین:موصول،یستکبرون عن عبادتی: جملہ فعلیہ صلہ،ملکر اسم،سیدخلون:فعل واؤضمیر ذوالحال،داخرین: حال،ملکر فاعل،جھنم:مفعول،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

رسولوں اور مسلمانوں کی دنیا وآخرت میں مدد ہونا:

۱...... ہم جانتے ہیں کہ جنہوں نے بھی رسولوں کواوران کے پیروکاروں کوتکلیف دی اللہ عزوجل ان سے انتقام لیتا ہے،جیسا کہ حضرت شعیاء علیہ السلام، یحیی بن زکریا علیہ السلام وغیرہ کے دشمنوں کو برباد کیا،اور جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بُرائی کا سلوک کیا ان کو بھی برباد کیا،حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شام کی جانب اپنی قوم کی بداعمالیوں سے تنگ آکر ہجرت کی،حضرت عیسی علیہ السلام کو جب ان کی قوم نے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ عزوجل نے آسمان کی طرف اٹھالیا،پس ایسی کونسی مدد ہے جو نبی اور اس کے پیروکاروں کے ساتھ اللہ عزوجل نے نہیں فرمائی؟ پس اس صورت میں حضرات انبیائے کرام اوران کے پیروکاروں کی مدد کی دواقسام مفسرین کرام نے ذکر کی ہیں جوکہ درج ذیل ہیں:

(۱)...... ہم حضرات رسل ومومنین کی مدد کرتے ہیں انہیں بلند درجات، کامیابی، غلبہ دیتے ہوئے اور دشمنوں کو ذلیل وبرباد کرتے ہوئے،جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام وسلیمان علیہ السلام کے ساتھ بادشاہت کی نعمت عطافرماتے ہوئے اور مخالفین کو برباد کرتے ہوئے کیا اور جیسا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو ہلاک وبرباد کرکے ان کی مددونصرت فرمائی اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کوغرق کرکے ان کی مدد فرمائی،حضرت موسی علیہ السلام کی مدد فرمائی،جس طرح حضرت شعیاء علیہ السلام و یحیی علیہ السلام کے مخالفین کو برباد کیا۔سدی کہتے ہیں کہ اگرچہ حضرات انبیائے کرام ومومنین دنیا میں قتل ہی کردیئے جائیں لیکن وہ مدد کیے جانے والے ہی کہلائیں گے کیونکہ قوم حضرات انبیائے کرام اور مومنین کے ساتھ کوئی بھی معاملہ کرلے اللہ دوسری قوم (یاامت) کے ذریعے ان کی مدد کرے گا جو حضرات انبیائے

کرام ومومنین کی مدد فرمائیں گے اور معاندین کو قتل کریں گے۔(۲)...... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ متذکرہ بالا کلام بر بنائے خبر ہو اور رسول ومومنین سے مراد ایک ہی ہو، اس صورت میں کلام مذکورہ کی تاویل یہ ہوگی کہ ہم ہمارے رسول محمد ﷺ اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں مدد کریں گے اور اس دن بھی جب کہ گواہی کا دن ہوگا، کیونکہ اہل عرب میں جمع کلام کو خبر کے معنی میں لیا جاتا ہے اور مراد اس سے ایک ہی ہوتی ہے۔

(الطبری، الجزء:٢٤، ص٨٦ وغیرہ ملخصا وملتقطا)

رسول ومومنین کے دشمنوں کے احوال کی تین صورتیں:

۲...... رسول ومومنین کے احوال کی تین صورتیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱)...... انہیں عذر پیش کرنا کچھ کام نہ آئے گا۔(۲)...... ان کے لئے لعنت ہے یعنی یہ ذلیل ورسوا ہونگے۔(۳)...... انہیں سخت عذاب دیا جائے گا، پس یہ دن دشمنان اسلام پر تین اقسام کی وحشت وبلا کا باعث بنے گا، اور حضرات انبیائے واولیائے عظام کو قسم قسم کی عظمتیں وشرافتیں ملینگی۔ مومن کا سرور دیکھنے کے لائق ہوگا جب کہ کافروں کا غم پریشان کن ہوگا۔ انہیں ان کا کوئی عذر نفع نہ دے گا۔

(الرازی، ج٩، ص ٥٢٤)

سیدنا موسی علیہ السلام کی وراثت:

۳...... اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ولقد آتینا موسی الهدی واورثنا بنی اسرائیل الکتب(مومن:٥٣)﴾، یہاں کتاب سے توریت مراد ہے، حقیقی میراث سے مال مراد ہوتا ہے اور مجازا تبرک کے طور پر حضرات انبیائے کرام کی ذات کے لئے میراث کا لفظ استعمال ہو تو اس سے علم دین اور کتاب مراد ہوتی ہے۔ معنی یہ ہے کہ ہم نے موسی علیہ السلام کے بعد بھی کتاب ان میں چھوڑی جو کہ سب ہی کو دین کے معاملے میں ہدایت دینے والی تھی اور لوگ قرنا بعد قرن اس کے وارث ہوتے گئے جیسے فرزندان یعقوب علیہ السلام۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿ھدی وذکری لاولی الالباب(مومن:٥٤)﴾ ھدایت اور ذکر میں فرق ہے، ھدایت شئی، آخر پر دلیل ہوتی ہے اور اس ھدایت کے معنی میں یہ شرط نہیں ہوتی کہ شئی، آخر کا ذکر کیا جائے یا بھلا دیا جائے، جب کہ "الذکری" میں یہ صورت نہیں پائی جاتی۔ اور حضرات انبیائے کرام پر نازل ہونے والی کتب میں دونوں ہی قسمیں پائی جاتی ہیں، پس بعض دلائل ھدایت دینے کا ذریعہ ہوتے ہیں اور بعض نصائح الہیہ پر مشتمل ہوا کرتے ہیں۔

(روح البیان، ج٨، ص٢٦٣)

واستغفر لذنبک میں دیگر مفسرین اور اعلی حضرت کا مؤقف:

۴...... ہم اس موضوع پر مفسرین کرام کے نکات ترتیب وار ذکر کر کے آخر میں اعلی حضرت فاضل بریلوی کا مؤقف بیان کریں گے کیونکہ ہم نے ترجمہ کرنے میں کنز الایمان کو مقدم رکھا ہے اور جہاں تک ہو سکا کنز الایمان ہی کو ذکر کیا تاہم کئی مقامات ایسے بھی ہیں جہاں لفظی ترجمہ کی حاجت پیش آئی اور چاروناچار کنز الایمان کا ترجمہ ممکن نہ رہا۔ متذکرہ آیت کے تحت بھی ہم نے کنز الایمان ہی کا ترجمہ کیا ہے اور ہمارا بھی اس حوالے سے یہی نظریہ ہے جو فاضل بریلوی نے کنز الایمان اور فتاوی رضویہ میں ذکر کیا ہے، تاہم دینی شغف رکھنے والوں اور اہل علم تک مختلف تفاسیری نکات پہنچانے کی غرض سے درج ذیل اہتمام کر رہا ہوں۔

علامہ بیضاوی کہتے ہیں:

اے محبوب اپنی عبادت اور احکام کی اطاعت کی طرف متوجہ رہیں اور اپنی تقصیرات (ترک اَولی) کا تدارک کیجئے اور اس مقصد کے لئے استغفار کا اہتمام کیجئے کہ یہی آپ کی مدد اور اظہار امر کے لئے آپ کو کافی ہوگا۔

(البیضاوی، ج٣، ص٢١٣)

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

اس آیت کے درج ذیل نکات ہیں: (۱)......بعض مواقع پر ہونے والے ترکِ اَولیٰ کا بذریعہ استغفار تدارک کیجئے، اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ ﷺ کی مدد اور اظہار دین کے معاملے میں کافی ہے۔ (۲)......اگر بالفرض آپ ﷺ سے گناہ صادر ہوا ہو تو اس سے توبہ کیجئے۔ (۳)......متذکرہ حکم تعبدی ہے، تاکہ آپ ﷺ کے درجات میں اضافہ ہو اور بعد والوں کے لئے آپ ﷺ کی سنت بن جائے۔ (۴)......اپنی امت کے گناہوں کی مغفرت کے لئے استغفار کیجئے۔ (۵)......نبی کا مرتبہ ولی کے مرتبے سے بلند ہوا کرتا ہے، اور امت میں سے کوئی بھی نبی کے مرتبے کو کما حقہٗ نہیں جان سکتا لہٰذا اُمتی کی مجال نہیں ہونی چاہیے کہ نبی کی جانب گناہ کی نسبت کرے۔ (روح البیان، الجزء:۲۴، ص ۲٦٤)

علامہ سید محمود آلوسی کا نظریہ:

اس بارے میں علامہ آلوسی کے دو اقوال ہیں: (۱)......دینی حکم کو قبول کیجئے، اور آپ ﷺ کی جانب جو گناہ کی نسبت ہوئی ہے اگرچہ آپ ﷺ نے وہ گناہ نہ کیا ہوتا ہم حکم کی بجا آوری کی غرض سے استغفار کیجئے، پس اللہ عَزَّوَجَلَّ آپ ﷺ کی مدد و اظہار دین کے لئے کافی ہے۔ (۲)......اپنی امت کے گناہ کی معافی مانگیں۔ (روح المعانی، الجزء:۲٤، ص ٤٥٣)

قاضی ثناءاللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

سید عالم ﷺ کو یہ حکم تعبدی ہے، اور مقصود آپ ﷺ کے درجات و مراتب میں بلندی چاہنا ہے، ساتھ ہی امت کے لئے استغفار کرنے کی سنت بھی قائم ہو جائے گی۔ (المظھری، ج٦، ص ۲۱۰)

امام فخر الدین رازی نے اس حوالے سے درج ذیل نکات بیان کئے ہیں:

(۱)......ہم اس حکم کو ترکِ اولی اور ترکِ افضل پر محمول کرتے ہیں۔ (۲)......نبوت سے پہلے جو آپ ﷺ سے گناہ صادر ہو چکے تھے ان سے توبہ کیجئے۔ (۳)......امرِ تعبدی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ربنا آتنا ما وعدتنا علی رسلک اے رب ہمارے اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا اپنے رسول کی معرفت (ال عمران: ۱۹٤)﴾۔ (۴)......مصدر کی اضافت مفعول کی جانب کر دی یعنی اپنی امت کے گناہوں کی معافی کے لئے استغفار کیجئے۔ (الرازی، ج۹، ص ٥۲٥)

علامہ قرطبی اس بارے چند نکات ذکر کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱)......مضاف کو حذف کر کے اس کی جگہ مضاف الیہ رکھ دیا گیا، مراد امت کے گناہ ہیں۔ (۲)......جو نبی کے لئے صغائر کا صدور ہونا جائز مانتے ہیں انہوں نے اس مقام پر یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ اے محبوب! اپنے صغیرہ گناہوں سے معافی چاہیں کیونکہ نبی سے صغائر کا صدور ہو سکتا ہے۔ (۳)......یہ حکمِ تعبدی ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ربنا آتنا ما وعدتنا علی رسلک اے رب ہمارے اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا اپنے رسول کی معرفت (ال عمران: ۱۹٤)﴾ اور اس سے مقصود آپ ﷺ کے درجات کی بلندی اور امت کو استغفار کی ترغیب دلانا ہے۔ (۴)......نبوت سے پہلے ہونے والے گناہوں سے توبہ کیجئے۔ (القرطبی، الجزء:۲٤، ص ۲۸۳)

علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی نے بھی اسی قسم کے اقوال بیان کئے ہیں۔ (الخازن، ج۳، ص ۷٦)

اسی استغفارِ ذنب کے معاملے میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی جناب میں آریہ قوم کا ایک استفتاء پیش خدمت ہوا، جس میں سید عالم ﷺ کی جناب میں ''ذنب'' کی نسبت کی گئی اور ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ سید عالم ﷺ سے گناہ کا صدور ہو سکتا ہے اور اپنے موقف پر دلائل بھی قائم کئے گئے۔ ہم ذیل میں آریوں کی جانب سے پیش ہونے والا استفتاء مختصراً اور فاضل بریلوی کا جواب من وعن لکھنے کی سعی کر رہے ہیں:

آریہ قوم کے اعتراض کا خلاصہ بصورت استفتاء

مسلمانوں کے پیغمبر گناہوں سے معصوم نہیں؟ اور یہ کہ ابن عباس بڑے بھاری مفسرین میں سے ہیں اور اپنی تفسیر میں اس طرح لکھتے ہیں: "واستغفر لذنبک لتقصیر والشکر علی ما انعم اللہ علیک وعلی اصحابک اس کے معنی یہ ہیں کہ تو معافی مانگ اور اپنے گناہوں کی وہ یہ کہ تو نے خدا کی اس مہربانی کے شکر گزار ہونے میں غفلت کی جو کہ خدا نے تیرے پیروؤں پر کی۔ زمخشری ایک بڑے بھاری مفسر اپنی تفسیر "الکشاف" میں لکھتے ہیں: لکن یغفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک قبل الوحی وما تاخر ومایکون بعدالوحی الی الموت اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تیرے گناہ کو جو کہ وحی آنے کے قبل ہوئے ہیں اور اس کے بعد میں یعنی مرتے وقت تک معاف کردے۔

الجواب

اس سوال میں آریہ نے افتراء وجہالت ونافہمی وبے ایمانی سے کام لیا۔ ہم اس کے پندرہ جوابات درج ذیل میں بالترتیب بیان کرتے ہیں:

(۱)......عبارت کہ "الکشاف" کی طرف نسبت کی محض بہتان ہے، "الکشاف" میں اُس کا پتہ نہیں۔

(۲)......بالفرض اگر "الکشاف" میں ہوتی تو وہ ایک معتزلی بدمذہب بے ادب کی تصنیف ہے، اس کا کیا اعتبار۔

(۳)......یہ تفسیر منسوب "بسید نا ابن عباس" ہے نہ ان کی کتاب ہے، نہ اُن سے ثابت، یہ بسند محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح سے مروی ہے اور ائمہ دین اس سند کو فرماتے ہیں کہ یہ سلسلہ کذب ہے۔ "الاتقان" میں ہے: واوھی طرقہ طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فان انضم الی ذلک روایۃ محمد بن مروان اسدی الصغیر فھی سلسلۃ الکذب اس کے طرق میں سے کمزورترین طریق کلبی کا ابوصالح سے اور اس کا ابن عباس سے روایت کرنا اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان اسدی کی روایت مل جائے تو کذب کا سلسلہ ہے۔

(۴)......اس کے ترجمے میں بھی آریہ نے تحریف کی ہے، عبارت یہ ہے: لتقصیر الشکر علی ما انعم اللہ علیک وعلی اصحابک یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو نعمتیں فرمائیں ان کے شکر میں جس قدر کمی واقع ہوئی اس کے لئے استغفار فرمائیں۔

کہاں کمی اور کہاں غفلت، نعمائے الٰہیہ پر ہر فرد بے شمار حقیقۃً غیر متناہی بالفعل ہیں: کما حققہ المفتی ابو السعود فی ارشاد العقل السلیم (جیسا کہ مفتی عبدالسعود نے ارشاد العقل السلیم میں اس کی تحقیق کی ہے)۔ قال اللہ عَزَّوَجَلَّ: ﴿وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا اور اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو گن نہ سکو گے (النحل:۱۸) ﴾۔ جب اس کی نعمت کو کوئی گن ہی نہیں سکتا تو ہر نعمت پر پورا شکر کون کرسکتا ہے؟

شکر میں ایسی کمی ہرگز گناہ بمعنی معروف نہیں بلکہ لازمۂ بشریت ہے، نعمائے الٰہیہ ہر وقت ہر لحظہ ہر آن ہر حال میں متزائد ہیں خصوصاً خاصوں پر، خصوصاً اُن پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور، اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں، اس کی کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب (گناہ) سے تعبیر فرمایا گیا۔

(۵)......بلکہ خود نفس عبارت گواہ ہے کہ یہ جسے گناہ فرمایا گیا ہرگز حقیقۃً گناہ نہیں، ﴿ماتقدم﴾ سے کیا مراد لیا، وحی اترنے سے پیشتر

کے، اور گناہ کسے کہتے ہیں؟ مخالفتِ فرمان کو۔ اور فرمان کاہے سے معلوم ہوگا؟ وحی سے، تو جب تک وحی نہ اُتری تھی فرمان کہاں تھا، جب فرمان نہ تھا مخالفتِ فرمان کے کیا معنی؟ جب مخالفتِ فرمان نہیں تو گناہ کیسا؟۔

(۶)......جس طرح ﴿ماتقدم﴾ میں ثابت ہولیا کہ حقیقۃً ذنب نہیں، یونہی ﴿ما تاخر﴾ میں نقد وقت ہے قبل ابتدائے نزول فرمان جو افعال جائزہ ہوئے کہ بعد کو فرمان اُن کے منع پر اُترا اور انہیں یونہی تعبیر فرمایا گیا حالانکہ ان کا حقیقۃً گناہ ہونا کوئی معنی ہی نہ رکھتا تھا، یونہی بعد نزول وحی وظہور رسالت بھی جو افعال جائز فرمائے اور بعد کو اُن کی ممانعت اُتری اُسی طریقے سے ان کو ﴿ماتاخر﴾ فرمایا کہ وحی بتدریج نازل ہوئی نہ کہ دفعۃً۔

(۷)......نہ ہر تفسیر معتبر نہ ہر مفسر مصیب، مشرک کا ظلم ہے کہ نام لے آیات کا اور دامن پکڑے نامعتبر تفسیرات کا، ایسا ہی ہے تو وہ لغویات وہزلیات وحشیات کہ ایک مہذب آدمی کو انہیں، بکتے بلکہ دوسرے آدمی سے نقل کرتے عار آئے جو آریہ کے ''ویدوں'' میں اہلی گہلی پھر رہی ہیں اور خود بندگان ''وید'' نے اس کے ترجموں میں وہی حد بھر کے گندے گھناؤنے فحش لکھے اُن سے آریہ کی جان کیونکر چھوٹے گی مثلاً: ''یجروید'' میں ''ایشور'' کی بیماری کا حال لکھا کہ بستر پر پڑے پکار رہے ہیں کہ ''او سیکڑوں کی طرح عقل وعلم رکھنے والو! تمہاری سیکڑوں ہزاروں طرح بوٹیاں ہیں ان میں سے میرے شریر کو نروگ کرو، اے اماں جان! تو بھی ایسا ہی کر''۔ نیز یہ بھی فرمارہے ہیں کہ ''اے بوٹیوں کے مانند فائدہ دینے والی دیوی ماتا! میں فرزند تجھکو بہت نصیحت کرتا ہوں''۔ ماتا جی کہتی ہیں: ''اے لائق بیٹے! میں والدہ تیرے گھوڑے، گائیں، زمین، کپڑے، جان کی حفاظت وپرورش کرتی تو مجھے نصیحت مت کر''۔ اسی ''یجروید'' کے ادھیائے ۳۱ منتر اول میں ''ایشور'' کے متعلق ہے: ''اس کے ہزار سر ہیں، ہزار آنکھیں ہیں، ہزار پاؤں ہیں، زمین پر وہ سب جگہ ہے الٹا سید ھا تب بھی دس انگل کے فاصلے پر ہر آدمی کے آگے بیٹھا ہے''۔ نیز ''ویدوں'' میں اس کا نام ''سرو بیا پک'' ہے یعنی وہ ہر جگہ سمایا ہوا، ہر چیز میں رما ہوا، ہر خلا میں گھسا ہوا ہے، ہر جانور کی مقعد، ہر مادہ کی فرج، ہر پاخانہ کی ڈھیری میں، ''ایشور'' ہی ''ایشور'' ہے۔ ''دیانند'' نے محض زبردستی اُن کی کایا پلٹ کی اور انہیں فحش سے نکالا مگر اور مترجموں کا ترجمہ کہاں مٹ جائے گا، مفسر تو اپنی طرف سے مطلب کہتا ہے اور مترجم خود اصل کلام کو دوسری زبان میں بیان کرتا ہے، ترجمے کی غلطی اگر ہوتی ہے تو دو ایک لفظ کے معنی میں نہ کہ سارے کا سارا کلام محض فحش سے حکمت کی طرف پلٹ دیا جائے اور اگر سنسکرت ایسی ہی پیچیدہ زبان ہے جس کی سطروں کی سطریں چاہے فحش سے ترجمہ کرو خواہ حکمت سے وہ کلام کیا ہوا بھاون متی کا گورکھ دھندا ہوا اور اس کے کسی حرف پر اعتماد ہوسکتا ہے، نہیں معلوم کہ مالا جپی ہے یا گالی بکی ہے۔

(۸)......استدلال بڑی ذمہ داری کا کام ہے، آریہ بیچارہ کیا کھا کر اس سے عہدہ براہ ہوسکتا ہے۔
علم کا قائدہ مسلمہ ہے: ''اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال یعنی جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہوجاتا ہے''۔
سورہ مومن وسورہ محمد کی آیات کریمہ میں کونسی دلیل قطعی ہے کہ خطاب سید عالم ﷺ سے ہے۔ سورۂ مومن میں تو اتنا ہے: ﴿واستغفر لذنبک﴾ اے دشمن خدا اپنی معافی چاہ، کسی کا خاص نام نہیں، کوئی دلیل تخصیص نہیں، قرآن عظیم تمام جہاں کی ہدایت کے لئے اترا نہ صرف اس وقت کے موجودین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے: ﴿اقیموا الصلوۃ﴾ نماز برپا رکھو (بقرۃ:۴۳) ﴾، یہ خطاب جیسا کہ صحابۂ کرام کو تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیام قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی ہوگا، اسی طرح فرمایا: ﴿لانذرکم بہ ومن بلغ تاکہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے (الانعام:۱۹) ﴾۔ کتب فقہ کا قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے بداں اسعدک اللہ ﷻ (تو جان لے اللہ ﷻ تجھے سعادت مند بنائے)۔ میں کوئی خاص شخص مراد نہیں، خود قرآن میں ہے: ﴿ارایت الذی ینھی عبدا اذا صلی ارایت ان کان علی الھدی او امر بالتقوی کیا تو نے نہ

دیکھا اُسے جو روکتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے، بھلا دیکھو تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہوتا یا پرہیزگاری کا حکم فرمائے (العلق:۹تا۱۱)﴾۔ ابوجہل نے سید عالم ﷺ کو نماز سے روکنا چاہا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

یہاں بندے سے مراد سید عالم ﷺ ہیں اور غائب کی ضمیر سید عالم ﷺ طرف ہے اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف، بلکہ فرماتا ہے: ﴿فما یکذبک بعد بالدین کیا چیز تجھے روز قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہو رہی ہے (التین:۷)﴾۔ یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ ان میں بھی خاص منکران قیامت مثل مشرکین، آریہ وہنود سے، یونہی دونوں سورۂ کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لئے ہے کہ اے سننے والے اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔

(۹)......بلکہ آیت محمد میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب سید عالم ﷺ سے نہیں، اس کی ابتداء یوں ہوئی: ﴿فاعلم انه لا اله الا الله واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی معافی چاہ (محمد:۱۹)﴾۔ تو یہ خطاب اُس سے ہے جو ابھی لا الہ الا اللہ نہیں جانتا اور نہ جاننے والے کو جاننے کو حکم دینا تحصیل حاصل ہے، تو معنی یہ ہوئے کہ اے سُننے والے جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کسے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور مسلمان بھائی کے گناہ کی معافی مانگ، تتمہ آیت کریمہ میں اس عموم کو واضح فرما دیا: ﴿والله یعلم متقلبکم ومثوٰکم اور اللہ جانتا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو اور جہاں تم سب کا ٹھکانہ ہے (محمد:۱۹)﴾۔ اگر ﴿فاعلم﴾ میں تاویل کی تو ﴿ذنبک﴾ میں تاویل سے کون مانع ہے؟، اور اگر ﴿ذنبک﴾ میں تاویل نہیں کرتا تو ﴿فاعلم﴾ میں تاویل کیسے کرتا ہے؟، دونوں پر ہمارا مطلب حاصل، اور مدعی معاند کا استدلال زائل۔

(۱۰)......دونوں آیۂ کریمہ میں صیغہ امر اور امر انشاء ہے اور انشاء وقوع پر دال نہیں تو حاصل اس قدر کہ بفرض وقوع استغفار واجب، نہ کہ معاذ اللہ واقع ہوا، جیسے کسی سے کہنا: ''اکرم ضیفک یعنی اپنے مہمان کی عزت کر'' اس سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت کوئی مہمان موجود ہے نہ یہ خبر ہے کہ خواہی نخواہی کوئی مہمان آئیگا ہی بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہو تو یوں کرنا۔

(۱۱)......ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن کریم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں، قال ﷻ: ﴿وعصی آدم ربه آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی (طٰہٰ:۱۲۱)﴾ حالانکہ خود فرماتا ہے: ﴿فنسی ولم نجدله عزما آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا (طٰہٰ:۱۱۵)﴾۔ لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مواخذہ، خود اللہ نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی: ﴿ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا چوکیں (البقرۃ:۲۸۶)﴾۔

(۱۲)......جتنا قُرب زائد اُسی قدر احکام کی شدت زیادہ ہوتی ہے، بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سُن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا، ہرگز شہریوں سے پسند نہ کریگا شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء، ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے، اس لئے وارد ہوا: ''حسنات الابرار سیئات المقربین نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربین کے حق میں گناہ ہیں''۔ وہاں ترک اَولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولی ہرگز گناہ نہیں ہے۔

(۱۳)......آریہ بیچارے جن کے باپ دادا نے بھی کبھی عربی کا نام نہ سُنا، اگر نہ جانے تو ہر ادنی طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لئے ادنی ملابست بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی، اردو، ہندی سب زبانوں میں رائج ہے، مکان کو جس طرح اس کے مالک کی طرف نسبت کریں گے یونہی کرایہ دار کی طرف، یونہی جو عاریت لے کر بس رہا ہے، اس کے پاس جو ملنے آئے گا یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے بلکہ پیمائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے پوچھے گا تمہارا کھیت کے جریب ہوا، یہاں نہ ملک، نہ اجارہ، نہ عاریت، اور

اضافت موجود ہے، یونہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے یہاں سے یہ عطا ہوا تھا،تو ﴿ذنبک﴾ سے مراد اہلبیت کی لغزشیں ہیں، اور اس کے بعد ﴿للمومنین وللمومنت﴾ تعیم بعد تخصیص ہے، یعنی شفاعت فرمائیے اپنے اہل بیت کرام اور سب مَردوں عورتوں کے لئے۔ اب آریہ کے اُس جنون کا بھی علاج ہوگیا کہ پیروؤں کا ذکر تو بعد کو موجود ہے تعیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن میں موجود ہے: ﴿رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمومنین والمومنت اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مَردوں اور عورتوں کو (نوح:۲۸)﴾۔

(۱۴)......اسی وجہ پر آیت کریمہ سورۂ فتح میں لام ﴿لک﴾ تعلیل کا ہے اور ﴿ماتقدم من ذنبک﴾ تمہارے اگلوں کے گناہ، یعنی سیدنا عبداللہ اور سیدہ بی بی آمنہ سے منتہائے نسب کریم تک تمام آباؤ اجداد وامہات طیبات باستثناء انبیاء کرام مثل آدم علیہ السلام وشیث علیہ السلام ونوح علیہ السلام وخلیل علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام، اور ﴿ماتاخر﴾ تمہارے پچھلے اہلبیت وامت مرحومہ، تو حاصل آیت کریمہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لئے فتح مبین فرمائی تا کہ اللہ عزوجل تمہارے سبب سے بخش دے، تمہارے علاقہ کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ، والحمد للہ رب العالمین۔

(۱۵)......﴿ما تقدم من ذنبک وما تاخر (الفتح:۲)﴾ سے قبل وبعد نزول وحی کا ارادہ جس طرح عبارتِ تفسیر میں مصرح تھا، آیت میں قطعاً محتمل، اور ہم ثابت کر چکے کہ اب حقیقتِ ذنب خود مندفع، وللہ الحمد وصلی اللہ تعالی علی شفیع المذنبین وبارک وسلم الی یوم الدین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین، واللہ تعالی اعلم۔

(الفتاوی الرضویہ مخرجہ، رسالہ: اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفی والال والاصحاب، عقیدۂ عاشر، ج۲۹، ص۳۹۴ وغیرہ)

فتنہ پروروں سے پناہ مانگنے کا بیان:

۵......ہر دور میں ضدی، ہٹ دھرم، فتنہ پرور اور جھگڑالو قسم کے لوگ ہوتے رہے ہیں، جو دین کے معاملے میں اپنی من مانی بات داخل کرتے ہیں، ایک مسئلہ قرآن میں دیکھ لیا تو اس موضوع پر تمام مسائل کو اُسی پر قیاس کرتے ہیں، ماضی میں کفار مکہ نے انہی صفات کے باعث حسد کرتے ہوئے اپنے ہی ہاتھوں ہلاکت مول لی۔ کسی انسان کو قتل کر دیا جائے تو اسلامی قوانین میں قصاص، دیت اور معاف کر دینے کا حکم ہے اور اگر ہمارے ملک پاکستان کا معاملہ ہو تو آئے دن کتنے قتل ہو جاتے ہیں کوئی کسی کو پوچھنے والا نہیں، ایک طرف اتنے قتل کہ روزانہ بے گناہ شہریوں کی لاشیں ہماری نگاہوں کے سامنے دکھائی دیتی ہیں لیکن یہ قتل اُس فتنہ سے کم ہیں جس سے بچنے کا ہمیں حکم ہے، کسی کا ناحق قتل کرنا یقیناً جرم ہی ہے لیکن فتنہ کرنا اس سے بڑا جرم ہے۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا: ﴿الفتنۃ اشد من القتل (بقرۃ:۱۱۹)﴾۔

☆......حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنونجار کے ایک باغ میں خچر پر سوار ہو کر جا رہے تھے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اچانک وہ خچر مبارک لڑکھڑایا، پس قریب تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرا دیتا، وہاں پر چھ یا چار یا پانچ قبریں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''ان قبر والوں کو کون پہچانتا ہے؟'' ایک شخص نے کہا: میں پہچانتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''یہ کب مرے تھے؟'' اس نے کہا: یہ زمانہ شرک میں مرے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان کی قبروں میں آزمائش ہوتی ہے، پس اگر تم دہشت کی وجہ سے مُردوں کو دفن کرنا نہ چھوڑتے تو میں تم کو بھی عذاب قبر کی وہ آوازیں سنوا دیتا جو میں سُن رہا ہوں''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف متوجہ ہوتے ہوئے فرمایا: ''ظاہری وباطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرو''، مسلمانوں نے کہا: ہم ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ عزوجل کی پناہ طلب کرتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ طلب کرو''، مسلمانوں نے کہا: ہم دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ

طلب کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة، باب: عرض مقعد المیت،رقم: (۷۱۰۷)/۲۸۶۷،ص۱۴۰۴)

اغراض:

جمع شاهد: اور یہ بھی درست ہے کہ جمع شھید ہو، بطور دلیل اللہ ﷻ کا فرمان ہے: ﴿فکیف اذ جئنا من کل امة بشهید (النساء:۴۱)﴾۔ **وهم الملائكة:** یعنی حضرات انبیائے کرام ومومنین، ملائکہ سے مراد کراماً کاتبین ہیں، یہ وہی گواہی دینگے جوانہوں نے مشاہدہ کیا ہے اور حضرات انبیائے کرام قیامت کے دن اپنی امت کے اعمال واحوال کی گواہی دیں گے، اور مومنین امتِ محمدیہ کی گواہی دیں گے اور باقی امتوں کی بھی گواہی دیں گے۔

لو اعتذروا: آیت کا تقاضا یہ ہے کہ ظالمین معذرت پیش کریں گے لیکن انہیں ان کی معذرت کام نہ دے گی، پس اس آیت اور دوسری آیت: ﴿ولا یؤذن لهم فیعتذرون (المرسلات:۳۶)﴾ میں کچھ ٹکراؤ پایا جارہا ہے، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ فرض کرلیا جائے کہ ظالمین کو ان کی معذرت کام نہ دے گی کا معنی یہ ہے کہ آیت کا حکم فرض اور تقدیر کے اعتبار سے ہے۔

من بعد موسى: یعنی حضرت عیسی علیہ السلام کے نزول تک، پس حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ ﷻ نے انجیل مقدسہ عطا فرمائی، جس میں توریت کے بعض احکام کی منسوخیت کا بیان ہے۔

هاديا: میں اس جانب اشارہ ہے کہ ﴿هدى﴾ حال ہے ﴿الكتاب﴾ سے اور اسی طرح اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿وذكرى﴾۔

وهو من بعد الزوال: چار نمازیں مراد ہیں، ظہر، عصر، مغرب، عشاء، اور اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿والابكار﴾ مراد نماز فجر ہے اور یہ صبح کے وقت میں ایک ہی نماز ہے، اسی لئے مفسر نے "الصلوات الخمس" فرمایا۔

فهم كالاعمى: یعنی کا فر اندھے ہیں، اور اس جملے کا عطف اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿وما یستوی الاعمى...... الخ﴾ پر ہے۔

اى تذكرهم قليلا: اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿قليلا﴾ بر بنائے حال کے منصوب ہے، اور خبر محذوف ہے، تقدیر کلام یوں ہے: "یحصل حال کونه قلیلا"۔

بها: یعنی لوگ ہٹ دھرمی اور عناد کی وجہ سے قیامت پر ایمان نہیں لاتے، جب کہ قیامت کے قائم ہونے پر دلیل عقلی وشرعی موجود ہے، اور اللہ ﷻ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کی دلیل سنت میں بھی موجود ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ نے ہم سے قیام قیامت کا وعدہ فرمایا ہے، اور اگر اس کے خلاف کو مانا جائے تو اللہ ﷻ اور اس کے رسول کی خبروں کو جھوٹ ماننا پڑے گا اور یہ محال ہے۔

صاغرين: یعنی ذلیل ہونگے، پس جو دنیا میں تکبر کرے گا بروز قیامت ذلت کا لباس پہنایا جائے گا اور جو دنیا میں عاجزی اختیار کرے گا اُسے قیامت میں عزت کا لباس پہنایا جائے گا، پس ذلت وانکساری کے باب اللہ ﷻ تک پہنچانے کے لئے عظیم ترین ابواب ہیں، جیسا کہ سیدنا کبیر احمد رفاعی سے حکایت منقول ہے، کہتے ہیں: میں نے اللہ ﷻ کی بارگاہ تک پہنچنے والے ابواب میں باہمی تنگی کا معاملہ پایا ہے، مگر ذلت وانکساری کے باب میں یہ بات نہیں ملتی، وارد ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا: "اے ہمارے رب! تجھ تک کیسے پہنچا جائے؟ جواب دیا اپنے نفس کو محتاج کرلے یا بڑا کرلے"۔ (الصاوی، ج۵، ص ۱۹۰ وغیرہ)

صلوا علی الحبیب: صلی اللہ علی محمد

رکوع نمبر: ۱۲

﴿اللہ الذی جعل لکم الیل لتسکنوا فیہ والنھار مبصرا ط﴾اِسنَادُ الْاَبصَارِ اِلیہِ مَجَازِیٌّ لِاَنَّہُ یُبصَرُ فیہِ﴿ان اللہ لذوفضل علی الناس ولکن اکثرالناس لا یشکرون (۶۱)﴾اللہَ فَلا یُؤمِنُونَ﴿ذلکم اللہ ربکم خالق کل شیء وقف لازم لاالہ الاھو ج فانی تؤفکون(۶۲)﴾فَکَیفَ تُصرِفُونَ عَنِ الْاِیمَانِ مع قِیامِ البُرھَانِ ﴿کذلک یؤفک﴾اَی مِثلَ اَفکِ ھٰؤلاءِ اُفکَ ﴿الذین کانوا بایت اللہ﴾مُعجِزَاتِہٖ﴿یجحدون (۶۳)اللہ الذی جعل لکم الارض قرار والسماء بناء﴾سَقفًا﴿وصورکم فاحسن صورکم ورزقکم من الطیبت ط ذلکم اللہ ربکم صلے ج فتبرک اللہ رب العلمین (۶۴)ھو الحی لاالہ الاھو فادعوہ﴾اُعبُدُوہُ﴿مخلصین لہ الدین ط﴾مِنَ الشِّرکِ﴿الحمد للہ رب العلمین(۶۵)قل انی نھیت ان اعبد الذین تدعون﴾تَعبُدُونَ﴿من دون اللہ لما جاء نی البینت﴾دَلَائِلُ التَّوحِیدِ﴿من ربی وامرت ان اسلم لرب العلمین(۶۶)ھو الذی خلقکم من تراب﴾بِخَلقِ اَبِیکُم آدَمَ مِنہُ﴿ثم من نطفۃ﴾مَنِیٍّ﴿ثم من علقۃ﴾دَمٍ غَلِیظٍ ﴿ثم یخرجکم طفلا﴾بِمَعنی اَطفَالًا﴿ثم﴾یُبَقِّیکُم﴿لتبلغوا اشد کم﴾تَکَامُلَ قُوَّتِکُم مِن ثَلَاثِینَ سَنَۃً اِلَی الْاَربَعِینَ﴿ثم لتکونوا شیوخا ج﴾بِضَمِّ الشِّینِ وَکَسرِھَا﴿ومنکم من یتوفی من قبل﴾اَی قَبلَ الْاَشُدِّ والشَّیخُوخَۃِ فَعَلَ ذٰلِکَ بِکُم لِتَعِیشُوا﴿ولتبلغوا اجلا مسمی﴾وَقتًا مَحدُودًا﴿ولعلکم تعقلون(۶۷)﴾دَلَائِلَ التَّوحِیدِ فَتُؤمِنُونَ﴿ھو الذی یحی ویمیت ج فاذا قضی امرا﴾اَرادَ اِیجَادَ شَیءٍ ﴿فانما یقول لہ کن فیکون(۶۸)﴾بِضَمِّ النُّونِ وَفَتحِھَا بِتَقدِیرِ اَن اَی یُوجَدُ عَقِبَ الْاِرَادَۃِ الَّتِی ھِیَ مَعنَی القَولِ المَذکُورِ.

﴿ترجمہ﴾

اللہ ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں آرام پاؤ......۱......اوردن بنایا آنکھیں کھولتا (نہار کی طرف ابصار کی نسبت مجازی ہے کیونکہ دن میں اشیاء دیکھی جاتی ہیں) بیشک اللہ لوگوں پر فضل والا ہے لیکن بہت آدمی (اللہ عزوجل کا) شکر نہیں کرتے (کہ نتیجے کے طور پر ایمان لے آئیں) وہ ہے اللہ تمہارا رب ہر چیز کا بنانے والا اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو کہاں اوندھے جاتے ہو (یعنی دلیل وحجت قائم ہو جانے کے باوجود ایمان سے کیسے اوندھا گئے ہو؟، انی بمعنی کیف ہے) اسی طرح اوندھے جاتے ہیں (جس طرح یہ لوگ اوندھائے گئے اسی طرح اوندھائے جاتے ہیں) وہ جو اللہ کی آیتوں (یعنی اس کے معجزات) کا انکار کرتے ہیں اللہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین ٹھہراؤ بنائی اور آسمان چھت (بناء بمعنی سقف ہے) اور تمہاری تصویر کی تو تمہاری صورتیں اچھی بنائیں اور تمہیں ستھری چیزیں روزی دیں......۲......یہ ہے اللہ تمہارا رب تو بڑی برکت والا اللہ رب سارے جہاں کا وہی زندہ ہے اس کے سوا کی بندگی نہیں تو اسے پوجو (ادعوہ بمعنی اعبدوہ ہے) اپنی عبادت کو (شرک سے) خالص کرکے......۳......سب خوبیاں اللہ کو جو سارے جہاں کا رب تم فرماؤ میں منع کیا گیا ہوں کہ انہیں پوجوں جنہیں تم پوجتے ہو (تدعون بمعنی تعبدون ہے) اللہ کے سوا جب کہ میرے

پاس روشن دلیلیں (یعنی دلائل توحید) میرے رب کی طرف سے آئیں اور مجھے حکم ہوا کہ رب العالمین کے حضور گردن رکھوں وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے بنایا (یعنی تمہارے جدامجد سیدنا آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا) پھر نطفہ (یعنی منی) سے پھر خون کی پھٹک سے (علقة کے معنی جما ہوا خون ہے) پھر تمہیں نکالتا ہے بچہ (طفلا بمعنی اطفالا ہے) پھر (تمہیں باقی رکھتا ہے) کہ اپنی قوت کو پہنچو (تیس تا چالیس سال کے درمیان تمہاری قوت وطاقت کامل ہوجائے) پھر اس لیے کہ بوڑھے ہو......ہ...... (شیو خا شین مضمومہ ومکسورہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) اور تم میں کوئی اٹھالیا جاتا ہے پہلے ہی (بھری جوانی اور بڑھاپے آنے سے پہلے ہی، یہ تمہارے ساتھ کیا جاتا ہے) اور اس لیے کہ تم ایک مقررہ وقت پہنچو (یعنی وقت محدود تک، مسمی بمعنی محدود ہے) اور اس لیے کہ (دلائل توحید کو) سمجھو (اور سمجھ کر ایمان لے آؤ) وہی ہے کہ جلاتا ہے اور مارتا ہے پھر جب کوئی حکم فرماتا ہے (یعنی کسی چیز کی ایجاد کا اردہ فرماتا ہے) تو اس سے یہی کہتا ہے ہوجا جبھی وہ ہوتا ہے (فیکون یہ نون مضمومہ کے ساتھ نیز ان مقدرہ کی وجہ نون مفتوحہ کے ساتھ ہے یعنی ارادہ الٰہیہ جو بمعنی قول مذکور ہے اس کے بعد وہ شے وجود میں آجاتی ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الله الذی جعل لكم اليل لتسكنوا فيه والنهار مبصرا﴾.

الله: مبتدا، الذی: موصول، جعل لكم: فعل بافاعل وظرف لغو، اليل: ذوالحال، لام: جار، تسكنوا فيه: جملہ فعلیہ مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، النهار: ذوالحال، مبصرا: حال، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الله لذو فضل على الناس ولكن اكثر الناس لا يشكرون۝﴾.

ان الله: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، ذو: مضاف، فضل على الناس: شبہ جملہ مضاف الیہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لكن اكثر الناس: حرف مشبہ واسم، لايشكرون: فعل نفی بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلكم الله ربكم خالق كل شيء لا اله الا هو فانى توفكون۝﴾.

ذلكم: مبتدا، الله: خبر اول، ربكم: خبر ثانی، خالق كل شىء: خبر ثالث، لا: نفی جنس، اله: موصوف، الا: بمعنی غیر مضاف، هو: مضاف الیہ، ملکر صفت، ملکر اسم، "موجود" خبر محذوف، ملکر جملہ اسمیہ خبر رابع، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، انى: بمعنی کیف حال مقدم، توفكون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿كذلك يوفك الذين كانوا بايت الله يجحدون۝﴾.

كذلك: ظرف مستقر "افكا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق، يوفك: فعل مجہول، الذين: موصول، كانوا: فعل ناقص بااسم، بايت الله يجحدون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الله الذى جعل لكم الارض قرارا والسماء بناء وصوركم فاحسن صوركم ورزقكم من الطيبت﴾.

الله: مبتدا، الذى: موصول، جعل لكم: فعل بافاعل وظرف لغو، الارض قرارا: معطوف علیہ، والسماء بناء: معطوف، ملکر مفعول اول وثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، صوركم: جملہ فعلیہ معطوف اول، ف: عاطفہ، احسن صوركم: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، و: عاطفہ، رزقكم من الطيبت: جملہ فعلیہ معطوف ثالث، ملکر صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ذلكم الله ربكم فتبرك الله رب العلمين۝﴾.

ذلكم: مبتدا، الله: خبر اول، ربكم: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، تبرك: فعل، الله: موصوف، رب العلمين: صفت، ملکر

فاعل،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿هو الحی لا اله الا هو فادعوه مخلصین له الدین الحمد لله رب العلمین٥﴾.

هو: مبتدا،الحی: خبر اول،لااله الاهو: جملہ اسمیہ خبر ثانی،ملکر جملہ اسمیہ،ف: فصیحیہ،ادعوہ: فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال،مخلصین له الدین: شبہ جملہ حال،ملکر فاعل،ہ: ضمیر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ،الحمد: مبتدا،لام: جار،الله: موصوف،رب العلمین: صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل انی نهیت ان اعبد الذین تدعون من دون الله لما جاء نی البینت من ربی وامرت ان اسلم لرب العلمین٥﴾.

قل: قول،انی: حرف مشبہ واسم،نهیت: فعل مجہول با نائب الفاعل،ان: مصدریہ،اعبد: فعل با فاعل،الذین تدعون: موصول صلہ،ملکر ذوالحال،من دون الله: ظرف مستقر حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول ثانی،لما: بمعنی حین مضاف،جاء نی البینت من ربی: جملہ فعلیہ مضاف الیہ،ملکر ظرف،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و: عاطفہ،امرت ان اسلم لرب العلمین: جملہ فعلیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿هو الذی خلقکم من تراب ثم من نطفة ثم من علقة ثم یخرجکم طفلا﴾.

هو: مبتدا،الذی: موصول،خلقکم: فعل با فاعل ومفعول،من تراب: جار مجرور معطوف علیہ،ثم: عاطفہ،من نطفة: جار مجرور معطوف اول،ثم: عاطفہ،من علقة: جار مجرور معطوف ثانی،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،ثم: عاطفہ،یخرج: فعل با فاعل،کم: ضمیر ذوالحال،طفلا: حال،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ثم لتبلغوا اشدکم ثم لتکونوا شیوخا﴾.

ثم: عاطفہ،لام: جار،تبلغوا اشدکم: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور،ملکر معطوف علیہ،ثم: عاطفہ،لام: جار،تکونوا شیوخا: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور،ملکر معطوف،ملکر ظرف مستقر "یبقیکم" فعل محذوف کیلئے،ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "خلقکم" پر معطوف ہے۔

﴿ومنکم من یتوفی من قبل ولتبلغوا اجلا مسمی ولعلکم تعقلون٥﴾.

و: مستانفہ،منکم: ظرف مستقر خبر مقدم،من: موصولہ،یتوفی: فعل مجہول با نائب الفاعل،من قبل: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ صلہ،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ،و: عاطفہ،لام: جار،تبلغوا اجلا مسمی: جملہ فعلیہ بتقدیر ان مجرور،ملکر ظرف مستقر فعل محذوف "نفعل" کیلئے،ملکر جملہ فعلیہ،و: عاطفہ،لعلکم: حرف مشبہ واسم،تعقلون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿هو الذی یحی ویمیت فاذا قضی امرا فانما یقول له کن فیکون٥﴾.

هو: مبتدا،الذی یحی ویمیت: موصول صلہ،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ،ف: عاطفہ،اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،قضی امرا: فعل با فاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ شرط،ف: جزائیہ،انما: حرف شبہ وما کافہ،یقول له: قول،کن: فعل امر تام با فاعل،ملکر جملہ فعلیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ،ف: عاطفہ،یکون: فعل مضاف تام با فاعل،ملکر جملہ فعلیہ مبتدا محذوف "هو" کیلئے خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شانِ نزول﴾

☆...... قل انی نهیت ان اعبد الذین......☆ کفار نابکار نے براہ جہالت وگمراہی اپنے دین باطل کی طرف حضور پرنور ﷺ کو دعوت دی تھی اور آپ سے بت پرستی کی درخواست کی تھی،اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

رات میں عبادت اور معصیت والے:

لے.....بعض لوگ رات کو آرام کر کے بھی عبادت میں گزارتے ہیں، مثلاً رات کو سونے سے پہلے یہ نیت کرتے ہیں کہ مجھے صبح فجر میں اٹھنا ہے اور اس مقصد کے پانے کے لئے، عبادت پر قوت حاصل کرنے کی نیت سے آرام کرتا ہے، ساتھ ہی قرآن پر عمل کرنے کی نیت بھی ہو تو سونے پر سُہاگہ ہو جائے۔ اسلاف میں سے اکثر کا یہی عمل تھا کہ وہ رات کو اُٹھ کر اللہ ﷻ کی عبادت کیا کرتے تھے، روزانہ آٹھ رکعات نماز تہجد سید عالم ﷺ سے ثابت ہے، صحابہ کرام میں سے بھی اکثر رات میں عبادت کرتے تھے چنانچہ منقول ہے:

☆.....حضرت سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ ﷻ کے محبوب، دانائے غیوب ﷺ نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے استفسار فرمایا: ''متی تُوتِرُ'' یعنی کس وقت وتر ادا کرتے ہو؟'' آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اُوتِرُ مِن اَوَّلِ اللَّیلِ یارسول اللہ یعنی میں رات کے اول حصے میں پڑھ لیتا ہوں''۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے یہی استفسار فرمایا تو انہوں نے جواب دیا: ''آخِرَ اللَّیلِ یارسول اللہ یعنی رات کے آخر وقت میں اے اللہ کے رسول ﷺ''۔ پھر آپ ﷺ نے صدیق اکبر کے لئے ارشاد فرمایا: ''اَخَذَ ھٰذَا بِالْقُوَّۃِ یعنی عمر رضی اللہ عنہ نے یہ طریقہ قوت کی بناء پر اختیار کیا ہے''۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الصلوۃ، باب الوتر قبل النوم، رقم: ۱۴۳۴، ص ۱۷۰ بتغیر قلیل)

بزرگان دین میں سے بھی کئی ہستیاں ایسی گزری ہیں جنھوں نے عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا فرمائی، خود سیدی غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا راتوں کو جاگ کر یاد الٰہی کرنا ثابت، امام اعظم ابوحنیفہ نے بھی راتیں عبادت میں گزاریں۔ لیکن جوں جوں دنیاوی اعتبار سے زمانہ ترقی کرتا گیا توں توں اُخروی لحاظ سے تنزلی کا سلسلہ بڑھتا گیا تاہم اب موجودہ دور میں اگرچہ اکابرین راتوں کو عبادت میں گزارتے ہیں اور ان کے خاص مریدین بھی اپنی راتوں کو نیکیوں میں بسر کرتے ہیں لیکن ان کی تعداد کم اور انتہائی کم ہے۔ اکثریت کا حال یہ ہے کہ دن میں یاد الٰہی نہیں کرتے، رات میں کیسے کریں گے؟ فرائض کا خیال نہیں کرتے تو مستحبات کا اہتمام کیسے ہو سکے گا؟ رات کا طویل حصہ نافرمانی میں گزار دیا جاتا ہے جب کہ اللہ ﷻ کی رحمت کی برسات ہوتی ہے بندہ گناہ میں مصروف ہوتا ہے اور جب رزق کے تقسیم کا وقت ہوتا ہے تو نماز فجر قضاء کر کے خواب خرگوش کے مزے لے رہا ہوتا ہے۔ ایسوں کو سید عالم ﷺ کے ان فرامین سے ڈرنا چاہیے:

☆.....حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جب میری امت پندرہ قسم کے کام کرے گی تو اس پر بلائیں اور مصائب نازل ہونگے''، صحابہ نے پوچھا وہ پندرہ کام کون سے ہیں؟ فرمایا: ''جب مال غنیمت کو ذاتی دولت بنایا جائے گا، جب امانت کے مال کو غنیمت سمجھ لیا جائے گا، زکوۃ کو تاوان سمجھا جائے گا، مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرے گا، اپنی ماں کی نافرمانی کرے گا، اپنے دوست کے ساتھ نیکی کرے گا، اپنے باپ کے ساتھ بدی کرے گا، مساجد میں شور کیا جائے گا، رذیل (گھٹیا) آدمی کو قوم کا سردار بنایا جائے گا، کسی شخص کے شر سے بچنے کے لئے اس کی عزت کی جائے گی، انگوری شراب پی جائے گی، ریشم پہنا جائے گا، اور اس امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں کو بُرا کہیں گے تو ان کاموں کے وقت سرخ آندھیوں اور زمین میں دھنسائے جانے اور مسخ کئے جانے کا انتظار کرو''۔

(سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب: ما جاء فی علامۃ حلول المسخ والخسف برقم: ۲۲۱۷، ص ۶۴۵)

☆.....ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''میری امت ضرور خمر (انگوری شراب) کا نام بدل کر پیتی رہے گی اور اس کے سروں پر آلات موسیقی بجتے رہیں گے اور گانے والیاں گاتی رہیں گی حتی کہ اللہ ﷻ ان کو زمین میں دھنسا دے گا اور انہیں بندر وخنزیر بنادے گا''۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب: العقوبات، رقم: ۴۰۲۰، ص ۶۶۴)

چار قسم کی نعمتوں کا ذکر:

۲......متذکرہ آیت میں اللہ ﷻ نے چار نعمتوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا: ﴿اللہ الذی جعل لکم الارض قرارا والسماء بناء وصورکم فاحسن صورکم ورزقکم من الطیبت ...... الخ (مومن:٦٤)﴾۔
قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں: جس اللہ ﷻ نے تمہارے لئے زمین کو جائے قرار بنایا اور آسمان کو بطور چھت تم پر سائبان کیا، اور تمہیں حسین صورت سے مزین کیا یعنی اس نے تمہاری تخلیق ایسی فرمائی کہ تمہارے قدم سیدھے بنائے، جلد صاف اور رنگت ستھری رکھی، ابن آدم کو سیدھا اور معتدل بنایا اور اپنے ہاتھ سے کھانا لیتا اور پیتا ہے اور دوسرے اپنے موتھ سے کھانا پکڑتے ہیں۔ اور اس نے تمہیں کھانے کے لئے پاکیزہ چیزیں عطا فرمائیں، یعنی طرح طرح کے لذیذ کھانے عطا کئے۔ (المظھری، ج٦، ص٢١٨)

مشغولیتِ قرآن وذکر اِلٰھی افضل ھے یا دعا کرنا؟

۳......ہم اس موضوع پر احادیث پیش کرتے ہیں، اہل علم اپنی علمی استطاعت کے مطابق رائے قائم کریں:
☆......حضرت ابوسعید ﷺ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کو قرآن اور میری یاد نے مجھ سے سوال کرنے سے باز رکھا اس کو میں سوال کرنے سے افضل عطا فرماؤں گا اور اللہ ﷻ کے کلام کی باقی کلاموں پر فضیلت ایسی ہے جیسے اللہ ﷻ کی تمام مخلوق پر فضیلت ہے''۔ (سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب: ما جاء کیف کانت قراءۃ النبی ﷺ، رقم: ٢٩٢٦، ص ٨٢٩)
☆......حضرت ابوہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے ایک دن میں سو مرتبہ ''سبحان اللہ وبحمدہ'' پڑھا اس کے تمام گناہ مٹا دیئے جائیں گے، خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں''۔
(صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب: فضل التسبیح، رقم: ٦٤٠٥، ص ١١١٢)

سید عالم ﷺ پر بڑھاپے کے آثار کے معانی ومطالب:

۴......جان لو کہ اللہ ﷻ انسانی عمر کو تین مراتب میں تقسیم کیا: (۱)......اس کا بچپن، (۲)......اس کی جوانی، (۳)......اس کا بڑھاپا، اور یہ ترتیب عقلی لحاظ سے بھی صحیح ترین ہے، اور اس لئے کہ انسان اپنی ابتدائی عمر میں نو پید، کمسن، شیرخوار ہوتا ہے اسی لئے اسے ''طفل'' کہتے ہیں، اور جب یہی کمسن و نو پید اپنی جوانی کو پہنچتا ہے اور ایسی عمر کو پہنچتا ہے جس میں اُسے کسی قسم کی کمزوری نہیں ہوا کرتی ہے پس اسے ''جوان'' کہتے ہیں: ﴿لتبلغوا اشد کم (الحج:٥)﴾ میں اسی جانب اشارہ ہے، پھر جب جسم میں کمزوری وضعف آنے لگے اور ظاہری اعضاء میں نقص پیدا ہونے لگے تو اسے بڑھاپا کہتے ہیں: ﴿ثم لتکونوا شیوخا (مومن:٦٧)﴾ سے اسی جانب اشارہ کرنا مقصود ہے۔ اب یہ حالات تو عام انسانوں کے ہیں، کیا سید عالم ﷺ کی ذات میں بھی یہی عام عوارض بشریہ پائے جاتے ہیں؟ کیا کائنات میں تخلیق کے اعتبار سے سب سے عمدہ تخلیق یعنی سید عالم ﷺ کی ذات مبارک نشان میں بھی یہی عوارض پائے گئے؟ کیا انہیں بھی عام لوگوں کی طرح ضعف ونقص نے مجبور و بے بس کر دیا؟

ہم کہتے ہیں کہ جہاں تک طاقت وقوت کی بات ہے تو سید عالم ﷺ میں قوت عام لوگوں کے اعتبار سے کئی گناہ زیادہ تھی، رخصتی کے وقت بی بی عائشہ طیبہ طاہرہ کی عمر مبارک فقط نو سال اور دنیاوی گنتی کے اعتبار سے ہجرت کا پہلا سال رخصتی کا سال بنا، اس وقت سید عالم ﷺ کی ظاہری عمر مبارک تقریباً ۵۳ سال کے آس پاس تھی کیونکہ آپ ﷺ کا انتقال پُر ملال ہجرت کے گیارہویں سال میں ہوا ہے۔ خیر یہ سب سے آخری زوجہ تھیں جنہیں سید عالم ﷺ نے اپنی زوجیت سے مشرف فرمایا۔ طاقت وقوت کتنی تھی، اس کا اندازہ درج ذیل حدیث واقوال شارحین سے لگائیے:

☆.....حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دن ورات کی ایک ساعت میں تمام ازواج کو مشرف فرماتے تھے اور وہ گیارہ تھیں، قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ اس کی طاقت رکھتے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہم یہ باتیں کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تیس مَردوں کی طاقت دی گئی تھی۔ (صحیح البخاری کتاب الغسل، باب اذا جامع ثم عاد، رقم: ٢٦٨،ص٤٨)

علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ایک روایت کے مطابق سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کل پندرہ نکاح ہوئے اور گیارہ عورتوں سے رخصتی ہوئی جن میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت نو ازواج حیات تھیں، اسماعیلی کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس عورتوں کی طاقت رکھتے تھے۔ حلیہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس جنتی مَردوں کی طاقت تھی، اور امام احمد، نسائی اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ ایک جنتی مرد کھانے پینے، جماع کرنے اور شہوت میں ایک سو دنیاوی مَردوں کی طاقت رکھتا ہے۔ اس حساب سے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم چار ہزار مَردوں کی طاقت رکھتے تھے۔

(فتح الباری، کتاب الغسل، باب اذا جامع ثم عاد، رقم ٢٦٨، ج١، ص ٤٩٧)

جہاں تک اُن احادیث کا تعلق ہے کہ جس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ مجھے فلاں سورۃ نے بوڑھا کر دیا تو اس سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف خدا کا حال معلوم ہوتا ہے کیونکہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوف خدا کے باعث اور امت کی تعلیم کی خاطر اس طرح کے کلمات بیان فرمائے ہیں، درج ذیل میں دو احادیث بیان کرتے ہیں جن سے خوف خدا کا حال بھی معلوم ہوگا اور ظاہری بڑھاپے کے احوال کا بھی تدارک ہو جائے گا کہ بظاہر ٦٣ سال کی عمر پاک ہے لیکن قوت وطاقت اور سفیدی وہ نہیں جو اس عمر میں عام لوگوں کی ہوا کرتی ہے:

☆.....حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ بوڑھے ہوگئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے سورۂ ھود، الواقعہ، المرسلات، عم یتساءلون، اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا''۔

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: ومن سورة الواقعة، رقم: ٣٣٠٨، ص ٩٤٦)

☆.....حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی اور سر کے بالوں میں بیس بال سے بھی کم سفید تھے۔

(سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب: ما جاء فی مبعث، رقم: ٣٦٤٣، ص ١٠٣٨)

اغراض:

مجازی: اللہ عزوجل نے ﴿مبصرا﴾ کی نسبت ﴿النهار﴾ کی جانب فرمائی، یہ نسبت مجازی اور عقلی ہے جس طرح سایہ کی نسبت دن کی جانب کی جاتی ہے۔ **اعبدوا:** اس بارے میں دو تفاسیر ہیں، جس میں سے ایک قول گزر چکا ہے، اور دوسری تفسیر کا ارادہ کرنا درست ہے اور مراد اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سوال وگریہ وزاری کرنا ہے، معنی یہ ہے کہ جب تم جانتے ہو کہ اللہ عزوجل مالک الملک ہے اور کائنات میں تصرف کا اختیار اس کے سوا کسی کو (ذاتی) طور پر نہیں، تو اسی کی بارگاہ میں محتاجی کی صورت میں دستِ سوال دراز کرو، کیونکہ دنیا وآخرت کی خیر اللہ عزوجل کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔

دلائل التوحید: یعنی نقلی وعقلی دلائل مراد ہیں۔ **وقتا محدودا:** یعنی موت کا وقت مراد ہے۔

بخلق ابیکم آدم: میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مضاف حذف ہے اور یہ بھی درست ہے کہ کلام کو ظاہر پر باقی رکھا جائے کیونکہ نطفہ کی اصل بنیاد غذا پر منحصر ہوتی ہے جو کہ مٹی سے وجود میں آتی ہے۔

بمعنی اطفالا: اولی یہ ہے کہ ﴿طفلا﴾ بمعنی ''اطفالا'' لیا جائے، تاکہ حال وذوالحال میں مطابقت ہو جائے، کیونکہ ﴿طفلا﴾ حال ہے ﴿یخرجکم﴾ کی کاف ضمیر سے، اور حال مفرد لفظوں میں اور معنی میں جمع ہے، کیونکہ لفظ ''الطفل'' مذکر ومونث دونوں میں

مستعمل ہے اور مفرد وجمع میں بھی، جیسا کہ ایک مقام پر فرمایا: ﴿او الطفل الذین لم یظهروا (النور:۳۱)﴾۔

عقب الارادة التی هی معنی القول المذکور: مذکورہ قول کسی قسم کی بھی شئ تخلیق کے معاملے میں جلدی برتنے سے کنایہ ہے، معنی یہ ہے کہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ بغیر کسی توقف کے جلدی ہو جاتی ہے، اور کلام مفسر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ آیت مقدسہ کا معنی یہ ہے کہ: اللہ عزوجل جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے ارادہ فرمانے سے ہی وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص۱۹۳ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۳

﴿الم ترالی الذین یجادلون فی ایت الله﴾القُران ﴿انی﴾ کیفَ﴿یصرفون (۶۹)﴾عَنِ الْاِیمَانِ﴿الذین کذبوا بالکتب﴾القُرانَ﴿وبما ارسلنا به رسلنا قف﴾مِنَ التَّوحِیدِ والبَعثِ وهم کُفارُ مَکةَ﴿فسوف یعلمون (۷۰)﴾عُقُوبَةَ تَکذِیبِهِم﴿اذ الاغلل فی اعناقهم ﴾اِذ بَمعنَی اِذا﴿والسلسل﴾عطفٌ عَلی الْاَغلالِ فَتَکُونُ فِی الْاَعْنَاقِ او مُبتَداءٌ خَبَرهُ مَحذُوفٌ ای فِی اَرجُلِهِم اَوْ خَبَرُه﴿یسحبون (۷۱)﴾ای یُجَرُّونَ بهَا﴿فی الحمیم﴾ای جَهنمَ﴿ثم فی النار یسجرون (۷۲)﴾یُوقَدُونَ﴿ثم قیل لهم ﴾تَبکِیتاً﴿این ما کنتم تشرکون (۷۳) من دون الله﴾مَعهُ وهِیَ الْاَصنَامُ ﴿قالوا ضلوا﴾غابُوا ﴿عنا﴾فلا نَرَاهُم ﴿بل لم نکن ندعوا من قبل شیئا﴾اَنکَرُوا عِبَادَتَهم اِیاها ثُمَّ اُحضِرَتْ قَالَ اِنکم وما تَعبُدُونَ من دُونِ الله حَصَبُ جهنم ای وُقُودُها﴿کذلک﴾ای مِثلَ اَضلالِ هٰؤلاءِ المُکَذِّبِینَ﴿یضل الله الکفرین (۷۴)﴾وَیُقَالُ لَهم اَیضا﴿ذلکم﴾العَذَابُ﴿بما کنتم تفرحون فی الارض بغیرالحق﴾مِنَ الْاِشراکِ وَاِنکارِ البَعثِ﴿وبما کنتم تمرحون (۷۵)﴾تَتَوَسَّعُونَ فِی الفَرحِ﴿ادخلوا ابواب جهنم خلدین فیها ج فبئس مثوی﴾ماوٰی﴿المتکبرین (۷۶) فاصبر ان وعد الله﴾بِعَذَابِهم ﴿حق ج فاما نرینک﴾فِیهِ اِنَّ الشَّرطِیةُ مُدغَمةٌ ومَا زائِدةٌ تُؤَکِّدُ مَعنَی الشَّرطِ اَوَّلُ الفعلِ والنُّون تَؤکِّدُ آخِرَهُ﴿بعض الذی نعدهم ﴾به مِنَ العَذابِ فی حَیاتِکَ وَجَوابُ الشَّرطِ مَحذُوفٌ ای فَذَاکَ﴿او نتوفینک﴾قَبلَ تَعذِیبِهِم ﴿فالینا یرجعون (۷۷)﴾فَتُعَذِّبُهُم اَشَدَّ العَذَابِ فَالجَوابُ المَذکُورِ لِلمَعطُوفِ فقطْ ﴿ولقد ارسلنا رسلا من قبلک منهم من قصصنا علیک ومنهم من لم نقصص علیک﴾رُوِیَ اَنَّهُ تَعَالی بَعثَ ثَمانِیةَ آلافِ نَبِیِّ اَربَعةُ آلافِ نَبیّ مِّن بَنِی اِسرائیلَ واَربَعةُ آلافِ نبیّ مِّن سائِرِ النَّاسِ﴿وما کان لرسول﴾مِنهُم﴿ان یأتی بایة الا باذن الله﴾لِاَنَّهم عَبِیدٌ مَربُوبُونَ﴿فاذا جاء امرالله﴾بِنُزُولِ العَذَابِ عَلَی الکفارِ﴿قضی﴾بَینَ الرُّسُلِ وَمُکَذِّبِیهَا﴿بالحق وخسر هنالک المبطلون (۷۸)﴾ای ظَهَرَ القَضَاءُ والخُسرانُ لِلناسِ وَهم خَاسِرُونَ فی کُلِّ وقتٍ قبلَ ذالکَ.

﴿ترجمہ﴾

کیا تم نے نہ دیکھا جو اللہ کی آیتوں (یعنی قرآن پاک) میں جھگڑتے ہیں......۱...... کیسے (انی بمعنی کیف) پھیرے جاتے ہیں (ایمان لانے سے) وہ جنہوں نے جھٹلائی کتاب (یعنی قرآن پاک) اور جو ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھ بھیجا (عقیدۂ توحید وحشر نشر

جھٹلانے والے کفار مکہ تھے) وہ عنقریب جان جائیں گے (اپنے جھٹلانے کا انجام) جب ان کی گردنوں میں طوق ہوگا (اذالاغلال میں اذ بمعنی اذا ہے) اور زنجیریں (السلسل کا عطف الاغلال پر ہو تو معنی ہوگا کہ زنجیریں بھی ان کی گردنوں میں ہوں گی یا پھر السلسل مبتدا بن رہا ہے اس کی خبر فی او جلھم محذوف ہے اس صورت میں معنی ہوگا ان کے پیروں میں زنجیریں پڑی ہونگی یا پھر السلسل مبتدا ہے اور یسحبون خبر ہے بمعنی انہیں زنجیروں کے ساتھ گھسیٹا جائے گا) گھسیٹے جائیں گے کھولتے پانی میں (یعنی جہنم میں) پھر آگ میں دہکائے جائیں گے (یسجرون بمعنی یو قدون ہے) پھر ان سے (بطور زجر) کہا جائے گا کہاں گئے وہ جو تم شریک بناتے تھے اللہ کے مقابل (اس کے ساتھ یعنی بت جنہیں تم اللہ کا شریک کرتے تھے؟) کہیں گے وہ تو ہم سے غائب ہو گئے (ہم انہیں نہیں دیکھ رہے ہے، ضلوا بمعنی غابوا ہے) بلکہ ہم پہلے کچھ پوجتے ہی نہ تھے (وہ اپنے آپ سے بتوں کی پوجا کرنے کا انکار کریں گے، پھر بت حاضر کئے جائیں گے اللہ فرمائے گا ﴿انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم (الانبیاء:۹۸)﴾) اسی طرح (یعنی ان جھٹلانے والوں کو گمراہ کرنے کی طرح) اللہ گمراہ کرتا ہے کافروں کو (اور ان لوگوں سے یہ بھی فرمایا جائے گا) یہ (یعنی یہ عذاب) اس کا بدلہ ہے جو تم زمین میں باطل پر خوش ہوتے تھے (یعنی شرک کرنے اور حشر و نشر و جھٹلانے پر) اور اس کا بدلہ ہے جو تم اتراتے تھے (یعنی جو تم گناہوں پر اتراتے تھے) جاؤ جہنم کے دروازوں میں اس میں ہمیشہ رہنا تو کیا ہی برا ٹھکانا مغروروں کا تو تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ (کفار پر عذاب آنے کا) سچا ہے تو اگر ہم تمہیں دکھادیں (فامامیں ان شرطیہ ہے جس کا ما زائد میں ادغام کیا گیا ہے، یہ ما زائدہ اول فعل میں معنی شرط کو موکد کر رہا ہے اور نون تاکید آخر فعل میں تاکید پیدا کر رہا ہے) کچھ وہ چیز جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے (یعنی عذاب آپ کی حیات مبارکہ میں، اس کا جواب شرط فذاک محذوف ہے، بہ ضمیر عائد الی الموصول محذوف ہے) یا تمہیں (ان کو عذاب دینے سے پہلے ہی) وفات دیں بہر حال ہماری ہی طرف پھرنا (پھر ہم انہیں سخت ترین عذاب دیں گے جواب مذکور فقط معطوف کے لیے ہے) اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول بھیجے کہ جس میں سے کسی کا حال تم سے بیان فرمایا اور کسی کا احوال نہ بیان فرمایا (مروی ہے اللہ ﷻ نے آٹھ ہزار انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا جن میں سے چار ہزار بنی اسرائیل اور بقیہ چار ہزار انبیاء کرام دیگر لوگوں میں ہوئے......۲......) اور (ان میں سے) کسی رسول کو نہیں پہنچتا کہ کوئی نشانی آئے بے حکم خدا کے (کیونکہ وہ اللہ کے بندے اور مملوک ہیں) پھر جب اللہ ﷻ کا حکم (کفار پر عذاب نازل ہونے کا) آئے گا فیصلہ دیا جائے گا (رسل عظام اور جھٹلانے والوں کے درمیان) حق کے ساتھ اور باطل والوں کا وہاں خسارہ (اللہ کا یہ فیصلہ اور کافر لوگوں کا خسارہ پانے والوں میں ہونا ظاہر ہوگا لیکن اس سے بھی ہر وقت ہر لحظہ خسارہ پانے والے ہی ہیں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿الم ترا الی الذین یجادلون فی ایت اللہ انی یصرفون○﴾.

ھمزہ: حرف استفہام، لم تر: فعل نفی با فاعل، الی: جار، الذین یجادلون فی ایت اللہ: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، انی: اسم استفہام حال مقدم، یصرفون: فعل مجہول واؤ ضمیر ذوالحال، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿الذین کذبوا بالکتب وبما ارسلنا بہ رسلنا﴾.

الذین: موصول، کذبوا: فعل با فاعل، بالکتب: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، بما ارسلنا بہ رسلنا: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، ملکر ماقبل "الذین یجادلون" سے بدل ہے۔

﴿فسوف یعلمون○ اذ الاغلل فی اعناقھم والسلسل یسحبون○ فی الحمیم﴾.

ف: عاطفہ، سوف: حرف استقبال، یعلمون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، یسحبون فی الحمیم: جملہ فعلیہ حال، ملکر فاعل، اذ: مضاف، الاغلل: معطوف ہ، و: عاطفہ، السلسل: معطوف، ملکر مبتدا، فی اعناقھم: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم فی النار یسجرون ٥ ثم قیل لھم این ما کنتم تشرکون٥ من دون اللہ﴾۔

ثم: عاطفہ، فی النار: ظرف لغو مقدم، یسجرون: فعل با نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ثم: عاطفہ، قیل لھم: قول، این: اسم استفہام خبر مقدم، ما: موصول، کنتم تشرکون: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر ذوالحال، من دون اللہ: ظرف مستقر حال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا ضلوا عنا بل لم نکن ندعوا من قبل شیئا﴾۔

قالوا: قول، ضلوا عنا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، بل: اضراب، لم نکن: فعل ناقص با اسم، ندعوا: فعل با فاعل، من قبل: ظرف مستقر حال مقدم، شیئا: ذوالحال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿کذلک یضل اللہ الکفرین٥﴾۔

کذلک: ظرف مستقر "اضلالا" مصدر محذوف کی صفت، ملکر مفعول مطلق مقدم، یضل اللہ الکفرین: فعل و فاعل و مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ذلکم بما کنتم تفرحون فی الارض بغیر الحق وبما کنتم تمرحون٥﴾۔

ذلکم: مبتدا، ب: جار، ما: موصولہ، کنتم: فعل ناقص با اسم، تفرحون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، بغیر الحق: ظرف مستقر حال، ملکر فاعل، فی الارض: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، ملکر مجرور، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، بما کنتم تمرحون: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ادخلوا ابواب جھنم خلدین فیھا فبئس مثوی المتکبرین٥﴾۔

ادخلوا: فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال، خلدین فیھا: شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، ابواب جھنم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، بئس: فعل ذم، مثوی المتکبرین: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر مبتدا محذوف "ھی" کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاصبر ان وعد اللہ حق﴾۔

ف: فصیحیہ، اصبر: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط محذوف "اذا بدا لک منھم مابدا من صد و اعوض" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ، ان وعد اللہ: حرف مشبہ و اسم، حق: خبر، ملکر جملہ اسمیہ تعلیلیہ۔

﴿فاما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک فالینا یرجعون٥﴾۔

ف: عاطفہ، ان: شرطیہ، ما: زائدہ، نرینک: فعل با فاعل و مفعول، بعض: مضاف، الذی نعدھم: موصول صلہ، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا محذوف "فننتقم منھم اشد الا نتقام" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ معطوف علیہ، او: عاطفہ، نتوفینک: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، الینا یرجعون: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ معطوف، ملکر جملہ معطوف۔

﴿ولقد ارسلنا رسلا من قبلک ومنھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک﴾۔

و: عاطفہ، لام: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، ارسلنا: فعل با فاعل، رسلا: موصوف، من قبلک: ظرف مستقر صفت اول، منھم: ظرف مستقر

خبر مقدم،من قصصنا علیک: موصول صلہ،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،منھم:ظرف مستقر خبر مقدم،من لم نقصص علیک: موصولہ صلہ،ملکر مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف،ملکر صفت ثانی مفعول،ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم،ملکر جملہ قسمیہ۔

﴿وما کان لرسول ان یاتی بایة الا باذن الله﴾.

و:عاطفہ،ما:نافیہ،کان:فعل ناقص،لرسول:ظرف مستقر خبر مقدم،ان:مصدریہ،یاتی:فعل ھو ضمیر ذوالحال،الا:اداۃ حصر،باذن الله:ظرف مستقر حال،ملکر فاعل،بایة:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر اسم مؤخر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاذا جاء امر الله قضی بالحق وخسر هنالک المبطلون﴾. ف:عاطفہ،اذا:ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم،جاء امر الله:فعل وفاعل،ملکر جملہ فعلیہ شرط،قضی:فعل مجہول "ھو" ضمیر ذوالحال،بالحق:ظرف مستقر حال،ملکر نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،خسر:فعل،ھنالک:ظرف،المبطلون:فاعل،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

جھگڑنے والے کون تھے؟

۱......ابن سیرین کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل کی آیات میں جھگڑا کرنے والے تقدیر کا انکار کرنے والے (فرقہ قدریہ) ہیں۔

☆......عقبہ بن عامر جہنی کہتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عنقریب میری امت میں سے اہل کتاب اور اہل اللین ہلاک کیے جائیں گے"، صحابہ نے پوچھا اہل کتاب سے مراد کون ہیں؟ فرمایا: "وہ لوگ جو کتاب اللہ عزوجل کا علم ہونے کے باوجود اس میں جھگڑتے ہیں"، پھر پوچھا کہ اہل اللین کون ہیں؟ فرمایا: "جو خواہشات کی پیروی کرتے اور نمازیں ضائع کرتے ہیں"۔ ابو قبیل کہتے ہیں: میرا گمان ہے کہ تقدیر کا انکار کرنے والے وہی لوگ ہیں جو اللہ عزوجل کی آیتوں میں بحث کرتے ہیں اور اہل لین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا کوئی امام جماعت نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ رمضان کے مہینے کو پہچانتے ہیں۔ (الطبری، الجزء:۲٤،ص ۹٦)

تقدیر کا انکار کرنے والوں سے کس قسم کا تعلق رکھا جائے؟

☆......حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قدریہ (منکرین تقدیر) اس امت کے مجوس ہیں، اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے میں نہ جاؤ"۔ (سنن ابو داؤد، کتاب السنة، باب:فی القدر، رقم:٤٦٩١،ص ۸۷۸)

☆......ابو نعیم "حلیة الاولیاء" میں بطریق امام شافعی یحییٰ بن سلیم نے امام جعفر سے، وہ امام باقر سے، وہ عبداللہ بن جعفر طیار سے، وہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، ایک شخص نے کہ واقعہ جمل میں امیر المومنین کے ساتھ کھڑے ہو کر عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں مسئلہ تقدیر سے خبر دیجئے، فرمایا: گہرا دریا ہے اس میں قدم نہ رکھ، عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں خبر دیجئے، فرمایا: اللہ عزوجل کا راز ہے زبردستی اس کا بوجھ نہ اٹھا، عرض کی: یا امیر المومنین! ہمیں خبر دیجئے!، فرمایا: اگر نہیں مانتا تو ایک امر ہے دو امروں کے درمیان، نہ آدمی مجبور محض ہے نہ اختیار اُسے سپرد ہے، عرض کی: یا امیر المومنین! فلاں شخص کہتا ہے کہ آدمی اپنی قدرت سے کام کرتا ہے اور وہ حضور میں حاضر ہے۔ مولیٰ علی نے فرمایا: میرے سامنے لاؤ، لوگوں نے اُسے سامنے لاکھڑا کیا، جب امیر المومنین نے اُسے دیکھا تیغ مبارک چار انگل کے قدر نیام سے نکال لی اور فرمایا: کام کی قدرت کا تو خدا کے ساتھ مالک ہے یا خدا سے جدا مالک ہے؟ اور سنتا ہے، خبردار! ان دونوں میں سے کوئی بات نہ کہنا کہ کافر ہو جائے گا اور میں تیری گردن اڑادوں گا، اس نے کہا: یا امیر المومنین! پھر میں کیا کہوں؟ فرمایا: یوں کہہ کہ اس خدا کے دیئے سے اختیار رکھتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو مجھے

اختیار دے، بے اس کی مشیت کے مجھے کچھ اختیار نہیں۔

(الفتاوی الرضویة مخرجه، رساله: ثلج الصدر لایمان القدر، ج۲۹، ص۲۹۸ وغیرہ)

حضرات انبیاء، رسل، صحف اور کتب کی تعداد:

۲.....سید عالم ﷺ سے بعض روایات مروی ہیں کہ ان سے حضرات انبیائے کرام کی تعداد کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''ایک لاکھ چوبیس ہزار یا دو لاکھ چوبیس ہزار ہیں''۔ (شرح عقائد نسفیه، مبحث: النبوات، ص ۱۳۹)

علامہ عبدالعزیز پرہاروی کہتے ہیں: ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے سید عالم ﷺ سے حضرات انبیائے کرام کی تعداد کے بارے میں استفسار کیا تو فرمایا: ''ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں جن میں سے تین سو پندرہ رسل ہیں''، اور اس پر بہت سے اہل علم کا اتفاق ہے، اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ ابوذر کہتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ! رسل کتنے ہیں؟ فرمایا: ''تین سو دس اور کچھ زائد ہیں''۔ اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس پر علماء کا جم غفیر اتفاق کرتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''دو لاکھ چوبیس ہزار حضرات انبیائے کرام ہوئے''۔ اور راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ حافظ جلال الدین اس روایت سے واقف نہیں ہوئے اور حافظ جلال الدین محلی کہتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے آٹھ ہزار نبی بھیجے جس میں سے چار ہزار بنی اسرائیل میں سے، چار ہزار دیگر لوگوں میں سے، اور بعض کتب میں ایک ایک ہزار دونوں (بنی اسرائیل اور دیگر لوگوں میں سے) ہونا مراد ہے۔ اور امام احمد کی ابوذر رضی اللہ عنہ سے مذکور روایت قابل اعتماد ہے۔ (النبراس، مبحث: النبوات، ص ۲۸۱)

ابو معین نسفی نے اپنی عقائد میں لکھا: اللہ عزوجل نے شیث بن آدم علیہ السلام پر پچاس صحیفے نازل فرمائے، حضرت ادریس علیہ السلام پر تیس، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس، اور حضرت موسی علیہ السلام پر فرعون کے غرق ہونے سے پہلے دس صحیفے نازل فرمائے پھر اللہ عزوجل نے فرعون کے غرق ہونے کے بعد حضرت موسی علیہ السلام کو توریت عطا فرمائی، اور حضرت عیسی علیہ السلام پر انجیل مقدس نازل فرمائی، حضرت داود علیہ السلام پر زبور مقدس کا نزول ہوا اور ہمارے نبی پاک صاحب لولاک ﷺ پر قرآن مجید نازل ہوا اور بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کے بجائے حضرت آدم علیہ السلام پر دس صحائف کے نزول کے بارے میں لکھا اور حضرت وہب بن منبہ کہتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بیس صحیفے نازل ہوئے اور انہوں نے حضرت موسی علیہ السلام کے دس صحائف کا ذکر نہیں کیا اور روایات کے مطابق کتابوں کی کل تعداد ایک سو چار بتائی جاتی ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ کتب کے نازل ہونے کی تعداد کے بارے میں موصول ہونے والی روایت صحیح نہیں ہے اور اس کی سند بھی قوی نہیں ہے۔ (النبراس، مبحث: الکتب المنزلة، ص ۲۹۰)

اغراض:

اذ بمعنی اذا: اس اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے کہ اگر ''سوف'' مستقبل اور ''اذ'' ماضی کے لئے ہے تو پھر یہاں ماضی کا مستقبل کے ساتھ تعلق صحیح نہیں ہے، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ ''سوف'' کا مستقبل میں مستعمل ہونا مجازی نسبت کے اعتبار سے ہے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ کسی کام کے متحقق اور واقع ہونے کو شامل ہوتا ہے۔

بھا: معنی یہ ہے کہ جہنمیوں کے گلوں میں طوق اور زنجیریں ہونگی، اور انہیں جہنم میں زنجیروں سمیت مونہوں کے بل گھسیٹا جائے گا اور یہ ابتدائی دو اقوال ہیں جب کہ تیسرا قول یہ ہے کہ طوق ان کی گردنوں میں، زنجیریں ان کے پاؤں میں، جنہیں گھسیٹتے ہوئے وہ جہنم میں جائیں گے، اور سارے ہی اقوال درست ہیں۔

ثم احضرت: اس صورت میں آیت مذکورہ ﴿من دون الله قالوا ضلوا عنا بل لم نکن ندعوا من قبل شیئا انکم وما

تعبدون...... الخ (مومن:۷۴)﴾ اللہ ﷻ کے اس فرمان:﴿انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم انتم لھا واردون(الانبیاء:۹۸)﴾ کی مخالفت کرتا ہے، میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دونگا کہ پہلے تو معبودوں نے انہیں گمراہ کیا اور بیزاری ظاہر کردی، پھر حاضر ہونگے اور قریب ہوجائیں گے۔

تتوسعون فی المعاصی: یعنی دنیا میں خوشی کا اظہار کرتے تھے، معصیت، کثرتِ مال، پاکیزہ چیزوں کو ضائع کرنا، پس "المرح بمعنی الفرح" ہے، اگرچہ یہ آیت کافروں کی مذمت میں نازل ہوئی ہے لیکن اس کا اطلاق ہر نافرمانی کرنے والے پر ہوتا ہے اور وہ نافرمان اُس سے حصہ پائے گا۔

بعذابھم: وعدہ نبی پاک ﷺ کی مدد کرنے کا، عذاب کی وعید کو وعدے کا نام دیا اس لئے کہ دونوں حقیقت میں ایک ہی ہیں۔

روی: یعنی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے سید عالم ﷺ سے استفسار کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ سے پہلے کتنے حضرات انبیائے کرام دنیا میں تشریف لائے؟ جواب ارشاد فرمایا: "ایک لاکھ چوبیس ہزار (کم وبیش)، جس میں سے رسل تین سو پندرہ تھے"۔

مربوبون: بمعنی مملوکون ہے، غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر کچھ استطاعت نہیں رکھتا، اور اس جملے میں قریش کا رد ہے جو وہ سید عالم ﷺ کے بارے میں کہا کرتے تھے: "ہمارے لئے پہاڑ کو سونا بنادیجئے" اور اس کے علاوہ بھی کئی امور جس کا بیان سورۃ الاسراء میں ہوچکا ہے۔

ای ظھر القضاء: اس جملے میں اس جانب اشارہ ہے کہ نافرمانوں کو قیامت سے پہلے ہی خسارا اٹھانا پڑے گا؟ میں (علامہ صاوی) اس اعتراض کا جواب یہ دوں گا اس سے مراد وہ امر ظاہر کرنا ہے جو مخفی تھا۔ (الصاوی، ج۵، ص ۱۹۵ وغیرہ)

رکوع نمبر:۱۴

﴿اللہ الذی جعل لکم الانعام﴾قِیلَ الْاِبِلِ ھُنَا خَاصَّةً وَالظَّاھِرُ وَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ﴿لترکبوا منھا ومنھا تاکلون (۷۹) ولکم فیھا منافع﴾مِنَ الدَّرِّ وَالنَّسلِ وَالوَبَرِ وَالصُّوفِ ﴿ولتبلغوا علیھا حاجۃ فی صدورکم﴾ھِیَ حَمْلُ الْاَثْقَالِ اِلَی البِلادِ﴿وعلیھا﴾فِی البَرِّ﴿وعلی الفلک﴾السُّفُنِ فِی البَحرِ﴿تحملون (۸۰) ویریکم ایتہ فای ایت اللہ﴾الدَّالَّةِ عَلٰی وَحْدَانِیَّتِهٖ﴿تنکرون(۸۱)﴾اِستِفْھَامُ تَوْبِیخٍ وَتَذْکِیرٍ اَیُّ اَشْھُرٍ مِن تَانِیثِہٖ﴿افلم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم ط کانوا اکثر منھم واشد قوۃ واثارا فی الارض﴾مِن مَصَانِعَ وَقُصُورٍ﴿فما اغنی عنھم ما کانوا یکسبون (۸۲) فلما جاء تھم رسلھم بالبینت﴾المُعجِزَاتِ الظَّاھِرَاتِ﴿فرحوا﴾اَیِ الکُفَّارُ﴿بما عندھم﴾اَیِ الرُّسُلِ﴿من العلم﴾فَرَحَ اِستِھزَاءٍ وَضَحِکَ مُنکِرِینَ لَہٗ﴿وحاق﴾نَزَلَ﴿بھم ما کانوا بہ یستھزء ون (۸۳)﴾اَیِ العَذَابِ﴿فلما راوا باسنا﴾اَی شِدَّةُ عَذَابِنَا﴿قالوا امنا باللہ وحدہ وکفرنا بما کنا بہ مشرکین (۸۴) فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راوا باسنا ط سنت اللہ﴾نَصَبُہٗ عَلَی المَصدَرِ بِفِعلٍ مُقَدَّرٍ مِن لَفظِہٖ﴿التی قد خلت فی عبادہ﴾فِی الْاُمَمِ اَن لَا یَنفَعُھُمُ الْاِیمَانُ وَقْتَ نُزُولِ العَذَابِ﴿وخسر ھنالک الکفرون(۸۵)﴾تَبَیَّنَ خُسرَانُھُم لِکُلِّ اَحَدٍ وَھُم خَاسِرُونَ فِی کُلِّ وَقْتٍ قَبلَ ذٰالِکَ.

﴿ترجمہ﴾

اللہ ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے بنائے (ایک قول کے مطابق بالخصوص یہاں انعام سے مراد اونٹ ہے لیکن ظاہر یہ ہے گائے بکری کو بھی شامل ہے) کہ کسی پر سوار ہو اور کسی کا گوشت کھاؤ اور تمہارے لیے ان میں کتنے ہی فائدے ہیں (جیسے ان کا دودھ، اولاد، کھال اور اون......۱......) اور یہ کہ تم ان کی پیٹھ پر اپنے دل کی مرادوں کو پہنچو (جیسے بھاری سامان ان پر لاد کر دوسرے شہروں کی طرف لے جانا) اور (خشکی میں) ان پر اور (سمندر میں) کشتیوں پر سوار ہوتے ہو (الفلک بمعنی السفن ہے) اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تو اللہ کی کونسی نشانی کا (جو اللہ عزوجل کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی ہے) انکار کرو گے (استفہام توبیخ ہے، ای کا مذکر ہونا اس کے مونث ہونے سے زیادہ مشہور ہے) کیا انہوں نے زمین میں سفر نہ کیا کہ دیکھتے ان سے اگلوں کا کیسا انجام ہوا وہ ان سے بہت تھے اور ان کی قوت اور زمین میں نشانیاں (جیسے کنویں اور محلات وغیرہ......۲......) ان سے زیادہ تو ان کے کیا کام آیا جو انہوں نے کمایا تو جب ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے (یعنی ظاہر معجزات لے کر آئے) تو وہ (یعنی کفار) اسی پر خوشی رہے جو ان کے (یعنی رسل کرام کے) پاس تھا یعنی علم (یعنی کفار بطور استہزاء اس پر خوش ہوتے اور اس کا انکار کرتے ہوئے ہنسی کرتے) اور ان پر نازل ہو گیا ہے وہ (یعنی عذاب) جس کی ہنسی بناتے تھے پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کی شدت کو دیکھا (باسنا بمعنی شدۃ عذابنا ہے) بولے ہم ایک اللہ پر ایمان لائے اور جو اس کے شریک کرتے تھے ان سے منکر ہوئے تو ان کے ایمان نے ان کو کام نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا......۳......اللہ کا دستور (سنۃ اللہ فعل مقدر سن اللہ کا مفعول مطلق بن رہا ہے) جو اس کے بندوں میں گزر چکا (یعنی پچھلی امتوں میں کہ نزول عذاب کے وقت انہیں بھی ان کے ایمان نے کچھ فائدہ نہیں دیا تھا) اور وہاں کافر گھاٹے میں رہے (یعنی ان کا گھاٹے میں ہونا ہر ایک پر ظاہر ہو گیا اور اس سے پہلے بھی وہ ہمہ وقت گھاٹے ہی میں تھے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿اللہ الذی جعل لکم الانعام لترکبوا منھا ومنھا تاکلون٥﴾

اللہ: مبتدا، الذی: موصول، جعل لکم الانعام: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، لام: جار، ترکبوا منھا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، منھا تاکلون: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ ("تاکلون" میں نون ضرورۃ رعایت سجع کے تحت حذف نہ ہوا)۔

﴿ولکم فیھا منافع ولتبلغوا علیھا حاجۃ فی صدورکم وعلیھا وعلی الفلک تحملون٥﴾۔

و: عاطفہ، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، فیھا: ظرف مستقر حال مقدم، منافع: ذوالحال، ملکر مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لام: جار، تبلغوا علیھا: فعل بافاعل وظرف لغو، حاجۃ: مفعول، فی صدورکم: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، علیھا: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، علی الفلک: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف لغو مقدم، تحملون: فعل بانائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر بتقدیر ان مجرور، ملکر ماقبل "لترکبوا منھا" پر معطوف ہے۔

﴿ویریکم ایتہ فای ایت اللہ تنکرون٥﴾۔

و: عاطفہ، یریکم: فعل بافاعل ومفعول، ایتہ: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "جعل لکم" پر معطوف ہے، ف: عاطفہ، ای ایت اللہ: مفعول مقدم، تنکرون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿افلم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلھم﴾۔

ھمزہ: حرف استفہام، ف: عاطفہ معطوف علی محذوف "اعجزوا" لم یسیروا فی الارض: فعل نفی بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ

معطوف علیہ ،ف :عاطفہ ،ینظروا:فعل بافاعل ،کیف :اسم استفہام خبر مقدم ،کان:فعل ناقص ،عاقبۃ الذین من قبلھم: اسم مؤخر ،ملکر جملہ فعلیہ مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر جملہ مستانفہ ۔

﴿کانوا اکثر منھم واشد قوۃ واثارا فی الارض﴾.

کانوا: فعل ناقص بااسم ،اکثر منھم :شبہ جملہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،اشد :اسم تفضیل با"ھو"ضمیر ممیز ،قوۃ :معطوف علیہ ،و: عاطفہ ،اثارا :موصوف ،فی الارض: ظرف مستقر صفت ،ملکر معطوف ،ملکر تمیز ،ملکر فاعل ،منھم :ظرف لغو ،ملکر شبہ جملہ معطوف ،ملکر خبر ،ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ ۔

﴿فما اغنی عنھم ما کانوا یکسبون٥ فلما جاء تھم رسلھم بالبینت فرحوا بما عندھم من العلم﴾.

ف :عاطفہ ،ما اغنی :فعل نفی ،عنھم :ظرف لغو ،ما کانوا یکسبون :موصول صلہ ،ملکر فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ،ف :عاطفہ ،لما :شرطیہ ،جاء تھم رسلھم: جملہ فعلیہ شرط ،فرحوا :فعل بافاعل ،ب: جار ،ما عندھم :موصول صلہ ،ملکر ذوالحال ،من العلم :ظرف مستقر حال ،ملکر مجرور ،ملکر ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ جزا ،ملکر جملہ شرطیہ ۔

﴿وحاق بھم ما کانوا بہ یستھزء ون٥ فلما راوا باسنا قالوا امنا باللہ وحدہ وکفرنا بما کنا بہ مشرکین٥﴾.

و :عاطفہ ،حاق بھم :فعل وظرف لغو ،ما :موصولہ ،کانوا بہ یستھزء ون: جملہ فعلیہ صلہ ،ملکر فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ،ف :عاطفہ ،لما شرطیہ ،راوا باسنا :جملہ فعلیہ شرط ،قالوا :قول ،امنا :فعل بافاعل ،ب: جار ،اللہ :ذوالحال ،وحدہ :حال ،ملکر مجرور ،ملکر ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و :عاطفہ ،کفرنا :فعل بافاعل ،بما کنا بہ مشرکین :ظرف لغو ،ملکر جملہ فعلیہ معطوف ،ملکر مقولہ ،ملکر جملہ قولیہ ہوکر جزا ،ملکر جملہ شرطیہ ۔

﴿فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راوا باسنا سنت اللہ التی قد خلت فی عبادہ﴾.

ف :عاطفہ ،لم یک :فعل ناقص بااسم ،ینفعھم ایمانھم :فعل ومفعول وفاعل ،لما :ظرفیہ بمعنی حین مضاف ،راوا باسنا: جملہ فعلیہ مضاف الیہ ،ملکر ظرف ،ملکر جملہ فعلیہ خبر ،ملکر جملہ فعلیہ ،سنت اللہ :موصوف ،التی :موصول ،قد خلت فی عبادہ: جملہ فعلیہ صلہ ،ملکر صفت ،ملکر فعل محذوف "احذروا" کیلئے مفعول ،ملکر جملہ فعلیہ ۔

﴿وخسر ھنالک الکفرون٥﴾.

و :عاطفہ ،خسر :فعل ،ھنالک :ظرف ،الکفرون: فاعل ،ملکر جملہ فعلیہ ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

چوپایوں سے حاصل ہونے والے فوائد:

۱......جانوروں سے حاصل ہونے منافع میں اہم ترین منافع کا ذکر ہم درج ذیل کرتے ہیں:

بکرا اور بکری کا گوشت: خون لطیف پیدا کرتا گرم مزاجوں کے موافق غذا ہے، تپ دق اور کمزوری میں اس کی یخنی مفید ہوتی ہے۔ فاضل اطباء کا قول ہے کہ بکری یا بکرے کے جس عضو کو کھایا جائے انسان کے اس عضو کو طاقت حاصل ہوتی ہے۔ بکرے کے گوشت کی رنگت گہری سرخ ہوتی ہے، پہاڑی بکرے کا گوشت دیر سے ہضم ہوتا ہے۔ بکرے کی گردن اور کندھے کا گوشت بہت طاقتور ہوتا ہے ، بکری کا جگر مرگی کے مریضوں کے لئے مفید ہے۔

بھیڑ کا گوشت: گرم تر اور گاڑھا خون پیدا کرتا ہے، اعضاء کو قوت دیتا اور بدن کو فربہ کرتا ہے، چکنا اور چربیلا ہونے کی وجہ سے دیر سے ہضم ہوتا ہے۔

گائے کا گوشت: موادی امراض پیدا کرتا ہے، گنٹھیا اور دیگر دردوں میں نقصان پہنچاتا ہے، اس کا زیادہ استعمال ہونٹوں اور مسوڑھوں کو متورم کر دیتا ہے، یونانی اطباء کے نقطۂ نظر سے دیر ہضم، غلیظ اور خراب خون پیدا کرتا ہے، سوداوی امراض کا باعث ہے۔ لیکن حضرات انبیائے کرام میں سے خاص طور پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اسے پسند کیا ہے لہذا سنت ابراہیمی کی نیت سے استعمال کرنے سے کچھ نقصان نہ ہوگا۔

کیا نجات کا تعلق مال واسباب سے ہے؟

۲......لاکھوں لاکھ روپے خرچ کرنے کے بعد بھی بسا اوقات نجات نہیں ملتی، مہلک امراض رگ و پے میں ایسی جگہ کر لیتے ہیں کہ بجائے شفاء کے مرض بڑھتا چلا جاتا ہے اور مریض اپنے مرض سمیت قبر میں جا پہنچتا ہے۔ اور یہ عام مشاہدے کی بات ہے شاید ہی کوئی اس کا انکار کر سکے۔ حسرت بالائے حسرت، جس مال کو کمانے کے لئے حلال وحرام کی پرواہ نہیں کی جاتی، جائز ناجائز طریقے سب ہی اختیار کر لئے جاتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی غلام کو کام پر رکھا اور سوچا کہ چھوٹا سا کام کرلے گا تو اسے دو دینار/درہم دونگا، لیکن اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے گھوڑے کی زین چرالی اور بازار میں بیچ ڈالی، بعد میں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ بازار میں دو درہم/دینار کے بدلے زین بیچی گئی ہے تو انہیں افسوس ہوا کہ میں اُسے اتنی ہی رقم حلال طریقے سے دینے والا تھا لیکن اس نے یہی رقم حرام ذریعے سے کمائی ہے۔ خیر یہی مالِ حرام بیماریوں اور پریشانیوں کا پیش خیمہ بنتا ہے۔ سمجھنا یہ ہے کہ مال واسباب سے محبت کر کے وقت ضائع نہ کیا جائے، آخرت کے دیرپا آرام کو پیش نظر رکھ کر دنیا کے مال واسباب کی طرف نظر کچھ کم کر دی جائے......

ایمان کس وقت کا قابل قبول ہے؟

۳......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ عزوجل اس وقت تک بندہ کی توبہ قبول نہیں کرتا جب تک غرغرہ موت نہ ہو۔ (سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب: فضل التوبة والاستغفار، رقم: ۳۵۴۸، ص۱۰۱۵)

غرغرہ موت اس وقت کو کہتے ہیں کہ جب آدمی کی روح نکل کر حلق تک پہنچ جائے اور اس کو موت کا یقین ہو جائے، یا اسے عذاب نظر آنے لگے، اس وقت کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔

اغراض:

وتذکیرہ اشہر من تانیثہ: یعنی "ای" مذکر ومونث دونوں میں مستعمل ہے لیکن مونث کے مقابلے میں مذکر میں زیادہ مشہور ہے، پس "اية آيات الله" نہ کہا جائے، کیونکہ اس صورت میں اسمائے جامدات کا مذکر ومونث کے مابین تفرقہ لازم آئے گا جو کہ غریب قول ہے، یعنی دونوں میں سے کونسا زیادہ غریب ہے؟۔ **من مصانع:** مراد "اماکن" ہیں، یعنی وہ جگہیں جہاں پانی جمع کیا جاتا ہو۔ **والقصور:** سے مراد بلند عمارتیں ہیں۔ **ای العذاب:** پس اگر ایمان نہ لائے تو انہیں جس عذاب کا وعدہ دیا گیا تھا وہ آلے گا، جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے، اللہ عزوجل نے اہل مکہ کی حکایت بیان فرمائی: ﴿واذ قالوا اللهم ان كان هذا هو الحق من عندك﴾ (الانفال:۳۲)۔ **بفعل مقدر من لفظه:** یعنی اللہ عزوجل نے ان سے پہلے لوگوں کا طریقہ بیان فرمایا۔ **تبین خسرانهم:** جس چیز کا خوف کرتے تھے وہ ظاہر ہوگئی، مراد سوال مقدر "کالذی قبله" کا جواب دینا ہے۔

(الصاوی، ج۵، ص ۱۹۷ وغیرہ)

سورة فصلت مكية ثلاث و خمسون آية

سورۃ فصلت مکی ہے اس میں ۵۴ آیات ہیں

تعارف سورة فصلت

اس سورت کا دوسرا نام حم سجدۃ ہے، اس میں ٦ رکوع، ۷۹٦ کلمات اور ۳۳۵۰ حروف ہیں۔ اس سورت میں کفار مکہ کے دو اعتراضات جو کہ سابقہ سورتوں میں بھی مذکور ہوئے ان کا خاص طور پر بیان کیا گیا: (۱)...... قرآن کلام الٰہی ہے، یہ بات ان کے ذہن میں آتی ہی نہ تھی، کبھی کہتے کہ یہ خود گھڑ لیا گیا ہے اور کبھی کہتے کہ کسی سے سیکھ لیا ہے اور ہمیں سناتے ہیں، اگرچہ یہ شبہ لغو تھا تاہم ان کے ذہنوں میں راسخ ہو چکا تھا اور انہی شکوک وشبہات نے انہیں ایمان لانے سے روکے رکھا۔ (۲)...... توحید باری کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے، کیونکہ انہوں نے خدا کی خدائی کو کئی معبودان باطل میں تقسیم کر دیا تھا اور اس کی قدرت کے کرشمے ہر سو بکھرے ہیں لیکن انہیں ایمان نہ ملا اور وہ نہ سمجھے۔ اس سورت میں بتایا گیا کہ میرے محبوب ﷺ کے خلاف جو روش تم نے اختیار کی ہے اس کا نتیجہ بہت بھیانک ہوگا، اور تم نشان عبرت بنا دیئے جاؤ گے۔ قیامت کا ذکر کرتے ہوئے انہیں بتایا گیا کہ تم جو کچھ بھی کر رہے ہو تمہارے اعضاء اس پر گواہ ہیں اور یہی اعضاء کل قیامت میں تمہارے جرائم کی گواہی دیں گے۔ اس سورت میں اہل حق کی شان بھی بیان ہوئی اور ان کی استقامت کو قیامِ قیامت کے لئے دلیل بنا دیا گیا اور فرمایا گیا: ﴿ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملائكة الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التى كنتم توعدون (۳۰) نحن اولياؤكم فى الحيوة الدنيا وفى الاخرة ولكم فيها ماتشتهى انفسكم ولكم فيها ما تدعون(۳۱) نزلا من غفور الرحيم (۳۲)﴾۔

رکوع نمبر: ۱۵

بسم الله الرحمن الرحيم اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان رحم والا

﴿حم(۱)﴾اَللّٰهُ اعلمُ بِمُرَادِهٖ بِذالِكَ﴿تنزيل من الرحمن الرحيم (۲)﴾مُبْتَدَاءٌ﴿كتب﴾خَبَرُهٗ﴿فصلت ايته﴾بُيِّنَتْ بِالْاَحكَامِ والقَصَصِ والمَوَاعِظِ﴿قرانا عربيا﴾حَالٌ مِن كِتَابٍ بِصِفَتِهٖ﴿لقوم﴾مُتعلِّقٌ بِفُصِّلَتْ﴿يعلمون﴾يَفهَمُونَ ذلكَ وهم العَرَبُ﴿بشيرا﴾ صِفَةُ قُرانٍ﴿ونذيراج فاعرض اكثرهم فهم لا يسمعون﴾سِمَاعَ قُبولٍ﴿وقالوا﴾لِنَبِيٍّ﴿قلوبنا فى اكنة﴾اَغْطِيَةٍ﴿مما تدعونا اليه وفى اذاننا وقر﴾ثِقْلٌ﴿ومن بيننا وبينك حجاب﴾خِلَافٌ فى الدِّينِ﴿فاعمل﴾على دِينِكَ﴿اننا عملون(۵)﴾عَلٰى دِيْنِنَا﴿قل انما انا بشر مثلكم يوحى الى انما الهكم اله واحد فاستقيموا اليه﴾بِالْاِيمَانِ والطَّاعَةِ﴿واستغفروه ط وويل﴾كَلِمَةُ عَذَابٍ﴿للمشركين (۶) الذين لا يؤتون الزكاة وهم بالاخرة هم﴾تاكِيدٌ﴿كفرون(۷) ان الذين امنوا وعملوا الصلحت لهم اجر غير ممنونٍ(۸)﴾مَقْطُوعٍ.

﴿ترجمہ﴾

حم (اس کی جو مراد ہے اللہ با خوبی جانتا ہے......) یہ اتارنا ہے بڑے رحم والے مہربان کا (تنزیل من الرحمن الرحیم مبتدا بن رہا ہے) کتاب (کتاب...... الخ خبر بن رہی ہے) جس کی آیتیں مفصل فرمائی گئیں (یعنی جس کی آیتوں میں احکام، قصص اور موا

عظ کو بیان کیا گیا ہے) عربی قرآن ("قرانا عربیا" حال ہے، کتب کی صفت ہے) اس قول کے لیے ("لقوم" فصلت سے متعلق ہے) جو جانتے ہیں (جو اسے سمجھتے ہیں مراد اس سے قوم عرب ہے) خوش خبری دیتا ("بشیر" قرانا کی صفت بن رہا ہے) اور ڈرسناتا......۲......تو ان میں اکثر نے منہ پھیرا تو وہ سنتے ہی نہیں (قبول کا سننا) اور بولے (نبی کریم ﷺ سے) ہمارے دل غلاف میں ہیں (اکنۃ بمعنی اغطیۃ ہے) اس بات سے جس کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اور ہمارے کانوں میں روئی ہے (یعنی ثقل ہے) اور ہمارے اور تمہارے درمیان روک ہے (یعنی ہمارے مابین دینی اختلاف ہے......۳......) تو تم اپنا کام کرو (یعنی تم اپنے دین پر رہو) ہم اپنا کام کرتے ہیں (ہم اپنے دین پر رہیں گے) تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تمہی جیسا ہوں مجھے وحی ہوتی ہے......۴......کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو اسی کے حضور سیدھے رہو......۵......(ایمان لاکر اور اس کی طاعت بجالاکر) اور اس سے معافی مانگو اور خرابی ہے ("ویل" یہ کلمہ عذاب ہے) شریک والوں کو وہ جو زکوۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں (ھم کافرون میں ھم ضمیر تاکید کے لیے ہے) بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے ان کے لیے غیر منقطع ثواب ہے (ممنون بمعنی مقطوع ہے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿حم○ تنزیل من الرحمن الرحیم○ کتب فصلت ایتہ قرانا عربیا لقوم یعلمون○﴾۔

حم: "ھذہ" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ، تنزیل من الرحمن الرحیم: شبہ جملہ مبدل منہ، کتب: موصوف، فصلت: فعل مجہول، ایتہ: ذوالحال، قرانا عربیا: مرکب توصیفی حال، ملکر نائب الفاعل، لقوم یعلمون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ صفت، ملکر بدل، ملکر "ھو" مبتدا محذوف کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿بشیرا ونذیرا فاعرض اکثرھم فھم لا یسمعون○﴾۔

بشیرا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، نذیرا: معطوف، ملکر ماقبل "ایتہ" سے حال ہے، ف: عاطفہ، اعرض: فعل، اکثرھم: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ماقبل "فصلت" پر معطوف ہے، ف: عاطفہ، ھم: مبتدا، لایسمعون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقالوا قلوبنا فی اکنۃ مما تدعونا الیہ﴾۔

و: مستانفہ، قالوا: قول، قلوبنا: مبتدا، فی اکنۃ: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ اول، من: جار، ماتدعونا الیہ: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر "تمنعنا" فعل محذوف کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ ثانی، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ۔

﴿وفی اذاننا وقرومن بیننا وبینک حجاب فاعمل اننا عملون○﴾۔

و: عاطفہ، فی اذاننا: ظرف مستقر خبر مقدم، وقر: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، من: جار، بیننا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بینک: معطوف، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر خبر مقدم، حجاب: مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: فصیحیہ، اعمل: فعل امر با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ شرط محذوف "ان عرفت ما قلناہ لک" کیلئے جزا، ملکر جملہ شرطیہ، اننا: حرف مشبہ واسم، عملون: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿قل انما انا بشرمثلکم یوحی الی انما الھکم الہ واحد﴾۔

قل: قول، انما: حرف مشبہ وماکافہ، انا: مبتدا، بشر: موصوف، مثلکم: صفت اول، یوحی الی: فعل مجہول وظرف لغو، انما: حرف مشبہ وماکافہ، الھکم: مبتدا، الہ واحد: خبر، ملکر جملہ اسمیہ صفت ثانی، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فاستقیموا الیہ واستغفروہ وویل للمشرکین ○ الذین لا یوتون الزکوۃ وھم بالاخرۃ ھم کفرون○﴾۔

ف: فصیحیہ ،استقیموا الیہ:فعل امر بافاعل وظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و:عاطفہ ،استغفروہ:فعل امر بافاعل ومفعول،ملکر جملہ فعلیہ معطوف،ملکر شرط محذوف "اذا کان الامر کذلک" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ ،و:عاطفہ،ویل:مبتدا،لام: جار،المشرکین:موصوف،الذین:موصول،لایوتون الزکوۃ:جملہ فعلیہ معطوف علیہ ،و:عاطفہ،ھم بالاخرۃ ھم کفرون:جملہ اسمیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر صفت،ملکر ظرف مستقر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذین امنوا وعملوا الصلحت لھم اجر غیر ممنون٥﴾.

ان: حرف مشبہ،الذین امنوا وعملوا الصلحت:موصول صلہ،ملکر اسم،لھم:ظرف مستقر خبر مقدم،اجر:موصوف،غیر ممنون:صفت،ملکر مبتدا موخر،ملکر جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

حم کے معانی ومطالب میں مفسرین کی آراء:

۱...... یہ خطاب ہے جو کہ حبیب اعظم کی طرف سے محبوب معظم کی جانب نازل کیا گیا ہے،ایک قول یہ ہے کہ "حم" کے ذریعے اللہ عزوجل نے قسم کھانے کا اہتمام فرمایا ہے،یعنی میری (بے مثال) حیات کی قسم،یا جس کی جانب یہ پاک کلام نازل کیا گیا اسکی حیات کی قسم،یعنی اے محبوب تیری حیات،مشاہدات کی قسم،یا حجر اسود ومقام محمود کی قسم مراد ہے،کیونکہ یہ دونوں جنت کے یاقوت ہیں اور اللہ عزوجل کے رازوں میں سے دو عظیم راز ہیں تاہم مناسب خیال ہوتا ہے کہ انہی دونوں (حجر اسود ومقام محمود) کی قسم مانی جائے،یا ان حروف کی قسم مراد لی جائے جو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام اللہ عزوجل کی پاک بارگاہ سے لے کر نازل ہوئے ہیں۔ (روح البیان ،ج۸،ص۳۰۳)

قرآن مجید کی صفات:

۲......امام رازی نے اس مقام پر قرآن مجید کی دس صفات بیان کی ہیں جنہیں ہم درج ذیل ترتیب وار ذکر کرتے ہیں:
(۱)......قرآن کریم مُنَزَّلٌ مِنَ اللہ ہے،یعنی تھوڑا تھوڑا اتمام تر حکمتوں کے تقاضوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے لوح محفوظ سے جبرائیل امین علیہ السلام لے کر نازل ہوئے۔(۲)......اللہ کی دو صفتیں "الرحمن والرحیم" ہیں،(یہ وہ دو صفات ہیں جو اللہ عزوجل کی محبوب ہیں کیونکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں اور پھر سورۃ الفاتحہ کے آغاز میں بھی یہی صفات ذکر ہوئی،"جو چیز محبوب ہوتی ہے اس کا ذکر کثرت کے ساتھ کیا جاتا ہے"الحدیث) جو خالق کائنات مریضوں کو صحت محتاجوں کی حاجت روائی،بھوکوں کو غذا کی نعمت سے نوازتا ہے وہی اس عظیم نعمت کو اپنے عام بندوں میں بھیجنے کا اہتمام فرماتا ہے۔(۳)......یہ وہ کتاب ہے جس میں اولین وآخرین کے علوم کو یکجا کر دیا گیا ہے اسی لئے اسے کتاب کہا گیا ہے۔(۴)......اللہ عزوجل نے فرمایا:﴿فصلت ایاتہ﴾ یعنی یہ کتاب آیات کا باہمی فرق واضح کرتی ہے اور مختلف معانی کی تفاصیل کرتی ہیں کیونکہ بعض آیات اللہ عزوجل کی صفات،اس کی تنزیہ،تقدیس،اس کے علم وقدرت،رحمت،حکمت زمین وآسمان کے عجائب وغرائب،دن رات،وعدہ،وعید،سورج،چاند ستارے،ثواب،عذاب،جنت ودوزخ کے درجات،نصیحت،اخلاق ،ریاضت،نفس،سابقہ اقوام کے واقعات ،ماضی کی تاریخ،وغیرہ کا بیان اسی پاک کلام میں موجود ہے۔(۵)......اس کی ایک خوبی یہ ہے کہ "قرآن" ہے یعنی یہ جو قرآن ہے اس کی فلاں فلاں خوبیاں ہیں۔(۶)......یہ پاک کلام عربی میں نازل ہوا،چنانچہ فرمایا:﴿وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ (ابراھیم:۴)﴾۔(۷)......اللہ عزوجل کا فرمان:﴿لقوم یعلمون﴾ یعنی ہم نے اسے عربی میں نازل کیا یعنی اہل عرب میں تاکہ وہ اسے سمجھیں،ایک قول یہ کیا جاتا ہے:﴿لقوم یعلمون﴾ کا متعلق کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ متعلق یا تو ﴿تنزیل﴾ ہے یا ﴿فصلت﴾ ہے۔(۸،۹)......اللہ عزوجل کا فرمان:﴿بشیرا و

بشیرا ﴾یعنی فرمانبرداروں کے لئے نصیحت اور نافرمانوں کے لئے عذاب ہے۔(۱۰)......کافروں نے قرآن کو نہ تو سنا اور نہ ہی کان دھرا۔ (الرازی، ج۹،ص ۵۳۷وغیرہ)

کفار کا کہنا کہ ہمارے تمہارے درمیان روک ہے:

۳......جاننا چاہئے کہ جب اللہ ﷻ نے کافروں کے اوصاف کو بیان کرنا شروع فرمایا تو ان کے اعراض کرنے کے حوالے سے تین اوصاف کا ذکر فرمایا جو کہ یہ ہیں: ﴿قلوبنا فی اکنة مما تدعونا الیه ﴾،﴿وفی آذاننا وقر ﴾،﴿ومن بیننا وبینک حجاب (حم سجدۃ:۵)﴾۔ یہ بھی جاننا چاہیے کہ کافروں کے رُک جانے کو تین اوصاف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جو کہ ما قبل آیات میں بیان ہوئے ہیں۔ جب کہ ''قلب'' حصولِ معرفت کا محل ہے اور بدن انسانی کا سردار ہے، اور ''سمع وبصر'' یہ دونوں تحصیلِ معارف کے ذرائع ہیں، پس واضح ہو گیا کہ کافروں کے تین ذرائع جو کہ حصولِ معرفت میں کام آتے ہیں پردے میں ہیں۔ یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ جب کسی چیز کی نفرت میں تاکید پیدا ہو جائے تو نفرت تو دل میں پیدا ہوتی ہے لیکن کان بھی اس کے معنی کو سمجھنے سے قاصر ہوتے ہیں، آنکھ دیکھ کر بھی نہیں دیکھ سکتی، پس جب کسی چیز کی نفرت دل میں شدت اختیار کر لیتی ہے تو تدبر و توقف کی گنجائش نہیں رہتی ، پس یہی وجہ ہے کہ کافروں نے کہا: ﴿قلوبنا فی اکنة مما تدعونا الیه وفی آذاننا وقر ومن بیننا وبینک حجاب (حم سجدۃ:۵)﴾ کامل استعارہ کی افادیت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کلام کیا گیا ہے۔ (الرازی، ج۹،ص ۵۴۰وغیرہ)

بشر ہونے کے ساتھ وحی کا امتزاج:

۴......صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: میں دیکھا بھی جاتا ہوں اور میری بات سُنی بھی جاتی ہے اور میرے وتمہارے درمیان بہ ظاہر کوئی جنسی مغایرت بھی نہیں ہے، تو تمہارا یہ کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ میری بات نہ تمہارے دل تک پہنچے نہ تمہارے سننے میں آئے اور میرے اور تمہارے درمیان کوئی روک ہو، بجائے میرے کوئی غیر جنس جن یا فرشتہ آتا تو تم کہہ سکتے تھے کہ نہ وہ ہمارے دیکھنے میں آئیں نہ ان کی بات سننے میں آئے، نہ ہم ان کے کلام کو سمجھ سکیں ، ہمارے اور ان کے درمیان تو جنسی مخالفت ہی بڑی روک ہے، لیکن یہاں تو ایسا نہیں کیونکہ میں بشری صورت میں جلوہ نما ہوا، تو تمہیں مجھ سے مانوس ہونا چاہیے اور میرے کلام کو سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی بہت کوشش کرنی چاہیے کیونکہ میرا مرتبہ بہت بلند ہے اور میرا کلام بہت عالی ہے، اس لئے کہ میں وہی کہتا ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے۔

فائدہ: سید عالم ﷺ کا بہ لحاظ ظاہر ''انا بشر مثلکم '' فرمانا حکمت ہدایت ارشاد کے لئے بہ طریق تواضع ہے اور جو کلمات تواضع کے لئے کہے جائیں وہ تواضع کرنے والے کے علو منصب کی دلیل ہوتے ہیں، چھوٹوں کا ان کلمات کو اس کی شان میں کہنا یا اس سے برابری ڈھونڈنا، ترکِ ادب اور گستاخی ہوتا ہے تو کسی امتی کو روا نہیں کہ وہ سید عالم ﷺ سے مماثل ہونے کا دعویٰ کرے، یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ آپ ﷺ کی بشریت بھی سب سے اعلیٰ ہے، ہماری بشریت کو اس سے کچھ نسبت نہیں۔ (خزائن العرفان، حاشیہ نمبر ۱۲)

استقامت کے معنی کی تحقیق:

۵......استقامت کے معنی ٹھیک ہونا، کہا جاتا ہے: ''استقام له الامر یعنی معاملہ اس کے لئے ٹھیک ودرست ہو گیا''۔ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿فاستقیموا الیه (حم سجدۃ:۶)﴾ ای العالکم یعنی اخلاص کے ساتھ توحید پر قائم رہتے ہوئے، دین کے معاملات میں مصروف رہو کسی قسم کی کج روی نہ کرو۔

☆......حضرت سلمہ بن اکوع بیان کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "استقامت پر رہو اور تم ہرگز نہ رہ سکو گے اور یاد رکھو تمہارا سب سے اچھا عمل نماز ہے اور وضو کی حفاظت صرف مومن ہی کر سکتا ہے"۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب: المحافظ على الوضوء، رقم: ۲۷۷، ص ٦٦)

اغراض:

مبتداء: کلام کا آغاز مبتدا سے کیا۔ **بینت بالاحکام**: یعنی آیات قرآنیہ لفظوں اور معنوں میں وضاحت سے بیان کی گئیں، پس قرآن کے الفاظ بلاغت کا عظیم معجزہ ہیں جو کہ مخلوق کے کلام میں کہیں نہیں ملتی، اور معنی کے اعتبار سے اس میں وعدہ، وعید، قصے اور احکام ہیں، اور بھی مختلف قسم کے معنی ہیں، جب کوئی قرآن میں تأمل کرتا ہے تو مزید اللہ عزوجل کی ذات و اوصاف، مخلوق کے عجائبات، آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں موجود ہے، مزید نصیحتیں اور مواعظ وغیرہ سے اس کے قلب و دماغ میں ترقی ہوتی ہے۔

بصفته: کتاب کی صفت سے ﴿قرآنا عربیا﴾ حال ہے، مزید کلام ترکیب میں دیکھ لیں۔

یفهمون ذلک: یعنی آیات کی تفصیل مراد ہے۔ **وهم العرب**: خاص طور پر اہل عرب کا ذکر کیا، کیونکہ یہی بلاواسطہ کلام کو سمجھنے پر قادر ہیں کیونکہ قرآن اُنہی کی لغت پر نازل ہوا ہے اور ان کے علاوہ دیگر لوگ واسطے کے بغیر نہیں سمجھ سکتے۔ **خلاف** : دینی مخالفت مراد ہے۔

صفة قرآنا: اور صحیح یہ ہے کہ دونوں ﴿بشیرا و نذیرا﴾ کو کتاب سے حال بنایا جائے، اور یہ جمہور کے نزدیک ہے۔

علی دینک: یعنی دین پر مستمر رہے، اور اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿اننا عاملون﴾ یعنی ہمارے دین پر استمرار کرنا مراد ہے۔

مقطوع : اللہ عزوجل کی قدرت سے نیکوں کا اجر قائم و دائم رہے گا، اور یہ اس آیت ﴿ان الذین امنوا و عملوا الصلحت...... الخ (البقرۃ:۲۷۷)﴾ کی ایک تفسیر ہے، ایک قول کے مطابق ممنون بمعنی غیر منقوص ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا کہ اللہ عزوجل کی جناب سے ان پر اجر میں کمی نہ کی جائے گی، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ اللہ عزوجل اور فرشتے جنت میں ان کی نعمتوں کو شمار نہ کریں گے اور جنتی ان بیشمار نعمتوں پر اللہ عزوجل کا شکر ادا کریں گے، کیونکہ ان سے موت کی تکلیف بھی منقطع ہوگئی، اور جنتی پاک ذات ہونگے اور ہر وقت اللہ عزوجل کا شکر کریں گے اور انہیں بغیر کسی طلب کے لذت و فرحت ملے گی کیونکہ جنت اللہ عزوجل کی جانب سے دار الضیافۃ یعنی مومنین کا مہمان خانہ ہے، اور کریم ذات اپنے مہمانوں پر ہونے والی نعمت کو شمار نہیں کرتی۔ (الصاوی، ج۵، ص ۱۹۹ وغیرہ)

رکوع نمبر:۱٦

﴿قل ء انکم﴾ بِتَحْقِيقِ الْهَمزَةِ الثَّانِيةِ وَتَسْهِيلِهَا وِادْخَالِ اَلِفٍ بَيْنَهَا بِوَجْهِيهَا وَبَينَ الْاُولٰى ﴿لتكفرون بالذى خلق الارض فى يومين﴾ اَلْاَحَدِ وَالْاِثْنَينِ ﴿وتجعلون له اندادا ط﴾ شُرَكَاءَ ﴿ذلك رب﴾ مَالِكُ ﴿العالمين (۹)﴾ جَمعُ عَالِمٍ وهو ما سِوَى اللهِ و جُمِعَ لِاخْتِلَافِ اَنْوَاعِهِ بالياءِ والنُّونِ تَغْلِيبًا لِلْعُقَلَاءِ ﴿وجعل﴾ مُسْتَانِفٌ ولا يَجُوزُ عَطفُهُ عَلٰى صِلَةِ الَّذِى لِلْفَاصِلِ الْاَجْنَبِيِّ ﴿فيها رواسى﴾ جِبَالًا ثَوَابِتَ ﴿من فوقها وبرك فيها﴾ بِكَثْرَةِ المِيَاهِ والزُّرُوعِ والضُّرُوعِ ﴿وقدر﴾ قَسَّمَ ﴿فيها اقواتها﴾ لِلنَّاسِ والبَهَائِمِ ﴿فى﴾ تَمَامِ ﴿اربعة ايام ط﴾ اَى الجَعلُ وما ذُكِرَ مَعَهُ فى يَومِ الثُّلَثَاءِ والْاَربَعَاءِ ﴿سواء﴾ مَنصُوبٌ عَلَى المَصْدَرِ اَى اِسْتَوَتِ الْاَربَعَةُ اِسْتِوَاءً لَا تَزِيدُ وَلَا تَنْقُصُ ﴿للسائلين (۱۰)﴾ عَنْ خَلْقِ الْاَرضِ بِمَا فِيهَا ﴿ثم استوى﴾ قَصَدَ ﴿الى السماء وهى دخان﴾ بُخَارٌ مُرتَفِعٌ ﴿فقال لها وللارض ائتيا﴾ اِلٰى مُرَادِى

مِنكُما﴿طوعا او كرها﴾فِي مَوضِعِ الحَالِ اَى طَائِعَتَينِ اَوْ مَكْرُوهَتَينِ﴿قالتا اتينا﴾بِمَنْ فِينا﴿طائعين (۱۱)﴾فِيهِ تَغْلِيبُ المُذَكَّرِ العَاقِلِ او نَزَّلَتا لِخِطَابِهِما مَنْزِلَتَهُ﴿فقضهن﴾الضَّمِيرُ يَرجِعُ اِلَى السَّمَاءِ لِاَنَّها فِي مَعنَى الجَمْعِ الْاٰئِلَةِ اِلَيهِ اَى صَيَّرَها﴿سبع سموت في يومين﴾الخَمِيسِ والجُمُعَةِ فَرَغَ مِنْهَا فِي آخِرِ سَاعَةٍ مِنْهُ وَفِيهَا خُلِقَ آدمُ ولِذٰلِكَ لَمْ يَقُلْ هنا سَواءً وَوَافَقَ مَا هنا آياتُ خَلْقِ السَّموتِ والارضَ فِي سِتَّةِ اَيامٍ﴿واوحى في كل سماء امرها ط﴾الَّذِي اَمَرَ به مَن فِيها مِنَ الطَّاعَةِ والعِبَادَةِ﴿وزينا السماء الدنيا بمصابيح﴾بِنُجُومٍ﴿وحفظا ط﴾مَنصُوبٌ بِفِعلِهِ المُقَدَّرِ اَى حَفِظْنَاها عَنْ اِستِراقِ الشَّيَاطِينِ السَّمعَ بِالشُّهُبِ﴿ذلك تقدير العزيز﴾فِي مُلكِهِ﴿العليم (۱۲)﴾بِخَلقِهِ﴿فان اعرضوا﴾اَى كُفَّارُ مَكَّةَ عَنِ الْاِيمَانِ بَعدَ هٰذا البَيَانِ﴿فقل انذرتكم﴾خَوَّفْتُكم﴿صعقة مثل صعقة عاد وثمود (۱۳)﴾اَى عَذَابًا يُهلِكُكم مِثْلَ الَّذِي اَهْلَكَهم﴿اذ جاء تهم الرسل من بين ايديهم ومن خلفهم﴾اَى مُقْبِلِينَ عَلَيهِم و مُدبِرِينَ عَنهم فَكَفَرُوا كَما سَيَاتِي والْاِهْلاكُ فِي زَمَنِهِ فَقَطْ﴿الا تعبدوا الا الله قالوا لوشاء ربنا لا نزل ملئكة فانا بما ارسلتم به﴾على زَعْمِكم﴿كفرون (۱۴) فاما عاد فاستكبروا في الارض بغير الحق وقالوا﴾لَمَّا خُوِّفُوا بِالعَذَابِ﴿من اشد منا قوة ط﴾اَى لَا اَحَدَ كَانَ وَاحِدُهم يَقْلَعُ الصَّخْرَةَ العَظِيمَةَ مِنَ الجَبَلِ يَجْعَلُها حَيثُ يَشَاءُ﴿اولم يروا﴾يَعلَموا﴿ان الله الذي خلقهم هو اشد منهم قوة ط وكانوا بايتنا﴾المُعجِزَاتِ﴿يجحدون (۱۵) فارسلنا عليهم ريحا صرصرا﴾بارِدَةً شَدِيدَةَ الصَّوتِ بِلامَطَرٍ﴿في ايام نحسات﴾بِكَسْرِ الحَاءِ وَسُكُونِها مَشْئُومَاتٍ عليهم﴿لنذيقهم عذاب الخزى﴾الذُّلِّ﴿في الحيوة الدنيا ولعذاب الاخرة اخزى﴾اَشَدُّ﴿وهم لا ينصرون (۱۶)﴾بِمَنْعِهِ عَنهُمْ﴿واما ثمود فهدينهم﴾بَيَّنَّا لَهم طَرِيقَ الهُدٰى﴿فاستحبوا العمى﴾اَخْتَارُوا الكُفرَ﴿على الهدى فاخذتهم صعقة العذاب الهون﴾المُهِينِ﴿بما كانوا يكسبون (۱۷) ونجينا﴾مِنهَا﴿الذين امنوا وكانوا يتقون (۱۸)﴾اللهَ.

﴿ترجمہ﴾

تم فرماؤ کیا تم (اءنکم دو ہمزوں کی تحقیق اور دوسرے ہمزہ کی تسہیل اور دونوں کے درمیان الف کے ساتھ دونوں صورتوں میں یا پہلی صورت میں ہے) اس کا انکار رکھتے ہو جس نے دو دن (یعنی روز اتوار اور پیر) میں زمین بنائی ......ا......اور اس کے لیے شریک ٹھہراتے ہو (اندادا بمعنی شرکاء ہے) وہ ہے سارے جہاں کا ملک (رب کے معنی مالک ہے، ''العلمین'' عالم کی جمع ہے، عالم کا عام اطلاق ما سوی اللہ پر ہوتا ہے، العالمین کو بصیغہ جمع لانا اس کے مختلف انواع کی وجہ سے ہے اور جمع یاء اور نون لانا عقلاء کو غلبہ دینے کی وجہ سے ہے) اور اس نے بنائے (یہ جملہ مستانفہ ہے اس کا ماقبل الذی کے صلہ پر عطف جائز نہیں، درمیان میں اجنبی فاصل آنے کی وجہ سے) زمین میں اس کے اوپر لنگر (رواسی سے مراد جمے ہوئے پہاڑ ہیں) اور اس میں برکت رکھی (کثرت پانی، کھیتی) اور مقرر کیں (یعنی تقسیم کیں) اس میں اس کے بسنے والوں کی روزیاں (یعنی انسانوں اور چوپایوں سب کی ملا کر) چار دن میں برابر (یعنی یہ زمین وغیرہ مذکورہ اشیاء بنانا منگل اور بدھ کے دن میں ہوا، سواء مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہے، اصل میں

استوت الاربعۃ استواء ہے یعنی یہ سب چیزیں چار دنوں میں پیدا کی گئیں نہ اس سے زائد عرصہ میں نہ اس سے کم......۲......) پوچھنے والوں کو (زمین اور اس میں موجود اشیاء کی پیدائش کے متعلق) پھر آسمان کی طرف قصد فرمایا (استوی بمعنی قصد ہے) اور وہ دھواں تھا (اڑنے والے بخارات کی صورت میں تھا) تو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو (میری اس مراد کی طرف جو تم سے ہے) خوشی سے چاہے ناخوشی سے (طوعا و کرھا بمعنی طالعین اور مکرھین ہے اور مقام حال میں واقع ہوئے ہیں) دونوں نے عرض کی ہم حاضر ہیں (اپنے اندر موجود اشیاء کے ساتھ) رغبت کے ساتھ (طائعین کو جمع مذکر سالم کی صورت میں ذکر کرنا مذکر عاقل کو غلبہ دینے کے اعتبار سے یا یہ دونوں خطاب میں بمنزلہ عاقل مذکر کے ہیں) تو انہیں کر دیا (قضھن بمعنی صیرھا ہے ھن ضمیر کا مرجع السماء ہے، کیونکہ یہ جمع کے معنی میں ہے) سات آسمان دو دن میں (جمعرات اور جمعہ میں آسمانوں کی خلقت جمعہ کی آخری ساعت میں مکمل ہوئی اور اسی آخری ساعت میں حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمایا گیا اور چونکہ مکمل دو دن میں آسمانوں کی پیدائش مکمل نہیں ہوئی اسی لئے یہاں "سواء" ارشاد نہیں فرمایا یہاں مذکور آیات زمین و آسمان کے چھ دن میں بنائے جانے والی آیات کے موافق ہیں) اور ہر آسمان میں اسی کے کام کے احکام بھیجے (وہی احکام یعنی عبادت اور طاعت کرنے کے جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے) اور ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں (یعنی ستاروں......۳......) سے آراستہ کیا اور نگہبانی کے لیے ("حفظا" مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا معنی یہ ہے کہ ہم نے شہاب ثاقب کے ذریعے آسمانوں کو شیطانوں کے کچھ سن کر چرا لینے سے محفوظ کر دیا ہے) یہ (اپنے ملک میں) غلبہ رکھنے والے (اپنی مخلوق کا) علم رکھنے والے کا ٹھہرایا ہوا ہے پھر اگر وہ (یعنی کفار مکہ) منہ پھیریں (ایمان لانے سے بعد اس بیان کے) تو تم فرماؤ کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں (انذرتکم بمعنی خوفتکم ہے) ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی (یعنی ایک عذاب سے جو تمہیں ہلاک کر دیگا، اس کی مثل عذاب جس نے اگلوں کو ہلاک کیا......۴......) جب رسول ان کے آگے پیچھے پھرتے تھے (من بین ایدیھم وما خلفھم بمعنی مقبلین علیھم ومدبرین عنھم ہے، پھر بھی انہوں نے کفر کیا جیسا کہ عنقریب آئے گا اور یہ ہلاک کیا جانا فقط نبی کریم ﷺ کے زمانہ مبارکہ تک تھا) کہ (ان اصل میں بان ہے) اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو بولے اگر ہمارا رب چاہتا تو (ہم پر) فرشتے اتارتا تو جو کچھ تم لے کر بھیجے گئے (اپنے گمان کے مطابق) ہم اسے نہیں مانتے تو وہ جو عاد تھے انہوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور بولے (جب کہ ان لوگوں کو عذاب سے ڈرایا گیا) ہم سے زیادہ کس کا زور (یعنی ہم سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں ہے ان میں کا ایک فرد پر سے عظیم الشان چٹان کو علیحدہ کر کے اٹھا لیتا پھر جہاں چاہتا اس چٹان کو رکھ دیا کرتا تھا) اور کیا انہوں نے نہ جانا (لم یروا بمعنی لم یعلموا ہے) کہ اللہ نے انہیں بنایا ان سے زیادہ قوی ہے اور وہ ہماری آیتوں کا (یعنی معجزات کا) انکار کرتے تھے تو ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی سخت گرج کی (صرصرا کہتے ہیں بغیر بارش کے آنے والی سخت آندھی) منحوس دنوں میں (جو کہ منحوس تھے ......۵......نحسات تاء مکسورہ اور ساکنہ دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے) کہ ہم انہیں رسوائی کا عذاب چکھائیں (الخزی کے معنی رسوائی ہے) دنیا کی زندگی میں اور بیشک آخرت کے عذاب سب سے بڑھ کر سخت ہے (اخزی بمعنی اشد ہے) اور ان کی مدد نہ ہوگی (یوں کہ اللہ عزوجل ان سے عذاب کو روک دے) اور رہے ثمود تو انہیں ہم نے راہ دکھائی (یعنی ہدایت کا رستہ ہم نے ان لوگوں کے لیے ظاہر فرما دیا) تو انہیں اندھے ہونے کو پسند کیا (یعنی انہوں نے کفر کو اختیار کیا) ہدایت پر تو انہیں ذلت کے عذاب کی کڑک نے آلیا (الھون بمعنی المھین ہے) سزا ان کے کئے کی اور ہم نے انہیں (اس ذلت کے عذاب کی کڑک سے) بچا لیا جو ایمان لائے اور (اللہ سے) ڈرتے تھے۔

ترکیب

﴿قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین وتجعلون لہ اندادا﴾.
قل: قول، ھمزہ: حرف استفہام، انکم: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، تکفرون: فعل بافاعل، ب: جار، الذی: موصول، خلق الارض فی یومین: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، تجعلون: فعل بافاعل، لہ: ظرف لغو، اندادا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ۔

﴿ذلک رب العلمین ○ وجعل فیھا رواسی من فوقھا وبرک فیھا﴾.
ذلک: مبتدا، رب العلمین: ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، جعل: فعل بافاعل، فیھا: ظرف لغو، رواسی: موصوف، من فوقھا: ظرف مستقر صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، برک فیھا: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقدر فیھا اقواتھا فی اربعۃ ایام سواء للسائلین○﴾.
و: عاطفہ، قدر فیھا: فعل بافاعل وظرف لغو، اقوات: مضاف، ھا: ضمیر ذوالحال، سواء: مصدر بافاعل، للسائلین: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ حال، ملکر مضاف الیہ، ملکر مفعول، فی اربعۃ ایام: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ثم استوی الی السماء وھی دخان فقال لھا وللارض ائتیا طوعا و کرھا﴾.
ثم: عاطفہ، استوی: فعل بافاعل، الی السماء: ظرف لغو، و: حالیہ، ھی دخان: جملہ اسمیہ ”ھا“ ضمیر محذوف کیلئے حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، قال لھا وللارض: جملہ فعلیہ قول، ائتیا: فعل امر الف ضمیر ذوالحال، طوعا: معطوف علیہ، و: عاطفہ، کرھا: معطوف، ملکر حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالتا اتینا طائعین○ فقضھن سبع سموات فی یومین واوحی فی کل سماء امرھا﴾.
قالتا: قول، اتینا: فعل با ”نا“ ضمیر ذوالحال، طائعین: حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، ف: عاطفہ، قضی: فعل بافاعل، ھن: مفعول، سبع سموات: مفعول ثانی، فی یومین: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، اوحی فی کل سماء: فعل بافاعل وظرف لغو، امرھا: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وزینا السماء الدنیا بمصابیح وحفظا ذلک تقدیر العزیز العلیم○﴾.
و: عاطفہ، زینا: فعل بافاعل، السماء الدنیا: مفعول، بمصابیح: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، حفظا: ”حفظنھا“ فعل محذوف کیلئے مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، ذلک: مبتدا، تقدیر العزیز العلیم: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فان اعرضوا فقل انذرتکم صعقۃ مثل صعقۃ عاد وثمود○﴾.
ف: مستانفہ، ان: شرطیہ، اعرضوا: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، قل: قول، انذرتکم: فعل بافاعل ومفعول، صعقۃ: موصوف، مثل صعقۃ عاد وثمود: صفت، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿اذ جاء تھم الرسل من بین ایدیھم ومن خلفھم الا تعبدوا الا اللہ﴾.
اذ: مضاف، جاء تھم: فعل ومفعول، الرسل: ذوالحال، ان: مخففہ من الثقیلہ با ضمیر شان ”ھو“ محذوف اسم، لا تعبدوا: فعل نہی بافاعل، الا: اداۃ حصر، اللہ: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، بتقدیر ”ب“ جار، مجرور، ملکر ظرف مستقر ”قائلین“ اسم فاعل محذوف کے لیئے، ملکر شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ماقبل ”صاعقۃ“ کے متعلق ہے۔

﴿قالوا لوشاء ربنا لانزل ملئکۃ فانا بما ارسلتم بہ کفرون○﴾.

قالوا: قول،لو:شرطیہ،شاء ربنا: جملہ فعلیہ شرط،لام:تاکیدیہ،انزل ملئکۃ: جملہ فعلیہ جزا،ملکر جملہ شرطیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،ف:فصیحیہ،انا: حرف مشبہ واسم،بماارسلتم بہ:ظرف لغومقدم،کفرون:اسم فاعل بافاعل،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فاما عاد فاستکبروا فی الارض بغیر الحق﴾.

ف:مستانفہ،اما:حرف شرط،عاد:مبتدا،ف: جزائیہ،استکبروا:فعل واؤضمیرذوالحال،بغیر الحق: ظرف مستقرحال،ملکر فاعل،فی الارض:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ شرط محذوف "مھمایکن من شیئی" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وقالوا من اشد منا قوۃ اولم یروا ان اللہ الذی خلقھم ھواشد منھم قوۃ﴾.

و:عاطفہ،قالوا:قول،من:استفہامیہ مبتدا،اشد:اسم تفضیل با"ھو"ضمیرممیز،قوۃ:تمیز،ملکر فاعل،منا:ظرف لغو،ملکر شبہ جملہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ،ملکر جملہ قولیہ،ھمزہ:حرف استفہام،و:عاطفہ معطوف علیٰ محذوف"اغفلوا"لم یروا: فعل نفی بافاعل،ان:حرف مشبہ،اللہ:موصوف،الذی خلقھم:موصول صلہ،ملکر صفت،ملکر اسم،ھو اشدمنھم قوۃ: جملہ اسمیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وکانوا بایتنا یجحدون٥﴾.

و:عاطفہ،کانوا:فعل ناقص بااسم،بایتنایجحدون: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فارسلنا علیھم ریحا صرصرا فی ایام نحسات لنذیقھم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا﴾.

ف:عاطفہ،ارسلنا علیھم:فعل بافاعل وظرف لغو،ریحا:موصوف،صرصرا:صفت اول،فی: جار،ایام:موصوف،نحسات:صفت،ملکر مجرور،ملکر ظرف مستقرصفت ثانی،ملکر مفعول،لام: جار،نذیقھم:فعل بافاعل و مفعول،عذاب الخزی:مفعول ثانی،فی الحیوۃ الدنیا: ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ بتقدیران مجرور،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولعذاب الاخرۃ اخزی وھم لا ینصرون٥﴾.

و:مستانفہ،لام:تاکیدیہ،عذاب الاخرۃ:مبتدا،اخزی: خبر،ملکر جملہ اسمیہ،و:عاطفہ،ھم:مبتدا،لاینصرون:فعل نفی بانائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿واما ثمود فھدینھم فاستحبوا العمی علی الھدی﴾.

و:عاطفہ،اما:شرطیہ،ثمود:مبتدا،ف: جزائیہ،ھدینھم:جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ شرط محذوف "مھما یکن من شیء فی الدنیا" کی جزا،ملکر جملہ شرطیہ،ف:عاطفہ،استحبوا العمی:فعل بافاعل ومفعول،علی الھدی:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ "ھدینھم" پر معطوف ہے۔

﴿فاخذتھم صعقۃ العذاب الھون بما کانوا یکسبون٥ ونجینا الذین امنوا وکانوا یتقون٥﴾.

ف:عاطفہ،اخذتھم:فعل ومفعول،صعقۃ العذاب الھون: فاعل،بما کانوا یکسبون:ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ،و:عاطفہ،نجینا:فعل بافاعل،الذین:موصول،امنوا: جملہ فعلیہ معطوف علیہ،و:عاطفہ،کانوا یتقون:جملہ فعلیہ معطوف،ملکر صلہ،ملکر مفعول،ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

زمین کا وزن اور آیت مذکورہ میں یومین سے مراد:

لے......یسو میںن سے مراد آخرت کے ایام کی مقدار ہے، یا دنیا کے دنوں کی مقدار مراد ہے، جیسا کہ تفسیر ابی اللیث میں ہے۔
ایک قول یہ ہے کہ یوم سے مراد مطلق وقت ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حقیقی معنوں میں یوم کا اطلاق تو زمین و آسمان کی تخلیق کے بعد ہوا لیکن مذکورہ مقام پر زمین و آسمان کے وجود سے پہلے یوم کا لفظ اس لئے استعمال ہوا کہ تاکہ وقت کا تعین ہو جائے ورنہ زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے یہ سب ہی زمانے کی نشاندہی کا سبب بنتے ہیں اور ان کے وجود کے بغیر ایسا تصور کرنا بعید ہے۔

(روح البیان، ج۸، ص ۲۱۲)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

زمین کا وزن ۱۶۹۹۴۳۲ یعنی سولہ ہزار نوسو ترانوے مہاسنکھ من اور بیس سنکھ من ہے، وہ قمر سے انچاس حصے بڑی ہے بلکہ اس کا جرم جرم قمر کا وزن میں ۸۱،۵ مثل ہے۔ (الفتاوی الرضویہ مخرجہ، رسالہ: فوز مبین در ردِّ حرکتِ زمین، فصل دوم، ج۲۷، ص ۳۱۱)

زمین ، آسمان، سورج، چاند، ستارے کب تخلیق ہوئے؟

۲......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: اللہ ﷻ نے ایک دن بنایا جس کا نام احد رکھا، پھر دوسرا دن تخلیق کیا جس کا نام اثنین رکھا، پھر تیسرا بنایا اور نام ثلثاء رکھا، پھر چوتھا بنایا اور نام اربعاء رکھا، پھر پانچواں بنایا اور نام خمیس رکھا، پھر زمین دو دن میں بنائی یعنی اتوار اور پیر کے دن، پھر پہاڑ منگل کو بنائے، اسی لئے لوگوں کا کہنا ہے کہ منگل کا دن دشواری والا ہوتا ہے، اسی طرح نہریں اور درخت بدھ کو بنائے، پرندے اور وحشی جانور، درندے وغیرہ جمعرات کو بنائے، انسان کی تخلیق جمعہ کے دن ہوئی، پس جمعہ کے دن اللہ (اپنی شان کے لائق) ہر چیز کی تخلیق مکمل فرما چکا۔

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے ان کا ہاتھ تھام کر فرمایا: ''اللہ نے ہفتہ کے دن مٹی پیدا کی، اور اتوار کے دن پہاڑ بنائے، درخت کی پیدائش پیر کو ہوئی، ناپسندیدہ چیزیں منگل کو بنیں، بدھ کے دن نور تخلیق ہوا، زمین پر چوپائے جمعرات کو پیدا ہوئے، حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق جمعہ کے دن نماز عصر کے بعد رات سے کچھ پہلے وقت میں ہوئی''۔ (الطبری، الجزء: ۲٤، ص ۱۰۹)

ستارے کی تخلیق کا بیان سائنس کے مطابق:

۳......ایک روایت کے مطابق سورج، چاند، ستارے، جمعہ کے دن پیدا کئے گئے۔ (الطبری، الجزء: ۲٤، ص ۱۰۹)۔ ایک قسم کا جسم اور چمکیلا گیند ہے، زمین کا قریب ترین ستارہ سورج ہے، جو کہ زمین پر زیادہ تر توانائی کا منبع ہے۔ دوسرے ستارے رات کو نظر آتے ہیں جب سورج کی روشنی اس کی روشنی کو ماند نہیں کرتی۔ جو ستارے رات کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں وہ (Milky way) کہکشاں سے تعلق رکھتے ہیں۔ تقریبا ۵۰۰۰ ستارے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ ہمارا نظام شمسی بھی اسی کہکشاں میں شامل ہے۔ ستارہ اپنی زندگی کے زیادہ تر حصے میں اس لئے چمکتا ہے کہ اس کے گودے میں حر مرکزی ائتلاف ہوتا ہے جس کی وجہ سے توانائی خارج ہوتی ہے۔ یہ توانائی ستارے کے اندرونی حصے میں چلتی ہے۔ اور پھر باہر خلاء میں منتشر ہو جاتی ہے۔ ہائیڈروجن اور ہیلیئم تقریبا تمام عناصر ستاروں میں ائتلافی عملیات سے تخلیق پائے۔ تمام ستارے گرم دھکتے ہوئے گیس سے بنتے ہیں۔ کچھ ستاروں کی بیرونی تہیں اتنی خالی ہیں کہ انہیں سرخ گرم خلا کہنا بے جا نہ ہوگا۔ دوسرے ستارے بہت کثیف ہیں کہ بیرونی تہوں کے مادہ سے بھرا ایک چمچہ کئی ٹن وزنی ہوتا ہے۔ ستارے زیادہ تر ہائیڈروجن اور تھوڑے سے ہیلیئم گیس سے بنتے ہیں۔ دوسرے عناصر بہت تھوڑی مقدار میں ہوتے ہیں مثلاً آکسیجن، کاربن، نیان اور نائیٹروجن۔

کس قوم پر کڑک کا عذاب آیا؟

ع......قوم صالح وقوم شعیب پر زلزلے اور سخت ہواؤں کا عذاب آیا، جس کا بیان قرآن مجید میں درج ذیل آیات میں ہے:

(۱)......اللہ ﷻ نے فرمایا:﴿فاخذتھم الرجفة فاصبحوا فی دارھم جثمین تو انہیں زلزلے نے آلیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے (الاعراف:۷۸)﴾

قوم ثمود (صالح) پر عذاب کی صورت اس طرح بنی کہ جمعرات کی صبح جس کو ایام النظرۃ کہا گیا ان کے چہرے زرد پڑ گئے جیسا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں عذاب سے ڈرایا تھا، دوسرے دن صبح ان کے چہرے سرخ ہو گئے اور یہ دن جمعہ کا تھا جسے ایام التأجیل کہا گیا ہے، پھر تیسرے دن ان کے چہرے سیاہ پڑ گئے اور یہ ہفتے کا دن تھا جسے ایام المتاع کہا گیا، چوتھے دن کی صبح اتوار کے دن قوم خوشبو لگا کر عذاب کے انتظار میں بیٹھ گئی، انہیں معلوم نہ ہوتا تھا کہ عذاب کیسے اور کس جانب سے آئے گا؟ جب سورج طلوع ہوا، آسمان سے ایک زوردار آواز آئی اور ان کے نیچے یعنی زمین سے شدید زلزلہ آیا جس سے روحیں پرواز کر گئیں، نفوس چلے گئے، ہلنا جلنا بند ہو گیا، آوازیں تھم گئیں اور حقیقت ظاہر ہوئی اور گویا صبح ان کی اس حال میں ہوئی کہ وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے کہ نہ تو ان میں روح باقی اور نہ ہی کوئی حس وحرکت۔ (البدایة والنهایة، قصة صالح بنی ثمود، الجزء ۱، ج ۱، ص ۱۵۳)

(۲)......اللہ نے فرمایا:﴿فاخذتھم الرجفة فاصبحوا فی دارھم جثمین تو انہیں زلزلے نے آلیا تو صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے (الاعراف:۹۱)﴾

ابن کثیر نے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ انہیں شدید زلزلے نے آلیا کہ ان کی روحیں ان کے جسموں سے نکل گئیں، اور حیوانات زمین پر جمادات کی طرح ہو گئے، اور صبح ان کے جسم زمین پر ایسے پڑے تھے کہ نہ تو ان میں روح تھی، نہ حرکت اور نہ ہی حواس باقی رہے۔ (قصص الانبیاء، ص ۱۵٤)

(۳) اللہ ﷻ نے عاد اولی کے بارے میں فرمایا:﴿فانتظروا انی معکم من المنتظرین تو راستہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ دیکھتا ہوں (الاعراف:۷۱)﴾ یہاں مفسرین نے ہواؤں کا عذاب ہی بیان کیا ہے چنانچہ اسی آیت کے تحت مفسر جلال نے لکھا ہے: "ذلکم بتکذیبکم لی فارسلت علیھم الریح العقیم"۔ اور متذکرہ سورہ میں فرمایا:﴿فارسلنا علیھم ریحا صرصرا فی ایام نحسات......الخ تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی سخت گرج کی ان کی شامت کے دنوں میں (فصلت:۱٦)﴾۔

ایام نحسات کسے کہتے ہیں؟

۵......قوم عاد نے اللہ ﷻ کی عبادت اور سیدنا ھود پر ایمان لانے سے انکار کر دیا، وہ اپنے جسموں کو سخت پاتے کہ عذاب الٰہی کو ٹال لیں گے، بولے ہم قدرت رکھتے ہیں کہ آنے والے عذاب کو اپنی ذات سے دور کر سکیں، اور یہ لوگ بڑی جسامت والے لوگ تھے اور سورۂ اعراف میں ابن عباس کا قول گزر چکا ہے کہ ان کے جسموں کی لمبائی سو ذراع (گز) یا ساٹھ گز ہوا کرتی تھی۔

(القرطبی، الجزء: ۲٤، ص ۳۰۳)

ان لوگوں کی طاقت کا حال یہ تھا کہ ان میں سے ہر ایک سخت چٹان اکھیڑ کر جہاں چاہتا رکھ دیتا، اللہ ﷻ نے ان پر ایسی آندھی بھیجی جو سخت ٹھنڈی اور انتہائی آواز والی ہو، "الصر" کا معنی ہے سردی اور ٹھنڈک اور بصرہ کا معنی ہے جمع رہنا، یا الصرۃ کا معنی ہے چیخ وپکار، شور وغل۔ فی ایام نحسات میں ابن کثیر، نافع، ابو عمرو، اور یعقوب نے حاء کو ساکن پڑھا ہے اور باقی حضرات نے مکسور، ان سے مراد وہ دن ہیں جو ان کے حق میں انتہائی منحوس تھے۔ ضحاک نے کہا ہے کہ اللہ ﷻ نے تین سال تک ان سے بارش کو روک رکھا

اوران پر بغیر بارش کے ہوائیں چلتی رہیں۔بعض نے کہا کہ یہ شوال کے آخر میں ایک بدھ سے لیکر دوسرے بدھ تک کے ایام تھے اور ہر قوم کو عذاب بدھ ہی کے دن دیا گیا،عذاب الخزی سے مراد رسوا کن اور ذلت آمیز عذاب ہے۔''عذاب'' کی ''خزی'' کی طرف اضافت موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے جیسا کہ رجل الحرب اور حاتم الجود میں ہے اوراس کی دلیل ''ولعذاب الاخرة اخزی'' ہے۔اصل میں اسی طرح ہے،ترکیب کلام میں ''ولعذاب الاخرة اخزی'' کا عطف ''ارسلنا'' پر ہے دراصل ''اخذی'' ''معذب'' (جسے عذاب دیا گیا) کی صفت ہے،لیکن مبالغہ کے لئے مجازاً ''عذاب'' کی صفت ''اخزی'' بیان کی گئی ہے،معنی یہ ہے کہ آخرت کا عذاب تو بہت رسوا کن ہوگا اوران سے عذاب دور کر کے ان کی ہرگز مدد نہیں کی جائے گی۔

(المظھری،ج۶،ص ۲۳۰ وغیرہ)

اغراض:

وجمع: کہا جاتا ہے کہ ﴿العلمین﴾ میں الف لام اسم جنس کا ہے جو ماسوی اللہ کی تصدیق کرتا ہے،اور جمع ہونے کے لئے تین افراد یا زائد کا ہونا ضروری ہے،میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں جمع باعتبار نوع مراد ہے۔

لفاصل: مراد اللہ ﷻ کا فرمان: ﴿وتجعلون...... الخ﴾ ہے،اور یہ ﴿تکفرون﴾ پر معطوف ہے،جو کہ صلہ کے اجزاء میں سے نہیں ہے۔

تمام: ﴿اربعة ایام﴾ میں اس جانب اشارہ ہے کہ کلام میں مضاف حذف ہے،اس وہم کو دور کرنا مقصود ہے کہ کل آٹھ دن ہوتے ہیں،دو دن میں زمین کی تخلیق ہوئی،چار دن میں اقوات (کھانے پینے کی اشیاء) کو اور دو دن میں آسمان کی تخلیق ہوئی،تا کہ اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿ولقد خلقنا السماوات والارض وما بینهما فی ستة ایام(ق:۳۸)﴾ کے منافی ہو جائے،اس مدت کے پوشیدہ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ ﷻ چاہے تو ہر چیز کو لمحہ بھر میں وجود میں لے آئے لیکن اس نے بندوں کی تعلیم کے لئے اس طرح کے اہتمام فرمائے کیونکہ بندوں کی فطرت میں عجلت رکھی گئی ہے،جس کی دلیل اللہ ﷻ کے فرمان: ﴿خلق الانسان من عجل(الانبیاء:۳۷)﴾ میں ہے۔

وفیها خلق آدم: آیت کا ظاہر اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اس دن ہوئی جس دن آسمان معرض وجود میں آئے اور یہ قول مشہور قول کے خلاف ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام و آسمانوں کی تخلیق میں دو ہزار سال کا فرق ہے،میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ مراد یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق بھی اسی دن میں ہوئی جس طرح کہا جاتا ہے کہ سید عالم ﷺ پیر کے دن دنیا میں تشریف لائے اور پیر ہی کے دن اس جہان فانی سے تشریف لے گئے۔

ووافق ما هنا: مشہور یہ ہے کہ دن چھ ہیں،اور ہر دن دنیاوی گنتی کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا ہے،اس طرح کل چھ ہزار سال ہوئے،اگر کسی کے ذہن میں یہ اشکال رونما ہو کہ دن کو لیل ونہار سے تعبیر کیا جاتا ہے،اور لیل ونہار طلوع وغروب شمس پر منحصر ہے،اور آسمان کی تخلیق سے پہلے دن کا حصول کیونکر ممکن ہوگا؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اللہ ﷻ نے زمین کو پیدا کیا اوراس کا نام اتوار و پیر رکھ دیا،اور کھانے پینے کی چیزوں کو پیدا کیا اوران کا نام منگل وبدھ رکھ دیا،اوراسی پر قیاس کر لیں،اب ایک اعتراض باقی رہ جاتا ہے وہ یہ ہے کہ زمین پہلے بنی اور آسمان بعد میں معرض وجود میں آیا،اور یہ مان لیا جائے تو دیگر آیات کی مخالفت لازم آتی ہے،چنانچہ اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿ءانتم اشد خلقا ام السماء بناها(النازعات:۲۷)﴾ ، ﴿والارض بعد ذلک دحاها(النازعات:۳۰)﴾ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ اللہ ﷻ نے پہلے دو دن میں زمین کو پیدا کیا،پھراس کے بعد

آسمان کو پیدا کیا، پھر آسمان کو زمین پر پھیلا دیا، (یعنی اوپر آسمان اور نیچے زمین) پھر تمام دیگر اشیاء کو چھ دنوں میں پیدا کیا، اور انہیں بھی روئے زمین پر پھیلا دیا، پس اس صورت میں کوئی بھی تناقض نہیں رہتا۔

الذی امر بہ من فیھا: ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ اللہ ﷻ نے آسمان میں سورج، چاند، ستارے اور بادل بنائے، اور ہر آسمان میں فرشتے بسائے، اور اسی طرح آسمان میں سمندر، پہاڑ سردی اور برف کے بنائے۔

ای مقبلین علیھم: مراد ہود وصالح ہیں اور مفسر کا قول: "ومدبرین عنھم" مراد وہ رسل ہیں جو سیدنا ھود اور صالح سے پہلے تشریف لائے۔ **علی زعمکم:** مراد یہ ہے کہ لوگ ان دونوں حضرات انبیائے کرام کی رسالت کا انکار کرتے تھے۔

یجعلھا: بمعنی یضعھا ہے، جہاں چاہے۔

مشئومات: سے مراد غیر مبارک چیزیں ہیں، جس سے انسان بچنا چاہتا ہے، جس طرح بعض شوال المکرم کی آخری بدھ کو منحوس جانتے ہیں، ابن عباس کہتے ہیں: "بعض لوگ بدھ کو منحوس کہنے کی وجہ سے عذاب دیئے جائیں گے"۔

الذل: یعنی عذاب میں مبالغہ بیان کرنے کی غرض سے "الذل" کی جانب اشارہ کیا، مراد وہ لوگ ہیں جو اس ذلت آمیز عذاب کا شکار ہونگے۔ **المھین:** سے مراد وہ عذاب ہے جو ذلت واہانت پر مشتمل ہو۔ (الصاوی، ج۵، ص ۲۰۱ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۷

﴿وَ﴾اُذْكُرْ﴿یوم یحشر﴾بِالیاءِ والنُّونِ المَفتُوحَةِ وَضَمِّ الشِّینِ وَفَتحِ الهَمزَةِ﴿اعداء الله الی النارفهم یوزعون(۱۹)﴾یُسَاقُونَ﴿حتی اذاما﴾زَائِدَةٌ﴿جاء وها شهد علیهم سمعهم وابصارهم وجلودهم بما كانوا یعملون(۲۰) وقالوا لجلودهم لم شهدتم علینا قالوا انطقنا الله الذی انطق كل شیء﴾اَی اَرادَ نُطقَهُ ﴿وهو خلقكم اول مرة والیه ترجعون(۲۱)﴾قِیلَ هُوَ مِن كَلامِ الجُلُودِ وَقِیلَ هُوَمِنْ كَلامِ اللهِ تَعالیٰ كَالَّذِی بَعدَهُ وَمَوقِعُهُ تَقرِیبُ مَا قَبلَه بِاَنَّ القَادِرَ عَلٰی اِنْشَائِكم اِبتِداءً و اِعادَتِكم بَعدَ المَوتِ اِحیاءً قَادِرٌ عَلٰی اِنْطَاقِ جُلُودِكُم واَعْضَائِكُمْ﴿وما كنتم تستترون﴾عِندَ اِرتِكَابِكُمُ الفَواحِشَ مِنْ﴿ان یشهد علیكم سمعكم ولاابصاركم ولا جلودكم﴾لِاَنَّكم لَم تُوقِنُوا بِالبَعثِ﴿ولكن ظننتم﴾عِندَ اِستِتَارِكُمْ﴿ان الله لا یعلم كثیرا مما تعملون(۲۲) وذلكم﴾مُبتَدَاءٌ﴿ظنكم﴾بَدَلٌ مِنهُ﴿الذی ظننتم بربكم﴾نَعتُ البَدَلِ والخَبَرُ﴿اردكم﴾اَی اَهلَكَكم﴿فاصبحتم من الخسرین(۲۳) فان یصبروا﴾عَلَی العَذَابِ﴿فالنار مثوی﴾مَنْزِلٌ﴿لهم وان یستعتبوا﴾یَطْلُبُوا العُتْبٰی اَیِ الرِّضٰی﴿فما هم من المعتبین(۲۴)﴾المَرضِیِّینَ﴿وقیضنا﴾سَبَّبْنا﴿لهم قرناء﴾مِنَ الشَّیاطِینِ﴿فزینوا لهم ما بین ایدیهم﴾مِن اَمرِ الدُّنیا واِتِّباعِ الشَّهَواتِ﴿وما خلفهم﴾مِن اَمرِ الْاٰخِرَةِ بِقَولِهِم لا بَعثَ ولا حِسَابَ﴿وحق علیهم القول﴾بِالعَذَابِ وهو لَاَمْلَئَنَّ جَهنَّمَ الْاٰیةَ﴿فی﴾جُملَةِ﴿امم قد خلت﴾هَلَكَتْ﴿من قبلهم من الجن والانس ع انهم كانوا خسرین(۲۵)﴾.

﴿ترجمہ﴾

اور(یادکرو) جس دن جمع کئے جائیں گے(یحشر کو علامت مضارع یاء کے ساتھ بصیغہ مجہول اور علامت مضارع نون کے ساتھ بصیغہ معروف نون مفتوحہ اور شین مضمومہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے، اس صورت میں اعداء اللہ مفعول بہ ہونے کے منصوب ہوگا عبارت تفسیر میں "وفتح الھمزہ" سے یہی مراد ہے) اللہ کے دشمن آگ کی طرف پس انہیں ہانکا جائے گا (یوزعون بمعنی سیاقون ہے) یہاں تک کہ جب (اذا ما میں ما زائدہ ہے) وہاں پہنچے گے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے سب ان پر ان کے کئے کی گواہی دیں گے اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہم پر گواہی کیوں دی وہ کہیں گے ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی (یعنی ان کی گویائی کا ارادہ فرمایا) اور اس نے تمہیں پہلی بار بنایا اور اسی کی طرف تمہیں پھرنا ہے (ایک قول یہ ہے کہ یہ بھی من جملہ کھالوں کا کلام ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اللہ ﷻ کا فرمان ہے، جس طرح کہ مابعد کلام بھی اسی کا ہے اور یہ مابعد کلام ماقبل سے مناسبت بھی رکھتا ہے یوں کہ جو ذات تمہیں ابتداء سے پیدا فرمانے پر اور مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے وہ تمہاری کھالوں اور اعضاء کو قوت گویائی عطا فرمانے پر بھی قادر ہے......۱......) اور تم اس سے کہاں چھپ کر جاتے ہو (گناہوں کا ارتکاب کر کے، ان یشھد سے قبل من محذوف ہے) کہ تم پر گواہی دیں تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہاری کھالیں......۲......(کیونکہ تم حشر ونشر پر یقین نہیں رکھتے تھے) لیکن تم تو (چھپ کر گناہ کرتے وقت) یہ گمان کر بیٹھے تھے کہ اللہ تمہارے بہت سے کام نہیں جانتا اور یہ ہے (ذلکم مبتدا بن رہا ہے) تمہارا وہ گمان ("ظنکم" مبدل منہ ہے) اور تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا......۳......("الذی ظننتم بربکم" بدل کی صفت ہے یا پھر خبر ہے) اور اس نے تمہیں ہلاک کردیا (اردٰکم بمعنی اھلککم ہے) تو اب رہ گئے ہارے ہوؤں میں پھر اگر وہ صبر کریں (عذاب پر) تو آگ ٹھکانہ ہے (مثوی بمعنی منزل ہے) ان کے لیے اور اگر وہ منانا چاہیں (سیستعتبوا بمعنی یطلبوا اور العتبی بمعنی الرضی ہے) تو کوئی ان کا منانا نہ مانے (المعتبین بمعنی المرضیین ہے) اور ہم نے تعینات کئے (قیضنا بمعنی سببنا ہے......۴......) ان پر کچھ ساتھی (شیاطین میں سے) انہوں نے مزین کردیا جو ان کے آگے ہے (یعنی امر دنیا اور شہوات کی پیروی) اور جو ان کے پیچھے (یعنی امر آخرت ان کے اس قول کے ذریعے کہ کوئی حشر ونشر حساب کتاب نہیں ہونا) اور ان پر بات پوری ہوئی (عذاب کی اور وہ بات یہ ہے ﴿لاملئن جھنم...... الخ﴾) ان گروہوں میں جو ان سے پہلے گزر چکے (یعنی ہلاک ہوچکے، امم سے قبل جملہ محذوف ہے) جن اور آدمیوں کے بیشک وہ زیاں کار تھے۔

﴿ترکیب﴾

﴿ویوم یحشر اعداء اللہ الی النار﴾.

و: مستانفہ، یوم: مضاف، یحشر: فعل مجہول، اعداء اللہ: نائب الفاعل، الی النار: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر فعل محذوف "اذکر" کیلئے ظرف، ملکر جملہ فعلیہ مستانفہ۔ ﴿فھم یوزعون ٥ حتی اذا ما جاء وھا شھد علیھم سمعھم وابصارھم وجلودھم بما کانوا یعملون٥﴾.

ف: عاطفہ، ھم: مبتدا، یوزعون: فعل مجہول با نائب الفاعل، حتی: جار، اذا: ظرف فیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، ما: زائدہ، جاء وھا: فعل با فاعل ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ شرط، شھد علیھم: فعل وظرف لغو، سمعھم: معطوف علیہ، و: عاطفہ، ابصارھم: معطوف اول، و: عاطفہ، جلودھم: معطوف ثانی، ملکر فاعل، بما کانوا یعملون: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وقالوا لجلودھم لم شھدتم علینا﴾.

و: عاطفہ، قالوا الجلودھم: قول، لام: جار، م: استفہامیہ مجرور، ملکر ظرف لغومقدم، شھدتم علینا: فعل بافاعل وظرف لغو ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شیء وھو خلقکم اول مرۃ والیہ ترجعون۝﴾۔

قالوا: قول، انطقنا: فعل ومفعول، اللہ: موصوف، الذی: موصول، انطق کل شیء: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر صفت، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ مقولہ، ملکر جملہ قولیہ، و: عاطفہ، ھو: مبتدا، خلقکم: فعل بافاعل ومفعول، اول مرۃ: ظرف، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، الیہ: ظرف لغو مقدم، ترجعون: فعل مجہول با نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وما کنتم تستترون ان یشھد علیکم سمعکم ولا ابصارکم ولا جلودکم﴾۔

و: عاطفہ، ما: نافیہ، کنتم: فعل ناقص باسم، تستترون: فعل بافاعل، ان: مصدریہ، یشھد: فعل، علیکم: ظرف لغو، سمعکم: معطوف علیہ، ولا ابصارکم ولا جلودکم: معطوفان، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ بتاویل مصدر مفعول لہ، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولکن ظننتم ان اللہ لایعلم کثیرا مما تعملون۝﴾۔

و: عاطفہ، لکن: حرف استدراک، ظننتم: فعل بافاعل، ان اللہ: حرف مشبہ واسم، لایعلم: فعل نفی بافاعل، کثیرا: موصوف، مماتعملون: ظرف مستقر صفت، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وذلکم ظنکم الذی ظننتم بربکم اردکم فاصبحتم من الخسرین۝﴾۔

و: عاطفہ، ذلکم: مبتدا، ظنکم: موصوف، الذی ظننتم بربکم: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر خبر اول، اردکم: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ف: عاطفہ، اصبحتم من الخسرین: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، ملکر خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿فان یصبروا فالنار مثوی لھم وان یستعتبوا فما ھم من المعتبین۝﴾۔

ف: مستانفہ، ان: شرطیہ، یصبروا: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، النار: مبتدا، مثوی لھم: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ، و: عاطفہ، ان: شرطیہ، یستعتبوا: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، ما: مشابہ بلیس، ھم: اسم، من المعتبین: ظرف مستقر خبر، ملکر جملہ اسمیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وقیضنا لھم قرناء فزینوا لھم مابین ایدیھم وما خلفھم﴾۔

و: عاطفہ، قیضنا لھم قرناء: فعل بافاعل وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ف: عاطفہ، زینوا لھم: فعل بافاعل وظرف لغو، مابین ایدیھم: موصول صلہ، ملکر معطوف علیہ، و: عاطفہ، ماخلفھم: موصول صلہ، ملکر معطوف، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وحق علیھم القول فی امم قد خلت من قبلھم من الجن والانس﴾۔

و: عاطفہ، حق: فعل، علی: جار، ھم: ضمیر ذوالحال، فی: جار، امم: موصوف، قد خلت من قبلھم: جملہ فعلیہ صفت اول، من الجن والانس: ظرف مستقر صفت ثانی، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، القول: فاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿انھم کانوا خسرین۝﴾۔

انھم: حرف مشبہ واسم، کانوا خسرین: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح وتوضیح واغراض﴾

اعضائے جسمانی کے کلام سے متعلق اقوالِ مفسرین:

۱...... مفسرین نے اس موضوع پر کئی نکات لکھے ہیں جنہیں ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

(۱)...... جلود سے مراد ظاہری اعضاء ہیں اور جوارح سے مراد فرج (شرمگاہیں) ہے، اور ﴿وقالوا لجلودھم لم شھدتم علینا (حم السجدۃ:۲۱)﴾ میں خاص طور پر سمع وبصر کے مقابلے میں جلود کا ذکر ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ جلود کا کلام کرنا سمع وبصر کے مقابلے میں زیادہ عجیب بات ہے، ایک قول یہ بھی ہے کہ جلود کو خاص طور پر قوتِ مدرکہ ولامسہ کی وجہ سے ذکر کیا گیا جو کہ سمع وبصر کے مقابلے میں زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ (حاشیۃ الشھاب، ج۸، ص ۳۰۷ ملخصاً وملتقطاً)

(۲)...... پس کان گواہی دیں گے کہ وہ اللہ عزوجل کی نافرمانی والے کلام سنا کرتے تھے، اور آنکھیں حرام دیکھا کرتی تھیں، اور کھالیں گواہی دیں گی، ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ جلود سے مراد جوارح ودیگر اعضاء ہیں۔ ایک قول یہ کیا جاتا ہے کہ ہر عضو گواہی دے گا جو فعل اس سے صادر ہوا ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ ہر عضو اپنے اُس گناہ کا بیان دے گا جو اُس سے صادر ہوا ہے، پس اس طرح ہر قسم کی بُرائیوں کا پول کھل جائے گا اور کفر ومعصیت آشکار ہوجائے گی، جس طرح اللہ نے انسان کو زبان کے ذریعے بولنے کی طاقت عطا فرمائی بالکل اسی طرح دیگر اعضاء بھی کلام کریں گے، اور اسی طرح درخت اور بکریاں بھی کلام کریں گی اور یہ نظریہ اہلسنت کا ہے۔ (روح البیان، ج۸، ص ۳۳۳)

(۳)...... ظاہر یہ ہے کہ جلود سے جوارح وفروج بطور کنایہ مراد لئے گئے ہیں، یہی اکثر مفسرین اور ابن عباس کا قول ہے۔ (روح المعانی، الجزء:۲۴، ص ۵۰۲)

(۴)...... اس میں شک نہیں کہ حواس خمسہ سمع، بصر، شم، ذوق اور لمس ہیں، اور اس میں بھی شک نہیں کہ لمس سے مراد جلد ہے، پس اس مناسبت سے اللہ عزوجل نے اس مقام پر سمع، بصر اور لمس کا ذکر فرمایا، اور دو حواس شم وذوق کو ذکر نہ کیا، کیونکہ ذوق بعض وجوہ کی بناء پر لمس میں داخل ہے کیونکہ ذوق (چکھنے) کا ادراک انسانی زبان کی کھال ہی کرتی ہے اور یہی زبان کھانے نرم بنانے کا کام دیتی ہے، پس اس صورت میں لمس میں ذوق داخل ہوتا ہے اور جہاں تک شم (سونگھنے کی طاقت) کا تعلق ہے یہ جسم انسانی کی کمزور حس ہے، اور یہ امرونہی کے حوالے سے مکلّف نہیں ہے، پس جب تم نے یہ جان لیا تو ابن عباس کا یہ قول بھی جان لوگے کہ متذکرہ مقام پر جلود بمعنی فروج بطور کنایہ استعمال ہوا ہے۔ (الرازی، ج۹، ص ۵۵۶)

خاص اعضاء کے کلام سے متعلق احادیث:

۲...... درج ذیل میں ان احادیث کا بیان ہے جس سے یہ ثابت ہوگا کہ بروزِ قیامت اعضائے انسانی کلام کریں گے:

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم دوپہر کے وقت جب بادل نہ ہوں تو سورج کو دیکھنے میں کوئی تنگی محسوس کرتے ہو“؟ صحابہ نے کہا: نہیں، فرمایا: ”جب چودھویں رات کو بادل نہ ہوں تو چاند کو دیکھنے میں کوئی تنگی محسوس کرتے ہو“؟ صحابہ نے کہا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تم اپنے رب کو دیکھنے میں صرف اتنے تنگ ہوگے جتنے سورج وچاند کو دیکھنے میں تنگ ہوتے ہو، پھر اللہ عزوجل اپنے بندوں سے ملاقات کرے گا اور ان سے فرمائے گا: اے فلاں شخص! کیا میں نے تجھ کو عزت نہیں دی تھی؟ کیا میں نے تجھ کو سرداری نہیں دی تھی؟ کیا میں نے تجھ کو بیوی نہیں دی تھی؟ کیا میں نے گھوڑے اور اونٹ تیرے

تابع نہیں کئے تھے؟، تجھ کو رئیسانہ شان وشوکت نہیں دی تھی؟، وہ شخص کہے گا: کیوں نہیں!، اللہ ﷻ فرمائے گا: کیا تجھ کو مجھ سے ملاقات کی توقع تھی؟ وہ بندہ کہے گا: نہیں، اللہ ﷻ فرمائے گا: میں بھی تجھ کو اسی طرح بھلادوں گا جس طرح آج تو نے مجھے بھلادیا ہے، پھر اللہ ﷻ دوسرے شخص سے ملاقات کریگا اور اس سے فرمائے گا: کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی تھی؟، اور کیا میں نے تجھے سرداری نہیں دی تھی؟، کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی تھی؟، کیا میں نے تیرے بس میں گھوڑے اور اونٹ نہیں کئے تھے؟، اور کیا میں نے تجھے سردارانہ شان وشوکت نہیں دی تھی؟، وہ کہے گا: کیوں نہیں!، بیشک میں تجھے بھلادیتا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلادیا تھا، پھر اللہ ﷻ تیسرے بندے سے ملاقات کرے گا اور اس سے بھی اسی طرح کلام فرمائے گا، وہ کہے گا: میں تجھ پر ایمان لایا اور تیری کتاب پر ایمان لایا اور تیرے رسول پر ایمان لایا اور میں نے نماز پڑھی اور روزہ رکھا اور صدقہ کیا اور جتنی اس کی طاقت ہوگی وہ حمد وثناء کرے گا، پھر اس بندے سے کہا جائے گا: ہم ابھی تیرے خلاف گواہ بھیجتے ہیں، وہ اپنے دل میں غور وفکر کرے گا کہ میرے خلاف کون گواہی دے گا، پھر اس کے منھ پر مہر لگادی جائے گی اور اس کی ران سے، اس کے گوشت سے اور اس کی ہڈیوں سے کہا جائے گا: اب تم کلام کرو، پھر اس کی ران، اس کا گوشت اور ہڈیاں کلام کریں گی کہ اس نے کیا کام کئے تھے اور یہ اس لئے کہ وہ خود اپنا عذر بیان کرے اور یہ شخص منافق ہوگا اور اس سے اللہ ﷻ ناراض ہوگا"۔ (سنن ابو داؤد، کتاب السنة، باب: في الروية، رقم: ٤٧٣٠، ص٨٨٦ بتغير)

☆......حضرت انس ﷺ بیان کرتے ہیں کہ ہم سید عالم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ ﷺ ہنسنے لگے اور آپ ﷺ کی داڑھیں نمایاں ہونے لگیں اور پوچھا: "تم جانتے ہو کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں"؟ ہم نے کہا: اللہ ﷻ اور اس کا رسول ﷺ ہی خوب جاننے والے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "میں بندے کی اس کے رب ﷻ کے ساتھ ہونے والی گفتگو پر ہنس رہا تھا، بندہ کہے گا: اے میرے رب ﷻ! کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی، اللہ ﷻ فرمائے گا: کیوں نہیں، بندہ کہے گا: آج میں اپنے خلاف صرف اپنے ہی نفس کی شہادت کی اجازت دیتا ہوں، اللہ ﷻ فرمائے گا: آج صرف تیری ہی تیرے خلاف شہادت ہوگی اور کراما کاتبین گواہ ہونگے"، آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر اس کے منھ پر مہر لگادی جائے گی اور اس کے اعضاء سے کہا جائے گا کہ اب تم کلام کرو، پھر اس کے اعضاء اس کے اعمال کو بیان کریں گے، پھر وہ بندہ اپنے اعضاء سے کہے گا تم دور رہو، میں تمہارے لئے تو جھگڑ رہا ہوں"۔

(سنن ابو داؤد، کتاب السنة، باب: في الروية، رقم: ٤٧٣٠، ٨٨٦، جامع البيان، رقم: الجزء: ٢٤، ص١٢٣)

☆......حضرت حکیم بن معاویہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ سید عالم ﷺ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ سے شام کی جانب اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "یہاں سے یہاں تک قیامت کے دن لوگ اپنے گھٹنوں اور چہروں کے بل چلتے ہوئے آئیں گے، ستر امتیں ہونے کا وعدہ پورا ہوگا اور تم آخری امت ہوگے اور آخری امت کا اکرام ہوگا، اور سب سے پہلے تمہارے جسم کا عضو "ران" گواہی دیگا"۔

☆......عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے سید عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "جس دن انسان کے مونہوں پر مہر لگادی جائے گی اس دن سب سے پہلے جو عضوِ جسم کلام کرے گا وہ اس کی بائیں جانب کی "ران" کلام کرے گی"۔ (الطبری، الجزء: ٢٤، ص١٢٤، الدر المنثور، ج٥، ص٦٨٠)

اللہ ﷻ کے ساتھ گمان کیسا ہونا چاہیے؟

مسئلہ......اہل علم کہتے ہیں کہ گمان دو طرح کے ہوسکتے ہیں: حسن ظن، سوءِ ظن، پس حسن ظن یہ ہے کہ بندہ اچھا گمان کرے اور سوءِ ظن یہ کہ برا گمان رکھے۔ حسن بصری کہتے ہیں کہ قومیں بڑی امیدیں رکھتی ہیں اور اسی حال میں دنیا سے رخصت ہوجاتی ہیں اور ان کے لئے (ان کے گمان کے مطابق) بھلائی ہے، اور کوئی ایسا بھی ہوتا ہے کہ زبان سے یہ کہتا ہے کہ میں اپنے رب سے اچھا گمان کرتا

ہوں لیکن اس کا قول جھوٹ پر مبنی ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے گمان پر عمل پیرا نہیں ہوتا اور جو اچھا گمان کرے اُسے چاہیے کہ اچھا عمل بھی کرے، اور پھر یہ آیت تلاوت کی: ﴿وذلكم ظنكم الذى ظننتم بربكم اردكم فاصبحتم من الخسرين (حم سجدة:۲۳)﴾ سیدنا قتادہ کہتے ہیں: کہ جو موت سے ہمکنار ہونا چاہے اُسے چاہیے کہ اللہ عزوجل سے اچھا گمان کرے اور اسی کے مطابق عمل کرے، کیونکہ ظن دو طرح کے ہوتے ہیں بعض گمان نجات دیتے ہیں اور بعض برباد کرتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ یہ آیت تلاوت کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ قوم بُرائیوں سے چمٹی ہوئی ہے اور بُرائیوں سے (خاطر خواہ) توبہ بھی نہیں کرتی اور مغفرت مانگتی ہے، یہاں تک کہ دنیا سے مفلسی کے حال میں رخصت ہوتے ہیں۔ (القرطبی، الجزء:۲٤، ص۳۰۸)

☆......حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین دن پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''تم میں سے کسی شخص پر ہرگز موت نہ آئے گی مگر اس حال میں کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہوں''۔

(سنن ابو داؤد، کتاب الجنائز، باب: ما یستحب من حسن الظن، رقم:۳۱۱۳، ص۵۹٦)

☆......حضرت واثلہ بن اسقع روایت کرتے ہیں کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں وہ میرے متعلق جو گمان کرے''۔

☆......ایک سند میں یوں ہے: ''میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں، اگر وہ خیر گمان کرے تو خیر ہے اور اگر وہ شر گمان کرے تو شر ہے''۔ (صحیح ابن حبان، کتاب الرقاق، باب: حسن الظن بالله تعالى، رقم: ٦٤١، ج١، ص٤٠٧)

قیض کے لغوی معنی:

☆......امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں: اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿وقيضنا لهم قرناء (حم سجدة:۲۵)﴾، ﴿ومن يعش عن ذكر الرحمن نقيض له شيطنا (الزخرف:۳٦)﴾، کسی پر بڑائی چاہنا، یا کسی پر مسلط ہونا۔ اسی سے بیع مقایضہ بھی ہے جس کا معنی ہے ''وہ بیع جس میں سامان کے بدلے سامان کا تبادلہ ہو''۔ (المفردات، ص ٤٢٠)

اغراض:

یساقون: بیضاوی نے اس کی تفسیر یوں کی ہے کہ ان کے اول کو آخر کی وجہ سے روک لینا مراد ہے تاکہ سب جمع ہو جائیں، اور یہ مفسر کے قول کے منافی نہیں ہے، انہوں نے آخر کو اول کے ساتھ ملحق کیا ہے، پس اس صورت میں (بھی) اجتماع ہو گیا۔

کالذی بعده: سے مراد اللہ عزوجل کا فرمان: ﴿وما كنتم تستترون (حم سجدة:۲۲)﴾ ہے۔

عند استتارکم: مراد یہ ہے کہ لوگوں میں سے کچھ کا گمان کرنا۔

من امر الدنیا: یعنی امور آخرت میں سے جو ان کے سامنے ہے، اور امور دنیا میں سے جو ان کے پیچھے ہے، قشیری کہتے ہیں: ''جب اللہ عزوجل کسی بندے کے ساتھ بُرائی کا ارادہ فرماتا ہے تو بُرائی کو اس کا اوڑھنا بچھونا کر دیتا ہے اور مخالفتیں اس پر محمول کر دی جاتی ہیں اور وہ اُسی کا داعی بن جاتا ہے اور یہی شیطانی ہتھکنڈے ہیں اور اس کا نفس شر کے پھیلانے کا سبب بن جاتا ہے اور یہی بُرائی اُسے ہلاکت تک لے جاتی ہے اور جب اللہ عزوجل کسی کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے لئے خیر کو مقدر کر دیتا ہے اور وہ اللہ عزوجل کی طاعت میں لگ جاتا ہے۔ الختصر وملخص۔ ھلکت: مناسب یہ ہے کہ ھلکت کے بجائے مضت کہا جائے۔ (الصاوی، ج٥، ص٢٠٥ وغیرہ)

رکوع نمبر:۱۸

﴿وقال الذين كفروا﴾ عِندَ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿لا تسمعوا لهذا القران والغوا فيه﴾ اِئتُوا بِاللُّغطِ وَنَحوِهِ

وَصِيحُوا فِي زَمَنِ قِرَائَتِهِ ﴿لعلكم تغلبون (۲۶)﴾فَيَسْكُتُ عَنِ الْقِرَائَةِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيهِم ﴿فلنذيقن الذين كفروا عذابا شديدا ولنجزينهم اسوا الذى كانوا يعملون (۲۷)﴾اَى اَقْبَحَ جَزَاءَ عَمَلِهِم ﴿ذلك﴾اَىِ الْعَذَابُ الشَّدِيدُ وَاَسْوَءُ الْجَزَاءِ ﴿جزاء اعداء الله﴾بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَةِ الثَّانِيَةِ وَاِبْدَالِهَا وَاوً ﴿النار﴾عَطْفُ بَيَانِ الْجَزَاءِ الْمُخْبَرِ بِهِ عَنْ ذَالِكَ ﴿لهم فيها دار الخلد﴾اَى اِقَامَةٌ لَا اِنْتِقَالَ مِنْهَا ﴿جزاء﴾مَنْصُوبٌ عَلَى الْمَصْدَرِ بِفِعْلِهِ الْمُقَدَّرِ ﴿بما كانوا باٰيتنا﴾الْقُرْاٰن ﴿يجحدون (۲۸) وقال الذين كفروا﴾فِى النَّارِ ﴿ربنا ارنا الذين اضلنا من الجن والانس﴾اَى اِبْلِيسَ وَقَابِيلَ سَنَّا الْكُفْرَ وَالْقَتْلَ ﴿نجعلهما تحت اقدامنا﴾فِى النَّارِ ﴿ليكونا من الاسفلين (۲۹)﴾اَى اَشَدَّ عَذَابًا مِنَّا ﴿ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا﴾عَلَى التَّوْحِيدِ وَغَيْرِهِ مِمَّا وَجَبَ عَلَيْهِم ﴿تتنزل عليهم الملئكة﴾عِنْدَ الْمَوْتِ ﴿اَنْ﴾بِاَنْ ﴿لا تخافوا﴾مِنَ الْمَوْتِ وَمَا بَعْدَهُ ﴿ولا تحزنوا﴾عَلٰى مَا خَلَّفْتُم مِنْ اَهْلٍ وَوَلَدٍ فَنَحْنُ نَخْلِفُكُم فِيهِ ﴿وابشروا بالجنة التى كنتم توعدون (۳۰) نحن اولياؤكم فى الحيوة الدنيا﴾اَى حَفِظْنٰكُم فِيهَا ﴿وفى الاخرة﴾اَى نَكُونُ مَعَكُم فِيهَا حَتّٰى تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ ﴿ولكم فيها ما تشتهى انفسكم ولكم فيها ما تدعون (۳۱)﴾تَطْلُبُونَ ﴿نزلا﴾رِزْقًا مُهَيَّئًا مَنْصُوبٌ بِجَعْلِ مُقَدَّرًا ﴿من غفور رحيم (۳۲)﴾اَىِ اللّٰهِ.

﴿ترجمہ﴾

اور کافر بولے (نبی پاک ﷺ کی تلاوت قرآن کے وقت) یہ قرآن نہ سنو اور اس میں بیہودہ غل کرو (یعنی قرائت کے وقت شور مچاؤ اور الٹی سیدھی باتیں کرتے رہو......۱......) شاید یونہی تم غالب آؤ (اور وہ قرائت کرنے سے رک جائیں) تو ضرور ہم ان لوگوں کو سخت عذاب چکھائیں گے اور بیشک ہم ان کے بدترین کام کا انہیں بدلہ دیں گے (اسوا الذی کانوا یعملون یہ بمعنی اقبح جزاء عملهم ہے) یہ (یعنی یہ عذاب شدید یا بدترین جزا ہے) اللہ کے دشمنوں کا بدلہ آگ ہے (اعداء اللہ دوسرے ہمزہ کی تحقیق کے ساتھ نیز اس کو واؤ کے ساتھ تبدیل کر کے بھی پڑھا گیا ہے، النار یہ اس جزا کا عطف بیان ہے جس کی ذلک کے ذریعے خبر دی جارہی ہے) اس میں انہیں ہمیشہ رہنا ہے (یعنی مقیم رہنا ہے اس سے کہیں اور منتقل نہیں ہونا) سزا (جزا یہ فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے) اس کی کہ ہماری آیتوں (یعنی قرآن پاک) کا انکار کرتے تھے اور کافر بولے (آگ میں) اے ہمارے رب! ہمیں دکھا جن اور آدمی جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا (یعنی ابلیس اور قابیل جنہوں نے کفر اور قتل کو ایجاد کیا ہے......۲......) کہ ہم انہیں اپنے پاؤں تلے ڈالیں (آگ میں) کہ وہ ہر نشے سے نیچے رہیں (یعنی وہ ہم سے زیادہ سخت عذاب میں رہیں) بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر قائم رہے......۳......(توحید وغیرہ امور پر لازم کیے گئے تھے) ان پر (ان کی موت کے وقت) فرشتے اترتے ہیں......۴...... کہ (ان اصل میں بان تھا) نہ ڈرو (موت اور اس کے مابعد پیش آنے والے امور سے) اور نہ غم کرو (اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے اہل وعیال پر کہ ہم تمہارے پیچھے ان کے نگران ہیں) اور خوش ہو اس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں (دنیا میں ہم تمہاری حفاظت کرتے رہیں گے) اور آخرت میں (یعنی آخرت میں بھی ہم تمہارے ساتھ ہوں گے یہاں تک کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ) اور تمہارے لیے اس میں جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لیے اس میں جو مانگو مہمانی (تیار کردہ روزی......۵...... یہ فعل محذوف جعل کی وجہ سے منصوب ہے) معافی بخشنے والے مہربان کی طرف سے (یعنی اللہ ﷻ کی طرف سے)۔

﴿ترکیب﴾

﴿وقال الذین کفروا لا تسمعوا لهذا القران والغوا فیه لعلکم تغلبون٥﴾.

و: مستانفہ، قال الذین کفروا: قول، لاتسمعوا: فعل نہی با فاعل، لھذا القران: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، الغوا: فعل امر واؤ ضمیر ذوالحال، لعلکم تغلبون: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، فیہ: ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ۔

﴿فلنذیقن الذین کفروا عذابا شدیدا ولنجزینهم اسوا الذی کانوا یعملون٥﴾.

ف: فصیحیہ، لام قسمیہ، نذیقن: فعل با فاعل، الذین کفروا: موصول صلہ، ملکر مفعول، عذابا شدیدا: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لام قسمیہ، نجزینهم: فعل با فاعل ومفعول اول، اسوا الذی کانوا یعملون: مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ معطوف، ملکر شرط محذوف "ان استمروا ذلک" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ذلک جزاء اعداء الله النار لهم فیها دار الخلد جزاء بما کانوا بایتنا یجحدون٥﴾.

ذلک: مبتدا، جزاء اعداء الله: مبدل منہ، النار: بدل، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، لهم: ظرف مستقر خبر مقدم، فیها: ظرف مستقر حال مقدم، دار الخلد و: ذوالحال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، جزاء: مصدر با فاعل، بما کانوا بایتنا یجحدون: ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر فعل محذوف "یجزون" کیلئے مفعول مطلق، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿وقال الذین کفروا ربنا ارنا الذین اضلنا من الجن والانس﴾.

و: مستانفہ، قال الذین کفروا: قول، ربنا: نداء، ارنا: فعل امر با فاعل ومفعول، الذین اضلنا: موصول صلہ، ملکر ذوالحال، من الجن والانس: ظرف مستقر حال، ملکر مفعول ثانی، ملکر جملہ فعلیہ مقصود بالنداء، ملکر مقولہ، ملکر جملہ قولیہ مستانفہ۔

﴿نجعلهما تحت اقدامنا لیکونا من الاسفلین٥﴾.

نجعلهما: فعل با فاعل ومفعول، تحت اقدامنا: ظرف، لام: جار، یکونا من الاسفلین: جملہ فعلیہ مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ جواب امر واقع ہے۔

﴿ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل علیهم الملئکة الا تخافوا ولا تحزنوا وبشروا بالجنة التی کنتم توعدون٥﴾.

ان: حرف مشبہ، الذین: موصول، قالوا: قول، ربنا الله: جملہ اسمیہ معطوف علیہ، ثم: عاطفہ، استقاموا: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر صلہ، ملکر اسم، تتنزل علیهم: فعل وظرف لغو، الملئکة: ذوالحال، ان: مصدریہ، لا تخافوا: فعل نہی با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، لاتحزنوا: فعل نہی با فاعل، ملکر جملہ فعلیہ معطوف اول، و: عاطفہ، بشروا: فعل امر با فاعل، ب: جار، الجنة: موصوف، التی کنتم توعدون: موصول صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ معطوف ثانی، ملکر بتقدیر "ب" جار مجرور، ملکر ظرف مستقر "قائلین" محذوف کیلئے، ملکر شبہ جملہ حال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿نحن اولیؤکم فی الحیوة الدنیا وفی الاخرة﴾.

نحن: مبتدا، اولیؤکم: ذوالحال، فی الحیوة الدنیا: جار مجرور معطوف علیہ، و: عاطفہ، فی الاخرة: جار مجرور معطوف، ملکر ظرف مستقر حال، ملکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون o نزلا من غفور رحیم o﴾۔
و: عاطفہ، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، فیھا: ظرف مستقر حال مقدم، ما تشتھی انفسکم: موصول صلہ ملکر ذوالحال، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، لکم: ظرف مستقر خبر مقدم، فیھا: ظرف مستقر حال مقدم، ما تدعون: موصول صلہ ملکر ذوالحال، نزلا من غفور رحیم: شبہ جملہ حال ثانی، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

قرآن کی بے ادبی:

۱..... جب بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر سُننا فرض ہے، جب کہ وہ مجمع بغرض سُننے کے حاضر ہو ورنہ ایک کاسُننا کافی ہے، اگرچہ اور اپنے کام میں ہوں۔ (الفتاوی الرضویہ مخرجہ، ج ۲۳، ص ۳۵۲)

متذکرہ آیت میں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کافروں کی اس بُری خصلت کا ذکر کیا جو وہ قرآن کی تلاوت کے وقت میں بے ہودہ گوئی کی صورت میں کرتے تھے۔ دور حاضر میں یہ نقشہ نہیں کہ کفار کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہو اور وہ بے ہودگی کی حرکتیں کریں تاہم یہ ضرور ہے کہ اس دور میں کفار قرآن کی بے ادبی دیگر طریقوں سے ضرور کرتے ہیں۔ ماقبل شرعی مسئلہ کافروں کے لئے نہ سہی مسلمانوں کے لئے ضرور ہے، لیکن آج اس مسئلے پر توجہ کم دی جاتی ہے۔ جو صاحب قرآن پڑھنے کے عادی ہوتے ہیں یا دن کا مخصوص حصہ تلاوت میں گزارتے ہیں یقیناً وہ تعریف کے لائق ہیں لیکن یہ کہاں کا اصول ہے کہ بلند آواز میں تلاوت کر کے دوسروں کو سننے پر مجبور کیا جائے۔ بازاروں میں اور جہاں لوگ کام میں مشغول ہوں بلند آواز سے پڑھنا ناجائز ہے لوگ اگر نہ سُنیں گے تو گناہ پڑھنے والے پر ہے اگر کام میں مشغول ہونے سے پہلے اس نے پڑھنا شروع کر دیا ہو اور اگر وہ جگہ کام کرنے کے لئے مقرر نہ ہو تو اگر پہلے پڑھنا اس نے شروع کیا اور لوگ نہیں سنتے تو لوگوں پر گناہ اور اگر کام شروع کرنے کے بعد اس نے پڑھنا شروع کیا، تو اس پر گناہ۔

(بھار شریعت مخرجہ، قرآن مجید پڑھنے کا بیان، حصہ: ۳، ج ۱، ص ۵۵۲)

پہلے قاتل کا گناہ:

۲..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا اس کے گناہ میں سے ایک حصہ قابیل کو بھی ملے گا کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کو ایجاد کیا''۔

(صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: خلق آدم و ذریتہ، رقم: ۳۳۳۵، ۶۸۶۷، ۷۳۲۱، ص ۵۵٤)

گویا قابیل نے اپنے لئے گناہ جاریہ کما لیا، کائنات میں جب بھی ظلماً قتل ہوتے رہیں گے قابیل ہر قتل کا عوض بطور گناہ پاتا رہے گا۔ اسی طرح دیگر گناہوں کو بھی مدنظر رکھ لیں، جو لوگ گناہ پھیلنے کا ذریعہ بنتے ہیں انہیں غور وفکر کرنا چاہیے، معلوم نہیں کہ توبہ کا موقع ملے گا کہ نہیں، معلوم نہیں بڑھاپا آئے اور توبہ کرنے کا ذہن بنے یا یونہی کسی بم دھماکے یا دہشت گردی کی نظر ہو جائیں، نامعلوم کون سی آفت آئے اور زیر زمین ہو جائیں، مجھے اُن فنکاروں، اداکاروں، گلوکاروں کے بارے میں دکھ و افسوس ہوتا ہے جو گناہ پھیلنے کا ذریعہ بن رہے ہیں اور آج کا معاشرہ گویا انہی لوگوں کا معاشرہ ہے کہ انہی کی دیکھا دیکھی کی جاتی ہے۔ بسا اوقات ان کی اموات بھی بُری ہوتی ہیں اور ایسا بھی سنا جاتا ہے کہ ان کے مرنے کے بعد بھی ان کے لئے تعزیتی پروگرام میں ان کے گناہ دکھائے اور بیان کئے جاتے ہیں اللہ سمجھ دے گویا ہم ایسے معاشرے میں زندگی گزار رہے ہیں جو مرنے کے بعد بھی اپنے مسلمان بھائیوں بہنوں کو نفع پہنچانے کے لئے تیار نہیں۔

استقامت کے معنی، احادیث، اقوال صحابہ وتابعین:

﴿...... شیخ جرجانی "الاستقامۃ" کی کئی تعریفات ذکر کرتے ہیں: کسی چیز کے اجزائے مفروضہ کے یکجا ہونے کو "استقامت" کہتے ہیں۔ اہل حقیقت کے نزدیک اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ تمام عہد وپیمان کو پورا کرنے کا نام استقامت ہے، کھانا پینا پہننا ہر کام میں متوسط حد تک صراط مستقیم کی رعایت کا نام ہے چہ جائے کہ دینی معاملہ ہو یا دنیاوی، پس یہی آخرت کے حوالے سے صراط مستقیم ہے اور اسی وجہ سے سید عالم نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے سورۂ ہود کی آیت ﴿فاستقم کما امرت (هود: ۱۱۲)﴾ نے بوڑھا کردیا۔ ایک قول "استقامت" کی تعریف میں یہ کیا گیا ہے کہ اطاعت کو بجالانا اور معصیت سے اجتناب کرنا استقامت کہلاتا ہے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ استقامت ضد ہے ٹیڑھاپن کی، مطلب یہ کہ استقامت کا معنی یہ ہے کہ بندہ شریعت اور عقل کے ذریعے سے بندگی کے راستے پر گامزن رہے، استقامت کے معنی مداومت بھی ہے اور یہ بھی کہ بندہ خیال کرے کہ اے بندے! تجھے اللہ ﷻ کی بارگاہ صمدیت میں (مزاحمت وغیرہ) کا کچھ اختیار نہیں، ابوعلی دقاق نے کہا کہ استقامت کے تین درجے ہیں: اول کا نام تقویم ہے یعنی نفس کو ادب سکھانا، دوم کا نام اقامۃ ہے یعنی دلوں کو شائستہ وشستہ بنائے، سوم استقامۃ ہے یعنی (شریعت کے) بھیدوں کا قرب پانا۔

(التعریفات، ص ۲۳)

☆...... حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے یہ آیت ﴿ان الذین قالوا ...... الخ﴾ پڑھی اور فرمایا: لوگوں نے کہا یعنی ہمارا رب اللہ ہے، پھر ان میں سے اکثر کافر ہوگئے، پس جو شخص اسی قول پر ڈٹا رہا حتی کہ مرگیا، وہ ان لوگوں میں سے ہے جو اس قول پر مستقیم رہے"۔

(سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب: حم سجدۃ، رقم: ۳۲٦۱، ص ۹۳٤)

☆...... حضرت سفیان بن عبداللہ الثقفی بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے اسلام کے متعلق کوئی ایسی بات بتائیے کہ میں آپ ﷺ کے بعد کسی اور سے سوال نہ کروں، آپ ﷺ نے فرمایا: "تم کہو! میں اللہ پر ایمان لایا، پھر اس پر مستقیم رہو"۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب تعبیر الرؤیا، باب: کف اللسان فی الفتنۃ، رقم: ۳۹۷۲، ص ٦٥٦)

☆...... حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم مستقیم رہو اور تم مکمل استقامت ہرگز حاصل نہ کرسکو گے اور یاد رکھو تمہارے اعمال میں سب سے افضل عمل نماز ہے اور صرف مومن ہی دائما باوضو رہ سکتا ہے"۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، باب: المحافظۃ علی الوضوء، رقم: ۲۷۸،۲۷۷، ص ٦٦)

حضرت ابوبکر صدیق ﷺ سے استقامت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا: "ان لا تشرک باللہ شیئا یعنی اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو"۔ حضرت عمر فاروق ﷺ نے فرمایا: "الاستقامۃ ان تستقیم علی الامر والنھی ولا تروغ روغان الثعالب یعنی استقامت سے مراد امر ونہی پر مضبوطی سے عمل کرنا اور لومڑی کی طرح ادھر ادھر مڑنے کی حیلہ سازی نہ کرنا ہے"۔ حضرت عثمان غنی ﷺ نے فرمایا: "اخلصوا العمل للہ یعنی اعمال خاص اللہ کے لئے کرو"۔ حضرت علی ﷺ نے استقامت کے بارے میں فرمایا: "ادوا الفرائض یعنی فرائض کو ادا کرو یہی استقامت ہے"۔ یہی قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ استقامت یہ ہے کہ اللہ کی جانب سے متعین کردہ اوامر پر جمے رہو اور نواہی سے بچتے رہو، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے: "لا الہ الا اللہ" کہو یہاں تک کہ اللہ سے جا ملو اور حسن کا قول ہے کہ جب یہ آیت پڑھے تو کہے: "اللھم انت ربنا فارزقنا الاستقامۃ اے اللہ تو ہمارا رب ہے تو ہمیں استقامت سے نواز دے"۔

(الخازن، ج٤، ص ۸۷)

فرشتے بوقت موت مومنین کے معین ومددگار ھیں:

ہے۔.....وکیع بن جراح کہتے ہیں کہ خوشخبری اور بشارت تین مقامات پر ملے گی، موت کے وقت، قبر میں اور قبر سے اٹھائے جانے کے وقت۔ ﴿الا تخافوا﴾ کہنے والے فرشتے ہونگے کہ تم خوف نہ کرو۔ اس میں ''اَنْ'' مفسرہ ہے کیونکہ ﴿تتنزل علیھم﴾ اس وحی کے معنی کو متضمن ہے جو قول کے معنی میں ہے۔ یا یہ ''اَنْ مخففہ من المثقلہ'' ہے اور اس کا اسم ضمیر شان ہے یا پھر ''اَنْ'' مصدر یہ ہے، یعنی امر آخرت میں سے جس پر تم آگے پیش ہو رہے ہو اس سے خوفزدہ نہ ہو۔ مجاہد نے بھی یہی کہا ہے اور جو اہل وعیال اور اولاد میں سے تم پیچھے چھوڑ آئے ہو ان کے بارے میں غمزدہ نہ ہو کیونکہ ان کی جگہ ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ خوف سے مراد ایسا غم ہے جو مستقبل میں آنے والی متوقع مصیبت اور تکلیف پر ہوتا ہے اور حزن سے مراد ایسا غم ہے جو کسی نفع بخش چیز کے ضائع ہونے یا نقصان دہ چیز کے لاحق ہونے کے سبب ہونے والی تکلیف اور دکھ کے سبب ہوتا ہے۔ عطاء بن ابی رباح نے کہا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ تم اپنے گناہوں کی بنا پر نہ خوفزدہ ہو اور نہ ہی کوئی حزن وملال کرو، یعنی سزا کا خوف نہ رکھو اور گناہوں کے صادر ہونے پر غمزدہ نہ ہو کیونکہ اللہ تمہارے تمام گناہ کو معاف فرمادے گا۔ تمہیں بشارت ہو اس جنت کی جس کا دنیا میں رسولوں کی زبانی تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ابونعیم نے ثابت بُنانی کے بارے میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے جب سورۂ فصلت پڑھی اور ﴿تتنزل علیھم الملائکۃ﴾ پر پہنچے تو فرمایا کہ ہم تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ جب بندۂ مومن کو اس کی قبر سے اٹھایا جائے گا تو اس سے وہی دو فرشتے آ کر ملیں گے جو دنیا میں اس کے ساتھ رہا کرتے تھے اور اسے یہ کہیں گے تو نہ خوف کر اور نہ غمزدہ ہو تجھے اس جنت کی بشارت ہو جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا، پس اللہ اسے خوف سے محفوظ فرمادے گا اور اس کی آنکھوں کو ٹھنڈا کردے گا۔ (المظھری، ج۶، ص۲۳۴)

مومنین کے حق میں اجسام نوری کی بشارتوں کی تحقیق:

۵.....فرشتے مومنین کو بشارتیں دیں گے، چنانچہ فرمائیں گے: ﴿نحن اولیاؤکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ (حم سجدۃ:۳۱)﴾ یہ فرمان کافروں کی وعید ﴿وقیضنا لھم قرناء (حم سجدۃ:۲۵)﴾ کے مقابلے میں مومنین کے لئے نازل ہوا۔ ثابت ہوا کہ فرشتے مومنین کے مددگار ہیں، یہ بھی ثابت ہوا کہ فرشتوں میں الہامات، مکاشفات یقینیہ اور مقامات حقیقیہ کے ذریعے اجسام بشریہ میں تاثیر پیدا کرنے کی قدرت پائی جاتی ہیں، جیسا کہ شیاطین میں القاءِ وساوس اور باطل تخیلات کے ذریعے تاثیر کی قدرت پائی جاتی ہے، اور فرشتوں میں پاکیزہ طیب ارواح کی مکاشفات ومشاہدات وغیرہ جہات کی مدد سے مدد کی قدرت پائی جاتی ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ یہ ولایت دنیا وآخرت میں باقی رہتی ہے اور یہ مدد ونصرت بندے کی موت کے بعد زائل نہیں ہوتی بلکہ مزید طاقتور وباقی رہنے والی ہوجاتی ہے۔ اور جو ہر نفس اور ملائکہ کا ان معنوں میں امتزاج اس لئے ہوتا ہے کہ جو ہر نفس جنس ملائکہ کی مثل ہے، جیسا کہ شعلہ کو شمس کی جانب، قطرہ کو دریا کی جانب نسبت ہوا کرتی ہے۔ (الرازی، ج۹، ص ۵۶۱)

اغراض:

اى اقبح جزاء عملھم: اس جملے میں حذف مضاف کی جانب اشارہ ہے، یعنی وہ لوگ اپنے دنیاوی اعمال مثلاً کفر کی وجہ سے عذاب دیئے جائیں گے اور سید عالم ﷺ کی بارگاہ کا مذاق اڑانا اس کی جزاء زیادہ سخت ہوگی اور اس آیت میں اس جانب دلیل ہے کہ قرائت قرآن کے اوقات میں ہر قسم کی غلطی پر شدید وعید سنائی گئی ہے، بے ترتیب اور اختلاط سے بھر پور تلاوت کرنا بالاجماع حرام ہے، اگر قرآن سے ملنے والے نفع کو باطل کرنا نہ چاہتا ہو تو کراہت ہے اور اگر قرآن سے ملنے والے نفع کو باطل کرنا چاہتا ہے تو کفر ہے۔

منصوب على المصدر بفعله المقدر: تقدیر جملہ یہ ہے: ''یجزون جزاء''۔

سنا الكفر والقتل: جیسا کہ قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کردیا، یہ سب سے پہلا قتل ہوا اور ابلیس نے سب سے پہلے اللہ کے

رب ہونے کا انکار کیا۔قال تعالی فیھم: بمعنی فی شانھم ہے۔

عند الموت: یامراد قبر سے نکلنے کا وقت ہے،اورجمع کا صیغہ لانے میں بھی کوئی مانع نہیں ہے،کیونکہ رحمت کے فرشتے ان پر نازل ہونگے اوران کے سینوں کو کھول دینگے اورخوف وغم ان سے دور کردیا جائے گا۔(الصاوی، ج۵، ص۲۰۷وغیرہ)

رکوع نمبر: ۱۹

﴿ومن احسن﴾اَی لَا اَحَدٌ اَحْسَنُ﴿قولا ممن دعا الی الله ﴾بِالتَّوحِیدِ﴿وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین(۳۳)ولا تستوی الحسنة ولا السیئة ط﴾فِی جُزئِیَّاتِھا لِاَنَّ بَعضَھا فَوقَ بَعضٍ ﴿ادفع﴾اَی السَّیِّئَةَ﴿بالتی﴾اَی بِالخَصلَةِ الَّتِی﴿ھی احسن﴾کَالغَضَبِ بِالصَّبرِ والجَھلِ بِالحِلمِ وَالْاِسَاءَةِ بِالعَفوِ﴿فاذا الذی بینک وبینه عداوة کانه ولی حمیم (۳۴)﴾اَی فَیَصِیرُ عَدُوُّکَ کَالصَّدِیقِ القَرِیبِ فِی مُحَبَّتِهٖ اِذَا فَعَلتَ ذالِکَ فَالَّذِی مُبتَدَاءٌ و کَاَنَّه الخَبرُ واِذا ظَرفٌ لِمَعنَی التَّشبِیهِ﴿وما یلقھا﴾اَی یُؤتِی الخَصْلَةَ الَّتِی ھِیَ اَحسَنُ﴿الا الذین صبروا ج وما یلقھا الا ذوحظ﴾ثَوابٍ﴿عظیم(۳۵) واما﴾فِیهِ اِدغَامُ نونِ اِنِ الشَّرطِیَةِ فِی ماالزَّائِدَةِ﴿ینزغنک من الشیطان نزغ﴾اَی اَن یُّصرِفَکَ عنِ الخَصْلَةِ وَغَیرِھا مِنَ الخَیرِ صَارِفٌ﴿فاستعذ بالله ط﴾جَوابُ الشَّرطِ وجَوابُ الْاَمرِ مَحْذُوفٌ اَی یَدفَعهُ عَنکَ ﴿انه هو السمیع﴾لِلْقَولِ﴿العلیم(۳۶)﴾بِالفَعلِ﴿ومن ایته الیل والنھار والشمس والقمر ط لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا لله الذی خلقھن﴾اَیِ الْاٰیاتِ الْاَربَعِ﴿ان کنتم ایاہ تعبدون السجدة(۳۷) فان استکبروا﴾عَنِ السُّجُودِ لِلّهِ وَحْدَهٗ﴿فالذین عند ربک﴾اَیِ المَلائِکَةِ﴿یسبحون﴾یُصَلُّونَ﴿له بالیل والنھار وهم لا یسئمون(۳۸)﴾لَا یَمُلُّونَ﴿ومن ایته انک تری الارض خاشعة﴾یَابِسَةً لا نَبَاتَ فِیھا﴿فاذا انزلنا علیھا الماء اھتزت﴾تَحَرَّکَتْ﴿وربت﴾اِنْتَفَخَتْ وَعَلَتْ﴿ان الذی احیاھا لمحی الموتی انه علی کل شیء قدیر(۳۹) ان الذین یلحدون﴾مِنْ الحَدَ وَلَحِدَ﴿فی ایتنا﴾القرانَ بِالتَّکذِیبِ﴿لا یخفون علینا﴾فَنُجَازِیھم ﴿افمن یلقی فی النار خیرام من یأتی امنا یوم القیمة اعملوا ما شئتم بما تعملون بصیر(۴۰)﴾تَھدِیدٌ لھم﴿ان الذین کفروا بالذکر﴾القُرانِ﴿لما جاء ھم﴾نُجازِیھم ﴿وانه لکتب عزیز(۴۱)﴾مَنِیعٌ ﴿لا یأتیه الباطل من م بین یدیه ولا من خلفه﴾اَی لَیسَ قَبلَه کِتابٌ یُکَذِّبُهٗ ولا بَعدَهٗ﴿تنزیل من حکیم حمید(۴۲)﴾اَی اللهِ المَحمُودِ فِی اَمرِهٖ ﴿ما یقال لک﴾مِنَ التَّکذِیبِ ﴿الا﴾مِثلَ﴿ما قد قیل للرسل من قبلک ط ان ربک لذو مغفرة﴾لِلْمُومِنِینَ﴿وذوعقاب الیم(۴۳)﴾لِلکَافِرِینَ ﴿ولو جعلنه﴾اَیِ الذِکرَ ﴿قرانا اعجمیا لقالوا لولا﴾ھَلَّا﴿فصلت﴾بُیِّنَتْ﴿ ایته ﴾

حَتی نُفُهَمَها﴿ءِ﴾ قُرانٌ﴿اعجمی و﴾نَبِیٌّ ﴿عربی﴾ اِستِفهامُ اِنكَارٍ مِنهم بِتَحقِيقِ الهَمزَةِ الثانِيَةِ وَقَلِّبَها اَلِفـا بِاِشبَاعٍ وَدُونه﴿قل هو للذين امنوا هدی﴾مِنَ الضَّلالَةِ﴿وشفاء ط﴾مِنَ الجَهلِ﴿والذين لا يؤمنون فی اذانهـم وقـر ﴾ثِـقـلٌ فلا يَسمَعُونَهُ﴿وهو عليهم عمی ط﴾فـلا يَـفهَـمُـونَه﴿اولئک ينادون من مكان بعيد(۴۴)﴾اَی هم كَالمُنادٰی مِن مَكانٍ بَعِيدٍ لا يَسمَعُ ولا يَفهَمُ مَا يُنادٰی به.

﴿ترجمہ﴾

اوراس سے زیادہ کس کی بات اچھی (یعنی اس سے زیادہ کسی کی بات اچھی نہیں) جو اللہ (یعنی اللہ ﷻ کی وحدانیت) کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمان ہوں ......۱...... اور نیکی اور بدی برابر نہ جائینگی (بدلے کے اعتبار سے کہ دونوں کے بعض افراد دیگر افراد سے بڑھ جائیں) اے سننے والے! ٹال (برائی کو) اس کے ساتھ جو (یعنی اس خصلت کے ساتھ جو) سب سے اچھی ہے (غصہ کو صبر سے، جہل کو حلم سے، اور برائی کو معافی سے ٹال دے) جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست (یعنی تمہارا دشمن جن سے تم یہ کام انجام دے لوگے تو تمہارا قریبی دوست کی طرح تم سے محبت کرنے لگے گا......۲......، الـذی مبتدا بن رہا ہے کـا نه...... الخ اس کی خبر ہے، اذا ظرفیہ معنی تشبیہ کے لیے ہے) اور یہ (یعنی یہ خصلت) نہیں دی جاتی (جو سب سے اچھی ہے، یلقنی بمعنی یو تی ہے) مگر صابروں کو اور اسے نہیں پاتا مگر بڑے ثواب والا (حظ بمعنی ثو اب ہے) اور اگر (''اما'' اصل میں ''ان مـا'' تھا، ''ان'' شرطیہ کا ''مـا'' میں ادغام ہوا ہے) تجھے شیطان سے کوئی تکلیف پہنچے (یعنی کوئی پھیرنے والا تجھے اس کسی بھلی خصلت سے پھیرنے کے......۳......) تو اللہ ﷻ کی پناہ مانگ (فـاستعذبـالله یہ جواب شرط ہے اور امر کا جواب امر محذوف ہے، یـدفعه عـنـک یعنی اللہ اس کو تجھ سے دور کر دیگا) بیشک وہی سننے والا ہے (اقوال کا) اور علم رکھنے والا ہے (افعال کا) اور اس کی نشانیوں میں سے ہے رات اور دن اور سورج اور چاند سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا (یہاں چار نشانیوں کا بیان کیا گیا ہے) اگر تم اس کے بندے ہو تو اگر یہ تکبر کریں (اللہ وحدہ کے حضور جھکنے سے) تو وہ جو تمہارے رب کے پاس ہیں (یعنی فرشتے) پاکی بولتے ہیں (یعنی نماز پڑھتے ہیں، یسبحون بمعنی یصلون ہے) اس کے لیے رات دن اور اکتاتے نہیں (لا یسئمون بمعنی لا یـمـلون ہے) اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تو زمین کو دیکھے بے قدر پڑی (یعنی خشک کہ اس میں کچھ اگا ہوا نہیں تھا) پھر جب ہم نے اس پر پانی اتارا تو تر و تازہ ہوئی (یعنی متحرک ہوگئی) اور بڑھ چلی (پھول گئی اور بلند و بالا ہوگئی) بیشک جس نے اسے جلایا ضرور مردے جلائے گا بیشک وہ سب کچھ کر سکتا ہے بیشک وہ جو ٹیڑھے چلتے ہیں (یـلـحـدون یا تو یہ لـحـد سے ہے یا پھر الـحـد سے ہے ......۴......) ہماری آیتوں (یعنی قرآن) میں (اسے جھٹلا کر) ہم سے چھپے نہیں (ہم ہی انہیں اس کا بدلہ دیں گے) تو کیا جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ بھلا یا جو قیامت میں امان سے آئے گا جو جی میں آئے کرو بیشک وہ تمہارا کام دیکھ رہا ہے (اس میں ان لوگوں کے لیے تہدید ہے) بیشک جو ذکر (یعنی قرآن پاک) سے منکر ہوئے جب کہ وہ ان کے پاس آچکا (ہم انہیں اس کا بدلہ دیں گے) اور بیشک وہ عزیز کتاب ہے (یعنی معارض کو بطور معارضہ غور و خوض سے عاجز کرنے والی کتاب ہے) باطل کو اس کی طرف راہ نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے (یعنی نہ تو اس کے قبل کوئی کتاب ہوئی اور نہ بعد ہوگی جو اسے جھٹلاتی ہو) اتارا ہوا ہے حکمت والے حمید (یعنی اللہ ﷻ کا جو اپنے ہر امر میں تمام خوبیاں سراہا ہوا ہے) تم سے نہ فرمایا جائے گا (تکذیب کے بارے میں صبر کرنے پر) مگر (اسی کی مثل) جو تم سے اگلے رسولوں کو فرمایا گیا کہ بیشک تمہارا رب بخشش فرمانے والا ہے (مسلمانوں کو) اور دردناک عذاب دینے والا ہے

(کافروں کو) اور اگر ہم اسے (یعنی ذکر کو) عجمی زبان کا قرآن کرتے تو ضرور کہتے کہ اس کی آیتیں کیوں نہ کھولی گئیں (ان کا بیان کیوں نہیں کیا گیا کہ ہم انہیں سمجھ سکتے، لولا بمعنی ھلا اور فصلت بمعنی بینت ہے) کیا (قرآن) عجمی اور (نبی) عربی (یہ ان کی طرف سے استفہام انکاری ہے، ء اعجمی دوسرے ہمزہ کی تحقیق کے ساتھ اور اس کا الف کے ساتھ مقلوب کرنے کے ساتھ بالاشباع اور بغیر الاشباع پڑھا گیا ہے) تم فرماؤ وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت ہے (گمراہی و ضلالت سے) اور شفاء ہے (جہل سے) اور وہ جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں روئی ہے (یعنی ثقل ہے لیکن اس کے نتیجے میں وہ سن نہیں سکتے) اور ان پر اندھاپن ہے (جس کی وجہ سے وہ اس کو سمجھ نہیں پاتے) گویا وہ دور جگہ سے پکارے جاتے ہیں (یعنی وہ گویا کہ ان افراد کی طرح ہیں جنہیں کسی دور جگہ سے پکارا جا رہا ہو اور دوری کے سبب وہ اس پکار کو نہ سن پا رہے ہوں اور نہ سمجھ پا رہے ہوں)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین۝﴾.

و: عاطفہ، من: استفہامیہ مبتدا، احسن: اسم تفضیل با "ھو" ضمیر ممیز، قولا: تمیز، ملکر فاعل، من: جار، من: موصولہ، دعا الی اللہ: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، عمل صالحا: جملہ فعلیہ معطوف ثانی، و: عاطفہ، قال اننی من المسلمین: جملہ فعلیہ قولیہ معطوف ثالث، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ ادفع بالتی ھی احسن﴾.

و: مستانفہ، لاتستوی: فعل نفی، الحسنۃ: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، السیئۃ: معطوف، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ، ادفع: فعل امر با فاعل، ب: جار، التی: موصول، ھی احسن: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿فاذاالذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم۝﴾.

ف: فصیحیہ، اذا: فجائیہ، الذی: موصول، بینک: معطوف علیہ، و: عاطفہ، بینہ: معطوف، ملکر ظرف متعلق بمحذوف خبر مقدم، عداوۃ: مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر صلہ، ملکر مبتدا، کانہ: حرف مشبہ و اسم، ولی حمیم: خبر ان، ملکر جملہ اسمیہ ہو کر خبر، ملکر جملہ اسمیہ شرط محذوف "اذا دفعت بالتی ھی احسن" کی جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿وما یلقھا الا الذین صبروا وما یلقھا الا ذو حظ عظیم۝﴾.

و: عاطفہ، ما یلقھا: فعل نفی مجہول و مفعول ثانی، الا: اداۃ حصر، الذین صبروا: موصول صلہ، ملکر نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ، و: عاطفہ، مایلقھا: فعل نفی مجہول و مفعول، الا: اداۃ حصر، ذو حظ عظیم: نائب الفاعل، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واما ینزغنک من الشیطن نزغ فاستعذ باللہ انہ ھو السمیع العلیم۝﴾.

و: عاطفہ، ان: شرطیہ، ما: زائدہ، ینزغنک: فعل و مفعول، من الشیطن: ظرف مستقر حال مقدم، نزغ: ذوالحال، ملکر فاعل، ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، ف: جزائیہ، استعذ باللہ: جملہ فعلیہ جزا، ملکر جملہ شرطیہ، انہ: حرف مشبہ و اسم، ھو السمیع العلیم: جملہ اسمیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن ایتہ الیل والنھار والشمس والقمر لا تسجدوا للشمس ولا للقمر﴾.

و: مستانفہ، من ایتہ: ظرف مستقر خبر مقدم، الیل: معطوف علیہ، و النھار و الشمس و القمر: معطوفات، ملکر مبتدا مؤخر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ، لاتسجدوا: فعل نہی با فاعل، للشمس: معطوف علیہ، و: عاطفہ، لا: نافیہ، للقمر: معطوف، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿واسجدوا لله الذی خلقهن ان کنتم ایاه تعبدونo﴾۔
و: عاطفہ، اسجدوا: فعل امر بافاعل، لام: جار، الله: موصوف، الذی خلقهن: موصول صلہ، ملکر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ، ان: شرطیہ، کنتم: فعل ناقص بااسم، ایاه: مفعول مقدم، تعبدون: فعل بافاعل، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا محذوف "فاسجدوا له" کی شرط، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿فان استکبروا فالذین عند ربک یسبحون له بالیل والنهار وهم لایسئمونo﴾۔
ف: عاطفہ، ان: شرطیہ، استکبروا: جملہ فعلیہ جزا محذوف "فدعهم وشانهم" کیلئے شرط، ملکر جملہ شرطیہ، ف: عاطفہ تعلیلیہ، الذین عند ربک: موصول صلہ، ملکر مبتدا، یسبحون: فعل واؤ ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، هم: مبدا، لایسئمون: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، له: ظرف لغو، بالیل والنهار: ظرف لغو ثانی، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ومن ایته انک تری الارض خاشعة فاذاانزلنا علیها الماء اهتزت وربت﴾۔
و: عاطفہ، من ایته: ظرف مستقر خبر مقدم، انک: حرف مشبہ واسم، تری: فعل بافاعل، الارض: ذوالحال، خاشعة: حال، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مبتدا موخر، ملکر جملہ اسمیہ، ف: عاطفہ، اذا: ظرفیہ شرطیہ مفعول فیہ مقدم، انزلناعلیها الماء: فعل بافاعل وظرف لغو ومفعول، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط، اهتزت: جملہ فعلیہ معطوف علیہ، و: عاطفہ، ربت: جملہ فعلیہ معطوف، ملکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ۔

﴿ان الذی احیاها لمحی الموتی انه علی کل شیء قدیرo﴾۔
ان: حرف مشبہ، الذی احیاها: موصول صلہ، ملکر اسم، لام: تاکیدیہ، محی الموتی: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ، انه: حرف مشبہ واسم، علی کل شیء قدیر: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذین یلحدون فی ایتنا لا یخفون علینا﴾۔
ان: حرف مشبہ، الذین یلحدون فی ایتنا: موصول صلہ، ملکر اسم، لایخفون علینا: جملہ فعلیہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ مستانفہ۔

﴿افمن یلقی فی النار خیرام من یاتی امنا یوم القیمة﴾۔
همزه: حرف استفہام، ف: عاطفہ، من: موصول، یلقی فی النار: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف علیہ، ام: عاطفہ، من: موصول، یاتی امنا یوم القیمة: جملہ فعلیہ صلہ، ملکر معطوف، ملکر مبتدا، خیر: خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اعملوا ما شئتم انه بما تعملون بصیرo﴾۔
اعملوا: فعل امر بافاعل، ماشئتم: موصول صلہ، ملکر مفعول، ملکر جملہ فعلیہ، انه: حرف مشبہ واسم، بماتعملون بصیر: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ان الذین کفروا بالذکر لما جاء هم وانه لکتب عزیزo﴾۔
ان: حرف مشبہ، الذین: موصول، کفروا بالذکر: فعل بافاعل وظرف لغو، لما: بمعنی حین مضاف، جاء: فعل "هو" ضمیر ذوالحال، و: حالیہ، انه لکتب عزیز: جملہ اسمیہ حال، ملکر فاعل، هم: مفعول، ملکر جملہ فعلیہ مضاف الیہ، ملکر ظرف، ملکر جملہ فعلیہ صلہ، ملکر اسم "لایخفون علینا" جملہ فعلیہ محذوف خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمیدo﴾۔

لا یاتیہ الباطل: فعل نفی ومفعول وفاعل،من بین یدیہ: جار مجرور معطوف علیہ،و :عاطفہ،لا :نافیہ،من خلفہ: جار مجرور معطوف،ملکر ظرف لغو،ملکر جملہ فعلیہ "کتب" ماقبل کی صفت ثانی،تنزیل من حکیم حمید: شبہ جملہ ماقبل "لکتب" کی صفت رابع واقع ہے۔

﴿مایقال لک الا ما قد قیل للرسل من قبلک ان ربک لذومغفرۃ وذوعقاب الیم۝﴾.

مایقال: فعل نفی مجہول،لک: ظرف لغو،الا :اداۃ حصر،ماقد قیل للرسل: موصول صلہ،ملکر ذوالحال،من قبلک: ظرف مستقر حال،ملکر نائب الفاعل،ملکر جملہ فعلیہ،ان ربک: حرف مشبہ واسم،لام: تاکیدیہ،ذومغفرۃ: معطوف علیہ،و :عاطفہ،ذوعقاب الیم: معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿ولو جعلنہ قرانا اعجمیا لقالوا لو لا فصلت ایتہ ء اعجمی وعربی﴾.

و :مستانفہ،لو :شرطیہ،جعلنہ: فعل بافاعل ومفعول،قرانا عربیا: مفعول،ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط،لام: تاکید یہ،قالوا: قول،لولا: حرف تحضیض،فصلت ایتہ ء: جملہ فعلیہ مقولہ اول،ھمزہ: حرف استفہام،اعجمی: معطوف علیہ،وعربی: معطوف،ملکر "ھو" مبتدا محذوف کیلئے خبر،ملکر جملہ اسمیہ مقولہ ثانی،ملکر جملہ قولیہ جواب شرط،ملکر جملہ شرطیہ مستانفہ۔

﴿قل ھو للذین امنوا ھدی وشفاء﴾.

قل: قول،ھو: مبتدا،للذین امنوا: جار مجرور،ظرف مستقر حال مقدم،ھدی: معطوف علیہ،و :عاطفہ،شفاء: معطوف،ملکر ذوالحال،ملکر جملہ اسمیہ ہوکر مقولہ،ملکر جملہ قولیہ۔

﴿والذین لا یومنون فی اذانھم وقر وھو علیھم عمی﴾.

و :عاطفہ،الذین لایومنون: موصول صلہ،ملکر مبتدا،فی اذانھم: ظرف مستقر خبر مقدم،وقر: مبتدا مؤخر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف علیہ،و :عاطفہ،ھو: مبتدا،علیھم: ظرف مستقر حال مقدم،عمی: ذوالحال،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ معطوف،ملکر خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿اولئک ینادون من مکان بعید۝﴾.

اولئک: مبتدا،ینادون من مکان بعید: جملہ فعلیہ خبر،ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿شان نزول﴾

☆......ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ ......☆ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ آیت موذنوں کے حق میں نازل ہوئی،اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جو کوئی کسی طریقہ پر بھی اللہ کی طرف دعوت دے وہ اس میں داخل ہے،دعوت الی اللہ کے کئی مرتبے ہیں،اول دعوت انبیاء،معجزات،اور حجج وبراہین وسیف کے ساتھ یہ مرتبہ انبیاء ہی کے ساتھ خاص ہے،دوم دعوت علماء فقط حجج وبراہین کے ساتھ اور علماء کئی طرح کے ہیں،ایک عالم باللہ دوسرے عالم باصفات اللہ،تیسرے عالم باحکام اللہ،مرتبہ سوم دعوت مجاہدین ہے یہ کفار کو سیف کے ساتھ ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ دین میں داخل ہوں اور طاعت قبول کرلیں،مرتبہ چہارم موذنین کی دعوت نماز کے لئے عمل صالح کی دو قسم ہے ایک وہ جو قلب سے ہو وہ معرفت الٰہی ہے دوسرے وہ جو اعضاء سے ہو تو وہ تمام طاعات ہیں۔

☆...... ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ ادفع بالتی......☆ یہ آیت ابوسفیان کے حق میں نازل ہوئی کہ باوجود ان کی شدت عداوت کے نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ سلوک نیک کیا،ان کی صاحبزادی کو اپنی زوجیت کا شرف عطا فرمایا،اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ صادق المحبت جان نثار ہوگئے۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

نیکی کی دعوت دینے والی عظیم ہستیاں:

ل.....حاکم کا عمل رعایا کے لئے مثالی ہوا کرتا ہے، کوئی کام بڑا ہو یا چھوٹا، سادہ ہو یا مشکل ترین اگر حاکم خود اسے اپنی ذات پر طاری کر لے تو پھر باقی لوگ بھی اسے کر لیا کرتے ہیں چنانچہ نیکی کی دعوت عام کرنا بھی ایسا امرِ عظیم ہے کہ واحد حقیقی پروردگار نے بھی اس پر عمل کر کے سکھایا، پھر یہی قرآن جس نبی پر نازل ہوا اس نے بھی اپنے عمل سے نمونہ پیش کر دیا، بلکہ سارے ہی انبیائے کرام نے اس طریقے پر عمل کیا، اور آخر میں تاجدار کائنات کی ساری امت پر تا قیامِ قیامت اس حکم کی تکمیل کا سہرا سجا دیا گیا ہے کہ روئے زمین پر جب تک انسان نام کی مخلوق ہے وہ ایک دوسرے کو نیکی کا حکم کریں اور بُرائی سے منع کریں۔ ذیل میں ہم حسبِ ترتیب قرآن وحدیث واقوال کے اشارات ذکر کرتے ہیں اور زیرِ مطالعہ پیرائے کو ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں:

متذکرہ رکوع میں اللہ کا نیکی کی دعوت دینا:

اگرچہ مکمل قرآن مجید نیکی کی دعوت ہی ہے تاہم موضوع کو مکمل کرنے کی نیت سے چند آیات اسی رکوع سے نیکی کی دعوت کے تناظر میں ابتداءً پیش خدمت ہیں:

(۱)......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے (حم سجدۃ:۳۳)﴾۔

(۲)......﴿ولا تستوی الحسنۃ ولا السیئۃ اور نیکی اور بدی برابر نہ ہو جائیں گی (حم سجدۃ:۳٤)﴾

(۳)......﴿واما ینزغنک من الشیطن نزغ فاستعذ باللہ اور اگر تجھے شیطان کا کوئی کونچا پہنچے تو اللہ کی پناہ مانگ (حم سجدۃ:۳٦)﴾۔

سید عالم ﷺ کو نیکی کی دعوت دینے کا حکم:

(۱)......اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا: ﴿یایھا النبی انا ارسلنک شاھدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا اے غیب کی خبریں دینے والے بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب (الاحزاب: ٤٥،٤٦)﴾

(۲)......﴿ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہے (النحل:۱۲۵)﴾

☆......حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''میری مثال اور اللہ نے جس دین کو دے کر مجھے بھیجا ہے اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص کسی قوم کے پاس گیا اور اس سے جا کر کہا: میں نے تمہارے خلاف ایک لشکر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں تمہیں کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں، سو نجات حاصل کرو، نجات حاصل کرو، پس ایک جماعت نے اس کی بات مان لی اور وہ اپنی سہولت سے کسی طرف نکل گئے اور انہوں نے نجات پائی''۔ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: الانتھاء عن المعاصی، رقم: ٦٤٨٢، ص ١١٢٤)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری مثال اور لوگوں کی مثال اس طرح ہے کہ ایک شخص نے آگ جلائی اور جب اس آگ سے اس کے اردگرد روشن ہو گئی تو اس پر پروانے اور حشرات الارض ٹوٹ کر گرنے لگے اور آگ جلانے والا انہیں گرنے سے روکنے لگا لیکن وہ اس کے قابو میں نہیں آئے اور آگ میں گرتے ہی رہے، اسی طرح میں تمہیں تمہاری کمر سے پکڑ کر تمہیں آگ سے نکالتا ہوں اور تم اس آگ میں گر رہے ہو''۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب: الانتهاء عن المعاصی، رقم: ٦٤٨٣، ص ١١٢٤)

امت کے علماء کو نیکی کی دعوت دینے کا حکم:

(۱)......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اے ایمان والوں حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں (النساء: ٥٩)﴾

(۲)......﴿واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ فنبذوہ ورآء ظھورھم واشتروا بہ ثمنا قلیلا فبئس ما یشترون اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ ضرور تم اُسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا تو انہوں نے اُسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے ذلیل دام حاصل کئے تو کتنی بُری خریداری ہے (ال عمران: ١٨٧)﴾۔

☆......حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صرف دو شخصوں پر رشک کرنا مستحسن ہے، ایک شخص کو اللہ نے مال دیا ہو اور اسے اس مال کو حق کے راستے میں خرچ کرنے پر مسلط کیا ہو اور ایک شخص کو اللہ عزوجل نے حکمت عطا کی ہو اور وہ اس حکم سے لوگوں میں فیصلے کرے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دے''۔(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب: الاغتباط فی العلم، رقم: ٧٣، ص ١٧)

☆......حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ عزوجل اس شخص کو تروتازہ رکھے جو ہم سے کسی حدیث کو سنے، پھر اس کو یاد رکھے حتی کہ اس حدیث کی تبلیغ کرے، پس بعض حاملِ فقہ اپنے سے زیادہ فقیہ تک پہنچا دیں گے اور بعض حامل فقہ خود فقیہ نہیں ہوتے۔ (سنن الترمذی، کتاب العلم، باب: ما جاء فی الحث علی، رقم: ٢٦٦٥، ص ٧٦٣)

امراء و حکام بالا کو نیکی کی دعوت دینے کا حکم:

(۱)......اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں قابو دیں تو نماز برپا رکھیں اور زکوۃ دیں اور بھلائی کے کام کا حکم دیں اور بُرائی سے روکیں اور اللہ ہی کے لئے سب کاموں کا انجام (الحج: ٤١)﴾

(۲)......﴿وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کئے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لئے جما دے گا ان کا وہ دین جو ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔(النور: ٥٥)﴾

☆......حضرت زہیر بیان کرتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عدل وانصاف کرنے والے قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہونگے، اللہ کی دائیں جانب ہونگے اور اس کی دونوں جانب دائیں ہیں، جو لوگ اپنی رعیت میں عدل کرتے ہیں''۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب: فضیلۃ امام العادل، رقم: (٤٦١٤)/١٨٢٧، ص ٩٢٩)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بنی اسرائیل کے انبیائے کرام ان کا نظام حکومت چلاتے تھے، جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو اس کی جگہ دوسرا اس کا خلیفہ ہو جاتا اور بیشک میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، عنقریب میرے بعد خلفاء ہونگے اور بہت ہونگے، پس تم اول کی بیعت پوری کرو پھر اول کی بیعت پوری کرو اور ان کے حقوق ادا کرو، وہ اپنے عوام کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں اس کا اللہ ان سے سوال کرے گا''۔ (صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: ما ذکر عن بنی اسرائیل، رقم: ٣٤٥٥، ص ٥٨١)

عام مومنین کو نیکی کی دعوت دینے کا حکم:

(۱)......اللہ ﷻ نے فرمایا: ﴿کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو (ال عمران: ۱۱۰)﴾

(۲)......﴿یایها الذین امنوا قوا انفسکم واهلیکم نارا وقودها الناس والحجارة اے ایمان والوں اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں (التحریم: ٦)﴾۔

☆......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کا نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال ہوگا، سربراہ مملکت اپنی عوام کا نگہبان ہے اس سے عوام کے متعلق سوال ہوگا، اور گھر کا سربراہ اپنے گھر کا نگہبان ہے اور اس سے اپنے گھر والوں کے بارے میں سوال ہوگا، بیوی اپنے خاوند کے گھر کی نگہبان ہے لہٰذا اس سے اس کے گھر کے متعلق سوال ہوگا، نوکر اپنے مالک کا نگہبان ہے اور اس سے مالک کے مال کے متعلق سوال ہوگا اور بیٹا اپنے باپ کے مال کا نگہبان ہے اس سے اس کے باپ کے متعلق سوال ہوگا، اور تم میں سے ہر ایک شخص نگہبان ہے اور اس سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال ہوگا"۔ (صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب: الجمعة فی القُری، رقم: ۸۹۳، ص ١٤٤)

☆......طارق بن شہاب بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے سب سے پہلے عید سے پہلے خطبہ پڑھا وہ مروان تھا، اس کی طرف ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: نماز خطبہ پر مقدم ہے، مروان نے کہا: وہ طریقہ ترک کر دیا گیا ہے، حضرت ابو سعید خدری ؓ نے کہا: اس شخص نے اپنا فرض ادا کر دیا، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "تم میں سے جس شخص نے کسی بُرائی کو دیکھا وہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے اور اگر وہ ہاتھ سے بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اس کو بُرا کہے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو دل سے اس کو بُرا جانے"۔ (سنن الترمذی، کتاب الفتن، باب: ما جاء فی تغییر المنکر، رقم: ۲۱۷۲، ص ٦٣٤)

ادفع بالتی ھی احسن کے اسرار ورموز:

۲......یعنی شر کو خیر سے، بُرائی کو احسان سے ٹالتے ہیں، ابن جریر نے ابن زید، انہوں نے ابن جبیر سے مرفوعا روایت کیا ہے کہ جب انہیں بُرائی پہنچتی تھی تو ان کا عمل فرمان مقدس نشان ﴿واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاما اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام (الفرقان: ٦٣)﴾ ہوتا تھا، حسن کہتے ہیں کہ جب تمہیں محروم کیا جائے تو عطا کی بارش فرما، جب ظلم کیا جائے تو معاف فرما دے، جب تعلق توڑا جائے تو جوڑنے کے سامان کر۔ ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے کہ جو لوگ بُرائی کو نیکی سے ٹالتے ہیں تو بُرائی مٹا دی جاتی ہے (اور نیکی باقی رہتی ہے)، حدیث میں ہے کہ حضرت معاذ ؓ نے کہا یا رسول اللہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ (آپ نے ارشاد فرمایا): "بندہ جب بُرائی کرے تو ساتھ ہی نیکی بھی کر لے تاکہ نیکی بُرائی کو مٹا دے، پوشیدہ گناہ کا ازالہ پوشیدہ ہے اور اعلانیہ کا ازالہ اعلانیہ ہے"۔ ابن کیسان سے روایت ہے کہ وہ لوگ گناہ ہو جانے کے فورا بعد توبہ کرتے تھے، ایک قول یہ بھی کیا گیا ہے صدقہ دے کر بُرائی (عذاب) کو دور کرے، ایک قول کے مطابق یہ ہے کہ جب کوئی ناپسندیدہ بات دیکھے تو اُسے دور کرنے کی سعی کرے۔ (روح المعانی، الجزء الثالث عشر، ص ۱۷۷)

☆......حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: "تم سچائی کو لازم پکڑ لو، اس لئے کہ سچائی بھلائی کی رہنمائی کرتی ہے اور بھلائی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور بندہ سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ

سے بچو کیونکہ جھوٹ بُرائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور بُرائی جہنم کی طرف لے جاتی ہے، بندہ جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے یہاں بھی جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے''۔ (سنن الترمذی، کتاب البر والصلة، باب: ما جاء فی الصدق، رقم:۱۹۷۸، ص ۵۸۲)

کیا حضرات انبیائے کرام پر شیطان کا زور چلتا ہے؟

س۔۔۔۔۔۔اے محمد ﷺ! اگر شیطان بُری بات کے ذریعے تیرے دل میں وسوسہ ڈالے یا تجھے بُرائی کی دعوت دے تو اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگ، بے شک اللہ اُس کی پکار سننے والا ہے جو اُسے پکارے اور شیطان کے فساد سے بچنے کی پناہ مانگے، اور اللہ یہ بھی جانتا ہے کہ شیطان کیا بات ڈال رہا ہے؟ اور تیرے جی میں کیا بات پیدا کر رہا ہے اور اللہ اس بُری بات کو تیرے دل سے لے جائے گا۔

(الطبری، الجزء:۲٤، ص ۱۳۹)

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں: اگر شیطان وسوسہ کے ذریعہ ''دفع ضرر کو بھلائی سے ٹالنے والی صفت'' سے روکے تو اللہ کی پناہ مانگیں، اس آیت میں اس جانب اشارہ ہے کہ نبی یا ولی کے لئے شیطان کے مکر سے امن میں آنا ضروری نہیں ہے، اور شیطان دھوکا دینے کے لئے ہر وقت چوکنا رہتا ہے، پس (اے محبوب ﷺ) اپنے ہمزات سے پناہ مانگیں، پس ابتدائی صورت میں شیطان دل میں بات ڈالتا ہے جو کہ خطرہ کی صورت میں دل میں رہتی ہے، پھر یہی خطرہ فکر بن جاتا ہے، پھر فکر ترقی پا کر عزم میں منتقل ہو جاتی ہے، اور عزم کا تدارک نہ کیا جائے تو گمراہی بن کر سامنے آجاتی ہے، اگر اب بھی توجہ نہ دی جائے تو دل سخت ہو جاتا ہے اور بندہ اللہ کی مدد کے بغیر اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔

امام بغلی کہتے ہیں: ﴿فاستعذ بالله (الاعراف۲۰۰)﴾ کا خطاب تعلیم امت کے لئے ہے، کیونکہ شیطان نے سید عالم ﷺ کے ہاتھ مبارک پر اسلام قبول کر لیا تھا، ''حیاۃ الحیوان'' میں ہے کہ امت کا اجماع اس پر ہے کہ حضرات انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں اور انہیں شیطان کی جانب سے فتنہ اور وسوسہ ودھوکا نہیں ہوا کرتا۔ (روح البیان، ج۸، ص۳۰۳ وغیرہ)

☆۔۔۔۔۔۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک جن ساتھی مسلط کر دیا جاتا ہے''، صحابہ نے پوچھا: آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا: ''میرے ساتھ بھی، مگر یہ کہ اللہ نے اس کے خلاف میری مدد کی، وہ مسلمان ہو گیا اور وہ مجھے نیکی کے سوا کسی اور جانب مشورہ ہی نہیں دیتا''۔

(صحیح مسلم، کتاب صفة القیامة، باب: تحریش الشیطان وبعثه، رقم: (۷۰۰۲)/۲۸۱٤، ص ۱۳۸۵)

☆۔۔۔۔۔۔حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مجھے حضرت آدم علیہ السلام کے اوپر دو خصلتوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے، (۱)۔۔۔۔۔۔میرا شیطان کافر تھا، اللہ عزوجل نے اس کے خلاف میری مدد کی اور وہ مسلمان ہو گیا اور میری ازواج میری نیکیوں میں مددگار ہیں، (۲)۔۔۔۔۔۔حضرت آدم علیہ السلام کا شیطان کافر تھا اور ان کی بیوی ان کی (ظاہری) معصیت پر ان کی مددگار تھیں''۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، باب: فضائل نبینا ﷺ، رقم: ۳۱۹۳۳، ج۶، ص ۱۸۶)

دین میں الحاد کے معنی، اقوال مفسرین واحادیث:

۔۔۔۔۔۔حق سے روگردانی کرنا الحاد کہلاتا ہے، اس کی دو قسمیں ہیں: (۱)۔۔۔۔۔۔اللہ کی ذات کے ساتھ الحاد یعنی شرک کرنا، یہ ایمان کے منافی ہے، (۲)۔۔۔۔۔۔شرک فی الاسباب، یہ قسم ایمان کو کمزور کرتی ہے لیکن ایمان کو باطل نہیں کرتی۔ (المفردات، ص ٤٥٢)

امام قرطبی نے اس بارے میں مفسرین کے اقوال جمع کئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

(۱)۔۔۔۔۔۔مجاہد کہتے ہیں کہ وہ دین کے معاملے میں حق سے تجاوز کرتے تھے اور تلاوت قرآن کے وقت میں سیٹی بجاتے، تالیاں پیٹتے،

لغویات بکتے اور گانے گاتے تھے۔(۲)......ابن عباس کہتے ہیں وہ کلام کو مقصود سے پھیر دیتے تھے۔(۳)......قتادہ کہتے ہیں: یعنی وہ آیات کو جھٹلاتے تھے۔(۴)......سُدی کہتے ہیں کہ وہ آیات قرآنیہ سے حسد وشقاوت پسندی کا سا معاملہ کرتے۔(۵)......ابن زید کہتے ہیں کہ وہ شرک کرتے اور آیات کو جھٹلاتے تھے۔(۶)......مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی۔

(القرطبی، الجزء: ۲٤،ص ۳۱۹)

☆......حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ میں نے سید عالم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ ﷻ علم کو اپنے بندوں کے سینے سے نہیں نکالے گا لیکن اللہ ﷻ علماء کو اٹھا کر علم اٹھالے گا، حتی کہ جب کوئی عالم دین نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا پیر اور پیشوا بنالیں گے، ان سے سوال کیا جائے گا اور وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے، پس وہ خود بھی گمراہ ہونگے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے''۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب: کیف یقبض العلم، رقم: ۱۰۰، ص ۲۳)

☆......حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آخر زمانے میں ایسے لوگ نکلیں گے جو دین کے بدلے میں دنیا طلب کریں گے، وہ لوگوں کے سامنے درویشی ظاہر کرنے کے لئے بھیڑ کی نرم کھال کا لباس پہنیں گے، ان کی زبانیں چینی سے زیادہ میٹھی ہونگی اور ان کے دل بھیڑیوں کے دلوں کی طرح ہونگے، کیا وہ (میری مہلت دینے سے) دھوکا کھا رہے ہیں یا وہ (میری مخالفت) پر جرأت کر رہے ہیں''۔

(سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب: ماجاء فی ذھاب البصر، رقم: ۲٤۱۲، ص ٦۹٦)

☆......حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: ''بیشک اللہ ﷻ نے ایک ایسی مخلوق کو پیدا کیا ہے جن کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہونگی اور ان کے دل ایلوے سے زیادہ کڑوے ہونگے، پس میں اپنی ذات اور صفات کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے ان کے لئے ایسا فتنہ مقرر کر دیا ہے جس میں مبتلا ہو کر بردبار آدمی بھی حیران ہوگا، کیا یہ لوگ مجھ پر دھوکا کھا رہے ہیں یا مجھ پر جرأت کر رہے ہیں''۔

(سنن الترمذی، کتاب الزھد، باب: ماجاء فی ذھاب البصر، رقم: ۲٤۱۳، ص ٦۹٦)

اغراض:

کالغضب بالصبر: انسان کے اعلی مراتب میں سے یہ ہے کہ جو تجھے محروم کرے اُسے عطا کر، جو تجھ سے ناطہ توڑے اُس سے جوڑ پیدا کرے اور جو ظلم کرے اُسے معاف کر دے، اور یہ سید عالم ﷺ کا فرمان ہے۔

فیصیر عدوک کالصدیق القریب: یہ ﴿ولی الحمیم﴾ کی تفسیر ہے، پس الولی القریب بمعنی الحمیم القریب الصدیق یعنی دوستوں میں سب سے خاص۔

اذا فعلت ذلک: یعنی دشمن پر احسان کرنا مراد ہے۔

ثواب: یعنی صبر کرنیوالے کو خلق حسن اور کمال نفس کے اعلی درجات وثمرات ملیں گے۔

ای الآیات الاربع: یہاں رات، دن، سورج اور چاند کے لئے مونث کی ضمیر لائی گئی یعنی ﴿خلقھن﴾ کہا گیا جب کہ ان میں اکثر مذکر ہیں، اور عادۃً بھی غلبہ مذکر کو ہوا کرتا ہے نہ کہ مونث کو؟ جواب اس کا یہ ہے کہ ﴿الآیات﴾ کی طرف نظر کرتے ہوئے مونث لائے ہیں کیونکہ آیت کا مفرد بھی مونث صیغے پر بولا جاتا ہے۔

یابسة: یعنی زمین کا خشوع کرنا جس سے مراد اس کا بے نبات بنجر ہونا ہے، اور زمین کا خاشع ہونا ذلت وتقصیر کی بنا پر ہے۔

تھدید لھم: یعنی کفار کے لئے زجر ہے، اور مومنین کے لئے مسرت میں زیادتی کا بیان مقصود ہے۔

منیع: فعلیل بمعنی فاعل ہے، یعنی یہ کتاب معارضہ میں پڑنے سے روکتی ہے، اور یہ بھی درست ہے کہ ''العزیز'' کی تفسیر عدیم المثال

سے کی جائے۔

ای لیس قبلہ کتاب یکذبہ: یعنی باطل جہات میں سے کوئی جہت اس پاک کلام کی جانب راستہ نہیں لے سکتی، بلکہ اس میں جو کچھ ہے سب ہی صدق وحقیقت پر مبنی ہے اور اس کے بعد کوئی کتاب نہیں ہے اور اس سے پہلے بھی کوئی کتاب نہیں جس میں اس پاک کلام کی جانب عیب کی نسبت ہو۔

باشباع ودونہ: یعنی دونوں محققہ ومسہلہ کے مابین الف کے داخل کرنے کو اشباع کہتے ہیں اور اس کے عدم کو غیر اشباع کہا جاتا ہے۔

فلا یسمعونہ: یعنی ان کے دلوں پر پردے پڑے ہیں کہ وہ سنتے نہیں، یعنی ایمان نہیں لاتے۔

ای ھم کالمنادی: کلام میں استعارہ تمثیلیہ ہے، یعنی ان کے قبول نہ کرنے کی حالت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ قرآن سے اعراض کرنا اور جو اس میں ہے ان سب کو نہ سمجھنا گویا کہ اعراض کرنا ہے۔ (الصاوی، ج۵، ص ۲۱۰ وغیرہ)

رکوع نمبر: ۲۰

﴿ولقد اتینا موسی الکتب﴾التَّورَاۃَ﴿فاختلف فیہ ط﴾بِالتَّصدِیقِ والتَّکذِیبِ کَالقُرآنِ﴿ولولا کلمۃ سبقت من ربک﴾بِتاخِیرِ الحِسَابِ والجَزَاءِ لِلخَلائِقِ الٰی یَومِ القِیمَۃِ﴿لقضی بینھم ط﴾فی الدنیا فیما اختَلَفُوا فیہِ﴿وانھم﴾ای المُکَذِّبِینَ بہ﴿لفی شک منہ مریب (۴۵)﴾مَوقِعُ الرِّیبَۃِ﴿من عمل صالحا فلنفسہ﴾عَمِلَ﴿ومن اساء فعلیھا ط﴾ای فَضَرَرُ اِساءَتِہ علی نَفسِہ﴿وما ربک بظلام للعبید (۴۶)﴾ ای بِذِی ظُلمٍ لِقَولِہٖ اِنَّ اللہَ لَا یَظلِمُ مِثقَالَ ذَرَّۃٍ.

﴿ترجمہ﴾

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی توریت شریف) عطا فرمائی تو اس میں اختلاف کیا گیا (تصدیق وتکذیب کی صورت میں جیسا کہ قرآن پاک کے ساتھ کیا گیا) اور اگر ایک بات تمہارے رب کی طرف سے گزر نہ چکی ہوتی (روز قیامت تک مخلوق کی جزا اور ان کے حساب کو موخر مانے کی) تو جبھی (دنیا میں) ان کا فیصلہ کر دیا جاتا (اس معاملے میں جس میں ان کا اختلاف تھا) اور بیشک وہ (یعنی اس کو جھٹلانے والے) ضرور اس کی طرف سے ایک دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں (مریب کا معنیٰ ہے دھوکے میں ڈالنے والا شک) جو نیکی کرے وہ اپنے بھلے (کو عمل کر رہا ہے) اور جو برائی کرے تو اسی پر ہے (یعنی اس کی برائی کا ضرر اسی کے ذمہ پر ہے) اور تمہارا رب بندوں پر ظلم......نہیں کرتا (ظلام بمعنیٰ ذو ظلم ہے کہ اللہ ارشاد فرماتا ہے﴿ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ﴾)۔

﴿ترکیب﴾

﴿ولقد اتینا موسی الکتب فاختلف فیہ﴾.

و: مستانفہ، لام: قسمیہ، قد: تحقیقیہ، اتینا موسی الکتب: فعل بافاعل ومفعول اول وثانی، ملکر جملہ فعلیہ قسم محذوف "نقسم" کیلئے جواب قسم، ملکر جملہ قسمیہ مستانفہ، ف: عاطفہ، اختلف فیہ: فعل مجہول بانائب الفاعل، وظرف لغو، ملکر جملہ فعلیہ۔

﴿ولولا کلمۃ سبقت من ربک لقضی بینھم﴾.

و: عاطفہ، لولا: حرف شرط، کلمۃ: موصوف، سبقت من ربک: جملہ فعلیہ صفت، ملکر "موجود" محذوف خبر کیلئے مبتدا، ملکر جملہ اسمیہ ہوکر شرط، لام: تاکیدیہ، قضی بینھم: جملہ فعلیہ جواب لولا۔

﴿وانھم لفی شک منہ مریب۝﴾.

و: عاطفہ، انھم: حرف مشبہ واسم، لام: تاکیدیہ، فی: جار، شک: موصوف، منہ: ظرف مستقر صفت، ملکر مجرور، ملکر ظرف مستقر ہوکر خبر اول، مریب: خبر ثانی، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیھا﴾.

من: شرطیہ مبتدا، عمل صالحا: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، لنفسہ ظرف مستقر محذوف فعل ''عمل'' کیلئے، ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جزا، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ، و: عاطفہ، من شرطیہ مبتدا، اساء: جملہ فعلیہ شرط، ف: جزائیہ، علیھا ظرف مستقر مبتدا محذوف ''السواء'' کیلئے خبر، ملکر جملہ اسمیہ جواب شرط، ملکر جملہ شرطیہ ہوکر خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿وما ربک بظلام للعبید۝﴾.

و: عاطفہ، ما مشابہ بلیس، ربک: اسم، ب: زائد، ظلام للعبید: شبہ جملہ خبر، ملکر جملہ اسمیہ۔

﴿تشریح توضیح واغراض﴾

ظلم کی مذمت میں دو احادیث:

ا......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے''؟ صحابہ نے جواب دیا: وہ شخص جس کے پاس کوئی درہم یا سامان نہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوۃ لے کر آئے اور اس نے اس شخص کو گالی دی ہو اور اس شخص پر تہمت لگائی ہو اور اس شخص کا مال کھایا ہو اور اس شخص کا خون بہایا ہو اور اس شخص کو مارا ہو، پھر وہ اس کو اپنی نیکیاں دے، پھر جو اس پر حقوق ہیں ان کے ختم ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں تو ان کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے، پھر اس کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا''۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب: تحریم الظلم، رقم: (٦٤٧٤)/٢٥٨١، ص ١٢٧٦)

☆......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے: ''اے میرے بندو! بیشک میں نے اپنی ذات پر ظلم کو حرام کرلیا ہے اور تمہارے درمیان بھی آپس میں ظلم کو حرام کر دیا، سو تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو''۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب: تحریم الظلم، رقم: (٦٤٥٠)/٢٥٧٧، ص ١٢٧٥)

اغراض:

ای بذی ظلم: ایک اعتراض کا جواب دینا مقصود ہے، اعتراض یہ ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ کے لئے ظلم کرنا حلال (نہیں) ہے، کیونکہ کوئی اللہ کی ملک میں تصرف نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی اللہ کے ساتھ ملک میں شامل ہو سکتا ہے، پھر اس پاک بارگاہ کی جانب ظلم کی نسبت کرنا کیسے ثابت ہو سکتا ہے جب کہ یہاں نفی کی حاجت ہے؟ میں (علامہ صاوی) اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں ظلم سے مراد نافرمانوں کو عذاب دینا ہے، حقیقی معنوں میں ظلم کرنا مراد نہیں ہے، اور یہاں فضل واحسان کی بنا پر ظلم کرنا مراد لیا گیا ہے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے کہ میں کسی کو بغیر گناہ کے داخل جہنم نہ کروں گا اور اگر میں ایسا کروں تو یہ ظلم ہوگا اور وہ (میرے لئے) حلال نہیں کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے: ﴿کتب علی نفسہ الرحمة(الانعام:١٢)﴾، پس غور وفکر کرو۔ (الصاوی، ج٥، ص ٢١٣)۔

کتب تفسیر:

(۱)الخازن(علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی علیہ الرحمۃ)متوفی ۷۲۵ھ،مطبوعہ:دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔
(۲)المظہری(قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ)متوفی ۱۲۲۵ھ،مطبوعہ:دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔
(۳)ابن کثیر(عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر)متوفی ۷۷۴ھ،مطبوعہ:دار الحدیث القاہرہ۔
(۴)الدر المنثور(علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی علیہ الرحمۃ)متوفی ۹۱۱ھ،مطبوعہ:دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔
(۵)جلالین کلاں(علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی،امام جلال الدین محلی)،متوفی ۹۱۱ھ،مطبوعہ:قدیمی کتب خانہ
(۶)المدارک(علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی علیہ الرحمۃ)،متوفی ۷۱۰ھ،دار ابن دمشق۔
(۷)روح المعانی(علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمۃ)متوفی ۱۲۷۰ھ،مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔
(۸)البیضاوی(قاضی ناصر الدین ابو سعید عبد اللہ بن عمر محمد الشیرازی علیہ الرحمۃ)متوفی ۷۹۱ھ،مطبوعہ:دار الرشید دمشق بیروت۔
(۹)البیضاوی حاشیہ شیخ زادہ(قاضی ناصر الدین......)ایضاً،مطبوعہ:قدیمی کتب خانہ۔
(۱۰)تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس،متوفی ۶۸ھ،قدیمی کتب خانہ۔
(۱۱)حاشیۃ الجمل علی الجلالین(علامہ شیخ سلیمان الجمل علیہ الرحمۃ)متوفی ۱۲۰۴ھ،قدیمی کتب خانہ۔
(۱۲)الصاوی علی الجلالین(علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی علیہ الرحمۃ)،متوفی ۱۲۲۳ھ،مطبوعہ:دار احیاء التراث العربی۔
(۱۳)الرازی(امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین الرازی علیہ الرحمۃ)،متوفی ۶۰۶ھ،مطبوعہ:دار الفکر بیروت
(۱۴)خزائن العرفان(سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ)متوفی ۱۳۶۷ھ،پاک کمپنی۔
(۱۵)کنز الایمان(امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ)متوفی ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ،پاک کمپنی۔
(۱۶)تبیان القرآن(علامہ غلام رسول سعیدی زید مجدہ)مطبوعہ:فرید بک اسٹال۔
(۱۷)ضیاء القرآن(پیر کرم شاہ صاحب الاظہری)،مکتبہ:ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔
(۱۸)اعراب القرآن وبیانہ(محی الدین الدرویش)متوفی ۱۹۸۲ء،مطبوعہ:مکتبہ الملک۔
(۱۹)جامع البیان(امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری)متوفی ۳۱۱ھ،مطبوعہ:دار احیاء التراث العربی۔
(۲۰)الجامع الاحکام القرآن معروف تفسیر قرطبی(ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی)متوفی ۶۷۱ھ،دار الکتب العربی۔
(۲۱)روح البیان(امام اسماعیل حقی بروسوی علیہ الرحمۃ)،متوفی ۱۱۳۷ھ،دار احیاء التراث العربی۔
(۲۲)تفسیر نعیمی(مفتی احمد یار خان نعیمی)،متوفی ۱۳۹۱ھ،مکتبہ اسلامیہ لاہور۔
(۲۳)الکشاف(محمود بن عمر زمخشری)،متوفی ۵۳۸ھ،دار احیاء التراث العربی۔
(۲۴)حاشیۃ الشہاب عنایۃ القاضی(علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی)متوفی ۱۰۶۹ھ،دار الکتب العلمیۃ۔
(۲۵)تفسیر ابی بن حاتم،مکتبہ نزار المصطفی الباز۔

(۲۶) التفسیر المنیر، (ڈاکٹر وھبہ زحیلی)، ۱۴۱۲ھ، دارالفکر بیروت۔
(۲۷) معارف القرآن (مفتی محمد شفیع دیوبندی) متوفی ۱۳۹۶ھ، ادارہ معارف القرآن۔
(۲۸) النکت والعیون، (علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب ماوردی شافعی)، متوفی ۴۵۰ھ، دارالکتب العلمیۃ۔

کتب حدیث و شروح :

(۱) صحیح البخاری (امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۵۶ھ، دارالسلام للنشر والتوزیع ریاض۔
(۲) الادب المفرد (امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری) مطبوعہ: دارابن کثیر دمشق بیروت۔
(۳) صحیح مسلم (امام حافظ ابوالحسن مسلم بن الحجاج القشیری النیسابوری علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۶۱ھ، دارالفکر للطباع والنشر والتوزیع۔
(۴) سنن ابی داؤد (حافظ ابوداؤد سلیمان بن الشعث السجستانی علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۷۵ھ، مطبوعہ: دارالفکر للطباع والنشر والتوزیع۔
(۵) سنن نسائی (امام ابوعبداللہ احمد بن شعیب نسائی علیہ الرحمۃ) متوفی ۳۰۳ھ، دارالفکر للطباع والنشر والتوزیع۔
(۶) سنن ابن ماجہ (ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۷۳ھ، مطبوعہ: معرف للنشر والتوزیع ریاض۔
(۷) جامع الترمذی (ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی ترمذی علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۷۹ھ، مطبوعہ: دارالفکر للطباعۃ
(۸) مسند امام احمد بن حنبل (امام احمد ابوعبداللہ شیبانی علیہ الرحمۃ) متوفی ۲۴۱ھ، مطبوعہ: دارالفکر بیروت۔
(۹) مشکوۃ المصابیح (امام محی السنہ علیہ الرحمۃ) متوفی ۵۱۶ھ، مطبوعہ: داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان۔
(۱۰) مستدرک للحاکم (امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حکم علیہ الرحمۃ)، متوفی ۴۰۵ھ مطبوعہ: مکتبہ نزار المصطفی الباز۔
(۱۱) شعب الایمان (امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی علیہ الرحمۃ) متوفی ۴۵۸ھ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیۃ۔
(۱۲) الترغیب والترھیب (امام عبدالعظیم بن عبدالقوی علیہ الرحمۃ) متوفی ۶۵۶ھ، مطبوعہ: دارالکتب العلمیۃ۔
(۱۳) فتح الباری (امام احمد بن علی بن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ) متوفی ۸۵۲ھ، قدیمی کتب خانہ۔
(۱۴) عمدۃ القاری (علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ) متوفی ۸۵۵ھ، مطبوعہ: دارالفکر بیروت۔
(۱۵) شرح صحیح مسلم (علامہ غلام رسول سعیدی زید مجدہ) فرید بک اسٹال۔
(۱۶) ریاض الصالحین (ابی زکریا یحییٰ بن شرف نووی علیہ الرحمۃ) متوفی ۶۷۶ھ، مطبوعہ: دارالارقم۔
(۱۷) الموطا امام مالک (امام مالک بن انس علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۷۹ھ، مطبوعہ: دارالعصریہ بیروت۔
(۱۸) المعجم الاوسط (امام سلیمان بن احمد طبرانی)، متوفی ۳۶۰ھ، دارالکتب العلمیۃ۔
(۱۹) فیض القدیر (عبدالروف المناوی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۰۲۱ھ، دارالکتب العلمیۃ
(۲۰) کنزالعمال (علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری)، متوفی ۹۷۵ھ، دارالکتب العلمیۃ۔
(۲۱) المسند الفردوس (امام ابوشجاع شیرویہ بن شہردار دیلمی)، متوفی ۵۰۹ھ، دارالکتب العلمیۃ۔
(۲۲) المجمع الزوائد (حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی)، متوفی ۸۰۷ھ، دارالکتب العلمیۃ۔

(۲۳) تحفۃ الطالب بہ معرفۃ احادیث مختصر ابن الحاطب، دار ابن حزم بیروت ۱۴۱۶ھ۔
(۲۴) البدور السافرۃ فی احوال الآخرۃ، (امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۹۱۱ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۲۵) نووی علی مسلم (علامہ یحیی بن شرف نووی)، متوفی ۶۷۶ھ، دار احیاء التراث العربی۔
(۲۶) سنن دارمی (امام حافظ عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی) متوفی ۲۵۵ھ، قدیمی کتب خانہ۔
(۲۷) مصنف ابن ابی شیبۃ (امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ)، متوفی ۲۳۵ھ، ادارۃ القرآن کراچی۔
(۲۸) المعجم الکبیر، (امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی)، متوفی ۳۶۰ھ، دار احیاء التراث العربی۔
(۲۹) مصنف عبدالرزاق، (امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانی)، متوفی ۲۱۱ھ، توزیع المکتب الاسلامی۔
(۳۰) حلیۃ الاولیاء، (امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی)، متوفی ۴۳۰ھ، ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان۔
(۳۱) مسند ابی یعلی، (امام احمد بن علی المثنی التمیمی)، متوفی ۳۰۷ھ، دار الفکر بیروت۔
(۳۲) صحیح ابن حبان، (امام ابوحاتم محمد بن حبان البستی)، متوفی ۳۵۴ھ، موسسۃ الرسالۃ۔
(۳۳) کشف الاستار عن زوائد البزار، (حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی)، متوفی ۸۰۷ھ، موسسۃ الرسالۃ بیروت۔
(۳۴) المفہم شرح مسلم، (حافظ علامہ ابوالعباس احمد بن عمر ابراہیم القرطبی)، متوفی ۶۵۶ھ، دار ابن کثیر بیروت۔
(۳۵) عارضۃ الاحوذی (علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی مالکی)، متوفی ۵۴۳ھ، دار الکتب العلمیۃ۔

کتب لغت:

(۱) المفردات (علامہ راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۰۲ھ، مطبوعہ: قدیمی کتب خانہ۔
(۲) التعریفات (علامہ علی بن محمد بن علی جرجانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۸۱۶ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ۔
(۳) تاج العروس (علامہ سید محمد مرتضی حسینی زبیدی)، متوفی ۱۲۰۵ھ، مکتبہ مصر، دار الفکر بیروت۔
(۴) لسان العرب (علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی)، متوفی ۷۱۱ھ، دار احیاء التراث العربی۔
(۵) النہایۃ، (علامہ محمد بن اثیر الجزری)، متوفی ۶۰۶ھ، دار الکتب العلمیۃ۔

کتب فقہ واصول فقہ وفتاواجات:

(۱) الھدایۃ مع بدایۃ المبتدی (امام برہان الدین ابوالحسن ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۹۳ھ، مکتبۃ البشری۔
(۲) القدوری مع توضیح الضروری (ابوالحسن احمد بن جعفر بن حمدان البغدادی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵ رجب المرجب ۴۲۸ھ، میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی۔
(۳) نور الایضاح مع بذریعۃ النجاح (حسن بن عمار بن علی بن یوسف علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۱ رمضان ۱۰۶۹ھ، مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی۔
(۴) کنز الدقائق مع کشاف الحقائق (ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد علیہ الرحمۃ) متوفی ۷۱۰ھ، مطبوعہ: مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی
(۵) فتح القدیر شرح ھدایہ مع کفایہ (شیخ امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد علیہ الرحمۃ)، متوفی ۶۸۱ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ۔
(۶) نور الانوار مع قمر الاقمار (حافظ شیخ احمد بن ابوسعید المعروف بہ ملاجیون علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۱۳۰ھ، مکتبۃ العثمانیہ کانسی روڈ کوئٹہ۔
(۷) الفتاوی الرضویۃ (امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۳۴۰ھ، رضاء فاؤنڈیشن لاہور۔

(۸) الھندیۃ (ملانظام الدین علیہ الرحمۃ) متوفی ١١٦١ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔
(۹) ردالمحتار علی درمختار (علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۲۵۲ھ، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔
(۱۰) السراجیۃ (شیخ سراج الدین محمد بن عبدالرشید السجاوندی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۶۰۰ھ، ضیاء القرآن
(۱۱) الجوھرۃ النیرۃ (علامہ ابوبکر علی بن حداد علیہ الرحمۃ)، متوفی ۸۰۰ھ، مکتبہ حقانیہ ملتان۔
(۱۲) البدائع الصنائع (ابوبکر بن مسعود کاسانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۸۷ھ مرکز اھل سنت برکات رضا۔
(۱۳) بحرالرائق شرح کنزالدقائق (علامہ ابن نجیم علیہ الرحمۃ) متوفی ۹۷۰ھ، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی۔
(۱۴) غنیۃ المستملی (علامہ ابراہیم بن محمد حلبی)، متوفی ۹۵۶ھ، سہیل اکیڈمی لاھور۔
(۱۵) المنار (علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی)، متوفی ۷۱۰ھ، دار المعرفۃ بیروت۔
(۱۶) الحاوی للفتاوی، (للامام جلال الدین سیوطی)، متوفی ۹۱۱ھ، مطبوعہ لائل پور پاکستان۔
(۱۷) الرسائل الفقہیہ لمولف الاشباہ مع الاشباہ، مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ۔
(۱۸) فقہ الاسلامی والادلۃ، (ڈاکٹر وہبہ زحیلی)، دار الفکر بیروت۔
(۱۹) بہار شریعت، (مولانا امجد علی اعظمی) متوفی ۱۳۶۷ھ، مکتبۃ المدینہ۔

کتب متفرقہ:

(۱) احیاء علوم الدین (ابوحامد محمد بن محمد غزالی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۰۵ء، مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ۔
(۲) شرح العقائد مع میزان العقائد (علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۷۹۱ھ، قدیمی کتب خانہ
(۳) الاصابۃ فی تمییز الصحابہ (الامام الحافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی)، متوفی ۸۵۲ھ، دار الکتب العلمیۃ
(۴) سبل الھدی والرشاد (الامام محمد بن یوسف الصالحی الشامی)، متوفی ۹۴۲ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۵) تاریخ الخلفاء مترجم (علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی علیہ الرحمۃ) متوفی ۹۱۱ھ، قدیمی کتب خانہ، دار الارقم۔
(۶) حجۃ اللہ البالغہ (شاہ ولی اللہ محدث دھلوی)، قدیمی کتب خانہ۔
(۷) فضیلۃ الشکر (ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد خرائطی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۳۲۷ھ، دار الفکر دمشق۔
(۸) تاریخ دمشق لابن عساکر (امام ابن عساکر علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۷۱ھ، دار احیاء التراث/ دار الفکر بیروت۔
(۹) حیات اعلیٰ حضرت (مولانا ظفر الدین قادری علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۳۸۲ھ، مکتبہ رضویہ کراچی۔
(۱۰) منہاج العابدین (امام محمد بن احمد غزالی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۰۵ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۱۱) کتاب الاسماء والصفات (امام ابوحسن محمد بن احمد بیہقی علیہ الرحمۃ) متوفی ۴۵۸ھ، دار احیاء التراث العربی۔
(۱۲) کتاب العظمۃ (امام عبداللہ بن محمد بن جعفر المعروف ابی الشیخ)، متوفی ۳۹۶ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۱۳) الیواقیت الجواھر (علامہ عبدالوھاب شعرانی)، متوفی ۹۷۳ھ، دار احیاء التراث العربی۔
(۱۴) ذم الھوی (امام ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۵۹۷ھ، دار الکتب العلمیۃ۔

(۱۵) العقد الفريد (ابوعمر احمد بن محمد بن عبد ربہ الاندلیسی)، متوفی ۳۲۷ھ، دار احیاء التراث العربی۔
(۱۶) البحر المحیط () متوفی، دار الفکر بیروت۔
(۱۷) روض الریاحین (علامہ عبد اللہ بن اسد یافعی)، متوفی ۷۶۸ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۱۸) الکبائر (الشیخ محمد بن صالح العثیمین علیہ الرحمۃ)، متوفی ۷۴۸ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۱۹) البدایۃ والنھایۃ (حافظ ابن کثیر علیہ الرحمۃ)، متوفی ۷۷۴ھ، دار المعرفۃ بیروت۔ (۲۰) قصص الانبیاء، ایضا، دار الکتب العلمیۃ۔
(۲۱) شرح فتوح الغیب (العارف الربانی شیخ عبد القادر جیلانی تقی الدین احمد بن تیمیہ) موسسۃ الاشرف لاھور۔
(۲۲) تنبیہ الغافلین (الامام الشیخ نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی) متوفی ۳۷۳ھ، مرکز اھل سنت برکات رضا۔
(۲۳) الرسالۃ القشیریۃ (الامام ابی القاسم عبد الکریم ہوازن القشیری النیسابوری)، متوفی ۴۶۵ھ، المکتبۃ التوفیقیۃ۔
(۲۴) الفقہ الاکبر (امام ابی حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۵۰ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۲۵) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (عز الدین بن الاثیر ابی الحسن علی بن محمد الجزری علیہ الرحمۃ)، متوفی ۶۳۰ھ، دار القلم حلب سوریا۔
(۲۶) نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض (شھاب الدین احمد بن محمد بن عمر الخفاجی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۱۰۶۹ھ دار الکتب العلمیۃ۔
(۲۷) الخیالی علی شرح العقائد النسفیۃ (علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی)، متوفی ۸۷۰ھ، مکتبہ رشیدیہ۔
(۲۸) المعتقد والمنتقد (امام احمد رضا خان فاضل بریلوی)، متوفی ۱۳۴۰ھ،
(۲۹) تہذیب التھذیب (ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ)، متوفی ۸۵۲ھ، دار الفکر بیروت۔
(۳۰) مقالات کاظمی (علامہ سعید احمد کاظمی علیہ الرحمۃ)، برکاتی پبلی کیشنز۔
(۳۱) سیرت رسول عربی (نور محمد توکلی علیہ الرحمۃ) فرید بک اسٹال۔
(۳۲) حفظ الایمان (مولانا اشرفعلی تھانوی)، مکتبہ تھانوی دفتر البقاء، مسافر خانہ بندر روڈ۔
(۳۳) تقویۃ الایمان (شاہ اسماعیل دھلوی)، مکتبہ علیمی لاھور۔
(۳۴) جاء الحق (مفتی احمد یار خان نعیمی) متوفی ۱۳۹۱ھ، ضیاء القرآن لاھور۔
(۳۵) التھذیب تاریخ ابن عساکر (ابو قاسم علی بن حسین المعروف بابن عساکر)، متوفی ۵۷۱ھ، دار احیاء التراث العربی۔
(۳۶) الفردوس بماثور الخطاب، () دار الکتب العلمیۃ۔
(۳۷) منح الروض الازھر، () باب المدینۃ کراچی۔
(۳۸) موسوعۃ للامام ابن ابی دنیا (امام اسماعیل بن محمد بن حادی)، متوفی ۳۳۱ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۳۹) دلائل النبوۃ (حافظ احمد بن الحسین البیہقی، متوفی ۴۵۸ھ)، دار الفنائس/ دار الکتب العلمیۃ۔
(۴۰) سنن الکبری، (امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی) متوفی ۳۰۳ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۴۱) الزھد لابن المبارک، (امام عبد اللہ بن مبارک مروزی) متوفی ۱۸۱ھ، دار الکتب العلمیۃ۔

(۴۲) الزھد للامام احمد، (امام احمد بن حنبل) متوفی ۲۴۱ھ، دار الغد جدید۔
(۴۳) صفۃ الصفوۃ، (امام ابو الفرج ابن جوزی، متوفی ۵۹۷ھ) دار الکتب العلمیۃ۔
(۴۴) الکفایۃ علم الروایۃ، () دار الکتب العلمیۃ۔
(۴۵) ایھا الولد (امام ابوحامد محمد بن محمد غزالی) متوفی ۵۰۵ھ، مکتبۃ المدینہ۔
(۴۶) الطبقات الکبری لابن سعد، (محمد بن سعد بن منیع ہاشمی، متوفی ۲۳۰ھ)، دار الکتب العلمیۃ بیروت۔
(۴۷) سیرۃ النبویۃ، (حافظ ابو بغداد اسماعیل بن کثیر) متوفی ۷۷۴ھ، دار القلم العربی حرب سوریا۔
(۴۸) وفاء الوفاء، (علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی) متوفی ۹۱۱ھ، دار الفنائس ریاض۔
(۴۹) جذب القلوب، (شیخ عبد الحق محدث دھلوی)، نوری بک ڈپو لاھور۔
(۵۰) کتاب التوابین، ()، دار الکتب العلمیۃ۔
(۵۱) شفاء السقام، ()، نوریہ رضویہ فیصل آباد۔
(۵۲) التیسیر شرح جامع صغیر بحوالہ تورپشتی، ()، مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیۃ۔
(۵۳) شرح الصدور، (حافظ جلال الدین سیوطی شافعی) متوفی ۹۱۱ھ، مرکز اھل سنت برکات رضا۔
(۵۴) آب حیاب، ()، ادارۂ تالیفات اشرفیہ ملتان، ۱۴۱۳ھ۔
(۵۵) التمھید، (امام یوسف بن عبد اللہ محمد بن عبد البر) متوفی ۴۶۳ھ، دار الکتب العلمیۃ۔
(۵۶) المدخل، (محمد بن محمد المشھور ابن الحاج) متوفی ۷۳۷ھ، دار الفکر بیروت۔
(۵۷) حجۃ اللہ علی العالمین، (علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی)، متوفی ۱۳۵۰ھ، مرکز اہل سنت برکات رضا ھند۔